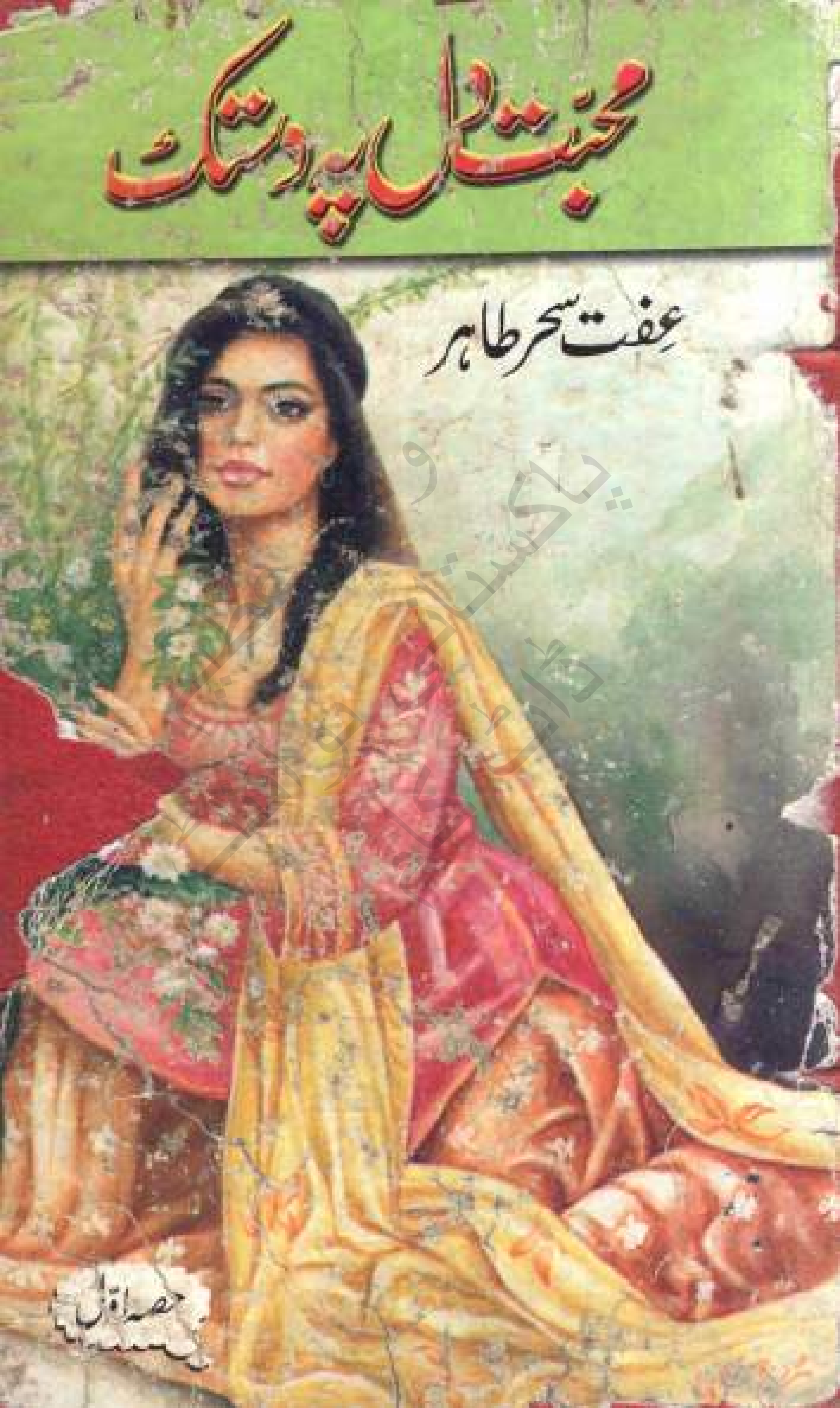
محبت دل پہ دستک
عفت سحر طاہر
حصہ اول

دیباچہ

معزز قارئین!

السلام علیکم۔

”محبت دل پہ دستک“ پیشِ خدمت ہے۔ میں نے یہ ناول بڑی محنت اور محبت سے لکھا تھا۔ اور جتنی محبت سے یہ ناول لکھا گیا تھا اتنی ہی محبت اور پذیرائی قارئین کی طرف سے بھی اسے ملی تھی۔ ملک کے ایک موقر جریدے میں اکتیس ماہ تک آپ کے اس پسندیدہ ناول نے دھوم مچائے رکھی اور آپ (قارئین) کو مسلسل بے چین کئے رکھا۔ اور اب قارئین ہی کے پُرزور اصرار پر آپ کا محبوب ناول کتابی شکل میں جناب محمد علی قریشی صاحب کے تعاون سے شائع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

لیجئے، اپنا پسندیدہ ناول یک جا، بلا انتظار کی صعوبت اٹھائے پڑھئے اور اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازیئے گا۔ محبتوں کو یونہی قائم رکھئے گا۔

دعا گو

عفت سحر طاہر

"اسماری دنیا ایک طرف اور یہ لڑکا ایک طرف۔ منگنی کروا کے تو گویا ہم پر احسان کر رہا ہے۔"
تائی جان واقعی عاجز دکھائی دے رہی تھیں۔

"سب دکھاوا ہے تائی جان! موصوف دل و جان بلکہ جگر و پھیپھڑوں سمیت اس منگنی پر راضی ہیں۔ یہ صرف اہمیت بڑھانے کی ادائیں ہیں جو ہر بات پر ناک بھوں چڑھائی جا رہی ہے۔" منحنی نے چائے کا کپ ان کی طرف بڑھاتے ہوئے حقیقت آشکار کی تو چچی جان نے تفکر سے پوچھا۔

"اب کیا کہہ رہا ہے وہ؟"

"وہی بے کار کی ضد کہ منگنی کا سارا انتظام کسی میرج ہال یا پھر لان میں ہونا چاہیے۔" تائی جان نے بیزاری سے کہا تو منحنی کو اضطراب نے آ گھیرا۔

"گھر کا لان تو انہیں پسند نہیں۔ پھر یہ مرغزار کے لان کی فرمائش کیوں؟"

اس کے سوال کا جواب تائی جان نے تو نہیں البتہ عماد کے ساتھ اندر داخل ہوتے اس نے خود خاصے شاہانہ انداز میں دیا تھا۔

"لڑکی پسند کرنے سے لے کر اب تک ان لوگوں نے مجھے کسی مشرقی دوشیزہ کی طرح چپ رکھا ہے۔ لیکن اب میں صاحب اقتدار ہوں۔ لہٰذا میری ہر بات مانی جانی چاہیے۔"

"حالانکہ صاحب کردار ہوتے تو زیادہ مانی جاتی۔" عماد کے کڑوے کریلے جیسے لقمے نے منحنی کو بہت محظوظ کیا تھا۔

"ایسے ہوتے ہیں آستین کے سانپ۔" ولی نے کشن اٹھا کر عماد کو دے مارا تھا۔ پھر اٹل انداز میں بولا۔ "تم لوگ کچھ بھی کر لو، میں کسی بھی قیمت پر گھر میں یہ تقریب نہیں کروانا چاہتا۔"

"اور میں کہیں بھی نہیں ہونے دینا چاہتا۔ کروا لے قسمت۔" عماد نے آہ بھری۔

"آخر تمہیں اعتراض کیوں ہے منگنی کی تقریب گھر میں کرنے پر؟" چچی جان ان سب کی غیر سنجیدگی سے سخت عاجز تھیں۔ سو انہوں نے فوراً بات کو اصل موضوع کی طرف پلٹا تو ولی نے بے تاسف سے دیکھا۔ جیسے ان سے کبھی اس سوال کی توقع ہی نہ رہی ہو۔

"آپ تو یہ سوال مت پوچھیں چچی جان! اس گھر کی تاریخ گواہ ہے کہ بچپن سے لے کر آج تک اس گھر کے وسیع و عریض لان میں جتنی بھی تقریبات منعقد ہوئی ہیں انہیں پایہ تکمیل تک پہنچانے کا سہرا ہمارے سر ہے۔ مگر اس کی آرائش و زیبائش کے نتیجے میں ہمیں جن جگر پاش مراحل سے گزرنا

پڑتا ہے ان سے شاید آپ واقف نہیں۔ والد صاحب سر پر کھڑے ہو کر ایک ایک پھول پتے کی جھاڑ پونچھ کراتے ہیں۔ معاف کیجئے گا معزز خواتین! میں ایسی منگنی جیسے عظیم موقع پر ایک معقول سا منگیتر دکھائی دینا چاہتا ہوں نہ کہ خاکروب۔"

اس کی جذباتی تقریر پر عماد اور ضحیٰ نے تالیاں بجا کر داد دی۔ مگر تائی جان سر ہاتھوں میں تھام کر بیٹھی رہیں۔

"پر بیٹا جی! ذرا سی محنت کے بعد لان کی شکل بھی تو نکل آتی ہے نا۔ سبھی ہمارے ہاں کی سجاوٹ کو سراہتے ہیں۔" چچی جان نے اسے گویا للچانے کی کوشش کی مگر وہ اپنے مقام سے ایک آدھ انچ بھی پیچھے آنے کو تیار نہیں تھا۔

"نہ صرف لان کی بلکہ ہماری بھی شکل نکل آتی ہے۔ اس پر تو کبھی کوئی دھیان نہیں دیتا۔ ایسی خواری مجھے منظور نہیں ہے۔" اس کے صفا جواب پر ضحیٰ نے طنز کیا تھا۔

"میں نے زندگی میں پہلا مرد دیکھا ہے جو اپنی منگنی کے موقع پر اپنے حسن کے لئے اس قدر فکرمند ہو رہا ہے۔"

"حالانکہ جو چیز ہے ہی نہیں اس کے لئے پریشانی چہ معنی دارد؟" عماد نے سراسر پرسنل اٹیک کیا تھا۔ مگر انس نے جواباً بہت ٹھنڈے پن کا مظاہرہ کیا تھا۔ آرام سے بولا۔

"اس بات پر میں تمہارے دانت بھی توڑ سکتا ہوں۔"

"یہ بات آپ کو ذرا غصے سے کہنی چاہئے تاکہ عماد بھائی پر کچھ اثر ہو سکے۔" ضحیٰ نے اسے اکسایا تو عماد بھانڈا پھوڑنے والے انداز میں بولا۔

"اس سے نہیں، مجھ سے پوچھو۔ ابھی ابھی فیشل بیوٹی پارلر سے ٹپ لے کر آ رہا ہے کہ مسکراہٹ حسن کا زیور ہے۔"

تینوں خواتین کی ہنسی پر انس کی مسکراہٹ غائب ہونے میں پل بھر بھی نہیں لگا تھا۔

"بہت خبیث شخص ہو تم۔ ابھی آتے ہوئے تو مجھے کسی کو کچھ بتانے سے منع کر رہے تھے۔" اس نے دانت کچکچائے تو عماد نے فوراً اسے ٹوک دیا۔

"یوں مت کرو ـــــ ایک بھی دانت ادھر ادھر ہو گیا تو سمجھو بیوٹیشن کی ٹپ بیکار اور منگنی کا شو فلاپ۔"

ان کا ہنسی مخول چچی جان کو سخت ناگوار گزر رہا تھا۔ ایک انتہائی اہم مسئلے کو پس پشت ڈالے وہ خوامخواہ کی بحث میں الجھے ہوئے تھے۔ مگر وہ بھی ان کی توقعات کے بالکل برعکس تھے۔

"کبھی تو کسی مسئلے کا سنجیدگی سے حل نکال لیا کرو۔ اب دن ہی کتنے رہ گئے ہیں۔" وہ چڑ گئی تھیں۔ ضحیٰ نے انہیں تسلی دی۔

"امی! آپ پریشان مت ہوں۔ یہ انس بھائی تو بس ہوا بھرے غبارے ہیں۔ ابھی دیکھئے گا تایا جان کے آگے کیسے ان کی ہوا خارج ہوتی ہے۔ کل صبح اٹھتے ہی اگر باہر لان میں آپ کو کوئی مالی

ٹائپ کا بندہ پودوں کی کتر بیونت کرتا دکھائی دے تو پریشان مت ہوئیے گا۔ وہ انس بھائی ہی ہوں گے جو کہ آپ کو پھر منگنی والے روز ہی شاید اپنی اصل شکل وصورت کے ساتھ دکھائی دیں۔" ضحیٰ نے اس قدر دلچسپ نقشہ کھینچا تھا کہ تائی جان کو بھی ہنسی آ گئی۔ مگر چچی جان نے اسے ڈانٹ دیا تھا۔

"بکو مت ضحیٰ! سنجیدگی سے بات کرو۔ ان لوگوں کو بھی تو فائنل پروگرام بتانا ہے۔ اور ادھر ہم لوگ ابھی تک جگہ ہی کا انتخاب نہیں کر پائے۔"

انس پہلے ہی ضحیٰ کی بدتمیزانہ گفتگو سے تپ رہا تھا۔ ان کی بات سن کر اٹل انداز میں بولا۔

"میں یہ فنکشن گھر میں ارینج کرنے کے بالکل خلاف ہوں۔"

"اور میں تو سرے سے اس فنکشن ہی کے خلاف ہوں۔ مگر میرے دوست! ہر خواہش تو پوری نہیں ہوتی نا۔" عماد نے آہ بھرتے ہوئے کارپٹ پر دراز ہو کر کشن سر کے نیچے رکھا تھا۔

"تمہارے ساتھ شروع ہی سے یہی مسئلہ رہا ہے۔ یعنی جیسا منہ ویسی ہی بات۔" انس نے تپ کر کہا تو وہ چہکا۔

"یعنی دونوں ہی خوب صورت۔"

"ہاں ـــــ بالکل الٹے توے جیسی۔" وہ جل بھن کر بولا تو تائی جان کا پارہ ہائی ہونے لگا۔

"یہ تو حال ہے ان لوگوں کا۔ مجال ہے جو سنجیدگی سے کوئی بات کر لیں۔ ابھی اصل بات شروع ہوئی نہیں کہ انہوں نے چونچیں لڑانا شروع کر دیں۔"

"ابھی بھی وقت ہے بڑی ماں! اگر یہ اس اعزاز کے قابل نہیں ہے تو اپنے فیصلے پر نظرثانی کر لیں۔ اور بھی بہت سے لوگ لائن میں کھڑے ہیں۔" عماد نے انہیں آفر کی تھی۔

"میر جعفر کو میں نے دیکھا تو نہیں مگر تمہارے کرتوت دیکھ کر مجھے ہمیشہ وہی یاد آتا ہے۔" انس نے دانت پیس کر کہا تو چائے پیتی ضحیٰ کو اچھو لگ گیا۔

تائی جان کو انس کی غیر سنجیدگی ایک آنکھ نہیں بھا رہی تھی۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ ان سب کی شوخیوں اور شرارتوں کی سب سے بڑی حامی تھیں۔ مگر اب کی بار صورت حال سنجیدگی کی متقاضی تھی۔ مگر یہ بات ان مسخروں کو کون سمجھاتا۔

"مجھے تو لگ رہا ہے کہ ناحق اتنی پیاری بچی کو اس نالائق کے پلے باندھ رہی ہوں۔" تائی جان کے بیزاری کے عالم میں کہے جملے سے ضحیٰ اور عماد نے خوب حظ اٹھایا تھا۔

"والدہ صاحبہ! ذرا دھیان رہے۔ میں اس کے پلے بندھ رہا ہوں، نا کہ وہ میرے۔" انس تنا ہوا تھا۔

"پلے باندھے نہیں جا رہے بلکہ پلے پڑ رہے ہو۔" عماد کی زبان پھر چلی تو اب کی بار انس نے کشن سے اس کی تسلی بخش رہنمائی کی تھی۔

"ان کا تو باوا آدم ہی نرالا ہے۔ میں ان سے نہیں نمٹ سکتی۔ اس کا تو باپ ہی اس سے بات کرے تو کوئی حل نکلے گا۔" تائی جان نے ہاری ہوئی [illegible] جواب دیا۔

"خدا کے لئے امی! بات سمجھنے کی کوشش کریں۔ اس قدر اہم موقع پر کیا میں لان کی صفائی، کھدائی کرتا اچھا لگوں گا؟"

"اکیلے تو نہیں ہو تم۔ اور پھر صفائی کیا کرنی ہے۔ اتنا صاف ستھرا لان ہے۔ بس ادھیڑ مٹ ہی کا مسئلہ ہے۔ عماد، سعید، چاند، احمر اور نعمان، ماشاء اللہ سے اتنے سارے جوان ہو۔ کام کرتے ہوئے پتہ بھی نہیں چلے گا۔"

"چاہے کچھ بھی ہو، میں کچھ نہیں کرنے والا۔ یہ لوگ سارا سیٹ اپ سنبھال لیں تو میں آ کر انگوٹھی پہنا دوں گا۔" وہ بڑی بے نیازی سے بولا تو وہ جل کر رہ گئیں۔

"تو بیٹا جی! اتنا احسان کرنے کی بھی کیا ضرورت ہے؟"

"اب ہر معاملے میں تو آپ کا دل نہیں توڑوں گا۔ اگر آپ لوگوں نے میری نصف بہتر کو تلاش کر ہی لیا ہے تو میں اسے گم کر کے آپ کے ارمانوں کی بستی کو آگ نہیں لگانا چاہتا۔" وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بڑی نیازمندی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

"ان لوگوں سے بحث کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس سے تو بہتر ہے کہ بھائی صاحب خود ہی اپنی پسند کا بندوبست کر لیں۔" چچی جان بھی اکتا گئی تھیں۔

"اور جب وہ کوئی بندوبست کر لیں تو مزدوروں کی لسٹ میں سے میرا نام خارج کروا دیجئے گا۔" انس نے پھر سے یاد دہانی کرائی۔ اس بار تو وہ واقعی کوئی مشقت کرنے کو تیار نہیں تھا۔ ہمیشہ ہی ان کی حالت بدتر ہونے کے بعد لان کی حالت نکھرتی تھی۔ تمام آرائش سے لے کر لائٹنگ تک تایا جان اسی سے کرواتے تھے۔

"شرم کرو ۔۔۔۔ ہینگ اور پھٹکری کے بغیر ہی چوکھا رنگ چاہ رہے ہو۔" عماد نے کہا تو وہ ڈھٹائی سے بولا۔

"تو میں کون سا اپنی پسند کی منگنی کرنے جا رہا ہوں۔ میری فرمانبرداری کا کچھ تو صلہ ملنا چاہئے۔"

"ابھی پسند کی منگنی نہیں تو یہ حال ہے کہ پٹھے پر ہاتھ نہیں دھرنے دے رہے۔ اگر خدانخواستہ ایسا کوئی حادثہ ہو جاتا تو پھر تو اللہ ہی مالک تھا۔" تائی جان نے طنز کیا تو وہ آرام سے بولا۔

"پھر تو میں سر جھکا کر سب کچھ برداشت کئے جاتا۔"

"کیونکہ انسان کو اپنی غلطیوں کا خمیازہ خود ہی بھگتنا پڑتا ہے۔" عنیٰ نے بڑی سمجھداری سے سر ہلایا تھا۔ چچی جان تو مزید بحث کو درگزر کر کے کچن میں چلی گئیں۔ تائی جان بھی تخت سے بیزار ہو کر اٹھی تھیں۔ ان کے جاتے ہی عماد نے ناصحانہ انداز میں انس کو لتاڑا تھا۔

"بڑے کنجوس ہو یار! جب ایک گھر پر بہترین طریقے سے کام ہو سکتا ہے تو پھر عین ٹائم پر شوشے کیوں چھوڑ رہے ہو؟"

"کیونکہ اب میں مزدوروں جیسے کام نہیں کر سکتا۔ ادھر لائٹنگ، ادھر ٹینٹ، ادھر خیمے تو ادھر شامیانے۔ یار! میرا رینک بڑھ رہا ہے۔ میں کسی کا منگیتر ہونے جا رہا ہوں۔ اب تو مجھے کچھ عزت

دو۔" وہ جذباتی ہو چلا تھا۔ عماد نے اسے پچکارا۔

"ناممکنات کی بات مت کرو میری جان! جو چیز اللہ نے تمہیں دی وہ ہم سے لے کر کیا کرو گے؟"

عماد کے انداز پر عنیٰ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"تم تو دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ ہر معاملے میں تمہاری موجودگی ضروری ہے کیا؟" انس اس پر چڑھ دوڑا اور ادھر سے بھی پٹاخ سے جواب موصول ہو گیا۔

"کیا پتہ کبھی کسی معاملے میں گواہی دینا پڑ جائے۔"

"ہاں جی۔ میرا بروک شیلڈ کے ساتھ افیئر جو چل رہا ہے۔" انس نے تمسخرانہ انداز میں کہا تو عنیٰ بیچ بازار بھانڈا پھوڑنے والے انداز میں بولی۔

"بروک شیلڈ نہ سہی مگر شیلا کے ساتھ تو چل ہی رہا ہے۔" اس قدر اچانک انکشاف پر عماد ہی نہیں خود انس بھی اچھل پڑا تھا۔

"یہ شیلا کون ہے؟" عماد نے باری باری ان دونوں کو گھورا مگر انس تو اس وقت عنیٰ کو تقریباً کچا چبا جانے کے موڈ میں تھا۔

"تم نے میرے کمپیوٹر سے چھیڑ چھاڑ کی ہے؟"

"میں تو اپنی ای میل چیک کرنے گئی تھی مگر وہاں تمہاری ای میل چیک ہو گئی۔" وہ معصومیت سے بولی مگر آنکھوں کی شرارتی چمک اس کی بات کی نفی کر رہی تھی۔

"کسی روز تم میرے ہاتھوں ضائع ہو جاؤ گی۔" انس نے دانت کچکچائے تھے۔

"تم جاؤ فضولی! یہ شیلا کون ہے؟" عماد نے تجسس سے پُر انداز میں پوچھا۔ اس کے حلقہ احباب میں یوں بھی لڑکیوں کی تعداد زیادہ ہی تھی۔ البتہ انس کے حوالے سے یہ پہلا انکشاف ہوا تھا۔

"میں نے تو صرف آئی مس یو کا کارڈ ہی پڑھا تھا۔ ہارٹ شیپ والا۔" وہ بڑے جوش سے بتانے لگی مگر انس کی خونخوار نظروں کے ڈر سے فوراً ہی بات بدل کر بڑے مدبرانہ انداز میں بولی۔

"مگر ہو سکتا ہے مجھے کوئی غلط فہمی ہوئی ہو اور انس بھائی نے اسے بہن بنا رکھا ہو۔"

"لعنت ہے۔" وہ بھڑک اٹھا تھا۔

عنیٰ نے فوراً کانوں کو ہاتھ لگایا۔

"سوری! ۔۔۔۔ اب نہیں بولوں گی۔"

"اگر یہ نہیں بولے گی تو میں بولوں گا۔ وہ بھی بڑے ماموں کے سامنے۔" عماد نے دھمکایا تو وہ سلگ اٹھا۔

"خود کی تو سینکڑوں دوستیاں ہیں۔ مجھ سے تمہیں کیا مطلب؟"

"میں تو کھلی کتاب ہوں۔ تم بتاؤ کس چکر میں ہو؟ اوپر سے اتنی رازداری؟ یاروں سے پردہ داری؟" عماد نے سخت خفگی سے پوچھا تو وہ عنیٰ کو گھورنے لگا۔

"یہ سب اس عنیٰ کا قصور ہے۔ ذرا سی بات کا بتنگڑ بنا ڈالا۔"

"ہاں جی، آپ سا معصوم تو اس دنیا میں کوئی گزرا ہی نہیں ہے۔" ضحیٰ نے طنزیہ انداز میں کہا پھر عماد کو متوجہ کرتے ہوئے بولی۔

"پتہ ہے، عماد بھائی! ایک زمانے میں تو ان کے پر بھی ہوا کرتے تھے۔ فرشتے تھے نا یہ۔"

اس قدر دلچسپ انکشاف پر عماد نے بے تکلف قہقہہ لگا کر داد دی تھی۔

"ضحیٰ! اب تم میرے ہاتھوں پٹ جاؤ گی۔" انس کو غصہ آ گیا تھا۔

"ہاں جی۔ ایسا ہی اندھیر مچا ہوا ہے نا۔" وہ خفا ہوئی تھی۔ پھر عماد سے پوچھنے لگی۔ "حمرہ اور صبا کب آ رہی ہیں؟"

"کل شام کو چھوڑ جاؤں گا یار! آپی بھی کیا بے اعتباری ہے۔" عماد نے کہا تو انس نے طنز کیا۔

"کام کرنے پڑ رہے ہوں گے نا اکیلے۔ اسی لئے ان کی یاد ستا رہی ہے۔"

"جی نہیں، آپ لوگوں کی شکلیں دیکھ دیکھ کر طبیعت بے زار ہو گئی ہے۔ اس لئے کہہ رہی ہوں۔" اس نے فوراً حساب برابر کیا تھا۔

"بکواس نہیں کرو ضحیٰ!" انس کو باوجود ضبط کے ہنسی آ گئی تھی۔

"السلام علیکم۔" اسی وقت سعید نے لاؤنج میں قدم رکھا تھا۔

"وعلیکم السلام۔" بہت زور و شور کے ساتھ جواب دیا گیا تو وہ ویسی ہی مسکراہٹ لئے صوفے میں دھنس گیا۔

"آج آفس نہیں گئے تم؟" انس کو وقت سے پہلے گھر میں موجود پا کر اس سے پوچھا تو وہ گہرا سانس بھرتے ہوئے بولا۔

"وہی یار! مسئلہ تزئین و آرائش لان۔"

"کیا ـــــ؟" وہ چونک کر پوری طرح متوجہ ہوا تھا۔ ضحیٰ اور عماد معاملے سے واقفیت کی بنا پر ہنس رہے تھے۔

"والد صاحب کا ارشاد ہے کہ یہ تقریب بھی اسی لان کی گود میں ہو گی۔" وہ ناگواری سے وضاحت کر رہا تھا۔

"ہاں تو اس میں قباحت کیا ہے؟" وہ سمجھا نہیں تھا۔

"ان کا خیال ہے کہ اب یہ چونکہ منگیتر جیسے اعلیٰ عہدے پر فائز ہو رہا ہے، اس لئے اس سے لان کی صفائی ستھرائی کا کام لینے کا سوچا بھی نہ جائے۔" عماد نے وضاحت کی تو وہ معاندانہ نظروں سے انس کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"اتنا خوب صورت لان ہے ہمارا۔ تمہیں کس بات پر اعتراض ہے؟"

"میں اور کچھ نہیں کروں گا، سوائے انگوٹھی پہننے کے۔"

اس کے انداز پر سعید مسکرا دیا تھا۔

"تو ٹھیک ہے۔ باقی سب میں سنبھال لوں گا۔" اس نے انس کی ٹینشن دور کرنا چاہی تھی۔

اس کے پُرسکون چہرے کو ایک نظر دیکھ کر کپڑے تہہ کرنے لگی۔

"اور والد صاحب کو کون سمجھائے گا؟" وہ جس قدر لاابالی پن دکھا رہا تھا، اندر سے اتنا ہی مضطرب بھی تھا۔

"وہ کچھ نہیں کہیں گے۔ میں ان سے بھی بات کر لوں گا۔" سعید اسے تسلی دیتے ہوئے اٹھ گیا۔

"پتہ نہیں سب اس کی مٹھی میں بند ہیں۔ جب چاہے، جس کی چاہے بات منوا لیتا ہے۔" ضحیٰ نے منہ بنایا تھا۔

"صبا کہاں ہے؟" سعید نے پوچھا تو جواب عماد نے دیا۔

"صبا اور حمرہ ہماری طرف ہیں۔ کل شام تک واپس چھوڑ جاؤں گا۔ امی کو ڈرائنگ روم کی سیٹنگ وغیرہ چینج کرنا تھی، اسی کے لئے بلوایا ہے۔"

"ابھی میں جا کر شاور لوں گا۔ دس منٹ کے بعد چائے میرے کمرے میں دے جانا۔" اب کی بار اس نے یہ حکم ضحیٰ کے لئے جاری کیا تھا۔ جو باقی سب کو تو نہیں مگر ضحیٰ کو بہت محسوس ہوا تھا۔

"تمہیں آ جاؤ نا۔ گپ شپ رہے گی۔" عماد نے آفر کی تو وہ معذرت خواہانہ انداز میں بولا۔

"رات کو نشست ہو گی یار! ابھی بہت تھکا ہوا ہوں۔"

"ہاں جی۔ کچہری انہی کے سر پر تو چل رہی ہے۔" کچن کی طرف بڑھتی ضحیٰ جل کر بس سوچ ہی سکی تھی۔

تائی جان کچن ہی میں تھیں۔ اسے دوبارہ چائے کے لئے پانی چڑھاتے دیکھ کر پوچھنے لگیں۔

"اب کس کے لئے بنا رہی ہو؟"

"سعید کے لئے۔" اس نے مختصراً کہا تو وہ بولیں۔

"ساتھ میں کچھ کھانے کے لئے بھی دے دینا۔ فریج میں کیک بھی رکھا ہے۔"

"انہوں نے صرف چائے کا کہا ہے۔" ضحیٰ کو یہ ڈیوٹی بالکل نہیں بھائی تھی۔

"پھر بھی ـــــ تھکا ہوا آیا ہے۔ ہو سکتا ہے اسے بھوک لگی ہو۔" تائی جان نے کہا تو وہ نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دی۔

"تائی جان! آپ تو بالکل کسی ننھے بچے کی طرح اس کا خیال رکھتی ہیں۔"

سعید کا ذکر آتے ہی ان کا چہرہ شفقت سے چمکنے لگا۔

"میرے لئے تو وہ آج بھی ننھا سا بچہ ہی ہے۔ چھ سال کا تھا جب ماں باپ کے سائے سے محروم ہونے کے بعد میری گود میں آیا تھا۔ ڈرا سہما، چھپ چھپ کر روتا ہوا۔ مہینوں لگے تھے مجھے اسے اپنانے میں۔ اور پھر میں نے اسے اتنی محبت دی کہ انس کے مقابل لا کھڑا کیا۔ آج دیکھ لو، سعید کے معاملے میں کوئی بھی مجھ پر انگلی نہیں اٹھا سکتا۔ انس میں ہزار خامیاں ڈھونڈ لو۔" ان کے لب و لہجے سے پیار ہی پیار جھلک رہا تھا۔

"یہ تو واقعی ماننے والی بات ہے ـــــ لوگ تو اتنی محبت اور توجہ اپنی اولاد کو بھی نہیں دیتے جیسی

آپ نے اپنی بندی کی اولاد کو دی ہے۔" تحیّٰی نے قہوے میں دودھ ڈالتے ہوئے توصیفی انداز میں کہا تو وہ سادگی سے بولیں۔

"میں نے اسے ہمیشہ اپنی ہی اولاد سمجھا ہے ——— مجھے کبھی انس اور معید میں کوئی فرق لگا ہی نہیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ وہ انس سے بڑھ کر میرا خیال کرتا ہے ——— فرمانبرداری میں اپنی مثال آپ ہے۔"

تحیّٰی ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے مگ میں چائے انڈیلنے لگی۔

واقعی معید کی فرمانبرداری اور سمجھداری کے سبھی معترف تھے۔ یہی وجہ تھی کہ سب اس کی ہر بات نہایت آسانی اور سہولت سے مان لیتے تھے اور تایا جان تو چلتے بھی بھانجے کے مشورے سے تھے۔ اس کے برعکس انس کی طبیعت میں حد درجہ جذباتیت اور قدرے جیالا پن تھا۔ جسے تایا جان کی "کرچ چمک" کے بعد صرف معید ہی سکون سے ہینڈل کر سکتا تھا۔ کوئی بھی بات وہ بہت آسانی سے منوا لیتا تھا۔ اسی خوبی کی بناء پر عماد اسے انس کا ریموٹ کنٹرول کہتا تھا۔ خود انس بھی اپنی خامیوں اور معید کی خوبیوں کا اعتراف کھلے دل سے کرتا تھا۔ نہ تو کبھی کسی نے معید کی ان خوبیوں سے جلن محسوس کی تھی اور نہ ہی حسد۔ سوائے تحیّٰی میر کے۔

اس نے جب بھی معید سے کسی معاملے میں مدد طلب کی تھی مایوسی ہی پائی تھی۔ ایک بار کالج ٹرپ کے ساتھ تین روز کے لئے شمالی علاقہ جات کی طرف جانے کی اجازت نہ ملنے پر اس نے سب کی طرح بڑے مان کے ساتھ شاید پہلی بار معید سے مدد طلب کی تو اس نے چچا جان سے بھی زیادہ خشکی سے انکار کر دیا۔ بلکہ ساتھ ہی آدھے گھنٹے کا ایک سیر حاصل لیکچر بھی دیا جس میں تعلیم کی افادیت اور تفریح کے مضر اثرات پر جی بھر کر روشنی ڈالی گئی تھی۔ تب پہلی بار معید کی طرف سے اس کا دل کھٹا ہوا تھا۔ یہی معید جب انس اور وجدان کو اس طرح کا کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو وکیل بن کر اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔ اس کے دوستوں نے واپسی پر وہاں بنائی تصویریں دکھائیں تو مسحور کن نظاروں نے پھر سے اس کا دل دکھی کر دیا۔

دوسری بار اس کی بیسٹ فرینڈ کے بھائی کی مہندی کی تقریب میں جانے کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس سے پہلے کہ گھر میں کسی سے اجازت مانگنے کی نوبت پیش آتی سب سے پہلے معید علی نے اعتراض جڑ دیا تھا۔

"دوست کی مہندی ہوتی تو تمہارا جانا بنتا تھا۔ یہ تو خالصتاً لڑکوں کی تقریب ہے۔ وہی مہندی وغیرہ نکالیں گے۔ تم انجان لوگوں میں جا کے کیا کرو گی؟ وہ بھی اتنی دور۔" وغیرہ وغیرہ۔

اس کے یہ اعتراضات سب کو بہت معقول لگے تھے۔ سو تحیّٰی کو وہاں بھی جانے کی اجازت نہیں دی گئی۔ تب سے تحیّٰی نے معید سے مدد مانگنا تو ایک طرف بلاوجہ بات کرنا بھی ترک کر دیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ ہر ایک کی مدد کر سکتا تھا سوائے اس کے۔ اور وہ معید حسن کا کوئی بھی احسان نہ لے کر بہت خوش تھی۔

چائے کا مگ لئے وہ دروازہ کھٹکھٹا کر اس کے کمرے میں داخل ہوئی تو وہ سے دیکھ کر بستر پر آڑا ترچھا، نیم دراز وہ اٹھ بیٹھا۔ شاور لینے کے بعد اب یقیناً اس پر نیند کا غلبہ طاری ہونے لگا تھا۔

"چائے کا ایک کپ کتنی دیر میں بن جاتا ہے؟" مگ تھامتے ہوئے وہ پوچھ رہا تھا۔

"یہی کوئی پانچ منٹ میں۔" اس کی زبان پھسل گئی۔

"اور میں پچھلے بیس منٹ سے ویٹ کر رہا ہوں۔" جتانے والے انداز میں کہہ کر وہ چائے کا گھونٹ بھرنے لگا۔

"پتہ تو ہوا کہ کس کا۔" تحیّٰی اسے ہلکا سا گھور کر پلٹ گئی۔

"آئندہ میرے لئے چائے بناؤ تو چینی صرف ایک چمچ ڈالنا۔" اطلاع دی گئی۔

وہ ٹھٹک کر پلٹی تھی۔ "نہ تو یہ میری ڈیوٹی ہے اور نہ ہی آئندہ میں آپ کی باورچن کے عہدے پر تعینات ہونے والی ہوں۔"

اس کے غصے پر وہ حیران سا اسے دیکھنے لگا۔

"لڑکیوں کا اور کیا کام ہوتا ہے؟" اس کی سیاہ آنکھوں میں نیند کی ہلکی سی سرخی دیکھ کر تحیّٰی کو خیال آیا۔ کل رات جب وہ اور صبا مووی دیکھ کر اٹھیں تو واپسی پر اس نے معید کے کمرے کی لائٹ جلتی دیکھی تھی۔ یعنی وہ رات گئے تک کوئی کیس اسٹڈی کرتا رہا تھا۔ اسی لئے اب نیند کے حصار میں تھا۔ صبح اٹھنا بھی تو جلدی تھا۔

"ساری دنیا کا بوجھ تو جیسے لڑکوں نے اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا ہے نا۔" وہ کلس کر بولی تھی۔

"کتنی مرتبہ کہاں ہے یوں بچکانہ سے جواب مت دیا کرو۔" وہ ناگواری سے بولا تو وہ تپ گئی۔

"میں ایسی ہی ہوں اور کسی کے کہنے سے بدل نہیں جاؤں گی۔" تنک کر کہتے ہوئے وہ پھر اس کے کمرے میں رکی نہیں تھی۔ لاکھ اس سے چڑتی تھی مگر معید کا سنجیدہ اور لئے دیئے رہنے والا انداز کافی رعب بھی رکھتا تھا۔

"بے وقوف۔" معید نے سر جھٹک کر مگ ہونٹوں سے لگا لیا تھا۔

●●●●●

"میر ہاؤس" میں یوں تو دو پورشن تھے مگر کھانا ناشتہ ایک ہی جگہ ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ گھر میں خدا کی رحمت اور آپس میں محبت بے پناہ تھی۔

اگلے روز شام کو عماد نہ صرف صبا اور حرہ بلکہ مریم پھپھو کو بھی ساتھ لے آیا تھا۔ تحیّٰی نے شکر کی سانس لی۔

"اور بھئی برخوردار! کیا انتظامات کئے ہیں آپ نے؟" کھانے کے بعد چائے سے فارغ ہو کر تایا جان کا روئے سخن انس کی طرف ہوا جو عماد کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھا۔

"وہ ابو جی! سب سمجھیں ہو ہی گیا ہے۔" وہ گڑبڑایا تو تحیّٰی نے محظوظ ہوتے ہوئے ساتھ بیٹھی صبا کے پاؤں پر پاؤں مارتے ہوئے اسے بھی گویا تماشا دیکھنے کی دعوت دی تھی۔

"وہی تو میں پوچھ رہا ہوں کہ کیا ہو گیا ہے؟" تایا جان نے اکلوتی اولاد ترینہ کو کھلایا سونے کا نوالہ مگر دیکھا ہمیشہ شیر کی نظر سے تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ہر وقت لاپرواہی اور لاابالی پن دکھانے والے انس کی زبان ان کے سامنے تالو سے چپٹ جاتی تھی۔

"جی، وہ ـــــ تم بتاؤ نا معید!" کچھ سمجھ میں نہ آنے دیکھ کر اس نے جس طرح سے معید کو اس معاملے میں گھسیٹا تھا۔ اس پر سب ہنسنے لگے۔

"میں نے کہا بھی تھا کہ یہ نالائق ابھی اس ذمہ داری کے لائق نہیں ہے مگر ہر بار کی طرح آپ کو اس کی شادی کا شوق چڑھا رہا ہے۔" وہ تائی جان سے کہہ رہے تھے۔ سب کے درمیان اپنی عزت افزائی پر انس نے خجل ہو کر معید کو گھورا۔ بات سنبھالنے کا اشارہ بھی کیا مگر شاید وہ بھی اس کی حالت سے حظ اٹھانے کے موڈ میں تھا۔ ان دیکھی کر گیا۔

"آپ کے ساتھ بڑھ کر تو سنبھلنے لگا ہے۔ اور کیا ہوتا ہے لائق ہونا؟" تائی جان نے انس کی حمایت کی تو چچی جان کو بھی اس کے لٹکے ہوئے چہرے پر ترس آ گیا۔

"اچھا ہے بھائی صاحب! گھر میں کوئی رونق ہو گی۔ کافی عرصے سے کوئی بڑی تقریب نہیں ہوئی ہے۔"

"واقعی، دادا جان کے چالیسویں کے بعد سے اب تک کوئی بڑی تقریب نہیں ہوئی ہے۔" حنی نے صبا کی طرف جھک کر سرگوشی میں کہا تو اس کی گپ بازی پر صبا کو بہت زوروں کی ہنسی آئی مگر فوراً ہی معید کو خشمگیں نگاہوں سے حنی کو دیکھتے پا کر وہ سٹپٹا گئی۔ صاف پتہ چل رہا تھا کہ وہ بھی حنی کی خیال آرائی سے پوری طرح مستفید ہو چکا ہے۔ خود حنی بھی خفیف سی ہو گئی تھی۔

"میں بھی تو یہی کہہ رہا ہوں کہ اپنے گھر میں رونق ہونی چاہیے۔ یہ کیا فضول کی رسم چل نکلی ہے کہ میرج ہال میں جا کر منگنی شادی کر آئے۔ اپنی خوشیاں اپنے ہی گھروں میں منانی چاہئیں نہ کہ دوسروں کے ہاں جا کر۔ یہی تو خوب صورت یادیں ہوتی ہیں اپنے در و دیوار سے وابستہ۔" وہ بہت خوب صورتی سے اپنا مطمح نظر پیش کر رہے تھے۔ جس سے سبھی متاثر ہوئے تو انس منمنا کر بولا۔

"ابو جی! میں نے کب انکار کیا ہے؟"

"آپ بے فکر رہیں بڑے ماموں! میں نے اوپر کا کام نمٹا دیئے ہیں۔ ارینج منٹ بھی بہت اچھا ہو گا اور مینیو بھی۔" معید کو انس کی شکل پر ترس آ گیا تھا اور واقعی آج نہ صرف اس نے لائٹنگ والے بلکہ ہر ضروری کام سے متعلقہ شخص کو ہفتے کے روز کے لئے ہائر کر لیا تھا تاکہ اتوار کو منگنی والے روز لان کی ارینج منٹ اپنی حتمی شکل میں ہو۔

تایا جان نے مطمئن ہو کر سر ہلایا تو انس کی سانسیں آسان ہوئی تھیں۔

تایا جان اور چچا جان کے جانے کے بعد مریم پھپھو نے انہیں آ گھیرا تھا۔

"تم لوگ پھر کل شاپنگ کے لئے چل رہی ہو نا؟"

صبا نے فوراً نفی میں اور حنی اور حمرہ نے اثبات میں سر ہلایا تو انہیں تعجب ہوا۔

"یہ کیا بات ہوئی بھلا؟"

"تمہیں کیا تکلیف ہے؟ ـــــ اکلوتے بھائی کی منگنی کی شاپنگ نہیں کرنی ہے کیا؟" حنی نے اسے گھورا تھا۔

"جوتی کی نوک! وہ پھیروں میں مجھے سڑنے کا کوئی شوق نہیں۔ ابھی تمہارے برتھ ڈے پہ جو سوٹ سلوایا ہے وہ بالکل نیا ہے۔ وہی پہن لوں گی۔" اس نے بیٹھے بیٹھے ہی پروگرام بنا لیا تھا۔

"سبحان اللہ، یہ خیالات ہیں دولہا کی بہن کے۔" حنی نے تو سر ہی پیٹ لیا تھا۔ جس قدر وہ شاپنگ اور ملنے ملانے کی شوقین تھی صبا اسی قدر ان دلچسپیوں سے الرجک تھی۔

"دولہا نہیں، منگیتر۔" عماد نے ٹوکا تھا۔

"دولہا بھی بن ہی جاؤں گا۔" انس کے حوصلے بلند تھے۔

"ہاں، کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک۔" عماد نے آہ بھری۔

"میں جی لوں گا۔" انس نے اسے تسلی دی تھی۔

"انس بھائی! آپ منگنی والے روز کیا پہن رہے ہیں؟" حنی کا روئے سخن انس کی طرف ہوا تو وہ حیران ہوتے ہوئے بولا۔

"کپڑے پہن رہا ہوں۔ اور کیا۔"

"اف! میرا مطلب ہے کہ کیسے کپڑے بنوا رہے ہیں فنکشن کے لئے؟" وہ جھنجھلا گئی تھی۔

"یہ سوچنے کے لئے ہم نے دو عدد خادم رکھے ہوئے ہیں۔" انس نے شاہانہ انداز میں کہتے ہوئے معید اور عماد کی طرف اشارہ کیا تھا۔ "خادم نمبر ایک! پہلے تم بتاؤ، تم نے ہماری ڈریسنگ کے لئے کیا سوچا ہے؟" اشارہ عماد کی طرف تھا جو پہلے ہی اس کے انداز پر تلملا رہا تھا۔ سکون سے بولا۔

"ویری یونیک سر! دھوتی، کرتہ، پیروں میں کھسے، ایک ہاتھ میں حقہ۔ اب یہ آپ پر انحصار کرتا ہے کہ کھسہ سادہ پسند کریں گے یا تلے والا؟"

سب کے ہنسنے پر انس خفیف سا ہو کر عماد کو گھورنے لگا۔

"پتہ نہیں یہ لوگ کب سنجیدہ ہوں گے۔" چچی جان سخت نا امید تھیں۔

"سب سے معقول میں ہوں۔" حمرہ نے تفاخر سے کہا تو صبا نے اسے گھور کر دیکھا۔

"جی ہاں۔ اگر منہ بند ہی رکھو تو۔"

"انس! اب تم تو کچھ سمجھدار ہو ہی جاؤ۔ کہیں تم اپنی سسرال میں بھی شرمندہ نہ کروا دینا۔ تمہارے ابو تو پہلے ہی اس منگنی کو میری جلد بازی قرار دے رہے ہیں۔" تائی جان اس نئی نئی ذمہ داری سے کافی گھبرا رہی تھیں۔

"کم از کم اس منگنی کے لئے تو میں دل و جان سے سنجیدہ ہوں امی حضور! آپ بسم اللہ کیجئے۔" بھرپور تسلی دی تو عماد نے برجستہ کہا۔

"بالکل بڑی مامی! چھری نہیں گردن پہ پھیر دیجئے گا۔"

مریم پھپھو نے بیٹے کو گھورتے ہوئے تائی جان کو تسلی دی تھی۔

"کوئی جلد بازی نہیں ہے بڑی بھابی! ابھی اصل عمر ہے شادی کی۔"

"بس دوسروں کو ہی مشورے دیتی رہیں گی۔ خود کے بیٹے کی عمر نکلی جا رہی ہے، اس کا کچھ خیال نہیں۔" عماد نے متاسفانہ انداز میں کہا تو ان سب کو ہنسی آ گئی۔

"تمہاری شادی کا تو میں ابھی نام بھی نہیں لینے والی۔ سخت غیر ذمہ دار قسم کے انسان ہو تم۔ اور مجھے کسی بے چاری کی بددعائیں سمیٹنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔" انہوں نے صاف چٹ انداز میں کہا تو وہ منہ بسور کر بولا۔

"کوئی ذمہ داری ڈالیں گی جب ہی تو یہ غیر ذمہ داری ختم ہو گی نا۔"

"اس کی اکٹھی ہی چار کر دیں ——— زیادہ ذمہ داریاں ہوں گی تو ذمہ داری کا احساس بھی زیادہ ہو گا۔"

انس کا مشورہ عماد کو بے حد پسند آیا۔ تبھی باقاعدہ کھڑے ہو کر اس سے ہاتھ ملایا گیا تھا۔

"اس قدر کا بہت شکریہ۔"

"یہ لوگ صرف مسخرہ پن ہی دکھا سکتے ہیں۔ اور کچھ نہیں آتا نہیں۔" تائی جان زچ ہو گئی تھیں۔

ان دنوں انہیں انس کی غیر سنجیدگی بری طرح کھٹک رہی تھی۔ بالکل انجان لوگوں میں رشتہ طے ہوا تھا۔ اب کیا پتہ کون کیسی طبیعت کا مالک ہو ——— اور ادھر سب ایک سے بڑھ کر ایک شگوفے تھے۔ بنا سوچے سمجھے بولنے والے۔ حد تو یہ تھی کہ بولنے کے بعد بھی سوچنے کی زحمت نہیں کرتے تھے کہ کہا کیا ہے۔

"ذرا اس کی شادی ہو لینے دیں بڑی امی! بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔" معید نے انہیں تسلی دی تھی۔ جس کا انس نے سختی سے نوٹس لیا۔

"میرا بھی کچھ خیال کرو۔ میں بھی ٹھیک ہونا چاہتا ہوں۔" عماد کی دہائی نے سب کو مسکرانے پر مجبور کر دیا تھا۔

"انس بھائی کی شادی والے روز آپ بھی اپنے لئے کوئی لڑکی پسند کر لیجئے گا۔" حمرہ نے آئیڈیا پیش کیا۔ عماد نے لڑکی انداز میں اس کا شانہ تھپکا مگر انس نے اسے آنکھیں دکھائی تھیں۔

"ابھی تو یہ اس گھر کی پہلی خوشی ہے۔ خیر سے نمٹ جائے تو پھر باقی سب کا بھی جلد ہی کوئی بندوبست کریں گے۔" مریم پھپھو نے کہا تو عماد فقرہ دینا نہ بھولا۔

"اگر یہ تجربہ کامیاب ہو گیا تو؟"

مریم پھپھو کا جھانپڑ اس کے شانے پر پڑا تھا۔

"یہاں کون سے میزائل تیار ہو رہے ہیں۔"

"بہو کو آ لینے دیں، وہ بھی تیار ہونے لگیں گے۔" وہ اپنا شانہ سہلاتا ان کی پہنچ سے دور کھسکا تھا۔

"زبان دیکھو ان کی ذرا۔ مجال ہے جو معید کا سایہ بھی پڑا ہو ان پر۔" وہ چڑ کر بولیں تو انس نے

ف کیا۔

"صرف کھانا اور سونا ہے۔"

"تم لوگوں کی بک بک سے تو اچھا ہے نا۔ کبھی جو کسی کو کوئی شکایت کا موقع دیا ہو۔" وہ صاف

سے کہہ رہی تھیں۔

"اپنا یار ہی ہوا۔" عماد نے اس کا شانہ تھپک کر اس قدر تفاخر سے کہا جیسے اس کی تمام خوبیاں اسی کی مرہون منت ہوں۔ مریم پھپھو تاسف سے اسے دیکھ کر رہ گئی تھیں۔ پھر ان کو سمجھانا عبث جان کر

سے مخاطب ہو گئیں۔

"تم لوگ چلو، چل کے دیکھو کس کس چیز کی ضرورت ہے۔ تاکہ ابھی لسٹ بنا لی جائے۔ کتنا لئے ابھی تو شاپنگ کرنی ہے۔"

میدان خالی پاتے ہی انس نے عماد کا گھیراؤ کیا تھا۔

"آج کل تم کن ہواؤں میں اڑ رہے ہو؟ میں نے تمہیں میکڈونلڈز سے نکلتے دیکھا ہے۔"

"میکڈونلڈز جانا جرائم میں کب سے شمار ہونے لگا ہے؟" اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ

آ گئی تھی۔

"جب سے تم نے بری دوستوں کے ساتھ گھومنا شروع کیا ہے۔" معید نے لقمہ لگا کر واضح کیا کہ بھی صورت حال سے اچھی طرح واقف ہے۔

"اب بتاؤ گے یا مریم پھپھو سے پوچھنا پڑے گا؟" انس واضح طور پر دھمکا رہا تھا۔ جب تک یہ شارجہ میں رہے تھے وہاں کے ماحول کو دیکھتے ہوئے مریم پھپھو نے عماد کو کبھی لڑکیوں سے دوستی نے سے نہیں روکا تھا۔ مگر پاکستان شفٹ ہونے کے بعد تو وہ اس کی کڑی نگرانی کرنے لگی تھیں۔

"کیا بکواس ہے یار! آدمی کا کچھ پرسنل بھی ہوتا ہے۔"

"مگر آدمی جب اپنے پرسنل کو خود ہی بغل میں لئے پھرتا رہے تو پھر کچھ بھی پرسنل نہیں رہتا۔"

نے رسانیت سے جتایا تو وہ شرم دلانے والے انداز میں بولا۔

"ویسے معید! تجھے میں اتنا خبیث نہیں سمجھتا تھا۔ انس کی صحبت کافی برا اثر ڈال گئی ہے تجھ پر۔"

معید ہی نہیں بلکہ بہت ڈھٹائی کے ساتھ انس نے بھی قہقہہ لگایا تھا۔

"شرم کرو تم لوگ۔ دوست ہے وہ میری۔" وہ چڑ گیا تھا۔

"اگر سنجیدہ ہو تو شادی کیوں نہیں کر لیتے؟ یوں لئے لئے پھرنے کا کیا مقصد ہے؟" معید کو اس ساتھ کے چکر پسند نہیں تھے۔ سو سیدھا سادھا سا مشورہ دیا۔

"ابھی سے شادی؟ ——— ابھی تو ہم دونوں ایک دوسرے کو ٹھیک سے جانتے بھی نہیں ہیں۔"

جھنجلایا تھا۔

"یہ کیا لاجک ہے؟ اگر ابھی سے ایک دوسرے کو جان، سمجھ لو گے تو شادی کے بعد کیا کرو گے؟" معید کو تعجب ہوا تھا۔

"میری جان! پہلے سے جانچ پرکھ ہو گی تبھی اچھی لائف گزرے گی نا۔" وہ مطمئن تھا۔

"اور فرض کرو اس لڑکی سے تمہاری ذہنی مطابقت نہ ہوئی تو؟"

"تو پھر گڈ بائے۔" وہ ہنوز اسی طمانیت و لاپروائی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

"اس ذہنی مطابقت کے چکر میں تم کتنی لڑکیوں کو چیک کرو گے؟ اس سے تو بہتر ہے کہ ایک لڑکی کے ساتھ شادی کر لو۔" معید کو اس کے انداز فکر نے کوفت میں مبتلا کیا تھا۔

"خواہ مخواہ ہی ایک انجان لڑکی کو گھر لے آؤں۔ کچھ پہلے ایک دوسرے سے جان پہچان چاہئے۔" عماد نے کہا تھا۔

"بکواس ہے یہ سب۔" معید نے سر جھٹکا تھا۔ پھر اسے قائل کرنے والے انداز میں

"ضروری نہیں ہے کہ جانچ پرکھ کے بعد ہی لڑکی کو اپنی زندگی کا حصہ بنایا جائے۔ محبت کے ساتھ انجان لڑکی کو بھی اپنی ذہنی سطح تک لایا جا سکتا ہے۔"

"اتنا ٹائم کون ضائع کرے۔" وہ ہنسا تھا۔

"اور یہ جو اتنے دنوں تک ایک لڑکی پر اپنے جذبات لٹاتے ہو، اس کے ساتھ اپنی فیلنگز شیئر کرتے ہو یہ سب ویسٹ آف ٹائم نہیں ہے کیا؟"

"یونہی ایک روز مجھے اپنی فرسٹ لیڈی مل جائے گی۔" وہ اطمینان سے بولا تو انس کو ہنسی آ گئی۔

"وہ فرسٹ لیڈی کہاں سے ہو گی۔ پتہ نہیں کیا نمبر ہو گا بے چاری کا۔"

"ڈئیر عماد! یو آر ٹوٹلی رانگ۔ ہمارے ہاں تو یہ صورت حال نہیں ہے۔ اب انس ہی کو لو۔ صرف تصویر ہی دیکھی ہے اس نے اور منگنی کروا رہا ہے ۔۔۔ تم کیوں اتنے لمبے چکروں میں رہتے ہو؟"

"اپنی اپنی فطرت کی بات ہے یار!" انس نے اس کے شانے پر ہاتھ مارا تھا۔ پھر مزید بولا۔ "میں بھی اپنی منگیتر کو فون کیا کروں گا۔"

"وہ دوسرا معاملہ ہے۔ یہ تو ہر لڑکی کو چیک کرتا پھر رہا ہے۔ یوں تو ذہنی مطابقت نہیں ہوتی" معید اسے سمجھانا چاہ رہا تھا۔

"تو پھر کیسے ہوتی ہے؟" عماد نے زچ ہو کر پوچھا تھا۔

"باہمی رشتے میں بندھنے کے بعد ایک دوسرے پر اعتماد اور محبت کے سہارے۔ جب آپ کی محبت، آپ کا خیال، دوسرے کے دل و دماغ پر حاوی ہو جائے تو پھر ذہنی مطابقت ہونے لگتی ہے۔" وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

"کیا تم محبت کی شادی نہیں کرو گے؟" عماد نے پوچھا تو وہ لمحہ بھر کے توقف کے بعد سنجیدگی سے بولا۔

"محبت کی شادی چاہے نہ کروں مگر جس سے شادی کروں گا اس سے محبت ضرور کروں گا۔"

"کیونکہ تمہارے پاس اور کوئی چوائس ہی نہیں ہو گی۔ یہ تو سراسر مجبوری کا سودا ہوا نا۔" وہ

ہنسنے لگا۔

"مجبوری کیوں۔ ایک دوسرے کے ساتھ رہ کر آہستہ آہستہ ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار ہونا ہی پائیدار محبت کی بنیاد ہے۔"

"اور اگر تم دونوں میں ذہنی مطابقت نہ ہوئی تو؟" انس کو اس بحث میں لطف آ رہا تھا۔ کشن کے پیچھے کشن رکھتے ہوئے وہ دلچسپی سے معید کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"تو ۔۔۔" اس نے گہری سانس اندر کھینچی تھی پھر مسکرا دیا۔ "لگن ہونی چاہئے۔ ارادے میں پختگی ہونی چاہئے۔ بڑے سے بڑے پہاڑ آپ کے قدموں میں ڈھیر ہو سکتے ہیں۔ انسان تو پھر اشرف المخلوق ہے، اسے اپنے قالب میں ڈھالتے کتنی دیر لگتی ہے۔"

"اصل چیز تو ہمت ہے۔ مگر اس کے لئے صبر و برداشت چاہئے جو کہ صرف تم ہی کر سکتے ہو۔" اب کی بار عماد نے بھی اسے سراہا تھا۔

"تم اپنے افکار مت بدلنا۔" معید نے اسے گھورا تو وہ بڑے انداز سے بولا۔

"ہم تو آزاد فضاؤں کے پنچھی ہیں۔ ابھی کوئی ایسا پنجرہ ہی نہیں بنا جو ہمیں قید کر سکے۔"

"جس روز پھپھو کو بتا دیا نا، اس روز تمہارے پر کترنے کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی۔ کیونکہ انہیں خود ہی بکھر جانا ہے۔" انس کی دھمکی پر معید بھی ہنس دیا تھا۔ عماد ان دونوں کو گھور کر رہ گیا تھا۔

●●●●●

شانوں پر لہراتے خوب صورت شہد رنگ بالوں، میدہ اور ملے دودھ جیسی رنگت اور حسین شربتی آنکھوں کے سنگ، بے باک انداز لئے وہ محفل کی جان بنی ہوئی تھی۔ مگر خود اس کی تمام تر توجہ کچھ دور اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھڑے شخص پر مرکوز تھی۔

بلیک سوٹ میں ملبوس ایک ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالے، دوسرے میں مشروب کا گلاس تھامے باتوں میں مصروف اس شخص کا سائیڈ پوز بہت جانا پہچانا لگ رہا تھا۔ سب ادھر ادھر گھوم پھر رہے تھے۔ اس لئے کوئی نہ کوئی درمیان میں آ جاتا تو لمحہ بھر کو وہ نظروں سے اوجھل ہو جاتا تھا۔ ورنہ اب تک شاید وہ اسے پہچان چکی ہوتی۔

"ایکسکیوز می۔" وہ اپنے گروپ سے معذرت کرتی ہوئی دل میں تجسس لئے اس کی طرف بڑھی جہاں اس شخص کو دیکھا تھا۔ مگر ٹھٹک کر رکنا پڑا۔ کیونکہ اب وہ وہاں پر نہیں تھا۔ وہ مایوسی سے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

"کس کو ڈھونڈ رہی ہو ۔۔۔؟" سعد نے قریب آ کر پوچھا۔ اس نے یہ بزنس پارٹی ارینج کی تھی مگر یہاں کی فضا کاروباری سے زیادہ دوستانہ تھی۔

"کسی کو بھی نہیں۔" وہ مسکرا دی۔

"پارٹی کیسی جا رہی ہے؟" وہ اچھے میزبانوں کی طرح پوچھ رہا تھا۔

وہ بشاشت سے مسکرا دی۔

"بہت زبردست اور شخصیت ہے۔" وہ توصیفی انداز میں بولی۔ مگر اس کی بات ادھوری ع
اسی وقت اسے وہی شخص کارنر والی ٹیبل کے پاس دکھائی دیا تھا۔

"ایکسکیوز می سمعہ! میں ابھی آتی ہوں۔" وہ بعجلت کہتی ہوئی چلی گئی تو وہ حیران دوستوں کی طرف بڑھ گیا۔ اس خوش لباس و خوبرو شخص کے قریب جانے تک وہ بہت اچھ پہچان چکی تھی۔

"ہیلو ڈیشنگ مین! کیا تم میرے نئے ایڈ میں کام کرنا پسند کرو گے؟" دلکش سی مسکراہ ساتھ اس نے بہت شستہ انگریزی میں کہا تو وہ چونک کر پلٹا۔ اس شخص کی آنکھوں میں اتری فوراً ہی بے یقینی غالب آ گئی تھی۔

"آئی ڈونٹ بلیو اٹ۔ فرالے آفریدی! کیا یہ واقعی تم ہو؟" وہ بے پناہ تحیر میں مبتلا تھا۔

وہ قہقہہ لگا کر ہنسی تو کئی گردنیں ان کی طرف مڑ گئیں۔

"دیکھ لو ـــــ دے دیا نا سرپرائز۔" وہ اس کی حیرت سے حظ اٹھاتے ہوئے مسکرا رہی پھر اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے بے تکلفی سے بولی۔

"میں تو سمجھی تھی شاید مجھے ابھی تمہارے سامنے اپنا وزیٹنگ کارڈ پیش کرنا پڑے گا تب تم پہچانو گے۔"

نوفل نے گرم جوشی کے ساتھ اس کا نرم دلی ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں تھاما تھا۔ پھر اسے ایک نشست پیش کرتے ہوئے خود اس کے مقابل براجمان ہوتے ہوئے استعجاب سے پوچھنے لگا تھا۔

"تم پاکستان کب آئیں؟ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مجھے خبر کیوں نہیں کی؟"

"اف ـــــ" وہ اپنے شہد رنگ خوب صورت بالوں کو شانوں سے پیچھے جھٹکتے ہوئے دلکشی سے ہنس دی تھی۔ "آہستہ۔ اب میں یہیں ہوں اور کہیں بھی نہیں جانے والی۔"

نوفل حیران ہوا تھا۔

"یعنی مستقل طور پہ یہاں آ گئی ہو؟"

"میں باقاعدہ پلان کر کے نہیں آئی۔ تمہیں تو پتہ ہے نا ڈیڈی کی ضد کا۔ ایک ہی رٹ تھی سب کچھ وائنڈ اپ کر کے پاکستان چلا جائے۔ بس مجھ ہی کو ہار ماننا پڑی۔ تین ماہ ہو رہے ہیں یہاں آئے ہوئے۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

ویٹر کو روک کر ٹرے میں سے کولڈ ڈرنک کے دو گلاس اٹھا کر ایک فرالے کی طرف بڑھاتے ہوئے وہ متاسفانہ انداز میں بولا۔

"اور ان تین ماہ میں تمہیں ایک بار بھی اتنی شرم نہیں آئی کہ مجھ سے کونٹیکٹ کر لیتیں۔"

"ہائی گاڈ نوفل! امریکہ جیسے ملک اور نیو یارک جیسے شہر کو چھوڑ کر یہاں سیٹل ہونا میرے لیے ایک خوف ناک خواب جیسا ہے۔ ابھی تک میں ایڈجسٹ نہیں کر پا رہی۔ کئی بار میں نے وا بھاگ جانے کا سوچا مگر تم جانتے ہو نا کہ میں ڈیڈی سے کتنی محبت کرتی ہوں۔" وہ بے بسی سے

رہی تھی۔ پھر اسے شرمندہ کرنے والے انداز میں بولی۔

"اور تم ـــــ تم نے پچھلے چار سالوں میں کتنا رابطہ رکھا ہے ہم سے؟ چند ایک کارڈز اور ای میلز۔ وہ بھی بھولے بھٹکے۔"

"چلو مان لیا کہ غلطی ہم دونوں کی تھی۔ تم یہ بتاؤ فریڈ، ڈینئل، جوزف، شیری، جینی اور خاص طور پر اس جھگڑے کی خبر سناؤ۔ کوئی اسے پتہ ملا کہ نہیں؟" وہ بہت دلچسپی سے پوچھ رہا تھا۔

وہ بجھ سی گئی۔

"وہ بھی جھگڑا نکلا نوفل! ـــــ اس کے بعد پلٹا ہی نہیں۔ بالکل تمہاری طرح دوستوں سے کوئی کونٹیکٹ نہیں رکھا۔ حالانکہ وہ سب تمہیں اتنا یاد کرتے ہیں۔"

اس کے شکوے پر وہ قدرے توقف کے بعد مدھم لہجے میں بولا۔

"ابو کی ڈیتھ ہو گئی تھی فرالے!"

"واٹ؟ ـــــ اوہ نو ـــــ" وہ پہلے بے یقینی اور پھر تاسف کا شکار ہونے لگی تھی۔

"یہ کب ہوا؟"

"تین سال ہو چکے ہیں اب تو۔ اور پچھلے سال امی بھی اللہ کو پیاری ہو گئیں۔" وہ ہاتھ میں تھامے گلاس پر نظر جمائے آہستگی سے بتا رہا تھا۔ مگر اس کی آنکھوں اور چہرے سے مترشح دکھ اور تکلیف کے احساس نے فرالے کو اپنی جگہ فریز کر دیا تھا۔ کیا وہ نہیں جانتی تھی کہ نوفل احمد اپنے والدین سے کس قدر کلوز تھا۔

"یہ سب کیسے ہو گیا نوفل؟" وہ صدمے کا شکار تھی۔

"میں تو ابھی تک اس فیز سے نکل نہیں پایا۔ ان دونوں حادثوں نے تو مجھے توڑ پھوڑ کے رکھ دیا ہے۔ اب بھی جتنا سنبھل پایا ہوں یہ فقط امی اور نگین ہی کی وجہ سے ہے۔ ورنہ تو جینے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔" وہ ایک بہت اچھی دوست کو سامنے پا کر ایک عرصے کے بعد دل کا درد بیان کر رہا تھا۔ اس کی دل گرفتگی شدت سے سمجھتے ہوئے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ بے اختیار سسک اٹھی تھی۔

"اتنا کچھ سہہ گئے نوفل! اور دوستوں کو کچھ بتایا بھی نہیں۔"

اسے یوں آزردہ خاطر دیکھ کر اور کچھ وقت اور ماحول کا خیال کرتے ہوئے وہ تیزی سے خود کو سنبھال گیا تھا۔

"جو تقدیر میں لکھا تھا وہ تو ہو چکا۔ جینا تو پڑتا ہے نا۔"

"شیئر کرنے سے دکھ کا احساس کم ہو جاتا ہے نوفل! اندر کی گھٹن اور ذہنی ٹینشن سے نجات مل جاتی ہے۔"

"کیا کروں۔ ابھی تک کسی سے کچھ شیئر کرنے کی عادت ہی نہیں پڑی۔" وہ قدرے بشاشت سے مسکرایا تاکہ موضوع گفتگو بدل سکے اور اس میں کامیاب بھی رہا تھا۔

"یعنی ابھی تک یونہی آزاد پھر رہے ہو؟" وہ سب کچھ بھول کر حیرانگی سے پوچھ رہی تھی۔

"دیکھ لو ___ اتنا آسان شکار نہیں ہوں میں۔" وہ لاپرواہی سے بولا تھا۔

"یو آر ٹوٹلی اسپیشل نوفل!" وہ حیران تھی اور بے یقین بھی کہ جس معاشرے میں وہ پلی بڑھی تھی وہاں تو اتنی عمر میں ایک لڑکی جانے کن کن حدوں کو پھلانگ لیتی تھی اور ایک نوفل احمد تھا جسے ابھی ایک بھی لڑکی نہیں مل رہی تھی جو اسے پسند آ سکتی۔

"بھئی اب تک کوئی اتنی اچھی لگی ہی نہیں کہ اپنی پوری زندگی اسے سونپ سکوں۔" وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

"آج بتا ہی دو نوفل احمد! ایسا کیا ہونا چاہیے اس لڑکی میں جو جینی اور شیری میں نہیں تھا؟" وہ زچ ہو کر پوچھ رہی تھی۔

نوفل مسکراہٹ دباتے ہوئے شرارت سے بولا۔

"اس کی آنکھیں شربتی اور بال شہد رنگ کے ہوں گے۔"

"یہ گلاس دیکھ رہے ہو نا؟ ضروری نہیں کہ زمین پر گر کر ہی ٹوٹے۔ میں اسے تمہارے سر پر بھی توڑ سکتی ہوں۔" اس نے جواباً بڑے سکون کا مظاہرہ کرتے ہوئے گلاس کو ٹیبل پر رکھا تو وہ بے ساختہ قہقہہ لگا کر تجسس بھرے انداز میں پوچھنے لگا۔

"اس کا مطلب ہے کہ شکیل خان کا اثر اب بھی ختم نہیں ہوا۔"

"تم دیکھنا تو سہی، میں دنیا کے آخری کونے تک اس کا پیچھا کروں گی۔" اس کا لہجہ اپنے ارادوں ہی کی طرح مضبوط تھا۔ "وہی بزدل تھا۔ اسی لیے تو پڑھائی چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔"

"پڑھائی چھوڑ کر یا تمہیں چھوڑ کر؟" نوفل نے اسے چھیڑا تو وہ بڑے ناز سے مسکرا کر بولی۔

"مجھے تو وہ کبھی بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ اسی لیے تو چھپتا پھرتا ہے۔" پھر اسے قدرے گھورتے ہوئے بولی۔ "تم بات کو گھما پھرا کر کہاں لے آئے ہو۔ ہم تمہاری آئیڈیل لڑکی کی بات کر رہے تھے۔"

"آئیڈیل وغیرہ کچھ نہیں یار! مجھے صرف خالص پن چاہیے۔ اس کے جذبوں میں، سوچوں میں، اس کے خوابوں میں۔ یعنی سب کچھ صرف میرے لیے ہو۔" وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولا۔ چند لمحوں تک اسے دیکھتے رہنے کے بعد گہری سانس لے کر وہ ہال میں موجود لوگوں پر نظر دوڑاتے ہوئے بولی۔

"پتہ نہیں تم مشرقی مردوں کو کیا کمپلیکس ہے۔ عورت خود سے تو کچھ بولتی ہی نہیں چاہیے۔ اس کے خواب بلکہ سانسوں تک پر حکمرانی چاہتے ہو تم لوگ۔" اس کا لہجہ بہت سلگتا ہوا تھا اور یہ آنچ کہاں سے اٹھ رہی تھی۔ نوفل احمد اچھی طرح جانتا تھا۔ اسی لیے رسان سے بولا۔

"میں اتنا ظالم نہیں ہوں ژالے آفریدی! کہ کسی عورت کی سانسوں پر حکمرانی کرنے کا سوچ بھی سکوں۔ ہاں مگر اپنی بیوی کے جذبات و احساسات پر ہر لحظہ، ہر ثانیہ صرف اور صرف اپنا تسلط دیکھنا چاہتا ہوں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ اپنے مرد سے وفادار رہنا، اپنی نسوانیت کی حفاظت کرنا کسی بھی عورت کے باکردار ہونے کی دلیل ہے۔ اور یہی میری ڈیمانڈ ہے۔ عورتیں بھی ایک جیسی ہو

کہا۔ "مگر جب بات کردار پر آتی ہے تو جینی، شیری اور مشرقی عورت میں بہت فرق آ جاتا ہے۔"

"اور خود تم لوگ سارے جہان کی عورتوں سے دوستیاں نبھاتے پھرتے ہو مگر اپنی بیوی سات پردوں میں قید چاہیے ہوتی ہے۔" وہ اب بھی اسی جارحانہ موڈ میں تھی جس کا محرک وہ جانتا تھا۔

"یہ تو باہمی رضامندی کا رشتہ ہے ژالے! بیوی تو کسی سے دوستی نہیں ہو جاتی۔ اور جہاں تک بات ہے سات پردوں میں قید بیوی کی تو میرے نزدیک وہ مرد خوش قسمت ہوتا ہے جسے ایسی بیوی ملے، خود کو صرف اپنے شوہر کے لیے سمیٹ کر رکھنے والی۔ دوسرے مردوں کی نگاہوں سے محفوظ۔" وہ نرمی سے اپنا مطمح نظر واضح کر رہا تھا۔

"تم بہت شدت پسند ہو۔ بالکل شکیل کی طرح۔ وہ تو علی الاعلان خود کو شدت پسند ظاہر کرتا تھا جبکہ تم چھپاتے تھے۔ مگر ہو دونوں بالکل ایک جیسے۔" وہ چڑ کر کہتے ہوئے طنز پر اتر آئی تھی۔ جسے نوفل نے کافی حوصلے سے برداشت کر لیا۔ وہ جس معاشرے سے آئی تھی وہاں ایسی باتوں کو شدت پسندی ہی تصور کیا جاتا تھا۔

"اوکے۔ اب یہ فضول بحث بالکل ختم۔" نوفل نے مصالحانہ انداز میں ہاتھ اٹھائے تو وہ بھی ڈھیلی پڑ گئی۔ پھر وہ پوچھنے لگا۔

"آج کل کیا کر رہی ہو؟"

"ایڈورٹائزنگ کمپنی چلا رہی ہوں۔" اس نے بتایا تو وہ ہنس دیا۔

"تمہیں تو ماڈلنگ کی آفر دی جا رہی تھی۔"

"وہ بہت سیریس آفر تھی۔ تم کسی بھی ماڈل سے زیادہ ہینڈسم ہو۔" وہ صاف گوئی سے بولی تھی۔

نوفل نے اسے چھیڑا۔

"شکیل خان سے بھی زیادہ؟"

"میں نے صرف ماڈل کہا ہے۔" وہ فوراً جتانے والے انداز میں بولی تھی۔

"اچھا یہ بتاؤ کہ کمپنی کیسی چل رہی ہے؟" نوفل نے سنجیدہ ہوتے ہوئے پوچھا تو وہ بولی۔

"پہلے ہی سے بہت اچھی چل رہی تھی۔ مجھ سے پہلے میرا کزن اسے سنبھال رہا تھا۔ وہ جاپان چلا گیا تو ڈیڈی نے میرا انٹرسٹ دیکھ کر مجھے خرید دی۔"

"تمہارا یونی میں بھی ان کاموں میں کافی انٹرسٹ تھا ___ پھر بھی ایکٹنگ نہیں کی ژالے؟" وہ پوچھ رہا تھا اور یہ سوال یونہی نہیں تھا بلکہ اس کا اچھا خاصا بیک گراؤنڈ تھا۔

فرنچ کالج کی ڈرامیٹک سوسائٹی کا پریذیڈنٹ تھا اور ژالے سیکرٹری تھی۔ اس سے پہلے ہمیشہ وہ لوگ شیکسپیئر کو ایکٹ کرتے رہے تھے مگر اس بار نوفل کو عجیب سا خیال سوجھا تھا۔ اس نے شیکسپیئر کو ری جیکٹ کر کے وارث شاہ کا نام ان کے سامنے رکھ دیا۔ وہ سب وارث شاہ سے نا آشنا، ہیر رانجھے کی داستان سے نابلد تھے۔ مگر نوفل نے دنوں میں سارا مواد حاصل کر کے ایک ڈرامے کی صورت صفحات پر بکھیر کر ان کے ہاتھوں میں تھما دیا تھا۔

"انگریزی میں ویسی جاتی تو نہیں جیسی پنجابی میں ہے مگر میرا وعدہ ہے کہ ڈرامہ فلاپ نہیں ہوگا۔" نوفل نے ان سب کو تسلی دی تو خود میں سمٹا رہنے والا شمونکل خان بول اٹھا۔

"خدا کا خوف کھاؤ نوفل! میرے باپ کو پتہ چل گیا نا کہ میں ژالے آفریدی کا رانجھا بنوں تو وہ فون پر ہی مجھے شوٹ کروا دے گا۔"

مگر اس کی کسی نے ایک بھی نہیں سنی تھی۔

وہاں موجود پاکستانی بوتیکس سے اوریجنل آرڈر پہ ہیر رانجھے کے ڈریسز بنوائے گئے۔ تمام نوفل ہی نے برداشت کی مگر ژالے بہت پرجوش تھی۔

"اب دیکھنا نوفل! یہ پراؤڈ خانزادہ کیسے میرے سحر میں گرفتار ہوتا ہے۔"

ڈرامہ اپنے مقررہ وقت پر پیش کیا گیا۔ بلا مبالغہ وہاں سینکڑوں لوگ موجود تھے۔ مغربی یا خالصتاً مشرقی انداز تھا۔

ژالے اور شمونکل ان کرداروں میں یوں ڈھلے کہ سب مبہوت رہ گئے۔ ان کے ادھورے ڈائیلاگ ڈلیوری، کچھ بھی تو ڈرامہ نہیں لگ رہا تھا۔ تب ان سب نے کہا تھا کہ خانزادہ شمونکل نے ژالے آفریدی کی شربتی آنکھوں میں خودکشی کر لی ہے۔

ڈرامہ بے حد کامیاب رہا۔ ان سب کی ایکٹنگ بہت پسند کی گئی۔

ژالے خوش تھی۔ بے پناہ خوش۔

"وہ اسٹیج پر میرے سامنے مسمرائز کھڑا تھا نوفل۔"

اور وہ پاگل خانزادہ ژالے آفریدی سے بھاگتا پھرتا تھا۔ اور شاید ابھی تک بھاگ رہا تھا مگر ژالے پرسکون ہی رہتی تھی۔ تب بھی جب شمونکل خان کسی کو اطلاع کیے بغیر ہی فائنل ٹرم سے پہلے وہاں سے بھاگ آیا۔

"کہاں تک بھاگے گا وہ۔ محبت سے بھلا کبھی کوئی بھاگ سکا ہے؟" ژالے کے سکون نے نوفل کو حیران کیا تھا اور یہ کہانی اب تک ژالے کے یقین ہی کے بل بوتے پر چل رہی تھی۔

"آج ایک بات بتاؤ ژالے! تمہیں اس بھگوڑے میں کیا دکھائی دیا تھا؟" نوفل کے ذہن میں مچلتا سوال برسوں بعد پھسل ہی گیا تھا۔ وہ کچھ سوچ کر ہنسی پھر بولی۔

"تمہیں نہیں لگتا نوفل! جیسے وہ ننھا سا سہما ہوا خرگوش ہو یا پھر گھبرایا ہوا میمنا۔"

"شاباش ہے تم پر ژالے آفریدی!" وہ بے اختیار ہنس دیا تھا۔ "وہ اپنی مونچھیں نیچی نہیں ہونے دیتا اور تم یوں اس کی مردانگی کی توہین کر رہی ہو۔"

"لڑکی سے ڈر کر بھاگنا کہاں کی مردانگی ہے؟" اس نے ناک چڑھا کر ناگواری سے کہا تو نوفل نے تصحیح کی۔

"وہ تم سے نہیں اپنے باپ سے ڈر کر بھاگا ہوگا۔"

"جو بھی ہو مگر میں اسے بزدل ہی کہوں گی۔ وہ جان گیا تھا کہ میں اس سے محبت کرتی ہوں

پہلے وہاں مجھ سے چھپتا رہا، پھر بھاگ کر پاکستان آ گیا۔" وہ چاہے کتنی بھی لاپرواہی سے کہہ رہی تھی مگر اس کے لب و لہجے سے جھلکتی آزردگی نوفل کو اچھی طرح محسوس ہو رہی تھی۔

"چلو دیکھ لیں گے شمونکل خان کو بھی۔" نوفل نے اسے تسلی دی تو وہ دلکشی سے مسکرا دی۔

"اسے تو میں ایسا دیکھوں گی کہ تم لوگ بھی دیکھتے رہ جاؤ گے۔"

"سچ بھاگتا ہے وہ تم سے پاگل لڑکی! جیسے تم آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتی ہو ویسے تو وہ مرد ہو کر مجھ سے بات نہیں کر سکتا۔" نوفل نے گہری سانس لی تھی پھر تسلی آمیز انداز میں بولا۔

"مگر اس کے باوجود تمہاری روح مشرقی ہے۔ تمہارا کردار مضبوط ہے۔ تم اس آزاد ماحول کی پروردہ ہونے کے باوجود وہاں کی لڑکیوں کی طرح بے راہ روی کا شکار نہیں ہو۔"

"مشرقی روح تو اس شمونکل کی ہے نوفل! یاد ہے نا جب کبھی ہم اسے زبردستی ڈانس کلب کے لیے لے جاتے تھے۔ وہ سارا وقت استغفراللہ کا ورد کرتا رہتا تھا۔" وہ محظوظ ہوتے ہوئے یاد کر رہی تھی۔

پھر اس کی نگاہوں سے جھلکتی محبت نرمی بن کر اس کے لفظوں میں سمٹ گئی۔

"کبھی تو وہ مجھے بالکل ننھا سا چوزہ لگتا تھا۔ گھبرایا، سہما ہوا سا۔"

"وہ اب تم سے بچ کے کہیں نہیں جا سکتا ژالے! اب کی بار اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کھڑی ہو گی تو وہ اپنا دل نکال کر تمہارے قدموں میں رکھ دے گا۔" نوفل نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے چھیڑا تھا۔

"کبھی نہیں نوفل! اس کی محبت میں جو کچھ مجھ پر بیت رہی ہے اس کے بعد اگر وہ دل کی بجائے اپنی ایک نظر ہی میری نذر کر دے تو میں اس کی بھی بے توقیری نہ ہونے دوں۔"

خالصتاً مغربی ماحول میں پلنے والی ژالے آفریدی کو یوں جوگن کے روپ میں دیکھ کر وہ ساکت رہ گیا تھا۔ وہ ابھی کچھ دیر پہلے والی ژالے تو نہیں لگ رہی تھی۔ بات بے بات ہنستی، قہقہے لگاتی۔ اس کی شربتی آنکھوں میں چمکتی نمی نے نوفل کو ششدر کیا تھا۔ یہ کیسی محبت تھی جسے یہ ہجر، یہ دوری ختم کرنے کی بجائے بڑھاوا دے رہی تھی۔ اور امریکہ جیسے ملک کی باسی ژالے آفریدی، نیویارک کی سڑکوں پر استغفراللہ اور لاحول ولا پڑھنے والے شمونکل پر مرمٹی تھی۔

"پہلے بھی میں وصل کو محبت سمجھتی تھی نوفل! لیکن میں غلط تھی۔ محبت تو ہجر میں چھپی ہے، جدائی تکمیل ہے۔ ورنہ یہ جدائی اس محبت کو ختم کرنے کی بجائے بڑھا نہ دیتی۔" اس کی آنکھوں کی طرح اس کا لہجہ بھی نم ہوتے ہوتے شکستہ ہونے لگا۔

"میں کیا کہوں، مجھ پر تو ابھی یہ واردات بیتی ہی نہیں ہے۔" اس نے بے چارگی سے کہا۔ مقصد اسے آزردگی کے حصار سے نکالنا بھی تھا۔ تب وہ اسے گھورتے ہوئے ہنس دی۔

"تم تو ہو ہی بدھو۔"

"کیوں در بدر بھٹکنے اور خاک ہونے سے تو بہتر ہی ہوں۔" نوفل نے اس پر چوٹ کی تو اس کی آنکھوں میں پھر سے چمک اتر آئی۔

"محبت لطف ہے اس میں بھی نوفل احمد! اور بے بسی سی، بے بسی کہ پلٹنا بھی اپنے اختیار میں نہیں ہے۔"

"اگر کوئی مجھے یوں محبت میں ہرٹ کرتا تو میں اس پہ سو بار لعنت بھیج چکا ہوتا۔" وہ سنجیدہ تھا مگر ڈالے نے اس سے بھی زیادہ سنجیدگی سے جواب دیا۔

"وہ محبت نہ ہوتی نوفل! محبت پلاننگ کے ساتھ کسی کی خامیوں، خوبیوں کو جانچ پرکھ کر نہیں کی جاتی۔ کسی کو ٹھونک بجا کر دیکھنے کے بعد چاہنا آپ کی ضرورت کی تکمیل تو ہو سکتی ہے، محبت نہیں۔ اس زمین پر یہ واحد آسمانی چیز ہے اور آسمانی چیز میں کھوٹ نہیں ہو سکتا۔"

"محبت بھی تو ایک ضرورت ہے......" نوفل نے کہنا چاہا مگر وہ اس کی بات کاٹ گئی۔

"محبت کو ضرورت کے پلڑے میں مت تولو نوفل! ضرورت تو کسی سے بھی پوری کی جا سکتی ہے۔ مگر محبت ہر کسی سے نہیں ملتی۔" اس کے انداز و الفاظ متاثر کن تھے۔ مگر نوفل احمد تک ابھی اس جذبے کی آنچ نہیں پہنچی تھی اس لئے وہ ابھی بھی قائل نہیں ہوا تھا۔

"یہ تو ماننے والی بات نہیں ہے کہ کسی کی خاطر دن رات جلتے سلگتے رہو اسے چاہے پرواہ بھی نہ ہو۔ ایسی صورت میں اس بے مہر سے محبت کیسے رہ سکتی ہے؟"

"جیسے میں کر رہی ہوں۔ ایک دو بار نہیں، سو بار وہ مجھ سے کترایا ہے، بھاگا ہے۔ مگر میں اب بھی اسی کو مرکز بنائے اس کے گرد چکرا رہی ہوں۔ اس کا یہ بھاگنا، یہ کترانا بہت تکلیف دہ ہے مگر بہت دلکش ہے۔ اس محبت نے میری ساری تلون مزاجی ختم کر دی ہے نوفل! میرے اندر بہت ہمت اور برداشت پیدا کر دی ہے۔ مجھے انتظار کی لذت سے روشناس کرایا ہے۔ اینڈ اِٹس امیزنگ۔"

جینز شرٹ میں ملبوس مغربی انداز لئے محبت پر بولتی لڑکی نوفل احمد کو شاید حیرت کی مار مارنے کے موڈ میں تھی۔

"کسی کی بے وفائی کا علم ہونے کے بعد محبت کیسے باقی رہ گئی؟"

اس کی بات سن کر ڈالے نے مایوسی سے کہا۔

"تم نہیں سمجھ سکتے نوفل! محبت کی ایک ہی تھیوری ہے۔ جس انداز میں بھی شروع کرو گے، حالات و واقعات میں کوئی فرق نہیں پاؤ گے۔ ہاں، تجربات و مشاہدات ضرور الگ ہو سکتے ہیں۔ مگر ہر بار محبت زندہ باد ہی کے نعرے بلند ہوتے ہیں باوجود کٹھن حالات اور محبوب کی بے اعتنائی کے۔ ورنہ دوسرے بہت سے کاموں کی طرح پچھتا کر انسان محبت کرنا بھی چھوڑ دیتا۔"

"مگر یہ تو فطرت انسانی ہے۔" وہ بے اختیار بول اٹھا تھا۔ اس کے اس غیر متوقع جملے پر ڈالے دل کھول کر ہنسی تھی۔

"اب آئے ہو نا لائن پہ۔ جب ایک چیز آپ کی فطرت میں شامل ہے تو چاہے کیسے بھی دگرگوں حالات کیوں نہ ملیں آپ اسے ترک نہیں کر سکتے۔"

یک لخت ہی نوفل نے ٹیبل پہ جھک کے ہاتھ مارا تھا۔

"بس کرو اکیسویں صدی کی ہیر صاحبہ! ـــــ مجھ میں اس ٹاپک پہ مزید بحث کرنے کی طاقت نہیں رہی۔"

"ہار گئے ہو؟" ڈالے نے اس کی حالت سے جیسے لطف اٹھایا تھا۔

"کبھی نہیں۔" وہ فی الفور بولا تھا۔ "اس بحث میں تمہارے نظریے سے ہارنے کا مطلب ہے اپنے لائف پارٹنر کے کھوٹ اور بے وفائی کو برداشت کرنا جو کہ ناممکن ہے۔ اگر بقول تمہارے محبت آسمانی شے ہے تو پھر اس میں کھوٹ نہیں ہو سکتی۔ اگر کھوٹ ہے تو پھر یہ جذبہ محبت کے علاوہ اور کچھ بھی کہلا سکتا ہے۔"

"ٹھیک کہا نوفل! میں تم سے بحث نہیں کر سکتی۔ تم تو مجھے دیوار پہ بیٹھے کوے کے متعلق بھی سوچنے نہ دیتے۔ اس قدر جذباتی ہو تم۔" اس نے مصنوعی خوف سے کہا تو وہ اطمینان سے بولا۔

"تو صحیح ہے نا ـــــ اتنے ڈیشنگ بندے کے ہوتے ہوئے کسی کوے کا سوچنے کا مطلب بھی کیا ہے؟"

"او ہیلو گائز" ڈالے تپ ہی گئی تھی۔ "خدا کرے تمہاری زندگی میں ویسی ہی خالص لڑکی آئے جیسے کہ تم خود ہو۔" اس کے دعائیہ انداز پہ نوفل نے زور و شور سے آمین کہا تھا۔

"محبت کے ماروں کی دعاؤں میں بہت اثر ہوتا ہے۔ اور تم تو ویسے بھی جوگن بنی جا رہی ہو۔"

"اڑا لو مذاق۔ جب خود اس کیفیت میں آؤ گے تب پوچھوں گی کہ عقل کس بھاؤ بکتی ہے۔" ڈالے نے مسکرا کر کہا تو وہ بولا۔

"اتنے سالوں کے بعد ملے ہیں اور کس بحث میں الجھے ہوئے ہیں۔ چاروں طرف سے نہایت خونخوار نظریں میری طرف اٹھ رہی ہیں تمہاری وجہ سے۔"

ڈالے نے محظوظ کن انداز میں قہقہہ لگایا تھا۔

"پھر تو تمہیں خود کو بہت خوش قسمت محسوس کرنا چاہئے۔"

"خوش قسمت یا خطرے میں؟" اس نے بھنویں اچکائی تھیں۔ وہ ہنس کر بولی۔

"ان سب باتوں کو چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ مجھے گھر کب لے جا رہے ہو؟"

"کہیں تم اس بہانے کو چھوڑ کر مجھ جیسے شیر کو پھانسنے کے چکر میں تو نہیں ـــــ؟" وہ شرارت سے کہہ رہا تھا۔

"شٹ اپ۔" اس نے نوفل کو گھور کر دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "تم ان کے بارے میں اتنا کچھ بتایا کرتے تھے کہ میرے دل میں ہمیشہ ان سے ملنے کی خواہش رہتی تھی۔ انہیں اس حال میں دیکھنا بہت دکھ کی بات تو ہے مگر میں واقعی ان سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"تو پھر ابھی چلو۔ ممی بھی تم سے مل کر بہت خوش ہوں گی۔ تصویروں کی حد تک تو تم سب سے واقف ہی ہو۔" نوفل نے کہا تو وہ کلائی میں بندھی خوب صورت سی گھڑی پر ایک نظر ڈال کر سوچنے والے انداز میں بولی۔

"اس وقت؟ —— ڈیڈی کو فون کرنا پڑے گا۔"
"تو کرلو۔" نوفل نے اپنے موبائل کی طرف اشارہ کیا تو وہ اپنا بیگ کھنگال کر اپنا موبائل نکالتے ہوئے بولی۔
"میری کمپنی اتنا اچھا بزنس تو کر ہی رہی ہے کہ میں اپنا موبائل فون رکھ سکوں۔"
"اوکے۔" وہ اس کی بات پر مسکرا دیا تھا۔
ژالے نے ڈیڈی کو نوفل کے بارے میں بتایا تو انہوں نے بہت خوش ہو کر اس سے بات کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ نوفل کے ساتھ ان کے بہت دوستانہ روابط رہے تھے۔
"تم سے بہت شکایتیں ہیں انکل کو۔ بہت تنگ کرنے لگی ہو انہیں۔" موبائل آف کر کے اس کی طرف بڑھاتے ہوئے نوفل نے فہمائشی انداز میں کہا تو وہ ہلکی سی سانس کھینچتے ہوئے بولی۔
"اب تم میری کلاس لینے مت بیٹھ جاؤ۔ پہلے ہی کافی دیر ہو چکی ہے مجھے۔" سعد اور اس کے ڈیڈی سے الوداعی کلمات کے بعد رخصت لے کر وہ ہوٹل سے نکل کر پارکنگ لاٹ کی طرف بڑھے تو رات کے سائے پھیل رہے تھے۔
"میں اپنی گاڑی میں آئی ہوں۔" ژالے نے اسے مطلع کیا تو نوفل نے سوچتے ہوئے حل پیش کیا۔
"تم یوں کرو، میری گاڑی کو فالو کرو۔"
"کسی لڑکی کا یوں کسی لڑکے کو فالو کرنا اچھا تو نہیں لگتا مگر...... مجبوری ہے۔" وہ شانے اچکا کر شوخی سے بولی تو نوفل نے اپنی گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔
"اور وہ جو اس خانزادے کو فالو کیا جا رہا ہے؟"
"وہ بھی مجبوری ہے۔" وہ ہنستے ہوئے اپنی گاڑی کے ڈور لاک میں چابی گھمانے لگی۔
نوفل نے بہت عرصے کے بعد اپنی ذہنی پژمردگی کو چھٹتا محسوس کیا تھا۔ مین روڈ پر آ کر گاڑی کی رفتار بڑھاتے ہوئے اس نے سائیڈ مرر میں ریڈ گاڑی کو اپنے پیچھے آتے دیکھا تو لبوں کی تراش میں دھیمی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔
اسے نوفل کے ساتھ دیکھ کر تمکین فوراً اسے پہچان گئی تھی اور اس قدر محبت اور جوش سے ملی کہ ژالے کی طبیعت بھی خوش ہو اٹھی۔ اسے تمکین کے حوالے کر کے نوفل کپڑے تبدیل کرنے چلا گیا تھا۔ وہ اسے لئے صالحہ بیگم کے کمرے میں چلی آئی۔ وہ بھی بہت محبت اور شفقت سے ملی تھیں۔ وہ بے تکلفی سے ان کے پاس بستر پر ہی ٹک گئی۔
"میں بھی آپ لوگوں سے اسی طرح واقف ہوں جیسے کہ آپ لوگ مجھ سے۔ اور اس کا کریڈٹ یقیناً نوفل کو جاتا ہے۔"
"لیکن بیٹا! نوفل نے تو تمہارے آنے کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔" صالحہ بیگم کو حیرت ہو رہی تھی۔
"اسے خود کہاں پتہ تھا؟ بلکہ اتنا اچانک یہ سب ہوا کہ مجھے خود پتہ نہیں چلا۔" وہ اپنی بات پر خود

سی تھی۔ پھر کچھ خیال آنے پر رک سی گئی۔ ان کا ہاتھ تھام کر دل گرفتگی سے بولی۔
"اور میں نے کب سوچا تھا کہ آپ کو اس حالت میں دیکھوں گی۔ اور پھر انکل کے متعلق پتہ ..."
"قدرت کا قانون ہے بیٹا! ہر ایک کو اس مالک حقیقی کی طرف لوٹنا ہے۔ کسی کو ابھی تو کسی کو بعد میں۔" وہ بھی آزردہ ہو گئی تھیں۔
"میں تو آپ کی اردو سن کر حیران ہوں۔ نوفل بھائی نے بتایا تو تھا مگر مجھے یقین نہیں آتا تھا کہ ری عمر امریکہ میں گزار کر بھی کوئی اتنی اچھی اردو بول سکتا ہے۔" تمکین نے فوراً ہی موضوع اور ول بدلنے کی سعی کر ڈالی تھی۔ وہ دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔
"نوفل نے تمہیں یہ نہیں بتایا کہ میں پاک اردو لینگویج سوسائٹی کی مستقل ممبر بھی رہی ہوں۔ یہ ٹی وہاں بہت سے پاکستانی اسٹوڈنٹس نے بنا رکھی ہے جہاں اردو سیکھنے کی خواہش رکھنے والے ے امریکن نژاد پاکستانی بہت اچھی اردو سیکھ سکتے ہیں۔ میں نے یہ اکیڈمی ڈیڈی کی خواہش پر ن کی تھی اور یہ اسی کا صلہ ہے کہ میری اردو بہت اچھی تو نہیں مگر بہتر ضرور ہے۔ باقی ڈیڈی کی بانی ہے۔"
"جی! ست لڑکی! تم نے ژالے کی کوئی خاطر مدارات کی ہے یا صرف باتیں ہی بگھار رہی ہو؟" کپڑے تبدیل کر کے چلا آیا تھا۔
"آئیں! ڈرائنگ روم میں چلتے ہیں۔" تمکین خجل سی ہو گئی تھی۔
"میں تو یہیں ماما کے پاس بیٹھوں گی۔" وہ بہت لاڈ سے بولی تو صالحہ بیگم نہال ہو گئیں۔
"جہاں جی چاہے بیٹھو —— تمہارا اپنا گھر ہے۔" اس کی صبیح پیشانی چوم کر انہوں نے محبت سے کہا تھا۔
"دھیان سے امی! یہ پوری ساحرہ ہے۔ جادو کر دیتی ہے بندے پر۔"
"اسے تو جادو کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی ہوگی۔ اس کی تو شخصیت ہی میں جادو ہے۔" وہ حقیقتاً ژالے کی دوستانہ فطرت سے متاثر ہوئی تھیں۔
"اسے چھوڑیں ماما! یہ مجھ سے جلتا ہے۔"
"جلتے تو وہ جو تم سے کم ہو۔" نوفل نے اسے چھیڑا۔
ان دونوں کی تکرار کے دوران صالحہ بیگم نے بہت شدت کے ساتھ نوفل کو اپنے پرانے روپ میں لوٹتے دیکھا تھا۔
تمکین تھوڑی ہی دیر میں نوری کی مدد سے چائے پر کافی اہتمام کر لائی تھی۔
"ابھی ہم لوگ پارٹی اٹینڈ کر کے آ رہے ہیں اور وہاں تو سارا وقت ہی کولڈ ڈرنکس اینڈ اسنیکس چلتے رہے ہیں۔" ژالے نے صرف چائے ہی لی تھی۔
"تم بلا خوف و خطر سب کھا سکتی ہو۔ کیونکہ ان میں سے کچھ بھی کسی نے نہیں بنایا۔" نوفل نے تسلی

رہتے ہوئے در پردہ تمکین کو چھیڑا تھا۔

"جی نہیں۔ نہ صرف چوزے بلکہ یہ چکن رول بھی ممی نے ہی بنائے ہیں۔" تمکین نے فوراً کارکردگی بیان کی تھی۔

"اور مجھے تو یہ بھی بنانے نہیں آتے۔" ثرالے نے چکن رول اٹھاتے ہوئے صاف گوئی سے تو تمکین سادگی سے بولی۔

"نوفل بھائی نے بتایا تھا کہ آپ نے ایک مرتبہ چائے بنائی تھی۔ اس کے بعد سے آپ ڈیڈی نے چائے پینا ہی چھوڑ دی۔"

نوفل نے قہقہہ لگایا تھا۔

"اور بہانہ یہ بتایا کہ ڈاکٹر نے منع کر دیا ہے چائے پینے سے۔ حالانکہ ڈاکٹر نے چائے سے نہیں بلکہ ویسی چائے پینے سے منع کیا تھا جیسی ثرالے بنائی ہے۔"

"نوفل! تم نے ثرالے کو انوی ٹیشن دیا ہے؟" صالحہ بیگم کو یاد آیا تھا۔

"کہاں امی! ابھی اسی پارٹی میں تو اس سے ملاقات ہوئی ہے۔" اس نے چائے کا کپ تھامتے ہوئے بتایا تو ثرالے نے تجسس سے پوچھا۔

"کیسا انوی ٹیشن؟ کہیں نوفل کی شادی تو نہیں ہو رہی؟"

"جی نہیں۔ مجھے اپنی آزادی فی الحال بہت عزیز ہے۔" وہ مسکرایا تھا۔

"تمکین کی اگلے منتھ کا فنکشن ہے۔ اور پھر انشاء اللہ اگلے دو تین ماہ کے بعد شادی کا ہے۔" صالحہ بیگم نے بتایا تو وہ مسکراتی نظروں سے تمکین کو دیکھنے لگی جس کی سنہری رنگت کے نیچے دوڑ اٹھی تھی۔

"یہ تو بہت خوشی کی بات ہے۔ مبارک ہو تمکی!"

"میں تب زیادہ خوش ہوں گی جب آپ بھی آئیں گی۔" تمکین نے کہا تو وہ پوچھنے لگی۔

"فنکشن کب ہے؟"

"سنڈے کو۔" وہ بولی۔

"نیکسٹ سنڈے کو؟" اس نے پوچھا تو نوفل نے بتایا۔

"نہیں، پرسوں۔"

"پرسوں؟ ـــــ پھر تو میری طرف سے بہت معذرت۔ کل ہم لوگ ایک ایڈ کی شوٹنگ کے لئے شارجہ جا رہے ہیں ـــــ ایک ہفتہ تو وہیں لگ جائے گا۔" اس نے تاسف سے کہا تو ان سب کو افسوس ہوا تھا۔

"خیر، تمہاری شادی تو میں ضرور اٹینڈ کروں گی۔ بے فکر رہو۔" ثرالے نے تمکین کو تسلی دی تو وہ جھینپ گئی تھی۔

●●●●●

عبد نے واقعی اپنے کہے کا پاس رکھا تھا۔ سارا انتظام بے حد خوش اسلوبی سے مکمل ہوا تھا۔ وسیع بقیہ لان کے چپے چپے سے اس نے پورا فائدہ اٹھایا تھا۔ سب سے زیادہ محنت اسٹیج بنانے پر کی گئی ، کچھ قدرت بھی مہربان تھی کہ موسم نے بھی اپنے تیور بدل لئے تھے۔ سر شام ہی ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔ اس کے چند دوستوں نے آرکسٹرا کا انتظام کر کے چار چاند ہی لگا دیے تھے۔ خود چاند بہت اکڈ رست تھا۔

"زیادہ بے تحاشا ہونے کی ضرورت نہیں۔ کہیں میری منگنی ہی فلاپ نہ کروا دینا۔" انس نے انہیں ہی تو چاند نے بھی ادھار نہیں رکھا تھا۔

"زیادہ تر ثرالے کاسٹ کی وجہ سے فلاپ ہوتے ہیں۔ اس لئے فلاپ ہونے کا زیادہ چانس تو ری وجہ سے ہے۔"

"اب تو عزت کروانے کی عادت ڈال لو۔ بقول تمہارے اب تو ریٹنگ بڑھ رہا ہے۔" عماد نے طنز کیا تو وہ تفاخر سے بولا۔

"اپنی تو پہلے بھی بہت عزت ہے۔"

"بالکل۔ اس کی تو کتے تک عزت کرتے ہیں۔ کل ہی ایک کتے نے اسے آتے دیکھ کر سائیڈ پر راستہ چھوڑ دیا تھا۔" نعمان نے فوراً گواہی دی تو ان سب کے قہقہوں نے انس کو تپا دیا۔

"بہت بکواس کرتے ہو تم۔"

"فی الحال تو اسی بکواس پر اکتفا کرو۔ نسوانی گالیاں تو شادی کے بعد پڑیں گی۔" عماد نے اس مستقبل کا خاکہ کھینچا تو وہ دانتوں پر دانت جما کر بولا۔

"یہ شاید تم وہ زائچہ پڑھ کر سنا رہے ہو جو تم نے اپنے لئے نجومی سے بنوایا تھا۔"

"جی نہیں۔ میگزین میں تمہارا "یہ ہفتہ کیسا رہے گا" پڑھ کر سنا رہا ہوں۔" ہارنے والوں میں وہ بھی نہیں تھا۔

"تم لوگ اس قابل نہیں ہو کہ تم سے بات کی جائے۔" وہ فوراً جذباتی ہو گیا۔ اس کی طبع یونہی ا۔ کبھی شعلہ، کبھی شبنم۔

"اور تم بھلا کہاں منہ لگنے جانے کے قابل ہو۔ مگر بعض شریف لوگ ہماری طرح ان باتوں کا نہیں کرتے۔ تمہاری سسرال والوں کو ہی لو۔ انہیں پتہ ہی نہیں کہ اپنی لڑکی کو کہاں پھنسا رہے ۔" چاند نے برجستہ کہا تو باوجود ضبط کے وہ بھی ہنس دیا۔ ان سب کا مقابلہ کرنا اس کے بس میں نہ تھا اس لئے ہار ماننے میں ہی بہتری تھی۔

"ممی!" وہ گیلے بال اور ہاتھ میں ہیئر برش لئے اس کے کمرے میں چلی آئی تھی مگر اس کے کچھ نے سے پہلے ہی ممی نے گھبرا کر کہا۔

"خدا کے لئے صبا! کم از کم آج کے دن مجھے یہ جنجال سمیٹنے کو مت کہنا۔"

"ممی، پلیز!" وہ ملتجیانہ انداز میں بولی۔ اس کے بے حد خوب صورت، سیاہ بال گھٹنوں کو

بچھوتے تھے۔ اپنی تیاری کے اس موڑ پر آ کر وہ ہمیشہ اٹک جاتی تھی۔ ”تمہیں کون کہہ رہا ہے سنبھالو یا سنوارو۔ بس کوئی اسٹائل بتا دو۔“

”کٹوا دو۔“ بہت آسان اسٹائل بتایا گیا۔

”تمہاری گردن ہی نہ کٹوا دوں؟“ وہ تڑپ اٹھی تھی۔

”آپی آج ہی کروالیں۔ بھائی کی منگنی کے موقع پر خصوصی اسٹائل۔“ حمرہ نے اضافہ کیا تو وہ دونوں سے الجھنا بے کار سمجھ کر بالوں کو سمیٹ کر سیدھی چٹیا بنانے لگی۔

”میں کیسی لگ رہی ہوں؟“ شمی بڑے انداز سے اس کے سامنے کھڑی تھی۔

جدید تراش اور نفیس کڑھائی سے مزین مارٹل کا ملبوس اس کے سراپے کو بھرپور دلکشی عطا کر رہا تھا۔ ڈھنگ سے کیے میک اپ نے اس کے ایک ایک نقش کو اجاگر کر دیا تھا۔

”ویسی ہی، جیسی پہلے تھیں۔“ صبا نے اس کی دلکشی کو نظر انداز کرتے ہوئے بدلہ چکایا تو وہ ہی تو آگئی۔

”یعنی ان دو گھنٹوں کی محنت کا کچھ حاصل وصول نہیں؟“

”جو ہے وہ بتا دیا۔“ وہ اطمینان سے بولی تھی۔

”تم ذرا سی تعریف نہیں کر سکتیں میری۔“ حمرہ کی ہنسی کو نظر انداز کرتے ہوئے اس نے پوچھا تو وہ بھولپن سے کہنے لگی۔

”تو یوں کہو نا کہ جھوٹ بولنا ہے۔“

”یعنی تمہارا مطلب ہے کہ میں اچھی نہیں لگ رہی؟“ شمی کو صدمہ پہنچا تھا۔

”اوں ۔۔۔۔۔ ہاں، اچھی ہی لگ رہی ہو۔“ اس کے یوں کنجوسی سے تعریف کرنے پر وہ بولی۔

”رہنے دو۔ حلق میں پھنس پھنس کر الفاظ نکل رہے ہیں۔ خواہ مخواہ مشکل میں پڑ رہی ہو۔“

”بچپن کی عادت ہے ۔۔۔۔۔ جب بھی جھوٹ بولنا پڑے میری یہی حالت ہوتی ہے۔“ اس نے اطمینان سے کہا تو اس نے چڑ کر حمرہ کے شانے پر ہاتھ دے مارا جو اس بحث سے کافی محظوظ ہو رہی تھی۔

”اب اس جھوٹ سچ کی بحث کو چھوڑیں۔ مہمان پہنچنے ہی والے ہوں گے۔“ حمرہ نے احساس دلایا تو انہوں نے جلدی سے اپنی تیاری کے باقی مراحل طے کیے تھے۔

●●●●●

”یہ شام اور تیرا نام
دونوں کتنے ملتے جلتے ہیں
میں تیرا نام نہیں لوں گا
بس تجھ کو شام کہوں گا

یہ شام اور تیرا نام“

چاند اور اس کا گروپ آرکسٹرا پر بہت خوب صورت دھن بجا رہے تھے۔ مہمان آ چکے تھے۔ تعارف کے مراحل طے ہو رہے تھے۔ ڈبل چیئر پر بیٹھی صالحہ بیگم بہت پُرتمکنت لگ رہی تھیں۔ نوفل ان کی چیئر دھکیل رہا تھا۔

”کتنی سوبر لگتی ہیں نا آنٹی، صبی!“ شمی نے اسے ٹہوکا دیا تو وہ اسے گھور کر رہ گئی۔ مگر اس کی سرگوشیاں جاری تھیں۔

”یار! یہ انس بھائی کا اکلوتا سالا بھی بہت ہینڈسم ہے۔“

”فضول! دفع ہو جاؤ۔ ابھی کسی نے سن لیا تو جوتے پڑیں گے۔“ صبا نے دانت پیسے تھے۔

”آپی! اب دھیان سے رہیے گا۔ وہ دان اپنا ویڈیو کیم لئے اپنی پوری صلاحیت آزمانے کے موڈ میں ہے۔“ حمرہ نے انہیں مطلع کیا تو شمی نے کہا۔

”اب کی بار اس نے بدتمیزی کی تو ابو سے جوتے لگواؤں گی اسے۔ جہاں بھی منہ پھاڑ کے ہنسو یہ اپنا کیمرہ لے کر پہنچ جاتا ہے۔“

”پھر یار اس کی بنائی ہوئی موویز میں سب سے زیادہ فضول سین ہوتے ہیں۔ تمہارے ریکھو ڈے پر حمرہ کے بھائی لیٹنے کا سین اس نے کس قدر مشاقی سے بنایا تھا۔ بعد میں سب دیکھ کر ہنستے رہے تھے۔“ صبا کو یاد آ گیا تھا۔

”اور کہتا ہے، میں حقیقت سے قریب ترین شوٹنگ کرتا ہوں۔“ حمرہ نے جل کر کہا۔

”صبا! ۔۔۔۔ میں نے تمہیں لینس والا کیمرہ دیا تھا۔ کہاں ہے؟“ سعید نے بے تکلفی سے پوچھا تو وہ گڑبڑا گئی۔

”وہ تو شاید امی کی الماری میں ہو گا۔ یا پھر ۔۔۔۔“

”جہاں بھی ہے، جا کر لے آؤ۔“ سعید نے کہا تو وہ سعادت مندی کا مظاہرہ کرتی فوراً اٹھ گئی۔

”تم لوگوں کو ذرا بھی شعور نہیں آتے۔ نوفل کی کزن بھی ساتھ ہیں۔ انہیں کمپنی دو۔“ وہ اب شمی اور حمرہ کو ڈانٹ رہا تھا۔ حمرہ تو کان دبا کر بھاگ گئی تھی۔

”ہماری کون سی ان کے ساتھ جان پہچان ہے۔“ شمی نے تنک کر کہا تو وہ فہمائشی انداز میں بولا۔

”وہ ہماری مہمان ہیں۔ اس سے بڑھ کر پہچان اور کیا ہوتی ہے۔“

”مگر میں ہر کسی سے فرینک نہیں ہو سکتی۔“

”بحث مت کیا کرو شمی! جو کہا ہے اس پر عمل کرو۔“ وہ چڑ گیا تھا۔ ایک یہی تو تھی جو ہر وقت بدتمیزی اور نافرمانی پر تیار رہتی تھی۔ کیا مجال تھی جو کبھی بات مان لی ہو۔ وہ سر جھٹک کر اسٹیج کی طرف دیکھنے لگا جہاں صالحہ بیگم انس کو انگوٹھی پہنا کر منگنی کی رسم ادا کرنے والی تھیں۔

وہ لب بھینچے چلا گیا تو شمی نے اطمینان کی سانس لی تھی۔

صالحہ بیگم کے ساتھ آنے والوں میں ان کی نند زرینہ بیگم اور ان کی بیٹی ہوینہ نمایاں تھی۔ بہت

بے انتہا اور طرح دار۔ ادینہ کو شادی کے سال بھر بعد طلاق ہو چکی تھی۔

"پھپھو کہہ رہی ہیں آپ اور آپی بھی آکر تصویر بنوا لیں۔" عمرہ نے آکر اطلاع فراہم کی تو شاکی انداز میں بولی۔

"بہت جلدی خیال آگیا ہمارا۔"

"شکر کریں کہ باری آگئی ہے۔ ورنہ تو بھائی جان ہی کے پوز ختم ہونے میں نہیں آرہے تھے۔" عمرہ نے انس کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"اسی دن کے لیے تو مر توڑ کوششیں کر کے بیوٹی ٹپس آزماتے رہے ہیں۔" ضحیٰ نے جل کر کہا تو وہ بھی ہنسنے لگی۔ پھر اسے ڈراتے ہوئے بولی۔

"اگر انہیں پتہ چل گیا تو وہ چھوڑیں گے نہیں۔"

"ارے چھوڑو۔ انہیں کون بتا رہا ہے؟" ضحیٰ نے بے فکری سے ہاتھ ہلایا تھا۔

"آپی ڈیئر! میں ہوں نا بلا معاوضہ یہ خدمت سر انجام دینے والا۔" وجدان ڈیجیٹل کیم لیے سر پر بلائے ناگہانی کی طرح موجود تھا۔

"وجی! ——— خبیث!" وہ دانت کچکچا کر اس کے پیچھے لپکی مگر وہ کہاں قابو میں آنے والا تھا۔ اپنا من پسند سین بمعہ ڈائیلاگز کیمرے میں محفوظ کیے وہ چھلاوے کی طرح غائب ہوا تو جانے کیسے پاؤں رپٹا اور وہ سنبھلتے سنبھلتے بھی معید کے ساتھ محو گفتگو نوفل احمد سے جا ٹکرائی۔ گلاس میں سے پیپسی چھلک کر اس کی سفید شرٹ داغ دار کر گئی تھی۔ ضحیٰ کا رنگ بدلا۔ معید بھی ششدر کھڑا رہ گیا تھا۔

"آئی ایم سوری! او مائی وجدان......" وہ ہکلا کر رہ گئی۔ بھلا معید حسن کی خشمگیں نگاہوں کے آگے کوئی کیا کہہ سکتا تھا۔

"اٹس اوکے۔" نوفل اب بھلا کیا کہتا۔ جیب میں سے رومال نکال کر شرٹ صاف کرنے لگا۔

"کتنی مرتبہ کہا ہے یوں اندھوں کی طرح مت بھاگا کرو۔" معید نے بنا لحاظ کیے اس کی طبیعت صاف کر دی تھی۔

شرم و خجالت سے اس کی رنگت سرخ پڑ گئی۔ نوفل کو اس کی روتی صورت پر ترس آگیا۔

"ڈونٹ وری معید! ہو جاتا ہے ایسے۔"

وہ تیزی سے واپس پلٹ گئی تھی۔

"سوری یار! تمہاری شرٹ برباد ہو کے رہ گئی ہے۔" معید تاسف سے کہہ رہا تھا اور واقعی وہ خود بھی اتنی الجھن محسوس کر رہا تھا کہ تھوڑی دیر کے بعد عمرہ سے واش روم کا حدود اربعہ معلوم کرنے کے بعد اندر کی طرف بڑھ گیا۔ کوریڈور سے گزرنے کے بعد وہ شش و پنج میں مبتلا کھڑا تھا۔

"دائیں یا بائیں؟" عمرہ کا بتایا ہوا ایڈریس ذہن سے محو ہو گیا۔ پھر اللہ توکل اس نے دائیں طرف والے دروازے کا رخ کیا۔ اسی وقت کوئی اپنی جھونک میں دروازہ کھول کر نکلا تو بری طرح

نوفل سے تصادم ہو گیا۔ غیر ارادی طور پر ہی اس نے سامنے والے کو گرنے سے بچایا تھا۔

"اُف اللہ!" ہلکی سی چیخ نسوانی تھی۔ نوفل سٹپٹا گیا۔ وہ وحشت زدہ سی خوب صورت آنکھیں اس کے مقابل تھیں۔ وہ تڑپ کر ہراساں و خائف سی پیچھے ہٹی تو وہ اپنے اس غیر ارادی فعل پر قصور وار ہوتے ہوئے بھی شرمندہ سا ہو گیا۔

"سوری! آپ اتنی اچانک آگئیں، مجھے نہیں پتہ تھا۔" وہ وضاحت کر رہا تھا۔ مگر صبا کو اپنا دل ابھی تک ہاتھوں ہی میں دھڑکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

"مجھے واش روم میں جانا تھا۔ آپ کی کزن کی مہربانی سے یہ پیپسی میری شرٹ کو خراب کر گئی تھی۔" اس نے پھر کہا تو صبا کے حواس بحال ہوئے۔ تاسف سے اس کی شرٹ کو دیکھا۔

"کس نے ——— ضحیٰ نے؟"

"جی وہی تھیں۔" نوفل نے دلچسپی سے اسے دیکھا تھا۔

"وہ واش روم ادھر ہے۔ گیسٹ روم کے ساتھ۔" اس کی ایک نظر سے صبا کی ہتھیلیاں بھیگ گئی تھیں۔ وہ گریز کرتی بہ عجلت اس کے پاس سے گزرتی باہر نکل گئی تھی۔ نوفل کی نگاہ بیساختہ اس کے گھٹنوں کو چھوتی ناگن جیسی سیاہ چٹیا میں الجھ گئی تھی۔ اس کا سادہ سا لب و لہجہ اور گھبراہٹ یاد کر کے وہ بے اختیار مسکراتا ہوا واش روم میں گھس گیا۔ سد باب بھی تھا کہ گیلے رومال کے ساتھ شرٹ کو صاف کیا جائے۔

●●●●●

سب مہمانوں کی واپسی کے بعد کمرے میں آتے ہی ضحیٰ کا غصہ اچھل کر چھوٹنے لگا تھا۔

"اس شخص کو تو مجھ سے خدا واسطے کا بیر ہے۔ کیا مجال ہے جو کبھی کوئی بھی فنکشن خوشی سے اٹینڈ کرنے دیا ہو۔"

"اللہ خیر! یہ نزلہ کس پر گر رہا ہے؟" صبا نے تحیر سے اسے دیکھا تو وہ بہت بدلحاظی سے بولی۔

"وہی تمہارا لاڈلا بھائی۔ کسی روز منہ کی کھائے گا مجھ سے۔"

"معید بھائی کا کہہ رہی ہو؟" صبا نے بے یقینی سے پوچھا تو وہ چڑ کر بولی۔

"اور کون ہے جسے میں اس گھر میں کھٹکتی ہوں۔"

"اب ایسی حرکتیں تم کرتی ہو جن پر تمہیں گولڈ میڈل تو دینے سے رہے۔" صبا نے ٹاپس اتارتے ہوئے اطمینان سے کہا۔ پھر پوچھنے لگی۔ "ہوا کیا ہے؟"

"میں اس خبیث وجدان کا پیچھا کرتی نوفل بھائی سے جا ٹکرائی تو ان کے کپڑوں پر پیپسی گر گئی۔ اور اس فضول شخص نے ان کے سامنے ہی مجھے بری طرح ڈانٹ دیا۔ حالانکہ میں نے نوفل بھائی سے سوری کہہ دیا تھا۔" وہ غصے سے لال ہو رہی تھی۔

صبا کو یک لخت ہی اپنے شانوں پر دو ہاتھوں کا لمس محسوس ہونے لگا۔

"سوری کہہ دینے سے ان کے کپڑے تو نہیں دھل گئے تھے نا۔" اس نے بمشکل خود کو اس

عجیب سی کیفیت سے نکلتے ہوئے کہا تو وہ جل کر بولی۔

"ہاں تو جب کسی مسئلے کا کوئی حل نہ نکل سکتا ہو تو ڈانٹنے سے کیا حاصل؟"

"انہوں نے اس لیے ڈانٹا ہے کہ تم آئندہ ایسی فضول حرکت نہ کرو۔" صبا نے اسے سمجھایا گویا چلا ہی اٹھی۔

"تمہارا خیال ہے کہ مجھے شوق ہے فضول حرکتیں کرنے کا؟ اور اسے تو جیسے سات خون معاف ہیں۔ بس نہیں چلتا کچہری میں کچہری کھول لے۔ ساری وکالت ہمارے لیے ہی رکھی ہے نا۔"

"کوئی نہیں۔ اچھے ناصح ہیں میرے بھائی۔" صبا نے محبت آمیز لہجے میں کہا تو وہ تلملا کر بولی

"ہونہہ ——— ناصح۔ سڑیل مزاج، کڑوا کریلا۔ بلکہ کریلا تو اس سے کچھ میٹھا ہی ہوگا۔"

"اوہ ———" دروازے میں جانے کب سے ایستادہ معید کو دیکھ کر صبا گڑبڑا گئی تھی۔

"مسی! ایک کپ چائے تو بنا دو۔" وہ پرسکون انداز میں بولا تو حنی بھی جہاں کی تہاں رہ گئی۔ ثمرہ وہاں سے کھسک گئی۔

"جل تو جلال تو، معید حسن کو ٹال تو۔" وہ سر جھکائے گو دعا تھی۔ مگر ہر وقت کی دعا تو پوری نہیں ہوتی نا۔"

"ہاں، تو کیا خطا ہوگئی ہے مجھ سے؟" وہ استہزائیہ انداز میں کہتا اس کے سر پہ آ کھڑا ہوا تھا۔ حنی کی نگاہ اس کے چمکدار سیاہ جوتوں میں اٹکی تھی۔

"تم میری غلطی پہ مجھے سب کے درمیان ڈانٹ چکے ہو۔" بہت ہمت مجتمع کر کے اس نے جتانے والے انداز میں کہا تو وہ پہلے سے زیادہ طنزیہ انداز میں بولا۔

"بھول ہوگئی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ گولڈ میڈل سے نوازتا۔"

"میں نے ان سے ایکسکیوز کر لیا تھا۔"

"تو ایسی غلطی کریں ہی کیوں جس پر ایکسکیوز پیش کرنا پڑے؟" وہ بالکل بھی معاف کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

"میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا تھا۔ میں تو وجدان کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ نوفل بھائی خود ہی بیچ میں آ گئے تھے۔" اس نے تھوڑا سا جھوٹ بولنے میں عار محسوس نہیں کی تھی۔ یہ بھی خیال نہ کیا کہ یہ جھوٹ وہ ایک عینی شاہد کے سامنے بول رہی ہے۔

"جی ...... جی ——— واقعی غلطی تو نوفل کی تھی۔ ڈانٹنا تو مجھے اس کو چاہیے تھا۔" حنی کو اپنی پیشانی تپتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

"یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے۔" وہ تڑپ گئی تھی۔ ایک تند و تیز نگاہ معید پر ڈالی جو اپنے لب و لہجے کی تلخی کے برعکس بہت پُرسکون انداز میں سینے پر بازو لپیٹے کھڑا تھا۔

"وہ یہاں مہمان تھا۔ اگر مائنڈ کر جاتا تو بات بڑھ بھی سکتی تھی۔" اس کا مصالحانہ انداز حنی کو پتنگا گیا تھا۔

"نہ تو انہوں نے مائنڈ کیا تھا اور نہ ہی بات بڑھی تھی۔"

"آئندہ ایسی بدتمیزی نہ ہو۔ شکر کرو چھوٹے ماموں نے نہیں دیکھ لیا۔"

"تم سے تو بہتر تھا کہ دشمن دیکھ لیتے۔" وہ لال بھبھوکا چہرہ لیے اٹھ کھڑی ہوئی تو وہ ایک نظر اس کے چہرے پر ڈال کر رسان سے پُر انداز میں بولا۔

"بہرحال آج کے واقعے سے تمہیں نصیحت پکڑنی چاہیے۔"

حنی کو اس کا انداز بالکل وکیلوں جیسا لگا تھا۔ جیسے وہ کسی مجرم کو نصیحت کر رہا ہو۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کوئی شے اٹھا کر معید حسن کے سر پہ دے مارے۔ ٹھنڈے لفظوں کی مار مارتا تھا مگر تپا کر رکھ دیتا تھا۔ اسی وقت صبا چائے لے کر آ گئی تو وہ اس عدالتی کارروائی کو ملتوی کر کے چائے کا مگ لیے چلا گیا۔

"بڑا آیا قانون دان، پھنے خان۔" اس کا غصہ فزوں تر ہو چکا تھا۔

"قافیہ تو خوب ملایا ہے۔ اور یہ لال ٹماٹر جیسا چہرہ، لگتا ہے کافی ردھمک گفتگو ہوئی ہے۔" صبا نے مزہ لیا تو وہ سلگ اٹھی۔

"بہت ردھمک۔ بالکل ویسی جیسی دفعہ چار سو بیس کے مجرم کے ساتھ کرتے ہیں۔"

"بہت جھاڑ پڑی ہے کیا؟" صبا کو تو اس پر ترس آنے لگا اور حنی کو ٹیس۔

"اگر اسے تایا جان کی سپورٹ نہ ہو تو میں اسے چھٹی کا دودھ یاد دلا دوں۔"

"چلو اب بس کرو۔ وجدان سوری لگانے لگا ہے۔ ذرا چل کے دیکھیں تو سہی آج کس کس کے ارمان شارٹس لٹنے ہیں اس لیے۔" صبا نے کہا تو اپنا گولڈ شارٹ وڈ ایلا گز ذہن میں لہراتے ہی وہ اس کے ہمراہ چل دی۔

•••••

اگلے روز نگینہ کی منگنی کی رسم ادا کی گئی تھی۔

وہ کوئی دل پھینک آدمی نہیں تھا اور خصوصاً محبت سے متعلق تو اس کا نظریہ الگ ہی تھا۔ مگر یہ بھی نا تھا کہ بنا شعوری کوشش کے اس کی نگاہ پلٹ پلٹ کر صبا میر کے نقوش میں اٹکی تھی۔

"کم آن نوفل احمد!" وہ قدرے حیران سا خود کو سرزنش کرتا دوسری طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ مگر سمت اسے صبا میر کے مقابل لانے پر تلی ہوئی تھی۔

نگینہ کے کمرے سے نکل کر بچتی وہ ایک بار پھر نوفل سے ٹکرا گئی اور اس مرتبہ یہ ٹکراؤ اور صبا کی ناراضگی نظرانداز کرنے کے قابل نہیں تھی۔

"آئی ایم سوری ———" پہل نوفل نے کی تھی۔ الفاظ کے برعکس لہجہ مسکراتا ہوا تھا۔ جبکہ وہ ابھی چکراتا ہوا سر ہی سنبھال نہیں پائی تھی۔ اتنی زور سے تو وہ اس کے شانے سے جا ٹکرائی تھی مگر اس کے انداز نے جادو اثر کیا تھا۔ گڑبڑا کر مقابل کو دیکھا تو وہ ساحر آنکھوں کو پُرشوق انداز میں خود پہ جمے پایا۔

"آپ دیکھ کے چلنا کب سیکھیں گے؟" وہ بدتمیز نہیں تھی اور یوں منہ پھاڑ کے جواب دینا اس کی سرشت میں شامل ہی نہیں تھا۔ مگر اس وقت نوفل کا وارفتہ سا انداز اسے سخت ناگوار گزر رہا تھا

"میں تو بہت دیکھ بھال کے چلتا ہوں مس! یہ تو قسمت کی بات ہے کہ میری راہ میں یہ آپ ہوتی ہیں۔" وہ بہت اطمینان سے اس کو اپنی نظروں کی گرفت میں لئے معنی خیزی سے اس نے جھٹکا کھا کر نوفل کو دیکھا۔

"یہ صرف اتفاق ہے۔" وہ اندر سے تلملا اٹھی تھی مگر سادہ سے جتانے والے انداز میں مگر ساتھ ہی نظر نوفل کے شانے پر پڑی جہاں اس کے ٹکرانے سے لپ اسٹک کا خوب صورت نشان اپنی پوری آن بان کے ساتھ جگمگا رہا تھا۔ اس کے بدلتے تاثرات پر استعجاب سے ابرو بھنوؤں کو جنبش دے کر نوفل نے اپنی شرٹ کی جانب نگاہ کی تو ہونٹوں کی تراش میں بے مسکراہٹ جگمگا اٹھی۔

"ایکسکیوز می۔" وہ بھاگنے کے سے انداز میں وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی۔ شرمندگی و خفت احساس دل و دماغ پر پوری طرح حاوی ہو گیا تھا۔ اس پر مقابل کی مسکراہٹ پیروں سے نکالنے کو کافی تھی۔

چند لمحے وہ بہت عجب مگر خوشگوار سے احساس میں گھرا وہیں کھڑا رہا تھا۔ اس کی خوشبو اپنے خود کو لپیٹ میں لیتی محسوس ہو رہی تھی۔

"صبا ـــــ بادِ صبا ـــــ" وہ گہری سانس لیتا خود کو ایک نئی کیفیت میں گھرا پا کر تھوڑا شرٹ بدلنے کے خیال سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"خیریت تو ہے؟ تمہارے پیچھے جن لگ گئے ہیں کیا؟" اس کی زرد رنگت اور متوحش سا انداز کو پریشان کر گیا تھا۔

"ضوئی! وہ جو نوفل ہے نا۔" وہ روہانسی سی کچھ کہنے لگی تھی کہ ساتھ کھڑی اویشہ کے ایکدم ان دونوں کی طرف مڑنے پر وہ گڑبڑا کر چپ ہو گئی۔

"کیا ہوا؟" اس کی نظریں صبا کو اپنے وجود پر چبھتی محسوس ہوئی تھیں۔

"کچھ نہیں۔ یونہی وہ جو اس روز کی طرح یہاں بھی کیمرہ لئے سب کے گولڈن شاٹس لے رہا ہے۔ اسی سے پوچھا گھبرا کے آ رہی تھی۔" ضحیٰ نے جلدی سے بات بنائی۔ جب کہ صبا کا مارے خوف کے لرز رہا تھا۔ اگر اویشہ نے اس کی آدھی ادھوری بات سن کر ان کی طرف دیکھا تو پھر کوئی بھی غلط فہمی پیدا ہو سکتی تھی۔

"میں کہہ رہی تھی کہ وہ جو نوفل ہیں نا تمکین کے بھائی۔ وہ پوچھ رہے ہیں کہ تمکین کے تصویریں کمرے میں بھی بنوانی ہیں کہ نہیں۔" بہ مشکل ہی سہی مگر وہ بات سنبھال ہی گئی تھی۔

"کہاں ہے نوفل؟" اویشہ نے بھنوؤں کو معنی خیزی سے جنبش دے کر پوچھا تو وہ گڑبڑا کر دیکھنے لگی جو پہلے ہی کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"وہ وہیں ہیں، تمکین کے کمرے میں۔" بے تکلفی سے دونوں ہاتھ مسلتے ہوئے کہا تو وہ ضحیٰ کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولا۔

"تو چلو نا، اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔"

"نن..... نہیں۔ ابھی تو اتنی ساری تصویریں بنوائی ہیں۔" وہ بے تحاشا گھبرائی تھی۔

"شکریہ اویشہ! ـــــ ابھی تو ہماری واپسی کا پروگرام بن چکا ہے۔" ضحیٰ نے اس کی مشکل آسان کی تھی۔

"ہاں، پھر کبھی سہی۔" وہ قدرے سکون سے مسکرائی مگر اسی وقت ہال میں داخل ہوتا نوفل اس کو مضطرب کر گیا۔ اویشہ نے ہاتھ ہلا کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا تھا اور وہ بھی جیسے کھنچا چلا آیا تھا۔

"کہاں تھے تم؟" اس کا انداز بہت استحقاق آمیز تھا۔

"میں ذرا کپڑے چینج کرنے گیا تھا۔" اس نے اپنی شرٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اچٹتی نگاہ صبا پر ڈالی تو اسے اپنی پیشانی تپتی محسوس ہونے لگی۔ جیسے کسی نے سلگتا انگارہ رکھ دیا ہو۔

"صبا بتا رہی تھی کہ تم ہماری تصویریں بنانا چاہ رہے ہو۔" اویشہ نے لطف لینے والے انداز میں کہا تو صبا کا زمین میں گڑ جانے کو جی چاہنے لگا۔

"جو لوگ ہر وقت آنکھوں کے سامنے رہتے ہوں ان کی تصویریں کیا بنانا۔" مسکرا کر بہت جاندار لہجے میں کہا تو صبا کی ہتھیلیاں پسیجنے لگیں۔ نوفل نے سرسری نگاہ اس کے گھبرائے ہوتے بے چین سے انداز پر ڈالی تھی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" اویشہ نے اسے گھورا تو وہ بے پروائی سے بولا۔

"یعنی اب اتنی بھی اچھی شکلیں نہیں کہ گھر میں دیکھنے کے ساتھ ساتھ تصویروں میں بھی دیکھی جائیں۔"

"نوفل بھائی!" بے اختیار ہی ضحیٰ نے شاکی انداز میں کہا تو وہ ہنس دیا۔

"سوری، مذاق کر رہا ہوں۔" پھر وہ اویشہ کی طرف متوجہ ہوا۔ "تم نے ان لوگوں کی کوئی خاطر مدارات بھی کی یا نہیں؟"

"بہت شکریہ نوفل بھائی! ہم لوگوں نے بہت انجوائے کیا ہے آپ سب کی میزبانی کو۔" ضحیٰ نے سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔

"ضوئی! میرے خیال میں امی بلا رہی ہیں۔" صبا نے کہا تو وہ مزید کوئی بات کئے بغیر ان دونوں سے معذرت کرتی صبا کو ساتھ لئے تائی جان کی طرف چل پڑی۔

"بہت بے وقوف ہو تم صبی! یہ کیا کر رہی ہو؟" ضحیٰ نے اسے جھاڑا تو وہ روہانسی ہونے لگی۔

"میں ڈر گئی تھی۔ وہ شخص اچھا نہیں ہے۔"

"کیا؟" ضحیٰ ٹھٹک گئی تھی۔

"وہ تم نے دیکھا نہیں کیسے گھور رہا تھا۔" وہ منمنائی تو ضحیٰ نے دانت پیس کر کہا۔

"مشکل سے تو آرام نہیں لگ رہا تھا۔"

"سمجھو نا ضحیٰ! وہ مجھے کچھ اور ہی انداز سے دیکھ رہا تھا۔" صبا نے اپنے اندر سنسنی سی محسوس کرتے ہوئے صورت حال کی سنگینی کو ضحیٰ پر بھی پوری طرح واضح کرنے کی کوشش کی تھی۔

"مانا کہ بندہ بہت ہینڈسم ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم اپنے حواس ہی کھو بیٹھو۔" ضحیٰ دانت پیسے تھے۔

"افسوس! وہ خواہ مخواہ مجھ سے فری ہو رہا تھا۔" صبا کو وہ ساحر آنکھیں یاد آنے لگیں۔ نوفل انداز نظر انداز کیے جانے والے تو نہیں تھے۔

"تم سے تو میں گھر چل کے بات کروں گی۔" ضحیٰ کو اس کی ذہنی حالت پر شک ہونے لگا تھا۔

"تائی جان! آپ نے بلایا تھا؟" اس نے صالحہ بیگم سے گفتگو کرتی تائی جان سے پوچھا تو صبا جلدی سے اس کے پہلو میں چٹکی کاٹی۔

"کیا تکلیف ہے؟" وہ تلملائی تھی۔

"امی نے نہیں بلایا۔ وہ تو وہاں سے بچنے کے لیے۔۔۔" وہ منمنائی تھی۔

"بالکل ڈفر ہو تم صبا!" وہ گہری سانس لیتی وہیں خواتین کے پاس بیٹھ گئی تو صبا نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔

ضحیٰ کا یہ اطمینان صرف وہیں تک رہا تھا۔ گھر آتے ہی اسے ساری بات جاننے کا تجسس ہونے لگا تھا۔ مگر انس تو ایک ایک کے حلق سے ساری تقریب کا احوال اگلوانے پر تلا ہوا تھا۔

"ابھی میں تو سونے جا رہا ہوں۔ یہ ڈیپارٹمنٹ تو لڑکیوں کا ہے۔ ان سے ساری تفصیل پوچھ لو۔" معید سب سے پہلے جان چھڑا کے بھاگا تھا اور جب کوئی بھی اس مشقت پر راضی نہیں ہوا تو وجدان نیکی کے فرشتے کی مانند حاضر ہوا تھا۔

"زبانی کلامی کیا کریں گے سن کر؟ میری بنائی ہوئی شاہکار مووی کس روز کام آئے گی؟"

"دل خوش کیا ہے تم نے وجدان!" اس نے وجدان کا شانہ تھپکا تو چاند نے ہاتھ جوڑے۔

"جا میرے بھائی! اب تو مشکل آسان ہو گئی، سونے دے ہمیں۔"

"جہنم میں جاؤ اب تم لوگ۔" وہ انہیں چڑاتا ہوا مووی دیکھنے چلا گیا تو وہ سب ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر ہنس دیے۔

سخت نیند آنے کے باوجود ضحیٰ ان کے کمرے میں موجود تھی۔

"اب بتاؤ کیا بدحواسیاں ہو رہی تھیں وہاں؟"

جواباً صبا نے گزشتہ اور حالیہ دونوں ملاقاتوں کا احوال شرافت سے بیان کر دیا۔

"ہاں۔" اس نے آنکھیں پھاڑ کر صبا کو دیکھا تھا۔ "اور تم نے مجھے بتایا بھی نہیں۔"

"تم کون سا یقین کر لیتیں؟ اب بھی تو نہیں مان رہی تھیں۔" وہ روٹھے انداز میں بولی تھی۔

"کہیں معاملہ گڑبڑ تو نہیں ہے؟" ضحیٰ نے شرارت سے پوچھا تو صبا نے اس کے شانے پر تھپڑ

دے مارا۔

"بکواس نہیں کرو۔ اور اب دفع ہو جاؤ۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔"

"اوہو۔۔۔۔ آج کچھ زیادہ جلدی ہی نیند نہیں آ رہی؟" وہ شرارت کے موڈ میں تھی۔ مگر صبا اس انداز میں کچھ سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ اس لیے جتانے والے مگر روکھے انداز میں بولی۔

"میرے پاس فضول باتوں کو سوچنے کے لیے ٹائم نہیں ہے۔"

"چلو کچھ نہیں کیا۔" وہ شانے اچکاتی لاپرواہی سے کہتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ پھر دروازے کے قریب رکتے ہوئے بولی۔ "لیکن کل کو اگر کچھ اور گڑبڑ ہو گئی تو اپنی رونی صورت لے کر میرے پاس مت آنا۔"

"افسوس! ۔۔۔۔ بدتمیز!" وہ دانت پیستی اس کی طرف بڑھی مگر وہ تیزی سے دروازہ کھول کر بھاگ گئی تھی۔

"اسٹوپڈ۔" سر جھٹکتی وہ الماری میں سے کپڑے نکالنے لگی۔

اپنی طرف سے ہر فضول سوچ کو ذہن سے جھٹک کر نائٹ بلب آن کر کے وہ اپنے بستر پر دراز ہوئی تھی۔ مگر آنکھیں بند کرتے ہی وہ شوخ نگاہیں ذہن کی اسکرین پر جگمگا اٹھیں تو اس کا دل دھک سے رہ گیا۔

●●●●●

"خدا کے لیے انس بھائی! اب مجھے ناشتہ بنا لینے دیں۔ منگنی نہ ہوئی، کے ٹو سر کر لی ہے آپ نے۔" وہ سخت جھنجھلائی ہوئی تھی۔

"کے ٹو نہیں، ماؤنٹ ایورسٹ۔" ضحیٰ نے اپنے لیے چائے نکالتے ہوئے لقمہ دیا تو انس نے گھورتے ہوئے کہا۔

"تم نے کون سا معرکہ مار لیا ہے؟ ایک ذرا سا کام کہا تھا، وہ تو ہو نہیں سکا۔"

"تو آپ خود کیوں نہیں کر لیتے یہ ذرا سا کام؟" ضحیٰ نے جواب دیا تھا۔

"اچھا لگوں گا میں فون کر کے اپنی منگیتر سے ٹیلی فونک ملاقات کی اجازت لیتے ہوئے؟" انس نے کہا تو صبا نے پوچھا۔

"آخر آپ کو ضرورت کیا پڑی ہے اس ٹیلی فونک ملاقات کی؟"

"واقعی، وہ چار ماہ میں تو یوں بھی تمہیں فیس ٹو فیس ملاقات ہو جاتی ہے۔" ضحیٰ نے وہیں کچن ٹیبل پر بیٹھ کر چائے کا کپ تھام لیا تھا۔

"بس مشورے ہی تو ہیں تم لوگوں کے پاس۔ وہ بھی بالکل بے کار۔" وہ سلگ اٹھا تھا۔

اس کی خواہش تھی دل میں کہ منگنی کے بعد وہ اپنی منگیتر سے فون پر ڈھیروں باتیں کرے۔ کچھ اس کے بارے میں جانے، کچھ اپنے بارے میں بتائے مگر اس کے لیے بہرحال پہلے ... بڑا ضروری تھا اور یہی کام انس نے ان دونوں کے ذمہ لگایا تھا جس کا انہیں بالکل بھی یاد نہیں

رہا تھا۔

"بھئی اب وہ آپ کی منگیتر ہیں۔ آپ جب جی چاہے انہیں فون کر سکتے ہیں۔" صبا
ضحیٰ برجستہ بولی۔

"منہ اٹھا کے......"

"بکواس نہیں کرو۔" وہ حقیقتاً ناراض تھا۔ ان دونوں کو ہنسی آنے لگی۔

"جی بتائیں، کہیں پہلے کسی سے ملتے تو نہیں رہے آپ؟" ضحیٰ نے وثوق سے پوچھا تو
گھور کر رہ گیا۔

"تم کیوں پوچھ رہی ہو؟" صبا نے حیرت سے کہا تو وہ اطمینان سے بولی۔

"جتنی بے قراری یہ دکھا رہے ہیں وہ صرف تصویر کی مرہون منت تو نہیں لگتی۔"

"بس بکواس کروا لو ان سے جتنی جی چاہے۔" ان دونوں کے ہنسنے پر وہ کلستا ہوا کچن
گیا تھا۔

"کوئی جواب نہیں ان کا بھی۔ کہاں تو موصوف کے مزاج ہی نہیں مل رہے تھے اور اب حال دل کہنے سننے تک نوبت آ پہنچی ہے۔" ضحیٰ نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ بولی۔

"ویسے ہمیں تمہیں ان سے پوچھ لینا چاہیے تھا ـــــ کافی آزاد خیال لوگ ہیں۔ وہ یقیناً
کرے گی۔"

"اب پہلے دن کی منگیتر سے اس طرح کی باتیں کرنا اچھا تو نہیں لگتا نا۔ اسی لئے میں نے نہیں پوچھا۔" ضحیٰ نے اطمینان سے کہا تو وہ ہنس دی۔

"یہ خوب کہا تم نے ـــــ پہلے دن کی دلہن تو سنا تھا اب پہلے دن کی منگیتر بھی ضرب المثل بن جائے گا۔"

"میرے خیال میں انس بھائی پر جو ٹیلی فونک ملاقات کا دورہ پڑا ہوا ہے نا اس میں زیادہ منگنی والے روز کی سوٹی دیکھ کر آئی ہے۔ تمہیں لگ بھی تو کتنی اچھی رہی ہے۔" صبا نے فراً
ایک پلیٹ میں نکالتے ہوئے خیال آرائی کی تو ضحیٰ نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔

"اب یہ سب کچھ لے جا کر ٹیبل پر لگاؤ۔ ابھی حمزہ اور وجدان کی چیخیں شروع ہو جائیں گی"
نے کہا تو اس نے اپنی چائے ختم کر کے کپ سنک پر رکھا اور ناشتے کے لوازمات سے بھری ٹرے
کر ڈائننگ روم کی طرف چل پڑی۔

"یونیورسٹی جا رہی ہو تم؟" چچی جان نے ضحیٰ سے پوچھا تھا۔

"بالکل جا رہی ہوں۔ پہلے ہی خوامخواہ ایک ہفتہ ضائع کر دیا ہے میں نے۔" وہ انس کو
سے دیکھتے ہوئے بولی تو وہ تلملا اٹھا۔

"ویسے تمہاری کوئی خاص ضرورت تو نہیں تھی اس منگنی میں۔ خوامخواہ کا احسان کر ڈالا ہم پر

"بس کرو اب اور جلدی سے اٹھ جاؤ۔ ساڑھے آٹھ بجے تمہیں آفس میں ہونا چاہئے

نے اسی وقت انس کو ٹوک دیا تھا۔

"اوہو، یہ حکم کس نے صادر کیا ہے؟" صبا نے دلچسپی سے پوچھا تو سعید کے لبوں کی تراش میں مدھم سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بڑا صحیح اندازہ ہے تمہارا۔ یہ بڑے ماموں کا حکم ہے۔"

"کوئی بات نہیں بھائی! کچھ پانے کے لئے کچھ کھونا ہی پڑتا ہے۔" ضحیٰ نے یونیورسٹی جانے کے لئے اٹھتے ہوئے ہمدردانہ انداز میں انس کا شانہ تھپکا جو کبھی بھی باقاعدہ ٹائمنگ کے ساتھ آفس نہیں پہنچتا۔ یہ تو اتفاق کی مہربانی تھی جو محنت اور لگن سے کام کرتا تھا ورنہ تو شاید اب تک کاروبار ٹھپ پڑ چکا ہوتا۔

"تم اپنے اقوال اپنے پاس ہی رکھو۔" وہ رکھائی سے بولا تو بیگ چیک کرتی ہوئی وہ ہنس پڑی۔

"امی جی! آپ نے میرے بیگ میں پیسے نہیں رکھے؟" اس نے چچی جان سے اپنی پاکٹ منی کی بابت استفسار کیا تو انہوں نے پیشانی پر ہاتھ مار کر اپنی یادداشت کو کوسا۔

"وہ تو رات میں نے الگ کر کے سائیڈ ٹیبل کی دراز میں رکھ دیئے تھے۔"

"کتنے پیسے چاہئیں؟" اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی سعید نے اپنا والٹ نکالتے ہوئے پوچھا تو لب بھینچ کر ذرا سا مسکرائی اور پھر بولی۔

"میں اپنے پیسوں کی بات کر رہی ہوں۔"

"یہ بھی تمہارے اپنے ہی پیسے ہیں۔" تائی جان نے در پردہ اسے سعید سے پیسے لے لینے کو کہا وہ اس کا کوئی بھی احسان لینے کی روادار نہیں تھی۔

"شکریہ! ابھی تو ضرورت نہیں۔ واپسی پر لے لوں گی۔" وہ بے ساختہ کہتی نکل گئی تو لب بھینچتے ہوئے سعید نے اپنا والٹ جیب میں ڈال لیا تھا۔

"ایک تو یہ لڑکی میری سمجھ میں نہیں آتی۔ ہوا کے گھوڑے پر سوار رہتی ہے۔" چچی جان نے اس کی پلیٹ میں بچا کھچا پراٹھا اور انڈا دیکھتے ہوئے ناگواری سے کہا۔ تائی جان نے ہمیشہ کی طرح انہیں ٹال دیا۔

"ابھی پڑھائی میں مصروف ہے۔ فارغ ہو گی تو ٹھیک ہو جائے گی۔"

"اوکے جی، میں چلتا ہوں پھر۔" انس اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ سعید نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔

●●●●●

"ضحیٰ! وہ سعید کے کیمرے والی ریل کا کیا بنا؟ عماد بھائی نے اس سے ہماری کتنی ہی تصویریں کھینچی تھیں۔" چھت پر ٹہلتے ہوئے ضحیٰ کو یاد آیا تھا۔ سبھی تصویریں دھل کے آ گئی تھیں۔ ایک سعید والی ریل کا ہی پتہ نہیں چلا تھا۔

"وجدان دھلوا کے لایا تو تھا۔ سعید بھائی کے پاس ہی ہوں گی۔ میں نے پوچھا ہی نہیں۔" صبا کو ابھی خیال آیا تھا۔

"وہ بے بھی لینس والا کیمرہ۔ بہت اچھا رزلٹ آیا ہوگا ہماری تصویروں کا۔ جاؤ ذرا پتہ کے آؤ۔" حنی نے کہا تو وہ صاف کورگئی سے بولی۔

"میں تو اتنی مشکلوں سے سیڑھیاں طے کر کے اوپر آئی ہوں۔ اگر تمہیں اتنا ہی شوق ہے لے آؤ۔"

"بہت بدتمیز ہو تم۔" حنی چڑ گئی تھی۔

"یوں بھی ابھی تو شاید وہ گھر بھی نہیں۔" صبا نے کہا تو دفعتاً اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"یعنی یہ اچھا موقع ہے اس کے کمرے سے تصویریں اڑانے کا۔"

"جی نہیں —— بھی ایک موقع نہیں ہے ان کے کمرے میں جانے کا۔" صبا نے فہمائشی انداز کہا تھا۔

"تم یہاں اپنی اسائنمنٹس کے سو چکر پورے کرو، میں ابھی ایک کامیاب ڈاکہ مار کے آتی ہوں" وہ بولی تو صبا نے اسے روکنا چاہا۔

"سعید بھائی خفا ہوں گے فضول!"

"وہ پہلے کب مجھ سے راضی ہے۔ تھوڑا سا خفا اور ہو لینے دو۔" وہ لاپرواہی سے کہتی سیڑھیاں چڑھ گئی۔ صبا اس کی ہٹ دھرمی پر سانس بھر کے رہ گئی۔

بہت احتیاط سے سعید کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر جھانک کر اس نے سعید کی غیر موجودگی کا اندازہ کرنا چاہا تو باتھ روم کا بند دروازہ اور شاور چلنے کی آواز اس کی امیدوں پر پانی پھیر گئی یقیناً باتھ روم میں تھا اور شاور لے رہا تھا۔

"جلدی جلدی چیک کر لیتی ہوں —— یہ کون سا اتنی جلدی باہر آنے والا ہے" اندر داخل آہستگی سے دروازہ بند کرتے ہوئے اس نے سوچا پھر کمرے کے وسط میں کھڑے ہو کر اندازہ چاہا کہ اس نے البم کہاں رکھی ہوگی۔ سب سے پہلے اس نے سائیڈ ٹیبل کی درازیں کھنگالیں مگر اس کے ضروری کاغذات اور فائلوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا۔

"پھر —— کہاں ہو سکتی ہے؟" وہ الجھی تھی۔ پھر کچھ سوچ کر اس کی دیوار گیر الماری کی طرف بڑھی۔ تب کھٹکاتے ہوئے اس کا ہاتھ ٹھٹکا تھا۔ اس طرح بغیر اجازت کسی کے کمرے میں آنا یوں تلاشیاں لیتے پھرنا یقیناً اخلاقیات کے خلاف تھا۔

"میں کون سا کچھ چرانے آئی ہوں۔ بس البم لے کر چلی جاؤں گی۔" خود کو تسلی دیتے ہوئے جھٹک کر اس نے الماری کھول لی۔ دراز چیک کی مگر ناکامی ہوئی —— لاکر چیک کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا مگر لاکر میں چابی لگی دیکھ کر بے اختیاری اس نے لاک کھول ڈالا تھا۔ احتیاط سے ہینڈل گھما کر لاکر کا دروازہ کھولا تو وہاں نہ صرف البم بلکہ ایک خوب صورت سی ڈائری رکھی ہوئی تھی —— اس کا ارادہ صرف البم اٹھانے کا تھا مگر پیدا ہوا اس تجسس طبع کا جو عقل پر غالب آ گئی۔

"کیا پتہ کسی نے گفٹ دی ہو اور موصوف اس میں اپنے دل کی باتیں لکھتے ہوں۔"

بہت احتیاط کے ساتھ اس نے نیلی جلد والی ڈائری اٹھا کر کھولی تھی۔ پہلے ہی صفحے پر سعید کی لکھائی خوب صورتی سے بکھری ہوئی تھی۔

میری زندگی میں اِک کتاب ہے
اِک چراغ ہے
اِک خواب ہے اور تم ہو
یہ کتاب و خواب کے درمیان جو منزلیں ہیں
میں چاہتا ہوں
تمہارے ساتھ سفر کروں
یہی کل اثاثہ زندگی ہے
اسی کو زادِ سفر کروں
میرے دل کے جادۂ خوش خبر پہ
بجز تمہارے بھی کسی کا گزر نہ ہو
مگر اس طرح کہ
تمہیں بھی اس کی خبر نہ ہو

"اوہو۔" اس کے ہونٹوں پر بے ساختہ ہی مسکراہٹ پھیلی تھی۔ اس نے صفحہ پلٹ کر آگے پڑھنے کی کوشش کی مگر فقط اس نظم کے بعد ڈائری کے باقی صفحے خالی تھے۔ تبھی ڈائری کے صفحات میں سے کوئی کاغذ پھسل کر نیچے گرا تو وہ چونک کر دیکھنے لگی۔ یہ کوئی تصویر تھی جو اوندھی پڑی تھی۔ ایک عجیب سا احساس تھا مگر اس نے نیچے بیٹھتے ہوئے بے اختیار تصویر اٹھانی چاہی۔ تبھی کسی نے ایک دم اس کی کلائی کو بہت سختی سے تھام لیا تو وہ گھبرا کر رہ گئی۔

سعید حسن کو سامنے دیکھ کر اس کی جان ہی ہوا ہو گئی۔

"یہ کیا بے ہودگی ہے؟" وہ غرایا تھا۔ بلیو لائننگ والے نائٹ ڈریس میں ملبوس وہ یقیناً شاور لے کر نکلتے ہی نگاہ پڑنے پر حنی کی طرف لپکا تھا۔

"وہ...... میں...... یہ......" کچھ خوف تھا تو شرمندگی بھی حد سے سوا تھی۔ گھبراہٹ کے مارے کوئی بہانہ بھی تو نہیں سوجھا تھا۔

"شرم نہیں آئی تمہیں ایسی حرکت کرتے ہوئے؟" سعید نے غصے سے کہتے ہوئے اس کی کلائی کو دبایا تو اس کی سخت گرفت میں کتنی ہی چوڑیاں ٹوٹ گئیں جو یقیناً اس کی کلائی میں بھی چبھی تھیں۔

"میں تو البم لینے آئی تھی ——" کلائی زخمی ہونے سے زیادہ شرمندگی کے مارے اسے رونا آنے لگا تھا۔

"میری اجازت کے بغیر تم نے میری الماری کو ہاتھ بھی کیسے لگایا؟ —— اتنی بھی سینس نہیں

ہے تمہیں؟" وہ مشتعل ہو رہا تھا۔

"سوری۔" اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

"بہت آسان کام ہے تمہارے لئے کچھ بھی کر کے ایکسکیوز کر لینا۔" وہ طنزیہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔ وہ کیا کہتی۔ اتنی اہانت کے بعد اور کہا بھی کیا جا سکتا تھا۔ بالکل چوروں کی طرح رنگے ہاتھ پکڑی گئی تھی۔

"میں تو صرف یہ......" اس نے روندھے ہوئے لہجے میں اپنی صفائی پیش کرنے کی کوشش کی۔ وہ اس کی بات کاٹ کر تلخی سے پُر لہجے میں بولا۔

"گیٹ آؤٹ اور آئندہ کبھی ایسی فضول حرکت کی تو......" وہ بات ادھوری چھوڑ کر لب بھینچ گیا تھا۔ اس نے کسمسا کر اپنی کلائی چھڑانا چاہی تو سعید نے اپنی گرفت چھوڑ دی۔ چوڑیوں کے ٹکڑے کارپٹ پر بکھر گئے۔ البم وہیں پھینک کر وہ بھاگنے کے سے انداز میں اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھی تھی۔ وہ گہری سانس لے کر اوندھی پڑی تصویر اٹھانے لگا تو نگاہ کارپٹ پر بکھری چوڑیوں پر ٹھٹک گئی۔

●●●●●

صبا اسے ڈھونڈتی ہوئی ان کے پورشن میں چلی آئی تھی۔

چچی جان سے پتہ چلا کہ وہ اپنے کمرے میں جا چکی ہے تو اسے بہت حیرت ہوئی۔ کیونکہ وہ جلدی سونے کی کبھی بھی عادی نہیں رہی تھی۔ صبا اس کے کمرے میں چلی آئی۔ وہ تکیے میں منہ دبا کر لیٹی تھی۔ صبا اس کے پاس جا بیٹھی۔ لائٹ جل رہی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ جاگ رہی ہے۔

"تم تو البم لینے گئی تھیں۔" اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے صبا نے پوچھا تو اس ہاتھ جھٹک کر وہ بولی۔

"میں نہیں گئی تھی۔ لائٹ آف کر دو۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔" اس نے اپنی طرف سے اپنے لہجے کو کتنا ہی نارمل کر کے کیوں نہ کہا ہو، اس کی آواز کی نمی صبا سے چھپی نہیں رہ سکی تھی۔

"کیا بات ہے منّی؟" اس نے پُر تشویش لہجے میں پوچھا اور اسے سیدھا کرنے کی کوشش کی۔

"صبا پلیز! سونے دو مجھے۔" اس نے صبا کا ہاتھ پیچھے کیا تو اس کی نظر منّی کی زخمی کلائی پر پڑی۔

"ضوئی! یہ کیا ہوا ہے؟"

"کچھ بھی نہیں ہوا۔" وہ تڑپ کر اٹھ بیٹھی تھی۔

"تم رو رہی تھیں؟" صبا کو یقین نہیں آ رہا تھا مگر اس کی سرخ ہوتی آنکھیں اور بھیگی پلکیں اس کی گریہ وزاری کو ظاہر کر رہی تھیں۔

"میں کوئی رو نہیں رہی۔ تم جا کر سو کیوں نہیں جاتیں؟" وہ تنگ آ کر بولی تو صبا نے تاسف سے اسے دیکھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے، یوں میں جا کر سو جاؤں گی؟" وہ کچھ کہے بغیر تکیہ گود میں رکھے بیٹھی رہ

تو صبا نے اس کی کلائی کو نرمی سے تھام لیا۔

"یہ کیا ہوا ہے؟" اس کے انداز میں اتنی محبت اور ملائمت تھی کہ منّی کو رونا آنے لگا۔

"چوڑیاں ٹوٹنے کی وجہ سے خراشیں آ گئیں۔"

"اور وہ کیوں رو رہی تھیں؟ کہیں سعید بھائی سے ڈانٹ تو نہیں پڑ گئی؟" صبا کو یکلخت یاد آیا تھا۔ ابھی آتے ہوئے اس نے سعید کو لاؤنج میں کھانا کھانے میں مصروف دیکھا تھا۔ اب مزید چھپانا تو بے کار ہی تھا۔ سو منّی نے اپنی کارکردگی اور سعید کی چھاپہ مار مہم کی ساری تفصیل بتا دی۔

"کس قدر بری بات ہے ضوئی! تمہیں ان کی الماری بلکہ لاکر کی تلاشی لینے کو کس نے کہا تھا؟" صبا نے متاسفانہ انداز میں کہا تو وہ ڈھٹائی سے بولی۔

"اس نے البم بھی تو وہیں رکھی ہوئی تھی۔"

"پھر بھی۔ بہت غلط حرکت تھی تمہاری۔ آدمی کی پرسنل اشیاء بھی ہو سکتی ہیں۔" صبا کو افسوس ہو رہا تھا۔ دفعتاً اس کی آنکھیں چمکیں اور وہ جوش بھرے لہجے میں بولی۔

"وہ بھی لاکر میں اپنے پرسنل چھپا کے رکھتا ہے۔ ڈائری میں اتنی رومینٹک سی نظم لکھی ہوئی تھی اور کسی لڑکی کی تصویر بھی تھی۔"

"ابھی تو تم کہہ رہی تھیں کہ تم نے تصویر دیکھی ہی نہیں۔" صبا نے مشکوک انداز میں اسے دیکھا تھا۔

"کسی لڑکے کے پاس لڑکی ہی کی تصویر ہو سکتی ہے۔" وہ اپنی بات پر اڑی ہوئی تھی۔

"سعید بھائی کی نیچر ایسی نہیں ہے۔" صبا نے یقین بھرے لہجے میں کہا تو وہ جل کر رہ گئی۔

"وہ تو جیسے ہر سال گنگا نہا کے آتے ہیں۔ لڑکیوں سے بات کرنے کی تمیز تو ہے نہیں۔"

"لڑکیوں سے نہ سہی، چور ڈاکوؤں سے بہت اچھی طرح ڈیل کرتے ہیں۔" صبا نے اس پر چوٹ کی تو وہ خفیف سی ہو گئی۔

"میں نے صرف وہاں سے البم نکالی تھی، وہ بھی ہماری تصویروں والی۔ اسے تو خوامخواہ ہی مجھ سے الجھنے کی عادت ہے۔"

"کیا خبر یہ خوامخواہ کا الجھنا ہی کسی روز رنگ لے آئے۔" اس کی کلائی پر پڑی خراشوں کا جائزہ لیتے ہوئے صبا نے مسکراہٹ دبا کر کہا تو وہ چلا اٹھی۔

"دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا؟"

"میں تو یونہی کہہ رہی تھی۔" اس کے انداز نے صبا کو سٹپٹا دیا تھا۔

"خبردار جو آئندہ یہ بکواس منہ سے نکالا تو۔" وہ دانت پیس کر بولی تھی۔

"کیوں، ایسی کیا برائی ہے میرے بھائی میں؟" صبا کو اس کے لب و لہجے سے خاصی تکلیف پہنچی تھی۔ سو خاصا تڑپ کر پوچھا۔

"اس میں کوئی برائی نہیں۔ البتہ تم میں ضرور ہے۔ اور وہ برائی یہ ہے کہ تم سعید حسن کی بہن

ہو۔" حمنٰی نے اطمینان سے کہا تو وہ ہار مان جانے والے انداز میں بولی۔

"تمہیں ایسا کیا کہہ دیا ہے انہوں نے؟ غلطیوں پر تو سبھی ڈانٹتے ہیں۔"

"غلط فہمی ہے تمہاری کہ وہ مجھے صرف غلطیوں پر ڈانٹتا ہے۔ اسے تو شوق ہے مجھے ڈانٹنے کا۔ جو کبھی کا لحاظ کر کے ڈانٹ کو ملتوی کیا ہو۔" حمنٰی سخت برگشتہ ہو رہی تھی۔ پھر تلخی انداز میں بولی

"اور تم دیکھ لینا۔ یہ جو تمہارا گھنا میسنا بھائی ہے نا، اس نے ضرور کہیں نہ کہیں بہت زبردست سا چکر چلا رکھا ہوگا۔ وہ کیا لکھا ہوا تھا اس نے کہ

میری زندگی میں اک کتاب ہے
اک چراغ ہے
اک خواب ہے اور تم ہو"

وہ تمسخرانہ انداز میں بولی۔

"اور تم جو اس کے آگے پیچھے خدمت گار بنی گھومتی رہتی ہو نا، تو تمہارا نام کتاب ہے نہ خواب، چراغ اور باقی رہ گئی 'تم' تو یہ تصویر والی ہوگی جس کے لئے اس نے لکھا ہوا تھا۔

میرے دل کے جادہ خوش خبر پہ
بجز تمہارے کبھی کسی کا گزر نہ ہو
مگر اس طرح کہ تمہیں بھی اس کی خبر نہ ہو

وہ تو اسے خبر نہیں ہونے دینا چاہتا، تم لوگ کیا شے ہو؟" حمنٰی نے لمحوں میں صورت حال کا خطرناک سا تجزیہ کر کے رکھ دیا تھا۔

"میرے خدا!" صبا دنگ سی بیٹھی سن رہی تھی۔

"کتنی بکواس کرتی ہو تم حمنٰی! سعید بھائی ایسے نہیں ہیں۔"

"وہ ویسے بھی نہیں ہیں جیسا تم نے سوچ رکھا ہے۔" حمنٰی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ پھر اٹل انداز میں بولی۔ "تم دیکھنا۔ میں اس کے لاکر میں سے وہ تصویر نکال کے ہی رہوں گی۔ پھر دیکھنا سب کے سامنے سعید حسن کیسے بے نقاب ہوتا ہے۔"

"اب کی بار تو وہ تمہارا گلا ہی دبا دیں گے۔" صبا نے اُسے ڈرانے کی کوشش کی مگر وہ اپنی ناک سے اڑتی مکھیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے شاعرانہ انداز میں بولی۔

"باطل سے ڈرنے والے اے آسماں ہم نہیں
سو بار لے چکا ہے تو امتحاں ہمارا"

"اب بس کرو اور ان خرافات پر کریم لگاؤ۔ لگ رہا ہے زہر سر چڑھ کے بول رہا ہے۔" صبا نے چڑ کر کہا تھا۔ مگر وہ واقعی سعید کی پول کھولنے سے متعلق پلان کر رہی تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے والی شرمندگی اور خوف اڑن چھو ہو گیا تھا۔ اس کا ارادہ ایک مرتبہ پھر سے سعید کے لاکر کو کھولنے کا تھا۔

●●●●●

یونیورسٹی سے باہر آتے ہی اس کی نگاہوں نے گزشتہ دن کی طرح کسی دل پسند چہرے کی تلاش میں ادھر ادھر بھٹکنا شروع کر دیا۔

وہ پورے ایک ہفتے کے بعد یونیورسٹی آئی تھی مگر کل بھی وہ کہیں دکھائی نہیں دیا تھا اور آج بھی اس کی نگاہیں مایوس ہو کر پلٹنے لگی تھیں کہ درخت سے ٹیک لگائے بہت تحمل سے کھڑے عمر کاظمی نے اس کی تمام توجہ سمیٹ لی۔ وہ بے اختیار اس کی طرف بڑھی تھی۔

"کس قدر بدتمیز ہو تم عمر!"

"میں تو اتنے دنوں کے بعد کسی بہت اچھی ملاقات کا سوچ کر آیا تھا اور تم نے آتے ہی اسرائیلی حملہ شروع کر دیا۔" دھوپ کی شدت سے سرخ ہوتی رنگت کے ساتھ وہ مسکراتا ہوا اچھا لگ رہا تھا۔ حمنٰی نے اسے غور کر دیکھا۔

"کل کہاں تھے تم؟ ——— تمہیں پتہ تھا کہ کل میں یونیورسٹی آ رہی ہوں۔"

"سوری یار!" وہ سر کھجا کر بولا۔ پھر اسے دیکھتے ہوئے ہنس دیا۔ "خود بھی تو ایک ہفتے کی چھٹیاں گزار کے آ رہی ہو۔ میں تو صرف ایک ہی دن نہیں آیا۔" وہ ایک طرف کو چل پڑا تو وہ بھی درختوں کی ٹھنڈی گھنی چھاؤں میں اس کی ہم قدم ہو گئی۔ عمر کاظمی کے ساتھ یوں بے وجہ چلنا بھی اس کی ساری تھکن لمحوں میں مٹا دیتا تھا۔

"فنکشن کیسا رہا؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

حمنٰی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ "بہت زبردست ——— بہت مزہ آیا۔"

"میں نہیں تھا، پھر بھی؟" وہ امتحان لینے والے انداز پر اتر آیا تو حمنٰی نے تنک کر کہا۔

"ہاں تم نہیں تھے پھر بھی۔"

"چہ ——— یہ دھچکا ہے تمہارے عمر کاظمی!" سر جھٹک کر وہ مصالحانہ انداز میں بولا تو حمنٰی کو ہنسی آ گئی۔

"تم بتاؤ، اتنے دنوں میں میرے بغیر تمہیں کتنا مزہ آیا ہے؟" اس کے پوچھنے پر وہ چپ سا ہو گیا۔ پھر مدھم سے انداز میں بولا۔

"مجھے تو خود زندگی مزہ چکھانے پر تلی ہوئی ہے حمنٰی! میں کیا زندگی کا مزہ چکھوں گا؟"

حمنٰی نے تحیر سے اس کی طرف دیکھا پھر خفگی سے بولی۔

"شٹ اپ عمر! یوں بزدلوں کی طرح بات مت کرو۔"

"تو اور کیا تلوار لے کر زندگی سے جنگ کرنے نکل پڑوں؟" وہ چڑ گیا تھا۔ حمنٰی خاموش ہو گئی۔

گزرے دو سالوں سے وہ بہت بدلتا جا رہا تھا۔ اس کی ساری شگفتگی اور شوخی کہیں کھوتی جا رہی تھی۔ بلند و بانگ دعوے دم توڑ رہے تھے اور شکستگی و تھکن اس کے وجود کا گھیراؤ کر رہی تھی۔

"تمہارے انٹرویو کا کیا بنا؟" حمنٰی نے پوچھا تو وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے ٹھوکر سے پتھر لڑھکاتے ہوئے بے دلی سے بولا۔

"وہی جو پہلے بتا رہا ہے۔"

وہ خاموش ہو گئی۔ تب وہ قدرے شگفتہ لہجے میں بولا۔

"دعا کرو تقی! مجھے اچھی سی جاب مل جائے۔ تاکہ میں اپنی دونوں بہنوں کی شادیاں کر کے قرض ادا کر سکوں۔"

"دو؟ ــــ اور تیسری بہن؟" وہ حیران ہوئی تھی۔ کیونکہ عمر کی تین بہنیں تھیں۔ ایک اس سے بڑی اور دو اس سے چھوٹی تھیں۔

"تیسری کی شادی ہم دونوں مل کے کریں گے۔" وہ اطمینان سے کہہ کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کی بات کا مفہوم سمجھ کر اس کی رنگت میں مزید سرخیاں گھلنے لگی تھیں۔

"میں تو بہت دعا کرتی ہوں تمہارے لئے عمر! کہ جلدی سے تمہیں اچھی سی جاب مل جائے۔" اس کی توجہ اپنی طرف سے ہٹانے کی خاطر وہ بولی تھی۔

"اوہو ــــ یعنی جلدی سے میں اپنے فرائض سے نمٹوں اور تم میرا سر کھانے میرے گھر آ جاؤ۔" وہ ابھی بھی شوخی کے موڈ میں تھا۔

"اچھا بدتمیزی مت کرو۔ پتہ ہے نا روڈ پر لڑکیوں سے چھیڑ خانی کرنے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے؟" وہ فوراً ترکھائی سے بولی ساتھ ہی دھکا بھی دیا تو وہ ہنس دیا۔ پھر گرمی کی شدت سے سرخ پڑتی اس کی رنگت دیکھ کر دل کو تاسف نے گھیرا تو وہ رک گیا۔

"تم پوائنٹ پکڑو اور گھر چلی جاؤ۔ بہت گرمی ہو رہی ہے۔"

"کوئی گرمی نہیں ہے۔" تقی نے بدستور چلتے ہوئے طمانیت سے کہا۔ پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ "تمہارے ساتھ ان درختوں کی چھاؤں میں چلنا بہت اچھا لگتا ہے۔"

"میرے راستوں میں تو کڑی دھوپ کا سفر ہے تقی! یہ چھاؤں تو فقط وہاں تک ہے۔" اس نے دل گرفتگی سے مسکراتے ہوئے درختوں کی قریب ختم ہوتی قطار کی طرف اشارہ کیا جہاں سے آگے ہر سو کوئی سلگتی جھلسا دینے والی دھوپ نے ڈھانپ رکھا تھا۔

"عمر! کبھی تو خوش ہونے اور خوش کرنے والی بات کر لیا کرو ــــ دو منٹ میں بندے کو زندگی پر تلخ دیتے ہو۔" وہ برا مان گئی تھی۔

"بندے کو اپنی اوقات ہی میں رہنا چاہئے۔ عرش پر خدا ہی کی ذات اچھی لگتی ہے۔" وہ عجیب سے انداز میں کہتا اسے چڑا گیا۔

"عرش پر کون جا رہا ہے۔ مگر ہوا میں تو اڑ سکتے ہیں نا۔" اس کی بچگانہ سی خواہش پر عمر نے بمشکل اپنے قہقہے کو ہنسی میں ڈھالا تھا۔ پھر اسے چھیڑنے والے انداز میں بولا۔

"تمہیں تو میری صاف گوئی اور پریکٹیکل ہونا اچھا لگتا ہے۔"

"کبھی کبھار افسانوی باتوں سے بھی دل کو بہلا لینا چاہئے عمر کاظمی! زندگی سہل لگنے لگتی ہے۔" وہ جل کر بولی تھی۔

"یعنی زندگی سہل ہوتی نہیں بلکہ لگنے لگتی ہے۔ یعنی محض دھوکا، جاگتی آنکھوں کا سپنا۔ افسانوی باتیں کرنے کا مطلب ہے خیالی دنیا میں رہنا، حقیقت سے نظریں چرانا ــــ یہ عادت بہت تکلیف پہنچانے والی ہوتی ہے تقی! کیونکہ پھر حقیقت کا سامنا کرنے کی عادت نہیں رہتی ــــ اور اگر کبھی سچائی کا سامنا کرنا پڑ جائے تو بہت شاک پہنچتا ہے۔ اسی لئے وہی بیسٹ ہے کہ آپ شروع ہی سے بہت پریکٹیکل ہو کر فیصلہ کریں۔" اس نے حقیقت پسندی پر پورا لیکچر ہی دے ڈالا تھا۔

تقی نے فائل سر پر رکھ کر دھوپ سے بچنے کی سعی کرتے ہوئے اسے خشمگیں نظروں سے دیکھا اور دانت پیس کر بولی۔

"میں بھی تمہاری طرح بیسٹ فلاسفر رہی ہوتی تو ابھی تمہارے ان سب پوائنٹس کی ایسی کی تیسی کر دیتی۔"

اس کے انداز و الفاظ سے حظ اٹھاتے ہوئے وہ ہنس رہا تھا۔ مجبوراً تقی کو بھی مسکرانا پڑا۔

"چلو، تمہارا غصہ ٹھنڈا کرتا ہوں۔" وہ ایک دم سے بولا تھا۔ تقی نے بھنویں اچکا کر اسے دیکھا۔

"آئس کریم کھلاتا ہوں یار!" اس نے ان دو سالوں میں پہلی بار کہیں باہر کچھ کھانے پینے کی آفر کی تھی۔ اس سے پہلے وہ لوگ کیفے ٹیریا ہی میں کھانے پینے کا بندوبست رکھتے تھے۔

"آئس کریم ــــ؟" حسب عادت اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ آئس کریم میں تو اس کی جان اٹکی رہتی تھی۔ مگر چونکہ پہلے کبھی عمر کے ساتھ کسی پبلک پلیس پر جانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا اس لئے وہ متامل تھی۔

"بالکل ــــ اور اس بار تمہارا پسندیدہ فلیور۔" عمر نے جیسے اسے لبھایا تھا۔

"عمر! اچھا نہیں لگے گا یوں کھلے عام۔" وہ قدرے خوف زدہ بھی تھی۔

یونیورسٹی میں عمر اس سے سینئر تھا۔ یونی فنکشنز اور دوستوں کے درمیان اس سے ملاقات ہوئی۔ ملاقات دوستی سے بڑھ کر جذباتی پسندیدگی تک کیسے پہنچی اس کا احساس تقی کو ہوا تھا اور نہ ہی عمر کو۔ لیکن پھر بھی وہ دونوں جانتے تھے کہ وہ ایک دوسرے کے لئے بہت اہم ہیں۔ یونیورسٹی سے فارغ ہونے کے بعد بھی وہ اس سے ملنے آتا رہتا تھا مگر یوں اس کی آفر قبول کرنے میں اسے ہچکچاہٹ محسوس ہو رہی تھی۔

"او کے ــــ دل نہیں مان رہا تو رفع کرو۔" وہ بشاشت بھرے انداز میں بولا۔ تب وہ غیر ارادی طور پر مان گئی۔

"چلو ٹھیک ہے ــــ مگر صرف پندرہ منٹ رکوں گی میں۔"

تب وہ اسے لئے قریبی ریسٹورنٹ میں چلا آیا تھا۔ وہ اس قدر کانشس تھی کہ ادھر ادھر نگاہ دوڑائے بغیر عمر کے ساتھ سیدھی فیملی تک چلی آئی تھی۔

"بہت مشکل کام ہے یہ۔" کرسی پر گرتے ہوئے وہ یوں گہری سانس لے کر بولی جیسے میلوں چل کے آئی ہو۔

"یونیورسٹی میں پڑھ کے بھی گنوایا ہی ہے تم نے۔" وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا تو وہ ویٹا قریب آتے دیکھ کر اسے محض گھور کر رہ گئی۔

ایپل اور منٹی کی پسندیدہ آئس کریم کا آرڈر دے کر وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تو وہ جو اسے عرصے سے اندر ہی اندر کڑھتی رہی تھی، جتانے والے انداز میں بولی۔

"چاہے میں نے یونیورسٹی میں پڑھ کے کچھ پایا ہو یا گنوایا ہو مگر تمہارے ساتھ میں پہلی اور آخری مرتبہ یہاں آئی ہوں۔"

"اچھا بابا! اچھا۔" وہ ہار نے والے انداز میں بولا۔ پھر شرارت سے اضافہ کیا۔

"اچھا تو آخری بار سہی۔ شادی کے بعد تو آؤ گی نا؟"

اس کی بات پر وہ جھینپ سی گئی تھی۔

"ابھی تک ہو یوں شرمائی ہوئی۔" وہ اسے دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

"عمر! اب اگر تم نے کوئی بکواس کی تو پبلک کا خیال کیے بغیر میں یہ فائل تمہارے سر پر دے ماروں گی۔" اس کے ارشاد نے لمحوں میں ہتھیلیاں بھینچ دی تھیں۔ وہ اس پر سے نگاہ ہٹاتے ہوئے بے ساختہ ہنس دیا تھا۔ ویٹر نے خوب صورت بلوریں پیالوں میں آئس کریم لا کر ان کے درمیان رکھ دی تھی۔ تب منٹی کو خیال آیا تھا۔

"یہ آئس کریم میری طرف سے ہو گی۔" اس نے رعب سے کہا تو چمچ سے آئس کریم مکس کرتے ہوئے وہ بھنویں اچکا کر استفہامیہ انداز میں اسے دیکھنے لگا۔

"وہ کس خوشی میں؟ —— جہاں تک میرا خیال ہے میں نے ابھی تک تمہیں پرپوز نہیں کیا۔"

"عمر ——!" دانت پیستے ہوئے وہ مدھم آواز میں غرائی تو وہ ہنسنے لگا۔

"پھر کیوں حاتم طائی کی رشتے دار بن رہی ہو؟" لاپروائی سے پوچھا تو وہ بولی۔

"کیونکہ میرے بھائی کی منگنی ہوئی ہے۔"

"تمہارے بھائی کی منگنی ہوئی ہے نا —— جس روز تمہاری ہو گی تب ٹریٹ دے دینا۔" وہ ہنوز رسانیت بھری شرارت سے کہہ رہا تھا۔

وہ زچ ہو کر آئس کریم کھانے لگی۔ ایک یہ خیال بھی ستا رہا تھا کہ ناحق اس کی دعوت قبول کر لی۔ پتہ نہیں اس کے پاس پیسے تھے بھی کہ نہیں۔ اور اگر تھے بھی تو ایک بالکل غیر ضروری کام پر خرچ ہو رہے تھے۔ یہی پیسے اس کے گھر کی کسی ضرورت کو پورا کر سکتے تھے۔

اس کا دل بوجھل ہونے لگا۔ دفعتاً اسے احساس ہونے لگا کہ ان دنوں وہ ٹیوشنز پڑھا رہا تھا۔ اور اتنی محنت سے کمائے روپوں کو یوں کسی شغل میں گنوانا تو سراسر گناہ تھا۔

"ناراض ہو گئی ہو کیا؟" اس کی خاموشی اور آئس کریم کے پیالے میں یونہی چمچ گھماتا عمر کو شاکی کیا تھا۔

"نہیں۔" وہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔ پھر قدرے شگفتگی سے مسکرا کر بولی۔ "اچھا عمر!

میری ٹریٹ تمہیں قبول نہیں تو پھر یوں کرتے ہیں کہ میری آئس کریم کی پے منٹ تم کرو اور تمہاری آئس کریم کی پے منٹ میرا ذمہ۔"

اس کی بات سن کر چند ثانیوں تک وہ اس کو دیکھتا رہا تو وہ پزل ہونے لگی۔ چمچ پیالے میں رکھ کر دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پھنساتے ہوئے وہ رسان بھرے لہجے میں بولا۔

"تم کیوں اتنی پریشان ہو رہی ہو؟ اتنے پیسے تو ہیں میرے پاس کہ تمہیں آئس کریم کھلا سکوں۔" اتنی آسانی سے بات کی تہہ میں پہنچ جائے گا یہ منٹی کے گمان میں بھی نہیں تھا۔ وہ گڑبڑا گئی۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔"

مگر وہ اس کے معذرتی انداز سے قطع نظر یونہی لب بھینچے بیٹھا تھا۔

"اگر تمہیں برا لگا ہے تو سوری۔" وہ سراسیمہ ہونے لگی۔ اس کی خودداری کو ٹھیس پہنچانے کا تو کوئی ارادہ نہیں تھا۔ وہ ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے مسکرا دیا۔

"برا تو نہیں لگا۔ ہاں، اتنا احساس ضرور ہوا ہے کہ تم مستقبل میں ایک کفایت شعار بیوی ثابت ہو گی۔" اس نے دفعتاً بات کا رخ بدلا تو وہ جو اس کی طرف ہی دیکھ رہی تھی، سٹپٹا گئی۔

"جی چاہ رہا ہے کہ یہ آئس کریم تمہارے سر پر دے ماروں۔ بہت فضول بولتے ہو تم۔"

"کیا کروں یار! اتنے دنوں کے بعد ملی ہو تو بہت اچھا لگ رہا ہے —— یوں لگ رہا ہے جیسے بہت فریش ایئر میں سانس لے رہا ہوں۔" وہ عجیب سے انداز میں بولا تو وہ قدرے توقف کے بعد گویا ہوئی۔

"کوئی بھی وقت ہمیشہ کے لیے نہیں ہوتا عمر! آج دکھ ہے تو کل سکھ بھی آئے گا۔" اس کے تسلی بھرے پر وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔ پھر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"اور میرا سب سے بڑا سکھ یہ ہو گا کہ میرے ساتھ تم ہو گی۔ میری ہم قدم، میری غمگسار۔"

"تب تم کہاں ہو گے عمر! صرف خوشیاں ہی خوشیاں ہوں گی۔" اس نے بچوں کی سی معصومیت سے کہا تو وہ جو بہت پر یکٹیکل اپروچ رکھتا تھا اس بار اسے ٹوک بھی نہیں پایا۔ بلکہ رشک سے اسے دیکھ کر رہ گیا۔

کس قدر آسان زندگی گزار رہی ہو تم منٹی میرا! تمہیں کیا خبر؟ اور پتہ نہیں تمہیں اپنے ساتھ اس خون بھری رہگزر میں گھسیٹ کر میں تمہارے ساتھ انصاف بھی کر رہا ہوں کہ نہیں؟" اس کی سوچ تمام ہونے نہ پائی تھی۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" منٹی نے اسے ٹوکا تو وہ گہری سانس لیتا حال میں لوٹ آیا۔

"سوچ رہا ہوں کہ کہیں میں تمہیں بھی تو اپنے ساتھ خارزار میں تو نہیں گھسیٹ رہا۔" وہ بہت تاسف سے بولا تو منٹی نے اسے فوراً ٹوک دیا۔

"یہ میری قسمت ہو گی عمر! تم اس بارے میں مت سوچو۔ جتنا خدا نے میرے نصیب میں لکھ دیا وہ چاہے مجھے کسی جھونپڑی میں ملے یا محل میں۔ آئی ڈونٹ کیئر۔"

"قسمت پر اعتبار ہے تمہارا؟" عمر نے پوچھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا پھر بولی۔

"بالکل ہے۔ خدا نے جو کچھ قسمت میں لکھ دیا ہے اس سے ایک ذرہ بھی زیادہ نہیں حاصل ہو سکتا۔ ہاں، یہ البتہ ٹھیک ہے کہ جو قسمت میں لکھا ہے وہ حاصل کرنے کے لئے تھوڑی جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔"

"اور اگر ہم وہ چاہتے ہوں جو قسمت میں نہیں لکھا تو؟" وہ عام سے انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"جو قسمت میں نہیں لکھا وہ کیسے مل سکتا ہے؟" اس نے لاپروائی سے کہا تھا۔ پھر کچھ سوچ کر بولی۔ "ہاں، اسے حاصل کرنے کی کوشش ضرور کرنی چاہئے۔ کیونکہ کوشش کر کے ناکام ہو جانا، بے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے۔ کم از کم دل میں کوئی خلش تو باقی نہیں رہتی تاکہ شاید کوشش کرنے سے یہ چیز حاصل ہو جاتی۔"

"اور اگر کوشش کے باوجود وہ چیز نہ ملے تو؟" اس کے نقوش پر نرم سی نگاہ دوڑا کر پوچھا تو نیپکن سے ہونٹ صاف کرنے کے بعد اسے مسل کر پیالے میں پھینکتے ہوئے وہ لاپروائی سے بولی۔

"پھر یہ کہ دکھ تو ہوتا ہی ہے۔ مگر آہستہ آہستہ آدمی کا ہر زخم مندمل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہر جیسی کوئی شے ہو یا نہ ہو مگر اس کا متبادل ضرور ہوتا ہے۔"

اس کی بات سن کر عمر نے ہلکی سی سانس بھری تھی۔ پھر ہلکا سا مسکرا کر بولا۔

"یعنی میرا بھی کوئی نہ کوئی متبادل ضرور ہو گا تمہارے لئے۔" اس کی بات سمجھنے میں سمجھی کو ایک ہی لگا تھا۔ وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔ اتنی بڑی بات اتنی آسانی سے کہہ دینے کے بعد وہ آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔

"آئی ہیٹ یو عمر! بہت برے ہو تم۔" وہ رفتہ رفتہ ہی ڈھے گئی تھی۔ نچلا لب دانتوں تلے دبا کر مشکل آنسوؤں کو روکا تو وہ بھی گھبرا گیا۔

"ارے حمنی! ــــــ یار! مذاق کر رہا تھا میں۔"

"یہ مذاق کرنے والی بات ہے کیا ــــــ؟" وہ بھیگی آواز میں چلائی تو وہ پریشان سا ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

"کیا کر رہی ہو یار! ــــــ پبلک پلیس پر پھینٹی لگواؤ گی میری؟"

"تمہارے ساتھ اس سے بھی برا ہونا چاہئے۔" اس کی آنکھیں نم ہونے لگی تھیں۔

"میں نے کبھی تمہارے علاوہ کسی کو نہیں سوچا۔ اور تم کتنی آسانی سے کہہ گئے ہو کہ میرے لئے تمہارا کوئی متبادل ہو سکتا ہے۔"

"بہت الو ہوں میں۔ یار! معاف کر دو۔ بس یونہی ایک فضول سی بات منہ سے نکل گئی۔" بات کر کے پچھتا رہا تھا۔

"تم بہت برے ہو عمر کے بچے!" وہ خفگی سے بھرے انداز میں بولی تو وہ مسکرا دیا۔ پھر قدرے توقف کے بعد بولا۔

"ناراض مت ہوا کرو
یہ چاندنی کھلی کھلی چمک تمہارے رنگ کی
یہ سردیوں کی دھوپ سی تپش تمہارے روپ کی
لبوں پہ ہے یا حیات کا رنگ
نہیں تو کچھ بھی اچھا نہیں
یوں ہی مسکراتی سجا خوش رہا کرو
ناراض مت ہوا کرو۔"

وہ اپنے مسحور کر دینے والے لہجے میں دلکشی کے سارے رنگ سموئے ہوئے تھا۔

"بہت بدتمیز ہو تم۔ ایک تو فضول گفتگو کرتے ہو اوپر سے خفا بھی نہیں ہونے دیتے۔" اس کا انداز بہت اثر پذیر تھے۔ تبھی تو وہ پل بھر میں اپنی خفگی بھول گئی تھی۔

"تھینک گاڈ! میں تو سمجھ رہا تھا کہ ایک اور آئس کریم کا خرچہ پکا ہے۔" عمر نے گہری سانس کھینچتے دلچسپی سے اسے دیکھا تھا۔

"آئندہ کبھی ایسی فضول بات کی تو میں بہت سنجیدگی سے ناراض ہو جاؤں گی۔"

"پھر تو کان پکڑ کے سوری کر لوں؟" وہ مسکرا رہا تھا۔

"ایسی حرکتیں کیا ہی مت کرو جن کی تلافی میں کان پکڑنے پڑیں۔" تنبیہی لہجے میں کہتے ہوئے اس نے کلائی الٹ کر ٹائم دیکھا پھر اسے اٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ ویٹر کو بلانے لگا۔

وہ بیگ شانے پر ڈالنے کے بعد فائل سنبھالتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ دوپٹے کو ٹھیک کرتے ہوئے اس نے یونہی ریسٹورنٹ میں بیٹھے لوگوں پر سرسری سی نگاہ ڈالی تو دائیں طرف اپنے سے تیسری میز پر پڑتے ہی اس کی دھڑکن رک سی گئی۔

"اب چل بھی پڑو حمنی! کیوں فریز ہو گئی ہو؟" عمر کی آواز اسے یکبارگی حواس میں لے آئی تھی۔

"ہاں ــــــ" اپنے ہاتھوں پیروں میں سنسناہٹ محسوس کرتے ہوئے اس نے عمر کی طرف دیکھا تھا۔

"چلو۔" وہ اپنی نشست چھوڑے کھڑا تھا۔ وہ من من ہوتے قدم بمشکل اٹھاتی اس کے ساتھ دروازے کی طرف بڑھی تو اسے اپنی پشت پر سعید حسن کی نگاہوں کی تپش بہت اچھی طرح محسوس ہو رہی تھی۔

تم ملے تو کیا خود سے کلام
ورنہ ہم چپ تھے بہت
اپنے ہی آپ سے بھی چپ تھے بہت
بات معمولی نہیں ہوتی اگر سوچیں تو
بات قرآن ہوا کرتی ہے
بات فرمان ہوا کرتی ہے
بات میں ذات ہوا کرتی ہے شامل ورنہ
گفتگو میں کوئی تفریق ہی باقی نہ رہے
خود سے اِک عمر خاموشی میں کٹی
جانے کس خوف سے، کس خدشے نے جکڑی تھی زباں
جانے زنجیر تھی کیا لفظوں میں
اور تم آئے تو کیوں ٹوٹ گئی
خودکلامی کا یہ انداز بھی کیا خوب کہ ہم
تم سے بولے ہی چلے جاتے ہیں
بات رکتی ہی نہیں
ایک سے ایک بڑی روح کے ہونٹوں میں گرہ
کھولے ہی چلے جاتے ہیں
رنگ گھولے ہی چلے جاتے ہیں

وہ اپنے بستر پہ چت لیٹا چھت پہ نظریں جمائے ہوئے تھا۔ تصور میں شاید کوئی بہت ہی دل پذیر منظر تھا یا پھر کوئی دلربا چہرہ۔ تبھی ہونٹوں پہ مستقل مسکراہٹ کا ڈیرہ تھا۔

”تو نوفل احمد! اس طرح اسیرِ محبت ہونا تھا تمہیں ——— نہ کوئی افسانوی ملاقات، نہ خوبصورت گفتگو۔“

اسے پھر سے صبا میر سے ملاقات کا منظر یاد آنے لگا۔ تبھی ذہن کو جھٹکا سا لگا تو بے اختیار اٹھ بیٹھا۔

سی حرکت والا تو۔۔۔ یہ محبت کہاں سے بیچ میں آ گئی؟“

اپنی سوچ کو لگام ڈالتے ہوئے وہ تحیر میں مبتلا ہونے لگا۔

مگر اس قدر دل پھینک بھی وہ کبھی نہیں رہا تھا کہ پہلی ہی، وہ بھی سخت اَن رومینٹک ملاقات میں سی لڑکی کو یوں اپنے خیالات کا محور بنا لیتا۔ ہاں، یہ سچ ضرور تھا کہ صبا میر کی سادگی اور بے نیازی نے اسے کافی متاثر کیا تھا۔

صورت اس کی آنکھیں ——— یقیناً اس کی آنکھیں زیادہ خوبصورت ہیں یا پھر اس کے بال۔“

اس کی سوچ پھر سے بھٹکنے لگی تھی۔

پچھلے ایک ہفتے میں کوئی دن ایسا نہیں گزرا تھا جب وہ اس کشمکش میں مبتلا نہ ہوا ہو۔ امریکہ جیسے ملک میں کئی سال گزارنے کے بعد بھی اس نے خود کو لڑکیوں سے بے نیازی برتنے کی ادا بہت ہی طرح سے سکھا رکھی تھی۔ مگر صبا کے لئے دل کا یوں مضطرب و بے قرار ہونا خود نوفل کے لئے بھی قابلِ یقین امر تھا۔ مگر کسی وقت یوں بھی ہوتا کہ اسے اپنی یہ مغلوب سی کیفیت لطف دینے لگی تھی۔

”بہت ناقابلِ تسخیر سمجھتے تھے خود کو نوفل احمد! تم تو اس کی ایک نظر نہیں سہار سکے۔“ وہ بے ساختہ مسکرا اٹھا تھا۔

”کچھ بھی ہو نوفل احمد! تم اس حقیقت کو تسلیم کر یا نہ کرو، مگر لڑکی ہے زبردست۔ سادہ اور معصوم۔ اسے پاک نگاہوں والی اداؤں سے میرا۔“ اس کے دل نے قطعی فیصلہ صادر کیا تو وہ گہری سانس لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔ سائیڈ بورڈ پہ سے کی چین اور موبائل اٹھایا، ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں جھانک کر بالوں کو ہاتھوں ہی سے ذرا سا سنوارا اور باہر نکل آیا۔

دل و ذہن کسی خوشگوار سے احساس میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اس لئے موڈ بھی بہت اچھا تھا۔ گیٹ تک آتے ہوئے وہ ثریا کا نمبر ملا چکا تھا۔

”ہیلو ڈیئر سسٹر!“ کال ریسیو کرتے ہی ثریا کی کھلکھلاتی آواز گونجی تو وہ ہنس دیا۔

”کیسی ہو ———؟“

”بالکل ٹھیک۔“

”کہاں ہو ابھی؟“ نوفل نے پوچھا تھا۔

”واپس آ چکی ہوں۔ مگر بہت بزی ہوں۔“ وہ بے چارگی سے بولی۔

نوفل نے ایک نظر کلائی پہ بندھی گھڑی پہ ڈالی۔

”لنچ تک تو فارغ ہو سکتی ہو؟“

”بہت مشکل ہے۔“ وہ بولی۔ پھر اضافہ کیا۔ ”لیکن اگر تم جیسا بندہ لنچ کی آفر قبول کرے تو ہو سکتا ہے کہ میں اپنی مصروفیات ترک کر دوں۔“ اس کی شرارت سمجھتے ہوئے نوفل نے فوراً کہا۔

”ٹھیک ہے ——— تو پھر میکڈونلڈز ———“

”ارے ——— میں سیریسلی بہت بزی ہوں۔ تم میری طرف آ جاؤ نا، میرا ویٹنگ کارڈ تو

تمہارے پاس۔"

"ہاں وہ ہے میرے پاس۔ تم یہ بتاؤ کہ میں کتنے بجے آؤں؟"

"نوفل! سب ٹھیک تو ہے نا؟ ــــ بہت موڈ میں ہو۔ کہیں مجھے پرپوز تو نہیں کرنے والے؟" اریبہ کی مسکراتی ہوئی آواز پر نوفل نے ہلکا سا مخطوظ کن قہقہہ لگایا تھا۔

"ہو سکتا ہے تمہیں پرپوز کرنے ہی کا ارادہ ہو۔"

"تو پھر سرخ گلاب ضرور لے کر آنا۔ بہت رومینٹک لگے گا۔ میں ابھی سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔" وہ اسی انداز میں بولی تو نوفل نے مسکراتے ہوئے "خدا حافظ" کہہ کر موبائل بند کر دیا۔

اس کے پیچھے کھڑی اریبہ ششدر تھی۔ یہ کیا ہونے جا رہا تھا۔ نوفل احمد ایک بار پھر ہاتھوں سے نکلنے والا تھا۔ خود کو تیزی سے سنبھالتی وہ اس کے سامنے والے صوفے پر آ بیٹھی۔

"کہاں کی تیاری ہے؟"

"تیاری؟" نوفل نے ایک نظر اپنے حلیے پر ڈالی۔ بلیو جینز اور بلیک ٹی شرٹ میں وہ ملبوس تھا۔ حالانکہ وہ عام طور سے زیادہ ورف حلیے میں تھا۔

"یہ تمہیں تیاری لگ رہی ہے؟" اس نے حیران ہو کر پوچھا تو وہ بڑے انداز سے بولی۔

"تم تو عام سے حلیے میں بھی بہت خاص لگتے ہو۔ تم بہت خاص ہو نوفل! کیونکہ تم "تم" ہو۔"

"یہ تو تمہارا حسن نظر ہے۔ ویسے تم ابھی سو کر تو نہیں اٹھیں؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"نہیں تو۔ کیوں؟" وہ اسے دیکھنے لگی۔

"ایسی باتیں عموماً نیند کی حالت میں منہ سے نکلتی ہیں نا، اس لئے پوچھ رہا ہوں۔" وہ مسکرایا۔ اریبہ نے اسے خفیف سا گھور کر دیکھا پھر رعب سے بولی۔

"تم یہ بتاؤ کہ جا کدھر رہے ہو؟"

"تمہیں کیا الہام ہوا ہے؟ میں تو آرام سے بیٹھا ہوا ہوں۔" نوفل نے کہا تو وہ آرام سے بولی۔

"ابھی تم فون پر بات کر رہے تھے کسی سے کہ میں ابھی آ رہا ہوں۔"

"بڑی جاسوس ہو تم۔ بس ڈالے کی طرف جا رہا تھا میں۔" وہ ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے بولا۔ اریبہ کی دھڑکن تھمنے لگی۔

"خیریت تو ہے نا؟ ــــ تم ڈالے سے کچھ زیادہ ہی ملنے نہیں لگ گئے؟" اس نے شکی ہوئے لہجے میں پوچھا تو اس کے انداز کو سمجھے بغیر وہ مسکرا کر بولا۔

"ابھی وہ بھی یہی پوچھ رہی تھی کہ کہیں میں اسے پرپوز تو نہیں کرنے والا۔"

اریبہ کے سر پہ جیسے کسی نے دھماکا کر دیا تھا۔

"تو کیا تم واقعی ــــ؟"

"کیوں؟ ــــ اچھی نہیں ہے کیا؟" نوفل نے مسکراتے ہوئے پوچھا تھا۔

"لیکن نوفل! تم ــــ"

اریبہ کو اپنے قدموں تلے سے زمین نکلتی دکھائی دینے لگی۔ مگر اسی وقت وہ مذاق ختم کرتے ہوئے ہنس کر بولا۔

"وہ واقعی بہت خوب صورت ہے۔ مگر میرا دل اس کو دیکھ کر اس انداز میں نہیں دھڑکتا جیسے کہ میں چاہتا ہوں۔" اس کی سانسیں آسان ہونے لگیں۔

"اور ویسے بھی وہ کسی سے کمٹڈ ہے۔ ڈونٹ وری اباؤٹ اِٹ۔" وہ مسکرا رہا تھا۔

"خیر ــــ لڑکی تو اچھی ہے۔ بلکہ کافی سے زیادہ حسین ہے۔ تمہارے ساتھ اچھی لگتی۔" وہ خود کو سنبھال چکی تھی۔ بے نیازی سے بولی۔

"حسین تو لگتی ہے مگر دل کو نہیں لگتی یار!" وہ بے تکلفی سے بولا تھا۔

اریبہ کا دل تھم تھم کر دھڑکنے لگا۔ کبھی صالحہ بیگم نے نوفل کے لئے باتوں باتوں میں اس کے رشتے کا بھی تو اظہار کیا تھا۔ وہ تو اریبہ ہی کو جلیل نے اپنی چکنی چپڑی باتوں میں ایسا پھنسایا کہ وہ اس سے شادی پر اڑ گئی۔ سب سے زیادہ حمایت نوفل ہی نے کی تھی۔ اس نے صاف طور پر کہہ دیا کہ زندگی اریبہ کو گزارنی ہے۔ سو اس کے فیصلے کو سب سے زیادہ اہمیت دی گئی۔ اس طرح وہ اپنی خواہش کے ہنڈولے میں بیٹھ کر جلیل الرحمٰن کے آنگن میں اتری۔ مگر گلی کوچوں اور سڑکوں پر شروع ہونے والی محبتیں کب عروج دیکھتی ہیں۔ سال بھر ہی میں دونوں کے سر سے عشق و عاشقی کا بھوت اتر گیا اور چاہے جلیل الرحمٰن کی سختیاں ہوں یا اریبہ کی آزادیاں، قصور تو وہاں دیکھا جاتا ہے جہاں پیچھے کوئی رشتہ رد کیا ہو۔ مگر وہ طلاق لئے راضی بہ رضا گھر آ گئی اور دنوں رو رو کر اپنی مظلومیت اور جلیل رحمٰن کے مظالم کے قصے سناتی رہی۔ اور پھر اس نے اپنے آپ کو ایک بالکل نئے سانچے میں ڈھال لیا۔ بے حد طرحدار اور پراعتماد۔ اور اب اس کا شکار نوفل احمد تھا۔

"تو پھر وہ کون ہے جو دل کو لگتی ہے؟"

"وہ ــــ" وہ کچھ سوچ کر ہلکے سے ہنسا تھا۔

"پتہ نہیں ابھی۔ ہے بھی یا نہیں۔"

"اتنے بے خبر رہو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔ ہو سکتا ہے تمہارے آس پاس ہی کہیں ہو۔ مگر تمہیں پانا نہیں رہے ہو۔" اس نے طنز کیا۔ وہ تو جانے کیا گھول کر پیئے بیٹھا تھا۔ مسکراہٹ ہونٹوں سے سمٹ ہی نہیں رہی تھی۔

"ہاں ــــ لگتا تو یہی ہے کہ میرے آس پاس ہی ہے۔ مگر میں اتنی جلدی کوئی فیصلہ نہیں کرتا۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے مسکرایا تو وہ کھل اٹھی۔

"کہیں موقع گنوا نہ دینا نوفل احمد!" بڑے ناز سے کہا تو نوفل نے اٹھتے ہوئے موبائل ہلکا سا اس کے سر سے ٹکرایا۔

"ڈونٹ وری۔ تم دیکھنا تو سہی، جو بھی میرے دل نے پورے تفکر دھول کر نے شروع کیے ہیں

سب سے پہلے تمہیں بتاؤں گا۔"

اس کا انداز بہلانے والا مگر بہت دلچسپ تھا۔ مگر اریشہ کا تو رواں رواں مکمل اٹھا۔ اسے لگا تھا کہ اب نوفل احمد اسے نظرانداز کر ہی نہیں سکتا۔ وہ تو اب بھی کئی بار خود کو کوستے بیٹھ جاتی کہ اس نے جلیل الرحمن کو نوفل جیسے شاندار بندے پر فوقیت کیسے دے دی تھی۔ مگر پھر خیال آ جاتا کہ جانے کمی پر تو پری کیا چیز ہے؟

بہرحال اس نے خود کو پوری تیاری کے ساتھ نوفل کے پیچھے لگا دیا تھا۔

"اچھا ــــ اب مجھے تو دیر ہو رہی ہے۔ میں چلتا ہوں۔" وہ کہہ رہا تھا۔

اریشہ نے نظر بھر کر اونچے، لمبے، شاندار سے نوفل احمد کو دیکھا۔ اس عام سے حلیے میں بھی وہ دیکھنے کے قابل لگ رہا تھا۔ اس کی گہری سیاہ آنکھیں اور کھڑی مغرور سی ناک اس کی وجاہت بڑھا رہی تھیں۔

"کبھی گھر بھی بیٹھ جایا کرو نوفل!" اریشہ نے اسے ٹوکنا اپنا حق سمجھا تھا۔

"ساری عمر تمہارے ساتھ ہی تو بیٹھنا ہے۔ ابھی فی الحال ژالے سے ملنا بہت ضروری ہے۔"

کہتا ہوا چلا گیا۔ مگر اریشہ تو جیسے ہواؤں میں اڑنے لگی۔

یہ کن خوشبوؤں کا اذن دے گیا تھا وہ؟

کن خوشبوؤں کا در کھول گیا تھا کہ اسے اپنی پور پور مہکتی محسوس ہونے لگی تھی۔

●●●●●

سیاہ گلاس ڈور کو دھکیلتا وہ سیدھا ریسپشن پر پہنچا جہاں ایک ماڈرن سی لڑکی جلوہ افروز تھی۔

"مجھے مس ژالے آفریدی سے ملنا ہے۔"

"آپ کا نام؟" اس کے ہونٹوں پر کاروباری مسکراہٹ تھی۔ اس کی شاندار شخصیت دیکھ کر یقیناً اسے کوئی نیا ماڈل سمجھ رہی تھی۔

"نوفل ــــ نوفل احمد۔"

وہ مسکرا کر بولا تو اس کا نام سن کر لڑکی نے کان سے لگا ریسیور ہٹا کر کریڈل پر رکھ دیا اور رکھی پرچی اٹھا کر پڑھتے ہوئے خوش دلی سے بولی۔

"آپ کے لئے تو میڈم نے خاص ہدایت کر رکھی ہے کہ آپ کو انتظار کی زحمت بالکل نہ دی جائے۔"

"ٹھیک ہے۔ وہ کہاں ہوں گی اس وقت؟" نوفل نے پوچھا۔

"سیکنڈ فلور۔ لفٹ سے نکلتے ہی رائٹ ہینڈ سائیڈ پر بالکل سامنے میڈم کا آفس ہے۔" وہ بولی تو "شکریہ" ذہن نشین کرتے ہوئے نوفل نے اس کا شکریہ ادا کیا اور سامنے موجود لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔ جب کہ ریسپشنسٹ ایک مرتبہ پھر ریسیور اٹھا کر شاید ژالے کو اس کی آمد کی

...رہے گئی تھی۔ اس کا آفس ڈھونڈنا نوفل کو مشکل نہیں لگا تھا۔ وہ بھی اس صورت میں کہ وہ خود اپنے آفس کا دروازہ کھولے کھڑی تھی۔

"تم تو ریڈ روز لانے والے تھے۔" ژالے نے اسے گھورا تو وہ مسکرا کر بولا۔

"کیوں مجھے اس خوں زادے کے ہاتھوں مرحوم کروانے پر تلی ہوئی ہو؟ کہیں تم یہ تو نہیں سمجھ رہیں کہ میں تمہیں پرپوز کرنے کا ارادہ لے کر آیا ہوں؟"

"ہماری ایسی قسمت کہاں صاحب؟" ژالے نے ہلکی سی متاسفانہ سانس بھرتے ہوئے اسے اندر آنے کا راستہ دیا تو اس کی آنکھوں سے شرارت جھلک رہی تھی۔

"کل کی انچیج منٹ کا فنکشن کیسا رہا؟" اس نے ایک سائیڈ پر دھرے صوفے کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا تو وہ بولا۔

"اچھا رہا ــــ بلکہ میرے لئے تو شاید بہت ہی اچھا رہا۔"

"کیا مطلب؟" اس کے سامنے والے صوفے میں دھنستے ہوئے ژالے نے اسے قدرے گھور کر دیکھا تو وہ مسکراہٹ چھپاتے ہوئے اس کے آفس کی خوب صورت ڈیکوریشن دیکھنے لگا۔ بلیک وائٹ کمبی نیشن، مہذب نظر پردے اور ان سے میچنگ ریڈ کارپٹ۔

"آفس تو بہت اچھا ہے تمہارا۔"

"ایکسکیوزمی نوفل احمد! تم ایک انتہائی ضروری بات چھوڑ کر احمقانہ باتوں میں الجھ رہے ہو۔" ژالے نے کچھ اس بے چینی سے کہا کہ وہ مزید اداکاری نہیں کر سکا۔ مگر پھر بھی حیران ہو کر پوچھنے لگا۔

"کون سی ضروری بات؟"

"وہی جو اس فنکشن میں ہوئی ہے۔" ژالے نے کھوجتی نظروں سے اس کا چہرہ دیکھا تو لمحہ بھر اسے دیکھتے رہنے کے بعد وہ بڑی بے بسی سے بولا۔

"ژالے یار! یہ محبت کیا ہوتی ہے؟"

"یہ بتانے کی نہیں، سمجھنے کی چیز ہے۔" اس نے اطمینان سے کہا، پھر حیرت سے بولی۔ "مگر تم کیوں پوچھ رہے ہو؟ تمہیں تو اس لفظ سے بھی الرجی ہے۔"

"اچھا یہ بتاؤ کہ اگر کسی کو محبت ہو جائے تو اس کا پتہ کیسے چلتا ہے؟"

اس کے پوچھنے پر ژالے کو بے اختیار ہنسی آ گئی۔

"گڈ گاڈ ــــ نوفل! تم تو یوں پوچھ رہے ہو جیسے میں محبت کے سبجیکٹ میں ماسٹرز کر چکی ہوں۔"

"جب تمہیں شہروز سے محبت ہوئی تھی تب تم نے کچھ تو فیل کیا ہو گا نا۔" اس نے وضاحت چاہی تو شہروز کا تذکرہ کرنے پر ژالے کی آنکھوں میں جگر جگر کرتے ستارے اتر آئے۔ جانے کتنے حسین و دلکش لمحے تھے جو اس نے اپنی یادوں میں ذخیرہ کر رکھے تھے۔

"تمہارے نے بھی پتہ نہیں کتنے حسین چہروں کو ٹھکرایا تھا نوفل احمد! میں بھی محبت جیسے جذبے کو

خرافات سمجھتی تھی۔ مگر وہ ایک پل تھا، ایک پل —— جس میں اس آسمانی چیز نے سمجھایا کہ آپ کو کچھ سمجھنے اور محسوس کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ یہ خود بخود دلوں میں گھر کر خون میں شامل ہو کر رگ رگ میں سرایت کر جاتی ہے۔ سمجھنا، سمجھانا کچھ نہیں پڑتا، سب سمجھ میں آجاتا ہے۔"

وہ دلکش سی مسکراہٹ کے ساتھ بولتے ہوئے چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئی تو وہ بولا۔

"یونہی معلومات میں اضافے کی خاطر پوچھ رہا ہوں۔"

"اچھا —— حیرت ہے تمہارا چہرہ تو کچھ اور ہی کہانی سنا رہا ہے۔" ژالے نے سرتا پا اس کو گھورا تو وہ خجل سا ہو کر سر کھجانے لگا۔

"لگتا ہے کیوپڈ کا نشانہ بہت صحیح جگہ پر لگا ہے اس بار۔ کون ہے وہ؟" اس نے کھلتے ہوئے بڑے تجسس سے پوچھا تو وہ بے بسی سے مسکرا دیا۔

"پتہ نہیں یار! میں نے ابھی اس سے صرف ایک آدھ بار ملاقات کی ہے۔ اس ملاقات میں اور کچھ بھی نہیں ہوا۔ صرف چند عام سے جملوں کا تبادلہ۔ بے ضرری نگاہوں کا راز میں بھٹک بھٹک کر ان لمحوں کا اسیر ہو رہا ہوں۔ اس کے نقوش کو دہرانا اچھا لگنے لگا ہے۔"

اس کا انداز اس قدر مجرمانہ اور بے بس سا تھا کہ ژالے ہنسنے لگی۔

"یہی محبت ہے نوفل احمد!"

"کم آن ژالے! یہ محبت کیسے ہو سکتی ہے؟ نہ تو میں نے اس کے بارے میں سوچا ہے نہ مجھے کیسے کسی سے محبت ہو سکتی ہے بغیر دیکھے بھالے؟" وہ کسی طور اس "نتیجے" پر تیار نہیں تھا۔

اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ ژالے کی اجازت پا کر بیرا اندر آیا اور ان کی خدمت میں کولڈ ڈرنکس پیش کیے اور واپس چلا گیا۔

ژالے نے ملامتی نظروں سے اسے دیکھا اور سمجھانے والے انداز میں بولی۔

"محبت بہت زور آور جذبہ ہے نوفل احمد! یہ دست بستہ تمہارے سامنے کھڑی ہو کر تمہاری ہامی کا انتظار نہیں کرتی اور نہ ہی کسی کو دیکھ بھال یا ٹھونک بجا کر پسند کرنے کا نام محبت ہے۔ آناً فاناً بندے کی تمام حسیات مفلوج کر کے پورے وجود پر تسلط قائم کر لیتی ہے۔"

"لیکن میں تو اسے پوری طرح سے جانتا بھی نہیں۔" وہ واقعی الجھا ہوا تھا۔

"اگر ہم کسی کو پوری طرح جان لیں تو کبھی اس سے محبت نہ کر پائیں۔" وہ اپنی بات سے لطف لیتے ہوئے کھل کے مسکرائی تھی۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ شاید وہ مجھے صرف اچھی ہی لگی ہو۔" نوفل نے اپنا خیال پیش کیا جیسے اس کی بے وقوفی پر مسکرائی۔

"کیوں یقین اور بے یقینی کے بھنور میں پھنسے ہوئے ہو نوفل احمد؟ —— محبت کو اپنی قید میں لینے کی کوشش مت کرو۔ بلکہ خود کو اس کے دھارے پر بے دست و پا چھوڑ دو۔ اگر ایسا کچھ معاملہ ہوا تو یہ طوفان بلاخیز تمہیں اپنی گہرائیوں میں کھینچ لے جائے گا ورنہ......"

"ورنہ ——؟" اس کے رک جانے پر وہ بے قرار ہوا تھا۔

"ویسے بھی۔ ورنہ ساحل پر پٹخ دے گا۔" ژالے نے ہنستے ہوئے گلاس ہونٹوں سے لگا لیا تو اس نے گہری سی سانس لیتے ہوئے کہا۔

"مگر مجھے یہ اعتراف کرنا کچھ اچھا نہیں لگ رہا۔"

"صرف اس لئے کہ تم دریا کی مخالف سمت تیرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ کبھی خود کو دریا کے بہاؤ پر چھوڑ دو تو منزل پر بہت آسانی سے پہنچ جاؤ گے۔" ژالے نے بہت سنجیدگی سے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگا۔

"ویسے ژالے! جب سے اس آگ نے تمہیں چھوا ہے تم کندن بنتی گئی ہو۔ پہلے تو کبھی ایسی باتیں تمہیں نہیں آتی تھیں۔"

"غلط۔" وہ فوراً اسے ٹوک گئی۔ نوفل کو ایک بار پھر اس کی آنکھوں میں بکھرے ہوئے ستاروں جیسی روشنی جگمگاتی محسوس ہوئی تھی۔

"یہ آگ نہیں اجالا ہے نوفل! ملتی تو دونوں سے روشنی ہے۔ مگر تاثیر میں بہت فرق ہوتا ہے۔ آگ میں جلا دینے کی خاصیت ہوتی ہے۔ جب کہ اجالا آپ کی روح تک میں تراوٹ اتار دیتا ہے۔ اسی اجالے میں تو میں نے اپنی خامیوں، اپنی خوبیوں کی پہچان پائی ہے۔ آگ ہوتی تو کب کی مجھے جلا کر راکھ کر دیتی۔"

"ہو سکتا ہے کہ ایسا ہی کچھ ہو۔ مگر یار! میں الجھ سا گیا ہوں۔" نوفل نے اب کی بار بہت سچائی سے اپنا تجربہ پیش کیا تو ژالے نے اطمینان سے کہا۔

"کیونکہ یہ تمہارے اندر کی کشمکش ہے —— تم کسی کو خود پر حاوی نہیں ہونے دینا چاہتے۔ میری مانو تو اعتراف کر لو اپنی شکست کا۔ جتنا ٹالو گے اتنی ہی شدت پیدا ہو گی اس جذبے میں۔ اعتراف کر لو گے تو مدھم پڑ جائے گا اور سوچنے سمجھنے میں بھی آسانی پیدا ہو گی۔"

"واقعی یار! میں کچھ سوچنا سمجھنا چاہتا ہوں۔ یوں ایک ہی نظر میں فدا ہو جانا کچھ اچھا نہیں لگ رہا۔" نوفل نے کہا تو وہ اس کی بے بسی سے محظوظ ہوتے ہوئے مسکرائی۔

"کہیں اور نوفل احمد! کوئی ایسا بھی ہے جس نے تمہیں چاروں شانے چت کر دیا ہے۔"

وہ کچھ کہے بغیر اسے خفیف سا گھور کر اپنا گلاس خالی کرنے لگا۔ ژالے اسے دلچسپ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"اب یہ تو بتا دو کہ وہ "فاتح نوفل" ہے کون؟" اس نے بہت دلچسپی سے پوچھا تو نوفل کے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"گلی کی نکڑ پہ ہے—— صبا۔"

اس نے یوں نام لیا جیسے منہ میں شیرینی گھل گئی ہو اور یہ بے اختیاری ثناء نے بھی محسوس کی تھی۔

"ابھی اب تو دیکھنا ہی پڑے گا کہ وہ کون ہے جو اس فلرٹنگ مین کو پہلی ہی ملاقات میں بولڈ کر گئی۔"

وہ اسے چھیڑ رہی تھی مگر نوفل اسے ٹوک گیا۔

"یہ بات صرف تمہیں پتہ ہے ثناء! ابھی میں نے کسی سے کچھ نہیں کہا۔ یار! میں اپنی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ صرف دل کے مجبور کرنے یا دھڑکنوں کے انداز بدلنے پر نہیں کرنا چاہتا—— تمہیں معلوم ہے نا؟"

"اتنا پھونک پھونک کر قدم رکھو گے تو بہت پچھتاؤ گے۔ مجھے دیکھو، میں اگر بہت دیکھ بھال کر خالص اپنی پسند کی محبت کرتی تو وہ کوئی الف لیلوی شہزادہ ہی ہوتا جو مجھ پر فدا ہوتا، نہ کہ میں اس کے پیچھے اسے پکارتی پھرتی۔ تمہارا کیا خیال ہے، شموئیل خان اپنی مرضی سے مجھے اپنے در پہ دیدار بلایا ہے؟—— نہیں نوفل احمد! یہ محبت کی شدت ہے جو مجھے جنگل جنگل بھٹکا رہی ہے اور میں خوش ہوں۔ بہت خوش۔"

"لنچ کب تک ریڈی ہو گا؟" نوفل نے سنجیدگی سے پوچھا تو چند لمحوں تک خاموشی سے اسے دیکھتے رہنے کے بعد ثناء نے ایک نظر وال کلاک پہ ڈالی اور اسی کے انداز میں بولی۔

"بس دس منٹ اور انتظار کر لو۔"

وہ صوفے کی پشت سے سر ٹکائے بیٹھ گیا اور ثناء آفریدی اسے ہمدردی سے دیکھ رہی تھی جو محبت سے بھاگنے کی کوشش کر رہا تھا۔ یہ جانے بغیر کہ اب دائیں بائیں، آگے پیچھے صرف جنگل ہے۔ تاریک اور گھنا جنگل۔

جس میں صرف محبت کی لو سے جلا دل ہی روشنی کر سکتا ہے۔

●●●●●

گھر پہنچنے تک منحیٰ کی جان گویا سولی پہ ٹنگی رہی تھی۔ مگر سب کو اپنے معمولات میں مصروف ماحول کو پرسکون پا کر اس نے شکر کی سانس لی تھی۔

"کھانا نکالوں تمہارے لئے؟" چچی جان نے پوچھا تو وہ بولی۔

"میں ابھی کپڑے چینج کر کے شاور لوں گی۔ آپ آرام کریں جا کر۔ بھوک لگی تو میں خود لے لوں گی کھانا۔"

کمرے میں آ کر پنکھا آن کرتے ہوئے وہ اپنے بستر پر گر سی گئی۔

"اب کیا ہو گا؟" کا عفریت سا اس کے ذہن میں پوری طرح چنگھاڑ رہا تھا۔ وہ خود کو ملامت کر رہی تھی کہ عمر کی آفر قبول ہی کیوں کی۔ معید شاید اپنے کسی دوست یا پھر کلاس فیلو کے ساتھ

بیٹھا تھا اور جس انداز میں وہ اسے دیکھ رہا تھا اس کے تیوروں نے منحیٰ کو دہلا دیا تھا۔

ریسٹورنٹ سے باہر نکلتے ہی وہ عمر کو خدا حافظ کہتی پوائنٹ پکڑ کر گھر آ گئی تھی۔

"معید کیا سوچ رہا ہو گا میرے متعلق؟"

اسے شرمندگی سی محسوس ہونے لگی۔ مگر پھر فوراً ہی معید سے ہونے والی جھڑپ نے سر ابھارا تو اس نے قدرے بے پروائی سے سوچا۔

"خیر، مجھے معید حسن سے ڈرنے کی تو کوئی ضرورت نہیں۔ ہاں وہ گھر میں کسی کو نہ بتا دے۔"

وہ معید کو کوئی اہمیت دینا نہیں چاہتی تھی۔

"اور اگر اس نے مجھ سے پوچھا تو میں صاف کہہ دوں گی کہ ہم ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔"

معید حسن کے خوف سے باہر نکل کر اس نے سوچا تو اپنی غلطی بہت چھوٹی لگنے لگی۔

"واقعی۔ اس میں اتنی پریشانی والی تو کوئی بات نہیں۔ اور اچھا ہے، اس طرح معید کو بھی پتہ چل جائے گا کہ میں اس سے ڈرنے والی نہیں ہوں۔ باقی سب پہ تو اس نے جادو کر رکھا ہو گا مگر میں اس کی مٹھی میں نہیں ہوں۔"

اس کا خوف مکمل طور پہ ختم ہو گیا تھا۔ الماری سے کپڑے نکال کر جب وہ شاور لینے کے لئے گھسی تو بے پروائی سے کچھ گنگنا بھی رہی تھی۔

معید سے اس کا سامنا کھانے کی میز پہ ہوا تھا۔

تب اسے صحیح معنوں میں اندازہ ہوا کہ سوچنا آسان مگر عمل کرنا بہت مشکل کام ہے۔ وہ جو خود کو بڑی پختہ دلیلیں دے کر مطمئن کر چکی تھی اس پل پسینوں میں ڈوبنے لگی۔

"اور اگر یہ اس وقت سب کے سامنے باز پرس شروع کر دے تو میری کیا عزت رہ جائے گی؟ ابا مجھے شوٹ کر دیں گے۔"

اس کا دل ڈوب ڈوب کر ابھرنے لگا تھا۔ مگر ہوا کچھ بھی نہیں تھا۔ اس نے سب سے پہلے کھانا ختم کیا اور کوئی ضروری کیس اسٹڈی کرنے کا کہہ کر اٹھ گیا۔ منحیٰ نے اطمینان کی سانس لی تھی۔

مگر اس وقت اس اطمینان کی دھجیاں بکھر گئیں جب حمرہ نے آ کر اسے معید کے بلاوے کی خبر دی تھی۔

"کوئی کام ہے کیا؟"

"مجھے کیا پتہ؟" حمرہ خفیف سے شانے اچکا کر پلٹ گئی تو منحیٰ نے بعجلت پوچھا۔

"اچھا یہ تو بتا دو کہ اس کا موڈ کیسا ہے؟"

"ویسا ہی جیسا روزانہ ہوتا ہے۔ لگتا ہے آپ نے اس بار کوئی بڑی گڑبڑ کی ہے۔" حمرہ نے اسے جانچتی نظروں سے دیکھا تو وہ گڑبڑا گئی۔

"ٹھیک تو ہے—— میں تو اس لئے پوچھ رہی ہوں کہ کہیں اپنا کوئی کام ہی میرے ذمے نہ لگا دے۔"

"تو کام ہوتا تو مجھے بھی کہہ سکتے تھے—— بہرحال آپ جلدی آ جائیں۔" حمرہ نے کہا تو اسے

خیال آیا۔

"صبا کہاں ہے؟"

"ولیس۔ وہ تو نو بجے کی سو بھی گئیں۔ اب تو ساڑھے دس ہو رہے ہیں۔ امی بھی سو گئی ہیں۔ ٹی وی پر کوئی ڈاکومنٹری دیکھ رہے ہیں۔" اس نے تفصیل بتائی تو حنا چپ ہو گئی۔

"تم ابھی تک جاگ رہی ہو کسی کام سے؟"

"میں سائیکالوجی کے ٹیسٹ کی تیاری کر رہی ہوں ـــــ اب میں بھی سونے کی ہو رہی تھی۔"

"تم ایسا کرو معید سے جا کر کہہ دو کہ میں بھی سو رہی ہوں۔" اسے یکلخت ہی بہانہ سوجھا تھا۔

"ام بھی یہ جو آپ فل والیوم میں میوزک سن رہی تھیں نا اس کی آواز دوسرے پورشن میں جا رہی ہے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا تو میں نے کہہ دیا کہ آپ جاگ رہی ہیں۔" حمرہ نے اس کی طمانیت پر پانی پھیر دیا۔

"اچھا تم جاؤ۔ میں آ رہی ہوں۔" وہ بے چینی اور اضطراب کا شکار ہونے لگی۔

"آ گئی احتساب کی گھڑی۔"

اس کا دل تو چاہ رہا تھا کہ نہ جائے۔ مگر پھر خیال آیا کہ کہیں وہ خود ہی دندناتا ہوا آ نہ جائے اور بات سارے گھر میں پھیل جائے۔

امی کو بتا کر وہ ڈائننگ روم سے ہوتی ہوئی کوریڈور میں پہنچی۔ پہلا کمرہ معید ہی کا تھا۔ اس سے آگے ٹی وی لاؤنج تھا۔ جہاں سے ٹی وی چلنے کی آواز آ رہی تھی۔ دل مضبوط کر کے اس نے ناک کر کے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئی۔ اس نے اندر داخل ہونے کی اجازت نہیں لی تھی مگر دروازہ کھلنے اور پھر بند ہونے کی خفیف سی آواز معید کو متوجہ کر گئی۔ فائل دراز میں رکھتا وہ اس کی طرف پلٹا تھا۔

اس کی چبھتی نظروں سے وہ جز بز ہو گئی۔

وہ اس کے مقابل آ گیا تھا۔

"کون تھا ریسٹورنٹ میں تمہارے ساتھ؟" آواز مدھم مگر سختی سے پُر تھی۔ اس کے لہجے سے چھلکتا خفیف سا اشتعال حنا کا دل بند کرنے لگا۔ پلکیں شرمساری سے رخساروں پر جھک گئیں۔ بے باکی اور بہادری سے یہاں تک آ تو گئی تھی مگر معید کے سوالات کا سامنا کرنا کس قدر شرمناک اور ذلت آمیز بات تھی۔ اس کا اندازہ اسے پہلے ہی سوال پر ہو گیا تھا۔

"کیا پوچھ رہا ہوں میں؟" وہ بھینچے ہوئے لہجے میں جیسے غرایا تھا۔

بہت لیے دیے رہنے والے معید حسن کا یہ انداز حنا کو خوفزدہ کر رہا تھا۔

"وہ ـــــ عمر ہے۔"

"پسند کرتے ہو دونوں ایک دوسرے کو؟" وہ وکیل تھا۔ لمبی چوڑی بحث میں نہیں پڑا۔ سیدھا

وہ اس کے منہ پر مارنے کے ارادے سے آئی تھی۔ مگر اب معید کے ہونٹوں سے یہ سوال کی صورت نکلا تو احساس ذلت سے اسے رونا آنے لگا۔

اس کے مجرمانہ انداز میں سر جھکا کر کھڑے رہنے پر معید کے اندر کی تپش میں مزید اضافہ ہوا تھا۔

"ذرا بھی نہیں سوچا تم نے کہ اگر کوئی جاننے والا تمہیں کھلے عام غیر مرد کے ساتھ ہوٹلنگ کرتے دیکھ لے تو کیا ہوگا۔ ماں باپ کی عزت کو یوں سڑکوں پر رول رہی ہو تم۔" اس کے مدھم لہجے میں غصے کی تمام تر شدت سمٹی ہوئی تھی۔ سیاہ آنکھوں سے نکلتے شعلوں کی تپش سے حنا کو اپنا چہرہ جھلستا محسوس ہو رہا تھا۔

"میرا جی چاہ رہا تھا کہ دو تین تھپڑ مارتا ہوا تمہیں گھر تک لاؤں۔" اس کے تند و تیز لفظوں کے تیروں سے گھائل ہوتی اس کی انا گویا انگڑائی لے کر بیدار ہوئی تھی۔

"تمہیں ایسا کوئی حق نہیں پہنچتا تھا۔" بے حد ناگواری اور اشتعال کی خفیف سی لہر کے زیر اثر وہ کہہ گئی تھی۔ معید کی آنکھوں سے جھلکتے غصے پر حیرت کی چمک حاوی ہو گئی مگر اگلے ہی پل وہ مشتعل ہو اٹھا تھا۔

"بکواس مت کرو۔" اس کا بازو پکڑ کر جھٹکا دیا تو وہ بری طرح لڑکھڑا گئی۔

"تمیز سے بات کرو معید!" حنا کو غصہ آنے لگا تو وہ پھنکارا۔

"جو کچھ تم کرتی پھر رہی ہو اس کے بعد تم اس سے بھی برے سلوک کی حق دار ہو۔"

"تم میرے گارڈین بننے کی کوشش مت کرو ـــــ میرا برا بھلا دیکھنے والے ابھی موجود ہیں۔"

"ہاں ـــــ موجود ہیں۔ اور اگر ابھی جا کر میں انہیں تمہاری اس حرکت سے متعلق بتا دوں تو وہ تمہیں زمین میں گاڑ دیں۔"

"ہر کسی کی سوچ تمہارے جیسی نہیں ہوتی۔ میں انہیں بتا دوں گی کہ میری عمر کے ساتھ کمٹمنٹ ہے۔" اس کا لہجہ مدھم ہو گیا تھا۔

کئی لمحوں تک وہ اسے یونہی دیکھتا رہا۔ پھر ایک طویل سانس اندر کھینچتے ہوئے جیسے اندر کی تپش کو کم کرنا چاہا۔

"اگر تم دونوں شادی کرنا چاہتے ہو تو اسے اپنا پروپوزل بھیجنا چاہئے۔ یوں تمہیں سڑکوں پر لیے کیوں پھرتا ہے؟" وہ اب بھی سختی سے پوچھ رہا تھا۔

"وہ ـــــ ابھی وہ جاب لیس ہے۔" وہ جھجک سی گئی تھی۔

"سو واٹ؟ ـــــ منگنی تو ہو سکتی ہے نا۔" وہ اب قدرے تحمل سے بات کر رہا تھا مگر اس کی آنکھوں سے ایک عجیب سی کیفیت مترشح تھی۔

"ابھی دراصل اس کی تین بہنوں کی ذمہ داری ہے اس پر ـــــ ابھی کچھ عرصہ تک وہ ایسا کچھ نہیں کر سکتا۔"

"کس چکر میں پڑ رہی ہو تم؟ تین بہنوں کی شادیوں میں اسے چھ سال لگ جائیں گے اس صورت میں اگر اسے آج ہی جاب مل جائے تو۔ اور یہاں پھوپی ماں تمہارا ماسٹرز کمپلیٹ ہوتے ہی تمہاری شادی کرنے کے چکر میں ہیں۔"

سعید جانے کس دل سے ضبط و برداشت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

"میں امی سے بات کر لوں گی۔" اس کی آواز بھرا گئی تھی۔

"اچھا — کیا بات کرو گی تم؟" اس کے انداز میں استہزا اتر آیا تھا۔

"میں نے کہا نا سعید! اس کے فادر ہارٹ پیشنٹ ہیں۔ اس پر بہت سی ذمہ داریاں ہیں کل جاب ڈھونڈ رہا ہے۔" وہ بے بس ہونے لگی۔ اس کی زرد پڑتی رنگت سعید سے مخفی نہیں رہی۔

"چھ سال — کم سے کم بھی چھ سال لگیں گے اسے اپنی بہنوں کے فرض سے سبکدوش ہونے میں۔ اور اس وقت تم اٹھائیس سال کی ہو چکی ہو گی۔ فرض کرو جب وہ تم سے شادی سے انکار کر دے پھر؟" وہ تیز لہجے میں بولا تو اسے رونا آ گیا۔

"تم محض مفروضوں پر بات کر رہے ہو۔ عمر ایسا نہیں ہے۔"

"کب سے مل رہی ہو اس سے؟" وہ دھیما پڑ گیا تھا۔

"ہم پچھلے دو سالوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ وہ مجھ سے سینئر تھا لیکن میں کبھی اس کے ساتھ ہوٹلنگ کے لئے نہیں گئی۔ عمر کو بھی یہ بات پسند نہیں ہے۔" اس نے صفائی پیش کرنے کے انداز میں کہا تھا۔

"چلو مان لیا کہ وہ تمہارے ساتھ بہت مخلص ہے مگر اس کے حالات دیکھ کر میں یہ ضرور کہوں گا تم دونوں کو بہت پریکٹیکل ہو کر سوچنا چاہئے۔ شاید وہ ایک آدھ سال میں شادی کی پوزیشن میں ہو لیکن نہ ہی تمہیں کوئی اتنے سالوں تک اس کے انتظار میں بیٹھنے دے گا۔ اس لئے بہتر یہی ہے تم لوگ وقت پر ہی کوئی مناسب فیصلہ کر لو۔"

سعید نے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا تو وہ ناگواری سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"تمہارا کیا خیال ہے کہ میں صرف اس وجہ سے اپنی راہ بدل لوں کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کی وجہ سے فی الحال مجھ سے شادی نہیں کر سکتا۔"

اس کی ناگواری میں چھپی خفگی محسوس کر کے سعید نے متاسفانہ لہجے میں کہا۔

"تم سراسر ایک احمقانہ فیصلہ کر رہی ہو اور اپنے ساتھ ساتھ عمر کو بھی باندھے ہوئے ہو۔ اسے ڈھیروں ذمہ داریاں ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ وہ جاب لیس ہے۔ ان تمام فکروں کے ساتھ سب سے بڑی ٹینشن اسے تمہارا خیال دیتا ہو گا۔ کیونکہ تم بھی اس کی ذمہ داری ہو۔ اور ان حالات میں تم اس پر شادی کے لئے جتنا زور دو گی وہ اتنا ہی ٹینس ہو گا۔ کیونکہ وہ اپنی ترجیحات اچھی طرح جانتا ہے۔ پہلے اس کا گھر، پھر اس کی بہنوں کی شادیاں اور اس کے بعد اس کی اپنی لائف۔ سمجھیں تم۔" سعید نے بہت سنجیدگی سے تجزیہ کیا تھا۔

"میں اس کا انتظار کر سکتی ہوں۔"

اس نے مضبوط لہجے میں کہا تو سعید کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تم اس کا انتظار کر سکتی ہو، یہ صرف تمہاری سوچ ہے تقی! گھر والوں میں سے کوئی بھی تمہاری طرح جذباتیت سے نہیں سوچے گا۔ کوئی بھی بہترین پرپوزل آتے ہی تمہاری شادی کر دی جائے گی۔ اس لئے تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ تم ابھی سے اس معاملے کا غیر جانبدارانہ جائزہ لو تاکہ وہ بھی ایک ٹینشن اور اسٹریس سے آزاد ہو۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ میں اس ساری صورت حال سے گھبرا کر عمر سے قطع تعلق کر لوں؟"

"میں نے تمہیں صورت حال کا غیر جانبدارانہ جائزہ لینے کا مشورہ دیا ہے۔ اب آگے جو تم کرو گی وہ تمہاری مرضی۔" وہ پہلو بچا گیا تھا۔

"میرا فیصلہ کبھی نہیں بدلے گا۔" وہ اٹل لہجے میں بولی تو سعید کو اپنے پہلو سے آنچ سی اٹھتی محسوس ہوئی۔

"اپنی وِش — یہ صرف ایک مشورہ ہے۔ اس سے زیادہ میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ اچھی طرح سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو، کچھ ایسا جو تمہارے لئے بھی بہتر ہو اور عمر کو بھی اس سے ریلیف ملے۔"

"تم — سعید! تم میری مدد نہیں کر سکتے کیا؟" وہ بہت آس سے پوچھ رہی تھی۔ اپنی تمام ضد اور انا بھلا کر۔ اسے یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ سعید حسن نے کبھی اس کی کوئی مدد نہیں کی تھی۔

لمحہ بھر کو لب بھینچنے کے بعد وہ بے حد سنجیدگی سے بولا۔

"صرف اتنی کہ اگر عمر کا پرپوزل آئے تو میں اس کی حمایت کروں گا۔ لیکن اگر اسے ریجیکٹ کرنے کے بعد چھوٹے ماموں نے کوئی اور فیصلہ کرنا چاہا تو میں کچھ نہیں کر سکتا۔" اس کی یہ "امداد" بہت غیر متوقع اور غیر معمولی تھی۔ تقی کی آنکھیں جھلملا اٹھیں۔

"تھینک یو سعید —!"

"لیکن یہ تسلی آخری نہیں ہونی چاہئے۔ اور نہ ہی عمر سے بار بار ملنے کی ضرورت ہے۔ اسے پرپوزل بھیجنے کا کہو اور پھر انتظار کرو۔"

وہ یقیناً ہوٹلنگ کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ تقی نے بمشکل تمام اثبات میں سر ہلایا تو وہ بولا۔

"اب جاؤ تم۔"

اس کی طرف سے اجازت پا کر وہ پلٹ کر کمرے سے نکل گئی تھی۔ جب کہ وہ کتنی ہی دیر وہیں کھڑا نہ جانے کیا کچھ سوچتا رہا تھا۔

●●●●●

فون کی مسلسل بجنے والی بیل پر وہ جھنجلا کر کچن سے نکلی تھی۔

بی اے کے بعد سب نے لاکھ چاہا کہ وہ ایم اے میں ایڈمیشن لے کر پڑھائی جاری رکھے مگر

اس نے تو پیچھے سب کتابوں کو تالے میں رکھ دیا تھا۔ تقی نے بھی اس کے ساتھ سر کھپانے کے آگے ایڈمیشن لے لیا تھا۔ مگر صبا کو کوکنگ کے جنون نے باندھ رکھا تھا۔ سو زیادہ تر وہ کچن میں دکھائی دیتی تھی۔ اب بھی وہ اسپیل پائی کے ساتھ نبرد آزما تھی مگر یہ فون کی بیل مصیبت بن گئی تائی جان یقیناً دوسرے پورشن میں تھیں اس لئے فون بجتا اس کی جان کو رو رہا تھا۔

"پتا نہیں ڈھیٹ بندہ ہے کوئی۔"

اس نے سی ایل آئی پر ایک نظر ڈال کر بڑبڑاتے ہوئے ریسیور اٹھایا تھا۔

"ہیلو" لہجہ بھی شاید پھاڑ کھانے والا ہی تھا۔

"السلام علیکم!" دوسری طرف سے کچھ اس شائستگی سے سلامتی بھیجی گئی کہ وہ شرمندہ ہو گئی۔

"وعلیکم السلام۔ جی آپ کون؟" ذرا سی شائستگی کا لبادہ اوڑھا۔

"میں نوفل احمد بول رہا ہوں۔ نگین کا بھائی۔" تعارف کرایا گیا۔

"اوہ ـــــ جی فرمائیے۔" سیدھے سبھاؤ پوچھا گیا تو وہ بولا۔

"امی کہاں ہیں آپ کی؟"

"امی یہیں ہیں۔ تائی جان کی طرف۔ بلاؤں انہیں؟" صبا نے کہا تو وہ بولا۔

"پہلے میری امی سے بات کر لیں۔"

وہ حیران تو ہوئی مگر جب صالحہ بیگم نے حال احوال کے بعد ان سب کو رات کے کھانے کا انوائٹ کیا تو وہ بوکھلا گئی۔

"میں کیا کہہ سکتی ہوں آنٹی! یہ تو امی ہی بتائیں گی۔"

"تو بیٹا! آپ بتا دیں نا ان کو۔" انہوں نے اپنے مخصوص پیار بھرے انداز میں کہا تو وہ بے ساختہ بولی۔

"آنٹی! آپ پلیز ایک منٹ ہولڈ کیجئے گا۔ میں ابھی انہیں بلا کر لاتی ہوں۔"

"کیوں نہیں ـــــ ان سے بھی تو بات کرنی ہے۔" انہوں نے کہا تو وہ ریسیور تپائی پر رکھ کر تائی جان کو بلانے کے لئے بھاگی تھی۔

●●●●●

"تقی! تم کون سا سوٹ پہن رہی ہو رات کو؟"

صبا نے اس کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا تو وہ بے زار کن لہجے میں بولی۔

"میں کہیں نہیں جا رہی۔"

"جھوٹ مت بولو۔ تم اور کوئی انوی ٹیشن مس کر دو، ہو ہی نہیں سکتا۔" صبا کو یقین نہیں آیا تھا۔

"مت یقین کرو۔ لیکن میں واقعی نہیں جا رہی۔" تقی نے اسی انداز میں کہا تو وہ ٹھٹک گئی۔ اسے یاد آیا، دو پہر کو جب وہ یونیورسٹی سے لوٹی تھی تب صبا نے اسے بڑے زور و شور سے رات کی دعوت کے بارے میں بتایا تو بھی اس نے کوئی تاثر نہیں دیا تھا۔

"کیا بات ہے شہزادی! آج کل تمہارا موڈ کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا۔"

"کیا ہوا ہے مجھے؟ ـــــ ٹھیک تو ہوں۔" وہ اکتا کر بولی تو صبا نے کہا۔

"تم جب ٹھیک ہوتی ہو تو ایسی نہیں ہوتیں۔ سچ بتاؤ، کیا بات ہے؟"

"اوہو ـــــ یونہی بس سر میں درد ہے۔" اس نے اپنی اندرونی اور ظاہری پژمردگی پر پردہ ڈالنا چاہا تھا۔

"چائے بنا دوں؟"

"نہیں ـــــ ابھی ٹھیک ہو جائے گا۔ کھانا کھا کر فوراً سو جاؤں گی۔" تقی نے اسے منع کرتے ہوئے کہا تو وہ مایوسی سے بولی۔

"یعنی تم واقعی نہیں جا رہیں؟"

"اب کیا لکھ کر دوں؟" وہ چڑ گئی تھی۔

"کیا بات ہے تقی! پچھلے کئی دنوں سے میں دیکھ رہی ہوں تمہارا موڈ کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا۔ کسی بات میں دلچسپی نہیں لے رہیں تم۔"

صبا نے اسے کھوجتی ہوئی نگاہوں سے دیکھا تو وہ یونہی دونوں ہاتھوں سے اپنے رخسار رگڑتے ہوئے آہستگی سے بولی۔

"کچھ بھی نہیں ہوا مجھے۔"

"جھوٹ مت بولو تقی! کیا پریشانی ہے؟ مجھ سے بھی نہیں کہو گی؟"

صبا نے بہت مان سے پوچھا تھا۔ تقی کا جی چاہا کہ اس کے مہربان شانے پر سر رکھ کر خاموشی سے اپنے اندر کی ساری الجھنیں آنسوؤں کے سنگ بہا دے۔ مگر وہ پھر سے اسی ذلت کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی جیسا معید کے سامنے ہوا تھا۔

"کچھ نہیں یار! پتہ تو ہے تمہیں، دو ماہ کے بعد فائنل ایگزیمز ہیں۔ بس انہی کی ٹینشن ہے۔" وہ سامنے نظر چرائے یونہی سائیڈ ٹیبل کی دراز چیک کرنے لگی۔

"کمال ہے شہزادی! اس قدر کریز ہے تمہیں پڑھنے کا۔ تم نے تو کبھی بھی پڑھائی کو ٹینشن نہیں بنایا اور ہر بار اتنے اچھے گریڈ میں پاس ہوتی رہی ہو۔ پھر اب یہ زرد رنگت اور بجھا ہوا انداز۔"

"عمر ہاؤس" میں سب کے دل ایک دوسرے کے اندر دھڑکتے تھے۔ صبا کے انداز میں جو حد درجہ تشویش سمٹ آئی تو وہ بے وقت تمام تر ہوئی اس کی طرف پلٹی اور اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر جب پیار سے دیکھا پھر آگے ہو کر اس کا رخسار چوم کر محبت سے بولی۔

"یہ سب تمہارا پیار ہے ـــــ اسی لئے تمہیں کمزور اور بجھی بجھی سی دکھائی دے رہی ہوں۔"

جواباً صبا نے بھی اسے پیار کیا اور مسکرا کر بولی۔

"تو پھر چلو نا ہمارے ساتھ۔"

تقی اسے گھورتے ہوئے پیچھے ہٹی تھی۔

"ایموشنلی بلیک میل کرنے کی کوشش مت کرو۔ میرے سر میں واقعی درد ہو رہا ہے۔ اب چائے پی کر سونے لگی ہوں۔"

"دفع ہو جاؤ تم۔ اب بات مت کرنا مجھ سے۔" وہ منہ پھلا کر کہتی چلی گئی تھی۔ تنّی آنکھیں بھرتے ہوئے آزردگی سے مسکرا دی۔

"تمہیں کیا پتا نازش صبا! کس بھنور میں چکرا رہی ہوں میں۔ ذرا سی بے احتیاطی پوری زندگی برباد کرنے کو کافی ہے۔ نہ تو آگے کوئی جگہ رستہ دکھائی دیتا ہے اور نہ ہی پیچھے۔"

●●●●●

گیٹ پر ہی نوفل اور تگین نے ان کا استقبال کیا تھا۔

"انس بھائی ہمیں ڈراپ کرتے آئے ہیں۔" تگین کے گلے لگتے ہوئے صبا نے سرگوشی کی اور ہنستی ہوئی لگا کر رہ گئی۔

نوفل تو انس کو بھی اندر بلانے پر بضد تھا اور وہ موصوف سر کے بل آنے پر تیار، مگر تائی جان کی تنبیہی نگاہوں نے زبردستی اسے آپے میں رہنے پر مجبور کر دیا۔ نتیجتاً وہ باہر ہی سے لے کر رخصت ہو گیا۔

"آپ لوگ پلیز اندر چلیں۔ امی آپ کا بہت بے چینی سے انتظار کر رہی ہیں۔" نوفل نے ایک گہری نگاہ ڈالتے ہوئے مسکرا کر کہا تو وہ سب ان کی معیت میں ڈرائنگ روم میں چلے آئے جہاں نہ صرف صالحہ بیگم بلکہ زرینہ بیگم اور طرحدار ادیبہ بھی موجود تھی۔

"یہ تو سخت ناانصافی ہے آپا! میں نے تو سب کو انوائٹ کیا تھا اور وہ شرارتی سی تنّی کہاں رہ گئی؟" صالحہ بیگم نے محبت بھرا شکوہ کیا تو تائی جان نے کہا۔

"اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ ورنہ وہ تو ایسے مواقع پر سب سے آگے ہوتی ہے۔ ہاں معید تو اس کی جاب ہی ایسی ہے۔ نہ دن کا پتہ چلتا ہے نہ رات کا۔"

"اور ہم تو اپنی سوہنی سی بھابی کی محبت میں چلے آئے ہیں۔" وہدان نے شرارت سے سب کے بیچ اس طرز تخاطب پر تگین جھینپ گئی۔

"یعنی ہم سب کا کوئی ذکر ہی نہیں۔" نوفل نے مسکراتے ہوئے پوچھا تو وہ فوراً بولا۔

"دیکھیں، ہم تو یہاں کھانے پر مدعو ہیں اور آج تو تگین "بھابی" کے ہاتھ ہیں کہ ان کی مہارت کے مظاہرے دیکھ سکیں۔"

"وہدان ——!"

سب کے ہنسنے اور تگین کے خجالت و شرم سے سرخ پڑنے پر صبا نے سب سے نظر بچا کر وہدان کو دھمکانا چاہا تھا مگر نوفل نے دیکھ لیا۔

"بچے ایسی شرارتیں کرتے ہوئے ہی اچھے لگتے ہیں۔" بطور خاص صبا سے مخاطب ہو کر کہا تو وہ جھینپ گئی۔ یہ وہدان کا بچہ جو تگین سے چھوٹا ہونے کے باوجود بڑا بھائی جان لگتا تھا، یہ حضرت

بچوں میں شمار کر رہے تھے۔

اس کی گھبراہٹ محسوس کرتے ہوئے نوفل، چچی جان کی طرف متوجہ ہو گیا جو اپنے اکلوتے نورِ نظر کی تیتلی کی طرح چلتی زبان پر خفا ہو رہی تھیں۔

"بھئی یہ تو میرا اور بھابی کا معاملہ ہے۔" وہ مطمئن تھا۔

"پھر تو تمہاری خواہش عنقریب ایک بہت بڑی اور ناکام حسرت میں بدلنے والی ہے۔" نوفل نے اطمینان سے کہا تو سبھی بے اختیار اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"کون سی خواہش؟" وہدان نے پوچھا تو وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا۔

"یہی، اپنی بھابی کے ہاتھوں سے بنے کھانے سے لطف اندوز ہونے کی۔"

"کیوں؟" وہدان حیران ہوا تھا۔ "خدانخواستہ کہیں بھوکا تو واپس نہیں بھجوانے والے؟"

"ایسا تو کچھ نہیں۔ مگر یہ تم لوگوں کو ضرور بھوکا رکھے گی۔ مستقبل قریب میں کیونکہ محترمہ ایک ناکام ترین خاتون خانہ ہیں۔"

نوفل کے انکشاف پر جہاں سب کو ہنسی آئی وہیں تگین نے پُرزور احتجاج بھی کیا تھا۔

"اتنا برا تو نہیں پکاتی میں۔"

"ہاں —— ویسے اتنا برا بھی نہیں پکاتی۔ پرسوں جو پڈنگ تم نے لان کے کارنر میں پھینکی تھی وہ مالی کی بلی کو بہت پسند آئی تھی۔"

نوفل اس کا مذاق اُڑا رہا تھا اور وہ سسرال والوں کے سامنے اس عزت افزائی پر خجل ہو رہی تھی۔

"بھئی اتنا تنگ مت کرو ہماری بہو کو۔ اگر کچھ کمی ہے بھی تو ہم ہیں نا بتانے والے۔" تائی جان نے محبت سے تگین کو ساتھ لگایا تو ان کی محبت بھری بات پر صالحہ بیگم کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"میں نے تو ان لوگوں کی تربیت میں کوئی کسر نہیں اٹھا چھوڑی۔ اب اگر آپ تگین میں کوئی کمی پائیں تو میری غلطی سمجھ کر درگزر کر دیجیے گا۔"

"کمال کرتی ہیں آپا! ہم جہاں جاتے ہیں، بیٹی بنا کر لے جاؤں گی۔ اور بیٹیوں کی خطائیں تو کبھی قابل گرفت ہی نہیں رہتیں۔"

تائی جان نے اپنے مخصوص انداز میں انہیں تسلی دی۔ تگین نے ادیبہ کو اٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ ساتھ صبا کو بھی کھینچ لے گئی۔

"توبہ ہے —— کیسی رُلانے والی گفتگو کر رہے ہیں سب۔" تگین کی طبیعت میں قدرے بچپنا تھا اور یہ یقیناً صالحہ بیگم اور نوفل کے لاڈ پیار کا نتیجہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ہر وقت ہنستی مسکراتی رہتی تھی اور اس کا یہ روپ اس کی دلکشی کو بڑھا جاتا تھا۔

"واقعی، ایسی باتوں سے تو شادی کے نام سے ڈر لگنے لگتا ہے جیسے سسرال نہ ہوا، کوئی محاذ ہو گیا۔"

صبا نے ہنستے ہوئے کہا تو تگین نے اس کی بات سے لطف لیتے ہوئے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارا

تھا۔ اوینہ نے چبھتی نظروں سے صبا کو دیکھا۔

"ساحل پر بیٹھ کر سمندر کی گہرائی کا اندازہ لگانا بے وقوفی ہوتی ہے۔ یہ تو وہی جان سکتے ہیں جو کبھی اپنی کشتی لے کر سمندر کے سینے پر اترے ہوں۔"

اوینہ کے سنجیدہ سے انداز پر وہ گڑبڑا کر اسے دیکھنے لگی۔

"مگر ہر جگہ تو ایسا نہیں ہوتا۔ ہم نگین کو بہت محبت سے رکھیں گے۔"

"اب ہر کوئی پہلے ہی سے تو طے نہیں کرتا کہ کتنی محبت اور کتنی ذلت دینی ہے۔ یہ تو وقت کے ساتھ پتہ چلتا ہے۔"

اوینہ کے انداز میں چبھن سی تھی ـــــ اس کا انداز نگین کے لئے نیا نہیں تھا اسی لئے تو وہ کے سر پر کھڑی ہو کر چائے کے لوازمات ٹرالی میں رکھوانے لگی مگر صبا نے مسکرا کر بات سمیٹنے کی کی تھی۔

"واقعی، دعووں کا فائدہ بھی کوئی نہیں ہوتا۔ حقیقت تو وقت کے ساتھ ساتھ ظاہر ہو جاتی ہے۔"

"تم لوگوں نے کیا بحث شروع کر رکھی ہے۔ یارا میری کچھ ہیلپ ہی کروا دو۔ ہو تو میری والی تھی مگر اس وقت تو میری سسرال پر امپریشن کا معاملہ ہے، تمہیں میرا ساتھ دینا چاہئے۔"

نگین اس کی طرف پلٹی تو صبا نے شکر ادا کرتے ہوئے اس کے ساتھ مل کر ٹرالی سیٹ کرنا شروع کر دی۔ اوینہ کا خشک سا انداز گفتگو اس کو گھبراہٹ میں مبتلا کرنے لگا تھا۔ مگر یہ بات بھی پیش نظر تھی کہ ابھی اس کا گھر اجڑے بمشکل سال بھر ہی ہوا تھا۔ شاید اسی وجہ سے اس کی باتوں میں تلخی آ گیا تھا۔

"میرے خیال میں، میں یہاں بالکل فارغ ہوں اس لئے مجھے ڈرائنگ روم میں چلے جانا چاہئے۔" اوینہ کچھ اکتا کر کہتی ہوئی نگین کے روکنے سے پہلے ہی کچن سے نکل گئی تو نگین نے صبا سے کہا۔

"مائنڈ مت کرنا صبا! اوینہ بہت جلدی کسی سے کھلتی ملتی نہیں ہے۔ بلکہ یہ سمجھ لو کہ پلی بڑھی اور پلیا میں ماشاء ہے۔ اس کی نیچر تو ایسی ہی ہے مگر جو ٹریجڈی اس کے ساتھ ہوئی ہے اس کا سے بھی کبھار بگڑ بھی جاتی ہے۔"

"اس میں مائنڈ کرنے والی کیا بات ہے؟ اور پھر ابھی تو ایک آدھ ہی ملاقات ہوئی ہے۔ آ یقیناً ہماری دوستی بھی ہو جائے گی۔"

صبا نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا تو وہ ہنس دی۔

"لگتا ہے تمہاری میری خوب جمے گی۔"

"اور انس بھائی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

صبا شرمندہ ہوئی تو ایک نظر دانت نکالتی نوری کو دیکھ کر نگین نے صبا کو آنکھیں دکھائیں مگر چہرے میں کھلتی سرخیاں اور لبوں کے گوشوں میں تھرکتی مسکراہٹ اس کے دل کی حالت عیاں کر رہی تھی۔

"نوری! تم جا کر کھڑکی پر برتن لگا کر آؤ۔" نگین نے نوری کو ٹالا تھا۔

"یہ کیا فضول حرکت تھی؟" مصنوعی غصے سے صبا کو گھورا۔

"یہ تو کچھ بھی نہیں۔ انہوں نے تو آپ کے لئے ایک پیغام بھی بھیجا ہے۔" صبا مزے سے مسکرائی تو اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔

"کیا؟"

"یہ نہیں بتاؤں گی۔" وہ معصوم بنی تھی۔

"تو مت بتاؤ۔" نگین نے بھی بے نیازی دکھانی چاہی۔

"چلو، پھر چائے لے چلیں۔"

صبا نے ایک بسکٹ اٹھاتے ہوئے اطمینان سے کہا تو نگین بے بسی سے اسے دیکھنے لگی۔

"پوچھو گی نہیں کہ تمہیں کیا پیغام آیا ہے؟" صبا کو اس کے انداز پر ہنسی آ گئی تو وہ بھی ہنس دی۔

"خود ہی بتا دو نا یارا"

"ٹھیک ہے وہ جو انس بھائی ہیں نا، وہ تم سے بات کرنا چاہتے ہیں فون پر۔" صبا نے آرام سے کہا ذرا شریر سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"کیا بات کرنا چاہتے ہیں؟"

"یہ تو وہی بتائیں گے نا۔" صبا نے جیسے اس کی بے وقوفی پر تاسف سے سر ہلایا تھا۔

"مگر میں تو انہیں جانتی بھی نہیں۔ میں ان سے کیا بات کروں گی؟"

نگینا نے پھر سے بے نیازی کا مظاہرہ کرنا چاہا تو صبا بولی۔

"یہ تو ہے ـــــ پھر میں جا کر انہیں منع کر دوں گی۔ وہ تو آج ہی کال کرنے کا پروگرام بنائے بیٹھے تھے۔"

"امی سے اجازت لے لینا۔ اگر انہوں نے اجازت دے دی تو پھر۔" وہ جلدی سے بولی تو صبا اس کے بچنے پر ہنسی آ گئی۔

"ممانے برتن لگا دیئے ہیں جی۔" نوری نے حسب عادت دانت نکوستے ہوئے آ کر اطلاع دی تو وہ اپنی گفتگو موقوف کر کے ڈائننگ روم کی طرف بڑھ گئیں۔ چائے اور لوازمات سے بھری ٹرالی نگین دھکیل رہی تھی۔

بلاول کی آسپی کھیلی باتوں، رحمان کے چٹکلوں اور نگین سے باتوں کے دوران کئی بار وہ متوجہ ہوئی تھی۔

کئی بار ان سب کی طرف سے دھیان ہٹا تھا۔

کئی بار ہنستے ہوئے کانشس ہو کر وہ ہونٹ بھینچ گئی تھی۔

اور اس کی وجہ دائیں طرف قدرے کارنر میں بیٹھا نوفل احمد تھا۔

اس قدر جانچتی ہوئی نگاہ۔

معذرت خواہانہ انداز میں کئی بار اس نے پہلو بدلا مگر نشست ایسی جگہ پہ تھی کہ بہر طور وہ نوفل احمد کی نظروں سے اوجھل نہیں ہو سکتی تھی۔

"بس اب اس سے زیادہ نہیں۔"

وہ چاہے کتنی بھی چھوٹے دل کی مالک اور شرمیلی کیوں نہ تھی مگر یہ صورت حال تو قابل قبول نہیں تھی۔

یکبارگی اس نے نوفل احمد پر ایک لمحے کو نظر ڈال کر ہٹا لی۔

اور اس نگاہ میں اس قدر خفگی اور ناپسندیدگی کا تاثر تھا کہ خجل سا ہو کر نہ صرف نوفل اس پر سے نگاہ ہٹا گیا بلکہ اسی وقت اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ وہ صالحہ بیگم کو کچھ بتاتا سب سے معذرت کرتا ڈرائنگ روم سے نکل گیا تو صبا کو اطمینان ہوا۔

"اس قدر ڈیسنٹ سا بندہ، پھر بھی نجانے کیوں؟" لمحہ بھر کو وہ الجھی تھی مگر موقع اور ماحول نے اسے مسئلے پر زیادہ دیر تک غور و خوض نہیں کرنے دیا تھا۔

"نگی! جاؤ صبا کو گھر وغیرہ دکھاؤ۔" صالحہ بیگم نے پیار سے کہا تو وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ صبا بھی اس کی تقلید کی بلکہ اس نے اریبہ کو بھی آفر کی تھی۔

"تم دیکھو جا کر۔ میرا تو ہزار بار کا دیکھا ہوا ہے۔"

اس کا اپنا ہی تیکھا سا انداز تھا۔ اس پر مستزاد لبوں کی دھیمی سی مسکراہٹ۔ نہ کوئی برا مانے اور نہ ہی جواب سن کر خوش ہونے پائے۔ اور صبا تو یوں بھی کسی کی کھوج یا کرید میں نہیں رہتی تھی اس لیے رسمی سا مسکرا کر نگین کے ہمراہ ڈرائنگ روم سے نکل آئی۔

جدید انداز میں ڈیکوریٹ کیا گیا گھر واقعی اپنی خوبصورتی، انفرادیت اور نفاست میں اپنی مثال آپ تھا۔ ہر کمرے کی کلر اسکیم، فرنیچر اور پردوں، کارپٹس سے لے کر ڈیکوریشن پیس تک آرٹسٹک مزاجی کی جھلک موجود تھی۔

"بہت خوب۔ اگر کبھی میں نے گھر بنایا تو اسی شخص کو ہائر کر کے سیٹنگ اور ڈیکوریشن کراؤں گی جس سے تم لوگوں نے کرائی ہے۔"

صبا خود نفاست پسند اور آرٹسٹک مزاج تھی۔ سو بے اختیار ستائشی انداز میں بولی تو نگین ہنس دی۔ پھر اس کا ہاتھ تھام کر سیڑھیوں کی طرف بڑھتے ہوئے شرارت سے بولی۔

"اس بندے کو ہائر کر کے نہیں بلکہ "ہائی جیک" کر کے لے جانا پڑے گا۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ کلر اسکیم سے لے کر دیواروں پر لگی ہر پینٹنگ اور چھوٹے سے چھوٹا ڈیکوریشن پیس تک نوفل بھائی کی چوائس ہے۔"

نگین نے بڑے فخر سے بتایا تو وہ ابھی کچھ دیر پہلے کی جانے والی اپنی بات کو یاد کر کے جھینپ گئی۔

"اچھا ـــــ لگتا تو نہیں۔" یونہی بات کا تاثر ختم کرنے کی خاطر وہ بولی تو نگین نے سیڑھیاں عبور کرنے کے بعد سامنے کمرے کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔

"تم تو کہو گی۔ کیونکہ تم انہیں جانتی نہیں ہو۔ ایک ایک چیز کو انہوں نے اتنی محنت سے خریدا اور بنایا ہے۔ بقول ان کے، میں ایسی چیز اپنے پاس رکھ ہی نہیں سکتا جس سے مجھے محبت نہ ہو۔"

صبا نے مروت کے مارے یوں سر ہلایا جیسے بہت دلچسپی سے سن رہی ہو۔

"یہ اس گھر کا سب سے خوب صورت کمرہ ہے۔ جسے میں "ڈریم لینڈ" کہتی ہوں۔"

وہ دروازہ کھولتے ہوئے نگین نے بہت ڈرامائی انداز میں کہا۔ اسی وقت نیچے سے اریبہ کے بلانے کی آواز آئی تھی۔

"یہ شاید مجھے بلا رہی ہے۔" نگین نے اس کی طرف دیکھا تو صبا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تم اندر چلو۔ میں دو منٹ میں بات سن کر آتی ہوں۔ شاید آنٹی لوگوں نے بلایا ہو۔" وہ واپس مڑ کر سیڑھیاں اتر گئی۔ صبا نے بھی اس کے پیچھے اترنے کا قصد کیا مگر نگاہ کمرے کے ادھ کھلے دروازے پر پڑی تو رک گئی۔

"ہوں ـــــ ڈریم لینڈ۔" خفیف سے انداز میں بھنویں اچکاتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہم بھی تو دیکھیں خوابوں کے اس جزیرے میں کون بستا ہے۔"

وہ آہستہ سے دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوئی تو پاؤں نرم و دبیز قالین میں دھنس سے گئے۔ یوں لگا جیسے آب رواں پر پاؤں رکھ دیے ہوں۔

کوریڈور سے آتی روشنی کی مدد سے سوئچ بورڈ ڈھونڈ کر اس نے بمشکل ہی سہی مگر ٹیوب لائٹ آن کر لی تھی۔ اور پہلی ہی نظر میں وہ دنگ رہ گئی تھی۔

اسکائی بلیو کلر اسکیم اس قدر خوب صورت لگ سکتی ہے اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ اس نے اپنے جوتے اتار دیے۔

"اس ڈریم لینڈ کی کسی بھی شے کو داغ دار کرنا سخت بدذوقی اور نا انصافی ہو گی۔"

وال ہینگنگز اس کی خاص توجہ کا مرکز بنیں اور چند پینٹنگز تو اس نے سوچ لیا تھا کہ اگر اللہ نے چاہا تو وہ بھی اپنے بیڈروم میں ضرور لگائے گی۔ بلیک ووڈ فرنیچر کسی بے تاج بادشاہ کے سے کروفر کے ساتھ کمرے کی رونق بڑھا رہا تھا۔ تبھی اس کی نظر کارنر میں رکھے ڈیکوریشن پیس پر پڑی تو خون اس کی رگوں میں پارے کی طرح دوڑا تھا۔

ایک عورت کا پلاسٹر آف پیرس کا اڑھائی فٹ کا بے حد خوبصورت مجسمہ تھا مگر جس چیز نے متوجہ کیا تھا وہ اس عورت کے دعا کی صورت بلند ہوتے ہاتھوں میں رکھا کرسٹل کا سرخ بلب تھا۔

وہ بے اختیار آگے بڑھی تھی۔

کیا کوئی نقل اصل کے اس قدر نزدیک ہو سکتی ہے؟

کرسٹل کے سرخ گلاب میں کوئی سقم، کوئی کمی نہیں تھی۔ وہ واقعی کھلا ہوا اصلی گلاب لگ رہا تھا۔ تبھی تو وہ بے ساختہ جھک کر اسے سونگھنے جیسی بچکانہ حرکت کر بیٹھی تھی۔

"اُف سو بیوٹی فل۔"

اس نے بے حد نرمی اور احتیاط آمیز محبت کے ساتھ اس کی پتیوں کو انگلیوں سے چھوا تو نرم و لطیف احساسات جیسے اس کی پوروں کے راستے اس کے وجود میں سرایت کرنے لگے تو ایک سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر بکھر گئی۔

اندرونی کمرے سے نکلتا نوفل بے تحاشا ٹھٹکا تھا۔

وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ صبا اس کے کمرے میں ہو سکتی ہے۔ ماسٹر آف ورکس کے بُت کے سامنے ساکت کھڑی صبا کو دیکھ کر وہ مسکرا دیا۔ گلاب کے اس پھول نے بھی نوفل احمد کو بھی پاگل کر دیا تھا۔ تبھی تو وہ قیمت کی پرواہ کئے بغیر اسے خرید بیٹھا تھا۔ اور پھر پیرس سے واپس نیویارک، دو ماہ بعد نیویارک سے پاکستان واپسی تک وہ اس کی جی جان سے حفاظت کرتا آیا تھا۔ بیچنے والے کا کہنا تھا کہ یہ ہلکی سی ٹھیس لگنے سے چکنا چور ہو سکتا ہے اور ٹوٹنے کے بعد اس کے جڑنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ کیونکہ اس کے ٹکڑے بے حد چھوٹے چھوٹے ہو جاتے تھے۔

وہ اسے چونکانا نہیں چاہتا تھا مگر بے اختیار کھنکار بیٹھا۔ بھاری مردانہ آواز نے اسے گھبرا کر پلٹنے پر مجبور کر دیا تو مقابل نوفل احمد کو دیکھ کر وہ جہاں کی تہاں رہ گئی۔

یوں ایک دم پلٹنے سے اس کے آنچل کا پلو کرسٹل کے نازک سے گلاب پر جا پڑا تھا۔

"ذرا احتیاط سے پلیز ——!" وہ بے اختیار آگے بڑھا تو صبا گھبرا کر تیزی سے ایک طرف ہو گئی۔ نوفل کا اضطرابی انداز اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

مگر اسی وقت اپنے دوپٹے کے ساتھ اٹک کر کسی چیز کے گرنے اور "چھناک" کی آواز نے پلٹ کر دیکھنے پر مجبور کر دیا۔

"او گاڈ ——!"

کرسٹل کا سرخ گلاب دبیز قالین پر گرنے کے باوجود چھوٹے چھوٹے اتنے ٹکڑوں میں بٹ گیا ہوا تھا کہ گننا بھی شاید مشکل ہوتا۔

اس کی آنکھوں کے سامنے تیزی سے دھند پھیلی تھی۔

بے اختیار گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے اس نے قالین پر بکھرے کانچ کے ان ٹکڑوں کو ہاتھوں میں سمیٹنے کی کوشش کی تھی۔

"بس ……" اس کے لبوں سے نکلنے والی سسکاری کی آواز نے ساکت کھڑے نوفل کو اس کی طرف بڑھنے پر مجبور کر دیا۔

"یہ کیا کر رہی ہیں آپ؟ اس قدر باریک کانچ آپ کو زخمی بھی کر سکتا ہے۔" گھٹنوں کے بل اس کے پاس بیٹھتے ہوئے نوفل نے فکر سے کہا۔

"آئی ایم سوری …… میں نے جان بوجھ کر ……"

اس نے رندھے ہوئے لہجے میں اپنی صفائی پیش کرنا چاہی مگر بہا ہوا آنسوؤں کا ریلا اسی وقت رخساروں پر بہہ نکلا۔ آواز حلق میں اٹک کر رہ گئی۔

وہ شاید کچھ نہیں سکا تھا۔

دل کا سارا دھیان ان دو بھوری آنکھوں، ان پر جھکی گھنی پلکوں اور ان سے بہتے آنسوؤں نے سمیٹ لیا تھا۔

نوفل نے ہلکی سی سانس اندر کھینچتے ہوئے اس کے ہاتھ تھام کر کانچ کے ٹکڑوں کو نیچے گرا دیا۔ اس کی نرم ہتھیلی پر کئی خراشیں آئی تھیں۔

"اس قدر بے وقعت سی شے کے لئے آنسو بہا کر مجھے شرمندہ مت کریں۔" اسے ریلیکس کرنے کی خاطر وہ بہت نرمی سے کہتے ہوئے دوستانہ انداز میں مسکرایا بھی تھا۔

"میں نے …… جان بوجھ کر نہیں توڑا۔" وہ شرمندگی اور ندامت کی انتہا پر تھی۔

ایک قطعی انجان شخص کے کمرے میں بلا اجازت آنا، اس کے بعد پتہ نہیں کتنا قیمتی ڈیکوریشن پیس ضائع کر دینا۔ معمولی بات تو نہ تھی۔

"آپ جان بوجھ کر بھی توڑ دیتیں، آپ کو حق تھا۔ برتر کے مقابلے میں کم تر ہمیشہ شکست کھاتا آیا ہے۔"

الفاظ بہت سنے اور لہجہ بہت خاص تھا۔ تبھی تو سیدھے سبھاؤ بات کرنے والی صبا کے اندر عجیب سا احساس اُبھرا تھا۔ غیر محسوس کن انداز میں اس نے اس کے مضبوط ہاتھوں سے اپنے ہاتھ کھینچے تھے۔

نوفل نے بغور اس کی بھیگی پلکوں اور رخسار پر اٹک جانے والے آنسو کو دیکھا تھا۔ پھر دل میں اُبل پڑنے والے کسی احساس سے گھبرا کر وہ اسی وقت اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"آپ کا ہاتھ زخمی ہو گیا ہے۔"

وہ بہت شکست خوردہ انداز میں اٹھی تھی۔ تگین نے بتایا تھا کہ اس گھر میں موجود ہر بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی چیز نوفل نے بے حد محبت سے خریدی تھی۔ تو اب یہ نقصان کوئی معمولی بات تو نہیں تھی نا۔

"تگین کہہ رہی تھی کہ …… یہ کمرہ ڈریم لینڈ ہے۔ میں تو یونہی دیکھ رہی تھی …… پتہ نہیں کیسے ……" وہ پشیمان سی کھڑی ہوئی رونے کے قریب ہو گئی۔

اس قدر سادگی و معصومیت نوفل کو مشتدر کر گئی تھی۔

"کم آن صبا! ایسے ڈیکوریشن پیس تو چند روپوں میں مل جاتے ہیں۔" دفعتاً نوفل نے ہنس کر کہا تو وہ بےیقینی سے اسے دیکھنے لگی۔ نوفل سے نگاہ چرانا مشکل ہونے لگا۔

"آپ سچ کہہ رہے ہیں؟"

"بالکل ـــــــ دیکھا نہیں آپ نے، کس قدر ناقص تھا۔ گرتے ہی سینکڑوں ٹکڑوں میں بکھر گیا۔" وہ لاپرواہی سے کہہ رہا تھا۔ مگر انداز اور لہجہ یقین دلانے والا تھا۔

"مگر یہ تو اتنا خوب صورت تھا۔" صبا نے بے حد دکھ سے ان بکھرے ٹکڑوں کو دیکھا جو اپنی شکل و ہیئت کے ساتھ ساتھ اپنی وقعت بھی کھو چکے تھے۔

"سو واٹ ـــــــ اتنا قیمتی تو پھر بھی نہیں تھا کہ اس کی خاطر آپ اپنے آنسو بہائیں۔"

نوفل کا لہجہ پھر سے بہکا تو وہ حواسوں میں آنے لگی۔ چہرے کی سرخی واپس لوٹی تو اس نے ہاتھ کی پشت سے چہرہ رگڑ کر آنسوؤں کے داغ صاف کرنے کی سعی کی۔

"میں خوامخواہ ہی......"

اس کی خفت زدہ شکل پر نوفل کو ترس آنے لگا۔ صاف لگ رہا تھا کہ اب وہ وہاں سے بھاگنے کے چکر میں ہے۔

"آپ کی ہتھیلی پر خراشیں آئی ہیں، ان پر کریم لگا لیں۔" نوفل نے کہا تو اس نے سرعت سے دونوں ہاتھ یوں پیچھے کر لئے جیسے وہ زبردستی لگا ہی دے گا۔

"یوں تو سب پوچھیں گے کہ کیا ہوا ہے۔" نوفل نے بمشکل مسکراہٹ دبائی تھی۔

"آپ چھپانا چاہ رہی ہیں سب سے؟"

"نہیں۔" وہ خفت سے سرخ پڑ گئی۔ "مگر امی سے ڈانٹ پڑے گی۔"

"اوکے، جیسی آپ کی مرضی۔ یہاں نہیں تو گھر جا کر کوئی کریم ضرور لگا لیجئے گا۔" نوفل نے اس کے چہرے پر بہت نرم سی نگاہ ڈالتے ہوئے کہا تو اس کی نظروں کا مطلب سمجھتے ہوئے بھی صبا کو وہاں مزید کھڑے ہونا محال ہونے لگا۔

"ٹھیک ہے۔" جھکی پلکوں کے ساتھ کہتے ہوئے وہ پلٹ کر دروازے تک گئی اور وہاں رک کر اپنے جوتے پہننے لگی۔

"یہ اپنے ہاتھ میں رکھیں۔" نوفل نے خیال آنے پر ٹشو پیپرز کے ڈبے میں سے دو تین ٹشو نکال کر اس کو دیئے تھے جنہیں تھامتے ہی وہ بہ عجلت دروازے سے نکلتی چلی گئی۔

بہت لطیف اور دلکش احساس میں گھرا نوفل بے ساختہ ہنس دیا تھا۔

کھانے کی میز پر وہ بہت خاموش اور گھبرائی ہوئی سی رہی۔ اب تو یہی جی چاہ رہا تھا کہ جلدی سے گھر جایا جائے۔

"جی جی بتائیں، آپ نے ان میں سے کون سی ڈش بنائی ہے؟" وجدان ابھی بھی تمکین کا دماغ کھا رہا تھا۔

"صرف رشین سلاد۔ کیونکہ اس کو صرف بنانا پڑتا ہے، پکانا نہیں۔" نوفل نے اپنی پلیٹ پر سر اٹھائے بغیر اطمینان سے کہا تو وہ سب ہنس دیئے۔ وہ ساتھ ہی تو بیٹھا تھا۔ تمکین نے پہلو میں

ہو کر خاموش رہنے کا سگنل دیا تو وہ اسے دیکھ کر ہنس دیا۔

"بھئی آپ لوگ خواہ مخواہ میری بچی کو تنگ مت کریں۔" بی جان نے کہا تو تمکین نے اپنی [illegible] پیش کی۔

"نوری اکیلی تو کھانا نہیں بناتی۔ ساتھ میں بھی اس کی ہیلپ کراتی ہوں۔ ہر نئی ڈش ہم دونوں مل کر بناتی ہیں۔"

"اور مل کر ہی کھاتی ہیں۔ کیونکہ مجھے اور امی کو اپنی زندگی بہت عزیز ہے۔" نوفل شرارت پر آمادہ تھا اور اس کی غیر متوقع بشاشت صالحہ بیگم کو بہت اچھی لگ رہی تھی۔ ورنہ پچھلے چار سالوں سے تو وہ کھل کر ہنسنا بھی بھول گیا تھا۔ انہوں نے بے اختیار دل میں اس کی دائمی مسکراہٹ کی دعا مانگی تھی۔

"رہنے دیں بس۔ اب تو ٹیسٹ نہ کراؤں گی آپ کو۔" تمکین چڑ کر بولی تھی۔

"بھئی زندہ باد ویری سسٹر! تم جیسے لوگوں کے بنائے ہوئے کھانوں سے بچنے کے لئے ہی ہوٹل بنے ہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ پھر بہت غیر متوقع طور پر اپنے سامنے والی کرسی پر بیٹھی صبا سے مخاطب ہوا۔

"ایکسکیوزمی، ذرا ایک گلاس پانی دے دیں پلیز۔"

اس نے بے حد گڑبڑا کر نوفل کی طرف دیکھا۔ بے ضرر سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ منتظر تھا۔ جگ اس کے پاس ہی دھرا تھا۔ اس نے خاموشی سے گلاس میں پانی انڈیل کر اس کی طرف کھسکا دیا۔

"تھینک یو۔"

اس کے شکریے کے جواب میں وہ کچھ کہے بنا دوبارہ اپنے کھانے کی طرف متوجہ ہو گئی۔ نوفل کا سامنا کرنے کی تو گویا تاب ہی نہیں رہی تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو اس کا نقصان کر کے آئی تھی اور ابھی تک کسی کے آگے اس واقعہ کا ذکر بھی نہیں کیا تھا۔ اوپر سے وہ آ کر سامنے براجمان ہو گیا تھا۔

اس کے انداز صبا کو کچھ کچھ الجھانے لگے تھے۔

اس کی آنکھوں میں صبا کو دیکھ کر چمک ابھرتی تھی مگر وہ ڈرانے والی چمک نہیں تھی کیونکہ اس کے ساتھ ہی اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھرنے لگتی تھی۔

چائے کے بعد وہ لوگ فوراً ہی اٹھ گئے کیونکہ انس انہیں لینے آ گیا تھا۔

"یہ تو زیادتی ہے آنٹی! میں خود آپ کو ڈراپ کر آتا۔" نوفل نے کہا تو بی جان مسکرا دیں۔

"اب تو یہ آ گیا، عمر بھر کا یہ بیٹا خاطر جمع رکھو۔ پھر کبھی سہی۔"

"اللہ حافظ آنٹی!" وہ ان کے آگے جھک کر مسکراتے ہوئے بولا تو انہوں نے اس کے شانے پر شفقت آمیز ہاتھ پھیرا تھا۔

"بہت بہت شکریہ آنٹی! نہ صرف اچھے کھانے کا بلکہ آپ لوگوں کی بہترین کمپنی کا بھی۔" صبا نے صالحہ بیگم سے الوداعی ملاقات کے دوران شائستگی سے کہا۔

"آپ کا بھی شکریہ کہ آپ نے ہمیں میزبانی کا شرف بخشا۔"

نوفل یوں اچانک کہہ دے گا، صبا کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ اس نے سٹپٹا کر اس کی طرف دیکھا۔ ہونٹوں پر ہلکی سی دلفریب مسکراہٹ لئے وہ اسی کو دیکھ رہا تھا۔

اس کے اندر کسی عجیب سے احساس نے اپنا پاؤں دھرا تھا۔

صبا تو فوراً ہی پلٹ کر تائی جان کی طرف چلی گئی مگر نوفل کے ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ اور گئی تھی اور تانیہ پھر کر صبا کا پیچھا کرتی نظر، وہ لب بھینچ کر رہ گئی۔

"بہت خوش قسمت ہے انس۔ جسے اتنی اچھی سسرال مل رہی ہے۔"

گاڑی میں سفر کے دوران چچی جان نے ایمان دارانہ رائے دی تو وہ بولا۔

"مجھ سے زیادہ تو وہ ہیں جنہیں مجھ سا حسین و جمیل داماد مل رہا ہے۔"

"سچ بتائیں انس بھائی! کب سے آئینہ دیکھنا چھوڑ رکھا ہے آپ نے؟" وجدان نے فوراً صبا نے بھی اس کی تائید کی۔

"لیکن آپ سے بھی اچھی ہے۔"

"لگتا ہے تگڑی رشوت لگائی ہے تم دونوں کو۔" وہ مسکرا رہا تھا۔

"اور ایک صدمے والی بات بھی سن لیں۔ محترمہ کو کھانا پکانے کی الف ب بھی نہیں آتی۔" نے لطف لیتے ہوئے کہا تھا۔

"لو جی، یہ تو سارا پلان ہی چوپٹ ہو گیا۔ میں تو صرف اس لئے شادی پر راضی ہوا میرے لئے بھی کوئی کھانا پکانے والی، کام کاج کرنے والی آ جائے گی۔" انس نے مظلومیت کا کیا تو صبا جل کر رہ گئی۔

"تو پھر ہاشی پیاری بری تو نہیں تھی۔" اس نے گھریلو کام کاج کے لئے رکھی ملازمہ کا نام اطمینان سے بولا۔

"وہ تو ماسی ہے نا۔"

"مگر ہے تو پیاری نا۔" وجدان نے بھی اسی ٹون میں کہا۔ اب کی بار چچی جان خاموش نہ رہ سکی تھیں۔

"شرم کرو تم لوگ کچھ۔ خواہ مخواہ اس بے چاری کو بیچ میں گھسیٹ رہے ہو۔"

"امی جان! بے چاری نہیں، پیاری۔" وجدان نے تصحیح کرنا ضروری سمجھا تو وہ گھور کر رہ گئیں۔

"تم لوگوں کو سمجھانا تو جوئے شیر لانے کے برابر ہے۔"

"یہ شیروں کی کون سی قسم ہے؟" وجدان نے بہت دلچسپی کا اظہار کیا تھا۔

"لو..... تمہیں پتہ ہی نہیں۔" انس نے گویا اس کا مذاق اڑایا۔ پھر اپنی ذہانت جھاڑتے ہوئے بولا۔

"یہ شیر صرف افریقہ کے جنگلوں میں پائے جاتے ہیں۔ بہت خونخوار ہوتے ہیں اور ان کی جڑیں بھی بڑی ہوتی ہیں۔ اس لئے جوئے شیر کہلاتے ہیں۔ یہ ہو سکتا ہے ایک آدھ کو جوئے

"صاف پتہ چل رہا ہے کہ چنے رے کے پاس ہوتے رہتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے دودھ کی بو نکالنا۔" صبا نے ان کا تمسخر اڑایا تھا مگر وہ ہارنے والوں میں سے نہیں تھے۔

"تمہاری تو بات ہی نرالی ہے۔ دودھ کی کون سی نہر دیکھی ہے آج تک تم نے؟ شیر تو جگہ جگہ دیتے ہیں۔ ہمارے پاس تو شیر کی صورت میں ثبوت موجود ہے۔ آپ بھی دودھ کی نہر کا بھر کر لائیں تو مانیں گے۔" وجدان نے بے نیازی سے کہا تو وہ چڑ گئی۔

"کس قدر فضول اور بے معنی گفتگو کرتے ہو تم لوگ۔"

"میں تو کتنی بار اس لڑکے سے کہہ چکی ہوں کہ ہوش کے ناخن لو۔ اب تو منگنی بھی ہو چکی۔"

تائی جان بے چاری خود ان کی قینچی کی طرح چلتی زبانوں سے تنگ آ چکی تھیں۔

"ہائی وا دے، والدہ صاحبہ! یہ ہوش کے ناخن کیا بیوٹی پارلر والوں کی نئی پراڈکٹ ہے؟" معلومات میں اضافہ چاہا گیا۔

"جی نہیں —— یہ اللہ میاں کی پراڈکٹ ہے اور صرف نصیب والوں ہی کو ملتی ہے۔" صبا نے طنز کیا تو وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر ڈھٹائی سے ہنسنے لگے۔ وہ تاسف سے سر ہلا کر رہ گئی۔

●●●●●

[illegible] ٹی وی لاؤنج میں "مجو سوری" دیکھ کر صبا کو انتہائی غصہ آیا تھا۔

"بہت ذلیل ہو تم ضوفی! یہ کون سا ٹائم ہے سر درد ٹھیک کرنے کا؟"

"نیند نہیں آ رہی تھی۔ میں نے سوچا کب سے اس مووی کو ٹال رہی ہوں، آج فرصت ہے، دیکھ ہی لوں۔"

وہ ڈھٹائی سے بولی تو صبا جوتے اتارتی وہیں کارپٹ پر بیٹھ گئی۔

"کیسا رہا ڈنر؟"

"تمہیں کیا۔ جیسا بھی رہا ہو۔" وہ خفگی سے بولی تو ضوفی کو ہنسی آ گئی۔

"تمہاری شکل اس وقت کسی شاعر کی ناراض محبوبہ کی طرح ہو رہی ہے۔"

"تم سے تو اچھی ہی ہے۔"

وہ ابھی بھی اسی انداز میں بولی تو ضوفی نے سرخ و سیاہ امتزاج شیفون کے پرنٹڈ سوٹ میں ملبوس صبا کو ستائشی نظروں سے دیکھتے ہوئے فراخ دلانہ انداز میں کہا۔

"یہ بات تو واقعی بالکل سچ ہے۔ اور باقی دنوں کو تو چھوڑو، آج خاص طور پر بہت اچھی لگ رہی ہو۔ یوں لگ رہا ہے جیسے کوئی کھلا ہوا گلاب۔"

"گلاب ——؟" صبا کو بھولا ہوا بہت کچھ یاد آ گیا۔

"کیوں —— کچھ زیادہ تعریف ہو گئی ہے کیا؟" ضوفی نے شرارت سے پوچھا تو صبا نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے مرے مرے سے انداز میں کہا۔

"شوری! پتہ ہے وہاں مجھ سے ایک بہت بڑی گڑبڑ ہو گئی ہے۔"

"اُف ۔۔۔ کہیں انس بھائی کا رشتہ تو نہیں توڑ آئیں؟"

وہ اچھل ہی تو پڑی۔ مگر صبا کو اس کی یہ غیر سنجیدگی قطعی نہیں بھائی تھی۔

"بکواس مت ۔۔۔ کچھ اور ہوا ہے۔"

"سب سے بڑی گڑبڑ تو وہاں یہی ہو سکتی تھی۔ اب مجھے اطمینان ہو گیا ہے۔ تم کھل کر نے کیا گڑبڑ کی ہے؟" شمی نے اطمینان کی سانس لیتے ہوئے پوچھا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"یہاں نہیں ۔۔۔ میرے کمرے میں آؤ۔"

"ایسا بھی کیا سیکرٹ ہے؟ کہیں وہاں سے کچھ چرا تو نہیں لائیں؟" شمی حیران ہوئی تو کشن اٹھا کر اس کے سر پہ دے مارا۔

"میں یہاں بیٹھی گھاس ہی کرتی رہتی۔ شرلاک ہومز کی نانی نہ ہو۔" وہ تنتناتی چلی مارے تجسس کے شمی کو بھی مجبوراً اس کے پیچھے بھاگنا پڑا۔

"اب جلدی سے بتا دو، کیا ہوا وہاں؟" پھولی سانسوں کے دوران اس نے پوچھا تو اسے پکڑ کر اپنے سامنے بٹھا لیا۔

"جو میں تمہیں بتاؤں گی وہ تم کسی اور کو بالکل نہیں بتاؤ گی۔" وہ متذبذب تھی۔ پہلی بار گڑ تھی۔

"کم آن صبی! ۔۔۔ اس سے پہلے بھی ایسا ہوا ہے کیا؟" اس کا ہاتھ تھام کر اسے تسلی دی۔

"اب بتا بھی دو نا، میرا تجسس کے مارے ہارٹ فیل ہونے والا ہے۔" اسے خاموش دیکھ کر کا ہاتھ دبایا تو وہ مدھم سے انداز میں بولی۔

"وہ جو ہے نا...... نوفل ......"

"نوفل کون؟" اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی تجسس انداز میں سوال آیا تو صبا نے اسے چبا جانے والے انداز میں دیکھا۔

"تمکین کا بھائی۔" بات دانت پیس کر بتایا۔

"ارے ہاں، وہ ہیرو۔" شمی کی آنکھیں چمکی تھیں۔ "کہیں پھر کوئی فلمی سین تو نہیں ہو گیا؟"

"شمی! بہت بکواس کرنے لگی ہو تم۔" اسے حقیقتاً غصہ آیا تو شمی سٹپٹا گئی۔

"اچھا، اب نہیں بولتی۔ تم بولو۔"

"وہ جو ہے نا، بڑا فلرٹ باز سا ہے۔" بہت سوچ کر صبا نے نوفل پر دفعہ عائد کی تھی۔

"کوئی نہیں۔ اتنا پیارا سا تو ہے وہ۔ منگنی والے روز تو اس نے کسی کی طرف آنکھ بھی اٹھا کر دیکھا تھا۔" پہلے کی طرح شمی کو اس کی بات پر ایک فیصد بھی یقین نہیں آیا تھا۔

"ماشاءاللہ بی بی! اپنی گلی میں تو کتا بھی شیر ہوتا ہے۔" وہ نوفل کی حمایت پر تلملا اٹھی تھی۔

"بی ہیو صبی!" اس کے الفاظ شمی کو ناگوار گزرے تھے۔

"سوری ۔۔۔ میں نے صرف مثال دی تھی۔" وہ فوراً اپنی غلطی مان گئی جو کہ اس کی بہت بہترین عادت تھی۔

"تم اسے کیوں ایسے کہہ رہی ہو؟" شمی اصل بات کی طرف پلٹی تو وہ رک سی گئی۔

"یار! وہ پتہ نہیں کیوں، مجھے گھور گھور کے دیکھے جا رہا تھا۔" جس طرح وہ منہ بنا کر بولی تھی۔ شمی کو بے ساختہ ہنسی آ گئی۔

"بیوٹی صبا، تم اسے اچھی لگی ہو گی۔"

"بکواس نہیں کرو۔" شمی کا تجزیہ اسے اچھا نہیں لگا تھا۔

"تو پھر تمہاری شکل تمکینہ سے ملتی ہو گی۔" وہ چڑ کر بولی تو صبا نے نفی میں سر ہلایا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔ ورنہ انس بھائی تو کبھی بھی اس منگنی پر راضی نہ ہوتے۔"

"تو پھر جو کچھ میں کہہ رہی ہوں وہ بالکل صحیح ہے۔" شمی نے قطعی انداز میں کہا تو وہ چڑ کر بولی۔

"مگر میں نے بھی زیادہ دیر تک برداشت نہیں کیا۔"

"تم نے کیا کیا؟" شمی نے ڈر کر پوچھا تو وہ تفاخر سے بولی۔

"میں نے بھی جواباً اسے گھور کر دیکھا۔"

"کیا ۔۔۔؟" شمی بے اختیار اچھلی تھی۔ "کس قدر بے شرم ہو تم صبی!"

"چہ ۔۔۔ یار! بے شرمی سے نہیں بلکہ شرم دلانے والے انداز میں دیکھا تھا۔" اس نے جھنجلاہٹ کی تو شمی کی سانسیں معمول پر آ گئیں۔

"پھر اس دیکھنے کا کیا رزلٹ آیا؟"

"ہنڈرڈ پرسنٹ پازیٹو۔" وہ اطمینان سے بولی۔ "نہ صرف اس نے گھورنے کا سلسلہ بند کیا بلکہ کے بھی چلا گیا۔"

"تھینک گاڈ ۔۔۔ کچھ گڑبڑ نہیں ہوئی۔" شمی نے سکون کی سانس لی تو صبا نے ڈرتے ہوئے کہا۔

"گڑبڑ تو اس کے بعد ہی ہوئی تھی۔"

"کیسی گڑبڑ؟" شمی نے اسے گھورا تو اب کی بار اس نے بنا رکے اسے ساری بات بتا دی۔ وہ بدحواس تھی۔

"صبا! تمہیں ڈر نہیں لگا اکیلے اس کے کمرے میں؟"

"بس تم سائیڈ ٹیبل پر ہی غور کرنا۔ وہ بس چھچھورا ہی لگ رہا تھا، لفنگا تو نہیں۔" اس خیال سے صبا کو بھی کئی بار جھرجھری آ چکی تھی۔ مگر اب جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا۔ اس لئے اس پہلو کو نظر انداز کرنا ہی بہتر تھا۔

"اس نے تمہیں دبوچا تو نہیں تھا نا؟"

شمی نے تفتیش کا آغاز کیا تو صبا نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے ایمانداری سے کہا۔

"بلکہ وہ تو میرے ہاتھ پہ آئی خراشوں پر کریم بھی لگانے کو تیار تھا۔"

"اُف ـــــ لگوائی؟"

وہ جس طرح چیخ کر بولی تھی، صبا ڈر گئی۔ فوراً نفی میں سر ہلا دیا۔

"بہت اچھا کیا ـــــ" حنی نے اطمینان کی سانس لی تھی۔ "کیا خبر صرف ہاتھ پکڑنے کا بہانہ ہوتا۔"

صبا کے وجود میں پھریری سی دوڑ گئی۔

"کیسی خوف ناک باتیں کر رہی ہو؟ ـــــ اس نے تو تلافی کی آفر کی تھی۔ میں نے انکار کیا تو پھر اس نے اصرار نہیں کیا بلکہ کسی کو بتایا بھی نہیں کہ میں نے اس کا کتنا بڑا نقصان کر دیا ہے۔"

"کوئی بڑا نقصان نہیں کیا۔ اس نے کہا تو تھا کہ چند روپوں کا ڈیکوریشن پیس تھا۔" حنی نے

وہ قدرے توقف کے بعد مجرمانہ انداز میں بولی۔

"میں نے یونہی باتوں باتوں میں تمکین سے اس کی قیمت پوچھی تھی۔"

"تو پھر؟"

"پانچ سو ڈالرز۔"

"پانچ سو ـــــ ڈالرز......؟" حنی نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ ڈالرز تو جیسے حلق ہی میں پھنس گئے تھے۔

صبا نے مجرمانہ انداز میں اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"یعنی اگر اسے پاکستانی روپوں میں تبدیل کیا جائے تو اندازاً تیس ہزار کے قریب بنتا ہے۔" حنی نے فوراً موٹا موٹا حساب کیا تھا۔ پھر بے یقینی و استعجاب سے بولی۔ "پھر بھی اس نے تمہیں نہیں ڈانٹا بلکہ الٹا تمہارے "قیمتی" آنسوؤں کی فکر کرتا رہا؟"

"ہاں کچھ نہیں ہوا ـــــ وہ بس مجھے خاموش کرانا چاہ رہا تھا شاید۔"

صبا نے چڑ کر اسے ٹوکا اور ساتھ ہی اپنی حرف بہ حرف بات بتانے والی عادت پر لعنت ملامت بھی کی۔

"ہاں ـــــ تو دل کو کچھ ہو رہا ہوگا نا۔" حنی نے مسکراہٹ دباتے ہوئے بے نیازی سے دوبارہ اسے گھورنے لگی۔

"میں نے تمہیں یہ سب انجوائے کرنے کے لئے نہیں بتایا۔ بلکہ اس لئے بتایا ہے کہ اب مشورہ دو کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"اب تو بات ختم ہو چکی۔ اب کیا کرنا ہے؟" حنی نے استفہامیہ انداز میں بھنوئیں اچکا کر بے یقینی سے بولی۔

"تمہارا مطلب ہے کہ بات ختم ہو چکی ہے؟"

"بالکل ـــــ وہ والی بات ختم اور نئی بات شروع۔" اس نے آرام سے کہا تھا۔

"نئی بات کیا؟" صبا نے تحیر سے اسے دیکھا۔

"نئی بات یہ کہ وہ موصوف تم میں انٹرسٹڈ ہیں۔"

حنی کی اطمینان سے کہی گئی بات صبا کے لئے کسی دھماکے سے کم نہیں تھی۔

"حواس میں تو ہو تم؟" وہ غرائی تھی۔

"میں بالکل حواس میں ہوں مائی ڈیئر! یہ میں نہیں بلکہ حالات و واقعات کہہ رہے ہیں۔" حنی کا بیان قابلِ دید تھا۔

"اصل میں تو تم اس بندے کو ٹکر والے روز ہی اچھی لگ گئی ہو گی ـــــ اس دن بھی تو ٹکراؤ ہوا تھا۔"

"کوئی نہیں۔ خوامخواہ تکے مت لگاؤ۔" صبا کا دل گھبرانے لگا تھا۔

"اوکے ـــــ ہم کون سا رشتہ طے کرنے بیٹھے ہیں۔ جب وقت آئے گا، دیکھی جائے گی۔"

حنی نے اسے خوف زدہ دیکھ کر تسلی دی تھی۔ پھر پرسوچ انداز میں بولی۔

"ویسے اس بندے کا جتنا تم نے نقصان کیا ہے اس کی تلافی تو دینی چاہیے تمہیں۔"

"میں کیا تلافی دے سکتی ہوں؟ میری تو جیب خرچ بھی تیس ہزار کی نہیں ہو گی۔" وہ چڑ گئی تھی۔

"اوہو! میں کون سا جائیداد اس کے نام لگانے کو کہہ رہی ہوں۔ جب موقع آئے گا دیکھی جائے گی۔" حنی نے بات بدل دی۔ پھر دوستانہ لب و لہجے میں پوچھنے لگی۔

"ویسے تمہارا نوفل احمد کے متعلق کیا خیال ہے؟"

"کیا مطلب؟" وہ بھی متعجب تھی۔

"مطلب یہ کہ تمہارے دل کی گھنٹی بجی کہ نہیں؟" وہ شرارت سے بولی تو اسے گھورتے ہوئے صبا چٹکی بجائی۔

"اٹھو اور دفع ہو جاؤ۔ تمہیں سخت نیند آ رہی ہے۔"

"[illegible] یار! پھر چلی جاؤں گی۔" حنی نے کہا تو وہ تنگی سے پُر لہجے میں بولی۔

"تنہا ہی سہی پھر بھی۔ نوفل احمد میری چوائس کبھی نہیں ہو سکتا۔"

"کوئی خاص وجہ؟" حنی کو تحیر نے گھیرا تو وہ بھی ایک دم سے مسکرا دی۔

"کوئی خاص وجہ نہیں۔ سوائے اس کے کہ اسے دیکھ کر میرے دل کی گھنٹی نہیں بجی۔"

"میں جا رہی ہوں۔" حنی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"سدرہ کا فون نہیں آیا؟" صبا نے چھوٹی بہن سے متعلق پوچھا جو مریم پھپھو کی طرف گئی ہوئی تھی۔

"آیا تھا ـــــ بلکہ مجھے خود فون کرنا پڑا محترمہ کو یاد دلانے کے لئے کہ ان کا ایک عدد کالج بھی ہے جس کی وہ نئی نئی اسٹوڈنٹ ہوئی ہیں۔ اس لئے آ جائیں واپس۔" حنی نے تفصیل بتائی تو وہ اس انداز پہ مسکرا دی۔

حنی جاتے جاتے دروازے کے قریب رکی تھی۔

"ویسے صبی! تم کوشش کر کے دل کی گھنٹی کو ذرا ہلاؤ جلاؤ۔ شاید اسے زنگ لگ گیا ہے۔ کیونکہ

نوفل احمد بندہ تو بہت زبردست ہے۔"

حیا کی خونخوار نظروں سے ڈر کر وہ بھاگ لی تھی۔

لحظہ بھر کو حنی کی بات میں ذہن الجھا تو وہ سر جھٹکتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بندہ تو واقعی بڑا زبردست ہے مگر ——"

ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ لئے وہ اپنے کپڑے نکال کر باتھ روم میں گھس گئی۔

●●●●●

جب سے معید نے اس کی کھنچائی کی تھی وہ دانستہ عمر سے نہیں ملی تھی۔ کچھ خوف اور کچھ شرمندگی تھی جس نے اسے کانشس کر دیا تھا۔

مگر کب تک؟

وہ پیریڈ آف ہونے پر کلاس روم سے باہر نکلی تو کوریڈور کے پلر کے پاس وہ اپنے کسی ساتھی سے محو گفتگو دکھائی دے گیا۔

وہ گوگو کی سی کیفیت میں اپنی دوستوں کے ہمراہ اس کے پاس سے گزر گئی۔ پتہ نہیں اس کی طرف دیکھا یا نہیں۔

مگر جتنی لاپرواہ وہ تھی اتنا بے خبر عمر کا بھی نہیں تھا۔ اسے کیمسٹری لیب کی سیڑھیوں پر تنہا، چلا آیا۔ نوٹس کو پن اپ کر کے ترتیب سے فائل میں رکھتی وہ ٹھٹک کر آنے والے کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"کس سے بھاگ رہی ہو حنی میرا —— مجھ سے یا اپنے آپ سے؟" وہ پوچھتے ہوئے جیسے جھنجھوڑ رہا تھا۔

وہ کچھ بولے بغیر دوبارہ اپنی مصروفیت میں گم ہوئی تو وہ لب بھینچ کر لحظہ بھر اسے دیکھنے کے بعد اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا۔

"کیا ہوا ہے تمہیں؟"

"کچھ بھی نہیں ہوا۔" اس نے بے زاری سے فائل بند کرتے ہوئے کہا تو وہ چہرہ موڑ کر دیکھنے لگا۔

"پھر اتنے دنوں سے ملی کیوں نہیں؟"

"کیوں ملتی؟" وہ بہت تیکھی ہو رہی تھی۔

عمر نے قدرے دھیان سے اس کے تاثرات دیکھے تھے۔

"کیا ہمارے درمیان ایسا کوئی تعلق نہیں ہے جس کے بل بوتے پر ہم مل سکیں؟" اپنی حیرت اپنے لہجے میں چھپا کر وہ سکون سے بولا تھا۔

"تو اس کے لئے روز ملنا کیا ضروری ہے؟" اس نے تنک کر پوچھا تو اس کے شاہانہ انداز پر بے ساختہ مسکرا دیا۔

"ناراض کس بات پر ہو ——؟" تحمل سے پوچھا تو وہ چپ ہو گئی۔ پھر قدرے توقف کے بعد ناراضگی سے بولی۔ "تمہاری بے احتیاطی رنگ لے آئی ہے۔ اس روز معید نے ہمیں ریسٹورنٹ میں دیکھ لیا تھا۔"

"اوہ —— پھر؟" اس کے انداز میں تشویش اتر آئی۔

"پھر وہی ہوا جو ہو سکتا تھا۔ اس نے مجھے خوب جھاڑا اور تم سے ملنے سے سختی سے منع کر دیا۔" وہ چڑ کر بولی تو عمر نے اطمینان سے کہا۔

"یہ تو اس نے بالکل ٹھیک کیا۔ ناٹس مین۔"

"بکواس مت —— تمہاری وجہ سے پہلی بار میں نے اس کی ڈانٹ ڈپٹ سنی ہے۔ اور تمہیں ابھی بھی وہ ناٹس مین لگ رہا ہے۔" حنی کو شدید غصہ آیا تھا۔

"دیکھو اگر وہ چاہتا تو تمہاری پوری فیملی کو یہ بات بتا سکتا تھا مگر اس نے صرف تمہیں ڈانٹا جو کہ ان کا فرض بھی تھا اور حق بھی۔" عمر نے رسانیت سے کہا تو اسے رونا آنے لگا۔

"میری واقعی انسلٹ ہوئی اور تمہیں یہ سب معمولی بات لگ رہی ہے۔"

"دیکھو حنی! یہ انسلٹ اس انسلٹ سے بہتر ہے جو سب گھر والوں کے درمیان ہوتی۔ اور میں شرمندہ ہوں کہ میری وجہ سے یہ سب ہوا۔ مجھے اس روز اصرار ہی نہیں کرنا چاہئے تھا۔" وہ واقعی شرمسار ہو رہا تھا۔

"اس نے اور تو کچھ نہیں کہا، زیادہ تو ہوٹلنگ پر ہی ڈانٹ پڑی ہے۔" حنی نے کہا تو وہ اعتراف کرنے والے انداز میں بولا۔

"وہ بھی ٹھیک تھا —— جس طرح تمہیں اس نے دیکھ لیا، کوئی اور فیملی ممبر بھی دیکھ سکتا تھا —— آئی ایم سوری۔"

"اٹس اوکے۔ ہم کون سا پھر بھی ہوٹلنگ کرنے والے ہیں؟"

حنی نے اسے شرمندگی کے حصار سے نکالنا چاہا تھا۔ پھر وہ بات بدل گئی۔

"تمہارے انٹرویو کا کیا بنا؟"

اس کے سوال پر وہ چپ سا ہو گیا۔ پھر قدرے توقف کے بعد بولا۔

"وہی جو اس سے پہلے کے ساڑھے چار سو انٹرویوز کا بن چکا ہے۔"

"یہ سب کیا ہے عمر؟ تم تو اس قدر انٹیلی جنٹ ہو۔ اتنا شاندار اکیڈمک ریکارڈ ہے تمہارا۔ پھر کیا ہو جاتا ہے؟" اسے ایسی جھنجلاہٹ کبھی نہیں ہوئی تھی جیسی اب ہو رہی تھی۔

"صرف دو استاد کی کمی ہے میرے پاس۔ جو ہمارے ملک میں کوئی بھی بہترین سے بہترین جاب حاصل کرنے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔" وہ اپنی دو انگلیاں اٹھا کر بولا تو حنی نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگی۔

"وہ کون سی دو استاد ہیں ..."

"رشوت اور سفارش۔" وہ بہت اطمینان سے بولا تھا۔

"شرم کرو عمر! یہ خیالات ہیں تمہارے؟" مشی کو اس کی بات اچھی نہیں لگی تھی۔

"تمہیں کیا پتہ۔ ابھی بچی ہو تم۔" وہ اس کی سادگی پہ مسکرا دیا تھا۔

"میں کوئی بچی وچی نہیں ہوں۔" وہ خفا ہونے لگی۔

گھنی پلکوں تلے سیاہ آنکھوں میں ناراضگی کے رنگ لئے وہ عمر کو خواہ مخواہ ہی تفاخر زدہ کرنے لگی۔

کسی کا دل آپ کے نام پہ بے ترتیبی سے دھڑکتا ہو اس سے زیادہ دلنشین اور دلفریب اور کیا ہو سکتی ہے؟

"اوکے ـــــ تو میں تمہیں آنٹی بلا سکتا ہوں؟" وہ شرارت پہ آمادہ تھا۔ اس قدر فضول مشی کی برداشت سے باہر تھی۔ جی چاہا نوٹ سے وزنی فائل اس کے سر پہ دے مارے۔ وہ تن فن کر چل دی تھی۔

"ارے ـــــ مشی!" وہ فوراً اس کے پیچھے لپکا تھا۔

"بات مت کرو میرے ساتھ۔" وہ واقعی غصے میں تھی۔

"مذاق کر رہا تھا یار!"

"بہت برے ہو تم۔"

سیڑھیاں کی طرف بڑھتے ہوئے وہ اس کی طرف دیکھ بھی نہیں رہی تھی۔ عمر نے بھی چپ اس کے ساتھ چلنے کو ترجیح دی۔ قدرے کارنر والی بینچ سنبھالتے ہی عمر نے اس کے آگے جوڑے تھے۔

"میں نے یہ کرنے کو تو نہیں کہا۔" وہ جز بز ہونے لگی۔ آس پاس بیٹھے کئی اسٹوڈنٹس کی نظریں ادھر ہی تھیں۔

"تو پھر کیسے مانو گی؟" وہ مسکرا دیا۔

"تم یہ بتاؤ کہ تمہیں جاب کب ملے گی؟" اس نے سنجیدگی سے بات بدلی تو وہ چپ سا ہو گیا۔

"بتاؤ نا۔" وہ اس کی خاموشی سے تنگ آ کر بولی تو اس نے لمبی سی سانس کھینچتے ہوئے کہا۔

"بہت مشکل ہے مشی! ـــــ بہت مشکل۔" اس کے لب و لہجے سے جھانکتی شکستگی مشی کو دکھی کر گئی تھی۔

یہ پہلا موقع تھا جب وہ ہارا ہوا، بہت تھکن زدہ سا لگ رہا تھا۔ ورنہ اس سے پہلے تو وہ ہر ناکامی کے بعد تازہ دم ہو کر اگلی بار کے لئے کوشش کرنے لگتا تھا۔

"کیسی بات کر رہے ہو تم؟ ـــــ یہ تمہاری اشد ضرورت ہے۔" مشی حیرت زدہ ہوئی تھی۔

"تو میں کب اس کی ضرورت سے انکار کر رہا ہوں؟" وہ پانی سے بھرے گلاس پہ نظر جمائے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تو قدرے توقف کے بعد مشی نے اسے جتانے والے انداز میں کہا۔

"محبہ نے سب سے زیادہ اعتراض تمہارے جاب لیس ہونے پر کیا ہے۔"

وہ لمحہ بھر اس کو دیکھنے کے بعد پُرسکون لہجے میں بولا۔

"وہ کچھ غلط بھی نہیں ہے۔ اسی لئے میں آج تمہیں کہہ رہا ہوں کہ تم اپنے مستقبل کے لئے کوئی بھی بہتر فیصلہ کرنے میں بالکل آزاد ہو۔"

اس کے الفاظ اس قدر غیر متوقع تھے کہ وہ ششدر رہ گئی۔

"میں کوئی جاب کر بھی لوں مشی! تب بھی تمہیں وہ آسائشیں مہیا نہیں کر سکتا جن میں تم نے آنکھ کھولی ہے۔ جن کی تم عادی ہو۔"

"شٹ اپ عمر! ـــــ شٹ اپ۔" وہ غصے اور شدید اشتعال کے تحت اسے روک گئی تھی۔

"یہ ایک تلخ حقیقت ہے مشی! آج نہیں تو کل بھی تو اسے فیس کرنا ہی ہے۔ پھر آج ہی سے کیوں نہیں۔"

وہ ہنوز اسی سکون سے بات کر رہا تھا۔ مگر اس کی آنکھوں سے چھلکتا انتشار اور اضطراب اس کی تمام بے چینیوں کا راز افشا کر رہا تھا۔

وہ یکلخت ہی اس کے چہرے سے نگاہ ہٹا کر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے اپنا ذہن پُرسکون کرنے لگی۔ اپنی اس کوشش میں قدرے کامیاب ہو جانے کے بعد اس نے خاموش بیٹھے عمر کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے تلخی سے کہا۔

"میں نے اگر سوچ سمجھ کر تمہیں پسند کیا ہوتا تو میں ضرور تمام لگزریز کا حساب کتاب رکھتی عمر مگر شاید تم نے مجھ سے محبت کرتے ہوئے یہ سب دیکھا ہو۔"

اس کا طنز بہت بھرپور تھا۔ مگر وہ اس کا وار بہت حوصلے سے برداشت کرتے ہوئے بولا۔

"میں بھی پہلے بہت آئیڈیلسٹک سوچا کرتا تھا۔ مگر حالات کی ٹھوکروں نے بہت جلد مجھے حقیقت کی دنیا میں لا پٹخا۔ میں بھی جب تک اسٹوڈنٹ لائف میں رہا، بہت آئیڈیلسٹک رہا۔ اپنے اکیڈمک ریکارڈ، اپنی ذہانت اور اپنی استعداد پہ مغرور۔ مگر ان دو ـــــ فقط دو ہی سالوں میں مجھے احساس ہو گیا کہ یہ سب بیکار ہے۔ یہ سب ڈگریاں کاغذ کے ٹکڑے ہیں بس۔ اس ملک میں تعلیمی ادارے صرف نوجوانوں کے سال کھا رہے ہیں۔ ان کی زندگیاں برباد کر رہے ہیں اور بس۔ میں بھی بہت سے خواب لئے اس یونیورسٹی سے نکلا تھا۔ اور دیکھو تمہارے سامنے بالکل خالی ہاتھ ہوں۔ اس تعلیم نے مجھے اتنا بھی نہیں لوٹایا جتنا میں نے اس پر خرچ کیا ہے۔ تو پھر میں تمہیں کیا دے سکتا ہوں مشی؟"

"ایسا صرف تم سوچتے ہو عمر! تم کوشش کرو تو بہت اچھی جاب مل سکتی ہے تمہیں۔ آپ کیا ہے تم نے۔ گولڈ میڈلسٹ ہو۔" مشی نے ناراض لہجے میں کہا تو وہ تلخی سے مسکرا دیا۔

"ہاں ـــــ گولڈ میڈل۔ پتہ ہے مشی! وہ گولڈ میڈل میرے بہت کام آیا۔ پچھلے دنوں ابو کے علاج کے لئے میں نے اسی کو بیچا تھا۔ میں نے سوچا تعلیم نہ سہی، گولڈ میڈل تو کام آ گیا۔"

وہ اسف میں گھری کئی لمحوں تک اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

کیا وہ اس عمر کو بھی کبھی بھول سکتی تھی جو آج سے دو اڑھائی سال پہلے پوری یونیورسٹی میں ٹاپ

پوزیشن حاصل کرنے پر کسی منسٹر کے ہاتھوں گولڈ میڈل وصول کرتا چہرے پر تفاخر اور خوشی سے لئے فاتح عالم لگ رہا تھا۔

اور یہ عمر کاظمی تو کوئی اور تھا۔

پژمردہ، تھکا ہوا۔

شکستہ دل۔

اس کی شگفتگی اور اس کے چہرے کی چمک کہاں کھو گئی تھی؟

اس کے ہونٹوں پر ہمہ وقت مچلتی رہنے والی مسکراہٹ کیوں دم توڑ گئی تھی؟ وہ جو ہر وقت ہنسانے میں آگے رہتا تھا، یوں زہر کیوں اگلنے لگا تھا؟

وہ اب بھی بڑے اطمینان سے بتا رہا تھا۔

"تمہیں بڑے مزے کی ایک بات بتاؤں۔ پچھلے ہفتے میں ایک کلرک کی اسامی کے لئے ٹیسٹ دینے گیا تھا اور پتہ ہے رزلٹ کیا نکلا؟"

وہ بات کرتے کرتے ڈرامائی انداز میں اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ مگر وہ تو اتنی بری طرح شاکڈ ہوئی تھی کہ ایک لفظ بھی ہونٹوں سے نکلنا محال تھا۔ وہ خود ہی بتانے لگا۔

"میں نے فائل ان صاحب کے سامنے رکھی تو انہوں نے پہلے میری ڈگریوں اور سرٹیفکیٹس کو دیکھا پھر مجھے دیکھا۔ میرے اکیڈمک ریکارڈ کی دل کھول کر تعریف کی۔ میں سمجھا اس ویکنسی کے لئے تو میں ہاتھوں ہاتھ لیا جاؤں گا۔ مگر انہوں نے بہت آرام سے کہا کہ

"سوری جنٹلمین! یہ نوکری آپ کے لئے نہیں ہے۔"

میں نے کہا۔

"مگر سر! میں اس ویکنسی کے لئے انٹرویو دینے آیا ہوں۔"

"آپ اس ملازمت کے اہل نہیں ہیں ——— ویسے بھی ہمیں اس قدر ہائی کوالیفائیڈ کلرک نہیں چاہئے۔ آپ نے ایڈ میں کوالیفکیشن تو پڑھی ہوگی۔"

"لیکن سر! میں اپنی اس کوالیفکیشن کے ساتھ اس ویکنسی پر جاب کرنے کو تیار ہوں۔"

وہ میری مجبوری کی انتہا تھی۔

مگر ہر کسی کا دل مجبوریوں سے آشنا نہیں ہوتا حنی میرا! ——— اس شخص نے آرام سے کہا۔

"سوری ینگ مین! میں کسی اور کا حق نہیں مار سکتا۔ تمہیں تو کہیں بھی جاب مل سکتی ہے۔ مگر جس شخص کی جگہ پر تم بیٹھو گے اسے شاید کہیں اور جاب نہ ملے۔"

میں اس روز اس مذاق پر بہت ہنسا تھا۔ کیا کہیں میرے لئے بھی کوئی سیٹ ہوگی، جس پر صرف میرا انتظار کیا جا رہا ہوگا؟"

حنی کے لئے یہ تلخ حقیقت ایک بالکل نئی بات تھی۔ اسٹوڈنٹ لائف تو یوں بھی بہت آئیڈیل ہوتی ہے۔ سب بہت جوش اور امنگوں بھرا دل لے کر تعلیمی اداروں سے نکلتے ہیں۔ مگر پہ

...دیکھے خوابوں کی دل پسند تعبیریں۔ اور حقیقت کیا تھی؟

یہ جو عمر کاظمی بتا رہا تھا۔

اس قدر بے مثال اسٹوڈنٹ کہ پروفیسرز بھی جس کی ذہانت سے متاثر تھے۔ جس کی ذہانت کی تمام ...جنٹس میں دھوم تھی۔ جس کے بنائے ہوئے نوٹس پیپرز کے دنوں میں لڑکے لڑکیاں منہ مانگی ...پر خریدنے کو تیار رہتے تھے۔ اور آج اسے ایک نوکری نے رول کے رکھ دیا تھا۔

جس کا گولڈ میڈل تو کام آگیا تھا۔ مگر گولڈ میڈلسٹ ہونا کوئی وقعت نہیں رکھتا تھا۔

...ن کی آنکھوں میں دھند اترنے لگی۔

"...یں مت ہارو عمر! مجھے لگ رہا ہے جیسے ——— جیسے تم مجھے ہار جاؤ گے۔" اس نے گویا شکستہ ...میں عمر کی منت کی تھی۔

"میں تمہیں ہارنا نہیں چاہتا حنی! اپنی محبت سے کٹ کے بھلا کون جی پایا ہے؟ مگر میری مجبوریاں ...ہاری ہیں۔" اس کی آنکھوں میں خفیف سی سرخی اتر آئی تھی۔

"میں ہر حال میں تمہارا ساتھ دینے کو تیار ہوں عمر!" وہ بے حد جذباتی انداز میں بولی تو اسے ...دیکھنے کے بعد گہری سانس کھینچتے ہوئے اس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا لی۔

...یہ کے کہنے پر وہ اسے جلد از جلد نوکری کرنے اور شادی کرنے کا کہنا چاہتی تھی۔ مگر جو کچھ اس ...یا تھا اس کے پیش نظر تھی کہ یہ سب کہنا بہت عجیب محسوس ہوا تھا۔ سو وہ خاموش ہو رہی۔ یہ ...تھا جب عمر سے ملاقات کے بعد وہ خود کو بہت پژمردہ محسوس کر رہی تھی۔

"...نکل کی طبیعت کیسی ہے اب؟" حنی نے پوچھا تو وہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ حنی نے ...غائب دماغی کیفیت کو بڑی شدت سے محسوس کیا تھا۔

"...نکل کا پوچھا ہے میں نے۔"

"...ی ڈاکٹرز کا ایک ہی مشورہ ——— آپریشن کروا لیں۔ ابھی تک تو صرف دواؤں کا علاج ...ہے۔"

...کا حوصلہ حنی کو قائل دینے لگا تھا۔

"...! تم لوگوں کو ان کا آپریشن کروا لینا چاہئے۔ دو بار انہیں ہارٹ اٹیک ہو چکا ہے اور ان کے ...والوز بھی بند ہیں۔ پھر تم لوگ کیوں رسک لے رہے ہو؟"

"...ور دینا واقعی آسان ہوتا ہے حنی بی بی! کیونکہ یہ مفت ہوتا ہے۔ مگر آپریشن، وہ بھی دل کا ...ہم غریبوں کے لئے تو روز کی دال روٹی پوری کرنا ہی بہت مشکل ہوتا ہے۔"

...سکے تلخ لہجے پر وہ چپ سی ہو گئی۔ پھر قدرے جھجک کر پوچھنے لگی۔

"...تم نے جاب تو چھوڑ دی ہے۔ پھر گھر کا خرچ؟"

"...ٹیوشنز پڑھا رہا ہوں۔ اور راحیل بھی۔" اس نے بے تاثر انداز میں بتایا تھا۔

"...! اگر تم مائنڈ نہیں کرو تو میں ابو سے کسی طرح تمہاری جاب کی بات کروں؟" حنی نے بڑار

بارکا دہرایا ہوا سوال ایک مرتبہ پھر سے دہرایا تو اس نے جبڑے بھینچ لیے۔

"ممی پلیز!"

"خدا کے لیے عمر! ــــ اب تو اپنی اس خرافات کی انا کے خول سے باہر نکل آؤ۔ … کہ آج نہیں تو کل تمہیں جواب مل جائے گی۔ مگر جب سب در بند ہیں تو اس در پر کوشش کا کیا حرج ہے؟"

"میں نے کہا نا، نہیں۔" وہ سختی سے بولا تو ممی کے اندر کی کھولن کو راہ دے گیا۔

"یوں ہی تم مجھے کھو دو گے عمر! ــــ مجھے اتنی جلدی شادی کرنے کا شوق نہیں ہے … خاطر چھ سات سال مجھے کون گھر بٹھائے رکھے گا؟"

اس کے سوال میں چھپی حقیقت بہت زہریلی تھی۔

مگر وہ بھی عمر کاظمی تھا۔ دل میں لاکھوں طوفان چھپائے اوپر سے بالکل پرسکون۔

"اسی لیے تو میں نے تمہیں آپشن دیا ہے۔ تم اپنے لیے بہتر راستہ چن سکتی ہو۔ میں تمہیں خارزار پر گھسیٹنے کا روادار نہیں ہوں۔"

"تم مجھے اس قدر گرا ہوا سمجھتے ہو عمر! کہ میں تمہیں کڑے وقت میں تنہا دیکھ کر کسی اور کی ہو جاؤں گی؟"

"یہ حالات کا تقاضا ہے ممی! حقیقت کو فیس کرنا سیکھو۔"

"اور جب تم مجھے اس راہ پر لائے تھے تب تم نے کیوں حقیقت سے متعلق نہیں سوچا؟" اس کا جی چاہ رہا تھا عمر کو ایک تھپڑ دے مارے۔

"وہ میری غلطی تھی ممی! مگر حالات نے میرے خیالات ہی نہیں، میری خواہشات تک کو بدل ڈالا ہے۔"

"بہت ظالم ہو تم عمر!" وہ رو دی تھی۔ بنا جگہ اور ماحول کا خیال کیے۔

وہ پریشان و دل گرفتہ سا پیشانی کو مسلنے لگا۔

"آئی ایم سوری ممی! ــــ شاید پریشانی میں کچھ زیادہ ہی بکواس کر گیا ہوں میں۔" … سا بولا تھا۔ مگر اس کی کہی باتیں اتنی تلخ تھیں کہ وہ حسب عادت اپنی ناراضگی بھول کر … پائی تھی۔

"ہمارا تعلق کھیل نہیں ہے عمر! کہ جسے تم جب جی چاہے ادھورا چھوڑ کر چل دو۔ میں مٹی کی بے جان مورت ہوں کہ احتجاج بھی نہ کروں۔"

وہ یکلخت میز پر جھکا تھا۔

"میں یہ سب کب چاہتا ہوں ممی! مگر میں کیا کروں؟ ہر طرف اناکی میرا راستہ … ہے۔ ہر راستہ اندھیرے میں ڈوبا ہے۔ تمہارے ہاتھوں میں امیدوں کے جگنو کہاں … تم جانتی ہو اس حقیقت کو بھی کہ میں نے ہمیشہ اپنے ساتھ صرف اور صرف تمہیں سوچا …

… تو خود میرے لیے سوہان روح ہے۔ مگر مجھے بھی تو بتاؤ کہ میں کیا کروں؟ کون سا اسم پڑھوں … ہر کام ٹھیک طریقے سے ہو جائے اور تم مجھے مل جاؤ؟"

اس کے لہجے کی شکستگی اور تھکن اس کے ذہنی و قلبی انتشار کا واضح ثبوت تھی مگر وہ اس سے کیا ہمدردی کرتی، جو اسے ہی زندہ درگور کیے دے رہا تھا۔ پھر بھی اس نے خود کو بہت سنبھالا تھا۔

"تم ہار رہے ہو۔ نہ صرف خود سے بلکہ دنیا سے بھی۔ اور کوئی وجہ نہیں ہے اس شکستگی کی۔ مگر اتنا یاد رکھنا عمر! کہ میں پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ مجھے محبت چاہیے، … نہیں۔"

ضبط کرنے کے باوجود اس کی آواز بھرا گئی۔ وہ ایک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر گہری سانس اندر کھینچتے ہوئے مسکرا دیا۔

"واقعی ــــ میں ہار رہا ہوں۔ خود سے، اس دنیا سے اور اس کے قوانین سے۔ مگر...... تمہارا ساتھ مجھے تقویت دینے والا، مجھے گر کر سنبھلنے والا۔"

"تو پھر یہ سب بکواس کیا تھی؟" وہ معاً غصے سے بولی تو وہ بے اختیار ہنس دیا۔

"اچھا لگتا ہے۔ اپنی اہمیت کا کچھ تو اندازہ ہو جاتا ہے۔"

وہ اپنا بیگ سنبھالتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کدھر ــــ؟" وہ حیران ہوا تھا۔

"گھر۔" وہ ناراضگی سے بھرے لہجے میں بولی۔

"ابھی تو موڈ ٹھیک ہوا ہے اور تم......"

"مگر میرا موڈ بہت خراب ہو چکا ہے عمر کاظمی! ایک بار گھر جا کر ٹھیک طرح سے سوچ لو کہ میرے راستے میں کہیں تم بھی موجود ہو یا نہیں۔ اور اگر جواب ہاں میں آئے تو یہ یاد رکھنا کہ اگر تم حوصلہ ہارو گے، تو سمجھ لینا کہ ساتھ ہی محبت کی بساط پر ممی میر کو بھی ہار گئے ہو۔"

… جلتے ہوئے لہجے میں اس کی بات کاٹ کر ممی اس کے پکارنے کے باوجود مزید نہیں رکی …

عمر کاظمی نے اسے صدمہ کی تک دیکھا اور اس کے نظروں سے اوجھل ہوتے ہی جیسے اعصاب پر بھاری بوجھ آن گرا ہو۔ تھکن رگ رگ میں سرایت کرنے لگی تھی۔

"تم کیا جانو ممی! ــــ تمہیں کیا پتہ ــــ"

●●●●●

… ابھی اس نے ٹھیک سے سانس بھی نہیں لی تھی کہ صبا اس کے سر پر آ سوار ہوئی۔ اس … کہ وہ صرف اور صرف ذہنی سکون چاہتی تھی۔ صبا کی آمد زندگی میں پہلی بار اس کے لیے … باعث بنتی گئی۔

"… لاؤں تمہارے لیے؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"… کہا ہے مجھے۔ اور تم کیوں لاؤ گی؟ کیا میں خود نہیں جا کر لا سکتی؟" ٹھٹک کر اس نے

پوچھا تو وہ اسی محبت سے بولی۔

"اچھا تو پھر ٹینک تو ہو گی نا غضنفر اس کی۔"

"خیریت تو ہے۔ اس سے پہلے تو تم اتنے خدمت گارانہ موڈ میں کبھی نہیں آئیں۔"

جھک کر چیزوں کو جوتوں کی قید سے آزاد کرتے ہوئے طنزاً کہا تھا۔

"کیوں کہ۔

بابل کا یہ گھر گوری، کچھ دن کا ٹھکانہ ہے
من کے ڈولی ایک دن، تجھے پیا گھر جانا ہے"

وہ گنگنائی تو ضحیٰ نے قدرے دھیان سے اس کے کھلے کھلے انداز کو دیکھا۔ لبوں سے کو دبی مسکراہٹ لبوں پر بکھرنے کو تیار تھی۔

"کہیں نوفل احمد نے پروپوزل تو نہیں بھجوا دیا تمہارے لئے؟" بالوں میں ہاتھ چلا کر برش کرتے ہوئے اس نے تنگ کر پوچھا تو صبا کی مسکراہٹ غائب ہونے میں ایک پل بھی نہ لگا۔

"قتل ہو جاؤ گی کسی روز میرے ہاتھوں۔" وہ غرائی تھی۔

"خوش تو ایسے ہی ہو رہی ہو۔" ضحیٰ نے بے نیازی سے شانے اچکائے تھے۔

"یعنی تمہارا مطلب یہ ہے کہ میں اس تھرڈ کلاس شخص کی پروپوزل کی آس میں بیٹھی ہوئی ہوں۔" صبا نے صدمے کا شکار ہوتے ہوئے کہا تو وہ بالوں کو لپیٹ کر جوڑے میں جکڑتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"حرج بھی کیا ہے؟ ۔۔۔ اتنا زبردست بندہ ہے۔" اس کا انداز کو تپانے والا تھا۔

"مجھے نہیں چاہیے کوئی زبردست اور نہ ہی زبردست۔" وہ جی بھر کر خفا ہوئی تھی۔

"تو پھر بلاوجہ ہی دھمال ڈال رہی ہو؟" ضحیٰ چڑ گئی تھی۔

"بلاوجہ نہیں ۔۔۔ ایک بہت مزے کی وجہ ملی ہے۔" سب کچھ بھول کر اس کی آنکھیں چمکی تھیں۔

"یا تو لگے ایک منٹ میں اصل بات بتا دو یا پھر دفع ہو جاؤ۔ میں اس وقت تھرلاک کے موڈ میں بالکل بھی نہیں ہوں۔"

مجبوراً ضحیٰ کو ماتھے پر بل ڈالنے پڑے تھے مگر وہ پھر بھی باز نہیں آئی۔

"ضرورت بھی نہیں ہے کوئی الٹی سیدھی چیز بننے کی۔ کیونکہ اب تم ایک بہت اچھی چیز ہو۔"

ضحیٰ چڑ گئی۔

"کتنی بار کہا ہے، مجھے "چیز" مت کہا کرو۔ انسانوں اور چیزوں میں بھلا کیا مماثلت؟"

"خیر، تم میں اور کئی چیزوں میں تو کافی مماثلت ہے۔" صبا نے شانے اچکا کے گھورنے لگی۔

"بہر حال وہ مزے کی بات بلکہ خوش خبری یہ ہے کہ تمہارے لئے ایک بہت نا

پروپوزل آیا ہے۔"

صبا کی بات اس کے لئے کسی دھماکے سے کم نہیں تھی۔

وہ بے یقینی سے اسے دیکھے گئی۔

"یقین نہیں آ رہا نا ۔۔۔؟" صبا ہنسی۔ "مجھے بھی نہیں آیا تھا۔ کوئی مجھ جیسی حسین دوشیزہ کو چھوڑ کر بھلا تمہارے لئے پروپوزل کیسے بھیج سکتا ہے؟"

"تمہیں کس نے بتایا ہے؟" وہ بمشکل پوچھ پائی تھی۔

"بتانا کیا ۔۔۔ آج لڑکے کی ماں اور بہن آئی ہوئی تھیں۔ وہ بات کر کے گئی ہیں۔ انس بھائی کی ڈگری ختم والے روز وہ کلف دار کپڑے پہنے ہوئے تھا اور تم نے نہ صرف اس کے ہیئر اسٹائل بلکہ اس کی پائٹ کی بھی کافی تعریف کی تھی۔" صبا نے منٹوں میں سارا معاملہ سامنے رکھ دیا تھا۔

"وہ سعید بھائی کا کولیگ ہے۔ اب وہ آئیں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ کیسا بندہ ہے۔ ویسے اچھا ہی ہوگا، بھائی لوگ یونہی تو کسی کو گھر پہ تفتیش میں نہیں لاتے۔"

ضحیٰ غائب دماغی کی کیفیت میں اسے سن رہی تھی۔ سعید کا کولیگ ۔۔۔' اس کے ذہن میں سپارٹنگ سی ہوئی تھی۔

"تو یہ سب سعید نے کرایا ہے۔" وہ بے اختیار بولی تو صبا نے کہا۔

"انہوں نے کرایا ہوتا تو پہلے وہ گھر میں کسی سے تذکرہ کرتے۔ یہ اس بندے کی کارستانی ہے جس نے تمہیں دیکھتے ہی "ہائے" کا نعرہ مارا ہوگا۔ تبھی تو دو ہفتوں کے اندر ہی پروپوزل بھجوا دیا۔"

"امی نے کیا کہا ہے ان لوگوں سے؟" ضحیٰ کا جی گھبرانے لگا۔ آج کا تو دن ہی اسے راس نہیں آ پایا تھا۔

"کہا کہ سوچ کر جواب دیں گے ۔۔۔ اب تم اتنی بھی بری نہیں کہ پہلی باری میں ہاں کر دی جائے۔" وہ مزے سے بولی تو ضحیٰ کو غصہ آنے لگا۔

"نہ پہلی نہ دوسری اور نہ پانچویں بار میں ہاں ہو گی۔"

"کیا ۔۔۔ کتنے چکر لگواؤ گی ان کے؟" صبا تحیر کا شکار ہوئی تو اس نے قطعیت سے کہا۔

"میں اس پروپوزل کو ریجیکٹ کر رہی ہوں۔"

"ہم ۔۔۔ اس سے پہلے کون سے فیصلے تمہارے من پسند کے ہو رہے ہیں جو اس فیصلے پر تمہاری حماقت کی مہر ثبت کی جائے گی؟" صبا نے اس کا تمسخر اڑایا تو وہ غصے سے بولی۔

"یہ میری زندگی ہے۔ اور اسے گزارنے کا حق بھی صرف مجھ ہی کو ہے۔ اور میں یہ فیصلہ کسی کو نہیں کرنے دوں گی۔"

اس کے سرد و لاتعلق انداز نے صبا کو ٹھٹک جانے پر مجبور کر دیا۔

"تمہیں خوشی نہیں ہوئی تھی؟" بغور اس کے تاثرات کو دیکھا۔ مگر وہاں خوشی کی ہلکی سی رمق بھی نہ تھی۔

"بالکل نہیں۔ اور تم باقی سب کو بھی بتا دو کہ وہ میری شادی کا خواب دیکھنا چھوڑ دیں۔ میں پڑھ رہی ہوں۔" وہ اسی خفگی سے پُر لہجے میں کہتی پلٹ کر الماری میں سے کپڑے نکالنے لگی۔

"سو واٹ؟ —— ایک آدھ ماہ تو رہ گیا ہے فائنل ایگزیمز میں۔ اس کے بعد تو فرصت ہوگی۔ لگے ہاتھوں شادی ہی کروا لینا۔"

اس کا مسئلہ جان کر صبا ریلیکس ہوئی تو وہ تڑپ کر اس کی طرف پلٹی تھی۔

"اور تم جو پہلے ہی فرصت میں ہو تم کیوں نہیں لگے ہاتھوں یہ فریضہ ادا کروا لیتیں؟"

"ہاں —— میں تو دل و جان سے تیار ہوں۔ مگر کیا کیا جائے کہ اطہر کاوانی صاحب کی نظر آپ کے حسن جہاں سوز میں اٹکی ہے۔" وہ شرارت سے بولی تھی۔

"فضول باتیں مت کرو صبا! میں نے کہہ دیا نا کہ میں ابھی شادی نہیں کروں گی۔ کم از کم پانچ چھ سال تک۔"

اس قدر قطعی حساب کتاب نے صبا کو ششدر کیا تھا۔

"دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا؟ چار ماہ بعد پورے بائیس برس کی ہو جاؤ گی اور چھ سال کے اٹھائیس برس کی۔ پھر کون بیاہنے آئے گا تمہیں؟" صبا کو بھی غصہ آ گیا تھا۔ اس نے پہلے تو باتوں کو مذاق ہی سمجھا تھا۔ مگر وہ تو جیسے سبھی کچھ طے کئے بیٹھی تھی۔

"یہ تم لوگوں کا نہیں، میرا مسئلہ ہے۔" وہ ایک دم سے بولی، پھر چپ ہو گئی۔ صبا نے تاسف سے اسے دیکھا تھا۔

"بہت خوب —— میں پوچھ سکتی ہوں کہ تم نے خود کو 'میر ہاؤس' سے الگ کب سے شروع کر دیا ہے؟" اس کے انداز میں طنز کی کاٹ تھی۔

"بال کی کھال مت اتارو صبا! —— میں ابھی اس سب کے لئے بالکل بھی تیار نہیں ہوں۔" وہ تیزی سے سنبھلی تھی۔

"تو کیا —— کوئی اور تمہیں —— ؟"

صبا کو اپنے سوال پر یقین نہیں تھا اس لئے جھجک کر پوچھ بھی نہیں پائی تھی۔

"کوئی نہیں ہے —— کوئی بھی نہیں ہے۔" وہ اس کی طرف سے رخ موڑ کر ہینگر پر سے کپڑے اتارنے لگی۔

ہر بات، ہر مسئلہ صبا سے ڈسکس کرنے کی عادی ہونے کے باوجود پتہ نہیں کیسے وہ عمر کا ذکر اس سے مخفی رکھ گئی تھی۔

"تو پھر اس قدر طویل بن باس لینے کا کیا مطلب ہے؟" صبا برا مان کر بولی۔

"بکواس نہیں کرو صبا! میں کوئی بن باس نہیں لے رہی۔ اور تم......" وہ غصے سے کہتے کہتے لب بھینچ گئی۔ پھر خفگی سے پُر لہجے میں بولی۔ "میں خود اسے کہہ دوں گی۔"

"ہیں! پاگل تو نہیں ہو گئیں؟" صبا اس کے تیوروں سے پریشان ہو اٹھی۔

"اس میں پاگل پن کی کیا بات ہے۔ بہت سے لوگ تو عمر بھر شادی نہیں کرتے۔ میں تو پھر بھی پانچ چھ سال رکنے کی بات کر رہی ہوں۔" وہ آرام سے بولی تو صبا کا موڈ خراب ہونے لگا۔

"جب تم سے پوچھا جائے تو خود ہی یہ سب کہہ دینا۔ مجھ پہ یہ ذمہ داری مت ڈالو۔"

"میں خود کہہ لوں گی۔ جب میرا ذہن اتنی جلدی ایک بات کو قبول نہیں کرتا تو پھر خوامخواہ اس جھنجٹ میں پڑنے سے کیا حاصل۔"

وہ لاپرواہی سے کپڑے لئے باتھ روم میں گھس گئی۔ جب کہ صبا وہیں کھڑی کتنی ہی دیر تک اس کے اس قدر بدلے ہوئے اور عجیب سے رویئے پر غور کرتی رہی تھی۔

متفکر سی رہی مگر صبا کے علاوہ کسی نے بھی اس کو اس آنے والے پرپوزل کے متعلق بتانا شاید ضروری خیال نہیں کیا تھا۔ اس کا اطمینان پہلے جھنجلاہٹ اور پھر پریشانی میں بدلنے لگا۔ شاید اندر ہی اندر پوچھ گچھ کا مرحلہ جاری تھا۔ مگر ایک اطمینان یہ بھی تھا کہ ابھی تک وہ لوگ باضابطہ طور پر اسے دیکھنے نہیں آئے تھے۔

وہ اس مسئلے کو عمر سے بھی ڈسکس کرنا چاہتی تھی۔ مگر اس روز کی جھڑپ کے بعد وہ ملا ہی نہیں تھا۔ حالانکہ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ وہ مسلسل ایک ہفتے تک غائب رہا ہو۔

کتاب سامنے رکھے وہ مسلسل سوچوں میں گم تھی۔ جبھی کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا تو وہ بری طرح چونکی۔

"آ جاؤ ——" خود کو سنبھالتے ہوئے اس نے قدرے حیرت سے دروازے کی طرف دیکھا۔ ایسا کون آ گیا تھا اس گھر میں جو کمرے میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینے کی زحمت کرنے لگا تھا۔

اس سے بھی زیادہ حیرت اسے دروازے میں سعید کی شکل دیکھ کر ہوئی۔ اس سے پہلے تک اسے نہیں یاد تھا کہ وہ کبھی اس کے کمرے میں آیا ہو۔ اسی حیرت کی وجہ سے وہ اپنی جگہ بیٹھی اسے دیکھتی رہی۔ ایک طائرانہ نظر اس کے پورے کمرے پر ڈالتا وہ اندر آیا تو وہ بے اختیار اٹھ کھڑی ہوئی۔

"خیریت ——؟"

"شاید تمہارے لئے خیریت نہ ہو۔" ٹراؤزر کی جیب میں ہاتھ ڈالے وہ بہت سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" اس کی نگاہوں میں الجھن تیرنے لگی۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ عمر سے بات کرو۔" اب کی بار وہ سیدھے سبھاؤ انداز میں بولا تو وہ گڑبڑا گئی۔

"وہ...... میں تو اس روز کے بعد اس سے ملی ہی نہیں۔"

"کیوں ——؟" اس کی آنکھوں میں حیرت اتر آئی تھی۔ پھر اس کے جواب دینے سے پہلے ناگواری سے پُر لہجے میں بولا۔ "میں نے تم سے کہا تھا کہ فوری طور پر عمر سے بات کرو۔"

"میں اس سے کیا کہوں؟" وہ دھیمے سُروں میں بولی تھی۔

"شادی شدہ سہی، انگیج منٹ تو ہو سکتی ہے نا۔" وہ بہت ضبط کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

تحفی نے اضطرابی انداز میں انگلیاں مسلیں۔

"وہ اس پوزیشن میں بھی نہیں ہے۔"

"اور تم ـــــ تمہاری پوزیشن کیا ہے؟" سعید طنزیہ لہجے میں بولا تھا۔ "پتہ تو چل گیا تمہیں، پروپوزل آیا ہے تمہارے لئے۔ اور کسی طور پر ریجیکٹ کئے جانے کے قابل نہیں ماسوا مد مقابل پروپوزل ہونے کے۔"

وہ زرد پڑ گئی۔

"مجھ سے تو کسی نے بھی بات نہیں کی۔"

"مجھ سے تو کی ہے نا۔" وہ جتانے والے انداز میں بولا تھا۔ "میرا کولیگ ہے وہ۔"

"تم انہیں انکار بھی تو کر سکتے ہو۔" وہ اس سے نظریں ملائے بغیر مدھم لہجے میں بولی تو وہ لب بھینچ گیا۔ پھر قدرے تمسخرانہ انداز میں بولا۔

"کس بنیاد پر انکار کر سکتا ہوں میں؟"

"تم جانتے تو ہو۔" اس کا چہرہ تمتما اٹھا تھا۔ بہ وقت تمام بولی۔

"میں جانتا ہوں۔" وہ استہزائیہ انداز میں بولا۔ "میں جانتا ہوں تو اس کا کیا مطلب ہے سب گھر والوں کو بھی بتا دوں؟"

"تم نے...... میری ہیلپ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔"

"اس صورت میں جب وہ تمہارے لئے پروپوزل بھیجتا۔" سعید نے تحفی سے اسے باور کرایا۔ "میں تمہیں صرف اسی صورت میں سپورٹ کر سکتا ہوں جب عمر اپنا پروپوزل بھجوائے گا۔ ورنہ دماغ خراب نہیں ہے کہ اچھے خاصے پروپوزل کو ریجیکٹ کرتا پھروں۔"

"سعید ـــــ میں نے تمہیں اس کی پرابلم بتائی تو تھی۔ وہ جاب لیس ہے۔ چند ایک ٹیوشن پڑھاتا ہے اور بس۔"

وہ بے بسی سے بولی تو سعید نے تاسف سے اسے دیکھا۔

"مجھ سے تم کیا توقع کرتی ہو؟ اب اپنی نوکری تو اسے دینے سے رہا۔" وہ اکتاہٹ آمیز لہجے میں بولا۔ پھر اس کی روہانسی صورت دیکھ کر قدرے نرم پڑ گیا۔

"تم کہو تو میں بڑے ماموں سے اس کی جاب کی بات کرتا ہوں۔ شاید کوئی ویکنسی ہو۔"

"میں نے اس سے کہا تھا۔ وہ نہیں مانا۔" وہ تھک کر بستر کے کنارے پر ٹک گئی تھی۔

"وہ اپنی "چوائس" کی پوزیشن میں نہیں ہے ـــــ مجبوری میں تو مردار بھی حلال ہوتا ہے۔ اگر وہ تم سے جان چھڑانا چاہتا ہے تب وہ اس مدد سے انکار کر سکتا ہے۔" سعید کا تجزیہ بہت سفاکانہ تھا۔

"وہ ایسا نہیں ہے۔" تحفی کو رونا آنے لگا۔ کبھی سعید کے سامنے اس قدر شرمسار ہونا پڑے گا، ...نے سوچا بھی نہ تھا۔

"...ا کر ہم سے ہی۔ وہ بہت اچھا ہے۔ مگر اتنا تو اسے بھی معلوم ہونا چاہئے کہ بہت سے ...تیج زندگی میں ایسے بھی آتے ہیں جب آدمی کو اپنی پسند اور طبع کے خلاف بھی فیصلے کرنے پڑتے ...۔ یوں تو وہ تمہیں کھو دے گا۔ اینڈ دیٹس آل۔"

وہ خاموشی سے سر جھکائے بیٹھی تھی۔ سعید کو شک ہوا کہ وہ رو رہی ہے مگر اس نے اسے روکنے کی ...شش نہیں کی۔

"اس سے فائنل بات کرو تحفی! اس قسم کی باتیں ہم لوگ برداشت نہیں کر سکتے۔ اگر وہ تم سے مخلص ...ہے تو پروپوزل بھیج دے گا۔ ورنہ پھر وہی کرو جو گھر والوں کی منشا ہے۔"

وہ اس کی خاموشی سے اکتا کر سخت لب و لہجے میں بولا تو بہت غیر متوقع طور پر وہ چیخ کر بولی۔

"تمہیں مجھے ڈکٹیشن دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ جتنی تم نے میری ہیلپ کرنی تھی، کر لی۔ بہت شکریہ۔"

سعید کی آنکھوں میں اتری حیرت پر غصے کی چمک حاوی ہونے لگی۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ اتنی ...زور پوزیشن میں ہونے کے باوجود وہ اس قدر خود سری کا مظاہرہ بھی کر سکتی ہے۔

"او کے ـــــ مجھے اب اس معاملے سے باہر سمجھو ـــــ مگر ایک ہفتے کے اندر اندر اگر اس "اچھے" ...نے اپنا پروپوزل بھجوا دیا تو ٹھیک ہے۔ ورنہ میرے پاس اطہر کادرانی کو ریجیکٹ کرنے کا کوئی جواز ...ہیں ہے۔"

اشتعال کی لہر پر قابو پاتے ہوئے اس نے بھی بہت سرد مہری کا مظاہرہ کیا تھا۔ پھر وہ وہاں ایک ...لمحہ مزید نہیں رکا تھا۔

اس کے جاتے ہی گویا ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا تھا۔ وہ گھٹنوں میں سر دیئے رو دی۔ کس قدر مشکل ...گزر رہی تھی۔ یہ سب مشکلات تو کبھی سوچی ہی نہیں تھیں۔ وہ ہمیشہ سے بہت آرام دہ اور ...ت زندگی گزارتی چلی آئی تھی۔ پھر عمر کاظمی ملاقاتیں جیسے زندگی مکمل ہو گئی ہو۔

سجیلے دن، دھنک شامیں۔

کوئی غم، کوئی خدشہ کبھی تو کبھی پاس نہیں پھٹکا تھا۔

مگر اب تو یکلخت ہی محبتوں کا دھیمے دھیمے بہتا دریا بپھرے ہوئے سمندر میں جا گرا تھا۔ جہاں ...سوال کے طوفان اور خدشات کی تیز و تند ہوائیں تھیں۔

اور وہ ـــــ وہ تو پہلے ہی تھپیڑے میں ہمت ہارنے لگی تھی۔

اس نے ہتھیلیوں سے رگڑ کر آنکھیں خشک کرنے کی سعی کی تھی۔

اور زندگی ـــــ کیا زندگی عمر کاظمی کے بغیر زندہ رہنے کا نام ہے؟

ہرگز نہیں۔ کبھی نہیں عمر! ـــــ تمہارے بغیر تو میں نے خود کو اب بھی سوچا ہی نہیں ہے ـــــ

معید حسن کو کیا معلوم۔ کسی کو یوں مشورہ دے دینا بہت آسان ہوتا ہے۔ مگر دل کی دنیا بسانا مشکل۔

عمر سے بچھڑنے کا خیال ہی اس کی دھڑکنوں کو منتشر کرنے لگا تھا۔ وہ اس کے تمام مسائل کو اچھی طرح سمجھتی تھی۔ مگر اس نے پھر بھی کبھی اپنی راہ بدلنے یا عمر سے قطع تعلق کرنے کا سوچا تک نہ تھا۔ اور اس روز جو کچھ عمر نے کہا تھا وہ دکھ کی اتھاہ گہرائیوں میں اتر گئی تھی۔

وہ عمر سے محبت کرتی تھی۔ صاف شفاف محبت۔ جس میں کوئی کھوٹ، کوئی ملاوٹ نہیں تھی۔ اسے پتہ تھا کہ وہ بھی اس سے بہت محبت کرتا ہے۔ اس کا رویہ اس کے انداز گواہ تھے آنکھوں سے محبت جھلکتی تھی۔

مگر اس روز عمر کو کیا ہو گیا تھا؟

اس کا سر درد کرنے لگا۔ مگر کسی پل چین، کسی کروٹ قرار نہ تھا۔

کیا وہ تھکنے لگا ہے؟

مگر تھکا تو مجھے چاہئے۔ نہ کہ اسے۔ کیا اسے میری وفا کا یقین نہیں ہے؟

پھر کیوں کہا اس نے یہ سب؟ کیا وہ مجھے اس قدر مادیت پسند اور خود غرض سمجھتا ہے کہ اس کے مسائل اور غربت دیکھ کر اس سے منہ موڑ لوں گی؟ بہت غلط کیا ہے تم نے عمر! — بہت برے ہو تم۔

معید حسن کی باتوں نے اس کے سوئے زخموں کو پھر سے جگا دیا تھا۔

●●●●●

ڈالے مسلسل ہنستی ہوئی اس کا مذاق اڑا رہی تھی۔

"زہر لگ رہی ہو اس وقت مجھے" نوفل نے دانت پیس کر کہا تو اس نے بے اختیار قہقہہ لگایا۔ وہ اس وقت کے۔ ایف۔ سی میں بیٹھے تھے۔ ایک تو ڈالے آفریدی کا حسن، اوپر سے اس کا انداز۔ کئی گردنیں ان کی طرف مڑی تھیں۔

"شہد تو تم بھی کبھی مجھے نہیں لگے تھے، جب مجھ پہ ہنسا کرتے تھے۔" وہ چھیڑ رہی تھی۔

"فی الحال تو تم اپنی ہنسی پہ کنٹرول کرو۔ اس قدر رش ہے یہاں۔ اور ہر دوسری نظر ہماری میز پر لگی ہوئی ہے۔" نوفل نے اسے گھرکا تو وہ ٹیبل پہ کہنی ٹکا کر بڑے انداز سے چاروں طرف نظریں دوڑاتے ہوئے محظوظ کن انداز میں بولی۔

"کیا گارنٹی ہے کہ ہنسی بند کر کے بیٹھنے سے سب لوگ اس طرف متوجہ نہیں ہوں گے؟"

"جب تمہاری توجہ صرف میری طرف ہو گی تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ اس وقت بھی اسی میں الجھا ہوا تھا۔

"مگر ایسا ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ میرا دل تو اس "تعویذ" میں اٹکا ہوا ہے اور تمہاری جان اس میں۔ پھر توجہ صرف تم پر کیسے مرکوز ہو ———؟" ڈالے شاید اس وقت سارے بدلے چکانے

بیٹھی تھی۔

لیکن بھرپور گھورنے کے بعد وہ برگر کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"اب تمہیں پتہ چلے گا کہ اس محبت میں دل و دماغ کا کیا حال ہوتا ہے۔" ڈالے نے پیپسی کا گھونٹ بھرتے ہوئے جیسے مزہ لیا تھا۔ نوفل کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے۔

"کوئی حال نہیں ہو رہا میرا۔" ناراضگی سے کہتے ہوئے وہ برگر کھانے لگا تو ڈالے کو پھر سے ہنسی آ گئی۔

"واقعی ——— حال تو تمہارا ہے ہی نہیں کچھ۔"

"پتہ نہیں ——— پتہ نہیں وہ کون سی منحوس گھڑی تھی جب میں یہ مسئلہ تم سے ڈسکس کر بیٹھا تھا۔" جانے کیا کہ کر اس نے واپس پٹخ دیا تو ڈالے نے جلدی سے پیپسی اس کی طرف کھسکا دی۔ ساتھ ہی مشورہ بھی دے ڈالا۔

"دماغ کی گرمی دور ہو جائے گی۔"

چند لمحے اسے گھورتے رہنے کے بعد وہ ہنس دیا تھا۔

"بہت فضول لڑکی ہو تم ڈالے آفریدی! ——— یہ شمشیر خان ہی کا حوصلہ تھا جو تمہیں برداشت کر لیا تھا۔"

نوفل نے سر ہلاتے ہوئے شمشیر خان کو غائبانہ خراج تحسین پیش کیا تو ڈالے نے یاد دہانی کے طور پہ اضافہ کیا۔

"یہ مت بھولو کہ پھر ایک روز بھاگ بھی گیا تھا۔"

"خیر ——— چھوڑنے والے تو ہم بھی نہیں اسے۔ ڈھونڈ نکالیں گے کہیں نہ کہیں سے۔"

نوفل نے تسلی آمیز انداز میں کہا تو وہ پل بھر توقف کے بعد بولی۔

"وہ جانی ٹھیک روح ہے ——— تم نے دیکھا نہیں اس کے گلے میں ایک تعویذ تھا اور بازو پہ کیا پتہ نہیں کیا باندھ رکھا تھا اس نے۔"

"امام ضامن۔" نوفل نے اس کی بات کاٹ کر مسکراتے ہوئے لقمہ دیا تو وہ ہنسی۔

"ہاں وہی۔ مجھے یقین ہے کہ مجھے سو میل کے فاصلے پہ پا کر ہی اس کے موکل اسے خبر کر دیتے ہوں گے۔" اس نے بات ہی اس قدر شگفتگی سے کی تھی کہ نوفل کو بھی ہنسی آنے لگی۔

"اگر وہ یہ سب سن لے تو ——— کتنی بری بات ہے ڈالے!"

"وہ یہ سب سن کر نہ صرف خوش ہو گا بلکہ اس کا سینہ اور چوڑا ہو جائے گا کہ وہ اپنے عقیدے اور یقین پر اس قدر پختہ ہے۔" وہ اطمینان سے بولی۔ پھر کچھ یاد آنے پر اس کی آنکھیں چمکیں۔ وہ ہنستے ہوئے اسے بتانے لگی۔

"اس کے غائب ہونے سے چند روز پہلے کی بات ہے۔ میں تم لوگوں کے اپارٹمنٹ میں گئی۔ باہر کا دروازہ کھلا تھا۔ تم بھی غائب تھے۔ میں یونہی سارے اپارٹمنٹ میں دیکھتی

ہاسپٹل میں چلی آئی تو وہاں شونگل ایکسرسائز کر رہا تھا۔ میں مبہوت کھڑی اس کی باڈی اور رنگت دیکھ رہی تھی کہ اچانک اس کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ یقین کرو نوفل! اتنا تو کوئی جن کو بھی سامنے دیکھ کر نہ ڈرتا جیسے مجھے دیکھ کر ڈر گیا۔ وہ صرف جینز پہنے ہوئے تھا۔ مجھے دیکھ کر پہلے تو وہیں منجمد ہو گیا بعد میں شکست کھا کر اندر بھاگا اور جا کر اپنی شرٹ پہن لی۔ مائی گاڈ ـــــ" وہ اس منظر کو ذہن میں لا کر بے تحاشا ہنس رہی تھی۔ "اتنی شرم و حیا تو آج کل لڑکیوں میں بھی نہیں ہوتی نوفل!"

"اس کے یوں بھاگنے میں تمہارا ہی قصور ہے۔ اس کی نیچر جاننے کے باوجود تم اسے اور تنگ کرنے سے باز نہیں رہتی تھیں۔" نوفل نے سارا الزام اس پر ڈالا تو وہ حیا سے بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"اور تم لوگ کون سا کم کرتے تھے اس کے ساتھ۔ جان بوجھ کر اسے سڑکوں پہ لئے پھرتے اور وہ بے چارہ ہر وقت "لاحول" یا پھر "نعوذ باللہ" ہی پڑھتا رہتا تھا۔"

"بھئی وہ ملک ہی ایسا ہے ـــــ اب وہاں تو ہم اپنی مرضی کا ماحول پیدا کرنے سے رہے تو سڑکوں پہ بھی آنکھیں بند کر کے چلتا تھا کہ کہیں کوئی اخلاق سے عاری منظر دکھائی نہ دے جائے۔ کتنی ہی دفعہ تو پول سے ٹکر ہوئی تھی اس کی۔ اور شرافت دیکھو کہ نظر اٹھائے بغیر "سوری" کہہ کر طرف ہٹ گیا۔ وہ تو ہم سب کے قہقہوں کے بعد اسے اصل معاملے کا پتہ چلتا تھا۔"

نوفل کو بھی سیدھا سادہ مگر اپنی پختون روایات کا امین شونگل خان بہت اچھا لگتا تھا۔ باپ کی ضد پر پڑھنے کے لئے امریکہ چلا تو گیا تھا مگر وہاں سیٹ نہیں ہو پایا تو تعلیم ختم ہوتے ہی بھاگ نکلا تھا۔

"ہاں ـــــ اور اس وقت وہ کیسا معصوم سا بچہ لگتا تھا بلکہ تم دیکھتیں تو خوفزدہ خرگوش سا اور سرخ رنگت لئے، جھینپا ہوا سا۔"

وہ کھو سی گئی تھی۔ نوفل نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا، پھر بولا۔

"فرض کرو اگر وہ تمہیں مل جائے تو؟"

"فرض کیوں کرو، وہ ضرور ملے گا مجھے۔" وائلے نے فوراً کہا تو نوفل نے ہلکی سی ہنسی ہنستے ہوئے بھنوؤں کو جنبش دی۔

"اوکے ـــــ چلو، اگر وہ مل گیا تو کیا کرو گی تم؟"

"تمہیں کیوں بتاؤں کہ میں کیا کروں گی؟" وہ شرارت سے بولی تو وہ بے ساختہ ہنس دیا۔

"خیر ایسا ویسا تو کچھ اس نے امریکہ میں بھی تمہیں نہیں کرنے دیا۔ یہ تو پھر پاکستان ہے۔"

"تم دیکھنا تو سہی، میں اس کا حشر کر دوں گی۔ پھر بھی بھاگ نہیں پائے گا۔" اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

"کیا کرو گی؟ ـــــ شادی کر لو گی اس سے؟" نوفل سنجیدہ ہو گیا تو وہ اسے بغور دیکھتے ہوئے بولی۔

"...بنا نہیں کرنی چاہئے؟"

"اس کا فیصلہ تو تمہیں اس کی فیملی سے ملنے اور ان کا لائف اسٹائل دیکھنے کے بعد ہی کرنا ہوگا۔"

نوفل چپ ہو گیا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ شونگل خان جس قبیلے سے تعلق رکھتا تھا، ان کی اقدار اور اپنی ہی رسومات تھیں اور جس قدر شدت سے یہ لوگ اپنی روایات و اقدار کی پاسداری کرتے تھے۔ اس سے بھی وہ واقف تھا۔ پھر وائلے آفریدی بھی "پوری" امریکن کو اپنی برادری میں کھپا پاتا!

"مگر تمہارا تجزیہ تو کچھ اور ہی کہتا ہے۔"

وہ ہلکا سا مسکراتے ہوئے اطمینان سے بولی تو نوفل بھنوؤں کو استفہامیہ انداز میں جنبش دے کر دیکھنے لگا۔

"وارث شاہ کی بات کر رہی ہو؟" نوفل ہنس دیا تھا۔ "مجھے لگتا ہے اتنی تفصیل سے وارث شاہ کو نے نہیں پڑھا جتنی تفصیل سے تم نے پڑھ لیا ہے۔"

"دیکھو میں اس وقت کا انتظار کروں گی کہ اب تمہارے لئے سب کچھ چھوڑ کر میری چاکری میں ہو جائے ـــــ محبت میں آپ کو ہر وقت ایک سمجھوتے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ سو میں بھی ہاں۔" وہ اسے سمجھانے والے انداز میں بولی۔

"محبت میں کچھ بھی کمپرومائز نہیں ہوتا وائلے!" نوفل نے تصحیح کی تھی۔

"اونہوں ـــــ محبت ہی میں تو کمپرومائز ہوتا ہے۔" وائلے نے بھی نرمی سے اختلاف کیا تو وہ سے بولا۔

"سمجھوتہ اور محبت دو بالکل الگ چیزیں ہیں وائلے! سمجھو مشرق اور مغرب۔"

"یہ بھی سوچ ہے نوفل! سمجھوتہ نام ہے جھک جانے کا۔ کسی کا مان رکھ کر کسی کی محبت کا سر بلند رکھنا۔"

پتہ نہیں کس مشکل کے حوالے سے بات کر رہی تھی۔ نوفل سر جھٹک کر رہ گیا۔

"اور اپنی محبت چاہے مٹی میں مل جائے۔"

"محبت میری، تمہاری نہیں ہوتی نوفل! اصل دو فریقین کے درمیان ایک محبت ہوتی ہے اور اس کے لئے کوئی بھی قربانی دے، وہ کسی پر احسان نہیں ہے۔" وہ بے حد سنجیدہ تھی۔ نہ تو شرارتی آنکھوں میں شرارت کا کوئی عکس تھا اور نہ ہی سرخ لبوں پہ چمکتی مسکراہٹ تھی۔

"تمہارا مطلب ہے کہ محبت میں کوئی کمی، کوئی خامی نہیں دیکھی جاتی؟" نوفل نے تحیر سے پوچھا تو وہ لمبی سانس لے کر بولی۔

"یہ دیکھ بھال کر، ٹھونک بجا کر کی جانے والی شے نہیں ہے نوفل......" وہ کہتے کہتے رک گئی۔ پھر مسکراہٹ کے ساتھ دلچسپی سے پوچھنے لگی۔

"اپنی ہی مثال لے لو۔ وہ ملاقاتوں ہی میں چت ہو گئے ایک انجان لڑکی کے سامنے۔ اور اب

محبت کا رونا رو رہے ہو۔ تم نے کون سا اس کی خوبیاں، خامیاں جانچ لی ہیں۔ کیا جانتے ہو اس کے بارے میں؟"

"نہیں جانتا تو جان لوں گا۔" وہ اطمینان سے بولا۔ یہ موضوع آتے ہی اس کے ہونٹوں پر سی مسکراہٹ پھیلنے لگی تھی جو ژالے کو بہت بھلی لگی۔

"اور اگر تمہیں کمپرومائز کرنا پڑ گیا اس محبت میں تو؟" اس نے آزمانے والے انداز نوفل نے تنفر سے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"وہ محبت نہیں ہوگی ژالے آفریدی! صرف کمپرومائز ہوگا۔"

"محبت ہی میں کمپرومائز ہوتا ہے۔ ورنہ کس رشتے کی بنیاد پر کمپرومائز کرو گے تم؟"

اسے ہرانا چاہا تھا مگر نوفل تو نئی نئی اس کیفیت کے حصار میں گھرا اب "بہت اچھا" معروف تھا۔ اسے یہ فلسفی بحث ہضم نہیں ہو رہی تھی۔

"میں نے کیا بات شروع کی تھی اور تم کہاں نکل آئی ہو؟ ——— چلو اس کے ضمن میں تھوڑا بہت کمپرومائز بھی کر ہی لوں گا۔" وہ شاہانہ انداز میں بولا تو وہ ہنس دی۔

"بہت اسٹوپڈ ہو تم نوفل!"

"اچھا، اب بتاؤ نا، مجھے کیا کرنا چاہیے؟" وہ اسے صبا سے ملاقات کا قصہ پوری ساتھ سنا چکا تھا اور جسے سن کر وہ اس کا اچھا خاصا مذاق بھی اڑا چکی تھی۔

"بھئی جیسے تمہارے خیالات ہیں ان کے پیش نظر تو میں تمہیں یوں ایک دم سے کوئی کو نہیں کہوں گی۔ پہلے تم اس سے چند ایک بار ملو، بات چیت بڑھاؤ، اس کے بعد کوئی فیـ

ژالے نے پورے خلوص دل سے اسے مشورہ دیا تو وہ کچھ سوچ کر مسکرا دیا۔

"وہ ملنے اور بات چیت کرنے والی لڑکی نہیں ہے یار! یہ تو میں نے اس ملاقات ہی لیا تھا۔ تم سوچ نہیں سکتیں ژالے! کہ میرے تین چار بار گھورنے پر اس نے کتنی شرم والی سے مجھے دیکھا تھا۔ کوئی اور ٹائپ کی لڑکی ہوتی تو اس سچویشن کو شاید انجوائے کرتی۔"

"اپنی وجہ۔" ژالے نے گہری سانس بھرتے ہوئے شانے اچکائے تھے۔ "مجھے پتہ بھی بہت ٹھونک بجا کے کرو گے۔ ورنہ ابھی میرے سامنے یوں رونا نہ رو رہے ہو بے قراریوں کا۔ جا کے سیدھا اس کو بتاتے۔"

اس کے طنز پر نوفل نے اسے خفیف سا گھور کر دیکھا تھا۔

"میں تم سے صرف یہ پوچھ رہا ہوں کہ اس بے قراری کا کیا مطلب ہے؟ ہو سکتا یونہی اچھی لگی ہو۔"

"اس کے لئے تم اپنے دل سے رجوع کرو۔ اس سے اچھا مشورہ تمہیں اور کوئی نہیں

"وہ تو آج کل صرف ایک ہی نام پر دھڑک رہا ہے۔ صبا، صبا۔" آہ بھر کر اس۔

وہ بولی۔

تو پھر اس جانچ پرکھ میں مت پڑو نوفل! جو لڑکی تمہیں اچھی لگی ہے وہ یقیناً لاکھوں میں ایک ہو ورنہ محبت تو تمہیں مجھ سے بھی ہو سکتی تھی۔ مگر یہ دلوں کے معاملے ہیں، منظر کے تئیں۔"

"سوچ تو میں بھی یہی رہا ہوں۔" وہ شرارت سے پر لہجے میں بولا۔ پھر موبائل اور کی چین اٹھا کر کھڑا ہوا۔

"مجھے تو لگ رہا ہے تم سوچتے ہی رہ جاؤ گے۔" وہ بھی اس پر طنز کرتی اٹھ گئی۔

نوفل ہنس دیا۔

"تم اطمینان رکھو ——— اس سے پہلے ہی میں کچھ نہ کچھ کرلوں گا۔ ابھی تو گھر چلو۔ گی نے مجھے سے تلقین کی تھی۔"

"سوری بھئی۔ ابھی تو بالکل بھی نہیں۔" اس نے فوراً انکار کردیا تو اس کے ساتھ سیڑھیاں اترتے نے حیرت سے پوچھا۔

"ابھی کیا ہے؟ ——— آفس سے تو بالکل فارغ ہو تم۔"

"ہاں یہ شرمندگی ہے کہ میں آج بھی جینز اور شرٹ پہنے ہوئے ہوں۔ اور کم از کم تمہارے گھر میں اس ڈریس میں نہیں جاؤں گی۔"

"یہ کمپلیکس کب چڑھا تمہیں؟" نوفل مسکراتے ہوئے اپنی گاڑی کی طرف بڑھا تھا۔

"کیا پتہ آنٹی کے سامنے ہی میرا کوئی چانس بن جائے۔"

اس کی شرارت اب نوفل کی سمجھ میں آئی تھی۔ ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے اس کے لئے فرنٹ ڈور کر اس نے اسٹیئرنگ ویل سنبھال لیا تھا۔

"کسی روز اس خانزادے سے کلیئر کروا یار! لمبا عرصہ ہوگیا ہے اس سے ملے۔" مین روڈ پر لاتے ہوئے نوفل نے کہا تھا۔

"دل تو میرا بھی بہت چاہ رہا تھا۔ مگر میں ذرا اپنے کام کی طرف سے فارغ ہونے کا انتظار کر لوں۔ پھر فرصت میں اسے تلاش کروں گی۔" ژالے نے اطمینان سے کہا تو نوفل نے ٹکڑا لگایا۔

"تاکہ تم ہاتھ دھو کر اس سہمے ہوئے خرگوش کے پیچھے پڑ سکو۔"

"ہاں یہ بھی کرنا پڑے گا۔ ورنہ تو وہ اپنے سائے کو بھی ہاتھ نہیں لگانے دیتا۔" اس کے جملے سامنے خوب حظ اٹھایا تھا۔

"وہاں کی بات تھی ژالے بی بی! یہاں آتے ہی اس کے اندر کا خانزادہ پورے کروفر کے ساتھ ہوگا۔ اب تو شاید وہ تمہاری طرف نظر اٹھا کے بھی نہ دیکھے کہ میرا ایمان خراب ہوگا۔"

"کی توقع ہی کیسی۔ اور تم تو کم از کم اس طرح مجھے "بی بی" مت کہو۔ سخت برا لگتا ہے مجھے۔" ژالے نے چڑ کر کہا تھا۔

"بھئی۔ رعب تو سارے ہمارے لئے ہی رہ گئے ہیں۔"

سامنے آنکھیں بھری تو اس نے سیٹ کی بیک پر سر ٹکا دیا۔ اس کے لبوں کی تراش میں دھیمی سی

مسکراہٹ جگمگا رہی تھی۔

"نوفل! جب وہ مجھے اپنے سامنے دیکھے گا تو کیا کرے گا؟" وہ شاید چشم تصور میں بھی دیکھنے کی سعی کر رہی تھی۔

"استغفراللہ" پڑھے گا۔ اور کیا؟" نوفل نے بے ساختہ کہا تو وہ برا مان گئی۔

"کیا میں اتنی بری ہوں؟"

"یہ تو اس بھگوڑے سے پوچھنا..... ہو سکتا ہے وہ تمہارے حسن کی تاب نہ لائے، ہوا ہو۔" نوفل نے گویا اس کا دل رکھنے کی کوشش کی تھی۔

"سو فیصد سچی بات ہے۔" ژالے نے اسی لہجے میں کہا تو وہ اپنی مسکراہٹ دبا گیا، چکی تھی۔

"تم صرف جیلس ہو رہے ہو نوفل احمد!" وہ چڑ کر بولی تو نوفل حیران ہوا تھا۔

"وہ کیوں بھئی؟"

"کیونکہ میں نے تمہیں نہیں بلکہ اس کو پسند کیا ہے۔" وہ اطمینان سے بولی تو نوفل کے مسکراہٹ پھیلنے لگی۔

"مگر دونوں کی قسمت میں فرق دیکھ لو۔ وہ اس وقت میدان چھوڑ کر بھاگ چکا ہے اور گاڑی میں بٹھا کے لے جا رہا ہوں۔"

"بڑے ڈھیٹ ہو تم نوفل احمد!" وہ بے ساختہ ہنس دی تھی۔

نوفل کے ساتھ بولڈ اینڈ بیوٹی فل ژالے آفریدی کو دیکھ کر ادینہ کے پہلو سے آنچ اٹھی سے پہلے جب وہ تمکین کو اس کی منگنی کا گفٹ دینے آئی تھی تب ادینہ کی اس سے سرسری ہوئی تھی۔

تمکین اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی۔

"یہ تو بہت اچھا کیا تم نے نوفل! خود تو یہ کبھی نہ آتی۔" صالحہ بیگم نے محبت سے پیار کیا تو ژالے نے ہنستے ہوئے ان کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔

"یہ مجھے ساتھ نہ لاتا میں تب بھی آنے والی تھی۔"

"جھوٹ۔ بلکہ سفید جھوٹ..... بھگا کے لا رہا ہوں اسے۔" نوفل نے اطمینان سے

"اور یہ اتنی آسانی سے تمہارے ساتھ بھاگ آئیں؟" ادینہ نے لطیف سا طنز کیا تو نوفل کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"اس کے ساتھ تو میں بھاگ کر کہیں بھی جا سکتی ہوں۔"

تمکین کی ہنسی اور صالحہ بیگم کی مسکراہٹ نے پُراعتماد سے نوفل احمد کو بھی خجل کر دیا تھا۔

ادینہ تو دھڑ دھڑ جیسے آگ میں جلنے لگی تھی۔ اسے یوں محسوس ہوا تھا جیسے اس کی املاک پر قبضہ کرنے کی بات کر ڈالی ہو۔

"کبھی تو بولنے سے پہلے سوچ لیا کرو ژالے آفریدی!" نوفل نے تپ کر کہا تو وہ آرام سے بولی۔

"تم جو ہو سوچنے والے۔ اور آج کل تو ویسے بھی......"

"میرے خیال میں تمہیں سخت بھوک لگ رہی ہے۔" نوفل نے اس کے جملے کا بھید پاتے ہوئے درمیان ہی میں ٹوک دیا تو وہ ہنس دی۔

تمکین فوراً چائے بنانے کے لئے اٹھ گئی۔ جب کہ ادینہ وہیں بیٹھی بظاہر عام سے انداز میں ان کی گفتگو میں حصہ لیتی رہی۔ درحقیقت ان کے رویوں کی جانچ میں مصروف تھی۔ ژالے آفریدی اسے اپنے لئے ایک بہت بڑا خطرہ محسوس ہو رہی تھی۔

●●●●●

وہ خفا تھی سو تھی۔ مگر عمر کا بھی تو شاید اس بار اپنی انا کا علم بھی بلند کر بیٹھا تھا۔

ہزاروں وسوسے اس کے دل و دماغ کو گھیرنے لگے۔ انا کا تقاضا تھا کہ وہ بھی چپ رہتی جب تک کہ وہ خود آواز نہ دیتا۔ مگر دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس نے خود ہی عمر کو فون کرنے کی ٹھان لی۔

رات گئے وہ فون سیٹ اٹھا کر اپنے کمرے میں لے آئی اور احتیاط کے ساتھ عمر کا دیا ہوا نمبر ملانے لگی۔ کیونکہ یہ اس کے کسی دوست کے جنرل اسٹور کا فون نمبر تھا اس لئے عمر نے اسے انتہائی ضرورت کے وقت استعمال کرنے کے لئے دیا تھا اور وہاں وہ صرف عمر کے لئے کوئی میسج ہی دے سکتی تھی اور بس۔

تین نمبر دبانے کے بعد اس کا ہاتھ رک گیا۔

"میں کیا کہوں گی اس کے دوست سے؟"

وہ سوچ میں پڑ گئی اور ریسیور کریڈل پہ جما دیا۔

"عمر کی بابت پوچھوں گی اور اسے فوراً آنے کا کہوں گی اور بس۔"

کافی غور و خوض کے بعد فیصلہ کرتے ہوئے اس نے ریسیور اٹھا کر دوبارہ نمبر ملایا اور دھڑکتے دل کے ساتھ لائن ملنے کا انتظار کرنے لگی۔ ایک تواتر کے ساتھ بیل بجنے کے باوجود دوسری طرف سے کوئی بھی ریسیور نہیں اٹھا رہا تھا۔ دو بار، تین بار، اس نے چوتھی بار فون نمبر ملاتے ہوئے غیر ارادی طور پہ وال کلاک کی طرف دیکھا تو رات کے ساڑھے بارہ بج رہے تھے۔ اس کا سر پیٹ لینے کو جی چاہا۔ بھلا اتنی رات کو کون سا اسٹور اس کے فون کے انتظار میں کھلا ہوا تھا۔

اپنی عقل کو کوستے ہوئے وہ فون واپس رکھ آئی۔

غصے کے ساتھ ساتھ اسے اپنی بے بسی پہ رونا بھی آ رہا تھا۔

یونہی تو اس عشق کو کسی نے آتش نہیں کہا
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

اس کا بھی پور پور جلنے لگا تھا۔

کتنا کمینہ تھا یہ جذبہ کہ نہ تو کوئی خودداری رہنے دی تھی اور نہ ہی انا۔ وہ جو چھوٹی سی بات کو اپنی

نک کا مسئلہ بنا لیتی تھی اب اپنی انا تک کو قربان کیے بیٹھی تھی۔

اگلے روز یونیورسٹی سے لوٹتے ہی موقع پا کر اس نے فون کر ڈالا۔ تیسری ہی بیل پر ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو، جی۔" بھاری بھرکم آواز نے منی کو گڑبڑا دیا۔ بڑی مشکل سے عمر کے متعلق استفسار کیا تو دوسری جانب سے حیران ہو کر پوچھا گیا۔

"کون سا عمر؟"

"جی وہ —— عمر کاظمی۔" اس کا حلق سوکھنے لگا۔

"اچھا —— وہ۔" کافی کھینچ کر کہا گیا۔ "وہ میرے بیٹے کا دوست ہے۔ پر آج کل وہ نہیں آ رہا۔ انتظامات میں مصروف ہے۔"

"کیسے انتظامات؟"

"آپ کو شاید پتہ نہیں جی۔ اس کے والد صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ کل ان کا سوئم تھا۔ بڑے بھلے مانس بندے تھے کاظمی صاحب۔"

دوسری طرف سے وہ شخص پتہ نہیں کاظمی صاحب کی کیا کیا خوبیاں بیان کر رہا تھا مگر سماعتوں میں صرف سائیں سائیں کا شور گونج رہا تھا۔

عمر کاظمی پر ٹوٹنے والے صدمے کا درد اس نے اپنے دل و دماغ میں پوری شدتوں سے محسوس کیا تھا۔

گھنٹوں وہ شدید ٹینشن کے زیر اثر اپنے کمرے میں بند روتی رہی تھی۔

"منی! کیا ہوا ہے تمہیں؟" شدتِ گریہ سے سرخ ہوتی اس کی آنکھیں دیکھ کر صبا گھبرا گئی تو خود پہ سے قابو کھو کر اس سے لپٹ کر پھر سے سسک اٹھی۔

"خدا کے لیے منی! بتاؤ تو سہی، کیا ہوا ہے؟" وہ ہراساں ہونے لگی تھی۔ "میں تمہاری بڑی بہن ہوں۔" اس نے کہا تو منی نے بے اختیار اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"کسی نے ڈانٹا ہے کیا؟ —— معید بھائی نے؟" صبا نے پریشانی کے عالم میں اندازہ لگایا تو خود کو سنبھالتے ہوئے اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"پھر کیا ہوا ہے؟ —— کیوں رو رہی ہو؟" صبا نے تحیر سے اسے دیکھا تو وہ بھرائے ہوئے لہجے میں بولی۔

"میری فرینڈ کے ابو کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔"

"اوہ تو ——" صبا کو بھی تاسف نے گھیرا تھا۔ پھر اس کی دگرگوں حالت دیکھ کر اسے تسلی دینے لگی۔ "لیکن اس میں انسان تو کچھ بھی نہیں کر سکتا نا —— تم اتنی ٹینشن مت لو۔"

"پتہ نہیں صبا! جب سے میں نے سنا ہے میرے دل کو سکون نہیں آ رہا۔" اس نے بے بسی بھرے لہجے میں کہا تو آنکھیں پھر آنسو بہانے کو تیار ہو گئیں۔ صبا بے چاری اسے تسلیاں دے رہی تھی

مگر اسے ایک پل کو بھی سکون نہیں مل رہا تھا۔

پچھلے کئی دنوں کی الجھی ہوئی کیفیت جیسے سلجھ سی گئی تھی۔ عمر کاظمی اسے خود سے قریب ہوتا محسوس ہونے لگا تھا۔

"عمر! کاش میں اس وقت تمہیں تسلی کے دو حرف ہی کہہ سکتی۔ کچھ ایسا کر سکتی جس سے تمہارے دکھ کا مداوا ہو سکتا۔"

وہ خود کو سخت مجبور و لاچار محسوس کرتے ہوئے سسک اٹھی تھی۔

خیال و خواب ہوئی ہیں محبتیں کیسی
لہو میں ناچ رہی ہیں یہ وحشتیں کیسی
نہ شب کو چاند ہی اچھا نہ دن کو مہر اچھا
یہ ہم پہ بیت رہی ہیں قیامتیں کیسی
وہ ساتھ تھا تو خدا بھی تھا مہرباں کیا کیا
بچھڑ گیا تو ہوئی ہیں عداوتیں کیسی

اس کی بجھی بجھی طبیعت اور خاموشی سبھی کے لیے تشویش کا باعث تھی۔
"ایک بار جا کے اپنی دوست سے مل لیتیں اسے تسلی دے لیتیں تو سکون مل جاتا تمہیں!" دادی نے اسے اس قدر حساس ہوتے دیکھ کر تاسف سے کہا تو وہ آنسو پیتی مسکرا دی۔
"اب تو میں ٹھیک ہوں تائی جان! کوئی بھی سوگ کتنے دنوں تک منایا جا سکتا ہے؟"
اس سے زیادہ خود کو تسلی دی تو انہوں نے اس کے شانے پر بازو دراز کرتے ہوئے پیار سے کہا۔
"اسی خوشی میں میری طرف سے حنی کے پسندیدہ فلیور کی آئس کریم ہو جائے۔"
"بھائی جان پچھلے ایک ماہ سے کافی فراخ دل ہو گئے ہیں۔" وجدان نے حساب لگایا تو مسکراتے ہوئے اسے گھورنے لگا۔
"میں تو یونہی کہہ رہا تھا۔ لائیں پیسے نکالیں۔ تاکہ آپ کی دعوت سے لطف اندوز ہوا جائے" اس نے ڈرنے کی ایکٹنگ کی تو وہ اپنا والٹ نکالنے لگا۔
"میرے خیال میں تو حنی نے ایگزیمز کو اپنے سر پر سوار کر لیا ہے۔" تائی جان نے اندازہ لگا کر پھر اپنائیت بھرے انداز میں اسے ڈانٹنے لگیں۔ "اگر تیاری نہیں ہے تو مت امتحان دو، مگر صحت کا بیڑہ غرق مت کرو۔"
"کیا بات ہے حنی! کیا واقعی امتحان کی تیاری نہیں ہے؟" چچا جان نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ وہ تیزی سے پلکیں جھپکتی آنکھوں کی نمی کو اندر ہی کہیں اتارتی ہنس دی۔
ٹوٹے کانچ جیسی کھنک محسوس کر کے سعید نے بے ساختہ اس کے مرجھائے ہوئے چہرے پر جانچتی نگاہ ڈالی تھی۔
"ابو! یہ سب تو یونہی ہوا میں تیر چلا رہے ہیں۔ بالکل ٹھیک ہوں میں۔ اور آج کل تو ...

ں سے بیٹھ پا لے کا ناشتہ بھی کر رہی ہوں۔ پھر بھی یہ لوگ مطمئن نہیں ہیں۔" بات کرتے کرتے بلا ارادہ سعید سے نظر مل گئی تو اس نے کسمسا کر پہلو بدل لیا۔
"وہ اطہر کاروانی والے معاملے کا کیا بنا سعید؟" تایا جان نے بے حد غیر متوقع طور پر پوچھا تو حنی کا دل دھک سے رہ گیا۔ شاید تایا جان کو یہی غلط فہمی تھی کہ بڑوں کے علاوہ اور کوئی بھی اس پروپوزل سے واقف نہیں ہے۔
اپنی پلیٹ پر جھکی حنی پر اچٹتی نگاہ ڈال کر اس نے ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے دھیان سے کہا۔
"میں تو کچھ خاص مطمئن نہیں ہوں۔ لیکن اگر آپ خود چھان بین کرنا چاہیں تو......"
"تم نے کہہ دیا، بس ٹھیک ہے۔ معاملہ ختم ہوا۔ مزید چھان بین کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" تایا جان نے اطمینان سے کہا تو عجیب سی شرمندگی سعید کو گھورنے لگی۔
ادھر حنی کے کندھوں پر سے تو جیسے منوں بھاری بوجھ سرک گیا تھا جو کئی دنوں سے اطہر کاروانی کے غیر متوقع پروپوزل کی صورت میں موجود تھا۔
"مجھے ایک دوست کی طرف جانا ہے۔" وہ سنجیدہ سا کہتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔
"سعید! جلدی آ جانا۔" تائی جان نے اس کی طبیعت سے واقف ہونے کے باوجود حسب عادت ہدایت کی تو وہ اثبات میں سر ہلاتا چلا گیا۔
"اس قدر ناشکری ہو تم کہ حد نہیں حنی!" صبا کی یہ پھٹکار کس وجہ سے تھی، وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔ سنک میں برتن رکھتے ہوئے وہ اس کی طرف پلٹ گئی۔
"کیا ہو گیا ہے؟"
"ابھی کھانے کی میز پر ہونے والا مکالمہ تمہاری سماعت سے نہیں ٹکرایا؟" وہ جل کر رہ گئی تھی۔
"کون سا؟ ـــــ میری صحت والا؟" اس نے جان بوجھ کر ناسمجھی کا مظاہرہ کیا تو صبا تلملا کر بولی۔
"تمہاری قسمت والا۔"
"تم ـــــ صاف صاف کہو نا۔" وہ چڑ کر کہتے ہوئے برتن دھونے کے لیے پلٹ گئی تو صبا نے تاسف سے کہا۔
"صاف صاف اب کیا کہوں جب رزلٹ ہی گندا آیا ہے۔ سعید بھائی نے تمہارے پروپوزل کو بلاک کر دیا ہے۔"
"تو اس میں میرے اداس ہونے کی بات ہے یا تمہارے؟" حنی کی پژمردگی دور ہو چکی تھی۔ تجاہل سے پوچھا تو صبا نے گھورتی نظروں سے اسے دیکھا۔
"تمہیں ذرا بھی افسوس نہیں ہوا صنوبی؟ اتنا اچھا پروپوزل۔"
"میرا کون سا افیئر چل رہا تھا اس شخص کے ساتھ۔" اس کے لب و لہجے میں محسوس کی جانے والی طمانیت ... کچھ سوچنے کے بعد صبا کی آنکھوں میں چمک سی اتر آئی۔

"خدائی! کہیں ایسا تو نہیں کہ تم اور معید بھائی......"

"کیا؟" وہ زور سے چیخی تو صبا ڈر کر چند قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"نہیں ــــــ میرا خیال تھا ایسا بھی ہو سکتا ہے۔"

"میرا ابھی بھی خیال ہے۔" تحی نے دانت پیس کر کہا۔

"پتہ نہیں انہیں اطہر کا دوائی میں کیا خامی نظر آ گئی۔ ورنہ اس سے پہلے تو انہوں نے اپ کہا تھا۔" صبا نے حیرت کا اظہار کیا تو تحی کو بھی خیال آیا۔

"کیا واقعی وہ اس معاملے میں مجھے سپورٹ کرنے کو تیار ہے؟" اور یہ خیال اس قدر تھا کہ وہ کئی خدشات کی گرفت سے نکل کر خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگی تھی۔

معید حسن سے کبھی معذرت نہ مانگنے کا عہد کہیں دور جا سویا۔ اس نے اپنے گزشتہ رویے پر معذرت کرنے کا پکا ارادہ کر لیا تھا۔ سو وہی رات دل کڑا کرتی اس کے کمرے تک آ گئی۔ دروازہ کھٹکھٹا کر اجازت لینا نہیں بھولی تھی۔

وہ بستر پر کہنی کے بل نیم دراز کسی فائل میں منہمک تھا۔ اسے اپنے کمرے میں دیکھتے ہی پریشان ہو گئے۔

"کیا بات ہے؟" اس کے لہجے میں بھی تلخی تھی۔

وہ مضطربانہ انداز میں ہاتھ مسلتی رہی۔ پھر بہت مشکل سے اپنی آمد کی وجہ بیان کی۔

"آئی ایم سوری معید! ــــــ اس روز میں نے بہت بدتمیزی کی تھی۔"

"گیٹ آؤٹ تحی! میں تمہاری شکل بھی دیکھنا نہیں چاہ رہا۔" وہ سلگ اٹھا تھا۔ وہ اس سے ڈر گئی۔ مگر کچھ اپنے گزشتہ رویے کی بدصورتی کا احساس تھا اور کچھ اس کے مدد گار ہونے کا، اس لیے آہستگی سے بولی۔

"تم اپنے رویے میں حق بجانب ہو۔ مگر میں واقعی تم سے معذرت کرنے آئی ہوں۔"

"میں تم سے اگر کچھ پوچھ رہا تھا تو اس کا بھی کوئی مقصد تھا۔ جواب تم پر بہت اچھی طرح ہو چکا ہوگا۔" وہ تلخی سے بولا تو وہ شرمسار ہونے لگی۔

تب کچھ دیر کے بعد وہ خود ہی سیدھا ہوتے ہوئے تحی سے پوچھنے لگا۔

"کیا سوچا ہے تم نے آگے کے بارے میں؟"

"وہ ــــــ عمر کے فادر کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔" اس نے بمشکل بتایا تو وہ خاموش ہو گیا۔ اس کے دل کی بھی عجیب سی حالت ہونے لگی تھی ــــــ امتحان سر پر تھے اور وہ ایک لفظ بھی پڑھ نہ رہی تھی۔

"تم نے اس سے کنٹیکٹ کیا ہے؟" اس کی طرف دیکھے بغیر وہ پوچھ رہا تھا۔

"نہیں۔" وہ مجرمانہ انداز میں بولی تو ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے وہ تحی سے کہنے لگا۔

"جو کچھ ہو رہا ہے اور جو آگے ہوگا اس کی ذمہ داری مجھ پر مت ڈالنا تحی! میں روز روز ...

"... کا دوائی کو یا کسی خامی کے ریجیکٹ نہیں کر سکتا۔"

"میں اس سے کیسے کنٹیکٹ کرتی معید؟ وہ خود ابھی پرابلم میں ہے۔" وہ بے چارگی سے بولی تو ... نے کڑھتے ہوئے اٹل انداز میں کہا۔

"اطہر کا دوائی کو ریجیکٹ کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ تمہارے قابل نہیں تھا بلکہ میں نے صرف اپنی زبان کا پاس رکھا ہے۔ لیکن صرف پہلی اور آخری بار۔ اس کے بعد چاہے عمر کا پروپوزل آئے یا کسی اور کا، بالکل زینب کی طرح میں بھی اس کی حمایت ہی کروں گا۔"

کتنی ہی دیر تک کمرے میں خاموشی چھائی رہی تھی۔ اس خاموشی کو معید کی ناگواری نے توڑا تھا۔

"اور کیا کہنا ہے؟"

اس کے پوچھنے پر تحی کو اپنی تمام تر ہمت جمع کرنا پڑی تھی۔ جو بات اتنے دنوں تک سوچنے میں بہت آسان لگ رہی تھی وہ اسے معید کے سامنے کہنا ایک بہت مشکل مرحلہ تھا۔

"وہ ــــــ اگر اب عمر...... فی الحال پروپوزل بھیجنا افورڈ نہ کر سکا تو کیا تم مجھے چند سالوں تک گھر والوں کے سامنے سپورٹ کر سکتے ہو کہیں اور رشتہ نہ کرنے پر؟"

اس کی غیر متوقع درخواست پر معید کو اپنی کنپٹیاں سلگتی محسوس ہوئی تھیں۔ اس کے چہرے پر ابھرتے تاثرات دیکھ کر تحی کو سہما گئے تھے۔

"کبھی اپنے آپ سے نکل کر بھی سوچ لیتے ہیں تحی میر!" وہ بے حد تلخی و ترشی سے پھنکارا تھا۔ "تم تنہا نہیں ہو۔ تم سے منسلک اور بھی بہت سے رشتے ہیں، تمہارے ہر اچھے برے فیصلے کا جن پر اثر ہوتا ہے۔"

"میں اور کیا کروں ــــــ؟" اس کا ضبط جواب دینے لگا تھا۔ اپنے آنسوؤں کو چھپانا اس کے لیے ممکن نہیں رہا تھا۔ وہ جبڑے بھینچ کر اسے دیکھنے لگا تھا۔

"زندگی صرف اپنے لیے جینے کا نام نہیں ہوتا تحی! اتنا کچھ سوچ لیا تھا تو یہ بھی سوچ لیتیں کہ چند سالوں" کا سب کو کیا ریزن پیش کرو گی؟" اس نے استہزائیہ لہجے میں پوچھا تو وہ یونہی کھڑی آنسو بہاتی رہی۔ وہ کوفت کا شکار ہونے لگا تھا۔

"رونے سے کسی مسئلے کا حل نہیں نکلتا تحی میر!"

"وہ ابھی بہت پرابلم میں گھرا ہوا ہے۔" وہ بہت شکستہ دل ہو رہی تھی۔

معید نے اپنی مضطربانہ کیفیت کو دباتے ہوئے جتانے والے انداز میں کہا۔

"اس کے پرابلم سے تم اچھی طرح واقف ہو تحی! تمہارا خیال اسے بہت بعد میں آئے گا۔"

معید کا تمسخرانہ انداز تیر کی طرح اس کے دل میں گڑ گیا تھا۔

"مگر ایسا نہیں ہے۔ اور پھر انسان کی زندگی میں ہر چیز کی ایک الگ اہمیت ہوتی ہے۔ ایک شخص کی کسی اور چیز کو توجہ نہ دینے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ میری پروا نہیں کرتا۔" وہ بے اختیار رو دی۔

"ہنہ ——" وہ نخوت سے پُر انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔ تنفر سے بولا۔ "تو پھر تو دوسری "چیز وں" سے کب فارغ ہوتا ہے۔" اس قدر گھٹیا ذہنیت برداشت کرنا ضحیٰ کے بس کی بات نہ تھی۔ سو وہ جواب میں ایک لفظ بھی کہے بغیر اس کے کمرے سے نکل گئی تھی۔

چند لمحے یونہی مٹھیاں بھینچے کھڑی رہنے کے بعد طویل سانس لے کر اعصاب کو ڈھیلا چھوڑتے ہوئے اس نے پُر سکون ہونے کی کوشش کی تھی۔

لعنت ہے مجھ پر جو ہر بار اس سے مایوس ہونے کے بعد اسی شخص سے مدد مانگنے آتی ہوں۔" وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھتی ہوئی خود کو کوس رہی تھی۔

سعید سے ہونے والی گفتگو نے اس کے ذہنی خلفشار کو بڑھا دیا تھا۔ اسے ہمیشہ کی طرح مدد مانگنے پر تاسف گھیرنے لگا تھا۔

"ہیلو ڈیئر سسٹر!" ٹی وی کے سامنے بیٹھا ہوا وجدان نے اسے روک لیا تو ذہنی بوجھ کم کرنے کی خاطر وہ اس کے پاس بیٹھ گئی۔

"سنا ہے کہ آج کل آپ اپنے ایگزیمز کی ٹینشن میں مبتلا ہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اتنی نالائق نہیں ہوں میں۔" اس نے اپنا ذہن بٹانا چاہا تھا۔

"بہرحال کیسی بھی کیوں نہ ہو، آپ مجھ سے بلا جھجک رابطہ کر سکتی ہیں۔ میرے تعویذ سے بڑی بڑی مشکلیں حل ہو جاتی ہیں۔" وہ اتراہٹ آمیز لہجے میں بولا تو ضحیٰ نے اسے گھور کر دیکھا۔

"تم نے کب سے تعویذ گنڈے کا کام شروع کر دیا ہے؟"

"میں نہیں، میرے بابا جی جھنڈے والی سرکار نے یہ کرامات دکھانی شروع کی ہیں۔" وہ عقیدت سے کہہ رہا تھا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو وجی؟ —— یہ جھنڈے والی سرکار کون ہے؟" ضحیٰ نے تجسّس سے پوچھا تھا۔

"بڑی کرامت والے بابا جی ہیں۔ ایسے تعویذ دیتے ہیں کہ ہر مشکل منٹوں میں آسان ہو جاتی ہے۔" وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ضحیٰ نے متاسفانہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"کیا الٹے سیدھے چکروں میں پڑ رہے ہو۔ ابو کو بتا دیا تو ساری کرامتیں بھول جاؤ گے۔"

"بہرحال، میری آفر بدستور ہے۔ ایسا نورانی نسخہ لا کے دوں گا کہ پیپر دیتے ہوئے سوال سامنے دکھائی دے گی۔"

"ہاں جی، اب نورانی نسخے ہی کے ذریعے تو کارنامے ہوں گے۔" ضحیٰ نے ڈھٹائی سے بولا۔

"مجبوری میں سب جائز ہوتا ہے آپا!"

"خیر، مجھے تو ایسی کوئی مجبوری نہیں ہے اور نہ ہی میں اتنی نالائق ہوں کہ مجھے ایسے نسخوں کی ضرورت پڑے۔ البتہ تمہیں ضرور اس نورانی نسخے کی ضرورت پڑے گی۔ کیونکہ ابو جی جانتے ہی تمہاری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جاتا ہے۔" ضحیٰ نے اسے دھمکایا تو وہ چیخنے لگا۔

"کبھی اتنی ہی توجہ سے پڑھ بھی لیا کرو۔ پری انجینئرنگ کر رکھی ہے اور کام تمہارے الٹے ہی جیسے ہیں۔" ضحیٰ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"آپ سے تو اچھا ہوں پڑھائی میں۔ ہمیشہ میرا گریڈ آپ سے بہترین ہوتا ہے۔" اس نے جتایا تو وہ بھی اسے چڑانے والے انداز میں بولی۔

"آپ کی یادیں رہیں گے۔ میں تو ٹاپ کرنے والی ہوں۔"

"نالائق ہیں۔" وجدان نے شرارت سے لقمہ دیا تو وہ مسکراہٹ دباتی اسے گھورتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی آئی۔

تنہائی پاکر پھر سے وہی مایوسی اور پژمردگی اس پر غلبہ کرنے لگی۔

تنہا کر کے تجھے دل کا عجب حال ہے
ہمیں اب ہر پل تیرا ہی خیال ہے
بچھڑ کے تجھ سے یہ بھید بھی کھلا
تنہائی عذاب ہے وحشتوں کا جال ہے
تیرے ہجر نے بے حال کر دیا ہے مجھے
رگ رگ میں بھرا وحشت ملال ہے

وہ نڈھال سی اپنے بستر پر گر پڑی۔ تمام خوش کن سوچیں یاسیت کی انگلی تھام کر ذہن کے تاریک گوشے میں دبک گئی تھیں اور وہ بے یقینی کے دھاروں پہ بے دست و پا بہتی چلی جا رہی تھی۔

●●●●●

"شکر ہے خدا کا کہ یہ بات سرے ہی سے ختم ہو گئی ہے۔ میں تو پہلے ہی اس رشتے کے حق میں نہیں تھی۔" تائی جان نے اطمینان سے کہا تو پاس بیٹھی ان کی بھتیجی صبا کو حیرت نے گھیر لیا۔

"آپ کو کیا اعتراض تھا بھلا؟"

"اعتراض کیا ہوتا ہے۔ مگر میں نے ہمیشہ سعید کے لئے ضحیٰ ہی کو سوچا ہے۔ کیوں زہرہ؟" تائی نے مسکراتے ہوئے چچی جان کا عندیہ لینا چاہا تو وہ کھل اٹھیں۔

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے آپا؟" صبا کے لئے یہ خبر کسی دھماکے سے کم نہیں تھی۔ "سعید بھائی کے لئے؟"

"ہاں بالکل۔" تائی جان مطمئن تھیں۔

مگر اس خوش خبری نے صبا کو زیادہ خوش نہیں کیا تھا۔ سعید اور ضحیٰ کے آپس کے تعلقات سے وہ اچھی طرح واقف تھی۔

"آپ نے سعید بھائی سے پوچھا ہے؟" چچی جان کے جاتے ہی صبا کے اندر کی کھد بد کو راستہ ملا تو...

"ان سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ آج تک اس نے میری کوئی بات کب ٹالی۔" بڑے مان سے کہہ رہی تھیں۔ صبا زچ ہو گئی۔

"یہ کوئی عام سی بات یا فرمائش نہیں ہے جو سر جھکائے فرمانبرداری سے پوری کر دیں گے عمر بھر کا معاملہ ہے۔"

"تو اس میں کیا خرابی ہے ——؟" انہوں نے حیران ہو کر پوچھا تو اس نے ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے کہا۔

"یہ تو آپ سعید بھائی سے پوچھیں نا۔ روحمت کو تو شکل بھی ان کی نہیں بھاتی۔"

"کزنز کے درمیان چھوٹے موٹے لڑائی جھگڑے ہوتے ہی رہتے ہیں۔ اور میں نے سعید کو اس سے کوئی فضول بات کرتے نہیں دیکھا تم لڑائی جھگڑے کی بات کر رہی ہو۔" انہوں نے استعجاب سے اسے دیکھا تو وہ بولی۔

"مجھے پتہ ہے نا۔ سعید بھائی اور کبھی کی ان سے ذرا بھی نہیں بنتی۔"

"جب یہ رشتہ طے ہوگا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ہر رشتے کی اپنی ڈیمانڈ ہوتی ہے۔" پرسکون تھیں۔

"بہرحال۔ آپ ابو کو درمیان میں لائے بغیر، سعید بھائی کی مرضی ضرور معلوم کر لیجیے!" نے انہیں مشورہ دیا تھا۔

"ان کو درمیان میں لائے بغیر کیوں؟" وہ حیرت سے پوچھنے لگیں۔

"وہ تو ایک بار کہہ دیں گے اور سعید بھائی فرمانبرداری سے سر جھکا دیں گے۔ اس لئے چاہتی ہوں کہ ان کی مرضی کا فیصلہ کیجئے گا۔" صبا نے سمجھداری کا مظاہرہ کیا تو انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر قدرے پریشانی سے بولیں۔

"میں نے تو زہرہ سے بھی بات کر لی ہے۔"

"وہ بعد کی بات ہے۔ وہ بھی تو خوشی سے پوچھے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کریں گی اور اس کے بارے مجھ سے بہتر طور پر اور کون واقف ہوگا۔" صبا نے انہیں تسلی دی تھی۔

"خدا کرے دونوں ہی مان جائیں۔ جوڑی تو بہت اچھی ہوگی ان کی۔ اور پھر گھر کا ساری عمر کے لئے سعید کی طرف سے مجھے سکون رہے گا۔"

انہوں نے دعا کی تو صبا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"واقعی —— جوڑی تو بہت اچھی ہے۔"

"تم بھی سمجھانا خوشی کو۔" انہوں نے صبا کو کہا تو اس نے یونہی اثبات میں سر ہلا دیا۔ کا دوائی کے پروپوزل پر دیے جانے والے اس کے سگنلز کہاں بھولے تھے۔ سعید حسن کا کر وہ قیامت لے آئی۔

"میں تو سمجھا ہی دوں گی۔ مگر فیصلہ ان دونوں ہی کا ہوگا۔ ایسے معاملوں میں کچھ دو

لیا تھا۔" صبا نے جھٹکے سمیت کرلیمن والی پلیٹ اٹھائی اور آرام سے کچن کی طرف بڑھ گئی۔ وہ لمبی سانس بھر کے رہ گیا۔

●●●●●

میرے چارہ گر
میرے درد کی تجھے کیا خبر
تو میرے سفر کا شریک ہے
میرے ہاتھ سے میرے ہاتھ تک
وہ جو ہاتھ بھر کا تھا فاصلہ
کئی موسموں میں بدل گیا
اسے ناپتے، اسے کاٹتے، میرا سارا وقت نکل گیا
نہیں جس پہ کوئی نشان پا
میرے سامنے ہے وہ رہ گزر
میرے چارہ گر میرے درد کی تجھے کیا خبر
یہ جو ریگ دشت فراق ہے
میرے راستوں میں بچھی ہوئی
کسی موڑ پہ یہ رکے کہاں
یہ جو رات ہے میرے چار سو
مگر اس کی کوئی سحر نہیں
نہ تو چھاؤں ہے نہ شجر کوئی
میں نے چھان دیکھا شجر شجر
میرے چارہ گر
میرے درد کی تجھے کیا خبر

مگر اس کی ملاقات پہلا جیپ آف ہونے کے بعد کینٹین نیہا میں ہوئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی وہ بڑے سے ضبط کھونے لگی۔ مگر بھرائی ہوئی آواز میں اتنا ہی شکوہ کر سکی۔

"بہت برے ہو تم عمر —— اتنا نہیں ہو سکا کہ مجھے فون ہی کر دیتے۔"

وہ اتنا شکستہ اور کمزور لگ رہا تھا کہ وہ اس سے لڑ بھی نہیں پائی۔

"عمر تو خود کچھ سمجھ میں نہیں آیا خوشی! —— یکلخت زندگی نے تپتی سلگتی دھوپ میں لا کھڑا کیا ہے۔" اس کی آنکھوں میں ضبط کی سرخیاں اترنے لگیں تو خوشی بھی رو دی۔

"انکل کی ڈیتھ کا مجھے اتنا صدمہ ہوا ہے اور تم —— تمہارا تو ان سے رشتہ ہی اور تھا۔"

"جو مقدر میں لکھا ہے وہ تو حوصلے سے ہی برداشت کرنا پڑتا ہے خوشی!" شاید اس نے خوشی سے

زیادہ اپنا حوصلہ بڑھا پایا تھا۔

عنی نے دیکھا اس کے چہرے کی سرخی کے ساتھ ساتھ آنکھوں کی چمک بھی ماند پڑ چکی تھی۔

"تم حوصلہ کرو گے تو باقی سب کی بھی ہمت بندھے گی عمر! اب تو تمہیں ان کا سہارا بننا ہے۔" یہ الفاظ کہتے ہوئے وہ خود آبدیدہ ہو گئی تھی۔

"ہوں۔۔۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر بات بدل گیا۔

"پیپر کیسا ہوا ہے تمہارا؟"

"گزرے دنوں مجھے اتنی ٹینشن رہی ہے کہ پیپر دینا ہی غنیمت ہے کہ اچھا یا برا۔" وہ شکار تھی۔

"دو سال کی محنت کو یوں ضائع مت کرو عنی! پوری توجہ سے پیپر دو۔" وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

"یہ میرے بس میں نہیں ہے عمر! تمہیں سوچنے کے لئے مجھے شعوری کوشش کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ تم تو میرے لئے یونہی ضروری ہو جیسے زندہ رہنے کے لئے سانس۔" وہ بے ساختہ بولی تو وہ اسے فی الفور ٹوک گیا۔

"کوئی کسی کے لئے اتنا ضروری نہیں ہوتا عنی! کم از کم اتنا تو زندگی نے پچھلے دنوں اچھی طرح سمجھا دیا ہے۔ مشینوں میں جکڑے اپنے باپ کو دیکھ کر میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ انہیں کچھ ہو گیا تو میں مر جاؤں گا۔ یہ دیکھو میری سانسیں چل رہی ہیں۔ مگر دیکھ لو میں زندہ سانس لے رہا ہوں۔"

اس کا لہجہ اس قدر تلخ تھا کہ وہ ششدر رہ گئی۔

کس قدر مایوس اور شکستہ دل ہو چکا تھا وہ۔ جیسے اپنی زندگی ہار چکا ہو۔

"عمر! اتنے کمزور مت پڑو۔ تم تو پہلے مرحلے پر ہی سرنڈر کر رہے ہو۔ لوگ تو جانے کیا کیا مصیبتیں کاٹ کر بھی حوصلہ نہیں ہارتے۔"

اس کی آنکھوں میں اتر آنے والی سرخی عنی کا دل چیر رہی تھی۔

کتنا مجبور اور بے بس پاتے ہیں آپ خود کو جب آپ کے پیارے کسی شدید دکھ میں ہوں اور آپ ان کا ذرہ برابر دکھ بھی خود میں نہ سمو سکیں۔

عنی بھی اسی تکلیف دہ کیفیت میں مبتلا تھی۔

مگر عمر کو اب ان طفل تسلیوں کی شاید ضرورت نہیں تھی۔ وہ بہت کچھ سوچ سمجھ کر اس سے ملا تھا۔ تبھی تو اپنے لب و لہجے پر قابو پا کر بے تاثر سے انداز میں بولا۔

"اب وہ وقت آ گیا ہے عنی! کہ میں تمہیں ہر بندھن، ہر وعدے سے آزاد کر دوں۔ زندگی مشکل ہو چلی ہے عنی! اور میں تمہیں کانٹوں پر نہیں گھسیٹ سکتا۔ میری طرف سے تم آزاد ہو۔"

اسے اپنے سر پر پہاڑ ٹوٹتا محسوس ہوا تھا۔

آنکھوں کے سامنے اتنی تیزی سے دھند چھائی کہ اس کے نقوش گڈمڈ ہونے لگے۔ کس قدر بے لچک اور صاف گو شخص تھا وہ۔

مگر اتنی صاف گوئی، سنگ دلی اور سفاکی کے زمرے میں نہیں آتی تھی کیا؟

وہ اسے کیا سمجھ رہا تھا؟

آسائشات کی بھوکی؟ دولت کو دین ایمان سمجھنے والی؟

"عمر! تمہیں کبھی نئے سفر کی جستجو ہو رہی ہے تو صاف الفاظ میں کہو عمر! میں تو ہر حال میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔"

وہ صدمے کی کیفیت میں تھی۔

"زندگی خوابوں میں نہیں گزرتی عنی! پہلے تو شاید میں تمہیں کسی آس کا جگنو تھما ہی دیتا مگر اب بہت مشکل ہے۔" وہ بے حد سنجیدہ تھا اور اس کی سنجیدگی ہی عنی کو خوف دلا رہی تھی۔

پتا نہیں کس راہ پر لا کر چھوڑ رہا تھا جہاں نہ کوئی جگنو تھا اور نہ تارہ۔

"تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے عمر!" وہ بے یقین تھی۔

"یہ میں نہیں، تقدیر کر رہی ہے عنی!" وہ گہری سانس لے کر بولا تھا۔ جانے کتنے دنوں سے وہ یہ سب سوچ رہا تھا۔ اسی لئے اب نارمل تھا۔ جب کہ عنی کے لئے تو ہر لفظ پگھلا ہوا سیسہ تھا، کھولتا ہوا تھا۔

"زندگی اب پھولوں کی سیج نہیں رہی عنی! ابو کے بعد میں نے وہ سب ذمہ داریاں بھی اپنے شانوں پر محسوس کی ہیں، جن کا کبھی ان کی زندگی میں مجھے احساس تک نہیں ہوا۔ سب سے بڑی ذمہ داری ہے اپنی فیملی کو مالی سپورٹ کرنا۔ اور میں تو اس پوزیشن میں بھی نہیں ہوں کہ وہ تم کے کھانے کا بندوبست کر سکوں۔ اس لئے میں نے جذبات کو ایک طرف رکھتے ہوئے سوچا ہے عنی! اس بات سے میرے مسائل کا حل نہیں نکل سکتا بلکہ مجھے تو میرا ضمیر ملامت کر رہا ہے۔ مجھے تم کو اس راہ پر لانا ہی نہیں چاہئے تھا جہاں صرف سنگ و خشت ہیں۔ دوراہوں کے سائے اور کڑی دھوپ ہے میرا سفر بہت لمبا اور کڑا ہے۔ میں تمہیں ساتھ لے کر نہیں چل سکتا عنی! کیونکہ اس سفر میں بہت ابتلا ہے۔ اور میں تم پر آنچ بھی نہیں آنے دینا چاہتا۔"

وہ بہت ناپ تول کر بول رہا تھا۔

اور عنی بالکل ساکت بیٹھی تھی۔

لگ رہا تھا جیسے منوں وزنی رولر اسے کچلتا ہوا گزر گیا ہو اور وہ ہزار ہا ٹکڑوں میں تبدیل ہو گئی ہو۔

یہ کیا کر رہا تھا وہ؟

اسے رہائی کا اذن دے رہا تھا یا موت کا پروانہ سنا رہا تھا؟

اس کی سانسیں آسان کر رہا تھا یا ہر رگ میں زہر اتار رہا تھا؟

وہ جتنا چاہتی تھی، جتنا چاہتی تھی، اسے بتانا چاہتی تھی کہ اس کے الفاظ کس قدر تکلیف دہ تھے مگر حلق میں اٹکتے کانٹے اس کی گویائی سلب کر گئے تھے۔

"میں نے اس مسئلے پر بہت سوچنے کے بعد غیر جانبدارانہ فیصلہ کیا ہے حنی! تمہارا اور میرا بس یہیں تک تھا۔"

"بکواس بند کرو عمر!" وہ یکلخت ہی کسی ٹرانس سے آزاد ہو کر پھٹ پڑی تھی۔

اس کی آنکھوں کے زیریں کنارے سرخ ہو رہے تھے اور رنگت تمتما رہی تھی۔

"میں نے کسی نفع یا نقصان کو سوچ کر اس راہ پر قدم نہیں رکھے تھے اور نہ ہی ہمارے درمیان کوئی بزنس پارٹنر شپ تھی جس میں دوسرے کے نقصان کا خیال کیے بغیر جب جی چاہا پارٹنر شپ ختم کر دی اور اپنے متعلق تو شاید تم نے بہت کچھ سوچ لیا ہے۔ اور میں ——— میرے متعلق کیا سوچا تم نے، میں تم جیسا پتھر دل کہاں سے لاؤں؟" اس کی آنکھیں پھر سے اُبل پڑی تھیں۔

"خود کو میری جگہ پر رکھ کر سوچو گی تو سب آسان لگنے لگے گا۔" وہ بہت ضبط سے بولا۔ یوں تڑپتے دیکھنا اس کی زندگی کا ایک بہت بڑا امتحان تھا۔

اس کی اوّلین محبت، جسے دیکھ کر کبھی عمر کا نجی نے سوچا تھا کہ ہنسی اور مسکراہٹ کا مجسم حنی میر ہے۔

اور اب وہی حنی میر اس کے سامنے بیٹھی بے دردی سے آنسو بہا رہی تھی اور وہ دیکھنے پر مجبور تھا۔ وہ خود بھی تو اسی ٹوٹ پھوٹ کے عمل سے گزر رہا تھا مگر جانتا تھا کہ اسی فیصلے میں ان کی بہتری ہے۔ جب تک وہ اس کے نام سے منسلک تھی، وہ پوری توجہ سے اپنے مسائل کو حل نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی ذمہ داری تو اب بہت شدت سے محسوس ہونے لگی تھی مگر اس سے الگ ہو کر ہی وہ ڈٹ کر ان حالات کا مقابلہ کر سکتا تھا۔

وہ اسے چاہتی ہے، اسے معلوم تھا۔

اور وہ اسے اس "چاہنے" کی سزا نہیں دینا چاہتا تھا۔

"عمر پلیز! اگر یہ مذاق ہے تو اسے ختم کرو۔" وہ اب بھی بے یقین تھی۔ تب عمر نے التجا کرتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سختی سے کہا۔

"میں ایک ایک لفظ تول کر بول رہا ہوں حنی! میری طرف سے تم ہر وعدے سے آزاد ہو۔" اس کے دل کو کوئی تیشے آرے سے چیرنے لگا مگر وہ اس کی حالت دیکھنے کے باوجود ہی کہتا رہا۔

"عمر! ایسا مت کہو۔" وہ اسے ٹوک گئی مگر اس کے آنسو بھی اسے روک نہیں پائے تھے۔

"میرے دل پر کوئی بوجھ نہیں ہے۔ اس فیصلے کے بعد میں بہت ریلیکس فیل کر رہا ہوں۔ میں ہر وعدے، ہر قسم سے آزاد ہو کر اپنی فیملی کو سپورٹ کر سکتا ہوں۔ چاہے اس کے لیے مجھے مزدوری کرنی پڑے یا بھیک مانگنی پڑے، مگر میں تمہیں اپنے نام پر اتنا عرصہ بٹھانے کی سنگدلی نہیں برت سکتا۔"

"میں تمہارے نام پر ساری عمر بیٹھ سکتی ہوں عمر!" وہ اسے یقین دلانا چاہتی تھی مگر وہ شاید یقین و بے یقینی کی تمام حدود پار کر چکا تھا۔ تبھی تو خود ہی ساری حدود و قیود کا تعین کر رہا تھا۔

وہ پتہ نہیں کیا کہہ رہا تھا ——— اپنی باتوں کی وضاحت میں کیا کیا دلائل دے رہا تھا۔ اسے لگا جیسے وہ بہری ہو گئی ہو۔

تو یہ سب حقیقت ہے۔ اور میں یہ سب سننے کے بعد بھی زندہ ہوں۔ عمر کے جاتے قدموں کو دیکھتے ہوئے وہ ساکت تھی۔

فاصلے ایسے بھی ہوں گے یہ کبھی سوچا نہ تھا
سامنے بیٹھا تھا میرے اور وہ میرا نہ تھا
آج اس نے درد بھی اپنے علیحدہ کر لیے
آج میں رویا تو میرے ساتھ وہ رویا نہ تھا

اور پھر لمحوں میں سارا کھیل ختم ہو گیا۔ بساط سمٹ گئی تھی۔

اسے دیکھنے اور اس کا چہرہ آنکھوں کے راستے ہمیشہ کے لیے دل میں اتار لینے کی خواہش رکھنے کے باوجود عمر نے اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

"آج یہ مشکل آسان ہو گئی تو باقی سب بھی حل ہو جائے گا۔" خود کو سمجھاتا وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

وہ پلٹ گیا۔ اس کے بڑھتے قدم تلے حنی کو اپنا دل رکھا محسوس ہو رہا تھا۔

کچھ بھی تو نہیں رہا تھا۔ سب کچھ آتی سی دیر میں ہی ختم ہو گیا تھا۔

کیا تھا یہ محبت ——— خواب یا افسانہ؟

سنو!
تم تو عزم والے ہو
بلا کا حوصلہ رکھتے ہو
تمہیں کچھ بھی نہیں ہوگا
مگر دیکھو!
کہ تم چھوڑے جاتے ہو
اسے تو ٹھیک سے شاید
بچھڑنا بھی نہیں آتا
سنو!
تم تو عزم والے ہو
اسے مت چھوڑ کے جاؤ

اس کے لب خاموش تھے مگر اس کے ہر آنسو نے پکار پکار کر کہا تھا مگر وہ جانے والا لمحہ بھر کو نہیں رکا تھا۔

کبھی جانے والوں کے پیچھے نہ جانا
کبھی آنے والوں کا راستہ نہ تکنا
کہ ان جانے والوں کو
آنا نہیں ہے
اسے سب کچھ ختم ہوتا محسوس ہوا تھا۔

●●●●●

صبا کی فون کال پر وہ پریشان سا زارا مجاہد کے ہسپتال میں پہنچا تو وہاں انس پہلے ہی موجود تھا۔ ساتھ تائی جان اور صبا بھی تھیں۔

"خیریت تو ہے؟" وہ تیزی سے انس کی طرف بڑھا تو اسے دیکھ کر وہ ہمیشہ کی طرح ہونے لگا۔

"یار! ضحیٰ کی طبیعت اچانک بہت بگڑ گئی ہے ــــــ بی پی خطرناک حد تک لو ہو گیا ہے۔"

"کب؟ ــــــ کیسے؟" اس کی پریشانی فطری تھی۔

"پتہ نہیں یار ــــــ اتنی خراب حالت میں جانے یونیورسٹی سے گھر تک کیسے آ گئی۔ ٹھنڈے پسینے میں نہائی ہوئی، ہاتھ پاؤں بالکل بے جان۔" صبا نے اسے بتایا تھا۔

پیشانی پر شکنیں لیے وہ انس کے ہمراہ ڈاکٹر کے روم کی طرف بڑھ گیا۔

"اس عمر میں عموماً لڑکیوں کو ذرا ذرا سی بات ذہن پر لینے کی عادت ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے انہوں نے بھی بے جا کی ٹینشن لی ہو۔" ڈاکٹر زارا مجاہد قدرے مسکرائی تھیں۔ پھر پرتشفی انداز میں بولیں:

"اب اس کی کنڈیشن بہت بہتر ہے۔ اسے ٹینشن فری رکھیں۔ ورنہ دوبارہ بھی ایسا ہو سکتا ہے۔ آپ اسے گھر لے جا سکتے ہیں۔ تھوڑی سی ویک نیس ہے۔ مگر پراپر کیئر اینڈ ڈائٹ اسے فٹ کر دے گی۔"

وہ پتہ نہیں کیا کچھ سوچتا رہا جب کہ انس ڈاکٹر کے ہر لفظ کو بغور سن رہا تھا۔ معید اور صبا نے سہارا دے کر گاڑی میں بٹھایا تھا۔ معید نے دیکھا چند گھنٹوں میں اس کی ساری شادابی کہیں کھو گئی تھی۔

وہ بے حد خاموش اور جامد سی تھی۔ یہی بات تائی جان کو بھی پریشان کر رہی تھی۔

"ابھی یہ میڈیسن کے زیر اثر ہے۔ گھر جا کر چند گھنٹوں کی نیند لے گی تو فریش ہو جائے گی۔" اس کے ستے ہوئے چہرے پر نظر ڈال کر گاڑی کا دروازہ بند کرتے ہوئے معید نے تسلی دی تو وہ بھی دوسری طرف سے ہو کر اس کے ساتھ بیٹھ گئیں۔ صبا اس کی گاڑی میں تھی۔

"تم سے کوئی بات نہیں کی اس نے؟" گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے معید نے اس پر نظر ڈالتے ہوئے سرسری انداز میں پوچھا تو وہ حیران ہو کر بولی۔

"کیا مطلب؟ ــــــ کیسی بات؟"

"ہوئی تو تھی۔ کیا وہ کچھ پریشان تھی آج کل؟" وہ عام سے انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"پریشان تو نہیں تھی۔ بالکل ٹھیک تھی۔ صبح بھی بالکل اچھی بھلی یونیورسٹی گئی تھی۔ پتہ نہیں اتنی خراب طبیعت کیسے کر لی۔" وہ خود بھی ابھی ہوئی تھی اور اس کے لہجے سے معید کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ سچ نہیں بول رہی مگر عموماً لڑکیاں ایک دوسرے سے اپنی کوئی بھی پرسنل بات نہیں چھپاتی تھیں۔ اسی کے پیش نظر معید نے کہا۔

"پھر بھی کوئی بات شیئر نہیں کیا اس نے تم سے؟"

"وہ اپنی ہر بات مجھ سے شیئر کرتی ہے۔" اس نے توجہ سے کہا تو قدرے توقف کے بعد معید نے پوچھا۔

"اور وہ جو پروپوزل تھا، اس کے بارے میں کیا خیال تھا اس کا؟"

"ضحیٰ کا "خیال" یار آنے پر وہ قدرے ٹھٹکی تھی۔

"وہ رضامند نہیں تھی۔ کہتی تھی کہ ابھی پڑھنا چاہتی ہے۔"

صبا کا خیال تھا کہ تائی جان نے ضحیٰ کا پروپوزل اس کے سامنے پیش کر دیا ہو گا۔ تبھی موصوف ضحیٰ کا حال جاننے لیے پہنچے ہوئے ہیں۔

"ویسے اس پروپوزل کو لے کر وہ بیمار نہیں پڑی ہو گی۔ وہ تو شکر کر رہی تھی کہ آپ نے اس کو ریجیکٹ کر دیا ہے۔" صبا نے مزید بتا کر اس کے خدشات دور کرنے کی کوشش کی تھی۔

"مگر کیوں؟" وہ بہت دوستانہ انداز میں کچھ اگلوانے کے موڈ میں تھا۔

"وہ تو مجھے پتہ نہیں۔ بس کہتی ابھی وہ شادی نہیں کرنا چاہتی۔ شاید کچھ سالوں تک۔"

صبا کی زبان پھسل گئی تو بے اختیار معید کی طرف دیکھا مگر وہ اس کے الفاظ پر چونکے بغیر ونڈ سکرین کے پار نظریں جمائے ہوئے تھا۔

"اس کی کوئی خاص وجہ؟" اس نے پوچھا تو صبا کو اندازہ ہوا کہ وہ اتنا بے خبر بھی نہیں جتنا کہ وہ سمجھ رہی ہے۔

"مجھے کچھ نہیں پتہ۔" اس نے صفائی سے کام لیا تھا۔

[illegible] انداز میں سر ہلا کر رہ گیا۔ صبا نے کنکھیوں سے اس کے تاثرات کا جائزہ لینے کی کوشش کی مگر اندازہ نہیں لگا پائی تو وہ بھی کھڑکی سے باہر بھاگتے ہوئے ضحیٰ کے متعلق سوچنے لگی۔

ایک ہفتے میں اس کی حالت سنبھلتی رہی تھی۔

[illegible]

[illegible] ابھی تک آپ [illegible] کی پریشانی حد سے سوا تھی۔ [illegible] سب [illegible] کی

[illegible]

[illegible] آپ۔ انہیں [illegible] ٹینشن لینے کی عادت کیا ضرورت ہے؟" معید [illegible]

تھا جو کہ سو فیصدی سچ تھا۔ بہت محنت کے بغیر بھی وہ اچھا گریڈ لیتی رہی تھی۔

"بھاڑ میں جائے یہ پڑھائی۔ میری بچی! کیوں سر پہ سوار کر لیا ہے تم نے اسے؟" ذرا سنبھلی تو چچی جان نے اسے سینے سے لگا لیا۔

"یہ صرف میری شادی کی ڈیٹ آگے بڑھانا چاہ رہی ہے۔ اور کچھ نہیں۔" انس نے خوشی کے بعد اندازہ لگایا تھا۔

"تحی! اب جلدی سے تندرست ہو جاؤ تاکہ انس کی شادی کی ڈیٹ فکس کی جا سکے۔ تمہارے بیمار ہونے کی وجہ سے لیٹ ہو رہے تھے۔ اب تو ان کا بھی نمبر ہے۔ اگلے سال تمہاری۔" انہوں نے اپنے مخصوص محبت بھرے انداز میں کہا تو وہ بے جان نظروں سے ان سب کو دیکھنے لگی جو اس کے اپنے تھے مگر وہ تو سب سے زیادہ اپنا لگتا تھا۔

پھر کہاں چلا گیا وہ؟

زیست کے اس سفر میں کب کہاں وہ کون سا موڑ مڑ گیا، وہ کیوں نہ جان پائی۔

کتنا سہل ہوتا تھا
خوشبوؤں کو چھو لینا
شام کا ہر اک منظر
گھر میں قید کر لینا
روشنی ستاروں کی
مٹھیوں میں بھر لینا
جگنوؤں کی باتوں سے
پھول جیسے آنگن میں
روشنی سی بھر لینا
اے نظر کی خوش فہمی
اس طرح نہیں ہوتا
تتلیاں پکڑنے کو
دور جانا پڑتا ہے

اس کے اندر سے تکلیف کا شدید احساس اٹھنے لگا تو اس نے آنکھیں موند کر سب سے چھپانے کی سعی کر ڈالی۔ مگر اس کی آنکھوں کے کناروں سے نکلتا پانی کسی سے چھپا نہیں رہا تھا۔

"کم آن تحی! بہت ہو چکا یار! ہم لوگ اتنا سا جھٹکا دیتے ہیں تمہیں ذرا سی۔" عماد نے پاس بیٹھتے ہوئے دلجوئی کی تھی۔

"اتنے سارے محبت کرنے والوں سے ایک شخص کی بے وفائی کا بدلہ کیوں؟" انہوں نے کہا "اتنے سارے محبت کرنے والوں کے ہوتے ہوئے بھی اس دل سے جینے کی امنگ کیوں ختم ہو جاتی ہے؟"

وہ اپنی اندرونی کیفیت چھپانے سے قاصر ہو رہی تھی۔

عنایہ نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے اس کا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگا لیا۔

"اب بس کرو تحی! ذرا بھی مزہ نہیں آ رہا تمہارے بغیر۔"

اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

اور یہ سب ان کی بے پناہ محبتوں ہی کا اعجاز تھا کہ اس کی طبیعت سنبھلنے لگی تھی۔ اور جب وہ اپنے اوپر بے حسی کا لبادہ چڑھا چکی تھی تب معید حسن اس کے زخم کریدنے آ موجود ہوا۔

نیم تاریک کمرے میں وہ تکیے سے ٹیک لگائے اپنے بستر پہ نیم دراز گم صم سی تھی۔

معید حسن کی موجودگی کو محسوس کرنے کے باوجود وہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئی تھی۔ البتہ جب اس نے آگے بڑھ کر لائٹ آن کی تب اس نے ناگواری سے ضرور دیکھا تھا۔

"کیسی طبیعت ہے اب تمہاری؟" وہ یونہی بے تاثر انداز میں اسے دیکھتی رہی تو وہ کرسی گھسیٹ کر اس کے بستر کے پاس رکھتے ہوئے بیٹھ گیا۔

"ڈاکٹر کا خیال ہے کہ اب تم بالکل ٹھیک ہو۔ پھر تم نے کیوں بستر سنبھال رکھا ہے؟" ایک ہی نگاہ میں اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ چند دنوں کی بیماری اس کی ساری دلکشی و شادابی نچوڑ لے گئی۔ "کس بات کی ٹینشن لے رہی ہو تم؟ ــــ اطہر کا دوانی کا پروپوزل تو ریجیکٹ ہو چکا ہے۔" اس نے اپنی بات کہہ کر تحی کا ردعمل دیکھنا چاہا مگر وہ ہنوز جامد و ساکت بیٹھی تھی۔

"تمہاری وجہ سے سارا گھر ڈسٹرب ہے۔ مگر تمہیں کسی کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ گھر میں تمہیں کسی چیز کا سامنا نہیں ہے۔ پھر تم اپنے مسئلے سے ان سب کو کیوں پریشان کر رہی ہو؟" اب کی بار اس نے قدرے تختی سے پوچھا تو وہ جیسے پھٹ پڑی۔

"تم ہر بار مجھ ہی پہ کیوں اپنی وکالت کی صلاحیت استعمال کرنے آ جاتے ہو؟"

"کیونکہ تم خود ہی ٹھیک ہونا نہیں چاہتیں۔ اور یہ بھی کہ تمہیں صرف اپنی پرواہ ہے، نہ کسی کی خوشی کی اور نہ ڈسٹربنس کی۔" وہ رسان سے کہہ رہا تھا۔

"میں نے کسی کو ڈسٹرب ہونے کو نہیں کہا ہے۔ اور تم ــــ خدا کے لئے معید! مجھے اکیلا چھوڑ دو۔ مجھے دنیا بھر سے الجھن ہوتی ہے۔" وہ تنک کر بولی تھی۔

"یہی تو میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ تمہارے دل میں اکیلا رہنے کی خواہش کیوں پیدا ہونے لگی ہے؟" وہ اب بھی بہت نرم لہجے میں پوچھ رہا تھا۔ مگر اس سوال کے جواب میں تحی کے لئے خود پر قابو پانا مشکل ہونے لگا تھا۔

"معید حسن! یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے۔" سیدھی ہو کر بیٹھتے ہوئے وہ بہت تلخی سے بولی تو انداز

ایسا ہی تھا جیسے اسے رفع ہو جانے کو کہہ رہی ہو۔ مگر اس کی آواز میں لرزتی نمی معید سے مخفی نہ رہ سکی تھی۔

"ایک ہی چھت تلے رہتے ہوئے ایسی باتیں مضحکہ خیز لگتی ہیں مائی ڈیئر!" وہ جیسے اس کی بات سے لطف لیتے ہوئے مسکرایا تھا۔ پھر اسے یاد دلانے والے انداز میں بولا۔

"اور پھر تم نے خود ہی تو مجھ سے مدد طلب کی تھی بھی۔"

"مجھے نہ تو کسی مدد کی ضرورت ہے اور نہ ہی کوئی توقع ہے کسی مدد کی۔" وہ بنا اس کی تھی کر کے غصے کی پرواہ کیے بغیر اطمینان سے بولا۔

"کیا بات ہوئی ہے تمہاری مرسے؟"

اس کے دل کی تاروں پر بہت اوچھا ہاتھ پڑا تھا۔

یہ نام یہ سوال ——

کتنے ہی دن لگے تھے اسے اس کشمکش سے آزاد ہونے میں۔ اور جب بہ وقت تمام کرچی کرچی وجود کو سمیٹ کر زندگی کی طرف لوٹنے لگی تھی تو یہ سوال پھر اپنی پوری سفاکی کے ساتھ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

اشتعال کی شدید لہر پر ایک پل ہی میں بے چارگی اور بے بسی حاوی ہو گئی تھی۔

"کچھ نہیں کہا اس نے —— کچھ بھی نہیں۔" اس نے شکستہ انداز میں کہتے ہوئے گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹ لیے۔

اس کی آنکھوں میں چمکتی نمی اور لب و لہجے کی آزردگی معید کے لیے بہت چونکا دینے والی تھی۔

"میری پریشانی، میرا اپنا مسئلہ ہے۔ مجھے تم سے کسی بھی قسم کی مدد نہیں چاہیے۔ میں اپنے مسائل حل کر سکتی ہوں۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں کہہ رہی تھی۔

معید نے جانچتی نظروں سے اس کی سپید پڑتی رنگت دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم جس مسئلے میں الجھی ہو وہ صرف تم پر چھوڑ دینے والا نہیں ہے اور نہ ہی میں تمہیں وقتی طور پر جذباتی فیصلہ کرنے کی اجازت دے سکتا ہوں۔" اس کا انداز سراسر سمجھانے والا تھا۔ مگر جانے کیوں اس کے دل پر اتنا شدید اثر کیا تھا کہ وہ اس پر الٹ پڑی۔

"ہر کوئی اپنے مسئلے کو اپنی پسند اور مرضی سے حل کرتا ہے۔ تم مردوں کے پاس عقل کی اجارہ داری نہیں ہے کہ عقل مندانہ فیصلے صرف تم ہی کر سکتے ہو۔ کیا لڑکیوں کا اپنی زندگی پر اتنا بھی حق نہیں ہوتا کہ وہ خود سے متعلق ایک بھی فیصلہ کر سکیں۔ تم لوگ —— تم لوگ فیصلہ کرتے ہوئے صرف اپنی ذات کو مدنظر رکھتے ہو۔ اپنی پسند، اپنی مرضی، اپنی ترجیحات۔ باقی ہر شے، ہر انسان بے وقعت ہے تم لوگوں کے لیے۔ تم لوگوں کا فیصلہ کسی کی زندگی پر کیا اثر ڈالتا ہے، تمہیں کچھ غرض نہیں ہوتی۔ مگر میری نظر میں تم لوگ بزدل ہو —— بزدل۔" اس کا لہجہ

ڈالا

بے پناہ اشتعال کی حدود کو چھونے لگا تو ہسٹریائی کیفیت کا شکار ہوتے ہوئے وہ یکلخت ہی چیخنے لگی۔

اٹھا کر اس نے سائیڈ ٹیبل پر دھرا پانی سے بھرا جگ بھی زمین پر گرا دیا تھا۔

اس کے اس قدر غیر متوقع مگر شدید ردعمل پر مضبوط اعصاب کا مالک معید حسن بھی گڑبڑا گیا تھا۔ اس پر مستزاد دروازہ کھول کر جانے کون اندر آ گیا تو وہ اپنی پوزیشن آکورڈ محسوس کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔ معید کے اندر اشتعال کی شدید لہر اٹھی تھی جس کے زیر اثر اس نے کسی کی بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے جھک کر اس کا بازو ہاتھ میں جکڑا اور ایک بھرپور تھپڑ اس کے منہ پر دے مارا۔

معید کا ردعمل اس قدر غیر متوقع تھا کہ سبھی نفوس بے یقینی کے عالم میں کھڑے رہ گئے تھے۔

"یہ —— کیا ہو رہا ہے معید؟"

بڑی جان کو سب سے پہلے ہوش آیا تو انہوں نے تڑپ کر آگے بڑھتے ہوئے تنی کو سینے سے لگا لیا جو ہسٹریائی کیفیت سے نکلنے کے بعد اب رونے لگی تھی۔

"آئی ایم سوری! مگر یہ بالکل پاگل ہو رہی تھی۔ اور اسے حواس میں لانے کا یہ واحد حل تھا۔" وہ فوراً ہی اپنے آپ کو سنبھال گیا تھا۔ اس قدر پرسکون انداز میں اپنی غلط حرکت کی توجیہہ پیش کیا کہ سبھی کے خدشات رفع ہو گئے۔

"جانے کیا ہو گیا ہے میری بچی کو۔" چچی جان بھی رونے لگی تھیں۔

"ٹھیک ہو جائے گی یہ۔ لڑکیوں کی عادت ہوتی ہے۔ ذرا ذرا سی بات کو ٹینشن بنا کر یونہی بستر سے لگ جاتی ہیں۔"

سختی نگاہ بڑی جان کے سینے میں منہ چھپائے تنی پر ڈالتے ہوئے وہ صبا کی طرف پلٹا تھا۔

"اسے ایک ٹیبلٹ دو تاکہ اس کے اعصاب پرسکون ہوں۔ ورنہ بات بے بات یونہی چلاتی رہے گی۔"

اسی اطمینان سے مشورہ دیتا وہ کمرے سے نکل گیا۔ وہ تنی کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

ذلت کا احساس رگوں کو کاٹنے لگا تو وہ پھر رونے لگی۔

●●●●●

"اوہو —— سہانی شام انجوائے کی جا رہی ہے۔"

وہ شاور لے کر باہر آیا تو وہ سب لان میں موجود تھیں۔ موسم کافی خوشگوار تھا اس لیے تنی اور صبا نے شام کی چائے کا انتظام لان میں کر رکھا تھا۔

"تمہیں کس نے روکا ہے؟ —— تم بھی آ کر انجوائے کرو۔" اریبہ نے اس کے لیے کپ میں چائے انڈیلتے ہوئے دعوت دی تو وہ اس کے ساتھ والی کرسی پر آ بیٹھا۔

"وہ تو میں کروں گا ہی —— گرمی کے موسم میں اگر بھی ایسی شام آئے تو اس کو انجوائے نہ کرنے والا بدذوق نہیں بلکہ گناہ گار ہوتا ہے۔" اس نے اریبہ کے ہاتھ سے چائے کا کپ لیتے ہوئے مسکرا کر کہا تو

"یہ کباب بھی لیں۔ میں نے نئے طریقے سے بنائے ہیں۔" تمکین نے پُرشوق انداز میں بنے ہوئے کبابوں والی پلیٹ نوفل کے سامنے کی تو اس نے بھنوؤں کو خفیف سی جنبش دے کر مسکراتے ہوئے ایک کباب اٹھا لیا۔ اس کے کباب ختم ہونے تک تمکین اسے امید بھری نظروں سے دیکھتی رہی تھی۔ توقع تو یہی تھی کہ اب وہ تعریف کرے گا۔

"کیسا تھا؟" اشتیاق سے پوچھا تو وہ منہ بنا کر بولا۔

"ویسا ہی، جیسا پہلے ہوتا ہے۔"

"کیا؟ ___ یعنی آپ کو کوئی فرق ہی محسوس نہیں ہوا؟" اسے سخت صدمہ پہنچا تھا۔

"نہیں ___ فرق تو ہے۔" وہ ایک اور کباب اٹھا کر دیکھتے ہوئے مسکراہٹ دبا کر سادگی سے بولا۔ "پہلے تم اسے گول شیپ میں بناتی تھیں، اب چوکور بنایا ہے۔"

"آپ ___" وہ دانت پیس کر رہ گئی تو وہ ہنسنے لگا۔

"یہ بھی مذاق کر رہا ہے بچی! ___ میں نے کہا نا، بہت اچھے بنے ہیں۔" صالحہ بیگم نے اسے داد دی تھی۔

"بچی! بے فکر رہو۔ تمہاری شادی تک تم کوکنگ میں پرفیکٹ ہو جاؤ گی۔" ادینہ نے بھی اسے پچکارا تو وہ نوفل کی ہنسی پر کھسیاہٹ کا شکار ہونے لگی۔

"جی نہیں ___ میں اس لئے نہیں سیکھ رہی یہ سب۔"

"ہاں نئی سسرال میں تو یہ بھوک ہڑتال کرائیں گی۔" نوفل نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"آپ تو بس میری سسرال کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔" تمکین زچ آ گئی تھی۔

"ویل سیڈ۔" نوفل بے ساختہ مسکرایا تھا۔ ایک چاند سا چہرہ ذہن کے فلک پر اپنی تابانی سمیت ابھرا تھا۔

"تم بھی چلو نوفل انس کی طرف جانے کا پروگرام بنایا ہے میں نے۔" صالحہ بیگم کو یاد آیا تو

"وہ کس خوشی میں؟" اپنے اندر اٹھتے ہلکے پھلکے مگر خوشگوار سے احساس کے تحت مسکراتے ہوئے اس نے پوچھا تو وہ بولیں۔

"وہ جو بچی ہے نا منی، اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی ___ میں نے سوچا کہ اس کی عیادت ہو جائے گی اور اسی بہانے ان لوگوں سے بھی مل لیا جائے گا۔"

"میرا وہاں کیا کام ہو گا؟" اس نے اپنی غیر دلچسپی ظاہر کرنا چاہی تھی۔

"کام کیوں نہیں ہو گا بھلا؟ ___ بہن کی شادی ہو رہی ہے اس گھر میں۔ بہنوئی کے ساتھ اٹھو بیٹھو گے تو دوستی بڑھے گی۔ اس کی عادت وغیرہ کا اندازہ ہو جائے گا۔" کہہ کر زرینہ بیگم نے اسے سمجھایا تھا۔

"جی پھپھو! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔" وہ بہت تابعداری سے بولا تھا۔

"تو پھر کل ٹھیک رہے گا۔" صالحہ بیگم نے اطمینان سے کہا تھا۔

"ممانی جان! اب نوفل کا بھی کوئی بندوبست کریں۔ بہت پھر لیا اس نے اِدھر اُدھر۔" ادینہ نے اچانک ہی ایک نیا باب کھول دیا تھا۔

"کیوں بھئی، میں یوں آزاد اور خوش و خرم تمہیں اچھا نہیں لگ رہا؟" نوفل کا موڈ بہت خوشگوار ہو گیا تھا۔ ادینہ کو حیرت کے ساتھ ہلکی سی بے چینی نے بھی اپنی گرفت میں لے لیا۔ اس سے پہلے وہ اپنی شادی کے تذکرے کو ہمیشہ گول مول انداز میں بات کر کے ٹال دیتا تھا۔

"میں تو کب سے کہہ رہی تھی کہ تمکی کے ساتھ ہی اس کی بھی شادی کر دوں۔ مگر یہ لڑکا مانے تو نا۔" صالحہ بیگم نے پیار سے نوفل کو دیکھا تو وہ دو گھونٹ بھر کر کپ خالی کرتے ہوئے مسکرا دیا۔ پھر شریر لہجے میں بولا۔

"پہلے اس کو تو رخصت ہو لینے دیں۔ چار دن سکھ کا سانس لیں پھر کسی بولنے والے طوطے کو لے آئیں گے۔"

"طوطا یا طوطی ___؟" تمکین نے طنزاً پوچھا تھا۔

"چلو، جو تم کہو گی، لے آئیں گے۔" اس نے بے نیازی سے کہا تو صالحہ بیگم ہنس دیں۔

"واقعی بھابی! اب تو نوفل کے لئے بھی کوئی لڑکی ڈھونڈنی چاہئے۔" زرینہ بیگم نے بھی مشورہ دیا تھا۔

"میں تو آج ہی اس کی شادی کرنے کے لئے تیار ہوں۔ یہ راضی تو ہو۔" انہوں نے کہا تو وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"میں تو راضی ہی راضی ہوں۔"

"خیریت تو ہے نوفل بھائی! ___ کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں؟" تمکین کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا تھا۔

"بھئی ہم بھی تو سنیں۔ کون ہے وہ خوش نصیب؟" ادینہ کے دل میں دھکڑ پکڑ ہونے لگی تھی۔

سب کی سنتے ہوئے وہ ہنس دیا تھا۔

"آپ لوگوں کو تو بس ایک بات ملنی چاہئے۔ فوراً اس کو بنیاد بنا کر خوابوں کا محل تیار کر لیتی ہیں۔"

"یہ بہت فضول شخص ہے ممانی جان! اسے چھوڑیں، آپ یہ بتائیں کہ انس کی طرف کب جانا ہے؟" ادینہ نے جانے کس بات کے کھل جانے کے خوف سے فوراً موضوع بدل دیا تھا۔

"کل چلے چلتے ہیں۔ یا پھر نوفل! جب تم فارغ ہو۔" صالحہ بیگم نے کہا تو وہ بولا۔

"کل ہی ٹھیک ہے۔ بس ٹائم آپ بتا دیں۔"

"شام کو چلے چلیں گے۔" زرینہ بیگم نے کہا تو سب متفق ہو گئے۔

●●●●●

"تمکین بھابی کے گھر والے آ چکے ہیں۔" معروہ نے آ کر پُرجوش انداز میں اطلاع دی تھی۔

"انس بھائی بھی موجود ہیں یا نہیں؟" منی نے پوچھا تو صبا آ گئی۔

"وہ تو سرِ شام ہی سے موجود ہیں۔"

"چلیں نا آپ بھی۔ امی بلا رہی ہیں۔" عمرہ نے پیغام رسانی کی تھی۔

"میں تو بیمار ہوں۔ مجھے تو بیٹھ آ کر مل لیں۔" سخی نے طمانیت سے کہتے ہوئے چادر۔

"بکواس نہیں کرو ——— بالکل ٹھیک ٹھاک ہو تم۔ چلو میرے ساتھ۔" صبا نے اسے دکھائی تھیں۔

"جلدی کریں نا۔ میں تو صرف کولڈ ڈرنکس سرو کر کے آئی ہوں۔" عمرہ دروازے بڑھتے ہوئے بولی تو صبا نے اسے تسلی دیتے ہوئے روانہ کر دیا۔

"چلو اب اٹھو بھی جاؤ ضوئی!" صبا نے اسے اشارہ کیا تھا۔

"میں نہیں جا رہی صبا! پلیز۔" اس نے اکتاہٹ آمیز لہجے میں کہا تھا۔

خود کو بہت سنبھال لینے کے باوجود دل و دماغ ابھی تک اس حادثے کو بھول نہیں پائے تھے۔

ہاں ——— ایک حادثہ ہی تو لگتا تھا سب۔

وہ مہکتی مسکتی، رنگارنگ شامیں۔ پھر کیسی خوفناک آندھی چلی تھی جس نے سب کچھ بدل کے رکھ دیا تھا۔

اپنے محبت کرنے والوں کی خاطر اپنے چہرے پر خوشی و طمانیت کا ماسک چڑھا لینے تنہائی اب بھی آزارِ جان تھی۔

جب ساری آوازیں اپنے اپنے کمروں میں سو جاتیں تو دکھ اپنی پوری طاقت کے ساتھ شکست و ریخت سے ہمکنار کرنے آ موجود ہوتے۔ تب خود کو نئے سرے سے سمیٹنے اور وقت طلب کام کرتے ہوئے اس کی توانائیاں جواب دینے لگتیں۔

مگر جینا تو پڑتا ہے نا۔

"کتنا برا لگے گا ضوئی! وہ لوگ کیا سوچیں گے؟" صبا نے اسے شرمندہ کرنا چاہا تھا۔

"خیریت تو ہے نا صبا! وہاں ایسا کون آ گیا ہے جو تم جانے سے ہچکچا رہی ہو؟" سخی کو بھی غصہ آیا تھا۔ سخی نے تیزی سے پوچھا تو اس نے صفائی پیش کرنے والے انداز میں کہا۔

"قسم لے لو جو مجھے خبر بھی ہو کہ کون کون آیا ہے۔ میں تو یونہی کہہ رہی تھی۔"

"تو پھر جا کر ڈرائنگ روم میں دیکھو۔ اگر نوفل احمد بھی آیا ہو تو سمجھ لینا کہ کچھ گڑبڑ ہے۔" سخی نے طمانیت سے کہا تو وہ گڑبڑا گئی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"یہی کہ وہ بندہ تم میں انٹرسٹڈ ہے۔" سخی نے آرام سے کہہ دیا تو وہ جھینپتی رہ گئی۔ چڑتے ہوئے تکیہ اٹھا کر اسے دے مارا۔

"بہت گھٹیا سوچ ہے تمہاری ضوئی!" وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"نہ مانو۔ مگر تم دیکھ لینا، ایسا ہو گا ضرور۔" سخی ہنسی تو وہ نروٹھے انداز میں بولی۔

"سب کا دماغ تمہارے جیسا خراب نہیں ہوتا۔"

"اب جا کہاں رہی ہو؟" سخی کو اس کی خفگی لطف دے رہی تھی۔

"میں جا کر معزز مہمانوں کو بتاؤں گی کہ جس کے لئے وہ آئے ہیں وہ یہاں ان کا بے تابی سے انتظار کر رہی ہے۔" وہ چڑ کر بولی تھی۔

"ہاں ہاں ——— کیوں نہیں ———" وہ شاہانہ انداز میں بولی تو دروازے کے قریب جا کر کچھ سوچ کر واپس پلٹتے ہوئے اس نے شرارت سے کہا۔

"نوفل احمد کو بھی بتاؤں گی۔ وہ بھی تو اسپیشلی تمہاری خاطر آیا ہو گا۔"

"صبا ———!" اس کے دانت کچکچانے پر وہ ہنستی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

ڈرائنگ روم میں داخل ہونے کے لئے اسے اپنی ہمت مجتمع کرنا پڑی تھی۔ نوفل اور انس کی آوازیں صاف پہچانی جا رہی تھیں۔

اندر داخل ہوتے ہی اس نے بنا کسی کی طرف دیکھے سلام کر دیا تو فطری طور پر سب اپنی باتیں چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

"وعلیکم السلام۔" صالحہ بیگم نے اس کے جھکے ہوئے سر پر ہاتھ پھیرنے کے ساتھ اس کی پیشانی چوم لی تھی۔

وہ زبیدہ بیگم اور ادینہ سے ملنے کے بعد ادینہ کے ساتھ ہی بیٹھ گئی تھی۔ انس کے ساتھ محو گفتگو نوفل نے اچٹتی نگاہ اس پر ڈالی۔ بالکل سامنے ہی تو وہ بیٹھی تھی۔ کچھ ابھی بھی کچھ گھبرائی ہوئی سی۔

اس کے ذہن میں پچھلی دو ملاقاتیں گھوم گئیں تو ہلکی سی مسکراہٹ نے لبوں کو چھو لیا۔

"بھئی اب سخی بیٹی سے بھی مل لیا جائے۔ کہیں وہ ناراض ہی نہ ہو جائے کہ ملے بغیر آئے اور چلے گئے۔" کہہ کر رخصت ہو گئے۔

نوفل اور انس وہیں بیٹھے رہ گئے۔ باقی سب سخی کے کمرے میں چلے گئے تھے۔

عمرہ اور صبا نے مدد کے خیال سے کچن میں کھسکنا چاہا تھا۔ شام کی چائے کا انتظام تو ظاہر ہے کہ بہت زبردست ہونا چاہئے تھا۔

"اب تو سخی کے ایگزیمز کی فکر بھی نہیں رہی۔ میں نے تو ان سے کہہ دیا ہے کہ انس کی شادی کی تاریخ طے کر دیں۔ کچھ رونق میلہ تو لگے۔" تائی جان نے کہا تو کسی کے کچھ کہنے سے پہلے ہی سخی اشتیاق آمیز انداز میں کہا۔

"صاف لگ رہا ہے کہ مجھے انس بھائی کی بددعائیں لگی ہیں۔"

صالحہ بیگم ہنس دیں۔ پھر بولیں۔

"آپا! آپ لوگ جب جی چاہے آئیں۔ آپ کا اپنا گھر ہے۔ آپ کی طرح میرے گھر کی بھی رونق ہے۔ اس لئے ہمیں بھی اس کا اتنا ہی انتظار ہے جتنا کہ آپ کو۔"

"کیا تو پھر ٹھیک ہے ——— میں ان سے کنفرم کر کے فون پر آپ کو بتا دوں گی۔ ہم لوگ تاریخ

لیے آجائیں گے۔" تائی جان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔

"یہ صحیح رہی —— آئے تھے غنی کی عیادت کو اور ایک نئی مہم سر کر کے جا رہے ہیں۔" اویزہ نے تبصرہ کیا تھا۔

"میرے دل کو تو ابھی سے غنی کی جدائی کے خیال سے کچھ ہونے لگا ہے۔" صالحہ کی پشت پر سر ٹیکتے ہوئے آزردگی سے کہا تو نوفل نے گاڑی کی رفتار کم کرتے ہوئے پر بازو دراز کر دیا۔

"چائے وہیں پلا دے۔ ہم اس سے ابھی ایک اور لے آئیں گے۔" وہ شرارت سے ہنسی آ گئی۔

"جانتے تو ہو نہیں تم۔ آ کہاں سے جائے گی؟"

"آپ بس اس کی باتیں سنتی رہا کریں ممانی جان! —— یہ صرف باتوں میں ہی وہ کیا کہتے ہیں، گفتار کا غازی۔" اویزہ نے طنز کیا تو وہ بیک مرر میں اس کو ایک نظر دیکھ کر بولا۔

"اب اتنا بھی سیدھا سادھا نہیں ہوں میں جتنا تم مجھے سمجھتی ہو۔"

اس کے لب و لہجے کی کھنک اویزہ کو ذرا بھی نہیں بھا رہی تھی۔

ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو اس نے نوفل کی نگاہ کو از حد وارفتگی کے ساتھ صبا کے چہرے پر کیا تھا اور وہ نگاہ کئی پل اس کے چہرے پر ہی رہی تھی۔ جواب میں صبا کی گھبراہٹ اور ان جذبات و احساسات سے نابلد تو نہیں تھی کہ نظر انداز کر دیتی۔

اس کے دل و دماغ میں خطرے کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے نوفل احمد کے ہر ایک نگاہ سے جائزہ لینا شروع کر دیا۔ چائے کے دوران وہ باتیں تو معید اور انس سے کر رہا تھا بھٹک بھٹک کر صبا کی طرف جا رہی تھی۔ ایک ذرا سے آفریدی کیا کم تھی جو اب یہ صبا! وہ اندر ہی اندر تلملا کر رہ گئی۔ حیرت بھی تھی کہ نوفل احمد بھی اتنا دل پھینک تو نہیں کسی لڑکی کو دیکھے جاتا۔ تو پھر یہ کیا تھا؟ —— اس سے آگے ہر سوچ کی اویزہ نے کے ساتھ نفی کر دی تھی۔

"نوفل احمد میرا ہے —— صرف میرا۔" اس نے تفخر سے سوچا تھا۔

"میں تو کہتی ہوں کہ تم بھی کوئی لڑکی پسند کر لو تا کہ غنی کے ساتھ ہی تمہاری شادی میرا گھر تو سونا نہ ہو۔" صالحہ بیگم آزردگی سے کہہ رہی تھیں۔

"مجھے کون سا لڑکی پسند کرنے کے لیے میلوں دور جانا ہے۔ اور پھر ممانی جان! گھر میں۔ پھر کیسی تنہائی اور سونا پن؟" وہ بڑی ہوشیاری سے بات پلٹ گیا تو صالحہ بیگم ہنس کے رہ گئیں۔ جب کہ اسی سیدھی سوچوں کا شکار ہوتی اویزہ کے دل کی کلی کھل سی گئی۔

کیا وہ اشارہ دے رہا تھا؟

اس نے دل ہی دل میں ارادہ کر لیا تھا کہ اب وہ نوفل احمد کے حواس پر اس طرح سے چھا جائے گی کہ اسے کسی اور طرف دیکھنے یا کچھ اور سوچنے کی مہلت ہی نہیں ملے گی۔

●●●●●

معید چائے کی طلب سے بے چین ہو کر کچن میں آیا تو غنی کو پہلے سے وہاں چائے بنانے میں مصروف دیکھ کر اسی سے فرمائش کر ڈالی۔ غنی کے اندر تک جیسے کڑواہٹ بھر گئی۔ جب سے اس نے تھپڑ مارا تب سے اب تک غنی کا اس سے آج سامنا ہو رہا تھا۔

"میں فارغ نہیں ہوں۔" اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے سرد مہری سے کہا تو اس کے تنے ہوئے نقوش پر ایک نظر ڈالتے ہوئے وہ دوستانہ انداز میں بولا۔

"آئی ایم سوری فار دیٹ غنی! مگر تمہاری حالت بہت خراب ہو رہی تھی۔"

"بہت اچھا علاج کیا تھا تم نے۔" وہ پھر اہانت کا شکار ہونے لگی۔ بایاں گال تو اب بھی سلگتا رہتا تھا۔

"تمہارا رویہ ہی ایسا تھا کہ......" وہ کچھ کہنے لگا تھا کہ وہ اس کی بات کاٹ گئی۔

"مجھے تمہاری ایکسپلینیشن کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی ہمارے درمیان ایسا کوئی تعلق ہے۔" وہ بہت بدتمیزانہ خود سری سے بولی تو لمحہ بھر کو چپ ہو جانے کے بعد وہ نرمی سے بولا۔

"تمہارے کہہ دینے سے تعلق ختم نہیں ہو جائے گا۔ بہرحال میں تم سے کہہ چکا ہوں، ایکسیپٹ کرنا یا نہ کرنا تمہارا اپنا فعل ہے۔"

"ہنہ ——" وہ ریڈ لائٹ آن ہونے پر سینڈوچ میکر کھولنے لگی۔ معید حسن کی موجودگی اسے زہر لگ رہی تھی۔

"تم نے اپنی آئندہ زندگی کے متعلق کیا سوچا ہے؟" اس کا سوال بہت غیر متوقع تھا۔

غنی کو لگا جیسے اس کے دل میں کسی نے بھالا دے مارا ہو۔

"تمہیں اس سے کیا مطلب ہے؟" وہ مشتعل سی اس کی طرف پلٹی تھی۔

"کیونکہ اس بات سے صرف میں ہی واقف ہوں اور میں نہیں چاہتا کہ اس بے خبری کے باوجود تمہیں کوئی غلط فیصلہ کرنے کا اختیار ملے۔" وہ اطمینان سے بولا تو وہ چیخ کر رہ گئی۔

"میں اتنی آوارہ نہیں ہوں۔"

"کیا ہو گی!" وہ یکلخت ہی بھڑک اٹھا تھا۔

"تو پھر اپنا پیچھا چھوڑ کیوں نہیں دیتے تم؟" اس کی آواز اونچی ہونے لگی تھی۔

"کیوں —— لاوارث نہیں ہو تم جو تمہیں یوں آزاد چھوڑ دیا جائے۔" وہ اب بھی اسی انداز میں بول رہا تھا۔

"تم اپنے کام سے کام رکھو۔ میں وہی کروں گی جو میرے لیے بہتر ہو گا۔"

"وہ اس کے فیصلے انداز سے آگے مدھم پڑ گئی مگر لب و لہجے کی سرد مہری ابھی بھی برقرار تھی۔

"مگر میں یہ پوچھنے کا اختیار رکھتا ہوں کہ تم نے اپنے مستقبل کے لئے کیا فیصلہ کیا؟ میں تمہاری خاطر جھوٹ بول کر اطہر کاروائی کا پروپوزل ریجیکٹ کر چکا ہوں۔" وہ غصے میں بولا تھا۔

"تو نہ کرتے یہ احسان مجھ پر۔" وہ تنک کر بولی تھی۔ معید نے تلخی سے کہا۔

"تمہیں شاید یاد نہیں کہ تمہی نے مجھ سے مدد مانگی تھی ورنہ مجھے ایسے الٹے کام کرنے کا کوئی شوق نہیں۔"

تمنّی کی رنگت خجالت کے مارے تمتما اٹھی تھی۔

"تو نہ کرتے اتنا احسان۔ اس سے پہلے کون سا تم نے میری کسی معاملے میں مدد کی" کی آڑ میں شرمساری کو چھپانا چاہا۔

ایک محبت ہی تو اس کا جرم بن گئی تھی۔

اور محبت بھی کیا، ناکام محبت——

"بہرحال جو تم نے اپنے متعلق سوچا ہے میں وہ جاننا چاہتا ہوں۔" معید اپنے لہجے پر بمشکل قابو پا سکا تھا۔

"مگر کیوں؟" وہ بے حد ناگواری سے بولی تو وہ دانتوں پر دانت جما کر غصے سے بولا

"کیونکہ میری اطلاع کے مطابق عمر کاظمی دو سالوں کے لئے جرمنی جا چکا ہے۔ اس لئے تم نے ضرور کچھ سوچ رکھا ہوگا تو وہ" مجھے "اپنی امی جان کو بھی بتا دینا تاکہ وہ تم آنے والے پروپوزلز کو مناسب الفاظ میں رد کر سکیں۔" وہ کہہ کر وہاں رکا نہیں تھا۔

تمنّی جہاں کی تہاں کھڑی رہ گئی تھی۔ یہ کیسا دھماکا کر کے گیا تھا وہ۔

اسے اپنے وجود کے پرخچے اڑتے محسوس ہوئے تھے اور یہ خیال اس قدر پاورفل تھا کہ وہ اپنے ساکت وجود کو ہاتھ سے چھو کر محسوس کر بیٹھی۔ ٹانگوں نے وجود کا بوجھ سنبھالنے دی تو وہ لڑکھڑا کر اسٹول پر بیٹھ گئی۔ آنکھوں سے بے اختیار سیل رواں ہو گیا۔

"تو عمر کاظمی! —— اب تم جدائی بھی دے گئے ہو۔

مگر نہیں —— یہ سانسیں، یہ دھڑکن تو چل رہی ہے۔

ان کا چلنا تو تم سے مشروط تھا عمر! —— تو کیا میری محبت ہی میں کچھ کمی رہ گئی تھی؟

یہ سانسیں، یہ دھڑکنیں کیوں نہیں رک گئیں؟"

ہاتھوں میں چہرہ چھپائے وہ بری طرح رو دی تھی۔

●●●●●

وہ بے یقینی کی کیفیت میں ساکت و جامد بیٹھی تھی۔

ابھی ابھی تو نگین بہت پرجوش سی اسے بتا کر گئی تھی۔

"نوفل بھائی شادی کے لئے مان گئے ہیں۔ کس قدر گھبراتے ہیں کہ گھر کی لڑکی کو پتہ

ابھی انہوں تک نہیں رہا۔ آج اتنے آرام سے مجھے کہہ دیا کہ امی سے کہہ دینا کہ مجھے شادی سے کوئی انکار نہیں۔ مگر لڑکی صبا ہونی چاہئے۔"

جو گھر کی لڑکی جیسے مستحق حوالے پر ہواؤں میں اڑنے لگی تھی، بے یقینی سے نگین کو دیکھنے لگی۔

"ک...... کون......؟" پھر سے پوچھا۔

"صبا —— یار! میری نند۔ اور کون؟ —— امی تو جی جان سے راضی ہیں۔" وہ بے فکری سے کھلکھلائی تھی۔

اب

مدیحہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ہر شے کو تہس نہس کر کے رکھ دے۔

"ہم تو بس یہاں نوکر بن کر انیکسی میں رہ رہے ہیں۔ گھر سنبھال لیں، سارے انتظامات دیکھ لیں اور اتنا بڑا فیصلہ کرتے وقت کسی نے بتانا بھی گوارا نہیں کیا۔"

دل میں ایک تیر سا گڑ کے رہ گیا تھا۔ وہ خوامخواہ ہی نوالے پر شک کرتی رہی تھی۔ نوفل نے خود کہا ہے صبا کے لئے۔ نوفل کی خواہش ہے——

"اُف——" اس نے مٹھیاں بھینچی تھیں۔

"چلو رفع کرو۔ مٹی ڈالو اب اس قصے پر۔" زرینہ بیگم سے اس کا تمتماتا سلگتا چہرہ دیکھا نہیں جا رہا تھا۔

"کب سے میں آپ سے کہہ رہی ہوں کہ بھائی جان سے اشارتاً میری اور نوفل کی بات کر لیں مگر آپ کو عقل نہیں آئی۔ آج جب سب کچھ ہاتھوں سے نکل گیا ہے تو مٹی ڈالنے کے مشورے دے رہی ہیں۔" وہ غصے میں بہت بدلحاظ ہو جاتی تھی۔ اب بھی ان پر الٹ پڑی۔

"ابھی دن ہی کتنے ہوئے ہیں نگین کی منگنی کو۔ مجھے کیا خبر تھی کہ نوفل بھی اتنی جلدی شادی کے لئے راضی ہو جائے گا۔" وہ کمزور لہجے میں اپنی صفائی پیش کرنے لگیں۔

"جانے کب اندر ہی اندر کب سے کھچڑی پک رہی تھی۔ ہمیں تو بس اپنی اپاہج ماں کی خدمت کے لئے رکھا ہوا ہے۔" وہ سخت طیش میں تھی۔

"پہلے تو کبھی کسی نے اس بات کا اشارہ تک نہیں دیا۔ اور اب واقعی اتنی اچانک سب کچھ طے کر لیا۔" زرینہ بیگم کا ذہن ٹھیک طرح کام نہیں کر رہا تھا۔ اب بھی متاسفانہ انداز میں سادگی سے بولیں تو اسے اور تپ چڑھی۔

"آپ کو میں نے کتنی مرتبہ کہا ہے کہ آنکھیں اور کان کھلے رکھا کریں۔ مگر آپ نے کبھی دھیان ہی نہ دیا۔"

"میں تو اسی آس میں رہی کہ اس بار بھابی ہی میرا بوجھ ہلکا کریں گی۔ مگر ان لوگوں نے تو اپنی بھنک تک نہیں پڑنے دی۔" وہ متاسفانہ انداز میں بولیں۔ پھر سارا الزام اسی پر دھر دیا۔

"تمہاری ہی غلطی ہے ساری۔ ابھی پچھلی دفعہ شادی کے لئے تیار بیٹھی تھی۔ تمہی نے سارا بیڑہ غرق کر دیا۔ اپنا بھی اور اپنی زندگی کا بھی۔ نوفل کون سا ساری زندگی کے لئے امریکہ جا بیٹھا تھا۔ لے

سے اس کے بیٹے خلیل الرحمٰن کو پسند کرلیا۔ کیا نتیجہ نکلا اس پسند کی شادی کا؟ ـــــ سال بھر داغ پیشانی پہ سجا کر گھر بیٹھ گئیں۔ اب نوفل کیا خاک احسان کرتا تمہارا!"

ماں کی باتیں بچیا سی مگر اریبہ کو تلملانے پر مجبور کر گئیں۔

"تو میرا کیا بگڑ گیا ہے اس شادی اور طلاق سے؟ اس صبا سے تو اچھی ہی ہوں۔" سے کہا تو زرینہ بیگم نے آہ سی بھری۔

"مگر بات تو نوفل کے دل کی تھی نا۔"

من پسند چیز کے ہاتھ سے نکلنے کے خیال سے اریبہ کو پھر کچھ ہونے لگا۔

"یہ نوفل بھی بڑا کمینہ نکلا۔ اتنا خیال رکھتا تھا میرا۔ مجھے تو کبھی اپنے آپ سے باہر نہیں اس کا دل صبا پر کیسے پھسل پڑا۔"

"اتنا ہی قابو میں لگ رہا تھا تو دل کی بات بھی اس کو بتا دی ہوتی۔" یہ وہ تو زرینہ بیگم چڑ گئی تھیں۔

"آپ تو بس خاموش ہی رہیں۔ کوئی ڈھنگ کا کام تو آج تک ہو نہیں سکا آپ سے مائیں ہوتی ہیں اولاد کی آنکھ کا اشارہ تک سمجھنے والی۔" اس کی رگوں میں تو جیسے زہر دوڑ

"چلو، تم نے تو ڈھنگ کا کام کرلیا نا۔" انہوں نے اس کا طنز بڑے تحمل سے برداشت

"پہلے نہیں کیا تھا تو اب کرلوں گی۔"

وہ نوفل کے لئے دیوانی ہو رہی تھی۔ ایک بار تو اسے اپنی بے وقوفی کے ہاتھوں کو اب تو اس کی ہر آس اور امید نوفل ہی سے جڑی ہوئی تھی۔ اسے کیسے ہاتھ سے جانے دا

"اب کیا کرو گی تم؟ ـــــ وہ تو تمکین کے ساتھ ہی نوفل کو بھی منانے کے لئے جا!" زرینہ بیگم نے اسے اطلاع بہم پہنچائی جس نے اندر بھڑکتی آگ میں مزید اضافہ کیا تھا۔

"وہ جانتا نہیں ہے مجھے۔ اس گھر میں کوئی اور قدم رکھ کے تو دیکھے۔ اور اس صبا! چوتھے ہی روز میں نے طلاق نہ دلوائی تو کہنے گا۔"

نفرت نے اس کا چہرہ بگاڑ دیا تھا۔ زرینہ بیگم اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

یہ گرما گرمی شاید ابھی کافی دیر جاری رہتی مگر باہر سے تمکین کے پکارنے کی آواز آئی بیٹی کو سنبھلنا پڑا۔

اریبہ کے لئے فوری طور پر اپنے تاثرات بدلنا ممکن نہیں تھا۔ وہ فوراً باتھ روم میں گھ تمکین اینکسی کا دروازہ کھول کر اندر آ گئی تھی۔

"پھپھو! آپ کو امی بلا رہی ہیں۔ اور یہ اریبہ کدھر ہے؟"

"اریبہ باتھ روم میں ہے۔ خیریت تو ہے؟" انہوں نے پوچھا تو وہ لاپروائی سے

"یہ تو امی ہی آپ کو بتائیں گی۔ شاید میری شادی کی ڈیٹ فکس کرنے کا معاملہ نوفل بھائی نے جو شوشہ چھوڑا ہے، اس کا بھی کچھ کرنا ہوگا۔"

"چلو آجاؤ پھر۔" انہوں نے چپل پاؤں میں ڈالتے ہوئے کہا تو وہ بولی۔

میں اریبہ کے پاس بیٹھوں گی۔"

"وہ تو نہانے کے لئے گھسی ہے ـــــ جانے کب نکلے۔ ادھر ہی آ جائے گی۔" انہوں نے ہار تمکین کو ساتھ لے جانا چاہا۔ انہیں علم تھا کہ اریبہ کا موڈ اب تھوڑی یونہی بگڑا رہے گا اور اس کم مزاج سے بگاڑنا نہیں چاہتی تھیں کیونکہ بیوگی کے بعد اب یہی ایک سر چھپانے کا ٹھکانہ

چلیں پھر۔" وہ شانے اچکاتی ان کے ساتھ دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

ان کے جانے کا اندازہ ہو جانے کے بعد وہ باتھ روم سے باہر نکلی تھی۔ ٹھنڈے پانی کے چھینٹے کے باوجود ابھی تک اسے چہرے سے آگ کی لپٹیں نکلتی محسوس ہو رہی تھیں۔

تم دیکھنا تو سہی نوفل! میں تمہیں اس بے وقوفی کی کیسی سزا دوں گی ـــــ اگر تم میرے نہیں تو صبا کے بھی نہیں ہو سکو گے ـــــ میں بے مراد ہوں تو وہ بھی تمہیں کسی طور نہیں پا سکے گی۔"

اس کی تمام تر نفرت اس کے تاثرات میں سمٹ آئی تھی۔

●●●●●

"میرا وش" میں تو صالحہ بیگم کے فون نے دھماکا ہی کر دیا تھا۔

بہت شائستگی اور مان کے ساتھ انہوں نے آ کر صبا کو نوفل کے نام کی انگوٹھی پہنانے کی اجازت کی تو تائی جان بے چاری بڑا فروختہ ہو گئیں۔

وہ تو اس اور تمکین کی شادی کی تاریخ ٹھہرانے کی سوچ رہی تھیں اور ادھر صالحہ بیگم نے انہیں ایک کا تھما دی تھی۔ تمام تر گھبراہٹ کے باوجود انہوں نے بڑی شائستگی سے انہیں سب سے مشورہ کرنے کے بعد جواب دینے کا کہا تھا۔

سب کے درمیان بات کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ صبا بی بی جا کر احتجاجاً اپنے کمرے میں بند ہو گئی جب کہ ان کی اس رشتے کا سب سے بڑا احتجاج تھا۔

ماں ہو! میری جتنی جس کو ـــــ میرے موکل بھی مجھے غلط خبر نہیں دیتے۔" مثنیٰ نے اسے دہرا دی۔

"سچ۔۔۔؟" وہ حیران ہو گئی تھی۔

مجھے نہیں کرنی یہ شادی۔"

"اف! اتنے اچھے تو ہیں نوفل بھائی ـــــ" حمرہ نے جوشیلے انداز میں کہنا چاہا تو صبا نے اسے دیا۔

"تم خاموش رہو۔"

بات کیا ہے صبا؟ ـــــ کیا اعتراض ہے تمہیں اس رشتے پر؟" مثنیٰ نے حیرت سے پوچھا تو سکون سے بولی۔

"نوفل احمد کے علاوہ کسی بھی پروپوزل کو ہاں کر دیں۔ مگر اسے نہیں۔"

"ہائیں ــــــ دماغ تو ٹھیک ہے نا تمہارا؟ ــــــ نوفل احمد کے پروپوزل میں کیا برائی ہے؟" حنی کو حیرت نے گھیر رکھا تھا۔ اسے صبا سے ایسے جواب کی خواب میں بھی توقع نہیں تھی کہ وہ قطعی انداز میں انکار کر دے گی۔

"اس میں برائی یہ ہے کہ وہ تمکین کا بھائی ہے۔" اس نے کہا تو وہ نہ سمجھنے والے انداز میں دیکھنے لگی۔

"میں کسی بھی طور کزن میرج کے حق میں نہیں ہوں۔" صبا نے کہا تو اس کے حلق سے سانس خارج ہوئی تھی۔

"تم نہایت احمق لڑکی ہو صبا! یہ ہے وہ عظیم الشان وجہ اس پروپوزل کو ریجیکٹ کرنے کی۔" اسے گھورا تو وہ اب کی بار اطمینان سے بولی۔

"تمہارے لئے چاہے یہ عام سی وجہ کیوں نہ ہو میرے لئے بہت خاص ہے۔"

"اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ دونے بٹے کی شادیوں کو ہوا بنایا جائے۔ پڑھے لکھے ہو تم کیسی تو اونچی اڑانیں کرتے پھرو گے۔" حنی نے کہا تو وہ بولی۔

"تم بات کی گہرائی میں نہیں جا رہی حنی! شادی شدہ زندگی میں تو یوں بھی سسرالی رشتہ داروں کی باتیں کر بگڑنے کی فکر میں رہتے ہیں۔ اور یہاں تو کزن میرج کی بات ہو رہی ہے کے لئے فریق ہر وقت موجود۔ ایک کہیں خوش نہیں تو دوسرا خواہ مخواہ بیچ میں رگڑا جاتا ہے۔"

"تمہاری بات سو فیصد درست ہے۔ مگر صبا! یہ رشتہ ان سب رشتوں سے بہت مختلف ہے۔ یہاں ویسے کوئی سسرالی رشتہ دار ہیں اور نہ ہی دونوں گھر جاہل ہیں کہ ہر وقت لڑنے جھگڑنے میں مصروف رہیں۔ احسن بھائی تو پہلے ہی گی کے والہ و شیدا ہیں۔" حنی نوک ملاقاتوں میں انڈر اسٹینڈنگ بڑھا رہی ہے۔ اور رہے نوفل بھائی، تو یہ پروپوزل خالصتاً ان کی مرضی سے آیا ہے۔ محبت سے لے جا کر تمہیں دل میں اتارنے سے تو رہے۔" حنی نے اسے سمجھانے کی سعی کر ڈالی تھی۔

"میرا دل نہیں مانتا صوفی!" وہ بے بسی سے بولی تو حنی نے دانت پیس کر کہا۔

"اپنے اس دل کو کہیں باندھ کر ڈال دو۔ اتنے اچھے رشتے کو بنا کسی جواز کے ٹھکرا دو۔"

"تم نے بھی تو یہی کیا تھا۔ اطہر کا دوالی کا پروپوزل بھی تو بہت اچھا تھا۔" صبا کو یہ یاد آیا تھا اور اس کی یہ بات حنی کو جانے کیا کچھ یاد دلا گئی تھی۔ دل سے اٹھتی ٹیس شدید سنبھالے رکھنا اس کی مجبوری بن چکی تھی۔

"وہ میں نے نہیں، معید نے ریجیکٹ کیا تھا۔" حنی نے اس کی طرف دیکھے بنا میں کہا۔ پھر اس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی ڈپٹنے والے انداز میں بولی۔

"اور اب تم اپنا دماغ ذرا ٹھیک کر لو۔ کیونکہ سب کو یہ پروپوزل تائی جان سے قبل...

سب کو قبول ہے تو میرا اس میں کیا قصور ہے؟ میں کسی طور بھی اس "تجربے" کے حق میں نہیں ہو سکوں گی۔

"آپ کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔ اتنے کوٹے لنگڑے جواز کو بھلا کس نے ماننا ہے؟" حمرہ نے پھر سے کہا تو وہ اگلے انداز میں بولی۔

"اس پروپوزل کے علاوہ اور کہیں بھی ہاں کر دیں، مجھے منظور ہے۔ مگر یہ رسک میں نہیں لے سکتی۔"

"بی۔ ڈی۔ ڈی مور کے دروازے کے باہر تو پروپوزلز کی لائن لگی ہوئی ہے نا۔" حنی نے بھرپور طنز کیا تو اس نے ہاتھ جوڑ دیے۔

"تم بس میرا اعتراض اور انکار ان تک پہنچا دو۔ وہ خود ہی جو کرنا ہوگا کر لیں گی۔"

اور حنی نے یہی کیا تھا۔ بنا کم و کاست ساری بات تائی جان کے سامنے رکھ دی۔

"ہاں! مجھے تو اس رشتے میں کسی قسم کی کوئی خرابی دکھائی نہیں دیتی۔ صبا تو پگلی ہے۔ خواہ مخواہ کے وہم میں پڑی ہے۔ وٹہ سٹہ کی شادیاں تو آج کل عام سی بات ہو گئی ہیں۔ اور نوفل بھی بہت اچھی عادت کا بچہ ہے۔ ذرا سی تو کوئی بات ہی نہیں ہے۔" تائی جان نے اپنی صاف گوئی سے رائے دیتے ہوئے اس کا دل خوش کر ڈالا تھا۔

"اس بے چارے میں کیا خرابی ہوئی ہے۔ ماشاء اللہ سے اتنا قابل، اتنا خوبصورت اور تمیز والا ہے۔ مگر مجھے تو اس صبا نے ہولا کے رکھ دیا ہے۔" وہ بھی اس رشتے پر خوش تھیں۔ مگر صبا کا رد عمل نظر انداز کرنے والا نہیں تھا ــــــ زندگی اسے گزارنا تھی اور اس کے لئے اس کی رضامندی بھی لازمی تھی۔

"اس کا تو دماغ خراب ہو گیا ہے۔ اتنے اچھے پروپوزل میں بھی کیڑے نکال رہی ہے۔ مگر یہ بھی بتاؤ۔" انہوں نے چڑ کر کہا تو حنی نے انگوروں سے بھری پلیٹ اٹھا کر اپنے سامنے رکھی اور بے نیاز انداز میں بولی۔

"تائی تو وہ واقعی ٹھیک ہے۔ کزن میرج بعض اوقات بہت سی پیچیدگیوں کا سبب بھی بن جاتی ہے۔" اس کا تو سب کارانہ بیان اس نازک مرحلے پر انہیں تو زہر ہی لگا تھا۔

"تم نے ایسی کون سی پیچیدگی دیکھ لی ہے؟"

"اب دیکھیں نا! آپ قدرے سڑے ہوئے مزاج کی مالک ہیں۔ تمکین بے چاری کا تو ناطقہ بند رکھیں گی۔ اور نوفل بھائی کا سارا نزلہ صبی پر گرا کرے گا۔" اس نے سنجیدگی کے پردے میں لپیٹا تھا۔

"غلط فہمی ہے تمہاری حنی ویزا! اچھی سوئیٹ نیچر کی تو ایک دنیا معترف ہے۔" وہ قدرے اترا کر بولیں تو حنی نے اس کا مذاق اڑایا تھا۔

"تھا ــــــ اور یہ سوئیٹ صرف گی تک ہی ختم ہو جاتی ہے۔"

"بھئی ابھی تو بات کو سنجیدگی سے سوچ سمجھ لیا کرو۔ ہر وقت بس تم لوگوں پر شوخی سوار رہتی ہے۔" چچی جان کافی دنوں سے اس کے ناز نخرے دیکھ رہی تھیں۔ مگر اپنی فطرت سے مجبور ہونے کے باعث آج اسے بھی ڈانٹ گئیں تو وہ بھی چڑ گئی۔

"امی! آپ تو بس یہی چاہتی ہیں کہ آنکھوں پر موٹے شیشوں کی عینک لگائے، ماتھے پر بل ڈال کر ہر مسئلے کو حل کر لیا جائے۔" اس کی منظر کشی پر انس کو ہنسی آ گئی تھی۔

"تم تو بس چپ ہی رہو۔" چچی جان بدمزہ ہو گئی تھیں۔

"امی! آپ زیادہ سوچوں میں مت پڑیں ۔۔۔ آپ کا دل مطمئن ہے تو بس ٹھیک ہے۔ کیا معلوم۔" انس کی بے تابی سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ تمکین نے اسے بطور معاون اپنا کیا تھا۔

"اور یوں بھی وہ کراس میرج کے خلاف ہے، نوفل احمد کے نہیں۔" تمکین دور کی کوڑی لائی۔ اسے بلا جواز یوں نوفل کو ریجیکٹ کر دینا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ اس پر مستزاد وہ اس گھر کی بہو کا بھائی بھی تھا۔

"صبا تو بچی ہے آپا! اسے ان معاملات کا کیا پتہ؟ ہم یہاں کون سا تمکین کے لئے بیٹھے ہیں جو وہاں صبا پر ظلم و ستم ڈھائے جائیں گے۔ اپنے گھر تو لڑکیوں کی قسمت سے بنتے ہیں۔ جن کی قسمت میں شادی نہیں ہوتی، وہ کون سا اپنی خوشیوں کی ضمانت لے کر سسرال جاتی ہیں، اس کی سسرال میں ہے ہی کون؟ تمکین بیاہ کر یہاں آ جائے گی۔ جیسے ایک بے چاری ساس ہی ہیں۔ ماحول تو اسے خود بنانا ہے وہاں کا۔"

چچی جان نے جس قدر مدلل انداز میں سمجھایا تھا، اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ مکمل طور پر رشتے کے حق میں ہیں۔

اور اعتراض تو تائی جان کو بھی نہیں تھا۔ مگر صبا نے انہیں الجھا کے رکھ دیا تھا۔

"میں تو شام سے پہلے ہاں کرنے کو تیار ہوں۔ مگر پہلے کوئی اس لڑکی کو تو سمجھائے۔" انہوں نے پریشانی سے کہا تو خاموش بیٹھی حمرہ نے آسان سا حل پیش کر دیا۔

"سعید بھائی سے کہیں۔ پھر دیکھئے گا، آپی کیسے ہاں کرتی ہیں۔"

"واقعی ۔۔۔ وہ خود سمجھا لے گا اسے۔" چچی جان کو بھی یہ حل پسند آیا تھا۔ تمکین لب بھینچ کر انگوروں کے گچھوں میں سے خشک انگور تلاش کرنے لگی۔

"جب ابو جان اور چچا جان کو کوئی اعتراض نہیں تو پھر۔" انس جھنجلا کر کہنے لگا تھا کہ وہ ٹوک گئیں۔

"آپا صحیح کہتی ہیں۔ جس کی زندگی ہے اس کا فیصلہ اثبات میں ہونا ضروری ہے۔ اب شادی تو نہیں کریں گے ہم۔ اگر صبا گھبرا رہی ہے تو اسے سمجھایا جا سکتا ہے۔ مگر اس کی مرضی کے بغیر ایسا کچھ نہیں ہو سکتا۔"

وہ سر کھجانے لگا۔ پھر فراخ دلی سے بولا۔

"سوری ۔۔۔!"

"تم بی وہاں اس بارے میں تمکین کو کچھ مت کہنا۔ اس کے بھائی کا معاملہ ہے۔ خواہ مخواہ اس کا دل برا ہو گا۔" تائی جان نے انس کو تلقین کی تو اس نے فرمانبرداری سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

شام کو یہ سارا مسئلہ سعید کے سامنے رکھ دیا گیا۔

"ہاں بھئی ۔۔۔ یہ کیا سن رہا ہوں میں؟" اس کے کمرے میں جاتے ہی سعید نے سیدھے بات پوچھا تو وہ حیران سی اسے دیکھنے لگی۔

"آپ کے اپنے کان ہیں، مجھے کیا معلوم کیا کچھ سنتے رہتے ہیں۔" اس کے لاعلمی کے اظہار پر سعید کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے سامنے کھڑا کرتے ہوئے اس نے نرمی سے پوچھا تھا۔

"کیا میری بہن اتنی بے وقوف ہو سکتی ہے کہ ایک بے بنیاد سے شبہ کی بنا پر نوفل احمد جیسے نیک بندے کا پروپوزل ریجیکٹ کر دے؟"

صبا کو اندازہ نہیں تھا کہ سعید اس موضوع پر بات شروع کر دے گا۔ خود کو بہت سنبھالتے ہوئے بھی اس کی رنگت تمتما اٹھی تھی۔

"بے بنیاد کیوں؟ میں نے ایک بہت معقول وجہ بتائی ہے۔" دھیمے سُروں میں کہا۔

"کیا تم گارنٹی دے سکتی ہو کہ کراس میرج کے بعد شادی ہونے پر تم ساری عمر بہت اچھی گزار سکو گی؟" وہ اب بھی دوستانہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"پھر بھی، عام حالات میں ویسے خدشات تو نہیں ہوتے نا جیسے کہ کراس میرج کے بعد ہوتے ہیں۔" اس نے منمنا کر کہا تھا۔ پھر سب سے بڑے خدشے کا اظہار بھی کر ہی دیا۔

"نوفل بھائی کے مزاج کا پتہ ہے نا آپ کو۔ اتنے جذباتی ہیں۔ پل میں تولہ اور پل میں ماشہ ہیں۔ جانے تمکین برداشت کرے یا نہ کرے۔"

"کم آن صبا! میں تمہیں اتنی بے وقوف نہیں سمجھتا تھا۔" وہ جیسے بے حد حیران ہوا تھا۔ پھر اسے سمجھانے والے انداز میں بولا۔

"یہ سب ہماری ذمہ داری ہے ۔۔۔ بڑے آخر کس لئے ہوتے ہیں؟ اور پھر کسی اجنبی پر رسک لینے سے بہتر ہے کہ ہم اپنی پروپوزل کو ایکسیپٹ کر لیں۔ کم از کم ہم نوفل کو اچھی طرح جانتے تو ہیں نا۔"

وہ کچھ کہے بنا اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے چھڑا کر بستر کے کنارے پر ٹک گئی۔

"سمجھو صبا! وہ بہت اچھا شخص ہے۔ اور پھر جو اتنی چاہت سے آپ کے لئے ہاتھ پھیلائے، اسے ٹھکرانا تو نہیں چاہئے۔"

وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تو وہ یوں شپٹائی جیسے "اس چاہت" میں اس کا بھی برابر کا

تصور ہو۔

"پھر میں تمہاری اس خاموشی کا کیا مطلب سمجھوں؟" وہ بڑے آرام سے پوچھ رہا تھا۔ تک منہ پھاڑ کر انکار کرنے والی صبا سنّاٹا کر رہ گئی۔

"اگر آپ لوگ مطمئن ہیں تو......"

"نہ...... ہم نہیں، اگر تم بھی مطمئن ہو تو۔" اس نے فوراً بات کاٹتے ہوئے انگلی اٹھائی تھی۔

"گارنٹی تو آپ لوگ ہی دے رہے ہیں نا۔" صبا کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیلی تو دیکھ کر سعید ہلکا پھلکا ہو گیا۔

"چلو ٹھیک ہے—— میں یہ بار اپنے کندھوں پر اٹھا لیتا ہوں۔" سعید نے خوش دلی سے پھر پوچھنے لگا۔

"اب تو کوئی اعتراض باقی نہیں رہا نا؟"

اثبات میں جواب دیتے ہوئے اس کے ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا تو وہ چونکی اور اسے دیکھنے لگی۔

"آپ کا مطلب ہے کہ کسی اجنبی پر اعتبار کرنے سے بہتر ہے کہ جسے ہم اچھی طرح جانتے ہوں اسے آزما لیا جائے؟"

بے حد سادگی سے اسی کی بات دہرا کر صبا نے پوچھا تو وہ فوراً بولا۔

"بالکل—— اس سے کافی مشکلات آسان ہو جاتی ہیں۔"

"تو پھر میری ایک شرط ہے۔"

"وہ کیا؟" وہ حیران ہوا تھا۔

"وہ یہ کہ منّی کے سلسلے میں بھی وہی اطمینان چاہتی ہوں، جیسا آپ مجھے دلا رہے ہیں۔" صبا نے اطمینان سے کہا تو وہ مزید اُلجھ گیا۔

"اس کا یہاں کیا ذکر؟"

"اس کا ذکر یوں ہے کہ گھر والے آپ دونوں کے رشتے پر دل و جان سے رضا مند تھے۔ آپ دونوں کے تیوروں کی وجہ سے یہ کام پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ رہا۔"

اس کا انکشاف سعید کے لئے اس قدر غیر متوقع تھا کہ وہ چند لمحوں تک مجسمہ کھڑا رہ گیا۔

"یہ کیا فضول بات ہے؟" اس نے بے حد ناگواری سے کہا تو وہ سنجیدگی سے بولی۔

"فضول بات کیسے ہو گئی؟ آپ کے لئے باہر کے کسی بھی پروپوزل سے زیادہ پرفیکٹ ہے۔"

"اس وقت بات کچھ اور ہو رہی ہے صبا!" وہ بہت سنجیدہ تھا۔

"مگر دونوں باتوں میں بہت زیادہ فرق نہیں ہے سعید بھائی! اگر میں نوفل احمد کے ساتھ خوش رہ سکتی ہوں تو آپ منّی کے ساتھ خوش کیوں نہیں رہ سکتے؟" صبا نے اندر سے خوفزدہ ہوتے ہوئے

دی دیا تھا۔ اس کی تو یوں بھی دلی خواہش تھی کہ منّی اور سعید کی شادی ہو جائے۔

"بے وقوف ہو تم صبا! میں کچھ کہہ رہا ہوں اور تم کسی اور مسئلے میں اُلجھی ہوئی ہو، جو تمہارا درد سر بالکل بھی نہیں ہے۔" سعید کے انداز میں خفیف سی جھلاہٹ در آئی تھی۔

"میں بھی آپ کو خوشگوار زندگی کی گارنٹی دے رہی ہوں۔" صبا نے کہا تو اب کی بار سعید نے بے ساختہ دیا۔

"خاموش رہو تم۔ یہ سب تمہارا مسئلہ نہیں ہے اور نہ ہی شادی بیاہ ایسے رشتے ہیں کہ جنہیں زبردستی انداز میں طے کیا جائے۔ جب یہ مسئلہ میرے سامنے آئے گا تب دیکھا جائے گا۔" اس کا لہجہ بے حد قطعی تھا۔ صبا دل مسوس کر رہ گئی۔

"تو پھر میں سب کو اطمینان دلا دوں——؟" وہ قدرے خوش گوار حیرت سے بولا تو اس نے خفگی سے کہا۔

"جو جی میں آئے کہہ دیں۔"

"اوکے—— پھر دوبارہ کوئی شوشہ مت چھوڑنا۔ میں تو جا کر تمہاری رضامندی ہی شو کر دوں گا۔" وہ طمانیت بھری مسکراہٹ کے ساتھ بولا تو نہ چاہتے ہوئے بھی ہلکی سی مسکراہٹ نے صبا کے ہونٹوں کو چھو لیا۔

●●●●●

"ہیلو——!" نگین کا انداز بے حد عجلت آمیز تھا۔ سارا دھیان کچن میں لگا ہوا تھا جہاں وہ کیک کا آمیزہ نوری کے رحم و کرم پر چھوڑ آئی تھی۔

"کتنے رشتے، کتنے تعلق، کتنے لوگ
دل کے شہر کا ایک ہی باسی ہوتا ہے
گھر میں رہنے والے دشمن ہوتے ہیں
دل میں بسنے والا ساتھی ہوتا ہے"

زندگی سے بھرپور لہجہ اس کی تمام تر توجہ سمیٹ کر لے گیا تھا۔

"اوہ—— آپ ہیں۔" دل کی دھڑکنیں خوب صورت سی لے پر دھڑکنے لگیں۔

"جی جناب!—— آپ کو تو توفیق نہیں ہوئی کہ تین روز سے اگر میں نے کال نہیں کی تو آپ ہی کر لیتیں۔" نگین نے شکایتی انداز میں کہا تو وہ ریلیکس ہو کر صوفے میں دھنس گئی۔ پھر ہلکی سی ہنسی کے ساتھ پوچھا۔

"کیسے ہیں آپ؟"

"اس شہرِ خرابی میں غمِ عشق کے مارے
زندہ ہیں یہی بات بڑی بات ہے پیارے"

وہ ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے بولا تو وہ پھر ہنس دی۔

"اُف ــــــ یہ تو وہمی علامات لگتی ہیں۔"

"بے فکر رہو۔ ایک دو ماہ میں ایک بہت اچھے تیماردار کا بندوبست کرنے والا ہوں۔" لہجے میں شرارت کا عکس محسوس کر کے وہ جھینپ گئی تھی۔

"باقی سب کیسے ہیں؟" اس نے بات بدلنی چاہی تھی۔

"باقی تو سب بالکل خیریت سے ہیں۔ بس ہم ہی پڑے ہیں راہوں میں۔" وہ معنی خیز میں بولا تو تمکین کو اپنی مسکراہٹ ضبط کرنا مشکل ہونے لگا۔

"چ چ ــــــ یہ تو آپ کے ساتھ بالکل بھی اچھا نہیں ہو رہا۔"

"ہاں جی۔

ایسے نہ تھے ہم اہلِ دل، اتنے کہاں خراب تھے
ہم بھی کسی کی آس تھے، ہم بھی کسی کا خواب تھے"

وہ اپنے مخصوص زندہ دلانہ انداز میں بولا تو تمکین نے بے ساختہ ہلکا سا قہقہہ لگایا تھا، پھر نظر اٹھی تو لب بھنچ گئے۔

"دولہا صاحب کا فون ہے؟" نوری نے بے حد اشتیاق سے پوچھا تو ماتھے پہ ہاتھ مارتے ہوئے تمکین نے دانت کچکچا کر کہا۔

"تمہارے دولہا صاحب کا تو بالکل بھی نہیں ہے۔"

"وہ جی، میں تو پوچھنے آئی تھی کہ اس کیک کا کیا کرنا ہے اب؟" نوری خاصی بدمزہ ہوئی تھی۔

"اوون گرم ہو چکا ہو گا۔ سانچے کو اس میں رکھ دو۔ اور اب ادھر آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جا کے امی کے پاس بیٹھو۔" تمکین نے اس کی چھٹی کی تو وہ منہ بناتی چلی گئی۔

وہ انس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"کون تھا؟" وہ پوچھ رہا تھا۔ تمکین نے بتایا۔

"نوری تھی۔ بے وقوف۔"

"خیر، بے وقوف تو مت کہو۔ کافی عقل مند لگا مجھے۔ کتنی آسانی سے میرے مقام کا تعین کر گئی ہیں۔" وہ شریر لہجے میں بولا تو تمکین کو احساس ہوا کہ وہ بھی نوری کی گل افشانی سے محظوظ ہو رہا تھا۔

"آپ تو بس۔" وہ جھینپ گئی تھی۔ پھر بے اختیار یاد آنے پہ بولی۔ "آنٹی نے تو فون کرنا تھا۔ امی انتظار کر رہی تھیں مگر آپ نے کچھ خبر ہی نہیں دی۔"

"اچھا فرض کرو کہ میں تمہیں کوئی اچھی خبر سناتا ہوں تو میرا انعام کیا ہو گا؟" انس نے کہا۔ بے صبری سے بولی۔

"اس کا مطلب ہے کہ سب رضامند ہیں؟"

"ارے واہ، یوں کیسے بتا دوں؟ پہلے کچھ انعام تو طے کرو۔" وہ یقیناً مسکرا رہا تھا۔

"مت بتائیں۔ میں یوں بھی آج آنٹی کو فون کرنے والی تھی۔" وہ بھی اکڑ گئی۔ انس نے ہلکی سی سانس بھری تھی۔

"میں نے تو پتہ نہیں کیا کچھ سوچ رکھا تھا۔ مگر تم میری لائف میں بھی کوئی رنگین موقع مت آنے دینا۔"

"اب بتائیں نا، پھر ہم لوگ کب آئیں؟" وہ بے تاب ہوئی تھی۔ انس نے کہا۔

"یہ تو بڑوں پہ ڈپینڈ کرتا ہے۔ ویسے امی تو خود فون کرنا چاہ رہی تھیں مگر میں نے کہا کہ میں خود بات کر لوں گا۔ اب تم اگر چاہو تو ان سے بات کر کے سب طے کر لو۔"

"بالکل ٹھیک ہے ــــــ میں ابھی جا کر یہ خوشخبری امی کو سناتی ہوں۔" وہ چہکتے انداز میں بولی تو انس نے ٹوکا۔

"اسی لیے میں ابھی تمہیں نہیں بتا رہا تھا۔ فوراً بھاگنے کو تیار ہو گئی ہو۔ اتنا بھی خیال نہیں کہ مجھ سے اچھی طرح بات ہی کر لو۔"

"سوری انس! ایسی بات نہیں ہے۔" وہ شرمندہ سی ہو گئی۔

"تم سے اچھی تو وہ نوری ہے۔ کتنی دل کو خوش کرنے والی بات کر کے گئی ہے۔" وہ شرارت سے بولا تھا۔

"کیا خیال ہے پھر ــــــ آج نوری سے ہی بات نہ کروا دوں؟" تمکین نے بہت تحمل سے طنز کیا تو وہ ہنس دیا۔

"نہیں ــــــ تم زیادہ اچھی ہو۔"

"شکریہ۔" وہ متبسم ہوئی تھی۔

"اور میرے متعلق جناب کا کیا خیال ہے؟"

"مجھے نہیں پتہ۔" وہ حجاب کی زد میں آ گئی۔

"اٹس ناٹ فیئر۔ میں نے ابھی تمہاری تعریف کی ہے۔" انس نے احتجاج نوٹ کرایا تھا۔

"تو کیا ضروری ہے کہ میں بھی آپ کی تعریف ہی کروں ــــــ؟" تمکین نے تنگ کرنے والا انداز اپنایا تھا۔

"کیا مطلب؟ ــــــ یعنی میں اتنا اچھا نہیں ہوں؟" انس کی آواز سے لگ رہا تھا کہ اسے سخت صدمہ پہنچا ہے۔ وہ لب دبا کر ہنسی پھر دھیمے لہجے میں بولی۔

"آپ تو اتنے اچھے ہیں کہ......"

"کہ......؟" وہ بے قرار ہوا تھا۔

"وہ ہمسفر ہو اور سفر ہو زندگی بھر کا
یہی دعا آتی ہے زندگی کی لبوں پہ"

وہ حجاب آلود انداز میں بولی تو ریسیور پہ چند ثانیوں کے لئے خاموشی چھا گئی۔

"یہ "وہ" کون ہے؟"

قدرے توقف کے بعد انس نے پوچھا تو وہ چلا ہی اٹھی۔

"بہت فضول ہیں آپ۔ یہ شعر میں نے آپ کے لئے پڑھا ہے۔"

"اب آئی ہو نا لائن پہ۔" وہ قہقہہ لگا کر بولا تو اس کی ہوشیاری پہ تمکین کا چہرا تپ اٹھا۔ جیسے وہ مقابل موجود ہو۔

یہ انس کی روحانہ فطرت ہی کا کمال تھا کہ ان دونوں کے مابین کافی بے تکلفانہ روابط بنے تھے۔ اوپر سے تمکین کی عادات بھی اسی جیسی تھیں۔ سو یہ انڈر اسٹینڈنگ مزید بڑھی تھی۔

"جی، بہت خراب ہیں آپ۔" زیر لب مسکراتے ہوئے وہ مدھم سروں میں بولی تو انس اس کے احساسات سے خوب حظ اٹھایا۔

"امی بھی یہی کہتی ہیں۔ اسی لئے تو انہوں نے تمہیں ڈھونڈا ہے تا کہ مجھے ٹھیک کر سکو۔"

"کیوں؟ ——— آپ کے نزدیک کوئی سروس اسٹیشن تھیں میں کیا؟" تمکین نے طنز کیا تو

"ہے تو، مگر مجھے ذرا دوسری قسم کی سروس کی ضرورت ہے۔ جس میں پیار، محبت کی چاشنی ہو۔" آرام سے بولا تو وہ جھینپ گئی۔

"آپ کو تو بس موقع ملنا چاہئے بات کرنے کا۔"

"ارے ہم تو پتہ نہیں کب کس موقع کی تلاش میں ہیں۔" وہ لہک کر کہنے لگا تو تمکین نے "اللہ حافظ" کہہ کر فون بند کر دیا۔ اس کے ہونٹوں پر خوب صورت سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔

اس کی باتوں کو ذہن میں دہراتے ہوئے وہ صالحہ بیگم کے کمرے میں چلی آئی۔

"میر ہاؤس" سے اثبات میں جواب پا کر وہ بھی بہت خوش ہوئی تھیں۔

"شکر ہے خدا کا، میرے بیٹے نے پہلی بار کوئی فرمائش کی تھی، وہ بھی پوری ہو گئی۔"

"بھائی کو فون کروں؟" تمکین نے جلدی سے پوچھا تو وہ ہنس دیں۔

"کر دو۔ وہ تو اسی دن سے بے چین پھر رہا ہے۔"

"پہلے آپ یہ تو بتائیں کہ ادھر سے ہاں ہونے کے بعد آپ کا کیا پروگرام ہے؟"

"پروگرام کیا ہونا ہے، تم دونوں کی ایک ساتھ ہی شادی کر دیں گے۔ تمہارے جانے میں اکیلی تو نہیں رہوں گی نا۔"

"پھر بھی، مختصر دورانیے کے لئے ہی سہی، مگر انگیج منٹ تو ہونی چاہئے نا۔" تمکین بھی بے حد شوقین تھی اور پھر اکلوتے بھائی کی خواہش پوری ہونے کی بھی خوشی تھی۔ ہر موقع کو یادگار طرح منانے کا ارادہ تھا۔

"جیسا تم لوگ چاہو۔" صالحہ بیگم نے پیار سے کہا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں نوفل بھائی کو فون کرتی ہوں۔ ان کا تو اس خوشخبری پہ پہلا حق ہے۔ اس کے بعد صلاح مشورہ کروں گی۔"

"میں نے زرینہ کو بتایا تو تھا۔ وہ کہہ رہی تھی کہ اگر وہ لوگ مان گئے تو لمبے چکروں میں پڑنے کی بجائے سیدھا شادی پر زور دیجئے گا۔" انہوں نے کہا تو تمکین نے جواب دیا۔

"پھر بھی، شادی میں ابھی تقریباً دو ماہ پڑے ہیں، کوئی نشانی تو کریں گے نا۔ ایک خوب صورت انگوٹھی پہنا کر۔"

"بھئی نوفل سے پوچھ لینا۔ جیسا وہ چاہے گا، ویسا ہی ہو گا۔" صالحہ بیگم کو اس کی باتوں پر ہنسی آ رہی تھی۔

زرینہ کو بھی یہی پیغام کر وہ خود نوفل کو فون کرنے لگی۔

"خیریت ———؟" وہ متفکر ہوا تھا۔

"ایسی ویسی خیریت ——— واپسی میں مٹھائی کا ٹوکرا ضرور لیتے آئیے گا۔" وہ کھلکھلائی تو نوفل کو اس خوشی کا مطلب سمجھ آنے میں دیر نہیں لگی۔ مگر وہ بہت بن کر بولا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تمہاری شادی کی ڈیٹ فکس ہو گئی ہے۔"

"جی نہیں ——— بلکہ آپ کی عمر قید شروع ہونے والی ہے۔" اس نے برجستہ کہا تو نوفل کا قہقہہ پورے میں گونج اٹھا۔

"تو ابھی آ جاؤں یا شام کو؟" وہ شرارت سے پوچھ رہا تھا۔

"جب بھی آئیں، خالی ہاتھ مت آئیے گا۔ مٹھائی کا ٹوکرا ساتھ ہونا چاہئے۔" اس نے یاد دہانی کراتے ہوئے الوداعی کلمات کہہ کر فون بند کر دیا۔ اسی وقت نوری کے ہمراہ ادینہ لاؤنج میں داخل ہوئی تھی۔

"واہ" تمکین نے ستائشی انداز میں اسے دیکھا تھا۔ اورنج ٹینگ کے ساتھ سلا جارجٹ کا شوخ بلیو لباس اس کے متناسب وجود پر بے حد اچھا لگ رہا تھا۔

"اچھا لگ رہا ہے یہ کلر تم پر۔" تمکین نے ہمیشہ کی طرح کھلے دل سے تعریف کی تھی۔

"باجی! مجھے بھی بتائیں نا، نوفل بھائی کی منگنی کب ہو رہی ہے؟" نوری نے اشتیاق سے پوچھا تو تمکین نے اسے تسلی دی۔

"تمہارا نے ابھی تاریخ نہیں رکھی ہے۔ تم ذرا الال کچن میں چلو، میں ابھی آتی ہوں۔"

"باجی جی! میں نے نیا سوٹ بھی سلوانا ہے۔" اس نے یاد دہانی کرائی تو اس کی بے چینی پہ تمکین ہنس دی۔

"ایک نہیں، پورے پانچ سوٹ سلوا کے دوں گی تمہیں، اگر اچھا کیک بن گیا تو۔" اس مشروط پیشکش نے نوری کو پھرتی سے کچن کی طرف بھاگنے پہ مجبور کر دیا۔

"لگ رہا ہے بالکل۔" وہ ہنستے ہوئے ادینہ کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ پھر اس کی محسوس کن خاموشی بھانپ گئی۔

"کیا بات ہے؟ کوئی پریشانی ہے کیا؟"

[watermark]

"ہم تو عادی ہیں پریشانیاں دیکھنے اور سہنے کے۔ تم بتاؤ کیا بات ہے جس کے لیے بلایا گیا ہے؟" اس نے کل لیپ ٹاپ رکھے بغیر حد درجہ بیچارگی سے کہا تو تگین کو جھٹکا سا لگا۔

"پیار کرنے والی کیا بات ہے اریشہ! میں نے فوری کو بھیج کر تمہیں اس لیے بلایا۔ میں، میں بھائی کو فون کر رہی تھی ورنہ میں خود آتی تمہارے پاس۔"

اس کی وضاحت کے جواب میں بھی اریشہ کے تنے ہوئے نقوش ٹھیک نہیں ہوئے تھے۔

"ہماری جتنی اوقات ہے، وہ میں دیکھ چکی ہوں۔" وہ اریشہ کے لب و لہجے پر حیران تھی!

"ایسا کیا ہو گیا ہے اریشہ؟ ـــــ اس گھر میں تمہیں بھی وہی پیار ملا ہے جو مجھے ملا۔ نے ہم دونوں میں کوئی فرق نہیں کیا۔"

"ابھی نوفل کا رشتہ بھی طے ہو گیا اور ہمیں غیروں کی طرح بتایا گیا ہے۔" وہ تلخی سے بولی!

"رشتہ طے نہیں ہوا۔ صرف نوفل بھائی نے رضامندی ظاہر کی ہے۔" وہ حیران و پریشان

"وہ کیا گیا ہے پیچھے؟ اندر ہی اندر ہر بات طے ہو چکی ہے۔ ہمیں لاعلم رکھا گیا ہے" نے بدگمانی کی انتہا کر دی تھی۔

"اسی لیے تو میں نے تمہیں بلایا ہے اریشہ! آج انس کا فون آیا تھا۔ انہوں نے بتایا اس رشتے پر راضی ہیں۔ میں تو تم سے سارا پروگرام سیٹ کرنے کو کہنے والی تھی۔"

"رہنے دو یہ دیکھنے کی باتیں۔" اس نے نخوت سے سر جھٹکا تو تگین نے اس کے ہوئے اس کا ہاتھ تھام کر محبت سے کہا۔

"یقین کرو اریشہ! ابھی کچھ بھی طے نہیں ہوا۔ بھلا تم سے پوچھے بغیر کچھ ہو سکتا ہے؟" تک اسے دیکھتے رہنے کے بعد وہ یکلخت ہنس رہی تھی۔

"اوہ گاڈ ـــــ" تگین ہونق بنی اس کے اس بدلتے روپ کو دیکھ رہی تھی۔

"کتنی بے وقوف ہو تم تگین!" وہ اب بھی ہنس رہی تھی۔ "جا کر شکل دیکھو اپنی آئینے میں۔ لگ رہا ہے جیسے کوئی جن بھوت دیکھ لیا ہے تم نے۔" اریشہ نے مذاق اڑانے والے انداز اس کی سانسیں بحال ہونے لگیں۔ "لگ تو تم بھی کسی جن بھوت سے کم نہیں رہی تھیں۔" انداز میں بولی تھی۔ پھر خفگی بھرے لہجے میں پوچھا۔

"یہ کیا بدتمیزی کر رہی تھیں تم؟"

"یونہی، میں نے سوچا کہ اب تو نوفل کی شادی ہو جانی ہے تو اس کی بیوی سے مقابلہ چلو ایک گھر ہی سیکھ لوں۔" وہ آرام سے بولی تو تگین نے بے ساختہ کہا۔

"وہ تو اس قدر سویٹ ہے اریشہ! اس سے تو صرف پیار ہی کیا جا سکتا ہے۔"

اریشہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہ تو بعد میں پتہ چلے گا۔"

"جی نہیں۔ مثال ہمارے پاس موجود ہے۔ جیسے نوفل بھائی کو اس سے۔" وہ اب بولی

رہی تھی۔ اریشہ کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا۔

"تم سے کس نے کہا کہ نوفل کو اس سے محبت ہو گئی ہے؟"

"انہوں نے خود اپنے منہ سے کہا ہے کہ وہ صبا سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ اور ہم سب بہت اچھی طرح جانتے ہیں کہ بھائی صرف وہی چیز اپنے پاس رکھتے ہیں جس سے انہیں محبت ہو۔ یہ تو پھر جیتی جاگتی لڑکی کا معاملہ ہے۔ سوچو ذرا ان کی گفتگو کیا ہوں گی۔ وہ یوں کسی کا نام لینے والے نہیں تھے۔"

تگین نے تجزیہ کیا تھا۔ اریشہ نے بمشکل ہونٹ پھیلا کر مسکراہٹ کا تاثر دیا تھا۔

"چلو شکر ہے اسے بھی کوئی لڑکی پسند آئی۔ چاہے جو بھی ہے۔"

"واقعی، امی کی پریشانی تو ختم ہوئی۔ میرے بعد تو وہ بالکل اکیلی ہو جاتیں۔"

"اب یوں تو مت کہو ـــــ کیا ہم لوگوں کو ان کا احساس نہیں ہے؟" معاملہ ہی ایسا تھا کہ ہر بات سیدھی اریشہ کے دل میں چبھ رہی تھی ورنہ عام حالات میں وہ ایسی باتوں کو چٹکیوں میں اڑا دیتی تھی۔

"تمہیں اب ساری عمر ہم یہیں تھوڑی بٹھائے رکھیں گے۔ ایک بہت اچھا سا لڑکا ڈھونڈ کر..."

تگین کہنے لگی تھی کہ وہ تیز لہجے میں اس کی بات کاٹ گئی۔

"میں کہیں نہیں جا رہی۔ ایک دفعہ جو تجربہ ہو چکا میرے لیے وہی کافی ہے۔" اس کا انداز اس قدر تلخی سے بھرپور تھا کہ تگین اپنی بات پر شرمندہ سی ہو کر رہ گئی۔ پھر بھی اس نے اریشہ کو ایک بار سمجھانے کی کوشش ضرور کی تھی۔

"زندگی صرف ایک ہی بار تجربہ کر کے ہار جانے کا نام تو نہیں ہے اریشہ! اس راہ میں درپیش ہر ناکامی انسان کے جذبات کو مہمیز کرتی ہے۔ ورنہ تو ہر انسان ہمت ہارے بس قسمت پر توکل کیے بیٹھا رہے۔"

"میں صرف قسمت پر توکل کیے نہیں بیٹھی ہوں۔ مجھے جو کرنا ہے وہ میں نے اچھی طرح سوچ لیا ہے۔ میری دادی کہا کرتی تھیں "ہمارا وقت کے تحت نہیں ملتا" اور مجھ میں ہر مصیبت سہنے کا حوصلہ آ گیا ہے۔ خیر تم یہ بتاؤ کہ مجھے کس لیے بلایا تھا؟"

بہت سلجھے ہوئے انداز میں کہتے کہتے اس نے یکلخت ہلکی سی سانس بھر کر تگین سے پوچھا تو وہ اس کے اس قدر بے نیچ انداز پر اندر ہی اندر الجھتی بظاہر مسکرا کر بولی۔

"میں چاہ رہی تھی کہ ہم جا کر صبا کو انگوٹھی پہنا آئیں۔"

"خالہ جان تو کہہ رہی تھیں کہ تم دونوں کی شادی ایک ہی روز ہو رہی ہے۔" اریشہ نے دل پر زور ڈال کر کہا تھا۔

"ان کا تو یہی ارادہ ہے مگر میں چاہ رہی تھی کہ ایک چھوٹا سا فنکشن ہو جائے۔ امی کا دل بھی بہل جائے گا ـــــ ہمارے گھر کی یہی خوشیاں ہیں۔ جی چاہتا ہے کہ امی کی زندگی تمام ہو

جائے۔"

اس کے کہنے پر اوینہ نے کرنٹ سے انداز میں بھنوؤں کو جنبش دی تھی پھر اوپری دل سے بولی۔

"اتنا لمبا کھڑاک پالنے کی کیا ضرورت ہے؟ پھر بھی اگر ایسا کچھ کرنا ہے تو کہاں تک؟ کسی ہوٹل میں ارینج منٹ کر کے ایک ہی دن منگنی کی رسم ادا کر لو۔ یعنی دونوں کو ایک نظر جائے۔"

"ویری گڈ آئیڈیا ——" تکمین خوش ہوئی تھی۔ "یوں سب آسانی سے فنکشن میں شریک ہو سکیں گے۔"

"ہاں —— تمہاری انس سے ملاقات ہو جائے گی اور نوفل کی صبا سے۔" وہ عجیب سے انداز میں مسکرائی تھی۔

"خیر، میرا ایسا کوئی مطلب نہیں تھا۔" وہ جھینپی تھی۔

"نوفل کب آ رہا ہے آفس سے؟" اوینہ نے اپنے اندر کے اضطراب کو چھپاتے ہوئے انداز میں پوچھا تھا۔

"ان کے انداز سے تو لگ رہا تھا کہ ابھی اڑتے ہوئے آ پہنچیں گے۔" تکمین خوش احساس میں گھری ہوئی تھی۔

اتنے عرصے تک اس موضوع سے بچتے رہنے کے بعد نوفل نے اس قدر غیر متوقع طور کے لیے صبا کا نام تجویز کر دیا تھا کہ تکمین اور صالحہ بیگم دونوں کو ایک خوشگوار سا جھٹکا لگا تھا۔

"ویسے نوفل یونہی تو نہیں راضی ہونے والا۔ لگتا ہے صبا نے کوئی چکر وغیرہ چلایا" اوینہ نے ناک پر ناگ جماتے ہوئے اپنا خیال ظاہر کیا تو تکمین نے فی الفور اس کی نفی کر دی۔

"وہ اس ٹائپ کی لڑکی نہیں ہے۔ اور پھر اس کی نوفل بھائی سے ہائے ہیلو تک نہیں ہوئی۔ بہت دور کی بات ہے۔"

"تمہیں کیا معلوم، تم ابھی بچی ہو۔ ایسے معاملے یونہی شادی تک نہیں پہنچ جاتے۔" بات پر اڑی تھی۔

"کم آن اوینہ! تم بھائی کی نیچر سے اچھی طرح واقف ہو۔ وہ ایسی باتوں کو پسند نہیں کرتے کہ لڑکی خود اپنی پسند کا لڑکا تلاش کر کے دوستی کا تحفہ بھیجے۔" تکمین بے ساختہ بولی تو اوینہ جھلا پڑ گئی۔

تکمین نے زبان دانتوں تلے دبائی مگر منہ سے نکلی بات تو واپس نہیں آ سکتی تھی۔ اوینہ تیزی سے اٹھی تھی۔

"میں چلتی ہوں۔"

"بیٹھو نا —— ابھی تو بہت سی ڈسکشن کرنی ہے۔" تکمین بھی گڑبڑا کر کھڑی ہوئی تھی۔

"پھر سہی۔ میں یوں بھی اپنی فرینڈ کی طرف جا رہی تھی۔" وہ سنجیدگی سے کہتی چلی گئی۔

تکمین کا اپنی عقل پر ماتم کرنے کو جی چاہا۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ بہت غلط موقع پر اس کے منہ سے بہت غلط بات پھسل گئی تھی۔ یقیناً اوینہ نے مائنڈ بھی کیا تھا۔

●●●●●

وہ خوش خبری سن کر صبا کو بتانے کی غرض سے بھاگی تھی اور اس اندھا دھند دوڑ کی وجہ سے وہ جو کمرے سے نکلتے معید سے تصادم کے بعد زمین بوس ہونے ہی لگی تھی کہ وہ اسے بازوؤں سے تھام سنبھال گیا۔ لمحوں میں وہ دلفریب سی خوشبو کے حصار میں گھر گئی تھی۔

"بے وقوف! یوں اندھوں کی طرح کیوں بھاگ رہی ہو؟" اس کی جھلاہٹ بھری آواز نے ایک لمحے میں اس کے تمام حواس بحال کر دیے تھے۔ وہ بے اختیار پیچھے ہٹی تھی۔

"پر اندھا کسے کہا ہے تم نے؟"

"ظاہر ہے تمہیں۔ اب دیواروں سے تو باتیں کرنے سے رہا۔" وہ ڈھلا ڈھلایا کہیں جانے کو تیار اطمینان سے بولا تو وہ سلگ اٹھی۔

"تمہاری آنکھیں تو روشن ہیں۔ ان سے ہی کام لے لیا کرو۔"

"بھئی جا رہی تھی ادھر جاؤ۔ میرے منہ مت لگو۔" وہ بھی حسب عادت اس کی بے وجہ کی ہٹ سے چڑ گیا تھا۔

"ہنہ" وہ پیر پٹختی صبا کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

یوں لگ رہا تھا جیسے خوش خبری کا سارا چارم ہی ختم ہو گیا ہو۔ دل ہی دل میں معید کو کوس کر اس نے ناب گھما کر دروازہ اندر دھکیلا تھا۔

"عشق جو ہم سے روٹھ گیا
اب اس کا حال بتائیں کیا
کوئی مہر نہیں، کوئی قہر نہیں
پھر سچا شعر سنائیں کیا
وہ عشق جو ہم سے ......"

مغنیہ کی دلکش آواز کے زیر و بم میں کھوئی وہ آنکھیں موندے نیم دراز تھی۔

"اوہو ——" وہ معنی خیز انداز میں کہتی اندر داخل ہوئی تو صبا چونکی تھی۔

"یہاں تو عشق و عاشقی سے بھرپور گانے بج رہے ہیں اور وہاں ہم تمہارے غم میں گھلے جا رہے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" صبا نے اٹھ کر والیم کم کرتے ہوئے پوچھا تو اپنی دانست میں اس نے دھماکا کیا۔

"مطلب یہ کہ ادھر نوفل احمد کا پرپوزل منظور کر لیا گیا ہے۔"

"تو پھر؟" وہ استفہامیہ انداز میں صحٰی کو دیکھنے لگی تو وہ حیران ہوئی۔

"تمہیں حیرانی نہیں ہوئی؟"

"کس بات کی حیرانی؟ سعید بھائی مجھ سے اثبات میں جواب لے کر ہی گئے تھے" اطمینان سے کہا تو گہری سانس لینے کے بعد اس نے دانت کچکچا کر صبا کو دیکھا تھا۔

"تمہارا سمجھانا تو کسی گنتی میں نہیں آتا۔ اس نے ایک بار کہا ہوگا اور تمہارا سر سو دفعہ ہوگا۔"

"یقین کرو صٰحی! میں اب بھی اس معرکے کے حق میں نہیں ہوں۔ مگر تم سب لوگ اس سے اتنے خوش اور مطمئن ہو کہ میں اپنے تمام خدشات کو پس پشت ڈال رہی ہوں۔" اس سنجیدگی سے کہا تو صحٰی بھی سنجیدہ ہو گئی۔

"صبا! تم خواہ مخواہ کی ٹینشن لے رہی ہو۔ آج کل وہ پچھلی ساس بہوؤں کا زمانہ تو جنگ و جدل کا سماں بندھا رہے۔ نہ تمہارے لئے وہاں کوئی مسئلہ ہے اور نہ ہی نگین کے لئے اور سب سے بڑی بات یہ کہ نہ صرف انس بھائی نگین کو بہت محبت سے اس گھر میں لائے نوفل بھائی نے بھی تمہارے لئے بہت چاہت سے دامن پھیلایا ہے۔"

"آخر میں۔ میں نے بھی یہی سوچا تھا" وہ شرمگیں سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تو چند لمحے اسے گھورتے رہنے کے بعد صحٰی نے تکیہ اٹھا کر اسے دے مارا۔

"فضول لڑکی! اور وہ جو آنکھوں سے آنسوؤں کی نہریں بہا بہا کر مجھے دکھا رہی تھیں اس کا کیا مطلب تھا؟"

"اعتراض کا حق تو ہر لڑکی کو ہوتا ہے۔" وہ ڈھٹائی سے بولی تو وہ وحب سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"تو پھر اب یہ اداس گانے سننا بند کرو اور کوئی نئی کیسٹ خریدو۔"

"مثلاً کون سی؟"

"مثلاً 'یہ دل آپ کا ہوا' وغیرہ۔" وہ قدرے سوچ کر بولی تو صبا کو ہنسی آ گئی۔

"ویری چیپ ——"

"کیوں مت —— اور سعید کی طرح سے بتاؤ کہ نوفل احمد سے متعلق تمہاری کیا رائے ہے" اس نے اسے ڈانٹتے ہوئے پوچھا تو وہ بدک گئی۔

"میری ان سے کوئی ایسی بے تکلفی نہیں ہے جو میں ان سے متعلق رائے دیتی پھروں۔"

"اوہو —— "ان سے" یعنی کہ وہ ابھی سے "آپ" کے عہدے پر فائز ہو گئے ہیں" ساری باتوں میں سے اپنے کام کا لفظ ہی پکڑا تو وہ جھینپ گئی۔

"بہت بدتمیز ہو تم۔"

"یہ ساری شرما شرمی اب چھوڑ دو۔ کیونکہ ابھی دھماکا خیز خبر تو میں نے تمہیں سنائی تھی"

نے اسے ڈرایا تھا۔

"اب کیا باقی رہ گیا ہے؟"

"ابھی یہ رہ گیا ہے کہ منگنی کا فنکشن کہاں ہو رہا ہے، وہ بھی ہوٹل میں۔" صحٰی نے خوشی سے راز بتانے کے لہجے میں کہا تھا۔

"دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا؟" صبا کو شک ہوا تھا۔

"یہ آئیڈیا "ادھر" کا ہے۔ لڑکا لڑکی دونوں منگنی میں شریک ہو جائیں گے۔ اور میں تو کہتی ہوں جناب نوفل احمد ایک مرتبہ پھر سے سوچ لے۔ خواہ مخواہ مارا جا رہا ہے۔" وہ بھرپور شرارت کے موڈ میں تھی۔

"صحٰی! جھوٹ مت بولو —— میرا دل ابھی سے ڈوبا جا رہا ہے۔" اس نے اپنے دل پر ہاتھ رکھا۔

"کوئی بات نہیں۔ سنا ہے موصوف ماہر تیراک بھی ہیں۔ سنبھال لیں گے تمہارے دل کو بھی۔"

"صحٰی! بکواس مت کرو۔ اور یہ سب گھر والے اتنے براڈ مائنڈڈ کب سے ہو گئے ہیں؟" وہ رونے لگی۔ چلو انگوٹھی پہننے تک تو بات ٹھیک تھی مگر نوفل احمد کا سامنا کرنا بہت مشکل کام تھا۔

"مجھے تو یہ سب انس بھائی کا کمال لگ رہا ہے۔ مگر اب اپنے سالے کو سپورٹ کر رہے ہیں بلکہ منگنی سے ملاقات کا آئیڈیا بھی دے رہے ہیں۔" صحٰی دور کی کوڑی لائی تھی۔

"ہائے صحٰی! اب کیا ہوگا؟ کیا وہ انگوٹھی بھی خود ہی پہنائیں گے؟" صبا کو اپنی پڑی تھی۔

"صدقے جاؤں، کیا کیا ارمان مچل رہے ہیں بچی کے دل میں۔" صحٰی نے طنز کیا تو وہ بری طرح جھینپ گئی۔

"فضول! میں تو یونہی پوچھ رہی تھی۔"

"ہو سکتا ہے اب ان کے دل پر ذمہ داری کا بوجھ پڑ رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تمہارا روپ سہانا دیکھ کر نکاح اور رخصتی پر بضد ہو جائیں۔" صحٰی نے اسے ڈرایا تو صبا نے ایک تکیہ کشن سا جھانپڑ صحٰی کے شانے پر دے مارا۔

"بہت فضول باتیں کرتی ہو تم۔"

"اچھا ہے نا۔ جلدی سے تم دفع ہو، پھر یہاں صرف اور صرف میری اور حمرد کی حکومت ہوگی۔ اور ہم جب جو دل چاہے بنائیں، ناشتہ بنائیں یا نہ بنائیں، کھانا پکائیں یا ہوٹلنگ کریں، ہمیں کوئی بھی نصیحتیں کرنے والا نہ ہو اور......"

"اور یہ کہ میرا شیخ چلی کے سارے انڈے ٹوٹ جائیں۔" اس کے خواب ناک ارادوں کو صبا نے تمام کر دیا تو وہ اسے گھورنے لگی۔ پھر اگلے انداز میں بولی۔

"دیکھ لینا تم، نوفل احمد کا دل تم پر بہت بری طرح آیا ہے۔ دیکھنا جلد ہی وہ تمہیں لے جائے گی۔" اس نے بھی چڑانے والے انداز میں کہا تھا۔

"بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے"

ختی آہ بھر کے رہ گئی تھی۔

"ختی! ایک بات پوچھوں؟" صبا نے اسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ بے پروائی سے

"اگر تم یہ پوچھنا چاہتی ہو کہ میرا نوفل احمد میں کوئی انٹرسٹ ہے یا نہیں تو سب کو ہمیشہ انہیں ایک بہن کی نظروں سے دیکھتی رہی ہوں۔"

"نہیں فضولی! میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ تمہیں معید بھائی کیسے لگتے ہیں؟" وہ بالکل

ختی کو جھٹکا سا لگا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" تحیر بھری نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ بولی۔

"یہی کہ تمہارا معید بھائی کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"بے فکر رہو۔ کوئی خاص اچھے خیالات نہیں ہیں میرے اس سے متعلق۔" معید نے اسے سلگا دیا تھا۔

ابھی گزرے دنوں میں اس کے سامنے وہ جتنی تذلیل اور اہانت کا شکار ہوئی تھی زخموں کو ہرا کیے ہوئے تھی۔ معید حسن کو کیسے گوارا کر لیتی۔

"کیوں؟ ____ اتنے اچھے تو ہیں وہ۔" صبا حیران ہوئی تھی۔

"تمہارا بھائی ہے نا، اس لیے برا نہیں لگتا۔" ختی نے طنز کیا تھا۔

"اوہو، میرا بھائی ہے تو تمہارا کیا لگتا ہے؟" صبا نے اس کا جملہ پکڑا تو وہ دانت پیس کر

"نہ بھائی، نہ کزن۔ دشمن ہے وہ میرا۔"

"خیر، اتنے برے تو نہیں ہیں وہ۔"

"اتنا اچھا بھی نہیں ہے۔ ہر وقت دفعہ تین سو دو لگانے کو تیار۔ اگر اسے کسی کو پھانسی اختیار ہوتا تو وہ سب سے پہلے میرا نام تجویز کرتا۔"

"کس قدر خبیث ہو تم ختی! وہ تو تم سب کا اتنا خیال کرتے ہیں۔ تمہی ہر وقت الٹی

صبا اس کی بات پر تڑپ ہی اٹھی تھی۔ مگر اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ چیخ اٹھی۔

"کیا ____ تمہارا مطلب ہے کہ میں ہی ہر وقت اس سے الجھنے کو تیار رہتی ہوں؟"

"نہیں ____ وہ خود ہی ہر وقت جھگڑوں کے پیچھے میں ہاتھ ڈالنے کو بے تاب پھرتے

نے بہت تحمل سے طنز کیا تو وہ دانت پیس کر بولی۔

"کبھی تم اس کے انداز دیکھو تو کبھی اس کی حمایت نہ کرو۔ ابھی آتے ہوئے تمہارے بھائی سے ٹکر ہوئی ہے۔ ایک تو بمشکل گرنے سے بچی ہوں، اوپر سے ڈانٹ بھی بھجوا دی

"معاف کرنا ختی! مگر تم وہ وقتی بالکل اندھوں کی طرح ہو۔" صبا نے معذرت تو کی تھی ورنہ لفظوں میں اس نے صاف گوئی سے کام لیا تھا۔

ختی ٹھنڈی پڑ گئی۔

"وہ بھی یہی کہہ رہا تھا۔"

"ویسے آج کل تم معید بھائی سے کچھ زیادہ ہی نہیں کترانے لگیں؟" صبا نے مسکراتے ہوئے کوئی بڑا سا اندازہ لگانا چاہا تو وہ کچا چبا جانے والے انداز میں گھورتے ہوئے بولی۔

"ویسے تو میں اندھی ہوں اور شاید میرے دماغ میں کوئی خلل پیدا ہوا ہے کہ میں اس بے تکے شخص سے ٹکراتی پھروں۔"

"تو پھر اس بے وجہ گریز کا کوئی رزلٹ نکال لو۔" صبا نے مشورہ دیا تو وہ سلگ اٹھی۔

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"معید بھائی بہت اچھے ہیں ختی! تم ان سے دوستی تو کر کے دیکھو۔"

"وہ سب کا اچھا دوست ہو سکتا ہے مگر میرا نہیں۔ میں اسے ہر طرح سے آزما چکی ہوں۔" اس کے لب و لہجے میں خود بخود کڑواہٹ اتر آئی تھی۔

"اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کو پوری زندگی پر لاگو کرنا کہاں کی عقلمندی ہے ختی! اور پھر کزن آپس میں تھوڑے بہت لڑائی جھگڑے تو چلتے ہی رہتے ہیں۔" صبا نے اسے کنونس کرنا چاہا۔

"اس ساری بحث کا مقصد کیا ہے صبا؟" اس نے سرد مہری سے پوچھا تو وہ لمحہ بھر کو چپ سی ہو گئی مگر پھر اپنی ہمت باندھ کر کہا۔

"سب کی خواہش ہے ختی! کہ تم اور معید بھائی......"

"بس صبا!" وہ اس کے ادھورے لفظوں ہی سے پوری بات کا مفہوم پا گئی تھی۔ سو تیز لہجے میں ٹوک دیا۔

"یہ سب کی خواہش ہوگی۔ مگر میری خواہش نہیں ہے۔"

صبا نے مزید کچھ کہنے کے لیے لب وا کیے تھے کہ وہ بول اٹھی۔

"اور پلیز صبا! اس بات کو یہیں ختم کر دو۔ نہ آج نہ آئندہ کبھی۔ میں معید حسن کے پروپوزل میں قطعی بھی انٹرسٹڈ نہیں ہوں۔ اس شخص سے محبت کرنا تو دور کی بات ہے، میں اس سے متعلق ایسا سوچ بھی نہیں سکتی۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

اور نجانے کس کام کی غرض سے صبا کے کمرے میں داخل ہوتا معید وہیں دروازے کے باہر ہی رک گیا تھا۔

"اگر تم اپنی شدت پسندی اور خواہ مخواہ کی ضد چھوڑ دو تو شاید یہ پروپوزل تمہیں اتنا برا نہ لگے۔" صبا کا ضبط و برداشت کا مادہ حد سے زیادہ تھا۔ مگر ختی اتنی ہی جذباتی تھی، چیخ کر رہ گئی۔

"معید حسن اگر دنیا کا آخری شخص بھی ہوا تو میں تب بھی اسے پسند نہیں کروں گی اور نہ ہی کوئی بھی اس سے متعلق میرے خیالات کو بدل سکتا ہے۔ میں اسے بہت اچھی طرح جانتی ہوں۔"

"کیا جانتی ہو تم؟" صبا کو بھی غصہ آ گیا تھا۔ تب لمحوں میں موڈ بدل کر وہ شوخی سے بولی۔

"یہی کہ اس کے لاکر میں ایک ڈائری ہے اور اس ڈائری میں کسی بہت خوب صورت سی لڑکی کی تصویر ہے جسے معید حسن عمر قید سنانے والا ہے۔"

اس کے یکلخت بدلتے انداز پر صبا اسے دیکھ کر رہ گئی تھی جبکہ اس کی بات سن کر وہ عجیب سا محسوس کرتے ہوئے ہلکی سی سانس بھرتا واپس پلٹ گیا تھا۔

"فضول باتیں مت کرو۔ وہ ایسے نہیں ہیں۔" صبا نے اسے ٹوک دیا تو وہ سنجیدگی سے

"وہ جیسا بھی ہے صبا! آئندہ مجھ سے اس موضوع پر بات مت کرنا۔ نہ تو میں اس کے لئے بنی ہوں اور نہ ہی وہ میرے لئے ہے۔ جتنا اچھا وہ تمہیں لگتا ہے میں اس کے لئے نہیں بن سکتی۔" اس نے بات ہی ختم کر دی تھی۔

صبا اس کے اس قدر روڈ انداز پر اسے دیکھ کر رہ گئی۔

●●●●●

اک لڑکی کو دیکھا تو ایسا لگا
جیسے صبح کا روپ، جیسے سردی کی دھوپ
جیسے ٹھنڈی کی ہوں، جیسے بن میں ہرن
جیسے خوشبو لئے آئے ٹھنڈی ہوا
اک لڑکی کو دیکھا تو ایسا لگا
جیسے ناچتا مور، جیسے ریشم کی ڈور
جیسے پریوں کا رنگ، جیسے صندل کی آگ

آنکھیں موندے وہ پوری طرح گانے کے بولوں میں گم ادینہ کو سلگا گیا تھا۔ اس سے نہیں ہوا تو آگے بڑھ کر ڈیک آف کر دیا۔ وہ چونک اٹھا تھا مگر ادینہ کو سامنے پا کر مسکرا دیا۔

"تم؟" وہ اٹھ بیٹھا تھا۔

"کیوں۔۔۔ تم کس کی توقع کر رہے تھے؟" وہ طنزیہ انداز میں کہتی اس کے مقابل آ بیٹھی۔

"توقع نہیں کر رہا تھا، ابھی خواب میں دیکھ رہا تھا۔" اس نے شرارت سے کہا تو ادینہ نے اس کا دل مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔

"بہت خوش ہو؟" چبھتی نظروں سے اسے دیکھا تو وہ الٹا اس سے پوچھنے لگا۔

"کیا نہیں ہونا چاہئے؟"

"تمہیں اس قدر اچانک صبا کیسے پسند آ گئی نوفل؟" اس کے سلگتے لہجے کی آنچ نوفل تک تھی، اسی لئے وہ مسکرا کر بولا۔

"پتہ نہیں یار! بس دل نے کہا کہ یہی ہے وہ جس کی تجھے تلاش ہے۔ پھر میں نے بھی ساتھ زیادہ لڑنے کی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ دماغ کی بھی یہی رائے تھی۔ سو تمہارے سامنے"

"مگر نوفل! ایسا کیا پسند آ گیا اس میں تمہیں؟" اس سے برداشت نہیں ہو پا رہا تھا نے حیرت سے اسے دیکھا پھر رسان بھرے لہجے میں بولا۔

نوفل

"اس میں کمی بھی کچھ نہیں ہے ادینہ۔"

"اور میں۔۔۔ مجھ میں کس بات کی کمی تھی نوفل احمد؟" وہ یکلخت پھٹ پڑی تو نوفل کو لگا جیسے چھت اس کے سر پر آ گری ہو۔

"میں تو اپنے بچپنے میں خلیل الرحمٰن کو اپنا بیٹھی تھی، مگر اس کی حویلی میں جا کر مجھ پر کھلا کہ دراصل تو یہ دل کب سے صرف اور صرف تمہیں اپنا مانتا چلا آ رہا ہے۔ تم سامنے نہیں تھے تو جانے میں اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کر بیٹھی۔ مگر تم نے بھی مجھے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ تم ایک بار بھی مجھے آواز دیتے تو میں لوٹ آتی۔" وہ کیا کہہ رہی تھی، نوفل کو سمجھنے میں دشواری پیش آ رہی تھی۔ ذہن کے جیسے پرخچے اڑ گئے تھے۔

ادینہ کا یہ روپ تو کبھی نہیں دیکھا تھا۔

"یہ کیا ہو گیا ہے تمہیں ادینہ؟ ہوش میں تو ہو تم؟" وہ بمشکل اپنے ذہن کو سمیٹ پایا تھا۔ سختی سے پوچھا تو وہ اپنی آنکھیں بھر لائی۔

"اپنی غلطی کا احساس ہوتے ہی میں اس شخص سے ناتا توڑ کر واپس چلی آئی تھی نوفل! صرف اور صرف تمہارے لئے۔ اور اب تم ہی مجھے یوں ٹھکرا کر کسی اور کے خواب دیکھ رہے ہو۔"

"شٹ اپ ادینہ! ایک لفظ بھی مزید مت کہنا۔" وہ صدمے کا شکار تھا۔ اونچی آواز میں اسے جھڑک گیا۔

"کیوں نہ کہوں۔ اپنی ساری زندگی کا حاصل اتنی خاموشی سے کیسے گنوا دوں؟" وہ تڑپ اٹھی۔ جبکہ وہ جبڑے بھینچ کر رہ گیا۔ اس قدر غیر متوقع صورت حال نے اسے اندر تک ہلا ڈالا تھا۔

"میرے خیال میں تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے ادینہ! جا کر آرام کرو۔" وہ بہت سرد لہجے میں بولا۔

"مجھ پر رحم کرو نوفل! میں بہت اکیلی ہوں۔ اب تمہارے بغیر تو مر ہی جاؤں گی۔" وہ اپنی عزت پس پشت ڈالے ہر حربہ آزما ڈالنے کے موڈ میں تھی۔

نوفل کو اپنی کنپٹیاں سلگتی محسوس ہونے لگیں۔

"کیا ہو گیا ہے ادینہ! پتہ ہے تمہیں کہ تم کیا کہہ رہی ہو؟" وہ دانتوں پر دانت جمائے بولا۔ دل و دماغ تو ابھی بھی بھرپور بے یقینی کے حصار میں تھے۔

"جانتی ہوں نوفل! اچھی طرح جانتی ہوں۔ مگر جب معاملہ زندگی اور موت کا ہو تو عزت نفس کی پرواہ نہیں کی جاتی۔" وہ رو دی تھی۔

نوفل کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا رد عمل اختیار کرے۔

اس سے پہلے بھی ادینہ نے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی جس سے اسے اندازہ ہو سکتا کہ وہ اس کے بارے میں ایسا سوچتی ہے۔ اور اب یوں اچانک وہ کھل گئی تھی۔

"آئی ایم سوری ادینہ!" بہت تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے اپنا لہجہ نرم کیا تھا۔ "میں

تمہاری فیلنگز سے بالکل ناواقف تھا اور اگر واقف ہوتا بھی تو میرا فیصلہ یہی ہوتا۔ میں نے تمہارے لئے میں نے کبھی بھی ایسا نہیں سوچا۔"

"تو اب سوچ لو نوفل! ابھی بھی وقت ہے۔" اس نے ملتجیانہ انداز میں کہا تو نوفل کو لگا اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔

"تم ابھی اپنے حواس میں نہیں ہو اریبہ! اسی لئے یوں فضول باتیں کر رہی ہو۔" اس نے خفیف سی لہر اس کے ذہن کو سلگا گئی تھی۔

"یہ فضول باتیں نہیں ہیں نوفل! میری پوری زندگی کا معاملہ ہے۔"

"مگر میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" وہ بے حد سرد مہری سے بولا تو اریبہ کے حواس گم ہونے لگے۔ "اینڈ ناؤ لسن ٹو می اریبہ! آج کے بعد اس موضوع پر کبھی بات مت کرنا۔ کیونکہ میں تم سے متعلق نہ تو ایسی کوئی فیلنگز ہیں اور نہ ہی ایسی کوئی جگہ ہے۔ ہم بہت اچھے کزنز اور دوست تو ہو سکتے ہیں مگر اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ کچھ بھی نہیں۔" وہ بہت سرد اور بے اثر بھرپور لہجے میں کہتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"نوفل! میں نے صرف تمہیں چاہا ہے۔" وہ تڑپ اٹھی مگر وہ مشتعل ہو اٹھا تھا۔

"شٹ اپ اریبہ! اس ٹاپک کو یہیں کلوز کرو۔ نہ تو اس سے کچھ حاصل ہے نہ وصول۔ زندگی میں تمہارا اتنا ہی حصہ ہے جتنا پہلے تھا۔ اینڈ دیٹس آل۔"

"تم ایک بار پھر مجھے اکیلا کر رہے ہو نوفل!" وہ بلکنے لگی۔

"اگر تم نے خلیل الرحمٰن کو پسند کیا تھا تو وہ تمہاری اپنی مرضی تھی اور اب جو کچھ تم کر رہی ہو اس کی ذمہ داری بھی صرف اور صرف تم پر عائد ہوتی ہے۔ اور ویسے بھی تم بیوی کے طور پر کبھی بھی آئیڈیل نہیں ہو سکتیں۔ وہ صبا تھی ہے۔ بالکل خالص اپنا سوچوں میں، اپنے جذبات میں۔" وہ صاف گوئی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

اریبہ کے دل پر چوٹ سی لگی۔

"میرے جذبات میں بھی کوئی کھوٹ نہیں ہے نوفل!"

"مت بھولو اریبہ کہ تم نے خلیل الرحمٰن سے محبت کی تھی اور ایک سال تک تم اس کی رہی ہو۔" وہ غصے سے بولا تھا۔

"میری محبت کا تو خیال کرو نوفل!" وہ کمزور لہجے میں بولی۔

"گیٹ آؤٹ اریبہ! تم صرف اور صرف میرا دماغ خراب کر رہی ہو۔ جب تمہارا دماغ ٹھیک ہو جائے تب میرے ساتھ بات کرنا۔" نوفل کا ذہن واقعی کام نہیں کر رہا تھا۔

وہ ہارے ہوئے انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آئی ایم سوری نوفل! ——— مجھے نہیں پتہ تھا کہ تم میرے متعلق اتنی بری سوچ رکھتے ہو۔"

نوفل نے گہری سانس لیتے ہوئے اندر کی کثافت کو کم کرنے کی کوشش کی، پھر نرمی سے بولا

"ایسا مت سوچو اریبہ! تم میری بہت اچھی دوست ہو، کزن ہو۔ ہر رشتے کی اپنی ایک جگہ ہوتی ہے، ایک رینک ہوتی ہے۔ اور میں نے ہمیشہ اس دوستی کے تقاضے نبھائے ہیں۔"

"دوستی ایک اچھے رشتے میں بھی تو تبدیل ہو سکتی ہے نا۔" وہ ابھی بھی پُر امید تھی مگر گزرتا ہر لمحہ نوفل کے سکون کی دھجیاں اڑاتا جا رہا تھا۔

اریبہ کا یہ انداز اس کے لئے بہت شاکنگ تھا۔

"نہیں اریبہ! کبھی نہیں۔ تم غلط کہہ رہی ہو۔ ہر جذبے کا تعلق فیلنگز سے ہوتا ہے اور جب میں تمہارے متعلق ایسی فیلنگز ہی نہیں رکھتا تو پھر باقی سب بے کار ہے۔ اینڈ ناؤ اریبہ! لیو دس ٹاپک پلیز۔ تم نے مجھ سے ایک سوال پوچھا، میں نے اس کا جواب دے دیا ہے۔ مگر اس کے بعد میں کبھی بھی اس ٹاپک پر بات کرنا پسند نہیں کروں گا۔ آج کی سب باتوں کو میں بھول جاؤں گا اور تم بھی کبھی یاد مت کرنا۔ ہم آپس میں اچھے دوست ہیں اور مجھے ہمارے درمیان یہی رشتہ اچھا لگتا ہے۔" اس نے کھرے انداز میں بات ختم کر دی تو وہ بمشکل خود پر ضبط پاتی ہارے ہوئے انداز میں پلٹ گئی۔

نوفل نے گہری سانس لے کر تنے ہوئے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑا تھا مگر ایک عجیب سی بے زاری نے جیسے اندر کی فضا کو کثیف کر دیا تھا۔ وہ ذرا دیر پہلے والی خوشی کا احساس دھواں بن کر غائب ہو چکی تھی۔ اس نے بستر پر گرتے ہوئے آنکھیں موند لیں اور ذہن کو پرسکون کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

●●●●●

"اُف ——— صبی! ایمان سے کہیں نوفل بھائی کو دیکھ لو تو پھر ہی بن جاؤ۔" صحیٰ رطب اللسان تھی۔

"کیا ——— کیا مطلب؟" وہ ہونق بن گئی۔ پہلے ہی ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہوئے جا رہے تھے، اس پہ صحیٰ کی باتیں مزید ڈرا رہی تھی۔

"اس قدر دوجیہہ لگ رہے ہیں۔" اس نے کھلے دل سے تعریف کی تھی۔ وہ نروس ہونے لگی۔

"صحیٰ! امی سے کہہ دینا، علیحدہ علیحدہ منگنی ہوگی ہماری۔"

"کیا؟" صحیٰ کو ہنسی آ گئی۔ حیرت سے پوچھا۔

"پہلے ایک کو وہاں بٹھا کر انگوٹھی پہنا لیں، پھر دوسرے کو۔ میں ان کے سامنے کوئی نہیں جا سکتی۔" وہ منمنائی تھی۔

ابھی وہ بیوٹی پارلر سے تیار ہو کر انس اور صحیٰ کے ساتھ سیدھی ہوٹل پہنچی تھی، جہاں باقی سب اہل خانہ موجود تھے اور اب نیچے لڑکے والے بھی آ چکے تھے جن کا استقبال کیا جا رہا تھا۔ صحیٰ کھڑکی کے شیشے سے جھانک رہی تھی۔ دست فکر کی کام دار پشواز اور سلیقے سے کئے گئے میک اپ نے ہمیشہ سادہ رہنے والی صبا کو بہت دلکش سا روپ دے دیا تھا۔ صحیٰ نے تو بے اختیار اس کی نظر اتار کر راستے کے ایک حصے کے لئے رکھے تھے۔

"ارے واہ ۔۔۔۔ میں تو یوں بھی نو جنریشن کی پارٹی لیڈر ہوں۔ میں تو سراسر کمپائن کی حمایت کروں گی بلکہ انگوٹھی بھی تمہیں نوفل بھائی خود ہی پہنائیں گے تو لطف آئے گا۔" اس کی حالت سے لطف اٹھایا تھا۔

"دفع ہو جاؤ تم منی! میرا بلڈ پریشر لو ہو رہا ہے۔" وہ روہانسی ہونے لگی تھی۔ منی ڈھٹائی سے ہنسنے لگی۔ حمرہ کمرے میں آئی تو اس کے ساتھ ثمین بھی تھی۔

"ماشاء اللہ ۔۔۔۔ ابھی تو صرف میرے بھائی کے نام معلق ہو اور اس قدر روپ آ گیا!" ثمین کے بے ساختہ کہے گئے جملے میں ستائش بھی تھی اور شرارت بھی۔ صبا اپنے آپ میں سمٹ گئی۔ اس کی سرخ رنگت دیکھ کر محظوظ ہوتے ہوئے ثمین اس سے لپٹ گئی تھی۔

"یونہی تو میرا بھائی تمہارا دیوانہ نہیں ہو گیا۔"

"ثمین! پلیز۔" وہ ٹھنڈی پڑ گئی تھی۔

"یہ بالکل ٹھیک ہے ثمین! اگر نوفل بھائی منگنی کے بعد کسی رنگین ویڈیو کی آس میں ہیں تو ۔۔۔ گے۔" منی نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا تھا۔

"منی! آج تمہارا تو قتل مجھ پر واجب ہو گیا ہے۔" صبا نے دانت پیسے تھے۔ جب کہ وہ مسلسل اسے تنگ کرنے پر آمادہ تھیں۔

"چلو بھئی وہاں انہوں نے نوفل کو انگوٹھی پہنا دی ہے۔ مووی میکر یہیں آ رہا ہے۔" انعم نے ۔۔۔ کر کے اندر آتے ہوئے کہا تو صبا پر پھر سے گھبراہٹ کا دورہ پڑنے لگا۔

"آپ کی شکل بہت جانی پہچانی لگ رہی ہے۔" ثمین کو دیکھ کر وہ یوں ٹھٹکا جیسے واقعی الجھ گیا ہو۔ مگر اس کی آنکھوں کی شریر چمک اور شوخ مسکراہٹ سے ثمین کا چہرہ تمتما گئی تھی۔

"ثمین! میں بھی ابھی یہی کہہ رہی تھی کہ آپ کی شکل کے ایک محترم اس کے منگیتر ہوتے ہیں۔" منی نے طنز کیا تو اس نے ڈھٹائی سے ہنستے ہوئے گہری نگاہ کترا کر کھڑی ثمین پر ڈالی تھی۔ اس پسندیدہ سرو کلر کے لباس میں وہ بہت دلکش لگ رہی تھی اور پھر دل کا بھی معاملہ تھا کہ اسے دیکھتے رہنے کو جی چاہ رہا تھا۔

"میرے خیال میں ابھی آپ کو اور بھی بہت سے کام کرنے ہیں انس بھائی!" منی نے ۔۔۔ کر اسے ہوش میں لانے کی کوشش کی تھی۔

"کوئی ایک ظالم سماج تھوڑی ہے یہاں۔" وہ آہ بھر کے پلٹ گیا تو وہ تینوں ہنس دیں۔

صالحہ بیگم نے بہت محبت کے ساتھ ڈائمنڈ کی انگوٹھی صبا کے ہاتھ میں پہنائی تھی۔ اس سے پہلے منگنی کے سوٹ کے علاوہ پانچ کامدار جوڑے، سونے کے ایک خوب صورت سیٹ کے ساتھ لوازمات ایک روز پہلے ہی بھجوا چکی تھیں۔ ثمین نے اسے بہت خوب صورت سا سونے کا بریسلٹ پہنایا تھا۔

"بھئی ہم بھی تو دیکھیں، ایسا کون سا چہرہ ہے جس نے نوفل احمد جیسے بندے کو دیوانہ کر دیا؟"

بہت دلکش سی آواز صبا کی سماعت سے ٹکرائی تو وہ جزبز ہو کر رہ گئی۔ اسی وقت ساتھ بیٹھی ادینہ نے جھک کر اس کے کان میں سرگوشی کی تھی۔

"اور اس کو دیکھ لو، نوفل احمد جس کا دیوانہ ہے۔"

صبا نے ایک جھٹکا سا محسوس کرتے ہوئے بے اختیار مقابل کو دیکھا تو ساکت سی دیکھتی رہ گئی۔

گھر واپس آ کر بھی سب تقریب ہی کو ڈسکس کر رہے تھے۔

"انس اور صبا دونوں ہی بہت لگ رہی تھیں۔" چاند نے ستائشی انداز میں کہا تو وہ ابھی ابھی کمرے میں چلی آئی۔

لائبہ کی سرگوشی اور اس کے بعد ڈالے آفریدی کے شعلہ صفت حسن نے اسے واقعی ہٹا دیا تھا۔

"کیوں کہا تھا اس نے یہ فقرہ؟" صبا کا دل ڈوب ڈوب کر ابھر رہا تھا۔ اس کے بعد تقریب میں کیا ہوا تھا، اسے کچھ پتہ نہیں چلا تھا۔ اسے تو صرف اپنا آپ ہی تارِ عنکبوت پہ محسوس ہوا تھا۔

"صبی! سو گئی ہو؟" وہ بھی کپڑے تبدیل کرنے کے لیے ہی آئی تھی کہ تنی چلی آئی۔

"نہیں تو۔" اس نے تیزی سے خود کو سنبھالا تھا۔ سوچوں کے جال پل بھر میں ٹوٹ سے گئے۔

"میں نے سوچا شاید آتے ہی اپنے خوابوں والا چینل سیٹ کر کے سو گئی ہو۔" وہ اس کے پاس بیٹھی تھی۔ پھر اس کو دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"کیا بات ہے؟ ـــــ اتنی سنجیدہ اور رنجیدہ سی کیوں بیٹھی ہو؟"

"میں کیوں سنجیدہ اور رنجیدہ ہونے لگی۔" وہ مسکرائی تھی مگر تنی کو تسلی نہیں ہوئی تھی۔

"نوفل احمد جیسے شاندار بندے سے منگنی کروانے کے بعد تو تمہیں یوں چپ چاپ نہیں ہونا چاہیے۔"

"اور کیا بھنگڑا ڈال کر بتاؤں کہ میں خوش ہوں؟" وہ چڑ گئی تھی۔

"اس سے کم بھی نہیں کرنا چاہیے۔" تنی نے فوراً اس آئیڈیے کو اپروو کر دیا تھا۔

"میں انسان کے ظاہر پہ نہیں مرتی۔ ساری بات اخلاق و کردار کی ہوتی ہے۔ دیکھو، سانپ بھی بہت خوب صورت ہوتے ہیں مگر ان کے اندر کا زہر انسان کی جان لے لیتا ہے۔ کسی کے ظاہری خوب صورتی پہ دھیان مت دو۔" صبا نے سنجیدگی سے کہا تو اس کی ذاتی رو بھٹکی۔

"واقعی ـــــ۔ میں نے بھی زندگی سے یہی سیکھا ہے۔ انسان کے ظاہر پہ مت جاؤ۔ اصل شخصیت تو تہہ در تہہ پرتوں کے پیچھے چھپی ہوتی ہے۔"

ایک ہی پل میں اسے جیسے آندھیوں کا شور چھو کر گزر گیا تھا۔ مرکاشی کے ساتھ گزرے لمحے:

لگا
اس کی خوشبو۔ اس نے گہری سانس لے کر پلکیں جھپکائیں تو کتنے ہی آنسو اندر اتار لیے۔ بائیں، اس نے فوراً خود کو سنبھال لیا۔

"پھر بھی مجھے اپنے سید سے مشورے دیتی رہتی ہو۔" صبا نے مصنوعی خفگی سے اسے گھورا تھا۔

"اس سے ہاضمہ درست رہتا ہے۔" وہ اطمینان سے بولی تو صبا کو ہنسی آ گئی۔

"کیا کیا کر رہی ہو؟"

"اچھا رفع کرو سب باتوں کو۔ یہ بتاؤ کہ نوفل بھائی کیسے لگے تمہیں؟" تنی نے اشتیاق سے پوچھا۔ جواب بھرے انداز میں اسے دیکھنے لگی۔

"میں نے بھلا انہیں کب دیکھا ہے؟"

"جھوٹ مت بولو۔ پورے بیس منٹ تک وہ اسٹیج کے سامنے والی رو میں بیٹھے رہے اور تم نے انہیں دیکھا ہی نہیں؟" تنی کو یقین نہیں آیا تھا۔

"واہ میں کیوں جھوٹ بولوں گی۔" وہ زچ ہو گئی۔

"تو پھر تم بار بار سامنے کس کو دیکھ رہی تھیں؟" تنی کو حیرت ہوئی تھی۔

"سامنے ـــــ؟" صبا نے پل بھر کو سوچا۔ پھر آہستگی سے بولی۔ "سامنے والی رو میں تو ڈالے بیٹھی تھی۔"

"تو نری لڑکی! ساتھ ہی نوفل بھائی اور تمکین بیٹھی تھیں۔ تائی جان بھی تھیں۔" تنی نے گویا اپنا سر ہی پیٹ لیا تھا۔

"میں تو بس اسی کو دیکھتی رہی۔ وہ کتنی خوب صورت ہے تنی!" صبا نے سادگی سے کہا تو وہ دانت پیس کر بولی۔

"لعنت ہے تم پر۔ ایسی تعریف تمہیں اپنے منگیتر کی کرنی چاہیے تھی۔ پتہ نہیں بے چارے کتنے گھنٹے آئینے کے سامنے لگا کر آئے تھے۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے انہوں نے تقریباً کوئی ستر بار تمہیں دیکھا ہو گا اور تم اس ڈالے آفریدی کو دیکھ رہی تھیں۔"

"تمکین بتا رہی تھی کہ وہ نوفل کی بہت اچھی دوست ہے۔" اس نے سرسری انداز میں کہا تو تنی نے لمبی سی سانس بھرتے ہوئے جواب دیا۔

"ہاں ـــــ تعارف تو خاصا مشکوک سا تھا اس کا۔"

"تو پھر نوفل نے اس سے منگنی کیوں نہیں کی؟" صبا نے بے اختیار پوچھا تو تنی حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ ـــــ یعنی تم اتنی دیر سے یہ سوچ رہی تھیں؟"

"نہیں، یونہی میرے ذہن میں ایک خیال سا آ گیا تھا۔" وہ مکر گئی تھی۔

"ایسے بے ہودہ خیالات ذہن میں لانے کی ضرورت نہیں ہے ـــــ اگر نوفل بھائی کو وہ اس قدر پسند ہوتی تو وہ کبھی تمہارے لیے خود کہہ کر پرپوزل نہ بھجواتے۔" تنی نے اسے ٹوک دیا تھا

مگر وہ پھر بولی۔

"پھر بھی منی! وہ اتنی خوب صورت ہے۔ کوئی بھی اس کا دیوانہ ہو سکتا ہے۔"

"یہ دل کے معاملے ہیں صبا بی بی! یونہی کوئی کسی کا دیوانہ نہیں ہو جاتا۔ کوئی ادا ہوتی ہے جو چھو جاتی ہے۔ احساسات کو لطیف انداز میں چھیڑ جاتی ہے۔" منی نے کہا تھا۔ صبا نے آنکھیں بند کر لیں۔ دماغ سے جیسے ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔

یہ کیسا کرب کا وقت شروع ہونے لگا تھا۔ ابھی تو اس کی پلکوں سے کوئی سپنا بھی نہیں گرا... اس قدر دردناک انکشاف ہو گیا تھا۔

"میرے خیال میں تمہیں نیند آ رہی ہے۔ ویسے آ تو مجھے بھی رہی ہے۔ اتنی دیر جو ہو گئی۔ اچھے اچھے خواب دیکھو، میں بھی جا کے سونے لگی ہوں۔" منی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے بعد صبا نے آنکھیں کھول کر چھت پر نظر جما دی۔

ادیبہ نے یونہی تو اتنی بڑی بات نہیں کہہ دی ہو گی۔ کس قدر طنزیہ اور استہزائیہ انداز تھا۔ اس کا دل گھبرانے لگا تو اس نے بے اختیار خدا سے دعا مانگ ڈالی۔

"مجھے کسی آزمائش میں مت ڈالنا اللہ پاک!"

مگر دل تھا کہ ڈوبتا ہی چلا جا رہا تھا۔

●●●●●

میں دل پہ جبر کروں گا، تجھے بھلا دوں گا
مروں گا خود بھی، تجھے بھی کڑی سزا دوں گا
یہ تیرگی مرے ہی گھر کا کیوں مقدر ہو
میں تیرے شہر کے سارے دیے بجھا دوں گا

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اب تم نوفل کا پیچھا کیوں لے بیٹھی ہو؟ ایک آدھ ماہ میں اس کی شادی بھی ہو جانی ہے۔" زرینہ بیگم اس کے منہ سے نوفل کی تعریفیں سن سن کر عاجز آ گئی تھیں کر کہا تو وہ اطمینان سے بولی۔

"تو کیا ہوا۔ میری بھی تو ایک شادی ہو چکی ہے۔ جب وہ صبا کو طلاق دے دے گا تو لا... مجھ ہی سے شادی کرے گا۔"

"خدا نہ کرے۔" زرینہ بیگم دہل سی گئی تھیں۔

"اچھا آپ اپنی عقل استعمال کرنے کی کوشش مت کریں۔ جو میں نے کہا ہے آپ کو وہ... ہے۔" ادیبہ نے انہیں ٹوک دیا تو وہ عاجز آ گئیں۔

"کیوں ان کا گھر برباد کرنے پر تلی ہو بیٹی؟ جو ہو گیا سو ہو گیا۔ مٹی ڈالو اس قصے پر! اب تمہارا رشتہ ڈھونڈنے کو تیار ہیں۔"

"بس ——— میں اس بڑھیا کی چالاکی جانتی ہوں۔ اپنی اس جائیداد میں سے تو ایک

ازل... نہیں دینے والی۔ نوفل سے میری شادی ہو جاتی تو میں ساری زندگی عیش کرتی۔" وہ تیز آواز میں بولی تھی۔

"اچھی زندگی تو تم ابھی بھی گزار رہی ہو ادیبہ! اتنا اچھا گھر ہے۔ کھلا خرچ ملتا ہے۔ زندگی کی تمام آسائشات موجود ہیں۔" زرینہ بیگم نے اسے سمجھایا تو وہ تلخی سے بولی۔

"بہت ——— یہ دو کمروں کی انیکسی کو آپ گھر کہتی ہیں؟ گھر تو وہ ہے جس میں صبا بی بی آنے والی ہے۔ ہمیں تو ٹرخایا گیا ہے اور بس۔"

"یہ تو تمہارا ہی قصور ہے۔ بھائی جان نے تو ساتھ رہنے کو کہا تھا، تم نے ہی اکڑ دکھاتے ہوئے الگ ہی رہنے کی ضد کی تھی۔" زرینہ بیگم نے جتایا تو وہ ڈھٹائی سے بولی۔

"میں تب بچی تھی۔ وہ بیچارہ چھ دفعہ کہتیں تو میں مان جاتی۔ نوکروں کی طرح ہمیں انیکسی میں ... رکھا ہے۔"

"خیر نوکروں کی طرح تو نہیں۔ یہاں بھی ویسی ہی آرائش ہے جیسی کوٹھی کی ہے۔ کوئی چیز کمتر نہیں ہے۔" وہ صاف گوئی سے بولیں تو وہ تڑخ کر رہ گئی۔

"آپ کو تو عادت پڑ چکی ہے ہر بات میں ان لوگوں کی حمایت اور میری مخالفت کرنے کی۔"

"میں تو یونہی ایک بات کہہ رہی تھی۔" وہ جلدی سے بولیں۔ اس کے لب و لہجے کی تیزی سے وہ خائف ہو جاتی تھیں۔

"میں نے کتنی مرتبہ کہا ہے کہ اپنے دماغ پر زور مت دیا کریں۔ وہ کسی کام کا نہیں ہے۔ جو میں نے کہا ہے بس اسے یاد رکھیں۔" ادیبہ نے چڑ کر کہا تو وہ فکرمندی سے بولیں۔

"...ہو کہ اس بات سے ان کی رشتہ داری خراب ہو جائے، بات بگڑ ہی نہ جائے۔"

"آپ کی موٹی عقل میں یہ بات کبھی نہیں آئے گی کہ کیا تو میں چاہتی ہوں۔ میں دونوں تو ... ہونا چاہیے نا۔" وہ نفرت سے بھرے لہجے میں بولی تو انہوں نے کہا۔

"اور اگر کسی نے جا کر وہاں سے اصل بات پوچھ لی تو؟"

"تو پوچھ لیں۔ آپ نے خود نہیں سنا تھا، وہ عورت صبا کی پھپھو سے کہہ رہی تھی کہ انہوں نے اپنے بیٹے کے لیے صبا کا رشتہ کیوں نہیں لیا تو انہوں نے کہا تھا کہ بات تو چل رہی تھی مگر میرا بیٹا ... تھا۔" ادیبہ نے انہیں یاد دلایا تھا۔

اکثر شادی بیاہ کے موقع پر یا دیگر تقریبات میں عورتیں ایسی باتیں کرتی رہتی ہیں۔ ایسی ہی کوئی بات ادیبہ کے کانوں میں بھی پڑ گئی تھی۔ مریم پھپھو کی جیٹھانی نے عماد اور صبا کے رشتے کی بابت ...

"میری تو اپنی دلی خواہش تھی۔ پر یہ آج کل کے جو بچے ہیں نا، یہ والدین کو کچھ سمجھتے ہیں۔ میں نے صبا کا نام لیا تو کہنے لگا کہ اسے تو بالکل سگی بہنوں کی طرح سمجھتا ہوں۔ جس سے ہی بات ختم کر ... اور دوسرے یہ کہ میرے بات کرنے سے پہلے ہی نوفل کا رشتہ آ چکا تھا جو واقعی بہترین

بھی تھا۔ سو میں نے خواہ مخواہ تماشا لگانے کی کوشش نہیں کی۔ ویسے بھی آپا جہاں جس وضاحت سے بہت طریقے سے بات ختم کر رہی تھیں۔ مگر پیچھے بیٹھی اریبہ کے ہاتھ کو بانس کی چاپ لگ گیا تھا۔

"جب لڑکا ہی راضی نہیں تھا تو پھر کیا فرق پڑتا ہے اس سارے معاملے سے؟" زر نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھا تو وہ ماتھا پیٹ کر رہ گئی۔

"آپ کچھ مت کیجئے گا —— بس میری ہاں میں ہاں ملا دیجئے گا۔ اتنی ہی مہربانی آپ کی۔"

"میں تو کہتی ہوں اریبہ! چھوڑو اس سارے قصے کو۔ ایک عمر پڑی ہے، ہزاروں رشتے ملیں گے۔ پھر کیوں خود بھی جلتی ہو اور دوسروں کو بھی بے سکون کرنے پر تلی ہو؟" زرینہ بیگم نے پھر اسے سمجھانے کی کمزور سی کوشش کی تھی۔

"آپ کو میرا ساتھ نہیں دینا ہے تو نہ دیں۔ مگر میں ان لوگوں کو چین کا سانس نہیں لینے دوں گی۔ اگر نوفل میرا مقدر نہیں بنا تو میں اسے صبا کی قسمت بھی نہیں بننے دوں گی۔ میں بھی دیکھتی ہوں کہ نوفل بھی اپنے من کی مراد کیسے پاتا ہے۔"

وہ زہر خند لہجے میں بولی تو زرینہ بیگم اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

●●●●●

"دیارِ نور میں تیرہ شبوں کا ساتھی ہو
کوئی تو ہو جو میری وحشتوں کا ساتھی ہو
میں اس سے جھوٹ بھی بولوں تو مجھ سے سچ بولے
میرے مزاج کے سب موسموں کا ساتھی ہو
میں اس کے ہاتھ نہ آؤں وہ میرا ہو کے رہے
میں گر پڑوں تو میری پستیوں کا ساتھی ہو
کرے کلام جو مجھ سے تو میرے لہجے میں
میں چپ رہوں تو میرے تیوروں کا ساتھی ہو
وہ خواب دیکھے تو دیکھے میرے حوالے سے
میرے خیال کے سب منظروں کا ساتھی ہو"

وہ دم سادھے اس کی دل میں اترتی آواز سن رہی تھی۔ وہ ٹھہرا تو لگا لمحہ بھر کو ساری کائنات تھم گئی ہو۔

اس دلکش سی خاموشی کو توڑنا ژالے کو گناہ کے مترادف محسوس ہونے لگا۔ اس نے نوفل کو دیکھا۔ وہ یونہی کرسی کی پشت پر سر ٹکائے سامنے دیوار پر نظر جمائے اب بہت خاموش سا تھا۔ ہونٹوں پر آسودگی و طمانیت بھری ہلکی سی مسکراہٹ لئے وہ ژالے کو بہت اچھا لگا تھا۔

"ایسا بولو نا نوفل ——!" گہری سانس لے کر وہ آگے جھکی اور کہنیاں وسیع ٹیبل کی گلاس ٹاپ پر ٹکا دیں۔

"کیسی؟" اس نے اپنی خوشنما آنکھوں کو خفیف سی جنبش دیتے ہوئے استعجاب سے پوچھا تو وہ بے نیازی سے بولی۔

"دنیا کا کوئی بھی انسان اس قدر مکمل نہیں ہوتا جتنا تم چاہ رہے ہو۔"

"مگر وہ تو ہے نا۔" اس کے لبوں کی تراش میں نرم سی مسکراہٹ ٹھہر گئی تھی۔

"یعنی خوب صورتی اور معصومیت کو اگر مجسم کیا جائے تو یقیناً اس کا نام صبا میری ہوگا۔" ژالے نے دل کھول کر اس کی تعریف کی تھی۔ نوفل کا دل تفاخر سے بھرنے لگا۔

"اب تو تمہیں پتہ چل گیا ہوگا کہ اس میں ایسا کیا ہے جو تم میں اور شیری میں نہیں۔"

"تم بہت تیز جا رہے ہو نوفل!" ژالے نے نہ چاہتے ہوئے بھی اسے ٹوک دیا تھا۔

"یہ کمپیوٹرائز ایج ہے۔ آئی ٹی کا دور ہے۔ محبت بھی یونہی اچھی لگتی ہے۔" وہ شرارت سے ہنسا تھا مگر وہ ہنس نہیں پائی۔

"بہت غلط کہتے ہو تم نوفل! تم سے اچھا تو تم لوگوں کا ایک رائٹر ممتاز مفتی ہے کہ جو محبت میں کہتا ہے۔" اس نے ایک پل کو رک کر جیسے الفاظ جمع کئے تھے۔ پھر خواب ناک لہجے میں بولی۔ "وہ کہتا ہے محبت بھاگ دوڑ نہیں ہوتی۔ طوفان نہیں ہوتی۔ سکون ہوتی ہے۔ دریا نہیں ہوتی، جھیل ہوتی ہے۔ بجلی نہیں ہوتی، پھوار ہوتی ہے۔ آگ نہیں ہوتی، اجالا ہوتی ہے۔ اب میں تمہیں کیا بتاؤں کہ کیا ہے۔ یہ بتانے کی نہیں، جینے کی چیز ہے۔ سمجھنے کی نہیں، جاننے کی چیز ہے۔" اس نے رک کر اس کی طرف دیکھا اور کہا۔ "اور تم اس سے بہتر محبت کی تعریف نہیں کر سکتے۔ اس نے تو دنیا بھر کی لطافت اور خوب صورتی بھر دی ہے محبت کی تعریف میں۔"

"ہاؤ ڈیئر فیلو! مانا کہ رائٹر کے الفاظ بہت خوب صورت اور محبت کی یہ تعریف بہت متاثر کن ہے مگر محبت ہر کسی پر ایک ہی طریقے اور واردات سے وارد نہیں ہوتی۔ کسی کے دل میں دستک دے کر داخل ہوتی ہے تو کسی کے دل میں یونہی دندناتی ہوئی۔ اور میرے دل میں بھی یہ دندناتے ہوئے تند و تیز ہوا کی مانند داخل ہوئی ہے نہ کہ جھیل کے ٹھہرے ہوئے پرسکوت پانی کی طرح۔ تو اسے ٹھہراؤ کیسے دے سکتا ہوں؟ میں تو خود اس کے رحم و کرم پر ہوں۔ لگتا مجھے بہا لے جانا ہے۔"

نوفل نے پوری طرح سے اپنا دفاع کرنے کی کوشش کی تھی مگر وہ اس سے متاثر ہوئے بغیر آہستہ سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اور یہی ٹھیک نہیں ہے نوفل! خود کی باگیں کبھی کسی کے بھی ہاتھ میں نہیں دینی چاہئیں۔ چاہے وہ اپنے جذبات کے ہاتھ ہی کیوں نہ ہوں۔ خود پر کسی کو حاکم رکھنے کا مطلب ہے اپنے آپ کو کھو دینا۔ مجھے ہی دیکھ لو یہی غلطی مجھ سے بھی ہوئی تھی اور آج تک اس کی سزا بھگت

رہی ہوں۔ اگر میں شوکت خان کی پہلی بے رخی پر ہی خود کو سمیٹ لیتی تو آج یوں اس کے لیے نہ رو رہی ہوتی۔ یہ میری سزا ہے۔ کیونکہ میں نے خود کو جذبات کے دھارے پر چھوڑ دیا۔

"مگر کبھی کبھی تو ویسی بے احتیاطی اچھی لگتی ہے ژالے!" نوفل نے کہا تو وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"احتیاط اچھی چیز ہوتی ہے۔ ہر وقت خود میں حقیقت کا سامنا کرنے کی طاقت رکھو۔"

"ظالم لڑکی! پہلی ہی ملاقات پر مجھے وسوسوں کا شکار مت کرو۔" وہ کراہا تھا۔

ژالے نے تاسف سے کہا۔

"تمہارا بھی قصور نہیں۔ یہ شدت پسندی تمہاری فطرت میں بسی ہے۔"

"نہیں ــــ میں شدت پسند نہیں ہوں۔ آئی ایم اے نارمل پرسن۔" وہ فی الفور بولا۔

"ایک اور جگہ پر ممتاز مفتی لکھتا ہے۔ "سیانے کہتے ہیں کہ اگر تم اپنی کمزوریوں کو پیار دل سے مان لو تو ان کی شدت کم ہو جاتی ہے۔ وہ مدھم پڑ جاتی ہیں۔ اگر ہٹ دھرمی تو جھگڑا ہے۔ ان کی شدت بڑھ جاتی ہے۔" وہ بہت سکون سے بولی تھی۔

نوفل نے متاثر ہونے والے انداز میں سر ہلایا تھا۔

"لگ رہا ہے کہ اب تم اردو ادب کو گھول کر پی رہی ہو۔ یہ اسٹائل بہت اچھا لگتا ہے۔" اس کے پہلو تہی کرنے والے انداز پر وہ ہنسی کے دوران بولی۔

"بہرحال ــــ ہمارے نظریات اور خیالات آپس میں ملتے ہوں یا نہیں، صبا کے بارے میں میری بھی وہی رائے ہے جو تمہاری ہے۔ واقعی وہ ایسی لڑکی ہے کہ اس سے محبت ہو سکتی ہے۔ تمہاری دیوانگی سمجھ میں آتی ہے۔"

وہ اس کی گفتگو کے دوران مسکراتا رہا تھا۔ ژالے نے تنبیہی انداز میں کہا۔

"لیکن تمہیں ایک بار غیر جانبداری سے اپنا تجزیہ ضرور کرنا چاہیے نوفل! تم مانو یا نہ مانو تم شدت پسند ہو۔ یہ نہ ہو کہ کل کو صبا سے بات کرنے والا کوئی بھی تمہیں اچھا نہ لگے۔"

"کم آن ژالے!" وہ ہاتھ ہلا کر بے پروائی سے بولا تھا۔ "اتنا بے وقوف نہیں ہوں۔"

"ہاں، لگتے تو نہیں ہو۔" اس نے ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی تھی۔ نوفل نے اسے خفیف سا گھور کر دیکھا اور پھر شرم دلانے والے انداز میں بولا۔

"شرم کرو ژالے آفریدی! پچھلے ایک گھنٹے سے میں یہاں بیٹھا ہوں اور تم نے کولڈ ڈرنک کے علاوہ سوکھے منہ کچھ نہیں پوچھا۔ اوپر سے طنز بھی کر رہی ہو۔"

"میں تمہیں کچھ بھی نہیں پوچھ رہی۔ کیونکہ ابھی تم مجھے گھر ڈراپ کرو گے اور ایک اچھے سے ریسٹورنٹ میں ڈنر کراؤ گے۔" کلائی پر بندھی خوب صورت سی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے اس نے اطمینان سے اپنا پروگرام بتایا تو وہ بولا۔

"ذرا سوچو ژالے! اگر وہ خانزادہ تمہیں یوں میرے ساتھ ہوٹلنگ کرتے دیکھ لے تو...

...گی؟"

"محبت میں دلوں کو فراخ کرنا پڑتا ہے، محبوب کی خطاؤں، کمیوں اور غلطیوں کو در گزر کرنے کے لئے۔ ... تو محبت کر سکتے ہیں اور نہ ہی کسی کو در گزر کر سکتے ہیں۔" وہ بڑی خوب صورتی سے لطیف سا ... کر گئی تھی۔ نوفل ہنستا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"بہرحال میں یہ طعنہ برداشت نہیں کر سکتا۔ اب بتاؤ، پاکستانی فوڈ چلے گا یا چائنیز یا کانٹی نینٹل؟"

وہ بھی ... سمیٹ کر بیگ اور سن گلاسز سنبھالتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"چائنیز اور کانٹی نینٹل تو ایک عمر تک کھایا ہے۔ اب تو صرف پاکستانی۔"

"صرف ایک احتیاط کر لینا۔ تم ضرور جگالی کر لینا۔ ورنہ تمہیں ژالے سے زلزلہ بنتے دیر نہیں لگے گی۔" نوفل نے اس کے لئے دروازہ کھولتے ہوئے کہا تو وہ بے ساختہ قہقہہ لگا کر رہ گئی۔

اس کے بعد ژالے کو ڈراپ کر کے جب گھر لوٹا تو وہ بہت اچھے موڈ میں تھا۔ گاڑی لاک کر کے ... سامنے پا کر رک گیا۔ وہ شاید انیکسی کی طرف جا رہی تھی۔

"تم اتنی دیر سے آ رہے ہو؟" وہ حیران تھی۔ دس بج رہے تھے۔ اس سے پہلے زیادہ سے زیادہ سات بجے تک آفس سے لوٹ آتا تھا۔ اگر کوئی میٹنگ ہوتی تو کال کر دیتا تھا۔ تب وہ نو بجے گیارہ بجے تک لوٹتا تھا۔ مگر ابھی نگین بھی پریشان ہو رہی تھی کہ نوفل نے فون نہیں کیا اور نہ ہی موبائل کا کوئی [illegible] تھا۔

"بس یار! ژالے کے ساتھ کافی ٹائم نکل گیا۔ پتہ ہی نہیں چلا۔ ابھی اسے ڈراپ کر کے سیدھا آ رہا ہوں۔"

وہ گھر والوں کی پریشانی کے خیال سے اندر کی طرف بڑھا تو وہ بھی اس کے ساتھ چل دی۔

... کی جھڑپ کے بعد سے ان دونوں میں اس موضوع پر مزید کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ ... پہلے ہی کی طرح دوستانہ انداز میں لوٹ آئی تھی۔ البتہ نوفل نے خود کو بدلا ضرور کر لیا تھا۔ بظاہر ... کے ساتھ پہلے جیسا رابطہ ہی رکھے ہوئے تھا مگر اس کے جذبات و احساسات کے رخ کا ... جانے پر اب وہ کوئی اور رسک لینے پر تیار نہیں تھا۔

"... تم اپنا موبائل تو آن رکھا کرو۔ گھر والوں کو تو پریشانی نہ اٹھانا پڑے۔" وہ کہہ رہی تھی۔

... نے جواب دیا۔

"... مجھے موبائل آف رہ گیا۔ میں نے بھی دھیان نہیں دیا۔"

"... پریشان ہو جاتی ہیں۔" نگین نے اسے دیکھتے ہی شکایتی انداز میں کہا تو وہ ... صالحہ بیگم کے کمرے میں چلا آیا۔ وہ عینک لگائے منگنی کی تصویریں ... مصروف تھیں۔

"... اچھا طریقہ ہے پریشانی دور کرنے کا۔" اس نے نگین کا مذاق اڑایا تھا۔

"... ہے نوفل! پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا۔" صالحہ بیگم نے اسے سرزنش کی تو اس نے

کان پکڑ لئے۔

"پہلے اس کی گرل فرینڈ جو تھیں تھی معافی جان! اب یہ بگڑ رہا ہے۔" اریبہ نے بشاشت سے کہا تو نوفل نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"اسی لئے تو ہم ان کو سنوارنے والی کا بندوبست کر رہے ہیں۔" تمکین نے اطمینان سے کہتے ہوئے ایک تصویر اٹھا کر نوفل کی طرف بڑھائی تھی۔

صبا کا خوب صورت سا کلوز اپ تھا۔ ہونٹوں پر شرمگیں سی مسکراہٹ لئے نظریں جھکائے پلکوں کی جھالر گرائے وہ بہت دلربا لگ رہی تھی۔

"کیا خیال ہے بھر بھائی ——؟" تمکین شرارت سے کھنکاری تو وہ گڑبڑا سا گیا۔ پھر مسکراہٹ چھپاتے ہوئے تصویریں دیکھنے لگیں۔

نوفل نے تمکین کو گھورتے ہوئے تصویر واپس رکھی تھی۔

"سارا بیوٹیشن کا کمال ہے۔"

"ارے واہ —— کتنے آرام سے سارا کریڈٹ بیوٹیشن کو دے دیا۔ حالانکہ یہ سارا قدرتی کمال ہے۔" تمکین نے تنک کر کہا تو وہ بستر پر بیٹھتے ہوئے تصویریں اٹھا کر دیکھتے ہوئے بولا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ قدرتی حسن ہے۔ یعنی یہ ڈینٹنگ پینٹنگ اوپر سے ہو کر آئی ہے؟"

"بہت غلط بات ہے نوفل! واقعی اتنی اچھی تصویریں آئی ہیں صبا کی۔ اب تم تعریف سے کام لو تو اور بات ہے۔" اریبہ نے بہت سنبھل کر کہتے ہوئے تمکین کی حمایت کی تو حیرت کے ساتھ خوشی بھی ہوئی کہ اریبہ نے وقتی جذباتیت کے بعد خود کو سنبھال لیا تھا۔

"چلو بھئی، تم لوگ کہتی ہو تو مان لیتا ہوں۔" ان کا دل رکھنے والے انداز میں کہا تو مان کر اس کے ہاتھ سے تصویریں چھین لیں۔

"پہلے تو صبا کے گن گاتے پھر رہے تھے۔ اب جب اتنی آسانی سے وہ مل رہی ہے تو نخرے نہیں مل رہے۔" تمکین کی خفگی نے اسے بہت لطف دیا تھا۔

"میں تو اس لئے کہہ رہا تھا کہ تمہارے جانے کے بعد یہاں ایک عدد ماسی کی ضرورت پڑ جاتی۔ اس لئے صبا کا نام لے کر تمہاری پرابلم حل کر دی۔"

"ابھی میں صبا کو بتا دوں تو آپ کے مزاج ٹھکانے پر آ جائیں۔" تمکین تو جی بھر کر خفا۔

"اچھا! ان میں سے عماد کون ہے؟" اریبہ نے ایک گروپ فوٹو اس کی طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ان میں نہیں ہے۔" تمکین نے تصویر پر نظر دوڑاتے ہوئے کہا اور پھر ایک اور تصویر اس کی طرف بڑھا دی جس میں صبا کے ایک طرف معید اور دوسری طرف عماد بیٹھا تھا۔

"یہ ہیں عماد بھائی۔" اس نے انگلی رکھ کر بتایا تھا۔

"اچھا یہ ہیں ——" وہ عجیب سے انداز میں کہتی تصویر کو بغور دیکھنے لگی۔ نوفل نے اسے حیرت سے دیکھا تھا۔

"تم کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"یونہی۔ دراصل اس کا وہاں ذکر ہی اتنا ہو رہا تھا۔" وہ سنجیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے بولی تو نوفل کی آنکھوں میں استعجاب اتر آیا۔

"آپ کو نہیں پتہ بھابی! ان سے تو شیطان بھی پناہ مانگتا ہے۔ سوائے معید بھائی کے سارا گھر ہی شیطانوں کا ٹولہ ہے۔ اس قدر شوخ و شریر ہیں سب۔" تمکین نے ہنستے ہوئے عماد کی وجہ بتائی تھی۔ مگر نوفل کو اریبہ کا انداز اور اس کی سنجیدگی کھٹک رہی تھی۔ اس نے نوفل کو اس انداز دیکھا تو جیسے وہ کچھ کہتے یا نہ کہنے کی کشمکش میں مبتلا ہو۔ پھر وہ بے تکلف اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"میں اب چلتی ہوں۔"

"صبح تیار رہنا، شاپنگ کے لئے۔" تمکین نے تصویریں لگانے کے لئے بڑی سی والٹ کے کور البم نکالتے ہوئے اسے یاد دہانی کرائی تو اریبہ سر ہلا کر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"میں ذرا کپڑے چینج کر آؤں۔" نوفل بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"جلدی آئیے گا۔ مل کر البم سیٹ کریں گے۔" تمکین نے آواز لگائی تھی۔

اریبہ کو اس نے کوریڈور میں روک لیا۔

"کیا بات ہے؟" وہ حیران ہوئی تھی۔ مگر دل تو بلیوں اچھلا تھا یہ دیکھ کر کہ اس کا پھینکا ہوا چارہ کام آیا ہے۔

"کیا کہنے لگی تھیں تم؟" نوفل نے کھوجتی نظروں سے اسے دیکھا تو وہ مکر گئی۔

"میں بھلا کیا کہنے لگی تھی۔ کچھ بھی نہیں۔" اس نے اچکا کر کہا تو اب کی بار وہ اپنے لفظوں پر زور دیتے ہوئے بولا۔

"ابھی جو تم کہتے کہتے رک گئی تھیں۔ اتنا تو تمہیں جانتا ہی ہوں میں۔"

"مگر کیا وہ سب تم سے کبھی بھی نہیں کہوں گی نوفل!" اس نے نظریں جھکا کر آہستگی سے کہا تھا۔

"مگر کیوں اریبہ؟ ایسی کیا بات ہے جو تم مجھ سے نہیں کہہ سکتیں؟" وہ حیران ہوا تھا۔

"کیونکہ شاید اب میں تمہارے لئے اتنی قابل اعتبار نہیں رہی جتنی کہ پہلے تھی۔" اس نے کہا تو اس نے جیسے اس کی بے وقوفی پر اسے ڈانٹ دیا۔

"اوشٹ اپ اریبہ! —— ہم دونوں اب بھی بہت اچھے دوست ہیں اور آئندہ زندگی میں بھی رہیں گے۔ بولو کیا بات ہے؟"

اس نے ہچکچاتے ہوئے آغاز کیا تھا۔

"اصل بات تو مجھے معلوم نہیں مگر وہاں صبا کی پھپھو کہہ رہی تھیں کہ انہوں نے صبا کا رشتہ اپنے عماد کے لئے مانگ رکھا تھا اور یہ کہ صبا تم سے شادی کرنے پر کسی صورت بھی راضی نہیں تھی۔"

اس قدر غیر متوقع انکشاف نوفل کے سر پر پہاڑ بن کر ٹوٹا تھا۔ لگا جیسے زمین کھسکتی ہوئی ہو۔ اس نے بے یقینی سے ادینہ کی طرف دیکھا جو اپنے چہرے پر بڑی کامیابی سے ملال کا لبادہ اوڑھے بہت ہمدردانہ انداز میں کہہ رہی تھی۔

"میرا تمہیں بتانے کو دل تو نہیں چاہ رہا تھا۔ مجھے پتہ ہے کہ تم خود سے متعلق ہر بات میں کس قدر جذباتی ہو۔ مگر یہ معاملہ ہی ایسا تھا کہ میں تمہیں بے خبر ہوتے نہیں دیکھ سکتی نوفل۔ کبھی ہم اچھے دوست تو تھے نا۔" اس نے اپنے لہجے میں رقت پیدا کرنے کی بڑی کاوش کی تھی۔ ادھر وہ دھماکوں کی زد میں تھا۔ دل و دماغ یقین و بے یقینی کے ہنڈولوں میں تھے۔

"اگر وہ راضی نہیں تھی تو پھر یہ رشتہ کیسے ہو گیا؟"

"یہ سب انس کی وجہ سے ہوا ہے۔ تمکین نے انس سے کہا اور اس نے گھر والوں کو تمہارا پرپوزل منظور کرا لیا۔" وہ بڑی ہوشیاری سے اپنے ایک ایک پیادے کو آگے لا رہی تھی۔ بے حد مدبرانہ لہجے میں بولی۔

"لیکن یہ سب پتہ چلنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم کوئی انتہائی قدم اٹھا لو۔ میں تو یہ سب تمہارے علم میں لانا چاہتی تھی تا کہ کل کو کسی اور کے منہ سے یہ سب سن کر تمہیں شاک نہ لگے۔ میں تو خود بے یقینی اور تاسف کی زد میں ہوں۔"

اس کی گفتگو کے دوران نوفل کا چہرہ لحظہ بہ لحظہ سرخ ہوتا جا رہا تھا۔ اس کے بھنچے ہونٹ اس کے ضبط و برداشت کی گواہی دے رہے تھے۔ وہ تیزی سے پلٹا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا کمرے کی طرف جانے والی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

ادینہ نے دونوں ہاتھ جھاڑے تھے۔

"میرا کام تو ہو گیا۔ اب میں دیکھتی ہوں نوفل احمد! کہ تم خوشیوں کی برسات میں کیسے نہاتے ہو۔" ہونٹوں پر شاطرانہ مسکراہٹ لئے وہ گنگناتے ہوئے دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔

●●●●●

"السلام علیکم۔" بہت بے تکلفانہ اور پرجوش سے انداز پر کاؤنٹر پر پے منٹ کرتا عماد چونکا تھا۔

اس خوش لباس اور جاذب نظر لڑکی کو پہچاننے میں اسے کوئی مشکل پیش نہیں آئی تھی۔ وہ ادینہ تھی۔ نوفل اور تمکین کی کزن۔

اپنی حیرت کو چھپاتے ہوئے اس کے سلام کا خوش دلی سے جواب دیتا وہ کافی متحیر تھا۔

"کیسی ہیں آپ؟" والٹ کو پینٹ کی جیب میں رکھتے ہوئے وہ پوری طرح اس کی طرف متوجہ تھا۔

"اللہ کا شکر ہے۔ آپ سنائیں۔"

وہ جس بے تکلفی کا مظاہرہ کر رہی تھی وہ عماد کے لئے باعث استعجاب تھا۔ حالانکہ وہ جس ماحول سے گزر کر آیا تھا وہاں لڑکے لڑکی کی دوستی کو بہت عام انداز میں لیا جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کے حلقہ احباب میں لڑکیوں کی تعداد کافی زیادہ تھی۔ مگر یہاں وہ صبا اور انس کے ناتے قدرے محتاط ہوا تھا۔

"میں بھی شکر ہے خدا کا۔ آپ اکیلی ہیں کیا؟"

اپنی الجھن کو اندر دبائے ہوئے عماد نے ادھر ادھر نظر دوڑا کر کسی شناسا چہرے کو ڈھونڈنے کی کوشش کی۔

"بالکل۔ تمکین کو کہا تھا ساتھ آنے کو مگر اس کے لئے تو اس گرمی میں باہر نکلنا ایک امتحان ہوتا ہے۔ ویسے بھی وہ ان دنوں سکن ٹریٹمنٹ کروا رہی ہے اور چونکہ بہت ضروری شاپنگ تھی اس لئے مجھے اکیلے آنا پڑا۔" اس نے بے تکلفی سے بتایا تو وہ مسکرا دیا۔

"چلیں، اسی بہانے آپ سے ملاقات ہو گئی۔"

"آپ تو منگنی والے روز کے بعد سے کہیں دکھائی ہی نہیں دیے۔ اس روز دعوت میں بھی نہیں آئے۔" اس نے تو جیسے سارا حساب رکھا ہوا تھا۔ فرصت میں کھڑی بے تکلفی سے بولتی وہ عماد کو کوئی پرانی شناسا لگ رہی تھی۔

اس کے پراعتماد انداز کو عماد نے توصیفی انداز میں دیکھا تھا۔

"دراصل میں اس روز آؤٹ آف سٹی تھا۔ بس اسی لئے آ نہیں پایا اور دوبارہ دکھائی نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ ابھی زیادہ آنے جانے والی رشتہ داری نہیں ہے۔ جب انس اور صبا کی شادی ہو جائے گی تب تو ضرور آنا جانا رہے گا۔" عماد نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو وہ بالوں کی لٹ کان کے پیچھے اڑستے ہوئے بڑے انداز سے بولی۔

"اگر آپ اب بھی آئیں گے تو ہم آپ کو گیٹ سے نہیں لوٹائیں گے۔"

"ٹھیک ہے پھر۔ اب تو سوچنا ہی پڑے گا۔" وہ ہنس دیا تھا۔ وہ تو یوں بھی خوش مزاج سا بندہ تھا۔ ادینہ کی بے تکلفی اور خوش گفتاری نے موڈ پر اچھا اثر ڈالا تھا۔

"صرف سوچنے کا مت، عمل بھی کیجئے گا۔" وہ برجستہ بولی تھی۔

عماد مسکرا دیا۔

"اوکے — اچھا لگا آپ سے مل کے۔ اب میں چلتی ہوں۔" اس نے اجازت چاہی تو وہ پوچھنے لگا۔

"گاڑی میں آئی ہیں کیا؟"

"نہیں، ٹیکسی میں آئی تھی۔" ادینہ نے بتایا تھا۔ قدرے توقف کے بعد وہ بولا۔

"اگر آپ مائنڈ نہیں کریں تو میں آپ کو گھر ڈراپ کر دوں؟"

"ارے نہیں ـــــ آپ کہاں اتنی زحمت کریں گے۔" اس نے شاپنگ بیگز دوسرے ہاتھ میں منتقل کرتے ہوئے تکلف کا اظہار بھی کر دیا اور نرمی سے اسے منع بھی کر

"کمال ہے۔ اس میں زحمت کی کیا بات ہے؟ بلکہ مجھے تو بہت خوشی ہو گی اگر آپ قبول کریں گی۔" عماد نے مسکرا کر کہتے ہوئے شاپنگ بیگز لینے کو ہاتھ بڑھایا تو اریبہ دباتے ہوئے دونوں شاپنگ بیگز اسے تھما دیے۔

"اُف، کس قدر گرمی ہے نا۔" گاڑی میں بیٹھتے ہی اریبہ نے تبصرہ کیا تو عماد نے اے کے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

"واقعی، اس بار تو ریکارڈ گرمی پڑ رہی ہے۔" وہ بولا تھا۔

"شکر ہے کہ شادی کی تاریخ اگست کی رکھی گئی ہے۔ کم از کم بارشوں کی وجہ سے موسم تبدیل ہو جائے گی۔" اریبہ نے مسکرا کر کہا تھا۔

"جی نہیں، گرمی سے زیادہ بارشوں کا موسم مشکل ہوتا ہے۔ حبس اور گھٹن لیے ہوئے۔" اپنی رائے دی تھی۔

"آپ گاڑی میں پینے کے لیے پانی نہیں رکھتے؟" وہ اسکرین کے پار سے آئس کریم پارلر کا سائن دیکھتے ہی وہ عماد کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"نہیں، سوری! کیا آپ کو پیاس لگی ہے؟" وہ معذرت خواہانہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"لگی تو ہے ـــــ مگر خیر اب کیا ہو سکتا ہے۔ گھر نزدیک ہی ہے۔ گھر جا کے پی لوں گی" بے پروائی سے بولی تو اس کی توقع کے عین مطابق آئس کریم پارلر کے سامنے عماد کا پاؤں بریک پر پڑا تھا۔

"گھر جا کے تو کھانا پانی ہی لیں گی۔ پہلے مجھے تو میزبانی کا موقع دیجیے۔" وہ انجن بند کرتے ہوئے مسکرایا تھا۔ "آئیں، آپ کو بہت اچھی سی آئس کریم کھلاتا ہوں۔"

اس کا انداز بہت سادہ اور اچھی میزبانی کے اصول پورے کرنے والا تھا۔ اریبہ کے ذہن میں جو وہ قیامت تک نہیں سوچ سکتا تھا۔

گاڑی سے نکلتے ہی جولائی کی کڑکتی دھوپ اور شدید گرمی نے ان پر حملہ کیا تھا۔ عماد کے ساتھ میں وہ اندر چلی آئی۔

"آپ کے خلوص کی تو میں معترف ہو ہی رہی تھی مگر آپ کی میزبانی بھی مجھے ہمیشہ یاد رہے گی۔" کولڈ ڈرنک کے بعد اپنی پسندیدہ مکسڈ فلیور آئس کریم سے لطف اندوز ہوتے ہوئے بڑی ہوشیاری سے اپنی چال کا آغاز کر دیا تھا۔

"شکریہ تو مجھے آپ کا ادا کرنا چاہیے کہ آپ نے میری میزبانی قبول کر لی۔" عماد نے کہا۔

"آپ اس قدر بے اعتبار شخصیت تو نہیں ہیں میرے لیے۔" اس نے اپنی بھنوؤں کو جنبش میں حرکت دیتے ہوئے مسکرا کر کہا تو عماد اس کے اعتماد کا معترف ہونے لگا۔

بل

آئس کریم کپ میں چمچہ گھماتے ہوئے اریبہ نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ عماد کو دیکھا اور راست سے بولی۔

"کیا ہم کچھ زیادہ ہی تکلف میں نہیں پڑ رہے؟"

"اگر آپ اس تکلف کو ختم کرنا چاہتی ہیں تو ایک آئس کریم اور ہو جائے؟" عماد نے بھی اسی انداز میں آفر کی تھی۔

"اوہ شیور۔ وائے ناٹ۔" اریبہ نے ذرہ بھر بھی تامل کیے بغیر کہا تو وہ مسکرا دیا تھا۔ اریبہ کا کھیل احتیاط اور کامیابی کے ساتھ شروع ہو چکا تھا۔

●●●●●

خواب ٹوٹ جاتے ہیں
بھیڑ میں زمانے کی
ہاتھ چھوٹ جاتے ہیں
دوست اور رشتوں میں سلوٹیں سی پڑتی ہیں
اک ذرا سی رنجش سے
شک کی زرد ٹہنی پر پھول بدگمانی کے
اس طرح سے کھلتے ہیں
زندگی سے پیارے بھی
اجنبی سے لگتے ہیں

صبا وہ پہلی لڑکی تھی جو جانے کیوں پہلی ہی نگاہ میں اس کی توجہ سمیٹ کر لے گئی تھی۔ جسے اس کے دل نے بے اختیار سراہا تھا اور اس کی سادگی اور معصومیت کی گواہی دی تھی۔

اسے اپنی نگاہ کی پرکھ پر بہت اعتماد تھا۔ اعتبار تھا۔

اس کے خیال میں صبا سے بہترین لڑکی شاید ہی اسے مل سکتی تھی۔

اور اب جب کہ اس کے ساتھ ایک بہت نازک سا خیالات و احساسات کا رشتہ جڑ چکا تھا تو اسے سوچنا اور خوابوں میں اس کے سنگ دور تک نکل جانا بہت اچھا لگنے لگا تھا۔ فطری طور پر وہ اس سے محبت کی حد تک بہت جذباتی ہو چکا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اریبہ کے انکشاف نے اسے شاک میں مبتلا کر دیا تھا۔

تمام رات وہ بے حد مضطرب رہا تھا۔

فیصلہ کرنا آسان کام تو نہیں تھا۔ بہت احتیاط کے ساتھ حل کیے جانے والا مسئلہ تھا۔ اسے دل کی اتنی تو سمجھ آ گئی تھی، سب سے پہلے تحقیق کا مسئلہ تھا۔ ذرا سی جلد بازی اس کی زندگی برباد کر سکتی تھی۔

دل و دماغ شدید بے چینی اور اضطراب کی زد میں تھے۔ اریبہ کی باتیں اس کے ذہن سے چپک کر رہ گئی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ اگلے روز اس نے سیدھے سجاد تحسین سے بات کر لی تھی۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟" اسے حیرت نے گھیرا تھا۔

"جس نے بھی کیا ہو۔ تم صرف یہ معلوم کرو کہ صبا کی اس رشتے میں مرضی شامل تھی یا کیا گیا ہے؟" وہ بے حد سنجیدہ تھا۔ نگین خوفزدہ سی ہو گئی۔

"وہ بہت خوش تھی اس روز۔ وہ لوگ اتنے بیک ورڈ تو نہیں کہ صبا سے پوچھے بغیر ہاں کر

"جی، پلیز! میں جو کہہ رہا ہوں وہ کرو۔" وہ بہت ضبط سے کہہ رہا تھا۔

"آپ سے کہا کس نے ہے؟" نگین کو پریشانی نے گھیر لیا تھا۔ بھائی کی قطعی پسند نہ سے بھی نہیں تھی۔ وہ اپنی چیز کو صرف اپنی ہی ملکیت میں دیکھنا پسند کرتا تھا۔

"وہ پیا فنکشن والے روز کوئی بات کر رہا تھا۔" نوفل کا انداز سراسر ٹالنے والا تھا۔

"دیکھو! اس سب۔ جھوٹی گپ ہے۔ ایسے موقعوں پر عورتیں یونہی ادھر ادھر کے رشتوں جوڑ میں لگی رہتی ہیں۔ ورنہ مریم پھپھو نے رشتہ مانگا ہوتا تو وہ لوگ کیوں انکار کرتے؟"

نگین کی دلیل کافی مضبوط تھی۔ مگر وہ کسی بھی قسم کا شبہ نہیں رکھنا چاہتا تھا۔

"پھر بھی تم ایک مرتبہ کنفرم کر لو۔" اس نے اٹل انداز میں کہا تو وہ روہانسی ہونے لگی۔

"ابھی لڑکوں کی ... میں ان لوگوں سے اب ایسی بات پوچھتے ہوئے۔ عجیب لگتی ہے بے انتہا بھی۔" اس کی پریشانی اور آنکھوں کی نمی نوفل کو متاسف کر گئی۔

"او کے اسٹوپڈ! میں تو یونہی پوچھنے کو کہہ رہا تھا۔" فوراً اسے بازو کے گھیرے میں لے کر سے کہا۔

"دیکھو لڑکیوں کے ساتھ ایسے معاملات میں زبردستی کرنا کہاں کا انصاف ہے؟ اس لئے خیال آیا کہ صبا کی مرضی بھی پوچھ لینی چاہئے تھی۔" وہ اسے بہلا رہا تھا۔

"ان لوگوں نے ضرور پوچھا ہو گا۔ ورنہ کبھی وہ یہ رشتہ قبول نہ کرتے۔" نگین نے تیقن سے اس نے مسکرا کر سر ہلا دیا۔

اور نوفل نے چاہے نگین کو کتنا بھی مطمئن کرنے کی کوشش کیوں نہ کی ہو، اس کی تسلی نہیں ہوئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ رات انس نے فون کیا تو چند ایک باتوں کے بعد بہت سرسری انداز میں نے یہ بات بھی چھیڑ دی۔

"ہاں، مریم پھپھو کی خواہش تو تھی مگر انہوں نے پراپر وے میں پروپوزل نہیں دیا تھا۔ مگر تم کس نے بتایا؟" وہ عام سے انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"جس نے بھی بتایا ہو، آپ نے تو نہیں بتایا نا۔" نگین کے جتانے والے انداز پر وہ بھی پھر کہنے لگا۔

"سچ پوچھو مجھے خود بھی عماد کے مقابلے میں نوفل کا پلڑا بھاری لگتا تھا۔ عماد بہت لاابالی سا ہے جس کے لئے زندگی صرف کھاؤ، کھیلو اور انجوائے کرو کا نام ہے۔ جب کہ صبا کی سنجیدہ طبیعت کے لئے نوفل جیسا میچور مائنڈڈ پرسن ہی ہونا چاہئے تھا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خدانخواستہ کوئی برائی ہے۔ وہ مجھے بالکل اپنے سگے بھائیوں کی طرح عزیز ہے۔ مگر صبا کے لئے مجھے ہر لحاظ سے نوفل ہی بیسٹ لگتا ہے۔"

"آپ لوگوں نے صبا سے تو پوچھا تھا نا؟" اس کے جھجکتے ہوئے سے انداز سے وہ اس کا مطلب پا گیا تھا۔

"ہمارے ہاں کی دنیا کچھ نہیں ہے۔ ہم لوگ اتنے گئے گزرے نہیں کہ کسی کے جذبات کے ملبے پر اپنی خوشیاں تعمیر کر لیں۔ صبا کو فقط کزن میرج کے مسئلے پر اعتراض تھا۔ اینڈ وتھ آل۔ یہ رشتہ بعد میں اس کی مرضی سے ہوا ہے۔" انس کا پر یقین لہجہ اسے ہلکا پھلکا کر گیا۔

"شکر ہے خدا کا۔" دل کی طمانیت سے پر بھری سانس اس کو نکا گئی۔

"اپنی سنائیں رانگ نمبر؟"

"ہوں۔" وہ بہ سرعت سنبھل گئی۔ "ناٹ ایٹ آل۔ یونہی میں نے سوچا کہیں میری وجہ سے کسی کو ذرا تکلیف نہ پہنچی ہو۔ اتنے دھڑلے سے تو میں نے صبا کا رشتہ مانگ لیا تھا۔"

"اور میں نے تمہاری مانگ کتنی آسانی سے پوری کر دی۔ اس سے بھلا کیا ثابت ہوتا ہے؟" وہ پوچھ رہا تھا۔ نگین نے کہا۔

"کیا؟"

"یہی کہ میں مستقبل قریب میں ایک بہت اچھا شوہر ثابت ہوں گا۔" اس کا لہجہ شرارتی تھا۔ نگین جھینپ گئی۔

"آپ کو تو بس چھیڑنے کا موقع ملنا چاہئے۔" اس کے شرمیلے سے احتجاج سے وہ بہت محظوظ ہوا تھا۔

"ابھی میں تو بس ایسا ہی ہوں۔"

"مگر مجھے ایسوں کو ٹھیک کرنا بہت اچھی طرح سے آتا ہے۔" وہ ہنسی دبا کر بولی تو وہ جیسے اس کی اس ادا پر قربان ہی ہو گیا۔

"تو پھر جلدی سے آ جاؤ نا۔" اس کا بے قرار لہجہ نگین کی دھڑکنیں تھامنے لگا۔

"کیا نہیں ——— مجھے کوئی جلدی نہیں ہے۔" وہ بہت سنبھل کر اتراتے ہوئے انداز میں بولی تو انس نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا۔

"ایک تم ہو کہ میری کوئی پروا ہی نہیں کرتیں اور ایک ہم ہیں کہ......"

"آپ کیا کرتے ہیں؟" وہ اس کا مذاق اڑانے والے انداز میں بولی تو لمحہ بھر کے توقف کے بعد ریسیور میں سے گونجنے والا اس کا دھیما مگر جذب سے بھرپور لہجہ اس کی رگوں میں سیال بن کر دوڑنے لگا۔

کوئی موسم ہو وصل و ہجر کا
ہم یاد رکھتے ہیں

تیری باتوں سے اس دل کو
بہت آباد رکھتے ہیں
کبھی دل کے صحیفے پر
تجھے تصویر کرتے ہیں
کبھی پلکوں کی چھاؤں میں
تجھے زنجیر کرتے ہیں
کبھی خوابیدہ شاموں میں
کبھی بارش کی راتوں میں
کوئی موسم ہو وصل و ہجر کا
ہم یاد رکھتے ہیں
تیری باتوں سے اس دل کو
بہت آباد رکھتے ہیں

"تم نے کبھی ایسا کیا ہے؟" وہ بوجھل سے لہجے میں پوچھ رہا تھا اس کی دھڑکنیں اچھل پڑیں۔

"جی نہیں ـــــ میرا دماغ ابھی خراب نہیں ہوا۔" وہ تیزی سے سنبھلی تھی۔

"ہاں جی۔ یہ عشق و عاشقی تو ہم سر پھروں ہی کا کام ہے۔ تم دماغ والوں کو اس سے کیا!" اس کے مایوس کن انداز پر تمکین کو ہنسی آ گئی۔

"آپ کو اس عشق و عاشقی کے علاوہ بھی کچھ آتا ہے کہ نہیں؟"

"آتا تو بہت کچھ ہے مگر وہ کیا ہے کہ!

عشق کو یہ کمال حاصل ہے
وقت بے وقت اچھا لگتا ہے"

اس کے انداز پر وہ ہنستی چلی گئی۔

"سچ ہے جی! تمہاری ہنسی، تمہاری باتوں سے زیادہ خوبصورت ہے" وہ وفتحہ بولا تو لگا! جیسے وہ اس کے مقابل موجود ہو۔

"آپ کو تو بس باتیں ہی بنانا آتی ہیں۔" اس نے جھائی انداز میں کہا مگر وہ بدستور شرارت کے موڈ میں تھا۔ ذومعنی انداز میں بولا۔

"ارے ہم تو جانے بندے کو کیا سے کیا بنا دیتے ہیں۔ تم ایک بار دستیاب تو ہو جاؤ۔"

"اب میں فون بند کرنے لگی ہوں ـــــ موسم کی گرمی سے آپ کا دماغ سخت متاثر ہو رہا ہے، جا کر شاور لیں۔" اس کی رنگت تمتما اٹھی تھی۔ اس نے بے اختیار قہقہہ لگایا تو اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"اُف ـــــ" اس نے دونوں ہاتھ چہرے پر رکھے تو اسی کی باتیں یاد کر کے اسے ایک بار

نی آ گئی۔

وہ اسی وقت اٹھ کر نوفل کے کمرے میں گئی تھی جو اس وقت سونے کی تیاری میں تھا۔

"آپ کو خوش ہونا چاہیے کہ ان لوگوں نے آپ کو عماد بھائی پر ترجیح دی ہے۔ حالانکہ ان میں کوئی بڑی کمی نہیں ہے۔" تمکین نے اسے ساری بات بتانے کے بعد کہا تو وہ ہنس دیا۔

"تم تو بالکل پاگل ہو گئی ہو، یہ بھی کوئی کنفرم کرنے والی بات تھی۔ میں تو بھول بھی چکا۔"

تمکین نے بے یقینی سے اسے دیکھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ٹھیک کہا۔ ورنہ آپ ایسی باتوں کا پیچھا کم ہی چھوڑتے ہیں۔" تمکین نے طمانیت بھری سانس لیتے ہوئے مسکرا کر کہا اور اس کے کمرے سے نکل گئی۔

نوفل کے چہرے پر اب مسکراہٹ کی بجائے پُرسوچ سا تاثر تھا۔

●●●●●

آج پھر دل بے حد پژمردگی کے حصار میں تھا۔

تمام رات اس کی نیند بے حد ڈسٹرب رہی تھی۔ اتنے دنوں کے بعد جانے کیوں پھر سے عمر کا خیال آیا تھا۔ بابر نے اسے تنگ کر کے رکھ دیا تھا۔ حالانکہ وہ اس بے وفا اور سنگ دل شخص کے لئے ایک بھی آنسو بہانے کا خود سے وعدہ کر چکی تھی۔

مگر یادیں تھیں کہ آندھیوں کی طرح پُرشور انداز میں دل کے کواڑوں کو دھکیلتی ایک کے بعد ایک دل کے نہاں خانے میں چلی جا رہی تھیں۔ وہ بے طرح مضطرب ہوئی تھی اور بے تحاشا روئی تھی۔ اور پھر دل نے ایک اور وعدہ کر لیا۔ کبھی کسی پر اعتبار نہ کرنے کا۔ کبھی کسی سے محبت نہ کرنے کا۔

"ٹھیک سے ناشتہ کرو بچی! دھیان کدھر ہے تمہارا؟" وہ کتنی دیر سے چائے کا کپ لیے بیٹھی تھی۔ تائی جان نے ٹوکا تو معید نے بے ساختہ اس کو دیکھا تھا۔

وہ بہت مضمحل اور تھکی تھکی سی تھی۔ آنکھوں کی سرخی بے خوابی کا نشان تھی۔

"بس تائی جان! دل نہیں چاہ رہا۔" اس نے بے زاری سے کہا تو چچی جان نے اسے آڑے ہاتھوں لیا تھا۔

"ایک تو یہ دل بھی لے بیٹھا ہے۔ ذرا اس کی صحت دیکھیں آپا! چائے پی پی کر اپنا ستیاناس مار رہی ہے۔" چچی جان کو خالصتاً ماؤں والی فکر لگی تھی۔ جب کہ وہ سب کی توجہ خود پر مرکوز پا کر نروس ہونے لگی۔

"اچھی خاصی تو ہوں۔ آپ کو تو یونہی وہم ہو گیا ہے۔"

"اب تو بچوں سے بھی پیچھا چھوٹ گیا ہے۔ اب کس بات کی فکر ہے آپی؟"

انزار کی چھٹی کی وجہ سے وہ بھی بہت آرام سے ناشتہ کر رہے تھے۔ وجدان نے چھیڑنے والے انداز میں کہا تو وہ خاموشی سے چائے کے گھونٹ بھرنے لگی۔

"واقعی آپی! ـــــ اپنی صحت کی طرف دھیان دو۔ آنکھوں کے گرد حلقے پڑنے لگے ہیں کمزوری

کی وجہ سے۔" صبا نے بھی اپنی تشویش کا اظہار کیا تو بنا کچھ کہے کپ کو ساسر میں پٹخ کر اٹھ کر ہی چلی گئی۔

صبا بے چاری ہنس دی سی رہ گئی۔ باقی سب کے لئے بھی اس کا یہ طرزِ عمل انتہائی ناگوار تھا۔ وہ تو شکر ہے کہ تایا جان اور چچا جان ان سے پہلے ہی ناشتے سے فارغ ہو کر چلے گئے تھے ورنہ حنی کی کھنچائی لازمی تھی۔

"بہت بدتمیز ہو گئی ہے یہ۔" چچی جان بے چاری خجل ہو گئیں۔

جب سے انہیں تائی جان کے حنی اور سعید سے متعلق فیصلے کا علم ہوا تھا تب سے وہ اس کے روکھے رویے کی شاکی ہوئی تھیں۔ حالانکہ اس کی ہر عادت اور انداز سب کے لئے کھلی کتاب کی مانند تھا۔ مگر سعید جیسے سلجھے ہوئے لڑکے کے لئے ان کے خیال میں حنی کو اپنے اندر بہت تبدیلی لانے کی ضرورت تھی۔

"یہ سب بھی تو بہو کو اس کی چھیڑ بنا کے بیٹھ گئے ہیں۔" تائی جان نے اپنے مخصوص انداز میں حنی کی حمایت کی تو صبا نے بڑی سادگی بھری شرارت سے کہا۔

"یوں تو آپ سب ہی کو کونسلنگ کرنے کے لئے سعید بھائی کا سہارا لیتی ہیں۔ یہ حنی کو نہیں سمجھاتے؟"

"میں کیا سمجھاؤں؟" سعید نے اسے خفیف سا گھورا۔ صبا کا مطلب پا کر تائی جان کے لبوں پر بھی ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مجھے بھی تو سمجھا رہے تھے۔" اس نے لاپرواہی سے کہا تو وہ متاسفانہ انداز میں اخبار کے صفحات کھنگالنے لگا۔

"میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ میرے عامل بابا سے رجوع کیا جائے۔ ہر مشکل کا حل نکل آئے گا۔" وجدان کی زبان پھر سے بے قرار ہوئی۔

"بالکل ٹھیک۔ یہ ایسا عمل کرائے گا کہ حنی آپی کی سیٹ پر عامل بابا کے موکل بیٹھ جائیں گے۔ کیوں؟" حمرہ کی اس سے کم ہی بنتی تھی۔ وہ مذاق اڑانے والے انداز میں بولی تو وہ اس سے بولا۔

"ہاں، کیوں نہیں۔ آزما کے دیکھ لو۔"

"تمہاری جگہ تو کبھی کوئی جن نہ کیا بیٹھ رہے۔" صبا نے اسے گھورا تھا۔

"میں آپ کی طرح نالائق تھوڑی ہوں۔" اس نے شانِ بے نیازی سے کہا تھا۔

"تو کیا تم اپنے عامل بابا سے ایک عدد تعویذ خاطر خواہ حنی کا کیوں نہیں لیتے؟" حمرہ ملامت سے پوچھا تو وہ بولا۔

"تمہارے لئے؟"

"جی نہیں۔۔۔ اپنے لئے۔" اس نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا تو چچی جان نے

ڈپٹا۔

جھڑک دیا۔ "ابھی تو ناشتے سے کچھ کھا پی لیا کرو۔ اسی لئے تو صحت نہیں بنتی تم لوگوں کی۔"

وہ منہ بنا کر رہ گئی۔

"ابھی نہیں آیا وہ ابھی تک؟" تائی جان کو تشویش ہوئی تھی۔ صبح سویرے ہی موصوف اپنے کسی دوست کے ساتھ نکل گئے تھے اور ابھی تک غائب تھے۔

"بچے ہی تو چھٹی ہوتی ہے آپا! گزارنے دیں اپنے ڈھنگ سے۔" چچی جان نے مسکرا کر کہا تو جان نے لقمہ دیا۔

"شادی کے بعد تو لمبی قید ہے۔ بلکہ عمر قید۔" اس کا اشارہ سمجھ کر سبھی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تمہارا کیا خیال ہے شادی سے متعلق سعید؟" تائی جان نے اچانک ہی پوچھا تھا۔

"جی۔۔۔۔ اچھا ہے۔" وہ اس سوال کے لئے تیار نہیں تھا، گڑبڑا گیا۔ وجدان کا قہقہہ سب سے بلند تھا۔

"کیا خوب کہا۔ یہ تو تیار بیٹھے ہیں۔"

"میرا مطلب تمہاری شادی سے متعلق ہے۔" انہوں نے مسکرا کر کہا تو وہ خفیف سا ہو گیا۔ ٹالنے والے انداز میں بولا۔

"ابھی آپ ان دو شادیوں سے تو نمٹ لیں۔"

"یہ تو اللہ کی مدد سے ہو ہی جائیں گی۔ مگر تم بھی تو کچھ سوچو۔"

"فی الحال تو میں اپنے کیریئر کو اسٹیبلش کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد ہی کچھ سوچوں گا۔" وہ خود پر ان کی نظریں محسوس کرتے ہوئے بات ختم کرنے والے انداز میں بولا تھا۔

تائی جان نے کہا۔

"تم بس ارادہ کر کے مجھے بتا دینا۔ سوچنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ تمہارے لئے لڑکی میں خود ڈھونڈوں گی۔"

"اُف کتنی بڑی بات!" وہ جھینپ سا گیا تھا۔

"ہائے امی! بے چارے سعید بھائی سے تو پوچھ لیں۔ ہو سکتا ہے کہ۔۔۔۔" حمرہ کو سعید کی طرفداری پر ترس آیا تھا مگر اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی صبا بول اٹھی۔

"ابھی نام لے سعید بھائی! بتا دیں۔ ورنہ امی تو لڑکی پسند کئے بیٹھی ہیں۔"

صبا کی بات پر وہ خاموش ہو گیا تھا۔ چچی جان نے بھی سنجیدگی سے کہا۔

"واقعی بیٹے! پوری زندگی کا معاملہ ہے۔ فرمانبرداری بھی ایک حد تک ہی اچھی ہوتی ہے۔"

"ارے کیسی بھولی باتیں!" وہ دھیرے سے ہنس دیا تھا۔ "آپ بھی کس کی باتوں میں آ رہی ہیں۔ یہ فیصلہ بھلا آپ لوگوں سے الگ کیسے ہو سکتا ہے؟ آج تک میری ذات سے متعلق جتنے بھی

فیصلے ہوئے ہیں، میں ان سے بہتر فیصلے کبھی بھی نہیں کر سکتا تھا۔" وہ مسکراتے ہوئے بو
فرمانبرداری ان کے دل میں اتر گئی۔

"مجھے یقین تھا، معید بھی انس کی طرح ہر معاملے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے گا۔"
نے آرام سے کہا تو ان سب کو ہنسی آ گئی۔

بہرحال اس گفتگو سے تائی جان کے ساتھ ساتھ چچی جان کو بھی تسلی ہو گئی کہ عشی کا مستق
تھا۔

فون کی مسلسل بجنے والی بیل نے عشی کو جھنجلا کر اٹھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ایک تو ریڈیو خراب تھا اوپر سے گھر والوں نے بھی جیسے اس سے لاپروائی اختیار کر لی تھی۔ اس کا ذرا ہمیشہ کی طرح صبا اس کے پیچھے آ کر اس کا موڈ ٹھیک کرنے کی کوشش کرے گی۔ مگر وہ بھی پچ عشی سے بے نیازی ہو گئی تھی۔ اب بھی وہ بہت بے زاری کے حصار میں تھی مگر دوسری طرف پا کر ساری بے زاری اور کوفت لمحہ بھر میں اڑن چھو ہو گئی۔

●●●●●

"دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا ضوئی! اس بھری دوپہر میں تمہیں شاپنگ کی سوجھ رہی ہے؟" چڑ کر کہا تھا۔

پہلے تو وہ صبح سے اپنے کمرے میں گھسی رہی تھی۔ صبا نے اس کے پیچھے جانے کا قصد کیا جان نے اسے صاف منع کر دیا۔ ان کے خیال میں وہ زیادہ ہی بگڑتی جا رہی تھی۔ اور اب اسے شاپنگ کا جوش چڑھ گیا تھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے، سارے بازار پاگلوں سے بھرے ہوتے ہیں؟" وہ اس کی اندا کرتے ہوئے آرام سے کہہ رہی تھی۔

"ضوئی! میں نہیں جا رہی۔ ویسے بھی اتنے آرام سے شاپنگ ہو تو رہی ہے۔ مریم بھی اچھا شیڈول بنا رکھا ہے شام کا۔" صبا کو یوں بھی کہیں آنے جانے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اور تو تقریباً اس کی چڑ ہی بن چکی تھی۔ اپنی ضرورت کی کوئی بھی چیز وہ عشی یا چچی جان سے منگوا مگر عشی آج ہر حال میں اسے ساتھ لے جانے پر مصر تھی۔

"دراصل میں جہیز کی تیاری کرنے کا سوچ رہی ہوں۔ پہلی بیٹی دے لوں گی نا۔ بہت امپورٹنٹ بک خریدنی ہے۔ اور کچھ اور چیزیں بھی۔ اب فٹافٹ اٹھ جاؤ۔"

صبا نے اسے مشکوک نظروں سے دیکھا تھا۔

"یہ بہت اچانک ارادہ نہیں بن گیا تمہارا؟"

"اب نالائقی کا تمغہ بھی تو اتارنا ہے۔" اس نے ہلکی سی سانس بھری تھی۔

صبا اس کے نکالے ہوئے سوٹ کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"کس کے ولیمے پہ جا رہے ہیں ہم؟"

اس نے اپنے کاٹن کے نئے سوٹ کی طرف اشارہ کیا۔

پیچ کلر ہلکی سی کڑھائی اور کٹ ورک سے مزین یہ سوٹ اس نے عشی کے برتھ ڈے پر پہنا تھا۔ اس کے بعد سے یونہی رکھا تھا۔

"بہت بدذوق ہو تم صبی! کبھی کبھار تو بازار جاتے ہیں ہم۔ لوگ کیا سوچیں گے، کیسے برے حلیے میں آئی ہیں۔" عشی نے اپنے تئیں بڑی عقلمندانہ بات کی تھی۔ مگر صبا اسے نہایت نظروں سے دیکھ کر رہ گئی۔

"جلدی کرو نا۔ میں نے حمرہ کو بھی کہہ دیا ہے۔ آئس کریم کا پروگرام ہے۔" عشی نے عجلت بھرے انداز میں کہا، مبادا وہ مزید سوال جواب پر اتر آئے۔

"خیریت تو ہے عشی! آج تک تم نے خود تو اپنے پیسوں سے آئس کریم نہیں کھائی ہے۔ ہمیں کھلانا تو بہت دور کی بات ہے۔" صبا نے خاصی بے یقینی سے اسے دیکھا تو عشی نے کپڑے اس کے ہاتھ میں تھما کر اسے باتھ روم میں دھکیل دیا۔

"ہو گئیں آپی تیار؟" حمرہ بالکل ریڈی تھی۔

"یہ جو تمہاری آپی ہے نا، یہ ڈنڈے کے زور پر قابو آتی ہے۔ یہ مشکل تو کپڑے بدلنے کے لیے گئی ہے۔" آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے خود کا جائزہ لیتے ہوئے مدبرانہ جواب دیا تھا۔

"دیکھیں نا آپی! آپ واقعی آئس کریم کھلائیں گی ہمیں؟" حمرہ کو بھی یقین کرنے میں دشواری ہو رہی تھی۔

"ہائے حمرہ! کیا میں اتنی کنجوس ہوں؟" وہ پریشان سی اس کی طرف پلٹی تھی۔

"آپ کو نہیں پتہ ——" حمرہ منہ پہ ہاتھ رکھ کر ہنسی تھی۔

"اتنی گرمی میں؟ پتہ نہیں آج میرا کیا حال ہو گا۔" صبا کپڑے تبدیل کر کے نکلتے ہوئے سخت جھنجلاہٹ سے کہہ رہی تھی۔

وہ حمرہ کو گھورنا چھوڑ کر فوراً اس کی طرف متوجہ ہوئی اور چاپلوسانہ انداز میں بولی۔

"بہت اچھی لگ رہی ہو —— لیکن اگر بال بھی کھول کے رکھو تو جولائی کے مہینے میں نئی بہار آ جائے گی۔"

"یوں کیوں نہیں کہتیں کہ اتنی گرمی میں آج میری خودکشی اور برسوں تک سوگ ہو جائے گا۔" صبا نے تپ کے کہا تھا۔

"ان کے دماغ کو گرمی چڑھ گئی ہے۔" حمرہ نے فیصلہ دیا تھا۔

"اچھا، اب جلدی کرو۔ ساڑھے چار بجنے والے ہیں۔" اس نے کہا تو صبا محتاطانہ انداز میں ہلکے ہلکے سے بالوں کو کنگھی سے سنوار کر دوپٹہ اوڑھنے لگی۔

"حلیہ تو ڈھنگ سے بنا لو۔" وہ رہ نہیں سکی تھی مگر اب کی بار صبا کو غصہ آ گیا۔

"دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا۔ میں کون سا کسی کی شادی میں شریک ہونے جا رہی ہوں۔"

"اچھا بابا! جیسے چاہو چلو۔ بعد میں مجھے مت کہنا۔" وہ زچ ہو کر بولی تو صبا نے ابرو
ہوئے پوچھا۔

"امی سے کہہ دیا ہے نا بازار جانے کا؟"

"ہاں ـــــ امی مشکلوں سے اجازت ملی ہے۔ کہہ رہی تھیں شام کو چلی جانا۔ مگر میرا
جا رہا ہے نا۔" اس نے اطمینان سے کہا تھا۔

"ایک تم اور ایک تمہارا دل۔ چلو مرو اب۔" صبا کو ویک اینڈ اور پُرسکون نیند کھونے کا
اور بازار جا کے حنیٰ نے خریدا تو کچھ بھی نہیں۔ ہر دکان پہ بھاؤ تاؤ کیا اور ناک بھوں
آگے چل دی۔

"پاؤں میں چھالے پڑ گئے ہیں میرے۔ ایسی کون سی نادر و نایاب سی شاپنگ کرانی ہے!"
شدید گرمی نے صبا جیسے ٹھنڈے مزاج کی لڑکی کو بھی تپا کر رکھ دیا تھا۔

"میرا کیا قصور ہے اگر کوئی چیز پسند نہیں آ رہی تو۔" اس نے مسکین شکل بنائی تو حمرہ
ٹوک دیا۔

"ذرا سائیڈ پہ ہو کر جھگڑ لیں۔ بیچ سڑک پہ لڑتی ہوئی بالکل جاہل لگ رہی ہیں۔"

"سائیڈ پہ لڑتی بھی جاہل ہی لگیں گی۔ خوامخواہ ہی ہمیں جولائی کے مہینے میں بازار
ہے۔" صبا جل بھن کر رہ گئی تھی۔

"چلو آؤ، آئس کریم کھلاتی ہوں تمہیں۔ ساڑھے پانچ تو بج ہی چکے ہیں۔" اسے صبا
رنگت دیکھ کر ترس آ ہی گیا تھا۔

"تو تم ساڑھے پانچ بجانے کے لئے سڑکوں پہ پھر رہی ہو؟" صبا نے اسے کچا چبا جانے
انداز میں دیکھا تھا۔

"نہیں بجانے تو چھ تھے۔ مگر خیر، انتظار کر لیں گے۔" وہ منہ میں آنے والے الفاظ
آگے بڑھ گئی۔

ریسٹورنٹ میں داخل ہوتے ہوئے صبا قدرے جھجکی تھی۔

"کہیں اور آئس کریم نہیں ملتی ہے کیا؟"

"بے وقوف مت بنو۔" وہ اسے گھرکتی گلاس ڈور دھکیلتی اندر داخل ہوئی تو اس کے
سے دیکھ کر صبا نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔

ان کے ایک ٹیبل سنبھالتے ہی ویٹر چلا آیا تو حنیٰ ہی نے اسے کولڈ ڈرنکس کا آرڈر دیا
اسی دوران اسے یاد آ گیا کہ اس نے اپنی ایک بہت ضروری بک لینا تھی۔

"خدا کے لئے فوزیہ! اب آرام سے ٹکی رہو۔ میں تو یہاں سے واپسی سے پہلے ایک
لئے بھی اٹھنے کو تیار نہیں ہوں۔" صبا نے صاف صاف جواب دے دیا تھا۔ ویسے بھی تو ابھی
میں بہ مشکل حواس قابو میں آئے تھے۔ ویسے میں باہر کی دھوپ کا سامنا کرنا اسے جہنم میں

ناراض ہی لگا تھا۔

"پلیز ہی تو ہے بک شاپ۔" حنیٰ نے منت بھرے انداز میں کہا مگر وہ نہیں مانی۔

"ابھی پر لے لینا۔ میں نہیں جا رہی۔"

"آج کل دکانیں جلدی بند ہو جاتی ہیں۔ میں ایسا کرتی ہوں حمرہ کے ساتھ جا کر بک لے آتی
ہوں۔" وہ تو جیسے اپنی بات پہ اڑی ہی گئی تھی۔

"دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا حنیٰ! میرے چچا کا ریسٹورنٹ نہیں ہے جو مجھے یہاں چھوڑ کر جا رہی
ہو۔" صبا نے دانت پیسے مگر وہ رکنے کو اب بھی تیار نہیں ہوئی تھی۔

"بس دس منٹ بیٹھو۔ میں ابھی دو منٹ میں آئی۔"

صبا کی گھورتی نظروں اور غصے سے بے اثر وہ حمرہ کا ہاتھ تھامے یہ جا وہ جا۔ صبا تپتی وہیں بیٹھی تھی۔
"یا میرے خدایا! کہیں اس کا دماغ تو نہیں گھوم گیا؟" وہ یوں خود کو اکیلے بے وقوفوں کی طرح
محسوس کر رہی تھی۔ حنیٰ نے سوچنے کا موقع ہی کب دیا تھا کہ وہ کچھ فیصلہ کرتی۔

ان کے بھی پندرہ منٹ گزر گئے تب اس کی پریشانی میں اضافہ ہونے لگا تھا۔ ویٹر دو مرتبہ آرڈر
لینے آیا تو صبا نے خود پہ قابو پاتے ہوئے اسے نئی ڈلیوری منع کر دی۔ دل ڈوبا جا رہا تھا۔
"کہیں خدانخواستہ کوئی حادثہ پیش نہ آ گیا ہو ـــــ فوزی کو تو یوں بھی اندھوں کی طرح چلنے کی
عادت ہے۔"

اور جب وہ سوچ چکی تھی کہ اب اسے رونا شروع کر دینا چاہئے، اسی وقت گلاس ڈور دھکیل کر
داخل ہوتے شخص کو دیکھ کر نہ صرف اس نے سکون کی سانس لی بلکہ بے ساختہ مسکراہٹ کے
ساتھ ہاتھ ہلا کر آنے والے کو اپنی طرف متوجہ کیا تو وہ حیران سا اس کی ٹیبل کے پاس آ رکا۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" عماد درحقیقت بہت حیران ہوا تھا۔ حنیٰ تو پھر بھی اکیلی گھر سے نکلنے کی
عادی تھی مگر صبا کا یوں ریسٹورنٹ میں تنہا دکھائی دینا واقعی اچنبھے کی بات تھی۔

"یہ سب اسی خبیث حنیٰ کا کمال ہے۔ مجھے یہاں بٹھا کر خود شاپنگ کرنے دفع ہو گئی ہے۔" اس
نے دانت پیس کر کہا تو وہ کرسی کھینچ کر اس کے مقابل بیٹھ گیا۔

"اکیلی گئی ہے؟" عماد کو تشویش ہوئی تھی۔

"نہیں ـــــ حمرہ بھی اس کے ساتھ ہے۔" اس نے بتایا، پھر پوچھنے لگی۔ "لیکن آپ یہاں اس
وقت کیا کر رہے ہیں؟"

"میرا آفس قریب ہی ہے۔ میں روزانہ یہیں لنچ کرتا ہوں۔ تم اپنے ذہن کے گھوڑے فضول خیالات کی
وادی میں دوڑانے کی کوشش مت کرو۔" اس کی معنی خیز مسکراہٹ عماد کو محظوظ کر گئی تھی۔

"یہ لنچ کا ٹائم ہے؟ ساڑھے پانچ ہو رہے ہیں۔" صبا نے حیرت سے کہا تھا۔

"آج ایک میٹنگ میں ٹائم نکل گیا ہے۔ اس لئے ابھی آ رہا ہوں۔ ویسے یہ حنیٰ کا دماغ کچھ
زیادہ ہی خراب نہیں ہو گیا؟" عماد نے کہتے ہوئے کلائی الٹ کر ٹائم دیکھا تو صبا نے کہا۔

"اب اس کی سزا یہ ہے کہ آپ مجھے آئس کریم کھلا کر گھر ڈراپ کر دیں۔ وہ یہاں آ کر تب پا کر اس کے بھی حواس درست ہو جائیں گے۔"

عماد نے اس کی ہوشیاری پر اسے گھورا تھا۔

"یہ اس کی سزا ہے یا میری؟"

"اب اتنا تو حق بنتا ہی ہے عماد بھائی! اگر آپ میزبان بن ہی چکے ہیں تو پھر تکلف کیا؟" شرارت سے بولی تو عماد نے ستائشی انداز میں اسے دیکھا۔

"بہت عقل مند ہو تم بھی! نوفل کو تو بتا چکے گا یہ سب۔"

"عماد بھائی!" وہ جھینپ گئی تھی۔ اس کی حسنائی رنگت دیکھ کر وہ ہنس دیا۔

لنچ کا ارادہ ملتوی کرتے ہوئے عماد نے بھی آئس کریم کا ہی آرڈر دیا تھا۔ بل پے کر کے اس نے صبا کو اٹھنے کا اشارہ کیا تو اسے منی اور عمرو کی یاد ستانے لگی۔

"پتہ نہیں وہ دونوں کہاں ہوں گی۔"

"ایک فیصلہ کر لو۔ یہاں بیٹھ کر ان کا انتظار کرنا ہے یا گھر جانا ہے؟" عماد نے اسے گڑبڑا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"گھر ہی جاؤں گی ـــــ ان کا کیا پتہ کب آئے۔ یاد آ گئی ہو گی کوئی نئی چیز۔" پارکنگ لاٹ میں جگہ نہ ملنے کے باعث عماد اپنی گاڑی سڑک کے دوسری طرف پار کر آیا تھا۔

"ایک تو مجھے لاہور کی ٹریفک سے بہت وحشت ہوتی ہے۔" صبا نے خوفزدہ ہو کر عماد کا ہاتھ تھاما تھا۔

"ان کے بعض بڑی پیاری ہو گئی ہے زندگی تمہیں۔ کہیں نوفل کو واقعی ہی بیوہ نہ بنا دو" عماد نے مذاق اڑایا تو لفظ بیوہ پر وہ بے اختیار ہنسی تھی۔

عماد اسے باہر ہی ڈراپ کر کے چلا گیا تھا۔

وہ اپنی حرکت پر محظوظ ہوتی اندر چلی آئی۔ بیگ صوفے پر پھینکتے ہوئے وہ صوفے پر گری۔ منی کا متوقع ردعمل سوچ کر اسے ہنسی آ رہی تھی۔

"تم کیا زعفران کا کھیل دیکھ آئی ہو جو دانت اندر نہیں جا رہے؟" منی کی آواز غیر متوقع طور پر ابھری تو وہ اچھل پڑی۔ باہر سے آنے کی وجہ سے وہ ساتھ والے صوفے پر نیم دراز منی کو بالکل بھی نہیں دیکھ پائی تھی۔

"تم ...... تم کب آئیں؟" وہ جی بھر کر حیران ہوئی تھی۔

"ہم لوگ تو اسی وقت آ گئی تھیں۔" اس نے مزے سے کہا تو صبا کو شاک پہنچا۔

"مجھے اکیلی کو وہاں چھوڑ کر؟"

"اسے چھوڑو۔ یہ بتاؤ کہ یہ غیر متوقع ملاقات کیسی رہی؟" منی نے اس کی طرف اشتیاق سے پوچھا تو صبا نے اسے شکی نظروں سے دیکھا۔

"تمہیں کیسے پتہ کہ وہاں میری کسی سے ملاقات ہوئی ہے وہ بھی غیر متوقع؟"

"ہم سے کچھ چھپا ہوا نہیں ہے بالکل۔ ہمارے موکل ہمیں سب خبر دیتے رہتے ہیں۔ تم ملاقات کا حال بتاؤ۔"

"تھوڑی سی باتیں ہوئیں۔ پھر آئس کریم کھائی اور وہ مجھے گھر ڈراپ کر گئے۔"

"باتیں کیا کیا ہوئیں؟" منی نے بے تابی سے پوچھا تو اس نے رسانیت سے کہا۔

"نہیں کا بیان دیں اور کیا۔"

"تم اب تم بتانا نہ چاہو تو الگ بات ہے۔" اس نے ناراض ہوئے بغیر کہا پھر دوبارہ تجسس سے، "ویسے تم نے ان کا شکریہ بھی ادا کیا یا نہیں؟"

"اس کی کیا ضرورت تھی؟ ـــــ بھائی اور ہوتے کس لئے ہیں؟" صبا نے تنک کر کہا تو وہ چیخ اٹھی۔

"بھائی؟ ـــــ تم انہیں بھائی کہہ رہی ہو؟"

"تو اور کیا باجی کہوں؟" صبا نے ناگواری سے اسے دیکھا پھر بولی۔ "جو شروع سے کہا ہے وہی کہوں گی نا۔"

"کیا تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا؟" منی کو اس کا مذاق بالکل بھی پسند نہیں آیا تھا۔

"اور تمہارے متعلق تو مجھے سو فیصد یقین ہے کہ تمہارا دماغ خراب ہو چکا ہے۔ کس کو بھائی کہہ رہا تھی؟" صبا نے قدرے تحمل سے پوچھا تو وہ دہلنے والے انداز میں بولی۔

"نوفل بھائی کو۔"

"مگر میں تو عماد بھائی کے ساتھ آئی ہوں۔" صبا نے کہا تو منی صدمے کا شکار ہونے لگی۔

"تو کیا نوفل بھائی وہاں نہیں پہنچے؟"

"کیا؟ ـــــ کیا مطلب ہے تمہارا؟" صبا کا دل دھک سے رہ گیا۔

"انہیں ہم نے ہی کہا تھا تم سے ملنے کے لئے۔" منی نے مزید چھپانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

"کیا ذلیل ہو تم منی ـــــ!" صبا یہ سوچ کر ہی گھبراہٹ طاری ہونے لگی۔ "اگر وہ واقعی وہاں آ گئے ہوں تو؟ مگر وہ آئے کیوں نہیں؟" منی نے متفکرانہ انداز میں کہا تو صبا نے کشن اٹھا کر اسے دے مارا۔

"شکر ہے ان کا دماغ تمہاری طرح الٹا نہیں ہے۔ انہوں نے مذاق کیا اور تم سنجیدہ ہو گئیں۔"

"یہ بہت بری حرکت کی ہے نوفل بھائی نے۔" منی کو سارا مزہ کرکرا ہوتا محسوس ہوا تھا۔

"مگر سچ میں تو بہت اچھا ہوا۔ کہیں آ جاتے تو میں تو گئی تھی اگلے جہان......" صبا نے فوراً خدا کا شکر ادا کیا۔ پھر منی کو ایک ہاتھ جڑ دیا۔

"اور تم سے آئندہ ایسی کوئی فضول پلاننگ کی تو پھر دیکھنا۔ اسٹوپڈ۔" اسے واقعی یہ سب پسند نہیں

آیا تھا۔

صنمی نے منہ پھلا لیا۔

"آ گئیں آپ؟" حمرہ نے آتے ہی مسکرا کر پوچھا تو وہ اطمینان سے بولی۔

"ہاں کل۔ پہلے عماد بھائی نے آئس کریم کھلائی، پھر گھر ڈراپ کر کے گئے ہیں۔"

"یہ عماد بھائی کہاں سے آ گئے اس اسٹوری میں؟" حمرہ نے حیران ہو کر صنمی کو دیکھا جو سانس بھر کے رہ گئی۔

"تم لوگوں کی اسٹوری بالکل پاکستانی فلموں جیسی تھی۔ کرے کچھ ہوتا ہے اور کر کچھ رہے ہیں۔" صبا انہیں چڑاتی ہوئی اپنی سینڈلز اٹھانے چلی گئی تھی۔

"آپ کی تو ساری پلاننگ ناکام ہو گئی۔" حمرہ نے منہ لٹکائے بیٹھی صنمی سے کہا تو وہ...

"یہ تو میں نوفل بھائی سے پوچھوں گی۔ اتنی گرمی میں ہماری مارننگ واک کروا دی۔ ٹھنڈی ہو کر گھر پہنچ گئیں۔"

صبا کی مسکراہٹ نے اسے احمق بن جانے کا شدت سے احساس دلایا تھا۔

"صنمی آپی! ٹیک اوے آپ کے لیے؟" حمرہ کو اس پر ترس آ رہا تھا۔ واپسی پر وہ اسے اپنا کارنامہ سنا رہی تھی۔

"رہنے دو حمرہ گڑیا! ٹھیک چھے سے اس آئس کریم کا صدمہ تو کم نہیں ہو گا جو تمہاری ... میں کھا کے آ رہی ہے۔"

اس کے آہ بھر کر کہنے پر حمرہ کو بھی ہنسی آ گئی۔

"ہم نے بھی تو آج ان کے مقابلے پر کھائی ہے۔"

"کیا؟" صنمی کو سمجھ نہیں آئی تھی۔

"دھوپ اور کیا۔" وہ بے ساختہ بولی تو صنمی کو بھی ہنسی آ گئی۔

●●●●●

اریبہ نے ناک کے ذریعے لمبی سانس کھینچتے ہوئے نوفل کو دیکھا جو اس وقت کہیں جانے کو تیار تھا۔ خوب صورت ڈریسنگ اور خوشبوؤں میں نہایا اس کا بھرپور مردانہ سراپا کسی طور نظر انداز کیے جانے کے قابل نہیں تھا۔

"خیریت تو ہے؟ — آج اس وقت یہ بادِ بہاری کس کے گلشن کو مہکانے جا رہی ہے؟" اس نے چونک کر آئینے میں اریبہ کے عکس کو دیکھا، پھر مسکراتے ہوئے پورے کا پورا اس کی طرف پلٹ گیا۔

"یہ میں نہیں بتاؤں گا۔ تمہیں خود ہی پتہ چل جانا چاہیے۔" اس کا موڈ بے حد خوشگوار تھا۔ جھٹکا اریبہ کا مطلب پا کر لگا تھا۔

"صبا سے ملنے؟" خود پر بہت ضبط کرتے ہوئے بھی وہ تحیر سے پوچھ بیٹھی تو وہ...

...یاد کر شرارت سے بولا۔

"تمہیں میری حالت سے نہیں لگ رہا ہے؟"

اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ، آنکھوں سے چھلکتی جگمگاہٹ اور شوخی اریبہ کے اندر بے حد شور مچانے لگی۔

کیا ہونے جا رہا تھا۔ اس نے تو بہت ہوشیاری کے ساتھ مہرے چلے تھے۔ پھر یہ مات کیسے اس کا مقدر ہونے لگی تھی؟

"نہیں — کس قدر بے مہر ہے یہ شخص۔ کیسے خوشی سے خود کو کسی دوسرے کو دان کر رہا ہے۔ اسے میری، میری آنکھوں میں مچلتی خواہشات کیوں دکھائی نہیں دیتیں؟"

وہ جیسے ایک خواب کی کیفیت میں چلتی اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

"کیا یہ محبت ہے نوفل؟ اس سے کبیدہ خاطر ہونے کے باوجود تم اسے اس قدر اہتمام سے ملنے جا رہے ہو — کیا اسے محبت کہتے ہیں؟" اس نے بے تکلفی سے پوچھا تو نوفل نے پرسکون انداز میں اسے دیکھا تھا۔ پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"تمہاری تو پسند کی شادی تھی۔ لو میرج۔ تم کیا کہتی ہو اس بارے میں؟" لمحوں میں وہ آنکھوں میں آنسو بھر لائی تھی۔

"مجھ سے مت پوچھو نوفل! وہاں کچھ نہیں تھا۔ وقتی کشش تھی اور بس۔ محبت تو ایک انجانا، ان چھوا جذبہ ہوتا ہے۔" یہ ایک نیا بھید وہ آج کھول رہی تھی۔

اس کے آنسو صحیح معنوں میں نوفل کو گڑبڑانے پر مجبور کر گئے۔

جب سے وہ اس گھر میں آئی تھی اس سے کسی نے کسی قسم کی باز پرس نہیں کی تھی اور نہ ہی نوفل نے کبھی طلاق کی وجوہات جاننے کی کوشش کی تھی۔

"فارگیٹ اٹ اریبہ! پوری زندگی پڑی ہے تمہارے سامنے۔ انجوائے یور لائف۔" نوفل نے اس کے آنسوؤں سے متاثر ہوتے ہوئے اسے تسلی دی تھی۔ عورتوں کا رونا اسے ہمیشہ ہی گھبراہٹ میں مبتلا کر دیتا تھا۔ شاید اس وجہ سے کہ اس نے ہمیشہ حتی الامکان کوشش کی تھی کہ اس کی ماں اور بہن کی آنکھوں میں کبھی آنسو نہ آئیں۔ اسی وجہ سے وہ خواتین کو روتا نہیں دیکھ پاتا تھا۔

"تم نے تو مجھے نہیں روکا نوفل! ورنہ آج شاید یہ سب یوں نہ ہوتا۔" اس نے سسکتے ہوئے پرشکوہ انداز میں کہا تھا۔

"کوئی کسی کے روکنے سے نہیں رکتا اریبہ! یہ راہ ہی ایسی ہے۔ جتنی دشواریاں بڑھتی ہیں اتنا ہی لوٹنے کا شوق بھی حد سے سوا ہوتا جاتا ہے۔"

"تم مجھے روکتے تو میں رک جاتی نوفل! میں تو منتظر رہی کہ کب تم مجھے پکارو گے۔ مگر تم نے تو مجھے اس قابل سمجھا ہی نہیں۔ نہ کل اور نہ ہی آج۔" وہ بے حد جذباتی ہو کر بولی تو نوفل کو اندازہ ہوا کہ وہ پھر سے اس روز جیسے جذباتی دورے کا شکار ہو رہی تھی۔

"یہ سب خدا کی کرنی ہے ادینہ! جو جس کے نصیب میں لکھا ہے وہ تو بھگتنا ہی ہے۔"

"مگر میں ہی کیوں نوفل؟ —— اس راہ میں مجھے بھی تو کوئی مخلص اور محبت کرنے والا مل سکتا تھا۔ جیسے تم صبا کو ملے گئے۔" وہ بلک اٹھی تھی۔

ادینہ کے انداز اسے پریشان کرنے لگے۔

"ادینہ! زندگی میں ہر بار وہی کچھ نہیں ہوتا جو ہم چاہتے ہیں۔ تم دل چھوٹا مت کرو۔ مجھے یقین ہے کہ خدا نے تمہارے لئے بھی کوئی بہت اچھا شخص چن رکھا ہوگا جو جلد یا بدیر تمہیں مل جائے گا۔" وہ سنجیدگی سے بولا اور پھر اپنی کلائی پہ بندھی گھڑی پہ ٹائم دیکھتے ہوئے معذرت خواہانہ انداز میں بولا۔ "اب میں چلتا ہوں —— کافی لیٹ ہو چکا ہوں۔"

وہ بے تحاشا پلٹ کر سائیڈ ٹیبل پہ دھری گاڑی کی چابی اور موبائل اٹھانے لگا تو وہ دل گرفتہ ہنس کر آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

"ہاں —— بھلا کون رکتا ہے کسی کے لئے؟"

نوفل فوراً اس کی طرف پلٹا تھا۔

"ایسا کبھی سوچنا بھی مت ادینہ! تمہارا کوئی مسئلہ کوئی پریشانی مجھ سے الگ نہیں ہے۔" اس نے سختی سے باور کرایا تو وہ یوں ہنس دی جیسے اس سے پہلے کوئی سیریس بات ہی نہ ہوئی ہو۔

وہ بھی مطمئن ہوا تھا۔

"اب میں چلوں؟" دوستانہ انداز میں پوچھا تو ادینہ نے دل کی جلن کو چھپاتے ہوئے کہا۔

"بہت بے تاب ہو رہے ہو۔"

"سمجھا کرو نا یار! کسی لڑکی سے پہلی پہلی ملاقات ہے۔ لیٹ ہو جانا اچھا شگون تو نہیں ہے نا۔" وہ کہہ رہا تھا۔ ادینہ کا جی چاہا اسی وقت کوئی ایسی بات کہہ دے جو نوفل کا یہ ہنستا مسکراتا موڈ بگاڑ کے رکھ دے۔ اور وہ اسی وقت صبا میر پر لعنت بھیج دے۔

"ویسے وہ مان کیسے گئی؟ —— وہ تو سنا ہے کسی اجنبی سے بے تکلف نہیں ہوتی۔" وہ بے اختیار بولی تھی۔

"اچھا ہے نا۔ اس کی پہلی بلکہ ہر ملاقات میرے ہی ساتھ ہونی چاہئے۔" وہ پرسکون انداز میں مسکرا دیا تھا۔

پچھلے چار دنوں کی ٹینشن تو آج صبا سے ہونے والی ملاقات کے تصور ہی سے اڑنچھو ہو گئی تھی۔ دل و دماغ تمام خدشات و اوہام سے بالکل پاک تھے۔

وہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ نوفل اسے بازو سے تھامے اپنے ساتھ کمرے سے باہر لے آیا۔

"اب مزید ڈسکشن پھر کبھی سہی۔ ابھی میں لیٹ ہو رہا ہوں۔ کہیں بدشگونی نہ ہو جائے۔" شرارت سے کہتا چلا گیا۔

اس کا اٹھنے والا ہر قدم ادینہ کو اپنے دل پر پڑتا محسوس ہوا تھا۔

"خدا نے واقعی میرے نصیب میں بہت شاندار سا آدمی لکھ رکھا ہے اور اسے میں بہت جلد حاصل کر لوں گی نوفل احمد!" اس نے بہت تنفر سے سوچا تھا۔ پھر نوفل اور صبا کی ملاقات کا تصور ذہن میں لاتے ہی وہ تن بدن سے سلگ کر رہ گئی۔

"خدا کرے نوفل احمد! یہ پہلی ملاقات ہی کسی بہت بڑی بدشگونی کا شاخسانہ بن جائے۔" اس نے دل سے بددعا مانگی تھی۔

وہ بہت تیز رفتاری سے گاڑی ڈرائیو کرنے کے باوجود مقررہ جگہ پہ لیٹ ہی پہنچا تھا۔ اوپر سے ریسٹورنٹ کے باہر کہیں گاڑی پارک کرنے کو جگہ تک نہیں تھی۔ ابھی وہ پارکنگ کے لئے جگہ تلاش کر رہا تھا جب اس کی نگاہ صبا اور عماد پہ پڑی تھی۔

کسی کی بددعا نے بہت تیزی سے اس کے گرد اپنا حصار بنایا تھا۔

وہ عماد کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے سڑک پار کر گئی تھی۔ عماد نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر اس کے لئے فرنٹ ڈور کھول دیا تو وہ ہوا سے اڑتے دوپٹے کو سنبھالتی اندر بیٹھ گئی۔

عماد نے کچھ کہتے ہوئے آگے جھک کر اس کی طرف کا دروازہ بند کیا تو وہ جواب میں ہنس دی۔ عماد کی گاڑی نوفل کے سامنے سے گزری تھی اور وہ اسٹیرنگ وہیل پہ ہاتھ دھرے بے یقینی سے یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔

اردگرد کی گاڑیوں کے تیز ہارن اسے حواس میں لانے کا سبب بنے تھے۔ اشتعال نے غلبہ پایا تو اس کا چہرہ سرخ ہو کر رہ گیا۔

"تمہارا یہ گناہ ناقابل معافی ہے صبا میر!" اس نے گاڑی اس قدر بے دردی سے ریورس کی تھی کہ گاڑی کے ٹائر چرچرا اٹھے تھے۔

●●●●●

بادل کی بوندا باندی نے شدید گرمی میں بھی ایک لطیف سا تاثر قائم کر دیا تھا اور صبا بارشوں سے تو ایک عجیب سی گرمجوشی آتی ہی دیوانی تھی۔ اب بھی اطراف شام سے بے نیاز وہ ٹیرس کی سیڑھیوں پہ بیٹھی ٹپ ٹپ گرتی بوندوں کے کھیل سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

تبھی اس کی نظر سعید پہ پڑی تو وہ بدمزہ سی ہو گئی۔ وہ بھی اسے دیکھ کر چونکا تھا۔ صبا نے ایک لمحے کو وہاں سے اٹھ جانے کا ارادہ کیا مگر پھر ملتوی کر کے وہیں بیٹھی رہی کہ کہیں وہ یہ نہ سمجھنے لگے کہ وہ اس سے خوفزدہ ہے۔

"اب کیسی طبیعت ہے تمہاری؟" بہت غیر متوقع سوال اور نرم انداز تھا۔

صبا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"تمہیں کیا ہوا ہے؟" اس نے بے حد ناگواری سے پوچھا تھا۔ سعید نے قدرے دھیان سے اسے دیکھا۔ گہرے براؤن اور سفید پرنٹڈ شرٹ اور سفید شلوار دوپٹے میں وہ اب دوبارہ اپنی صحت کی طرف لوٹ رہی تھی۔

تمہیں کیا پوچھ رہا تھا۔ پچھلے دنوں تم نے خود کو بیماروں کی طرح بستر سے لگا رکھا تھا۔" وہ آرام سے کہتے ہوئے اسی سیڑھی پر اس سے قدرے فاصلے پر بیٹھ گیا۔

تجی کا دماغ جھنجھنا اٹھا۔

"تمہیں اس سے کیا ۔۔۔۔۔ میں جو چاہے کروں۔" وہ چیخ کر بولی تھی۔

"واقعی، مجھے کیا۔ جب یہ سلسلہ ہی ختم ہو گیا ہے تو ۔۔۔۔۔"

وہ کچھ کہنے لگا تھا کہ تجی تیز لہجے میں اس کی بات کاٹ گئی۔

"تم سے کس نے کہا کہ یہ سلسلہ ختم ہو گیا ہے؟ ۔۔۔۔۔ ہم نے محبت کی ہے، کھیل نہیں کھیلا ہے۔"

"مگر وہ ملک چھوڑ کر جا چکا ہے۔" معید نے اسے یاد دلایا تھا۔

"محبت قرب یا دوری سے مشروط نہیں ہوتی معید حسن!" وہ تلخی سے بولی تھی۔

"مگر میری اطلاع کے مطابق تو وہ دو سال کے لئے گیا ہے۔" وہ اب بھی بہت نرمی میں کہہ رہا تھا۔ تجی کو لگا جیسے وہ اسے نیچا دکھانا چاہتا ہو۔ اس نے یکلخت ہی اپنا لب و لہجہ بدلا۔

"تو کیا ہوا۔ میں اس کا انتظار کروں گی۔" اطمینان سے کہا تو معید نے حیران ہو کر اس کے چہرے پر اب پہلے والا تناؤ نہیں تھا۔ جیسے کچھ طے کر لیا ہو۔

"محبت کرنے والوں کی نگاہیں بھی
ہوا میں ڈولتی خوشبو کی صورت
منظروں میں اپنے ہونے کی نشانی چھوڑتی ہیں
چاندنی راتوں میں جیسے چاند کی کرنیں
سمندر کے بدن میں تشنگی آباد کرتی ہیں
محبت کرنے والوں کے تعلق اور ان کی
دوریاں سب سے انوکھی ہیں"

اس نے بہت کھنکتے لہجے میں کہا تھا۔

"بہت خوب ۔۔۔۔۔" معید مسکرا دیا۔ "تو اب سے محبت کی آزمائش شروع ہو چکی ہے۔" اس نے کہا تھا۔

تجی کے دل میں ٹیس سی اٹھی مگر اس سنگدل شخص کو تو وہ اپنی ناقدری ہونے کی ہوا بھی نہ دینا چاہتی تھی۔

دل کے درد کو بمشکل دباتے ہوئے اس نے لاپروائی سے کہا۔

"یہ تو بہت معمولی بات ہے۔ عمر کا انتظار تو میں ساری عمر کر سکتی ہوں۔"

"اور اگر اس بیچ تمہیں کسی اور سے محبت ہو گئی تو؟" معید کا سوال بہت غیر متوقع تھا۔ تجی کی پیشانی شکن آلود ہو اٹھی۔

"محبت ہے معید حسن صاحب! کوئی کھیل نہیں جو کسی کے بھی ساتھ کھیل لیا جائے۔" اس نے چڑ کر کہا تو وہ جیسے اس کی بے وقوفانہ بات پر زیر لب مسکرا دیا۔ پھر قدرے توقف کے بعد رسانیت سے لہجے میں بولا۔

"تم کسی بھی طور محبت کی حد بندی نہیں کر سکتیں تجی! یہ تو پھیلتی چلی جاتی ہے۔ بڑھتی چلی جاتی ہے سینا تلکن ہی نہیں ہے۔ بھلا ایک ایسی چیز جو اس کائنات کی وسعتوں سے لے کر رب عرش تک پھیلی ہے اس کی تم کیسے حد بندی کر سکتی ہو؟"

اس کی باتوں نے لمحہ بھر کو تجی کی قوت گویائی چھین لی تھی۔ مگر معید سے ہارنا کہاں سیکھا تھا۔

"مگر میں یہ حد بندی کر چکی ہوں۔ میں نے اپنے دل کے دروازے کو تالا لگا کر اس کی چابی گہرے پانیوں میں پھینک دی ہے۔" اس نے اپنی آواز کی لرزش پر قابو پاتے ہوئے تجی سے کہا تو وہ مسکرا دیتے ہوئے بولا۔

"تو گویا تم نے محبت کو دل کے دروازوں کے پیچھے قید کر دیا ہے؟"

"محبت کو نہیں، اپنے جذبوں کو قید کیا ہے ان دروازوں کے پیچھے میں نے۔" اس نے بارش کی بوندوں پر نظریں جماتے ہوئے کہا جو فرش پر موتیوں کی طرح اچھل رہے تھے۔

"لیکن یہ تو کوئی محفوظ طریقہ نہیں ہے۔ تم نے سنا نہیں کہ
محبت دل پہ دستک دیتی ہے
دلوں کو روح کا رستہ دکھاتی ہے
محبت اک دعا ہے جو ہمیشہ ساتھ رہتی ہے
محبت ٹھنڈی چھاؤں ہے جو صحرا کے سفر میں کام آتی ہے
محبت اس کا لہجہ ہے
جہاں امید کے کچھ الفاظ باندھے ہیں
محبت اس کی آنکھیں ہیں
کہ جن میں خواب اگتے ہیں
محبت اس کا چہرہ ہے
کہ جس کا تبسم ہر کسی کے دل میں
خواہش سانس لیتی ہیں
محبت دل پہ دستک ہے۔"

چاروں جانب خاموشی کا تسلط ۔۔۔۔۔ صرف بوندوں کی ٹپ ٹپ ۔۔۔۔۔ ایسے میں معید کا گمبھیر لہجہ بہت ناقابل فہم لگا تھا۔

"ضروری نہیں ہے کہ تم ہر آہٹ پر دل کا دروازہ کھول دیں۔" اس کے لب و لہجے کے تاثر کو ختم

کرنے کے لیے شعی نے پر مختصر انداز اپنایا تو وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

"مگر جب محبت دستک دے تو پھر یہ دروازہ آپوں آپ کھلتا چلا جاتا ہے شعی میرا! اسے کھولنے کی زحمت نہیں کرنا پڑتی۔"

"ہونہہ ——— فضول۔" اس نے سر جھٹکا تھا۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر ہونٹوں پر دل بر مسکراہٹ لئے بولا۔

"تو پھر تم کسی سے متاثر ہوئی ہو تو الگ بات ہے ورنہ تم ابھی تک محبت سے نابلد ہو شعی۔"

"ہاں ——— تم تو جیسے صبح و شام یہی کام کر رہے ہوتے۔" اس کا تو رواں رواں جل سلگ رہا۔

"ہاں۔ تم شاید یقین نہ کرو مگر میں محبت کر رہا ہوں۔ ایک ایسی لڑکی سے جو مجھ سے پیار کرتی۔ مگر تم دیکھنا ایک روز وہ خود اپنی چاہتوں کا اقرار کرے گی۔ کیونکہ میرا ایمان ہے کہ پیار دستک دیتی ہے اور کبھی نہ کبھی اس کے دل میں اس دستک کا شور ضرور برپا ہوگا۔" وہ بہت گہرے دکھ کے انداز میں کہہ رہا تھا۔ اس قدر نرم لہجہ، آنکھوں سے جھلکتی چمک اور ہونٹوں پر مسکراہٹ لئے وہ شعی کو تحیر کے سمندر میں غرق کر گیا۔

اس کے حیرت سے نیم وا ہونٹوں کو دیکھ کر وہ بھی اپنی بے اختیاری پر خفیف سا ہو کر بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا۔

"بہرحال تم اپنا انتظار جاری رکھو اور میں اپنی کوشش۔ دیکھتے ہیں کون پہلے کامیابی حاصل کرتا ہے۔" سنبھل کر کہتے ہوئے وہ مسکراتا ہوا چلا گیا۔

"اوہ مائی گاڈ! تو اس روز میں صحیح تھی۔ اس کے لاکر میں وہ تصویر کسی لڑکی ہی کی ہے۔" شعی کے ذہن میں جھماکا سا ہوا تھا۔ ساتھ ہی غصہ بھی آنے لگا۔

"مجھے کیسے بڑے ابا کی طرح سمجھاتا ہے اور خود کسی غیر لڑکی کی تصویر رکھی ہوئی ہے۔" وہ اٹھ کر صبا کو یہ دھماکا خیز خبر سنانے بھاگی تھی۔

●●●●●

عمر بھر کی چاہت کو
آسرا نہیں ملتا
وحشت بے تھکی میں راستہ نہیں ملتا
خاموشی کے دلقوں میں
بات ٹوٹ جاتی ہے اور سرا نہیں ملتا
حدت کے لفظوں کو روشنی نہیں ملتی
لذت پذیرائی پھر کبھی نہیں ملتی
پھول رنگ وعدوں کی
منزلیں سلگتی ہیں

راہ مڑنے لگتی ہے
بے رخی کے گارے سے
بے دلی کی مٹی سے
وصلوں کی اینٹ سے اینٹ جڑنے لگتی ہے
آہوں کے سائے سے عمر بھر کی محنت کو
پل میں لوٹ جاتے ہیں
بے زاری رنجش سے
ساتھ چھوٹ جاتے ہیں

اسے بستر پر نیم دراز دیکھ کر اریبہ کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا۔

"نوفل! یہاں کیا کر رہے ہو تم؟" وہ کہتی ہوئی اندر چلی آئی۔

"تمہیں کیا لگ رہا ہے؟" وہ جواباً سکون سے بولا تھا۔

"میں تمہاری ہر ادا سے واقف ہوں نوفل! اگر تمہیں کوئی بات تنگ کر رہی ہے تو مجھ سے کہہ کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر لو۔" اس نے بہت ہمدردانہ انداز میں کہا تو نوفل کے اعصاب تن سے گئے۔ وہ اٹھ بیٹھا۔ پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"اب ان ہی کہتے رہ گئے ہیں۔ میری پرابلم سننے سنانے والی آ رہی ہے۔ اب تو ہر اعتراف اسی کے سامنے ہوگا۔"

نوفل کا بدلا انداز اریبہ کے لئے ایک جھٹکا ثابت ہوا تھا مگر وہ خود کو سنبھال کر شکایتی انداز میں بولی۔

"یہ دوستی تو نہ ہوئی نا کہ تم مجھ سے اپنی پرابلم بھی شیئر نہ کرو۔"

"دوستوں کے ساتھ صرف خوشیاں شیئر کرنی چاہئیں۔ اچھے دوست کو اپنی پرابلم بتا کر دکھی کرنا کہاں کی دوستی ہے؟" وہ رسان سے کہہ رہا تھا۔

"تم خوش تو ہو نا نوفل؟" اریبہ نے اس کے مسکراتے چہرے پر آزردگی کا کوئی نشان ڈھونڈنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی تھی۔

"آف کورس۔ ہر بات میری پسند سے طے ہو رہی ہے تو کیا مجھے خوشی نہیں ہونی چاہئے؟" اس نے ہی پرسکون انداز میں پوچھا تو اریبہ لاجواب ہو کر رہ گئی۔ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے اپنا آخری داؤ بھی کھیل ہی ڈالا۔

"کبھی میں نے سوچا نہیں تم صبا اور عمار کے تعلق کو لے کر اس کی طرف سے بدگمان ہی نہ ہو جاؤ مگر تمہاری اعلیٰ ظرفی اور ذہنی وسعت نے مجھے بہت خوش کیا ہے نوفل! تم ان مردوں میں سے نہیں ہو جو بیوی کے ماضی کو کریدتے رہتے ہیں۔ بھلا دبی چنگاریوں کو ہوا دینے سے کیا حاصل۔ میں تو دعا کرتی ہوں کہ تم دونوں گزری ہر بات بھلا کر ایک بہت اچھی اور مخلص زندگی گزارو۔ لڑکیاں تو

یوں بھی نئی زندگی میں قدم رکھتے ہی پرانی یادوں کو ذہن سے کھرچ ڈالتی ہیں۔ بے چاری...
سانس بھرتی اس کو ابھی زندگی گزارنے کی دعا دیتی پلٹ گئی تھی۔ حقیقتاً تو اس نے جلتی پر تیل
ڈالنے والی حرکت کی تھی۔

نوفل کا سکون اور طمانیت ادیبہ کو آگ لگا گیا تھا۔ اپنی ساری محنت ضائع ہوتی محسوس
تھی۔ مگر اب نوفل کے چہرے پہ تاثرات دیکھ کر دل کو یک گونہ سکون حاصل ہوا تھا سو وہ
بھڑکنے سے پہلے ہی کھسک گئی۔

اس کے جانے کے بعد بھی وہ یونہی ساکت سا بیٹھا رہا تھا۔

ادیبہ کی باتوں نے نئے سرے سے ایک اذیت بھری جو سکون کو توڑ رہی تھی۔ اضطراب
کر رہی تھی۔

وہ ناقابل برداشت تکلیف میں گھرا اضطراب سا اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں جو تم سے اس قدر مخلص ہوں صبا میرا پھر میرے ساتھ اس قدر بے ایمانی کیوں؟
مرد ہوتے ہوئے بھی کسی لڑکی کو نظر بھر کر صرف اس لئے نہیں دیکھا کہ یہ استحقاق میں نے
تمہارے لئے رکھ چھوڑا تھا۔ تو تم نے اپنی نگاہ، اپنے دل اور جذبات کو لگام کیوں نہ ڈالی؟
بے راہ روی تو مردوں کے نام کے ساتھ منسلک ہے۔ لڑکیاں تو ان معاملات میں کوری ہوتی
ہیں۔ ہر طرح سے ان چھوئی، پاکیزگی کی حدوں کو چھوتی۔"

چند لمحوں تک وہ مٹھیاں بھینچے کمرے کے وسط میں کھڑا رہا تھا۔ پھر ایک گہری سانس
اعصاب کو ڈھیلا چھوڑا اور پُرسکون ہونے کی کوشش کرنے لگا۔

اس نے بہت چاہا تھا کہ کوئی انتہائی فیصلہ کر کے اپنی زندگی کو اس کرب سے نجات دلا
ماں اور بہن کے ہنستے مسکراتے چہرے ہر بار اس کی راہ کی رکاوٹ بن گئے تھے۔

اور پھر ایک اور انکشاف بھی تو ہوا تھا۔

یہ دل —— یہ دل اب صبا میر سے ہٹ کر کچھ اور سوچنے کو تیار ہی نہ تھا۔

اور محبت؟

یہ سوال کتنی ہی دیر تک اس کے دل کے کانٹے میں تنکے کی طرح کھٹکتا رہا تھا۔ مگر محبت
ناراضگی کی چادر اوڑھے سرد موسموں میں جا سوئی تھی۔ وہ بدگمانی کی دھند میں لپٹی محبت کو
سے انکاری تھا۔

بہم رہ کر
اگر بڑھ جائیں دل کے فاصلے یکدم
بچھڑ جانے کا پھر تو فیصلہ یہ کر بھی سکتی ہے
محبت مر بھی سکتی ہے

"تو میں ہار گیا صبا میر! حالات سے، خود سے، دل سے۔ مگر میں تمہیں کبھی بھی بخشے گا..."

... ہے اور نہ اپنے آپ سے۔ نہ تو تم کبھی شاد کر پاسکو گی اور نہ ہی نوفل احمد کر...
... بڑے تحمل سے سوچ رہا تھا۔

●●●●●

ماڑا چھپا دا چھپا وے
... اڈ جانا

اوپر سے ایک ہی تھاپ پڑی اور ساتھ ہی بہت سریلی آوازوں نے تان اٹھائی تو انس کے دل میں
... بی اٹھی۔

"یہ کیا فضول بات ہوئی؟ صرف صبا کی نہیں، میری شادی بھی ہو رہی ہے۔ مجھے اس چھیڑنے میں
... کرنے کی کیا تک بنتی ہے؟"

"ہم اپنی بہن کی شادی کے گیت گا رہے ہیں۔" ... نے اسے اور جلایا تھا۔

تمام دور اور نزدیک کے مہمان جمع ہو چکے تھے۔ شادی میں محض ایک ہفتہ باقی تھا۔ سو شاپنگ
... مشکل مرحلے سے نمٹنے کے بعد بالکل فارغ ہو کر انہوں نے ڈھولک رکھ لی تھی۔

"ہاں بھئی بھائی تو جیسے لے پالک ہے نا۔" انس کو اس کی طوطا چشمی پر خاصا تاؤ آیا تھا۔

"میں نے اپنی فرینڈز کو صرف صبا کی شادی کے گیت گانے کے لئے بلایا ہے۔" اس نے بری
... دکھائی تو ضد میں آ کر انس پورے ٹولے کو ان کے مقابل لے آیا۔ نعمان، عمر، ابرار، حامد،
... اور فواد۔

جوان جہان لڑکوں کی فوج ظفر موج دیکھ کر وہ سٹپٹائی تھیں۔

ایک سے بڑھ کر ایک شرارتی اور حاضر جواب۔

اب لڑکیوں کے ہاتھوں میں ڈھولک تھی تو لڑکے برات اٹھا لائے۔ اس کے بعد وہ غدر مچا کہ
... حسب معمول سعید ہی نے آ کر ان سب کو شرافت کے جامے میں آنے کا آرڈر دیا تھا
... بعد جاوید نے بہت شرافت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے گٹار پر بہت اچھے گیت سنائے۔
... نے بھی دل کھول کر داد دی تھی۔

... کی محفل اُدی لاؤنج میں جمی ہوئی تھی جہاں اس وقت ایک سنجیدہ مسئلہ ڈسکس کیا جا رہا تھا
... قریب میں مثنی اور سعید کے رشتے سے متعلق تھا۔ سب ہی نے اس آئیڈیا کو اپروو کر دیا تو
... کے دل میں بھی سکون اتر آیا۔

... کیا پتہ تھا کس نے اگست میں شادی کرانے کا مشورہ دیا تھا۔ اتنی گرمی اور حبس۔"
"سب گرد صبا کو گھیرے ہوئے تھیں۔ لڑکے اپنے کمروں میں گئے، تب ماحول کچھ پُرسکون ہوا
... نے مڑ کر اپنی خالہ زاد لائبہ کو دیکھا تھا۔
"مجھے تو بہت شوق تھا نا شادی کرانے کا۔"
... گرمی اور حبس نہیں۔ انس بھائی محکمہ موسمیات کی رپورٹ سنا چکے ہیں کہ اس ہفتے ...

بہت عاشقانہ ہوگا۔" حنی نے شرارت سے کہا تو عائزہ نے اس کے انداز کو آگے بڑھایا۔
"بھئی یہ تو موسم سے زیادہ نئے شادی شدہ جوڑوں کے دل کا احوال معلوم ہوتا ہے۔"
"بہت بے شرم ہو تم لوگ۔" صبا نہ چاہتے ہوئے بھی ہنس دی تھی۔
"نوفل بھائی سے ایک آدھ ملاقات بھگت لو۔ پوچھ لیں گے تم سے بھی کہ شرم کیا ہے۔" عائزہ نے اسے چھیڑا تو وہ کانوں تک لال پڑ گئی۔
"کس قدر بکواس کرتی ہو تم سب۔"
"ہاں جی، ہماری باتوں میں وہ مٹھاس کہاں جو اور لوگوں کی باتوں میں ہوگی۔" اسے گڑبڑایا تو وہ عاجز آ گئی۔
"خدا کے لئے، کچھ اور بھی سوچ لو۔ بلکہ اس شاپنگ کے متعلق سوچ لو جو ابھی باقی ہے۔ لگ رہا ہے کہ تم لوگوں کی تیاری میری نہیں بلکہ اپنی شادیوں پہ ہی اختتام پذیر ہوگی۔"
"تمہارا تو کوئی مسئلہ نہیں نا۔ تم صرف شرمانے کے نت نئے طریقوں اور روپ اداؤں پہ غور کرو۔ باقی یہ چھوٹے موٹے، رہ گئے چھوٹے کام ہماری جانوں پہ ڈال دو۔" بڑے اطمینان سے مشورہ دیا تو وہ سب ڈھٹائی سے ہنسنے لگیں۔
"تم لوگوں سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔"
ان کی ذرا ذرا سی باتیں ہاتھ پاؤں میں سنسناہٹ سی دوڑا رہی تھیں۔ اچانک گھبراہٹ کا غلبہ بھی طاری تھا۔
"ہاں جی، اب تو یہ سب جملے مردوں ہی میں کھلے گا۔" حنی نے آہ بھر کر کہا تو اب کی بار وہ دھوکے سے بچ نہیں سکی تھی۔
"ہاتھ تو اس کا ابھی سے کھلا ہوا ہے۔ کیا خیال ہے، نوفل بھائی کو پہلے ہی سے انتظام کر ذرا بچ کے۔" اس نے پھر کہا تھا۔
"مرو تم سب۔" صبا زچ ہو گئی تھی۔
"سوچ لو، نوفل بھائی کہاں ہماری نوکی کو اتنی غلط تاریخ میں برداشت کریں گے۔" چھیڑا تو وہ ان سے ہار کر رہ گئی۔ وہ سب اس کی شکل دیکھ کر ہنسنے لگیں۔

●●●●●

وہ سب نوفل کو گھسیٹ لائے تھے۔
"یہ دیکھو، اس کی بھی تو شادی ہے مگر کتنی ڈھٹائی سے تالیاں پیٹتی گانے گا رہی ہے۔ بزرگی طاری کئے پھر رہے ہو۔"
اشارہ نگین کی طرف تھا جو اپنی دوستوں میں بیٹھی تھی۔
"میں اپنی نہیں بلکہ اپنے بھائی کی شادی کی خوشی میں گا رہی ہوں۔" وہ چہکی ہوئی تھی۔
"یہ بھی بے ڈھٹائی۔" بہت اطمینان سے کہا گیا تھا۔ بلند و بانگ قہقہے۔ نگین کی کوئی

نہ تو کچھ بولا، مجھے کچھ اور کام ہے۔" نوفل سنجیدہ تھا اور وہ سب انتہائی غیر سنجیدہ۔
"اور کام کرنے کے لئے اور بہت سے لوگ ہیں۔ تم یہاں سے ایک انچ بھی نہیں ہل سکتے۔"
تو نے اسے آنکھیں دکھائی تھیں۔ وہ لب بھینچے صوفے میں دھنس گیا۔ ان سب کی ڈھٹائی سے وہ بھی طرح واقف تھا اور اتنی ساری لڑکیوں کے بیچ اپنا مذاق اڑوانا اسے نامناسب لگتا تھا۔ سو ہتھیار ڈال دیئے۔ ورنہ دل میں تو کوئی امنگ، کوئی جوش نہیں تھا کہ جس کے لو دینے سے جذبات سلگ اٹھتے، آنکھوں میں خمار اترتا اور لبوں کے گوشوں میں نرم سی مسکراہٹ تھرکنے لگتی۔ جب دل کی خوشی، سکون ہی نہیں تھا تو خوشبوؤں بھرے لمحات کہاں روح کو طمانیت پہنچاتے۔ الٹا ان ہنگاموں نے بیت میں مزید بے زاری بھر دی تھی۔
کبھی ان دنوں کا دن گن گن کر انتظار کیا تھا اور اب جب کہ یہ آئے تھے تو وہ دل ہی نہیں رہا تھا، کہ ان کا تمنائی تھا۔ وہ نگاہ ہی نہیں تھی جو اس چاند چہرہ کی شیدائی تھی۔ اس کی خاموشی اور بیزاری سب کے لئے بہت معنی خیز تھی۔ اس کا ہر انداز اچھی طرح سمجھ میں آ رہا تھا۔ منگنی ہونے تک وہ ہواؤں میں اڑ رہا تھا اور اب جب کہ صبا اس کی ہونے والی تھی تو اس کی حالت یہ تھی کہ پر کٹے پرندے کی طرح پھڑپھڑانے سے بھی مجبور تھا۔
وہ سب گانے گا رہے تھے۔ نگین اور شاید نوفل کو بھی چھیڑ رہے تھے۔ مگر وہ زبردستی بھی ان کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ بے زار ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔
"بیٹھ جاؤ نوفل اچھے ہی ہیں سب۔" صالحہ بیگم اس کی بے زاری کو جھجک پر محمول کر رہی تھیں۔
"اسے کہاں جانا ہے؟ لگتا چاہتا ہے کہ اب اسے چھیڑا جائے۔" واصف دور کی کوڑی لایا تھا۔
"ابھی اس کا موڈ نہیں ہوگا ہنگامے میں بیٹھنے کا۔ جانے دو اسے۔" ادیبہ نے فوراً اس کی حمایت کی۔ وہ کب یہ چاہتی تھی کہ نوفل کی آنکھوں میں صبا کے نام سے خمار اترنے لگے یا ان سب کی کوئی ہنسی، شرارت بھری بات اس کے جذبات میں تلاطم پیدا کر دے۔
"ہاں بھئی، جاؤ تنہائی میں۔ ان کے تصور میں بناؤ، سنوارنا بھی انتہائی ضروری امور ہیں۔" ... نے اس کے کان میں گھس کر سرگوشی کی تو اس کے انداز پر نہ چاہتے ہوئے بھی نوفل کے ہونٹوں پہ ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔
"بکواس مت کرو۔" بڑی نرم سی جھڑکی تھی۔ تبھی تو وہ سب اسے زچ کرنے پہ تل گئے۔
"سب یادوں سے کیا پردہ؟" اسعد نے اٹھ کر اس کے شانے پہ بازو دراز کیا تو ان سب کے ... وہ سب بے بس ہونے لگا۔
وہ سب اسے لئے اس کے کمرے میں آ گئے جو پہلے ہی ڈریم لینڈ کہلاتا تھا مگر ان سب نے ڈیکوریشن ... سے اس کی سجاوٹ کو مزید بڑھا دیا تھا۔
اگلے روز دلہن اور نگین کی مہندی کے فنکشن میں صبا اور نوفل کا نکاح ہونا قرار پایا تھا تا کہ صبا اپنے بھائی کی شادی کے فنکشن میں حصہ لے سکے۔

اسی بات کو لے کر وہ سب نوفل کو تنگ کرنے کے چکروں میں تھے اور ان سب کی شرارتوں ہی کی وجہ سے وہ کچھ دیر ہی میں سب کچھ بھول کے ہنس رہا تھا۔

اور کل کون سا دور تھا۔ آیا اور گزر بھی گیا۔ بہ مشکل سب سے جان چھڑا کر وہ اپنے کمرے تو کسی کے پیچھے آنے سے پہلے ہی اس نے دروازہ لاک کر لیا۔ جانتا تھا کہ وہ سب رت جگے میں ہیں۔

اے سی کی کولنگ بڑھا کر وہ اپنے وسیع و عریض بیڈ پہ گر سا گیا۔

"بہت شور، ہنگاموں اور شوخیوں بھری مہندی کی تقریب میں آج نہ صرف وہ کسی کا ہو آیا تھا بلکہ خود بھی کسی کا ہو گیا تھا۔ وہ جو اپنے اور صبا کے درمیان صدیوں کا فاصلہ محسوس کرتا تھا، چند پلوں کے بعد اسے خود سے منسلک پا کر ششدر رہ گیا تھا۔

"یہ کیا ہو گیا میرے ساتھ؟" کتنی ہی بار اس نے بہت تعجب کی تھی۔

"یہ بے ایمانی اور بے وفائی میں برداشت نہیں کر سکتا۔ جو پہلے ہی کسی کی زندگی میں ہو اسے میں اپنی زندگی میں تعفن پھیلانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔" مگر فیصلہ کرتے ہوئے وہ ٹوٹنے لگی تھی۔

ماں کا جگمگاتا چہرہ۔ بہن کی شرمیلی مسکراہٹ۔

"کیا میں اس قدر سفاک ہو سکتا ہوں؟" اس کا ذہن بلینک ہو گیا تھا۔

اور پھر بہت سی مجبوریوں نے اسے ہرا دیا۔ مہر بہ لب کر دیا تھا۔ مگر دل کے کچھ فیصلے بہت اٹل تھے۔

"تم میرے نام ہو جاؤ تو ہو جاؤ صبا میر! مگر میں اپنا آپ کسی طور تمہارے نام کرنے والا ہوں ــــــ کبھی نہیں۔" اس کی نگاہ اپنے ہاتھ کی پشت پر پڑی جہاں ایک ہلکی سی خراش ابھر آئی تھی۔ ٹھٹک سا گیا۔

نہ چاہتے ہوئے بھی گزرے کئی لمحات فلم کی طرح آنکھوں کے آگے سے گزرنے لگے۔

اس کی تیل مہندی کی رسم کے بعد ان دونوں کے نکاح کی تقریب ہوئی تھی اور آغا جان کے بقول بیک جنریشن کے کوئی قانونی رکاوٹ باقی نہیں رہی تھی۔ اس لیے نوفل اور صبا کی نکاح کی رسم اکٹھے کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں تھا۔

"کل جا کر صرف نگینوں کی رسم کر لیں گے۔" وہ سب اڑ گئے تو کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا۔ نوفل کے لاکھ آنکھیں دکھانے پر بھی وہ سب باز نہیں آئے۔ اسے لے جا کر زرد لباس میں پھولوں کے زیور اور خوشبوؤں سے آراستہ و پیراستہ وجود کے ساتھ بٹھا دیا گیا۔

وہ سب بہت چھیڑ چھاڑ کے ساتھ ان دونوں پر فقرے چست کرتے ہوئے نہ صرف رسم کر کے تیل میں ڈبو چکے تھے بلکہ مٹھائی کھلا کھلا کر بے حال بھی کر چکے تھے۔ اس وقت نوفل بھلا صرف اپنی جان بچانے سے متعلق سوچ رہا تھا۔

تبھی اس نے ساتھ بیٹھے وجود کی کسمساہٹ کو محسوس کیا تھا۔ اس کا دھیان بٹنے لگا۔ بالکل ساتھ ہی تو وہ بیٹھی تھی۔

صدیوں کا فاصلہ جو نوفل کو محسوس ہوتا تھا، کہیں بھی تو نہیں تھا۔ بہت قربت تھی۔ مگر اس قرب میں بھی تو کوئی سنسنی نہیں تھی۔ سر جھکا کر اس نے کچھ محسوس کرنے کی کوشش کی مگر پہلے ہی لمحے منکشف ہو گیا کہ دل بالکل خالی ہے۔

یہ منظر بات انداز میں پھر سے پہلو بدلنے پہ وہ چونکا تھا۔ تب جید کھلا کہ اس کا گوٹے والا دوپٹہ ایک سائیڈ سے نوفل کے نیچے دبا ہوا تھا جس کی وجہ سے وہ خود کو مشکل میں محسوس کر رہی تھی۔ تب نوفل نے لب بھینچتے ہوئے یونہی سامنے دیکھتے ہوئے اس کا دوپٹہ پیچھے ہٹانے کی کوشش کی تھی۔ ادھر صبا بھی اس کوشش میں مصروف تھی۔ سو دوپٹے کی بجائے نوفل کے ہاتھ میں اس کا ہاتھ آ گیا تھا۔ تاڑنے والے بھی قیامت کی نگاہ رکھتے تھے۔ بات پھر کچھ بنا لی گئی۔ صبا نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ کھینچا تو ان سب نے مزید مذاق اڑانا شروع کر دیا۔

"خبیث! میں دوپٹہ پیچھے کر رہا تھا۔" سوچ پا کر اس نے آذر کو گھورنے کی کوشش کی مگر اس نے وہ کہاں رعب میں آنے والا تھا۔ شوخی سے بھرپور انداز میں بولا۔

"یہ آپ کی تقریب کا نکاح ہے نہ کہ شب زفاف کہ تحفہ و تہنیت اٹھانے کی ہو رہی ہے۔" اس کی بات نوفل کو شرمندہ کر گئی ــــــ نگاہ اپنے ہاتھ کی پشت پہ جم گئی جہاں صبا کا ناخن ہلکی سی خراش ڈال گیا تھا۔

اور اب بھی ایسی ہی خراشیں وہ اپنے دل پر پڑتی محسوس کر رہا تھا۔ ان سب کی ذومعنی باتیں اور ہنسی مذاق، چھیڑ چھاڑ کوئی بھی تو مستی بھرا احساس پیدا نہیں کر رہی تھی۔ صرف ہلکی سی جلن تھی جو دل کا بوجھ بڑھا رہی تھی۔

"ایسا ہے تو جل بجھا صبا میر! اب تم لاکھ اس کی راکھ کو کریدو مگر کچھ نہیں پاؤ گی۔ کوئی شعلہ تو کیا، کوئی چنگاری تک نہیں ملے گی یہاں کہ اگر تمہیں اپنے جذبے پہ بے اختیاری تھی تو میں بھی اپنے بات پہ مکرانا ہوں۔"

کیا کیا ایک بھی سوچ مثبت نہیں تھی۔

اسی وقت اس کا موبائل بجنے لگا تو اس کے خیالات منتشر ہونے لگے۔

اسکرین پہ روزے آفریدی کا نام چمکتا دیکھ کر اسے خود کو بہ سرعت سنبھالنا پڑا تھا۔ رات کی تقریب میں آ کے شرکت نہیں کر پائی تھی کیونکہ وہ ملک میں نہیں تھی۔ اس نے بڑے زور و شور سے نکاح کی مبارک باد دی تھی۔

جب بات ختم ہوئی، "میں تمہاری غیر موجودگی بالکل بھی برداشت نہیں کروں گا۔" نوفل نے سمجھایا تھا، وہ ہنس دی۔

"میں تو وہاں سے بھاگ کر آئی ہوں، اس سے تو مجھے لگ رہا ہے کہ جو کنٹریکٹ میں کر کے

آئی ہوں وہ ختم ہو جائے گا۔ ذرا بھی تو دلچسپی نہیں تھی وہاں میری کسی بھی شے میں۔"

"اب بتاؤ، سوال کیا ہے؟" اس نے بہت شرارت سے پوچھا تو اس کے اضطراب میں اضافہ ہونے لگا۔ مگر وہ قدرے فریش لہجے میں بولا۔

"پہ تمہیں کیوں کر بتاؤں؟ اسی کو بتاؤں گا جس کی وجہ سے سوال پائی ہوا ہے۔"

جواباً ڈالے کا بے ساختہ قہقہہ گونجا تھا۔ پھر وہ بولی۔

"ڈیڈی بہت تعریف کر رہے تھے کل کے فنکشن کی۔"

"پسند آیا نہیں؟" نوفل نے اوپری دل سے پوچھا تو اس نے سانس بھرتے ہوئے کہا۔

"اس قدر پسند آیا کہ وہ میرے لیے بھی ایسا ہی ایک فنکشن کرانے پر ابھی سے ابھی رہی۔"

"تو پھر دیر کس بات کی ہے؟" نوفل نے اسے چھیڑا تو قدرے توقف کے بعد وہ عجیب انداز میں بولی۔

"اتنے سال کسی اور کو سوچنے کے بعد کسی ایرے غیرے کو میں اپنی زندگی کا حصہ بنا لوں ... انداز و الفاظ بالکل نوفل والے تھے۔ وہ خاموش سا ہو گیا۔

"اور اگر تمہیں کبھی ایسا کرنا پڑ جائے تو؟" چند لمحوں کے توقف کے بعد اس نے پوچھا تو ڈالے نے بھی سنجیدگی ہی سے جواب دیا تھا۔

"اول تو یہ کہ میں یونہی سرینڈر نہیں کروں گی۔ ہر ممکن کوشش کے بعد بھی اگر شمونیل نہ ملا تب شاید۔ اور پھر زندگی تو گزارنی پڑتی ہے نوفل! فطرت سے منہ موڑنا ہر کسی کے بس میں نہیں ہوتی۔"

"کیا یہ اس شخص سے بے ایمانی نہیں ہو گی جس سے تم شادی کرو گی؟" اس کا لہجہ تھا۔ لیکن ڈالے کی پوری توجہ اس کے الفاظ پر تھی۔ ورنہ وہ یقیناً چونک اٹھتی۔

"بے ایمانی تو تب ہو گی جب میں اپنی گزشتہ زندگی اور اس کی یادوں کو آئندہ زندگی میں لے کر چلوں گی ـــــ اینی ویز، فی الوقت تو میں ایک سو دس فیصد پر یقین ہوں کہ شمونیل خان ہی کی ہوں گی۔" وہ بے حد سنجیدگی اور پُریقین انداز میں بولی تو نوفل کو مسکرانا پڑ گیا۔

"او کے ویئر ـــــ اب تم اچھے اچھے سے خواب دیکھو۔ انشاء اللہ میں مجھے یاد آ جاؤ گے۔" آف کرنے سے پہلے ڈالے نے اسے چھیڑا تو وہ بس مسکرا کر رہ گیا۔

"کون سے خواب؟ کہاں کے خواب ڈالے بی بی؟ ـــــ میں تو ان دیکھے خوابوں کے ہاتھوں میں لٹے ششدر کھڑا ہوں۔ جو خواب میں نے دیکھے تھے ان کی تعبیریں اتنی بھیانک ہو سکتیں۔ وہ تو کرچی کرچی خواب تھے۔ تتلیوں کے پروں جیسے کچی ـــــ شاید کبھی ان کو دے گئے۔"

●●●●●

رخصتی سے پہلے کسی طور بھی اپنی سسرال جانے کو تیار نہیں تھی۔ مگر حنی بھی اپنے نام کی ایک ہی ضد پہ اکڑی ہوئی۔

"اب اگر تم نے مجھ سے ساتھ چلنے کو کہا تو میں تمہارا سر پھوڑ دوں گی۔" صبا نے غصہ دکھایا مگر حنی پہ زیادہ ہنسی آ رہا تھا۔

"یہ کیا ہوا ہی اس لیے ہے تا کہ تم آرام سے سارے فنکشنز انجوائے کر سکو۔" اس نے حقیقت بیان کی جو کہ اتنا سچ تھی۔

ماں کی نرمل طبیعت سے واقفیت کی بناء پر ہی یہ قدم اٹھایا گیا تھا مگر اسے لینے کے دینے پڑ گئے تھے۔ رخصتی کے بعد تو وہ نوفل کا سامنا کر ہی لیتی مگر یوں نکاح کے بعد اس کے سامنے جانا وہ بھی صرف ایک دو روز پہلے۔ اس کے اس کرنے سے ٹھنڈے پسینے آ رہے تھے۔

"مجھ کو صبا! تم دولہا کی بہن ہو۔ تم جا کے بھائی کو مہندی نہیں لگاؤ گی تو رسم کا کیا خاص مزہ ...؟" زینب نے اسے جذباتی کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ سب بالکل تیار تھیں۔ ایک وہی بالکل طرح اپنی ضد پہ اڑی ہوئی تھی۔

"میں اتنی بہادر نہیں ہوں۔"

"اچھو، تمہارا پردہ کرا دیں گے نوفل بھائی سے۔" عائزہ نے وعدہ کیا مگر وہ اپنے تمام کزنز کی بات اچھی طرح واقف تھی۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ یہ سب ان دونوں کا ریکارڈ لگانے سے چوکیں۔ دعا تو تھا کبھی اس کے ساتھ سر پھوڑ چکے تھے مگر وہ اپنے کمرے میں گھسی بیٹھی تھی۔

"ارے ـــــ یہ کوئی بات ہے؟ اس کی سسرال میں کیا کہیں گی میں جا کر؟" تائی جان حد سے زیادہ فکر مند تھیں۔

"میں دیکھتا ہوں ـــــ آپ پریشان مت ہوں۔" سعید انہیں تسلی دیتا صبا کے کمرے کی طرف آیا تھا۔ جہاں داخل ہوتے ہی اس کی پہلی نظر حنی پر پڑی تھی۔ گرین اینڈ گولڈن براؤن چنری دار کام والی شرٹ شلوار اور گھرارے کے گولڈن براؤن دوپٹے کو بازوؤں میں سنبھالتی وہ بڑی محویت سے سر کو بالوں پر گرا لپیٹے کر رنگ لگانے کی کوشش میں تھی۔

"سعید بھائی! سب چلے تو نہیں گئے؟" عائزہ کی کلائی میں چوڑیاں پہنانے کے بعد لائبہ نے اس کو یہاں دیکھا تو سعید کو دیکھ کر تشویش بھرے انداز میں پوچھا۔ وہ وقت گزر گیا تھا۔ کچھ سا گھبرا کر پھر اندر آ گیا۔

"تم لوگ کس انداز میں رخ پھیر کر عائزہ سے گھبرا کر سنا نے لگی۔"

"تم لوگ کیوں نہیں جا رہیں؟" اس کا روئے سخن صبا کی طرف تھا جو سعید کو دیکھتے ہی سمجھ گئی تھی کہ وہ کیا کہنے آیا تھا سو وہ فوراً رونے کو تیار تھی۔

"ہم سب تو اسے سمجھا سمجھا کے تھک گئے ہیں۔ مگر اس کی ہاں، ہاں میں نہیں بدلی۔" لائبہ نے بے چارگی سے کہا تو وہ نظروں سے صبا کو دیکھنے لگا۔ کل والے مہندی کے زرد جوڑے میں ملبوس

دونوں کلائیوں میں سبز اور زرد چوڑیاں اور گجرے پہنے وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ مگر ... بھی تھی۔ اور پھر وہ معید کے کونفس کرنے سے پہلے ہی رو دی۔

"وہ دن بعد تو یوں بھی جا ہی رہی ہوں۔ پھر آپ لوگ مجھے وہاں بھیجنے پر کیوں بضد ... کا انداز نہ صرف جذباتی ہونے بلکہ جذباتی کر دینے والا بھی تھا۔ معید کے لئے یہ ... متوقع تھی۔

"ارے ارے ___ مت جاؤ۔ مگر رونے کی کیا بات ہے؟" وہ گڑبڑایا تو دوسر... معید نے انہیں خفیف سا گھورا۔

"معید بھائی! اگر یہ آج نہیں گئی تو کل بھی نہیں جائے گی۔" لائبہ نے بلی رو... بغیر کہا تو وہ سوالیہ نظروں سے صبا کو دیکھنے لگا۔

"سمجھ بھی کوئی نہیں بنتی۔ انس بھائی کی شادی کی مووی دیکھ کر اکتا گئے کر لیں... بہت نروٹھے ہوئے لہجے میں کہا تو معید بھی ہلکی سی سانس بھر کر پلٹ گیا۔

ضحیٰ نے سارے گھر میں یہ خبر نشر کر دی کہ باوجود لیٹ ہو جانے کے صبا ڈی... میں شرکت کرنے سسرال جانے کو تیار نہیں ہے۔

"زیادہ زور مت دیں آپا! ساری بات تو اس کے دل کی ہے۔ اگر اس کا دل نہیں... رہنے دیں۔" چچی جان نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے تائی جان کی پریشانی ختم کی تھی۔

"میں تو اس لئے پریشان ہوں۔ کہیں صالحہ اس بات کو محسوس نہ کریں کہ ہماری... آ گئیں۔"

"وہ تو خوش ہوں گی کہ اتنی شرم و تہذیب والی بچی ہے۔" انہوں نے تسلی دی تو... کی کھنچائی کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

اور واقعی وہاں صرف صالحہ بیگم ہی تھیں باقی سب نے بھی صبا کی کمی کو شدت سے... چچی جان نے بہت مناسب الفاظ میں انہیں وجہ بتا دی۔

مگر کزنز اور دوستوں نے اسی بات کو لے کر نوفل کو تنگ کر ڈالا تھا۔

ان کو تو بھول کر بھی نہ آئی ہماری یاد
ہم انتظار شوق میں جاں سے گزر گئے

آذر نے تاسف بھری آہ کے ساتھ کہا تو سب کے قہقہوں پر وہ لب بھینچ کر رہ گیا... تو ہو رہا تھا۔

ابھی نہ سہی مگر کبھی تو اس نے صبا میر کا انتظار کیا تھا۔ مگر اس نے تو آج بھی... تھی۔ کتنی آسانی سے وہ اسے اس کی قدر بتا گئی تھی۔

"السلام علیکم!" ضحیٰ اور حمرہ نے بہت اچانک اٹیک کیا تھا۔ نوفل کے ہونٹوں... مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے بہت بشاشت سے سلام کا جواب دیا تھا۔

"آپ یہاں سب سے چھپتے پھر رہے ہیں ___؟" ضحیٰ نے سالی، بہنوئی والی چھیڑ چھاڑ کا... انداز اپنایا تھا۔

"ایسا تو کچھ نہیں۔" وہ بہت اعتماد بھری مسکراہٹ کے ساتھ بولا تو اس کی وجاہت سے متاثر... ہوتے ہوئے ضحیٰ کو صبا پر رشک آیا تھا۔

...اس کے سفید کلف دار شلوار سوٹ اور لیدر کی سیاہ چپل پہنے وہ اپنے لمبے چوڑے سراپے کے ساتھ بے حد متاثر کن اور ماحول پر چھایا ہوا لگ رہا تھا۔ ضحیٰ نے شرارت سے کہا تو دل پر جبر کرتے... ہوئے وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"تو آپ بتا دیجئے۔"

"اب بتانے میں کیا مزہ؟" وہ بے نیازی سے بولی۔ پھر اسے دفعتاً یاد آیا تھا۔ "اور اس روز آپ ریسٹورنٹ میں کیوں نہیں پہنچے تھے؟" اس نے ڈپٹ کر پوچھا تو بہت سے تکلیف دہ لمحے نوفل کے اعصاب کو الاسٹک کی مانند کھینچ گئے۔

"بس یونہی۔ بہت امپورٹنٹ میٹنگ آ گئی تھی۔" اس نے بروقت ہونٹ پھیلائے تھے۔

"صبا آپی نے تو شکریہ ادا کیا تھا بلکہ وہ تو ضحیٰ آپی کو بھی ڈانٹ رہی تھیں۔ پہلے ہی وہ اتنی مشکلوں سے اس شادی پر رضامند ہوئی ہیں۔" حمرہ ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی اور یہ سب نوفل کی توقعات سے بہت بڑھ کے تھا۔ وہ حمرہ کی باتوں کے جواب میں ضحیٰ کی آنکھوں میں اترتی فہمائش دیکھ چکا تھا۔

"کہاں کوئی۔ فائنل ڈسیژن تو صبا ہی کا ہے۔" اس نے صفائی پیش کرنے والے انداز میں کہا مگر اسے کی اسٹوڈنٹ ابھی نگاہوں کی زبان اور لہجوں کے اتار چڑھاؤ سے واقف ہی کہاں تھی۔ ... اگلی بات پر زور دیتے ہوئے بولی۔

"وہ تو نائٹی تھا۔ اور اس سے پہلے جو وہ رو رو کر کہہ رہی تھیں کہ اور جہاں چاہے ہاں کر دیں مگر یہاں نہیں۔"

"حمرہ!" ضحیٰ نے دانت پیس کر اسے گھورا تھا۔ پھر نوفل کی طرف متوجہ ہو کر اسے اصل بات بتانے لگی۔ مگر ... اس کڑا ضبط و برداشت کی نہ جانے کون کون سی منازل طے کر چکا تھا۔ مگر اسی وقت اسے کیا اعتراض ہو گیا تو اس کی بات درمیان ہی میں رہ گئی۔ اور یوں بھی ان سب کے لئے تو اس کا کچھ بھی خاص بات نہیں تھی۔ اس لئے ضحیٰ کو دوبارہ نوفل سے بات کلیئر کرنے کا خیال بھی نہیں آیا... پھر ادھر وہ ایک ان دیکھی مگر جھلسا دینے والی آگ میں جلتا رہا تھا۔

اور جہاں سب کے لئے صبا کا نہ آنا افسوس کا باعث بنا وہیں اریبہ نے اپنے آپ کو کامیابی کی... بلندی پر محسوس کیا تھا۔

قدرت بھی کیا تم دونوں کا ساتھ نہیں چاہتی نوفل احمد!
نوفل کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر وہ محظوظ ہوئی تھی۔

●●●●●

اکلوتے بھائی کی شادی میں شرکت نہ کرنے کا افسوس اور دکھ اپنی جگہ مگر وہ کسی طور پر بابا کے ساتھ جانے کی ہمت مجتمع نہیں کر پائی تھی۔

"میری سمجھ میں نہیں آیا کہ تم شادی میں شرکت نہ کرنے کے غم میں رو رہی ہو یا کل ہونے والی اپنی رخصتی کے خیال سے؟"

وہ نہ صرف بار بار خود رو رہی تھی بلکہ باقی سب کو بھی رلا رہی تھی۔ اسے چڑ کر دیکھ کر حجن نے پوچھا تو وہ بھیگے لہجے میں بولی۔

"دونوں وجوہات ہی بہت جذباتی کر دینے والی ہیں——— رونا میرا حق بنتا ہے۔"

"تو تم اکیلی یہ حق بصد شوق ادا کرو مگر میں اپنا میک اپ خراب کرنے کے موڈ میں بالکل نہیں ہوں۔" اسناکنس ڈیپ ریڈ اینڈ فان کلر موتی اور دھاگے کے نازک کام سے سجے لباس میں وہ دیکھنے کے قابل لگ رہی تھی۔

"جب تم پر یہ موقع آئے گا پھر پوچھوں گی۔" وہ بھرآ آنکھوں میں آنسو بھر لائی تو اسے اس کے حوالے کرتی وہ خود گلاب کے گجروں کی تلاش میں نکل گئی۔ کوریڈور میں اس نے وجدان کو پکارا تو

"فرمایئے۔" کف لنکس بند کرتا وہ عجلت میں تھا۔

"گجرے کہاں ہیں؟"

"کون سے گجرے؟"

"وہی! مجھے جانتے ہو نا؟" حجن خوامخواہ بولی تھی۔

"ہاں، کبھی یہ دعویٰ تھا مگر یہ جو چہرے پر آپ نے ڈسٹنگ پینٹنگ کی ہے نا اس کے بعد تو ابھی آپ کو شاید ہی پہچان سکیں۔" وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا تھا۔

"کیا اتنی بری لگ رہی ہوں میں؟" اس کی پریشانی بہت فطری تھی۔

"ابھی آئینہ نہیں دیکھا کیا؟" وہ بڑی ہمدردی سے پوچھ رہا تھا۔

"دیکھا تھا۔ اس میں بھی تو میں بہت اچھی لگ رہی تھی۔"

"اس کا مطلب ہے کہ وہ آئینہ اکیسپائر ہو چکا ہے۔ اسے توڑ دیں۔ آپ کو ایک عدد نئے آئینے کی ضرورت ہے جو سچ بولتا ہو۔" وہ حجن کی پریشانی سے حظ اٹھا رہا تھا۔

اب کی بار اس کی مسکراہٹ حجن کی سمجھ میں آ گئی تھی۔

"بہت خبیث ہو تم وجی!" وہ دانت پیس کر بولی تو وجدان کو اس کی خجالت پر ہنسی آنے لگی۔

"آپ لڑکیاں بھی نا بس ایک سے ہی ہوتی ہیں۔ جب تک اپنے حسن کے قصیدے نہ سن لیں چین نہیں پڑتا۔"

"تمہارا بڑا تجربہ ہے——— ابھی تو بمشکل یونیورسٹی پہنچے ہی ہو۔" حجن نے اسے آنکھیں دکھائی تھیں۔

"...بھی کوئی چیز ہوتا ہے آپی ڈیئر!"

"...فضول باتیں مت کرو۔" حجن کو دفعتاً اپنی دو سالہ بھتیجی کا خیال آیا تھا۔

"...کپڑے کیوں نہیں تبدیل کیے ابھی تک؟" اسے سر سے پاؤں تک دیکھ کر پوچھا۔ شادر لیے ...بھائی نے روز مرہ ہی کپڑے پہن رکھے تھے۔

"...کا پتہ کرنے جا رہا تھا۔ کمرے میں تو کہیں بھی نہیں۔ رات امی جان سے کہا بھی تھا کہ ...آن بھر کر الماری میں رکھ دیجیے گا۔" وہ بولا تو حجن کو یاد آیا۔

"...کرنے کی ڈیوٹی حرہ کی تھی۔ امی کو پتہ ہوگا۔ اور گجروں کا صد وارید بھی بتاتے جائیے۔" ...ڈیوٹی آپ بھائی نے اپنے سر لے لی تھی۔ مستقبل کی پریکٹس کے خیال سے۔" وہ ہنستا ہوا ...چلا گیا۔

"...بھی کوئی کام ڈھنگ کا کیا ہو ان لوگوں نے۔" وہ کوفت زدہ سی امی کی تلاش میں بڑھ گئی تو ...کمرے میں سب کے نرغے میں الجھا ہوا پایا گیا۔

...سب اسے ہر حال میں سہرا پہنانے پر بضد تھے مگر وہ کسی طور راضی نہیں ہو رہا تھا۔

"آج کل بھلا سہرا کون پہنتا ہے۔ صرف گھوڑوں کے لیے مختص ہو کر رہ گیا ہے یہ۔"

"...کوئی بات نہیں، پہن لو یار! کبھی کبھار گدھے بھی پہن لیتے ہیں۔" چاند نے پکارا تو سب کے ...ہنسنے نے اسے بھڑکا دیا۔ حجن کی بھی ہنسی چھوٹ گئی۔

"دیکھیں آپ۔ اندر سے یہ خیالات ہیں ان سب کے اور آپ سہرا بندی پر مصر ہیں۔" وہ تلملا ...یا۔

...ان سب کی ان حرکتوں پر ہنسی تو تائی جان کو بھی آ رہی تھی مگر وہ ضبط کیے رہیں کہ اس بڑے ...لاڈلے کو بہت تحمل سے سنبھالنے کی ضرورت تھی۔ ورنہ کیا خبر کہ دولہا کے عہدے ہی سے ...فارغ ہو جاتا۔

"...بھائی! وہ گجرے......" اس کی حالت سے حظ اٹھاتے ہوئے حجن نے ابھی پوچھنا ہی ...تھا کہ وہ چونک کر اس کی طرف پلٹا۔

"...اب دو قدم۔ اب میں گجرے بھی پہنوں گا؟"

"...آپ سے پہننے کو تھوڑی کہہ رہی ہوں۔ وجدان نے آپ کو جو گجرے لانے کو کہا تھا ان سے ...مانگ رہی ہوں۔" حجن کو ہنسی آ گئی تھی۔

"...کیا وہ بھی میری ڈیوٹی تھے؟"

"...شادی بھی تو آپ کی ہو رہی ہے۔" حجن نے جتانے والے انداز میں کہا تھا۔

"...تو ایسے لگ رہا ہے جیسے کوئی جرم ہو رہا ہے۔" اس کی بے بسی پر وہ سب ہنس رہے تھے۔

"...لوگ تو ایسی شوخیوں میں خوش رہتے ہیں۔ حجی! میں نے فریج میں رکھوا دیے تھے گجرے۔" ...تائی جان نے ان سب کی غیر سنجیدگی پر گھورتے ہوئے حجن کو فارغ کیا تھا۔

وہ اس کی حالت اور اس کی بے چارگی پر ترس کھاتی ہوئی کچن میں چلی آئی تو دروازے سے متصادم ہوتے ہوتے بچی۔ مگر وہ اپنے چائے سے بھرے مگ کو چھلکنے سے کسی طرح نہ بچا سکا تھا۔ ناگواری کے ساتھ اس کو ڈانٹنے کا ارادہ کیا مگر اس کی مختصر سی چیخ ساری توجہ سمیٹ گئی۔ مگ کو سنک کی سائیڈ پر رکھتا وہ اس کی طرف متوجہ ہوا جو اپنا پاؤں زمین پر پٹخ رہی تھی۔ گرما گرم چائے نے اس کے پاؤں کی خبر لے لی تھی۔

معید نے لمحہ بھر کے توقف کے بعد اسے بازو سے تھام کر اندر کچن میں لاتے ہوئے بٹھا دیا۔

"ہر وقت مجھے ڈانٹتے رہتے ہو —— کبھی خود بھی دیکھ بھال کے چل لیا کرو۔ تم نے شاید مجھی سے ٹکرانے کی قسم کھا لی ہے۔" وہ اس پر الٹ پڑی تھی۔ تکلیف کے مارے آنسو آ گئے تھے۔

ایک آدھ دراز چیک کرنے کے بعد برنال کی ٹیوب دریافت کر کے وہ پلٹا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اس احسان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"بیٹھی رہو آرام سے۔" اس نے سختی سے کہتے ہوئے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے دوبارہ سے بٹھا دیا اور اس کے مزید احتجاج کرنے سے پہلے ہی وہ پنجوں کے بل بیٹھتے ہوئے اس کا پاؤں چیک کرنے لگا۔ خوب صورت اسٹریپ والی ریڈ ہائی ہیل میں مقید پاؤں اب سرخ ہو رہا تھا۔

"کافی جل گیا ہے ——" کہتے ہوئے احتیاط سے اس کا جوتا اتارا تو وہ سسکاری لیتی اور اپنے پاؤں کی دگرگوں حالت دیکھنے لگی۔ پہلے تو کچھ خیال نہیں کیا مگر اب جلن کا احساس ہونے لگا تھا۔ کچھ یہ بھی خیال تھا کہ اتنے شوق سے خریدا جانے والا میچنگ جوتا اب پہننا مشکل ہوگا۔

معید نے انگلی پر برنال لگا کر بہت احتیاط اور نرمی کے ساتھ اس کے پاؤں کے متاثرہ حصے پر پھیلائی تو اب تک اپنی تکلیف کے خیال سے سوں سوں کرتی حمنیٰ کے وجود میں سنسنی دوڑ گئی۔

اس نے بے اختیار اپنا پاؤں پیچھے کھینچنا چاہا۔ وہ سمجھا شاید درد کی وجہ سے فوراً ہی اس نے دوسرے ہاتھ سے اس کے پاؤں کو تھاما تھا۔

"پھر سارا وقت روتی اور مجھے کوستی رہو گی۔" وہ بہت سکون سے کہتا اپنا کام کر رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے چار سو چالیس وولٹ کے کرنٹ نے اسے چھو لیا ہو۔

"معید پلیز!" اس نے ایک جھٹکے سے اپنا پاؤں پیچھے کیا تھا۔ "میں خود لگا لوں گی۔" آواز میں خفیف سی لرزش اتر آئی تھی۔ اپنی تمتماتی رنگت کو وہ خود بھی محسوس کر سکتی تھی۔

"لگ گئی ہے —— اب جوتا مت پہننا۔" وہ ایک نظر اس کے سرخ پڑتے چہرے پر

ڈالتا

...ہوا تھا۔

"ہم بھی لوگوں کی ناہمواریت کے ساتھ گھلے ملے ہیں جانی۔" اپنی گھبراہٹ پر اس نے غصے کا پردہ ڈالا اور ... سے پکڑ کر جوتا اٹھاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آئی ایم سوری۔ حالانکہ غلطی سراسر تمہاری تھی۔" وہ صابن سے ہاتھ دھوتے ہوئے اطمینان سے بولا تو وہ دانت پیستی دل ہی دل میں اسے برا بھلا کہتی لنگڑاتی ہوئی کچن سے نکل گئی۔

"حمرہ! میرے کپڑے کہاں ہیں؟" وجدان اس کے سر پر سوار تھا۔

"کون سے کپڑے؟ —— میں نہیں جانتی۔" وہ صاف مکر گئی۔ اتنے دنوں کے بعد تو بدلہ چکانے کا موقع ہاتھ آیا تھا۔

"ایک پینٹ ہوتی ہے جس کی دو ٹانگیں ہوتی ہیں۔ ایک کوٹ ہوتا ہے جس کے دو بازو ہوتے ہیں۔" اس نے تمسخرانہ انداز میں کپڑوں کی نشانی بتائی تھی۔

"ایسے کپڑے تو میں نے معید بھائی اور انس بھائی کی الماریوں میں دیکھے تھے۔" وہ بڑے اطمینان سے بولی تھی۔

"کیوں تنگ کر رہی ہو حمرہ! کہاں ہیں کپڑے؟" صبا کو وجدان کی شکل پر ترس آیا تھا۔

"مجھے کیا پتہ؟ اسے چاہیے تھا کہ یہ اپنے کپڑے ڈرائی کلینرز کو دیتا۔" وہ بڑے انداز سے پرفیوم اسپرے کرتے ہوئے بولی تو وہ صبا کی طرف پلٹا۔

"آپا! اس کے نوٹس کاپی کرانے کے لیے آپ نے دعا کو کیوں نہیں دیے؟"

"کیا —— یعنی آپ نے میرے نوٹس کاپی کرانے کے لیے اس کو دیے ہیں؟" حمرہ کو صدمہ ہوا تھا۔ صبا نے گہری سانس بھرتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تو وہ رکھائی سے بولی۔

"تم میرے نوٹس واپس دے دو۔ میں خود فوٹو کاپی کروا لوں گی۔"

"اب تو میں انہیں کاپی کروا چکا ہوں۔ لہٰذا میرے کپڑے ملتے ہی تمہارے نوٹس تمہیں مل جائیں گے۔" وہ بڑے اطمینان سے بولا مگر حمرہ کے لیے جھکنا ممکن نہیں تھا۔

"مجھے کیا پتہ کہاں ہیں تمہارے کپڑے۔"

"اچھا۔" وجدان نے ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے قناعت پسندانہ انداز میں کہا۔ "میں اگلا پیپر اس میں سب سے پیچھے والی کرسی پر بیٹھ کر تمہارے نوٹس پڑھ کر امتحان پاس کر لوں گا۔"

"حمرہ! یہ بھی کوئی ستانے کا طریقہ نہیں ہے۔" صبا نے اسے سمجھانا چاہا۔

"رہنے بھی دو آپی! آج اس کے نوٹس ہی کو جلا کر باربی کیو تیار کریں گے۔" اس نے شرارت سے آنکھیں صبا پر بہت بے نیاز کھڑی حمرہ پر جمائیں تو وہ تلملا اٹھی۔

"انس بھائی کی الماری میں رکھا ہے تمہارا شاہی جوڑا۔"

اس کے لبوں کی تراش میں محظوظ کن مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کی کاجل سے سجی خفا خفا سی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے وہ بہت اطمینان سے بولا۔

"اور تمہارے نوٹس اور وہ تو کاپی میں نے تائی جان کو دے دی تھی۔"

"اوں۔" حمزہ نے غرا کر پاؤں پٹخے اور واک آؤٹ کر گئی۔ صبا ان دونوں کی جرح سے سر ہلا کر رہ گئی تھی۔ وہ سیٹی بجاتا چلا گیا۔

ضحیٰ کو جوتا ہاتھ میں پکڑے لنگڑاتے ہوئے کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر بیڈ شیٹ پر اس کے ہاتھ وہیں رک گئے۔

"تمہیں کیا ہو گیا؟"

"جب میرے ساتھ کوئی حادثہ رونما ہوا کرے تو مجھ سے پوچھے بغیر سمجھ جایا کرو کہ کس کی وجہ سے ہوا ہے۔" وہ گرنے کے سے انداز میں اس کے بستر پر بیٹھی اور اپنے پیر کا جائزہ لینے لگی۔

"خدا کے لئے ضحیٰ! اب تو بڑی ہو جاؤ۔ خواہ مخواہ سعید بھائی سے الجھتی رہتی ہو۔" اس نے سمجھایا تھا۔

"تم تو بس انہی کی سائیڈ لیا کرو۔ کبھی انہیں بھی سمجھاؤ کہ مجھے چھوٹا سمجھ کر ہی پیار کرے۔" وہ خفا ہوئی تھی۔ صبا بے ساختہ مسکرا دی۔

"پیار سے یا پیار کی بات کر لیا کریں؟"

"شٹ اپ۔" وہ ناگواری سے بولی تھی۔

"اچھا، یہ ہوا کیا ہے؟" صبا نے اس کے پاؤں کا جائزہ لیتے ہوئے کہا تو اس نے واقعہ بتا دیا۔

"ویسے ضحیٰ! ایک گرم تم پر اتنا سوٹ کر رہا ہے کہ مجھے تم پر پیار آ رہا ہے۔ سعید بھائی ٹھیک کی؟" صبا نے اپنے لہجے کو مقدور بھر سرسری بنایا تھا۔ مگر وہ کرنٹ کھا گئی۔

"تم صرف اپنے اور فیض احمد سے متعلق سوچو۔ سمجھیں۔"

"مگر ضحیٰ! امی کا ارادہ ہے کہ تمہاری اور سعید بھائی کی......." وہ اس پر حقیقت واضح کرنا چاہتی تھی مگر وہ اس کی بات کاٹ گئی۔

"مگر نہ تو میرا ایسا کوئی ارادہ ہے اور نہ ہی سعید حسن کا۔"

"سعید بھائی کا کیوں نہیں؟" وہ حیرت سے بولی۔

"وہ یوں مائی ڈیئر کہ اس سڑے ہوئے کباب کی الماری کے لاکر میں ایک ڈائری ہے اس ڈائری میں نہ صرف اس نے شاعری کر رکھی ہے بلکہ ایک عدد لڑکی کی تصویر بھی اس میں ہے۔" اس نے دلکش انداز میں کہا تھا۔

"تہمت مت لگاؤ ضحیٰ! سعید بھائی ایسے نہیں ہیں۔" اس کے اعتماد نے ضحیٰ کو تپا دیا۔ جلن دماغ تک پہنچ گئی۔

"اچھا جی، آپ کے مولوی بھائی نے الماری کے لاکر میں اپنے قاری صاحب کی تصـ

نا، اور وہ نظم بھی انہی کے حسن جہاں سوز سے متاثر ہو کر لکھی ہو گی۔ کسی جماعت میں شامل ہونے پر بھی جیل گئے نا۔"

اس کی لن ترانی پر نہ چاہتے ہوئے بھی صبا کو بے اختیار ہنسی نے آ لیا تو وہ بڑبڑاتی ہوئی اپنے بستر پر جھک گئی۔

●●●●●

ڈھیر ساری سالیوں کے نرغے میں پھنسا انس اپنی ساری شوخی اور طراری بھلا بیٹھا تھا مگر وہ سب ان سے وار تھے۔ ایک ہی اشارے پر سب دائیں بائیں یوں آ کھڑے ہوئے جیسے خدائی فوجدار۔ ان کی سانس آسان ہوئی تھی۔

"سنبھل کے بھئی۔ دولہا بھائی نے حفاظتی بند باندھ لئے ہیں۔" سعدیہ نے شریر سا طنز کیا تھا۔

"جہاں دشمن کا خدشہ ہو وہاں یہ احتیاط لازم ہوتی ہے۔" چاند کے انداز میں بھی شرارت تھی۔

"غور کیجئے گا۔ بولنے کے لئے بھی دولہا بھائی نے الگ سے گارڈ رکھا ہوا ہے۔" زارا نے ہانک لگائی تو اس نے برجستگی سے کہا۔

"دیکھیں نا، بعد میں بھی تو ان کی زبان پر کرفیو لگ جانا ہے۔ اس لئے یہ ابھی سے منہ بند رکھنے کی پریکٹس کر رہا ہے۔"

"اوہ ـــــ آپ تو حسن ساجد کے ہیرو بن رہے ہیں۔" وہ سب ہنسی تھیں۔

"شکر، آپ نے کسی طور ہیرو تو مانا۔" چاند نے پُر اعتماد انداز میں کہا تو وہ بولی۔

"گڈ لک اپ" ابرار نے انس کے پاس سے اٹھ کر سعید کو اپنی جگہ پر بٹھایا تو وہ گڑبڑا گیا۔

"کیا مسئلہ ہے؟"

"تمہاری ضرورت تھی اس لئے آپ کو بلایا گیا ہے۔" بہت حاضر جوابی کا یہ مظاہرہ فریحہ کی طرف سے ہوا تھا جو ابھی اسٹیج پر آئی تھی۔ انا کلر سے ڈیپ ریڈ لباس میں ملبوس وہ بے حد دلکش لگ رہی تھی۔ سعید کی نگاہ میں بے ساختہ ہی ستائش اتر آئی۔

"یہ تو خود تفریح بلانے والوں میں سے ہیں۔ موصوف وکیل ہوتے ہیں۔" ابرار نے انہیں بتایا تھا۔

"بھئی ذرا سنبھل کے، یہ تو فوراً کوئی دفعہ لگا دیں گے۔" اب کی بار ایک بھرپور وار کیا گیا تھا۔ اس لمحے پیچھے کھڑے نعمان نے اس کا شانہ تھپکا تھا۔

"ان کی تو خاموشی ہی بارعب ہے۔"

"ٹھیک کہا۔ بولتے وہ ہیں جن کے پاس بولنے کے لئے کچھ ہو۔" سعدیہ نے شوخی سے کہا تھا۔

"مگر ایسا تو نہیں کہا جا سکتا۔ ڈھول اندر سے بالکل خالی ہوتا ہے مگر بجتا بہت ہے۔" احمر کے وار پر سب کے ساتھ ساتھ سعید بھی بے ساختہ مسکرایا تھا۔

"آپ کسے ڈھول کہہ رہے ہیں؟" سعدیہ سے پوچھا گیا۔

چاند نے فوراً لہجے میں شیرینی سموئی۔

"ارے نہیں، آپ کہاں بولتی ہیں۔ اور ابھی تو آپ کی بولتی بالکل بند ہے۔" اس کے انداز میں گرہ لگانے پر ماحول زعفران زار بننے لگا تھا۔

نکاح کی تقریب بخیر و خوبی انجام پا گئی تھی۔ طعام سے فارغ ہونے کے بعد دلہن کی آمد کا مژدہ سنایا گیا تو مووی میکرز کے کیمروں کا رخ پلٹ گیا۔

"وہ آ رہی ہے؟" اس کی سرگوشی میں بہت بے تابی تھی۔ جہاں سعید کو ہنسی آئی، وہیں آہستگی سے کہا۔

"جب ہمیشہ کے لئے آ جائے گی تب پوچھوں گا۔"

مگر وہ تو جانے کب سے گھڑیاں گن رہا تھا، فراق سے وصل تک کی۔

میرون کلر کے خوب صورت لہنگے میں ملبوس نگین پر دلہناپے کا روپ ٹوٹ کر برسا تھا۔ ٹہوکا دے کر اس کو اپنی نظروں پر کنٹرول کرنے کا اشارہ دیا تھا اور وہ گڑبڑا کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ عمیر کی بے اختیاری ان سب پر واضح تھی۔ چاند نے گہری سانس بھرتے ہوئے نگین کے لئے صوفہ خالی کیا تھا۔

"یہ تو گیا کام سے۔ اب ساری عمر یہی کھڑا رہے گا۔" عمر نے سرگوشی کی تھی۔

"کیا بات ہے؟ ــــ آج تو جناب لفٹ ہی نہیں کرا رہے۔" وہ سیدھی صالح کی طرف آئی تھی۔

"میں لفٹ نہیں کرا رہا یا تم؟" وہ مسکرایا تھا۔ "اسٹیج پر سے بھی غائب ہو گئی تھیں۔"

"تم نے دل سے یاد نہیں کیا ہو گا۔ ورنہ فوراً آ جاتی۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی تو وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔

کوئی کوری تو نہیں تھی۔ شادی شدہ زندگی کا ایک سال گزار چکی تھی۔ مرد کو لبھانے کے ہتھکنڈوں سے خوب واقف تھی۔ اسے ٹکٹکی کھڑا دیکھ کر سمجھ گئی کہ تیر نشانے پر جا لگا ہے۔ اس کی آنکھوں میں دیکھتی مسکرا دی۔ پھر بڑی معصومیت سے بولی۔

"اچھے دوست ہو۔ ایک بار بھی نہیں بتایا کہ میں کیسی لگ رہی ہوں۔"

"تم ــــ" وہ جیسے ٹرانس میں تھا۔ "جیسے سیاہ رات میں چاند۔"

"اُف، چاند؟ ــــ ہر طرف اونچے نیچے گڑھے، پہاڑ، ویرانہ، اندھیرا۔ میں اتنی بری ہوں" اس کی ادا میں ناز تھا اور اس ناز میں ایک ادا تھی۔

عمار اس کی بات سے محظوظ ہوا تھا۔

"ویری اسٹرینج۔ میں نے کبھی اس طرح سے سوچا ہی نہیں۔ میرے خیال میں تو یہ چاند کی پرفیکٹ تعریف ہے۔"

"بے تکی تھی۔ اب کوئی نئی تشبیہ سوچو۔ ورنہ کبھی کوئی نقصان بھی اٹھانا پڑ سکتا ہے۔"

...نی سے کہا تو وہ اس کے چہرے پر نظریں جمائے ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے بولا۔

"ہاں ــــ اب تو لگتا ہے کہ دیوان لکھنے پڑیں گے۔ کیونکہ اس سے کم میں تمہاری تعریف نہیں ــ"

...تی ہوئی وہاں سے ہٹ گئی تھی۔

...تو ہی دیر تک اسے دیکھنے کے حصار میں گھرا وہیں کھڑا رہا تھا۔

ایک بہت ہنگاموں بھرے دن میں تمکین اپنے گھر کو رخصت ہوئی تو سب مہمانوں کے بعد اب ایک محسوس کن سناٹا پورے گھر پر چھا گیا تھا۔ حالانکہ ابھی بہت سے قریبی رشتہ دار دوسرے شہروں سے آئے تھے، گھر میں موجود تھے۔ بہت ضبط کرتے ہوئے بھی صالحہ بیگم رو رہی تھیں۔

چاہے بیٹیاں کتنے ہی اچھے گھروں میں کیوں نہ بیاہی جائیں، یہ حقیقت ہے کہ بیٹی کا بچھڑنا کتنا کٹھن ہے۔ سالوں اپنے جگر کے ٹکڑے کو لاڈ، پیار سے پالنے کے بعد یوں کسی کو دینا۔ ایک عورت کی زندگی کو کتنے امتحانوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

انہیں سنبھالتے ہوئے نوفل خود بہت عجیب سی اداسی کے حصار میں گھرا تھا۔ انہیں امی، عبیدہ خالہ کے پاس چھوڑ کر وہ اپنے کمرے میں چلا آیا۔ جہاں بہن کو باوقار طریقے سے رخصت کرنے کی خوشی اور اطمینان تھا وہیں اس کے پرائے ہو جانے کا غم بھی دل کو گھیرے ہوا تھا۔ لباس تبدیل کر کے وہ اپنے بستر پر آ گیا۔ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر نیم دراز ہوتے ہوئے سگریٹ سلگائی تھی۔

کل اس نے سارا دن اپنے ذہن کو سوچوں سے پاک رکھنے کی کوشش کی تھی۔ حالانکہ کے حوالے سے اور تمام گزشتہ صبا کی شادی میں شرکت نہ کرنے کے حوالے سے اسے ٹوک رہے تھے۔

اور اب دونوں کے بیچ سفر کی صرف ایک رات باقی تھی۔

کل وہ اس کی زندگی میں آ جانے والی تھی۔

یہ کمرہ ——

اس نے اپنے بہت آرٹسٹک انداز میں ڈیکوریٹڈ کمرے پر ایک خالی سی نظر دوڑائی تھی۔ پینٹر آف ہاؤس کے مجسمے پر اس کی نظر ٹکی تھی۔ مجسمے کے دعائیہ انداز میں اٹھے ہاتھ خالی تھے۔

"بالکل میرے دل کی طرح —— اور ان دونوں کو خالی کرنے والی تم ہو صبا!" اعصاب تھکے ہوئے تھے۔

وہ اب اس مقام پر تھا جہاں غصے پر شدید بے بسی کا دورہ پڑ جاتا ہے۔ اس نے

ایک پل کا غیر جانبدارانہ تجزیہ کر دیکھا تھا اور ایک حقیقت جو کہ بہت تکلیف دہ سہی مگر اٹل تھی کہ صبا پر اس کے دل میں جو مقام حاصل ہوا تھا وہ اس سے دستبردار نہیں کر پایا تھا۔

اس کا ہر انداز، اس کی ہر ادا پوری آب و تاب کے ساتھ ذہن کی اسکرین پر جگمگا رہی تھی۔ مگر پھر بھی کیا بات تھی کہ وہ خود کو بہت سرد محسوس کر رہا تھا۔ نہ کوئی جذبہ نہ کوئی امنگ۔

مگر پھر بھی وہ اس رشتے کو نبھانے پر مجبور تھا۔

اور یہ سب کس قدر اذیت ناک تھا یہ اور کوئی بھی نہیں جان سکتا تھا۔

●●●●●

"میری زندگی کے مالک، میرے دل پہ ہاتھ رکھ دے
تیرے آنے کی خوشی میں، میرا دم نکل نہ جائے"

چاند اور اس کے گروپ نے تمکین کو بہت خوب صورت ریسپشن دیا تھا۔ اتنی شوخیاں، اتنی ترنگیں تھیں کہ چند لمحوں پہلے کی جدائی کا دکھ مندمل ہونے لگا تھا۔

"دم نکل جائے یا دم نکل آئے؟" عماد نے فقرہ کسا تو قہقہوں کی پھوار پڑنے لگی۔ وہ سب دلہا اور دلہن کو برآمدے کے دروازے ہی میں روکے ہوئے تھے۔ ان سب کے تنگ کرنے کے باوجود اس کے چہرے پر مستقل مسکراہٹ جگمگا رہی تھی۔

"ٹوتھ پیسٹ کی ساری کرامات آج ظاہر ہو رہی ہیں۔" ابرار نے گہری سانس بھری تھی۔

"آپ راستہ روکے کیوں کھڑے ہو؟ اندر چلو۔" تائی جان نے ٹوکا تو وہ سب تتر بتر پھیل گئے۔

"نہیں، مفت میں اندر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ گھر میں داخل ہونے کا نیگ بھائی سے وصول کیا جائے گا۔" عماد نے صورت حال پر روشنی ڈالی۔

"نیگ یا بھتہ لینا؟" صبا نے تمکین کو سپورٹ کیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ لڑکیوں کو تو اس "کمائی" میں سے کچھ ملنے والا نہیں تھا، سو اس نے ان سب کی حمایت کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

"تم سے —— قوالی کا جنکشن ——" چاند نے اسے گھورا تھا۔

"رحم کریں، صوری بن رہی ہے۔" صبا نے بھی ان سب کو احساس دلانا چاہا تھا۔

"اچھا ہے، ریکارڈ رہے گا۔ کل وہاں تمہارا بھی یہی حشر ہوگا۔"

"ہر لڑکی کے ساتھ میں ایسا ہی ہوتا ہے۔" وہ اب صبا کا مذاق اڑا رہے تھے۔ وہ شرم کے مارے کچھ بول بھی نہیں پائی۔

"نگار! بدتمیزی مت کرو۔ ہمارے یہاں ایسی کوئی رسم نہیں ہے۔" مریم پھپھو جو کب سے پہلی دلہن کے استقبال کو کھڑی تھیں، بچے کو گھورنے لگیں۔

"آپ کی دفعہ نہیں ہوگی۔ ہم نئی جنریشن ہیں، نعمان بھائی! کیا نام ہے بھلا سا، اس رسم کا؟" بڑے اطمینان سے پوچھا گیا۔

"بہو لانا کہتے ہیں۔ ان کی دفعہ بھی یہ رسم نہیں تھی۔" اسما بھابی بھی میاں سے غداری پر کمربستہ

ہوئیں تو اب نعمان کا مذاق اڑایا جانے لگا۔ اس نے بیوی کو نہایت خفگی بھری نظروں سے دیکھا تھا۔

"یہ تو سوچ لیا ہوتا کہ تمہارے اس تحفے کے بعد اب سب تمہاری عمر کا حساب لگانے بیٹھ گئے ہوں گے۔"

"بس کرو اب۔ وہ بے چاری کھڑی کھڑی تھک گئی ہوگی۔ اندر آنے دو اسے، پھر جو رسمیں کرلینا۔" چچی جان نے کہا تو وہ سب شور مچانے لگے۔

"پہلے یہ سب دیوروں کو 'چوکھٹ پکڑائی' دیں گی، پھر اندر آنے کی پرمیشن ملے گی۔" بہت سوچ بچار کے بعد مناسب سا نام سوچا گیا تھا۔

"دماغ ٹھیک ہے تمہارا؟" انس نے نظروں ہی نظروں میں دیوروں کی تعداد کو ناپا اور چاند کو گھورا تھا۔

"دیکھ لو، ہم تو اپنی بات سے ہٹنے والے نہیں۔" احمر نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تھا۔

"مان لو ورنہ نقصان تمہارا ہی ہوگا۔ یہیں کھڑے کھڑے ہم سارا گیارہ سے بجا دیں گے۔" نعمان اس کے کان میں گھسا تو وہ بے چارہ چپ کر رہ گیا۔

پھر دیوروں کا نقصان کم لگا تو اس کا ہاتھ اپنی جیب میں رینگ گیا۔

"یہ ہوئی نا بات۔ بھابی! آپ بھی پرس کھولیں۔ مشورہ دو ناں انس!" وہ سب اپنی اپنی بول رہے تھے۔ نگینہ بے چاری گومگو کی سی کیفیت میں کھڑی تھی۔ دفعتاً انس نے اس کی طرف جھک کر سرگوشی میں کچھ کہا تو وہ سب شور مچانے لگے۔

"بہت خبیث ہو تم لوگ۔" وہ ہنس دیا تھا۔ کچھ مووی لائٹ کی تپش اور کچھ جذبات کا تھا، اس کے چہرے پر سرخی بن کر چھلک رہی تھی۔ نگینہ نے پرس کھول کر ہزار کا نوٹ نکالا تھا۔

"لاحول ــــ لاحول ہے یہ۔ صرف ایک نوٹ ہے یہ۔" عماد نے شور مچایا تھا۔

معید ابھی کولڈ ڈرنک کا گلاس ہاتھ میں تھامے اندر سے آیا تو ان سب کو وہیں پا کر فوراً آگے بڑھا۔

"کیوں تنگ کر رہے ہو یار؟ ــــ آپس میں بانٹ لو۔ ہزار روپے کافی ہوتے ہیں۔" اس نے نوٹ تھام کر عماد کو پکڑایا اور انس کو اندر بڑھنے کا اشارہ کیا۔

"بہت گڑبڑ کی ہے تم نے معید!" چاند کو افسوس ہوا تھا۔

"معید بھائی کو ہر طرح کے کرنٹ سے نمٹنے کا گر آتا ہے۔" صبا انہیں چڑاتے ہوئے ویسے اندر بڑھ گئی تھی۔

"وہ تھک گئی ہوں گی یار! اور پھر ابھی مووی بھی بننا ہے۔" معید نے آرام سے کہا تھا۔

"بہ مشکل سو سو روپے ہاتھ آ رہے ہیں۔" احمر نے اندازہ لگایا تو وہ سب معید کو کینہ توز نظروں سے گھورنے لگے۔

"تو پرابلم ــــ ابھی اور بھی بہت سی رسمیں باقی ہیں۔"

نعمان کو چونکہ سال بھر پہلے شادی شدہ ہو جانے کا اعزاز حاصل ہو چکا تھا اس لئے اب وہ اپنے تجربات کو بروئے کار لا رہا تھا۔

"شرم کرو، اور اس تکلیف کو یاد کرنے کی کوشش کرو جو اس وقت تمہیں اپنی جیب سے روپے نکالتے وقت ہو رہی تھی۔" معید نے حاسدانہ انداز میں کہا تو وہ اطمینان سے بولا۔

"میں اپنے دشمنوں کو کبھی نہیں بھولتا ــــ اس وقت مجھ سے روپے نکلوانے میں انس سب سے آگے تھا۔"

ان سب کو چند گھڑا پا کر معید سر ہلاتا اندر بڑھ گیا جہاں سب ہال کمرے میں براجمان تھے اور وہی جشن چل رہا تھا۔

صبا چونکہ بارات کے ساتھ نہیں جا سکی تھی سو اب وہ مووی کے ساتھ ساتھ تصویریں بھی کھنچوا رہی تھی۔ انس نے صبا، ثنی اور حرا کو گولڈ کے لاکٹ پہنائے تھے۔

"ہم سے کنجوسی ہے، اقربا پروری۔" چاند کو گلہ ہوا تھا۔

"ان کی منہ دکھائی تک ہم سے کروائی اور تحفے انہیں ان پوستیوں کو دیے جا رہے ہیں۔" عماد کو بھی اس ستم پر صدمہ پہنچا تھا۔

"ابھی دیئے تو ہیں ہزار روپے تم لوگوں کو۔" انس نے انہیں یوں تسلی دی جیسے پتہ نہیں کتنے لاکھ دے بیٹھے ہوں۔

"ہاں انس ــــ اور ابھی تو کتنی ہی رسمیں باقی ہیں۔" نعمان نے دھمکانے والے انداز میں کہا مگر لبوں پر مسکراہٹ سجی تھی۔

"چلو بھئی عماد! بھابی کی گود میں بیٹھو۔"

"کیا؟" انس نے انہیں گھورا۔ اس فرمائش پر نگینہ بھی گڑبڑا گئی تھی۔

"جی جناب! میری بیگم کی گود میں بھی آپ ہی بیٹھنے کو تیار تھے۔" نعمان نے اسے گزرا ہوا زمانہ یاد دلانے کی کوشش کی تھی۔

"مگر میں بیٹھا تو نہیں تھا۔" انس نے عماد کو گھورتے ہوئے اپنی صفائی پیش کی تو وہ اطمینان سے بولا۔

"کیونکہ میں نے اس سے پہلے ہی تم لوگوں کا مطالبہ پورا کر دیا تھا۔"

انس نے دانت پیستے ہوئے جیب میں ہاتھ ڈالا تو چاند نے شور مچا دیا۔

"یہ نیگ تو صرف بھابی دیں گی۔ کیونکہ ابھی بھابی جان کی جان مشکل میں ہے۔"

"تمہاری باری تو ابھی ٹھہر کے آئے گی۔" عماد نے سخت معنی خیز انداز میں کہا تو وہ گہری سانس لیتا انہیں ان کے رحم و کرم پر چھوڑ کر بیٹھ گیا۔

"کیا خیال ہے بھابی! میں آپ کی گود میں تشریف رکھ سکتا ہوں؟" عماد نے بہت شرارت سے پوچھا۔ نگینہ نے گھبرا کر پھر سے ان سب کی خدمت میں ہزار کا نوٹ پیش کر دیا جو اس بار شرافت

سے تھام لیا گیا۔ مگر پھر عماد کے پیچھے ہٹتے ہی حامد نے آگے بڑھ کر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر کا دایاں اور احمر نے بایاں گھٹنا تھام لیا۔

"اسے کہتے ہیں گھٹنا پکڑائی۔" نعمان نے حاضرین محفل کے علم میں اضافہ کیا تو سب کو ان کی حرکتوں پر ہنسی آنے لگی۔

"کیا کر رہے ہیں یہ لڑکے؟" تائی جان نے سر تھاما تھا۔

"یہ فاؤل ہے۔" انس نے اپنا احتجاج معید کے پاس نوٹ کرایا تھا۔

"یہ سب تمہاری ہی ایجاد کی ہوئی رسمیں ہیں ——" وہ بدمزہ نظروں سے اس کی دیکھ رہا تھا۔

مجبوراً تمکین کو پھر سے اپنی جان بلکہ گھٹنے چھڑانے کے لئے ایک ہزار روپے سے پڑے۔ ان سب کی شرارتوں پر اسے بہت ہنسی آ رہی تھی۔

"بہت غلط طریقہ ہے یہ کسی کی مجبوری سے فائدہ اٹھانا۔" ضحیٰ نے ان سب کو احساس دلایا۔

"تم تو چپ ہی رہو —— خود کو خاموشی سے گولڈ کا لاکٹ مل گیا، اس لئے نصیحتیں ہو رہی ہیں، ورنہ عماد سے پہلے گود میں بیٹھنے کا خیال تمہیں آیا تھا۔" حامد نے اس کی کھنچائی کی تھی۔ بیٹھنے پر وہ خجل سی اسے گھور کر رہ گئی۔

"چلو اب بس کرو، مووی والا بے چارہ پریشان ہو رہا ہے۔ اس نے کمرے میں ڈیکوریٹ کرنا باقی ہے۔" چچی جان نے قطعی لہجے میں صرف کہا ہی نہیں بلکہ ساتھ ہی تمکین کو سہارا دے کر کھڑا کر دیا۔

"یہ سخت ناانصافی ہے۔" احمر نے احتجاج کیا تھا۔

"ان کی مت سنیں بھابی! یہ تو بس مسخریاں کرنے میں خوش رہتے ہیں۔" مریم پھپھو بھی کی مدد کو بڑھی تھیں۔

تمکین کو لے جا کر خوب صورتی سے سجے کمرے میں وسیع و عریض بیڈ پر بٹھا دیا گیا جہاں سرے سے مووی سیشن شروع ہوا تھا۔

انس نے دزدیدہ نظروں سے کلائی پر بندھی گھڑی کی طرف دیکھا جہاں سوئیاں تھیں اور وہ سب تھے کہ جان چھوڑنے کو تیار ہی نہیں تھے۔ حالانکہ چچی جان ابھی تھی سے سو جانے کا کہہ گئی تھیں۔ در پردہ یہ انس کے لئے ہدایت تھی کہ اب اسے اپنے کمرے جانا چاہئے۔ مگر اب یہ بات ان سب سرپھروں کو کون سمجھاتا۔

"شادی کرنی ہی نہیں چاہئے۔ زندگی بھر کی غلامی۔" احمر نے اپنا سنہرا نظریہ پیش کیا۔

"ہاں بالکل —— بھلا آزادی گنوانا کہاں کی عقل مندی ہے۔" عمار تو یوں بھی اس کا ساتھی تھا۔

"اب مجھے ہی دیکھ لو، گزرا زمانہ تو خواب و خیال ہو گیا ہے۔ آنکھیں بند رکھوں تو

کی آواز آتی رہتی ہے۔ مگر جونہی آنکھ کھلتی ہے بیگم ہاتھ میں بل لئے کھڑی ہوتی ہیں۔" تجربے تھے سو آہ بھر کر کہا گیا۔

نے ان سب کی بکواس سنتے ہوئے مضطرب بیٹھے انس پر نظر ڈالی تو ہنسی کے ساتھ ساتھ آنے لگا۔ وہ تو جیسے اڑ کر اپنے کمرے میں جانے کو تیار بیٹھا تھا۔ مگر وہ سب بھی پلاننگ کئے تھے۔

"تم کیوں بیٹھے ہو یہاں؟" معید نے اس کی جان چھڑانی چاہی۔

"بیچارا بیٹھا ہے ہمارے ساتھ؟ —— ہم ہر فنکشن مل کر انجوائے کرتے ہیں۔" انس اٹھا تھا۔ اور وہ بچہ نہیں تھا جو ان کی چالاکی نہ سمجھ پاتا۔ گہری سانس لے کر رہ گیا۔

"بھابی اکیلی ہوں گی۔ جانے دو اسے۔" معید کو مجبوراً کہنا پڑا۔

"اف —— اکیلی لڑکی کے کمرے میں جائے گا یہ۔"

زور سے آنکھیں پھاڑی گئیں کہ معید کے ساتھ ساتھ انس بھی خجل ہو گیا۔

"شرم کرو انس! ایک لڑکی کی خاطر یاروں سے دغا کر رہے ہو۔" نعمان نے اپنا وقت بھولتے ہوئے شرم دلائی تھی۔

"میں کہاں جا رہا ہوں۔" اس نے دل پر پتھر رکھ کر مسکراتے ہوئے کہا تو حامد نے اس کا شانہ تھپکا۔

"شاباش —— آج رت جگا ہوگا۔ ساری رات باتیں کریں گے۔"

"ساری رات؟" انس کی مسکراہٹ سکڑ گئی۔

"پھر بھائی حامد! کوئی زبردست سا سونگ ہو جائے۔" ابرار نے فرمائش کی تھی۔

حامد نے فوراً گٹار سنبھال لیا۔ آواز تو اچھی تھی ہی، سو جب اس نے جعفر شیرازی کی خوب صورت گانا شروع کی تو باقی سب کا تو پتہ نہیں مگر انس کے چشم تصور میں دلکش و دلربا سا سراپا اتر آیا۔

"وہ ہے ایک حسن و جمال میں، اسے دیکھنا
وہ ہے آپ اپنی مثال میں، اسے دیکھنا
کبھی سوچنا وہ طلسم ہے، کوئی پیار کا
کبھی لا کے اپنے خیال میں، اسے دیکھنا
تمہیں اس جہاں میں محبتوں کی تلاش ہے
تو محبتوں کے کمال میں، اسے دیکھنا
اسے دیکھنے سے ملے گی روح کو تازگی
کبھی زیست کے خدوخال میں، اسے دیکھنا
اسے دوستوں کی طلب ہے کتنی یہ جانچنا
کبھی اس کے شوق وصال میں، اسے دیکھنا"

وہ بہت ڈوب کے گا رہا تھا۔ انس صوفے میں نیم دراز کی کیفیت میں دھنسا ہوا سر جھکائے خاموش بیٹھا تھا۔

ان سب نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو اشارے کیے تھے۔

"اٹھو انس! اپنے کمرے میں چلو۔" معید سے ان سب کا انس کو زچ کر دینے کا کام کرنا کم ہی برداشت ہوتا تھا۔ اب بھی اٹھ کر چٹکی بجاتے ہوئے اس نے انس کو اٹھایا تھا۔ "بہت دیر ہو گئی ہے۔"

"کہاں؟ ــــ آج تو رت جگا ہے۔" چاند نے شرارت سے کہا۔

"رائٹ۔ مگر اس رت جگے میں تم لوگوں کا کیا کام ہے؟" معید نے سنجیدگی سے اپنا زبردست سا قہقہہ لگایا تھا۔

"چلو جاؤ، کیا یاد کرو گے۔" نعمان نے شاہانہ انداز میں کہا تھا۔ "ویسے تو ابھی تم نے داخل ہونے کا نیگ بھی وصول کرنا تھا۔ مگر پھر سہی۔"

"ہاں، پہلے ہی کافی کم ٹائم رہ گیا ہے تمہارے پاس۔" عماد نے اسے اٹھتے دیکھا! خفیف سا ہو کر ہنس دیا۔

"آ لینے دو تمہاری باری۔"

"حوصلہ رکھو یار! اگر اتنا ہی ٹائم نہیں ہے تو ڈائیلاگز شارٹ کر لینا۔" نعمان نے [illegible] سب اس کا ریکارڈ لگانے کے موڈ میں تھے۔ وہ انہیں گھورتا ہوا چلا گیا تھا۔

"بہت گالیاں دے رہا ہو گا دل میں ہمیں۔" چاند ہنسا تھا۔

"صحیح کہہ رہے ہو۔ میں نے بھی یہی کیا تھا۔" نعمان نے آرام سے کہا تو وہ سب معید نے ان کی محفل برخاست کرتے ہوئے انہیں سونے پر مجبور کیا تھا کیونکہ اگلے روز ولیمہ ہی نہیں تھا بلکہ صبا کی بارات بھی آ رہی تھی۔

●●●●●

صبا اور ثمی کے جانے کے بعد وہ پتہ نہیں کتنی دیر تک انتظار کرتی رہی تھی۔ مگر انس ابھی تک اسے یاد آیا، صبا کہہ رہی تھی کہ سب کزنز اسے گھیرے بیٹھے ہیں اور ان سب کی شوخیوں سے بھی اب واقف ہو چکی تھی۔

سارا وقت مجسمے کی طرح ساکت بیٹھے رہنے کی وجہ سے کمر اکڑ کر تختہ ہو رہی تھی۔ اعصاب کو ڈھیلا چھوڑتے ہوئے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائی تو کچھ سکون حاصل ہوا۔ آنکھیں موند لیں۔

ذہن مختلف سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

نئی زندگی شروع کرنے کا تھرل بھی تھا اور کچھ خوف بھی۔ ایک اجنبی کے ساتھ کی سنسنی بھی تھی اور ایک اپنا ہو جانے والے سے ملنے کا چارم بھی۔ وہ بہت

وہ ڈور لاک کر کے پلٹا تو پھولوں بھرے بستر پر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے اسے غیر آرام پایا ہوا تھا۔

حالت میں جو استراحت پا کر وہ ٹھٹھک گیا۔

"لعنت ہو ان خبیثوں پہ۔" ان سب کو کوسا، جن کی وجہ سے دیر ہوئی تھی۔ وہ گہری سانس لیتا آگے بڑھا تھا۔ خاموشی سے اس کے بالمقابل بیٹھتے ہوئے انس نے آرگنزا کے میرون دوپٹے کے نیچے چھپے حسن کو کھوجنے کی کوشش کی تھی۔ آج کل دلہن کے گھونگھٹ کا رواج تو رہ نہیں گیا تھا سو بس آرگنزا کا وہ دوپٹہ اوڑھا کر چہرے پر کھینچ دیا گیا جو واقعی بہت خوب صورت لگ رہا تھا۔

اب پتہ نہیں یہ اس کی پرشوق نگاہوں کی تپش کا اثر تھا یا کوئی اور احساس، تمکین نے نیند سے بوجھل آنکھیں کھولیں تو غیر متوقع طور پر انس کو پوری طرح اپنی طرف متوجہ پا کر ساری نیند اڑن چھو ہو گئی۔ وہ ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی تھی۔ گھبراہٹ اس قدر شدید کہ دل ہاتھوں، پیروں میں دھڑکتا محسوس ہونے لگا تھا۔

"سوری ــــ مجھے کافی دیر ہو گئی۔ مگر اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ وہ سب اس قدر خبیث ہیں کہ اٹھنے ہی نہیں دے رہے تھے۔ مجھے خاموشی سے بیٹھنا پڑا۔ ذرا بھی بے تابی دکھاتا تو ساری رات وہیں بٹھائے رکھتے۔"

انس نے وضاحت کی تھی۔ وہ خاموشی سے بیٹھی اپنی دھڑکنیں شمار کرتی رہی۔

انس نے جیب میں سے چابی نکال کر سائیڈ ٹیبل کی دراز ان لاک کی تھی۔

"تمہاری منہ دکھائی کا گفٹ ہے ــــ بشرطیکہ مجھے منہ دکھائی بھی دے۔"

مخملیں کیس اس کے سامنے کھولتے ہوئے انس نے شرارت سے کہا تھا۔ گولڈ کا خوب صورت سا لاکٹ سیٹ اس کے سامنے تھا۔

اس کی ساری بے تابی گھونگھٹ الٹنے تک ہی تھی۔ اس کے بعد تمکین کے ہوش ربا حسن نے سارے حواس ہی چھین لیے تھے۔ آنکھوں میں حیا کے ڈورے، گالوں پر تمتماہٹ، لبوں کی لرزش الامان ٹھن۔

"جو اس کے چہرے پہ رنگ حیا ٹھہر جائے
تو سانس، وقت، سمندر، ہوا ٹھہر جائے
وہ مسکرائے تو ہنس ہنس پڑیں کئی موسم
وہ گنگنائے تو باد صبا ٹھہر جائے"

گولڈ کی بھاری چین میں سجے خوبصورت لاکٹ کو اس کی گردن کی زینت بناتے ہوئے وہ جذبات سے بوجھل لہجے میں بولا تو تمکین کو ہر طرف چھایا محسوس ہونے لگا تھا۔

"آداب ــــ" اس کا ہاتھ تھام کر ہونٹوں سے چھوتے ہوئے وہ شرارت سے مسکرایا تھا۔ پھر اسے کسمسا کر خود میں سمٹتے دیکھ کر آہستگی سے ہنس دیا تھا۔

●●●●●

اس سے پہلے بھی "میر ہاؤس" میں بہت سی تقریبات اتری تھیں۔ مگر ایسی پُر رونق اور روشن صبح کسی نے نہ دیکھی تھی۔ ہنسی، قہقہے، شوخیاں، پھولوں کی مہکار۔ صبا کا دل جیسے کسی نے بھینچ لیا تھا۔

اس گھر میں اب اس کے چند گھنٹے ہی رہ گئے تھے۔ رات ہی سے وہ عجیب سے مختلف واہموں کا شکار ہو رہی تھی۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا چیز تھی جو اس کے دل کو بے چین کر رہی تھی اور اسے سکون نہیں ہونے دے رہی تھی۔ مگر کوئی خاطر خواہ جواب نہ پا کر وہ ساری رات الٹی سیدھی سوچتی رہی۔ کبھی ہمیشہ کے لئے ماں باپ سے جدا ہونے کا خیال زور مارتا تو آواز دبا کر رو بھی پڑتی۔ سب تو نیند میں بے سدھ پڑی تھیں۔ البتہ صبح مُنّی نے اس کی گلابی پڑی ہوئی آنکھیں دیکھیں تو اسے خوب جھاڑا۔

"ضروری نہیں تھا کہ نوفل احمد کو جاگ کر ہی سوچا جاتا۔ خوابوں میں زیادہ اچھے طریقے سے ملاقات ہو سکتی تھی۔"

"فضول باتیں مت کرو۔" وہ لائبہ اور عائزہ کو ہنستے دیکھ کر جز بز ہوئی تھی۔

"اسے خواب دیکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ آج تو یوں بھی بالمشافہ ملاقات ہو جانی ہے۔" بھابی نے بھی اس چھیڑ چھاڑ میں حصہ ڈالا تو وہ انہیں گھور کر رہ گئی۔

"اسے اٹھایا نہیں؟" تائی جان نے مدھم آواز میں پوچھا تو وہ مسکراتے ہوئے بولیں۔

"میں تو دو دفعہ دروازہ کھٹکھٹا آئی ہوں۔ ہو سکتا ہے کوئی رزلٹ نکل ہی آئے۔ آپ بھی کریں۔" مُنّی نے معنی خیز نظروں سے صبا کو دیکھا تو اس نے جھینپ کر دانت کچکچاتے ہوئے اپنے دھیان کو ذرا "دھیان" سے رکھا کرو۔"

"پتہ نہیں آج صبح کیوں چکرا رہا ہے ابی نے۔" لائبہ کی آنکھوں میں ابھی تک نیند بھری تھی۔ مُنّی اسے سستی کے طعنے دینے لگی تو صبا نے اس کی توجہ خود پر سے ہٹتی دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا تھا۔

وہ شاور لے کر نکلا تو تمکین تیار بیٹھی کلائیوں میں چوڑیاں پہن رہی تھی۔ فیروزی کلر کا کامدار سوٹ پہنے وہ صرف لپ اسٹک لگائے ہوئے بھی دلکشی کی حدود کو چھو رہی تھی۔ کھلے سیاہ بال چاروں طرف احاطہ کیے ہوئے تھے۔

ایک نگاہ!
بس ایک نگاہ کی بات تھی
میں اس کا
اور وہ میری ہوئی

گیلے بالوں کو تولیے سے رگڑتا، مسکراہٹ لیے وہ اس کے پاس جا بیٹھا۔ تمکین کا ہاتھ

پہنا جانے کی رفتار سست ہو گئی۔
اس نے تولیہ گردن میں ڈالتے ہوئے اس کا مخروطی ہاتھ تھاما اور بہت احتیاط کے ساتھ چوڑیاں پہنا دیں۔
"بڑا آسان کام ہے۔ اور پُر لطف بھی۔ اس بار چاند رات کو چوڑیوں کے اسٹال کی ذرائی اس کے خوب صورت مخروطی ہاتھ کو الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے وہ بہت شرارت سے کہہ رہا تھا۔ تمکین بھی آ گئی۔

"اس کے ہاتھوں سے جو خوشبو سی آتی ہے
ایسا لگتا ہے کہ جنت سے ہوا آتی ہے"

"آپ انتظار کر رہے ہوں گے۔" دبے دبے لفظوں میں اسے احساس دلانا چاہا۔ انس نے اس کے رخساروں اور لرزتی پلکوں کو بہت دلچسپی سے دیکھا تھا۔
"سب کے انتظار کا بہت خیال ہے تمہیں۔ اور میرا کچھ نہیں۔" جتانے والے انداز میں کہا تو وہ کہیں بے ترتیب ہوتے تکیے پہ گر گئی۔ اس کی بے تابی اور دیوانگی کی ابھی تو ایک جھلک ہی دیکھی تھی اور حواس مختل ہوتے محسوس کیے تھے۔ اور اب اس کا یوں بالمقابل بیٹھ کر شناسائی کے جملے بولنا اسے مزید بھی پریشان کرنے والا تھا۔
"وہ ابھی کوئی بلانے آ چکا ہے۔" مجبوراً تمکین کو پھر سے کہنا پڑا تھا۔ مگر وہ تو جیسے بہت فرصت میں تھا۔ آرام سے بولا۔
"سارے دلہا دلہن وی آئی پی ہوتے ہیں، جب جی چاہے جائیں۔"
"اچھا نہیں لگتا۔" تمکین نے مدھم لہجے میں احتجاج سمویا تھا۔ اسے پہلے ہی خفت محسوس ہو رہی تھی کہ کسی نے دو بار دروازہ کھٹکھٹا کر انہیں صبح ہو جانے کا مژدہ سنایا تھا۔ ایک بار جب وہ سو رہے تھے اور دوسری بار جب وہ باتھ روم میں تھی۔ اور اب انس کے ارادے جلدی والے لگ نہیں رہے تھے۔
"سب کو پتہ ہے، نئی نئی شادی ہوئی ہے۔ روٹھنے کا موڈ بھی ہو سکتا ہے ہمارا۔" وہ مسکراہٹ دبائے بہت سنجیدہ بنا ہوا تھا۔
"اسی لئے تو کہہ رہی ہوں۔" تمکین نے بے ساختہ کہہ کر پھر گڑبڑاتے ہوئے انس کو دیکھا جو اسی کے بالکل سامنے تکیہ لگا کر بیٹھا تھا۔ سیاہ جینز اور شرٹ کی سیاہ ہی بنیان میں اس کا مضبوط سراپا اور گیلے بال اچھے لگ رہے تھے۔
"تم جلدی بھی تو بیٹھ سکتے تھے۔ یہ سب تمہارا قصور ہے۔" وہ کہہ رہا تھا۔
"میں نے احتجاج کیا۔
"میرا کیوں؟"
"تو پھر کس کا ہے؟ وہ ان سب نے بجا دیے اور اڑھائی تم نے۔" وہ بے حد شرارت

سے کہنے لگا تھا کہ اس کی آنکھوں سے جھلکتی شوخ سی چمک تمکین کو سنسنا گئی۔

"انس!" وہ مدھم لہجے میں چلائی تھی۔ پھر سرخ چہرہ لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ بگڑی ہوئی تھی۔ وہ خفا سی رخ موڑ گئی۔

"اچھا لگ رہا ہے یوں بنا روک ٹوک گفتگو کرنا۔ ویسے عجیب سی بات ہے نا کہ شادی کے بعد وہ بات آپس میں کر سکتے ہیں جو کسی اور سے کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔"

بدن پر شرٹ چڑھاتے ہوئے وہ بہت محظوظ ہوتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ تمکین نے خفگی بھری نظر اس پر ڈالی۔ اب وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا بال بنا رہا تھا۔ چہرے پہ سکون اور طمانیت کا رنگ لئے وہ بہت اچھا اور مکمل دکھائی دے رہا تھا۔

اسی وقت دروازے پہ پھر سے دستک ہوئی۔ تمکین نے پہلے ہی سے دروازہ ان لاک کر دیا تھا اس لئے ناب گھمانے پر کھلتا چلا گیا۔

اسما بھابی اجازت لیتی اندر چلی آئی تھیں۔ تمکین نے کھڑے ہوتے ہوئے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے بہت خوش دلی سے جواب سے نوازا۔

"میں نے تو سوچا شاید آج دولہا صاحب سوتے میں ہی ولیمہ اٹینڈ کریں گے۔" تمکین کے پاس بیٹھتے ہوئے انہوں نے انس پر طنز کیا تھا۔

"میں تو کب سے تیار بیٹھی ہوں۔ بس......" تمکین خفیف سی ہو گئی تھی۔

"گھبراؤ مت لڑکی! یہ سب روایتیں ان کے میاں جی کی ڈالی ہوئی ہیں۔ اسے آج سسرالیوں نے جگایا تھا۔" انس نے اسے تسلی دی تو اب کی بار اسما بھابی جھینپ گئیں۔

"فضول بول رہا ہے۔"

انس ہنستے ہوئے جھک کر پرفیوم اٹھانے لگا۔ صبا ان دونوں کے لئے چائے لے آئی تو تمکین نے گلے سے لگا کر محبت سے اس کی پیشانی چوم لی۔

"اوہو ___ میری مہمان بہن کو کس نے کام پہ لگا دیا۔" انس نے پرفیوم کا اسپرے کرتے ہوئے شرارت سے کہا تو وہ تمکین سے الگ ہو کر اس کی طرف پلٹ گئی۔

"اسے کچھ مت کہو ___ اسے تو بس رونے کا بہانہ چاہئے آج۔" اسما بھابی نے چائے تمکین کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو انس نے اس کی بھیگی پلکیں دیکھتے ہوئے بے اختیار اسے گلے سے لگا لیا۔

"انہیں کیا سمجھا رہے۔ یہاں تو بھائی خود شہنشاہ جذبات ہیں۔" اسما بھابی نے سامنے بیٹھ کر کہا تو صبا آنکھیں مسلتی ان کے پاس آ بیٹھی۔

"لگتا ہے آج آپ میری کھنچائی کے موڈ میں ہیں۔" انس نے ماحول کی اداسی کو دور کرنے کو کہا۔

"صرف آج کیا، اب تو روز یہی کام ہونا ہے برخوردار!" انہوں نے لطیف سا طنز کیا۔ تمکین نے اپنی مسکراہٹ کو مگ کے پیچھے چھپا لیا۔

"آپ کو تو نعمان نے کسی کام کا نہیں چھوڑا۔" وہ تاسف سے کہتا پھر سے بالوں میں برش پھیرنے لگا تھا۔

"منہ دکھائی میں کیا دیا ہے انس نے؟ اتنا گھنا ہے، کسی کو خبر تک نہیں ہونے دی۔" اس قدر بے ساختہ معصومانہ سوال نے تمکین کے ساتھ صبا کو بھی شرمایا تھا۔

"آپ کو خبر کرتا تو نعمان کو تکلیف ہوتی۔" وہ شرارت سے مسکرا رہا تھا۔ اسے گھورتے ہوئے وہ اس کی طرف متوجہ ہوئیں جو گلے میں پڑا خوب صورت سا لاکٹ دکھا رہی تھی۔

"انس نے پہنایا ہے یا تم نے خود ہی پہن لیا؟" وہ بہت تجسس بھرے انداز میں بولیں تو تمکین کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ صبا نے گڑبڑا کر انہیں چٹکی بھری تھی۔

"کیا کر رہی ہیں آپ؟"

"تم یہ سوال کل پوچھنا۔" انہوں نے اپنا بازو سہلاتے ہوئے کہا تو وہ خفگی بھری نظروں سے انہیں دیکھ کر رہ گئی۔

"ہم نہیں پوچھیں گے تو اور کون پوچھے گا؟" انہوں نے صفائی پیش کی تھی۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے ایسا لینے کی۔" انس کی موجودگی کے خیال سے وہ مدھم لہجے میں بولی تو وہ ہنسنے لگیں۔

"یہ لاعلاج ہیں۔" وہ تمکین کو مطلع کرنے والے انداز میں بولی تو وہ بھی ہنس دی۔

"اب دیر نہیں ہو رہی کیا؟" کھڑے کھڑے چائے ختم کرنے کے بعد انس نے ان پر طنز کیا تھا۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"تمہیں بھی ہماری وجہ ہی سے جلدی پڑی ہے۔ ورنہ تو تم بارہ بجا رہے تھے۔"

"بہت برداشت کر لیا۔ اب نعمان کو آپ کی شرانگیزیوں سے متعلق بتانا ہی پڑے گا۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

تمکین اور انس کو شانہ بشانہ آتے دیکھ کر تائی جان نے بے اختیار آیت الکرسی پڑھ کر ان پر پھونکی تھی۔

"ہائی ہائی! یہ تو صرف لاحول ولاقوۃ پڑھنے سے بھی غائب ہو جاتا ہے، آپ کیوں لمبے ورد کر رہی ہیں؟" عمارہ نے ہانک لگائی تھی اور بس اس کے بعد ناشتے کی میز پر ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے کا عمل شروع ہو گیا جو تمکین کے لئے بہت دلچسپ اور پر لطف تھا۔

"ایک کپ چائے......"

صبا کی فرمائش اس وقت تو صبا کو بالکل نہیں بھائی تھی۔ وہ خود افراتفری میں کچن ہی میں چلتے پھرتے چھوٹے چھوٹے کام نپٹاتی ناشتہ کر رہی تھی کہ تھوڑی دیر میں صبا اور تمکین کو بیوٹی پارلر لے جانے کی ذمہ داری لائبہ اور اس کے سر تھی۔

"وہاں ٹیبل پہ موجود ہے چائے۔" اس نے پیڑا پھیر کر سنک خشک کرتے ہوئے دوسرے لفظوں

میں اسے ٹالنا چاہا تھا مگر وہ اطمینان سے کرسی گھسیٹتا چھوٹی ٹیبل کے پاس جما بیٹھا ہوا
"وہاں سے ہی آرڈر لایا ہوں۔ مجھے تازہ اور گرم چائے چاہیے۔" وہ تازہ ان
عادی تھا۔ مگر نئی کو یہ نخرے برداشت کرنے کی عادت نہیں تھی۔
"یہ اچھی عادت تو نہیں ہے ـــــ کون بنا کے دیتا رہے گا تمہیں گرم اور تازہ چائے"
جتانے والے انداز میں کہا تو اسے چائے کے لئے چولہے پر پانی چڑھاتے دیکھ کر اس نے
"پتہ تو ہے۔"
چند لمحے یونہی خاموشی سے سرکے تھے۔ وہ اب چائے ابلنے کے انتظار میں کھڑی تھی
"عمر کا کوئی اتہ پتہ چلا یا نہیں؟"
اس کا سوال اس قدر غیر متوقع تھا کہ نیٹ میں چائے چھانتے اس کا ہاتھ بہک گیا۔
"اوہو ـــــ دھیان سے۔"
اس کی توجہ ادھر ہی تھی۔ نئی نے بمشکل خود کو سنبھالا تھا۔
"وہ گمشدہ شخص ہے کہ اس کا اتہ پتہ معلوم کیا جائے۔"
ناگواری کے پردے میں اپنی بے بسی اور شکستگی کو چھپا لیا۔
"یعنی اس سے کنٹیکٹ ہے تمہارا؟"
وہ حیران تھا اور اس کی حیرانی نے نئی کو سکون دیا تھا۔
"ظاہری بات ہے، ہمارا تعلق ختم تو نہیں ہوا بلکہ اور مضبوط ہو رہا ہے۔ میں اس کا انتظار کر رہی ہوں۔" اب کی بار اس نے بہت ہلکے پھلکے انداز میں کہا تھا۔ معید سے جھٹلنے کا ایک ہی راستہ نظر آیا کہ یونہی ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتی رہتی۔
"کیا گارنٹی ہے کہ تمہیں یہ انتظار کرنے دیا جائے؟" وہ اپنی خوش نما آنکھوں کو ہلکی سی
کر کے پوچھ رہا تھا۔
"تمہیں اس سلسلے میں کودنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی پریشان ہونا تمہارا کام ہے۔ جب کسی نے مجھ سے پوچھا تو میں خود جواب دے لوں گی۔" اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہونے لگا۔
معید کا یہ انداز اس کے لئے بہت عجیب اور حیران کر دینے والا تھا۔ یوں دوستانہ انداز میں مسئلے کو ڈسکس کرنا تو دور کی بات تھی وہ تو یونہی ہر بات میں دادا ابا کی کرسی سنبھالے رہتا تھا۔
"میں بھی اس مسئلے میں تمہاری مدد کر چکا ہوں۔" وہ جتانے والے انداز میں یاد دلا رہا تھا۔
نئی نے چائے کا مگ اس کے سامنے پٹخا تو چائے کناروں سے چھلک کر ٹیبل کو داغ دار کر گئی۔
"بھول جاؤ اس معاملے کو اور سمجھ لو کہ میں نے تم سے کبھی مدد مانگی تھی اور نہ ہی اس مسئلے سے کوئی تعلق ہے۔"
وہ حلق تک بھر گئی تھی۔ اوپر سے معید کی ہلکی سی مسکراہٹ اور چہرے سے جھلکتا اطمینان، بدلہ لینے کو جی چاہ رہا تھا۔ دل کے بمشکل بھرتے زخموں کو پھر سے کریدنے آ گیا تھا۔

"تعلق تو اب بن ہی چکا ہے اور اس کا کریڈٹ تمہیں جاتا ہے۔" اس نے کہتے ہوئے چائے کا گھونٹ بھرا، پھر ناگواری سے بولا۔
"کتنی مرتبہ تمہیں کہا ہے کہ میری چائے میں بے حساب چینی مت ڈالا کرو، صرف ایک چمچ۔"
"میں تمہاری ملازمہ نہیں ہوں جو اتنے حساب کتاب رکھوں۔ اینڈ مائنڈ اٹ معید حسن! آئندہ تم اس موضوع پر گفتگو مت کرنا۔ کیونکہ یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے۔ تم اپنی سوچ اپنی ڈائری میں رکھو۔ ضرور اپنی کا مسئلہ حل کرو۔ میں بھی تم سے مدد نہیں مانگنے والی۔"
وہ جانے کے لئے رکی نہیں تھی۔ اس کے جانے کے بعد گہری سانس لیتے ہوئے معید نے چائے کے اٹھتے دھوئیں پر نظریں جما دیں۔ اس کی خوش نما آنکھوں میں اس پل گہری سنجیدگی اور سوچ کی پرچھائیں تھیں۔

●●●●●

سب کا کہنا تھا کہ چاند و سورج کی جوڑیاں آج "میر ہاؤس" میں اتر آئی تھیں۔ انس اور تمکین کا نیا نکھرا، ہشاش بشاش سا کپل جہاں سب کی توصیفی نگاہوں کا مرکز تھا وہیں پر سب کی نظریں بے ساختہ لیے سنجیدہ سے نوفل اور صبا کی طرف اٹھ رہی تھیں۔
بیٹے کی سادگی پسند صبا پہ آج ٹوٹ کر روپ برسا تھا۔
تمکین کی بات بے بات ہنسی اور سرخی چھلکاتا چہرہ صالحہ بیگم کے دل میں سکون اور آنکھوں میں نمی بھر گئی۔ وہ بے اختیار اس کی دائمی خوشیوں کی دعا مانگنے لگیں۔
اریبہ نے بے حد سلگتی نظروں سے اسٹیج کی طرف دیکھا تھا جہاں اس وقت نوفل اپنی سالیوں کے گھیرے میں گھرا تھا۔ عام دولہوں کی نسبت وہ بہت پرسکون اور با اعتماد سے انداز میں اس سارے حالات سے نمٹ رہا تھا۔
اس کے پہلو میں ہی تو وہ بیٹھی تھی جو اس کے ارمانوں کی قاتل تھی۔ اس کے خوابوں کو چھیننے والا سایہ۔ کتنی آسانی سے وہ صبا نوفل احمد ہونے کا اعزاز پا گئی تھی۔
عروسی لباس کے راجستھانی لہنگے میں ملبوس زیورات سے لدی پھندی وہ دلہناپے کا پورا سنگھار کیے قتالہ سی لگ رہی تھی۔
صالحہ بیگم نے کسی بھی شے میں کنجوسی نہیں کی تھی۔ بلا مبالغہ انہوں نے ان دونوں شادیوں پر کھلا خرچ کیے تھے۔ اریبہ کا دل کیسے تڑپ سلگ کر رہ گیا تھا۔
"ہائے ادھر تو دیکھو نوفل!" ثوبا نے بے اختیار کہا تھا اور مجسم حسن جب کسی کی تعریف کرے تو اس حسن کا کیا عالم ہو گا۔ مگر وہ ان سنی کر گیا تھا۔
ثوبا کی آواز سن کر صبا نے اپنے اندر عجیب سی بے چینی محسوس کی تھی۔ حالانکہ اس نے اریبہ کی حرکتوں کو مذاق سمجھ کر بھلا ڈالا تھا مگر اب ایک دم سے پھر اس کا ذہن بھٹک سا گیا۔
"نئی تو ـــــ تم اکیلی کیوں بیٹھی ہو؟" زارا اور سدرہ اس کے پاس آ بیٹھی تھیں۔

"یونہی۔" وہ بری طرح چونکی تھی۔

"کتنی خوب صورت لگ رہی ہے صبا۔ سچ فدا ہوئے ہیں نوفل بھائی۔" سدرہ نے اسے دیکھتے ہوئے توصیفی انداز میں کہا تو اشتعال کی لہر لیزر کی طرح اوینہ کو اندر سے کاٹ گئی۔

"ظاہری حُسن سے کیا ہوتا ہے۔ ساری بات نصیبوں کی ہوتی ہے۔ شوہر اور سسرالیوں کے دلوں میں جگہ نہ مل سکے تو سارا حُسن بے کار۔"

"صبا کو تو سسرالیوں کا کوئی مسئلہ ہی نہیں۔ وہ تو بندے ہیں گھر میں۔ اور ایک نند پہلے ہی تابش ہے۔ خالہ یوں بھی اتنی سویٹ سی ہیں۔ ویسے بھی وہ اتنی محبت سے بیاہ کر لے جا رہی ہیں کہ میں بھی صبا سے حسد محسوس کر رہی ہوں۔" سدرہ نے آہ بھری تھی۔

"شرم کرو ——— وہ بہ نفس معاذ بھائی امریکہ سے آ رہے ہیں۔ شادی ہو جانی ہے۔" زارا نے اسے ایک چھانپڑ لگا دیا تھا۔ وہ ڈھٹائی سے ہنسنے لگی۔

"خواب دیکھنے پر پابندی تھوڑی ہوتی ہے؟"

"واقعی ——— خواب دیکھنے پر پابندی تو نہیں ہوتی۔"

اوینہ کی نگاہ بھٹک کر پھر سے نوفل کے چہرے پر جا ٹھہری۔ جب جب اس نے ان تاثرات میں سنجیدگی اور بے اعتنائی سی دیکھی تھی، اس کے دل میں بہت اطمینان اترا تھا۔ بچھائی ہوئی بساط پر اپنے چلائے ہوئے مہروں کی کامیابی کا بہت یقین تھا۔

"...بھی بہت خوش قسمت ہے ——— اتنی اچھی سسرال اور اتنا چاہنے والا شوہر تو نصیب ہو تو خرید لینا چاہیے۔" سدرہ نے دل کھول کر تعریف کی تھی۔

"واقعی ——— وہ بھی منہ مانگی قیمت دے کر۔" زارا نے بھی لقمہ دیا تھا۔

"تم ہمارے ساتھ گھر جا رہی ہو یا نہیں؟" اوینہ کو ان کی باتیں سلگا رہی تھیں، اس نے سنجیدگی کے ساتھ موضوع بدل ڈالا تو وہ دونوں ہنسنے لگیں۔

"انس بھائی نے سب کے سامنے اسے منع کر دیا ہے۔ کہہ رہے تھے کہ کل ولیمے کا تو اکیلا شرکت کرنا اچھا نہیں لگوں گا۔" سدرہ نے بتایا تھا۔

"سچ، بہت رومینٹک ہیں انس بھائی۔ سب کے سامنے ہی والہ و شیدا ہو رہے تھے۔" لطف لینے والے انداز میں کہا تھا۔

"یہ سب نئی نئی شادی کا خمار ہے۔" اوینہ کا لہجہ بہت سرد اور چونکا دینے والا تھا۔ سدرہ نے نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"ہر کوئی "نئے نئے" کا شوقین نہیں ہوتا۔ جہاں محبت ہو، عزت ہو، وہاں تمام عمر ایک کے دل میں رہ کر زندگی تمام ہوتی ہے۔"

سدرہ کا لہجہ بہت اٹل اور بھرپور تھا۔ وہ لب بھینچ کر رہ گئی۔

"میرے خیال میں اب رخصتی ہونے والی ہے۔" سدرہ نے زارا کو اٹھنے کا اشارہ کیا

تھا۔ ...یا اور اس کے پاس سے اٹھ گئیں۔

"...ی بھی سو عمر نہیں لگی۔" سدرہ کو اوینہ کی تعبیر بالکل پسند نہیں تھی۔

"...یار! پتہ نہیں کیوں ہر بات کو نیگیٹو پوائنٹ آف ویو سے دیکھتی ہے۔" زارا کو بھی اس کی ...ائی ناگوار گزری تھی۔ اس موقع پر جب غیر بھی دائمی خوشیوں کی دعائیں کرتے ہیں، اوینہ کا سرد ...مہرانہ رویہ اور انداز گفتگو بہت ناپسندیدہ تھا۔

"ابھی تو تائی جان سے ضرور کہوں گی کہ اب اسے ذرا کھینچ کر رکھیں۔ بہت سر پہ چڑھی ہوئی ...۔" سدرہ نے قطعی انداز میں کہا تھا۔

"...ائی آئی بے چاری اپنی مروت اور سادگی کے ہاتھوں مار کھا جاتی ہیں۔ کوئی اور ہوتا تو اس کے ایسے نخرے نہ دیکھتا۔" زارا نے کہا تو وہ بولی۔

"پھر بھی ——— اب بات اور ہے۔ گھر میں بہو آ جائے تو پہلے والی لاپرواہی اور بے ترتیبی سمیٹ لینی چاہیے۔"

"بس دعا کرو کہ صبا دیکھنے، سننے میں جتنی اچھی ہے، صالحہ آنٹی کو سنبھالنے میں بھی اتنی ہی ثابت ہو۔"

"خالہ جان تو بہت مطمئن ہیں۔ باقی سب قسمت کی باتیں ہوتی ہیں۔ اپنی طرف سے تو سب بھلا ہی سوچتے ہیں۔" سدرہ نے کہا تو وہ سر ہلا کر رہ گئی۔

ہنستے مسکراتے جب تمام ہوئے تو رخصتی کا اشارہ دے دیا گیا۔

صبا کو لگا جیسے آج سب کچھ ختم ہو چلا ہو۔

...ے محبت کرنے والے ماں باپ، شوخ و شریر بہن بھائی۔

...اس کا دل ڈوبنے لگا۔

"صبا! پلیز، رو مت۔" تمکین نے اس سے التجا کی تھی۔ خود تو وہ واقعی نہیں روئی تھی جس میں ...اس کی لاپرواہ طبیعت کا دخل تھا۔

"اب ہر کوئی تمہاری طرح تو نہیں ہوتا نا۔ اپنی رخصتی سے زیادہ میک اپ خراب ہو جانے کا ڈر تھا تمہیں۔"

...ا نے یہ بھی خیال نہیں کیا کہ وہ ابھی ایک روز پرانی دلہن ہے۔ جواب دینے کو تو تمکین کا بھی بہت دل چاہ رہا تھا مگر آس پاس بہت سارے لوگوں کی موجودگی کا خیال مانع تھا۔

...پھر رخصتی کے وقت وہ نوفل کو نہ صرف صبا کا خیال رکھنے اور اسے بہت خوش رکھنے کی تاکید کرتی رہیں بلکہ موقع محل کے حساب سے چند ایک دھمکیاں بھی دے ڈالیں۔ نوفل کو غصے کے ساتھ ساتھ ان کا یہ بچگانہ انداز پر ہنسی بھی آ رہی تھی۔

"تائی! آپ بالکل بھی فکر مت کریں۔ نوفل بہت پیارا بندہ ہے۔ صبا کو بھی بہت خوش رکھے گا۔" زارا نے تائی جان کو تسلی دی تھی۔ جب کہ نوفل کو ہمیشہ کی طرح خواتین کے رونے سے

وحشت سی ہو رہی تھی۔ وہ جلد از جلد اس ماحول سے نکلنا چاہ رہا تھا۔

خود کو بہت سنبھالنے اور ضبط سے کام لینے کے باوجود جب تایا جان اسے پیار دے رہے تھے تو وہ رو پڑی تھی۔ اس کے بعد انس، سعید اور پھر عماد، وہ اس کے شانوں سے لگ کر رہی تھی۔

نوفل نے اپنی کنپٹیاں سلگتی محسوس کی تھیں۔

"بس بیٹا! ——— رونا نہیں۔ خوشی خوشی یہاں سے وداع ہو۔ انشاءاللہ تعالیٰ ساری [illegible] ہے۔" نوفل کے ماموں جان نے صبا کا سر تھپکا تھا مگر ایسے موقع پر دل یونہی طفل تسلیوں سے نہیں آ جاتا۔

حمرہ اور عنیٰ بھی رو رہی تھیں۔ حالانکہ عنیٰ نے اسے بہت دھمکیاں دی تھیں کہ رونا بالکل لئے سخت منع ہے اور اب وہ اپنے تمام فرمودات بھولی ہوئی تھی۔ لائبہ نے اسے بمشکل سے الگ کیا تھا اور مریم پھپھو نے سب کو ڈانٹا تھا۔

"اداسی الگ چیز ہے۔ مگر یوں رونے کی کوئی تک نہیں بنتی ——— بس بچی کو رخصت کرو۔"

صبا کی رخصتی کے بعد ان سب کی چہچہاہٹ جیسے گم ہو گئی تھی۔

ایک فرض ادا ہو جانے کی طمانیت اپنی جگہ مگر ایک محسوس کن اداسی نے ہر ایک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

تمکین بے چاری اپنی پوزیشن بھول کر سب کو تسلیاں دیتی پھر رہی تھی۔

"کل دیکھنا، اس کی بیٹی ہی اندر نہیں جانے گی۔" لائبہ نے عنیٰ کی سرخ ہوتی آنکھوں کو تسلی دی تھی۔

"ہر خوشی اپنی جگہ مگر جدائی کا درد بھی کم تکلیف دہ نہیں ہے۔" وہ پژمردہ سی ہو رہی تھی۔

پھر لڑکوں ہی نے سارا ماحول اور موڈ بدلنے کی سعی کی تھی۔ جاوید اور ابرار نے کافی خوبصورت سے گانے اور غزلیں سنائیں۔ تب انس بھی کچھ سنانے کو بے قرار ہوا تھا۔

"تمہیں بالکل بھی اجازت نہیں۔ کیونکہ تمہارے ساتھ ایک بہت بڑا المیہ ہو چکا ہے۔" عماد نے اس پہ پابندی عائد کی تھی۔

"کیسا المیہ؟" وہ سمجھا نہیں تھا۔

"اب تم شادی شدہ ہو چکے ہو۔" وہ اطمینان سے بولا تو سب کے ساتھ تمکین کو بھی ہنسی آ گئی۔ انس نے بھی آرام سے کہا۔

"میرے یار! اس المیے نے میری صلاحیتوں کو اور بھی نکھار دیا ہے۔ تم نے سنا نہیں کہ ناکامی کے بعد انسان اچھا شوہر نہ سہی، اچھا شاعر ضرور بن جاتا ہے۔"

"اچھا جی ——— ہم بھی تو سنیں آپ کی نکھری ہوئی صلاحیت میں کیا نئے رنگ بھرے

چاند نے اسے حوصلہ دیا تھا۔

وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے ایک تفاخر کے ساتھ تمکین پر ڈال کر بڑے انداز سے بولا۔

"کل ترا رنگ چرا لائے ہیں گلزاروں میں
جل رہا ہوں بھری برسات کی بوچھاروں میں
مجھ سے کترا کے نکل جا مگر اے جانِ حیا
دل کی لو دیکھ رہا ہوں ترے رخساروں میں
مجھ کو نفرت سے نہیں پیار سے مصلوب کرو
میں تو شامل ہوں محبت کے گنہگاروں میں"

"مکرر ——— مکرر ——— " عماد نے شور مچا دیا تھا۔

"بہائے یہ محبت قسم کے شعر سنانے کو کس نے کہا ہے تمہیں؟" چاند نے اسے گھورا تھا۔

"یہ اس کی پرانی بیماری ہے۔" سعید نے بڑے اطمینان سے گفتگو میں حصہ لیا تھا۔

"چلو سعید! اب تمہاری باری ہے۔" نعمان نے کہا تو وہ ہنس دیا۔

"میرا شعبہ وکالت ہے، نہ کہ شاعری۔"

"نعمان بھائی! بعض لوگ چھپے رستم بھی ہوتے ہیں۔" عنیٰ نے در پردہ سعید پر طنز کیا تھا۔ وہ چونک کر اس کو دیکھنے لگا۔

"چلو سعید! آج تم تو دو۔ سنا دو کچھ۔" احمر نے بھی اصرار کیا تھا۔

"چاہے کھری کھری سنا دو، یا جو منہ میں آئے وہ سنا دو۔" عماد نے پھر سے لقمہ دیا تھا۔

چند لمحوں کے توقف کے بعد اس نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ سب بہت اشتیاق کے ساتھ ہمہ تن گوش ہو گئے۔

"نہ شکایتیں نہ گلہ کرے
کوئی ایسا شخص ہوا کرے
جو مرے لئے ہی سجا کرے
جس کی زلف مجھ پہ ہوا کرے
نہ شکایتیں نہ گلہ کرے
کبھی روئے جائے وہ بے پناہ
کبھی بے تحاشا اداس ہو
کبھی چپکے چپکے دبے قدم
مرے پیچھے آ کے ہنسا کرے
نہ شکایتیں نہ گلہ کرے
میری قربتیں میری چاہتیں

کوئی یاد رکھے قدم قدم
میں بڑے طویل سفر میں ہوں
میری واپسی کی دعا کرے
نہ شکایتیں نہ گلہ کرے"

بہت پُر اعتماد اور دلکش لب و لہجہ تھا۔ سعید نے پہلی مرتبہ ان سب کی ایسی محفل میں شرکت کی اور وہ سب متاثر بھی ہوئے تھے۔ تالیاں بجا کر داد بھی دی گئی اور دھکا یا بھی گیا۔

"میں بات کرتا ہوں بڑی ماں سے۔ لڑکے نے اپنی آئیڈیل سوچ رکھی ہے۔" عمار گھورا تھا۔

"میں نے نہیں، یہ سب شاعر نے کہا ہے۔" اس نے اطمینان سے تصحیح کی تھی۔

"شاعر نے کہا ہے، مگر تمہارے حسب حال۔" چاند نے لقمہ دیا۔

"اب ایسی لڑکی ڈھونڈنی پڑے گی۔" عمر کو تشویش ہوئی تھی۔

"تم لوگ بس فکروں ہی میں پڑے رہو گے۔ مگر ہو سکتا ہے کہ یہ تمہیں ڈھونڈنے کی زحمت کرنے دیں۔"

صفی نے بظاہر بڑے عام سے انداز میں کہا تھا۔ مگر سعید نے اس کا اشارہ سمجھتے ہوئے انداز میں اس کی طرف دیکھا تو وہ تکین کی طرف متوجہ ہو گئی۔ مگر موقع پاتے ہی سعید نے بات کرنا لازمی خیال کیا تھا۔

وہ نایاب جان کو دودھ کا گلاس پہنچا کر نکلی تو اس کے پیچھے ہی سعید بھی اٹھا تھا۔

"تمہیں میرے معاملے میں بولنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"اگر میرے معاملے میں بولنے کا تم کو حق ہے تو پھر مجھے بھی کوئی نہیں روک سکتا۔" جتانے والے انداز میں کہا اور آگے بڑھ گئی۔ مگر وہ دیوار پر ہاتھ رکھ کر اسے روک گیا۔

"تم مجھے دھمکی دے رہی ہو؟" بھنویں اچکاتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔

"دھمکی نہیں، جیسے کو تیسا۔" وہ اسے چڑانے والے انداز میں کہتی جھک کر اس کے بازو سے نکل گئی تھی۔ وہ سر جھٹکتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

●●●●●

وہ کمرے میں آتے ہی تھکن سے بے حال، کپڑے بدلنے کی فکر میں تھی کہ انس اٹھا۔ سے ٹیک لگا ہوا لباس چینج پر رکھتے ہوئے اس کا ہاتھ تھامے اپنے سامنے بٹھا کر بولا۔

"ابھی تو میری تم کو دیکھنے کی باری ہے۔ ورنہ تو مجھ ہزار کے میک اپ پہ پانی پھر جائے گا۔" اس کی نظروں کے ارتکاز اور لہجے کی شرارت پر وہ کسمسائی تھی۔

"میں بہت ان ایزی فیل کر رہی ہوں۔"

اس کا اشارہ بھاری لہنگے اور زیورات کی طرف تھا۔ مگر وہ جان بوجھ کر بات کو اپنے

نے کہا۔

"وہ میں ابھی تو شادی ہے نا۔۔۔۔۔ ابھی تو یونہی سامنے بٹھا کر دیکھوں گا تمہیں۔" تکین کے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

"میں اس بارے میں نہیں کہہ رہی۔"

"یعنی اس سے متعلق تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہے؟" وہ شریر ہوا تھا۔

"میں نے یہ بھی نہیں کہا۔" وہ نروس ہونے لگی۔ انس کو اس کی گھبراہٹ بہت مزہ دے رہی تھی۔

"اوپر نظر ہو کے تو بات کرو۔ ابھی تک میں تمہاری آنکھوں کا رنگ نہیں جان پایا ہوں۔" اس کی ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھ کر چہرہ اونچا کرتے ہوئے انس نے کہا تو اس کی پلکیں بوجھل ہونے لگیں۔

نس دنیا کا حسن اپنی تمام تر دلکشی کے ساتھ اس کے سامنے تھا۔ لمحہ بھر ہی میں وہ اپنی ساری شوخی بھول گیا تھا۔ اس کی بے خودی کو بے اختیاری میں بدلتے پا کر وہ اپنی بے ترتیب دھڑکنیں سنبھالتی پیچھے ہٹی تھی۔

"آپ نے آج مجھے گھر بھی جانے نہیں دیا۔" اس کی خود پہ سے توجہ ہٹانے کے لئے وہ شکوہ کر گئی۔

"میں نے اپنے لئے تھوڑی تمہیں روکا ہے۔ تمہاری شکل ہی بارہ بجانے لگی تھی۔ میں نے سوچا کہ تم جانا نہیں چاہ رہیں، اس لئے۔" وہ مکر گیا۔

"اُف۔" تکین کو ہنسی آ گئی۔ "اس وقت آپ کسی اور کو بولتے ہی کب دے رہے تھے۔"

"تم واقعی جانا چاہ رہی تھیں؟" انس نے اتنے اعتماد سے پوچھا تھا جیسے یقین ہو کر وہ فوراً نفی میں جواب دے دے گی۔ مگر اس نے مسکراہٹ دباتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ظاہر ہے اتنی جلدی تو سب کچھ نہیں بھلا دوں گی نا۔"

"اور مجھے دیکھو، ایک دنیا بھلا ڈالی ہے تمہارے پیچھے۔" اس کی مانگ میں سجے خوبصورت و نازک ٹیکے کو پیشانی پر ٹھیک کرتے ہوئے وہ دھیمی آواز میں بولا تو تکین نے اپنے پورے وجود میں سنسناہٹ کی دوڑتی محسوس کی تھی۔ اس کی سجدہ ریز پلکیں اور چہرے کی تمتماہٹ اس کے دل کا حال انس پر اچھی طرح واضح کر رہی تھی۔

"تم لاکھ چھپاؤ چہرے سے احساس ہماری چاہت کا
دل جب بھی تمہارا دھڑکا ہے آواز یہاں تک آئی ہے"

اس کا لہجہ پُرجوش اور انداز جتانے والا تھا۔

"کیا کچھ نہیں ہے۔" تکین نے بمشکل کہا تھا۔ "آپ نے یونہی مجھے روک لیا تھا۔" مجھے گمان لیا کہ جناب کو ہماری پرواہ نہیں مگر.........

دل نے تجھے عادت ہی بنا ڈالا ہے جاناں
تیرے بنا اب اپنا گزارا ہی نہیں ہے"

وہ جذبات سے پُر انداز میں بولا تو وہ بے بسی سے اسے دیکھنے لگی۔ انس نے اسی انداز میں اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"تم بھی لگ رہی ہو —— اگر میں شاہ جہاں ہوتا تو شاید تمہارے لئے تاج محل بنوا دیتا۔"

"باتیں بنانا تو کوئی آپ سے سیکھے۔"

وہ بے اختیار ہنس دی تو انس نے اس کی کلائی تھام کر اپنی طرف کھینچ لیا۔

"اور پاگل بنانا —— ؟"

اس کی بے اختیاری پر تمکین کو اپنے حواس مختل ہوتے محسوس ہوئے تھے۔

●●●●●

کتنا مشکل ہے
دکھوں کے بھڑکتے الاؤ میں
ہونٹوں پہ جھوٹی ہنسی سجانا
سلگتے دل کو صبر کی ٹھنڈی پھوار سے
تھپک تھپک کے سلانا
کتنا مشکل ہے
کھلی آنکھوں دیکھتے
دھوکے میں کسی کے آنا
سب جھوٹ پا کے
سب فریب کھا کے
پھر بھی نہ کسی کو جتانا
کتنا مشکل ہے

روح کو جھلسا دینے والی آگ تھی جو پل پل اسے اپنی لپیٹ میں لئے رہی تھی۔ وہ جو اپنے خود کو بے حسی اور سرد مہری کے پردے میں لپیٹ چکا تھا، تمام خول ٹوٹتے محسوس کر رہا تھا۔

اس کی خاموشی اور سنجیدگی کسی طور پر بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں تھی۔

"اتنا تو بھابی نہیں شرما رہی ہیں جتنا ہمارا یار شرما رہا ہے۔" اسعد نے اس کی سنجیدگی پر دبے انداز میں چوٹ کی تھی۔

"شادی شدہ ہونے کے لئے یہ ہونا ضروری نہیں ہوتا۔" واصف نے اسے پچکارا تو آ... کہا۔

"بالکل۔ یہ تو بے وقوفوں کی بھی ہو جاتی ہے، جیسے اگلے سال اپنے واصف کی......" کے جہانزیب نے اسے بات مکمل کرنے نہیں دی تھی۔

وہ سب صبا کو نوفل کے کمرے میں لے آئی تھیں۔

"چچا جان —— یہ نوفل کا کمرہ ہے۔"

نائلہ نے بے اختیارانہ ستائش سے کہا تھا۔ تمام کمرہ خوب صورت سی لائٹنگ سے جگمگا رہا تھا۔ دروازے سے لے کر بستر تک اور پھر وسیع و عریض بیڈ پر گلاب کی ان گنت پتیاں بکھیری گئی تھیں۔ کمرہ از خود ہی اتنی خوب صورت اور مکمل ڈیکوریشن لئے ہوئے تھا کہ مزید کچھ ضرورت ہی نہ تھی۔

"کتنی لکی ہو تم بھی صبا! کہ تمہیں نوفل جیسا شخص ملا ہے۔ بہت مخلص اور محبت کرنے والا۔"

نائلہ نے دل سے نوفل کی تعریف کی تھی۔ صبا پلکیں جھکا کر رہ گئی۔

"ہم تو آخر تک یہی سمجھتے رہے کہ نوفل آپ کا نام لے گا۔" اریبہ نے اپنے مخصوص کاٹ دار لہجے میں کہا تھا۔ مگر ہونٹوں پر پھیلی مسکراہٹ نرمی کا مظہر تھی۔

نائلہ کھلکھلانے والے انداز میں ہنس دی۔

"ہم تو اس کو لک کہتے ہیں —— ورنہ یہاں جس کی بھی ہو سکتی تھی۔"

صبا کا دل دھک سے رہ گیا۔

"یہ اپنی اپنی نظر کی بات ہے۔ نوفل سے پوچھیں کہ اس کے لئے صبا کیا ہے۔" سعدیہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا اور نائلہ نے زور و شور سے اس کی تائید کی تھی۔ اس سے زیادہ نوفل کی بے قراریوں سے کون واقف تھا۔

"بالکل —— انہوں نے خود سے صبا کے لئے ہامی بھری تھی اور کسی بھی لڑکی کے لئے پہلے ہی زندگی کی سمت رکھنا کوئی عام بات نہیں ہے۔" زارا نے کہا تھا۔

"اور اب تو صبا! ڈونٹ وری اباؤٹ اٹ۔ نوفل کو کم از کم مجھ سے تو کوئی خطرہ نہیں ہے۔" نائلہ نے کہا۔

سب مذاق کر رہی تھیں۔ نوفل کے حوالے سے اسے چھیڑ رہی تھیں۔ مگر وہ ٹھیک طرح سے کچھ بول نہیں پا رہی تھی۔

"صبا تب اچھی طرح جانتی ہے۔ آپ ہی سے تو سب سے بڑا خطرہ ہے۔ اتنا حسن دیکھ کر تو اچھے اچھے دیوانے ہو جاتے ہیں۔" اریبہ نے مسکرا کر کہا تھا۔

"مگر ڈیئر! نوفل کی قربت کی نظر کتنی کمزور ہے۔" وہ آنکھ مار کے شرارت سے بولی تو صبا نے ایک ... اٹھا لی تھی۔

سنہرے رنگ بالوں کی نئی کٹنگ اسے بہت سوٹ کر رہی تھی۔ جارجٹ کا بلیک ٹراؤزر اور شارٹ شرٹ اس کے روپ کو قیامت خیز بنا رہی تھی۔ شرٹ کے گلے اور ہاف سلیوز پر گرے کلر کی پٹی تھی جس پر موتیوں اور ستاروں کا نازک سا کام تھا۔ ایسا ہی نفیس کام ٹراؤزر کے پائنچوں پر بھی تھا۔ میچنگ دوپٹہ لاپرواہی سے گردن پر ڈالے وہ دیکھنے والوں کی نظروں کو خیرہ کر رہی تھی۔

صبا کا دل زور سے دھڑکنے لگا۔

توکل احمد کا دل پتھر کا تو نہ ہو گا۔ اس قدر شعلہ فشاں حسن کی تو آنچ ہی سلگا دینے کو کافی
اس نے بے اختیار اپنے خدشات کے بے بنیاد ہونے کی دعا مانگی تھی۔
جانے رات کا کون سا پہر تھا جب وہ کمرے میں داخل ہوا تھا۔ وہ تھکن زدہ جسم و
اعصاب لئے بے بس سی بیٹھی تھی۔ اس کی آمد کو محسوس کرتے ہی تمام حواس یکلخت بیدار ہو
وہ سیدھا اس کی طرف آنے کی بجائے شیروانی کے بٹن کھولتا ڈریسنگ روم میں چلا گیا
کے طرزِ عمل پر الجھ سی گئی۔
ایک تو مستقل سر جھکا کے بیٹھنے کی تھکن، اوپر سے توکل کا سرد سا انداز اس کے اعصاب
میں اضافہ کرنے لگا۔
وہ ڈریسنگ روم سے نکلا اور اپنی وارڈ روب کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں کے بعد وہ
مقابل تھا۔
صبا کی دھڑکنیں تھم سی گئیں۔
وہ اس کے سامنے بیٹھا تھا۔
وہ نظریں جھکائے دم سادھے بیٹھی تھی۔
"میں گل سے بہت محبت کرتا ہوں اور اس سے بھی زیادہ اپنی ماما سے۔ گل کو کوئی تکلیف
کر تکلیف پہنچتی ہے جو میں کسی بھی طور برداشت نہیں کر سکتا۔" وہ بے حد سنجیدگی اور
پل بھر کو رکا تھا۔
"گل کو کسی بھی قسم کی تکلیف سے بچانے اور ماما کو کبھی بھی دکھی نہ دیکھنے کی خاطر
مناسب سمجھا کہ اس میرج ہونی چاہئے۔"
صبا کے دل کو جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔ یوں لگا جیسے کسی نے اس کے پاؤں تلے
کر دیا ہو۔
"دوسرے لفظوں میں آپ میرے پاس گل کی خوشیوں کی ضمانت ہیں۔" وہ بہت
کہہ رہا تھا اور صبا کو لگ رہا تھا کہ ابھی اس کا دل بند ہو جائے گا۔
بدترین خدشات سچ ثابت ہو رہے تھے۔ اس کی نظروں میں تڑوالے آفریدی کا چہرہ گھوم
"مجھے اس شادی میں کوئی انٹرسٹ نہیں تھا مگر اپنوں کی خوشی کی خاطر بہت کچھ کرنا
پڑتا ہے۔" وہ بہت سفاکی سے کہہ رہا تھا۔
صبا کی آنکھیں بھر آئیں۔
وہ اسے جیسے اپنے چاہنے والے، محبت کرنے والے لوگ جس بے مہر اور سنگ دل
چھوڑ کر آئی تھی، وہ تو لفظوں کی سنگ باری کر رہا تھا۔
کتنی اس کی بے تابی و بے قراری کے کتنے قصے سنایا کرتی تھی۔ بے اختیار
خوش قسمت تصور کرنے لگی تھی۔ اگر وہ حقیقت تھی تو یہ سب کیا تھا ——؟

شاید خواب ——
اس کے حواس مختل ہونے لگے۔
"یہ ماما نے کچھ —— شاید آپ کا گفٹ ہے ان کی طرف سے۔" وہ ایک چھوٹا سا کیس
اس کے سامنے رکھتے ہوئے اٹھ گیا تھا۔
یعنی اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں تھا۔ سوائے اپنے نام کے وہ اسے کچھ بھی دینے کو تیار نہیں تھا۔
ماما کی چاہ پائی اٹھے۔ وتار ہے کہ سب کو اس کی اصلیت کی خبر ہو جائے۔
"آپ بھی چاہیں تو کپڑے چینج کر کے سو جائیں۔ بہت رات ہو گئی ہے۔"
اسے مشورہ دیتے ہوئے وہ بستر پر سے پھولوں کی پتیاں ہٹاتا لیٹ گیا تھا۔ کچھ دیر کے بعد
وہ اٹھ کر باتھ روم میں چلا گیا۔ واپس آ کر تمام لائٹنگ آف کر دی اور بستر پر آ کر کروٹ بدل کر
لیٹ گیا۔
"اے خدا! —— اتنی کڑی آزمائش۔"
اس کے آنسو روانی سے بہنے لگے تھے۔
ذلت اور اہانت کا احساس اسے زمین میں گڑنے پر مجبور کر رہا تھا —— وہ شخص جس کی خاطر
اسے پھولوں تک سجا کر اس کمرے میں بٹھایا گیا تھا، یوں منہ موڑے سو رہا تھا جیسے اس کی کوئی وقعت
نہ ہو۔
تو وہ سب کیا تھا؟ —— وہ وارفتہ نگاہیں، پرشوق انداز ——؟
تو وہ سب ایک سازش کا حصہ تھا۔
وہ بمشکل اٹھ کر ڈریسنگ روم میں آئی تھی۔
جانے کتنے لمحے قدِ آدم آئینے میں اپنا روپ دیکھ کر وہ خود بھی ٹھٹک گئی تھی۔ پھر وہیں اسٹول پر بیٹھ کر
سوچنے لگی۔ اتنی ناقدری —— سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ توکل کے رویے سے کیا نتیجہ اخذ کرے۔

●●●●●

یہ کیسے خواب سے جاگی ہیں آنکھیں
کسی منظر پہ دل جمتا نہیں ہے!
جو دیکھوں تو ہر اِک جانب سمندر!
مگر پینے کو اِک قطرہ نہیں ہے

تمام رات اس نے آنکھوں میں کاٹ دی تھی۔ وہ جس کے لئے اس نے گزرے کئی دنوں میں
انتہائی فرحت محسوس کی تھی، اس قدر ماورائی روپ لئے اس کی سیج سجائے بیٹھی تھی کہ توکل کو اپنے
سارے وجود میں خون دوڑتا محسوس ہونے لگا تھا۔
وہ ششدر رہ گیا۔
اسے لگا اس سے تو دل کی دھڑکن تک سنائی نہیں دی تھی اور کہاں یہ بے ترتیبی۔ یوں جیسے دیا دل

سینے میں لگا دیا گیا ہو۔ مگر پھر بہت سی آوازیں اس کی سماعتوں میں سیسہ انڈیلنے لگیں۔ بے حساب چیخنا کر رہا تھا۔ بہت آرام سے اس پر اس کی حیثیت واضح کر دی گئی تھی۔ مگر آنکھوں میں جلن اتر آئی مگر نیند نہیں اتری تھی۔

صبح کے قریب کہیں اس کی آنکھ لگی تو پھر آذر ہی نے اسے آ کر جگایا تھا۔ کتنی ہی دیر آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھتا رہا تو وہ شرارت آمیز تاسف کے ساتھ بولا۔

"لگتا ہے ابھی تک تمہارے حواس قابو میں نہیں آئے۔ بھابی کے حسن نے کوئی زیادہ ہی اعصاب پر۔" وہ بے اختیار اٹھ بیٹھا تھا۔

گزری رات کے بہت سے پل آنکھوں میں آ سمائے تھے۔ اس نے بلا ارادہ کمرے پر دوڑائی تھی۔

"جن کو آپ ڈھونڈ رہے ہیں، وہ محترمہ نیچے ناشتے کی ٹیبل پر خالہ جان کے ساتھ موجود ہیں۔" وہ بتا رہا تھا۔

"تم صبح صبح کیوں میرا سر کھانے آ موجود ہوئے ہو؟" نوفل نے اسے گھورا تو انداز و لہجہ ناگواری میں چھپا تھا۔

"چھ ___ چھ ___ تم دیکھا ہوتا تو یوں نہ کہتے۔" وہ معاملات انداز میں بولا تو نوفل بلا ارادہ وال کلاک کی طرف اٹھ گئی۔ سوئیوں کو ساڑھے دس بجاتے دیکھ کر وہ خفیف سا ہو گیا۔

ہمیشہ سے وہ سحر خیزی کا عادی رہا تھا، اس لئے اپنی یہ بے اعتدالی اسے خود بھی پسند نہیں آئی۔

"تمہیں چاہئے تھا کہ بھابی کے ساتھ ناشتے کی ٹیبل پر پہنچتے۔" آذر اسے گھور رہا تھا۔

"اچھا، اب تم میرا دماغ مت کھاؤ۔ تم جاؤ، میں شاور لے کر آ رہا ہوں۔" وہ کسل مندی سے کہتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"اوہو ___ تو اب یوں غرور دکھایا جائے گا۔" آذر نے بھنویں اچکائیں۔ پھر آگے بڑھ کے بولا۔ "ہاں جی ___ حق بنتا ہے آپ کا۔"

"گیٹ آؤٹ۔" نوفل نے کسی قسم کی چھوٹ کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ سو وہ بھی مسکراتا ہوا سے اسے دیکھتا چلا گیا۔

صبا کی یہ خود اعتمادی اس کے لئے بہت غیر متوقع اور حیران کن تھی۔ وہ تو اس سے یہ توقع کر رہا تھا کہ وہ روئے گی، اپنا قصور پوچھے گی اور ہو سکتا ہے کہ چہرا ئے ہی ہوا آخر اتنے آرام سے جا کر گھر والوں میں جا بیٹھی تھی جیسے گزری رات اس کے دامن کو خوشیوں سے بھر گئی ہو۔ اور شاور لینے کے باوجود وہ خود کو ترو تازہ محسوس نہیں کر رہا تھا۔ اسے اپنے کھچاؤ کا اچھی طرح اندازہ ہو رہا تھا۔ ایک ناپسندیدہ زندگی اس پر مسلط ہو گئی تھی جسے خوشی نہیں بلکہ ایک مجبوری تھی۔

وہ تیار ہو کر نیچے پہنچا تو وہ صالحہ بیگم کے ساتھ مدھم آواز میں محو گفتگو تھی۔ ٹیبل پہ ہی اس

تھی۔ سو وہ ہونٹوں پر نمائشی مسکراہٹ لئے سب کو سلام کرتا کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ خوش گوار ماحول میں ہلکا پھلکا سا ناشتہ کیا گیا۔

صبا نے صرف چائے کا کپ لیا تھا۔ صالحہ بیگم نے محبت سے اسے ٹوک دیا۔

"بیٹے کا فنکشن تو شام کو ہو گا۔ تب تک خالی پیٹ رہو گی کیا؟"

"ابھی دل نہیں چاہ رہا۔ میں بعد میں کچھ لے لوں گی۔" اس نے آہستگی سے کہا۔

نوفل سامنے بیٹھا سلگ کر رہ گیا تھا۔

صبا کی معصومیت اور سادگی اسے اب ایک ڈھونگ محسوس ہو رہی تھی۔

یہ سب ___ دوسروں کی توجہ حاصل کرنے کی ادائیں۔ اس نے گرم چائے کا کپ ہونٹوں سے لگا لیا تھا۔

روایت کے مطابق زرینہ بیگم تمام ماحول پر ایک نظر ڈال کر واپس لوٹی تھیں۔

"نوفل کا کہیں پتہ نہیں۔ صبا اکیلی ہی آ کر سب میں بیٹھی ہوئی ہے۔" انہوں نے بتایا تو وہ جو ابھی تک بستر ہی پر لیٹی تھی، اٹھ بیٹھی۔ ایسی بے ترتیبی نوفل کی عادت کا حصہ تو نہیں تھی۔ ضرور کہیں کوئی چوک ہو رہی تھی۔

"نوفل کہاں ہے؟" اس نے بے تابی سے پوچھا تھا۔

"سو رہا ہے۔"

"اور صبا بی بی خود ہی ناشتے کی ٹیبل پر پہنچ گئی ہیں۔" ادیبہ کے ہونٹوں پر پر لطف سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میرے خیال میں مجھے خود جا کر دیکھنا چاہئے کہ صبا بی بی کے چہرے پر خوشیوں کے کتنے گلاب کھلے ہوئے ہیں۔" وہ اپنے بالوں کو جوڑے کی شکل میں لپیٹتی اٹھ کھڑی ہوئی تو زرینہ بیگم سر ہلا کر باہر پلٹ گئیں۔

وہ گنگناتے ہوئے اپنے لئے اچھا سا جوڑا منتخب کر کے واش روم میں گھس گئی۔ اسے اپنی کامیابی کا بھرپور یقین تھا۔ سو اب وہ جلد از جلد وہاں جا کر سارا تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہ رہی تھی۔

●●●●●

صبا کے لئے نوفل کا انداز بہت شاکنگ تھا۔

وہ کیا کروں اور کیا نہ کروں والی سچویشن کا شکار تھی۔

"کیا یہ سب اس سازش میں شریک ہیں؟" اس نے صالحہ بیگم کا چہرہ پڑھنے کی کوشش کی تھی۔ مگر ان کا طرز عمل شفقت اور محسوس کن محبت کی چھاپ پا کر وہ کچھ جاننے، سمجھنے میں ناکام ہو گئی۔ اس کا دل اندر سے گھبرایا تھا کہ وہ سوچے سمجھے بنا آ کر ان سب میں بیٹھ گئی تھی۔ وہ کمرہ جیسے وہ زندان لیٹی ہی تھی، کو کہاں سے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اس کے خوابوں کا جزیرہ نہیں تھا۔ وہاں کسی اور کے خواب بچھے

تھے، کسی اور کی یادیں بستی تھیں۔ وہاں کی ہر شے میں کسی اور کی محبت کا ڈیرہ تھا۔
حتیٰ کہ نوفل احمد میں بھی۔

وہ سب صبا کے ساتھ بہت محبت اور احترام سے بات کر رہے تھے۔ اپنائیت کا احساس دلا رہے تھے۔ مگر اسے سب کی باتیں، سب کی نگاہیں اپنا مذاق اڑاتی محسوس ہو رہی تھیں۔ حالانکہ وہ اپنے چہرے پر حتی الامکان بشاشت طاری کرنے کی کوشش کی تھی کہ کوئی اس کی بربادی دیکھ کر اس کے دکھ کی پڑتال نہ کر لے۔

اور پھر وہ سامنے آ بیٹھا تھا، جس نے چند لمحوں میں اس کی گزشتہ زندگی کا سارا سامان بکھیر کے رکھ دیا تھا۔ اور اس کا سامنا کس قدر ذلت آمیز تھا، یہ صبا کو ہی معلوم تھا۔

بے حد پُر اعتماد اور پُرسکون انداز میں سب کے ساتھ ہنستا، باتیں کرتا یہ شخص کس قدر اہمیت رکھتا تھا، یہ تو کوئی صبا سے پوچھتا۔

"بھابی تو کچھ بات ہی نہیں کر رہیں۔ کیا یہ نوفل کا آرڈر ہے؟" آفر نے شرارتی انداز میں کہا تو وہ گڑبڑا گئی۔

"اب پہلے دن کی دلہن تم لوگوں کی مسخریوں کا کیا مقابلہ کرے۔ اسے تنگ مت کرو۔" خالہ نے اپنے بیٹے کو سرزنش کی تھی۔

"انہیں تنگ کرنے کا پرمٹ صرف نوفل کے پاس ہے۔" اسد نے اطمینان سے کہا تو ایک قہقہہ پڑا تھا۔

وہ بمشکل آنسو پیتی سر جھکا کر رہ گئی تھی۔

●●●●●

سعدیہ اور زارا اسے بیوٹی پارلر سے تیار کروا کر لائی تھیں۔ اس کی نگاہیں صرف اور صرف پیاروں کی دید کی منتظر تھیں۔ انہوں نے ہمیشہ اس کی ہاتھ کے چھالے کی طرح حفاظت کی تھی۔ آنسو ہر رکاوٹ کو توڑ ڈالنے کی کوشش میں تھے۔ حلق میں مقید چیخیں کسی کو اپنا درد سنانے کو بے چین رہی تھیں۔

"تھوڑا سا ریسٹ کر لو ـــــ یونہی تکیے سے ٹیک لگا کر۔ ابھی فنکشن میں تھوڑی دیر ہے۔ سارا وقت یونہی بیٹھنے میں نکل جائے گا۔" سعدیہ نے بہت محبت سے کہا تھا۔ وہ مسکرا کر بس اسے دیکھ کر رہ گئی۔ اس وقت یوں بھی دل تنہائی چاہ رہا تھا۔

کھٹکے کی آواز پر اس نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا تھا۔

"میں تنہائی میں مخل تو نہیں ہوئی ـــــ؟" اریبہ مسکراتے ہوئے معذرت خواہانہ انداز میں پوچھ رہی تھی۔ صبا کو اتنا بھی وقت نہیں ملا تھا کہ اپنے چہرے پر پھیلے شکست و ریخت کے نشانات مٹا ڈالتی۔

"ارے ـــــ کیا بات ہے صبا؟ تم رو رہی ہو؟" وہ تیزی سے کہتی آگے بڑھی تھی۔ وہ

صبا کو جھیلنے کا موقع دیے بغیر گھیرنا چاہتی تھی۔

"نہیں ـــــ نہیں۔ یونہی بس۔" اس نے زرد پڑتی رنگت کو مسکراہٹ کے پردے میں چھپانا چاہا۔

اریبہ نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے گہری سانس بھری اور ہمدردانہ انداز میں بولی۔

"مجھے پہلے ہی سے اندازہ تھا کہ نوفل اس بیچاری پر زور کیوں دے رہا ہے۔"

"تو آپ نے ...... آنٹی سے کیوں نہیں کہا؟" وہ بے اختیار پوچھ گئی تھی۔ گویا اریبہ نے جو اندازہ لگایا تھا اس پر حقیقت کی مہر لگا دی۔

اریبہ کا دل سینے میں دھمالیں ڈالنے لگا۔

"میں کیا اور میری اوقات کیا۔ اس گھر میں رہنے تک کا اختیار تو ہمارے پاس ہے نہیں، چہ جائیکہ اتنے بڑے معاملے میں رائے دینا۔" وہ بڑے دکھی انداز میں کہہ رہی تھی۔ جب کہ دل تو قہقہے لگانے کو چاہ رہا تھا۔

جذبات کی رو گزر گئی تو صبا کو یکلخت پریشانی نے آ گھیرا۔ یہ مسئلہ اریبہ سے تو کسی بھی طور شیئر کرنے والا نہیں تھا۔ یہ کیا کر بیٹھی تھی وہ۔

"کیسا بی ہیویئر تھا نوفل کا؟" اریبہ نے اس کی آنکھوں میں اترتی سرخی اور ستے ہوئے چہرے کو نظر میں رکھتے ہوئے اسی ہمدردانہ انداز میں پوچھا تھا۔

صبا نے تیزی سے خود کو سنبھالا اور مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔

"ہاں بی ہیویئر تو ٹھیک تھا مگر بہت سرد اور سنجیدہ تھا۔ میں ایسے رویوں کی عادی نہیں ہوں۔"

اس کی بات سن کر اریبہ کو جھٹکا سا لگا۔ اس نے بے اختیار صبا پر نگاہ ڈالی تھی۔

"تو کیا یہ نوفل کو پتا بھی ہے؟"

"اتنی خوب صورت ہو تم صبا! پھر بھی نوفل......" اریبہ نے اپنے سنے مہرے کو بہت ہوشیاری سے آگے بڑھانا چاہا تھا۔ مگر صبا نے آنسو پی کر مسکراتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی۔

"کیا بات تو انہوں نے ایک مرتبہ بھی نہیں کی۔ صرف ایک دوسرے کو پا لینا ہی تو سب کچھ نہیں ہوتا ـــــ کچھ حسین وعدے، کوئی اعتراف۔ پہلے دن کے ٹھہراؤ کے لئے یہ سب بھی تو ضروری ہوتا ہے نا۔"

اریبہ نے حد درجہ بے یقینی سے اسے دیکھا تھا۔

اس قدر بودا نکلا نوفل۔ حسن کی مار نہیں سہہ پایا۔

"اب اتنی جلدی تو وہ پہلی محبت نہیں بھول سکتا نا ـــــ مگر مجھے یقین ہے کہ تم اسے حاصل کر ہی لو گی۔" اب کی بار اریبہ نے کھلا وار کیا تھا۔

"اور حاصل کرنا کسے کہتے ہیں؟ ـــــ ہم دونوں ایک دوسرے کے شریک زندگی بن چکے ہیں۔ مردوں کا کیا ہے، نوے فیصد عورتوں کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ شوہروں کے دل میں کیا ہے۔" صبا کا لہجہ ہموار رہا تھا۔ اسے محسوس ہو چکا تھا کہ بات اپنے تک رہے تو ٹھیک ورنہ کھلے عام شکست

تسلیم کرنا بہت ذلت آمیز بات تھی۔

"پھر بھی، نوفل کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

"میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ میرے ہو چکے ہیں۔ اور ابھی تو شروعات ہے۔ بعض اوقات دل کی لگی بھی تو بن جاتی ہے۔" اس نے پلکیں جھکا کر دل پر بہت جبر کرتے ہوئے مسکراہٹ کے ساتھ کہا تو ادینہ اس کے پل پل بدلتے روپ پر حیران ہو گئی۔

"کوشش کر دیکھو صبا! ورنہ وانے آفریدی کا شعلہ فشاں حسن تو تم بھی دیکھ چکی ہو۔" وہ ہو کر اٹھی تھی۔

"ساری بات قسمت کی ہوتی ہے۔ حسن کام آتا تو آج میری جگہ یہاں وانے ہوتی۔"

"واقعی۔ ساری بات قسمت کی ہوتی ہے۔ اور خوش قسمتی شوہر کے دل میں رہنے سے ہوتی ہے، فقط کاغذ کے ایک پرزے میں لکھے رہنے سے نہیں۔" ادینہ نے مسکرانے کی کوشش کی تھی۔

صبا نے اس کے چہرے کو جانچتے ہوئے اس کے تاثرات کو کریدنے کی کوشش کر ڈالی۔

اسے ایک دم سے ادینہ پر بھروسہ کر لینا بھی ٹھیک نہیں لگا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے بہت سے جھوٹ کے پردے ڈال گئی تھی۔ یہ الگ بات تھی کہ ادینہ کو اس کے کہے ایک بھی لفظ پر اعتبار نہیں آ رہا تھا۔ پھر بھی وہ مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ اسے وش کرتی چلی گئی تھی۔

"اوہ گاڈ!!" صبا نے اپنے روم میں تھکن کو اپنے ڈالتے محسوس کیا تھا۔ اس نے ایک مخلص اور سادہ زندگی گزاری تھی کہ اب یہ بناوٹ جان کا عذاب معلوم ہو رہی تھی۔ کبھی سوچا تھا کہ نئی زندگی کی شروعات کرتے ہی قدم قدم پر جھوٹ کا ساتھ دینا پڑے گا۔ اسے خود پر حیرت ہو رہی تھی۔ کتنی بہادر ہو گئی تھی وہ۔ اس کی جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو شاید رات ہی کو اپنے گھر والوں کو فون کر کے کوئی چھوٹی موٹی قیامت مچا چکی ہوتی۔

"اب...... اب کیا کرنا ہے مجھے؟" اس نے دکھتے دماغ کو سکون دینے کی خاطر آنکھیں بند کر کے تکیے پر سر ٹکا دیا۔

"انس بھائی ـــــ کیا میرے اندر اتنی ہمت ہے کہ میں ان کی زندگی بھی برباد کر دوں؟"

انس کا ہنستا ہوا پُرسکون سا چہرہ اس کی آنکھوں میں گھوم گیا اور تمکین کا شرمیلا سا روپ۔ کیا خوب صورت اور مکمل دکھائی دے رہے تھے وہ دونوں۔ اور کیا وہ انس کی محبت اور تمکین کی دیوانگی سے واقف نہ تھی؟ وہ ایسا ہی تھا۔ ہر کسی کے لیے جذباتی۔

"اور نوفل ــــــ نوفل احمد! میں نے بھی نہ چاہتے ہوئے ہر مشرقی لڑکی کی طرح تمہیں اپنے دل میں ایک بہت خاص جگہ دے ڈالی تھی۔ فطری طور پر ہی سہی مگر بہت کچھ سوچ ڈالا تھا۔ اور تم تو کاغذی رشتے کا مان بھی نہیں رکھ پائے۔"

کمرے میں داخل ہوتا نوفل بے اختیار ٹھٹک گیا تھا۔

پستئی کلر کے خوب صورت لہنگے میں ملبوس، میک اپ اور زیورات سے آراستہ وہ جسم

آنکھیں بند کیے، بے خبر وہ جانے کیا سوچ رہی تھی یا شاید سو رہی تھی۔ اس کی بند پلکوں تلے موجود "وجود" کا خیال آتے ہی نوفل نے لب بھینچے تھے۔ اس نے اپنا موبائل اور کی چین بیڈ پر پھینکی تو وہ ہڑبڑا کر آنکھیں کھول گئی۔ شاید لاشعوری طور پر نوفل اس کے خیالات کو منتشر ہی کرنا چاہتا تھا۔

"کیا ابھی بھی اس ڈھونگ کی ضرورت باقی ہے؟" بستر پر بیٹھ کر جوتے اتارتے ہوئے وہ طنزیہ انداز میں کہا، یقیناً اس کے بناؤ سنگھار کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ شدید دکھ اور بے بسی کا ہونے کے باوجود صبا کو غصے کی تیز لہر نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

"جہاں قدم قدم پر دو رویوں سے واسطہ پڑتا ہو، وہاں یہ ڈھونگ رچانا ہی پڑتا ہے۔" اس کا تیکھا سا جواب نوفل کو پورے کا پورا اس کی طرف متوجہ کر گیا تھا۔ چہرے پر ناگواری اور آنکھوں میں ناراضی کا تاثر لیے وہ واقعی غصے میں لگ رہی تھی۔ نوفل کے دل میں طمانیت بھرنے لگی۔

"میرے دل نے پہلی ہی نگاہ میں تمہاری طلب کی تھی۔ یہ حقیقت گوہر آبدار کی مانند ہے جو میں کبھی تمہارے ہاتھ تو لگنے نہیں دوں گا۔ مجھے دھوکے میں رکھ کر تم نئی زندگی شروع کرنا چاہتی ہو، مگر میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔"

اس کی نگاہ کے ارتکاز نے صبا کو کنفیوز کر دیا تھا۔ اس کی پلکوں کا لرز کر جھکنا ہی نوفل کو چونکانے کا سبب بنا تھا۔

"ویری گڈ ـــــ یعنی آپ کو زیادہ ڈکٹیٹ کرانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ عقل مند جو ہیں، اگلا لائحہ عمل خود طے کر سکتی ہیں۔" وہ بہت پُرسکون انداز میں کہہ رہا تھا۔

صبا کا دل بھر آیا۔ یہ اس کا شریک سفر تھا ـــــ زندگی بھر کے سفر کا شریک۔ یہ کیسا سفر شروع ہوا تھا کہ وہ پہلے ہی گام پر تھکن سے چور ہو گئی تھی۔

"یہ کیسا شریک سفر تھا ــــــ بے مروت، کج ادا، دھوکے باز۔"

"مجھے کسی بھی قسم کا لائحہ عمل تیار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ ہی میں اس قدر شرط و ظلم کی زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔"

"گڈ ـــــ ایز یو وِش۔" وہ بلا کا پُرسکون تھا۔ اپنی خوشنما آنکھوں کو خفیف سی جنبش دے کر اطمینان سے بولا۔

"آپ جو چاہے فیصلہ کر سکتی ہیں۔ مگر یہ بھی طے ہے کہ اپنے ہر فیصلے کا ریزن بھی آپ ہی پیش کریں گی۔ مجھے اپنے کندھے پر بندوق رکھنے کا کوئی شوق نہیں۔"

صبا اس کو اس صنف کا شاہکار اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"آپ کو اتنی لمبی گیم کھیلنے کی تو ضرورت ہی نہیں تھی۔ ہم یونہی تمکین کو بہت خوش رکھتے۔ خوامخواہ اتنی زندگیوں کو داؤ پر لگا دیا۔" وہ بھرائے ہوئے لہجے میں بولی تو وہ اپنی رسٹ واچ کھول کر موبائل کے پاس رکھتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا کریں صبا بی بی! بہت سے کام انسان کو نہ چاہتے ہوئے بھی کرنا پڑتے ہیں" وارڈ روب کھول کر اپنے کپڑے نکالنے لگا جو آج کی تقریب میں زیب تن کرنے تھے۔

اس کے جواب نے صبا کو ادھ موا سا کر دیا۔

کتنے آرام سے وہ اسے اپنی چال کا شکار بنا گیا تھا ــــــ اور تو اور بچ نکلنے کی گلی بھی چھوڑی تھی۔

کتنے آرام سے اس نے جتا دیا تھا کہ انتہائی فیصلہ کرنے کی صورت میں گھر والوں کو جواب دہ بھی وہی ہو گی۔

یکلخت ہی اسے طیش آنے لگا۔ جب وہ اسے کوئی اہمیت، کوئی حق دینے کو تیار نہیں تھا تو بھی کیوں اس کی بدنیتی پر پردہ ڈالتی۔

"یہ سب آپ کی مجبوری ہو گا، میری نہیں۔ اور نہ ہی میں آپ کی اس مجبوری کو نبھاؤں گی" اس نے تنک کر کہا تو وہ ٹرنک کیا ہوا ڈسٹ کلر کا سوٹ ہاتھ میں تھامے پوری طرح گھوم گیا۔

"کیا کہیں گی سب سے؟"

"وہی جو آپ مجھے رات میں کہہ چکے ہیں" اس کا محتاط جواب دینے لگا تھا۔

"کیا کہہ رہی ہیں آپ ــــــ اتنے اچھے طریقے سے تو ہم نے نئی زندگی شروع کی" حیران ہونے کی ایکٹنگ کر رہا تھا۔ صبا ششدر رہ گئی۔ ہینگر پر سے کپڑے اتارتے ہوئے اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

"میں سب کے سامنے بھی یہی کہوں گا۔ اس لیے ایک بار پھر آپ سے کہہ رہا ہوں کہ فیصلہ کرتے وقت اس بات کو ضرور مدنظر رکھئے گا کہ اس فیصلے کا ریزلٹ بھی آپ ہی دیں گی۔"

"آپ ایسا نہیں کر سکتے" اس کے ٹھہرائے ہوئے لہجے کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ اسی انداز میں بولی۔

"چہروں پر مت جائیں صبا بی بی! ان سے بڑا دھوکہ باز دنیا میں کوئی نہیں ہوتا۔"

عام حالات میں تو شاید حیا کے مارے وہ اس سے کبھی دو لفظی گفتگو بھی نہ کر پاتی۔ مگر قدرے بے بسی اور صدمے کی گرفت میں تھی کہ حد نہیں۔ تمام شرم و حیا، تمام جھجک اور گھبراہٹ کو جا سوئی تھی۔ سوائے اپنے دل بچانے کا خیال تک ذہن میں نہیں تھا۔

یہاں تو زندگی داؤ پر لگنے جا رہی تھی، باقی کسی احساس کی طرف دھیان دینے کا اسے ہوش کہاں تھا۔

"مگر میں یہ مشروط زندگی نہیں چاہتی۔ میں اپنی زندگی گزارنے کا حق آپ کو کیسے دے دوں؟" وہ بہت تلخی سے کہہ رہی تھی۔ دکھ کے مارے بات کرنا مشکل تھی۔ آنکھوں کی جلن بڑھ رہی تھی۔ مگر سامنے کھڑا شخص بھی تو انتہا کا سنگدل تھا۔ وہ روتی بھی تو شاید اس کے لیے اطمینان

بھی ساری رات وقفے وقفے سے وہ یہی کام تو کرتی رہی تھی۔

پہچان ہوا اور یوں بہت ہو چکی کہ اب ہمارے درمیان ایک کاغذی رشتہ بھی ہے" وہ اسے یاد دہانی کرا رہا تھا۔

صبا کا جی چاہا کہ وہ چیخ اٹھے۔

"کاغذی رشتہ؟ ــــــ

جس نے اپنے جگر کا ٹکڑا اس کے حوالے کر دیا تھا اور وہ اسے فقط "کاغذی کارروائی" گردان رہا تھا۔

"اگر یہی آپ کے خیالات ہیں تو پھر میری زندگی عذاب میں ڈالنے سے بہتر ہے کہ آپ باقی سب کو بھی اپنی لوٹ کر واضح کر دیں۔"

"یہ کیا سوچا؟" وہ شانوں کو ہلکی سی جنبش سے اچکا کر استہزائیہ انداز میں بولا۔ "میں نے اپنی مرضی سے یہ فیصلہ کیا ہے، بہت سوچ سمجھ کر اپنی بہن کا مستقبل محفوظ کیا ہے۔ میں کیوں سب کو بتاتا پھروں؟"

"مگر میں ضرور بتاؤں گی۔" وہ مشتعل ہو اٹھی تھی۔ لمحہ بھر اسے دیکھنے کے بعد وہ یوں جیسے اس نے بہت بے وقوفانہ بات کہہ دی ہو، پھر آرام سے بولا۔

"یہ بھی کر کے دیکھ لیں۔ مگر ثبوت بھی آپ ہی کو فراہم کرنا ہو گا۔ میں گواہی نہیں دوں گا اپنے خلاف۔"

"آپ اپنے کہے سے نہیں مکر سکتے۔"

"میں مکر جاؤں گا صبا میر!" اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ قدرے اونچی آواز میں بولا تو وہ خوفزدہ ہو گئی۔

"بہرحال آپ اپنے فیصلوں میں آزاد ہیں ــــــ میری طرف سے آپ پر کوئی دباؤ نہیں ہے۔ یہ تمام کہنے کے بعد بھی آپ جو چاہیں کسی سے کہہ سکتی ہیں۔" وہ کہتا ہوا اپنے کپڑے لئے ڈریسنگ روم میں چلا گیا تھا۔

وہ کسی مجسمے کی طرح ساکت بیٹھی تھی۔ بدن میں جیسے جان باقی نہ رہی ہو۔

اس کے یہ کاٹ کر چھرے کا دروازہ کھولتے ہوئے کتنی فراخ دلی سے وہ اسے رہائی کا اذن دے گیا تھا۔

وہ اس قدر شدید دکھ کے حصار میں تھی کہ اسے رونا بھی نہیں آ رہا تھا۔

موبائل کی بیل نے اس جامد سکوت کو مجروح کر دیا تھا۔

صبا نے خالی نظروں سے سامنے پڑے اس کے موبائل کو دیکھا جس کی روشن اسکرین پر تراشے گئے نام جگمگا رہا تھا۔

اس کے دل کو ایک دھکا سا لگا تھا۔ بے اختیار اس نے ہاتھ بڑھا کر موبائل اٹھایا اور آف کر کے رکھ دیا۔

دروازہ کھٹکھٹا کر سدرہ اندر آئی تھی۔

"حد ہوتی ہے لاپرواہی کی۔ نوفل کمرے میں ہے اور دروازہ کھلا چھوڑ رکھا ہے۔" ڈریسنگ روم کے بند دروازے پر ڈالتے ہوئے اس نے شرارت سے سرگوشی کی تھی۔ وہ تو شرما بھی نہ سکی۔ ایسا رشتہ ہی کہاں بندھا تھا جو وہ نازک احساسات کو محسوس کر پاتی۔ اس کے سر جھکا لینے کو سدرہ اس کی حیا کا انداز ہی سمجھی تھی۔

"تم کیا پٹیاں پڑھا رہی ہو میری مسز کو؟" وہ شرٹ کے کف لنکس بند کرتا باہر نکلا تھا۔

"جس کا تم جیسا شوہر ہو اسے تو واقعی پٹیاں پڑھانی ہی چاہئیں۔" سدرہ نے کہا۔

"میں تمہارے اس کمنٹ پر سخت احتجاج کرتا ہوں۔ 'تم جیسے' سے کیا مراد ہے تمہارا؟" اپنی مخصوص پُراعتماد مسکراہٹ کے ساتھ پوچھ رہا تھا۔

"ایسا شوہر جس کے ہر وقت چوری ہو جانے کا ڈر ہو، وہ تم 'جیسا' ہی ہوتا ہے۔ ڈ... رہے ہو۔" سدرہ نے کھلے دل سے اس کی تعریف کی تھی۔ ان کی یہ خالہ زاد ان سے کافی کلوز تھی ... لئے ہلکا پھلکا مذاق معمول کا حصہ تھا۔

"ڈونٹ ٹیل می۔" وہ اس کی بات کو انجوائے کرتے ہوئے موبائل اٹھا کر چیک کرنے لگا۔ بیل کی آواز اس نے بھی تو سنی ہو گی۔ صبا نے سوچا تھا۔

"یہ کیسے آف ہو گیا؟" وہ بڑبڑاتے ہوئے موبائل آن کر کے سی ایل آئی پر مس ہونے والا چیک کرنے لگا۔

"اس کے موبائل پر ضرور چیک رکھنا صبا!" سدرہ نے پھر سے شرارت کی تھی۔

"خدا کا خوف کرو سدرہ! ابھی تو ایک ہی روز ہوا ہے ہماری شادی کو، یہ تو پتہ نہیں، بیچاری پر اعتبار کر رہی ہیں یا نہیں۔ تم جلتی پر تیل چھڑک رہی ہو۔" وہ بات کرنے کے دوران بھائی کا کال بیک کر رہا تھا۔

"ہیلو، بھائی! سوری یار، میں کال ریسیو نہیں کر پایا۔ کیا بات ہے؟" وہ بات کرتے کمرے سے نکل گیا تھا۔

"صبا! کیا بات ہے؟ بہت سست لگ رہی ہو۔" سدرہ کو اس کی خاموشی اور عجیب سا لگا ... ہوئی تھی۔ "کہیں تم میری باتوں پر تو پریشان نہیں ہو رہیں؟ ____ ڈونٹ وری یار! مذاق چل رہا ہے۔ نوفل بہت سویٹ بندہ ہے۔ بہت لونگ اینڈ کیئرنگ۔ جو ایک بار اس کے حلقے میں آ گیا، سمجھو اس کی محبت کا قیدی بن گیا۔" وہ اسے بہت پیار سے سمجھا رہی تھی۔ وہ اس ... تھی۔ مجبوراً صبا کو ہونٹوں پر مسکراہٹ لانی پڑی۔

"چلو بھئی، ماما کا سخت آرڈر ہے کہ اب نیچے آ جائیں۔" وہ بولا ہوا اندر آیا تو سدرہ نے ... ہاتھ تھام کر اسے کھڑا کیا تھا۔

"مووی میکر اور کیمرہ مین کہاں ہیں؟" سدرہ نے پوچھا تھا۔

"... اسٹینڈ بائی ہیں، ابھی نیچے جاتے ہوئے مووی بنائیں گے۔" کہتے ہوئے ٹائی کی ناٹ لگا ... نے لگا تھا۔

"... چلتی ہوں۔ آپ جناب اپنی مسز کے ساتھ سیڑھیوں سے اترتے ہوئے فلمی سا سین ... کیجیے گا۔" سدرہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ اسی وقت آکر کے ہمراہ باقی سب بھی دونوں کے ... کمرے میں چلے آئے تھے۔

"... بھی چلو یار! باہر مووی میکر سو کھڑا ہے تمہارے انتظار میں۔" اسد نے اسے دیر ہونے کا احساس دلایا تھا۔

"جلدی کرو، بھائی کے گھر والے آ چکے ہیں اور تم دونوں کا بے صبری سے انتظار ہو رہا ہے۔" ... نے کہا تو صبا کو لگا جیسے رگوں میں منجمد خون پگھل کر پورے وجود میں دوڑ اٹھا ہو۔ خود میں ایک ... توانائی محسوس ہوئی تھی۔ اس کے پیارے آ چکے تھے، اس کو خوشیوں کے ہنڈولوں میں ... جھلانے والے، غموں کی تمازت سے بچانے والے۔

... جان کے سینے سے لگ کر وہ دنیا کے غموں سے بے نیاز ہو گئی تھی۔

"... ابھی بہت سے لوگ ہیں مجھے چاہنے والے نوفل احمد! میں تمہیں اس گھناؤنے مقصد ... کامیاب ہونے نہیں دوں گی۔" اس نے بے حد تلخی سے سوچا تھا۔

"خدا کرے کہ تم ہمیشہ میرے بھائی کے ساتھ خوش رہو۔ ان کی زندگی کو بھی خوشیوں سے بھر ..." ... کی محبت کی بے ساختگی میں اسے کہیں بھی کوئی بناوٹ دکھائی نہیں دی تھی۔ اس کے ساتھ ... فریش اور بہت خوش و خرم۔

صبا کی نظر دھندلانے لگی۔

... اس نے اس کی کشادہ پیشانی چوم لی تھی۔

... اور اسد دل میں کھٹکنے لگا۔

"... کیوں، بجھا دوں ان آنکھوں کی جوت کو؟ اجاڑ دوں ان کی بھی خوشی؟" اس کے سامنے ... سکون سے ہنس اور کھل رہے تھے۔ وہ بہت غائب دماغی کے ساتھ سب سے مل رہی تھی۔

... تو روزن کھلے، کہیں سے تو راہ دکھانے والا جگنو ہاتھ لگے۔

... کے ساتھ آ بیٹھا تھا۔

مووی اور تصویریں بنائی جا رہی تھیں۔

... وہ دوستانہ انداز میں اس کے کزنز کے ساتھ ہنسی مذاق کر رہا تھا۔

"کیا یہ حقیقت ہے؟ ____ اتنا کچھ سہہ کر بھی میرا ضبط قائم ہے؟" اس نے سر جھکا کر اپنی آنکھیں ... ایک لمحے پر مرکوز کرنا چاہا تو مووی میکر کی فرمائش پر کسی نے پھر سے اس کا چہرہ اوپر ... اس کی نگاہ سامنے بیٹھے گھر والوں پر جا رکی۔

... آنے ہو چکے ...

"نہیں فضی، یہ مسکراہٹ صرف میری خوشیوں کی مرہونِ منت ہے۔ اور اگر ابھی میں پاپا کو سچ بتا دوں تو ـــــ تو ـــــ؟"

اس کا دل تھم سا گیا تھا۔

"تو ہم کیا کریں گے؟ چچا جان، امی اور انس بھائی؟ ـــــ میرا یہ بہت جذباتی سا ہے غصے میں جانے کیا کر ڈالے۔ اور نگین، اس بے چاری کا کیا قصور ہے جو ـــــ مگر میرا ابھی کیا لیکن میری زندگی اور ان سب کی زندگیاں ـــــ؟"

زندگی اور زندگیاں۔

ابھی صرف وہ تنہا اس الاؤ میں جل رہی تھی۔ اور اگر ان سب کو بھی حقیقت کی خبر ہو جاتی تو سب کچھ جل کر خاک ہو جاتا تھا۔

"تو کیا اتنی ساری زندگیوں کو خارزار پر گھسیٹنے سے بہتر نہیں کہ صرف میری زندگی ہی۔"

"دلہن صاحبہ، کوئی بات کریں، مسکرائیں۔" اس کی سوچوں کے تسلسل ٹوٹے ہوئے تھے۔ سوری مگر کو اس کے سپاٹ تاثرات سے الجھن ہو رہی تھی۔ وہ نوفل سے کہہ رہا تھا:

"کیا بات ہے ہمارے یار کی۔ یہ ہوتا ہے اصل رعب۔ ورنہ خواتین کی بولتی کہاں بند ہوتی ہے۔" آذر نے شریر لہجے میں کہا تو وہ سب ہنسنے لگے۔

"جی نہیں ـــــ پہلی بار ہم سب سے دور ہوئی ہے، اس لئے اداس ہے۔ ورنہ ہماری صرف باتیں بلکہ مسکراہٹ بھی بہت پیاری ہے۔" عشی نے مسکراتے ہوئے جھک کر نظروں سے صبا کو دیکھا تو شدید بے بسی کے حصار میں گھرے ہوئے اس نے مسکرانے کی کوشش کر ڈالی۔ مگر اس مسکراہٹ میں بہت پھیکا پن تھا۔ کیونکہ اسے بناوٹ نہیں آتی تھی۔ خالص جذبات و احساسات سے گندھی لڑکی تھی۔

مگر یہ بات نوفل احمد نہیں جانتا تھا کہ وہ اپنی جذباتیت اور انا کے حصار میں گھرا کیا کر رہا تھا۔

●●●●●

روایت کے مطابق آج ان دونوں کو "میر ہاؤس" جانا تھا۔ جب کہ نگین اور انس بھی آنے والے تھے۔

گھر میں نوفل کا ویسا ہی استقبال ہوا جیسا کہ اکلوتے اور اچھے داماد کا ہوتا ہے۔" اجنبیت کا احساس دلائے بغیر ان میں بہت دوستانہ طریقے سے گھل مل گیا تھا جیسے سالوں سے رہتا آ رہا ہو۔

"یہ تو بڑی گڑبڑ ہو گئی صبا! تمہارا شوہر یقیناً گھر والوں کا پسندیدہ ترین داماد بن جائے گا۔" نے بے لاگ تبصرہ کیا تھا۔

صبا کو اس کی بناوٹ اور دھوکہ دہی زہر لگ رہی تھی مگر مجبوری تھی کہ اپنے گھر میں

دوں سے وہ اصلیت نہیں کہہ سکتی تھی۔ ورنہ یہاں ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوتا جو نجانے کیا کیا بہا لے جاتا۔ اس کی ایکٹنگ سے گھبرا کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"میں تھک گئی ہوں۔ کپڑے چینج کر لوں۔"

"ہیں ـــــ آرام سے بیٹھو۔ خبردار جو ابھی کپڑے بدلے۔ نوفل بھائی نے تمہیں ڈھنگ سے دیکھا بھی نہیں ہوگا۔" مائرہ نے اسے گھورا تو اس کی "خوش فہمی" پر اسے رونے کے ساتھ ساتھ ہنسی آنے لگی۔

"انہیں یہ سب پسند نہیں ہے۔ تم فکر مت کرو۔" وہ کسی طور بھی وہاں بیٹھ کر اس کی دھوکا دہی کا حصہ بننے کو راضی نہ تھی۔

وہ تینوں صبا کے ساتھ ہی اٹھ آئی تھیں۔

"اب بتاؤ، کیا احوال ہیں تمہارے؟" مائرہ نے بھنوؤں کو شرارت سے جنبش دیتے ہوئے پوچھا۔ عشی استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"پہلا یہ سوال ہے اس کا۔" عشی بدمزہ ہوئی تھی۔

"اچھا نوفل بھائی نے منہ دکھائی میں کیا دیا ہے؟" لائبہ کو یاد آیا تھا۔ وہاں آتی بھیڑ بھاڑ میں یاد نہیں رہا تھا سو اب فوراً پوچھ لیا۔ صبا نے خاموشی سے اپنی داہنی کلائی آگے کر دی جس میں سونے کی چوڑیوں کے ساتھ بے حد خوبصورت ڈیزائن کے دو کنگن جگمگا رہے تھے۔

"یہ سب؟" عشی نے تحیر سے پوچھا تھا۔

"یہ کنگن۔" وہ مدھم آواز میں بولی۔

"کیا بات ہے۔ چوائس اچھی ہے نوفل بھائی کی۔" لائبہ نے اس کی کلائی تھام کر کنگن دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"باقی چیزوں کو بھی انہوں نے ہی پسند کیا تھا۔" عشی ہنسی تھی۔

"اچھا ـــــ بہت اچھے پلان میکر ہیں وہ۔"

اس کا دل دکھ رہا تھا۔

کیا تھا جو اتنے خوب صورت دکھائی دینے والے شخص کا دل بھی اتنا ہی خوب صورت ہوتا۔ خوب صورت دکھنے والے شخص کا دل کتنا سیاہ ہے۔ اس سے تو صرف میں ہی واقف ہوں۔

وہ ان کی طرف توجہ دیئے بغیر کپڑے لئے باتھ روم میں گھس گئی تھی۔ پانی کے ساتھ اس نے آنسو بھی بہائے تھے۔

وہ خود کو بے بسی کی اور بے کسی کے عروج پر پا رہی تھی۔ ذہن کوئی بھی فیصلہ کرنے میں ناکام ہو رہا تھا۔ مگر یہ طے تھا کہ وہ انس کا گھر کسی طور برباد نہیں ہونے دینا چاہتی تھی۔

"اگر میں انکار کرنا چاہتی اس شخص کی قلعی سب کے سامنے کھلنے کا۔ کوئی ثبوت میرے ہاتھ لگے تب میں آہستہ آہستہ سب کے سامنے اس کی اصلیت واضح کرتی رہوں گی۔ اور جب

ساتھ ثبوت بھی ہوگا تو پھر کوئی بھی مجھے جھٹلا نہیں پائے گا۔" اس نے خود کو طفل تسلیاں دے
ہر ممکن کوشش کر ڈالی تھی۔ اب جب کہ زندگی طوفان میں لے ہی آئی تھی تو حوصلے اور ہمت
کا مقابلہ کرنے کی ضرورت تھی۔

وہ شاور لینے کے بعد کپڑے تبدیل کر کے نکلی تو کمرے میں صرف مُنی ہی رہ گئی تھی۔ وہ
پر نیم دراز وہ اسے خاموشی سے تولیے سے رگڑ کر بال خشک کرتے دیکھ رہی تھی۔

"کیا بات ہے؟" اس کی خاموش نظروں سے صبا اندر ہی اندر جز بز ہو گئی تھی۔ مُنی بولی۔

"میں دیکھ رہی ہوں کہ اس شادی کے بعد تمہارے اندر کیا تبدیلی آئی ہے۔"

"شادی کے بعد کیا انسان کے سینگ نکل آتے ہیں؟" صبا نے اس کا مذاق اڑانے والے انداز
میں کہا تھا مگر وہ اسی سنجیدگی سے بولی تھی۔

"میرا تجربہ تو نہیں مگر مشاہدہ ضرور ہے۔ یقین کرو دیکھا ہے تم نے، کس قدر فریش لگ رہا
ہے۔ مسکراہٹ اس کے ہونٹوں سے جدا نہیں ہو رہی۔ اور تم تو مووی کیمرے کے آگے یوں بیٹھی
رہی تھیں جیسے کسی نے کنپٹی پر پستول رکھ دیا ہو۔"

"ایک تو تم فضول باتیں بہت کرتی ہو۔" صبا نے پنکھے کی تیز ہوا میں بال خشک کرتے ہوئے اس
کی بات کو نظرانداز کر دیا تھا۔

"تم تو نوفل بھائی سے شادی پر رضامند نہیں تھی۔ تب میں نے اس بات کو نوٹ کیا
تھا۔۔۔۔ اب میں نے دیکھا کہ نوفل بھائی خوش اور مطمئن ہیں اور تم پہلے کی نسبت زیادہ
کی ہو۔"

مُنی اس کے سامنے آ گئی تھی۔

اس کی ہمدم و غم گسار۔

بچپن سے لے کر کل تک وہ اپنی ہر بات اس سے کرنے کی عادی تھی۔ اس کے مشورے پر
کام کرتی تھی۔

مگر اب اسے معلوم ہوا تھا کہ کچھ باتیں صرف دل کے نہاں خانوں میں چھپا کر رکھنے کی
ہوتی ہیں۔ ان کا کسی کو پتہ نہ چلنا ہی سب کے حق میں بہتر ہوتا ہے۔ مُنی کی جذباتی طبیعت
تھی۔ ابھی پہلے تو جا کر نوفل سے دو دو ہاتھ کرتی اور پھر سارے میں خبر پھیلا دیتی۔

"تو یہ تمہارا قصور ہے نہ کہ میرا؟" صبا نے بہت ہمت کرتے ہوئے اس کی آنکھوں میں
تھا۔ اس لیے اسے نوفل پر رشک آیا تھا۔ کس دھڑلے سے وہ سب کی آنکھوں میں آنکھیں
"سچ" کی ایکٹنگ کر رہا تھا۔

"تم خوش ہو نا صبی ۔۔۔۔۔؟"

مُنی کا دل جانے کیسے وسوسوں سے بھرا ہوا تھا۔ صبا کو صدا کی لاپرواہ سی مُنی پر پیار آیا
کے لیے کتنی پریشان اور سنجیدہ ہو رہی تھی وہ۔

"میں بہت خوش ہوں مُنی! ۔۔۔۔ بہت خوش۔" اس کا ہاتھ تھام کر کہتے ہوئے صبا نے اس سے
خود کو یقین دلانے کی کوشش کی تھی۔ مگر بھرا ہوا اس آواز کا جوہر بے وقت میں بکھرا گئی۔ وہ مُنی
سے لپٹ گئی تھی۔

"مجھے تم سب کی جدائی برداشت نہیں ہو رہی۔ اتنا پیار پایا ہے اس گھر سے، یہاں کے مکینوں
سے۔ پہلے میں ٹائم تو لگے گا نا۔" وہ ضبط کرتے ہوئے بھی رو دی۔ مُنی کرن ساجدہ تیت میں کسی
کم نہ تھی وہ بھی زور و شور سے اس کا ساتھ دینے لگی۔ دل ہلکا ہو جانے کے بعد وہ اس سے الگ
ہوئیں اور ایک دوسرے کو دیکھ کر دونوں بے ساختہ ہنس دیں۔

"چلو چل کر چائے پیتے ہیں۔" مُنی نے کہا تو وہ انکار کرتے کرتے رہ گئی۔ ابھی مُنی نے اس کی
بے زاری نوٹ کیا تھا۔ اس کی اکتاہٹ اور سوگواری گھر والوں کو پریشان کرنے کا موجب بھی بن سکتی
تھی۔ سو وہ دوپٹہ سر پر ٹکائی اس کے ساتھ ٹی وی لاؤنج میں چلی آئی جہاں اس وقت چائے کا دور
چل رہا تھا۔

وہ نائلہ اور لائبہ کے پاس جا بیٹھی۔

سامنے ہی نوفل بیٹھا تایا جان سے بزنس کے امور سے متعلق گفتگو کر رہا تھا۔ وہ اس کی طرف
دیکھنے سے احتراز کرتی لائبہ کی طرف متوجہ ہو گئی جو شادی کے دوران ہونے والے دلچسپ واقعات
سنا رہی تھی۔

امی جان، چچی جان، مریم پھپھو ۔۔۔۔ سبھی اس کی گرویدہ ہو گئی تھیں۔

نوفل تھا ہی وہ اتنا سلجھا ہوا، فرمانبردار، نیک۔ تایا جان اور چچا جان کو وہ بہت ذہین لگا تھا۔
اور وہ کاروباری باریکیوں سے بہت اچھی طرح آگاہ تھا۔ اور اوپر سے اس کے لب و لہجے کا ٹھہراؤ
احترام کسی طور بھی نظرانداز کرنے کے قابل نہیں تھا۔

"بھئی کیا کہنے جناب! سودا بہت کمال کا ہوا ہے۔ خالہ جان نے کھوٹے سکے کے بدلے ہیرا پا
لیا ہے۔" چاند نے انس اور نوفل پر کمنٹ دیا تو وہ سنک کر رہ گئی۔

بڑوں کے اٹھ جانے کے بعد صرف ینگ جنریشن ہی وہاں بیٹھی رہ گئی تھی۔ مگر پھر بھی وہ کچھ بول
نہ پائی تھی۔

"بس جب انس بھائی آئیں گے تب میں ان کو بتاؤں گی۔" مُنی نے دھمکایا تو وہ شرارت انداز
میں پوچھنے لگا۔

"کیا بتاؤ گی؟"

"یہ کہ ان کی غیر موجودگی میں ان کے پارٹی ارکان نے لوٹا بن کر دوسری پارٹی جوائن کر لی
ہے۔" انہوں نے اطمینان سے کہا تھا۔ چاند اسے گھور کر رہ گیا تھا۔

"یہ تو بہت زیادہ ہے۔ اب انس میرا بھائی ہے۔" نوفل مسکرا رہا تھا۔

"اپنی اپنی ۔۔۔۔ قسمت۔" احمر نے آہ بھری تھی۔

"نہیں ـــــــ" معید نے ہنکارا بھرا تھا۔

"کیا مجال ہے جو معید بھائی ایک بات بھی سن لیں انس بھائی سے متعلق۔" دیوار بھرے انداز میں کہا تھا۔

"یہی تو محبت ہے۔" نوفل نے کہا تو عماد نے فوراً پوچھ لیا۔

"تم یقین رکھتے ہو محبت پر؟" یہ پہلی براہ راست گفتگو تھی جو ان دونوں کے مابین تھی۔ نوفل نے لب بھینچے، پھر مسکرایا۔

"مل جائے تو بہت اچھی، ورنہ بکواس۔" اس کی عجیب سی منطق پر شور مچ گیا تھا۔

"بھئی آج کا زمانہ تو اس چیز کی کوئی وقعت نہیں جسے آپ محبت کہتے ہیں۔" نوفل کے کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

کوئی اور وقت ہوتا تو حنی اس کے یوں محبت کو "چیز" کہنے پر لمبی بحث کا آغاز کر دیتی اس کا روم روم نوفل کی حمایت کر رہا تھا۔

"آج کل انسان کے پاس صرف روپیہ ہونا چاہیے۔" اس کے لہجے کی تلخی کو معیز محسوس کر پایا تھا۔

"اور میں کہتا ہوں کہ انسان کے پاس صرف ایمان ہونا چاہیے۔" عماد کی بات پر تعجب اس کی ہر موڑ پر محبت میں مبتلا ہو جانے والی عادت سے وہ بھی واقف تھے۔

"اس کا مطلب ہے کہ نوفل کو محبت پر یقین نہیں ہے۔" عماد نے مسکراتے ہوئے کہا خفیف سے انداز میں شانے اچکاتے ہوئے چائے کا کپ لبوں سے لگا لیا۔

"اور آپ کیا کہتی ہیں لیڈی؟ آپ تو نئی نئی اس میدان میں وارد ہوئی ہیں۔" وہ طرف پلٹ گیا تھا۔ سبھی اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ لمحہ بھر کے توقف کے بعد وہ دھیان "میرے پاس ماشاء اللہ سے پہلے ہی محبت کا بہت سا اسٹاک جمع ہے۔ اس لئے نئی لئے نام نہیں ہے۔"

نوفل کے ذہن کی طنابیں کھنچ گئی تھیں۔

"واہ بھئی، یہ کہاں کا انصاف ہوا؟ پرانی محبتوں کو دل کے نہاں خانوں میں رکھنا اگر نئی محبت کا در تو ہمیشہ وا رہنا چاہیے۔" عماد نے کہا تو نوفل کو لگا جیسے وہ در پردہ حنا کو اسے وہ نئے پن اور دھوکا دہی کی زندگی گزارنے کی ترغیب دے رہا ہو۔ وہ کوئی جواب نہ دے کر رہ گئی۔

"لو بھئی، یہاں تو سبھی بہت پریکٹیکل مائنڈڈ بندے بیٹھے ہیں۔ محبت کو فالتو اور فضول سمجھنے والے۔" عماد کو سخت مایوسی نے گھیرا تھا۔

"خیر ایسا بھی نہیں ہے۔ میں نے تو محبت سے بڑی اور سچی حقیقت اور کوئی نہیں پائی اپنے عقیدے سے ہو یا کسی انسان سے۔" بہت غیر متوقع طور پر معید نے اپنی رائے دی

لہجے میں اس قدر سنجیدگی تھی کہ سب کو اس کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔

"ایک دوسرے پر اعتماد و اعتبار کے سہارے برے سے برے حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا ایک دوسرے کے ساتھ جڑے رہنا محبت ہے۔" وہ کہہ رہا تھا اور حنی کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ اس کو سنا رہا ہو۔

"اور مجھے تو کسی نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ زندگی میں ایک بار ہوتی ہے اور پھر قائم و دائم رہتی ہے۔ ایسی ہی خیالات کیوں شدو مد سے پیش ہوں۔ اور بطور ریفرنس یہ نظم سنائی کہ!

محبت کرنے والوں کی نگاہیں بھی
ہواؤں میں اڑتی خوشبو کی صورت
فضاؤں میں اپنے ہونے کی نشانی چھوڑتی ہیں
چاندنی راتوں میں جیسے چاند کی کرنیں
سمندر کے بدن میں عکس کی آباد کرتی ہیں
محبت کرنے والوں کے تعلق اور ان کی
زباں سب سے الوکھی ہیں"

یہ تو سراسر ذاتیات پر اترنے والی حرکت کی تھی معید نے۔ اس کا جی چاہا چائے سے بھرا کپ اس کے مسکراتے ہوئے چہرے پر الٹ دے۔

اب نئے سرے سے معید کی حمایت اور مخالفت میں بحث شروع ہو گئی تھی۔ حنی بالکل خاموش بیٹھی چائے کا کپ گھورے جا رہی تھی۔

"یہ تو ایک اٹل حقیقت ہے نوفل! جسے تم کوئی اہمیت دینے کو تیار ہی نہیں ـــــــ یوں ہمارے درمیان بیٹھ کر اس قدر بے تکلفی اور دوستانہ پن کا مظاہرہ کرنا محبت ہی ہے۔ مجبوری نہیں کیونکہ مجبوری کو نبھانا لازم نہیں ہوتا۔ البتہ محبت بے اختیار نبھائی جاتی ہے۔ اور تمہارے بارے میں تو مشہور ہے کہ کسی کو خاطر میں نہ لانا تمہارا جنون ہے۔" چاند نے اس کی ذات کو درون بے نقاب کرنے کی بھی ٹھان لی تھی۔

"آف کورس یار! میں کب انکار کرتا ہوں۔ میری ماں، میری بہن، مجھ سے وابستہ رشتے، ان سب سے مجھے بہت محبت ہے۔"

"کن لوگوں! تمہارا نام ہی اس نے نہیں کر لیا۔" احمر نے شرارت سے کہا تو وہ سلگ اٹھی۔ یوں بھری محفل میں باتوں ہی باتوں میں دوسروں کو پسپا کر کے سب کے سامنے شرمندگی کے لئے چھوڑ دینا اسے زہر لگتا۔ نوفل بہت اطمینان سے بولی۔

"آخر اس میں ایسا کیا خاص ہے؟ میں بھی یہی کرتی۔"

"نہیں ـــــــ بھئی ـــــــ بہت خراب حالات ہیں ان کے۔" احمر نے تاسف سے کہا تو صبا کو نجانے کیوں اطمینان سے نوفل کو لب بھینچے دیکھ کر بہت سکون ملا تھا۔

"کمال ہے تو یوں ہی کسی کی نوفل احمد! اگر تم میرے لئے بے تاب نہیں تو مجھے بھی تمہارے لئے بے

قراری دکھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

"یہ سب تو بہت فضول ہیں محبت کے معاملے میں ___ چلو بھئی چاند! تم ہی کوئی ساؤ۔" نعمان نے اکتا کر فرمائش کی تھی اور وہ تو یوں بھی ہر وقت اپنے ٹیلنٹ کا مظاہرہ کر رہا تھا، فوراً گٹار ہاتھوں میں لئے شروع ہو گیا۔

"نہ تو آئے گی، نہ ہی چین آئے گا
میرے آنگن کی ہری بیلوں کا، پتا پتا
سوکھتا جائے گا، نہ تو آئے گی، نہ ہی چین آئے گا۔"

اس نے بہت خوب صورت انداز میں گا کر سنایا تو سب نے دل کھول کر داد دی۔

"اتنی نا امیدی ٹھیک نہیں ہوتی۔ وہ ضرور آئے گی۔ اور تمہارے آنگن کی سوکھی بیلیں پھر سے ہری ہو جائیں گی۔" عمر کی تمام تر ہمدردیاں اس کے نام تھیں۔

"دل میں کسی کی راہ تکے جا رہا ہوں میں
کتنا حسیں گناہ کئے جا رہا ہوں میں
مجھ سے لگے ہیں عشق کی عظمت کو چار چاند
یہ جرم گاہ گاہ کئے جا رہا ہوں میں"

عماد کے انداز میں شرارت تھی۔ اس کے "گاہ گاہ" سے سبھی محظوظ ہوئے تھے۔

"چلو بھئی صبا! اب تمہاری باری ہے۔ اپنی بیاض کھولو۔" عائزہ کو شرارت سوجھی۔

"میں ___؟" وہ سٹپٹائی تھی۔

"ہاں، تم سناؤ گی ___ بھلا کس کے لئے؟" عماد نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا پھر کچھ توقف کے بعد وہ پرسکون انداز میں بولی۔

"آپ کے لئے۔"

بھری محفل میں اتنی بڑی جرأت ___ نوفل کو جھٹکا سا لگا تھا۔

باقی سب بھی متجسس تھے۔ مگر جب اس نے نظم سنانا شروع کی تو سب کو اس کی شرارت پر ہنسی آنے لگی۔

"کسی لڑکی سے مت کہنا
کہ اس سے پیار کرتے ہو
اگر بے دھیانی میں بھی یہ اقرار کر بیٹھے
کسی سے پیار کر بیٹھے
تو پھر وعدوں کی ڈوروں میں الجھ جاؤ گے
تمہارے پیار کا اس کو اگر احساس ہو جائے
تو ہو سکتا ہے کہ تم اس کا رنگ و روپ بن جاؤ

محبت کے سفر میں شاید ایسا موڑ آ جائے
کہ تم ناراضگی کا برملا اظہار کر بیٹھے
کوئی انکار کر بیٹھے
تو دیکھو، کوئی شیشہ، کوئی دل ٹوٹ جائے گا
کہ ان کے دل بہت نازک، بہت کمزور ہوتے ہیں
کسی لڑکی کے دل کا ٹوٹنا بھی موت ہوتی ہے
کسی لڑکی سے مت کہنا"

وہ بہت سنجیدگی سے اسے مشورہ دے رہی تھی۔ عماد خفیف سا سر کھجانے لگا۔ اپنی عادت سے واقف تھا۔

"لیکن یہ جرم تم "گاہ گاہ" کئے جا رہے ہو اسے ایک ہی "گاہ" پر محدود کر دو۔" عمر نے لقمہ دیا تھا اور پھر وہ سب عماد کی کھنچائی میں مصروف ہو گئے۔ صبا کو پہلے سے اٹھ کر تائی جان کے کمرے میں جاتے دیکھ کر نوفل ٹھٹک کر رہ گیا۔

نوفل ابھی تک انہی لفظوں کے گھیراؤ میں تھا۔

آج کتنے ہی دنوں بعد پھر سے ہلکے ہلکے درد نے دل کو جکڑنا شروع کر دیا تھا۔

"بھلا مجھ سے بڑھ کر کون جان سکتا ہے کہ اس "موت" سے گزرنا کیسا ہے جسے لوگ بڑے آرام سے دل کا ٹوٹنا کہہ دیتے ہیں۔"

وہ بھی تھکن کا بہانہ کر کے اٹھ گئی تو پھر محفل برخاست ہونے لگی۔

وہ کمرے میں آئی تو نوفل بستر پر نیم دراز کوئی کتاب دیکھ رہا تھا۔ اسے اپنے کمرے میں اپنے قریب پا کر صبا کو عجیب سے احساس نے گھیرا تھا۔

جیسے کوئی افسانہ یا کوئی خواب۔

واقعی ___ ایک خواب ہی تو تھا ورنہ اس کے "اپنا" ہونے کا کوئی احساس، کوئی سرخوشی تو اپنے حصار میں لیتی تھی۔ مگر خود کو سنبھلنے کے لئے تو وقت چاہئے تھا نا۔

وہ آئینے کے آگے کھڑی بہت احتیاط کے ساتھ بال سمیٹ کر چٹیا بنانے لگی۔ نوفل کی نگاہ بے اختیار اس کے سراپا میں الجھی تھی۔

دھلا دھلا نازک سا سراپا۔

گھٹنوں کو چھوتے سیاہ بال۔

چہرے پر چھائی ملاحت اور معصومیت۔

"کوئی بھی تو کمی نہیں۔ مگر پھر بھی کتنی بڑی "کمی" ہے تم میں صبا میر!" وہ تلخی سے سوچتا پھر سے کتاب اٹھا کر ورق گردانی کرنے لگا تھا۔

صبا کو اس کے جاگتے ہوئے بستر پر لیٹنا عجیب سا لگ رہا تھا۔ وہ ایک کنارے پر ٹک کر بیٹھ گئی۔

وہ اس کا گریز بھانپ گیا تھا، یونہی کتاب کے صفحات الٹتا بہت پرسکون مگر جتانے والے لہجے میں بولا۔

"فاصلے تب تک نہیں سمٹتے جب تک کہ انہیں مٹانے کا ارادہ نہ ہو۔ آپ آرام سے سو جائیں کیونکہ میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

وہ جھٹکے سے اٹھ گئی۔

اتنی کھلی تذلیل۔ اس قدر گھٹیا گفتگو۔

"ایسا کر کے تو آپ مجھ پر احسان ہی کریں گے۔ کیونکہ آپ کو اگر کوئی ایسی چاہت نہیں تو مجھے بھی آپ کی نام نہاد توجہ کی کوئی ضرورت نہیں۔" وہ چیخ کر رہ گئی تھی۔

اور اس فوری غصے کا یہ فائدہ ہوا کہ وہ اس کے ہنگامے کی پرواہ کیے بغیر لائٹ آف کر کے بلب آن کرتی بستر پر آ کر کروٹ بدلتی لیٹ گئی تھی۔

ساری جھجک، غصے کی تہوں میں دب کر رہ گئی تھی۔

کسی نے سچ کہا ہے کہ غم کتنا ہی شدید کیوں نہ ہو، نیند سے پہلے تک ہے۔

وہ جتنی دیر جاگتی رہی، کڑھتی، سلگتی رہی۔ آنسوؤں کے لاوے کو اندر ہی اندر ضبط کرتی خود کو کمزور نہ پڑنے کا درس دیتی رہی تھی—— اور پھر جانے کب نیند کے دبے پاؤں آنے کا پتہ نہ چلا، ہر غم، ہر احساس سے ماورا نیند میں چلی گئی۔ یہ جانے بغیر کہ اسی بستر پر نیم دراز دوسرا وجود کس قدر مضطرب اور بے چین ہو رہا ہے۔

●●●●●

خوشیوں بھرے دن گزرے تو ایک پل لگتا ہے۔ یہ تو غموں کے دن ہیں جو پوری عمر پر محیط ہیں۔

زیست وقت کے شانوں پہ
جب بوجھ ہونے لگے تو ——
جیون کی کٹھنائیوں میں الجھ کر
یہ دل ہارا
سارے ضبط، سارے حوصلے کھونے لگے تو
پھر سبھی بہاراں بھی
خزاں کی شام لگتی ہے

صبا کو ایک صالحہ بیگم کا مشفق وجود غنیمت لگتا تھا۔ ورنہ نوفل کی اول روز سے بے اعتنائی و بے پروائی تو شاید اس کی جان لے چکی ہوتی۔ اتنے بڑے گھر کی تنہائی پاگل کر چکی ہوتی۔ شادی کو بمشکل دو ہفتے گزرے تھے اور اس نے آفس جانا شروع کر دیا تھا۔ اور تو جیسے بھی بہت مشغول تھا۔

"سارا بزنس میرے سر پر ہے۔ انکل کے ذیلی کمپنی کی میٹنگ کب سے روک رکھی ہے"

تھا

ہو جائے گا۔"

ہو جائے نقصان۔ مگر اسے خوب صورت دنوں کو رو اور وہ جار میں مت گنواؤ۔" صالحہ بیگم نے صبا کو بہت مان دینا چاہا تھا۔ وہ دل میں اس ستم ظریفی پر ہنس کر رہ گئی۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ ان کا بیٹا یہ سب اپنی مرضی سے کر رہا تھا۔ اس سے بھاگتا پھر رہا تھا۔ مجبوری کا سودا نبھانے کا یارا جو نہ تھا۔

"امی! آپ بھی نا بس۔ بات فقط روپے پیسے کی نہیں، زبان کی ہے۔ بزنس میں کانٹریکٹ سائن کیا جاتا ہے، ہر کام وقت پر ہونا چاہئے۔" وہ انہیں بہلا رہا تھا۔

صبا کھانے کی ٹیبل پر بیٹھی خاموشی سے ان دونوں کی گفتگو سن رہی تھی۔

"یہی تو میں بھی کہہ رہی ہوں کہ ہر کام وقت پر ہونا چاہئے۔ ابھی شادی کو دن ہی کتنے ہوئے ہیں کہ تم بزنس میں سر کھپانے لگ گئے ہو۔ اتنا نہیں ہوا کہ صبا کو کہیں گھمانے ہی لے جاؤ۔" انہیں یقیناً نوفل کی یہ روٹین پسند نہیں آئی تھی۔

"نوفل بھی تو یہی کہتا تھا نا۔ اس لئے ابھی سے روٹین سیٹ کر لی ہے۔ گھومنے پھرنے کے لئے تو زندگی پڑی ہے۔" وہ لاپرواہی سے کہہ رہا تھا۔

صالحہ بیگم اس پر زور دے رہی تھیں، ادھر ہی صبا کو شرمندگی ہو رہی تھی۔ اب انہیں کیا معلوم تھا کہ یہاں "مان" رکھنے والے جذبات ہی ناپید تھے۔

"بہرحال، اب میں نے کہہ دیا ہے تو سمجھو کہ کانٹریکٹ سائن ہو گیا۔ اب یہ سوچنا تمہارا کام ہے کہ تم لوگ سیر و تفریح کے لئے کہاں جانا پسند کرو گے۔ کیوں صبا؟" انہوں نے اٹل انداز میں کہتے ہوئے اچانک ہی صبا کی بھی رائے طلب کی تو وہ گڑبڑا گئی۔

"جی—— میں کیا کہہ سکتی ہوں؟"

"امی! سمجھا کریں نا—— ابھی تو اتنی ساری ذمہ داریوں کے انبوہ منتشر آئے ہوئے ہیں، یوں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر تو نہیں نکل سکتا نا—— اور پھر آپ کو بھی تو یوں تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔" وہ یقیناً بہانے گھڑ رہا تھا۔

"یہ تو لاپرواہ ہے صبا! اب تمہیں ہی سب کچھ دیکھنا ہے، جو دل چاہے منوایا کرو۔" وہ اب صبا کو سمجھا رہی تھیں۔

"کمال ہے امی جان!" وہ کھانا چھوڑ کر ہنس دیا تھا۔ "آپ دنیا کی واحد ساس ہیں جو اپنی بہو کو یہ مشورے دے رہی ہیں۔"

"میری بہو بھی تو بہت پیاری ہے۔" وہ ان چند دنوں میں واقعی صبا کی سنجیدہ مگر محبت کرنے والی طبیعت کی گرویدہ ہو گئی تھیں۔

"مجھ پر سے تو ان کی محبت ہی ہٹ گئی ہیں، ان سے بڑا دھوکے باز اور کوئی نہیں ہوتا۔" وہ بظاہر مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا مگر اس کے لہجے میں چھپے نوکیلے بھالے صبا کو اپنے دل میں کھبتے محسوس ہوئے تھے۔

خود وہ بھی تو تہ در تہ کئی نقاب اوڑھے ہوئے تھا۔

"کوئی نہیں۔ طبیعت کی بھی بہت پیاری ہے۔" صالحہ بیگم نے اسے ٹٹولتی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ وہ ان کی بات پر سر ہلا کر دوبارہ کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

صبا دل مسوس کر رہ گئی۔

چلو، اب بہن کے مستقبل کی خاطر یہ قدم اٹھا ہی لیا تھا تو کیا وہ اس لائق بھی نہیں تھی کہ بے اختیارانہ نگاہ کی حق دار ہی ہو جاتی۔ ہزاروں لوگ بہت سے مفادات کی خاطر شادی کرتے ہیں مگر مفادات اپنی جگہ اور بیوی سے محبت اپنی جگہ۔

لیکن یہاں تو معاملہ ہی اور تھا۔

صبا سے صرف اس کا مفاد وابستہ تھا، دل نہیں۔

"بہرحال، تمہیں میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ میرے پاس تمہاری پھپھو ہیں اور بہت لوگ۔ اطمینان سے اپنا پروگرام بناؤ۔ بلکہ میرا تو خیال ہے کہ سنگاپور چلے جاؤ۔ تمہیں تو یوں بھی جانا ہی تھا، صبا کو بھی ساتھ لے جاؤ۔" وہ بڑے آرام سے سارا مسئلہ حل کر گئی تھیں۔

"خدا کو مانیں امی! یہ خالصتاً بزنس ٹرپ ہے۔ اور ابھی تو اس میں کافی وقت ہے۔ یہاں کے بکھیڑے ہیں کہ سنگاپور جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" اس نے اس بار سنجیدگی سے کہا اور گلاس لبوں سے لگا کر پانی پینے لگا۔

اس کے اس قدر قطعی انداز پر صالحہ بیگم نے بہت حیران ہو کر اسے دیکھا تھا۔ انہوں نے ہمیشہ نوفل کو تگین کے لیے بے تاب دیکھی تھی اور اس کا صبا پر کیا موقوف، ان نئے دنوں میں تو ہر دولہا ہی اپنی دلہن کے لیے دیوانگی دکھاتا ہے۔ مگر نوفل انہیں پہلے سے زیادہ سنجیدہ لگا تھا۔

انہوں نے صبا کی طرف دیکھا، وہ اپنی پلیٹ پر یوں جھکی ہوئی تھی جیسے اس سے ضروری اور کام ہی نہ ہو۔

انہیں تگین کی شوخیاں اور شگفتگی یاد آنے لگی۔

شادی تو ایسا بندھن ہے جو بے پناہ سنجیدہ بندے کو بھی بدل دیتا ہے۔ آنکھوں میں چمک اور چہرے پر گلاب کھلا دیتا ہے۔

پھر یہاں ایسا کیوں نہیں ہے۔ صبا کی خاموشی نظر انداز کیے جانے کے قابل تو نہ تھی۔ اندیشوں میں گھرنے لگیں۔

کھانا بہت خاموشی سے ختم کیا گیا تھا۔ صبا نے صالحہ بیگم کے منع کرنے کے باوجود ملازمہ کے ساتھ مل کر برتن سمیٹے اور پھر چائے بنانے کھڑی ہو گئی۔

نوری تیزی سے برتن دھوتے ہوئے اتنی ہی تیزی سے زبان بھی چلاتی جا رہی تھی۔ اس کی سادہ اور بھولی سی طبیعت صبا کو بہت پسند تھی۔ سو وہ اب بھی دلچسپی سے اس کی باتیں سن رہی تھی۔

"پاپا آپ غلط سمجھ رہی ہیں ——— ہم دونوں بہت خوش ہیں۔"

اس کے قدم ٹھٹکے تھے، نوفل کہہ رہا تھا۔

"پھر اس گھر میں اتنی خاموشی کیوں ہے؟ اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ اتنے دن ہو گئے، میں نے کبھی ڈھنگ سے سجتے سنورتے نہیں دیکھا۔ کبھی اونچی آواز میں ہنستے نہیں سنا۔" صالحہ بیگم کہہ رہی تھیں۔

"اب اس بارے میں، میں کیا کہہ سکتا ہوں؟ صبا کی نیچر ہی ایسی ہے۔" وہ یقیناً اس تفتیش کے لیے تیار نہیں تھا، گڑبڑا گیا۔ مگر صالحہ بیگم یقیناً ان کی طرف سے کھٹک گئی تھیں۔

"اس کی نیچر تو چلو ایسی ہی ہوگی، اپنے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ یوں لگتا ہے جیسے تمہاری شادی کو بیتے نہیں، دو سال ہو گئے ہیں۔" انہوں نے بے لچک انداز میں کہا تھا۔

نوفل کی آواز قدرے توقف کے بعد ابھری۔

"امی! ذمہ داری کا احساس انسان میں بہت تبدیلی لے آتا ہے۔"

"ایسی کون سی ذمہ داری آن پڑی ہے تم پر؟ اور پھر اس بات کا شادی سے کیا تعلق؟ کچھ دن تو ایسے ہی گھومنے پھرنے، خوشیاں انجوائے کرنے کے۔ آخر بات کیا ہے نوفل؟ میں نے تمہیں تگین کے ساتھ بے حد خوش دیکھا تھا تو خدا کا شکر ادا کیا تھا کہ تم اپنے پرانے روپ میں لوٹ آئے اور اب تو تم پہلے سے زیادہ سنجیدہ ہو گئے ہو۔ صبا سے شادی کا فیصلہ تم نے سو فیصد اپنی مرضی سے کیا تھا۔ پھر تم دونوں میں وہ بات کیوں دکھائی نہیں دیتی جو انس اور تگین میں ہے؟"

وہ ہتھے کے موڈ میں نہیں تھیں۔ انہیں غصے میں دیکھ کر ہی وہ دھیما پڑا تھا۔

"سوری امی! شاید میں ہی غلط ہوں۔ آئی پرامس، اب آپ کو کوئی شکایت نہیں ہوگی۔ میں تو بس سمجھنے کی ایکٹنگ کر رہا تھا کہ شادی کے بعد آدمی کو ذرا سوبر دکھائی دینا چاہیے۔ مجھے کیا پتا تھا کہ آپ اتنی سی بات کو دل پر لے لیں گی۔"

"یہ اتنی سی بات نہیں ہے نوفل! پرائی بچی کو گھر میں لا کر ناقدری کرنا کہاں کا انصاف ہے؟"

"صبا نے آپ سے شکایت کی ہے؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"وہ بے چاری کیا کہے گی۔ میری بھی آنکھیں ہیں۔ میں بھی تمہارے اطوار دیکھ رہی ہوں۔"

ماں نے صبا کو بری کیا تھا۔

"لیکن اسے مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ آپ تو یونہی پریشان ہو رہی ہیں۔" وہ اب پرسکون لہجے میں تھا اور دروازے سے باہر کھڑی صبا کا جی چاہا کہ وہ اندر جا کر تمام حقیقت صالحہ بیگم کو بتا دے اور اس کی پول کھول دے جو اتنا فرمانبردار اور نیک بنا بیٹھا تھا۔

مگر پھر بھی اس کے منہ سے کوئی شکایت سننا بھی نہیں چاہتی۔" انہوں نے تنبیہی انداز میں کہا۔ ان کی گفتگو جاری رہتی۔ مگر برا ہو نوری کا جو کچن ہی سے با آواز بلند بولتی چلی آ رہی تھی۔ صبا نے جانے کی اجازت لیے اندر چلی آئی۔

"یہ دیکھو، ابھی ہاتھوں کی مہندی بھی ماند نہیں پڑی اور کچن کے کاموں میں ...
بیگم ایجو کر رہی تھیں۔

"اپنے گھر کے کام میں کل اور آج کیا؟" اس نے اپنا ضبط آزماتے ہوئے چائے کا کپ تھمایا اور دوسرا کپ نوفل کی طرف کھسکا دیا۔

"جیتی رہو۔" صالحہ بیگم حقیقتاً اس سے بہت خوش تھیں۔

صبا کا جی چاہا ان سے کہے کہ مجھے صرف جینے کی نہیں، دائمی خوشیوں کی دعا دیں۔

"اپنے لئے چائے نہیں بنائی بیٹا؟" انہوں نے پوچھا تھا۔

"مجھے اتنی گرمی میں چائے اچھی نہیں لگتی۔" وہ مدھم سُروں میں بولی تھی۔

"اسی لئے تو ان کا رنگ اتنا گورا ہے۔" نوری نے دانت نکوسے تھے۔

"یہاں چائے کی بات ہو رہی ہے نوری بی بی! کسی کریم کی نہیں۔" نوفل نے اسے [illegible] کرائی تھی۔

"انہیں تو کریم لگانے کی ضرورت ہی نہیں ـــــ ہاتھ لگانے سے میلی ہوتی ہیں۔" نوری بھی نئے کپڑوں، ہلکے پھلکے زیورات اور مہندی سے سجی صبا بہت اچھی لگتی تھی، سو دل کھول کر ... کر ڈالی۔

"ماشاءاللہ بولتے ہیں نوری!" صالحہ بیگم نے اسے ٹوکا تھا۔

جب کہ صبا کا مارے خجالت کے برا حال تھا۔ بھلا یوں کسی نے کب تعریف کی تھی۔ اچٹتی نگاہ کو اس کے رخساروں کی تمتماہٹ نے منجمد کر دیا تھا۔ بہ مشکل وہ اپنی نگاہ کو اس کے ... ہوئے چہرے کی گرفت سے آزاد کر پایا تو چائے کا کپ لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں ذرا نیوز دیکھ لوں۔"

اس کے جاتے ہی صالحہ بیگم نے نوری کو بھی چھٹی دے دی۔ پھر وہ صبا کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"صبا بیٹا! خوش تو ہو نا یہاں؟" انہوں نے بہت دوستانہ انداز میں پوچھا تھا۔

صبا کا جی چاہا ان سے لپٹ کر رو دے۔ انہیں بتا دے کہ ان کا سنگ دل بیٹا کس طرح عزت نفس کی دھجیاں اڑا گیا تھا۔ دل میں کسی کو اور گھر میں کسی اور کو بسا رہا تھا۔ کیسے اس کے ارمانوں کو جلا کر خاکستر کر گیا تھا۔ اس کا جی چاہا انہیں بتائے کہ وہ اس گھر میں ان کی خواہش پر نہیں بلکہ ان کی بیٹی کی خوشیوں کی ضمانت کے طور پر لائی گئی ہے۔

مگر وہ بڑے حوصلے سے مسکرا دی تھی کہ اب مزید اہانت برداشت کرنے کا یارا نہیں تھا۔

"نوفل تھوڑا لاپرواہ ہے اور بس۔ مگر بہت محبت کرنے والا ہے۔ اپنے سے وابستہ ہر ... رکھتا ہے۔ بس اظہار نہیں کرتا ـــــ مگر تم اس کی ان عادات کے ساتھ کمپرومائز مت کرنا ... رہا کرو۔ خود کو بھی بدلو اور اس کو بھی ـــــ ہنسی مذاق کیا کرو، سیر و تفریح کے لئے جایا کرو ... سے کہو کہ تمہیں کہیں لے کر جائے۔ ابھی دنوں میں تو آزادی کا لطف ہے۔ اس کے ...

... ہو گی۔"

انہوں نے اسے بھی اسی طرح سمجھایا تھا جیسے کہ وہ نوفل کو سمجھا رہی تھیں۔ وہ کیا کہتی۔

اگر بات صرف نوفل کی لاپرواہی اور سنجیدگی کی ہوتی تو وہ اسے بدلنے کی سعی بھی کرتی ـــــ یہاں تو معاملہ ہی بہت "اور" کا تھا۔ ذرائے آفریدی پورے طمطراق کے ساتھ اس کے دل و دماغ پہ ... اپنا گئی۔

کیا یہ بھول سکتی تھی کہ نوفل نے پہلی رات اس کی کس قدر بے توقیری کی تھی؟

کیا وہ سراپا ـــــ وہ حسن، نظرانداز کئے جانے کے قابل تھا؟

"اور اگر وہ تمہاری بات نہ مانے تو تم بلا جھجک مجھے بتانا۔ میں جیسے انس اور نگی کی ماں ہوں ویسے ہی تمہاری بھی ماں ہوں۔"

وہ بے حد محبت سے کہہ رہی تھیں۔ صبا نے بے اختیار ان کا ہاتھ تھام کر ہونٹوں سے لگا لیا۔ کچھ تو سہارے کا احساس ہوا تھا۔

"تھینکس امی جان!" اس کے دل کی زمین اندر گرتے آنسوؤں سے بھیگنے لگی تھی۔

●●●●●

انس اور نگین کے شمالی علاقہ جات کی سیر کو چلے جانے کے بعد جیسے گھر میں سناٹا سا چھا گیا تھا۔ ورنہ ہر وقت شور ہنگامے اور شوخیاں جاری رہتی تھیں۔ نگی کا تو دل گھبرانے لگا۔

"تائی جان! چلیں نا۔ صبا کو ہی بلا لیں۔"

"ابھی پرسوں ہی تو انس اور نگی کے ساتھ سب جا کر اسے مل آئے ہیں۔" انہوں نے کہا تو وہ [illegible] گئی۔

"تو کیا ہوا؟ ـــــ اب وہ اتنی دور تو نہیں ہو گئی نا۔ ہم جب جی چاہے اسے یہاں لے آئیں۔"

"ایسے ہی جب جی چاہے لے آئیں۔ اب وہ شادی شدہ ہے۔ شوہر اور گھر کی ذمہ داری ہے اس پہ۔ ویسے بھی وہ تمہاری طرح نہیں ہے، دماغ سے کام لیتی ہے۔ تمہیں ان باتوں کی کیا خبر۔" تائی جان نے اسے گھرکا تھا۔

"تو میں سخت بور ہو رہی ہوں۔" اس نے منہ بسورا تھا۔

"تم خود کیوں نہیں چلی جاتیں صبا کی طرف ـــــ؟" تائی جان کے مشورے پہ اس کی آنکھیں [illegible] گئیں۔

"یہ ٹھیک ہے۔ ابھی وجدان اور حمزہ آئیں گے تو مل کر پروگرام بنائیں گے۔" اس نے چہکتے ہوئے کہا تھا۔

مگر اگلے ڈیڑھ گھنٹے کے بعد اس کے جوش پہ ٹھنڈا پانی پڑ چکا تھا۔ کیونکہ حمزہ کا اگلے روز کوئی ٹیسٹ تھا اور وجدان کا انتہائی امپورٹنٹ میچ۔

"... کون سا آسٹریلیا کی ٹیم آ رہی ہے تمہارے ساتھ کھیلنے؟" وہ تپ کر حمزہ سے بولی تھی۔

"وہ دن بھی دور نہیں ہے ڈیئر آپی! ابھی محنت کروں گا تو اس قابل ہوں گا نا۔" وہ جلدی کھانا ختم کر رہا تھا۔

"بس میری دعا ہی ان سب کو اپنے دنیا جہان کے ضروری کام یاد آ جاتے ہیں۔" صبا روہانسی ہو کر بولی تھی۔

"آپی! اگر کہو تو میں اپنے موکل جن کے ساتھ تمہیں صبا آپی کی طرف بھجوا سکتا ہوں۔" وہ شرارت سے آفر کی تھی۔

"بہتر ٹھیک۔ اس جن نے واپسی کا کرایہ آپی سے نہ مانگ لیا تو۔" حمرہ بھی ہنسی تھی۔

"دفع ہو جاؤ تم دونوں۔"

"اوہنوں ــــــ تھکی!" اس کے غصے کو چچی جان نے تنبیہی پکارے سے ماند کر دیا تھا۔ شفق ان دونوں کو برا بھلا کہتی چلی گئی تھی اور اسی غصے کے مارے وہ شام تک پڑی سوتی رہی تھی۔

حمرہ ہی نے اسے آ کر جگایا تھا۔

"چلیں تیار ہو جائیں، صبا آپی کی طرف جانا ہے۔"

وہ جلدی سے اٹھ بیٹھی تھی۔

"کون جا رہا ہے؟"

"آپ کو نہیں جانا؟ ــــــ جلدی کریں، میں نے آپی کو فون کر دیا ہے۔" حمرہ کے کچھ پھرتی سے اٹھی تھی۔

"جیو حمرہ شہزادی! دیکھنا اب کی بار میں تمہیں ضرور آئس کریم کھلاؤں گی۔ وہ بھی اپنی پاکٹ منی سے۔" اس کے وعدے پر حمرہ نے منہ بنایا تھا۔

"کبھی تو وعدہ خلافی کا ریکارڈ توڑ دیں۔ اس "ہوائی" آئس کریم کا ذائقہ بہت اچھا تو نہیں۔"

"امید پہ دنیا قائم ہے مائی ڈیئر!" وہ ہنستی ہوئی باتھ روم میں گھس گئی تھی۔

تیار ہو کر وہ لاؤنج میں آئی تو چائے کا دور چل رہا تھا۔ تایا جان اور چچا جان کو سلام کر کے اس نے وجدان اور حمرہ کی تلاش میں نظر دوڑائی جو وہاں سرے سے موجود ہی نہیں تھے۔ وہ لگا! نہا رہی تھی کہ سعید بھی فریش سا چلا آیا۔ گیلے سنورے بال گواہ تھے کہ وہ شاور لے کر آ رہا ہے۔

"چائے بناؤں تمہارے لئے؟" تائی جان نے پوچھا تو وہ بولا۔

"نہیں، رہنے دیں۔ چلیں کون کون جا رہا ہے؟" اس نے پوچھا تھا۔

"شفق ہی نے صبح سے ضد لگا رکھی ہے۔" چچی جان نے کہا تو شفق کے دل میں اک کھٹکا سی اٹھی تھی۔

"وجی کہاں ہے؟ ــــــ اور حمرہ؟"

"وجی کا تو ٹیچ تھا، وہ ابھی کہاں آیا ہے۔ اور حمرہ ٹیسٹ کی تیاری کر رہی ہے۔" بتایا جا رہا تھا۔ شفق کا دل کھٹا پڑنے لگا۔

"تم مجھے چلنے دو دیں۔ میں یونہی تیار ہو کے بیٹھ گئی ہوں۔"

"بیٹا پرابلم کیا ہے؟ سعید جا رہا ہے نا۔ اس کے ساتھ چلی جاؤ۔" تایا جان نے اپنے مخصوص ... کہا تو گویا اس کے سعید کے ساتھ جانے پر مہر ثبت ہو گئی۔

"... اپھر ایسا بھی آتا ہے۔" اس کا انداز بھی مارے بندھے ذمہ داری نبھانے والا تھا۔ شفق بھی ... ہوئے اٹھی تھی۔

... دونوں کو ساتھ جاتے دیکھ کر تائی جان کو بہت اچھا لگا تھا۔

"... انہیں اب گھر میں دلچسپی لینی چاہئے۔ کچن کے کاموں میں ہاتھ بٹایا کرو۔" گاڑی اسٹارٹ ... سعید کی نصیحتیں بھی اسٹارٹ ہو گئی تھیں۔

"... میں نے تم سے ساتھ چلنے کو نہیں کہا تھا۔ تم تائی جان کو انکار کر سکتے تھے۔" اس نے ناگواری ... کہا تاکہ اسے احساس ہو جائے کہ اس کے ساتھ سفر کرنا تو مجبوری ہو سکتا ہے، نصیحتیں سننا نہیں۔

... سعید نے اچٹتی نگاہ اس پر ڈالی تھی۔ سنجیدہ تاثرات لئے وہ بہت اکتائی ہوئی لگ رہی تھی۔

"میں ... امی کی کسی بات سے انکار نہیں کر سکتا۔" وہ شاید اپنی فرمانبرداری جتا رہا تھا۔

"تو پھر یہ تمہاری مجبوری ہے۔ میں وجی کے ساتھ بھی آ سکتی تھی۔" شفق نے بے خوفی سے کہا ... اپنی طرف سے اس نے سعید سے ڈرنا اور اس کے رعب میں آنا چھوڑ دیا ہوا تھا۔

"... تم اتنی بدتمیز کیوں ہو؟" تھوڑے توقف کے بعد اس نے بہت سکون سے پوچھا تھا۔ شفق ... پاؤں تک سلگ اٹھی۔

"میرے بدتمیز ہونے یا نہ ہونے سے تمہیں کیا فرق پڑتا ہے؟"

"مجھے کیا فرق پڑے گا، جس کی قسمت میں تم جیسی نوٹنکی گرل لکھی ہے۔" وہ بہت ... سے کہہ رہا تھا جیسے اس سے بہت دوستانہ روابط رہے ہوں۔

"... ہاں ــــــ مشکل تو صرف تمہی ہو جیسے۔" اسے اب غصہ آنے لگا تھا۔

"... بالکل ٹھیک۔" وہ فی الفور بولا تھا۔ "میں تمہاری طرح جذباتی اور بے وقوفانہ فیصلے نہیں کرتا۔"

"... کیا ــــــ جذباتی لوگ انسان نہیں ہوتے ہیں؟" وہ چیخ کر رہ گئی تھی۔

"... ہوتے ہیں۔ مگر دیوانہ جذباتی قسم کے۔" اس کی منطق عجیب سی تھی۔ شفق نے کوفت زدہ انداز میں ...

"... یہ کیسا کون سی بری گھڑی تھی جب میں نے صبا کی طرف آنے کا پروگرام بنایا تھا۔"

"... وہ تو کافی بری گھڑی ہی تھی۔ کیونکہ اسی وقت میری قسمت میں تمہیں لفٹ دینا لکھا گیا تھا۔" ... نے کیا دل جلانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔

"مجھے کوئی شوق نہیں تھا تم سے لفٹ لینے کا۔ صرف تایا جان کی وجہ سے میں مجبوراً تمہارے ... رہی ہوں۔"

"اور میں تو جیسے اسی دن کے انتظار میں زندہ تھا۔" معید کا انداز تمسخرانہ تھا۔

حتیٰ کا بس نہیں چل رہا تھا، چلتی گاڑی سے چھلانگ لگا دیتی۔ لفٹ دے کر تو وہ جیسے احسانِ عظیم ہی کر بیٹھا تھا اور اس سے بحث کرنے کا مطلب تھا اپنا دماغ خراب کرے۔ حتیٰ نے منہ لپیٹے خاموشی سے بیٹھی رہی ورنہ بدتمیز ہونے کا لیبل تو وہ لگا ہی چکا تھا، اب بد اخلاقی پہنا دیتا۔ اور اس کی یہ حکمت عملی مناسب ہی رہی تھی۔ اپنی منزل مقصود تک پہنچنے تک کوئی سر دردی نہیں ہوئی تھی۔

ان کا بہت تپاک سے استقبال کیا گیا تھا۔ نوفل بھی گھر پر ہی تھا۔ سو معید کی ہی رہی۔ جب کہ وہ صبا کے ساتھ صالحہ بیگم کے کمرے میں چلی آئی۔ تھوڑی دیر کے بعد چلی آئی تو خاطر مدارات کے ساتھ ساتھ باتوں کا بھی لمبا دور چلا تھا۔ واپسی پر اس نے کر اس نے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکالا ہے۔ اپنے اتنے اچھے موڈ کو وہ معید کی باتوں سے خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔ معید بھی شاید اسی موڈ میں تھا۔ اس لیے تمام میں طے ہوا تھا۔

●●●●●

شدید حبس اور گرمی کے زور کو کالی گھٹاؤں اور ٹھنڈی ہواؤں نے توڑ دیا تھا۔ دیکھتے ہی صبا کو کچن یاد آنے لگا تھا۔

وہیل چیئر دھکیلتے ہوئے نہ صرف وہ صالحہ بیگم کو لان میں لے آئی بلکہ اریبہ اور نوفل کو چائے کی دعوت دے آئی۔ چائے کے ساتھ اس نے چکن سینڈوچ اور شامی کباب فراہم کیے۔ اتنے خوب صورت موسم میں اس دعوت کو ان سب نے پسند کیا تھا۔ آج بہت دنوں کی اداسی اور پژمردگی بھی دور ہوئی تھی۔

"نوفل شادی کے بعد کچھ زیادہ ہی مصروف رہنے لگا ہے۔" اریبہ نے شکایت کی تھی۔ صبا ان سنی کر کے صالحہ بیگم کی پلیٹ میں شامی کباب رکھنے لگی۔ انہوں نے ہی دیا تھا۔

"مصروف تو وہ شادی سے پہلے بھی بہت رہتا تھا۔ ماشاء اللہ سے اتنا بڑا بزنس سنبھالنے والا ہے، تھوڑی بہت مصروفیت تو ہو ہی جاتی ہے۔ مگر اب میں نے اسے کہا کام چھوڑ کر پہلے صبا کو کہیں گھمانے لے جائے۔"

ان کی مدد پر صبا نے اطمینان محسوس کیا تھا۔ ورنہ جھوٹ بولتے ہوئے اس کی تو زبان لگی تھی۔

"اوہو ۔۔۔۔ ہنی مون کے لیے جا رہا ہے نوفل۔ کہاں کا ارادہ ہے؟" اریبہ نے خوش دلی سے پوچھا تھا۔

"میں نے تو کہا ہے کہ کچھ عرصے تک نوفل سنگاپور جا رہا ہے، ساتھ صبا کو بھی لے!

ویاں ایرم ہوتا ہے۔" صالحہ بیگم نے مسکرا کر کہا تو سینڈوچ کا نوالہ اریبہ کے حلق میں اٹک گیا۔

"کیا؟"

اس نے بے اختیار تائید طلب نظروں سے صبا کو دیکھا تو اس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ ہلا دیا۔

اسی وقت اندر سے آنے والی فون بیل کی آواز نے گویا اس کی مشکل آسان کر دی۔

"ایکسکیوز می۔" وہ اریبہ کے مزید کچھ بولنے سے پہلے ہی اٹھ کر اندر چل دی تھی۔ اس کے فون تک پہنچتے ہوئے تین ہی بار تک بیل بج چکی تھی۔

"ہیلو۔۔۔"

"کیا بات ہے؟۔۔۔ اتنی مصروفیت ہے کہ فون سننے کا بھی ٹائم نہیں؟"

اس کی نرم سی "ہیلو" کے جواب میں نوفل کی ناگواری سے پر آواز گونجی تو اس کا دل بے ترتیبی سے دھڑک اٹھا۔ پھر اس کی وضاحت سنے بغیر وہ تحکمانہ انداز میں بولا۔

"ایک گھنٹے تک میں آپ کو گھر سے پک کروں گا۔ ایک پارٹی میں جانا ہے۔"

"ہم ۔۔۔ میں ۔۔۔۔" وہ گڑبڑا گئی تھی۔

"ظاہر ہے نوفل کے ساتھ۔"

"آپ اگر کسی سے کرائے پر بیوی لیتی تو اسے لے جاتا۔ بہرحال مجبوری ہے۔" اسی ٹھنڈے لہجے میں کہا گیا تھا۔

"کیسی پارٹی ہے؟ ۔۔۔ میرا مطلب ہے کس نوعیت کی؟" صبا نے بے دلی سے پوچھا تو وہ بولا۔

"اس سے آپ کو کیا مطلب؟ ۔۔۔ آپ چھ بجے تک تیار رہیے گا۔ اینڈ دیٹس آل۔"

اپنی بات مکمل ہوتے ہی لائن ڈس کنکٹ ہوئی تو صبا ریسیور تھام کر رہ گئی۔

"نوفل صاحب بہادر، جیسے لو میرج کر کے بیٹھے ہیں۔ آفس میں بیٹھ کر حکم صادر فرما دیا۔"

"کس کا فون تھا ۔۔۔؟" صالحہ بیگم نے سرسری انداز میں پوچھا تو وہ کرسی میں دھنستے ہوئے بولی۔

"نوفل کا۔ کہہ رہے تھے شام کو تیار رہنا، کسی پارٹی میں جانا ہے۔"

"ویری گڈ ۔۔۔ بہت اچھی بات ہے۔ اسے بھی کاموں سے فرصت ملی۔" صالحہ بیگم خوش ہوئی تھیں۔ شادی کے بعد نوفل نے کسی بھی دعوت میں جانے کا نام نہیں لیا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ وہ کہیں جانے کو تیار ہوا تھا۔

اریبہ بیگم نے حاسدانہ نظروں سے بیٹی کی طرف دیکھا، جس کے چہرے سے اس کے دل کی حالت ظاہر ہو رہی تھی۔

"کتنے بجے جانا ہے؟" انہوں نے پوچھا تو وہ بولی۔

"چھ بجے تک ریڈی ہونے کا کہا ہے۔"

"پونے پانچ تو بج چکے ہیں۔" انہوں نے کلائی پر بندھی گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔
"تم جا کر جلدی سے کپڑے منتخب کرو۔ بہت اچھی طرح ڈریس اپ ہونا۔ شادی کے بعد پہلی دعوت ہے تمہاری۔"
"ابھی تو پورا گھنٹہ پڑا ہے۔" اس نے سستی کا مظاہرہ کرنا چاہا تھا۔
"اس ایک گھنٹے کا پتہ بھی نہیں چلے گا کہاں گیا۔ اوینہ کو ساتھ لے جاؤ۔ کپڑے منتخب کرنے میں ہی کتنا ٹائم لگ جاتا ہے۔" انہوں نے دلی انداز میں کہا تو صبا کو اٹھتے ہی بنی۔
اس کے بری اور جہیز کے تمام کپڑے ابھی تک پیک حالت میں ہی تھے۔ سوائے ... اور کہیں جانے کا اتفاق ہی نہیں ہوا تھا کہ ان کے استعمال کی نوبت آتی۔ اوینہ نے اس کی ایک بہت خوبصورت ساڑھی نکالی تھی۔ فیروزی شیفون کی سیاہ ساڑھی کا پلو نگوں اور موتی کے دبکے کام سے بوجھل تھا۔ ایسا ہی نفیس کام بلاؤز کی ہاف سلیوز پر بھی تھا اور گلے کی پٹی پر بھی۔
"ساڑھی تو میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں پہنی۔" اس نے صاف انکار کر دیا تھا۔
"ایسی تقریبات میں فارمل ڈریسنگ ہونی چاہیے۔ اور پھر تمہارا مقابلہ تو ڈالی کے ساتھ ہے صبا!" اوینہ کو اب کھل کر کھیلنے کا موقع ملا تھا۔ صبا ابھی اس کے اچانک حملے کے تحت ہی تھی کہ وہ مستانہ انداز میں سانس بھرتے ہوئے بولی۔
"ہاں ——— جن عورتوں کے شوہر دوسری شادی کے چکر میں ہوں ان کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔ شوہر کو اپنی طرف ملتفت کرنے کے لئے بہت کچھ کرنا پڑتا ہے انہیں۔"
اس کی بات سن کر صبا کو شدید دھچکا لگا تھا۔

اس کی طبیعت بے حد مکدر ہو رہی تھی۔
اگر ساجدہ بیگم کا خیال نہ ہوتا تو وہ کبھی بھی نوفل کے ہمراہ کہیں جانے کو تیار نہیں ہوتی۔ اس وقت نا چاہتے ہوئے بے دلی سے سہی مگر اسے تیاری کرنا ہی پڑ رہی تھی۔
"کاش مجھے پہلے ہی سے نوفل اور وڑائچ کی کمٹ منٹ کا پتہ چل جاتا تو میں کسی قیمت پر بھی اس دعوت کے لئے ہامی نہیں بھرتی۔"
اس کا دل بھر آ رہا تھا۔
سیاہ نگینوں کا خوب صورت نیکلس اس کی صراحی دار گردن کی دلکشی میں مزید اضافہ کر رہا تھا۔ سر کی ہلکی سی جنبش کے ساتھ کانوں کے آویزے ہلکورے لے کر اس کے رخساروں کو چوم رہے تھے۔ ایک کلائی دیدہ زیب طلائی چوڑیوں سے بھری تھی جب کہ دوسری کلائی کے خوب صورت کنگنوں کے ساتھ سیاہ چوڑیاں جھنکارے مار رہی تھیں۔
وہ بہت بے دلی کے ساتھ اپنی تیاری نمٹا رہی تھی۔ ڈریسنگ کی سائیڈ ٹیبل پر پڑی نوفل کی فریم شدہ تصویر پر نگاہ پڑی تو چوڑیاں کے بل ڈالتے اس کے ہاتھ ٹھٹک سے گئے۔
"کتنی آئیڈیل لگ رہی تھی یہ شادی سب کو۔
شاندار شوہر، وسیع و عریض گھر، محبت کرنے والی ساس۔ نوفل کا یہ رخ اس کے سامنے نہیں ہوتا تو وہ خود کو یہ سارا دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی تصور کرتی۔ مگر یہاں تو یہ حال تھا کہ آئینے سے بھی نظریں ملانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ اس شخص نے کس بری طرح سے اس کا استحصال کیا تھا۔
مجھے کیا ان کی خوشیوں میں خوش ہونے اور خواہ مخواہ پوز کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ انہوں نے مجھے بہت نظروں کی رکھا ہوا ہے۔"
سیاہ سینڈل کا اسٹریپ بند کرتے ہوئے اس کی سوچیں منتشر رہی تھیں۔ ایک ایسا شخص جو آپ کو کوئی اہمیت نہ دیتا ہو، جس کے نزدیک آپ کی حیثیت صرف شطرنج کے مہرے کی سی ہو اس کے ملتے کیا اس کا فرمانبرداری سے بہلانے کی بھلا کیا تک بنتی تھی؟
"پھر میں شوقیہ ہی تو نہیں جا رہی ہوں ——— صرف ایک مجبوری، جسے نہ چاہتے ہوئے بھی نبھانا ہے۔"
فائنل ٹچ اپ کرتے ہوئے اس نے اپنے جگمگاتے روپ کو بے دلی سے دیکھا تھا۔ پہلے سے

میک اپ نے بھی اس کی دلکشی میں چار چاند لگا دیے تھے۔

"کیا فائدہ اس حسن و خوبصورتی کا؟ جب شوہر ہی آپ کا نہ ہو، یہ دلکشی بے کار ہو گئی ہے۔"

سوچوں کے الاؤ میں سلگتے ہوئے اس کا جی کئی بار چاہا کہ وہ پھر سے دلہن بن کر اس کے پاس جائے۔ آج لے جائیں ذرا اپنی ذات کے آزردگی کو بھی ساتھ۔

وہ چیزیں سمیٹ رہی تھی جب نوفل آیا۔ اسے دیکھ کر پہلے تو بے اختیار ٹھٹکا پھر ناگواری سے بولا۔

"یہ کیا فضول لباس پہن رکھا ہے آپ نے؟" اس کا جملہ بہت اچانک تھا۔ اب جبکہ اس کی طرف سے کوئی ستائشی نظر یا توصیفی جملہ آنے کی توقع نہیں تھی مگر وہ اس انداز کے لیے تیار نہیں تھی۔

اپنا سلگنا چھپا کر بہت اطمینان سے بولی۔

"میرے خیال میں تو اس لباس میں کوئی بھی فضول بات نہیں۔ سب سے زیادہ نمایاں تو یہی ہے۔"

"اور میرے خیال میں یہ لباس سب سے زیادہ سراپے کو نمایاں کرتا ہے۔" وہ اس انداز سے بولا جیسے اب چاہ رہا ہو کہ وہ لباس تبدیل کر لے۔

اور واقعی ــــــ اس نے ساڑھی میں سراپے کے نمایاں ہونے والی بات بالکل درست کہی تھی۔ صبا کی خوب صورت باڈی، متناسب سراپا اور کمر پر جھولتی لمبی چٹیا ہر شے کی خوب صورتی دکھائی دے رہی تھی جیسے یہ لباس بنا ہی اس کے لیے ہو۔ حالانکہ اسے خود بھی یوں نمایاں کرنا یہ لباس پسند نہیں آیا تھا مگر نوفل کی ناپسندیدگی نے جیسے ایک ضد سی بیدار کر ڈالی تھی۔

"ایک دنیا پہنتی ہے یہی لباس۔ مجھے تو بہت پسند ہے۔" صبا نے لاپروائی سے کہا۔ "لباس پہننے کی خاطر شادی کی ہو۔"

نوفل نے ایک تیز سی نظر اس پر ڈالی تھی۔

"مگر مجھے پسند نہیں ہے۔"

"تو کیا ہوا ــــــ اس سے پہلے بھی تو بہت سے ناپسندیدہ کام مجبوراً کر رہے ہیں۔ برداشت کر لیں۔" وہ بہت پُرسکون مسکرانے والے انداز میں کہتی کمرے سے نکل گئی تو وہ بھینچ کر رہ گیا۔

گرے کلر کے ڈنر سوٹ میں ملبوس وہ خوشبوؤں میں بسا باہر آیا تو وہ لان میں صالحہ بیگم سے گفتگو تھی۔ اس کی طرف متوجہ تک نہیں ہوئی۔ اس کی خودسری نوفل کو پہلی بار محسوس ہوئی تھی۔

"ماشاء اللہ، آج تو تم دونوں کی نظر اتارنی چاہیے۔" صالحہ بیگم نے بے اختیار کہا۔ اتنے اچھے لگ رہے تھے کہ انہیں اپنی ہی نظر لگ جانے کا احتمال ہونے لگا تھا۔

[illegible] نے نوفل کی سنجیدگی اور صبا کی خاموشی کو بہت لطف اندوز ہو کر دیکھا تھا۔ ان کے تاثرات [illegible] پا رہا تھا کہ ان دونوں کی جھڑپ ہو چکی تھی یا پھر ہونے والی تھی۔ اس لباس کے متعلق نوفل کی [illegible] سے وہ بہت اچھی طرح واقف تھی اور اگر اس کے بعد بھی صبا نے یہ لباس تبدیل نہیں کیا تو [illegible] مطلب یہی تھا کہ انا اور ضد کا کھیل شروع ہو چکا تھا۔

"[illegible] بے کار ہے اور وہ لباس مت پہننا۔ آئی ڈونٹ لائک اٹ۔" گھر سے گاڑی [illegible] بہت سرد مہری سے گویا ہوا تھا۔

[illegible] جھنجلا اٹھا تو گویا وہ ابھی تک وہیں اٹکا ہوا تھا۔

"اگر آپ مجھے ساتھ نہیں لے جانا چاہتے تو صاف کہہ دیں۔ مگر آپ کو میری انسلٹ کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔" اس نے مضبوط لہجے میں کہا تو وہ تلخی سے بولا۔

"یہ بہت لیگر بات ہے۔ مجھے صرف ماما کی خوشی کا خیال ہے اور ان کا دھیان سنگاپور کے ٹرپ [illegible] جانے کے لئے ان پارٹیز میں مصروفیت ضروری ہے۔"

[illegible] کا دل جل کر خاک ہو گیا۔ کیسے لمحوں میں مٹی کر دیتا تھا یہ شخص۔

"مجھے بھی صرف انہی کا خیال ہے۔ ورنہ اپنی عزت نفس سے بڑھ کر مجھے کچھ عزیز نہیں۔" اس [illegible] لہجے میں لرزش نہیں آنے دی تھی۔

"[illegible] بات چاہے کیسے بھی ہوں، اب آپ میری واقف ہیں۔ اس لئے آپ کو میری پسند کے مطابق ہی زندگی گزارنی ہے۔" وہ اسی سرد انداز میں بولا تو اس کی انا انگڑائی لے کر بیدار ہونے لگی۔

"جہاں رشتے سودے کے انداز میں طے ہوئے ہوں، وہاں پسند ناپسند نہیں دیکھی جاتی۔" اس [illegible] اپنے لہجے کی تلخی کو نہیں چھپایا تھا۔

نوفل کو اس کے لب و لہجے پر خفیف سا جھٹکا لگا تھا۔ [illegible] ہوتے ہوئے بھی وہ "سب اچھا" کی متمنی تھی۔

"مجھے شوہر کے ساتھ خوامخواہ بحث کرنے والی عورتیں بالکل پسند نہیں۔" وہ سرد مہری سے بولا [illegible]

"آپ کو تو میں ہی پسند نہیں......" وہ بے اختیار کہتے ہوئے جملہ ادھورا چھوڑ کر توقف کے بعد [illegible] "مجھ سے بات کرتے ہوئے آپ دھیان میں رکھا کریں کہ ہماری لو میرج نہیں ہے۔ اور آپ [illegible] بیگم "مقصد" کی خاطر مجھ سے شادی کی ہے۔"

[illegible] چڑھا کیا ہوا تھا، وہ یک لخت اس کی بات کے جواب میں ہنس دیا جیسے اس کی بات نے بہت [illegible] پھر جتانے والے انداز میں بولا۔

"[illegible] میں کسی بھی وقت نہیں بھولتا۔ آپ بے فکر رہیے۔ اگر آپ کو تنگ کرتا ہوں تو صرف اس لئے [illegible] میرا نام آپ کے نام کے ساتھ منسلک ہو چکا ہے۔ آپ کی ہر "کی جیسی" میرے ہی نام [illegible] جائے گی۔"

"اس میں بھی اگر میرا قصور ہے تو بتا دیں۔ میں نے تو آپ کے لئے یہ پروپوزل نہیں بھیجا تھا" صبا کو رونا آنے لگا۔ بہت کنٹرول کرتے ہوئے بھی آواز بھرا گئی۔

نوفل کی رگوں میں طمانیت دوڑنے لگی۔

کوئی ساتھ چل رہا ہو، سنگ رہا ہو، تو دوسراہٹ کا احساس بہت تقویت دیتا ہے۔ وہ بھی اطمینان کے حصار میں تھا۔

روشنیوں سے جگمگاتے اور رنگ و بو سے مہکتے لان میں داخل ہوتے وقت وہ نروس سی ہو گئی۔ زندگی میں پہلی بار کسی مرد کے ساتھ پارٹی اٹینڈ کر رہی تھی۔ اس کا گھبرانا اور جھجکنا نوفل نے بھی محسوس کر لیا تھا۔

"بی کانفیڈنٹ، میرے فرینڈز اور سرکل کے لوگوں کی پارٹی ہے۔"

سب کی نظریں اب ان پر تھیں، شاید اسی لئے وہ مسکرا کر اسے حوصلہ دے رہا تھا۔

"ہیلو گڈ بوائے!" پچاس، پچپن برس کا سوبر سا شخص نوفل سے بہت پرجوش انداز میں ملا تھا۔ دونوں کے مابین رسمی کلمات کا تبادلہ ہوا۔ اس کے بعد صبا کے تعارف کی باری آئی تھی۔

"یہ ڈالے کے ڈیڈی ہیں۔" وہ خوش اخلاقی سے کہہ رہا تھا۔ انہوں نے توصیفی انداز میں دیکھتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا۔

"یو آر ویری لکی گڈ بوائے!"

"ابھی تک یہ طے نہیں ہو پایا کہ ہم دونوں میں سے کون لکی ہے انکل!" وہ کہہ رہا تھا۔ ڈالے دور ہی سے شور مچاتی ان کے ناموں کے نعرے لگاتی چلی آئی۔

"سچ مچ تم وی آئی پی ہو نوفل احمد! کب سے ہم لوگ تمہارا انتظار کر رہے تھے۔" اس کے لہجے میں شکوہ سمویا تھا۔ پھر صبا کو گلے لگا کر پیار سے بھینچتے ہوئے بہت شرارت سے بولی تھی۔

"مگر صبا کو دیکھ کر اندازہ ہو رہا ہے کہ تمہیں دیر کیوں ہو گئی۔"

اس کے اس قدر کھلے انداز پر صبا کو اپنی پیشانی تپتی محسوس ہوئی تھی۔ اوپر سے نوفل کا بھرپور قہقہہ اس کے کانوں کی لوؤں تک سرخ کر گیا تھا۔

"تو ان میں 'ایسی' باتیں بھی ہوتی ہیں۔" اس نے سوچا۔

"سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں ـــــ جن کے آنر میں پارٹی دی گئی ہے، وہی موجود نہیں، باقی تو سب کے آ چکے۔" وہ صبا کا ہاتھ تھامے آگے بڑھنے لگی۔

"ان کا ذرا دھیان رکھنا۔ نہ صرف اس طرح کی پارٹی اٹینڈ کرنے کا بلکہ ساڑھی پہننے کا بھی تجربہ ہے ان کا۔" نوفل کی تنبیہ میں صبا کو سراسر اپنی تضحیک کا پہلو نظر آیا تھا۔ جب کہ ڈالے اپنے مخصوص بشاشت بھرے انداز میں ہنسی کا پیالہ چھلکا گئی تھی۔

"ہاؤ سوئیٹ۔" ڈالے اسے ساتھ لئے سب سے متعارف کرا رہی تھی۔ صبا کو اندازہ تھا کہ ان سب میں نوفل کی شخصیت بہت پسندیدہ تھی۔

گھبراہٹ اور جھجک کو خاموشی اور ہلکی سی مسکراہٹ کے پیچھے چھپائے وہ بہت پراعتماد دکھائی دینے کی کوشش کر رہی تھی۔ اتنے ڈھیر سارے مردوں کو پارٹی میں شریک دیکھ کر اسے اپنے ساڑھی باندھنے کے فیصلے پر شدید ندامت ہو رہی تھی۔ حالانکہ وہاں کئی اور خواتین بھی اسی لباس میں ملبوس تھیں مگر ان کے بلاؤز کی چوڑائی، گلے کی گہرائی اور آستینیں نمارد دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ ان کا اس ندامت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے جو صبا کو گھیرے ہوئے تھی۔

ڈالے سے معذرت کرتی وہ ایک سائیڈ پر آ بیٹھی تھی۔ ویٹر اس کے سامنے مشروب کا گلاس رکھ گیا تھا۔

وہ خاموشی سے رنگ و نور کے اس سیلاب کو دیکھ رہی تھی۔

بے فکر مرد، ہنسی کے جام چھلکاتی لڑکیاں، بے باک قہقہے۔

اسے یکلخت عجیب سا لگنے لگا۔ احساس تنہائی شدت سے اپنی لپیٹ میں لینے لگا۔ قسمت اسے کس موڑ پر لے آئی تھی۔ اس نے دیکھا کچھ لوگ محفل سنبھالے بیٹھے تھے جب کہ کچھ گروپس کی شکل میں کھڑے باتوں اور ہنسی مذاق میں مصروف تھے۔

اس کی نگاہ بھٹکتی ہوئی ڈالے پر جا ٹھہری۔ نوفل کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے وہ سامنے کھڑے لڑکے کو جانے کیا بتا رہی تھی اور اس لڑکے کے ساتھ ساتھ خود نوفل بھی ہنس رہا تھا۔ کتنا اچھا لگ رہا تھا وہ یوں ہنستا ہوا۔ جیسے سردی کی دھوپ، گرماہٹ اور نرماہٹ کا احساس لئے۔ صبا کے دل میں ایک تکلیف کا احساس جاگزیں ہونے لگا ـــــ کس قدر استحقاق سے ڈالے نے اس کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔

"اور واقعی، اس کے ساتھ کھڑے کس قدر مکمل لگتے ہیں نوفل احمد" اس کا دل بھر آیا تھا۔ اگر ممکن ہوتا تو وہ یقیناً خوب رو کر دل کا بوجھ ہلکا کر لیتی۔

مشروب کا گلاس ہاتھ میں تھامے وہ الٹی سیدھی سوچوں کے حصار میں تھی۔ اسے پتہ بھی نہیں چلا کب نوفل اس کے پاس چلا آیا۔

"خیریت؟"

اس کے پوچھنے پر وہ چونک کر دیکھنے لگی۔

"یہ پارٹی ہمارے آنر میں دی گئی ہے اور آپ تمام ایفی کیسیز بھلائے یہاں بیٹھی ہیں۔" وہ اس لاتعلق رویے کا احساس دلانے کے لئے تنبیہی انداز میں کہہ رہا تھا۔ اور وہ تو یوں بھی بھری بیٹھی تھی، اندر کا لاوا پھٹ پڑنے کو بے چین تھا۔ نوفل کا کہنا سونے پہ سہاگہ ہو گیا۔

"ڈالی ہارون تو میں کبھی بھی نہیں ہو سکتی کہ آپ کا ہاتھ، ہاتھوں میں لئے سب کے درمیان گھومتی رہوں۔" خود پر ضبط کرتے ہوئے بھی اندر کی گھٹن تلخ جملے کی صورت ہونٹوں سے پھسل گئی تھی۔

"مطلب ـــــ؟" وہ تحیر سے اسے دیکھنے لگا۔

"مجھے نہیں پتا کہ میں آپ کو کمپنی دیتی پھروں۔ اچھی لگ رہی ہے ڈالے آفریدی آپ

کے ساتھ۔ مجھے آپ جیسی بیٹا رہنے دیں۔“ اب کی بار اس نے سیدھے سبھاؤ ایک کیا تو
”مائی گاڈ۔“ نوفل بے اختیار کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ جو کچھ وہ کہنا چاہ رہی تھی وہ اچھی طرح سمجھ میں آ گیا تھا۔ اس نے قدرے دھیان سے صبا کے تاثرات سے جھلکتی ناگواری کو جانچا تو طمانیت آمیز لطف غالب آنے لگا۔ یکلخت ہی اس کا موڈ بدل گیا۔

”چاہنے کو تو دل بہت کچھ چاہتا ہے۔ مگر مجبوری یہ ہے کہ اپنا امیج بھی برقرار رکھنا ہے۔“

”اُف اس قدر خود پسندی۔“ صبا دکھ کے حصار میں گھری اسے دیکھنے لگی تو تمسخر کی جھلکیاں اور آنکھوں کا طلسم جکڑنے لگا۔ وہ بے بس سی پلکیں جھکا کر رہ گئی تھی۔

”چلیں آئیں میرے ساتھ۔ اگر میں رسم دنیا نبھا سکتا ہوں تو آپ بھی۔“ وہ تحکمانہ انداز کہہ رہا تھا۔ صبا کے کانوں میں شائیں شائیں کی آوازیں آنے لگیں۔ ایک جملے ہی میں وہ اس کے درمیان موجود رشتے کی وضاحت کر گیا تھا۔ باقی تمام وقت وہ مہمانوں پر زندگی کا لطف مشینی انداز میں اس کے ساتھ ادھر اُدھر گھومتی پھرتی سب سے ملتی رہی تھی۔ مگر اندر سے ٹوٹ گیا تھا۔ بہت سی امیدیں، خواب اور شاید دل بھی۔

”میڈم! اگر میرے حلقہ احباب میں اتنا فضول کپل ہوتا اور میں کسی ایڈورٹائزنگ کمپنی کا مالک ہوتا تو پہلی فرصت میں اس کپل کو اپنے ایڈ میں بک کر لیتا۔“ یہ بولڈ سا کمنٹ اسد رانا کا تھا، آفریدی کی ایجنسی سے منسلک وہ بہت قابل فوٹوگرافر تھا۔ نوجوان اور پُرجوش۔

”تمہارا کیا خیال ہے، میں اتنی بدذوق ہوں؟ میں تو نوفل کی منتیں کر کر کے تھک گئی ہوں اسے اپنی پرسنالٹی کا زیادہ ہی احساس ہے۔“ ژالے نے اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ راز کھولا۔

وہ سب اس وقت ڈنر سے فراغت کے بعد مہمانوں سے رخصت پا کر ژالے آفریدی کے خوبصورت ڈرائنگ روم میں دوستانہ سی محفل جمائے بیٹھے تھے۔ حالانکہ وہ سب ژالے کے حلقہ میں شامل تھے مگر نوفل کے ساتھ ان کی بے تکلفانہ گفتگو سے صبا کو اندازہ ہو رہا تھا کہ نوفل کے ژالے آفریدی کے ساتھ کافی ”گہرے“ تعلقات تھے۔

”نہیں بھئی، اب انکار تو نہیں کروں گا۔ بلکہ میں تو تمہاری طرف سے کسی بہت اچھی آفر کے انتظار میں ہوں۔“ نوفل کا مسکراتا ہوا جواب اس قدر غیر متوقع تھا کہ ژالے خوشی آمیز حیرت زدہ ہونے لگی۔

”آر یو جوکنگ نوفل؟“

”ناٹ ایٹ آل۔ سوچ رہا ہوں جہاں اتنے سارے تجربات کر لیے وہاں ایک یہ بھی کر لوں۔“ وہ اب بھی پُرسکون تھا۔ جب کہ اس کے ساتھ بیٹھی صبا کے پہلو میں تلاطم سا مچ گیا۔

”تو اب قربت کے نئے بہانے تلاشے جائیں گے۔“

”نہیں بھئی۔ یہ تجربہ اب اتنی آسانی سے نہیں ترا شے ہوگا۔ آخر آپ اب ہم ویک اسپنڈ ہو۔“ ژالے نے شرارت سے کہا تھا۔

”آپ بے شک کہیں میڈم! میں تو پورے کپل کو اگلے ایڈ کی آفر دوں گا۔“ اسد رانا نے اپنے مخصوص انداز میں کہا تو ژالے نے مسکراتے ہوئے صبا سے پوچھا۔

”کیا خیال ہے پھر صبا! کیا تم اس آفر میں انٹرسٹڈ ہو؟“

وہ ابھی نوفل ہی کے جواب سے سنبھلی نہیں تھی، اب کی بار واضح طور پر گڑبڑا گئی۔

”ہم آپ ژالے ــــ شی از ناٹ۔“ نوفل نے بہت اعتماد کے ساتھ اس کی طرف سے جواب دیا۔

”سچ ہے بھئی۔ یہ اپنی وائف کے لیے بہت پوزیسو ہے۔“ ژالے نے ان سب کے علم میں اضافہ کیا تھا اور وہ اپنی بیوی کے لیے کتنا پوزیسو تھا یہ صبا کو واپسی پر اندازہ ہو گیا تھا۔

”عورت کا کام گھرداری کرنا ہوتا ہے۔ نہ کہ ایکسٹرا ایکٹیویٹیز میں حصہ لینا۔“ پتہ نہیں وہ اپنا نقطہ نظر بیان کر رہا تھا یا صبا کو کچھ سمجھا رہا تھا۔ مگر وہ ابھی خاصی تپ اٹھی تھی۔ بظاہر بہت رسان سے پوچھا۔

”تو پھر آپ ژالے آفریدی کو کس کیٹیگری میں شامل کرتے ہیں؟“

”وہ ـــ شی از اے پرفیکٹ لیڈی۔“ اس کے لہجے کی شگفتگی اور ستائش صبا نے بہت اچھی طرح محسوس کی تھی۔ وہ بہت ٹھنڈی طبیعت کی مالک تھی۔ اس میں جلن کا مادہ نہیں تھا۔ مگر ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا یہ شاندار سا شخص اپنے رویوں سے اسے جلا بھی رہا تھا اور سلگا بھی رہا تھا۔ یہ شخص جس کے ساتھ اتنا اٹوٹ رشتہ ہونے کے باوجود کوئی رشتہ نہیں تھا۔ تھک کر سیٹ سے پشت ٹکاتے ہوئے کھڑکی سے باہر بھاگتے دوڑتے مناظر دیکھنے لگی۔

●●●●●

تھوڑا وقت ہی سہی، مگر اویشہ نے اس ریسٹورنٹ کا پتہ چلا لیا تھا جہاں عماد روزانہ لنچ کرتا تھا۔ سامنے ہی کی ٹیبل پر تو وہ بیٹھی تھی۔ عماد کو کیوں نہ دکھائی دیتی۔ وہ حیران سا اس کی طرف آیا جو اب نجانے کس ایکٹنگ میں مصروف تھی۔

”تم یہاں کیسے؟“ ہیلو، ہائے کے بعد وہ حیرت سے پوچھ رہی تھی۔ عماد بے تکلف کرسی گھسیٹتا اس کے مقابل بیٹھ گیا۔

”یہی بات تو میں تم سے پوچھنے لگا ہوں کہ تم یہاں کیسے؟ اور ساتھ کون ہے؟“ مسکراتے ہوئے عماد نے پوچھا تھا۔

”میرے ساتھ کون ہوگا؟ کوئی بھی تو نہیں ہے۔“ وہ اداس سی ہو گئی تو عماد بھی سنجیدہ ہو گیا۔

”کیا بات ہے اویشہ! ـــ آر یو او کے؟“

”ہاں ـــ ٹھیک ہوں میں۔“ وہ مبہم سا مسکرائی۔ مگر اس کے تاثرات اس مسکراہٹ کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

”اتنی اداس کیوں ہو رہی ہو؟ ـــ بہت بجھی بجھی سی لگ رہی ہو۔“ گزرے دنوں میں ان کی

بے تکلفی کافی بڑھ گئی تھی۔ سو عماد کا انداز بھی دوستانہ ہی تھا۔

"اچھا ـــــــ اتنا جان گئے ہو مجھے؟" وہ ہنس دی تھی۔

"اتنا تو جان ہی گیا ہوں کہ تمہاری خوشی اور غم کا اندازہ کر سکوں۔" وہ شرارت سے کہہ

"دعوے سے کہہ رہے ہو یا یونہی خوش فہمی پال رکھی ہے؟" اریبہ نے لطیف سا طنز کیا تو

سا قہقہہ لگا بیٹھا۔

"اب یہ بتاؤ کہ تم اس وقت یہاں کس حیثیت سے ملنے آئے ہو؟" اریبہ نے اس سے پوچھا۔

"خدا کو مانو یار! یہ میرا لنچ آور ہے۔ اور میں ہمیشہ اسی ریسٹورنٹ میں لنچ کرتا ہوں۔"

چیلنج کرنے والے انداز میں بولا تو وہ ہنس دی۔

"اب تم بتاؤ، تم اکیلی یہاں کیسے؟" وہ تجسسانہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔ وہ سنجیدہ سی ہو گئی۔

"میں یہاں کسی کی بے وفائی بھگت رہی ہوں۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکا تھا۔

"مطلب یہ کہ کوئی وعدہ کر کے آیا ہی نہیں ہے۔" وہ قدرے رنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔

سا گیا۔

"کس کی بات کر رہی ہو تم؟"

"اوہ ـــــــ تم پتہ نہیں کیا سمجھ رہے ہو۔" وہ پھیکے سے انداز میں ہنس دی تھی۔ "میں

دوست کی بات کر رہی ہوں۔ آج میرا برتھ ڈے ہے، جو مجھے اس کے ساتھ سیلیبریٹ کرنی

اس کا فون آیا کہ وہ آ نہیں سکتی۔ سو اب میں بھی واپس جا رہی تھی۔"

"اوہ ـــــــ" عماد کو تاسف ہوا تھا۔ "کافی بے وفا دوست رکھے ہوئے ہیں تم نے۔

ہنی ہیپی ریٹرنز آف دی ڈے۔"

"تھینکس۔" وہ ڈھنگ سے مسکرا بھی نہیں پائی تھی۔

"کم آن اریبہ! ڈونٹ بی اپ سیٹ۔ میں بھی تو تمہارا دوست ہوں۔ کیا مجھے تمہارا برتھ ڈے سیلیبریٹ

کرنے کا حق نہیں ہے؟" وہ بہت خوش دلی سے کہہ رہا تھا۔

"لیکن........"

"اوہ، کم آن۔ ڈونٹ بی سو فارمل۔" وہ بے پرواہی سے کہتا ویٹر کو بلانے لگا۔ اسے کیک کا آرڈر

دیا اور اپنی اور اریبہ کی پسند کی چند دوسری کھانے کی اشیاء نوٹ کرائیں۔ ویٹر کے جانے کے بعد وہ اس

پر متوجہ ہونے لگی۔

"عماد! پلیز، میں کوئی بچی نہیں ہوں۔ اس سارے کی بھلا کیا ضرورت ہے؟"

"تمہیں صرف اس سیلیبریشن پر اعتراض ہے یا میرے ساتھ سیلیبریشن پر؟" وہ بہت سنجیدگی سے

پوچھ رہا تھا۔

اریبہ کے اندر بڑھتا اطمینان ہلکی سی مسکراہٹ کی صورت میں اس کے لبوں پر بکھر گیا۔

"کبھی پوچھی بھی نہیں۔"

"پوچھنے والی بات۔" وہ شگفتگی سے ہنس دیا تھا۔

"ایک بات پوچھوں عماد! اگر تم مائنڈ نہیں کرو تو؟" اس نے جیسے بہت جھجک کر پوچھا تھا۔

"پوچھو۔" وہ سکون سے بولا۔

"کیا مجھے پھر سے یاد دلانا پڑے گا کہ ہم بہت اچھے دوست ہیں؟"

"وہ تو ٹھیک ہے، لیکن اصل بات تو یہ ہے کہ اب میرا محبتوں پر سے یقین ہی اٹھ گیا ہے۔ محبت کی آڑ میں

مجھے اس قدر کریہہ جذبے کا سامنا کرنا پڑا ہے کہ اب یہ سب ـــــــ کہیں تم مجھ پر ترس کھا کر یا

ہمدردی کی وجہ سے تو......" اس کی اداکارانہ صلاحیت عروج پر تھی۔ اگر عماد کو اس کے خیالات کی

بھنک بھی پڑ جاتی تو وہ اسی وقت اس پر دو حرف لعنت کے بھیج کر جا چکا ہوتا۔ مگر اس کے برعکس وہ

اس کی "ذہنی حالت" سے بہت متاثر ہوا تھا۔ صاف شفاف نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پُرسکون انداز

میں بولا۔

"کس بات کا ترس؟ کیسی ہمدردی؟ نہ تو تم اپاہج ہو اور نہ ہی ترس کھانے کے قابل۔

صرف جسمانی معذوری ہی تو قابل رحم نہیں ہوتی عماد!" وہ نظریں جھکائے کہہ رہی تھی اور عماد

اس کی بات سمجھنے میں وقت پیش نہیں آئی تھی۔ قدرے توقف کے بعد اس نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"میرے لئے صرف یہ اہم ہے کہ تم آج کیا ہو۔ جس طرح تمہیں میرے ماضی سے دلچسپی نہیں، اسی

طرح مجھے بھی تمہارے ماضی سے کوئی غرض نہیں۔ تم میرے لئے اتنی ہی ریسپیکٹ ایبل ہو جتنا

کوئی دوست ہو سکتا ہے۔"

"مگر یہ لوگ تو......" وہ کچھ کہنے لگی تھی مگر عماد اس کی بات کاٹ کر سنجیدگی سے بولا۔

"لوگوں کی تو ایسی کی تیسی۔ جتنا یہ لوگ دوسروں کی زندگیوں میں تاک جھانک کرنے میں

لگے رہتے ہیں، اگر اتنا اپنے گرد و پیش پر لگائیں تو اپنے کافی مسائل حل کر لیں۔"

"میں نہیں چاہتی عماد! کہ میری وجہ سے کوئی ہماری دوستی پر اعتراض کرے۔" اس نے دزدیدہ

نظروں سے عماد کے چہرے پر چھائی سنجیدگی کو جانچا تھا۔

"بلاوجہ کی بات نہ کرو۔" اس کی سنجیدگی میں اب خفگی کا عنصر بھی شامل ہو گیا تھا۔ "اور ایک بات تم بھی

یاد رکھو کہ تم صرف اور صرف خود ترسی کا شکار ہو۔ بتاؤ مجھے، کس بات کی کمی ہے تم میں؟"

"ہمم ـــــــ کبھی مجھ سا کانفیڈنٹ بھی کوئی نہیں ہوتا تھا۔ مگر ڈائیوورس والے حادثے کے بعد

تو جیسے میں بالکل خالی ہو کر رہ گئی ہوں۔" اس کی آنکھوں میں چمکنے والی نمی عماد کے لئے بہت

تکلیف دہ تھی۔

اس کا واسطہ آج تک لڑکیوں کی جس قوم سے پڑا تھا وہ سب شوخ و چنچل، لاپرواہ اور آزاد طبع کی

تھیں۔ ایسے میں اریبہ کا دھیما پن اور سوز دل پر شدت سے اثر انداز ہوا تھا۔

"یہ بات ہے اریبہ! ـــــــ سو واٹ؟" وہ ٹیبل پر دونوں ہاتھ ٹکائے ہوئے اپنے لفظوں پر زور

دے کر بولا تھا۔

"اس حادثے سے تمہاری زندگی ختم تو نہیں ہوئی۔ بلکہ زندگی کا ایک دور ختم ہوا اور ا... ہوا ہے۔ زندگی تو مسلسل حرکت کا نام ہے، تجربات و مشاہدات کا نام ہے۔ تھک ہار کر... موت کی علامت ہے۔"

"اور اگر دل ہی مردہ ہو جائے تو؟" وہ بڑی کامیاب اداکاری کر رہی تھی۔

"تمہارے دل کو تو میں دیکھ لوں گا۔ فی الحال تو کیک آ رہا ہے۔ اسے حلال کر... کرو۔" عماد نے ویٹر کو کیک سمیت آتے دیکھ کر ہلکے پھلکے انداز میں کہا تو وہ بھی مسکرا دی۔

"آج سے تم اپنی پچھلی زندگی بھول کر ایک بالکل نئی زندگی کا آغاز کرو اور دعا کرو... زندگی کے ناخوشگوار لمحات کو تم خواب سمجھ کر بھول جاؤ گی۔" وہ کیک پر لگی کینڈل جلاتے ہو... مخلصی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

سیاہ پینٹ، وائٹ شرٹ پر سرخ پھول دار ٹائی باندھے، شرٹ کی آستینیں کہنیوں تک موڑ... اسے مضبوط سراپے اور کھڑے نقوش کی وجہ سے کسی طور پر نظر انداز کیے جانے کے قابل نہ... تھا مگر جب آنکھوں پر فریب کی پٹی بندھی ہو تو سامنے لگے آئینے میں اپنی شکل دکھائی نہیں... حقیقت۔

"اوکے سر۔" ادینہ نے بھی خوش دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے چھری ہاتھ میں تھام لی تھی... سوچ کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے مدھم لہجے میں بولی۔

"زندگی میں پہلی بار مجھے اتنا اچھا اور مخلص دوست ملا ہے عماد! اور مجھے یقین ہے کہ ہم... اس دوستی کے تقاضوں کو بہت اچھی طرح نبھائیں گے۔"

"یقیناً۔" وہ فوراً بولا تھا۔ ادینہ نے طمانیت محسوس کرتے ہوئے چھری کے ساتھ... ڈالا۔ پھر ایک اچھا سا پیچ کیا گیا تھا۔

"تمہارا گفٹ مجھ پر ادھار ہے۔" وہ وعدہ کر رہا تھا۔

"عماد! اتنا ہی بہت ہے۔" اس نے کہنا چاہا مگر وہ کیک کے پیس پلیٹ میں رکھتا اسے ٹوک...

"دوستی کے اصولوں سے تم سے زیادہ اچھی طرح واقف ہوں۔ اس لیے تم خاموش رہو۔"

"یہ اچھی رہی۔" وہ ہنس دی تھی۔

"چلو میں تمہیں ڈراپ کر دوں۔" اس نے آفر کی تو ادینہ نے بلا تامل اس کی آفر قبول کر...

●●●●●

وہ پلاسٹر آف پیرس کے اسی خالی ہاتھوں والے مجسمے کے سامنے کھڑی تھی۔ اس کے ہا... انگلیاں پھیرتی وہ جیسے کہیں دور نکل گئی تھی۔ کتنی مشابہت ہے ہم دونوں میں۔ بظاہر کوئی کمی نہ... ہوتے بھی کتنی "کمی" کی ہے یہ۔ شاید دیکھنے والی نظر تو محسوس بھی نہ کر پائے۔

"میں تو تمہارا نقصان کر کے کتنی ہی دیر شاکڈ رہی تھی۔ ایک بے جان مجسمے کے لیے آ...

... وہ یہاں ایک پیچھے بھاگتے دل کو توڑ کر نوفل احمد کس قدر پرسکون ہے۔" اس نے بنا آواز ... ٹوٹ کر بکھر گیا تھا۔

... پہلا ہو چکا ہو کر بھی توڑ دیتیں۔ آپ کا حق تھا۔ برتر کے مقابلے میں کمتر تو ہمیشہ ہی شکست ... آپ جانتا ہے۔" نوفل کا لہجہ کہیں آس پاس ہی مہکا تھا۔

... کون سی برتری؟ — کیسی برتری نوفل احمد؟ — روز بروز میں تو کمتر ہوتی جا ... اور تم اس کمپلیکس سے محفوظ ہو رہے ہو۔ کاش تمہارا وہ روپ سچ ہوتا۔" اس کی آنکھوں میں نمی ... اتر آئی تھی۔

... ہوئے پر کھٹکے کی آواز سن کر وہ چونکی ضرور مگر پلٹی نہیں تھی۔

... بالکل ہو دیا احتیاط کیجیے گا۔ آپ کو تو یوں بھی بہت کچھ توڑنے کی عادت ہے۔" نوفل کی آواز ... نے ساکت کر دیا تھا۔ چند لمحوں کے بعد وہ پلٹی تو وہ بستر پر بیٹھا شوز اتار رہا تھا۔

... نقصان کا تاوان بھر رہی ہوں آج۔" بلا کا صبر رکھنے والی صبا کو لگ رہا تھا جیسے ضبط کا یارا نہ ... تھا۔

... بہت چاہے دنیا کا ہر ظلم برداشت کرے مگر شوہر کی بے اعتنائی اور بے پروائی کی مار نہیں سہہ ... اس سے بڑی تذلیل اور کچھ نہیں لگتی کہ شوہر اسے ایک نظر کے قابل بھی نہ سمجھتا ہو۔

"لیکن آپ کا خیال ہے کہ اس گلاب کے بدلے میں آپ کو یہاں لایا ہوں؟" اس نے بھنویں ... اٹھا کر عجیب انداز میں اچکاتے ہوئے پوچھا پھر ہلکا سا مسکراتے ہوئے بولا۔

"تو ویسے اس کے بدلے میں تو میں اتنی ہی خوبصورت چیز لا کر یہاں رکھوں گا جو اس کمرے کی ... خوب صورتی میں مزید اضافہ کر دے۔"

"اس دنیا میں خوب صورتی، خوب صورت چہروں کے باعث نہیں ہے، خوب صورت رویوں کے ... سبب ہے اور کبھی موقع ملے تو اپنی بدصورتی پر بھی غور کیجیے گا۔" وہ چیخ کر بولی تھی۔

"اچھا۔" اس کے انداز سے محظوظ ہوتے ہوئے وہ ہلکا سا قہقہہ لگا بیٹھا تھا۔ فارمل ... ڈریس شرٹ میں ملبوس، ٹائی کی ناٹ کھولے وہ تھکا ہوا ہونے کے باوجود بہت موڈ میں تھا یا پھر شاید ... اسے جلاتے ہوئے وہ یونہی طمانیت محسوس کرتا تھا۔

"مجھے اپنی قدر و قیمت کا بہت اچھی طرح اندازہ ہے۔ اور قدر و قیمت صرف باحیثیت چیزوں کی ہوتی ہے۔"

"یہ آپ کا دکھاوا ہے۔ اور جس دن آپ کا اصلی چہرہ لوگوں کے سامنے آئے گا اس دن آپ ... کی اپنی قدر و قیمت کا بھی پتہ چل جائے گا۔" وہ اندر ہی اندر ٹوٹ پھوٹ کی زد میں تھی۔ مشتعل سی ... ہو کر اس سے کافی فاصلے پر اپنا ہاتھ کھڑا ہوا۔

"آپ اسے دکھاوا کہہ رہی ہیں جب کہ لوگ مجھے ایک بہت اچھا بزنس مین کہتے ہیں۔" اس ... نے مسکرا کر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ جتانے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔ صبا کو لگا وہ

زمین میں دھنستی چلی جا رہی ہو۔
آنکھوں میں چمکتی نمی نے اس کے وجیہہ مردانہ نقوش کو گدلا کر دیا تھا۔
"آپ میرے ساتھ یہ گیم نہیں کھیل سکتے۔ آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا۔" آنسوؤں کا
حلق میں پھنسنے لگا تھا۔
"اس کے لئے تو پہلے مجھے آپ کی اجازت تھی اور شرعی اب ہے۔" وہ بولا اور
سگریٹ کا پیکٹ نکال کر اس نے سگریٹ لبوں میں دبائی اور لائٹر سے اسے شعلہ دکھانے لگا
"میں بھی سب کو آپ کی اصلیت بتا دوں گی۔ اس کے لئے مجھے بھی آپ کی اجازت کی
ضرورت نہیں ہے۔" وہ سراپا جل رہی تھی۔
"ایسا گیم کھیلنا بہت دل گردے کا کام ہے۔ اگر آپ ایسا کر سکتی ہیں تو بصد شوق۔"
کش لگانے کے بعد اسے انگلیوں میں دبا کر ہونٹوں اور نتھنوں سے دھواں خارج کرتے ہوئے
کہہ رہا تھا۔
"اب آپ کو اپنی بہن کی بربادی کا کوئی غم نہیں ہے؟" صبا کا بس نہیں چل رہا تھا
لے آئے۔
"آپ کے حوصلے سے بھی میں بہت اچھی طرح واقف ہوں۔" وہ زیر لب مسکرایا تھا
اور واقعی وہ اپنے حوصلے سے تو صبا بھی واقف تھی۔ وہ تو مر کر بھی نفس اور تکیں کی ہتک
جا نہیں کر سکتی تھی۔ یہ حوصلہ تو صرف نوفل احمد ہی میں تھا۔ کتنے آرام سے اس نے اندازہ
تھی۔ صبا میری جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو اب تک دونوں گھر بربادی کی زد میں ہوتے۔
"اتنا جان لیا مجھے مگر میری قدر نہیں پہچانی۔" اس کے دل میں طوفان سا اٹھنے لگا۔
"آپ نے ثنا سے شادی کیوں نہیں کر لی؟" اس کے تیکھے لہجے پر نوفل نے بغور
اسے دیکھا تھا پھر بہت آرام سے بولا۔
"جن کے ساتھ ساری عمر کا تعلق ہو ضروری تو نہیں کہ ان سے شادی ہی کی جائے۔ یہ
دوسرے کے دل میں رہنے کے احساس کا نام ہے۔"
"آپ تو محبت کا نام بھی مت لیا کریں۔ آپ کا تو اس جذبے سے دور کا بھی واسطہ
وہ بھڑک اٹھی تھی۔
"آپ کو کیسے پتہ چلا صبا بی بی؟" وہ اس کے انداز سے بہت محظوظ اس کے پاس
ہوا تھا۔ پھر اس کی نگاہ کو گرفت میں لے کر بولا۔
"آپ نے بتائی کہاں ہے میری محبت کو؟" اس کا لہجہ بہت ٹھہرا ہوا تھا۔ ...
سگریٹ کی خوشبو آن واحد میں صبا کو اپنی لپیٹ میں لے گئی تھی۔ اوپر سے اس کے لفظوں کا
ایسا کوئی رشتہ ہی دونوں کے مابین کب استوار ہوا تھا کہ یہ جھجک دور ہو پاتی۔
"آپ نے ایسا حق دیا ہی کب ہے؟" پتہ نہیں کیسے اس کی زبان پھسل گئی تھی۔ خود

... تو وہ بھک سے رہ گیا۔ خفت و خجالت نے یوں اپنے حصار میں لیا کہ زمین میں گڑ جانے کو جی
...
... خجالت سے سرخ ہوتے رخساروں اور ان پر مچلتی ریشمی سیاہ گھنی پلکوں نے لمحہ بھر کو نوفل
اس کے ... کو بھی پکڑ لیا تھا۔ مگر اگلے ہی پل وہ خود کو سنبھال گیا۔
"آپ کیا کریں گی اس محبت کو برت کے؟ ـــــ بقول آپ کے گزشتہ مجھوں ہی نے آپ کو
... رکھا ہے۔" وہ بہت پُرسکون لہجے میں اس کے کہے الفاظ دہرا رہا تھا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے
... کے مریض کے ٹمپریچر کا ذکر ہو رہا ہو۔
... کی زیادتی نے اس کو کھولا دیا۔
"نہیں ہے کوئی شوق مجھے آپ کی محبت کو برتنے کا۔ اگر آپ نے کسی غرض سے اس شادی
کا اہتمام کیا تھا تو میں نے بھی بہت خوشی سے رضامندی نہیں دی تھی۔"
نوفل کی یکلخت خاموشی نے اس کے دل میں ٹھنڈک اتار دی۔ اس کی طرف دیکھے بغیر وہ دونے
... کو دل میں دبائی صوفے میں دھنس گئی۔
"بہت اچھا ہوا کہ آج یہ بات بھی سامنے آ گئی کہ آپ مجھ سے شادی کرنے کو تیار نہیں تھیں۔ کل
میں اکیلا ہی تو قصور وار نہیں ٹھہرایا جاؤں گا اس معاملے میں۔" قدرے توقف کے بعد اس نے
معتدل لہجے میں کہا تھا۔
"اگر میں اپنی زندگی اس قید میں گزارنے کو تیار نہیں ہوں۔ جب ہمارے درمیان کوئی رشتہ ہی
... پھر ہمارا ایک کمرے میں رہنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔"
اس کی سنگدلی صبا کو چور چور کر رہی تھی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کون سے ایسے الفاظ کہے جو
... کا سارا اطمینان اور سکون غارت کر دیں۔
جھک کر سگریٹ کو ایش ٹرے میں بجھاتے ہوئے وہ چہرہ گھما کر اسے دیکھنے لگا۔ اس کے لبوں کی تراش
... مسکراہٹ جگمگا اٹھی تھی۔
"زندگی میں بہت خیر کھیلنے کا عادی ہوں ـــــ میں نے جس نظریے سے آپ سے شادی کی
... آپ کو بتا دیا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر آپ کے دل میں میرے لئے سوفٹ کارنر ہے تو میں
آپ کے جذبات کا پاس رکھ سکتا ہوں۔" وہ کہہ رہا تھا۔
صبا کو لگا وہ بھک سے اڑ گئی ہو۔
کیا کہہ رہا تھا وہ اسے۔
... جذبات سے مجبور ہو کر اس کے آگے جھک کر چند لمحوں کی بھیک مانگنے والی!
اس کی بات اسے گالی کے مترادف معلوم ہوئی تھی۔
"کیا سمجھ رکھا ہے مسٹر نوفل احمد!"
... کسی صورت بھی اپنی آواز کو کنٹرول نہیں کر پائی تھی۔ اشتعال کی تیز لہر اسے بے قابو کر گئی۔

"یہ رشتہ جتنا آپ کے لیے ناپسندیدہ ہے، اس سے کہیں زیادہ میرے لیے ناقابلِ
اگر آپ اس بندھن کو کسی مجبوری کے تحت نبھا رہے ہیں تو میری زبان بھی بہت سی مجبوریوں
کر رکھی ہے۔ اور جہاں تک بات ہے جذبات کی تو وہ محبتوں کی پیداوار ہوتے ہیں
کچھ بھی نہیں ہے۔ اور میں نفسانی خواہشات کی غلام نہیں ہوں کہ آپ کے ایک اشارے
قدموں میں ڈھیر ہو جاؤں۔"

اس کے غصے سے محظوظ ہوتے ہوئے نوفل نے اپنی سحر طراز آنکھوں کو خفیف سا
ہوئے ہلکی سی پُراطمینان مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"تو جب میں بھی اس پوزیشن سے مطمئن ہوں اور آپ کو بھی کوئی فرق نہیں پڑ رہا
دیں زندگی کو اس کی من مرضی سے۔"

وہ اسے نظرانداز کرتا کپڑے بدلنے کی غرض سے ڈریسنگ روم میں چلا گیا تو ما
وجہ بے بسی کا شکار محسوس کرتے ہوئے سر ہاتھوں پہ گرا لیا۔ بہت سے سوال اس کے
کھڑے ہوئے تھے جن کے جوابات ڈھونڈنا از حد ضروری تھا۔ نوفل کا رویہ ناقابلِ
سا نہ تو وہ طے شدہ زندگی گزارنے کی عادی تھی اور نہ ہی عادی ہونا چاہتی تھی۔ مگر اس بار
پانسہ پلٹنے کے لیے ایک بہت مضبوط حکمت عملی وضع کرنے کی ضرورت تھی۔

"تم اچھی سی کوشش کر دیکھو نوفل احمد! —— مگر میں بھی تمہیں اتنی آسانی سے جیتنے نہ
میں اتنی بھی کمزور نہیں کہ تم میری ہی زندگی کی بساط پہ مجھے مہرہ بنا کر مجھے ہی مات دے
سوچنے لگو۔"

اس نے خود کو حوصلہ دیتے ہوئے اتنے دنوں میں پہلی بار نوفل کے مقابل آ کر اس نا
حال کا سامنا کرنے کی ٹھانی تھی۔

●●●●●

تائی جان اور چچی جان کسی عزیز کی عیادت کو گئیں تو دوپہر کے کھانے کی ذمہ داری
پڑی۔ اوپر سے اتوار کی چھٹی تھی۔ وہ بوکھلا گئی۔ چھٹی کے روز تو بطورِ خاص سب کی پسند
کی جاتی تھیں اور یہاں حتیٰ صاحبہ کا شمار "دیگروں" میں ہوتا تھا۔

"ابھی چار دن ہی تو ہوئے ہیں مجھے کچن میں آتے ہوئے۔ اب بھلا میں اتنی
لسٹ کہاں سے تیار کروں؟"

وہ جھنجھلا کر چیزیں اِدھر سے اُدھر پٹخ رہی تھی۔ اسے تو وجدان کی بریانی کی فرمائش نے
ڈالا تھا۔ چلو جیسے میں فروٹ ٹرائفل تو وہ بنا ہی لیتی کہ اس میں کام ہی کون سا تھا۔ مگر
گوبھی والی ڈش تھی۔ اور حتیٰ بی بی کو چچی جان نے ابھی کوکنگ کی پہلی سیڑھی یعنی چاول
تک ہی محدود رکھا ہوا تھا۔ سالن کی کوئی ڈش اسے بنانی نہیں آتی تھی۔

"آپی ڈیئر! بے فکر ہو جائیں۔ ابو جی اپنے کسی دوست کی طرف چلے گئے ہیں اور

آنے کے امکانات نہیں ہے۔" حمرہ نے اس کی پریشانی کم کرنا چاہی تھی۔
بے چارے کس گنتی میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ تو اتنے اچھے ہیں کہ صبح کا بچا ہوا پڑا
تھے۔ یہ بس تمہارے اکیلے سعید بھائی ہی سب پر بھاری ہیں۔" وہ چڑ کر کہہ رہی
دیر پہلے ہی تو اس نے حمرہ کے ذریعے پیغام دیا تھا کہ چکن جلفریزی خاص طور پر
بنے۔"

کھانا پکانا اتنا مشکل تو نہیں ہے۔ بس ترکیب آنی چاہیے۔ ہر چیز کا پہلے مصالحہ
پھر جو چیز پکانی ہو وہ ڈال کر پانی ڈال دیں، کھانا تیار۔" حمرہ نے چٹکی بجائی تو وہ
انداز میں بولی۔

آسان ترکیب تم نے بتائی ہے اسی ترکیب سے ہر کھانا تیار ہو جائے۔"

آپی کی ڈائری سے دیکھ لیں نا۔ اتنی زبردست ترکیبیں لکھی ہوئی ہیں انہوں نے۔ ہر
ایک ڈش بنانی تھیں وہ۔" حمرہ نے مشورہ دیا تھا جسے اس نے ناگواری سے رد کر دیا۔

بھی ہوں میں اس کی مشکل مشکل ترکیبیں۔ صرف مصالحوں کے تناسب اور ڈشز کے نام
دیا پھر ان سے متعلق چند ضروری باتیں۔ ظاہر ہے بنیادی ترکیب تو اسے پتہ ہی ہونی
کھانا کس طرح بنایا جاتا ہے۔ اسی نے سب کو بگاڑا ہے۔"

اب کچھ تو پکا لیں۔ ٹائم نکلتا جا رہا ہے۔ کچھ نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہے۔"

چاول بنا سکتی ہوں۔" آسان ترین ڈش کا خیال آیا مگر حمرہ نے ریجیکٹ کر دیا۔

سعید بھائی کہتے ہیں یہ لڑکیوں کی پسند کی ڈش ہے۔"

"اُف، کس قدر نیک ہیں۔ جس ڈش کے ساتھ لڑکیوں کا نام آ گیا، وہ بھی نہیں کھائیں گے۔" وہ
فریزر میں سے چکن کا پیکٹ نکالنے لگی۔

بھی کیا کیا تیار ہو چکا ہے؟" وجدان نے کچن میں داخل ہوتے ہی یوں دونوں ہاتھ آپس
جیسے فوراً ہی کھانا کھانے کو بیٹھنے لگا ہو۔

صرف چاول ہی تیار ہو سکا ہے۔" حمرہ نے بتایا تو وہ چھوٹی ڈائننگ ٹیبل کی چیئر کھینچتا
گیا۔

بھلا ہے نا منی کی آپی! کچھ صبا آپی ہی سے سیکھ لیا ہوتا۔"

اب تک مجھے سب سے بہترین بیلن اور چھری چلانا سکھایا ہے۔ اگر تم نے اپنی فضول
جاری رکھی تو میں ان دونوں صلاحیتوں کا بہت اچھا مظاہرہ کر سکتی ہوں۔" حتیٰ نے فوراً دھمکی
دونوں ہنسنے لگے۔

نے ان دونوں کے سامنے لہسن اور پیاز بنانے کو رکھے تو وجدان کی ہنسی گم ہوتے دیر نہیں

کیا ہے؟ —— ایسا کھانا تو شاید جیل میں ملتا ہوگا قیدیوں کو۔"

''لہسن چھیلو اور پیاز کاٹو۔ ورنہ شاید کچے ہی کھانے پڑیں گے۔'' وہ اطمینان سے کہہ کر…
سے ٹماٹر اور ہری مرچیں نکالنے لگی۔

''یہ خالصتاً زنانہ کام ہے۔'' وجدان کترایا تو حنٰی نے اسے چھری دکھائی۔

''آرام سے بیٹھ کر کام کرو۔ تم ہمیشہ مردوں کی بہترین صلاحیتوں کی تعریف میں سب…
بھی کہتے ہو کہ دنیا میں بہترین کُک بھی مرد ہی ہوتا ہے۔ آج ذرا تمہارا بھی ٹیسٹ ہو جائے۔''

''آپ خود کیوں نہیں کر رہیں گی؟'' حمرہ کو اعتراض ہوا تھا۔

''میں ذرا جا کر صبا سے فون پر بریانی کی ترکیب پوچھتی ہوں۔ تم ذرا چولہے پر…
دینا۔'' وہ روانی سے کہہ رہی تھی۔

وجدان گہری سانس لے کر لہسن چھیلنے کی تیاری کرنے لگا۔ حنٰی کے انداز سے لگ رہا تھا…
دوپہر کا کھانا بھی دنیا کا بہترین کُک ہی پکائے گا۔

''آپ کیا ان کے گھر جا کر ترکیب پوچھ رہی ہیں جو اتنی دیر لگے گی کہ پیچھے ہنڈیا ہی…
چڑھاؤں؟'' حمرہ خود اس سارے چکر سے انجان تھی۔ بڑبڑ گئی۔

''تو کیا کام ہی کیا ہے۔ میں کون سا چکن جلفریزی بنا رہی ہوں۔ سیدھا سادہ…
ہوگا۔ اچھا تم یہ پیاز تو کاٹو۔ اتنی دیر میں، میں صبا سے نمٹ لوں۔'' وہ خود کو بہت مصروف…
کچن سے باہر گئی۔

''اب تو سیدھے رات کا کھانا ہی پکے گا۔ آدھا گھنٹہ تو یہ محض حال احوال پوچھنے میں…
وہ دھپ سے کرسی پر بیٹھی تھی۔ پھر وجدان کو لہسن چھیلتے دیکھ کر ہنسنے لگی۔

''تم یہ کام اپنے موکل سے کیوں نہیں کروا لیتے۔ جو بقول تمہارے بابا جی جھنڈے والے…
تمہاری خدمت میں بطور تحفہ تمہیں دے دیئے ہیں؟''

''اتنے چھوٹے چھوٹے کاموں کے لئے موکل بے چارے کو تکلیف کیوں دوں۔''
بڑے بڑے کام لوں گا۔'' وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

''مثلاً کون سے بڑے بڑے کام؟''
وہ سوچنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے بولا۔

''اوں ــــــ جیسے کسی دن اگر تم مجھے کپڑے پریس کر کے نہ دو تو تمہیں غائب کروا…''

''خدا نہ کرے۔'' وہ سہم سی گئی تھی۔

''خدا نہیں، مگر میں ضرور کروں گا۔'' اس نے مزے سے کہا تو وہ دانت کچکچاتے ہوئے…
کر پیاز کی پرتیں اتارنے لگی۔

سعید کچن میں داخل ہوا تو کچھ عجیب سی صورت حال تھی۔ وجدان سنک پر جھکا…
پانی کے چھینٹے مار رہا تھا اور حمرہ آنسوؤں بھری آنکھیں لئے شاید اپنی باری کے انتظار میں…

''کیا ہو رہا ہے یہ؟'' وہ حیران ہوا تھا۔

…کچن سے چہرہ خشک کرتا اس کی طرف پلٹا۔
…ہم دونوں نے ایک بہترین کُک کو اسسٹ کرنا شروع کر دیا ہے۔''
…بہترین کُک کہاں ہے؟'' سعید نے آدھے ادھورے چھلے لہسن اور ادھ کٹے پیازوں پر…
…ہوئے پوچھا تو وہ شرارت سے بولا۔
…بہترین کُک اس وقت صبا آپی سے فون پر بریانی کی ترکیب پوچھ رہا ہے۔''
…ہونٹوں پر ہنسی کی مسکراہٹ پھیل گئی۔
…پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ بریانی بنانا تو بچوں کا کھیل ہے۔ اتنی آسان سی ترکیب ہے۔
…بریانی بن جائے گی……'' وہ بولتی ہوئی کچن میں داخل ہوئی تو زبان کو بریک اسی وقت
…سعید کو وہاں پایا۔

…بریانی جس ڈش کی ترکیب کو نوٹ کرنے میں تمہیں ڈیڑھ گھنٹہ لگا ہے وہ محض منٹوں میں
…جائے گی؟'' وجدان نے اپنی معلومات میں گراں قدر اضافہ کرنے کی خاطر پوچھا تو وہ گھور
…گئی۔

…پیاز آپ خود کاٹ لیں۔ بہت مشکل کام ہے۔'' حمرہ ابھی تک ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑ

…دو بجے دو ــــــ اب صرف بریانی کے لئے پیاز کاٹنا ہے۔ صبا کہہ رہی تھی کہ جب بریانی
…بنانا ہے تو الگ سے چکن کی ڈش بنانے کی کیا ضرورت ہے۔'' وہ آرام سے اپنا ارادہ بتا

…یہ نہیں سکتا کہ صبا آپی نے سعید بھائی کی فرمائش کو منع کر دیا ہو۔'' حمرہ انجانے ہی میں
…نٹ کر گئی تھی۔
…کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں؟'' حنٰی نے کھا جانے والی آنکھیں دکھائی تھیں۔ پھر بولی۔
…شامی کباب فریز کئے رکھے ہیں۔ ساتھ میں دہی پودینے کی چٹنی بنا لیں گے۔''
…یہ کیا سعید بھائی اٹھا لیں گے۔ یعنی ہر کام میں انہیں بھی شامل کیا جا رہا ہے۔'' وجدان نے
…کہا۔

…بہانہ آج کی تاریخ میں جو کچھ بھی ہے اس میں مصالحوں کا تناسب صحیح ہونا چاہئے اور
…ٹھیک دو بجے تک میں انتظار کروں گا۔'' وہ تنبیہ کر رہا تھا۔
…ٹھٹک کر رہ گئی۔
…کے بعد بھوک زندہ باد۔'' حمرہ کی آنکھیں چمکی تھیں۔
…ٹھیک ــــــ دو بجے تک مجھے کھانا ملنا چاہئے۔'' وہ اطمینان سے کہہ کر چلا گیا تھا۔
…خاموش عدالت کا فیصلہ ہو گیا جو مجھے دو بجے سنانا انتہائی لازمی ہے۔'' وہ بڑبڑائی تھی۔
…آج ایک بہت ضروری میٹنگ ہے۔ میں دو بجے تک آ جاؤں گا۔'' وجدان نے کھسکنے کی

تیاری شروع کی تو وہ خونخوار نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔
"خبردار جو آج تم نے گھر سے قدم بھی باہر نکالا تو۔ میں اتنی گرمی میں چولہے کے آگے کھڑی ہوں اور تمہیں اپنی دلچسپیاں سوجھ رہی ہیں۔"
"اچھا چلو، یوں کرتے ہیں کہ فروٹ ٹرائفل میں بنا لوں گا۔" وجدان نے مصالحانہ انداز
"اور میری تو یوں بھی اب کچن میں کوئی ضرورت نہیں۔ بریانی کی ترکیب تو آپ کو ہے۔" حمرہ نے بھی آزمانے کو پر تولے تو اسے غصہ آنے لگا۔
"دفع ہو جاؤ تم دونوں ــــ کچھ اور کام چور۔"
وہ دونوں اس کے غصے سے متاثر ہوئے بغیر فرار ہو گئے تھے۔
"شکر ہے کہ تائی جان اور امی کے ساتھ ابو جی بھی چلے گئے۔ ورنہ وہ تو دل کھول کھانے پکواتے۔"
پیاز کاٹنے کا جگر پاش مرحلہ طے کرتے ہوئے اس نے تشکرانہ انداز میں سوچا تو مصالحہ تیار کرنا ایک اور بہت مشکل مرحلہ ثابت ہوا۔ پسینے میں ڈوبی وہ اپنی تمام تر صلاحیتیں تھی۔ بہت احتیاط کے ساتھ اس نے صبا کی ہدایات کے مطابق مصالحہ جات کا استعمال کیا کم وہ آج تو سعید حسن کے سامنے شرمندگی کا شکار نہیں ہونا چاہتی تھی۔
مگر اپنی عقل کا ماتم کرنے کو جی تو اس وقت چاہا جب مصالحہ تیار ہو جانے پر یاد آیا ابال کر رکھے ہی نہیں تھے۔ گیارہ بجے سے شروع ہونے والی بریانی بمشکل ڈھائی بجے تب تک وہ مر جانے کی حد تک تنگ آ چکی تھی۔ گرمی کی شدت نے بے حال کر کے رکھ دوران حمرہ اور وجدان فروٹ ٹرائفل اور کبابوں کے لیے چٹنی تیار کر چکے تھے۔
بریانی کو دم پر رکھنے کے بعد اس کی سانسیں آسان ہوئی تھیں۔ وہ فوراً کچن سے نکل ٹیبل کو ٹھنڈی فضا میں حمرے سے "ٹام اینڈ جیری" دیکھتے پا کر اس کے کونوں سے آگ
"میں نے اپنے حصے کا کام کر دیا ہے۔ اب میں شاور لے کر آؤں تو تمہاری کباب ہونے چاہئیں۔" غصہ دباتے ہوئے بھی وہ جتانے والے انداز میں کہہ گئی تھی۔ سب نے اسے دیکھا تھا۔ پسینے میں ڈوبی گرمی اور غصے کی شدت سے تمتماتا چہرہ لیے وہ ایک تھکی بوجھ تلے دبی خاتون خانہ لگ رہی تھی۔ جب کہ اس سے پہلے وہ کبھی بھی اس قدر دکھائی نہیں دی تھی۔ ہمیشہ نکھری، ستھری اور فریش رہتی۔ جیسے کہیں جانے کو تیار ہو۔
"اُف آپی! اسے حمرے کے کارٹونز چل رہے ہیں۔" حمرہ تو یوں بھی ابھی تک بچی ہی جانی تھی۔ بچوں کے پروگرام کی دیوانی۔ خصوصاً کارٹونز "ٹام اینڈ جیری شو" سے اس کا لگتا ہی نہیں تھا۔
"آپی! جہاں بریانی بنا لی ہے، وہاں کباب تل کے بھی کچھ دیر نکال لو۔" وجدان حال تھا۔

تو ابھی چاہا اسے ہی اٹھا کر تل دے۔
"میرا یہ کام تھا میں نے کر دیا۔ مزید تلنی کھانے کا میرا موڈ نہیں ہے۔ اب جو نواب زادے یہاں بیٹھے ہیں وہی جا کر کباب تل لیں ورنہ پھر یونہی سوکھی بریانی کھا لینا۔" وہ صاف لفظوں میں جتا گئی تھی۔
"آپی کے تو دماغ کو گرمی چڑھ گئی ہے۔"
"کبھی کبھار کام کرنے والوں کا یہی حال ہوتا ہے۔" وجدان کے متاسفانہ انداز میں کہنے پر سعید بادام سے کہا تو حمرہ بادل ناخواستہ اٹھ گئی۔
"پر آج ہم لوگوں کو بھی بہت اچھی طرح معلوم ہو رہا ہے۔"
ان کے جانے کے بعد سرخ پرنٹڈ سوٹ میں ملبوس گیلے بالوں کو کانوں کے پیچھے اڑستی وہ بہت فریش سی بھی آئی تو حمرہ بریانی نکال رہی تھی۔
"ہائیں آپی! یہ کیا ہے؟" حمرہ متحیر تھی اور بریانی کا فائنل نظارہ تو دم ہٹانے کے بعد خود انھیں کو بھی ہو گیا تھا۔ گوشت اور چاول آپس میں شیر و شکر ہو رہے تھے جیسے کبھی الگ نہ ہونے کا ارادہ ہو۔
"اف ــــ ابھی کچھ دیر پہلے تک تو یہ بالکل ٹھیک تھے۔" وہ اپنی محنت رائیگاں جاتی دیکھ کر روہانسی ہو گئی۔ چاولوں کو نیچے اوپر کرنے کی خاطر چمچ چلایا تو وہ بھی چاولوں میں چپک کر رہ گیا۔
"آدھے گھنٹے سے تو دم پر رکھا ہوا تھا۔ بے چارے چاول دم نہ لیتے تو اور کیا کرتے۔" حمرہ پھر دیگچی میں جھانکا تھا۔
"ویسے آپی! یہ بریانی کم اور حلیم زیادہ لگ رہی ہے۔"
"اچھا اب زیادہ نقص مت نکالو۔ میں کون سی ماسٹر ہوں کوکنگ میں؟" وہ خود بھی کنفیوژ ہو رہی تھی اوپر سے وجدان کی آمد سونے پہ سہاگہ ہو گئی۔
"حمرہ آپی کہاں، اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے۔ بریانی صاحبہ پتیلے کا ساتھ چھوڑنے کو راضی نہیں ہو رہی۔" آتے ہی صورت حال بھانپ چکا تھا۔
"بکواس مت کرو وجی۔" وہ جھنجل سی ہو گئی۔
"اب جلدی کرو آپی! سعید بھائی کا غصہ آسمان کو چھو رہا ہے۔ ٹام اینڈ جیری شو کے بعد اب جیو نیشنل کی باری آ چکی ہے جہاں روحنہ کیکڑے اور سانپ کی مصالحہ دار ڈشز دیکھ کر بے چاروں کو بریانی یاد آ گئی تو انہوں نے مجھے کچن کی طرف دوڑایا ہے۔" وجدان کی زبان چرخی کی مانند چل پڑی تھی۔ اسے غصہ تو کیا آتا، الٹا ہی ستانے لگا۔
"دفع ہو جاؤ یہاں سے۔" اس نے چاولوں سے لتھڑا چمچ اٹھا کر دھمکایا تو وہ دبک گیا۔
"کیا کرتی ہو آپی! اس کی کلف بھلا میند بھر کہاں اترنے کی شرط ہے؟"
"مجھے بتاؤ کیا کروں، اسے ڈش میں نکالنا ہے یا ذرا رکے ہیں؟" حمرہ الجھن میں تھی۔ وجدان کے مشورے ہی پر عمل کیا تو وہ حمرہ کو خفیف سا گھورنے کے بعد ڈش میں چاول نکالنے لگی۔ ان

دونوں کے سامنے یہ ایک خاصا شرمندہ کرانے والا عمل ثابت ہوا۔ کیونکہ چاول جس حالت میں چمچے کے ساتھ دیگچے سے باہر آ رہے تھے، ڈش میں بھی جوں کے توں رکھے جا رہے تھے۔

فروٹ ٹرائفل، شامی کباب، چٹنی اور......

پلیٹ کی طرف ہاتھ بڑھاتا وہ ٹھٹک گیا تو حنی نے سانس روک کر کنکھیوں سے اس کی طرف دیکھا۔ سیاہ آنکھوں میں تحیر واضح تھا۔

ڈش میں پڑی چاولوں کی ڈھیریوں کو حنی نے چمچے سے کافی حد تک پھیلا دیا تھا۔ وہ گلے اور بھی عجیب وضع اختیار کر گئے تھے۔ اوپر سے ان کے اندر سے جھانکتی مرغی کی بوٹیاں ہڈیاں، بقول وجدان کسی ہارر مووی کا سا سین تھا۔

"یہ کیا ہے؟" وہ بے تکلفی سے حنی کو دیکھنے لگا تو وہ گڑبڑا گئی۔ مگر پھر فوراً ہی خود کو سنبھالتے ہوئے اپنے تصور میں پُر اعتماد انداز میں بولی۔

"یہ میں نے بریانی بنائی ہے۔ بس تھوڑی سی خراب ہو گئی ہے۔"

"او گاڈ۔" سعید کو دھچکا سا لگا۔ اس نے سامنے پڑی ڈش کو بغور دیکھا تھا۔ ذہن پر زور دینے پر بھی یاد نہیں آیا کہ کبھی تائی جان یا چچی جان میں سے کسی نے ایسی نادر و نایاب بریانی بنا کر کھلائی ہو۔

"پچھلے چار گھنٹوں سے تم یہ نایاب ڈش تیار کر رہی تھیں؟" سعید کو غصہ آ گیا تھا۔ کبھی جو اس نے کوئی "سیدھا" کام سرانجام دیا ہو۔ البتہ الٹے کاموں میں اس کا نام ہمیشہ نمایاں رہتا تھا۔

"اس میں میرا کوئی قصور نہیں ——— میں نے تو بالکل ٹھیک طریقے سے بنائی تھی۔"

"ہو سکتا ہے چاولوں کی آپ سے کوئی دشمنی ہو، اسی لئے گوشت کے ساتھ گٹھ جوڑ کر لیا۔" وجدان نے کافی غور و خوض کے بعد نتیجہ نکالا تھا۔

"کبھی کوئی ایسا کام بھی کر لیا کرو جو دوسروں کے لئے قابل قبول ہو۔" وہ بے حد سنجیدہ تھا۔ دماغ سنسنا اٹھا۔ اس فقرے کے تو کئی معنی نکل سکتے تھے۔ اور وہ تو یوں بھی وکیل تھا۔ سو صاف بول بھی نہیں تھا۔ یقیناً یہ ایک جتلانے والا طنز تھا جو حنی کو چبھ گیا۔

اس سے پہلے وہ حمرہ اور وجدان کے سامنے کبھی بھی سعید سے نہیں الجھی تھی۔ مگر اب اس نے کسی مصلحت کا خیال کئے بغیر اپنی پلیٹ پٹخ دی اور اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"میں آپ لوگوں کی تنخواہ دار ملازمہ نہیں جو مجھ پر اتنا رعب جما رہے ہیں۔"

"ہاؤ ڈیئر یو حنی!" سعید نے خاصی ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔ مگر ایک تو اتنی گرمی میں چولہے کے آگے کھڑے رہنے کا غم، اوپر سے رزلٹ بھی برا نکلا تھا۔ سو دل کو کافی ملال نے گھیر رکھا تھا۔ وہ بھی تنک کر بولی تھی۔

"ٹھیک کہہ رہی ہوں میں۔ مجھے کھانا بنانا نہیں آتا۔ پھر بھی میں نے بنایا ہے۔ اور آپ بجائے شکر ادا کرنے کے نقص نکال رہے ہو۔" وہ پاؤں پٹختی چلی گئی تھی۔

اس کے جانے کے بعد وجدان اور حمرہ نے ہنسنا شروع کر دیا۔

"شکر ہے حمرہ آپی خود ہی چلی گئی۔ ورنہ تو ایک جھگڑا ہماری وجہ سے بھی ہوتا۔ میں تو کبھی بھی یہ ڈش کھانے والا نہیں تھا۔"

"اچھا کریں گی، ابھی انہوں نے صبا آپی سے پوری ترکیب پوچھ لی تھی، خود سے بناتیں تو آج معرض وجود میں آتی۔" حمرہ نے سعید کی پلیٹ میں شامی کباب رکھتے ہوئے کہا تو وہ پُرخیال انداز میں سر ہلا کر کبابوں پر چٹنی ڈالنے لگا۔ اب شدید بھوک کا کچھ تو علاج کرنا ہی تھا۔

شام کو جب چچی جان نے اس کی بنائی ہوئی ڈش کی رونمائی کی تو اپنا سر پکڑ کر بیٹھ رہیں۔

"ہائے اللہ پہلی بار تو سبھی سے ایسا ہی ہوتا ہے۔" وہ منمنائی تھی۔

"اسی لئے ——— اسی لئے کہتی ہوں کہ صرف زبان چلانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ کبھی ذہن بھی چلا لیا۔" چچی جان جل کر بولی تھیں۔ انہیں تو یہ فکر کھائے جا رہی تھی کہ سعید کیا سوچ رہا ہو گا۔ بیٹھا ہوا تھا کہ کسی نے بھی بریانی نام کی اس عجیب ملغوبہ شے کو ہاتھ تک نہیں لگایا تھا۔

"امی تو آپ بھی نا۔ پتہ نہیں وہ کون سی مائیں ہوتی ہیں جو اپنی اولاد کی صفات بیان کرتی تھیں۔" وہ روہانسی ہونے لگی۔

بیٹی اتنی گرمی میں چار گھنٹے چولہے کے آگے جھلستی رہی تھی، اوپر سے وہ تینوں نہ صرف کباب بلکہ ٹرائفل کا بھی خاتمہ کر اٹھے تھے۔ نتیجتاً وہ دوپہر سے بھوکی تھی۔ اور یہاں اتنی محنت اور بنانے کا کوئی صلہ نہیں مل رہا تھا۔

"کہاں ایک صفت مل جائے تو بڑی بات ہے۔ کیا صفات۔" وہ کلسی تھیں۔

"امی ——— اب بس بھی کریں ڈیڈی اور یہ وکی کے بچے کو تو میں ابھی پوچھتی ہوں۔ مجھ پر تو بلاوجہ خوشی کی عادت پائی ہے اس نے۔" وہ اکتا کر بولی۔ مگر وہ کسی اور ہی تاسف میں تھیں۔

"پتہ نہیں کیا سوچ رہا ہو گا۔"

"کون سا بچہ؟" وہ حیران ہوئی تھی۔

"سعید کی بات کر رہی ہوں ——— کیا سوچ رہا ہو گا کہ اتنی بڑی ہو گئی اور ابھی تک کھانا پکانا بھی نہیں آیا۔"

ان کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئی تھیں۔

"مجھے کیا ضرورت پڑی ہے اس طرح کی سوچوں میں پڑنے کی۔ میرا جو جی چاہے گا وہی کروں گی۔"

"فضول باتیں مت بولو۔ سمجھیں۔" چچی جان نے الجھ کر اسے ڈانٹ دیا تھا۔

"اس سے تو اچھا ہے کہ میں صاف جواب دے دیا کروں ہر کام سے۔" حنی کا دل برا ہونے لگا۔ چچی جان نے اس کی دل گرفتگی کی طرف دھیان نہیں دیا تھا۔ وہ دل ہی دل میں حنی کو کوکنگ سکھانے کا ارادہ کر رہی تھیں۔

●●●●●

"اب تک تو نوفل کو آ جانا چاہیے تھا۔ نو بج رہے ہیں۔" صالحہ بیگم پریشان ہو رہی تھیں۔ وہ وارڈ روب ٹھیک کرنے کے کام سے فارغ ہو کر ان کی طرف پلٹی۔

"ان کا فون آیا تھا کہ ایک بہت ضروری اپائنٹمنٹ ہے۔ اور پھر ابھی کچھ دیر پہلے امی بھی تو ان سے بات کی ہے۔ پھر بھی آپ مطمئن نہیں ہو رہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے ان کے پاس بیٹھ گئی۔

"کیا کروں بیٹا! عادت نہیں ہے نا اس کے انتظار کی۔ ہمیشہ ٹائم پر آفس سے اٹھ جاتا ہے، اس لیے اب ذرا سی بھی دیر ہو جائے تو دل گھبرانے لگتا ہے۔" وہ واقعی متفکر تھیں۔

صبا ان کی ٹیبلٹس نکالنے لگی۔

"میرے ہوتے ہوئے آپ کو فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ اپنی میڈیسن لیں اور سو جائیں۔"

"میں سوچ رہی تھی کہ نوفل آ جاتا تو اطمینان سے سوتی۔"

"ابھی آ جائیں گے وہ۔ آپ یونہی پریشان ہو رہی ہیں۔ اور ویسے بھی میں تو جاگ رہی ہوں نا۔ آپ بس یہ میڈیسن لیں اور لیٹ جائیں۔" صبا نے ان کے ہاتھ میں دودھ کا گلاس تھمایا۔ دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر ٹیبلٹس رکھی تھیں۔

"اچھا، پھر مجھے کارڈلیس دینا۔ میں ایک بار پھر نوفل سے بات کروں گی۔ اتنی رات میٹنگ کی کیا ضرورت پیش آ گئی۔ اپائنٹمنٹ کینسل بھی تو کی جا سکتی ہے۔"

"وہ میٹنگ میں ہوں گے امی! کیا پتہ کال ریسیو ہی نہ کریں۔ اور پلیز، اب آپ جلدی دودھ ختم کریں اور لیٹ جائیں۔ مجھے پتہ ہے آپ کو نیند آ رہی ہے۔" صبا نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ اس کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے گلاس خالی کرنے لگیں۔

"چلیں اب میرے سامنے لیٹیں۔" خالی گلاس تھامتے ہوئے اس نے کہا تو صالحہ بیگم نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

"میں ہمیشہ ڈرتی تھی کہ جانے نوفل کو کیسی لڑکی ملے گی اور وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرے گی۔ مگر تم نے تو میری تمام فکریں اور خوف ختم کر دیے ہیں۔ نہ صرف نوفل کی زندگی میں رنگ بھر دیے ہیں بلکہ میرا بھی دل جیت لیا ہے۔"

ان کے مشفقانہ انداز پر وہ جھینپ سی گئی۔

"آپ تو خود اتنی اچھی ہیں امی! کہ آپ سے محبت کرنے کو دل چاہتا ہے۔"

"تمہاری اچھائی میں تو کوئی شک ہی نہیں ہے۔ ورنہ ایک بہو کے منہ سے ایسے الفاظ سننے کے لیے تو جانے کتنی ریاضت کرنا پڑتی ہے۔" انہوں نے محبت سے اس کا رخسار تھپتھپایا تھا۔

صبا کا دل ٹھہرنے کی بجائے مضطرب ہوا تھا۔

"مجھے اس قدر اونچے منصب پر فائز مت کریں امی! ______ میرا منصب تو آپ کے

شروع کر دیا تھا۔ اگر میں اتنی ہی اچھی ہوتی تو اچھائی کے اس پیکر میں آپ سے پہلے اپنی ماں کا روپ نظر آتا۔" وہ سوچ کر رہ گئی۔

"میرے خیال میں ساس، بہو نے ایک دوسرے کی بہت تعریفیں کر لیں۔ اب آپ کو ایک اچھی بچی کی طرح سو جانا چاہیے۔" صبا نے اپنے لہجے کی آزردگی کو خوش گوار ہیت کا لبادہ اوڑھاتے ہوئے کہا تو وہ مسکرا دیں۔ ان کی ہدایت پر اے سی کی کولنگ کم کرتے ہوئے لائٹ آف کر کے وہ ٹی وی لاؤنج میں چلی آئی۔

گیٹ کھولنے کی ذمہ داری تو چوکیدار کے سر تھی مگر کوریڈور کا داخلی دروازہ صبا ہی کو کھولنا ہوتا تھا، اسی لیے وہ بھی نوفل کے انتظار میں ٹی وی آن کر کے بیٹھ گئی۔ حالانکہ اسے ٹی وی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ تو بیٹھتے ہی اس کی پلکیں بوجھل ہونے لگی تھیں۔ مگر جاگتے رہنے کے لیے بھی مصروفیت بھائی دی تھی۔

نظریں ٹی وی اسکرین پر تھیں مگر عجیب کہ ذہن تنہائی اور فراغت پاتے ہی اپنی زندگی کے اس الجھن موڑ میں الجھ گیا تھا۔ یونہی بے دلی سے سوچتے ہوئے اس کا الجھا بکھرا دھیان ٹی وی سے ابھرتی دلکش آواز نے سمیٹ کر ایک ہی نقطے پر مرکوز کر دیا۔

وہ اب بھی ٹی وی اسکرین کی طرف متوجہ نہیں تھی مگر مغنیہ کی دلکش آواز میں ادا ہونے والا ہر لفظ اس کی سماعت نے اپنے اندر اتار لیا تھا۔

زندگی کچھ نہیں
احساس محبت کے بغیر
جیسے ہو کوئی خلا
جیسے جنگل کی ہوا
کس نے پہچانا اسے
تیری قربت میں یہ بھی راز کھلا ہے مجھ پر
زندگی خاک ہے چاہت کے بغیر
زندگی کچھ نہیں
احساس محبت کے بغیر

احساس زندگی کچھ نہیں۔ کچھ بھی تو نہیں۔ اگر محبت نہیں ہے تو۔ اس کی بند آنکھوں کے کونے نم ہونے لگے تھے۔

"تو کیا میں تم سے خود کہوں نوفل احمد! کہ میں اب تک محبتوں بھری فضا میں سانس لیتی آئی ہوں، مگر سے اس گھر تک کا فاصلہ بھی تو میں نے محبت کے پل پر طے کیا تھا۔ اور ہوا کیا کہ محبت تو احساس محبت بھی نہیں۔ اور وہ تمہاری سحر طراز آنکھوں کا دھوکا، کتنی کامیابی سے فریب کیا ہے تم نے کتنے رنگ جھلکتے تھے تمہاری آنکھوں سے۔ کیسا جادو چھلکتا تھا تمہارے لفظوں سے۔ میری

"اتنی کڑی آزمائش مت کرو نوفل احمد! محبت تو میرا اوڑھنا بچھونا ہے۔ میں تو سر سے پاؤں تک رنگ میں رنگی ہوں۔ چاہتوں کی خوشبو میں سانس لینے کی عادی ہوں۔ میری سانسوں کا بوجھ نہ بڑھاؤ۔ مجھے بے رنگ زندگی گزارنے کی سزا مت دو۔"

وہ شکستگی کی زد میں تھی۔

بہت معصوم سے مان کے ساتھ گزرے ماہ و سال گزار رہے تھے اس نے۔ اب اس شخص کی بے اعتنائی کا سامنا کرنا مشکل کیوں نہ لگتا۔ وہ تو ہمیشہ سے محبتوں کی بارش میں بھیگتی رہی تھی۔ اچانک کڑی دھوپ کا سامنا پیشانی بھینچنے کے درپے تھا۔

گاڑی کے ہارن کی آواز نے اسے چونکایا تو اس نے سیدھے ہوتے ہوئے ہتھیلیاں رگڑ کر شکستگی کے نشانات مٹانے کی کوشش کی اور داخلی دروازہ کھولنے کی غرض سے اٹھ کر لاؤنج سے نکلی۔ اس کے پہنچنے تک وہ ایک مرتبہ دروازہ کھٹکھٹا چکا تھا۔ صبا نے چابی گھما کر لاک کھول دیا۔ وہ اندر داخل ہوا۔ تب تک وہ واپس پلٹ چکی تھی۔ مگر اس کی یہ خاموشی لاؤنج میں پہنچ کر ٹوٹی۔ ابھی کچھ دیر پہلے تک وہ جس کرب اور شکستگی سے گزر رہی تھی شاید اس نے یا پھر شاید اس نے اپنے دل سے اندر جو کھولن جمع کر رکھی تھی وہ باہر نکل آئی تھی۔

"میں آپ کی ملازمہ نہیں ہوں جو آدھی رات تک نہ صرف آپ کا انتظار کروں بلکہ دروازہ بھی کھولوں۔"

ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا وہ بے تحاشا چونکا تھا۔

کچن کے بیچ کھڑی گھر کے سوٹ میں ملبوس چہرے پر ناگواری کے تاثرات سجائے وہ دنیا جہان کی بے زاری سے کہی۔

نوفل نے گہری سانس بھری تھی۔

"آپ خود کو میری ملازمہ نہیں سمجھیں۔ میں نے بھی آپ کو اس عہدے پر فائز نہیں کیا۔ ابھی یوں آپ نے نہ صرف میرا آدھی رات تک انتظار کیا بلکہ دروازہ کھولنے کا کام بھی سرانجام دیا —— یہ پوچھ سکتا ہوں کیوں؟" کوٹ اتار کر بازو پر ڈالتے ہوئے اس نے اپنے پرسکون لہجے میں کہا تو وہ گڑبڑا سی گئی۔ تجاہل نے لمحہ بھر میں چہرہ تھکا دیا۔ اس کے لیے یہ ہوا تو نہیں تھا۔

"یہ سب صرف امی کی وجہ سے ہے۔ صرف ان کی پریشانی کے خیال سے۔" وہ پھر سنبھال پائی تھی۔ لہجے میں حتی الامکان تلخی سمو کر کہا۔

"اگر آپ کی یہ 'مہربانی' صرف امی کے لیے ہے تو مجھ سے کیا شکایت ہے آپ کو؟ انکار کر دیتیں۔ میں نے تو آپ سے یہ خدمت نہیں مانگی تھی۔" وہ چند قدم چل کر اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ اس کے بالکل مقابل نگاہوں سے تمسخر اڑاتا وہ صبا کے لیے آزمائش بننے لگا۔ نگاہوں کی تپش نے پیشانی عرق آلود کر دی تھی۔ اپنی خواہ مخواہ کی بحث پر اسے

"امی آپ کی طرف سے بہت پریشان تھیں۔ بمشکل میڈیسن لے کر سونے کے لیے لیٹی ہیں۔" اس نے اپنے لب و لہجے کی مضبوطی میں فرق نہیں آنے دیا تھا۔ نوفل گہری سانس لیتا پلٹ کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ صبا کے ہونٹوں سے دبی دبی سانس خارج ہوئی تھی۔

"میں نے ان سے کہا بھی تھا کہ میری ایک ضروری اپائنٹمنٹ نکل آئی تھی۔ میٹنگ تھی ڈرامے والوں کے ساتھ۔"

وہ بے فکری کے انداز میں کہہ رہا تھا۔ ڈرامے آفریدی کا نام سن کر صبا کو عجیب سی جلن کا احساس ہوا۔

"بہت خوب۔" سینے پر بازو لپیٹتے ہوئے وہ طنزاً مسکرائی تھی۔ "آدھی رات تک میٹنگ کا بہانہ ملا ہے آپ نے۔"

وہ رک کر سیدھا ہوا تھا۔

"ہوش میں تو ہیں آپ؟"

"میں تو حواس ہی میں ہوں۔ مگر آپ یہ جو کھیل کھیل رہے ہیں اس کا کیا جواز ہے آپ کے پاس؟" اس کے جارحانہ انداز پر وہ چیخ گئی تھی۔

وہ ذرا مسکرا دیا تھا۔ بہت محظوظ ہوتے ہوئے بولا۔

"محبت سے بڑھ کر بھی کوئی جواز ہو سکتا ہے کیا؟"

"محبت۔" وہ آزردگیوں میں گھرنے لگی۔ "اس چار حرفی لفظ کے پیچھے رٹ لگانے سے محبت کا ڈھنگ بھی آجاتا اور آپ کا تو اس جذبے سے دور دور تک کوئی واسطہ نہیں ہے۔"

"کس نے کہا آپ سے؟" وہ بہت دوستانہ انداز میں بولا تھا۔ "میں کہاں اس محبت وغیرہ کے چکر میں پڑنے والا تھا۔ یہ سب تو ڈرامے کی مہربانی ہے۔ اسی نے مجھے بتایا کہ محبت اصل میں کیا ہوتی ہے۔" اس کی دلکش مسکراہٹ صبا کے دل کو خاک کر گئی تھی۔ کتنی بے فکری سے وہ اپنی بیوی کے سامنے اپنے معاشقے کا ذکر کر رہا تھا۔

"مجھے آپ سے محبت کے ٹاپک پر لیکچر نہیں سننا چاہتی۔ اگر آئندہ بھی اپنی مس 'ڈرامے آفریدی' کے ساتھ لیٹ نائٹ میٹنگ کا ارادہ ہو تو مہربانی کر کے داخلی دروازے کی ایک چابی اپنے پاس رکھیں میں مجبوراً بھی یہ ڈیوٹی دینے کو تیار نہیں ہوں۔" اس نے مشتعل انداز میں کہتے ہوئے ڈرامے کا ذکر کیا یا باتوں تلے ہی ڈالا تھا۔ بہت بے رخی سے کہتی وہ تیز قدموں سے سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی۔ نوفل نے چہرہ موڑ کر اسے سیڑھیاں طے کرتے دیکھا، پھر گہری سانس فضا کے سپرد کرتے ہوئے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے مضطربانہ انداز میں کچھ سوچنے لگا۔

●●●●●

کراچی سے فون آیا تھا۔ سلام دعا کے بعد خفگی کے ساتھ شکوے شروع ہوئے تو ختم ہونے میں ہی نہیں آ رہے تھے۔

"میں یہاں بہت اکیلی ہوں —— صبا بھی نوفل بھائی کو ایسی پیاری ہوئی ہے کہ اب پیارے لگتے ہی نہیں۔ اور تم لوگوں کو ٹور پہ نکلے ہیں بائیس دن ہو گئے ہیں۔ بس اب ذرا بھی نہیں لگتا کہ یہ نئی شادی والا گھر ہے۔"

وہ اپنی تنہائی کے تذکرے پہ اس قدر جذباتی ہوئی کہ تمکین کو بولنے کا موقع دیے بغیر دفتر کھول بیٹھی۔ جب کہ تمکین مسلسل ہنس رہی تھی۔

دفعتاً کسی نے اس کے ہاتھ سے ریسیور چھین لیا تو وہ گڑبڑا سی گئی۔ جب کہ سعید اطمینان کے ساتھ تمکین سے بات کر رہا تھا۔ اور اس کے بعد اس کے ساتھ بھی گفتگو کی تھی۔

"کوئی جلدی نہیں ہے۔ ٹھیک ہے تم انجوائے کرو اس ٹرپ کو۔"

"بہت جنگلی۔" وہ سعید کی اس حرکت پہ کلس کر رہ گئی۔ اوپر سے وہ اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا۔

"یہ تو پاگل ہے بالکل۔ اور یوں بھی خالی دماغ شیطانوں کا گھر ہوتا ہے۔ فارغ بیٹھی تنہائی نہ ستائے تو اور کیا ہو۔ تم بس اپنا خیال رکھنا دونوں۔"

"او کے، اللہ حافظ۔" بہت خوشگوار موڈ میں بات ختم کر کے ریسیور رکھ کر وہ پلٹا تو وہ غصے سے بولی۔

"میں تمکین سے ضروری بات کر رہی تھی۔ ریسیور کیوں چھینا مجھ سے؟"

"ضروری بات؟" سعید نے جیسے بہت حیرت سے اسے دیکھا پھر قدرے تمسخرانہ انداز میں بولا۔

"میں نے تو سنا جیسے تم انہیں اپنا غم تنہائی سنا رہی تھیں۔"

تمکی کی پیشانی سلگ اٹھی۔ کیسے جھوٹ بول کر مار رہا تھا یہ شخص۔ کبھی جو اس کا ماضی جتلانے رہا ہو۔

"میں چاہے غم تنہائی سناؤں یا خوشی کے گیت، تم سے مطلب؟ اور تمہارا کیا دنیا میں ایک رہ گیا ہے، تمکی میری جاسوسی کرو؟"

"سو وہاٹ۔ وکالت کی طرح جاسوسی کرنا بھی بہت انٹرسٹنگ پروفیشن ہے۔" وہ بڑے جھٹک کر اطمینان سے بولا تو وہ زچ آ گئی۔

"ہاں —— بہت انٹرسٹنگ ہے۔ مگر ان کی اجازت صرف تمہی کو ہے۔ میں نے مارے تجسس کے ذرا سا لاکر کیا کھول لیا کہ کہرام ہی مچا دیا۔"

"مائنڈ یو تمکی میرا تمہاری وہ حرکت جاسوسی نہیں بلکہ چوری کے زمرے میں شمار ہوتی ہے۔" اب بھی بہت رسان سے کہہ رہا تھا۔ مگر تمکی کے تو تلووں لگی سر پہ جا بجھی۔

"کیا —— مجھے چور کہہ رہے ہو تم؟ —— کیا چرایا تھا میں نے وہاں سے؟ ایسے جواہرات رکھے ہوئے تھے وہاں؟"

"وہ تو میں پہنچ گیا وہاں۔ ورنہ کیا پتہ......"

حسن!" وہ قدرے تیز لہجے میں اس کی بات کاٹ گئی تھی۔ "تم وکیل ہو گے تو اپنی مسز کے لیے مگر مجھ پہ ایسا بے ہودہ الزام لگانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ چوری۔ تم جیسے تو میں بازار سے دس خرید سکتی ہوں۔" وہ بدتمیزی کی آخری حد تک اتر آئی تھی۔ مگر خلاف عادت سعید اس کے اشتعال کو بہت آرام سے سہہ رہا تھا۔ اسی رسان بھرے انداز میں اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"میرا بھی خیال ہے کہ تم نے بھی مجھے اتنا پسند کیا ہو۔ ایک میں ہی تو تم سے برداشت نہیں ہوتا، گویا مجھ ......"

یوں لگا اس کی پیشانی کو کسی نے جلتے انگارے سے داغ دیا ہو۔ غصے میں کہے گئے عام سے جملے کو وہ کہاں سے کہاں لے گیا تھا۔

"آئی ہیٹ یو سعید حسن! اس دنیا میں اگر کسی سے میں نفرت کرتی ہوں تو وہ صرف تم ہو —— صرف تم۔" شدید غصے اور بے بسی نے اسے ذلت کا احساس دلایا تو وہ بھرائے ہوئے لہجے میں چیخ کر اندر چلی گئی تھی۔

چند لمحوں تک یونہی کھڑے رہنے کے بعد سعید نے گہری سانس بھرتے ہوئے سر جھٹکا اور تائی جان کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"میں نے تو کہہ دیا ہے انہیں کہ اب واپس آ جائیں۔ بہت پھر تو ہو چکا ہے۔" اسے دیکھتے ہی تائی جان نے کہا تو وہ تکیے تلے تکیہ دبا ان کے بستر پہ نیم دراز ہو کر مسکرا دیا۔

"آپ لوگ تو بس۔ ابھی وہ نئی نئی تو ہے بھی ان سے کچھ بھی نہیں کہہ رہی تھیں۔ تھوڑے دن سیر و تفریح کر لینے دیں۔ پھر تو یوں بھی روٹین لائف شروع ہو جائے گی ان کی۔"

"سیر و تفریح کو ساری عمر پڑی ہے۔" وہ جیسے بہت ناراضی سے کہہ رہی تھیں۔ ان کا موڈ بھانپتے ہی سعید نے سیدھے ہو کر ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر محبت سے پوچھا۔

"کیا بات ہے —— میری پیاری سی ماں اتنی پریشان کیوں لگ رہی ہیں؟" ہمیشہ کی طرح اس کے لاڈ سے "ماں" کہنے پہ وہ نہال ہو گئی تھیں۔ مگر فی الحال انہوں نے خود کو سنجیدہ ہی بنائے رکھا۔

"تنہائی کی ہی تو بات ہے۔ گھر میں یوں خاموشی چھائی رہتی ہے جیسے یہاں کوئی رہتا ہی نہیں۔" وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔

"تب اس کا مطلب یہ تو نہیں نا کہ ہم ان لوگوں کو واپس بلا لیں۔"

"ان کو نہیں بلا سکتے۔ مگر کچھ خوشی کا اہتمام تو کر سکتے ہیں نا۔" انہوں نے کہا تو وہ نا سمجھی کے عالم میں انہیں دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اب تمہیں بھی کسی کھونٹے سے باندھ دینا چاہیے۔" وہ مسکرائیں تو ہمیشہ کی طرح

ان کی آنکھوں سے معید کو صرف اور صرف محبت جھلکتی دکھائی دی۔ ان کا مطلب بھانپ کر وہ ہنس دیا۔

"ابھی تو انس اور صبا کی شادی کو ایک مہینہ بھی نہیں گزرا ہے اور آپ کو ایک اور کی ضرورت پڑ گئی ہے۔"

"مذاق میں مت ٹالو معید! ---- وہ پہلے ہی مجھ پر خفا ہیں کہ انس سے پہلے نہیں تو انس کے ساتھ ہی تمہاری شادی بھی ہو جانی چاہیے تھی۔" وہ سنجیدہ تھیں۔ معید نے ان کا ہاتھ تھام لیا۔

"اتنی جلدی کیا ہے بڑی ماں! پہلے میں اپنی پروفیشنل لائف تو سیٹ کر لوں۔ بیوی ساتھ ساتھ چلتی رہتی ہے۔" اس کا انداز سراسر بہلانے والا تھا۔ مگر وہ خفگی سے بولیں۔

"شادی ہے، کوئی جاب نہیں جو ساتھ ساتھ چلتی رہے گی۔ انس نے کون سا جھنڈے گاڑ لیے تھے جو اس کی شادی ہو گئی اور تمہاری نہیں ہو سکتی۔ پروفیشنل لائف بھی ہوتی رہے گی، پہلے اپنی پرسنل لائف سیٹ کرو۔"

"کم آن بڑی ماں! اس سے خوب صورت کسی کی کیا لائف ہو سکتی ہے کہ اس کے پاس آپ ہوں۔" وہ ان کو بانہوں میں گھیرتے ہوئے مزے سے بولا تو انہوں نے اس کی پیشانی چوم لی۔

"یہ ماں ساری عمر تو تمہارے ساتھ نہیں رہنے والی نا۔ اس لیے میری خوشی کے لیے۔" وہ بہت جلدی میں کہنے لگی تھیں کہ وہ کرنٹ کھا کر انہیں ٹوک گیا۔

"پلیز ماں! ایسا مت کہیں ---- ابھی نہیں۔" وہ ان کے معاملے میں حد درجہ جذباتی تھا۔ کبھی ان کی عام سے لہجے میں کہی بات سہہ نہیں پاتا تھا۔

"آپ صرف اپنی خوشی کی بات کریں۔ مجھے حکم دیں، جس میں آپ کی خوشی ہو۔"

اس کی فرمانبرداری ان کے دل میں ترازو ہو گئی۔

"میری نہیں، تمہاری بھی خوشی لازمی ہے میری جان!" ان کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی۔

"آپ کہیں تو ......" وہ جاننے کو بے چین ہوا تھا۔

"شادی کے لیے ہاں کہہ دو۔" انہوں نے بہت آس کے ساتھ اسے دیکھا تو لمحہ بھر کے بعد وہ مسکرا دیا۔

"ہاں۔"

"کیا مطلب ہاں؟"

"خود ہی تو کہہ رہی ہیں کہ شادی کے لیے ہاں کر دوں تو کر دی میں نے۔" وہ اطمینان سے بولا تو وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگیں۔

"مذاق تو نہیں کر رہے؟"

"آپ کے ساتھ تو میں مذاق میں بھی جھوٹ نہیں بول سکتا۔" وہ مسکرایا تھا۔

"...نہیں۔ دل پر سے بہت بڑا بوجھ ہٹ گیا تھا۔ ورنہ ثمنی کے لیے جس طرح سے رشتوں کی ... تھی، انہیں تو فکر ہی لگ گئی تھی۔ کچھ اپنے بچے کا پاس بھی تھا مگر اب معید تو انہیں تمام ... سے آزاد کر گیا تھا۔

"... ٹھیک ہے۔ باقی سب رسمیں تو انس اور ثمین کے آنے پر ہوتی رہیں گی، ہم منگنی کی چھوٹی ... کر لیتے ہیں۔" انہوں نے فوراً اپنا پروگرام بتایا تو وہ تحیر سے انہیں دیکھنے لگا۔ پھر مذاق اڑانے ... انداز میں کہا۔

"آپ تو یوں کہہ رہی ہیں جیسے پتہ نہیں کتنی لڑکیاں تیار بیٹھی ہیں مجھ سے شادی کو۔ پہلے لڑکی تو ... لیں۔"

"... بھلا تلاش کیا کرنی ہے، میری نزدیک کی نظر تمہاری طرح خراب تھوڑی ہے۔" ان کے ... مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا مطلب؟" اس کی سیاہ آنکھوں میں الجھن سی تیر گئی تھی۔

"اپنی ثمنی۔ اور کون؟"

انہوں نے جیسے دھماکا کر ڈالا تھا۔ ان کی اس قدر غیر متوقع بات پر معید کے اعصاب کو ایک ... ڈالا تھا۔ وہ بے حد بے یقینی سے انہیں دیکھنے لگا۔

"... اچھی ہے نا ----؟" وہ بڑے اشتیاق سے اس کی رائے پوچھ رہی تھیں۔

"لیکن ----" وہ اب بھی بے یقینی کے حصار میں تھا۔

"میں نے تو زہرہ کو تسلی دے دی ہے کہ وہ ثمنی کی طرف سے بے فکر ہو جائے۔ وہ اب ہماری ... سچی بات تو یہ ہے کہ میں نے ہمیشہ تمہارے ساتھ ثمنی کو ہی سوچا ہے۔ تمہارا کیا خیال ...؟" وہ اپنی خوشی بتانے کے بعد اس کی خوشی پوچھ رہی تھیں۔ وہ گم صم سا بیٹھا چونک گیا۔ پھر نارمل انداز میں بولا۔

"... حال تو آپ کو ثمنی سے پوچھنا چاہیے۔"

"اس سے کیا پوچھنا۔" وہ قدرے خفگی سے گویا ہوئیں۔ "میری اپنی بیٹی ہے۔ اس کے لیے ... لڑکا ہی پسند کروں گی۔ چاہے وہ فیملی میں سے ہوتا یا کہیں باہر سے۔ اور تم سے بہترین ... ہو سکتا ہے اس کے لیے۔"

"... کو تو اپنے بچوں میں کوئی خرابی ہو بھی تو دکھائی نہیں دیتی۔ یہ تو آپ ثمنی سے پوچھیں۔" وہ ... بات کہہ رہا تھا۔

"کیا تمہیں اس رشتے پر اعتراض ہے؟" وہ ٹھٹکیں۔

"... تو صرف آپ کی خوشی چاہتا ہوں۔" وہ بدقت تمام مسکرایا تھا۔ تائی جان نے بڑی محبت سے ... پیشانی چوم لی۔

"... تمہاری خوشی میں خوش ہوں۔"

"اب میں چلوں۔ مجھے ایک کیس اسٹڈی کرنا ہے۔"
وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ دل میں یکلخت ہی بے سکونی ڈیرہ ڈالنے لگی تھی۔

●●●●●

کبھی بے کنار سے رتجگے، کبھی زرنگار سے خواب دے
ترا کیا اصول ہے زندگی، مجھے کون اس کا جواب دے
جو بجھا سکوں تیرے واسطے جو بچا سکوں میرے واسطے
میری دسترس میں ستارے رکھ، میری مٹھیوں میں گلاب دے
یہ جو خواہشوں کا پرند ہے، اسے موسموں سے غرض نہیں
یہ اڑے گا اپنی ہی موج میں، اسے آب دے کہ سراب دے
کبھی یوں بھی ہو تیرے روبرو، میں نظر ملا کے یہ کہہ سکوں
میری حسرتوں کو شمار کر، میری خواہشوں کا حساب دے

وہ کتنی ہی بار اس غزل کو پڑھ گئی تھی۔ ٹھہر ٹھہر کر لفظ بہ لفظ۔ اندر مچی ہلچل تھی کہ بڑھ رہی تھی۔

کبھی یوں بھی ہو تیرے روبرو، میں نظر ملا کے یہ کہہ سکوں
میری حسرتوں کا شمار کر، میری خواہشوں کا حساب دے

اس کی آنکھوں کے کنارے بھیگنے لگے۔
"اور تمہاری طرف تو میرے بہت سے حساب نکلتے ہیں نوفل احمد! میرے اعتبار کو تم نے، میری عزت نفس کو پامال کیا ہے۔ میرے خوابوں کے شجر کو اجاڑ دیا ہے، میری خواہشیں برباد کر دیا ہے۔ کس کس جرم کا حساب چکاؤ گے تم؟"
اس نے جلتی آنکھیں موندیں تو آنکھوں کے کناروں سے گرم پانی بہہ نکلا۔ اندر کی تنہائی کو نکاسی کا کوئی تو راستہ چاہیے ہی تھا۔ سو اس نے بھی ان آنسوؤں کو روکنے کی کوشش نہیں کی۔
دروازہ کھلنے کی آواز اس قدر اچانک تھی کہ اس نے تیزی سے سیدھے ہوتے ہوئے ہاتھ سے چہرہ صاف کیا اور پلٹ کر کتاب سائیڈ ٹیبل پر رکھنے لگی۔
"آپ ابھی تک تیار نہیں ہوئیں؟ ـــــ ڈالے کا دو بار فون آ چکا ہے۔" نوفل کی آواز اپنے عقب سے سنائی دی تو وہ پھر سے کتاب کھول کر چہرے کے آگے کیے بیٹھ گئی۔
"میں آپ سے مخاطب ہوں محترمہ!" وہی طنزیہ سا انداز۔ صبا سلگ کر رہ گئی تھی۔
"میرا کہیں جانے کا موڈ نہیں ہے۔" اس نے نارمل سے انداز میں کہا تو بھی اس کا لہجہ کچھ عجیب سا تھا۔
نوفل نے چبھتی نظروں سے اس کی طرف دیکھا جو خود کو کتاب میں محو ظاہر کر رہی تھی۔
"میں نے آپ کے موڈ پر بات نہیں چھوڑی تھی۔ بلکہ میں نے آپ سے کہا تھا کہ پانچ

بجے تک ریڈی ہو جانا چاہیے۔"
بے نیازانہ انداز پر تپ کر صبا نے کتاب بستر پر پٹخی تھی۔
"میں نے کب کہا تھا کہ آرڈر دیا تھا آپ نے۔"
"آپ یہی سمجھ لیں۔" اس کے بھیگے چہرے پر نظر ڈالتا وہ سکون سے بولا تھا۔ اس کی شخصیت کی طرح اس کا لہجہ بھی رعب دار اور بھرپور تھی۔ کبھی کوئی مقام یا ستائش کی جھلک نہیں تھی مگر اس کے ٹھنڈے لفظوں کی مار بھی کم نہیں ہوتی تھی۔ اس کا دبدبہ دل کو تار تار کر جاتا تھا۔
"آئی ایم سوری ـــــ میں نہیں جا رہی۔" صبا کو اپنے چہرے سے آتی تپش کا احساس ہوا تو اس نے سختی سے انکار کر دیا۔
وہ کچھ دیر تک اس کے سرکش انداز کو دیکھنے کے بعد وہ آگے بڑھا اور جھک کر اس کا بازو تھام کر اسے بازو سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ وہ اس افتاد پر برافروختہ سی ہو گئی۔
"اگر آپ نرمی سے میری بات مان لیں گی تو اس میں آپ ہی کا فائدہ ہوگا۔" وہ بے حد سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔ صبا کا دماغ بھنبھنا اٹھا۔
"اور اگر نہ مانوں تو ـــــ ورنہ کیا کریں گے آپ؟"
"میرے خیال میں صبا بی بی! آپ زبردستی پسند نہیں کریں گی۔" وہ قدرے اس کی طرف جھک کر دھیمے انداز میں بولا تھا۔ اس کے ملبوس سے اٹھتی دلفریب مہک لمحوں میں صبا کے گرد حصار باندھ گئی مگر وہ اس قدر دل گرفتہ تھی کہ اس قربت پر حیا سے سمٹ بھی نہیں سکی۔ اس کی گفتگو میں اس قدر مان تھا کہ چاہ کر بھی وہ کچھ نہ کہہ سکی، نہ ہی لب ہلے تھے کہ وہ اپنے چہرے کی لالی کو چھپانے کی تگ و دو کرتی۔
کچھ کہنے کی کوشش میں اس کے لب لرزے مگر بے بسی کا احساس اس قدر شدید تھا کہ وہ کچھ کہے بغیر اپنا بازو اس کی بے درد گرفت سے آزاد کراتی دھپ سے بستر پر بیٹھ گئی۔
"اگلے دس منٹوں میں آپ کو بالکل ریڈی ہونا چاہیے ـــــ میں لاؤنج میں انتظار کر رہا ہوں۔ اور خراب صحت حال کی ذمہ دار آپ ہوں گی۔" اس کی قلبی و ذہنی حالت سے بے پروا وہ بہت ہی تحکمانہ انداز میں آرڈر دیتا چلا گیا تھا۔
اس کا لب و لہجے میں چھپی دھمکی نے صبا کو سلگا کر رکھ دیا۔ اس کا جی چاہا ہر شے کو تہس نہس کر دے۔ آنسو اس قدر تیزی سے بہتے چلے جائیں کہ اندر کا سارا دکھ سارا درد ختم ہو جائے۔
"میرے خدا! میں تیری اس آزمائش کے قابل نہیں ہوں، میرے مالک!" ہاتھوں میں چہرہ چھپائے وہ رو دی تھی۔
تیار ہو کر نیچے لاؤنج میں پہنچی تو وہ صالحہ بیگم اور ادینہ کے ساتھ محو گفتگو تھا۔
بلیک ٹراؤزر اور شارٹ شرٹ اس کے روپ کی تابانی کو کئی گنا بڑھا گئی تھی۔ اس پر بالوں کا اسٹائل بھی مناسب سے کیے گئے ہلکے میک اپ نے اس کے نقوش کی دلفریبی کو انتہا تک پہنچا دیا تھا۔ بالکل اس کی قامت پر خوب جچ رہی تھی۔

صالحہ بیگم نے اسے دیکھتے ہی بے اختیار "ماشاءاللہ" کہا تو اریبہ کی کسی بات کا جواب دیتے نوفل نے بھی بے ساختہ صبا کی طرف پلٹ کر دیکھا تھا اور یہ دیکھنا ایسا ہی تھا کہ کئی لمحوں تک اس کی نظر واپس پلٹنا بھول گئی تھی۔ وہ اس کی نگاہوں کی بے اختیاری سے بے خبر صالحہ بیگم کے پاس بیٹھی مگر نوفل کی یہ بے اختیاری اریبہ کے لئے نظر انداز کرنے والی چیز نہیں تھی۔ وہ اپنی جگہ پہلو بدل کر رہ گئی۔

"میرے گھر میں تو صبا کے دم سے روشنی پھیل گئی ہے۔ خدا نے میری بہو کو دونوں ہاتھوں سے دل کھول کر نوازا ہے۔" صالحہ بیگم دل و جان سے اس کی صورت اور طبیعت کی معترف تھیں۔ وہ ان کے توصیفی انداز پہ جھینپ سی گئی اور اس کے چہرے پر شفق اس قدر دلکش تھی کہ نوفل کو اپنی نگاہ چرانا مشکل ہونے لگا۔ اپنے بکھرتے جذبات کی سرکشی کو روک کر وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"میرے خیال میں یہ تعریفی سند واپس آ کر بھی حاصل کی جا سکتی ہے۔ اب چلا جائے، ہم کافی لیٹ ہیں۔" اس کے سنجیدہ انداز نے صبا کو خجل سا کر دیا تھا۔ وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے ہاتھوں میں تھاما خوب صورت سا ریڈ پرس ڈیش بورڈ پر رکھا تھا۔ اگنیشن میں چابی گھماتا وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"اگر میں آپ کی ریسپیکٹ کرتی ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ جب اور جہاں میری انسلٹ کر دیں۔" وہ غصے سے کہہ رہی تھی۔

"بی ہیو یور سیلف۔ یہ لڑنے کی جگہ نہیں ہے۔" چوکیدار کو گیٹ کھولتے دیکھ کر وہ سختی سے بولا تو وہ ہونٹ بھینچ کر رہ گئی مگر گیٹ سے باہر نکل کر روڈ پر آتے ہی جیسے اس کا ضبط جواب دے گیا تھا۔

"کیا یہ سب حدود میرے لئے ہیں؟ آپ پر وقت اور جگہ کی کوئی پابندی نہیں ہے بدتمیزی کرنے کے لئے؟"

"واٹ؟" اسے خفیف سا جھٹکا لگا۔ "بدتمیزی ——؟"

"اسے بدتمیزی ہی کہتے ہیں۔ چار لوگوں کے درمیان جو جی میں آیا کہہ دیا۔" اس کے لہجے کی تپش کم ہونے میں ہی نہیں آ رہی تھی۔ حالانکہ یہ وہی صبا تھی جس کے ٹھنڈے مزاج اور نرم طبیعت کی سب مثال دیا کرتے تھے۔ مگر بعض جگہیں اور رشتے ایسے ہوتے ہیں جہاں اگر انسان کو عزت، مان اور توجہ نہ ملے تو سلجھی ہوئی طبع کے شفاف آئینے کو چڑچڑے پن کی دھول گرد آلود کر دیتی ہے۔ اور اس میں سے اصلیت اور کھرے پن کو ڈھونڈنا مشکل ہونے لگتا ہے۔ وہ بھی ایسی ہی کیفیت میں گھرنے لگی تھی۔

"میں نے کچھ غلط نہیں کہا تھا۔ اگر آپ کو واقعی اپنی تعریف سننے کا اتنا ہی شوق ہے تو بتا دیں، پورا کر لیجئے گا۔" وہ بہت رسانیت سے کہہ رہا تھا۔

"مجھے ایسا کوئی پاگل پن لاحق نہیں ہے۔" وہ چیخ کر رہ گئی تھی۔ اسٹیئرنگ وہیل سیدھا

م۔

نوفل نے سامنے رکھا پیکٹ اٹھا کر سگریٹ لبوں میں دبائی اور لائٹر سے اسے آگ لگاتے ہوئے باتوں پہ دانت جما کر رہ گئی۔

نہیں چاہئے۔ ایم سوری۔ مجھے خواتین کا آدھی آستینیں پہننا بالکل بھی پسند نہیں دھواں بکھیرتے ہوئے وہ اطمینان سے بولا تو اس کا چہرہ تمتما اٹھا۔

بھی یاد رکھا کریں کہ یہ شادی ایک معاہدے کے طور پر ہوئی ہے۔ سو میں آپ کی سمجھتی ہوں۔"

بھول گئیں کہ اب آپ میری بیوی ہیں۔" وہ بہت سرد لہجے میں کہہ رہا تھا۔

دو حرفی بات "میری" پہ صبا کو ہنسی کے ساتھ ساتھ رونا بھی آنے لگا۔

رشتے کی اصل حقیقت یہ ہے کہ بار بار خود کو یاد دلانا پڑتا ہے کہ ہم دونوں کے ہے۔" اسے نئے سرے سے اپنے اعصاب کو سمیٹنا پڑا تھا۔

صبا بی بی! کہ میں اپنی زندگی گزارنے کے لئے کچھ اصول طے کر چکا ہوں۔"

آپ اپنی زندگی گزاریں، میں اپنی زندگی خود ہی گزارنا چاہتی ہوں۔" وہ اس کی حد درجہ کر دانتی گئی تھی۔

آپ کو پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ مجھے بحث کرنے والی خواتین پسند نہیں ہیں۔" اس کی جتانے والے انداز میں بولا تو وہ بھڑک اٹھی۔

"آپ کو یہ پسند نہیں، وہ پسند نہیں، میری کوئی بات نہیں۔ مجھے بھی آپ کا سگریٹ پینا پسند نہیں۔" اس کے ایک دم آپے سے باہر ہونے پر وہ اپنی سحر طراز آنکھوں کو خفیف سی جنبش سے دیکھنے لگا۔ پھر تمسخر اڑانے والے انداز میں بولا۔

"آپ یہ توقع بھی کیوں ہے صبا بی بی! کہ میں خود کو آپ کی خاطر بدل دوں گا؟"

اندر کھینچتے ہوئے صبا نے جیسے اپنا ضبط سمیٹا تھا۔ وہ تو جیسے کوئی راہ نہیں چھوڑ رہا تھا۔ کرنے کے بعد بکھیرنے پر تلا ہوا تھا۔

شریک سفر ——؟

ساتھی؟

ہے صبا میرا! کہ اب روز خود کو اس طرح بکھرنے اور سمیٹنے کا عادی کرنا پڑے گا؟"

آپ بھی اپنی یہ غلط فہمی دور کر لیں نوفل احمد! کہ آپ اس نام نہاد رشتے کا سہارا لے کر کر سکتے ہیں۔ میں آپ کو میری زندگی گزارنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔" اندر ہی کا سبق دیتے ہوئے اتنے دنوں میں پہلی بار وہ بے حد مضبوطی سے بولی تھی۔

سے ونڈ اسکرین کے پار دیکھتا ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ اس کی بات کے جواب میں کچھ کوئی مصلحت پیش نظر تھی یا کوئی جواب ہی نہیں بن پڑا تھا۔

آنکھوں میں اترتی نمی کو پیچھے دھکیلتے ہوئے کھڑکی سے باہر بھاگتی دوڑتی زندگی کو حسرت سے

دیکھنے لگی۔ دل و ذہن کو کثیف سوچوں نے اپنی لپیٹ میں لے کر اسے حد درجہ آزردہ کر دیا تھا۔

وہ ذہنی طور پر اس قدر اپ سیٹ تھی کہ ڈالے کی گرم جوشی کا ٹھیک سے جواب بھی نہ دے سکی تھی۔ خالی نظروں سے اسے نوفل کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے اندر بڑھتا دیکھتی رہی۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟"

وہ بری طرح چونکی تھی۔ یہ اسد رانا تھا۔ اس کے ساتھ والے صوفے پر بیٹھنے کی اجازت مانگتے ہوئے وہ مسکرا رہا تھا۔

"جی ——— بیٹھیے۔" اندر سے گھبرانے کے باوجود اس نے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ سجا لی تھی۔ وہ صبا کا شکریہ ادا کرتا صوفے پر ٹک گیا۔

"شکل و صورت اچھی ہو تو انسان کا آئینے سے بھی دل نہیں بھرتا۔ اور خود کو کیمرے کی آنکھ سے دیکھنا تو اور بھی اچھا لگتا ہے میم! ——— آپ نے اس فیلڈ میں آنے سے متعلق کبھی سوچا ہے؟ ماڈلنگ وغیرہ؟" وہ بہت دوستانہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"جی نہیں ——— مجھے اس سب سے کوئی دلچسپی نہیں۔" اس کے سوال پر صبا کو غصہ تو آیا مگر ضبط کرنا مجبوری تھا سو اس نے سنجیدگی سے انکار کر دیا۔

"او کے، چلیں اسٹل فوٹو گرافی، میگزینز وغیرہ کے لئے؟" وہ تو جیسے ابھی کنٹریکٹ سائن کروانے کے موڈ میں تھا۔

"آئی ایم سوری۔ مگر میں اس فضول کام میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتی۔" اس کی برداشت جواب دینے لگی تھی۔

وہ کان دبا کے فرار ہوا تھا۔

"ڈیش ———" وہ سر جھٹک کر رہ گئی۔

"کم آن صبا! تم یہاں اکیلی کیوں بیٹھی ہو؟ میں نے نوفل سے تمہارا پوچھا تو بولا کہ ... گئی۔ کمال ہے، ایک ہی ماہ میں یہ حال ہے ایک نئے شادی شدہ جوڑے کا ——— چلو بھئی" اپنے مخصوص انداز میں بولتی اس کا ہاتھ تھامتی اسے اٹھانے لگی تو وہ میز پر رکھا اپنا پرس لئے کھڑی ہوئی۔

یہ بھی گزشتہ کی طرح مرد و عورت کی تخصیص کے بغیر پارٹی تھی اور کس خوشی میں تھی یہ پتہ نہیں چلا تھا۔

"یقین کرو نوفل! تمہارا کپل اتنا مکمل اور خوبصورت ہے کہ اب میرا بھی شادی کر لینے کو جی چاہتا ہے۔" ڈالے اپنے مخصوص بے باک انداز میں کہہ رہی تھی۔

"تو میم! آپ نے کیوں اتنی دیر کر دی؟ آپ کی خاطر تو کوئی بھی سر کٹوانے کو راضی ہو" کسی نے ہانک لگائی تو وہ ہنستی ہوئی نوفل کی طرف دیکھ کر شرارت سے بولی۔

"تم لوگ یہ مت سمجھنا کہ مجھے کسی نے لفٹ ہی نہیں کرائی۔ بس بات صرف اتنی سی ہے کہ ... مجھے ہی نہیں، بلکہ امریکہ کو بھی چھوڑ کر بھاگ گیا۔ کیوں نوفل؟"

... کے ہونٹوں پر بھی بہت جان دار سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔ وہ اس کا اشارہ اچھی طرح سمجھ گیا ... کے پہلو میں بیٹھی صبا سر سے پاؤں تک دھڑا دھڑ جلنے لگی۔

... خوبی سے عشق و محبت کا کھیل کھیلا جا رہا تھا۔ وہ بھی عین اس کی نظروں کے ...

"... بھی ہو سکتا ہے کہ اس بھگوڑے کی کوئی مجبوری ہو جو اسے تم سے بھاگنا پڑا۔ ورنہ کوئی امریکہ تو ... مگر تمہیں ناممکن۔" نوفل کی بات پر قہقہہ پڑا تھا۔

... اپنی پیشانی تپتی محسوس ہونے لگی۔ مرد و عورت کی تخصیص کے بغیر ہر طرح کی بات کر دینا یہاں لوگوں کی عادت تھی۔ مگر وہ جس گھر سے آئی تھی وہاں ان باتوں کا خاص خیال رکھا جاتا ... اب بھی اس کا وہاں سے بھاگ جانے کو جی چاہ رہا تھا۔

"... صبا! داد دینی پڑے گی تمہارے حوصلے کی۔ تم نے نوفل کو اجازت کیسے دے دی اس فیلڈ ... کی؟" ڈالے ہنستے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ وہ حیران سی اسے دیکھنے لگی۔

"میں نے تم سے کہا تھا ڈالے! ان کے لئے یہ سرپرائز ہے۔" نوفل نے اسے یاد دہانی کرائی تو ... اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر جیسے اپنی یادداشت کو کوسا پھر جلدی سے بولی۔

"چلو کوئی بات نہیں، اس سیکرٹ کو اب اوپن کر دیتے ہیں۔"

وہ خاموشی سے ان کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔

"ان میں سے کوئی کچھ نہیں بتائے گا میم! اصل میں سرپرائز یہ ہے کہ ہمارے اگلے کمرشل میں اپنا نیا ماڈل انٹروڈیوس کروا رہے ہیں۔ اور یہ پارٹی اس کا کنٹریکٹ سائن ہونے کی خوشی ... منایا جا رہا ہے" اسد رانا نے ہنستے ہوئے پول کھول دی تھی۔

... حیرت و بے یقینی کا جھٹکا سا لگا۔

... ماڈلنگ ———

"... کب سے اسے فورس کر رہی تھی مگر یہ بہت عقل مند ہے۔ اپنے تمام راستے سیف کر کے اس فیلڈ میں آنے کی سوچی ہے اس نے۔" ڈالے اسے چھیڑ رہی تھی جب کہ وہ ہنستے ہوئے ... رہا تھا جو ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ لئے ابھی ابھی سی بیٹھی تھی۔

"... کیا حیرانی نہیں ہوئی صبا؟" ڈالے نے حیرت سے پوچھا تو وہ اسی مسکراہٹ کے ساتھ اسے ... تھوڑے توقف کے بعد بولی۔

"مجھے بالکل بھی حیرت نہیں ہوئی۔ ان کی ایکٹنگ کی صلاحیت کا تو مجھے بھی بہت اچھی طرح اندازہ ہے۔ یہ چاہیں تو ڈراموں میں بھی کام کر سکتے ہیں۔"

——— ڈالے نے تو سمجھی انداز میں سر ہلایا تھا۔ جب کہ نوفل اس کے طنز کو پوری طرح

پا گیا تھا۔ کتنے آرام سے سب کے بیچ وہ اس پہ چوٹ کر گئی تھی۔ کسی اور کو پتہ چلا ہو یا نہیں نشانہ بنایا گیا تھا وہ اپنا حوصلہ آزما کر رہ گیا تھا۔

ڈالے نے انہی کی میز پہ کھانا کھایا تھا۔

"اب تک نوفل! کیا حال ہے محبت کا؟" چائے کے دوران ڈالے نے اسے پکارا تو پہلو سے اٹھتی ٹیس کو نظر انداز کرتے ہوئے ہلکے سے مسکرا دیا۔

"یہ سب فارغ وقت کے مشغلے ہیں ڈالے آفریدی!"

"کیا؟" ڈالے نے اسے آنکھیں دکھائیں۔ "اور وہ جو میرے آگے پیچھے رہتے ہو، محبت یہ محبت وہ۔"

نوفل نے ایک نظر سر جھکائے اپنے کپ کے کناروں پہ انگلی پھیرتی صبا کو دیکھ کر زچ کرنے والے انداز میں بولا۔

"محبت کی معراج 'پالینا' ہی تو ہوتا ہے۔"

"ویل سیڈ۔" ڈالے نے سر دھنا تھا۔ پھر چڑ کر بولی۔ "یعنی پالیا تو محبت ختم۔ پھر کہنا چاہتے کہ مجھے ابھی تک میری محبت نہیں ملی۔"

"کِل دِس ٹاپک ڈالے—!" وہ بھی کون سا اندر سے پُرسکون تھا۔ زچ ہو کر بولنے پر آمادہ تھی۔

"ایک تو تم مشرقی مرد اس قدر کنفیوزڈ ہوتے ہو کہ اپنی محبت کو بیوی تک پہ آشکار نہیں کرتے۔" اس نے رخ بدل کر صبا کو مخاطب کیا تھا۔

"کیوں صبا؟ — کیا اس نے تمہیں اپنی شادی سے پہلے والی محبت کے" کا بتایا ہے؟ میرے سامنے تو خوب رونا رویا جاتا تھا محبت کا۔"

صبا نے ذرا سی پلکیں اٹھا کر نوفل کی طرف دیکھا تو وہ اسی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ نظریں جھکا کر سے بولی۔

"انہیں کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔"

"اوہو—" ڈالے نے شرارت سے نوفل کو دیکھا جو اطمینان بھری سانس لے رہا تھا، لاپروائی سے شانے اچکا کر مسکرا دیا۔

"بہت لکی ہے نوفل جسے تم جیسی انڈر اسٹینڈ کرنے والی بیوی ملی۔ اور وہ بھی بہت محبت کرنے والا شخص ہے صبا! بہت شدت پسند۔ ایسے شخص کو بہت احتیاط اور محبت سے ہینڈل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر مجھے یقین ہے کہ وہ تمہارے حصار سے باہر کبھی جا ہی نہیں سکتا۔ تم اسے قید رکھو گی۔"

واپسی پہ صبا کی سماعتوں میں ڈالے کی باتیں گونج رہی تھیں جو نوفل کی عدم موجودگی میں اس نے صبا سے کی تھیں۔

اس نے سر سیٹ کی پشت پر ٹکا دیا۔

"تم شاید نوفل احمد کو بھول چکی ہو ڈالے! مگر یہ شخص واقعی شدت پسند ہے۔ اسی لئے تو تمہیں کو چاہتا ہے اور میرے وجود کو دن بدن مٹی کیے جا رہا ہے۔ میں تو اسے تب سنبھال پاؤں گی نا، جب یہ تمہارے حصار سے نکلے گا۔ تم نے تو جانے کون سا اسم پھونک ڈالا ہے اس پہ۔ اور اگر ایسا ہے تو تم دونوں کے مابین تو میری زندگی کو "تجربہ" کیوں بنا ڈالا تم لوگوں نے؟"

"آپ شاید میرے اس فیلڈ میں آنے کی خبر سے ڈسٹرب ہو گئی ہیں۔" وہ شاید اس کی بے بسی سے لطف اٹھانے کے موڈ میں تھا۔ ورنہ کوئی دوستانہ روابط تو کبھی بھی نہیں رہے تھے دونوں کے مابین کہ اس کی "ڈسٹربنس" کی فکر میں مبتلا ہوتا۔

"غلط فہمی ہے آپ کی۔ میں یونہی کسی کی بھی وجہ سے "ڈسٹرب" ہونے کی عادی نہیں ہوں۔" وہ جتا گئی۔

"اچھا—" وہ آہستہ سے ہنس دیا۔ پھر اندر سے امڈتے اضطراب کو دباتے ہوئے عام سے انداز میں بولا۔

"آپ تو یقیناً "خاص" لوگوں کی وجہ سے ڈسٹرب ہوتی ہوں گی۔ میرا یہاں کیا ذکر۔"

وہ اس کے عام سے انداز میں چھپے خاص طنز کو نہیں سمجھ سکی تھی۔ خاموشی سے رخ موڑ کر بیٹھ گئی۔ نوفل نے لب بھینچتے ہوئے کیسٹ اندر دھکیل کر فل والیم میں ٹیپ چلا دی۔ میڈونا کا لاسٹ نمبر گاڑی میں اودھم مچانے لگا۔ اس کا مقصد شاید صبا کو زچ کرنا رہا ہوگا۔ مگر جتنا شور صبا کو اپنے اندر محسوس ہو رہا تھا اس سے بچنے کے لئے اسے گاڑی میں مچا شور غنیمت لگا تھا۔

●●●●●

بہت غیر متوقع طور پر اگلے ہی ہفتے انس اور تمکین بنا اطلاع کیے ہی لوٹ آئے تو پورے گھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

"ارے تمکین! کیا کھاتی رہی ہو؟ اتنی حسین ہو رہی ہو۔" کتنی ہی بار اس سے پوچھ چکی تھیں۔

واقعی۔ نئے کپڑے پہن اور انس کی محبتوں نے اسے حسین تر بنا دیا تھا۔ ایک ماہ ہی میں وہ خوب سے خوب تر لگنے لگی تھی۔ خود انس کے چہرے پہ بھی خوشی اور طمانیت کے رنگ بکھرے ہوئے تھے۔ ہونٹوں پہ مستقل مسکراہٹ لیے وہ بے حد اچھا لگ رہا تھا۔ تائی جان کتنی ہی بار نظروں ہی نظروں میں ان کی بلائیں لے چکی تھیں۔

"کیا تو تھا یار واپسی کا۔" معید نے مسکراتے ہوئے کہا تو تمکین نے جواب دیا۔

"انہیں سرپرائز دینے کا شوق چرایا تھا اور سچی بات تو یہ ہے کہ گھر سے اتنی دور اکیلے رہنا بھی مشکل ہو رہا تھا۔ مجھے تو بہت خوشی ہو رہی تھی واپسی کی۔"

"تب ہی کیا وہاں سے نہ بھاگتا؟" انس نے تمکین کی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سانس لیا تو وہ سب ہنس دیے۔

"صبا کیسی ہے؟ ـــــ میری تو صرف دو مرتبہ ہی فون پر بات ہو پائی ہے اس سے۔" تحریم پوچھ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے وہ......" ضحیٰ کچھ کہتے کہتے چپ ہو گئی تھی۔

"ابھی تھوڑا آرام کر لو تم لوگ۔ اتنا سفر کر کے آئے ہو۔" چچا جان نے ان کی مسلسل گھنٹوں کی نشست کو ختم کرنا چاہا۔

اور واقعی، تھکن تو بہت تھی۔ مگر گھر واپسی کی خوشی اس تھکن پر بھاری تھی۔ اپنوں کے درمیان ہونے کا احساس کسی اور احساس کو حاوی ہی نہیں ہونے دے رہا تھا۔

"میں صبا کو فون کروں؟" ضحیٰ کو خیال آیا تھا۔

"بالکل نہیں۔ کل جائیں گے ان کی طرف۔ ذرا انہیں بھی تو سرپرائز دیا جائے۔" تحریم نے فوراً روک دیا تھا۔

"بھائی جان! اب تو ہمیں یقیناً اپنے حفاظتی بند باندھ لینے چاہئیں۔ کیونکہ آئندہ سے اس گھر کی باگ دوڑ جن دو اور دو چار ہاتھوں میں جا رہی ہے ان میں سے دو کو ہم پچھلے دنوں آزما دیکھ چکے ہیں۔ اور یہ تو خدا نے ہی لمبی عمر لکھ رکھی تھی جو آپ سے جو کام ہیں۔ اور باقی بچے دو وہ آپ کی بیگم صاحبہ کے ہیں، جن سے متعلق نوفل بھائی ہمیں پہلے ہی بتا چکے ہیں۔ سو ابھی سے متبادل سوچ لیں۔"

وجدان اپنی ہانکے جا رہا تھا۔ ضحیٰ کی گھوریاں بے کار جا رہی تھیں۔ تمکین نے جھینپ کر اس کے شانے پر ہاتھ مارا۔

"میں اتنا برا تو نہیں پکاتی۔ بس تھوڑا سا اچھا نہیں بنتا۔"

اس کی بات پر لڑکوں نے قہقہہ لگایا تھا۔

"میری بیگم بہت ذہین ہے۔" انس اترایا تھا۔

"ذہین ہوتی تو آپ کی بیگم نہیں ہوتی۔" اس کا مطلب سمجھتے ہوئے ضحیٰ نے پیچھے سے جواب دیا تو تمکین نے اس کا شانہ تھپک کر شاباشی دی تھی۔

"آتے ہی بے وفائی شروع کر دی۔" انس اس کی طرف جھک کر بڑبڑایا تو وہ ان سنی کر گئی۔

"اچھا اب بتاؤ، کہاں گئے؟ کیا کچھ دیکھا؟" ضحیٰ کو کھد بد لگی تھی۔

"بھئی ہر جگہ تصویریں بنائی ہیں۔ چھ رولز ہیں میرے پاس۔ ڈیولپ کراؤں گا تو دکھاؤں گا۔" انس کہہ رہا تھا۔

"اچھا ہوا تم بھی آ گئے۔ ایک بہت خوشی کی خبر سنانی ہے تم سب کو۔" تائی جان مسکرا رہی تھیں۔ سب ہمہ تن گوش ہو گئے۔

"معید نے شادی کے لئے ہاں کر دی ہے۔" انہوں نے دھماکا کیا تھا۔ چچی جان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"نہیں بھلا یہ انکاری کب تھا شادی سے۔" انس نے معید کو گھورا جو سامنے صوفے میں دھنسا نظر آ رہا تھا جیسے اس کی نہیں کسی اور کی شادی کی بات کی جا رہی ہو۔

"خوشی کی بات تو یہ ہے کہ یہ میری پسند کی لڑکی سے شادی کرنے کو راضی ہوا ہے۔"

اب کی بار وہ سب تحیر آمیز خوشی میں گھرے تھے۔ جب کہ ضحیٰ نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"تو کیا یہ اس تصویر والی سے دستبردار ہو گیا ہے؟"

"ہاں بھئی معید بھائی! فرمانبرداری میں آپ سے کوئی بھی سبقت نہیں لے جا سکتا۔" وجدان نے ہنسی میں کہا تھا۔

"امی بتائیں نا، کون سی لڑکی پسند کی ہے آپ نے معید بھائی کے لئے؟" عمرہ فوراً تائی جان پر سوار ہو گئی تھی۔

"میری بھی رائے لے لیتیں تائی جان! چپ چاپ ہر بات پر سر جھکانے والے تو بہت سستے ہیں۔" ضحیٰ نے طنزاً کہا تو معید نے ایک ابرو اچکا کر لمحہ بھر کو اس پر جانچتی نگاہ ڈالی تھی۔ لیکن … وائٹ پینٹ کوٹ سوٹ میں ملبوس اپنے مخصوص مغرورانہ سے انداز میں بیٹھی وہ اپنی پرانی … لگتی محسوس ہو رہی تھی۔

"کیوں معید! ہے کوئی بات دل میں تو بتا دو۔" انس نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے شانے پر ہاتھ رکھا تو وہ بھرپور انداز میں مسکرا دیا۔

"بڑی ماں نے کہہ دیا سو کہہ دیا۔ ان سے بہتر میرے لئے اور کوئی نہیں سوچ سکتا۔" اس کے لہجے پر ضحیٰ جی بھر کر حیران ہوئی تھی۔ دل اور لاکر میں کسی اور کی تصویر رکھنے والا کیسے ان سب لوگوں کو دھوکا دے رہا تھا۔ ان کی خواہش پر سر جھکا کر معتبر بن رہا تھا۔ فرمانبرداری کا لقب حاصل کرنا تھا۔ کیسے کیسے ڈھنگ آتے تھے اس شخص کو اپنی واہ واہ کرانے کے۔

"میرے یار! میں بھی کبھی ایسا ہی سوچتا تھا۔ اب تو پچھتانے کا بھی ٹائم نہیں ملتا۔" انس نے … سے آہ بھری تھی۔ اگر کچھ فاصلے پر تایا جان اور چچا جان موجود نہ ہوتے اور ٹی وی نہ دیکھ رہے ہوتے تو تمکین بتا ہی اٹھتی۔

"شرم کریں۔ اتنی اچھی بیوی پتہ نہیں تائی جان کی کس نیکی کی وجہ سے آپ کو مل گئی ہے اور آپ ناشکری کر رہے ہیں۔" ضحیٰ نے انس کو گھورا تھا۔

"ضحیٰ تو وہاں بھی یہی حال تھا۔ مجھے تو کبھی ادھر ادھر بھٹکنے نہیں دیا اور خود ہر وقت کسی بھی لڑکی کو دیکھ کر آہیں بھرا کرتے تھے۔" تمکین نے شکایت لگائی تھی۔ معید متاسفانہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے تمکین کو گھورتے ہوئے بولا۔

"بھئی اب خدا کی بنائی ہوئی حسین چیزوں کو تو کبھی رشک سے ہی دیکھتے ہیں۔"

"مجھے تو لگتا ہے وہاں بھی تم نے تمکین کو بہت تنگ کیا ہوگا۔ تبھی اس کا دل نہیں لگا۔" چچی جان … تھی۔

"کمال ہے چچی جان! بیٹے کی بجائے آپ بہو کی بات کا اعتبار کر رہی ہیں۔" انس نے ... سے سر ہلایا تھا۔

"یہ ہزار بار کا آزمایا ہوا حربہ ہے۔" وجدان نے لقمہ دیا تھا۔ پھر وہ تمکین کو تسلی دیتے ہوئے بولا۔ "بے فکر رہیں بھابی! میرے پاس "اقرب" شوہر کو قابو کرنے کے بہت سے ٹوٹکے موجود ہیں۔ جھنڈے والی سرکار کی خاص عنایت ہیں۔ اگر کوئی پرابلم ہو تو آپ مجھ سے رجوع کر سکتی ہیں۔"

"زکی! تمہارے بابا جی عقل کے تعویذ نہیں دیتے کیا؟" نمی نے دانت پیس کر کہا تو وہ ... سے بولا۔

"آپی! اچھا مسئلہ میں نے بارہا ان کے سامنے پیش کیا ہے۔ مگر ان کا کہنا ہے کہ اب یہ ہو سکتا۔ جو چیز اللہ نے ہی نہیں دی وہ کیسے دے سکتے ہیں۔"

"بہت خبیث ہو تم زکی!" انس کے قہقہے پر وہ روٹھ گئی تھی۔

"چلو بھئی، اب بس کرو۔ رات بہت ہو گئی ہے۔" تایا جان نے محفل برخاست کرنے کا حکم دیا تو سبھی بال بچوں و چچا اٹھ گئے۔

●●●●●

صالحہ بیگم کے لاکھ منع کرنے کے باوجود صبا نے کچن کی تمام ذمہ داری اٹھا لی تھی۔ باقی گھر کے کام بھی وہ نوری کے سر پر کھڑی ہو کر کراتی تھی۔ ابھی بھی وہ نوری کو لنچ کی تیاری کے لئے ہدایات دے رہی تھی۔ اتوار کی چھٹی کی وجہ سے آج نوفل بھی گھر میں تھا۔ اس کی دلی خواہش تھی کہ لاشعوری طور پر اس کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ اچھا سا کھانا پکائے۔

"ایکسکیوز می نوری! آپ ذرا کمرے میں آئیں گی؟" شستہ انگریزی میں اس سے کہا گیا تھا۔ وہ چونک کر متوجہ ہوئی تھی۔ نوری کی موجودگی کی وجہ سے شاید اس نے زبان غیر کا سہارا لینا ضروری سمجھا تھا۔ مگر صبا ٹھٹک گئی تھی۔

"آپ کو جو کام ہے وہ بتا دیں۔"

اس کے انداز پر حسب عادت نوری نے ہنستے ہوئے دوپٹہ منہ پر رکھ لیا تھا۔

"میں نے آپ سے کہا نا، کمرے میں آئیے۔" وہ اسی سنجیدگی سے کہہ کر پلٹ گیا تھا۔ اس کا تحکمانہ انداز صبا کو تو ہضم نہیں ہو رہا تھا۔ سو ہنستی ہوئی نوری پر نظر پڑی تو اسے جھڑک دیا۔

"تم کیوں ہنس رہی ہو؟"

وہ گڑبڑا گئی تھی۔

"میں تو بس یونہی......"

"دھیان سے یہ سارا مصالحہ گوشت کے پارچوں پر لگاؤ...... میں ابھی آ رہی ہوں۔" کہتی وہ کچن سے نکل آئی تھی۔ کمرے میں پہنچنے تک وہ نوفل کو پڑنے والے "کام" ہی کا اندازہ لگا رہی تھی۔

[...] بھابی کو مصروف گفتگو دیکھ کر وہ کوفت زدہ سی کھڑی رہ گئی تھی۔ مگر اس نے صبا کی موجودگی محسوس ہونے کے باوجود بات مختصر کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"[...] نے شادی کر لی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم بھی یہ حماقت کر ڈالو۔" پتہ نہیں کس کو نوفل ناصحانہ مشوروں سے نوازا جا رہا تھا۔ اب جانے صبا کے آنے سے پہلے بھی یہی موضوع چل رہا تھا یا خاص طور پر اس کے دل کو جلانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ بہرحال وہ بھی اس [...] تمام حصہ کی سوداتی سلگ اٹھی۔

"[...] اب اتنا بھی بزدل نہیں ہوں کہ اتنا حق نہ اٹھا سکوں۔" دھیرے سے ہنس کر کہا۔ [...] طرف کی بات سن کر بلا ارادہ قہقہہ لگایا گیا۔ اور اس کی وجاہت و دلکشی سے کس کو انکار تھا۔ [...] آنکھوں کو گلابی چمک دے کر ہنستا وہ صبا کی تمام تر توجہ سمیٹ گیا تھا۔

[...] پہ پھیلی صحت مندی کی سرخی اور تازہ شیو کی نیلاہٹ اس کی وجاہت کو کئی گنا بڑھا رہی [...] سنجیدہ بھوری سحر طراز آنکھوں کی چمک۔ وہ لاشعوری طور پر ہی اس کی شخصیت کی بھول [...] کھونے لگی۔

[...] مناسب شکل و صورت اور اونچا لمبا ہونا ان کے ہینڈسم ہونے کو ثابت کر دیتا ہے۔ مگر [...] خدا نے اسے وجاہتوں سے مالا مال کر دیا تھا۔

[...] سے زیادہ بے ساختگی میں اس کو دیکھے جا رہی تھی۔

"[...] آپ سے پھر بات کرتا ہوں [...]"

[...] وہ کب فون کال سے فارغ ہوا تھا اور اب اس کے مد مقابل کھڑا چٹکی بجاتے ہوئے [...] کر رہا تھا۔

[...] اور مخصوص لوشن کی مہک نے گرد حصار بنا کر اسے جھنجوڑ سا ڈالا تھا۔

[...] "وہ بے وجہ گڑبڑا گئی تھی۔

[...] وہ اس کی بے اختیاری نوٹ کر چکا تھا اسی لئے اپنی بھرپور شخصیت کے تمام تر احساس [...] تمانیت بھرے انداز میں بولا۔

"[...] کہ ہر دل پسند شے آپ ہی کے لئے ہو۔ اس لئے انسان کو اپنے جذبات و [...] کنٹرول رکھنا چاہیے۔"

[...] اس قدر اچانک تھا کہ صبا کو سنبھلنے کا موقع بھی نہیں ملا۔ مگر اس کے اس قدر جتانے [...] کا مفہوم سمجھ میں آتے ہی جیسے وہ شعلوں میں گھر گئی۔ اسے اپنے چہرے سے آگ کی [...] نکلتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ اس کے سپید چہرے کو پہلے خجالت اور پھر غصے کی سرخی میں لپٹا دیکھنا نوفل [...] لگا تھا۔

[...] کے سرخ ہونٹوں پر پھیلی ویسی ہی مسکراہٹ تھی جو صبا کی عزت نفس پر کاری ضرب

کچھ اپنی بے اختیاری پر ندامت اور کچھ نوفل کے نوٹ کرنے کے بعد یوں جھڑنے اور خیالات کا شدید احساس تھا جس نے اس کی بے بسی کو اندر کی کھولن کی صورت ابھارا تھا۔

"میں یہاں آپ سے کوئی لیکچر لینے نہیں آئی۔ آپ کو جو کام ہے وہ بتائیے۔ کیونکہ مجھے ضروری کام نمٹانے ہیں۔" جیسے کوئلوں کی تپش اس کے لب و لہجے میں اتر آئی تھی کہ ... میں بھنوؤں کو ہلکی سی جنبش دے کر اس نے اپنی مسکراہٹ سمیٹی تھی پھر ٹھہرا ہوا بولا۔

"میری وارڈروب چیک کرنا آپ کی ذمہ داری ہے۔ اور شاید آپ کو یہ سن کر بہت ... یہ بھی ایک انتہائی ضروری کام ہے جو آپ ہی کو کرنا ہے۔"

"تو؟" اس کی آنکھوں میں ناگوار سا تاثر اتر آیا تھا جسے محسوس کرنے کے باوجود وہ اپنے تحکم بھرے انداز میں بولا جو صبا سے بات کرتے ہوئے خودبخود اس کے لب و لہجے میں در آ...

"تو یہ کہ میری وارڈروب بالکل خالی پڑی ہے۔ شرٹس غائب، رومال، جرابیں، ٹائیز اور میں یہ بے ترتیبی تو برداشت کر سکتا ہوں اور نہ ہی عادی ہوں اس لاپروائی کا۔"

"یہ کام آپ نوری سے کہہ کر بہت اچھے طریقے سے کروا سکتے ہیں۔"

صبا نے کچھ دیر پہلے اس کے کہے جملے کا جواب دے کر گویا اس پر واپس کی "اینڈ بات" بہت خودپن کا مظاہرہ کرنے کے بعد وہ جانے کے ارادے سے پلٹ گئی مگر اس کی یہ ... کو اس قدر غصہ دلائے گی یہ اس نے نہیں سوچا تھا۔ اس کے واپس پلٹتے ہی نوفل نے اس کی کلائی تھام کر ایک جھٹکے سے اسے روکا تھا۔ وہ لڑکھڑائی اور سنبھلنے کی کوشش میں دونوں کے مابین ... انچ بھر بھی نہیں رہا تھا۔

"میں نے آپ سے کتنی مرتبہ کہا ہے کہ ہم دونوں کے بیچ موجود رشتے کو دھیان میں ... سے بات کیا کریں۔ جب تک آپ اس حیثیت سے اس کمرے میں موجود ہیں یہاں کا ... کی ذمہ داری ہے۔ اور اس سلسلے میں کوئی بھی کوتاہی میں برداشت نہیں کروں گا۔"

اس قدر غیر ارادی قربت صبا کو سنسناہٹوں میں دھکیل گئی۔ سلگتی سانسیں اس کی ... عرق آلود کر گئی تھیں۔ اپنے بکھرے حواس کو سمیٹ کر اس کے سینے پہ ہاتھ رکھ کر ... ساتھ اسے پیچھے دھکیلنے تک وہ جیسے ہلکان سی ہو گئی تھی۔ ادھر نوفل کو جیسے اس قربت کا احساس نہیں ہوا تھا۔

اور جس قدر قربت میں محبت کی نرمی و گرمی نہ ہو وہ اپنائیت کا نہیں، ہتک کا احساس دلا... وہ بھی اسی اہانت کا شکار ہوئی تھی۔ سو حلق میں اگتے کانٹوں کی پرواہ کیے بغیر وہ مشتعل ہوا...

"پلیز مسٹر نوفل احمد! ـــــ یہ بات آپ طریقے سے بھی کر سکتے ہیں۔"

"اوہ ـــــ" وہ اس کے سرخ چہرے کو قدرے دھیان سے دیکھتے ہوئے تمسخرانہ مسکرایا اور پھر تھوڑا سا جھک کر اس کی خوب صورت آنکھوں میں جھانکتے ہوئے جتانے ... میں بولا۔

... آپ مجھ سے ابھی تک واقف نہیں ہوئیں صبا بی بی! نوفل احمد اس قدر آسانی سے تسخیر ہونے والا نہیں ہے۔"

... عزت نفس پر آن پڑی تھی۔ سو پلک جھپکے بغیر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ بے حد ... واضح کر گئی۔

"... میں اپنے آپ میں، اپنی ذات میں بہت خوش اور مطمئن ہوں۔ مجھے نہ تو آپ کو تسخیر کرنے کا ... ہے اور نہ ہی ضرورت۔"

... کے پہلو میں ایک آنچ سی بھڑکتی چلی گئی۔

... مضبوط اور سرد لہجے میں بولتی وہ ابھی چند لمحوں پہلے والی اس کے قرب سے گھبراتی اور خائف ... سے بے حد مختلف لگ رہی تھی۔

... اندر جیسے اضطراب کی شدت کو محسوس کرتے ہوئے وہ سر جھٹک کر رہ گیا۔

... وقت بے ترتیبی کے ساتھ دروازہ دھڑ دھڑایا گیا۔

... ـــــ "خود کو کمپوزڈ رکھنا ہی تو اس شخص کا فن تھا۔ اب بھی بہت نارمل سے انداز میں بولا ... ہانپتی ہوئی اندر داخل ہوئی تھی۔

"... وہ چھوٹی بی بی آئی ہیں، منزہ صاحب کے ساتھ۔"

"... ـــــ کون ـــــ انس بھائی؟" اس کے سرد پڑتے وجود میں جیسے زندگی کی گرمی دوڑ گئی۔

"... آگئیں۔ بڑی بی بی جی نے کہا ہے۔" نوری پیغام نشر کرتی یہ جا وہ جا۔

... آنکھوں میں جھلملاتی وحشت سے بے نیاز وہ بہت بے تابی سے باہر کی طرف لپکی تھی۔ نوفل کے ... دل سے لپٹی ہوئی تھی اور شاید رو بھی رہی تھی۔

"... آنا صبا! روحت پگلی یار!" انس اس کے بالوں کو ہاتھ سے سہلاتے ہوئے سرزنش کرنے کے انداز میں کہہ رہا تھا۔ جب کہ خود اس کی آنکھیں اس کے اندرونی اضطراب کی گواہ تھیں۔

"... کتنے دنوں کے بعد مل رہی ہے نا۔ اسی لیے جذباتی ہو رہی ہے۔" صالحہ بیگم نے کہا تھا۔ نوفل ... نگاہیں ان کی طرف اٹھی تھیں۔

"... یہ کیا حرکت ہے۔ یوں بتائے بغیر کسی کے گھر پہنچ جانا کہاں کی شرافت ہے؟" وہ ڈپٹ کر ... انس کا دامن چھوڑ کر اس سے الگ ہو گئی۔

"... ایک مہینے میں ہی پرایا کر دیا آپ نے۔"

... انس کی طرف بڑھا جو صبا کی جذباتیت پر اب پریشان ہو رہا تھا۔

"... آپ ذرا دیر کے لیے اپنا پروگرام ملتوی کر دیں گی محترمہ؟" صبا کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے وہ ... سے بولا تو وہ کترا کر پیچھے ہٹ گئی تھی۔ وہ دونوں بہت گرم جوشی سے بغل گیر ہوئے ... ملنے کے بعد اس کے پاس ہی بیٹھ گئی تھی۔

"مذاق برطرف۔ مگر شاید تم لوگوں کو اطلاع دے کر آنے کی اتنی خوشی نہ ہوتی جو سرپرائز سے ہوئی ہے۔" وہ بہت خوش دلی سے کہہ رہا تھا۔ صبا چبھتی نگاہوں سے اس کو دیکھنے لگی۔ اس کے لئے طنز کے تیر چلانے والے لب اس وقت جیسے شہد میں ڈوبے ہوئے تھے۔

"تم کیوں اتنی گم صم ہو صبا؟ ـــــ لگتا ہے ابھی تک یہاں دل نہیں لگا۔" اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے تگین نے مدھم آواز میں استفسار کیا تھا۔ حقیقتاً وہ صبا کو اس قدر پژمردہ اور کملایا ہوا دیکھ کر ٹھٹک سی گئی تھی۔

وہ دل ہی دل میں اس لطیفے پر ہنس دی۔

جنہ دل۔ یہاں ایسا رشتہ ہی کون سا بنا تھا جس سے دل لگانے کا سوچا بھی جا سکتا۔

اس کا ہاتھ دباتے ہوئے وہ بہت ضبط سے مسکرائی تھی۔

"دل کیوں نہیں لگے گا بھلا۔ مجھے تو کبھی محسوس ہی نہیں ہوا کہ میں شادی کر کے آئی ہوں"

"واقعی، مجھے تو کبھی صبا نے احساس ہی نہیں ہونے دیا کہ یہ میری بیٹی نہیں بلکہ بہو ہے" صالحہ بیگم تو یوں بھی اس کی موہنی صورت اور عادات کی گرویدہ ہو چکی تھیں، اب بھی بہت پیار سے کہہ رہی تھیں۔

"میں ذرا نوری سے چائے کا کہہ دوں۔" وہ معذرت کرتی اٹھ گئی تھی۔ انس سے باتیں کرتے نوفل نے ایک اچٹتی نگاہ اس کے آنسوؤں سے دھلے چہرے پر ڈالی اور پھر دوبارہ انس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

نوری کے چائے بنانے تک وہ مختلف لوازمات سے ٹرالی بھر چکی تھی اور چائے تیار ہوتے ہی خود ٹرالی اندر لے کر گئی اور چائے سرو کرنے لگی۔

"تھینکس۔ بیوی ہو تو آپ جیسی۔ اس وقت مجھے چائے کی شدید طلب ہو رہی تھی۔" اس کے ہاتھ سے چائے کا کپ تھامتے ہوئے نوفل نے تشکرانہ انداز میں کہا تو وہ اندر تک جل اٹھی۔

کس قدر فریبی تھا یہ شخص۔ پل میں رنگ بدلنے پر قادر تھا۔

وہ تگین کو ساتھ لئے کچن میں آ گئی جہاں دوپہر کے کھانے کی تیاری مکمل تھی۔ باتوں کے ساتھ باقی رہ جانے والی چھوٹی موٹی چیزیں بھی تیار کر لیں۔ جب کہ گوشت کے پیس تیار ہونے کے لئے اوون میں رکھ دیے۔

"یہاں تم لوگوں نے ذرا کھانے کا سودا کیا ہے۔ میرے بھائی کی تو خوب موج ہے۔ بیچارے انس بے چارے ہنی مون کے دوران ہی پریشان تھے کہ میری بیگم کو تو کھانا بھی پکانا نہیں آتا" مزے سے کہہ رہی تھی۔ وہ بے اختیار اسے ٹوک گئی۔

"اس قدر پیارا بندھن ہے شادی تگین! ـــــ اسے سودا مت کہو۔ یہ تو وہ اجنبیوں کو اتنا قریب لے آتا ہے کہ کوئی خامی، کوئی کمی ہو بھی تو دکھائی نہیں دیتی۔"

"اوہو ـــــ لگتا ہے بھائی نے کافی بریفنگ دی ہے۔ انہی کی زبان بول رہی ہو۔" تگین

ہلکی سی سانس بھرتی مسکرا دی۔

"... تگین؟" اس نے تگین کے کھلتے ہوئے چہرے کو نظر بھر کر دیکھتے ہوئے پوچھا تو ... شرمیلی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"... کیا تمہیں اس بات کا اندازہ نہیں ہوتا؟" اس نے جواباً پوچھا تو صبا نے اس کو چوم لیا۔

"... ماشاء اللہ سے اتنی پیاری لگ رہی ہو کہ حد نہیں۔ اور یہ سب میرے بھائی کی محبت ..."

"وہ قدرے شرارت سے بولی تو تگین بھی ہنس دی۔

"... تم ذرا جا کر تگین کا کمرہ چیک کر لو۔ اگر تھوڑی بہت جھاڑ پونچھ کی ضرورت ہو تو وہ بھی کر ..." نوری کو فارغ کیا تھا۔ اس دوران تگین الجھن بھری نظروں سے اس کے سادہ سے حلیے ... رہی۔

"... دیکھ رہی ہو؟" اس کی نظروں نے صبا کو مضطرب کر دیا تھا۔ بظاہر مسکرا کر پوچھا۔ مگر تگین ... جواب دیا تھا۔

"میں یہ دیکھ رہی ہوں کہ کہیں تمہاری شادی کو ایک مہینے کی بجائے ایک سال تو نہیں ہو گیا۔"

"کیا مطلب؟" وہ حقیقتاً حیران ہوئی تھی۔

"مطلب یہ کہ اتنی سادگی نوفل بھائی کو تو کم از کم پسند نہیں۔" تگین نے سادگی سے بتایا تو وہ ... جی تو چاہا کہ اسے نوفل کی "پسند" صاف صاف بتا دے۔ مگر اس ہمت ہی کی تو ... تھی۔ وہ ہمت، وہ جرأت صرف اس کی بخشی بگڑتی اور وہ اپنی زندگی کا کوئی فیصلہ کر دیتی بلکہ انس ... کو بھی کسی خطرناک موڑ پر لا کھڑا کرتی۔

... اس کا جی چاہا کہ نوفل احمد کی چہرہ شناسی کی صلاحیت کو داد دے۔ کتنی کامیابی سے وہ ... گیا تھا۔ جان چکا تھا کہ وہ رشتوں کی خاطر سب کچھ سہہ سکتی ہے اور کبھی مر کر بھی ... نہیں بتا پائے گی۔ اپنے سکھ کی خاطر انس اور تگین کی زندگی برباد نہیں ہونے دے گی۔

... پوچھا تھا اس نے۔ کیا وہ اپنے بھائی کی ہنستی مسکراتی زندگی کو داؤ پر لگا سکتی ہے؟

... تگین کے سجے سنورے دلکش سراپے پر ایک نگاہ ڈالی تھی۔ خوب صورت لباس، گولڈ کی ... کلائیوں میں سونے کی چوڑیاں پہنے وہ دلکشی کی حدوں کو چھو رہی تھی۔

... اس کے دل و ذہن نے بہت شدت کے ساتھ اس خالصتاً سوچ کی نفی کی تھی۔

... سراپا جو اب اس کے عزیز از جان بھائی کی محبت کا امین تھا، وہ اسے اپنی ... دیکھنا چاہتی تھی۔ سو اس نے نوفل احمد کی طرح چہرے پر چہرہ لگانے کی ... ۔

"... مجھے ان زرق برق کپڑوں سے اس قدر الجھن ہوتی ہے۔ اور یہ میک اپ، ... پہلے کبھی ان چیزوں کو چھوا بھی نہیں تھا۔"

"... لوگ کیا کہیں گے۔ مجھے دیکھو، روزانہ نیا جوڑا پہنتی ہوں، میک اپ کرتی ہوں۔"

تمکین کے بچکانہ انداز پر وہ مسکرا دی۔ پھر قدرے مذاق اُڑانے والے انداز میں بولی۔

"اب میں مہندی لگا کر تو کچن میں کام نہیں کر سکتی ۔۔۔۔ لوگ تو اس پر بھی برا کہیں گے۔"

"بائی دا وے، تمہیں اتنی جلدی کچن سنبھالنے کو کس نے کہا ہے؟ جہاں تک مجھے یاد ہے تو کبھی بھی اتنی ظالم نہیں رہیں۔" تمکین نے ایک اور اعتراض جڑا تھا۔

ویسے تو شاید وہ ان باتوں پر اتنا غور نہ کرتی۔ مگر ان دونوں کے مابین رشتے کی نا... حساس ہونے پر مجبور کر رہی تھی۔

"کم آن تمکی! ۔۔۔۔ اب یہ میرا گھر ہے اور اپنے گھر میں کام کرنے کے لیے کسی... ضرورت نہیں ہوتی۔ اور پھر مجھے تو یوں بھی گھر داری کا بہت شوق ہے۔ اس لیے ماما کے... کے باوجود میں نے تھوڑا بہت کام کرنا شروع کر دیا۔" صبا نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا... تک تو واقعی سچ تھا۔

اسے گھر داری کا شوق تو تھا مگر نوفل کا رویہ بھی اتنی جلدی اسے اپنی توجہ بٹانے پر... کرنے پر مجبور کر گیا تھا۔ ورنہ عام حالات میں تو شاید ابھی وہ ہنی مون پیریڈ انجوائے کر... پھر خاندانی دعوتیں اُڑا رہی ہوتی۔

"پھر بھی صبا! پتہ نہیں، یہ نوفل بھائی اتنے بور کیسے ہو گئے۔ تم لوگ ابھی تک کہیں پر... گھومنے بھی نہیں گئے۔" تمکین کو ان دونوں کا خشک سا انداز زندگی پریشان کر رہا تھا تو دوسری... اس کی تفتیش سے مضطرب ہو رہی تھی۔

"سیر و تفریح کے لیے تو ساری عمر پڑی ہے۔ اور پھر پلاننگ تو ہے ہماری۔ بس ان کی... پرابلم کی وجہ سے ہمیں اپنا پروگرام ملتوی کرنا پڑ گیا تھا۔" اس نے نرمی سے بات کیچر کرتا... پھر اضافہ کیا۔

"ویسے خود مجھے بھی سیر و سیاحت کا کوئی خاص شوق نہیں ہے۔"

"صبا! تمہیں نہیں پتہ کہ تم کیا چیز مس کر رہی ہو۔ یقین کرو، اس کا زندگی بھر کا ساتھ ہو... ان کی جو محبت اور توجہ میں نے اپنی ہنی مون پیریڈ کے دوران دیکھی ہے وہ میں ساری زندگی... سکوں گی۔ انہی دنوں میں تو ایک دوسرے کو جاننے سمجھنے کے عمل سے گزرا جاتا ہے۔"

"مجھے تمہارے بھائی کو جتنا جاننا تھا، جان چکی ہوں، اچھی طرح سمجھ چکی ہوں۔" اس کا... آواز و لہجے نے صبا کے اندر جنم لیتے احساس محرومی کو کھرچنا شروع کر دیا تو وہ سنجیدگی سے... کاٹ گئی۔ تمکین کو بلانے کی خاطر کچن میں داخل ہوتا نوفل اپنی جگہ جم سا گیا تھا۔ صبا کے... اسے ریڈ سگنل دیا تھا۔ اس کے مزید کچھ کہنے سے پہلے وہ اضطراری انداز میں بول اٹھا۔

"تمکی! تم اتنی گرمی میں یہاں کیوں بیٹھی ہو؟"

وہ دونوں چونک گئی تھیں۔

...یہ سوال آپ کو صبا سے بھی کرنا چاہیے۔"

...پہلے سے نکلو گی تو ان سے کوئی سوال کروں گا نا۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ صبا لب... کی طرف پلٹ گئی۔

...صبا سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔" تمکین تھکی تھی۔ مگر نوفل نے اسے اٹھا کر ہی دم لیا تھا۔

...باتیں پڑی ہے باتوں کے لیے۔ آج تو یوں بھی تم لوگ ادھر ہی رکنے والے ہو۔ وہاں... رہا ہے۔"

...کام بس ختم ہو چکا ہے۔ میں بھی آ رہی ہوں۔" صبا نے اسے تسلی دی تو وہ اسے جلدی... کچن سے نکل گئی۔ نوفل اس کے ساتھ جانے کی بجائے فریج کا دروازہ کھول کر کھڑا ہو... کے کچن سے نکلتے ہی وہ پانی کی بوتل نکال کر فریج بند کرتا صبا کی طرف پلٹا تھا۔ اسے اپنی... پا کر صبا کو کچھ عجیب سا لگا تھا۔ مگر جب وہ بولا تو اس "توجہ" کا راز بھی کھل گیا۔

...رہی تھیں آپ کی سے؟"

...نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگی۔

...کی زبان بند ہے تو آپ کی عزت نفس بھی قائم رہے گی۔ اس طرح دوسروں کو خود کے... مائل کی تو سب آپ پر صرف ہنسیں گے، ہمدردی نہیں کریں گے۔" وہ سرد لہجے میں کہہ رہا... انداز گھوم گیا۔

...کیا کہہ رہے ہیں آپ؟"

"آپ اچھی طرح سمجھ رہی ہیں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔" اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے وہ... انداز میں بولا تھا۔

"آپ کو میری جاسوسی کرنے کے علاوہ کوئی اور کام نہیں ہے کیا؟" وہ سر تا پا سلگ اٹھی تھی۔

...کام بہت ضروری ہیں۔ مگر میں کوئی "عام" سا رشتہ بھی لینا پسند نہیں کرتا۔" وہ اس کے سلگتے... انداز ہو کر اس کا یہ عمل صبا سے مخفی نہیں تھا۔ فطری طور پر وہ تلملائی تھی مگر خود پر قابو پاتے... جلانے والے انداز میں بولی۔

...تو "عام" ہوتی تو آپ کی نظروں میں کبھی نہیں آتی۔" اس کا جملہ شعوری کوشش کے... بولا گیا تھا۔ سو اس کی طرف اٹھنے والی نوفل کی نظر بہت بے ساختہ و بے اختیار تھی۔

...کا گلابی لباس اس کی سنہری رنگت کو دمکا رہا تھا۔ گرمی کی شدت سے تمتمائے... پیشانی پر موتیوں کی طرح ٹھہرا پسینہ ۔۔۔۔ گھنی پلکوں کے پار بڑی بڑی آنکھوں میں خفگی... رہی تھی۔ غیر ارادی ہی وہ اس کے شانوں کو تھامتا اس کی طرف جھکا تھا۔

...ہے آپ کو خود سے متعلق؟" دھیمے لہجے میں کہتے ہوئے بیچ پیشانی سے پھسلتی... کے خوب صورت خم پر رک گئی تھی۔

...کیا کہ میں آپ کی محبت میں ہارا ہوا شخص ہوں؟ حالانکہ میں آپ پر واضح کر

چاہتی ہوں کہ میں نے آپ کو "چاہا" کر نہیں بلکہ ایک پراپر پلان کے تحت پایا ہے۔ اللہ!
آپ۔ ہو سکتا ہے کبھی میں موڈ میں ہوں تو نظر کرم کر ہی دوں۔"

صبا کو لگا کسی نے جلتی سلاخ سے اس کی پیشانی داغ دی ہو۔ ذلت اور اہانت کے اس
احساس نے اسے اپنی لپیٹ میں لیا تو چہرے سے جیسے آگ کی لپٹیں نکلنے لگیں۔

ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھوں کو شانوں پر سے ہٹا کر وہ پیچھے ہٹی تھی۔

"اس لعنت نوفل احمد! بہت غلط سوچا ہے آپ نے میرے متعلق۔ مجھے زندگی کی
دلچسپی کی اور ضرورت ہے۔ آپ اپنی یہ نظر کرم سنبھال کر رکھیں، کہیں اور کام آئے گی۔" صبا
اس کی آنکھیں جل اٹھی تھیں۔

ٹراؤزر کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ بہت سکون سے اسے سن رہا تھا۔

"اور چاہے آپ مجھے کسی پلان ہی کے تحت یہاں لائے ہیں، اور کچھ نہیں تو عزت
ہی دے دیں ____ میرے نام کے ساتھ جڑے اپنے نام ہی کی لاج رکھ لیں۔" اس کی
بھر آئی تھیں۔ اسی وقت لوری اسے پکارتی چلی آئی تو اس کے کچن میں داخل ہونے سے پہلے وہ
نکل گیا تھا۔

"گل بی بی کہہ رہی ہیں کہ جلدی سے باہر آ جائیں۔ ورنہ وہ یہاں آ جائیں گی۔" لوری نے
تو وہ اپنا لہجہ سنبھالتے ہوئے بولی۔

"تم برتن نکالو، میں بس شوربہ لے کر آ رہی ہوں۔" وہ تیزی سے چلتی کچن سے نکل گیا۔

نوفل کا رویہ اسے اندر تک توڑ پھوڑ گیا تھا۔

پہلے ہی کون سا وہ اسے سارے شکوے دیے ہوئے تھا جو وہ اس کی کڑوی کسیلی باتیں
ویتی۔ سو اب بھی اس کا انداز گفتگو دل کے زخموں کو ادھیڑ گیا تھا۔

اور فاصلہ ہی کتنا تھا، بس چند لمحوں اور چند قدموں کا۔

اسی گھر کی چھت تلے اس کا ماں جایا بیٹھا تھا۔ اس کی چھتر چھاؤں۔

اس کی ذرا سی تکلیف برداشت نہ کر سکنے والا۔ اس کی ایک آہ پر تڑپ اٹھنے والا۔

جی چاہ رہا تھا اس کی باہوں میں سمٹ کر اتنا روئے کہ اندر کا سارا دکھ آنسوؤں میں
اور دل کا موسم پھر سے ویسا ہی ہو جائے، طمانیت بھرا اور شفاف۔ مگر یہ چند لمحے اور چند قدم
آسان تو نہیں تھے۔ یہ تو خود میں صدیوں کا فاصلہ سموئے ہوئے تھے۔

ان گنت خوف ____ بے انت سوچیں۔

اور وہ خود میں اتنی ہمت نہیں کر پائی تھی کہ صدیوں کی مسافت میں لپٹے ان چند لمحوں
اور قدموں کے چار زندگیوں کا بے رحمانہ فیصلہ کر ڈالتی۔ کمرے میں داخل ہو کر دروازہ لاک کیا تو
اس کی برداشت جواب دے چکی تھی۔

بستر پر بیٹھتے ہوئے ہاتھوں میں منہ چھپا کر وہ بری طرح رو دی تھی۔

یوں اس نے نوفل سے متعلق کوئی بہت خوب صورت خواب نہیں بنے تھے۔ مگر ایک
اچھی زندگی کی چاہت تو بہت فطری سی بات تھی۔ اسی آس میں وہ نوفل کے بھروسے ایک
[illegible] گھر تک کا سفر طے کر آئی تھی۔ اور آج اس کی گریہ وزاری سننے اور بے بسی کا تماشہ
دیکھنے کے لیے بے جان چار دیواری کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

اسی طرح دل کی بھڑاس نکالنے کے بعد اس نے خود کو بہت سنبھالتے ہوئے اٹھ کر اپنے لیے
[illegible] باتھ روم میں گھس گئی کہ کچھ بھی ہو اب جو فیصلہ کر کے اس نے زندگی کی راہ اپنے لیے
[illegible] سوچیں ہے کہ بھی سب کو خوش اور مطمئن کرنا اس کی سب سے بڑی مجبوری تھی۔

●●●●●

جب سے تائی جان نے سعید کے لیے لڑکی پسند کرنے کی بات کی تھی، سب کو کھد بد لگ گئی تھی۔
میں نے تو ان سے اتنا پوچھا ہے مگر وہ بس مسکراتی جا رہی ہیں۔ پتہ نہیں کیسی لڑکی پسند کی ہو گی
انہوں نے سعید بھائی کے لیے۔" حمرہ اس کے کان کھا رہی تھی۔

اس نے "خاتون کا دستر خوان" نامی کتاب سے سر اٹھا کر ناگواری سے اسے گھورا تھا، پھر بولی۔
"وہ صرف مسکرا رہی ہیں۔ ہماری تو اسے دیکھ کر ہنسی چھوٹ جائے گی۔"

"کیا نہیں ____ سعید بھائی کی وائف بھی انہی کی طرح خوب صورت ہوں گی۔" حمرہ یوں بھی
لاڈلی تھی سو اب بھی بہت اترا کر بولی تو گل نے کتاب بند کرتے ہوئے گہری سانس بھری
اور لہجے میں کہا۔

"مجھے آج تک کوئی مزا ہوا کباب اچھا، بلکہ خوب صورت نہیں لگا۔"

"کیا مطلب؟" حمرہ کو اس کی بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

"اس بھائی اور گل لوٹنے یا نہیں؟" گل نے موضوع بدل ڈالا تھا۔

"شام تک آ جائیں گے۔" اس نے بتایا تھا۔ پھر اس کے ہاتھ میں موجود کتاب کے ٹائٹل پر نظر
ڈالتے شرارت سے بولی۔

"آپ کو خاتون خانہ بننے کا شوق کب سے چھانے لگا ہے؟"

"چھوڑو یار! اس کے سر پر ہی کوئی جنون سوار ہوا ہے۔ مجھے کوکنگ میں ایکسپرٹ کرنا چاہ رہی
خاص طور پر بریانی، جلفریزی اور اسپیل پائی ____ اور پتہ نہیں چکن کی کون کون سی ڈشز؟" وہ
[illegible] بولی تو حمرہ نے بے اختیار کہا۔

"کیا ہے ____ یہ سب تو سعید بھائی کی پسندیدہ ڈشز ہیں۔"

[illegible] لگا تھا۔

"کیا مطلب ____؟"

"مطلب یہ کہ سعید بھائی یہ سب بہت شوق سے کھاتے ہیں۔" حمرہ نے آسان ترین لفظوں میں
[illegible]

"دنیا میں ہزاروں لڑکیاں یہ ڈشز بنانا سیکھتی ہیں، وہ سب تمہارے لاڈلے سعید بھائی سے بیاہ تو نہیں رچاتیں۔" ضحیٰ جز بز ہو کر بولی تھی۔

"یہ میں نے کب کہا؟ ـــــ مگر اچھا ہے نا آپ یہ سب پکانا سیکھیں گی تو سعید بھائی خوش ہوں گے اور آئندہ سے علیم جیسی بریانی نہیں پکے گی۔" عمرہ نے مسکراہٹ دبائی تھی۔

"مجھے کوئی شوق نہیں تمہارے سعید بھائی کو خوش رکھنے کا۔ اس کے بغیر بھی میری زندگی بہت اچھی گزر رہی ہے۔" ضحیٰ نے اسے گھورا تھا۔ مگر وہ اثر لئے بغیر بولی۔

"پھر بھی، اس گھر میں صرف سعید بھائی ہی ایک ایسے شخص ہیں جن کو خوش رکھ کر آپ کا کام بن سکتا ہے۔"

"ہاں جی، عدالتی کارروائی مکمل ہوئے بغیر تو اس گھر میں بھی کسی کی مانی ہی نہیں جاتی۔" وہ جھنجھلا کر کتاب بستر پر اچھال رہی۔ تبھی دروازے پر ہونے والی دستک نے انہیں چونکایا تو

"عمرہ! تمہیں بڑی مامی بلا رہی ہیں۔" سعید نے سنجیدگی سے کہا تو عمرہ فوراً اٹھ گئی۔

"مجھے امی سے ٹیسٹ کروانی تھی۔ مجھے تو یاد ہی نہیں رہا۔"

عمرہ کے جانے کے بعد ضحیٰ نے دیکھا، وہ ابھی بھی دروازے میں کھڑا تھا جیسے کسی سوچ میں ہو۔ وہ پیشانی پر شکنیں لئے یوں کتاب پر جھک گئی جیسے دنیا کا اہم ترین کام یہی ہے۔ لیکن اس کی بیزاری بھانپ کے وہ کسی نتیجے پر پہنچ کر اندر آ گیا تھا۔ وہ تحیر میں مبتلا ہونے لگی۔ اندر کی ضد نے اسے مزید بے پرواہی کی ایکٹنگ نہیں کرنے دی تھی۔ یونہی تیوری چڑھائے، استفہامیہ نظروں سے سعید کو دیکھا تو وہ اسی کی طرف متوجہ تھا۔

"مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔" وہ سنجیدہ تھا۔ مگر اس کی گزشتہ "باتوں" کا تلخ تجربہ وہ ابھی تک نہیں بھولا تھا سو وہ تنک کر بولی۔

"مگر مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔"

اس کے خود سرانہ لب و لہجے پر وہ لب بھینچ کر اسے دیکھنے لگا تھا۔ پھر بولا۔

"تم جیسے لوگ ہمیشہ نقصان ہی اٹھاتے ہیں ضحیٰ میر! جو بولنے سے پہلے سوچنا پسند نہیں کرتے۔"

اس کی طنزیہ بات پر ضحیٰ کو خفیف سا جھٹکا لگا تھا۔ ہمیشہ کی طرح اب بھی فوراً اس کا دماغ گھوم گیا۔

"میں چاہے نقصان اٹھاؤں یا فائدہ، تمہیں اس کا حساب رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔" بس نہیں چلا کتاب ہی اس کے سر پر دے مارتی۔

"ضرورت ہے اسٹوپڈ گرل! زندگی گزارنے کے لئے ضروری ہے کہ اپنے اردگرد کی خبر رکھی جائے۔ انسان بہت سی تکلیف دہ پریشانیوں سے بچ جاتا ہے۔" وہ بردباری سے کہہ رہا تھا۔

"ان سب نصیحتوں کا مطلب پوچھ سکتی ہوں میں؟" وہ بمشکل ضبط کر پائی تھی۔

"مطلب تو اب تک تمہیں اچھی طرح سمجھ میں آ جانا چاہئے تھا۔" سعید نے پیشانی پر بل ڈالتے ہوئے کہا تو وہ کتاب بستر پر پٹختی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اب صرف ظفر کے تیور سامنے آئے تھے تو یہ کام بہت اچھے طریقے سے ہو چکا ہے۔ مگر میں تم سے کچھ بھی سننا نہیں چاہتی۔" وہ چیخ گئی تھی۔ مگر اس کے برعکس وہ بہت رسان سے بولا۔

"شاید تمہیں معلوم نہیں کہ ایک بار پھر تمہارے لئے ایک پرپوزل زیر غور ہے۔"

اس کی بات واقعی ایک جھٹکا سا لگا تھا۔ وہ تو جیسے زندگی کے اس رخ پر سوچنا ہی چھوڑ چکی تھی۔ اس نے بے یقینی سے سعید کو دیکھا تھا۔

"میں اس قدر بے حس نہیں ہوں کہ تمہارے متعلق اتنا کچھ جاننے کے باوجود تمہیں اندھیرے میں رکھ کر تمہاری زندگی کا فیصلہ ہوتے دیکھتا رہوں ـــــ میں چاہتا ہوں کہ اب تم عمر سے بات کر لو۔" وہ بے نیازی سے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"کیا بات؟" ضحیٰ کو اپنا حلق خشک ہوتا محسوس ہوا تھا۔

"اب تو وہ باہر جا چکا ہے۔ جلد یا بدیر اس کے پیپرز بھی مل جائیں گے۔ ان کے گھر والے آ کر بیاہ تو ادا کر سکتے ہیں نا۔"

اس بات کے جواب میں اسے یوں گم صم کھڑا دیکھ کر وہ جھنجھلا سا گیا تھا۔

"میں تم سے کچھ کہہ رہا ہوں ضحیٰ!"

وہ کسی خواب کی گرفت سے آزاد ہوئی تھی۔

"ہاں ـــــ ہاں ـــــ میں بہری نہیں ہوں میں۔ سن لیا ہے سب کچھ۔"

"تو؟" وہ استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تو یہ مسٹر سعید حسن! کہ یہ سب آپ کا نہیں، میرا مسئلہ ہے۔ اور میں اسے اپنے طریقے سے نمٹا لوں گی۔" وہ اپنے لفظوں پر زور دے کر بولی تو اس کے لب و لہجے سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ اس جھٹکے سے سنبھل چکی ہے۔

سعید نے استہزائیہ انداز میں کہا۔

"ٹھیک تو اچھی طرح۔ اس کے بعد میرے پاس آؤ گی تو میں شاید تمہاری کوئی مدد نہ کر سکوں۔"

"مجھے ـــــ مدد۔" وہ طنزاً بولی تھی۔ "تم شاید نہیں بلکہ یقیناً میری کوئی مدد نہیں کرو گے۔ یہ تمہاری خام خیالات ہے۔ اینڈ مائنڈ اٹ مسٹر سعید حسن! مجھے تمہاری مدد کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ میری زندگی کا فیصلہ میں صرف اور صرف اپنی مرضی سے کرنا چاہتی ہوں۔"

"میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر تم کہو تو میں ابھی سے اس معاملے کو رکوا سکتا ہوں۔ لیکن اگر معاملہ ہاتھ سے نکل گیا تو پھر میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکوں گا۔"

سعید کے لب و لہجے میں اب بھی کوئی تاثر نہیں تھا۔ ضحیٰ نے طنزیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"کیا میں پوچھ سکتی ہوں اس قدر مہربانی کی؟"

"صرف آپ کی! ـــــ میں صرف تمہاری پریشانی کے خیال سے کہہ رہا تھا۔" اب کی بار وہ غصے میں آ گیا تھا۔ اسے اپنی توقع کے مطابق چڑتا دیکھ کر ضحیٰ کو یک گونہ سکون کا احساس ہوا تھا۔

"تمہیں میرے لئے پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"او کے۔" دفعتاً معتدل انداز میں کہتے ہوئے سعید نے شانے جھٹکے تھے۔

"اب یہ تمہارا دردِ سر ہے، بہت جلد تمہیں اندازہ ہو جائے گا کہ میری اس "مہربانی" کا تھی مگر تب میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکوں گا۔"

"تمہارا کچھ نہ کرنا ہی میرے لئے کسی مہربانی سے کم نہیں ہوگا۔" وہ کئی لمحے رکے بغیر انداز اکتاہٹ آمیز تھا۔

سعید نے بھی مزید کچھ نہیں کہا اور واپس پلٹ گیا۔

وہ گہری سانس بھرتی بستر پر بیٹھ گئی۔ یکلخت ہی رگوں میں تھکن ڈیرے ڈالنے لگی تھی۔

کتنے جتن کئے تھے اس نے خود کو جوڑنے کے، ماضی کو بھلانے کے اور یہ ایک شخص ـــ

'خدایا! کیا یہ ضروری ہے کہ ہر بری خبر مجھے اسی شخص کی وساطت سے ملے؟'

'عمر کاظمی! ـــ کیا کروں میں؟ ـــ کس طرح اپنے خوابوں کے سوختہ ویرانوں پر خوشیوں کی بنیاد رکھوں کہ تم نے تو مجھے اس قابل بھی نہیں چھوڑا کہ میں اب کسی اور محبت پر یقین کر سکوں۔ میں نہیں مانتی کہ تم مجبور تھے عمر! مجھے تمہاری مجبوری سے کیا واسطہ۔ مجھے تو صرف اس سے مطلب ہے جو تم نے اس قدر بے دردی سے توڑا ہے کہ اب میں چاہتے ہوئے بھی اسے نہیں پا رہی، جوڑ نہیں پا رہی۔ اور اگر جوڑ بھی لوں تو کیا اس میں پڑی بے یقینی اور بے اعتباری کی لکیریں تا عمر مجھے اپنی بے قدری اور بے توقیری کا احساس نہیں دلائیں گی؟ میں متاعِ دل کو وہ محبت کا بے ساختہ سا احساس کیسے دے پاؤں گی؟

اور یہ ایک شخص، سعید حسن ـــ

یہ کبھی بھی مجھے میرا ماضی بھولنے نہیں دے گا۔ یہ میری ہر راہ میں میرے ماضی کی مانند صورت ایستادہ کرے گا جس سے میں چاہوں بھی تو ٹکرا نہیں سکتی۔ اور شاید یہ شخص کبھی بھی مجھے ماضی سے نکلنے دے گا۔'

آج کتنے ہی دنوں کے بعد وہ پھر سے ایک قیامت کے حصار میں تھی۔ دل کا ہر زخم ادھڑنے کو بے تاب تھا اور وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش میں نڈھال ہوئی جا رہی تھی۔

شام تک نہ صرف انس اور گل بلکہ صبا اور نوفل بھی آ چکے تھے۔ پورا گھر ایک محسوس کن رونق میں تھا۔

"حد ہوتی ہے طوطا چشمی کی یار! ـــ یا میں یہ سمجھوں کہ شادی کے بعد سر پر سلیمانی ٹوپی ہے جس کی وجہ سے یاروں کی شکل دکھائی نہیں دیتی۔" عماد پرشکوہ انداز میں کہتے ہوئے انس کے گلے ملا تھا۔ اسے ابھی ہنگامی حالات میں مریم پھپھو کے ساتھ بلایا گیا تھا۔ کیونکہ وہ پہلے ہی انس کی واپسی پر نہ ملنے کی وجہ سے خفا ہو رہا تھا۔

"پرسوں تو آیا ہوں یار! اور پھر اتنے خوب صورت دن گزار کر آنے کے بعد تمہاری صورت

پھر مل لیں تھا سو......" انس اس کے شانے پر بازو دراز کئے کہہ رہا تھا۔ مگر اس کی بات سے پہلے ہی عماد کا مُکا اس کے شانے کی خبر لے گیا۔

"بھی کیا ہوا ہے صبا؟" چچا جان سے ہوتی نوفل کی گفتگو کا تسلسل مریم پھپھو کی آواز پر ٹوٹا تھا۔

"کیا ـــ کیا ہوا ہے؟" وہ جواباً ہلکی سی ہنسی کے ساتھ پوچھ رہی تھی۔

"بھی فریش نہیں لگ رہیں۔"

"آپ کی محبت ہے پھپھو! چاہے میں پھول کر کپا بھی بن جاؤں تو امی کی طرح آپ کو لگوں گی۔" وہ یونہی ہلکے پھلکے انداز میں کہہ رہی تھی۔ نوفل نے غیر محسوس کن انداز میں پہلو ایک اچٹتی مگر گہری نظر اس پر ڈالی تھی۔

کی کوملائی سے سجے ہلکے گرین لباس میں ملبوس ہلکی سی جیولری پہنے میک اپ کے لپ اسٹک لگائے وہ کہیں سے بھی نئی نویلی دلہن نہیں لگ رہی تھی۔ اور اس کے برعکس گل چوڑی کی کھنک اور بات بے بات ہنسی سماعتوں کو تروتازگی کا احساس دلا رہی تھی۔ شوخ رنگوں زندگی کا سچا نشان لگ رہی تھی۔ نوفل نے اپنے اندر سے ایک عجیب سے تجسس آمیز احساس لیا تھا۔

چچی جان نے رات کھانے پر شاندار سی دعوت کا اہتمام کر ڈالا تھا۔

"ائی! سنا ہے کہ اس بدمست ہاتھی کو قابو کرنے کی بھی سوچ لی ہے آپ نے۔" عماد نے میں چوٹ لگاتے ہوئے سعید پر اٹیک کیا تھا۔ جب کہ وہ فقط مسکرا کر چپ ہو رہا تھا۔

"کا بے نیازی ہے۔ اس کا تو وہ حساب ہے کہ

کیا ناز عشق نے سادہ بنا دیا
ہم اس کے ہو گئے، ہمیں جس کا بنا دیا"

کی اس بے نیازی پر انس نے جملہ کسا تھا۔

"ولی ہے فرمانبرداری۔" مریم پھپھو نے فوراً کہا تھا۔

"مجھے بھی آزما کر دیکھ لیں۔ ایک چپ چاپ تین شادیاں کروا سکتا ہوں۔ مجھ سا فرمانبردار کہاں" عماد نے دھیمگی سے کہا تو سب ہنسنے لگے۔

"تائی امی یہ بڑی امی! کس بے چاری کو وقت ستانے کا ارادہ ہے؟" عماد نے اصرار کیا تو گفتہ سے گل کے ساتھ ہونے والی گفتگو کو دیکھنے کے بعد سعید کو دیکھنے لگی جو بے حد سنجیدگی سے کھانے میں مصروف تھا۔ صبا کو عجیب سا اضطراب گھیرنے لگا۔

"کی بھلا چھپا تھوڑی ہی رہی ہوں۔ اسی دن کا انتظار کر رہی تھی کہ سب مل کر بیٹھیں اور میں بتاؤں۔" تائی جان مسکرا رہی تھیں۔

"تو بتا دیں نا امی! کون ہماری بھابھی بن رہی ہیں؟" عمر نے بے تابی سے پوچھا تو وہ بے

ساختہ ہنس دیں۔

"ارے بھئی، اپنی حنی۔ اور کون؟"

کھانے کی ٹیبل پر لمحہ بھر کو سکوت طاری ہوا۔ اور اس کے بعد فوراً ہی خوشی بھرا شور بلند ہوا
اور مبارک باد۔

مگر حنی کو لگنے والا شدید جھٹکا اور چہرے پر کھنڈتی بے یقینی اور زردی فقط صبا کی نظروں
تھی۔ ایک جھٹکے سے وہ کرسی چھوڑ کر اٹھی تو سب ہی اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

اپنی طرف سے اس نے یوں کھانا چھوڑ کر بدتمیزی سے اٹھ جانے کو غصے اور ناراضگی کے اظہار
بڑا واضح کیا تھا مگر کسی نے بھی اس کی حرکت کو "حیا" سے آگے کے معنی نہیں دیئے تھے۔ لیکن
اس کی ہر ادا سے واقف تھی اور بہت حد تک اس کے خیالات سے بھی۔ سو وہ سب سے پہلے
بے قرار ہو کر اٹھ گئی تھی۔

بستر کے کنارے پر ٹکے آنسو بہاتے دیکھ کر صبا نے اس کے پاس بیٹھ کر بے اختیار اس کا
ہاتھ ہاتھوں میں لے لیا۔

"یہ سب غیر متوقع تو نہیں ہے حنی! میں نے تمہیں بتایا تو تھا کہ....." وہ نرمی سے کہنے لگی تھی
وہ بیچ میں ہی اس کی بات کاٹ کر ترش روئی سے بولی۔

"اور میں نے بھی ایک بار نہیں دس بار کہا تھا کہ مجھے اس شخص سے شادی نہیں کرنی ہے۔ پھر یہ
فیصلہ کیا گیا ہے؟"

"کیونکہ یہ سب کی نظروں میں ایک بہترین فیصلہ ہے۔" صبا نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا تو اس
نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔

"ہو گی سب کو نہیں، مجھے گوارا نہیں ہے۔ مجھ ہی سے کسی نے پوچھنا گوارا نہیں کیا۔" تلخی سے کہتے
ہوئے اس کی آواز رندھ گئی تھی۔

"کیا تائی جان نے تم سے بات نہیں کی تھی؟" صبا متحیر تھی۔

"اماں ابا تو لازمی نکل آئی ہو گی۔ انہیں تو پہلے ہی اپنے لاڈلے کے آگے کچھ اور سجھائی نہیں
اس کا انداز تلخ اور لب و لہجہ صبا کو پریشان کرنے لگا۔

ایسے پہلے بھی وہ معید سے بیزاری اور اکتاہٹ کا اظہار کرتی تھی مگر اس کے لب و لہجے سے
تلخی اور بدتمیزی کبھی بھی نہیں جھلکی تھی جو اس خبر کو سننے کے بعد اس کے انداز میں در آئی
"بہرحال کر دو اس ہنگامے نہ ہٹانے کو۔ لیکن یہ کچھ ایسا غلط اور ناگوار فیصلہ تو نہیں کہ اس پر خوش نہ
ہوا جا سکے۔" صبا نے مسکرا کر مصالحانہ انداز میں کہا مگر وہ مدھم پڑنے کی بجائے اور بھڑک اٹھی۔

"میرے لئے یہ فیصلہ سولی پر چڑھنے کے برابر ہے۔ سمجھیں تم۔"

ہاتھوں میں منہ چھپائے رو رہی تھی۔ حنی کے لب و لہجے اور انداز و الفاظ میں صرف انکار تو نہیں تھا۔

"کیا مسئلہ ہے؟ ——— اتنی بیزاری ———؟"

"بے زاری نہیں، نفرت کہو۔ نفرت ہے مجھے معید حسن سے۔" جو لفظ کہتے ہوئے صبا جھجک رہی تھی وہ منی بڑی بہادری سے بیان کر گئی۔ صبا چکرا اٹھی۔

"سمر ہاؤس" جیسے محبتوں کے وسیع سمندر میں یہ نفرت کے سوتے کہاں سے پھوٹ پڑے، اس نفرت کے پیچھے کوئی "حقیقت" نہ ہو۔ اس نے سہمے ہوئے دل کے ساتھ سوچا تھا۔

"بے وقوف مت بنو ضوفی! ذرا ذرا سی باتوں کو لے کر پہاڑ بنا دینا تو تمہاری عادت ہے" اسے اپنائیت سے گھورتے ہوئے یوں ظاہر کیا جیسے اس کی بات کو سنجیدگی سے لیا ہی نہ ہو۔ وہ ... سے ... کر چہرہ خشک کرتے ہوئے اٹل لہجے میں بولی۔

"میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا صبا! اور اب بھی کہہ رہی ہوں کہ معید حسن اگر دنیا کا آخری ... بھی ہوا تو میں اس سے شادی نہیں کروں گی۔"

"مگر کیوں منی؟ ایسی کیا برائی ہے ان میں؟" صبا کو بھی غصہ آ گیا تھا۔

جواباً وہ اطمینان سے بولی۔

"کسی سے نفرت کرنے کے لیے جواز کا ہونا لازمی بات نہیں۔ تمہارے لیے بھی کافی ہے کہ میں جس شخص سے نفرت کرتی ہوں اس سے کبھی بھی شادی نہیں کروں گی۔"

اس کا جواب واضح اور مدلل تھا۔ صبا اپنی جگہ پر سن سی رہ گئی ——— وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس گھر میں رہنے والا کوئی مکین اسی گھر کے مکین سے اور وہ بھی معید حسن جیسے انسان سے نفرت کر سکتا ہے۔

"میں تمہیں مانتی منی! ہر ردعمل کا کوئی نہ کوئی محرک ضرور ہوتا ہے۔ تمہارا ان سے بے زار ہونا تو میں مان ہی لیتی۔ مگر اتنی محبتوں کے درمیان رہ کر تم نے یہ نفرت کا طور کیسے سیکھ لیا؟" دکھ کے حصار میں گھری دل گرفتگی سے کہہ رہی تھی۔

"یہ اسی شخص کی کرامات ہیں جس نے اس گھر کے مکینوں کو اپنی مٹھی میں کیا ہوا ہے۔ کوئی اس سے آگے کچھ اور سوچنے کو تیار ہی نہیں ہوتا۔ اس کی اصلیت میں اچھی طرح جانتی ہوں۔" وہ بولی تو صبا کا دل چاہا ایک زوردار تھپڑ مار کر اس کے حواس ٹھکانے پر لے آئے۔ بمشکل ضبط کرتے ہوئے اس نے غصے سے پوچھا۔

"کیسی اصلیت؟"

"یہی جو فرمانبرداری کا ڈھونگ رچا رکھا ہے اس نے۔ دل میں کچھ اور، منہ پر کچھ اور۔"

وہ سخت متنفر تھی۔ مگر اس کی گفتگو سے صبا کو کوئی سرا ہاتھ نہیں آیا تھا، وہ چپ ہو گئی۔

"تمہیں ان سے شادی نہیں کرنی تو مت کرو۔ مگر اس شادی سے انکار کے لیے ان کی کردار کشی پر بات مت لاؤ۔ وہ جو ہیں اور جیسے ہیں اس گھر میں ہر کوئی جانتا ہے۔ اگر تمہیں گھر والوں کے سامنے بھی انکار کرنا ہے تو صاف طور پر کہہ دو کہ تمہیں معید حسن سے شادی قبول نہیں۔ مگر ان کے متعلق کوئی فضول بات مت کہنا۔"

صبا کے یوں بھڑک اٹھنے پر منی خائف سی ہو گئی تھی اسی لیے وضاحت کرنے والے انداز میں بولی۔

"میں ان کے کریکٹر پر بات نہیں کر رہی ہوں مگر یہ بات تم بھی جانتی ہو کہ شروع ہی سے میرے اور ان کے مابین اختلافات کی خلیج حائل رہی ہے۔" اب کی بار اس کے لفظوں میں شرانگیزی نہیں تھی سو اپنی طبع کے مطابق صبا کو بھی ٹھنڈا پڑنے میں پل بھی نہیں لگا تھا۔

"تم صرف غلط فہمی کا شکار ہو منی! نفرت کی نہیں۔ بھلا کوئی معید بھائی سے بھی نفرت کر سکتا ہے؟"

"... بیان کیا ہے بے زاری اور اکتاہٹ ہے۔ اب تم ہی بتاؤ، اگر میاں بیوی کے درمیان صرف ... یہ ہوں تو کیا زندگی گزر سکتی ہے؟" وہ بڑی ہوشیاری سے بات پلٹ کر بظاہر ہتھیار ڈالتے ہوئے بے بس سے انداز میں پوچھ رہی تھی۔ اس کا انداز اور لب و لہجہ چاہے سادہ ہی تھا مگر صبا کے تو سارے زخم ادھیڑ گیا تھا۔ اسے پتہ تھا کہ منی کے سوال کے جواب میں اس کی ... بھی ہے۔ اسے یوں لگا جیسے کسی نے اس کی کم مائیگی پر سے پردہ اٹھا دیا ہو۔ وہ خود میں ... سی گئی۔

... تو ایک ایسا ہی رشتہ بھگت رہی تھی۔ جب خود کو سوچا تو مزید بحث کرنے یا معید کے حق میں ... کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ سو وہ خاموشی سے اٹھ کر واپس آ گئی جہاں تایا جان اور چچا کے علاوہ باقی سبھی موجود تھے۔

"منی کدھر ہے ———؟" عماد نے دیکھتے ہی استفسار کیا تو اسے ہونٹوں پر جبری مسکراہٹ ... پڑی۔

"منی بہت خوش ہے۔ اسی لیے شرما کر اپنے کمرے میں چلی گئی ہے۔"

عماد نے اچٹتی نگاہ صبا کی پھیکی پڑتی رنگت پر ڈالی، پھر دوبارہ نوفل کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ لڑکا سیدھا سادھا نہیں بلکہ گھنا ہے۔" عماد نے گویا معید کی ٹانگ ... کھینچی۔

"کیوں بھئی؟" نوفل بھی مسکرا رہا تھا۔ وہ پہلو بچا گیا۔

"مجھے تو خود ابھی پتہ چلا ہے۔"

"یہ ظلم ہمارے گھر کی تاریخ میں کہیں بھی درج نہیں۔" انس نے اعلان کیا تھا۔

"ضروری تو نہیں کہ جو کام کبھی پہلے نہ ہوا ہو وہ اب بھی نہیں ہو سکتا۔" وہ اب بھی ہلکی سی ہنسی کے ساتھ کہہ رہا تھا۔ صبا کو اس کے انداز پر خوشگواریت نے اپنے حصار میں لے لیا تھا۔ ... کا ردعمل منی کی طرح شدید نہیں تھا۔

"میں تو پہلے ہی کہہ رہی تھی منی آپی سے کہ جو نخرے وہ دکھا رہی ہیں وہ سب معید بھائی کی ... مگر وہ مان ہی نہیں رہی تھیں۔" حرا بہت پرجوش ہو رہی تھی۔

"اب پھر اس سے مت کہہ دینا یہ سب۔ مشکلوں کے ساتھ تو وہ کچن میں گھسی ہے۔" نگہت
نے فوراً کہا تھا۔
"کون سا کھیل بگاڑے گھر جا رہی ہے۔ آہستہ آہستہ سب سیکھ جائے گی۔" مریم پھپھو نے
سائیڈ لی تھی۔
"میں تو پہلے ہی کہتی ہوں کہ بچی پر خواہ مخواہ کی ذمہ داریاں مت ڈالو۔ ساری عمر سنبھالنا
ہے۔" تائی جان نے بھی ان کی تائید میں کہا تھا۔
"لو جی ــــ چھٹی ہوئی۔ یعنی "بچی" کی سب کو فکر ہے "بچے" کی پروا نہیں۔ اس
کون کرے گا؟" عماد کو اختلاف ہوا تھا۔
"سعید بھائی! یاد کریں، آپی کی کوکنگ کے کرشمے اور پھر ان کی روشنی میں ذرا اپنا مستقبل
کی کوشش کریں۔" وجدان نے اسے ڈرانے کی کوشش کی تھی۔
"شرم کریں آپ لوگ۔ ایک تو بیٹھے بٹھائے اتنی اچھی لڑکی کا رشتہ مل گیا ہے اوپر سے آپ
ناشکرا پن دکھا رہے ہیں۔" صبا نے ان سب کی کلاس لی تھی۔
"میں تو کہتی ہوں کہ ایک اچھے سے فنکشن میں منگنی کی رسم ادا ہونی چاہیے۔" مریم پھپھو
بائے دی تھی۔ وہ خود بھی لے گلے کی عادی تھیں، سو ویسے فنکشنز کی سب سے بڑی حامی ہو
تھیں۔ اب بھی وہ سب ان کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔
بات کافی دیر تک وہ دوستانہ سی محفل سجائے رہے تھے مگر صبا چاہتے ہوئے بھی ان سب
اور فرواسے کے کنٹریکٹ سائن کرنے والی "خوشخبری" نہیں سنا پائی تھی۔ وہ سب منگنی اور سعید
کے متوقع فنکشن سے متعلق بہت پرجوش ہو رہے تھے اور صبا کو بھی کی فکر کھائے جا رہی تھی۔
تو وہ خاموش ہو رہی تھی مگر صبا جانتی تھی کہ وہ ضرور کچھ الٹا سیدھا کرنے کی کوشش کرے گا۔
خیالات میں کھوئی وہ غیر متوجہ سی بیٹھی تھی۔ تبھی چچی جان کے دو مرتبہ پکارنے پر بڑبڑا اٹھی تھی۔
"ہوں ــــ کیا کہہ رہی ہیں چچی جان؟"
"یہ لو ــــ یہ بیٹھے بیٹھے کس دنیا کی سیر کو نکل ہوتی ہیں؟" انس کو ہنسی آئی تھی۔
"تم کیوں اتنی خاموش سی بیٹھی ہو؟" چچی جان نے اسے ٹوکا تھا۔
"نہیں تو ......" وہ شپٹا گئی تھی۔
"تم تو پہلے بھی زیادہ نہیں بولتی تھیں مگر اب تو اور بھی سنجیدہ ہو گئی ہو۔" نگہت آپا نے
نوٹ کر لیا تھا۔ سب کو اپنی طرف متوجہ پا کر وہ کنفیوز ہونے لگی۔
"کب سنجیدہ ہوئی ہوں؟ ویسے بس نیند آ رہی ہے۔"
"بھئی ہماری صبا یونہی اچھی لگتی ہے۔ سنجیدہ اور سوبر سی۔ نوفل کے تو عیش ہیں۔ ورنہ
دیکھنا، ساری تنخواہ بھی کی آئس کریم پر خرچ ہوا کرے گی۔" عماد کے کہنے پر وہ بے ساختہ ہنس دی
تھی اور نوفل "ہماری صبا" کی کھوج میں اس کی ہنسی کی کھنک کو کھنگالنے لگا۔

بابا ــــ کسی روز تم آ کر پوچھو گے کہ کیا پکایا ہے تو وہ بتائے گی ونیلا آئس کریم اور
پائن ایپل کریم۔" انس نے کہا تو تائی جان نے اسے ڈانٹ دیا۔
"شرم کرو تم لوگ۔ کیوں اس بے چاری کو بدنام کر رہے ہو؟"
"جب سعید بھائی کو اعتراض نہیں تو پھر ان سب کی باتیں کیا معنی رکھتی ہیں؟" نگہت نے کہا تھا۔
"نقل ہی۔ یہ تو دل و نظر کے معاملے ہیں۔" عماد نے اپنی شرارت کو بڑے مدبرانہ انداز میں
بڑی بابا کی موجودگی کے باعث سعید بس اسے گھور کر رہ گیا تھا۔
"میں بابوں ہی سے پردہ داری رہی ہے۔ اور کچھ نہیں۔" انس نے بھی دھیمی آواز میں شرارت
کیا تو وہ ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے نوفل کو دیکھنے لگا جو ان کی باتوں پر مسکرا رہا تھا۔
"ان کا صرف دماغ خراب ہے اور کچھ نہیں۔" سعید نے جھینپ کر اپنی صفائی پیش کی تھی۔
بعد میں محفل برخاست ہوئی تو عماد نے انس کو بھی اپنے ساتھ سعید کے کمرے کی طرف کھینچ
لیا تو انس نے اپنا احتجاجی نوٹ سعید کے پاس درج کرایا تھا۔
"یار اسے سمجھاؤ ــــ اب میری ایک عدد بیوی بھی ہے۔"
"ہو جو اس وقت شکر ادا کر رہی ہو گی کہ اتنے دنوں سے سر پر سوار تھا، جان چھوٹی۔" عماد نے
بڑی انس نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔
"بکواس۔ بہت محبت ہے ہم دونوں میں۔"
"اور وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا، تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو۔" عماد شرارت کے موڈ میں تھا۔
"یار میری بیوی......" انس نے مسکین سی شکل بنائی تو سعید کو ہمیشہ کی طرح اس پر ترس آ گیا۔
"جانے دو یار!"
پہلے تو عماد ان کی نہیں دیا، پھر سعید کی تھوڑی سی بحث کے بعد انس کی جان چھوٹی تو وہ وہاں
سے نکلا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر بے اختیار ہنس دیے۔

●●●●●

کپڑے تبدیل کر کے واش روم سے نکلی تو نوفل بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے نیم
دراز تھا۔ ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی نائٹ کریم اٹھا کر کھولتے ہوئے اونچی آواز میں بولی۔
"میں نے آپ کا نائٹ سوٹ بھی رکھا ہے۔ چینج کر لیں۔"
اس نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگا۔ اس کی طرف سے لاپروائی برتتے ہوئے بھی وہ آئینے میں
بار بار اس کی نظروں کو محسوس کر رہی تھی۔
"ایسے آپ کو دوسروں کے سامنے اپنی مظلومیت ظاہر کرنے کا کچھ زیادہ ہی شوق نہیں ہے؟"
لہجہ بے لچک تھا۔ وہ تحیر کے مارے اس کی طرف مڑ گئی۔
"کیا مطلب ہے آپ کا؟" اس کے انداز میں ناگواری در آئی تھی۔
"بہت خوب ــــ" وہ استہزائیہ انداز میں کہتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ "اداکاری میں تو آپ

بھی کہاں رکھتی ہیں۔"

وہ کسی گزشتہ طنز کا بدلہ چکا رہا تھا۔ صبا چکرا کر رہ گئی۔

"آپ کو جو کہنا ہے، صاف لفظوں میں کہیں۔ مجھ سے یوں معموں میں بات مت کیا کریں۔"

"بات یہ ہے محترمہ! کہ جب تو آپ اس قدر گئے گزرے گھرانے میں بیاہ کر گئی ہو کہ آپ کے لیے ڈھنگ کے کپڑے نہیں ملتے اور نہ ہی وہاں کوئی آپ پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رہا ہے تو دوسرا شخص آپ کو ٹوک رہا ہے مگر آپ اپنی روش چھوڑنے کو تیار ہی نہیں۔ ایسا کیا ذکر ہے کہ کو لے کر چہرے پر چینٹ کئے پھر رہی ہیں؟"

تلخی سے بھرپور غیر متوقع انداز صبا کو جھنجھلا کر رکھ گیا۔

اسے لگا جیسے اس کی رگوں میں خون کی جگہ شرارے دوڑ اٹھے ہوں۔ باوجود ضبط کے وہ کنٹرول نہیں رکھ پائی تھی۔

"ایسی کوئی خوشی بھی نہیں دی کہ زمانے میں ڈھنڈورا پیٹتی پھروں۔ اور جہاں تک بات چینٹ کرنے کی تو میرا ظاہر و باطن بالکل ایک سا ہے۔ جب میں اندر سے خوش نہیں ہوں تو واہ کی ایکٹنگ کر کے خود کو دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی ظاہر کر کے آپ کی واہ واہ کیوں کروں اور ایک بات کہ آپ مجھ سے اس معاملے میں کسی قسم کی پوچھ گچھ کا حق نہیں رکھتے۔ اگر کوئی مجھ سے ہے تو اسے مطمئن کرنا میرا مسئلہ ہے، آپ کا نہیں۔ آپ مجھے اس معاملے کو طے کرنے کے لیے چھوڑ دے چکے ہیں۔"

اس نے غم و غصے کے حصار میں گھرتے ہوئے اسی کا انداز واپس لوٹایا تھا اور یہی بات نوفل برداشت نہیں ہوئی تھی۔

اس کا بازو تھام کر بے اختیار اس نے خفیف سا جھٹکا دیا تھا۔ اس کی گرفت بہت سخت تھی مگر صبا نے لب بھینچ کر اپنی راہ روک لی۔ وہ سلگتے ہوئے لہجے میں بولا تھا۔

"میں آپ سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ ہر بات کرتے ہوئے ہمارے آپس کے رشتے کو بیچ میں رکھا کریں۔"

صبا کا ٹوٹ کر رونے کو جی چاہا مگر اس قدر شقی القلب انسان کے سامنے کمزوری دکھانا مطلب تھا اس کے جبر کے آگے ہتھیار ڈال دینا اور ایک رقعہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کی ہمت کرنے کے بعد وہ اتنی آسانی سے سرنڈر نہیں کر سکتی تھی۔ تلخی سے بھرپور لہجے میں بولی۔

"اسی رشتے کو درمیان میں رکھ کر بول رہی ہوں۔ کبھی خود درمیان سے اس رشتے کا تعین کرنے آپ کو مجھے ٹوکنے کی بھی ضرورت پیش نہ آئے۔ یہ صرف مجبوری کا، مجھ سے اور میری بے بسی کا ہے۔ مجھ کو رکھنے کی بے بسی۔ اور میں ہمیشہ اسی رشتے کو درمیان میں رکھتی ہوں۔"

"میں نے آپ سے یہ بھی کہا تھا کہ آپ کے نام کے ساتھ میرا نام جڑا ہوا ہے اس لیے آپ کی ہر خوبی یا خامی میرے سر لگی جائے گی۔ سو جب تک ہمارے درمیان یہ تعلق ہے تب تک تو کم از

پہلی کی اجازت نہیں دے سکتا اور خود پر آنچ آنا تو افورڈ ہی نہیں کر سکتا۔" وہ اسے یاد دہانی کرا رہا تھا۔

یا کہ جیسے اس کے دل کو کسی نے کچل ڈالا ہو۔ رگ رگ میں اذیت کا احساس دوڑ اٹھا۔

جب کہا ـــــ تو یہ حقیقت ہے اس رشتے کی کہ وہ "جب تک یہ رشتہ برقرار رہے گا" جیسا لفظ بولا سکتا ہے۔

"مجھ سے کس بنیاد پر آپ یہ توقع رکھتے ہیں کہ میں ہر جگہ آپ کا علم بلند کرتی پھروں؟" وہ چیخ پڑی تھی۔

ہاں ـــــ عظیم تر دکھ ـــــ وہ مٹھوں مٹی تلے دفن ہوئی جا رہی تھی مگر یہاں دکھ سننے والا کون تھا۔

وہ اس کے بازو میں انگلیاں گاڑے جتانے والے انداز میں بولا۔

"میں نے آپ سے کبھی یہ نہیں کہا کہ آپ میرے اور اپنے مابین موجود تعلقات کی نوعیت کو سمجھا کر کوئی عظیم احسان کریں۔ اس معاملے میں آپ بالکل آزاد ہیں۔ دنیا بھر کو اپنی مظلومیت اور بے چارگی کے قصے سنائیں، مجھے قطعاً کوئی پروا نہیں۔ مگر جو کمی میں نے آپ کو دی ہیں ان کی کمی کا مجھے الزام دے وہ میں برداشت نہیں کروں گا۔ روپے، کپڑے، جیولری، کسی چیز کی کمی ہے آپ کے پاس؟"

"ان کو کیا فرق پڑتا ہے نوفل احمد! کہ اس کے تن پر سفید کفن ہے یا اطلس و کمخواب۔ مٹی ہو جانے کے بعد یہ سب نمود و نمائش کیا معنی رکھتی ہے؟" دل کا درد حد سے سوا ہوا تو ضبط کے باوجود آنکھوں سے آنسو چھلک گئے۔

"پلیز، میرا بازو چھوڑیں ـــــ مجھے درد ہو رہا ہے۔"

"فضول پہ پچھے سیال کی توجیہہ پیش کرنا بھی ضروری تھا۔ وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی تو وہ جو کھلیں پر اپنے اندر عجیب سا اضطراب پھیلا محسوس کرتا ساکت کھڑا تھا۔ فوراً ہی اس کا بازو چھوڑ کر واش روم میں گھس گیا۔

سسکیاں منہ چھپائے سسک اٹھی۔

کس قدر سنگ دل ہو نوفل احمد! ـــــ التفات کی ایک نظر بھی نہیں ڈالتے اور سونے چاندی کی بات کرتے ہو۔ کس کے لیے بناؤ سنگھار کرنے کا کہتے ہو؟ ـــــ زمانے کے لیے تو پہلے بھی کبھی بنا سنورنا گوارہ نہیں کیا تھا۔ مگر تم نے رشتہ جوڑنے کے بعد تو شاید مجھے ایک نئی امید دی تھی۔ لیکن چہرے پر خوشی اور طمانیت کا نقاب چڑھائے سب کو اپنی خوشی بھری زندگی کے قصے سناتی صبا ـــــ"

●●●●●

اسے دروازہ کھولے جانے پر وہ بری طرح چونک کر پلٹا تھا۔ اور پھر مشتعل سی صبا کو دیکھ کر

اس کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔

"بہت خوب...... اچھا کھیل کھیلا ہے فرمانبرداری کا۔" وہ طیش بھرے لہجے میں بولا اس کے اشتعال کا ماخذ سمجھنے میں مشکل پیش نہیں آئی مگر وہ اپنے غصے کو دبا کر رسانیت بھرے لہجے میں بولا۔

"کسی کے بیڈ روم میں داخل ہونے کا یہ سب سے برا طریقہ ہے۔"

"میں تم سے صرف یہ پوچھنے آئی ہوں کہ اس سارے کھیل کا کیا مقصد ہے؟" اس کے لہجے میں بے چینی، غصہ، ناگواری کے سبھی رنگ تھے۔

وہ فائل اٹھا کر دراز میں رکھتے ہوئے سرسری انداز میں بولا۔

"جو کہنا ہے، صاف لفظوں میں کہو۔"

اس کے تجاہل عارفانہ کو مشی نے صاف طور پر محسوس کیا تھا۔ تبھی تو سرتاپا جھنجلا کر بولی۔

"تم نے یہ سوچ بھی کیسے لیا کہ میں تم سے شادی کروں گی؟"

خفیف سی جنبش کے ساتھ بھنوؤں کو اچکاتا وہ اس کے غصے سے تمتماتے چہرے کو دیکھتا گہری سانس بھرتے ہوئے رسان سے بولا۔

"یہ میں نے نہیں بلکہ گھر کے بڑوں نے سوچا ہے۔"

"بڑوں نے چاہے سوچا ہو مگر تم لاعلم نہیں تھے۔ یہ فیصلہ تمہاری کورٹ سے اپروو ہو کر آیا ہے۔" سعید نے بھی کسی کو خود سے اس لب و لہجے میں ہم کلام نہیں پایا تھا اور مشی۔ اس کے سامنے تو کبھی سعید کی بات سنتے ہی وہ اسے جھاڑ دیا کرتا تھا۔ مگر اس وقت وہ اس قدر بے خوفی سے بول رہی تھی کہ سعید کو ڈر اور رعب کی حدود سے باہر لگ رہی تھی۔ سو وہ خوامخواہ جذباتیت کا شکار ہونے کے بجائے سکون سے پُر لہجے میں بولا۔

"یہ بڑوں ہی کا فیصلہ ہے ــــــ اور تمہیں یاد ہو گا کہ میں نے تمہیں اس بارے میں بتانے رہنے کو کہا تھا۔"

"مگر تم انکار بھی کر سکتے تھے۔" وہ جس قدر تلخ و ترش انداز میں بات کہہ رہی تھی ہونٹ بھینچتے ہوئے سعید نے اسی قدر اطمینان سے کہا۔

"اس رشتے پر اعتراض تمہیں ہے۔ تمہارا خون کھول رہا ہے۔ تمہی نے جا کر سب کو انکار نہیں کر دیا؟"

اس کے لفظوں نے مشی کے تمام حواس کو جھنجھوڑ ڈالا تھا۔

"یہی میں بھی کہنا چاہ رہی ہوں سعید حسن! کہ یہ فیصلہ سن کر تمہیں اعتراض کیوں نہیں ہوا تمہارا خون کیوں نہیں کھول اٹھا؟"

وہ کمال اطمینان سے بولا۔

"کیونکہ یہ میری ماں کا فیصلہ ہے۔"

اس کی بات پر وہ کئی لمحوں تک جیسے قوت گویائی کھو بیٹھی تھی۔

اس کی آنکھوں میں ہلکورے لیتا سکون اور چہرے کے تاثرات سے جھلکتی طمانیت گواہ تھی کہ اس خبر کو اس نے مشی کی طرح کسی بھی انتشار کا شکار نہیں ہوا تھا جیسے اپنی نہیں کسی اور کی شادی کی خبر سنی ہو۔

"مگر میں تمہارا یہ روپ سب کو دکھاؤں گی۔ بظاہر اچھے پن اور فرمانبرداری کا نقاب اوڑھے تم کتنے دوغلے اور فریبی ہو۔"

"کیا فریب؟ ــــــ کون سا دوغلا پن ــــــ؟" وہ کمال ضبط کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

مشی کا دل چاہا اس کا پُرسکون چہرہ نوچ لے۔

"تم شاید بھول چکے ہو کہ کبھی تم نے میرے سامنے اپنی محبت کا اعتراف کیا تھا اور اس لڑکی کی تصویر بھی تمہارے کمرے میں پڑی ہے۔" وہ مشی سے بھرپور چبھتے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

لمحہ بھر کو وہ خاموش رہ گیا۔

"میں تمہیں بہت اچھی طرح جان گئی ہوں سعید حسن! ــــــ تائی جان کے فیصلے پر سر جھکا کر بیٹوں کی طرح اپنی فرمانبرداری کا دکھاوا کر رہے ہو اپنے نمبر بڑھانے کے لیے۔ اپنی واہ واہ سن کر تمہیں بہت خوشی ملتی ہے اور اسی کی خاطر تم کسی بھی حد تک جا سکتے ہو۔" وہ بہت بے خوفی سے اس کی ذات کے پرخچے اڑا رہی تھی مگر جواب میں وہ فقط خفیف سے شانے اچکا کر لاپروائی سے بولا۔

"یہ سب میرا مسئلہ ہے۔ تمہیں اس سے کوئی پرابلم نہیں ہونی چاہیے۔"

اس کے سینے میں غم و غصے کا سمندر موجزن ہونے لگا۔

"یہ میری زندگی کا معاملہ ہے ــــــ اور میری زندگی میں تمہاری کوئی جگہ نہیں ہے۔"

اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کیا کر ڈالے۔ جب کہ دوسری طرف وہ ضبط و سکون کی بلندیوں پر تھا۔

"ابھی تو صرف رشتے کی بات ہوئی ہے۔ تم انکار کا حق محفوظ رکھتی ہو۔ پھر یہ شور و غوغا مچانے کی ضرورت ہے؟"

"میں صرف یہ بات جاننا چاہتی ہوں کہ اگر تمہیں اس سارے معاملے کی خبر تھی تو تم نے اس رشتے سے انکار کیوں نہیں کر دیا؟" وہ دانتوں پر دانت جمائے ہوئے تھی۔

"میں اپنی ماں کی کسی بات سے انکار نہیں کر سکتا۔" وہ اسی سکون سے بولا تو مشی تلملا کر رہ گئی۔

"اور مجھے ایسی کوئی مجبوری لاحق نہیں ہے۔ ایسے دوغلے پن کے ساتھ صرف تم زندگی گزار سکتے ہو دل میں کوئی اور، اور زندگی میں کوئی اور۔"

"اور اگر تمہارا کوئی اور پروپوزل آ جائے اور اسے منظور کر لیا جائے تو کیا تم بھی ٹھیک ایسی دوغلی

زندگی نہیں گزار دو گی؟"

سعید کے پوچھنے پر وہ اپنے لہجے کو مضبوط بناتے ہوئے بولی۔

"مجھے فضول کے مفروضوں میں پڑنے کا شوق نہیں۔ فقط دو سالوں کی بات ہے پھر میں عمر کا پرپوزل ایکسپٹ کروں گی۔ مجھے اسی کا انتظار ہے۔"

"بہت خوب ـــــ کس کی کھوہ میں بیٹھ کر؟"

اب کی بار سعید کا لہجہ تمسخرانہ تھا۔ ثمنی کا ضبط جواب دینے لگا۔

"تو اس کا کیا مطلب ہے کہ میں تم سے شادی...... ورنہ ـــــ" اس نے سر جھٹکا۔ پھر سے بولی۔ "اس سے تمہارا کوئی تعلق نہیں۔ میں جیسے بھی چاہوں اس مسئلے کو ہینڈل کروں، تم انکار کر دو۔"

"شٹ اپ ثمنی! ـــــ بہت ہو چکا۔" وہ قدرے سرد لہجے میں بولا تھا۔ پھر جیسے اپنا پہلا اور فیصلہ سناتے ہوئے بولا۔

"میں اس رشتے سے انکار نہیں کروں گا ـــــ تمہیں کوئی پریشانی ہے تو پھر حل بھی خود ڈھونڈو۔ مجھ سے مدد مانگنا تو ویسے بھی تمہارے شایان شان نہیں ہے۔" اس کے کٹیلے لہجے نے ثمنی کو دھچکا لگایا تھا۔

اس کی بالکل بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کسی اور لڑکی کے ساتھ کمیٹڈ ہونے کے باوجود خاموش کیوں بیٹھا ہوا تھا۔ اور اسے اس رشتے، وہ بھی کسی ناپسندیدہ لڑکی کے ساتھ رشتے پر اعتراض کیوں نہیں تھا؟ مگر وہ جانتی تھی کہ وہ ان سب سوالوں کا کوئی جواب نہیں دے گا۔ اپنے باتی کا غبار دل میں دبائے واپس پلٹ گئی۔

"میں بھی دیکھتی ہوں سعید حسن! کہ تم اپنی گیم میں کس طرح کامیاب ہوتے ہو۔" وہ بولی تھی۔

●●●●●

"ٹھہرے ہوئے پانی میں
یوں دور بیٹھ کر نہ کنکر پھینکو
اس ہلچل سے کیا حاصل؟
قریب آؤ اور آخری بار
آئینہ آب پر
اپنے حسین خدوخال ثبت کر دو
سوکھے تالاب کو
اس سے زیادہ کی آرزو بھی نہیں"

وہ اس قدر حسرت سے کہہ رہا تھا کہ بالوں میں برش پھیرتی تگین کو ہنسی آنے لگی۔

"آپ تو اچھا بھلا شاعر ہوتے جا رہے ہیں۔"

...ہوئے تکیہ گود میں رکھ کر بیٹھ گیا۔

"ہاں یار! آج کل واقعی طبیعت غزل پر مائل ہو رہی ہے۔"

"...؟" وہ کھل کھلا کر ہنس پڑی تھی۔

...کا روپ سروپ اور انداز و ادا دیکھ کر رہ گیا۔

"غزل کس پہ؟" وہ گھورتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"کون سی غزل؟" وہ سمجھا نہیں۔ توجہ اس پر تھی، اس لیے سوال میں بے تکی تھی۔

"وہی جس پر آج کل آپ کی طبیعت مائل ہو رہی ہے۔" اس کے خفگی بھرے انداز نے اس کو ہنسنے پر مجبور کر دیا۔

"پگلی! ـــــ اب مجھے اس بات پر یقین آ گیا ہے کہ خوب صورتی کے ساتھ ذہانت کا ہونا لازمی نہیں۔"

"ٹھیک ہے نا۔" وہ اس کی شرارت پر غور کیے بغیر بولی تو اس نے بے اختیار اس کا ہاتھ کھینچ کر پاس بٹھا لیا۔

"خوب صورتی کا ہونا از حد ضروری ہے۔" وہ معنی خیزی سے بولا تو تگین گڑبڑا گئی۔

"ہے ـــــ غزل ـــــ"

"ہاں نا جب سے تمہیں دیکھا ہے تب سے غزل بلکہ پورا دیوان لکھنے کو جی چاہتا ہے۔"

"اچھا؟" وہ ٹھٹک گئی۔

"آپ نے بے وقوف کسے کہا ہے؟"

"اس کمرے میں اور کون ہے تمہارے سوا ـــــ؟" اس نے شرارت سے پوچھا تو وہ سادگی سے بولی۔

"مجھے"

"ہاں ـــــ" اس نے اسے گھور کر دیکھا تو وہ بے ساختہ ہنس دی۔ سرخ مرطوب لبوں سے شفاف اور تر و تازہ سی ہنسی، چمکتی سیاہ آنکھیں، گلابوں جیسے رخسار۔ حسن کے سبھی زاویے پرکشش تھے۔ وہ کیوں مبہوت نہ ہوتا۔ اس کی بدلتی نظروں نے تگین کو راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا مگر وہ تیزی سے اٹھ کر اس کی راہ میں حائل ہو گیا۔

"آپ شاید بھول رہے ہیں کہ ہم لوگ ڈنر پر انوائیٹڈ ہیں۔"

"تم بہت خوب صورت لگ رہی ہو گی! اور تم جانتی ہو کہ میں خوب صورتی کا قدر دان ہوں۔ نظر انداز تو نہیں کیا جا سکتا نا۔" ہونٹوں پر شریر سی مسکراہٹ، آنکھوں میں استحقاق کی چمک لیے وہ آگے بڑھا۔ اس نے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی تو دیوار سے جا لگی۔

"اب کیا کرو گی؟" اس کے دائیں بائیں دیوار پر ہاتھ جمائے وہ کسی فاتح حکمران کی طرح پوچھ

رہا تھا۔ اس کی نگاہوں کی تپش نے تکین کی صبیح پیشانی عرق آلود کر دی تھی۔

"انس! پلیز ——"

"تیرے اختیار سے باہر
میری چاہ سے فراز"

وہ جیسے گنگنایا تھا۔

"اب آپ دیر کر رہے ہیں۔" تکین نے اپنی سراسیمگی کو خفگی کے پردے میں چھپا کر
پُرکشش روپ پر ایک تفصیلی نگاہ دوڑاتا وہ معنی خیز انداز میں بولا۔

"وجہ تو تمہی بن رہی ہو نا۔"

"کیا؟" تکین نے اسے گھورنے کی کوشش کی مگر اس کی تمام تر توجہ خود پر مرکوز پا کر اپنی نگاہوں کا زاویہ بدل گئی۔

"ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ نہ تم اتنی اچھی لگا کرو اور نہ ہی میرا دل ہاتھوں سے نکل نکل جایا
اس نے بڑے آرام سے سارا الزام اس پر رکھ دیا تھا۔ تکین کو شرم کے ساتھ ساتھ ہنسی بھی آ گئی۔

"تو پھر کیا خیال ہے؟" اس کی ہنسی پر وہ مزید پھیلا تو تکین کی جان ہوا ہونے لگی۔ وہ انس کی ذرا سی شوخی پر روز اول کی طرح سراسیمگی کی حدوں کو چھونے لگتی تھی۔ اس کی یہ بدلے انداز لمحہ بھر میں اسے بوکھلا دیتے تھے اور اس کی یہ ادا ہی انس کو مزید دیوانہ بنا رہی تھی۔

دوسری مرتبہ صبا کا فون آ چکا ہے انس! ہمیں اب تک وہاں پہنچ جانا چاہیے تھا۔ امی بھی ناراض ہوں گی۔" وہ خائف سی اپنی دھڑکنیں سنبھالتی بولی۔ ابھی وہ مزید محبت سے پیش قدمی کرتا اسی وقت اس کا موبائل بج اٹھا۔

"یہ دیکھو —— مشتعل رقیب۔" گہری سانس بھرتے ہوئے وہ ٹراؤزر کی جیب میں ہاتھ ڈال کر نکالنے لگا۔ تکین اس کی توجہ بٹتے ہی جھک کر اس کے حصار سے نکل گئی۔ اسے گھورتے ہوئے اس نے کال ریسیو کی۔ دوسری طرف صبا تھی۔

"بس —— ابھی دو منٹ میں پہنچ رہے ہیں۔" انس نے فوراً ہی پیش بندی کی تھی۔ وہ سمجھاتے ہوئے اس کی بات سننے لگا۔ اتنی دیر میں تکین نے ڈریسنگ ٹیبل پر بکھری اشیاء درست کر دی۔ پھر منتظر نظروں سے انس کو دیکھنے لگی۔

"میں تو بالکل ریڈی ہوں۔ بس یہ تکین ہی کی تیاری ختم ہونے میں نہیں آ رہی تھی۔" اس نے الزام تکین کے سر ڈال دیا تھا۔ وہ احتجاجی نظروں سے انس کو دیکھنے لگی جو اسے نگاہوں کی زد میں لیے مسکراتے ہوئے الوداعی کلمات ادا کر رہا تھا۔

"کس قدر جھوٹ بولتے ہیں آپ انس! میں تو کب سے کہہ رہی ہوں کہ دیر ہو رہی ہے۔" اس کے موبائل آف کرتے ہی تکین نے خفگی سے کہا تو وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"صبا بہت ناراض ہو رہی تھی۔ کہہ رہی تھی کہ آپ لوگوں کو شاید ڈنر میں دلچسپی ہی نہیں۔

ئے کا سوچ رہے ہیں۔"

"آپ شاید بھی ستانا چاہ رہے تھے۔" تکین نے گاڑی کی چابی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے باور کرایا تھا۔ پھر اسے تنبیہ کرنے والے انداز میں بولی۔ "اتنی دیر سے جا رہے ہیں، میں یہ شرط بھی ٹھہروں گی۔"

وازہ کھول کر باہر نکلنے کی بجائے وہ وہیں رک کر پلٹ گیا۔ تکین اپنی جھونک میں چلتی اس سے ٹکرا گئی۔

"کیا ہوا؟" اس نے سنبھل کر پوچھا تو انس نے سنجیدگی سے کہا۔

"تمہارے جانے کا یہ پروگرام کب بنا؟"

"ابھی نہیں بنا —— میں کتنے ہی دنوں سے چاہ رہی تھی۔ شادی کے بعد میں کبھی بھی وہاں رہنے نہیں گئی۔" تکین نے مسکراتے ہوئے اپنی بات کی وضاحت کی تو وہ فی الفور بولا۔

"لے تو جا رہے ہیں نا سب سے۔"

"کیا ہو گیا ہے انس! ایک دو روز کی تو بات ہے۔ امی کے پاس رکنے کو دل چاہتا ہے۔" وہ ابھی ہاری تھی مگر انس یونہی سنجیدہ تھا۔

"اور میرے پاس رکنے کو ——؟"

اس کی بات پر وہ حیران ہوئی تھی۔

"کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ؟ اور کہاں رہنا ہے مجھے۔ ساری زندگی آپ ہی کے ساتھ تو بسر ہے مگر ماں باپ کا گھر تو اپنی جگہ اہمیت رکھتا ہے۔ آپ کی اہمیت اپنی جگہ۔"

"ٹھیک ہے —— تم واپسی پر میرے ساتھ آ رہی ہو۔"

اسی انداز میں کہتا ہوا پلٹ گیا تھا۔ تکین دو گونگی کی کیفیت میں اس کے پیچھے باہر نکل آئی۔

ظاہر کر دی انس! کیا کھانے کے نام پر وہاں پہنچو گے؟" تائی جان اسے سرزنش کر رہی تھیں۔

"بابا! نکل رہے ہیں ہم۔"

انہیں خدا حافظ کہتی انس کے ہمراہ باہر نکل آئی۔

اس کے ساتھ سفر کے دوران ہمیشہ ہی وہ بہت انجوائے کرتی تھی۔ اس کی شوخی، شرارت اور باتوں سے جدا ہونے ہی نہیں دیتی تھی۔ مگر آج پہلی بار وہ بہت خاموش سی تھی۔

"کیا بات ہے مسز؟ —— کیا زبان گھر میں ہی کہیں بھول آئی ہو؟" وہ اس کی خاموشی کا ماخذ جانے بغیر پوچھ رہا تھا۔ تبھی چہرے پر چھائی سنجیدگی سے تکین کی خفگی بھانپنا قطعی مشکل امر تھا اور وہ جیسے اسی انتظار میں تھی، ذرا خفگی سے بولی۔

"مجھے نہیں پتہ تھا کہ آپ اتنے ظالم شوہر ثابت ہوں گے۔"

"اچھا —— یہ دفعہ کب عائد ہوئی مجھ پر؟" وہ جیسے حیران ہوا تھا۔

"ابھی —— کچھ دیر پہلے۔ کتنی سنگدلی سے آپ نے مجھے امی کے ہاں رہنے سے منع کیا تھا۔"

وہ تھوڑا سی خفگی بھرے انداز میں کہہ رہی تھی۔
اس کو ہنسی آ گئی۔
"سفاکی سے کب؟ —— ہو گئے تو آپ پیار سے بلکہ منت سماجت سے منع کر رہا ہوں"
"آپ چاہے کسی بھی انداز میں منع کریں۔ سفاکی ہی کہلائے گی۔"
"اور اس سفاکی کے پیچھے جو پیار بلکہ عشق چھپا ہے اس کا کیا؟" وہ مسکراہٹ دبائے بولا رہا تھا۔ مگر وہ یونہی سینے پر بازو لپیٹے خفا خفا سی ونڈ اسکرین کے پار دیکھتی رہی۔ تب وہ شرارت سے بولا۔
"اگر تم میری بات کو سمجھتیں تو ناراض نہیں ہوتیں۔"
تمکین نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔
"کیا بات تھی جو میں نہیں سمجھی؟"
"دل نے تجھے عادت سی بنا ڈالا ہے جاناں
تیرے بنا اب اپنا گزارا ہی مشکل ہے"
وہ ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے کچھ اس برجستگی سے بولا تھا کہ تمکین سے اپنی ہنسی ضبط کرنا محال ہونے لگا۔ یہ شعر تو وہ رٹو طوطے کی طرح بولا تھا۔
"کیا اب بھی مزید وضاحتوں کی ضرورت ہے؟" وہ اس کے چہرے پر پھیلے رنگوں کو دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ پھر اس کا ہاتھ تھام کر اسٹیئرنگ وہیل پر رکھ لیا۔
"عموماً مرد اپنی بیویوں سے اپنے دلی جذبات چھپا کر رکھتے ہیں۔ شاید اس ڈر سے کہ وہ سر چڑھ جائیں۔ مگر مجھے ایسا کچھ خوف لاحق نہیں۔ میں آج بھی تم سے کہتا ہوں اور کہتا رہوں گا یو سویٹ ہارٹ۔ اور میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ایک دن بھی نہیں۔" وہ بڑے سنجیدہ انداز میں بولا۔ تمکین کے دل کو تفاخر، طمانیت اور محبت سے بھر گیا۔
"یہ سب تو ٹھیک ہے۔ لیکن اگر سگنل پر ٹریفک سارجنٹ نے "یہ" دیکھ لیا تو وہ ضرور چالان کر دے گا۔" مسکراتے ہوئے تمکین نے اس کے مضبوط ہاتھ تلے دبے اپنے ہاتھ کی طرف اشارہ کیا تو وہ بے ساختہ بولا۔
"شادی کے بعد میاں بیوی کو مل کر گاڑی چلانی چاہیے۔"
"ایسا زندگی کی گاڑی کے متعلق کہا گیا ہے۔" تمکین نے تصحیح کی تھی۔
"ہم دونوں میں کچھ بھی تمہارا اور میرا نہیں۔ بلکہ سب کچھ "ہمارا" ہے۔ گاڑی تم برابر کی حصہ دار ہو اور یہ بات میں سارجنٹ کو بھی بتا دوں گا۔" بڑے جذباتی انداز میں کہتے ہوئے وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا تو تمکین نے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے کھینچ لیا۔
"آپ تو آج ڈبل چالان کرانے کے موڈ میں ہیں۔"
"تم میرا موڈ سمجھنے لگو تو بات ہی کیا ہے۔" وہ ہلکی سی سانس کھینچتے ہوئے ذومعنی انداز میں

طرف متوجہ پا کر وہ ہمیشہ کی طرح جھینپ سی گئی۔ پھر اس کا دھیان ہٹانے کی خاطر بولی۔
"دیکھ کر ڈرائیونگ کریں اور یہ سوچیں کہ گھر جا کر دیر سے آنے کی کیا وجہ پیش کریں سامنے
گی۔"
"بہت ساری۔ بہت سے بہانے ہیں میرے پاس۔" وہ اسے تسلی دیتے ہوئے بولا تو تمکین نے
فوراً کہا۔
"بہانے جھوٹ بھرے والا بہانہ مت کیجئے گا۔ میں پورے تاثر پر تیار ہوئی تھی۔"
"ہوئے —— کچھ اور؟" وہ فرمانبرداری سے بولا تو تمکین نے مسکراہٹ دبا کر کہا۔
"فی الحال اتنا ہی کافی ہے۔"
"ہاں —— فی الحال تو ——"
اس کی مسکراہٹ گہری ہوئی تو اس کی شرارت بھانپ کر چڑتے ہوئے تمکین سمٹ کر دروازے سے لگ کر بیٹھ گئی۔ اس کے انداز پر اس نے بھی محظوظ ہو کر ہنس دیا تھا۔

●●●●●

چھوٹی سی غلط فہمی کر دے گی جدا ہم کو
حالات نہ بدلیں گے معلوم نہ تھا ہم کو
رشتوں کی ہمیں پہچان نہ تھی اتنی
کہنے کو مراسم بھی اپنے تھے بہت گہرے

کچن کا سارا کام نمٹانے کے بعد امی سے فون پر بات کر کے صالحہ بیگم کو بتانے کے بعد وہ اپنا کمرے میں آ بیٹھنے کے ساتھ ساتھ ہلکے سے میوزک سے بھی لطف اندوز ہو رہی تھی۔ شاعری سے قطع نظر اس کا دھیان صرف مدھم کی طرف تھا۔ مگر درد اسی کو شدید ہوتا ہے جسے چوٹ لگتی ہے۔ تبھی تو کمرے میں داخل ہوتے نوفل کا دھیان غزل کے لفظوں میں اٹکا تھا۔
بیڈ شیٹ کی سلوٹیں دور کر کے وہ سیدھی ہوئی تو سامنے ایستادہ نوفل احمد کا "منجمد" سا انداز ٹھٹک کر اسے ٹھٹکا گیا۔ مگر دگلے ہی پل اس نے بھرپور لاپروائی کا لبادہ اوڑھتے ہوئے خود کو اس کی موجودگی سے یکسر بے نیاز ظاہر کیا تھا۔ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ اور نوفل احمد اتنا بے نیاز نہیں تھا کہ اس کا ٹھٹکنا اور پھر سنبھلنا محسوس نہ کر پاتا۔ یوں بھی صبا کے معاملے میں اس کی حسیات کچھ زیادہ ہی تیز تھیں۔
معمول قدموں سے چلتے ہوئے جا کر اس نے سی ڈی پلیئر آف کر دیا تھا۔ وہ آئینے کے سامنے کھڑی کانوں میں بالیاں پہن رہی تھی۔ میوزک بند ہوتے ہی اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔ پھر جیسے یاد دلاتے ہوئے بولی۔
"یہ میوزک میں نے اپنے لئے لگایا تھا۔"
"اس وقت میں بھی اس کمرے میں موجود ہوں۔" نوفل نے سرد مہری سے کہا تھا۔

"آپ شاید بھول رہے ہیں کہ اس گھر پر میرا بھی حق ہے۔"

اس کے جتلانے والے انداز پر تکیے کے نیچے سے اپنا والٹ اور رسٹ واچ نکالتا ہوا نوفل اسے دیکھنے لگا۔ رسٹ کلر لباس میں ملبوس معمول سے ہٹ کر وہ بہت منفرد اور نئے انداز میں واقعی نوفل کو چونکا گئی تھی۔

"ویری ویل۔" والٹ ٹراؤزر کی جیب میں رکھنے کے بعد کلائی پر گھڑی باندھتے ہوئے وہ معتدل انداز میں اسے سراہتے ہوئے گویا ہوا تھا۔

"اور کون کون سے حقوق ہیں آپ کے؟ ایک ہی بار وضاحت کر دیں تاکہ آئندہ مجھ سے غلطی نہ ہو اور آپ کے حقوق کی ادائیگی اچھی طرح ہو سکے۔" اس کا طنز بہت ذو معنویت لیے تھا۔ جبھی تو صبا کا روم روم سلگنے لگا تھا مگر وہ نوفل احمد کے سامنے کمزور نہیں پڑی۔ طنزاً بولی۔

"پہلے اپنے فرائض تو پہچان لیجیے ــــ حقوق کی ادائیگی کی باری تو بہت بعد میں آتی ہے۔"

وہ مضبوط قدموں سے چلتا اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ اتنے قریب کہ صبا اس کے وجود سے اٹھتی آفٹر شیو لوشن کی مہک کو اچھی طرح محسوس کر سکتی تھی۔

"فرائض ان لوگوں کے ادا کیے جاتے ہیں جو خود سے منسلک ہوں اور خود سے منسلک وہ ہوتے ہیں جن سے ہم محبت کرتے ہیں۔ اور جن سے میں محبت کرتا ہوں ان کے حقوق اور فرائض کی ادائیگی بہت ایمان داری سے کرتا ہوں۔"

اور اس کے نہ تو حقوق وہ ادا کرتا تھا اور نہ ہی فرائض۔ ایک بار پھر وہ بہت وضاحت سے اس کے وجود سے اپنی لاتعلقی اور ناپسندیدگی واضح کر گیا تھا۔

اور بہت عجیب سی بات ہوئی۔ اس سے کسی بھی قسم کی امید اور توقع نہ رکھنے کے باوجود صبا کو اس کے الفاظ نے بہت تکلیف دی تھی۔ ایک بار تو اس کا جی چاہا کہ چیخ اٹھے۔ اس سے پوچھے مجھ میں کون سی ایسی کمی ہے جو تمہیں مجھ سے دور کرتی ہے۔ مانا کہ تم نے یہ شادی اپنے ڈیڈی کی خاطر کی ہے مگر مجھ سے اس قدر ناروا سلوک کی وضاحت کیا دو گے؟ ــــ بہت سی شادیاں سمجھوتے کی بنیاد پر بھی تو ہوتی ہیں۔ یوں لمحہ بہ لمحہ مجھے مٹی کرنے کی بجائے، مجھے کچھ تو سمجھوتے کی راہ پر کیوں نہیں چل پڑتے؟ تم کیا جانو نوفل احمد! میری عزت نفس، میرا معصوم تفاخر کیسے خاک ہوا ہے۔

"مجھے یہ بھیک چاہیے بھی نہیں۔ اور یہ بھی آپ کی بھول ہے کہ آپ کسی سے محبت کرتے ہیں۔ آپ کو تو اس لفظ کے معنی بھی معلوم نہیں۔ یہ جو آپ ہر وقت محبت، محبت کا راگ الاپتے رہتے ہیں یہ صرف ایک ڈھونگ ہے۔ آپ کا دوغلا پن ہے۔ محبت کا ماسک چہرے پر لگا کر آپ اپنی نفرت کو بدل سکتے۔ محبت کرنے والے آپ کی طرح "پان سنگر" نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی وہ کسی کو ذہنی اذیت دیتے ہیں بلکہ خود سے منسلک ہر رشتے کو اس کا مقام اور عزت دیتے ہیں۔"

بھوری آنکھوں میں آگ سی دہک رہی تھی۔ کانچ کے پیچھے جیسے شعلے لپک رہے تھے۔ وہ سہم سی

آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"بعض رشتے طوق کی مانند ہوتے ہیں صبا بی بی! جنہیں عمر بھر ساتھ گھسیٹنا مجبوری تو ہو سکتی ہے، پسند نہیں۔ ایسے رشتے جنہیں نہ چاہتے ہوئے انسان اپنا لیتا ہے، ساری عمر آسیب کی مانند سر پر سوار رہتے ہیں۔ ان کی کوئی وقعت، کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔"

"مجھ سے زیادہ کون ان رشتوں سے واقف ہو گا۔ میں بھی تو بھگت رہی ہوں ایک ایسے ہی رشتے کو۔"

وہ کبھی بھی اتنی بدتمیز اور منہ پھٹ نہیں تھی۔ تلخی، غصہ اور نفرت اس کی سرشت کا حصہ نہیں تھے۔ مگر یہ نوفل احمد کا سلوک اور اس کے تلخ و ترش الفاظ ہی تھے جو وہ اس قدر انتہا تک آ پہنچی تھی۔ حالانکہ اس نے بہت برداشت کیا تھا۔ مگر نوفل میں برداشت کا اتنا مادہ نہیں تھا۔ اوپر سے صبا کے لب و لہجے کی کاٹ۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ بھینچے ہوئے جبڑے، ماتھے کی ابھری رگیں واضح دکھائی دے رہی تھیں۔

"تو کیوں بھگت رہی ہیں؟ ــــ اتار کر پھینک کیوں نہیں دیتیں اس طوق کو؟" اس کے لہجے کی حرارت صبا کو جھلسا کر رکھ گئی۔ وہ بے اختیار دو قدم پیچھے ہٹی تھی۔ اس سے نوفل احمد کی آنکھوں میں پھیلی وحشت سی دکھائی دے رہی تھی جس نے صبا کے وجود میں سنسنی سی پھیلا دی تھی۔ اسی کیفیت میں آگے بڑھ کر بہت بے دردی سے نوفل نے اس کا ہاتھ اپنی مضبوط گرفت میں جکڑ لیا تو بے اختیار اس کے لبوں سے ہلکی سی چیخ آزاد ہو گئی۔ ابھی شاید وہ مزید درشتگی کا مظاہرہ کرتا مگر اسی وقت دروازے کو زوردار انداز میں کھٹکھٹایا گیا تو وہ اسے شعلہ بار نظروں سے گھورتا پلٹ گیا۔

"آ جاؤ۔" نوفل کا لب و لہجہ بہت متوازن تھا۔ غصے یا تلخی کا شائبہ تک نہ تھا۔ اور دروازہ کھلتے ہی تمکین کی کھنکتی مسکراتی شکل دکھائی دی تو صبا کو بھی بہ سرعت خود کو سنبھالنا پڑا اور اپنی اس نئی "خاصیت" پر صبا کو ہنسی بھی آئی۔ نوفل احمد کے ساتھ رہتے ہوئے جانے ابھی کس کس "خوبی" کو اپنانا باقی تھا۔

"کیا حال ہیں بڑے لوگو!" اس نے لپٹتے ہوئے تمکین سے ہنس کر کہا تو وہ مسکرا دی۔

"تم کیسے بڑے لوگ ہو گئے؟"

"اب جن سے ملنے کے لیے پرمٹ لینا پڑے ان کی خدمت میں حاضری دینا پڑے وہ بڑے لوگ ہی ہوئے نا۔" وہ نوفل کی بے جا مصروفیت پر طنز کر رہی تھی۔

"کتنے دنوں کے بعد آئی ہو اور آتے ہی شکوے اور شکایات کا دفتر کھول دیا۔ انس کہاں ہے؟" نوفل نے اسے ڈپٹتے ہوئے پوچھا تو وہ بولی۔

"وہ بھی امی کے پاس بیٹھے آپ ہی کی طرح اپنی مصروفیات گنوا رہے ہیں۔"

"ایک تو تم خواتین میں شک کا مادہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ منٹوں میں شوہر کو کٹہرے میں کھینچ لیتی ہو۔" نوفل انس سے ملنے کے خیال سے نکل گیا تو تمکین نے دو قدم پیچھے ہٹ کر ناقدانہ نگاہوں سے اس کا سر سے پاؤں تک جائزہ لیا تھا۔

"کیا دیکھ رہی ہو؟" صبا نے ہونٹوں پر مصنوعی آمیز مسکراہٹ پھیلاتے ہوئے پوچھا تو وہ مسکرا

کر بولی۔

"دیکھ رہی ہوں کہ اب صحیح معنوں میں میری بھابی لگ رہی ہو۔"

اس کی بات سن کر صبا نے دلی اطمینان محسوس کیا تھا۔

آج بطور خاص اس نے بڑی کا تحفہ سا کامدانی سوٹ پہن کر ساتھ میں ہلکی پھلکی جیولری میک اپ کا سامان بھی کیا تھا اور تمکین کو مطمئن ہوتا پا کر وہ خود بھی پرسکون ہو گئی تھی۔ ہلکے پھلکے انداز میں بولی۔

"یہ سب فقط تمہارے اطمینان اور تسلی کے لیے ہے۔ ورنہ مجھے اپنی خوشی ظاہر کرنے کا اس چمک دمک کا سہارا لینا پسند نہیں۔"

"یہ سب رسم دنیا بھی ہے اور دستور بھی۔ خود کے لیے نہ سہی مگر بعض اوقات دوسروں کی خاطر کے لیے بھی بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔" تمکین نے اسے سمجھایا تو صبا نے مسکراتے ہوئے اسے باہر کا دھکیلا اور بولی۔

"تو پھر چلو ذرا۔۔۔ میں اپنے بھائی کی تسلی کا بھی اندازہ کر آؤں۔"

"ان کی تسلی تو مجھ سے پوچھو۔ جناب مجھے ایک دن بھی یہاں چھوڑنے کو راضی نہیں ہیں۔" تمکین نے اس کے ساتھ سیڑھیوں کی طرف بڑھتے ہوئے شکایتی انداز میں کہا تو وہ اس کی میں ہاتھ ڈالتے ہوئے مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"یہ تو ان کی محبت ہے جو وہ تمہیں خود سے دور نہیں کرنا چاہتے۔"

"اوہو۔۔۔ پھر تو نوفل بھائی کو آپ سے عشق ہوتا۔ شادی سے لے کر اب تک ایک دن کے لیے بھی آپ کو خود سے دور نہیں کیا۔"

اس کی جوابی شرارت پر صبا کو اپنی قسمت کی ستم ظریفی پر ہنسی آنے لگی۔

"ہاں۔۔۔ بالکل۔۔۔ ان کا بس چلے تو مجھے چھونے والی ہواؤں کا بھی اس گھر میں داخلہ ہونا بند کر دیں۔" سٹنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے وہ دھیمی آواز میں بولی تو تمکین گہری سانس لے کر رہ گئی۔ جب کہ وہ انس سے ملنے لگی۔

"گھر میں سب کیسے ہیں؟۔۔۔ ان لوگوں کو بھی لے آتے۔" وہ کہہ رہی تھی۔

صالحہ بیگم کو تب جیسے اس بات کا ادراک ہوا کہ وہ اپنے گھر کے پرسکون اور مثالی ماحول میں کھو کر اس بات کو نظر انداز کیے ہوئے تھیں کہ انس کے مقابلے میں نوفل اپنی سسرال کتنی بار گیا تھا۔ کتنی بار۔۔۔؟ وہ پریشان کن سوچوں میں گھرنے لگیں۔

"تم کیا عید کا چاند ہو گئی ہو کہ سب تمہیں دیکھنے کے لیے آئیں۔" انس نے مسکراتے ہوئے کہا تو صبا کے کچھ بولنے سے پہلے ہی نوفل نے سارا الزام گویا اسی پر رکھتے ہوئے خود کو بری الذمہ کیا۔

"یہی بات میں انہیں سمجھاتا ہوں۔ بھئی شادی کے بعد میکے والے چھوٹ تو نہیں جاتے۔ انہیں اپنے گھر کی دلچسپیوں کے علاوہ اور کچھ سوجھتا ہی نہیں۔"

ذرا ہی سے الگ ہے۔ اور پتہ ہے سب سے زیادہ ذمہ دار طبیعت اسی نے پائی ہے۔ ہر وقت کچن میں گھس کر نت نئی ڈشز تیار کرتے رہنا۔۔۔ سچ۔ میں تو ترس گیا ماما کے ہاتھ کے کھانوں کو۔" انس کے لب و لہجے سے محبت کی آنچ اٹھ رہی تھی۔ ماں کی محبت اور نرمی صبا کے دل کو گداز کرنے لگی۔ اس کی بدلتی رنگت نوفل کی گہری نگاہ سے چھپ نہ سکی تھی۔

"کیا تمکین نے وہاں اپنے جوہر دکھانے شروع نہیں کیے؟ یہ بھی کچن کی ماسٹر ہو چکی ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ تمکین احتجاجاً صالحہ بیگم سے اس کی شکایت کرنے لگی۔

"دیکھ رہی ہیں امی! یہ میرے میاں کے سامنے میری تعریفیں کرنے کی بجائے میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔"

"پہنچ ہی گیا۔۔۔ تمہارے کمالات کی اڑتی اڑتی بلکہ گرتی پڑتی خبریں میں شادی سے پہلے سن چکا ہوں۔" انس نے بھی نوفل کی شرارت کو آگے بڑھایا تو وہ ان دونوں سے الجھنے لگی۔ ان کی باتوں سے لطف اندوز ہوتی پرشفقت نگاہوں سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔ صبا کھانے کا انتظام کرنے کے لیے کچن میں آ گئی جہاں نوری اس کے انتظار میں کھڑی تھی۔ نوری کے ہاتھ کو لانز تھما کر وہ جلدی جلدی ٹیبل لگانے لگی۔ پہلے ہی انس اور تمکین کے دیر سے آنے کی وجہ سے کافی تاخیر ہو چکا تھا۔ دوسرا اسے صالحہ بیگم کا بھی احساس تھا۔ وہ بھوک برداشت نہیں کر سکتی تھیں اور انہیں میڈیسن لینا ہوتی تھی اس لیے صبا نے حسب سابق جلدی ٹیبل لگا دی۔ نوری اس کی ہدایات کی روشنی میں اس کا ہاتھ بٹانے لگی۔ وہ اندر گئی تو سب لوازمات سے سج چکے تھے۔

"چلیں جی۔۔۔ کھانا لگ چکا ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے اعلان کیا تو انس حیران ہوا۔

"اتنی جلدی؟ بیٹھو یار! تھوڑی دیر باتیں وغیرہ تو کر لیں۔"

"نہیں۔۔۔ پہلے ہی آپ لوگ اتنی دیر کر چکے ہیں۔ ماما کی میڈیسن کا بھی ٹائم ہو رہا ہے۔ کھانے کے بعد بھی ہو جائیں گی۔" وہ صالحہ بیگم کی وہیل چیئر کی پشت پر ہاتھ رکھتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"یہ بہت لگی ہیں۔ اتنا خیال تو شاید میں نے بھی کبھی نہیں رکھا تھا ان کا۔" تمکین جیسے صبا کی گرویدہ تھی۔ صالحہ بیگم کی زبانی اس کے اخلاق کی تعریفیں تو وہ ویسے بھی سنتی ہی رہتی تھی مگر اس کی بات پر نوفل کی نگاہ میں بہت کاٹ تھی۔ اسے صبا کا ہر عمل ڈھونگ کے سوا کچھ نہیں لگتا تھا۔

"یہ ساس کو قابو میں کرنے کا ایک حربہ ہے۔ یعنی ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ۔ اب سوچ لو تمہیں کتنا فائدہ ہو گا۔" اس کا انداز بہت سادہ اور لہجہ مسکراہٹ لیے ہوئے تھا۔ سب نے ہنس کر صبا کے تو دل میں تیر سا گڑ گیا تھا۔

اتنے دنوں میں نوفل کے لب و لہجے کے اتار چڑھاؤ سے بہت اچھی طرح واقف ہو چکی صبا بے اختیاری سنجیدگی سے بول اٹھی۔

"میں رشتوں کو ان کے مقام کے مطابق عزت دیتی اور نبھاتی ہوں۔ "لوگوں" کی طرح "فائدے" اٹھانا میری سرشت میں شامل نہیں ہے۔"

نوفل کی اس کی طرف اٹھنے والی نگاہ بہت بے ساختہ اور سرد تھی۔ طنز کرنا بہت آسان ہوتا ہے جواب اپنی ذات پر سہنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اور نوفل احمد تو ہمیشہ سے اپنی ذات کو سب سے برتر رکھنے کا عادی رہا تھا۔ کسی سے بھی ایسے روابط رہے ہی کہاں تھے کہ اس طرح کی بدلہ بازی... اسی وجہ سے صبا کا بھرپور طنز اسے بہت شدت سے محسوس ہوا تھا۔

دوسری طرف صبا کو اس کی مختی مسکراہٹ نے بہت سکون پہنچایا تھا۔

کھانے کے بعد چائے کا دور چلا تھا۔ سبھی کھانے کی تعریف کر رہے تھے سوائے نوفل کے۔ کیسے ممکن تھا کہ تمکین چوک جاتی۔

"بھائی! آپ بھی تھوڑی تعریف کر دیں۔ سبھی ڈشز آپ کی پسند کی تھیں۔"

وہ اپنی سوچوں سے چونکا تھا۔ پھر قصداً مسکرا کر بولا۔

"میرے لئے تو گھر کی مرغی دال برابر ہے۔"

"بالکل غلط۔۔۔۔ صبا کے ہاتھ کی بنی تو دال بھی مرغی برابر ہوتی ہے۔" تمکین نے کھل کر تعریف کی تھی۔

"جنہیں خود کچھ نہ آتا ہو ان کے لئے کچھ نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر بلکہ بہترین ہوتا ہے۔" انس نے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا تو صبا نے فوراً اسے ٹوک دیا۔

"انس بھائی!۔۔۔۔ یہی جملہ معید بھائی کے مقابلے میں ابو آپ کے لئے بولا کرتے تھے نا؟"

اس کی بات سن کر منہ بسورتی تمکین ہنسنے لگی تھی۔ جب کہ انس نے صبا کو گھور کر دیکھا جو اب ہنس رہی تھی۔

"بھئی اب اس گھر کا بھیدی تو لنکا نہ ڈھائے۔" صالحہ بیگم نے ہنستے ہوئے انس کی سائیڈ لی۔

"پھپھو اور ادینہ دکھائی نہیں دیں۔۔۔۔ انیکسی کا دروازہ بھی بند تھا۔" تمکین کو اچانک خیال آیا۔

"وہ حبیب کی طرف گئی ہوئی ہیں۔ ایک دو روز رکنے کا ارادہ تھا ان کا۔" صالحہ بیگم نے بتایا۔ زرینہ بیگم کی نند تھیں۔

"خیریت تھی نا؟" تمکین نے پوچھا تو وہ سرسری انداز میں بولیں۔

"خیریت ہی ہے۔ ان کی بچی کے رشتے کا کوئی معاملہ تھا، اسی سلسلے میں زرینہ کو بلایا گیا۔" تمکین نے مطمئن ہو کر سر ہلا دیا۔

باتوں کے دوران ٹائم کیسے گزرا، پتہ بھی نہیں چلا تھا۔

...ہو رہے ہیں۔" انس سے رہا نہیں گیا تھا۔ کلائی الٹ کر ٹائم دیکھتے ہوئے بولا تو تمکین ...کرتی جیسے اس کی طرف دھیان ہی نہ ہو۔ حالانکہ کتنی ہی دیر سے وہ اسے منتظرانہ انداز ...ہوئے دیکھ رہی تھی۔

...میرے خیال میں اب چلنا چاہئے۔" وہ مجبوراً تمکین کو متوجہ کرتے ہوئے بولا تو صالحہ بیگم نے

...آج یہیں رک جاؤ دونوں۔"

...نہیں آنٹی!۔۔۔۔ صبح آفس جانا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کل مجھے اسلام آباد بھی جانا پڑ جائے۔" ...طریقے سے معذرت کر لی تھی۔ پھر وہ متوقع نظروں سے تمکین کو دیکھنے لگا جو ابھی بھی ...تھی۔

...آپ جائیے۔ کیونکہ تمکین یہیں رہے گی۔" صبا نے تمکین کے شانے پر بازو پھیلاتے ہوئے ...کہا تو وہ جزبز ہو کر رہ گیا۔

...کے ارادے سے تھوڑی آئی تھی۔ اور ویسے بھی میں تین چار روز کے لئے اسلام آباد ...رہا ہوں، پیکنگ کا بھی مسئلہ ہو گا۔"

...اور بھی اچھی بات ہے۔ آپ اطمینان سے اسلام آباد جائیں، تمکین تین چار دن یہاں رہ ...جہاں تک بات ہے پیکنگ کی تو تمرہ اور حنا ہیں نا، وہ کر دیں گی۔"

...سب کچھ طے کئے ہوئے تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ انس کو تمکین پر بھی غصہ آنے لگا جو ...بھی نہیں نکال رہی تھی۔ حالانکہ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ انس اسے کسی بھی طور یہاں ...رضامند نہیں تھا۔

...اگر تمکین کی مرضی ہے تو۔۔۔۔" وہ سنجیدگی سے کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تو تمکین کے ...مسکراہٹ پھیل گئی۔

...آپ مجھے پہلے بتا دیتے کہ کل آپ اسلام آباد جا رہے ہیں تو میں پہلے ہی سے رہنے کا ...کر آتی۔"

...میں تم سے بات ہوئی تو تھی اس معاملے پہ۔" وہ یاددہانی کرا رہا تھا۔ مگر تمکین تو یوں بھی ...خواہش مند تھی، بھولپن سے بولی۔

...ٹھیک ہے۔ جب اسلام آباد سے واپس ہو تو مجھے فون کر دیجئے گا، میں آ جاؤں گی۔"

...وقت ہوتا تو انس اس کے حواس درست کر دیتا۔ مگر سسرال میں بیٹھ کر وہ صرف سوچ ہی ...حال اسے تمکین پر سخت غصہ تھا۔

...پھر میں چلتا ہوں۔"

...سنجیدہ صورت لئے صالحہ بیگم کے آگے جھک گیا تو انہوں نے اس کے سر پر دست شفقت ...سے بغل گیر ہونے کے بعد وہ صبا سے مل کر پورچ میں پہنچے، گاڑی میں بیٹھے اور پھر

گیٹ سے باہر نکلنے تک بھولے سے بھی اس نے تمکین کی طرف نہیں دیکھا تھا جو اس کی بے رخی، خاموشی اور سنجیدگی پر غور ہی کرتی رہ گئی تھی۔

●●●●●

"یہ منی کدھر ہے؟" حرہ کو کچن میں چائے بناتے دیکھ کر تائی جان نے حیرت سے پوچھا! ابھی کچھ دیر پہلے وہ منی کو شام کی چائے بنانے کا کہہ کر گئی تھیں اور اب منی بی بی غائب تھیں۔

"وہ تو اپنے کمرے میں ہیں، کہہ رہی تھیں کہ انہیں اپنی وارڈروب سیٹ کرنی ہے۔" حرہ کہتے ہوئے چائے دم پر رکھ گئی۔ وہ سر ہلا کر منی کے کمرے کی طرف بڑھ گئیں اور جب اسے بستر پر دراز پایا کر انہیں سخت غصہ آیا تھا۔

"میں نے تمہیں چائے بنانے کا کہا تھا اور تم یہاں آرام فرما رہی ہو۔"

"مجھے کچھ کام کرنا تھا اسی لیے۔" وہ خفگی سے کہتی اٹھ بیٹھی تھی۔

ان کی تیوری کے بل اور گہرے ہو گئے۔

"ایک چائے تو بنائی نہیں گئی تم سے، اور کون سے کام نمٹانے تھے جو بستر پر لیٹ کر نمٹا رہی ہو۔"

"اوہو امی! حرہ بنا تو رہی ہے چائے۔" وہ اکتا کر بولی تو انہوں نے تیز لہجے میں کہا۔

"حرہ تو بنا ہی لے گی۔ اس سے پہلے صبا نے اپنے سلیقے سے سارا گھر سنبھالا ہوا تھا مجھے حسرت ہی رہے گی کہ تم بھی کچھ سنوار لو۔"

"ایک چائے بنا لینے سے کیا سنور جائے گا بھلا؟"

"تمہاری زندگی تو سنور جائے گی۔"

منی جیسے وقتی طور ہی ان کی ناراضگی کا مطلب پا گئی۔

"میں جیسی ہوں، ویسی ہی بہت اچھی ہوں۔ میرا یوں بھی بہت اچھا گزارہ ہو جائے گا۔" وہ تیکھے لہجے میں بولی تھی۔

"فضول باتیں مت کرو۔ کچھ عرصے میں شادی ہو جائے گی اور روٹی تک ڈالنی نہیں آتی تمہیں۔ معید تو عادی ہے بہترین کھانے کا۔"

"معید عادی ہے تو میں کیا کروں؟ میرا یہاں کیا تذکرہ؟" اس کے تیز لہجے پر وہ ناپسندیدگی سے اسے ٹوک گئیں۔

"تمہیں ان سب باتوں کا پتہ ہونا چاہیے کہ معید کو کیا پسند ہے اور کیا نہیں۔ اس سے رشتہ ہو رہا ہے تمہارا۔"

"مجھے اس کے متعلق یہ حساب کتاب رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ——— اور آپ لوگ بھی خواہ مخواہ رشتوں کا جوڑ توڑ مت کریں ——— میں جیسی بھی ہوں اچھی ہوں۔ کسی کے لیے بدلا نہیں جاؤں گی۔"

اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے وہ غصے سے بھرے انداز میں بولیں۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ ——— کون سے خواہ مخواہ کے رشتے ہیں؟"

"کم از کم مجھ سے تو پوچھنا چاہیے تھا۔" وہ ابھی بھی ناگواری سے کہہ رہی تھی۔ تائی جان کو یہ بے باک اندازِ گفتگو ہمیشہ ہی سے ناپسند رہی تھی مگر اس وقت انہوں نے بمشکل تحمل کا مظاہرہ کیا۔

"اس سے پہلے کون سے کام تمہارے مشوروں سے ہو رہے تھے جو اس اہم معاملے میں تمہارا مشورہ ضروری تھا؟ اور پھر تمہیں کیا اعتراض ہے؟"

"نہیں ——— مجھے کون سا "مسٹر پرفیکٹ" سے بیاہ رہے ہیں آپ لوگ کہ مجھے کوئی اعتراض نہ ہو۔ آپ تائی جان سے انکار کر دیں بس۔" اس نے اپنے مخصوص لٹھ مار انداز میں کہا تو وہ دہل گئیں۔ انہیں ذرہ برابر امید نہیں تھی کہ وہ اتنے صاف انداز میں منع کر دے گی۔

"تم ہوش میں تو ہو؟ ——— کیوں منع کر دوں؟ ——— میں تو شروع ہی سے انتظار میں تھی کہ آپا رشتے کی بات کریں۔"

ان کی بات نے منی کو سرتاپا سلگا دیا تھا۔

"ایسے کون سے ہیرے جڑے ہیں اس میں؟ یا میں ہی اتنی فالتو ہوں کہ آپ اس شخص کے لیے انکار میں دن گن رہی تھیں؟" وہ چیخ کر رہ گئی۔

"بکواس مت کرو۔" انہوں نے اسے جھاڑ دیا تھا۔ "خاندان کا بہترین لڑکا ہے معید۔ سب گھروں میں اس کی قابلیت اور کردار کی مثال دی جاتی ہے۔ کوئی ایک خامی بھی ہم لوگوں نے نہیں دیکھی۔ تم نے کیا دیکھا اور پا لی! ہیرے تو تم میں بھی نہیں جڑے ہیں۔ پھر بھی آپا نے خود اس رشتے کی بات کی ہے۔"

"میں کسی کی خوبی یا خامی کی بات نہیں کر رہی ——— بس مجھے اس سے شادی نہیں کرنی ہے۔ ہمارا سوچ میں بہت فرق ہے۔" اس نے تیز لہجے میں کہا تو وہ بھی اسی کے سے لب و لہجہ میں بولیں۔

"تمہارا مطلب ہے دماغ خراب ہے، اور کچھ نہیں۔ خبردار جو مجھ سے یہ کتابی باتیں کرنے کی کوشش کی۔ ابھی ماں باپ زندہ بیٹھے ہیں تمہاری زندگی کا فیصلہ کرنے والے۔ اور بہتر ہی کریں گے۔"

"میں کسی بھی صورت معید سے شادی نہیں کروں گی۔ میری اس سے نہیں بن سکتی۔"

"ارے لڑکی اتنا بہترین رشتہ......"

"امی! زمانے مجھے سے کہنا چاہا تو وہ ان کی بات کاٹ کر تنکی سے بولی۔

"میں بھی تو یہی کہہ رہی ہوں کہ اسے بہترین شخص کے لیے کوئی بہترین لڑکی ڈھونڈیں۔ میں اس کے قابل نہیں ہوں۔"

"بس اب چپ رہو ——— تمہارا تو دماغ خراب ہو گیا ہے، اور کچھ نہیں۔" وہ چڑ گئی تھیں۔ انہیں تو اس کا کہنا بے وقوفی کے سوا کچھ بھی نہیں لگ رہی تھیں۔

"میں یونہی نہیں کہہ رہی امی! یہ واقعی سچ ہے۔ آپ معید سے پوچھ لیں، وہ صرف بابا کی فرمانبرداری میں اس رشتے پر ہامی بھر رہا ہے ——— ہم دونوں کے خیالات میں بلکہ ہر زمین آسمان کا فرق ہے۔" وہ زچ ہو گئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ امی کچھ سوچنے پر مجبور ہوں مگر ادھر تو لگ رہا تھا کہ وہ جانے کب سے اس رشتے کی راہ تک رہی تھیں۔

"اس میں ایسی کون سی نئی بات ہے؟ میاں بیوی کے درمیان آہستہ آہستہ ہی ایک دوسرے کو جاننے اور سمجھنے کا عمل وقوع پذیر ہوتا ہے۔ نہ کہ خدانخواستہ پہلے ہی سے ذہنی مطابقت کر کے بھی دونوں تو پھر بھی گزر نہ ہو۔ بالکل انجان فریقوں میں بھی شادی کے بعد اس قدر ذہنی مطابقت ہے کہ یقین نہیں آتا۔" وہ نارمل انداز میں کہہ رہی تھیں۔ نگی کو اب رونا آنے لگا۔

بھلا وہ معید سے شادی کر سکتی تھی؟ اس سے زیادہ ذلت و اہانت کی اور کون سی بات ہو وہ نہ صرف نگی اور عمر کے افیئر سے واقف تھا بلکہ خود بھی کسی اور لڑکی سے کمٹڈ تھا۔ یہ جانتے سمجھتے ہوئے بھی اس سے شادی کرنا نگی کو موت کے برابر لگ رہا تھا۔

"آپ لوگوں کو صرف اپنی خوشی سے نسبت ہے۔ میری مرضی، میری خوشی کی کوئی پروا میں کسی طور بھی اس رشتے پر راضی نہیں ہوں۔" وہ آنسو بہانے لگی تھی۔ چچی جان کو اس کی بیگانہ ضد پر غصہ آ رہا تھا۔

"ہم اس لئے خوش ہیں کیونکہ جانتے ہیں کہ تم بھی معید کے ساتھ بہت خوش رہو تمہاری پرواہ کرتے ہیں، تمہاری خوشی کا احساس رکھتے ہیں اسی لئے تمہارے لئے بہتر رہے ہیں۔"

"میں اتنی پرفیکٹ نہیں بن سکتی جتنا کہ وہ ہے۔ مجھ سے باورچن یا دھوبن والے کام نہ اور نہ ہی میں اس معاملے میں کسی کا رعب برداشت کروں گی۔ کل کو گھر کا ماحول خراب ہو قصوروار مجھے مت ٹھہرایئے گا۔"

اس نے آنکھیں رگڑتے ہوئے اپنے تئیں انہیں دھمکایا۔ مطلب یہی تھا کہ شاید وہ اب اس ارادے سے باز آ جائیں۔ مگر وہ بہت اطمینان سے بولیں۔

"آہستہ آہستہ سب سیکھ جاؤ گی ——— کون سا کہیں رخصت ہو کر جانا ہے۔ اپنا ہی ماحول رہے گا۔ دوسرے جب ذمہ داری پڑے گی سر پر تو خود بخود آ جائے وہاں کا پھوہڑ پن جائے گا۔"

وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ پھر جاتے جاتے اسے گویا تنبیہ کرتے ہوئے بولیں۔

"اور یہ جو اپنے دماغ کی ٹیڑھ ہے نا، اسے سیدھا کر لو۔ میں نے تو تمہاری تمہارے باپ کے کانوں میں بھنک بھی پڑ گئی تو قیامت کھڑی کر دیں گے۔ جانتی ہو نا کہ معید اس گھر کا عزیز ترین بچہ ہے۔"

ان کے جانے کے بعد نگی پر جھنجلاہٹ اور اشتعال کا شدید حملہ ہوا۔

عزیز ترین بچہ ——— بلکہ ایک میں ہی ناپسندیدہ ترین اور فالتو فرد ہوں۔" اس نے تکیہ اٹھا کر پھینک دیا تھا۔ بیڈ شیٹ گھسیٹ کر ایک طرف ڈال دی۔ اس پر بھی غصہ کم نہیں ہوا تو تھک ہارے اٹھ کر بیٹھ گئی۔

بڑے نواب زادہ ہے ——— ہر شے اس کی من پسند، اس کی مرضی کے مطابق۔ ہر کریڈٹ جاتے ہیں۔ چاہے میں اپنے جذبات و احساسات پر پتھر رکھ کر اپنی تمام عمر کی خوشیوں کی کر دی کیوں نہ اس شادی کے لئے ہامی بھروں، کل کو یہی کہا جائے گا کہ معید حسن نے نگی پھوہڑ لڑکی سے شادی کر کے اس پر احسان کیا ہے، اس کے والدین کی لاج رکھی ہے۔ وہ کیا ہے کہ ذکر کیوں اس کی نخوت اور اکڑ سے کھائیں کوئے میاں۔ مگر میں ایسا بھی ہونے نہیں دوں گی ——— تمہارا یہ "بچہ بچہ" والا امیج تہس نہس کر دوں گی۔ ابھی تمہارا نگی میر سے واسطہ تمہاری ساری فرمانبرداری دھری کی دھری نہ رہ گئی تو میرا نام بھی نگی میر نہیں۔"

بڑے منتقمانہ انداز میں سوچ رہی تھی۔

●●●●●

ہر پہلا تو بھی اس کا موڈ بگڑا ہوا تھا۔

"کہیں نہیں آئی؟" تائی جان نے یونہی پوچھ لیا تھا۔

"تایا نے روک لیا۔ اسے جانا تو پتہ بھی تھا کہ میں کل اسلام آباد جا رہا ہوں۔" اسے تو موقع اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کا۔ بدتمیزی سے بولا تو وہ اطمینان سے کہنے لگیں۔

"کہا ہے ——— اس کا دل چاہ رہا ہو گا نگی سے بات کرنے کو۔ خیر تو وہ کم ہی آ پاتی ہے۔"

"اس کا یہ مطلب تو نہیں ہوا کہ میری بیوی پر قبضہ کر لیں وہ لوگ۔" وہ سر جھٹک کر بولا تو وہ لگیں۔

"اپنا ہے اس گھر کی۔ تمہاری بیوی ہونے کے بعد اس گھر سے رشتہ ٹوٹ تو نہیں گیا اس کا۔"

"تو کیا آنی تھی کیا ہے۔ اسے اتنے دھڑلے سے روک لیا۔ میں نے کہا بھی کہ مجھے پیکنگ کا خفیف سی جھلاہٹ کے ساتھ کہہ رہا تھا۔

"اس سے پہلے بھی کوئی مسئلہ ہوا ہے تمہیں؟ منٹوں میں سے کوئی کر دے گی پیکنگ۔ اور کون سا اتنا زیادہ سامان ساتھ لے جاتے ہو۔ بیوی پر اتنی زیادہ پابندی بھی اچھی نہیں وہ رہ گئی ہے۔" تائی جان نے اسے گھر کا مگر اس کا موڈ نہیں بدلا تھا۔ اسے رہ رہ کر رہا تھا جو اس کے خیالات سے واقف ہونے کے باوجود اسے آرام سے وہاں رہنے دیا گئی۔

"تو سو گئی ہیں۔ چلو مجھے بتاؤ کون کون سی چیزیں پیک کرنی ہیں؟ میں کر دیتی ہوں۔"

انداز میں کہا تو وہ انہیں روک گیا۔

"جا کر صبح دیکھی جائے گی۔ یوں بھی کون سا منہ اندھیرے اٹھنا ہے۔ تو بجے

تک کا کام ہو گا، تب دیکھ لیجئے گا۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔" وہ اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ چند لمحے وہیں کھڑے رہنے کے بعد وہ بھی ڈھیلے ڈھالے انداز میں اپنے کمرے کی طرف آ گیا۔

لائٹ آن کر کے پلٹا تو ٹھٹک سا گیا۔

یہ تنہائی کتنی عجیب لگ رہی تھی۔ حالانکہ وہ شروع ہی سے اس کمرے میں رہتا چلا آیا تھا ان چند دنوں میں اس دشمن جاں نے جیسے اپنا عادی ہی کر لیا تھا۔

کس قدر ویران سا لگ رہا تھا یہ کمرہ۔ جیسے کوئی بہت بڑی کمی واقع ہو گئی ہو۔

وہ بستر پر بیٹھ کر جوتے اتارنے لگا۔ فضا میں تمکین کے استعمال شدہ پرفیوم اور کاسمیٹکس کی مہک ابھی بھی باقی تھی۔ یوں لگ رہا تھا ابھی کہیں سے وہ چوڑیاں کھنکاتی، ہنستی ہوئی اس کے سامنے آ جائے گی۔ خود سے منسلک چیزوں سے متعلق وہ پہلے ہی سے بہت حساس واقع ہوا تھا، پھر یہ تو ایک ہستی کا معاملہ تھا جس کے ساتھ دل و روح کا اٹوٹ رشتہ جڑا تھا۔ وہ کیونکر جھنجلاہٹ کا شکار نہ ہوتا۔

"آئندہ کبھی میرے بغیر وہاں رہ کے تو دیکھنا۔" وہ مغضوب سے جذبات کے زیر اثر بیوی کو سوچ رہا تھا۔ اور یہ تو قطعی بات تھی کہ وہ اب کبھی تمکین کو کہیں رہنے کی اجازت دینے والا نہ تھا چاہے کوئی ناراض ہی ہوتا رہے۔

"میں اپنی بیوی کے بغیر ایک دن بھی نہیں رہ سکتا۔" اس نے اٹل انداز میں فیصلہ کیا۔ جذباتیت کے زیر اثر وہ یہ بات بھول رہا تھا کہ تمکین اس کی محبوبہ نہیں بلکہ بیوی تھی جو بہت سے معاشرتی رشتوں میں بندھی ہوئی تھی جنہیں نبھانا اس کے لئے لازم تھا۔ وہ کسی عاشق کی طرح ہر گھڑی اسے اپنی طرف ملتفت دیکھنے کا متمنی تھا۔

اس رات وہ بہت بے چین نیند سویا تھا۔

●●●●●

وہ صالحہ بیگم کو ان کے بستر پر لٹا کر آئی تو تمکین اور نوفل باتوں میں مصروف تھے۔

"واٹ اے سرپرائز صبا! تم نے انہیں ماڈلنگ کی اجازت دے کیسے دی؟" تمکین کا نئے تحیر کے رنگ میں لپٹا سوال اس قدر غیر متوقع تھا کہ وہ اس کے پاس بیٹھتی بیٹھتی رک سی گئی۔ پھر سنبھل کر سنجیدگی بھری لاپروائی سے بولی۔

"انہوں نے مجھ سے ایسی کوئی اجازت نہیں لی۔ یہ ان کا ذاتی فیصلہ ہے۔"

تمکین کو اس سے اس جواب کی توقع نہیں تھی سو وہ شاکی نظروں سے نوفل کو دیکھنے لگی، جو صوفے سے ٹیک لگائے کارپٹ پر نیم دراز تھا۔ مسکراہٹ دبائے ہوئے بولا۔

"سو واٹ گڑیا! میں کون سا دوسری شادی کرنے جا رہا ہوں جو ان کی اجازت۔۔۔"

"اسٹاپ اٹ بھائی!" وہ یکبارگی تیز لہجے میں اسے ٹوک گئی تھی۔

"ڈونٹ وری تمکین! جو کچھ نہ کر سکتے ہوں، وہ صرف باتیں ہی کرتے ہیں۔" صبا کا

لہجہ اور انداز پرسکون تھا۔ نوفل کی ہنسی سمٹنے میں ایک پل بھی نہیں لگا۔ اس کی سلگتی نگاہ کی تپش صبا نے اپنے چہرے پر بہت واضح طور پر محسوس کی تھی اور اپنا اطمینان بھی۔

پھر چپ نہ بیٹھ سکی۔

"بیٹا تم نے بالکل صحیح کہا۔"

"ابھی تو شروعات ہے۔ اس چکر بازی میں پاؤں تو دھرنے دو۔ پھر دیکھنا میری سوئٹنگ۔۔۔۔"

نوفل کا لب و لہجہ بہت بشاشت بھرا تھا مگر تاثر میں سرد مہری تھی۔

"ویسے بہت بری بات ہے بھائی! آپ کو صبا سے اس سلسلے میں اجازت ضرور لینی چاہئے تھی۔"

"یہی لطف ہے یہ۔" تمکین نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا تو صبا اندر ہی اندر کڑھ کر رہ گئی۔

"ہمارا تو ہوا ہے انہوں نے ایک "قانونی مشیر" والے آفریدی کی شکل میں۔"

"ہم ان تمکین! تم کیوں پریشان ہو رہی ہو؟ انہیں اپنی حدود کا اچھی طرح پتہ ہے۔" اس نے بات سمیٹنا چاہی تھی۔

"پھر بھی، میاں بیوی کو ہر فیصلہ باہم مل کر کرنا چاہئے تاکہ کل کو صرف ایک پہ بات نہ آئے۔"

وہ اپنی بات پہ اڑی تھی۔

لاکھ صبا کون سا نوفل کے اس فیصلے پر بہت خوش تھی۔ اس کا بس چلتا تو وہ والے آفریدی کی ماڈلنگ کمپنی کو لپیٹ لپاٹ کر واپس نیویارک ایکسپورٹ کر دیتی۔

"تم لوگوں کی سوچ بہت محدود ہوتی ہے۔ بھئی یہ تو زمانہ ہی ایڈورٹائزنگ کا ہے۔"

وہ تمکین کو سمجھانے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔ تبھی جانے صبا کے ذہن میں کیا سمائی۔ سرسری انداز میں بولی۔

"میں بھی سوچ رہی ہوں کہ ان کے ساتھ ایک آدھ ایڈ کر ہی لوں ۔۔۔۔ مجھے بھی آفر کی تھی ان کے لوگوں نے۔ بلکہ بقول ان کے فوٹو گرافر کے، بڑا فوٹو جینک چہرہ ہے میرا۔"

نوفل کے تاثرات پل بھر میں ہی بدل گئے تھے۔

تمکین لطف لینے والے انداز میں بولی۔

"ہاں بھئی ۔۔۔۔ آپ دونوں تو گئے کام سے۔ یعنی ایک نہ شد دو شد۔"

اس کے بعد باتوں کا رخ بدل گیا تو نوفل تھکن کا عذر پیش کرتا اٹھ گیا۔

"تم بھی تھک گئی ہو گی ۔۔۔۔ سو جاؤ اب۔" صبا نے کہا تو وہ منہ بنا کر بولی۔

"کم سے کم بالکل بھی نیند نہیں آ رہی۔ حالانکہ گھر میں، میں نو بجے کے بعد اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلتی۔"

"یقیناً کسی کی یاد آ رہی ہو گی۔" صبا مسکرا دی تو وہ ایمانداری سے بولی۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو ۔۔۔۔ پہلی مرتبہ ان کے بغیر رہنے آئی ہوں نا اس لئے۔ کمرے میں جانے سے گھبرا رہی ہوں۔"

"ادھر انس بھائی کا بھی یہی حال ہوگا۔ وہ تو یوں بھی بہت پوزیسو ہیں تمہارے حوالے سے۔" صبا نے کہا تو وہ دل میں لطیف سی کیفیت ابھرتی محسوس کر کے شرارت سے بولی۔

"اچھا ہے نا ـــــــ کبھی کبھار یوں اپنی قدر محسوس کرانی چاہئے۔ بچھڑنے کے بعد ملنے کا ایک الگ ہی چارم ہوگا۔"

"اچھی سوچ ہے۔" صبا ہنس دی تھی۔

"کیا خیال ہے پھر ـــــــ کل تم بھی میکے روانہ ہو جاؤ۔ نوفل بھائی تو انس سے زیادہ لگتے ہیں۔ وہ دونوں ہی مجنوں بن جائیں گے۔" وہ اسے اکسانے والے انداز میں بولی تو صبا کے دل میں ایک ٹیس سی اٹھنے لگی۔

بہت سی کہتوں، شفقتوں اور ناز برداریوں کو اس نے برتا تھا مگر کس قدر اچھوتی اور انوکھی تھی الفت جس کا اظہار شوہر کی طرف سے ہوتا ہے، جو عورت کو خود ہی کی نہیں بلکہ سب کی نظروں میں معتبر کر دیتا ہے۔ یہ وہی محبت اور احترام ہے جو کسی بھی فیملی میں عورت کا مقام متعین کرتا ہے۔ شوہر کی منظور نظر اگر گھر والوں کی ناپسندیدہ بھی ہو تو بھی گھر میں اس کے قدم مضبوط ہوتے ہیں۔ یونہی نہیں کہا جاتا کہ سہاگن وہی جو پیا من بھائے۔

"کیا اب اس محبت کو برتنا کبھی بھی میرا نصیب نہیں ہے گا؟"

وہ بے وقت مسکرائی۔

"خیر، اب ایسی بھی لوٹ نہیں مچی ہوئی۔ میں کہاں کی لیلیٰ ہوں کہ تمہارے بھائی میرے لئے مجنوں ہو جائیں۔"

"یہ تو تم ان سے پوچھو ـــــــ سنائی نہیں انہوں نے اپنی بے قراریوں کی داستان؟ جناب پہلی نظر کی محبت کا شکار بنے تھے شاید۔ تبھی تو اتنے عرصے تک انتظار کرانے کے بعد تمہیں دیکھتے ہی شادی کے لئے ہاں کر دی انہوں نے۔"

تمکین اسے چھیڑ رہی تھی مگر اس نے اپنے دل میں فقط درد کی لہریں پھیلتی محسوس کی تھیں۔

"ہاں ـــــــ سنائی تھی مجھے بھی اپنا دل ہارنے کی داستان۔ جو وہ طبق روشن کر دیئے تھے میرے دل کے زخم پھر سے لو دینے لگے تھے۔"

اسے پھر سے کسی مہربان شانے کی طلب محسوس ہونے لگی تھی۔ کوئی تو ہو ـــــــ کوئی تو میرے دل کے زخموں پہ اپنی مسیحائی کے پھاہے رکھے۔

"اس کا مطلب ہے کہ تمہیں یہاں روک کر میں کباب میں ہڈی کا کام سرانجام دے رہی ہوں۔ جاؤ بھئی جاؤ، تمہارا بہت بے صبری سے انتظار کیا جا رہا ہوگا۔" تمکین نے سانس بھرتے واضح شرارت کے ساتھ کہا تو وہ اس کے ہاتھ پر ہلکی سی چپت لگاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ان کے صبر و ضبط کا تمہیں اندازہ نہیں ہے۔ اور میں واقعی اب جاؤں گی۔ کیونکہ صبح کام کے لئے اٹھنا ہوتا ہے۔" وہ کہتے ہوئے بات بدل گئی تھی۔

پتہ نہیں آج مجھے نیند آئے گی یا نہیں۔" تمکین کو یکلخت ہی احساس تنہائی نے گھیرا تو بے ساختہ مسکرا دی۔

"آپ نے میری عادتیں کتنی بگاڑ دی ہیں انس!"

کمرے میں پہنچی تو خلاف توقع نوفل کو جاگتے پایا۔ رات کے اس پہر اسے سگریٹ کا دھواں اڑاتے دیکھ کر صبا کی جان جل گئی تھی۔

"یہ کام کمرے سے باہر بھی بہترین طریقے سے ہو سکتا ہے۔ ضروری تو نہیں کہ اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کی صحت سے بھی کھیلا جائے۔"

اس کے لب و لہجے میں ناپسندیدگی کی واضح جھلک تھی۔ وہ عجیب سی نظروں سے اسے دیکھنے لگا جو بیڈ پر بیٹھی اپنا نائٹ سوٹ نکال رہی تھی۔

"کمرے میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔" اس کے سرد لب و لہجے نے صبا کے ہاتھوں کو بے ساختہ ساکت کیا تھا۔ پھر وہ کپڑے لئے کچھ کہے بنا واش روم میں چلی گئی۔

جلتے ہوئے نوفل نے جلتا سگریٹ پانی سے بھرے گلاس میں پھینک دیا تو وہ ہلکی سی آواز پیدا کر کے بجھ گیا۔ نوفل کی پیشانی پر شکن تھی۔

وہ چینج کر کے چہرے سے خشک کرتی واش روم سے نکلی تھی۔ پھر لائٹ آف کر کے بستر پر آ گئی۔ نوفل بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ صبا کو الجھن سی ہونے لگی۔ نائٹ بلب کی نیلگوں روشنی میں وہ اس کے تاثرات تو نہیں دیکھ پا رہی تھی مگر اتنا ضرور سمجھ رہی تھی کہ اس کا موڈ کچھ بہتر نہیں ہے۔ اس سے پہلے تو وہ لائٹ آف ہوتے ہی صبا سے پہلے کروٹ بدل کر سونے کی تیاری کر چکا ہوتا تھا۔

ذہن کو ان سوچوں سے پاک کرتے ہوئے وہ اپنی جگہ پر لیٹ گئی۔ تبھی ٹیوب لائٹ کی روشنی نے ایک دم اس کی آنکھیں چندھیا دیں۔ اس نے چونک کر دیکھا تو نوفل تھا۔

"کیا؟" بے ساختہ اس کے ہونٹوں سے پھسلا تھا۔

"اتنی جلدی کیا ہے سونے کی؟ پہلے کچھ وضاحت تو کر دیں اپنے اسٹیٹ منٹ کی۔" وہ بڑے عجیب سے انداز میں کہتا اپنی جگہ پھر سے براجمان ہو گیا تھا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟ ـــــــ کون سا اسٹیٹ منٹ؟" اس کے لہجے کے ساتھ ساتھ آنکھوں میں بھی الجھن در آیا تھا۔ کہنی کے زور پہ وہ ذرا اونچی اٹھ کر حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"یہی کہ مجھ سے کمپرومائز کرنے والا۔"

"ہاں ـــــــ" صبا نے گہری سانس لی تھی۔ "تو جناب کو یہ انکشاف سونے نہیں دے رہا ہے۔ آپ ہی تو کر رہے تھے ـــــــ آپ نے کون سا کسی کی اجازت چاہی تھی۔ مجھے بھی آفر ہوئی تھی تو منظور کر لوں گی۔" اب کی بار وہ دسمان سے کہنی اٹھا بیٹھی تھی۔

"خاموش ـــــــ" وہ دفعتاً ہی مشتعل ہوا تھا۔ پھر فوراً ہی خود کو سنبھالتے ہوئے سرد لہجے

میں بولا۔ ”میں آپ سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میں آپ کے حوالے سے ایسا کچھ نہیں کروں گا۔“

”کمال ہے ـــــ ابھی کچھ دیر پہلے آپ عورتوں کو محدود سوچ کا طعنہ دے رہے تھے اور خود کس سوچ کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ آپ خود ہی تو کہہ رہے تھے کہ یہ کیریئر اور ایڈونچر کی بات ہے۔“

”اس کے غصے نے صبا کو اندر سے ڈرا دیا تھا۔ مگر بظاہر بڑی سادگی سے بولی تو وہ دانت پیس کر رہ گیا۔

”اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اپنا باتھ ٹب لے کر ماڈلنگ کرنے پہنچ جائیں۔“

”کیوں؟ ــــ میرے ساتھ کیا پرابلم ہے؟ اور کچھ نہیں تو شیمپو کا ایڈ تو کر ہی لوں گی۔ خوب صورت بال ہیں میرے۔“ اسے تپتے دیکھ کر صبا کو ایک گونہ سکون کا احساس ہو رہا تھا۔ مزید چڑانے کی خاطر بولی تو وہ دو بدو بولا۔

”انہیں سنبھالے جائے تو کٹوا دیں۔ مگر میں کبھی بھی پسند نہیں کروں گا کہ کوئی میری وائف پر ایک نظر بھی ڈالے۔“

صبا کے دل کو جیسے کسی نے نرمی سے چھوا تھا۔ بے ساختہ اسے دیکھنے لگی تو وہ اسی انداز میں کرتے ہوئے بولا۔

”یہ رشتہ چاہے کسی بھی بنیاد پر طے ہوا ہو، دنیا کی نظر میں تو بہر حال آپ میری وائف ہیں۔ میں اپنی عزت کو عزت سے رکھنا بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔“ اس کے لفظوں نے خوشنما سیڑھیاں طے کرتی صبا کو ایک جھٹکے سے فرش پر لا پھینکا تھا۔

”بہت اچھے ــــ اگر بیوی شوہر کی عزت ہے تو شوہر بھی بیوی کی عزت ہوتا ہے اور کام میرے لئے اچھا نہیں تو بہتر آپ کے لئے بھی نہیں ہو سکتا۔ پھر آپ کیوں کر رہے ہیں؟“ نے چپ کر پوچھا تو اس نے بھڑکنے والے انداز میں کہا۔

”بے وقوفی کی باتیں مت کریں اور آئندہ میں کبھی بھی آپ کے منہ سے ایسی کوئی فضول بات نہ سنوں۔“

”اگر آپ اپنی ”وائف“ کے لئے پوزیسو ہیں تو میں بھی اپنے ”ہسبنڈ“ کے لئے اتنی ہی کانشس ہوں۔ چاہے ہمارا رشتہ کیسی ہی بنیاد پر کیوں نہ طے ہوا ہو۔ میں بھی آپ کی اتنی ”آزادی“ برداشت نہیں کر سکتی۔“ اس کی رنگت تمتما اٹھی تھی۔

نوفل کے لئے اس کے انداز و الفاظ بہت غیر متوقع تھے۔ بے اختیار ہی اس کے خوب صورت چہرے کو نظروں کی گرفت میں لے بیٹھا۔ پھر ایک دم سے سارا غصہ بھول کر ہنس دیا۔ بھنوؤں کو اچکا دیتے کر معنی خیز انداز میں بولا۔

”کیا بات ہے صبا بی بی! کہیں آپ میری محبت میں تو گرفتار نہیں ہو گئیں؟“

کے سوال نے صبا کو ایک خفیف سا جھٹکا لگایا تھا۔ یوں لگا جیسے پیشانی کو کسی نے جلتی سلاخ سے داغا ہو۔ اس کی ہنسی نے جلتی پر تیل کا سا کام کیا تھا۔

بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہیں آپ۔ ابھی نہ تو میرا دماغ خراب ہوا ہے اور نہ ہی میرے دل میں فضول کاموں کی گنجائش ہے۔“ وہ تلخی سے بولی مگر نوفل کے ہونٹوں پر ہنسی مسکرا ابھی تک ہلکی سی صورت چھپائے تھی جس نے صبا کے رگ و پے میں آگ بھر دی۔ وہ بہت معتدل اور ٹھنڈی طبیعت کی مالک ہوا کرتی تھی۔ مگر حالات کی الٹ پلٹ نے جیسے اس کا روپ ہی بدل ڈالا تھا۔

”نہیں آپ کس خوش فہمی میں گھرے ہیں نوفل احمد اور نہ ہی غور کریں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ ایسا کچھ بھی نہیں جو صبا مہر کے دل کو چھو سکے۔“ وہ چیخ کر رہ گئی۔

اس کی عزت نفس لہولہان تھی، تبھی انا نے پورے طمطراق کے ساتھ سر اٹھایا تھا۔ اب جانے وہ کیا ہو گیا تھا اس کے پاس کہنے کو کچھ بچا ہی نہیں تھا۔ صبا نے اس کی طرف دیکھے بغیر آگے بڑھ کر لائٹ آف کی اور اپنی جگہ پر آ کر لیٹ گئی۔

آنسو قطرہ قطرہ اس کے دل کے درد کو باہر دھکیلنے لگے۔

دکھ پہنچا ہے بہت دل کو رویے سے تیرے
اور مداوا تیرے الفاظ کا نہیں کر سکتے

بہت برے ہو تم نوفل احمد ــــ بہت برے۔ میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔“ وہ بری طرح بلک اٹھی تھی۔

●●●●●

ادھر ہو گیا تھا مجھے پراٹھے کی شکل دیکھے۔ تکین نے ایک دو مرتبہ کوشش کی تھی میرے لئے بنانے کی مگر اس کا بنایا ہوا پراٹھا کھانے کا مطلب تھا پہلے اپنے دانتوں اور پھر اپنے معدے کی قربانی دینا۔ مجبوراً مجھے سلائس پر گزارا کرنا پڑتا تھا۔“ صالحہ بیگم مسکراتے ہوئے صبا کو بتا رہی تھیں۔ صبا نے پلیٹ ان کے سامنے رکھتے ہوئے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

”اب آپ میرے ہاتھ کا بنا ہوا پراٹھا ٹیسٹ کریں۔ پھر دیکھئے گا، بریڈ کی چھٹی۔“

انہوں نے دل پسند نظروں سے کئی تہوں والے پراٹھے کو دیکھا تھا۔

”کیا بات ہے شکل ہی اتنی اچھی ہے۔ یقیناً ذائقہ بھی بہترین ہوگا۔“

صبا ان کے لئے کپ میں چائے ڈالنے لگی تو انہیں پھر سے یاد آ گیا۔

”نوفل کہاں گئے ہیں صبا! ابھی تک نوفل تیار ہو کر نہیں آیا۔ ذرا دیکھو تو۔“

”وہ نکل چکے ہیں امی!“ چائے کا کپ ان کے سامنے رکھتے ہوئے وہ سرسری انداز میں بولی تو انہوں نے اصرار کیا۔

”آفس تو جا کر۔ پھر جلدی جلدی کا شور مچا، ناشتہ کئے بغیر نکل جائے گا۔ کہا کہ میں بلا رہی

ہوں فوراً۔ نگین بھی ابھی تک سو رہی ہے۔"

وہ مجبوراً اس "زحمت" کے لئے آئی تھی۔

رات کی "مشہ باری" کا اثر ابھی تازہ تھا اس لئے وہ فی الوقت تو اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ مگر اس کا حکم بجالانا بھی ضروری تھا۔ وہ سست روی سے چلتی کمرے تک آئی تھی۔ دروازہ کھول کر اندر جھانکا، وہ سامنے دکھائی نہیں دیا۔ اسے مجبوراً اندر آنا پڑا تو واش روم کا بند دروازہ دیکھ کر سانس لے کر رہ گئی۔ بستر پر پڑا موبائل بج اٹھا۔

صبا نے اس کی روشن اسکرین پر سرسری سی نگاہ ڈالی تھی۔

"ژالے آفریدی کالنگ۔"

ژالے آفریدی کے نام کو پورے طمطراق کے ساتھ جگمگاتے دیکھ کر اس کے دل میں عجیب سی ناپسندیدگی کے شدید جذبات پیدا ہوئے تھے۔ دزدیدہ نظروں سے واش روم کے بند دروازے کو دیکھتے ہوئے اگلی بیل سے پہلے ہی اس نے موبائل ہاتھ میں لیتے ہوئے "اوکے" پریس کیا اور موبائل کان سے لگاتی قدرے سائیڈ میں چلی آئی۔

"ہیلو پرنس چارمنگ!" ژالے کی زندگی سے بھرپور کھنکھناتی آواز نے اسے سخت ہی جلا گیا تھا۔

"میں صبا بول رہی ہوں۔" اس کے مزید کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ جتانے والے انداز میں تعارف کرا گئی تھی۔

"اوہ ــــ ہائے صبا! کیسی ہو؟ ــــ یار! کہاں رہتی ہو تم؟ ملتی ہی نہیں۔" وہ اپنے مخصوص بے تکلفانہ انداز میں شکوہ کر رہی تھی۔

"میرے ملنے نہ ملنے سے کیا ہوتا ہے۔ جنہیں ملنا ہوتا ہے وہ تو ملتے ہی رہتے ہیں آپ سے۔" اس کے لب و لہجے کی تلخی کو محسوس کئے بغیر ژالے دلکشی سے ہنسی تھی۔

"کون ــــ نوفل ــــ؟ اس سے تو تقریباً روزانہ ہی ملاقات ہوتی ہے۔ مگر تمہیں تو اس نے سات پردوں میں چھپا رکھا ہے۔ امیزنگ۔ ایسی ہی بیوی چاہتا تھا وہ۔"

اس کے چہرے کو جیسے گرم شعاعیں چھو گئی تھیں۔

ایسی بیوی ــــ

یعنی گھر میں رکھنے کے لئے بیوی اور باہر کے لئے ژالے بی بی۔

اسے شاید اتنا غصہ کبھی نہیں آیا تھا۔

"بالکل ــــ ورکنگ لیڈیز کو وہ بالکل پسند نہیں کرتے۔ ان کے خیال میں گھر میں رہنے والی لڑکیاں ہی اچھی بیویاں ثابت ہوتی ہیں۔" اپنے غصے کو دبا کر اس نے بھی تیر ے میں ڈبو کر کو مٹین ژالے کی طرف بڑھائی تھی۔

"اچھا ــــ مجھے تو اس نے کبھی ایسا......" ژالے نے بہت حیرت سے کہا

اس صورت حال سے لطف اندوز نہیں ہو پائی تھی کہ کسی نے جھپٹنے کے سے انداز میں اس کے ہاتھ سے موبائل لے لیا تھا۔ صبا گڑبڑا گئی۔ گیلے بکھرے بالوں کے ساتھ وہ یقیناً ابھی شاور لے کر باہر نکلا تھا اور اسے یوں "آزادانہ" گفتگو پا کر شاید پہلا "حملہ" اسی پر کیا گیا تھا۔ خشمگیں نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے وہ ژالے کی بقیہ بات سن رہا تھا۔ وہ خفیف سی ہو کر وہاں سے ہٹ گئی۔

"تم ان ژالے ــــ کس کی باتوں میں آ رہی ہو یار! بیوی کو خوش رکھنے اور اپنے بچاؤ کے لئے ایسے ہی جھوٹ بولنے ہی پڑتے ہیں۔" وہ بڑی خوش دلی سے کہتا صبا کی جان جلا گیا۔

"بیوی کو خوش رکھنے کے لئے یا مجھ پر کو؟" اس نے تلملا کر سوچا تھا۔

"ہو ہی گیا ــــ آف کورس۔" وہ ہلکا قہقہہ لگاتے ہوئے بستر کی طرف آیا۔ صبا اسے صالحہ بیگم کا پیغام دینے کے لئے کھڑی تھی۔ نوفل نے اسے کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے بغیر کلائی سے تھام کر بٹھا لیا اور خود بھی وہیں ٹک گیا۔ اس قدر غیر متوقع صورت حال نے صبا کو حیران کر دیا تھا۔

"بزی تو ہوں۔ مگر تم جانو، ہم نے آج کیا ایسے بھی حالات نہیں۔ تم جیسے لوگوں کے لئے تو ٹائم نکالنا پڑتا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

صبا نے لب بھینچتے ہوئے اپنا بازو چھڑانا چاہا مگر اس کی طرف متوجہ نہ ہونے کے باوجود صبا کے بازو پر اس کے ہاتھ کی گرفت آہنی تھی۔

"ٹھیک ہے ــــ میں اپنا اس ہفتے کا شیڈول چیک کر لوں گا۔ پھر تمہیں انفارم کر دوں گا۔" اس کی بیگانی سے قطع نظر وہ بڑے پرسکون انداز میں بات کر رہا تھا۔ "البتہ اگر کوئی بہت امپورٹنٹ بزی ہوئی تو تمہیں مجھ کو تھوڑی رعایت دینا پڑے گی۔ ویسے اندازاً کتنے دنوں کا پراجیکٹ ہے؟" ایسا لگتا تھا ژالے کا جواب سننے کے بعد پوچھنے لگا۔

"نیو لوکیشن کون سی ہے؟" اپنے اوپر ٹکی اس کی نگاہ محسوس کر کے صبا کوفت کا شکار ہو رہی تھی۔ یوں سامنے بیٹھ کر ان دونوں کی "گپ شپ" سننا ایک امتحان ہی تھا۔ اوپر سے متوقع پوچھ گچھ کے بارے میں بھی اسے قدرے گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ یوں ہی تو اسے پکڑے نہیں بیٹھا تھا۔

"اوہ ویری نائس ــــ مری کا موسم تو ویسے بھی آج کل بہت زبردست ہو رہا ہے۔ اوکے، ٹھیک ہے یار! بس ذرا ماما سے بات کر لوں۔ سوچا تھا انہیں سرپرائز دوں گا۔ مگر اب سوچ رہا ہوں جانے وہ کیسے ری ایکٹ کریں۔ اینی وے، تم تسلی رکھو۔ میں ابھی آفس پہنچ کر باقی ڈیٹیلز تمہیں دیتا ہوں، ملاقات کے وہیں۔" موبائل آف کر کے بستر پر ڈالا وہ صبا کی طرف متوجہ ہوا تو وہ ناگواری سے بھڑک کر بولی۔

"میرا بازو چھوڑ دیں۔ بات کرنے کے اس کے علاوہ بھی بہت سے طریقے ہیں۔" دفعتاً اس کا ہاتھ بڑی نرم روی سے صبا کی کلائی پر سے ہوتا اس کے ہاتھ پر آ ٹھہرا تھا۔

"آپ مجھے بتائیں، آپ کون سا طریقہ پسند کرتی ہیں؟"

لب و لہجہ بہت معتدل تھا۔ نہ اپنائیت کی کوئی جھلک، نہ طنز کا شائبہ۔ مگر کچھ خاص تھا۔ کچھ تو ایسا

خاص تھا جس نے پل بھر میں صبا کو اس کی طرف ملتفت کر دیا تھا۔ شاید اس کی ان پلکیں جھکا تاثر سے گی آنکھوں میں یا شاید ایک برقی رو جو اس کے ہاتھوں کی تپش سے صبا کے وجود میں کر رہی تھی۔ دل لمحوں کے پروں پہ بے خودی میں سفر کرتے رہنے کو تیار تھا۔ مگر اگلے ہی پل کی قربت بھی صبا کو بہت محسوس ہونے لگی۔ میاں بیوی والا رشتہ تو کہیں کا غذ وں ہی میں تھا۔ اس لمحے تو یوں ہی لگا جیسے کسی انجان مرد کے سامنے اتنی بے تکلفی سے بیٹھی ہے۔ اس کا سے پسینہ پھوٹ پڑا۔ بے جان ہوتے ہاتھ کو وہ بمشکل چھڑا کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

وہ بھی اس کے مقابل کھڑا ہو گیا۔

صبا کا دل ہاتھوں پیروں میں دھڑکنے لگا۔

اس نے بڑی شدت سے خود کو دوبارہ کچھ دیر پہلے والی کیفیت کا شکار ہوتے محسوس کیا تھا۔ پلکیں، پر تپش چہرہ۔

"آئندہ احتیاط کیجئے گا۔ آپ کا رویہ خصوصاً ڈالے کے ساتھ آپ کا رویہ مجھے بالکل پسند نہیں۔ آپ کو پتہ ہے کہ وہ میرے لئے کتنی خاص ہے۔"

ایک جھٹکے سے وہ کسی طلسم سے آزاد ہوئی تھی۔

ڈالے آفریدی۔

اس کے دل میں کانٹا سا چبھا تھا۔ تمام نرم گرم جذبات بھاپ کی طرح تحلیل ہو گئے۔ گئی کہیں بہت اندر سے آئی تھی۔

"مجھوتے میں بہت کچھ ان چاہا بھی برداشت کرنا پڑتا ہے۔ یہ آپ ہی نے مجھے سمجھایا۔ اگر میں برداشت کر سکتی ہوں تو آپ بھی عادت ڈالیں۔ ناشتے کی میز پر ماما آپ کا انتظار کر رہی ہیں، آ جائیے۔" ترنج کر کہتی آخر میں اپنی ذمہ داری نبھاتی وہ مڑ گئی۔

نوفل چہرہ موڑے اسے دروازے سے باہر نکلنے تک دیکھتا رہا۔ وہ تیار ہو کر ناشتے کی میز پر آیا تو صالحہ بیگم ناشتے سے فراغت کے بعد ناک پر عینک جمائے اخبار کے مطالعے میں مصروف تھیں۔ انہیں سلام کرتا وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھا تو انہوں نے بہت خوش دلی سے اس کے سلام کا جواب دیا اور ہوئے صبا کو آواز دی تو وہ کچن میں سے اس کے ناشتے کی ٹرے لئے برآمد ہوئی تھی۔

"آج تم بھی پراٹھا کھا کر دیکھو نوفل! صبا بہت اچھے پراٹھے بناتی ہے۔"

صالحہ بیگم کے مشورے پر وہ زیر لب مسکراتے ہوئے سلائس پر جیم کی ہلکی سی تہہ پھیلانے لگا۔ جیسے اس موقع کو غنیمت جان کر ان کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولا۔

"ان دنوں میں کیلوریز اور فیٹس کو نظر انداز کر رہا ہوں۔ دراصل ڈالے نے مجھے ایک بہت اچھے ایڈ میں ماڈلنگ کی آفر کی ہے۔"

صبا نے گرم چائے کا کپ ہونٹوں سے لگا لیا۔

آج یہ میدان بھی سر ہو ہی جائے تو بہتر ہے۔

تم ماڈلنگ کرو گے؟" صالحہ بیگم واقعی حیران ہوئی تھیں۔ جیم لگا سلائس منہ کی طرف ہوئے رک کر اس نے بھنوؤں کو خفیف سی جنبش دے کر استفہامیہ انداز میں ان کی طرف ہونٹوں پہ بڑی دلکش سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

ہاں اس سوال کو چیلنج بھی کر سکتا ہوں ماما جانی! میں اس کے تمام ماڈلز سے زیادہ ہینڈسم ہوں۔"

ہوا اللہ۔" صالحہ بیگم نے فوراً کہا تھا۔ پھر بولیں۔ "تم کہاں ٹی وی، فلموں کے چکر میں پڑ نوفل! ویسے تو تمہارے پاس ٹائم نہیں ہوتا، اب اتنے فارغ ہو کہ......"

ایسا کہاں ہوں ماما؟ —— اور پھر یہ سب میں اپنی مرضی سے تھوڑی کر رہا ہوں۔ یہ تو نے مجھے پھنسایا ہے۔ یوں سمجھئے کہ دوستی نبھا رہا ہوں۔" وہ ان کی بات کاٹ کر بولا تو انہوں نے پوچھا۔

"تم نے صبا! تم سے پوچھا ہے اس نے؟"

بری طرح چونکی تھی۔

"کس بارے میں؟"

"اس ماڈلنگ کے سلسلے میں۔"

نے ایک نظر ناشتہ کرنے میں مگن نوفل پر ڈالی، اس کے ہمیشہ کی طرح پرسکون چہرے نے مالائقت غصہ دلایا تھا۔ اسے کانٹوں پہ گھسیٹ کر وہ خود کس قدر سکون میں تھا۔

"نہیں۔" اس نے آہستہ آواز میں کہا تو نوفل کو کچھ ایسی خاص بات محسوس نہیں ہوئی۔ مگر اس نے جو دو جملے ادا کئے، انہوں نے نوفل کو حیرت کا جھٹکا لگایا تھا۔ "اور اگر یہ مجھ سے پوچھتے بھی تو میں انہیں اجازت نہیں دیتی۔ کیونکہ مجھے یہ شعبہ بالکل بھی پسند نہیں۔"

بیگم نے ستائشانہ نظروں سے نوفل کو دیکھا تھا۔

"ٹھیک بات ہے نوفل! تمہیں کم از کم صبا سے ڈسکشن ضرور کرنی چاہئے تھی۔"

"ہمارے نزدیک تو اس فیلڈ میں کوئی برائی نہیں۔ کم از کم مردوں کے لئے۔" ابتدائی جھٹکے کے بعد وہ اب سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔ یقیناً صبا کا "شکوہ" اسے پسند نہیں آیا تھا۔ اور یہ دیکھ کے صبا کو بہت اطمینان حاصل ہوا تھا۔

یہ تو ماں، میں جس آگ میں جل رہی ہوں اس کی تھوڑی سی آنچ آپ تک بھی پہنچے نوفل اب اطمینان سے چائے کے گھونٹ بھر رہی تھی۔

"ہاں —— شوق یا دوستی نبھانے کے لئے ایک ہی ایڈ کافی ہے۔ وہ بھی اس لئے کہ اب تم اس سے وعدہ کر چکے ہو۔ مگر آئندہ کے لئے ہر کام تم دونوں کے باہمی فیصلے سے ہونا چاہئے۔" صالحہ بیگم تحمل سے کہہ رہی تھیں۔

"مام بیگم۔" نگہت نے آ کر کرسی گھسیٹتے ہوئے ان کی بات کو آگے بڑھایا تھا۔ "بالکل صحیح کہہ رہی ہیں۔ میں نے بھی ان سے یہی کہا تھا۔ اگر صبا کو یہ سب پسند نہیں تو کیا ضرورت ہے اس

چکر میں پڑنے کی۔"

"چہ ـــــ آپ لوگ بھی حد کرتے ہیں۔ میں کون سا دنیا سے الگ کام کرنے والی ہوں کہ جس کے لئے صلاح مشورے کی ضرورت پڑ رہی ہے؟ مردوں کو ان کاموں کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی۔" نوفل نے ناشتے سے ہاتھ کھینچ لیا تھا اور اب وہ بہت سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

"شوہروں کو ضرورت ہوتی ہے اجازت لینے کی۔" صالحہ بیگم نے بھی اسی کے سے انداز میں ... تو بحث کو بڑھتے دیکھ کر خود صبا بلا ارادہ ہی مصالحت آمیز انداز میں بول اٹھی۔

"ڈونٹ وری امی جان! اب یہ میرے لئے اتنے بھی ناقابل اعتبار نہیں ہیں کہ میں ان کا شوق کو نبھانے کی بھی اجازت نہ دوں۔ میں تو یونہی انہیں تنگ کر رہی تھی۔"

"لو جی، اسے کہتے ہیں جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے۔" تمکین نے مصنوعی ... تھی۔ صالحہ بیگم پُرسوچ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ وہ نوفل کی طرف متوجہ ہوئی جو ہاتھ روکے بیٹھا تھا۔

"آپ کے لئے چائے نکالوں؟"

"ہوں ـــــ ہاں ـــــ" کسی سوچ سے چونکتے ہوئے اس نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ اس کے لئے گرم چائے لانے کے لئے اٹھ گئی۔ پھر تمکین سے پوچھا۔

"تم ناشتے میں کیا لو گی؟"

"وہی جو میرہ ہاؤس میں چلتا ہے۔" وہ بے ساختہ مسکرا کر بولی تو صبا بھی مسکرا دی جب صالحہ بیگم کو بتا کر حیران کر رہی تھی۔

"وہاں بھی ناشتے میں پراٹھا کھاتے ہیں سالن یا انڈے کے ساتھ۔ اور حیرت کی بات یہ کہ بھی ماشاءاللہ سے اتنے فٹ اور اسمارٹ ہیں۔"

"تم اس غلط فہمی میں مت رہنا کہ تم بھی پراٹھے کھا کر ان ہی کی طرح فٹ اور اسمارٹ رہو گی ایک بار چربی کی تہیں چڑھ گئیں تو پھر اسمارٹنس خواب بن کے رہ جائے گی۔" نوفل اسے ڈراتا ... نوری کے ہاتھ چائے بھجوا کر وہ تمکین کے لئے پراٹھا بنانے گئی۔

"کیا بات ہے نوفل؟ میں دیکھ رہی ہوں کہ تم گھر کو خصوصاً صبا کو بالکل بھی ٹائم نہیں دے رہے۔" صالحہ بیگم کے دل کی خلش زبان پر آ ہی گئی تھی۔ نوفل تو چونکا ہی تھا، تمکین بھی انہیں دیکھنے لگی۔

"کیا صبا نے آپ سے کچھ کہا ہے؟" اس نے بلا ارادہ ہی پوچھ لیا تو وہ قدرے خفگی سے ...

"اس کے کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ ـــــ میں نے بھی دنیا دیکھی ہے۔ تمہارے رنگ ڈھنگ میرے سامنے ہیں۔ پہلے تو تم ایسے نہیں تھے۔ گھر اور خود سے منسلک چیزوں سے ایسی لاپروائی تمہاری فطرت میں شامل نہیں۔ پھر صبا کے معاملے میں ایسی لاپروائی کیوں؟" ان کے انداز اور خفگی انداز نے نوفل کو بھی لمحہ بھر کو چکرا دیا تھا۔ حالانکہ اس سے پہلے بھی ایک بار وہ ...

پر کر چکی تھیں اور اپنے تئیں وہ انہیں مطمئن کر چکا تھا ـــــ مگر آج اچانک پھر سے انہوں نے بات کو پوائنٹ آؤٹ کیا تھا تو اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ ٹھیک طریقے سے اپنا کردار نہیں نبھا رہا تھا۔

تمکین کا دل دھک سے رہ گیا۔

اس نے بے ساختہ نوفل کی طرف دیکھا جو خود بھی قدرے حیرت سے صالحہ بیگم کی طرف متوجہ تھا پھر بہت سنجیدگی کے ساتھ بولا۔

"امی! میں نے نوٹ کیا ہے کہ آپ صبا کو لے کر کافی پوزیسیو ہو رہی ہیں۔"

"تو کیا نہیں ہونا چاہئے؟ بہو ہے وہ میری۔" انہوں نے الٹا سوال کیا تو قدرے توقف کے بعد وہ بولا۔

"لیکن میرے خیال میں شاید آپ ہماری کراس میرج (وٹے سٹے کی شادی) کو سر پہ سوار کر کے ہی اتنی باریکیوں میں پڑ رہی ہیں۔"

تمکین نے بھی یکلخت خود کو ہلکا پھلکا ہوتے محسوس کیا تھا۔

مگر صالحہ بیگم اتنی جلدی مطمئن نہیں ہو سکتی تھیں۔ تفکر بھرے لب و لہجے میں بولیں۔

"بہرحال، میں صرف اور صرف صبا کو خوش اور مطمئن دیکھنا چاہتی ہوں اور اس سلسلے میں اگر تم نے لاپروائی کی تو میں فوراً گرفت کروں گی۔ یہ خیال کئے بغیر کہ تم میرے بیٹے ہو۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ میری کیا مجال کہ آپ کی لاڈلی بہو کو ٹیڑھی نظر سے بھی دیکھوں۔ اور ویسے بھی آپ سے زیادہ اس شادی میں، میں انٹرسٹڈ تھا۔ پھر بھی پتہ نہیں آپ کو اتنے سارے وہم کیوں ستائے رہتے ہیں۔ بہت محبت کرنے والی بیوی ہے میری وہ۔" اب کی بار وہ مسکراتے ہوئے بولا تو تمکین کے لئے پراٹھا بنا کر لاتی صبا کے دل میں ایک ٹیس سی اٹھی۔ اس کے "انٹرسٹ" کا صبا سے بڑھ کر کس کو اندازہ ہو سکتا تھا۔ ہر وقت طنز کے تیر چلانا، اسے اس کی حیثیت یاد دلاتے رہنا۔ محض اپنی تسکین رکھنے کے لئے وہ اسے اپنے پاس "گروی" رکھے ہوئے تھا۔ اس کے دل پر منوں بوجھ تھا۔ ایسی زندگی تو کبھی اس نے خواب میں بھی نہیں سوچی تھی۔ جھوٹ، دھوکا دہی، فریب۔

"آپ بھی کھاؤ نا میرے ساتھ۔" تمکین نے اسے بھی آفر کی تو وہ قصداً مسکرا کر بولی۔

"میرا تو بس صرف چائے پینے کو ہی جی چاہ رہا ہے۔ تم ناشتہ کرو، بہتر ہو کہ تمہارے میاں صاحب مجھ پہ حاضر کر دیں کہ ان کی بیوی کا خیال نہیں رکھا۔"

"اچھا ـــــ اب میں چلوں، لیٹ ہو رہا ہوں۔" نوفل اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ صبا سر جھکائے کپ سے انگلی پھیرتی رہی۔ دوران دونوں کے مابین اس قدر لئے دیئے رہنے والا انداز صالحہ بیگم کو پھر ٹھٹکا گیا۔ مگر فی الحال انہوں نے خاموش رہنے ہی کو مناسب جانا تھا۔

"چچا کب چلے گئے اسلام آباد پاپا جی۔" تمکین نے کہا تو بے ساختہ مسکراہٹ صبا کے لبوں پر آ گئی۔

"فون کریں گے تو پتہ چل جائے گا۔"

تمکین نے بھنا ہوا قیمہ اپنی پلیٹ میں نکالتے ہوئے ٹھنڈی سانس بھر کے کہا۔

"وہ کہاں کریں گے فون؟ ظاہر ہے ہوں گے کہ ان کی مرضی کے بغیر یہاں ٹھہر گئی۔"

"بہت بری بات ہے نگی! کیا تم لوگ گھر سے پروگرام بنا کر نہیں چلے تھے؟" صالحہ نے ناراض انداز میں کہا تو وہ صفائی پیش کرنے لگی۔

"ایک آدھ دن رکنے سے کیا فرق پڑتا ہے امی! وہ تو انہوں نے یہاں آ کر بتایا کہ وہ لوگ آباد جا رہے ہیں۔ میں نے گاڑی میں آتی دفعہ ان سے رکنے کی بات کرلی تھی۔"

"مگر انس نے منع کر دیا تھا تو ایسی بات پر اڑنے کی کیا ضرورت تھی؟" انہوں نے قدرے برہم لہجے کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ مجبوراً صبا کو بات سنبھالنا پڑی۔

"آپ نہیں جانتیں امی! انس بھائی بڑے تسلط پسند ٹائپ کے بندے ہیں۔ اتنی آسانی سے نگی کو یہاں چھوڑنے پر بالکل بھی راضی نہیں ہوتے۔ اسی لئے تو مجھے اس کو روکنا پڑا۔"

"واقعی۔ انہوں نے تو صاف انکار کر دیا تھا۔ کہہ رہے تھے، چاہے روزانہ گھر چلی جایا کرو واپسی پر میرے ساتھ آیا کرو۔" تمکین نے اپنے تئیں بڑی مظلومیت سے ماں کی ہمدردی حاصل کرنا چاہی تھی۔ جبکہ وہ اسے اس کی کھلی بے وقوفی پر تاسف سے دیکھ رہی تھی۔

"اب میں کیا سمجھاؤں تمہیں بی بی! تم خود ہی اپنے دماغ کو اچھے اچھے طریقے سے استعمال کرسکتی ہو۔"

"اوفوہ ـــــ کیا کہہ رہی ہیں آپ۔" تمکین پریشانی کے مارے بیاض کھانا بھول گئی تھی۔

"پتہ نہیں، تمہیں کب عقل آئے گی۔ جب شوہر چاہتا ہے کہ بیوی اس کی مرضی کے مطابق چلے تو بیوی کو اس کی بات ماننا چاہئے۔ صبا ہی سے کچھ سبق سیکھو۔ کیا یہ نوفل سے ضد نہیں کرسکتی؟ آگئے ہو گئے ہیں اسے بیٹھے گھر دیکھ لو۔ میرے کہنے کے باوجود یہ نوفل کی مرضی کو اولیت دیتی ہے۔"

"تو کیا اب شوہروں کی مرضی پر لگ کے یہاں اپنا میکہ ہی چھوڑ دیں؟" اب تو تمکین باقاعدہ خفا ہو کر پراٹھا پرے کھسکا دیا تھا۔

"میں یہ نہیں کہہ رہی۔ صرف شوہر کی مرضی اور خوشی کا خیال رکھنے کی بات کر رہی ہوں۔ انس نے تمہیں یہاں آنے سے خدانخواستہ کبھی نہیں روکا۔ صرف ٹھہرنے پر ہی اعتراض کیا تھا۔ اگر تم اس کی بات تو وہ خوش ہو جاتا۔ یہ رشتہ ہی ایسا ہے بیٹا! ہر پل جوابی توجہ ضروری ہوتی ہے۔ ورنہ رشتے میں فرق آ جاتا ہے۔"

"امی! آپ پریشان مت ہوں ـــــ انس بھائی خود سے منسلک تمام رشتوں بلکہ چیزوں کے لئے جذباتی ہیں۔ انسان تو معاشرتی رشتوں میں بندھا ہوتا ہے۔ کسی ایک ہی کا ہو کر کیسے رہ سکتا ہے؟ اب فطری طور پر نگی کا یہاں آنے اور ٹھہرنے کا دل چاہتا ہوگا۔ روزانہ آنا اور شام تک جانا تو زیادہ غیریت کا احساس دلاتا ہے۔ اسی لئے میں نے اسے روک لیا تھا۔ مگر اس نزاکت کو ...

... صبا نے انہیں کافی ہلکے پھلکے انداز میں سمجھانے کی کوشش کی تھی۔ مگر آگے سے انہوں نے اس سے جو سوال کیا، صبا کو اس کی توقع بالکل بھی نہیں تھی۔

"پھر تم نے یہ نزاکت نوفل کو کیوں نہیں سمجھائی؟ وہ تو اس قدر انڈر اسٹینڈنگ اور کیئرنگ ہے۔ اس کا بھی تو نگی کی طرح گھر جانے اور وہاں ٹھہرنے کو جی چاہتا ہوگا۔ ماشاء اللہ سے بھری پری فیملی ہے۔ وہ بھی اس بات کو سمجھتا ہے۔ پھر تم لوگ ادھر کیوں نہیں جاتے؟"

وہ قدرے گڑبڑا کر ہی رہ گئی۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ صالحہ بیگم عام ساسوں سے ہٹ کر اس "گہرائی" میں بھی پڑ سکتی ہیں۔

"امی ـــــ روزانہ ہی تقریباً فون پر بات ہو جاتی ہے سب سے۔ انس بھائی اور نگی سے بھی۔ چند روز پہلے ہی تو سعید بھائی اور مثنیٰ مل کر گئے ہیں۔"

اس کی دھیمی سی مسکراہٹ اور لبوں سے نکلنے والے الفاظ میں کوئی تال میل نہیں تھا۔ صالحہ بیگم کی اس کی گھبراہٹ ہی نے یقین کے راستے پر ڈالا تھا۔ مگر وہ مزید کچھ نہیں بولیں۔ جب کہ ان کا معاملہ بھول کر صبا کے سر ہو گئی تھی۔

"یہ غلط بات ہے صبا! میں بھی تو روزانہ ہی آتی ہوں۔ تمہارا گھر جانے کو کیوں دل نہیں کرتا؟" اس کی آنکھوں میں بہت منتظر سی کیفیت اتر آئی تھی جس کا ماخذ نہ جانتے ہوئے بھی صالحہ بیگم کے تاثرات پلٹ گئیں۔

"اب یہ تو مت کہو۔ یہ سب نوفل کی بے جا مصروفیات کا قصور ہے۔ پہلے بزنس کی کمپائی کیا کم تھی کہ ملک کا بار بھی سر پر لاد لیا۔ بیوی بے چاری بنگلے سے ایک کونے میں پڑی رہے۔" ان کے لہجے سے واقعی ناگواری جھلک رہی تھی۔ مگر صبا کو ان کی خفگی یا ناپسندیدگی کوئی خوشی نہیں دے سکی۔ خوش یا مطمئن تو وہ تب ہوتی جب صالحہ بیگم اصل حقیقت کا ادراک پا جاتیں۔ مگر یہاں تو کوئی بھی نہیں جان سکتا تھا کہ نوفل احمد کا "اصل" کیا ہے۔

مگر اس سے فراغت پاتے ہی تمکین فون سے چپک گئی۔

انس کے موبائل پر بیل جا رہی تھی۔

ـــــ تمکین ـــــ

اس کے ہونٹوں پر دھیمی سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

انس بھائی میں چھپنے والی اس ایک بات نے اس پر بہت خوبصورت سے راز افشا کر دیے تھے۔

اس کے بغیر ایک پل بھی اب گزارنا مشکل تھا۔ آدھی سے زیادہ رات نیند کے انتظار میں کروٹیں بدلتے گزری تھی اور نیند آئی بھی تو ہر کروٹ پر آنکھ ضرور کھلی چاہے پل بھر ہی کو سہی۔ بے قابو دل اس ستم گر کو بھی ستانا ضروری تھا جس کی محبت کی جنون خیزی اسے بھی اپنے ساتھ لے گئی تھی۔

وہ اپنی دھڑکنوں کی بے چینی سے محظوظ ہوتی انس کی آواز سننے کی منتظر تھی مگر دوسری طرف کال ڈسکنیکٹ ہو گئی۔

"ہیں ——؟" اس نے فون کو گھورا تھا۔ پھر ری ڈائل کا بٹن پش کر دیا۔ اس مرتبہ چار دفعہ بیل بجنے کے بعد لائن کاٹ دی گئی۔

"اُف، انس! ——— بات تو کریں مجھ سے۔" وہ پریشانی سے بڑبڑاتے ہوئے پھر سے ملانے لگی۔ یقیناً وہ فون نمبر پہچان کر لائن کاٹ رہا تھا اور تمکین کو یہ بے رخی اپنی سزا محسوس ہو رہی تھی۔ ایک تو رات کی بے خوابی اور انس کی دوری، اوپر سے اب انس کا یہ بیگانہ رویہ، وہ اپنا پچھتا رہی تھی۔ انس کا اسے خود سے ایک رات کو بھی جدا نہ کرنے کا مطلب اچھی طرح سمجھ آ گیا تھا۔ اب اس کا موبائل کوئی ریسپانس نہیں دے رہا تھا۔ شاید اس نے موبائل ہی آف کر دیا تھا۔ تمکین کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا۔ انس کی اتنی خفگی تو اس کے خیال میں بھی نہیں تھی۔ اس نے فوراً امیر ہاؤس کا نمبر ملایا تو دوسری طرف ضحیٰ تھی۔ اس کے استفسار پہ بولی۔

"وہ تو ابھی ابھی نکلے ہیں اسلام آباد جانے کے لئے۔"

"ابھی میں ان کا موبائل ٹرائی کر رہی تھی۔ مگر بات نہیں ہو پائی۔"

"اوہ، تو وہ آپ جناب کی کالز تھیں۔ ابھی گھر سے نکلتے ہوئے آٹھ مرتبہ انھوں نے لائن کاٹی پھر موبائل ہی آف کر دیا۔ خیریت تو ہے نا؟" ضحیٰ نے بے ساختہ ہی کہا تو وہ روہانسی ہونے لگی۔

"خیریت کہاں ہے ——— ایک رات کیا میکے میں رہ لی، ان کے مزاج ہی نہیں مل رہے۔ تم نے، بات تک نہیں کر رہے مجھ سے۔"

ضحیٰ کو ہنسی آ گئی۔

"پتہ تو ہے تمہیں، ہر وقت شہنشاہِ جذبات بنے رہتے ہیں۔ لہٰذا تمہیں اپنی ضد کی بجائے ان کے جذبات کا خیال کرنا چاہئے تھا۔"

"حد ہو گئی۔ خیر، ویسے واپسی کب تک ہے موصوف کی؟" وہ بے حد مضطرب تھی۔

"کل شام تک واپس آ جائیں گے۔ مگر اب تم واپسی کی دوڑ مت لگا دینا۔ خواہ مخواہ سر پر چڑھ جائیں گے۔ یوں بھی شوہروں کو کھینچ کر رکھنا چاہئے۔ یہ تو چاہیں گے کہ سانس بھی ان کی مرضی سے لی جائے۔" ضحیٰ نے اسے تنبیہ کی تھی۔

"ہوں ——— گھر میں سب کیسے ہیں؟" مبہم انداز میں کہتے ہوئے اس نے بات بدلی۔

یونہی ایک دو باتوں کے بعد فون رکھ دیا تو بے چینی پہلے سے سوا تھی۔

"کیا ہو گیا؟" کچن سے فراغت پا کر صبا لاؤنج میں آئی تو اسے سوچوں میں گم دیکھ کر پوچھا۔

"سزا مل رہی ہے رات رکنے کی۔" اس نے منہ بسورا تو بے ساختہ مسکراہٹ نے صبا کے لبوں کا گھیراؤ کر لیا۔

"بات ہوئی انس بھائی سے؟"

ہوئی؟ ہر بار لائن کاٹ دی انھوں نے۔ شاید مجھے ان کی اجازت کے بغیر نہیں رکنا تھا۔" وہ متفکرانہ انداز میں کہہ رہی تھی۔ صبا ریلیکس ہونے کے لئے صوفے میں دھنس گئی۔

تے ہوئے بولی۔

اتنا ٹینشن لینے کی ضرورت نہیں ——— یہ چھوٹی موٹی جدائیاں محبت کو بڑھا دیتی ہیں۔ ایک کی قدر معلوم ہوتی رہتی ہے۔" وہ آہ بھر کے بولی۔

ٹھیک کہہ رہی ہو ——— مجھے تو ایک ہی رات میں قدر معلوم ہو گئی ہے۔"

بھی عقل ٹھکانے آ گیا ہے۔" صبا بے ساختہ مسکرا دی۔

تو جب انس واپس آئیں گے تبھی پتہ چلے گا۔ سخت خفا ہیں مجھ سے۔" وہ بے چین سی تھی۔

سب رکھا ہوا ہے۔ آئندہ کے لئے وارننگ دے رہے ہیں اور بس۔ کم از کم تم تو مت ڈرو۔ نہیں گے۔" صبا نے اسے تسلی دی مگر وہ شاید خود بھی اس پہلی پہلی جدائی سے بوکھلا گئی تھی، کر بولی۔

نہیں رہی۔ بس یہاں دل نہیں لگ رہا۔ صبح واپس چلی جاؤں گی۔ یوں بھی کل شام تک تو وہ آئیں گے ہی۔"

کی محظوظ کن ہنسی نے اسے مزید خجل کیا تھا۔ چڑ کر بولی۔

مان لیا کہ میں انس کے بغیر نہیں رہ سکتی اور نہ وہ میرے بغیر۔ مگر تم دونوں تو ایک جان دو قالب ہو۔ ایک دن تو دور ایک پل کی جدائی بھی گوارا نہیں۔"

بہری نہیں، تمہارے بھائی کی محبت ہے۔" اس نے ہنسی کو مسکراہٹ میں سمیٹتے ہوئے مختصراً کہا تفاخر سے بولی۔

بھائی کی محبت کا کوئی انت نہیں۔"

محبت کچھ نہیں، نفرت، بے زاری، دھوکا، فریب۔ ان کا تو ہر جذبہ لامتناہی ہے اور تمکین وہ دکھ سے سوچ کر رہ گئی۔

کے کھانے پر نوفل موجود نہیں تھا۔

تو میں نوفل کی طرف سے بہت پریشان رہتی ہوں۔ اکیلا بچہ نہیں کتنی مشقت کے ساتھ بزنس سنبھالے ہوئے ہے۔ اوپر سے بے وقت کی میٹنگز۔" صالحہ بیگم واقعی بہت متفکر تھیں۔

بھی بے ای ابزنس ڈنر پہ انوائٹ تھے وہ۔" تمکین نے ان کی فکر کم کرنا چاہا۔

کیا ہو جو اطمینان اور خوشی گھر میں گھر والوں کے ساتھ وقت گزار کر ملتی ہے، وہ بزنس ڈنر پارٹیوں میں تو نہیں مل سکتی نا۔"

اکیلے ہونے کا یہی تو نقصان ہوتا ہے ——— تمام ذمہ داریاں ایک ہی شخص کے کندھوں پہ آ جاتی ہیں۔" ان کے لئے پلیٹ میں چاول نکالتے ہوئے صبا نے دھیمے لہجے میں کہا تو وہ آہ بھر کے رہ گئیں جبکہ صبا سوچ رہی تھی کہ آج نوفل احمد اور دانے آفریدی کے ڈنر کا مینو کیا ہوگا؟

*****

وہ دروازہ کھٹکھٹا کر اندر داخل ہوئی تو کتاب پر سے نظر ہٹا کر اسے دیکھتے ہوئے مسکرا دیے۔ وہ ان کے سامنے ہی بستر پر بیٹھ گئی۔

"ابو! آپ نے بلایا تھا مجھے؟"

"کوئی اعتراض؟" وہ اب بھی مسکرا رہے تھے۔ منتہیٰ بھی مسکرا دی۔ اور بظاہر وہ بھلے ہی کیوں نہ دکھائی دے رہی ہو، ابا جان کے اس طرح سونے سے پہلے کوئی بات کرنے کے لیے بلانے نے اس کے دل میں عجیب سے وسوسے پیدا کر دیے تھے۔

"مجھے بھلا کیا اعتراض ہونے لگا؟ ـــــ بلکہ میں تو خود آپ سے شکایت کرنے والی تھی کہ ان دنوں آپ کچھ زیادہ ہی مصروف رہنے لگے ہیں۔" اس نے ہلکے پھلکے انداز میں شکوہ کرتے ہوئے ان کی مصروفیت کی شکایت ہی کی تو وہ کتاب اوندھی رکھ کر پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"مصروفیت تو صرف بزنس کی ہے۔ ورنہ تو سارا ٹائم اپنے بچوں اور گھر ہی کے لیے ہے۔"

"اب تو انس بھائی بھی آپ لوگوں کی ہیلپ کر رہے ہیں، پھر بھی۔"

"انس کو اس لائن میں ایڈجسٹ ہونے میں تھوڑا ٹائم لگے گا۔ تب تک تو یہ بار ہم دونوں ہی کو برداشت کرنا پڑے گا۔ خیر تم بتاؤ آج کل کیا مصروفیات ہیں؟" بات کرتے کرتے انہوں نے سرسری انداز میں پوچھا تو وہ جو غور سے ان کی بات سن رہی تھی، گڑبڑا کر بولی۔

"میری ـــــ بھلا میری کیا مصروفیات ہوتی ہیں؟ بس یونہی ٹائم پاس ہو رہا ہے۔"

"تمہاری امی بتا رہی تھیں کہ آج کل تم کچن کے کاموں میں ہاتھ بٹا رہی ہو۔" وہ اسے پوچھ رہے تھے مگر جانے کیا بات تھی کہ منتہیٰ کو ان تمام باتوں کے پیچھے کوئی اور ہی "بات" دکھائی دے رہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ ابو محض تمہید باندھ رہے ہیں، بات کا روپ کچھ اور ہی تھا۔

"مجھے تو کوئی دلچسپی نہیں ان کاموں میں۔ امی ہی کو شوق ہے مجھے کوکنگ میں ماسٹر کرانے کا۔" اس نے در پردہ شکایت کی تھی۔ مگر اس بار انہوں نے ہمیشہ کی طرح اس کی حمایت میں کچھ کہنے کے بجائے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"بیٹیوں کو ایسے کاموں میں طاق ہونا چاہیے۔ ان کے کندھوں پر تو پورے گھر کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اور کچن تو گھر داری کی بنیاد تصور کیا جاتا ہے۔"

"اب تو میں سیکھ رہی ہوں۔" اس نے جلدی سے اپنی صفائی پیش کی تو انہوں نے حوصلہ افزائی کرنے کے سے انداز میں سر ہلایا۔ پھر قدرے توقف کے بعد دوستانہ انداز میں بولے۔

"ابھی کچھ دیر پہلے سعید سے میری بات چیت ہو رہی تھی۔" انہوں نے رک کر منتہیٰ کی طرف دیکھا جو دم سادھے ان کے اگلے جملے کی منتظر تھی۔ مگر انہوں نے اس کی توقع کے برخلاف کچھ اور سوال جڑ دیا۔

"تمہارا سعید کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

[...] کے اعصاب تناؤ کا شکار ہونے لگے۔ تو اب امی نے یہ معاملہ ابو کے سپرد کر دیا ہے۔

"[...] کے بارے میں؟" اس کی نگاہ بے اختیار ان کے چہرے سے ہٹ کر ٹیبل لیمپ پر مرکوز ہو گئی تھی کہ اگلے چند لمحوں میں گفتگو کس "ٹریک" پر چلنے والی تھی۔

"سعید کے بارے میں ـــــ بحیثیت ایک انسان یا بحیثیت کزن کے۔" وہ بے حد سکون سے پوچھ رہے تھے مگر وہ اندر ہی اندر انجانی سی بے چینی اور اضطراب کا شکار ہو رہی تھی۔ وہ سیکنڈز میں سعید [...] تصور ہی اگر سامنے ابو نہ بیٹھے ہوتے۔

"ایک ہی۔" وہ بمشکل بول پائی تھی۔ سر جھکا کر گود میں رکھے ہاتھوں کو گھورنے لگی۔

"تمہارے تایا جان نے مجھ سے اور زہرہ سے بات کی تھی سعید کے پرپوزل کے متعلق۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے مگر پہلے دبے لفظوں میں تمہاری امی نے اور ابھی کچھ دیر پہلے سعید نے بھی صاف الفاظ میں کہا ہے کہ تمہاری رضامندی کے بغیر اس پرپوزل کو قبول نہ کیا جائے تو میں نے سوچا کہ تم سے پوچھ لوں۔ بھلا سعید پر کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" ان کے لب و لہجے میں سعید کے لئے بہت صاف جذبات تھے۔

[...] زبان، محبت اور اعتماد۔

[...] کے انکار کی ایک بھی راہ کھلی نہیں رہ گئی تھی۔ وہ مر کر بھی وہ تمام اعتراضات ابو کے سامنے نہیں رکھ سکتی تھی جن کو امی کے سامنے اٹھا چکی تھی۔

"سعید ماشاءاللہ سے بے حد ہونہار اور بہترین شخص ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس سے اچھا کوئی پرپوزل ہو سکتا ہے۔ مجھے تم پر پہلے بھی اعتبار ہے، اعتماد ہے۔ یقیناً تم بھی میری حمایت کرو گی۔ ایک باپ کا اپنی بیٹی کے لئے سب سے قیمتی تحفہ ایک "بہترین زندگی" ہی ہو سکتا ہے۔ اور مجھے یقین اور خوشی ہے کہ میں انشاءاللہ اس میں کامیاب رہوں گا۔ میری نظر میں تمہارے لئے سعید سے بہتر اور کوئی نہیں اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

[...] بیٹھی رہ گئی تھی۔ بے حس و حرکت۔

[...] نے چند لمحوں میں اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر گہرے پانیوں میں پھینک دیا تھا۔ لاکھ [...] کے باوجود وہ ہاتھ پاؤں مار کر خود کو بچا نہیں سکتی تھی۔

[...] ہوشیاری دکھا رہا تھا وہ "ہونہار اور بہترین" شخص۔ اس کی رضامندی جاننے کا احسان بھی [...] اور ساتھ ہی سارا معاملہ چچا جان کے سپرد کر کے اسے بے دست و پا بھی کر گیا تھا۔ جانتا [...] وہ قیامت تک چچا جان یا تایا جان کے سامنے سعید کے بارے میں ایک بھی غلط لفظ نہیں [...] گی۔

"[...] میں جھجکنے یا ہچکچانے کی کوئی بات نہیں ہے منتہیٰ! اگر تمہیں کوئی بھی اعتراض ہے تو بتا دو۔" وہ [...] سے پوچھ رہے تھے۔ اگر سعید حسن کی بجائے کسی ایرے غیرے کا پرپوزل ہوتا تو وہ سوچ [...] واضح لفظوں میں اپنی رائے دے دیتی۔ مگر یہاں وہ جانتی تھی کہ سب فقط "ہاں" کے

انتظار میں بیٹھے تھے۔ انکار کی صورت میں اٹھنے والے سوالوں کے طوفان کا سامنا کرنا تو آسان تھا مگر ان کے جواب دینا بے حد مشکل۔ اوپر سے ابو اور تایا جان کو مطمئن کرنا، معید کے سامنے نظر جھکانا یہ ناممکن ترین بات ہی تھی۔

"تم خوش ہو اس فیصلے سے؟" وہ پوچھ رہے تھے۔ بے بسی کے مارے اس کے حلق میں آنسوؤں کا پھندا اٹکنے لگا۔

"جی ابو!" وہ چہرہ جھکائے ہوئے بمشکل بولی تو ان کا ہاتھ اس کے سر پر آ ٹھہرا۔

"جیتی رہو۔ یہ یقیناً تمہاری زندگی کا بہترین فیصلہ ہوگا۔" وہ بے حد خوش تھے جبکہ وہ اٹھ کر کمرے سے نکل آئی۔ لمحوں میں بازی اس کے ہاتھوں سے نکل گئی تھی اور اس بات کا جتنا بھی ماتم مناتی، وہ کم تھا۔

اب بھی کمرے میں بند ہو کر اس نے رونے کا شغل جاری کر دیا۔ مگر ساتھ ہی ساتھ ذہنی الجھنیں بھی سر ابھار رہی تھیں۔ اس کی بالکل بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ معید حسن آخر چاہتا کیا ہے۔ ہمیشہ کی طرح سب کی نظروں میں فرمانبردار بنا رہنا چاہ رہا ہے یا پھر کچھ اور؟ —— مگر کیا اور؟ اس کی سوچ بھی جواب دے جاتی تھی۔ مگر یہ تو طے تھا کہ وہ چپ چاپ معید حسن کے انا کی بھینٹ نہیں چڑھنا چاہتی تھی۔

صبح ناشتے کی طرف سے وہ بہت جلدی اٹھ کر ناشتہ کئے معید کے کمرے میں پہنچ گئی۔ کمرہ خالی پڑا تھا۔ بچھا ہوا کمرہ ہر شے اپنی مخصوص جگہ پر دھری تھی۔ فضا میں پرفیوم کی دلکش خوشبو بکھری ہوئی تھی۔ ڈریسنگ ٹیبل پر کسی قسم کی بے ترتیبی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ ایسی ہی متوازن شخصیت کا مالک تھا۔ اس کی ذات سے کسی بھی قسم کی بے ترتیبی منسلک نہیں تھی۔

وہ سوچتے ہوئے تاثرات لئے اس کی رائٹنگ ٹیبل کی طرف آئی۔ ایک طرف ڈائری نوٹ بکس کے ساتھ دھری تھیں۔

بلا ارادہ ہی اس نے رائٹنگ پیڈ اٹھایا تو پہلے ہی صفحے پر اس کی نظر پھسلتی چلی گئی۔

"میری خواہش ہے کہ میری دو زندگیاں ہوتیں۔ ایک میں تمہیں دے دیتا اور دوسری تمہارے لئے دے دیتا۔"

اس نے عجیب سی سنسنی محسوس کرتے ہوئے تیزی سے صفحہ الٹا تھا۔

ابھی کچھ دیر پہلے رات نے پلکیں جھکائی ہیں

مری مٹھی میں اب تک

رات کی پلکوں سے ٹوٹے کچھ ستارے ہیں

دکھوں کے استعارے ہیں

میں ان کو دیکھتا ہوں تو

میری آنکھوں میں ذخیروں خواب

ہیں ان کے دکھ میں کوئی چہرہ سوچتے ہیں

وہ چہرہ شناسا ہے

آنکھوں میں تبدیل ہوتا ہے

ان چہروں سے یادوں کے کئی منظر ابھرتے ہیں

مجھ سے رقص کرتے ہیں

مجھے جو میری تنہائیوں کے اشک پارے ہیں

مجھے ہر حال میں خود سے بھی پیارے ہیں

کہ وہ سب تمہارے ہیں

پڑھتے پڑھتے وہ جیسے ضبط کھو بیٹھی تھی۔ ایک جھٹکے سے دونوں صفحے پیڈ سے الگ کر کے پیڈ کو پھینکا اور صفحات کے پرزے پرزے کر کے ٹیبل پر ہی بکھیر دیئے۔

جناب پتہ نہیں کس کے عشق میں بے حال ہیں اور گھر والوں کو پھر بھی بہترین اور پرفیکٹ بن رہے ہیں۔ جیسے معید حسن سے شادی کرنا میرے لئے عین ثواب ہے۔ معید حسن نہ ہوا کوئی ولی ہو گیا جس کی ہی بھر کر قدر کی جائے اور ساری عمر مجھ پر خوش قسمت ہونے کا لیبل رہے گا۔

اسے پھر سے غصہ آ رہا تھا معید حسن کی کمینگی پر اور اپنی بے بسی پر بھی۔ بس ایک بات سمجھ میں آئی تھی کہ اگر معید حسن کہیں اور انوالو تھا تو کس مجبوری نے اسے باندھ رکھا تھا؟ محض اپنا اچھا امیج برقرار رکھنے کے لئے تو وہ یہ فیصلہ قطعی نہیں کر رہا تھا۔ اس بات کا تو اسے پکا یقین ہو گیا کہ اصل بات کچھ اور ہی ہے۔

"لیکن اگر تمہاری وجہ سے میری زندگی داؤ پر لگی تو میں تمہیں بھی ہنستا بستا نہیں چھوڑوں گی۔"

غصے سے سوچتے ہوئے اس نے رائٹنگ ٹیبل کے کارنر پر پڑی معید کی فریم شدہ تصویر کو انگشت سے دھکیل کر اوندھا کر دیا تھا۔

"میرے ساتھ کوئی بازی کھیلو گے تو شکست ہی کو اپنا نصیب پاؤ گے معید حسن! کہ میں تو دنیا کو بتا کر اس بھیڑ میں اتروں گی۔ مگر تمہارے پاس تو نبھانے اور مان رکھنے کو بہت کچھ تھا۔ آسانی سے تو اپنا کھیل نہیں کھیل پاؤ گے۔"

●●●●●

اقرار گئے انکار گئے ہم ہار گئے

آنکھوں سے سب آثار گئے ہم ہار گئے

اک عمر رہے ہیں جیت سے بے پرواہ لیکن

جب جیتنا چاہا ہار گئے ہم ہار گئے

اذان کی آواز ہی سے ایک عجیب سی کیفیت میں گھری تھی۔

کب سے ــــــ؟

تب سے جب نوفل نے اس کی کلائی کو اپنی مضبوط ہتھیلی کی گرفت میں جکڑ کر اسے نز… قریب بٹھائے رکھا تھا۔

اس نے اپنی نازک کلائی کو بائیں ہاتھ سے ہولے سے سہلایا۔ ان دیکھی سرخی سے بجھ… پھوٹی پڑ رہی تھی۔

یا پھر تب سے ــــــ جب وہ اس کے چہرے پہ نظریں جمائے بیٹھا تھا۔ اسے لگا وہ… پگھلنے لگی ہے۔

نوفل کے ہاتھ کا سرسراتا لمس کلائی پہ سے ہوتا ہوا اس کی ہتھیلی پہ آکر ٹھہر گیا تھا اور دل… تاروں کو مدھرتا سے چھیڑتا اس کا نرم لہجہ۔

وہ گھبرا کر سیدھی ہو بیٹھی۔

درحقیقت اپنی یہ کیفیت خود اس کے لئے بھی بہت نامانوس اور اجنبی سی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں… رہا تھا کہ صبح کے ان چند لمحوں میں ایسا کیا تھا جو اسے بار بار انہی لمحات میں لے جاتا تھا۔ نوفل… نگاہوں کا انداز، ان سے جھلکتی ایک نامانوس سی کیفیت، اس کا بے اختیار لمس، پُرتوجہ نظر۔ مگر… تھیں کیوں وہ سب یاد کر کے رونا آ رہا تھا۔

'کس قدر ذلت آمیز لگتا ہے یہ سوچنا صبا میر! کہ تم ــــــ ہاں تم صبا میر! محبت کرنے لگی ہو… شخص سے جو تم پہ التفات کی ایک نظر بھی ڈالنا پسند نہیں کرتا۔'

اسے لگا ساری دنیا سمٹ کر نوفل احمد کا لمس بن گئی ہو ــــــ اس کا چہرہ، اس کی توجہ، اس کا… بن گئی ہو۔

اور صبا میر لمحہ بہ لمحہ بکھرتی جا رہی تھی۔ اس نے گھٹنوں میں سر دے لیا۔

'یا خدا! ــــــ کیا میرے نصیب میں اس بے مہر شخص سے محبت کرنا لکھا تھا؟'

صوفے میں دھنسی رات کے اس تنہا پل میں وہ سوچوں کے گھیرے میں گھری تھی۔ سامنے ٹی… پہ انگلش مووی چل رہی تھی مگر اس کی ذرہ برابر ادھر توجہ نہیں تھی۔ صالحہ بیگم تو نو بجے ہی سونے کے لیے لیٹ گئی تھیں۔ جب کہ تمکین ابھی اس کے پاس سے اٹھی تھی۔

تبھی تنہائی پاتے ہی ذہن نے ان انجان ساعتوں کو ٹٹولنا اور ان کا تجزیہ کرنا شروع کر دیا… ہی سے اسے عجیب سی کیفیت میں گھیرے ہوئے تھیں اور دل نے پہلی ہی بار جو جواب دیا… کیفیت کو جو نام دیا اس نے صبا کو ششدر کر دیا۔

محبت اور وہ بھی نوفل احمد جیسے سنگدل اور بے مہر شخص سے جو خود تو شاید اس کیفیت کے… سے بھی نا آشنا تھا جس نے رشتوں کی آڑ میں سودے بازی کی تھی۔

مگر یہی تو قانون فطرت سمجھ میں آتا ہے۔ نکاح کے دو بول ہی دو فریقین کے مابین… انوٹ جذبے پیدا کر دیتے ہیں۔ دنیاوی رشتوں میں یہ واحد رشتہ ہے جس میں مقابل کی…

…دل سے اس محبت کو ختم کرنے کی بجائے اور بڑھاوا دیتی ہے۔ محبوب کی بے رخی بھی… اس کی ایک نگاہ التفات کے لئے سو سو جتن کیے جاتے ہیں پھر بھی یہ پیار اور محبت کم… ہے۔

…میں الجھی وہ جانے کب وہیں صوفے میں دھنسی نیند کی وادیوں میں اتر گئی تھی۔

…گیٹ کھولنے پہ وہ گاڑی اندر لے آیا تھا۔ کوریڈور کے داخلی دروازے کی بیل بجانے… نے حسب عادت ناب گھمائی تو دروازہ کھل گیا۔ اس کی پیشانی پہ شکنیں پھیل گئیں۔… پہلے بھی ایسی بے احتیاطی نہیں برتی گئی تھی۔

…اس نے دروازہ لاک کر دیا۔ لاؤنج میں آکر وہ بے ساختہ ہی ٹھٹکا تھا۔ سامنے ہی… مجسم حسن خوابیدہ تھا۔

…بے پرواہ ــــــ سادگی اور معصومیت کا حسین امتزاج!

…صوفے پہ پھیلا، ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا وہ اس کے عین سامنے والے صوفے پہ آ… کا محور اب بھی وہی تھی۔

…تنہائی تھی یا پھر وہی ابھی تک اس کے دل میں روز اول والے مقام پہ براجمان تھی… اس پل پگھلتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ نظر اس کے چہرے سے ہٹنے سے انکاری تھی۔

…کی جو بات تھی۔

…پہ الفراز اور ٹھہرا سا سراپا اس کے کتنے قریب تھا۔ دسترس میں تھا۔ بس ایک ہاتھ… ناکام تھی۔

اس پل بھر کے لمس نے نوفل احمد کو آج سارے دن میں کتنی ہی بار بے ربط کیا تھا۔ درمیان… اپنے خیال سے الجھایا تھا۔

…پہ بدگمانی کی تہہ بہت دبیز تھی مگر انسان ہی تھا فرشتہ نہیں۔ اور یوں بھی جسے پوری… شدت سے چاہا گیا ہو اس کی جانب تو دل بار بار پلٹتا ہے۔

…آنکھوں میں خفیف سی سرخی اتر آئی تھی۔

…سے بہت مضبوط اور ناقابل تسخیر گردانتا آیا تھا۔ پھر ایک روز صبا میر اپنی کشش… ان ساری مضبوط دیواروں کو توڑتے ہوئے اس کی ذات تک آ پہنچی تھی۔ اور اب خود… وہ اس کی ساری "بے پرواہ" حیثیت رہی تھی۔

…پل نوفل احمد کی آنکھوں سے کیسے جذبوں کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں کہ وہ کسمسا کر… سامنے بیٹھے نوفل احمد کو خود کو "سمیٹنے" کا بھی وقت نہیں ملا تھا۔ صوفے پہ نیم دراز… وہ خود سے بے پرواہ پوری طرح اس کی ذات میں گم تھا۔

…نے اسے جھنجھوڑ کر حال کی دنیا میں لا پٹخا۔ گڑبڑا کر وہ سیدھی ہوئی، دوپٹہ کھینچ کر… درست کیا۔ اسی اثنا میں وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

وہ دل ہی دل میں اپنی مدہوشی پر جھنجھلاتی ہوئی جالیوں میں پاؤں پھنساتی اٹھی اور پلٹ گئی۔ پلٹ کر نوفل کے پاس سے گزرتے ہوئے اس کے دل میں اونچی نیچی لہریں سی اٹھ رہی تھیں اور ابھی وہ اس کیفیت کو سمجھ بھی نہیں پائی تھی کہ اگلے ہی پل اسے اپنا ہاتھ نوفل کے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں محسوس ہوا۔ وہ بے ساختہ پلٹی تو بلا ارادہ ہی دونوں کے مابین موجود فاصلہ کم ہو گیا۔ اس نے حواس باختہ ہو کر نوفل کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی کیفیت سمٹ رہی تھی۔

...آگ کی صورت

...میں جلتی ہے تو دل بیدار ہوتے ہیں

...باتوں میں کچھ عجب اسرار ہوتے ہیں

...بڑی کی ہے ہر روپ جہاں مہکتی ہے

...ساحلوں پر جمع ہوتی اور بکھرتی ہے

...پھول کی صورت

...آگ کی صورت

...دل کی طرح دہک کر اور بھی شگفتہ ہو گئی تھی۔ یوں لگا جیسے ساری جان نوفل کے ہاتھ میں دب ...جسم میں اتر آئی ہو۔

...لبوں کی لرزش، گھنی سیاہ پلکوں کا بوجھل پن اور دہک اٹھنے والی رنگت، خود کو سنبھالنے کی ...ہکلا تو نوفل بھی گیا تھا ——— مگر اس کی انا ——— ہاں، اب کی یہ بے جا انا اور خود ساختہ ...جذبات ابھی تک صبا کے سامنے جھکنے نہیں دے رہی تھی۔

...کے سہارے پر کھڑا کرتے ہوئے وہ لمحوں میں اپنے ٹھنڈے ٹھار روپ میں لوٹ گیا تھا۔

...میں کھوئی ہوئی ہیں آپ؟ ——— داخلی دروازہ بند نہیں تھا۔ جس طرح میں اندر آ گیا ...بھی آ سکتا ہے۔ حد ہوتی ہے غیر ذمہ داری کی۔"

...اتھل پتھل ہوتی سانسوں میں ابھی کھڑی تھی، بے حد تحیر سے اسے دیکھنے لگی۔

...تھی کہ جیسے پگھل کر پانی ہو رہا ہے۔ ابھی چند ساعت پہلے اس نے اس کے تمام خود ساختہ ...بنتے ہوئے دیکھے تھے۔ انا کے، ضد اور غصیلے پن کے۔ اس کی آنکھوں میں منجمد سرد مہری کو برف کی ...پگھلتا دیکھا تھا مگر اگلے ہی پل وہ پھر سے خود میں سمٹ گیا تھا۔

...مہکتی اور آنکھوں سے جھلکتی مہربان سی چمک اس کے لب و لہجے کی سرد مہری کے پیچھے چھپ ...صبا کی آنکھوں میں اترتے تحیر پر پہلے بے یقینی اور پھر شدید دکھ کا احساس حاوی ہو گیا تھا۔ ...کچھ کہنے کی شدید خواہش کو اس نے لب بھینچ کر اندر ہی روک لیا اور تیزی سے اس کے قریب ...سیڑھیاں طے کر گئی۔ وہ مٹھیاں بھینچے وہیں کھڑا اپنا ضبط آزما کر رہ گیا تھا۔

●●●●●

"مجھے تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ تم لوگوں نے اپنے شوہروں کا ہوا کیوں سر پہ سوار کر رکھا ہے۔ ذرا نظر تیزی بھی کی نہیں اور تم لوگوں کی سانس خشک ہوئی نہیں۔"

عشی مسلسل اس کا دماغ کھا رہی تھی۔

اسے تمکین کا اگلے ہی روز واپسی کے لئے بھاگنا بالکل بھی پسند نہیں آیا تھا۔

"تو اور کیا کروں؟ ــــ انس مجھ سے بات کر لیتے تو میں انہیں سمجھا لیتی۔ اب پتہ نہیں، غصہ تھا کہ ایک مرتبہ بھی مجھ سے بات نہیں کی۔ جب بھی فون کرتی ہوں، نمبر پہچان کر کاٹ دیتے ہیں۔" تمکین نے اپنی صفائی پیش کی تھی۔

"وہ ایک مرتبہ تم سے بات نہیں کرتے تم دس مرتبہ روٹھ کر دکھاؤ۔ پھر دیکھنا کیسے سیدھے ہوتے ہیں۔ صرف تمہیں ہی ان سے محبت ہے کیا؟" وہ ذرا بھی متاثر نہیں ہوئی تھی مگر تمکین جیسی شوہر پرست مشرقی اور پی لڑکی کے لئے تو یہ سب دل دہلانے والی باتیں تھیں۔ عشی جیسے "ہلاکو خان" ٹائپ کی لڑکی کے خیالات سن کر ہی اسے خفقان ہونے لگا تھا۔

"انہیں بھی مجھ سے محبت ہے تبھی تو خفا ہیں۔ چاہتے ہی نہیں کہ میں ان سے دور رہوں۔" اس نے انس جیسے محبوب شوہر کو ان الزامات کی فہرست سے آزاد کروانا چاہا تھا۔ مگر عشی نے طنزیہ انداز میں

"ماشاءاللہ بھئی بی بی! ــــ یہ بھی عورتوں پر تشدد ہی کا ایک انداز ہے۔ اسے اس کے میکے سے دور رکھنے کا بہانہ۔ ذہنی اذیت دینے کا بہترین ہتھیار ہو ــــ "میں ایک پل بھی تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔" بس ــــ جیسے پہلے کے پچیس سال تمہیں بے ہوشی کے عالم میں گزارے ہیں انہوں نے۔" اس قدر عجیب کا انداز گفتگو نے تمکین کو واقعی بوکھلا دیا تھا۔ دوسرے یہ کہ معصوم سے "ماں" کا تعلق سمجھا۔

"تمہارا کیا مطلب ہے کیا انس کو مجھ سے محبت نہیں ہے؟"

"تو کیا تمہیں اپنے میکے والوں سے محبت نہیں ہے؟" عشی نے پلٹ کر وار کیا تھا۔ پھر توقف سے بولی۔ "محبت کرنے والے تو محبوب کی خوشی میں خوش رہتے ہیں، صرف اپنے لئے اپنی خوشی کا سوچنا نری خود غرضی ہے۔"

"تو ٹھیک ہے ــــ مجھے ان کی خوشی کا خیال کرنا چاہئے تھا۔ وہ منع کر رہے تھے مجھے دہلا سے، میں نے بھی تو صرف اپنی خوشی کے لئے ہی سوچا تھا نا۔" تمکین نے بڑی معصومیت سے سارا اپنے سر لے لیا تو وہ سر تھام کر بیٹھ رہی، پھر جلے کٹے انداز میں بولی۔

"بہت اچھا ہوتا ہے، پھر تم جیسی بیویوں کے ساتھ، جو شوہر کی ہر جائز و ناجائز سب کر کے چڑھا دیتی ہیں پھر دوسروں کے آگے روتی پھرتی ہیں۔ ساری عمر ان کی باتیں مان کر بھی ان کا رعب ہی دیکھنا پڑتا ہے۔"

"اوہ گاڈ عشی! تم تو لگتا ہے کہ اپنے بھائی کے نہیں کسی غیر کے متعلق گفتگو کر رہی ہو۔ آپی! یہ انس نہیں ہیں۔" تمکین کو ہنسی نے آلیا تھا۔

"بھابی اب اگر آپی کی باتوں میں آ گئیں نا تو پھر یقیناً آپ کو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔" بیٹھی کے پیچھے صوفے پر نیم دراز منہ پر کشن رکھے بظاہر سو رہا تھا، اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولا تو عشی نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

"تمہیں شرم نہیں آتی لڑکیوں کی باتیں سنتے ہوئے؟"

"بہن جی ــــ ڈیئر آپی! اب کانوں کے ڈھکن تو ہوتے نہیں کہ بند کر کے بیٹھ جاتا۔" اس نے پیش کی تھی۔ پھر تمکین سے کہنے لگا۔ "آپی کی باتیں تو محض تخریب کاری ہیں بھابی! اگر انس بھائی سے خفا ہیں تو ان کی خفگی دور کرنے کا بہت مجرب اور آزمودہ نسخہ ہے میرے پاس۔" وہ ہنستی ہوئی بولی تھی۔

"تم بھی نا، بس بات کو کہاں سے کہاں لے جا رہے ہو۔ میرے میاں اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کو لیتے۔"

بابا، عشی اور وجدان ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنے لگے پھر عشی نے مذاق اڑانے والے انداز میں

"بابا صاحب کو ابھی اندازہ نہیں ہے کہ وہ کتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کو ایشو بنا لیتے ہیں۔"

"پتہ چل جائے گا تمہارے انس بھائی کو بھی۔ ڈرنے والے تو ہم بھی نہیں۔" تمکین نے بھی اڑانے والے انداز میں کہا تھا۔

رات کھانے سے ذرا پہلے جب وہ لوٹا تو اس نے سب کے بیچ تمکین کو یوں نظر انداز کیا جیسے کہ وہ وہاں موجود ہی نہ ہو۔ عشی کی مسکراتی نظروں سے چڑ کر اس نے سعید کے ذریعے انس کو متوجہ کرنا چاہا۔

"انس! آئیں نا، آپ بھی کھانا کھا لیں۔"

"نہیں سعید! میں تو آج کافی ہیوی لنچ لے چکا ہوں، وہ بھی بے وقت۔" اسے مکمل طور پر نظر انداز کرتے ہوئے وہ سعید سے کہہ رہا تھا۔

"پھر چائے لاؤں آپ کے لئے؟"

اس کے اٹھتے ہی تمکین نے فی الفور ہونٹوں پر دلکش سی مسکراہٹ پھیلائی تھی مگر وہ اس پر نگاہ غلط ڈالے بغیر کوٹ ہاتھ پر ڈالا اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہاں! کھانے کے بعد ایک کپ چائے میرے کمرے میں دے جانا۔" اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے اس نے آواز لگائی تھی۔

"اچھا ــــ" عشی نے اپنی ہنسی روکتے ہوئے شاک کھڑی تمکین کا ہاتھ کھینچ کر اسے ڈائننگ پر بٹھایا اور دھیمی آواز میں بولی۔

"یہ ہے اصلیت آپ کے لونگ اینڈ کیئرنگ شوہر نامدار کی۔" جبکہ تمکین ابھی تک انس کی ناراضگی کے شاک میں تھی، اسی پریشانی میں اس سے کھانا بھی ٹھیک طرح سے نہیں کھایا گیا تھا۔

"وہ تو بیوی بچے لے کر آئے ہیں، تم بھی کم از کم اتنا تو کھاؤ کہ ان کی کرنٹ چمک کا ساتھ دے سکو"
حنی اسے مسلسل چھیڑ رہی تھی اور بظاہر مسکراتی تمکین کا اضطراب اندر ہی اندر بڑھتا جا رہا تھا۔

"چلو حنی آؤ ـــــ جلدی سے چائے کا پانی رکھو جا کر۔"

ابھی وہ کھانے کے برتن سمیٹ کر فارغ ہوئی ہی تھی کہ چچی جان نے حکم صادر فرمایا۔ ویسے شاید فرمانبرداری دکھا ہی دیتی مگر آج کل وہ اسے ذرا سی بھی چھوٹ دینے کو تیار نہیں تھیں۔ ان کا بس چل رہا تھا کہ جادو کے زور سے اسے "امور خانہ داری" بنا ڈالیں۔ اور حکم یہ کہ کوئی انھیں منع بھی نہ کرتا تھا۔

وہ سب کے لئے چائے نکال رہی تھی جب سعید اپنا کپ لئے ڈائننگ ٹیبل کے پاس چلا آیا۔ باہر سب کے لئے چائے بنا رہی تھی جبکہ باقی لوگ اب لاؤنج میں ٹی وی کے سامنے براجمان تھے۔

"میری چائے میں صرف ایک چمچ چینی ـــــ شاید میں نے تمہیں پہلے بھی بتایا تھا۔" وہ اس سے کہہ رہا تھا۔ حنی تو یہاں بھی بھری بیٹھی تھی۔ بظاہر بڑے عام سے انداز میں بولی۔

"میں نے کبھی غیر متعلق باتوں پر توجہ نہیں دی، یاد رکھنا تو بہت دور کی بات ہے۔"

"اوکے۔ مگر دوسرا کپ تو بنا کر دے سکتی ہو نا۔" وہ ٹھنڈا ٹھار تھا۔ حنی تلملا کر رہ گئی۔ اندر کا غبار نکالنے کی راہ ڈھونڈ رہا تھا مگر مقابل کوئی موقع دینے کو تیار ہی نہیں تھا۔

"میں انس بھائی کو چائے دینے جا رہی ہوں۔" نافرمانی کا ایک طریقہ بروقت سوجھا گویا وقت آ پہنچا۔

"تم سعید بھائی کے لئے چائے بناؤ، ان کے لئے میں لے جاتی ہوں۔"
حنی نے اسے خفیف سا گھورتے ہوئے کپ تھمایا اور مجبوراً سعید کے لئے دوسرے کپ میں چائے نکالنے لگی۔

"چینی صرف ایک چمچ۔" وہ یاد دہانی کرا رہا تھا۔ وہ خود پہ بہت ضبط کرتے ہوئے یونہی کھڑا رہا۔ اس کے سامنے چمچ رکھ کر اٹھ گئی مگر وہ بنا کچھ کہے خود چائے میں چینی ملانے لگا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔ حنی کے اندر ابھی ابال سا اٹھ رہا تھا۔ جی چاہ رہا تھا سعید حسن کوئی بات کرے۔ کوئی ایک لفظ ہی وہ جس پہ چلا کر اپنا سارا غبار نکال لے۔ ویسے نہیں تو یونہی سب کو پتہ چل جائے کہ یہ شخص کتنا ... کس قدر ناپسندیدہ ہے۔ مگر وہ تو جیسے ہفتہ خوش اخلاقی منانے کی قسم کھائے بیٹھا تھا۔ الٹا حنی کا فشار خون بلند ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔

●●●●●

وہ کمرے میں داخل ہوئی تو انس کپڑے تبدیل کئے بستر پہ دراز آنکھیں موندے ہوئے تھا۔ اسے دیکھ کر انس کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یہ لیجئے جناب آپ کی گرم چائے۔" سائیڈ ٹیبل پہ چائے کا کپ رکھتے ہوئے وہ خوش دلی سے بولی تو وہ فوراً آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ اس کے پاس بیٹھ رہی تھی۔

"میں نے تم سے تو نہیں کہا تھا۔" بہت بے اعتنائی سے بھرپور لہجہ تھا۔ تمکین نے مسکرا کر کہا۔
"ہمارے درمیان موجود رشتہ 'کہنے' اور 'کہلوانے' کا محتاج نہیں ہے۔"
اس لباس میں سیاہ بالوں کے بیچ مسکراتا چہرہ لئے وہ انس کے دل کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔
ابھی جلدی ماننا نہیں چاہ رہا تھا، بظاہر اکھڑا ہوا۔
"ـــــ تو آپ بھی یہ بات سمجھتی ہیں؟"
"میں صرف سمجھتی ہوں بلکہ آپ کو بھی سمجھانا چاہتی ہوں کہ ہر رشتے کا ایک مقام اور اہمیت ہوتی ہے، خیال رکھنا اور نبھانا بہت ضروری ہوتا ہے۔" وہ ہلکے پھلکے انداز میں کہہ رہی تھی۔
"... اور نبھانا آگئیں رشتے داریاں۔ میاں جائے بھاڑ میں۔" وہ تنک کر کہتا سیدھا ہو بیٹھا۔ ہاتھ پیچھے کھینچ گئی۔
"اب آپ خواہ مخواہ بات بڑھا رہے ہیں۔ شادی کے بعد صرف شوہر ہی سے تو رشتہ نہیں رہ جاتا۔ بھی آفاقی رشتے ہوتے ہیں جن کے بغیر نہیں رہا جا سکتا۔"
"اچھا ـــــ اب میرے کان مت کھاؤ۔ مان لیا کہ میرے بغیر تم بہت اچھے طریقے سے رہ سکتی ہو۔ بس میں ہی بے وقوف ہوں جو دن رات تمہیں سوچتا رہتا ہوں۔" وہ چڑ کر بولا تو تمکین کو اس کی خفگی اور ... ہنسی آنے لگی۔
"آپ تو پرانے عاشقوں سے بھی بازی لے گئے ہیں انس! ـــــ میں دو دن میکے میں رہ لی تو اس سے یہ ہوا کہ مجھے آپ سے محبت نہیں؟"
"ہاں۔" وہ قطعیت سے کہتا تمکین کو حیران و پریشان کر گیا۔ "اگر تمہیں مجھ سے محبت ہوتی تو تم ایک ... میرے بغیر وہاں نہ رک سکتیں۔"
"کمال ہے انس! اتنی چھوٹی سی بات سے آپ اتنا بڑا نتیجہ نکال رہے ہیں۔" وہ اب الجھنے لگی تھی۔
... کر رہا تھا تو بہت سنجیدگی سے۔
"تمہارے لئے یہ چھوٹی بات ہوگی، میرے لئے نہیں ہے۔ جب میں تم سے کہہ رہا تھا کہ تم واپس آ جاؤ گی تو تم نے میری بات کیوں نہیں مانی؟"
... تک وہ خاموشی سے انس کا چہرہ دیکھتی رہی۔ وہ ابھی بھی ناراض تھا۔
"آئی ایم سوری۔" وہ یکلخت ہار مان گئی تھی۔ اب انس کے پاس بھی مزید ناراض رہنے کا ... نہیں رہا تھا۔ تبھی تو وہ پل میں فاصلے سمیٹ گیا۔
"بہت بے وفا ہو تم تمکی!"
اب شکوے شکایتوں پہ اتر آیا تھا اور گزرے دنوں اس کی جدائی میں خود پہ بیتنے والی کیفیت کی ... ہوئے وہ از حد جذباتی ہو رہا تھا۔ اسے کبھی ہنسی آ رہی تھی اور کبھی اس کی بے پایاں محبت ... ہونے لگا۔
"اب تو یہ حال ہو گیا ہے تمکی! میں تمہارے بغیر بالکل بھی نہیں رہ سکتا۔" وہ قطعیت سے کہہ رہا

تھا۔

"اور میں بھی۔ تبھی تو دوسرے ہی دن وہاں سے بھاگ آئی تھی۔" وہ دھیمی سی ہنسی کے ساتھ بولا
اس کی محبت کو جیسے دوام مل گیا۔

●●●●●

"نوفل احمد! تم تو بزنس میں ہی غضب کے مصروف تھے، اوپر سے یہ ڈرامے آفریدی والا
مطلب ہے کہ ماڈلنگ کا چکر پا کر تو اور بھی عید کا چاند ہو گئے ہو۔"

آج بہت دنوں کے بعد رات کے کھانے پر سب اکٹھے ہوئے تھے۔ اوریہ نے جس انداز میں کہا
کیا وہ صبا کے دل کو بہت لگا تھا۔

"یہی تو میں بھی اسے کہتی ہوں۔ ان چکروں سے گھر زیادہ ضروری ہے۔ بس اب جس پراجیکٹ کا وعدہ
ہو چکا ہے، اس کے بعد خبردار جو بھی اس فیلڈ کے بارے میں سوچا بھی تو۔" صالحہ بیگم کو واقعی نوفل
از حد مصروف زندگی دیکھ کر غصہ آنے لگا تھا۔ اوپر سے صبا اور اس کے مابین تناؤ کی سی کیفیت اب انہیں
بہت اچھی طرح سمجھ میں آنے لگی تھی۔ جس کا ماخذ انہیں نوفل کی ماڈلنگ کا فیصلہ ہی لگا تھا۔

"ابھی فی الحال تو کل ہم لوگ مری جا رہے ہیں ماڈل کی شوٹنگ کے سلسلے میں۔ کم از کم ابھی تو
وش تو کر دیں۔" وہ انہیں بہلانے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے۔" سالن کا ڈونگا پکڑتے ہوئے اس نے ایک نگاہ صبا کے سنجیدہ چہرے پر ڈالی تھی۔

"بھابی بھی ٹھیک کہتی ہیں۔ شادی شدہ بندے کے لئے گھر والوں کی زیادہ اہمیت ہونی چاہئے
تمہیں پہلے ہی کون سا وقت ملتا ہے گھر والوں کے ساتھ بیٹھنے کا۔" زبیدہ بیگم نے مدبرانہ انداز میں کہا
اوریہ انہیں خشمگیں نگاہوں سے گھورنے لگی۔ بجے بنائے کام کو بگاڑنے میں تو ان کا ثانی ہی کوئی نہیں تھا

"ساری عمر گھر والوں کے ساتھ ہی تو بیٹھنا ہے۔ آپ لوگوں کو پتہ نہیں کون سے وہم ستا رہے
ہیں۔ ایک میری مسز ہیں، دیکھیں کتنے آرام سے بیٹھی ہیں۔ فکر نہ کریں۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا
تھا۔

صالحہ بیگم نے خاموشی سے کھانا کھاتی صبا پر ایک نظر ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"کتنے دنوں کے لئے جا رہے ہو؟"

"کم سے کم چار دن اور زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے کے لئے۔" وہ اب اپنے لئے پلیٹ میں
نکال رہا تھا، پھر صبا سے مخاطب ہوا۔ "یہ کباب دیں گی پلیز!"

صبا نے خاموشی سے پلیٹ اٹھا کر اس کے ہاتھ میں تھما دی۔

ان دونوں کی حرکات و سکنات کو گہری نظروں سے دیکھتی صالحہ بیگم کو نوٹ کرتی اوریہ کے ہونٹوں پر
ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ایک تو نوفل اپنی بیوی سے مخاطب ہوتے وقت بھی حفظ مراتب کا اس قدر خیال رکھتا ہے کہ جیسے
اور کسی بیوی سے مخاطب ہو۔" وہ با آواز بلند بولی تو نوفل محض مسکرا کر رہ گیا۔

"ٹھیک ہے نا بھئی۔ بیویوں نے ایسا کیا گناہ کیا ہے کہ انہیں عزت و احترام نہ دیا جائے۔" صبا
نے اوریہ کی بات کو آگے بڑھایا تھا۔

"احترام اپنی جگہ مگر وہ جو بے تکلفی ہوتی ہے اس کا ایک اپنا ہی حسن ہوتا ہے۔" اوریہ
پھر کہہ بیٹھی۔

نوفل نے کھانا ختم کر کے پلیٹ پرے کھسکائی اور صبا کو گلاس میں پانی ڈالنے کا اشارہ کرتے ہوئے
ہلکے انداز میں بولا۔

"بھئی اب صبا وہ حسن تمہیں دکھانے سے تو رہی۔ بہت کچھ پرسنل بھی ہوتا ہے۔" بات کچھ بھی نہیں
تھی، نہ ہی کوئی مطلب تھا۔ اگر صبا اور نوفل کے تعلق کی نہج کو سامنے رکھا جاتا تو وہ فقط بات "برائے بات" تھا
نظریں ان تینوں کے درمیان اس معنی خیز جملے کا جو مطلب نکل رہا تھا اسے محسوس کر کے صبا کا دل
بے ترتیبی سے دھڑک اٹھا تھا۔

اس نے جیسے وصل کی کسی حکایت کی جانب اشارہ کیا تھا اور کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی صبا اپنے آپ
میں سمٹ سی گئی۔

"صبا بھی جا رہی ہے نا تمہارے ساتھ؟" صالحہ بیگم نے پرسکون انداز میں گویا ہلچل سی مچا دی۔
ان کے ساتھ ساتھ صبا نے بھی ایک دم سے نوفل کی طرف دیکھا جو ان کی بات سن کر اب پرسوچ انداز
میں گھونٹ گھونٹ پانی حلق میں اتار رہا تھا۔ پھر گلاس ٹیبل پر رکھتے ہوئے ان کی طرف دیکھ کر قصداً
بولا۔

"پہلے تو میں نے بھی یہی سوچا تھا۔ پھر خیال آیا کہ آپ اکیلی رہ جائیں گی۔ اس لئے میں نے یہ
ارادہ ترک کر دیا۔"

"اب تم ساری عمر میرے متعلق سوچ کر صبا کی حق تلفی تو نہیں کرتے رہو گے نا۔ خدانخواستہ میں اس
قدر بیمار نہیں، اپنی دیکھ بھال اور خدمت کے لئے ترسے کر نہیں آئی ہوں جو تم اسے یوں میرے ساتھ
باندھے رکھو۔ میرے پاس زبیدہ ہے، اوریہ ہے، تسکین آ جاتی ہے۔ تم اپنا پروگرام تبدیل مت کرو۔ صبا
کو اپنے ساتھ لے کر جاؤ۔ جب سے بیاہ کے آئی ہے کھلی ہوا میں سانس تک نہیں لیا اس نے۔ کیا خاک
خیال رکھتے ہو تم اس کا؟ ابھی اچھی ہے جو اتنے صبر سے برداشت کر رہی ہے۔ کوئی اور ہوتی تو تمہاری
ماں کو سر پر ڈال کر میکے جا بیٹھتی۔" انہوں نے بہت اچھی طرح دل کا غبار نکالا تھا۔ نوفل دنگ سا
دیکھ رہا تھا۔

"امی..." صبا خود اس صورت حال پر گڑبڑا سی گئی تھی۔ اتنی محنت سے نوفل کا کھیلا جانے والا
ناٹک "ڈرامہ" فلاپ ہو رہا تھا۔

"امی میرا مطلب آپ کے خیال سے......" وہ سنبھل کر کہنے لگا تھا کہ صالحہ بیگم سنجیدگی سے اس کی
بات کاٹ گئیں۔

"کھانے کے ساتھ ساتھ تم پر بیوی کا خیال بھی فرض ہے نوفل! اور تم تو اتنے سمجھدار ہو کہ مجھے تمہیں یہ

بات سمجھانے کی ضرورت ہی نہیں۔"

"آپ بھی کمال کرتی ہیں ممانی جان! وہاں جا کر نوفل کو تو اپنی ریکارڈنگ میں مصروف ہو جانا ہے اور صبا بے چاری اکیلی مزید بور ہو گی اتنے سارے اجنبی چہروں میں۔" اویسہ نے سر تا پا صبا کی اصلاح میں ڈوب کر مسئلے کو ایک نئے زاویے سے ان کے سامنے رکھا تھا۔

"اتنے سارے اجنبی چہروں میں نوفل جتنا اس کا اپنا ہے اتنا اور کوئی بھی نہیں ہوگا۔ اس گھر میں بھی تو یہ نوفل ہی کے باعث ہے۔ باقی ہر رشتہ تو اس کے بعد آتا ہے۔" وہ اگلے انداز میں کہتی صبا کا دل موہ گئیں۔

اس سے ان کی محبت اور مخلصی کو صبا نے پوری شدت سے محسوس کیا تھا۔

"امو کے ـــــــ آپ تو جذباتی ہی ہو گئی ہیں۔ میں نے کب انکار کیا ہے ان کو لے جانے سے۔ یہ تو صرف آپ کے خیال سے کہہ رہا تھا۔ مگر اب آپ خود کہہ رہی ہیں تو میں گھر سے پہلے والا پروگرام رکھ لیتا ہوں۔" اتنی جلدی خود کو کمپوز کر لیتا تھا یہ بندہ کہ حد نہیں۔ مسکرا کر نرمی سے بولا تو صالحہ بیگم کا ہاتھ اس کے سر پہ ٹھہر گیا۔

"خوش رہو۔"

"میں بھی خوش رہوں گا جب آپ خوش رہیں گی۔" ان کا ہاتھ تھام کر ہونٹوں سے لگاتے ہوئے بولا تو انہوں نے فی الفور کہا۔

"اور میں بھی خوش رہوں گی جب میری بہو کو تم خوش رکھو گے۔"

وہ لب بھینچ کر خفیف سا مسکرا دیا تھا پھر ایک نظر صبا پہ ڈال کر بولا۔

"لگتا ہے خوب شکایتیں ہوتی ہیں میری۔" اس کے عام سے انداز کے پیچھے سلگتی کیفیت صبا کو بہت اچھی طرح محسوس ہوئی تھی۔ مگر وہ نظر انداز کیے اپنا کھانا ختم کرتی رہی۔

"مجھے تو حسرت ہی رہی کہ کبھی یہ تمہاری شکایت کرے۔ اس کے منہ سے تو کبھی اف تک نہ نکلی۔" صالحہ بیگم نے صاف گوئی سے کہا تو وہ دوبدو بولا۔

"اس بات کو آپ یوں بھی تو لے سکتی ہیں کہ میں نے کبھی انہیں کوئی تکلیف ہونے ہی نہیں دی۔"

"جی امی! آپ بالکل بے فکر رہیں۔ میں یہاں بہت خوش ہوں۔ رہی بات گھومنے پھرنے کی تو میں خود اوائیڈ کرتی ہوں۔ مجھے گھر میں رہنا زیادہ اچھا لگتا ہے۔" اپنی ازدواجی زندگی کو پرلطف ہوتے دیکھنا صبا کے لیے ایک تکلیف دہ مرحلہ تھا۔ اسے ہر پل لگ رہا تھا کہ ابھی نوفل کا ضبط جواب دے گیا تو وہ اسے بے بایہ کرنے میں پل بھی نہیں لگائے گا۔ سو نہ چاہتے ہوئے بھی اسے بہت سی بیویوں کی طرح اپنے شوہر کو ڈیفنڈ کرنا پڑ گیا تھا۔

"تم بس اپنی پیکنگ کرو۔ بھلا اور کون سے دن ہوتے ہیں گھومنے پھرنے کے۔ کل کلاں کو بچے ہو گئے تو فرصت کو ترسو گے۔"

صالحہ بیگم نے ڈپٹ کر کہا تو ان کا اگلا جملہ سن کر صبا کو اپنے بے وقت بولنے پہ جی بھر کر غصہ آیا۔

چہرے سے ٹپکتی جھنجھلاہٹ دیکھ کر تو کیا یقیناً باقی سب بھی نوٹ کر رہے ہوں گے۔

"میں سویٹ ڈش لاتی ہوں۔" وہ فوراً ہی اٹھ گئی تھی۔ اویسہ بدمزہ سی ہو کر نیپکن سے ہاتھ صاف کر رہی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے بازی الٹ کر صبا کے حق میں چلی گئی تھی اور وہ کچھ نہیں کر پائی تھی۔

اور نوفل کی سوئی محبت جاگ اٹھی تو؟ اس کے دل میں ایک نئی بے چینی جاگ اٹھی تھی۔

نوفل کمرے میں داخل ہوا تو وہ وارڈروب کھولے کھڑی تھی۔ کھٹکے کی آواز پہ چونک کر دیکھا تو وہ اپنا بستر پہ لیٹ رہا تھا۔

"آج کل موسم کیسا ہے مری کا؟ تا کہ اس کے مطابق کپڑے رکھوں۔" جس طرح وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوا تھا اس سے صبا کو لگا کہ وہ اس سے اس سوال کی توقع نہیں کر رہا تھا۔

"بہت شوق ہو رہا ہے تفریحی ٹور پہ جانے کا۔" اس کی سرد مہری کے باوجود صبا اس کی چڑ کو محسوس کر کے بلا ارادہ ہی ہلکی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پہ آ گئی۔

"کیا نہیں ہونا چاہیے؟ شادی کے بعد آپ کے ساتھ پہلی مرتبہ کہیں جا رہی ہوں۔" فوراً پوچھا تو اس کے چہرے پہ استعجاب اتر آیا۔ صبا کا انداز بالکل ایسا ہی تھا جیسے ان کے مابین بہت دوستانہ روابط ہوں۔

"یہ بڑی دی کا سودا ہے۔ مائنڈ اٹ۔" وہ جتانے والے انداز میں بولا تو لمحہ بھر کے توقف کے بعد وہ بولی۔

"آپ یہ بات کسے سمجھاتے رہتے ہیں؟ ـــــــ مجھے یا خود کو؟"

نوفل کی نگاہ بہت جانچتی ہوئی اور بلا ارادہ تھی۔ صبا کو لگا شاید وہ بھڑک اٹھے۔ مگر اس کے خیال کے برعکس وہ معتدل لہجے میں بولا۔

"ان دنوں وہاں موسم کافی ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ سردیوں کا اسٹارٹ ہے اس لیے بارشوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ مناسبت سے پیکنگ کر لیں۔"

"آپ کو اگر کوئی خاص کپڑے رکھنے ہوں تو؟" وہ پلٹتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"نیچے والے کیبنٹ میں جو دو سوٹ پیک پڑے ہیں وہ یاد سے رکھیے گا۔ بس باقی کوئی سے بھی دو تین رکھ دیجیے گا۔ بس باقی کوئی سے بھی دو تمہارے لے جانا ہی پڑا تھا۔ وارڈروب میں سے کپڑے نکالتی صبا کے ہونٹوں پہ ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

●●●●●

"کیا سن رہی ہیں بھئی۔ صبا بیگم مری کی سیریں کرتی پھر رہی ہیں۔ مجھے تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس نوفل بھائی کو اس فیلڈ میں آنے کی اجازت کیسے دی؟" سخی کو جب سے اس سلسلے کا پتہ چلا تھا تب سے بلاوجہ تبصرے کیے جا رہی تھی۔

"الف ـــــــ میں تو سب کو بتاؤں گی کہ اس ایڈ میں میرے بہنوئی کام کر رہے ہیں۔" عمرہ نے مٹھیاں بھینچی تھیں۔

وجدان نے نظر بھر کر اس کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھا پھر آرام سے پوچھنے لگا۔

"تو اس میں تمہارا کیا کمال ہے؟"

"یہ کمال کیا کم ہے کہ میں ان کی سالی ہوں۔" اس نے تفاخر سے پُر انداز میں کہا تو وہ دل جلانے والے انداز میں گہری سانس بھر کے بولا۔

"بے چارے نوفل بھائی......."

"یہ کیوں کہا تم نے ______؟" وہ ٹھٹکی تھی۔

"بس یونہی۔" وجدان جیسے کترایا تھا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے کچھ چھپانا چاہ رہا ہو۔

"لو جی ______ اب تو ٹنکی ہی چیں کہ بات معلوم کیے بغیر حرولی کی رات کی نیند بھی پڑ جائے۔"

وجدان اٹھ کر چل پڑا تو وہ اس کے پیچھے بھاگی تھی۔

"بتاؤ نا وجی!"

"تم یہ بھی تو دیکھو کہ نوفل بھائی کو اس فیلڈ میں آنے کی اجازت دینے کے بعد وہ خود بھی ان کے ساتھ ساتھ ہے۔" تمکین نے نجی کی فکر دور کرنی چاہی تھی۔

"بعض کچھ بھی ہو، میاں خوب صورت ہو تو اسے خود بھی بہت زیادہ نہیں دیکھنا چاہیے، کہا کریں چپکا۔ یہ تو شارسک ہے۔ لڑکیاں تو دل لگا کر ان کا ایڈ دیکھیں گی بلکہ جس پراڈکٹ کا ایڈ ہو گا دیکھا اس سال ریکارڈ سیل کرے گی۔" وہ بڑے یقین سے کہہ رہی تھی۔ تمکین ہنسنے لگی۔

اسی وقت چچی جان تمکین کے کمرے میں چلی آئیں۔

"تم یہاں بیٹھی باتیں بگھار رہی ہو۔ اور وہ جو کھیر رکھی تھی چولہے پر اس کا کیا ہوا؟" وہ خفا تھیں۔ نجی تکیے پر سے بچکی بڑبڑا کر اٹھی۔

"وہ تو میں وہیں آنچ پر رکھ آئی تھی گاڑھی ہونے کے لیے۔"

"وہیں بھی بچی اور آپا نے ڈونگوں میں نکال بھی دی۔" انہوں نے طنز کیا تو وہ سمجھے بغیر تشکر والے انداز میں بولی۔

"شکر ہے، تائی جان نے بچا لیا۔"

"بس یونہی بیٹھے بٹھاتے مرغڑا اور دینا۔" چچی جان جل کر بولی تھیں۔ پھر اسے شرم دلانے والے انداز میں بولیں۔ "یہ اپنی تمکین ہی کو دیکھو۔ اسے بھی تو کوکنگ نہیں آتی تھی مگر اسے کم از کم شوق تو ہے۔ جب سے اس گھر میں آئی ہے انس کے لیے ایک سے ایک ڈش بنانے کی کوشش کرتی رہتی ہے۔"

"تو اس میں تمکین کا کیا کمال ہوا۔ کمال تو انس بھائی کے معدے کا ہے جو اس کی بنائی ہوئی اوٹ پٹانگ چیزیں ہضم کر جاتا ہے۔" اس نے شرارت سے کہا تو تمکین ہنسنے لگی۔

"بس اپنی ہی بک بک کرتی رہنا۔ چلو جاؤ، معید کے چند دوست آئے ہیں، ان کے لیے چائے بناؤ۔" انہوں نے چڑ کر کہتے ہوئے آرڈر دیا تو اس کی مسکراہٹ سکڑ گئی۔

"لو جی ______ اب ان کے دوستوں کے لیے بھی میں ہی چائے بناؤں۔ یہ اچھی رہی۔" بے چینی

نجی کہا ہے کہ تو ترش رخ سے بات مت کیا کرو معید کے ساتھ۔ اس سے ایک دو ماہ ہی چھوٹا ہے پورے چار سال بڑا ہے۔" چچی جان نے ہمیشہ کی طرح اسے گھر کا تو وہ سر جھٹک اٹھی۔ بڑے درمیان سے بولی۔

"بھلا کتنے دوست آئے ہیں "معید بھائی" کے؟"

بڑے ہی عذر سے پوچھی آئی تھی۔ خود چچی جان بھی جزبز ہو کر رہ گئیں۔

"بہت تیز ہو گئی ہو تم۔ چلو جلدی سے کچن میں۔"

"جا رہی ہوں ______ اتنی تیزی سے تو بار رہی ہوں، اب کیا سر تاج کہہ کر ______" اس نے جو لہجہ اپنا کر جملے ہی میں دانتوں کے زبان دبائی۔ جملہ ہی کچھ اتنا فضول تھا۔ تمکین کے قہقہے پر چل دی بلانے کمرے سے نکل گئی تھی۔

"نجانے کب یہ عقل سے کام لینا شروع کرے گی۔" چچی جان سخت ناامید تھیں۔

"آپ بیکار میں فکر کر رہی ہیں۔ تھوڑی سی لاپروا اور غیر ذمہ دار ہے، اور کچھ نہیں۔ میں بھی شادی سے پہلے ہر کام سے بھاگتی تھی۔" تمکین نے انہیں تسلی دی مگر انہیں نجی پر کوئی خاص اعتبار نہیں تھا۔

"ذرا جا کر دیکھوں، پھر سے کہیں ادھر ادھر نہ بیٹھ جائے۔" وہ چلی گئیں۔

[illegible] بہت پر مسکرایا جا رہا ہے، وہ بھی اکیلے اکیلے؟" انس کی آمد بہت اچانک تھی۔ وہ ڈر سی گئی۔ کہا۔

"آپ آگئے؟" اس کے ہاتھ سے کوٹ اور بریف کیس تھامتے ہوئے اس نے استفسار کیا تو وہ بولا۔

"کتنی بار کہا ہے کہ جب میں آفس سے لوٹوں تو ایک اچھا سا استقبال کیا کرو۔"

[illegible] کا کوٹ ہینگر میں لٹکاتے ہوئے پلٹی تھی۔

"کیسے استقبال کو آپ استقبال نہیں مانتے؟"

"تم کبھی نہ بدلنے والی ہو، میرے ساتھ رہ کر بھی کچھ نہیں سیکھا تم نے۔" وہ قدرے جھنجھلایا تو وہ دروازہ بند کرتی ہنستے ہوئے اس کی طرف آئی جو اسی نارمل سی ڈریسنگ میں بیچ بستر کے ٹانگیں لٹکائے دراز ہو گیا تھا۔

"اصلی لو اسٹوری آپ کی اور میری ہونی چاہیے، ہیر رانجھا اور لیلیٰ مجنوں وغیرہ کے بعد۔" قدموں میں بیٹھ کر اس کے جوتوں کے تسمے کھولنے لگی تو اس کا مطلب پا کر وہ ایک دم سے ساتھ ہی اس کا بازو تھام کر اسے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے جھنجھلا کر بولا۔

"کتنا کہا ہے کہ میرے شوز کو ہاتھ مت لگایا کرو۔ سخت ان رومینٹک حرکت ہے یہ۔"

تمکین کو بے ساختہ ہنسی آئی۔ "یہ کیا چھوٹی چھوٹی باتوں میں آپ رومینس ڈھونڈتے رہتے ہیں؟ میں تو آپ کی تھکن کے خیال سے ......" وہ کہہ رہی تھی جب وہ اس کی بات کاٹ

"اسی "خیال" کو رومینس کہتے ہیں میری جان! مگر تمہیں اس کا سلیقہ نہیں ہے۔ اگر تم میری فکر خیال کر کے میرے رقیب جوتوں کو ہاتھ لگانے کی بجائے بھی خوب صورت ہاتھ میرے بالوں میں پھیرتیں۔۔۔۔"

"جی ــــ اور میرے سے آپ کی ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کر کے شرٹ کے اوپری دو بٹن کھول دوں وغیرہ۔ یہ سب باتیں میں آپ کے منہ سے ہزاروں بار سن چکی ہوں۔" وہ اس کی بات کا مذاق اڑانے والے انداز میں بولی تو وہ بدمزہ ہو کر اسے گھورنے لگا۔

"تم کبھی نہیں سدھر سکتیں گی!"

"اوفوہ ــــ بگڑے ہوئے تو آپ ہیں، نا کہ میں۔ یہ سارا قصور اس کیبل کا ہے جو لگا رہے تھے کہ ان سے پہلے آپ جناب ڈیکی صورت پر فریفتہ تھے۔ انہی کی موویز دیکھ دیکھ کر آپ نے دماغ خراب کیا ہوا ہے۔" تمکین نے بھی ادھار نہیں رکھا تھا۔

"تو کیا غلط ہے۔ انسان اپنی بیوی سے رومینس نہیں کرے تو اور کس سے کرے؟" اس نے بحث شروع کی تھی۔

تمکین نے ہاتھ جوڑ دیے۔

"اس موضوع پر تو آپ ایک ہزار ایک دلیل دے سکتے ہیں۔"

"بے وقوف لڑکی! اپنے شوہر کو قابو میں رکھنے کا یہی ایک گر ہے۔"

"اوفوہ ــــ آج آتے ہی کیا فضول بحث شروع کر دی آپ نے۔ چلیں جلدی سے چینج کریں۔ آج میں نے اپنے ہاتھ سے آپ کے لیے کھانا بنایا ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے موضوع بدلا مگر اس کا موڈ نہیں بدل پائی تھی۔

"کام کی بات تو تمہیں ابھی تک سوجھی نہیں سکتی ہے۔"

وہ جیسا جیسا کپڑے بدلنے واش روم میں چلا گیا تو وہ باہر سے چلائی۔

"کبھی اس بات میں بھی رومینس کو محسوس کر لیا کریں۔ کھانا میں نے خود آپ کی خاطر بنایا۔ آپ کے کہنے سے پہلے آپ کے کپڑے واش روم میں نکال رکھے ہیں۔"

"یہ کام تو ہر بیوی کرتی ہے۔" وہ اندر سے بولا تو تمکین نے تصحیح کی۔

"ہر بیوی نہیں بلکہ ہر اچھی بیوی کرتی ہے۔"

وہ کپڑے تبدیل کر کے باہر نکل آیا۔

"بیوی اس وقت تک "اچھی بیوی" نہیں بن سکتی جب تک کہ اس کا شوہر اس کے اچھے ہونے کی سند جاری نہ کر دے۔" وہ جتانے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔ مگر تمکین نے اس کی بات کا اثر نہ لیا۔

"بھئی آپ نہ بھی کہیں، خود مجھے پتہ ہے کہ میں کتنی اچھی ہوں اور کتنی بری۔ اب چلیں کھانا کھائیں۔"

ہی خود ستائش ہو تم بھی! اپنی تعریف میرے لیے بھی رہنے دیا کرو۔" وہ آئینے کے سامنے کھڑا بال بنا رہا کہہ رہا تھا۔

خود ستائش نہیں، خود آگاہی۔ یونہی تو آپ میرے پیچھے پاگل نہیں ہو گئے۔" آئینے میں اس کی جھلک ہوئے تمکین نے اس کی دیوانگی پر چوٹ کی تو وہ جیسے تڑپ کر پلٹا تھا۔ اسے مسکراتے دیکھ کر اور ...ا۔

میرے پیچھے نہیں بلکہ تمہیں سمجھا سمجھا کر پاگل ہو گیا ہوں۔ لڑکیاں تو پتہ نہیں کس کس کے ساتھ ... ہیں۔ اور ایک تم ہو جسے شوہر کے ساتھ افیئر چلانا نہیں آتا۔"

اس کی بات سن کر تمکین نے ہنسنا شروع کر دیا تھا۔

پاگل!" وہ بمشکل ہنسی کے درمیان اسے مزید تنگ کرنے کی خاطر بولی۔ "یعنی اب میں ایک ... بندے کے ساتھ افیئر چلاؤں؟"

کیا تم ....." اس کی بات سمجھتے ہوئے وہ دانت پیستا اس کے پیچھے لپکا تو وہ دروازہ کھول کر تیزی سے بھاگ گئی۔

... میں اور ہی منظر سب کا منتظر تھا۔ محترم معید حسن صاحب، جی بی بی کے کان صاف کر رہے ...

نہیں کہا کس نے تھا وہ ناول وناول جاتے بتانے کو؟ بلکہ اسے چائے کے علاوہ اور کسی بھی نام ... سکتا ہے۔" وہ سخت لہجے میں کہہ رہا تھا۔

مجھے کوئی شوق نہیں ہے تمہارے لیے....." وہ جھک کر بولنے لگی تھی جب ایک دم سے انس سامنے آ کر اسے روک گیا۔ وہ اسے دیکھ کر جزبز سی ہو گئی تھی۔

... کیا طریقہ ہے بات کرنے کا؟"

...ـــ میں تو بس یونہی ــــ"

... کہا ہے تم سے۔ تمیز سے بلایا کرو۔ اور اگر یہ ڈانٹ رہا ہے تو کسی وجہ سے ہی۔ آگے سے ... نے کا مطلب؟" وہ بے حد سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

... بگھرا سا چہرہ لیے کھڑی جی پر ترس آنے لگا۔

... نے کون سا کونگ میں جھنڈے گاڑ رکھے ہیں۔ مجھے تو غصہ آتا ہے کہ میں بکنا کا کام ... کرتی۔ اس پر ڈانٹ اور اگر کچھ بنا بھی لوں غلطی سے تو وہ بھی بڑا جرم۔"

... وہ پہلے ہی سے بھرا رہا تھا۔

... کچھ کہتا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ جی نے بھی وہاں سے ہٹنا چاہا تھا مگر انس اس کا ہاتھ ... سامنے کی میز پر لے آیا۔

... کیا ہو گئی ہو؟"

... بھائی کی ڈانٹ کھا کے انسان کھل کر گلاب ہونے سے تو رہا ـــــ ظاہر ہے جل کر کباب ہی ہو گا

باب"

تمکین نے کچن کی طرف بڑھتے ہوئے انس کو سنایا تھا تو وہ اسے خفیف سا گھور کر ضحیٰ کی طرف متوجہ ہو گیا جو ابھی بھی خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔

"کیا بات ہے ضوئی! پچھلے کئی دنوں سے میں دیکھ رہا ہوں تمہارا موڈ خراب ہی رہتا ہے۔"

وہ اب بہت نرم لہجے میں دریافت کر رہا تھا۔ ضحیٰ کا دل بھیجنے لگا۔ وہ تو کب سے کسی ہمراز کی منتظر تھی جس پر وہ سعید حسن کی اصلیت ظاہر کر سکتی۔

"کیا بات ہے ---- ہوں؟" وہ منتظر تھا۔

"میں اپنا ماسٹرز کمپلیٹ کرنا چاہتی ہوں۔"

"تو؟ ---- پہلے بھی تمہیں کسی نے منع نہیں کیا تھا۔"

"مگر اب بات اور ہے۔ میں پڑھائی کے ساتھ کوئی اور چکر پال کر خود کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتی۔" ضحیٰ نے گفتگو کو مطلوبہ لائن پر لانے کی کوشش کی مگر انس اتنا ذہین نہیں تھا کہ سعید کی طرح بغیر کہے کہی بات کا اندازہ لگا لیتا۔

"کون سا چکر ----؟" وہ حیران سا اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"یہی ---- منگنی وغیرہ۔" وہ دبے لہجے میں بولی تو وہ اپنی حیرت دباتے ہوئے دوستانہ انداز میں بولا۔

"مگر یہ تو گھر کی بات ہے۔ نہ تو وہ منگنی کے بعد کوئی نیا شخص بن جائے گا اور نہ ہی تم بدل جاؤ گی۔"

"آپ کو پتہ نہیں، ابھی منگنی ہوئی نہیں اور سب کو مجھ میں خامیاں دکھائی دینا شروع ہو گئی ہیں۔ میرے اٹھنے بیٹھنے، بولنے چلنے پر تنقید ہونے لگی ہے۔ اس سے زیادہ ڈسٹربنس اور کیا ہو گی؟ ہر ایک کو وہ پرفیکٹ لگتا ہے اور میں خامیوں کا مجموعہ۔ تو پھر اس سارے تماشے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اس کے لئے اس جیسی "مکمل" لڑکی ڈھونڈ لیں۔" وہ غصے سے پھٹ سے کہہ رہی تھی۔

انس بے یقینی سے بولا۔

"تم اس رشتے سے خوش نہیں ہو؟"

قدرے توقف کے بعد وہ یونہی سر جھکائے مدھم لہجے میں بولی۔

"ہم دونوں میں بہت فرق ہے انس بھائی! ---- سوچ کا، ذہن کا، خیالات کا۔" اس کے انداز نے انس کو اطمینان دلایا کہ مسئلہ زیادہ سیریس نہیں تھا۔ پھر سانس کا ذرا توقف لے کر آتی تمکین کو دیکھ کر وہ بولا۔

"ہمارے ملک میں ننانوے فیصد شادیاں یونہی بے جوڑ اور بے ڈھنگی ہوتی ہیں ---- ایک مثال ہمارے گھر ہی میں موجود ہے۔"

اس کا طنز پا کر تمکین چڑتے ہوئے زور و شور سے بولی۔

"وہی تو میں نے امی سے کہا بھی کہ اچھی طرح سوچ لیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر اتنی اچھی ہے

پڑھا لکھا اور تم سے ملے تو کچھ زیادہ برا نہیں ہے۔"

"دیکھا ---- مجال ہے جو کبھی خاموشی سے میرا طعنہ سن لے۔" انس نے ضحیٰ سے شکایت کی تو اپنی شکایت رد ہو جانے پر وہ ٹھنڈی سانس بھر کے رہ گئی۔

ضحیٰ کا خیال تھا کہ انس اس کی بات کو کوئی اہمیت نہیں دے رہا۔ کھانے کے بعد تمکین کو تیار کر کے وہ ضحیٰ کے ساتھ لان میں نکل آیا۔

"اب بتاؤ ---- کیا کہہ رہی تھیں تم؟"

اس نے حیران ہو کر انس کی طرف دیکھا جو اس وقت بہت سنجیدہ لگ رہا تھا۔

"سعید کے بارے میں بات سے متعلق۔"

اس کی سوالیہ نظروں کے جواب میں وہ بولا تو ضحیٰ کا دل بلیوں اچھلنے لگا۔ اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ انس اس کی بات کو اتنی سنجیدگی سے لے گا۔ مگر پھر بھی انتہائی احتیاط سے کی جانے والی بات تھی۔ وہ انس سے بے تکلفی رکھنے کے باوجود وہ سیدھے سبھاؤ سعید سے شادی سے انکار نہیں کر سکتی تھی۔

"وہ ... میں نے امی سے کہا تھا کہ ابھی میں اس جھنجٹ میں نہیں پڑنا چاہتی۔ مگر وہ میری ایک نہیں سنتیں۔" اس نے دبے لفظوں میں بات شروع کی تو وہ اس کی بات قطع کر کے سنجیدگی سے بولا۔

"ابھی نہیں کرنا چاہتیں یا سعید سے نہیں کرنا چاہتیں؟"

وہ ٹھٹک سے رہ گئی۔ اسے قطعاً امید نہیں تھی کہ وہ اتنی جلدی نتیجے پر پہنچ جائے گا۔ مگر معاملہ سعید کا تھا اس لئے چوک جانے، یہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اسی خیال کو لے کر ضحیٰ مزید محتاط ہو گئی۔ فی الحال سارا معاملہ اوپن کرانا ٹھیک نہیں تھا۔

"میں نے کہا نا، ہم دونوں میں بہت فرق ہے۔ وہ ہر لحاظ سے مجھ سے بہتر بلکہ بہترین ہے۔ سب ایک ہی نمبروں پر ہے مگر میری اور اس کی سوچ میں بہت فرق ہے۔"

اس نے چن کر الفاظ کا استعمال کیا تھا۔ وہ انس کے سامنے سعید حسن کی شخصیت کو ناپسندیدہ قرار دینے کی بے وقوفی نہیں کر سکتی تھی۔ کیونکہ پھر اس کا جواز بھی اسی کو پیش کرنا پڑتا۔

"جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں ضحیٰ! اور یہ تو ہم مسلمانوں کا ایمان ہے کہ وہاں جو ہوتا ہے ہمارے لئے بہتر ہوتا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ دنیا میں جتنی بھی شادیاں ہوتی ہیں وہ لڑکے اور لڑکی کی ذہنی ہم آہنگی کے بعد طے کی جاتی ہیں؟ ---- ساتھ رہنے اور بات چیت کرنے سے بہت کچھ بدل جاتا ہے۔" وہ اتنا سنجیدہ بھی کبھار ہی ہوتا تھا۔ کوئی اور مسئلہ ہوتا تو وہ کنفیوز ہو بھی جاتی مگر اب فقط سن لیا۔

"بچپن ہی سے اکٹھے رہتے آئے ہیں، بات چیت کرتے رہے ہیں تب تو کچھ نہیں بدلا، اب کیا بدلے گا؟"

"رشتے کی اپنی ایک ڈیمانڈ ہوتی ہے پاگل!" وہ اس کے ساتھ ٹہلتے ہوئے خوشگوار لہجے میں کہہ رہا تھا۔ ضحیٰ کو لگا کہ سب گھر والے زبردستی ہی سہی مگر یہ شادی کر کے ہی دم لیں گے اور یہ انس یوں تو

بہت لا ابالی سا تھا مگر جونہی بات سعید پر آئی موصوف کے پاس ایک سو ایک دلائل آ گئے۔

"آپ یقین کریں انس بھائی! وہ بھی مجھے پسند نہیں کرتا۔" وہ اس کے سامنے آ کر زاری کرنے والے انداز میں بولی تو وہ رک کر تنبیہی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"بی بی فضولی! کم از کم بات تو اخلاق سے کرو اس کے متعلق۔"

"اُف ——" ضحیٰ کی کنپٹیاں سلگ اٹھیں۔

مگر بہرحال اس وقت گدھے کو باپ کہنے میں ہی عقلمندی تھی، بھنچے ہوئے لہجے میں بولی۔

"آپ "ان" سے پوچھ سکتے ہیں۔ وہ صرف تائی جان کی بات رکھ رہے ہیں۔"

"تمہیں کیسے پتہ؟"

"انہوں نے مجھے خود سے کہا ہے۔"

ضحیٰ نے اپنے لفظوں پر زور دے کر کہا تو وہ بے یقینی سے اسے گھورنے لگا۔

"سعید نے ——؟"

ضحیٰ نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ صاف گوئی سے بولا۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا۔ وہ محض امی کی بات رکھنے کے لئے تمہاری زندگی تو برباد نہیں کرے گا۔ اس نے اپنی رضامندی دی تھی اس رشتے پر۔"

"آپ تو اپنے بھائی ہی کی سائیڈ لیں گے۔"

ضحیٰ کو برا لگا تو وہ طنز سے بولا۔

"تمہیں بھی ہم نے کونسا غیر رکھا، تم بھی اپنی ہی لگی ہو۔"

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔"

"دیکھو فضولی! وہ اگر تمہیں ڈانٹتا ہے تو صرف اس لئے کہ وہ تم سے بڑا ہے۔ تمہارا بھلا چاہتا ہے۔ یقین کرو ہماری فیملی کے بہترین لڑکے کو تمہارے لئے چنا گیا ہے۔ ابھی تو تم یوں باتیں بنا رہی ہو، بعد میں اسی زبان سے اس کی تعریفیں کرتے نہیں تھکو گی۔" انس ہلکے پھلکے انداز میں اسے سمجھا رہا تھا، قدرے توقف کے بعد پھر بولا۔

"بس تھوڑا ریزرو رہتا ہے اس لئے موڈی اور مغرور لگتا ہے۔ مگر اس کے قریب رہنے والا بہت جلد اس کے متعلق اپنی رائے بدل لیتا ہے۔ تم اس کے ساتھ بہت خوش رہو گی۔"

وہ اس کی بنی ہوئی شکل دیکھنے لگا تو اسے اچانک خیال آیا۔

"یا پھر تم اس کے تھپڑ کو نہیں بھول پا رہیں جو اس نے تمہاری بیماری کے دوران رسید کیا تھا۔"

"آپ پتہ نہیں کیوں میری بات نہیں سمجھ رہے۔" وہ جھنجلا کر رہ گئی۔

"بات میں کچھ دم بھی تو ہو۔"

"اچھا، آپ یہ تو مانیں گے نا کہ وہ کسی اور کو پسند کرتے ہیں۔" وہ بھانڈا پھوڑنے والے انداز میں بولی تھی مگر انس نے قطعیت بھرے انداز میں انکار کر دیا۔

"وہ ایسا بندہ ہے ہی نہیں۔"

"یقین کریں انس بھائی! اس نے خود میرے سامنے اعتراف کیا تھا کہ وہ ایک ایسی لڑکی کو پسند کرتا ہے جو اسے پسند نہیں کرتی۔ اور ہاں اس کی الماری کے لاکر میں ایک لڑکی کی تصویر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی اور ڈائری میں شعر بھی لکھے ہوئے تھے۔" ضحیٰ نے اب کے کچھ بھی نہیں چھپایا تھا۔ وہ اس طوق سے رہائی چاہتی تھی جو منگنی کی صورت میں اس کے گلے میں ڈالا جانے والا تھا۔

"تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا ضحیٰ! —— لڑکی کی تصویر، وہ بھی سعید کے پاس؟"

وہ اسے مشکوک نظروں سے دیکھ رہا تھا اور یہ تو ضحیٰ اوّل روز ہی سے جانتی تھی کہ سعید کو رد کرنے کے لیے بہت عزت اور لامحدود دلائل کا ہونا بے حد ضروری تھا ورنہ تو اس گھر میں سبھی اسے فرشتہ مانتے

"آپ خود جا کر دیکھ لیں۔" وہ بڑے تحمل سے بولی تھی۔

"تمہیں کیسے پتہ چلا اس بات کا؟"

"آپ کی منگنی کے فنکشن کی تصویریں ڈھونڈتے ہوئے میں نے اس کا لاکر چیک کیا تو وہیں پر وہ ڈائری پڑی ہوئی تھی۔" وہ بولی۔ مگر یہ حقیقت بتانے کی غلطی بالکل نہیں کی کہ وہ تصویر اس نے لی تھی۔

"اگر وہ کسی کو پسند کرتا ہے تو پھر اسے تمہارا پرپوزل منظور کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" وہ خود کلامی کے انداز میں کہہ رہا تھا۔ انداز سے حد درجہ بے یقینی عیاں تھی۔

"سارے بدلے ایک ہی بار چکانے کا ارادہ ہوگا موصوف کا۔" ضحیٰ اب مطمئن تھی مگر انس نے جھاڑ دیا۔

"ہرگز نہیں —— وہ ایسا بندہ نہیں ہے۔"

"سوری۔" اس نے دانتوں تلے زبان دبائی۔

"کیا چاہتی ہو اس منگنی سے انکار کر دیں؟"

وہ پوچھ رہا تھا۔ اس نے کچھ کہے بغیر مظلومیت سے سر جھکا دیا ورنہ دل تو مارے خوشی کے دھمال ڈال رہا تھا۔

"ٹھیک ہے —— میں دیکھ لیتا ہوں۔ بلکہ میں سعید سے بھی صاف لفظوں میں پوچھوں گا۔ اگر مجھے پتہ چلا کہ وہ محض امی کی بات رکھنے کی خاطر اس رشتے پر ہامی بھر رہا ہے تو میں سرے سے بات ختم کر دوں گا۔ لیکن اگر ایسا کچھ بھی نہ ہوا، یہ سب تمہارا وہم ہوا تو پھر تم انکار کی پوزیشن میں نہیں ہو گی۔" وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

"بالکل ٹھیک۔" اسے سو فیصد یقین تھا کہ سعید کے لاکر کی تلاشی کے بعد کسی لڑکی ہی کی تصویر برآمد

"ٹھیک ہے —— پھر تو جو آپ لوگوں کا فیصلہ ہوگا وہی میرا۔" اس نے بڑی فرمانبرداری کا مظاہرہ کیا

ازل

تھا۔

"اوکے ــــ اب تم جاؤ۔ باقی سارا معاملہ میں دیکھ لوں گا۔"

انس نے اسے فارغ کیا تو وہ خوشی خوشی وہاں سے بھاگی تھی۔

اس کی تیزی پر چائے لے کر آتی تمکین ہول گئی۔

"یا الٰہی! ــــ اس کو کیا ہوا؟"

"شکر ہے کہ آپ کی چائے آج ہی کی تاریخ میں تیار ہو گئی۔" انس نے اسے دیکھتے ہی طنز کیا جسے حسب عادت وہ مسکرا کر نظر انداز کر گئی۔

پہلا گھونٹ بھرتے ہی انس نے منہ بنایا تھا۔

"ایمان سے تمکی! جتنی دیر لگا کر چائے بناتی ہو اتنی ہی بری بھی بناتی ہو۔"

"کبھی تو تعریف کر دیا کریں۔ دل لگا کے بنائی ہے میں نے۔"

"کبھی دھیان لگا کے بناؤ تو بنے نا تعریف کے قابل۔ چینی اتنی زیادہ ہے کہ اچھے خاصے بندے کو شوگر ہو جائے ــــ ہمیشہ غلط کاموں میں دل لگاتی ہو۔" وہ مشفقانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔

"آپ نے تو قسم کھا رکھی ہے کہ میرے کام سے خوش نہیں ہوں گے ــــ ابھی کھانے پر صرف آپ ہی نے میری تعریف نہیں کی ورنہ سبھی نے میری بنائی ہوئی چکن جلفریزی بہت شوق سے کھائی ہے۔" تمکین نے دکھے دل کے ساتھ شکوہ کیا تو وہ کپ نیچے رکھ کے بولا۔

"وہ سب رواداری میں کھا رہے تھے۔ ورنہ جتنا نمک میری پلیٹ میں تھا، اُف ــــ لگتا ہے نمک کی کان ہمارے گھر ہی میں دریافت ہو گئی ہے ــــ پتہ نہیں کس بات کا بدلہ لے رہی ہو مجھ سے۔"

"کوئی نہیں۔ باقی سب کی پلیٹوں میں نمک بالکل ٹھیک تھا۔" وہ کہہ کر خود ہی دانتوں تلے زبان دبا گئی تھی۔ انس نے حیران ہو کر اسے دیکھا تو جلدی سے بولی۔

"میرا مطلب ہے کہ باقی سب بھی تو تعریف کر رہے تھے، آپ بھی خاموشی سے کھا لیتے تو دل بڑھ جاتا۔"

"ایک اور بے وقوفی ــــ دل کا بڑھ جانا بھی ایک بیماری ہے محترمہ! یو آر ٹوٹلی ان رومینٹک۔" سخت مایوس تھا۔ تمکین زچ ہو گئی۔

"آپ مجھے یہ دل کا روگ لگا کر ہی رہیں گے۔"

انس بے ساختہ ہنس دیا تھا۔

●●●●●

مری کی بجائے ان کا پڑاؤ ایوبیہ میں پڑا تھا۔

"اسد نے یہاں بہت زبردست لوکیشن دیکھی ہے جو کہ ہمارے ایڈ کے لیے بالکل پرفیکٹ ہے۔" ڈوالے نے اپنے فوٹوگرافر کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا تھا۔

یہ لوگ اپنی گاڑی میں تھے جبکہ ڈوالے اور صبا نوفل کے ساتھ اس کی گاڑی میں تھیں۔

"ابھی مارا کیا ہے ــــ اب تو تمہارے رحم و کرم پر آ گیا۔ جہاں جی چاہے لے جاؤ۔" نوفل نے بہت معنی خیزی سے کہا تو ڈوالے کا قہقہہ صبا کو سلگا گیا اور اب یہاں کالج میں پہنچ کر بھی وہ ہنسنے کا انداز بھول نہیں پا رہی تھی۔

یاری کا خوب صورت سفر اور اب ایوبیہ کی خوب صورت وادی۔ بارش ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی بادلوں نے سورج کو ڈھانپ کر پوری وادی میں شام کا سا سماں پیدا کر دیا تھا مگر اسے کوئی بھی ہوتی نہیں بھا رہی تھی۔

کالج میں چھوڑ کر وہ خود کچھ فاصلے پر موجود ہوٹل میں چلا گیا، جہاں صرف یونٹ کے لوگ ہی ڈوالے آفریدی بھی رہائش پذیر تھی اور اس کے ساتھ ایک ماڈل گرل رائمہ کمرہ شیئر کر رہی تھی جو اس کے ساتھ ایڈ میں کام کرنے والی تھی۔

پتہ نہیں اس ایک ہفتے میں کیا کیا تماشے دیکھنے پڑیں گے۔" وہ کالج سے باہر برآمدے میں آ گئی جہاں سے سارا برآمدہ کور کر کے مضبوط جالی دار دروازہ لگایا گیا تھا۔ وہاں بیٹھ کر سامنے سڑک کے بالکل ساتھ ہی وسیع و عریض کھائی کا نظارہ کیا جا سکتا تھا۔ تبھی بادل زور سے گرجے تو وہ لرز اٹھی اور الٹے قدموں دوڑ کر واپس کمرے میں چلی گئی۔ موسم کی شدت سے اسے یوں خوف آتا تھا۔ چہ جائیکہ بادلوں کا گرجنا یا بجلی کا کڑکنا۔ بچی تو خوب انجوائے کرتی تھی۔ مگر صبا کا بند ہو جاتا تھا۔ وہ کمبل میں گھس کر بارش رکنے کی دعائیں مانگا کرتی تھی اور سب اس کی ا کرتے تھے۔

یہاں اسے شدت سے اپنی بے مائیگی کا احساس ہوا تھا۔ اسے انجان جگہ پر تنہا چھوڑ کر وہ خود سے اپنی ڈوالے آفریدی کے پاس چلا گیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اپنی حالت کا احساس کر کے وہ اسی وقت دروازہ کھٹکھٹائے جانے پر وہ بری طرح چونکی تھی۔ جھانک کر دیکھا تو جالی دار کے پار نوفل کھڑا تھا۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ ہاتھوں میں تھامے شاپر اسے تھما کر نوفل لگا کر ساتھ ہی تالا بھی لگا دیا تھا۔ صبا کا دل لرزنے لگا۔

تالا لگایا ہے؟"

نئی جگہ پر اتنی احتیاط تو واجب ہے نا۔"

کنڈی لگے ہونے کے باوجود آ جائے، وہ کیا تالے میں نہیں آ سکتا؟" صبا کو اس کی منطق نہ کہہ دیا۔ جواباً وہ اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔

کھانا نکالیں، مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

سب کچھ بھول بھال کر یک گونہ خوشی کا سا احساس ہوا کہ وہ ڈوالے کے ساتھ کھانا کھا کر نہیں

تھی نہیں۔ اس نے بھی بستر پر اخبار بچھا کر باکس کھول دیے۔ روغنی نان، کباب اور بریانی

کے علاوہ چٹنی اور سلاد تھا۔ وہ ہاتھ دھو کر بستر پر آ بیٹھا۔ صبا ہاتھ دھو کر آئی تو وہ یونہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا تھا۔ وہ جھجکتے ہوئے اس کے سامنے آ بیٹھی۔

"غلطی ہو گئی۔ مجھے ڈسپوزایبل برتن بھی لانے چاہئیں تھے۔" وہ اسے مخاطب کیے بغیر عام سے انداز میں کہا۔

"یوں بھی تو کھایا جا سکتا ہے۔"

"او کے ـــــ شروع کریں۔" اس نے قدرے توقف کے بعد کہتے ہوئے اسے بھی کھانے کی دعوت دی تو وہ جھجک سی گئی۔ ایک میز پر سب کے بیچ بیٹھ کر کھانا کھا لینا اور بات تھی۔ مگر یہاں اجنبی سے ماحول میں بالکل تنہائی میں نوفل کے ساتھ اکیلے بیٹھ کر کھانا کھانے کا الگ ہی تجربہ تھا۔ وہ اس کی طرف توجہ دیے بغیر بڑی رغبت سے کھانا کھا رہا تھا جیسے وہاں بالکل اکیلا بیٹھا ہو۔

لذیذ کھانے کی اشتہا انگیز مہک معدے پر اثر انداز ہونے لگی تو وہ بھی شرم و جھجک کو بالائے طاق رکھ کر اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گئی۔

"اگر آپ کو چاول کھانے ہوں تو آپ سلاد کے پتے یوز کر سکتی ہیں۔ چمچ تو ہیں نہیں۔" وہ بڑی سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔ خود اس نے بریانی کی طرف ہاتھ بھی نہیں بڑھایا تھا۔ شاید اس کے لئے لایا تھا۔ صبا کے دل میں خوش گمانی کی ہلکی سی رمق جاگی تھی۔

اس نے سلاد کا پتہ آدھا کر کے اس کے ساتھ چاولوں کا نوالہ بنا کر منہ میں رکھ لیا جیسے کہ ڈوسے کے نوالے کسی بھی خشک سالن کے ساتھ بنائے جاتے ہیں۔ تو بغیر چمچ کے بھی بریانی کھانا ایک آسان کام بن گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد نوفل نے بھی بریانی کے چند ایک نوالے اپنے منہ میں لئے تھے۔

کھانے سے فراغت پا کر سب کچھ سمیٹنے کے بعد وہ یونہی آ کر کمرے میں موجود واحد کرسی پر آ بیٹھی۔ نوفل بستر پر کہنی کے بل نیم دراز کسی میگزین کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ یونہی صفحات پر نظر دوڑاتے ہوئے پُرسکون انداز میں بولا۔

"دیکھ لیا آپ نے یہاں آ کے۔ کچھ بھی فائدہ نہیں ہوا۔ میں آپ کو ہر جگہ تو ساتھ نہیں لے کر جا سکتا۔"

وہ چند لمحوں تک اسے دیکھتی رہی تھی۔ پھر یاد دہانی کرانے والے انداز میں بولی۔

"یہ میری نہیں، بلکہ امی جی کی خواہش تھی کہ میں آپ کے ساتھ آؤں۔"

"انکار کے سو طریقے ہوتے ہیں اگر کرنا ہوتا۔" بہت جتاتا ہوا انداز تھا جس نے صبا جیسی ٹھنڈے مزاج کی لڑکی کو بھی سرتاپا سلگا دیا۔

"تو آپ ہی انکار کر دیتے۔ میں خواہ مخواہ کیوں خود کو سب کی نظروں میں برا بناؤں؟"

"میں نے تو کہا تھا اور سب کے بیچ کہا تھا۔ باقی سب تو آپ کے جواب پر منحصر تھا۔" وہ اس کے سرخ ہوتے چہرے کو نظر کی گرفت میں لئے اطمینان سے کہہ رہا تھا۔ وہ چڑ گئی۔

"تو مت لاتے مجھے۔ آپ کی مرضی تھی، تبھی مجھے ساتھ لائے ہیں، ورنہ......" وہ ایک دم

بارے غصے کے منہ سے الٹی ہی بات نکلی چلی جا رہی تھی۔

"خوب۔" وہ بلاتکلف ہی مسکراتا ہوا سیدھا ہو بیٹھا تھا۔ "بہت اچھے۔ یعنی میری مرضی تھی ساتھ لانے کی اس خوبصورت وادی میں لانے کی۔ یہاں کے چپے چپے پر اپنی حسینہ کے لئے، رومینٹک موسم انجوائے کرنے کے لئے۔ انٹرسٹنگ۔" وہ جیسے اس کی بات سے انجوائے ہو رہا تھا۔ وہ جھلا سی ہو کر غصے سے بولی۔

"کبھی ایسی فضول سوچیں نہیں پالیں۔ آپ جس کے ساتھ آئے ہیں اسی کے ساتھ اپنا وقت بتائیں۔ میں نے صرف امی کی خواہش کا مان رکھا ہے۔ ورنہ آپ اپنی پسندیدہ ہستی کے ساتھ ہی

اس کی بات کا کچھ بھی جواب دیے بغیر یونہی مسکراتا ہوا کپڑے تبدیل کرنے کے لئے اٹھ گیا تو وہ باہر بادلوں کی ہلکی ہلکی گرج پر غور کرنے لگی۔ وہ کپڑے تبدیل کر کے آیا تو وہ یونہی کرسی میں بیٹھی دھرے ہاتھوں پر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔

بظاہر تو نوفل کو لگا شاید وہ رو رہی ہے۔ مگر ذرا سا غور کرنے پر اسے اندازہ ہوا کہ وہ زیر لب پڑھ رہی تھی۔

لاپروائی سے شانے جھٹک کر وہ کمرے کی واحد کھڑکی کے پٹ کھولنے لگا جس میں جالی کے ساتھ شیشہ لگا ہوا تھی۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے پل بھر میں کمرے کی حبس سمیٹ کر لے گئے۔ آسمان کو بادلوں نے پوری طرح ڈھانپ لیا تھا۔ بادلوں کے گرجنے کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں آسمان پر بجلی دکھائی دے رہی تھی۔ گہری سانس کھینچتے ہوئے اس نے موسم کی دلفریبی کو جیسے خود میں سمونا چاہا اور پلٹ کر بستر کی طرف آ گیا۔

"اگر آپ کو ورد وظیفے سے فرصت مل گئی ہو تو بستر پر آ جائیں۔ میں لائٹ آف کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے صبح کے ساتھ ایکشن دیکھنے بھی جانا ہے۔" کلائی سے گھڑی اتار کر تکیے کے نیچے رکھتا ہوا وہ طنزاً کہہ رہا تھا۔ بالکل الٹا ہی پڑا۔

"لائٹ آن بھی تو رکھ سکتے ہیں۔" کچھ دیر پہلے کی سی تلخی و تیزی کی بجائے اس کے لب و لہجے میں ٹھہراؤ تھا۔ نوفل کی اس کی طرف اٹھنے والی نظر بے ساختہ تھی۔

"کیا ـــــ ایسی کیا بے اختیاری ہو گئی ہے آپ کو؟" اس کا انداز سو فیصد تمسخرانہ تھا۔ مگر وہ آہستہ سے بولی۔

"بجلی چمک رہی ہے۔ اور پھر بادل بھی گرج رہے ہیں۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"یہ تو نئی اطلاع ہے کہ آپ بھی کسی سے ڈرتی ہیں۔" چڑ کر کہتے ہوئے وہ بستر پر دراز ہو گیا

"کھڑکی تو بند کر دیں۔" صبا کو اعتراض ہوا تھا۔ "کیا خبر پہاڑی موسم میں بجلی اسی راستے کمرے میں آ جائے۔ ڈر کا کوئی ایک روپ تھوڑی ہوتا ہے۔ طرح طرح کے وہم چھلاوہ بن کر ڈراتے رہتے ہیں۔"

"یہاں ایسا کیا ہو رہا ہے جو کھڑکی بند رکھنے کی ضرورت پیش آ گئی ہے؟" وہ تلخی سے بولا تو صبا نے کچھ کہے بغیر آگے بڑھ کر کھڑکی کے پٹ بھیڑ دیئے تھے۔ نوفل نے بیزار ہو کر کروٹ لی اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔

نئی جگہ کی اجنبیت اور تنہائی کا احساس تو تھا ہی، اس پہ موسم کی شدت کا خوف سونے پہ سہاگہ تھا۔ نوفل تو کب کا سو بھی چکا تھا مگر صبا کو بہت مشکل سے نیند آئی۔

رات کا جانے کون سا پہر تھا جب بجلی کی زوردار کڑک سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ پورا کمرہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ یقیناً موسم کی خرابی کے باعث بجلی جا چکی تھی۔ خوف سے اس کا دم نکلنے لگا۔ بادل زور سے گرجے تو سرکش ہوا ایک دھماکے سے کھڑکی کے پٹ کھولتی پورے کمرے میں پھیل گئی۔ ساتھ ہی آسمانی بجلی کی کڑک اور چمک نے لحظہ بھر کو پورا کمرہ روشن کر دیا۔ اپنے حلق سے نکلتی اضطراری چیخ کو وہ کسی طور بھی روک نہیں پائی تھی۔

نوفل ہڑبڑا کر جاگ اٹھا تھا۔ مگر غنودہ ذہن اور گھپ اندھیرے کی وجہ سے کچھ اندازہ نہیں لگا پایا کہ اصل واقعہ کیا ہے۔ مگر اب کی بار بادل زور سے گڑگڑائے تو وہ اس کے بہت پاس چلی آئی۔

"مم...... مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔" وہ بے حد خوفزدہ تھی۔ اس کا لرزتا، کپکپاتا لمس نوفل کو حقیقت کی دنیا میں لانے کا باعث بنا تھا۔ بادل کے گرجتے ہی اس کے وجود کو جھٹکا سا لگا تو بے اختیار ہی نوفل نے اس کے گرد بازو پھیلا کر جیسے اسے تسلی دی۔

"لائٹ آن کر دیں نا پلیز۔" وہ گھبرا کر رو دی تھی۔

پہاڑی علاقے کی یہ رات واقعی بہت طوفانی اور بھیانک تھی۔ بادلوں کی گڑگڑاہٹ کے ساتھ کھڑکیاں بجتی محسوس ہو رہی تھیں اور آسمانی بجلی خوفناک کڑک کے ساتھ لپک کر جیسے کھڑکی کے راستے کمرے میں گھسی چلی آ رہی تھی۔

خود نوفل نے بھی ایسا شدید موسم پہلی بار دیکھا تھا۔ مگر فی الحال موسم کی شدت، بادلوں کی گرج، بجلی کی چمک کچھ بھی اس کے خیال میں نہیں تھی ——— اس کی دھڑکنیں اس پل کسی اور ہی دھن پہ محو آہنگ تھیں اور خیالات کا تانا کسی کی بے ترتیب سانسوں سے الجھ رہا تھا۔ اسے ہر بار ٹھکرانے والی، اسے مجبوری اور جبر کا نام دینے والی اس وقت اس کے بے حد نزدیک، بے دست و پا، مدد کی طالب تھی۔ انہی قربتوں کے کبھی نوفل احمد نے سپنے دیکھے تھے۔

مگر نہیں ———

نوفل کا دل پل بھر میں ڈوب گیا تھا۔

یہ وہ قرب تو نہیں تھا جو مشام جاں کو معطر کر کے صدیوں کی تشنگی کو مٹا دیتا۔ یہ وہ قربت تو نہیں تھی جو من و تو کا فرق مٹا کر محبوب اور محبت کو ہمیشہ کے لئے ایک اٹوٹ بندھن میں باندھ دیتی ہے۔ سپردگی میں وہ محبت نہیں تھی، وہ بے اختیاری نہیں تھی جو دلوں کو ایک ہی تال پر محو رقص کر دیتی ہے۔ یہ قربت فقط ایک مجبوری تھی اور اس سپردگی میں فقط خوف پنہاں تھا۔

پکا دھاوا بازو دست گیا تھا۔

پل میں تمام جذبات بھاپ بن کر اڑ گئے۔

پیچھے ہٹا کر وہ اٹھا اور جا کر کھڑکی کے دونوں پٹ بند کر کے چٹخنی لگا دی۔ کڑکتی بجلی کی چمک کی راہ بند ہوا تو کمرہ مکمل تاریکی میں ڈوب گیا۔ نوفل نے سائیڈ ٹیبل کی دراز میں ہاتھ مار کر لائٹر ڈھونڈا۔ وہ اب گھٹنوں میں منہ دیئے بیٹھی تھی۔

"اگر ساری رات موسم بگڑا رہا تو کیا آپ یونہی تماشا لگائے رکھیں گی؟" اس کے لب و لہجے میں بے زاری نہیں تھی۔ رات کے اس پل صبا کی ذرا سی "بے احتیاطی" اس کی تمام تر حسیات کو جھنجھوڑ کر رکھ گیا۔

"مجھے بہت ڈر لگتا ہے اس موسم سے ———" اس نے چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے بھیگے لہجے میں کہا۔ لائٹر کی پراسرار سی زرد روشنی میں وہ زیادہ دیر تک اس کی آنسو بھری آنکھیں نہیں دیکھ پایا تھا کہ لائٹر بجھ گیا۔

"لائٹ کر دیں پلیز۔" وہ مضطرب ہو اٹھی۔ نوفل جھنجھلایا تھا۔

"اتنی نازک کلی تو نہیں ہیں آپ۔" وہ لائٹر جلا کر اٹھا اور سامنے موجود پرانی طرز کے آتش دان کی طرف بڑھا۔ وہیں مینٹل پیس پر اس نے ادھ جلی موم بتی پڑی دیکھی تھی۔ وہ جلا کر لائٹر بجھا دیا۔

"ڈر بھی انسانوں ہی کو لگا کرتا ہے۔" وہ اب قدرے سنبھل کر جیسے اپنی صفائی پیش کر رہی تھی۔

"اچھا ——— بہت نئی خبر ہے میرے لئے۔" نوفل کا انداز تمسخر لئے ہوئے تھا جو کم از کم صبا کو تو برا لگا تھا۔

"ہر کسی کو آپ کی طرح ڈر نہیں ہوتا۔"

"بزدلی ان میں ہوتی ہے جن کے اندر ڈر چھپے ہوئے نہ ہوں۔ خود کو چھپانے کی کوشش میں رہنے والا سوکھے پتوں کے ہلنے سے بھی خوف زدہ ہو جاتا ہے۔"

ٹیبل کی دراز سے سگریٹ کا پیکٹ نکالتے ہوئے وہ بہت پرسکون انداز میں کہہ رہا تھا۔ پھر ٹیک لگائے نیم دراز کیفیت میں بیٹھ کر سگریٹ نکال کر لبوں میں دبائی اور لائٹر سے اسے آگ لگا لی۔

نوفل کے لفظوں کے معنی و مطلب سمجھنے کی کوشش میں غلطاں تھی۔ بے ارادہ ہی اسے دیکھنے لگی۔ وہ انہماک سے سگریٹ کے کش لگا رہا تھا جیسے اب کافی دیر تک جاگنے کا ارادہ ہو۔ پہلی بار صبا کو اس کے سگریٹ پینے پر غصہ نہیں آیا تھا۔

"اگر آپ سمجھتے ہیں کہ میں آپ سے ڈرتی ہوں تو آپ سراسر غلط سوچتے ہیں۔" کافی دیر کے بعد وہ دھیمے لہجے میں کہا تو وہ سگریٹ کی راکھ فرش پر جھاڑتا اسے دیکھنے لگا۔

موم بتی کی کمزور سی زرد روشنی میں وہ اسے پہلے سے بے خوف لگی تھی۔ ابھی چند لمحے پہلے والی حالت ناپید تھی۔ شاید اب حالات بدل گئے تھے۔

"میں نے آپ کو کبھی نہیں ڈرایا اور نہ ہی عورتوں پر خوامخواہ کا رعب رکھنے کا شوقین ہوں لہٰذا آپ بھی میں نے اول روز ہی کہہ دیا تھا کہ آپ بلا خوف و خطر جو چاہیں فیصلہ کر سکتی ہیں۔" وہ سمجھا رہا تھا۔ صبا کا دل ڈوب کر ابھرا تھا۔ کتنی آسانی سے وہ اتنی بڑی بات کہہ جاتا تھا جسے سوچتے ہوئے شاید زمانے لگ جاتے۔

"مجھے محبتوں کو مان دینا آتا ہے نوفل! میں نے اس گھر میں پرورش پائی ہے جہاں کا ہر مکین دوسرے کے اندر بستا ہے۔ محبت ہمیشہ سے میرا دین، میرا ایمان رہی ہے۔ میں کسی بھی شخص کو بنا سے پروان چڑھ جانے پر یقین نہیں رکھتی تھی۔ مگر بہت ساری محبتوں کو کراس سے بچانے کی خاطر یہ ذلت بھی گوارہ ہے۔ مجھے آپ کی چاہت یہاں لائی تھی خواہ مقصد کچھ بھی رہا ہو۔ مگر اب میں اپنی مرضی سے رہ رہی ہوں کیونکہ میں اپنے بھائی کا گھر برباد نہیں کر سکتی۔ اور نہ ہی کسی نے میرا بگاڑا ہے۔ ہاں مگر آپ کی طرف میرے بہت سے قرض نکلتے ہیں۔"

"ہونہہ ــــ چاہت ــــ" وہ فقط طنز سے ہنس دیا تھا۔ پھر جھک کر سرہانا فرش پر مسل کر سیدھا ہو بیٹھا۔

"بھول ہے آپ کی محترمہ! ــــ مجھے کبھی بھی کسی بھی دور میں آپ کی چاہت نہیں رہی ہے خوامخواہ کے مفروضوں کو سوچ کر اپنا دماغ مت تھکائیں۔ میں سونا چاہتا ہوں۔ اگر آپ کو نیند نہیں آ تو بخوشی باہر جا کر موسم انجوائے کر سکتی ہیں۔" وہ بے رخی سے کہہ رہا تھا۔ پھر وہ اپنی جگہ پر لیٹ گیا۔ آنکھوں پر بازو رکھ لیا مگر وہ کسی اور ہی دھیان میں تھی۔

"یہ مفروضے نہیں ہیں۔ ہاں مگر یہ سچ ہے کہ فطری طور پر میں نے بھی اس پرپوزل کے بعد کے بارے میں سوچا تھا تب مجھے لگا کہ آپ کی آنکھیں سچ کہتی ہیں۔ وہ ایک سچے آدمی کی آنکھیں تھیں۔ اب تو آپ کی آنکھیں بھی آپ کے لفظوں کا ساتھ نہیں دیتی ہیں۔"

کسی دھیان میں ڈوبی آواز نوفل احمد کو ساکت کر گئی تھی۔ کتنی ہی دیر اس کی سوچوں کے تانے اس آواز کے معنی و مطلب میں الجھے رہے تھے۔ پھر اس نے دھیرے سے بازو ہٹا کر دیکھا تو وہ اوڑھے دوسری جانب کروٹ لئے لیٹ چکی تھی۔

"کاش کہ صبا میر! تم بھی اتنی ہی سچی اور مخلص ہوتیں تو میں اپنی نظر انتخاب پر ذرا بھی نہ پچھتا اپنے پورے گھر کے پن کے ساتھ مجھے ملتیں تو میں آج اپنے پیار کی برکھا میں تمہیں یوں بھگو اس موسم کا ڈر تمہارے قریب بھی نہ پھٹکتا ــــ اس کمرے میں اجنبیت کی بجائے محبت بھری سرگوشیاں رقص کرتیں۔ میری محبت تمہیں ایسا روپ سروپ عطا کرتی کہ تم اپنے ہونے پر نازاں ہوتیں۔ مگر کاش کہ ــــ

اس کے دل میں پھر سے سگریٹ کی طلب جاگی تو وہ لائٹر اور سگریٹ کا پیکٹ لئے اٹھ کر برآمدے میں چلا آیا جہاں جالیوں کے پار موسم اپنی تمام تر شدت کے ساتھ چنگھاڑ رہا تھا۔ بادلوں کی گرج، بجلی کی چمک اور گہرائی کی طرف بہتا پانی ــــ

سگریٹ سلگا کر جالی کے قریب آن کھڑا ہوا۔
یہ بپا شور اور شدت وہ اپنے اندر بھی محسوس کر رہا تھا۔

●●●●●

یا کو میں سوچتی ہوں
یہ قسمت کا جو تارا ہے
یہ کیا ہے اور کہاں ہے
میرے خوابوں میں آتا ہے
یہ پوچھتی ہوگا
اندر چہرے میں اسے ڈھونڈتی ہوں
نگی
یہ کہتا تو ہوگا
پانے کی طلب بڑھتی ہوگی
اسی آگ میں جلتا ہوگا
دل کی حد سے سوا ہوتی ہوگی
نیند سے دور بھاگتا ہوگا
دنیا سے سگریٹ سلگا کر
بات کرتا ہوگا
مجھے پکارنے کی خاطر
بجائے کوئی نام لیتا ہوگا
کو اکثر میں سوچتی ہوں

واہ ــــ کیا بات ہے۔" وہ ڈائری تھامے باقاعدہ مزہ لے رہا تھا۔ واش روم سے بجلی کی طرح اس پر جھپٹی تھی۔

بہت بے مروت ہو تم وجدان! شرم نہیں آتی کسی کی پرسنل ڈائری پڑھتے ہوئے۔"

ذرا دھیان سے، بڑا ہوں میں تم سے۔" اس نے ہاتھ اوپر کر کے ڈائری اس کی پہنچ سے دور کی۔ تنبیہی انداز میں کہا تھا۔ اب اس "چھوٹے" کے آگے گویا ہی حرہ کی کیا چلتی تھی۔ وہ ہانپی

تو پھر کبھی بڑوں جیسی کر لیا کرو۔ کسی کی پرسنل ڈائری پڑھنا بہت گھٹیا حرکت ہے۔"
کیا ایکٹر کزن! انسان کو اپنے پرسنل کو "پرسنل" ہی رکھنا چاہئے۔ اب میں تمہارے کمرے میں تھا تو یہ ڈائری کھلی پڑی دعوت عام دے رہی تھی۔" وہ مزے سے کہہ رہا تھا۔
ذاتی چیز ہے۔

"پھر بھی ـــــ کسی کی چیز کو بنا اجازت ہاتھ لگاتے ہوئے تمہیں شرم آنی چاہیے۔"

"لو جی ـــــ شرم کاہے کی؟ بلکہ سارا قصور ہی تمہارا ہے۔ تمہیں کس نے حق دیا ہے کہ یوں سامنے رکھ کر دوسروں کا، خاص طور پر مجھ جیسے شریف نوجوانوں کا ایمان آزماؤ؟"

"تم جس قدر شریف ہو یہ میں بہت اچھی طرح جانتی ہوں۔" حمرہ نے طنز سے کہتے ہوئے ڈائری لینے کی خاطر ہاتھ بڑھایا تو وہ ایک قدم پیچھے ہٹتا ہوا اطمینان بھری شرارت سے بولا۔

"اب اس کمرہ تفتیش سے کام مت لو۔ ابھی میں جا کر سب گھر والوں کو تمہاری یہ "آزاد خیال" سناؤں گا تاکہ ان سب کو بھی پتہ چلے کہ کیسی پائے کی شاعرہ اس گھر میں سکونت پذیر ہو کر گزار رہی ہے اور کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی۔ اور تو اور میرے بابا جی کے موکل بھی اس معاملے کی تہہ تک نہیں پہنچ پائے۔"

اس کا ارادہ جان کر حمرہ چیخ ہی تو اٹھی۔

"سر توڑ دوں گی تمہارا۔"

"ارے واہ ـــــ ناراض مت ہو یار! تمہارے فائدے کے لئے ہی تو کہہ رہا ہوں۔ اس سے گھر والوں کو تمہارا آئیڈیل ڈھونڈنے میں آسانی رہے گی۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ دسمبر تک تایا جان رخصت بھی کر دیں گے۔" وہ بظاہر بہت دوستانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔ مگر حمرہ جانتی تھی کہ ذرا سی ڈھیل دکھانے کے بعد وہ ایسا کر بھی سکتا تھا۔

"پلیز ایسا مت کرو وجی! ـــــ ڈائری دو مجھے۔" وہ غصے سے بولی تو اب کی بار اس نے فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ڈائری واپس کر دی۔

"بائی داوے، یہ اتنی گھٹیا سی شاعری کس بدنصیب کے لئے کی ہے تم نے؟" وہ بڑے اشتیاق سے پوچھ رہا تھا۔ حمرہ کا جی چاہا ڈائری اس کے سر پر دے مارے۔

"کسی کے لئے بھی ہو، مگر تمہارے لئے ہرگز نہیں تھی۔" بے رخی سے کہا۔

"ٹھیک کہا ـــــ" وہ فوراً ہی متفکر ہوا تھا۔ "میں کہاں تمہاری نظم کے ہیرو کی طرح خون پی کر کلیجہ سیاہ کرتا رہتا یا گلی گلی پاگلوں کی طرح تمہارا نام پکارتا۔"

"وجدان! اب تم یہاں سے دفع ہو جاؤ۔" اس کا ضبط جواب دینے لگا تھا۔

"چلا جاتا ہوں یار! میں تو تمہارے پاس ایک چھوٹے سے کام کے لئے آیا ہوں۔ وہ تو تمہاری ڈائری نے میرا ایمان خراب کر دیا۔" وہ مسکین انداز میں کہتا ابھی بھی اس کی ڈائری کو دیکھ رہا تھا جسے وہ اپنی کتابوں کے نیچے رکھ چکی تھی۔ اس کی نظر کا محور جانتے ہوئے وہ غیر محسوس کن طریقے سے کتابوں کی طرف پشت کئے اس کے آگے دیوار بن کر کھڑی ہو گئی۔

"تو تم اپنا یہ چھوٹا سا کام اپنی جھنڈے والی سرکار کے موکلوں سے کیوں نہیں کروا لیتے جو انہوں نے تمہیں خدمت گار کے طور پر دے رکھے ہیں؟" حمرہ نے بھی اس کی طرح "چھوٹا سا" کو زور دے کے ادا کیا تھا۔

ـــــ ان سے ایسے چھوٹے چھوٹے کام کرواتا کیا میں اچھا لگوں گا؟ ان کے لئے تو میں نے بڑا کام سوچا ہوا ہے۔"

بات بھول گیا۔

"تمہارا بھی کچھ سوچا ہوگا تم نے۔"

"نہیں، ایسا سوچا ہے۔ اور بہت خوب صورت سوچا ہے۔" وہ اپنی شرارت سے جھکتی ذہین نگاہیں جمائے وقفے وقفے سے مسکرایا تو وہ اکتا کر بولی۔

"یہ خیال پلاؤ پکانا بند کرو اور نکلو یہاں سے۔ پہلے کالج میں دماغ کھپا کے آئی ہوں، گھر آکے تم سر کھا رہے ہو۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔"

"اب تم بہت زیادتی کر رہی ہو ـــــ آج آپا بڑی تائی کے ہاں گئی ہیں۔ بھابی میکے جا چکی ہیں۔ میں تو تمہارے پاس صرف پانچ کپ چائے کی فرمائش لے کر آیا تھا۔"

"ہاں ہاں ـــــ اور تم نے سوچا ہوگا کہ حمرہ تو ضرور ہی تمہارے فضول قسم کے دوستوں کے لئے چائے بنانے کی جو شاید ویسے تو میں بنا ہی دیتی مگر میری پرسنل ڈائری کو چھیڑ کر تم نے جو جرم کیا، اس کی سزا کے طور پر ان سب کو اپنے گھر جا کر چائے پینا پڑے گی۔"

"تو تمہارے ہاتھ کی بنی چائے پی کر بھی اگلا مل سکتا ہے۔ میرا مطلب ہے کہ میں نے کوئی غلطی کی ہے۔ غلطی کہہ لو، جس پہ میں سوری کر سکتا ہوں، اگر تم کہو تو۔"

"ناٹ ایٹ آل، گیٹ آؤٹ۔" حمرہ نے کمال بے مروتی کا مظاہرہ کیا تو اس کے تاثرات فوراً ہی بدل گئے۔

"ٹھیک ہے ـــــ تو میں ابھی جا کے سب کو تمہاری نظم سناتا ہوں۔ وہ کیا لکھا ہوا تھا۔
خون سے دل کو سیاہ کر
لفظوں میں لپٹا
گلی گلی پاگلوں کی طرح پکارتا"

"میرا خیال ہے دسمبر کے پہلے ہفتے میں ہی تمہاری رخصتی عمل میں آ چکی ہوگی۔" وہ دھمکانے والے انداز میں "آزادی" میں مزید اضافہ کرتا آئندہ صورت حال کا نقشہ کھینچ رہا تھا۔

"اگر تم یہ ساری نظم اس کسی کے سامنے کہو تو۔"

"میں کروں گا۔ اگر تم میرے دوستوں کے لئے چائے بنا دو گی تو۔" اس نے بڑی بے نیازی سے پیشکش کی تھی۔

"پھر میں بھی کسی کو نہیں بتاؤں گی کہ یہ میری شاعری ہے۔ اور نہ ہی میرا مذاق اڑاؤ گے۔" وہ سوالیہ تھی۔ وجدان اسے یقین دلانے والے انداز میں بولا۔

"بالکل نہیں ـــــ بلکہ میں تو کسی کو شک بھی نہیں ہونے دوں گا کہ ایک عظیم شاعرہ اپنی نااہلی کے باعث کیسی گمنامی کی زندگی بسر کر رہی ہیں۔"

"اور اگر تم اپنے کہے سے مکر گئے تو میں ساری زندگی تمہارا کوئی کام نہیں کروں گی۔" وہ نہایت سے بولی تو وجدان نے بمشکل ہونٹ بھینچ کر مسکراہٹ روکی پھر اپنے لفظوں پر زور دیتے بولا۔

"اسٹامپ لکھوا لو۔ میں زندگی بھر تمہیں شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔"

"خیر واسطے فرمانبردار تو تم کبھی بھی نہیں رہے ہو۔" سحر وہ ابھی بھی مشکوک سی تھی۔

"اگر تمہاری قسم کھاؤں گا تو پھر سے تمہیں کوئی وہم لگ جائے گا۔ اب تم چل کر چائے بنا خبیث میری جان کو رو رہے ہوں گے۔ یونیورسٹی سے سیدھے یہیں آ رہے ہیں ہم سب۔ اگر چائے کے ساتھ کچھ کھانے کو بھی ہو جائے تو برا نہیں مانیں گے۔ عاصم اور روحیل کو بھوک بھی لگ رہی ہے" مزید پھیلا تو دروازے سے نکلتی سحر ٹھٹک گئی۔

"میں صرف چائے بناؤں گی۔" اسے باور کرایا تو وہ معاشقانہ انداز میں بولا۔

"چہ۔۔۔ چہ۔۔۔ اب اتنے بڑے راز کو چھپانے کی اتنی کم قیمت؟"

"بہت گھٹیا ہو تم۔" اس کا مطلب پا کر سلگ کر کہتی وہ باہر نکل گئی۔

وہ ہنستا ہوا اس کے کمرے سے نکل کر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

●●●●●

وہ شاور لینے کے بعد تولیے سے بال رگڑتا اپنی دھن میں باہر نکلا تو اپنے بستر پر نیم دراز انس کو ٹھٹک سا گیا۔ پھر دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہوتے ہوئے اسے چھیڑنے والے انداز میں بولا۔

"کیا بات ہے؟۔۔۔ کہیں بھابی سے جھگڑا تو نہیں کر بیٹھے؟ آفس کے بعد سیدھے میرے ہی بیڈ روم میں دکھائی دے رہے ہو۔" اس کا اشارہ انس کی فارمل ڈریسنگ کی جانب تھا۔

"رانگ۔۔۔ میری مسز اپنے میکے میں ہے۔ اس لئے اس سے جھگڑے کا تو سوال ہی نہیں ہوتا۔ البتہ تم سے جھگڑا شاید ہو ہی جائے۔" وہ کہتا ہوا اٹھ بیٹھا تھا۔

معید ٹی شرٹ پہنتا اس کے سامنے کرسی پر آ بیٹھا۔

"ایسی کیا خطا ہو گئی مجھ سے؟"

"تم مجھ سے اپنی باتیں چھپانے لگے ہو۔" انس سنجیدہ تھا۔

"یہ کیا ڈرامہ بازی ہے یار! کھل کر بات کرو۔ میں بھلا کیا چھپاؤں گا تم سے؟" وہ حیرانی سے بولا تو انس نے جانچتی نظروں سے اسے دیکھا۔

"تو میں یہ سمجھوں کہ جو ثنا کہہ رہی ہے وہ جھوٹ ہے؟" وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتا انس خاموش ہی رہا۔

"کچھ بولو گے تو ہی مجھے پتہ چلے گا کہ محترمہ نے میرے متعلق کیا بیان جاری کیا ہے۔" وہ تحمل سے کہہ رہا تھا۔

"مجھے تمہاری الماری کے لاکر کی چابی چاہیے۔" انس نے اسے گھورتے ہوئے کہا تو

انداز میں پوچھنے لگا۔

"اس کا کیا کرو گے تم؟"

"تم چابی دے رہے ہو یا نہیں؟" اب کی بار وہ ڈپٹ کر بولا تو معید نے معاشقانہ نظروں سے اسے دیکھ کر کہا۔

"ویسے تو میں نے اپنی لاکر کو لاک نہیں کر رکھا۔ پھر بھی اگر تمہیں اس کی چابی چاہیے تو وہ ڈائننگ ٹیبل کی دراز میں رکھی ہے۔"

انس مشکوک نظروں سے اسے دیکھتا اٹھ کر الماری کی جانب بڑھا تو معید گہری سانس بھرتا اٹھ کر آئینے کے سامنے کھڑا بال بنانے لگا۔

انس کے لاکر میں ہاتھ مارتا پتہ نہیں کون سا گوہر نایاب دریافت کرنے کی سعی لا حاصل میں تھا۔ پھر ناکام ہو کر معید کی طرف پلٹا جو اس کے انتظار میں سینے پر بازو لپیٹے کھڑا تھا۔

"اب اگر تم چاہو تو میرے بینک کا لاکر بھی چیک کر سکتے ہو۔" وہ بڑے متحمل انداز میں کہہ رہا تھا۔

انس سانس چھوڑ کر پھر سے اس کے بستر پر دراز ہو گیا۔

"یہ لڑکی کسی دن پٹ جائے گی مجھ سے۔"

"بات کیا ہے آخر؟۔۔۔ کیوں شرلاک ہومز بننے کی کوشش کر رہے ہو؟"

"وہ مجھ سے کہہ رہی ہے کہ وہ اس رشتے سے ناخوش ہے۔ کیونکہ تم نے خود اس کے سامنے کسی اور سے منگنی اور پسندیدگی ظاہر کی ہے جس کی نہ صرف تصویر تمہارے لاکر میں رکھی ہے بلکہ اس کے لئے بہت سی شاعری بھی کر رکھی ہے۔" انس نے مختصراً تفصیل بتائی تھی۔ مگر معید کے اطمینان میں بال بھی نہیں پڑا تھا۔

"پھر تم نے اس کی بات مان لی؟"

"کچھ شک سا ہوا تھا۔ پھر وہ بات بھی تو اتنے سنجیدہ انداز میں کر رہی تھی۔ مگر اب مجھے لگ رہا ہے اس کا دماغ خراب ہو چکا ہے۔ بھلا اس غلط بیانی کا کیا مقصد تھا؟" اب انس کو ثنا پر غصہ آنے لگا تھا جس سے آج وہ معید کا لاکر چیک کرنے نکل پڑا تھا۔ بھلا اس نے کب معید پر ایک بے اعتباری کی۔ معید رسانیت سے بولا۔

"وہ یقیناً مذاق کر رہی تھی۔ تمہیں تنگ کرنا چاہ رہی ہو گی۔"

"اس بات پر تو میں نے غور ہی نہیں کیا۔۔۔" انس کو بھی اپنی غلطی کا خیال آیا تھا۔ پھر وہ سیدھا ہو کر

"ویسے معید! رشتے تو تم دونوں کے ساتھ ایک جیسا ہی ہے مگر میں پھر بھی تم سے ایک بات ضرور کہنا چاہوں گا کہ واقعی تم دونوں کی طبیعت میں بہت فرق ہے۔ تم جس قدر سنجیدہ اور ٹھنڈی طبیعت کے مالک ہو، ثنا اسی قدر لاابالی، امیچور اور جذباتی ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تمہاری جتنی اہمیت ہم سب کے لئے ہے، وہ بھی تمہاری اتنی قدر نہیں کرتی۔"

اس کی بے محبت سی تشویش سعید کو مسکرانے پر مجبور کر گئی۔

"جب میں اس کی قدر کروں گا تو اسے خود بخود میری قدر کرنا آ جائے گی۔ تم کیوں اتنی ٹینشن لے کر اپنا دماغ کھپا رہے ہو؟"

"ویسے وہ بھی اپنی جگہ بالکل ٹھیک ہے۔ جس طرح تم اس کی طبیعت صاف کر رہے تھے اس کا مستقبل خطرے میں ہی لگ رہا تھا۔ کبھی پیار سے بات کی ہو تو اس کے خیالات بدلیں نا۔"

"مشورے کا شکریہ۔" سعید نے سادگی سے کہا تو وہ چڑ کر بولا۔

"کبھی ایسے مشوروں پر عمل درآمد بھی کر لیا کرو۔ شاید یونہی تمہاری بے تکی سڑی زندگی میں بہار آ جائے۔"

"خالی پیٹ اتنی ثقیل گفتگو معدے کے لئے نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتی ہے۔ فی الحال تو کچھ رحم کر کے کھانے کی میز پر پہنچو۔ تمہارے فرمودات سے میں پھر استفادہ کر لوں گا۔" سعید نے کہا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"میرا بھی سو فیصد یہی خیال ہے۔"

وہ دروازے کی طرف بڑھا تھا۔ اس کے جانے کا یقین کر لینے کے بعد سعید اپنی جگہ سے اٹھ کر رائٹنگ ٹیبل کی طرف آیا۔ دراز کھول کر اس میں سے لاکر کی چابی اور اپنی ڈائری نکالی۔ کھولتے ہی صفحات کے بیچ رکھی تصویر جیسے روشن سی ہو گئی۔

سعید کو لگا وہ مسکراتا ہوا چہرہ ماحول پر چھانے لگا ہو۔

"تم کیا جانو انس میرا میری زندگی میں تو جانے کب سے بہار آ چکی ہے۔"

ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سوچتے ہوئے اس نے پھر سے ڈائری کو لاکر میں رکھ کر لاک لگایا اور چابی بک شیلف کی پلاسٹک شیٹ کے نیچے رکھ دی۔

یہ محض اتفاق ہی تھا کہ کل لان میں کھلنے والی اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑا وہ خود سے کچھ ہی فاصلے پر ٹہلتے انس اور تحریم کی ساری گفتگو سے واقف ہو گیا تھا۔ وہ تو کمرے میں نہ ہونے کے باعث اسے دیکھ نہیں پائے مگر سعید نے ان کی ہر بات سن لی تھی۔ تبھی تو وہ تمام فارمیلیٹیز نبھا کر بیٹھا تھا ورنہ اب تک انس پہ ہر راز آشکار ہو چکا ہوتا۔

وہ مطمئن سا ہو کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

●●●●●

سانوں اک پل چین نہ آوے، سجناں تیرے بنا
ہو سجناں تیرے بنا

وہ مسکراتے ہوئے خود بھی گلوکار کے ساتھ سُر ملا رہا تھا۔ نگین نے سخت چڑ کر ہاتھ مار کر ریکارڈر آف کر دیا تھا۔

وہ گاڑی کی رفتار کم کرتا اس کا خفا سا چہرہ دیکھنے لگا۔ اس کے ہونٹوں پر اب بھی مسکراہٹ تھی۔

"یہ میرے دل کی آواز تھی جس کا تم نے بے دردی سے گلا گھونٹ دیا ہے۔"

"آپ نے کبھی میرے دل کی آواز سنی ہے جو میں آپ کا خیال کرتی پھروں؟" وہ صدمہ ناراضگی سے بولی تو وہ بات کو اپنے ہی انداز میں لے گیا۔

"کیوں نہیں سنی تمہارے دل کی آواز ------ بلکہ میں تو ایسے کئی مواقع گنوا سکتا ہوں جب میں نے دھڑکنوں کو اپنے دل کے ساتھ دھڑکتے سنا ہے۔" باوجود ضبط کے اس کے چہرے پر پھیلی سرخی پھر وہ محجوب سی ہو کر ہنس دی۔

"بات کو گھمانا پھرانا تو آپ کو بہت اچھی طرح آتا ہے۔"

"میری اتنی ساری خصوصیات میں سے تمہیں ایک یہی خوبی دکھائی دی ہے۔" اسے جیسے افسوس ہوا۔ نگین اب پھر سے سنجیدگی کی لپیٹ میں آ گئی تھی۔ جواب میں کچھ نہیں بولی تو وہ اس کا دل بہلانے پوچھنے لگا۔

"آئس کریم کھاؤ گی؟"

"نہیں۔" فی الفور جواب آیا تھا۔

"چلو پان کھلاتا ہوں۔"

"ابھی تو کھانا کھا کے آ رہے ہیں ------ میرا بالکل بھی دل نہیں چاہ رہا۔" وہ ابھی بھی اسی موڈ میں تھی۔

"کیا ہو گیا ------ ابھی تک اسی بات کو لے کر بیٹھی ہوئی ہو۔" وہ جیسے خفا ہوا تھا۔

"آپ کو تو جیسے بہت چھوٹی بات ہے نا۔" وہ نئے سرے سے لڑنے لگی۔

"ہاں ------ جانتی تو ہو میری عادت کو یار! پھر بھی ہر بار بحث کرتی ہو۔" وہ بھی جھنجلا گیا تھا۔

"تو کیا اب ساری زندگی میں صرف ایک ہی دن کے لئے امی کے گھر جایا کروں گی؟" اسے صدمہ لگ گیا۔ "تو یہی محبت نہ ہوئی ہتھکڑی ہو گئی۔ قیدی کی طرح اوپر تلے، دائیں بائیں سے گھیرے ہیں۔ بھلے لوگ، سانس تو لینے کی اجازت دو۔"

"کم آن یار! دو منٹ کی ڈرائیو ہے۔ جب جی چاہے آ جایا کرو۔" وہ اب بھی اس معاملے کو بڑے ہلکے انداز میں لے رہا تھا۔ مگر اسے اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ ایک لڑکی کے لئے اس کے میکے کی اہمیت ہوتی ہے۔ وہ بس نگین کی ہر بے تابی صرف اپنے لئے ہی دیکھنا چاہتا تھا۔ مگر وہ اس کے انداز سے سہم کر رہ گئی تھی۔

"کبھی آپ اپنے گھر والوں سے دور رہ کر دیکھیں، پھر پوچھوں گی آپ سے۔" اسے انس کی یہ خود غرضی بالکل بھی نہیں بھائی تھی۔ ناراضگی سے منہ موڑ کر کھڑکی سے باہر جھانکنے لگی۔

"دیکھو ------ جب شادی ذرا پرانی ہو جائے گی تب جا بے شک پھر وہیں ٹھہرا کرنا۔ میں کوئی پابندی نہیں لگاؤں گا۔" وہ ابھی بھی محبت کے موڈ میں تھا۔ نگین بھنا کر رہ گئی۔

"کمال کی بات ہے، ابھی صرف تئیس کا خمار ہے۔ خود غرض ہیں۔"

انس کے ہونٹوں پر بے ساختہ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یہ خود غرضی تو ہرگز نہیں کہلا سکتی۔ کیا میں تمہارے جذبات کا پاس نہیں کرتا؟ بچی تھا تو زیادہ بہتر تھے" کی محبت سے تمہارا دل بھر گیا ہے کیا؟"

"اچھا بس——" وہ خجل سی اسے ٹوک گئی تھی۔ مجال تھی جو بولتے وقت "اول" لیا۔

"کبھی میں تمہاری طرح روکھا نہیں ہوں۔ ہاں، مجھے تم سے عشق ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ تم ہر پل میری نظروں کے سامنے رہو اور مجھ سے ایسی ہی محبت کرو ٹوٹ کر۔"

وہ بڑی صاف گوئی سے کہہ رہا تھا۔ تگین کے دل میں بڑے زور کی اتھل پتھل ہوئی تھی۔ کوئی عاشق اپنی محبوبہ سے ایسی باتیں کہہ رہا ہوتو ایسی بڑی بات نہیں لگتی۔ مگر ایک شوہر کے ہونٹوں سے اپنی بیوی کے لئے ایسے اعترافات "اعزازیہ" ہی کہے جا سکتے تھے۔ اس کا دل بھی تفاخر سے بھر گیا تو بھرم کو قائم رکھنے کے لئے مصنوعی خفگی سے بولی۔

"مجھے نہیں آتی آپ کی طرح ٹوٹ پھوٹ کر محبت کرنی۔"

"تو یار! میں کس لئے ہوں؟ اتنے مہینوں سے سکھا تو رہا ہوں۔ تم ہی اناڑی ہو، ورنہ اب تک مجھے سکھا رہی ہوتیں۔" وہ شرارت سے کہہ رہا تھا۔ وہ مارے حیا کے اسے کسی طرح سے ڈانٹ بھی نہیں پا رہی تھی۔

"آپ کو تو بس موقع چاہئے۔ انگلی پکڑاؤ تو فوراً ہاتھ پکڑ لیتے ہیں۔"

وہ اس کے احساسات کو بہت اچھی طرح محسوس کر رہا تھا۔ ہنستے ہوئے بولا۔

"میں کیا کروں؟—— میری فطرت میں رومینس ہے۔"

"جس کا بھگتان مجھے بھرنا پڑتا ہے۔" وہ بے ساختہ بولی تو اس نے رومینٹک انداز میں داد دی۔

"اتنا جنگلی تو نہیں ہوں میں۔ جانتا ہوں مقدس صحیفے کو کیسے چھوا جاتا ہے۔"

"اچھا بس۔" وہ فوراً ہی حیا کے لپیٹے میں آ گئی تھی اور اس کے یہی ڈھکے چھپے انداز تو انس کو دیوانہ بنا جاتے تھے۔ کبھی لاپرواہی تو کبھی حد درجہ بے نیازی۔ اس کی یہ ادا ہی سے مضطرب ہوتا اس کی بھرپور توجہ پاتے ہی روز اول کی طرح سراسیمگی کی حدوں کو چھونے لگتی تھی۔

اور اس کی یہی سادگی انس کی توجہ کو کہیں نہیں جانے دیتی تھی۔

"تمہی میری چاہتوں کے امیں ہو
تمہی آسماں میرا اور تمہی زمیں ہو
روح ہر پل تمہارے ساتھ رہتی ہے
جسم میرا چاہے جہاں کہیں ہو
نگاہ میں کوئی چہرہ جچتا ہی نہیں
تم سب سے بڑھ کے حسیں ہو"

وہ گنگنا رہا تھا۔ تگین ہنس دی۔

"آپ بھی نا بس، ہر وقت ناکام عاشق بننے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔"

"میرے درد دل کی تمام داستاں جسے تم ہنسی میں اڑا گئے۔" اس نے بڑے رنگین انداز میں مصرعہ پڑھا تھا۔

"بہت ہوشیار ہیں آپ۔ ایک تو غلطی کرتے ہیں اوپر سے ناراض بھی نہیں ہونے دیتے۔" تگین بڑبڑایا تھا۔

"اس میں تمہارا ہی بھلا ہے—— اگر تمہیں ناراض رہنے دیتا تو فرشتے ساری رات تم پر لعنت بھیجتے۔"

"بہت شکریہ اتنا خیال کرنے کا۔ مگر کبھی وہ باب بھی پڑھ لیں جہاں عورتوں کے حقوق لکھے ہوئے ہیں۔ اپنے مطلب کی ساری باتیں تو خوب یاد رکھی ہوئی ہیں۔" تگین نے لطیف سا طنز کیا تو وہ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے اطمینان سے بولا۔

"اس پر عمل کرتے ہوئے تو تمہیں اتنی محبت سے رکھا ہوا ہے، پھر بھی تمہاری تسلی نہیں ہو رہی۔"

"تو—— محبت صرف عمل نہیں ہوتی انس!" وہ چڑ کر بولی۔ مگر وہ اس کی بات کو سنجیدگی سے لینے لگا۔

"اوہو—— تو جناب کو بھی محبت کی کیمسٹری کا علم ہے۔" جھنجھلا کر بولی۔

"میرے نزدیک کسی کے جذبات و احساسات کا خیال رکھنے اور دوسرے کی خوشی میں خوش رہنے کا نام محبت ہے۔" وہ بولی تو اس نے فوراً کہا۔

"تو کرتا ہوں تم سے محبت۔ کبھی جو تم نے میرے جذبات و احساسات کی پرواہ کی ہو۔"

"مثلاً——" تگین نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا تھا۔ "پھر وہی مرغے کی ایک ٹانگ۔"

"مرغے کی دو ٹانگیں ہو سکتی ہیں اگر تم میری محبت کا "عملاً" جواب دو۔ اپنے ایمان سے بتاؤ کبھی جاتے ہوئے یا واپسی پر آج تک کبھی خود سے بڑھ کر میرے قریب آئی ہو؟"

"مجھے کسی ہیروئن بننے کا کوئی شوق نہیں ہے۔" وہ چڑ کر بولی تو اس نے گہری سانس بھری۔

"ہائے میرا نصیب—— ہونے کو تو میری شادی کسی مغربی دوشیزہ سے بھی ہو سکتی تھی۔ کیا ٹھاٹھ کی لائف گزرتی۔ بس ہم مشرقی لڑکے بھی پیچھے مارے جاتے ہیں۔ جہاں گھر والوں نے کہہ دیا، بیٹا کرلو شادی گردن دی۔"

"تو بہ—— یوں کہیں کہ "جہاں جہاں" گھر والوں نے کہا وہیں پر سر جھکا دیا۔ ایک سے کب تسلی تھی آپ لوگوں کی۔" تگین نے طنز کیا تو وہ فی الفور بولا۔

"کبھی بات کا روشن پہلو بھی دیکھ لیا کرو۔ چار چار کے جنازے جائز کرا رہے ہیں ہم۔"

"اف——" تگین کو اس کی لاف زنی پر ہنسی آ گئی تو وہ اصل مسئلے کے دب جانے پر اطمینان کی سانس لینے لگا۔

اگلی صبح آفس جانے سے پہلے وہ تگین کے کمرے میں گیا۔ وہ سر جھاڑ منہ پہاڑ اپنی کپڑوں کی الماری

صحیح کرنے میں غرق تھی۔

"یہ ہوتا ہے نقصان کسی کا کام نہ کرنے کا۔" انس نے اس پر نکتہ چینی کی تو وہ ناراضگی سے بولا۔
"بس ایک آپ ہی رہ گئے تھے طنز کے تیر چلانے والے۔"

"ابھی شکر کرو میرے ہاتھ میں اصلی تیر نہیں۔ ورنہ جتنا غصہ تم پر آ رہا ہے وہ بھی چلا دیتا۔"

وہ ٹھٹک کر انس کو دیکھنے لگی۔ ساتھ ہی یاد آ گیا کہ وہ ایک انتہائی خاص "مہم" سر کر کے لوٹا تھا۔

"کچھ ملا؟" اس کے اندر سنسنی پھیلی تھی۔

"تمہارا سر ——— اور سعید کے سامنے جو شرمندگی ہوئی وہ الگ۔" وہ جھنجلایا تھا۔

مٹھی بھینچ کر رہ گئی۔ انس کے ساتھ کل رات کیا "معاملہ" ہوا پورے سیاق و سباق کے ساتھ نظروں کے آگے گھوم گیا تھا۔

"آپ غور سے دیکھئے انس بھائی! یقین کریں، وہ آپ کے ساتھ ڈاؤل کھیل رہا ہے۔" وہ مصر ہوئی تھی۔

"اگر میں خوردبین لے کر بھی دیکھتا تو وہاں کچھ نہ ملتا۔ میں نے سعید سے بھی تمہارے بیان کی وضاحت چاہی تو وہاں بھی شرمندگی ہی ہوئی۔ وہ کسی بھی لڑکی کے لئے ہاں کہہ سکتا تھا نے تمہارے لئے کہہ دی۔ وہ خود افضر چاکر لڑکی پسند کرنے والا لڑکا نہیں ہے۔" وہ ہمدردانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔

سعید کے اس قدر جھوٹ نے اسے سلگا دیا۔ مگر وہ یہ بھی بہت اچھی طرح جانتی تھی کہ سعید کے آگے اس کے کسی بھی سچ کو محض بچپنا یا جذباتیت ہی تصور کیا جائے گا۔ سو مزید بات بڑھانے کی بجائے تپ کر غصے سے بولی۔

"وہ محض اپنا امیج بنا رہا تھا۔ مگر کوئی بھی میری بات پر یقین کرنے کو تیار نہیں۔ لیکن ایک دن ضرور آئے گا جب اس کی اصلیت آپ سب کے سامنے آ جائے گی۔ تب آپ کو میری باتوں پر یقین آئے گا کہ آپ کا فرمانبردار اور باکردار بھائی نہ صرف کسی لڑکی پر فریفتہ ہے بلکہ اس سے شادی بھی کرنا چاہتا ہے۔"

"شٹ اپ مٹھی! اور اپنا لب و لہجہ درست کرو۔ اگر کبھی کسی نے تمہیں ٹوکا نہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تمہیں سعید کی عزت نہیں کرنی چاہئے۔ وہ کیسا ہے، یہ سب جانتے ہیں، تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔" انس نے بہت سنجیدگی سے اسے ڈانٹ دیا تھا۔

وہ سرخ چہرہ لئے ہونٹ بھینچے بہت ضبط سے اسے دیکھتی رہی تھی۔ مگر آگے سے جواباً ایک لفظ نہیں بولی تھی۔

"صرف وہی میرا بھائی نہیں، تم بھی میری بہن ہو۔ اور میں جانتا ہوں کہ تم ہم سب کا مان، تھوڑی سی بے وقوف ہو مگر خود غرض نہیں ہو اس لئے باہمی اختلافات کو اگر اتنی خوب صورتی سے ختم کرنے کا موقع مل رہا ہے تو اسے مت گنواؤ۔ یقین کرو، سعید کے ساتھ گھر والوں کو اور بھی پیارا ہو

بہت دوستانہ انداز میں اسے سمجھا رہا تھا۔ مگر وہ تو جیسے بھنوروں کی زد میں تھی۔

——— فرمانبردار ——— با کردار۔

اگر مجھے کوئی عزت یا مقام ملے گا تو اسی کے توسط سے۔ جس میں خود سے کچھ بھی نہیں

اب تک ہوگا ———؟

وہ بھی اپنے چہرے پر فرمانبرداری کا نقاب اوڑھے سب کی نظروں میں معتبر بنا رہے گا۔ اور

———!

اس کے نام سے جانی جائے گی۔

وہی جس نے لاپرواہ اور جذباتی مٹھی مہر سے شادی کر کے اس کی زندگی سنوار دی اور اپنی کر کے زندگی گزار دی۔ فیصلے کا حق ہوتے ہوئے بھی جس نے اپنی منہ بولی ماں کا مان ان کے فیصلے پر سر جھکا دیا۔

پرفیکٹ میں، ویری پرفیکٹ انس مین۔

دیر اسے سمجھا کر اور سعید کی شان میں رطب اللسان رہنے کے بعد چلا گیا تو وہ ضبط کھو بہت کر روئی اور اس کا ہر آنسو شکست کی سرزمین سے پھوٹا تھا۔

●●●●●

——— تمہارے موکل کچھ کام نہیں کر رہے۔" تگین سخت مایوس تھی۔ وہ اس وقت کچن میں کے لئے چائے کے ساتھ شکر چپس بنا رہی تھی۔

ارے بھابی ماں! آپ ایک تو بہت جلدی مایوس ہو جاتی ہیں۔ جبکہ ان کا اثر ہو گا ذرا دیر سے مگر اتنا ہی اثر ہوگا ——— اب ستائیس سالوں کے بگڑے چند دنوں میں تو ٹھیک ہونے سے رہے۔" وہ مناتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "آپ بس انہیں دم کیا ہوا نمک اور چینی کھلاتی رہیں۔"

اسے رہی ہوں۔ اتنی ڈانٹ کھا چکی ہوں۔ کبھی چائے میں چینی زیادہ ہو جاتی ہے تو کبھی کھانے میں۔" وہ بسورتے ہوئے بولی تو وجدان نے چپس اٹھا کر منہ میں رکھتے ہوئے بڑے مدبرانہ انداز

نمک، چینی سے مل کر زندگی ہی بے بھابی ماں! آپ کچھ دن اور انہیں یہ دونوں چیزیں کھلاتی بس پھر شوہر آپ کے قدموں میں ہوگا۔"

——— بے وفا تو نہیں وہ۔ بس میرا کہنا نہیں مانتے۔" تگین نے جلدی سے تردید کی تو وہ

وغیرہ سب شوہر کے دل پر راج کریں گی آپ۔"

میرا کام نہیں ہوا تو وجدان! تو دیکھنا میں تمہارا کیا حشر کروں گی۔" تگین نے اسے دھمکایا۔

ہاتھوں سے وہ وجدان کا دم کیا ہوا نمک اور چینی انس کی ہر کھانے کی ڈش میں ملا رہی تھی۔

بھلا کے۔

"بابا جی جھنڈے والی سرکار نے مجھے بخشش دی ہے کہ میں اپنے چھوٹے موٹے کلمات سے لوگوں کی مشکلات حل کر سکوں، اللہ کے حکم سے۔"

اور نگین کا دھیان فوراً انس کی طرف گیا تھا۔

"کاش کبھی وہ میرے بس میں آ جائیں۔"

"وہ آپ کے بس تو کیا ٹرک میں بھی آ سکتے ہیں۔ وہ بھی بہت آسانی سے۔" وجدان تو موقع کی تلاش میں رہتا تھا، چٹکی بجا کر بولا تو اسے گھور بیٹھی۔

"وہ کیسے؟"

"بس ذرا سا دم کیا ہوا نمک اور چینی کھلا دیں انہیں، پھر دیکھئے گا جھنڈے والی سرکار کا کمال۔" مسکراہٹ دبائے کہہ رہا تھا۔

ضحیٰ فوراً اس کی شرارت بھانپ گئی۔ اس نے اسی وقت نگین کو منع کر دیا۔

"یہ سب اس کی بکواس ہے۔"

"تم بتاؤ نہ ایسا ہو سکتا ہے کیا؟" وہ بڑی آسانی سے ٹریپ ہو گئی تھی۔ ضحیٰ سر تھام کر بیٹھ گئی۔

"ہاں ـــــ ہو تو سکتا ہے مگر کچھ نذر و نیاز دینا پڑے گی۔" وہ بڑی ہوشیاری سے کہہ رہا تھا۔

"وہ کیا؟"

"بھئی یہی، میرے موکلوں کی میرا مطلب ہے کہ کبھی کبھار میرا کوئی کام کر دیا کریں، میرے دوستوں کو چائے پانی پوچھ لیا کریں اور بس۔" اس نے کہا تو نگین بخوشی مان گئی تھی۔

اور آج یہ اسی کرشمے سے پیوستہ سین تھا۔

"ایک تو آپ بہت جلد باز ہیں۔ یہ نہ ہو کہ عمل الٹا پڑ جائے۔" وہ چائے کا کپ اور نمکو کی پلیٹ اٹھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"الٹا ہی تو پڑ رہا ہے۔" وہ گہری سانس بھر کے رہ گئی تھی۔ وجدان مسکراتا ہوا کچن سے نکل گیا۔ انس کے لئے چائے لے کر وہ تائی جان کے کمرے میں چلی آئی جہاں کوئی بحث بہت زور و شور سے جاری تھی۔

"یوں ہتھیلی پہ سرسوں مت جماؤ انس! اور ویسے بھی جب تک صبا اور نوفل واپس نہیں آ جاتے تب تک کچھ نہیں ہو سکتا۔" تائی جان کہہ رہی تھیں۔ پھر نگین کو دیکھ کر گفتگو میں شامل کر لیا۔

"سعید اور ضحیٰ کے رشتے کی بات کر رہا ہے۔ یہی تو موقع ہوتے ہیں اپنوں کے مل بیٹھنے کے، ابھی کچھ نہیں کرنے والی۔"

"وہ لوگ کون سا دور گئے ہیں۔ اور اب تو ویسے بھی ان کی واپسی میں تین، چار روز ہی ہیں۔" انس کو چائے کا مگ تھماتے ہوئے نگین نے انہیں تسلی دی تھی۔

"یہی تو میں بھی کہہ رہا ہوں ان سے، گھر ہی کی تو بات ہے۔ منگنی کی رسم تو کم از کم ابھی کر لیں، باقی سب نوفل اور صبا کے آنے پہ ہو جائے گا۔" انس نے کہا تھا۔

"ـــــ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ آگے جو آپ مناسب سمجھیں۔" نگین نے سادگی سے کہا تو بڑا بہو مری پہ تائی جان مسکرا دیں۔

"میں کبھی یہی کہوں گی کہ تمہارے ابو سے۔ چاہے گھر ہی کی بات ہے مگر تاریخ لینے کے لئے بھی کچھ رسومات ادا کرنا پڑتا ہے۔ ہم باقاعدہ ضحیٰ کا رشتہ مانگ کر منگنی کی تاریخ طے کریں گے۔" انہوں نے بتایا تو پھر فوراً بولیں۔

"مریم کو بھی بلاؤں گی۔ اس کے تو وہ میرے رشتے ہیں، بھائی بھی ہے اور بھتیجی بھی۔"

پھر کل کا دن رکھ لیتے ہیں ـــــ آج آپ ابو سے بات کرنے کے بعد مریم پھپھو کو فون کر لیجئے۔"

نہ ٹلنے والی تھی۔

"لگتا ہے ـــــ آپ سے سعید بھائی کی آزادی برداشت نہیں ہو رہی۔" تائی جان کے کمرے سے نکلتے ہوئے نگین نے دھیمی آواز میں اس پہ طنز کیا تو وہ ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے بولا۔

"مجھے تو حسرت ہی رہی اس قید کا مزہ چکھنے کی۔ میں تو ترس رہا ہوں قیدی بننے کے لئے۔ پتہ نہیں یہ رشتے کو قید کہتا ہے۔"

"بات کا سرا خود سے ضرور جوڑا کیجئے آپ۔" اس نے ناک سکوڑ کر کہا تھا۔

"رحم کرو ـــــ تمہارے تمام سلسلے ویسے بھی مجھ سے ملتے جاتے ہیں۔" انس نے کہتے ہوئے اس کی بازو حمائل کیا تو لاؤنج سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف آتا سعید یہ نظارہ دیکھتے ہی واپس پلٹ

گیا۔ نے تڑپ کر انس کا ہاتھ پیچھے ہٹایا تو وہ ڈھٹائی سے ہنسنے لگا۔

"کیا کچھ لوں ہی کی بات ہے۔ پھر یہ حضرت بھی ایسے ہی ہمیں بار بار کرتے دکھائی دیں گے۔"

"کم از کم کمرے کے باہر تو اپنی حرکتوں پہ قابو رکھا کریں۔" نگین کو سعید کا سامنا کرنے کے خیال سے شرم آ رہی تھی۔ انس پہ بگڑی تو وہ کورنش بجا لایا۔

"گویا آپ نے کمرے کے اندر کی حرکتوں پر یقین دلا دیا۔"

"آپ کبھی نہیں سدھر سکتے۔" وہ دانت پیس کر کہتی لاؤنج میں رکے بغیر اپنے کمرے میں چلی گئی جبکہ انس مسکراتے ہوئے وہیں سعید کے پاس براجمان ہو گیا۔

"رحم کرو، پورے گھر کو "لوا سیات" بنائے پھر رہے ہو۔"

اس کی مستقل مسکراہٹ نے سعید کو ٹی وی اسکرین پر سے نگاہ ہٹانے پر مجبور کر دیا۔ انس نے ہلکا سا بال بکھراتے چھیڑنے والے انداز میں بولا۔

"چاہتا ہوں تم بھی کچھ سیکھ لو۔ مستقبل قریب میں ایسی بہت سی "شرعی" حرکتیں کرنا پڑیں گی۔ شرط آپ۔" وہ سنجیدہ تھا۔

"ابھی تو دادا ابا کی کرسی چھوڑ کر اپنی عمر انجوائے کر لیا کرو۔" انس نے اسے مشورہ دیا تھا۔ اس کی

بات پر سعید کو ناچار مسکرانا پڑا۔ تب انس نے اصل بات شروع کی۔

"میں نے امی سے کہہ دیا ہے اور وہ بھی اب باقاعدہ طور پر چچی جان سے حنی کا رشتہ مانگنے گئی ہیں۔ بس آج والد صاحب سے بات ہو جائے، پھر کل مریم پھپھو بھی آ جائیں گی اور یہ بیل منڈھے چڑھ جائے گی۔"

وہ خاموش ہو کر سعید کو دیکھنے لگا جیسے اس کے تاثرات جاننا چاہتا ہو۔ مگر وہ اطمینان سے بیٹھا سن رہا تھا۔

"اب کچھ پھوٹو نا منہ سے۔" انس کو غصہ آیا تھا۔

"اس سارے معاملے سے میرا کیا تعلق؟" وہ بڑی سادگی سے پوچھ رہا تھا۔ انس کی ساری دھری کی دھری رہ گئی۔ پھر اسے سخت طرارہ آیا تھا۔ دانت پیستے ہوئے بولا۔

"سمجھ میں نہیں آتا تمہارا دماغ ٹھکانے لگاؤں یا بے چاری حنی کی قسمت پر افسوس کروں جن کی شادی ہو رہی ہے وہ دیواروں سے نہیں بلکہ ایک عدد جیتی جاگتی لڑکی سے۔ اس سارے معاملے سے تعلق نہیں ہوگا تو کیا ہمسایوں کا ہوگا۔"

"اُف، اتنا غصہ۔" سعید بے ساختہ ہنس پڑا جس پر انس کا خون ایک پوائنٹ مزید جلا تھا۔

"اب تم میرے منہ سے ضرور کچھ الٹا سیدھا سن لو گے۔" انس نے لب بھینچ لیے جیسے واقعی کچھ نکل جانے کا خدشہ ہو۔ سعید نے دانتوں تلے لب دبا کر مسکراہٹ روکی تھی۔

"اچھا ——— مجھے کہنا کیا ہے، وہ تو بتا دو۔"

"اس مسئلے کو اتنا ایزی مت لو سعید!" وہ بے حد سنجیدہ تھا۔ پھر مزید کہنے لگا۔ "میں نے اندازہ لگایا ہے کہ حنی اس رشتے سے خاص خوش نہیں ہے۔ تبھی تو سب معاملے طے ہو جانے کے بعد بھی وہ مخالفت میں بات کر رہی ہے۔"

"یہ سب اس کا بچپنا ہے انس! اور کچھ نہیں۔ میں نے چھوٹے ماموں کو صاف لفظوں میں کہہ دیا ہے کہ میری طرف سے اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں اور یہ بھی کہ وہ حنی کو مکمل آزادی دیں۔ مامی بتا رہی تھیں کہ حنی کو کوئی اعتراض نہیں۔ اس نے چھوٹے ماموں کے سامنے اس رشتے پر ہامی بھری تھی۔"

سعید نے ہلکے پھلکے انداز میں کہتے ہوئے اسے ریلیکس کرنا چاہا تو وہ بولا۔

"مگر میں پھر بھی چاہتا ہوں کہ ایک بار یہ رشتہ طے ہونے سے پہلے تم دونوں میرے سامنے مسئلے پر بات کر لو۔"

"کم آن انس! ——— تم خوامخواہ ایک بے بنیاد بات کو طول دے رہے ہو۔ کل جب بڑی مامی باقاعدہ چھوٹی مامی سے بات کریں گی تو ہر بات کھل کر سامنے آ جائے گی۔ اگر حنی کو ذرا سا بھی اعتراض ہوا تو کوئی بھی نظرانداز نہیں کرے گا۔ ہاں اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اس بے وقوف اور جذباتی لڑکی کو کوئی نکیل ڈال سکتا ہے تو پھر کہیں بھی اس کا رشتہ طے کرا دو۔ بہرحال یہ بڑی مامی کی خواہش تھی۔ …

…معاملے سے بے خبر تھا۔" سعید نے سنجیدگی سے کہا تو وہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

…خاموش تھے۔

…توقف کے بعد انس نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

"…بات تو تم نے سو فیصد سچ کی ہے۔ حنی کی بے وقوفیوں کو صرف تم ہی برداشت کر سکتے ہو اور …سچ ہے، گھر کی مٹی گھر ہی میں لگ جائے گی۔ اچھا خیال ہے۔"

…مسکرا رہا تھا۔ تبھی انس کو کوئی خیال گزرا تو وہ بڑی تیزی سے سیدھا ہو بیٹھا۔

"…وقوفیوں کی گٹھڑی کو کوئی لے گی۔ بے وقوفی ورنہ تو سر پر نہیں لیتا۔ سچ بتاؤ سعید! کہیں تمہیں اس سے …تو نہیں ہو گئی؟" اس کے پُرجوش انداز پر سعید نے بے ساختہ در آنے والی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"…ہو گئی ہے۔"

…ہوا تھا۔ پھر بھی خوش دلی سے بولا۔

"…بات یہ ہے کہ تو سب کا ایک ہی ہے۔ عادت کو عقیدت میں اور عقیدت کو محبت میں بدلتے دیر …"

"…ٹھیک ہے ——— صاف لگ رہا ہے کہ حنی پوری طاقت سے تمہارے دماغ پر حملہ کر چکی… بیمار ہو جاؤ۔ صبح تک کافی افاقہ ہو جائے گا۔" وہ مصنوعی ناصحانہ انداز میں کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"…یار! میری رکھ بیست ہے کہ کچھ سمجھتے نہیں، محبت کرنا۔ کسی کو زندگی دینے کے لیے صرف …ہوتا ہے۔"

…کوریڈور میں قدم رکھتے ہوئے اپنے پیچھے انس کی بات سنی تھی۔

…ہنس دیا۔

"…محبت کر چکا ہوں انس میرا ——— اب تو جو فریق ثانی کے تیور ہیں ان کے مطابق ہی … اور اس میں سر فہرست کیا ہوگا ——— ؟"

…گھر ہوئی۔

…کمرے میں داخل ہونے تک وہ اپنی آئندہ زندگی کا تجزیہ کر چکا تھا۔

●●●●●

…بڑی مامی جان نے باقاعدہ رشتہ مانگنے کا اہتمام کیا تھا۔

…کے ساتھ شوخ و شریر نادیہ بھی آ گیا تھا اور اب وہ مسلسل سعید کو اپنی شوخیوں کی زد میں لیے … زبردستی کی چھٹی پر تھا۔

"…عماد!"

…مسلسل اسے پکار رہی تھیں مگر میوزک کے ساتھ ساتھ خود ان کا بھی اتنا شور تھا کہ وہ سن … رہا تھا۔ انھوں نے خود بھی بیٹھ کر اس کے شانے پر تھپڑ رسید کیا تب وہ انس سے … کر ان کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"کس قدر واہیات ہو تم ——— کمال ہے جو ایک آواز سن لو۔" انہوں نے تحمل کر کہا تھا۔

"میں پہلی ہی آواز سن چکا تھا والدہ محترمہ! مگر آج میں "احتجاج" پر ہوں۔ سب کی تابعداریاں ہیں سوائے میرے۔" اس نے ان سے کام پوچھنے کی بجائے ناراضگی کا اظہار کر دیا تو کئی لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"جس طرح کی غیر ذمہ دارانہ حرکات ہیں نا تمہاری، دیکھ لینا اگلے ہی روز نکالے جاؤ گے۔" انہیں کام کے وقت بیٹے کی شوخی بالکل نہیں بھائی تھی۔ چچی جان کی طرح وہ بھی کبھی کبھار ہی اس کی شرارتوں سے محظوظ ہوتی تھیں۔ کام کے وقت وہ سب کی پوری توجہ کی متمنی رہتی تھیں کہ کروائے آخر۔

"تو اور لے آئیں گے ——— ورنہ پھر ازل اور پھر اس سے بھی ازلی۔" وہ دوبارہ بولا تو اُم ہانک لگائی۔

"یہ اردو والا "ازلی" ہے یا انگلش والا "ازلی" (بدصورت)؟"

"مسخرہ پن بند کرو۔ تمہی لوگوں کا آئیڈیا تھا کہ اس پورشن سے باقاعدہ رشتہ لے کر پھوپھا ابا کے ہاں جایا جائے۔ اور اب یوں تماشوں میں بجے ہوئے ہو۔ تم دیکھو ذرا۔ صبح سے وہ لوگ اب تک میں بندھے ہوئے ہیں۔ اب اٹھ جاؤ سب۔" انہوں نے اسے گھر کا تو وہ شرافت سے بیٹھ گیا کھڑا ہوا بلکہ معصومیت سے پوچھنے لگا۔

"وہاں وکیل کی بھی ضرورت پڑے گی۔ معیز کو ساتھ لے لیں؟"

"تم بالکل لاعلاج ہو۔" مریم پھپھو مایوس ہو گئیں تو اس نے ہنستے ہوئے انہیں بازو کے گھیرے لے لیا۔

وہ لوگ باقاعدہ مٹھائی اور فروٹ لے کر چچی جان کے ہاں گئے تھے۔ تایا جان پہلے ہی سے موجود تھے۔

"یہ لیں، ہم بڑے ماموں کو وہاں تلاش کر رہے ہیں اور یہ یہاں بیٹھے ہیں۔" عماد کو اعتراض تھا۔ چچا جان نے اسے گلے لگاتے ہوئے شکوہ کیا۔

"اب بالکل تو پر یا مت کرو۔"

وہ سب اطمینان سے بیٹھ کر باتوں میں مصروف ہوئے۔ تمکین نے چچی جان کے ساتھ کچن کا رخ کیا تھا اور باقی سب نے شوخی کے کمرے کا۔

وہ سر منہ لپیٹے بستر پر دراز تھی۔

"اوہو ——— تو یہاں فراق کی گھڑیاں گنی جا رہی ہیں۔" عماد نے سخت خفگی سے جتا یا تھا۔ تب کر اٹھ بیٹھی۔

"اب آپ لوگ میرا دماغ مت کھائیے گا۔"

"کھسکا ہوا تھا جو آن کا دماغ
ٹھکانے لگانے کے دن آ رہے ہیں"

وہ خفگی سے اسے دیکھنے لگی۔ جبکہ عماد نے اس کا شانہ تھپک کر اسے داد دی تھی۔
سب وہیں جم کر بیٹھ گئے۔ مگر ان کے لئے وہیں جوس کے گلاس لے آئی تھی۔ ذرا دیر میں بھی۔
بہت خوشی ہو رہی ہے کہ تم میری دیورانی بن رہی ہو۔" اس نے شوخی کو لپٹا کر کہا تو نا گواری اپنے چہرے سے نکلی تھما ہٹ کو چھپا نہیں پائی تھی۔
ہم اس نالائق کے لئے اتنا اچھا رشتہ لے کر آئے ہیں اور یہاں منہ پر پھٹکار برس رہی ہے۔"
آئی ہوئی تھی۔
نہیں، ایسے ہی آپ اب تنگ مت کریں اسے۔" تمکین نے شوخی کی سائیڈ لی تھی۔ مگر وہ لوگ نے والے تھے۔ انس نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے متاسفانہ انداز میں کہا۔
یقیناً تم نے شاعر مشرق کا مصرعہ کہ۔

"بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا"

"بڑی" پر خاصا زور دیا تھا۔
بلاوجہ بھی آئینہ دیکھ لیا کریں۔ آپ کے چہرے بھی کوئی خاص پر نور نہیں ہیں۔" شوخی کی
ت کوئی خاص پائے کی نہیں تھی۔ فوراً ہی جواب دے گئی تو وہ چیخ کر بولی۔
مجھے تسلی ہو گئی ہے کہ اسے ناعمرہ تایا ابو پر دونوں کی خوشی میں اس کا دماغ پھرا نہیں ہے بلکہ یہ پہلا ہی دماغ ہے جو شوخی کو اس سے پہلے تھی۔"
ئی ہوئی تھی مگر اس کی تمنی نگاہ شوخی اچھی طرح محسوس کر رہی تھی تبھی تو لا محالہ اسے اپنا موڈ ۔
احت ہو رنگ کیسی ہے یار! ادھر وہ گیا ادھر یہ سستی۔" عماد سخت مایوس ہو رہا تھا۔
ظاہر کیا۔
آپ کی طرح "شاہراہ عام" نہیں ہوتا۔"
لطف سے ہر کوئی محظوظ ہوا تھا۔
——— شوخی اندر سے کچھ اور ہی معاملہ ہے تم دونوں کا۔" وہ اب بھی باز نہیں آ رہا تھا۔
وہ سب کتنے ہی خوش گوار موڈ میں کیوں نہیں تھے، شوخی کو ان کی کوئی بھی بات "بھنبھیڑ" جیسی

کل بے زاری، کوفت اور سب سے بڑھ کر جبر کا احساس۔
کی تاریخ نوفل اور صبا کے لوٹ آنے کے اگلے دن طے ہوئی تھی اور وہ ساکت بیٹھی اپنی ق کو الٹے پلٹے دیکھ رہی تھی۔

●●●●●

منے اسے بھی زبردستی اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"یہ بھلا وہاں کیا کریں گی؟" نوفل نے دبے لفظوں میں اپنی ناگواری کا اظہار کیا تو وہ انداز میں اسے تاڑنے لگی۔

"قسمت سے اگر بیوی اچھی مل ہی جائے تو بہت ناشکرے ہو جاتے ہو تم مشرقی مرد۔ قسمت سے "اپنا حق" سمجھ کر وصول کرتے ہو۔ حالانکہ سوچو تو تم لوگوں پر تا عمر سجدہ شکر واجب ہے۔ مگر سوچو تب نا۔"

"میں تو اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ہم کام میں مصروف ہو جائیں گے تو یہ بور ہوتی رہیں گی۔ یونٹ کے لوگ۔۔۔۔"

وہ فوراً سنبھلا تھا۔

"مانا کہ تمہاری بیوی بہت خوب صورت ہے اور تم اس کے لئے بہت پوزیسو ہو مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اسے دنیا سے چھپانے کی خاطر تنہائی کی مار مار کے رکھو۔"

صبا نے ان دونوں کی ساری گفتگو واش روم میں کپڑے تبدیل کرنے کے دوران سنی تو قدرے ہی شرمندگی محسوس کرنے لگی۔

"کم آن ڈرالے! اتنا ظالم نہیں ہوں میں۔ وہ خود بھی ایسی سچویشن کو اوائیڈ کرتی ہیں۔ میں پابندی کیوں۔۔۔۔"

وہ صبا کو واش روم سے باہر نکلتے دیکھ کر بات ادھوری چھوڑ گیا تھا۔ ڈرالے نے اس کی نظر کے تعاقب میں پلٹ کر دیکھا تو جدید تراش کے ریڈ اینڈ اورنج خوب صورت سی کڑھائی سے مزین لباس میں ملبوس صبا کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں بے ساختہ ستائش سی اتر آئی جس کے اظہار میں اس نے کنجوسی سے کام نہیں لیا تھا۔

"مائی گاڈ ۔۔۔۔ یو آر لکنگ بیوٹی فل صبا! یقین کرو اگر تم روزانہ یونہی لگتی ہو تو میری سمجھ میں نہیں آتا نوفل کے حواس کیسے قائم ہیں؟"

مغرب کی یہی خوبی یا خامی کہہ لیں، وہاں کے لوگ بات کو دل میں نہیں رکھتے۔ برا لگے ہو یا بھلا فوراً "داد" دینے کے عادی ہوتے ہیں۔ تبھی تو انہیں ہماری طرح "آر یا پار" کے خدشے نہیں ستاتے۔

مگر ادھر صبا تھی۔

اس قدر کھلے الفاظ نے لمحہ بھر میں اسے بری طرح نروس کر ڈالا۔ چہرے سے پھوٹتی سرخی لئے وہ نوفل کی طرف دیکھنے لائق بھی نہیں رہی تھی۔ اس کا سرخ پڑتا چہرہ دیکھ کر ڈرالے کو مشرقی حسن کا خیال آیا۔ وہ بے ساختہ ہنسنے لگی۔

"اوہ مائی گاڈ ۔۔۔۔ تم واقعی لکی ہو نوفل! تمہاری بیوی تو ابھی تک تم سے بھی شرماتی ہے۔"

اب چاہے نوفل اور صبا کے درمیان کچھ بھی نہ رہا ہو، وہ اس سے کتنی بھی ناراض کیوں نہ ہو، احساسات پر تو اپنا کنٹرول نہیں تھا کہ اپنی حیا کو بولڈنس کا روپ دے کر ڈرالے کی جھجک اتار دیتی۔

… پر تو وہ کر سکتا تھا۔ تبھی تو اس گفتگو کے دوران سینے پہ بازو لپیٹے کھڑا مسکراتا رہا تھا۔ خود صبا ہی کو موضوع بدلنا پڑا۔

"یہ بھی اگر کوئی اتنا خاص دل نہیں کر رہا جانے کو۔ خوامخواہ کی بوریت۔"

"ہونہہ ۔۔۔۔ ایسے تو گزارہ نہیں ہونے والا تمہارا نوفل کے ساتھ۔ بہت اکھڑ بندہ ہے یہ، ہر وقت سر پہ سوار رہنا پڑتا ہے تب قابو میں آتا ہے یہ جن۔" ڈرالے شرارت سے کہتی نوفل کو دیکھ رہی تھی۔ صبا دل مسوس کر رہ گئی مگر نوفل دوستانہ انداز میں بولا تھا۔

"نہیں تو ایسا نہیں کرنا پڑتا تھا۔ یہ جن تو ویسے ہی تمہارے قبضے میں ہے۔" ڈرالے نے ہلکا سا ہنس کر اس کے فقرے کو انجوائے کیا تھا۔ پھر اسے دھمکانے والے انداز میں بولی۔

"یہ ایک مشرقی بیوی کے سامنے ایسی باتیں کرنا خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔"

"ہی ہی، میری مسز بہت معصوم ہیں۔" وہ کہہ رہا تھا۔

"ہونہہ! بے وقوف؟" صبا کا دل کرلایا تھا۔

"چلو، چلو نا۔ اور کچھ نہیں تو اپنا ہنی مون ٹرپ سمجھ کر ہی انجوائے کر لو۔" ڈرالے نے اس کا ہاتھ … صبا تو کچھ سوچنے کے قابل ہی نہیں رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ نوفل اسے ساتھ لے کر نہیں جانا چاہتا … بھی وہ اس کے اعصاب پر سوار ہونے کی چاہت نہیں رکھتی تھی مگر ڈرالے ۔۔۔۔ یہ کیا چاہتی … اسے تو چاہئے تھا کہ میرے انکار پر "خس کم جہاں پاک" کہتی نوفل کو لے کر چلی جاتی۔

… اس کا کھلا ڈلا انداز گفتگو ۔۔۔۔ اتنی بے باک تو وہ کبھی بھی نہیں رہی تھی کہ ڈرالے کے … نوفل کے سامنے انجوائے کر سکتی۔ سوائے اقرار کرتے ہی بنتی تھی۔ اگرچہ وہ نوفل کی نگاہوں کی ناگواری بار بار دیکھے بھی پہچان رہی تھی۔

"… گریٹ۔" ڈرالے خوش ہوئی۔

"… ہماری پرواہ کر رہے ہیں جو میں ان کی مرضی کی فکر کروں۔" صبا کو سوچ کر تسلی ہوئی تھی۔

"… شال اوڑھ لے لینا صبا! باہر بہت ٹھنڈ ہو رہی ہے۔" ڈرالے نے اسے تنبیہہ کی تو وہ الماری کی طرف بڑھ گئی۔

… سے باہر نکلتے ہی اسے احساس ہوا کہ اکتوبر کا وہ موسم، جسے لاہور والے کوئی اہمیت دیتے نظر نہیں آتے تھے، بارش کی وجہ سے سرد لبادہ اوڑھے ہوئے تھا۔ آسمان پر کہیں کہیں سفید اور سیاہ بادل کے ٹکڑے دکھائی دے رہے تھے۔ مسلسل چلنے والی خنک ہوا نے اسے شال مضبوطی سے لپیٹنے پر مجبور کر دیا۔

… اونچی نیچی سڑک پر چلتی، قدرت کی صناعی کے حسین مناظر میں محو وہ ساتھ چلتے نوفل اور ڈرالے سے بالکل لاپرواہ تھی جو اس وقت اپنے کام کو ڈسکس کر رہے تھے۔

… پہ پہنچ کر ڈرالے رک گئی۔ ایک طرف سڑک سیدھی جا رہی تھی اور دوسری طرف اترائی

"تم لوگ اس طرف سے چلو، نوفل! تمہیں راستے کا تو پتہ ہی ہے۔ میں ذرا ہوٹل سے ہو کے آؤں گی۔"

ڈالے نے اترائی والے راستے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو قدرے توقف کے بعد نے اس کا مشورہ رد کر دیا۔

"اکٹھے ہی چلتے ہیں ـــــ پانچ سات منٹ کی تو واک ہے۔"

"ڈفر ہو تم بھی نوفل!" ڈالے نے دانت پیستے ہوئے ملامتی انداز میں اسے دیکھا پھر سرگوشی میں بولی۔ "کام سے ہٹ کر پانچ سات منٹس اسے بھی دے لو۔"

نوفل نے بے ساختہ صبا کی طرف پلٹ کر دیکھا مگر وہ ان دونوں کی طرف سے لاپرواہ بے انداز میں چلتی اور گرد کی خوب صورتی سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ وہ پھر سے ڈالے کی طرف جو اب اس آئیڈیا پر کافی مسرور دکھائی دے رہی تھی۔

"پانچ، سات منٹس سے کیا ہوتا ہے یار! اس کے نام تو پوری زندگی کر رکھی ہے۔" اسے بے کرنا چاہا۔ مگر وہ اب کی بار وہ ڈانٹنے کے سے انداز میں بولی۔

"اسی زندگی میں سے پانچ، سات منٹس کہہ رہی ہوں جنہیں تم ناشکری کرتے ہوئے گنوا رہے ہو کے یار! تم امریکی تو ایک ایک منٹ کی بھی پوری "قیمت" بتانے کے عادی ہو، ہمارے پانچ منٹس بھی "تمہید" میں لگ جاتے ہیں۔" وہ چڑتے ہوئے چوٹ کر رہا تھا۔ ڈالے نے بے اختیار مضبوط شانے پر مکا دے مارا۔

"تو ورا تقابلی جائزے پر اتر آئے ہو۔ اب جاؤ اور ذرا آرام سے آنا۔ اتنی دیر میں، میں یہاں کا ناقص جائزہ لے لوں۔ پتہ نہیں وہ ساتھ تیار ہوئی کہ نہیں۔ جتنی خوب صورت ماڈل ہے اتنا نخرہ بھی۔ پتہ نہیں کتنے ری ٹیک دے گی۔"

وہ اسے تنبیہہ کرتی، ڈسکس کرتی اپنی راہ پر چل دی۔ صبا نے حیران ہو کر نوفل کی طرف دیکھا جو وہیں جما کھڑا تھا۔

"چلیں ـــــ"

اسے متوجہ پا کر سنجیدگی سے کہتے ہوئے اترائی والے راستے کی طرف اشارہ کیا تو وہ کچھ اپنی حیرت کو دبائی اس کے ساتھ چل دی۔

یہ راستہ بھی قدرت کی مثالی کا حسین شاہکار تھا ـــــ گرد و غبار سے پاک ماحول، ہر طرف بلند و بالا درختوں سے ڈھکا خنک سا ماحول۔ داہنی سائیڈ پر نیچے کھائی سے اٹھتے درخت پورے ساتھ سر بلند کیے اپنی خوب صورتی پر نازاں تھے تو بائیں طرف خوب صورت کاٹیج جن کے چھوٹی باؤنڈری والز پر سے بھی دکھائی دے رہے تھے اور ہر طرف پھیلا سکوت اور خوشنما نظارے۔

وہ بھی یہاں تنہا ہوتی تو بول بول کر اس ساری خاموشی کو درہم برہم کر ڈالتی۔

ئی رنگ بنا تھیں، جبکہ وہ اس اور اگر یہ سب لوگ یہاں ہوتے تو یہ تنہائی ـــــ بھلا اس کہیں منہ چھپانے کی جگہ ملتی؟

ال بھرانے لگا۔

وہ بادلوں کا دھواں تھا یا اس کی آنکھوں میں اترتی نمی کا غلاف جو اس کی نگاہ کے آگے پھیل دم ہی کسی پتھر پر سے پاؤں رپٹا تو وہ لڑکھڑا کر کھائی کی طرف گرنے کو ہو گئی۔

نوفل کے بھی حواس معطل ہوئے تھے مگر وہ بروقت اس کا بازو تھام کر بڑی پھرتی سے اپنی طرف کھینچ چکا تھا۔ وہ کسی چھلی ڈال کی طرح اس کی گرفت میں آگئی تھی۔ اس اچانک افتاد پر تنفس تیز تر تھا تو ذہن بھی ـــــ اسے جو اس کی دنیا میں لوٹتے ہی خیال آیا تھا کہ اس کا دل دھک دھک کرتی دھڑک ہوئی دھڑکنیں بھی اس میں مدغم تھیں۔

ٹھیک ہیں آپ؟" وہ بے تشویش لہجے میں پوچھ رہا تھا۔ اس کا کولون سے مہکتا وجود، مضبوط آتی ہوا آہنی حصار۔ سب کچھ ہی ناقابلِ یقین تھا اور شاید ناقابلِ برداشت بھی۔ تبھی تو وہ کر اس کی گرفت سے اپنا آپ آزاد کرا کر پیچھے ہٹی تو پھر سے لڑکھڑا کر گئی قدم کھائی کے یب جا پہنچی۔

کم آن گرل ـــــ" وہ جھنجھلا کر بے تکلفی کا شکار اسے گھسیٹ کر ایک سائیڈ پر لے آیا تو اب کی بار لہجے میں درشتی کے ساتھ گرفت میں بھی سختی در آئی تھی۔

یا تو خواب نہیں ہو گیا آپ کا؟ ـــــ خودکشی کرنے کا اتنا ہی شوق ہے تو کبھی اکیلے میں کر میرے سامنے ڈرامے کر کے خود کو دنیا کی مظلوم ترین خاتون ثابت کرنے کی کوشش مت وہ لگ نہیں رہا تھا کہ دبے لہجے میں غرا رہا تھا۔

کے حواس بحال ہوئے تو ان بھی پورے استغراق کے ساتھ بیدار ہو گئی۔

خیالی میں اس سے بے احتیاطی تو ضرور ہوئی تھی مگر وہ کیا کہہ رہا تھا۔ یعنی اس کی نظر میں وہ حاصل کرنے کے لئے اتنے "سیریس ڈرامے" کر رہی تھی۔ جبکہ اس کے ذہن سے تو یہ خیال زرا تھا۔

خودکشی کرنے کا نہ تو ارادہ ہے اور نہ ہی شوق۔ اور نہ ہی میں نے آپ کی طرف مدد کے لئے اشارہ کیا تھا۔ گر جانے دیتے، شاید تبھی آپ کی زندگی میں سکون آ جاتا۔" اپنی طرف سے بہت سنگدلی کرتے ہوئے بھی اس کی آواز بھرائی تو وہ لب بھینچے تیز نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے گیا۔

مجھ میں انسانیت نہ ہوتی تو میں ایسا بھی کر گزرتا۔ آزادی ملتی تو سکون کا بے پایاں احساس ہوتا کہ جب میں ٹھکرانے کے قتل بھی پڑھ لیتا۔" اس نے بولتے ہوئے ایک پل کو بھی اس لڑکی کے جذبات و احساسات کی تباہی کا خیال نہیں کیا تھا۔

یکی کون سا کم کر رہے ہیں۔ اس سے تو بہتر تھا کہ اپنے ہاتھوں سے مجھے کھائی میں دھکیل

رہیے۔" وہ شال سے آنکھیں پونچھتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ تب اسے احساس ہوا کہ خوف سے اس کا وجود لرز رہا تھا۔

"اتنی آسان موت؟" وہ سنگدلی کی حد پر تھا۔ صبا مارے دکھ کے اس وجیہہ چہرے کو دیکھے گئی اب طوفان گزرنے کے بعد والے سکوت جیسا اطمینان ٹھہرا ہوا تھا۔

آف وائٹ اینڈ نیوی بلیو ٹراؤزر شرٹ میں وہ بے حد مکمل دکھائی دے رہا تھا۔ کسی کا یہ شعر اور بعض اوقات خدا کسی کو بظاہر مکمل بنا کر درحقیقت اس میں کتنی بڑی کمی رکھ دیتا ہے، یہ خیال اس پل نوفل کو دیکھ کر آیا تھا۔

"ایسا اعزاز تو کسی چاہنے والے شوہر کے ہاتھوں اس کی محبوب بیوی کو ملتا ہوگا۔" وہ جو رہا تھا۔ ذہن ابھی تک صبا کی کچھ دیر پہلے والی بے رخی بلکہ بدتمیزی میں اٹکا ہوا تھا۔ شوق سے جو بھی اس کو خود سے قریب نہیں کیا تھا۔ محض وقتی کارروائی کی تھی۔ جانا سوچے سمجھے کیا جانے والا اقدام مگر جواباً وہ اسے کسی ناپاک شے کی طرح جھٹک کر پیچھے ہٹ گئی تھی۔ جیسے اس کے قریب آنا مر جانا ہو۔

صبا کی یہ حرکت تو گویا اس کے دل میں ترازو ہو گئی تھی۔

"میں اسے چھونا نہیں چاہتا تو یہ بھی میرے قریب آنا پسند نہیں کرتی۔" پلڑا پھر سے برابر ہو گیا تو بھی "ہمارا یہ" نوفل کو بجز تا ہوا الاؤ بنا رہی تھی۔

"آپ جیسے ظالم انسان کو تو یہ اعزاز ہی الگ ہوگا۔ چاہے کسی کی جان کا خون ہو یا جذبات کا۔" وہ بے بس تھی۔ اس کے ساتھ چلنا مجبوری تھا ورنہ یہیں سے واپس پلٹ جاتی۔

"یہاں ہر کسی کو صرف اپنے ہی جذبات اور احساسات کی فکر ہے۔ میں بھی انسان ہوں میرا ٹینشن فری رہنے کو جی چاہتا ہے۔ مگر ہر جگہ آپ کو ان چاہے بوجھ کی طرح شانوں پر لادے پھرا ہے۔ مجھ سے تو کوئی ہمدردی نہیں آپ کو۔"

صبا کی ٹینشن حد سے سوا ہونے لگی۔ اس لیے اس نے اپنے آپ کو پوری طرح تنی ہوئے محسوس کیا تو

چلو چھوڑو!

محبت جھوٹ ہے
"عہد وفا" ایک مشغلہ ہے بے کار لوگوں کا
"طلب" سوکھے ہوئے پتوں کا بے رونق جزیرہ ہے
"خلش" دیمک زدہ اوراق پہ
بوسیدہ سطروں کا ذخیرہ ہے
چلو چھوڑو!
کہ اب تک میں اندھیروں کی
دھمک میں سانس کی ضربوں پہ

چاہت کی بارش کو کہ سفر کرتی رہی ہوں
مجھے احساس ہی کب تھا
کہ تم بھی موسموں کے ساتھ
اپنے پیرہن کے رنگ بدلو گے
چلو چھوڑو!
مرا ہونا نہ ہونا ایک برابر ہے
تم اپنے خال و خد کو آئینے میں پھر نکھرنے دو
تم اپنی آنکھ کی بستی میں پھر سے اک نیا موسم اترنے دو
مرے خوابوں کو مرنے دو"
چلو چھوڑو!
محبت جھوٹ ہے

موسم کی خوبصورتی، ماحول کا سحر اور عشق خیزی تنہائی۔ کچھ بھی تو ان کے دھیان میں نہیں تھا۔ آس پاس پھیلے جنگل سے اٹھتی درختوں کی مسحور کن خوشبو بھی ان کے احساسات کو مہکانے میں ناکام تھی۔

ہوا کی سیٹی میں وہ کچھ ٹھوکروں سے پتھر اڑاتا چل رہا تھا۔ مغرور، تنے ہوئے نقوش سے اس کی بے زاری اور صرف سرد مہری عیاں تھی۔

اور صبا

اس کی حالت اس وقت کسی لٹے ہوئے قافلے کے مسافر کی سی تھی جو اپنا سب کچھ ہار چکا ہو اور دنیا کی ساری دلکشی و رعنائی اس کے لیے کوئی اہمیت نہ رکھتی ہو۔

ٹوٹی پھوٹی سڑک سے اتر کر وہ پتھریلے راستے پر ہولیا۔ وہ کسی روبوٹ کی مانند اس سے دو قدم پیچھے جارہی تھی۔

ذرا سی اونچائی طے کرتے ہی صبا نے خود کو ایک وسیع و عریض سرسبز گھاس کے میدان میں پایا تو خود سے بے پرواہ ہونے کے باوجود لمحہ بھر کے لیے ہی سہی مگر اس دلکش مقام نے صبا کی توجہ ضرور کھینچی تھی۔

اپنے یونٹ کے لوگوں سے بات چیت کرتی ترانے تیزی سے ان کی طرف بڑھی تھی۔

"کیسا رہا سفر ___؟" اس نے صبا کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامتے ہوئے پوچھا۔ اس کی شریر آنکھوں میں شرارت کا عکس واضح تھا۔ مگر صبا کو یوں لگا جیسے وہ اس کی ہر بات سے واقف ہو۔ جیسے وہ جانتی ہو کہ نوفل اور اسے کس "مقام" پر رکھے ہوئے ہے۔ وہ کوشش کے باوجود بھی اس کی مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے نہیں دے سکی تھی۔

ساتھ ہی نوفل نے اسے اپنی طرف متوجہ کر لیا تو وہ صبا کو ایک طرف رکھی کرسی پر بیٹھنے کا کہتی اپنے یونٹ کے لوگوں کی طرف بڑھ گئی۔

کیمرہ، لائٹس اور دیگر انتظامات بالکل مکمل تھے۔ اب فوٹوگرافی کے لیے اسد مستعد پھر رہا تھا۔

ماڈل گرل رائمہ خوب صورت سے میک اپ میں چمک رہی تھی۔

اس نے خالی نظروں سے ان لوگوں کی طرف دیکھا۔ ہر کوئی خوش باش اور مطمئن تھا جیسے کوئی غم ہی نہ ہو۔

ڈالے نے نوفل کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام رکھا تھا اور وہ مسلسل بدلتے ہوئے رائمہ کے ایکشن کے نظارے رہی تھی۔ اس کا شانہ نوفل کے شانے سے مس ہوا تھا۔

ایک بار، پھر دوسری بار۔

پھر اس نے نوفل کو اس کا سین سمجھایا۔

وہ دونوں کتنے پاس تھے۔ جیسے مسکراتے ہوئے بالکل مکمل۔

صبا کو لگا اس کے دماغ کی نسیں پھٹ جانے کو ہوں۔

سب لوگ اپنے کام میں مصروف تھے اور اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ سب اس پر ہنس رہے ہوں، جس کا شوہر اسے چھوڑ کر اس کی نظروں کے سامنے کسی اور کے ساتھ رنگ رلیاں منا رہا تھا۔

اندرونی خلفشار حد سے باہر ہوا تو وہ گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

ویڈیو کی شوٹنگ شروع ہو گئی تھی۔ یونٹ کا ہر شخص محویت سے نوفل اور رائمہ پر نظریں جمائے ہوئے تھا، وہ کسی کی بھی پرواہ کیے بغیر تیز قدموں سے ایک طرف کو چل دی۔ یکلخت ہی دھوئیں جیسے سیاہ بادلوں نے ہر چیز کو ڈھانپنا شروع کر دیا تو اسد نے آواز لگائی۔

"میڈم! پیک اپ کریں ۔۔۔ کسی وقت بھی یہ بادل برسنا شروع ہو جائیں گے۔"

"لو ۔۔۔" ڈالے کوفت کا شکار ہونے لگی۔ ابھی بمشکل چند سین ہی ریکارڈ ہوئے تھے مگر اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی آسمان پر جمع ہونے والے سیاہ و سفید بادلوں نے برسنا شروع کر دیا تو سبھی بوکھلا کر چیزیں سمیٹنے لگے۔

"بہت اچھے جا رہے ہو تم دونوں۔ خلاف توقع اس بار رائمہ جلدی پک کر رہی ہے۔" ڈالے نے ان دونوں کی تعریف کی تھی۔

مگر نوفل اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ اس کی نظریں کسی کو تلاش کر رہی تھیں۔

"ڈالے! صبا کہیں یونٹ کی گاڑی میں تو نہیں جا بیٹھیں؟" وہ متفکر ہوا تھا۔ پھر اس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی تیزی سے گاڑی کی طرف بڑھا مگر وہاں ڈرائیور کے سوا اور کوئی موجود نہیں تھا۔ دونوں اسپاٹ بوائے تیزی سے سارا سامان گاڑی میں لادنے لگے۔ بارش اب تیزی پکڑ رہی تھی۔

"کیا ہوا نوفل! ۔۔۔ نہیں ہے؟" ڈالے از حد پریشان سی اس کی طرف لپکی جس کے اپنے حواس معطل ہو رہے تھے۔

"او گاڈ! ۔۔۔ کہاں جا سکتی ہے وہ؟" وہ دیوانوں کی طرح گھوم کر چاروں طرف اسے دیکھ رہا تھا مگر وہ کہیں نہیں تھی۔

"ریلیکس نوفل! ۔۔۔ اسد! کم ہیئر، ہری اپ۔" وہ اس کے ساتھ کھڑی بارش میں بھیگ رہی

تیزی سے اسد کو بلانے لگی۔

"ابھی کسی سے کچھ مت کہو ڈالے! تم لوگ اپنے راستے پر سے جاؤ۔ ہو سکتا ہے وہ اسی راستے سے ہو جہاں سے ہم آئے ہیں۔"

بات ڈالے کی سمجھ میں آ گئی تھی۔ وہ کسی کو صبا کی گمشدگی کی خبر نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔

اسد تیز ہوتی بارش میں بھیگتا ہوا ان کی طرف آ رہا تھا۔ ڈالے وہیں سے چلائی۔

"ٹارچ لے آؤ اسد!"

وہ بے چارہ وہیں سے پلٹا اور اگلے ہی لمحے اس کے ہاتھ میں ایک ٹارچ موجود تھی۔

"میں بھی تمہارے ساتھ ۔۔۔"

"نہیں ۔۔۔ تم یونٹ کے ساتھ ہوٹل جاؤ۔ یہ لوگ پتہ نہیں کیا سوچیں گے۔ میں آگے سے تم کو مل لوں گا۔ اگر کوئی پریشانی ہوئی تو فون کر دوں گا۔" اس نے تیز لہجے میں بات ختم کرتے ہوئے اس کے ہاتھ سے ٹارچ تھام لی اور اسی راستے کی طرف بڑھ گیا جہاں سے وہ صبا کے ساتھ آیا تھا۔

ڈالے حیران کھڑی اسد کو جلدی سے گاڑی میں بیٹھنے کا کہتی آگے بڑھ گئی تو وہ بھی اس کے پیچھے لپکا۔

نوفل تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ شام اتنی گہری نہیں تھی جتنا بادلوں نے اسے سیاہ کر دیا تھا۔ اس نے پاور فل بیٹری والی ٹارچ آن کر لی۔

اس پل اس کا ذہن فقط ایک ہی نکتے پر رکا ہوا تھا۔

"صبا ۔۔۔"

"خودکشی کرنے کا اتنا ہی شوق ہے تو کبھی اکیلے میں کیجئے گا۔"

اسے خیال آیا۔ ابھی کچھ دیر پہلے شاید وہ انسان نہیں رہا تھا۔

"کاش مجھ میں انسانیت نہ ہوتی تو میں ایسا بھی کر گزرتا۔ آزادی ملتی۔"

"اتنی آسان موت ۔۔۔"

"میرے خدا ۔۔۔"

نوفل کا دل خدشات سے بوجھل ہونے لگا۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ ان لمحات میں صبا کچھ بھی کر گئی۔

شاید خودکشی بھی ۔۔۔!

اس وقت وہ اپنا تمام تر غصہ اور نفرت بھولے ہوئے تھا۔

"مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔" ایک منٹ میں وہ کئی بار سوچ چکا تھا۔ موسم کے تیور خراب ہو رہے تھے۔ بڑھتی بارش کی چادر کے پار کچھ دیکھنا ناممکن تھا۔

"میں بھی انسان ہوں۔ میرا بھی ٹینشن فری رہنے کو دل چاہتا ہے۔ ہر جگہ آپ کو ان چاہے بوجھ کی طرح......"

ضمیر کی خلش ایک بار پھر سے اسے لعنت ملامت کرنے لگی۔

وہ پتھریلی سڑک پر تیز قدم اٹھا رہا تھا۔ جب ٹارچ کی روشنی سڑک کے کنارے لگے درخت کے تنے کے ساتھ کھڑے کسی انسانی وجود پر پڑی۔ اورنج اور ریڈ لباس پر سیاہ شال کی جھلک نے نوفل کے قدموں کو وہیں ٹھٹکا دیا تھا۔

●●●●●

"ایک کپ چائے ——" وہ فریش ہو کر لاؤنج میں آیا تھا۔ ٹی وی کے سامنے بیٹھتے ہوئے کسی کو خاص کو مخاطب کیے فرمائش کی تو تمکین نے شرارت سے حنّی کو ٹہوکا دیا تھا جس نے فوراً تیوری چڑھا لی تھی۔ مگر معید اس سارے معاملے سے انجان ہرگز نہیں تھا۔ وہ تمکین کا ٹہوکا اور حنّی کا انداز دونوں ہی دیکھ چکا تھا۔ ریموٹ سے چینل سرچنگ کرتے ہوئے مصروف انداز میں بولا۔

"حمرہ گڑیا! چائے تم بنانا —— اس وقت میں ایک اچھی سی چائے پینا چاہتا ہوں۔"

حمرہ تفاخر سے مسکراتے ہوئے اٹھی۔ حنّی نے تمکین کو منہ چڑایا تو وہ جل سی ہو کر بیٹھ رہی۔ اسی وقت انس کی تھکی ماندی شکل کوریڈور کے سرے سے برآمد ہوئی تھی۔ تمکین کو یوں فیشن میگزین میں گم دیکھ کر وہ خشمگیں سا اسے گھورنے لگا تو معید ہی نے اسے ٹوکا۔

"نہ سلام نہ دعا۔ آتے ہی لڑاکا بیویوں کی طرح سر پہ چڑھ کے کھڑے ہو گئے ہو۔"

تمکین چونک کر متوجہ ہوئی تھی۔ پھر انس کو دیکھ کر حیران ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آج آپ کچھ جلدی نہیں آ گئے؟" وہ حیرت سے کلاک دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ انس پہلے کا جلا بھنا اندر آیا تھا، بھنا کر بولا۔

"کہو تو یہیں سے واپس ہو جاؤں؟"

"انس ——!" معید نے تنبیہی انداز میں اسے پکارا تو وہ زچ ہو کر اس کی طرف پلٹا۔

ہاں بھی اچھی بیوی نہیں ہے یار! —— روزانہ اسی ٹائم پہ میری واپسی ہوتی ہے مگر اسے کبھی یہ توفیق نہیں ہوتی کہ آ کر مجھے پورچ میں ریسیو ہی کر لے۔"

یہ غیر متعلقہ شکایت نامہ نہ صرف تمکین بلکہ معید کو بھی بے حد کھل گیا تو اس نے انس کو ذرا سا گھور کر بھی منہ چھلائے کھڑا تھا۔ حنّی اپنی بے ساختہ امڈ آنے والی مسکراہٹ چھپانے کی خاطر پھر سے جھک گئی۔

"بہاں کام ہوتے ہیں انسان کو —— آپ تو بیوی کو بھی فلمی ہیروئن سمجھتے ہیں۔" تمکین نے بھی بے نیازی سے کہا اور واک آؤٹ کر گئی۔

"لو —— دیکھا تم نے؟ اتنا نہیں کہ شوہر دن بھر کا تھکا ہوا آیا ہے۔ آتے ہی کوئی چائے پانی یا پھر بریف کیس ہی تھام کر اندر لے جائے۔ اپنا موڈ دکھانا شروع کر دیا۔" وہ پھر سے معید کو بگڑا ہوا لگا تو اس نے جواباً ڈانٹ دیا۔

"یہ بھی تم نے کیا ہی شروع کر دی —— وہ بھلا کیا خیال کرتی تمہارا؟"

"ویسے بھی میرا کوئی خیال نہیں۔ سمجھے تم؟" انس چڑ ہی تو گیا۔ "آج صبح بڑے پیار سے کہتے ہوئے وہ تمکین سے وعدہ لے کر گیا تھا کہ وہ واپسی پر اسے پورچ میں منتظر ملے گی۔ مگر بہت حسرت ہی رہی تھی۔ وہ غصہ ہوتا تمکین کے پیچھے گیا تھا۔

اب ڈرائنگ لاؤنج میں صرف حنّی اور معید رہ گئے جو کم از کم حنّی کے لیے ہرگز بھی پسندیدہ بات نہیں تھی۔ وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔ معید نے بے اختیار ٹی وی اسکرین پر سے نظر ہٹا کر اسے دیکھا تھا۔

"ارے تمہارا بھی ہو گیا! —— اب کیا میرا اس جگہ سے بھاگا کرو گی جہاں میں ہوں گا؟" وہ بہت سنجیدہ ہو کر پوچھ رہا تھا۔ حنّی حد درجہ حیرت اور پھر غصے کا شکار ہونے لگی۔

"لگتا ہے آپ کی کہ میں آپ سے ڈرتی ہوں۔ بھاگنے کی ایک وجہ ناپسندیدگی بھی ہو سکتی ہے۔" انہوں نے انداز میں جواب دیا تھا۔

"یہ ——؟" انگشت شہادت سے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے معید کی آنکھوں میں ابھر آیا تھا۔ "اس کی کوئی خاص وجہ؟"

"اگر وہ عام انداز میں ہوتا تو اور بات تھی مگر یوں کچھ جتانے والے انداز میں بات کرنا حنّی کو بہت برا لگا تھا۔

"وجہ نہیں بلکہ گھر والوں کا ذاتی خیال ہے کہ آپ بہت نیک، فرمانبردار اور قابل عزت ہیں۔ سو میں بھی یہ عمل کر رہی ہوں۔"

"ٹھیک ہے ——!" اس نے طمانیت سے سر ہلایا پھر اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ "یہ تو میں ہوں ورنہ میں تو تمہارے سدھرنے سے مایوس ہو چکا تھا۔"

"آپ اپنے کام سے کام رکھئے —— خواہ مخواہ مجھ پر طنز کرنے یا جملے کسنے کی فضول حرکت مت کیجئے۔ اگر میں خاموش ہوں تو صرف اپنے بڑوں کی وجہ سے۔ ورنہ میں بہت کچھ کر سکتی ہوں۔" وہ

چھنکار رہی تھی۔

معید کی سیاہ آنکھوں میں بلا کا سکون ہلکورے لے رہا تھا جیسے اس کی باتوں کو بہت اچھی طرح انجوائے کر رہا ہو۔

"اچھا؟ ____ مثلاً؟"

نوفل پل بھر میں اعصابی دباؤ کا شکار ہوئی تھی۔ مگر خود کو سنبھالتے ہوئے اٹل مگر خفگی سے بھرپور لہجے میں بولی۔

"یہ آپ کو بہت جلد پتہ چل جائے گا۔ اگر میں نے سرنڈر کیا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ سارے پتے شو کرا چکی ہوں۔ مسٹر معید! ٹرمپ کارڈ ابھی بھی میرے ہاتھ میں ہے۔" وہ نیپکن سینٹر ٹیبل پہ پٹختی وہاں سے چلی گئی تھی۔

معید کئی لمحوں تک چہرہ موڑے اس کی طرف دیکھتا رہا تھا ____ پھر سر جھٹک کر ڈائری کی طرف متوجہ ہو گیا۔ مگر کوئی بھی سطر اس کی توجہ نہیں سمیٹ پایا تھا۔ اس کا ذہن بھٹک کر نوفل کے رویے میں الجھ گیا تھا۔

"وہ سچ کہہ رہی ہے معید حسن! ____ اس کا اتنی آسانی سے شکست مان لینا بے وجہ نہیں۔ ٹرمپ کارڈ اس نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہوا ہے۔ مگر کیا؟"

وہ نہ چاہتے ہوئے بھی سوچنے پہ مجبور تھا۔

●●●●●

وہ ابتر ذہنی کیفیت میں لوکیشن سے اٹھ کر چل تو پڑی تھی۔ ارادہ یہی تھا کہ واپس کاٹیج چلی جائے گی۔ کم از کم وہاں لیلیٰ مجنوں کا یہ کھیل تو نہیں ہو گا جو یہاں نوفل اور وہ کھیل رہے تھے۔ جنگل نما راستہ، اوپر سے تنہائی اور لحہ بہ لحہ بادلوں کا چھاتا اندھیرا۔ وہ بیچ راستے میں پہنچی تب تک اس کے ذہن سے محو ہو گئی۔ کیونکہ دل و دماغ ایک نئے خوف کی زد میں آ گئے تھے۔ اتنی بہادر بھی نہیں رہی تھی کہ رات تنہا یوں جنگل میں نکل کھڑی ہوتی اور اوپر سے موسم بھی ایسا بے ایمان۔ تو دل ہی میں ماتم۔ اسی وقت اس کے خوف اور بدترین خدشات کی تصدیق ہو گئی۔ اچانک تیز بارش شروع ہو گئی تھی۔

وہ متذبذب سی وہیں رک گئی۔ سمجھ نہیں آئی کہ اسے واپس ہو جانا چاہیے یا کاٹیج کی طرف سفر جاری رکھنا چاہیے۔ درحقیقت اس بگڑے موسم نے اس کی ساری تیزی و طراری ہوا کر دی تھی۔ پس پشت رہ گئی سوائے خوف کے، وحشت کے۔ ذرا سی دیر میں وہ سرتاپا پانی سے شرابور ہو گئی۔ پہ مستزاد لحہ بہ لحہ بڑھتا اندھیرا۔ بلند و بالا درختوں نے یوں بھی رات کا سا سماں بنا رکھا تھا۔ اوپر سے بادلوں کی سیاہی نے سونے پہ سہاگے کا کام کیا تھا۔

یہ موسم اور اس کی شدت ہمیشہ ہی سے صبا کے لئے باعث خوف رہی تھی ____ نجانے کیوں کبھی کھل کر اس موسم کو انجوائے نہیں کر پائی تھی۔ حالانکہ گھر میں سبھی اس موسم کو نعمت خیال کرتے

ہی سے اس کی تمام تر انجوائے منٹ کا مرکز گھر اور ساون کے پکوان ہی ہوتے تھے۔ اور بس۔

شال کو مضبوطی سے اپنے گرد لپیٹتی فوراً ہی پتھریلی سڑک کے کنارے ایستادہ درخت کے نیچے پناہ گزیں ہو گئی مگر بارش کی تیزی سے بچنے کا یہ کوئی محفوظ ذریعہ نہیں بن سکا تھا ____ اپنی بے بسی اور بے چارگی پہ رونا آنے لگا۔ ساتھ ہی بادلوں کی گرج اور بجلی کی کڑک اعصابی کشیدگی میں اضافہ کرنے لگی۔ درخت کے تنے سے لگ کر بیٹھتی چلی گئی۔ گھٹنوں میں سر دیئے وہ مسلسل اللہ کے ناموں کا ورد کرنے کی کوشش کر رہی تھی مگر کچھ دیر آنکھیں بند کر لینے سے بلا غائب تو نہیں ہو جاتی نا۔

خدایا ____ نوفل ہی مجھے ڈھونڈتے ہوئے ادھر آ جائیں۔

اس کے دل میں خواہش سی بیدار ہوئی تھی مگر آنکھوں سے سیل رواں نہیں رکا۔ اپنی اس دعا پہ اسے بھی بھروسہ نہیں تھا۔ اس نے سر اوپر اٹھاتے ہوئے ڈرتے ڈرتے آس پاس کے ماحول پہ نظر ڈالنا چاہی۔ ماحول میں صرف اور صرف تیز بارش کے چھینٹے کی آواز گونج رہی تھی یا پھر ہواؤں کی وجہ سے جھولتی شاخیں شائیں شائیں۔ اس پہ مستزاد بھی بادلوں کی گرج کے ساتھ بجلی کی چمک، بارش کے قطرے اور سرد ہوا اسے منجمد کرنے لگی تھی۔ تبھی اسے سامنے سے کوئی ٹارچ لئے آتا دکھائی دیا تو وہ بے اختیار اٹھ کھڑی ہوئی۔ ایک وہم سا بھی ہوا کہ نجانے کون ہو۔ مگر ان دگرگوں حالات میں کسی کی مدد نہ لینا بھی سراسر بے وقوفی ہی کہلائی جا سکتی تھی۔

آنے والے نے بھی شاید اس کی موجودگی کو پا لیا۔ تبھی اس کی ٹارچ کی روشنی اس کے چہرے پہ ٹھہر گئی۔ صبا نے بے ساختہ آنکھوں کے آگے ہاتھ رکھتے ہوئے روشنی کی چمک سے بچنے کی سعی کی۔ وہ آنے والے کو اندھیرے میں ہونے کی وجہ سے نہیں پہچان پائی تھی مگر وہ اس کے قریب پہنچ چکا تھا۔ وحشت، اعصابی دباؤ کچھ اور سوا ہوا تھا۔ قریب تھا کہ وہ گھبرا کر چیخ اٹھتی، نوفل نے اس کے لبوں پہ ہاتھ رکھ دیا۔

"صبا ____؟" وہ شاید اس کے ہونے کا یقین چاہ رہا تھا۔

صبا تو جیسے ٹوٹ کر ہوش میں آئی تھی۔

"نوفل ____" دھڑکنیں پل بھر کو ڈوب کر پھر سے ابھریں تو منجمد احساسات پگھلنے لگے۔ وہ بے اختیار اس کے شانے سے لگ کر ضبط کھو بیٹھی تھی۔ یہ اس کا خدا اور وہی جانتی تھی کہ اس وقت نوفل کا آنا اس کے لئے کتنا روح پرور ثابت ہوا تھا۔ یوں لگا جیسے ہر ڈر، خوف اور وحشت سمٹ گئی ہو۔ زندگی میں پہلی بار نوفل کو محسوس ہو گیا کہ نہ صرف وہ بے حد خوفزدہ تھی بلکہ سرتاپا بھیگی ہوئی، کپکپا رہی تھی۔ اس کی حالت دیکھ کر وہ اپنا تمام تر غصہ پی کر رہ گیا۔ پچھلے کچھ لمحوں میں خود اس کی ذہنی حالت بھی تنگ کر رہی تھی۔ مگر فی الحال اتنا ہی اطمینان بہت تھا کہ وہ مل گئی تھی۔ اور ٹھیک ٹھاک تھی۔

"آپ اپنی بے وقوفی کی کافی سزا بھگت چکی ہیں۔ اب گھر چلتے ہیں۔" اس کا سر تھپتھپاتے ہوئے نرم لہجے میں کہا تو وہ اس سے نگاہ ملائے بغیر خود میں سمٹ سی گئی۔ بارش بھی اپنے زوروں پہ تھی مگر یہ خدا کا شکر تھا کہ مٹی یا کیچڑ والا راستہ نہیں تھا۔ پتھریلی سڑک ڈھلوان سطح ہونے کی وجہ سے پانی جمع

ہونے سے بھی محروم تھی۔

وہ اس کا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں لئے چل رہا تھا۔ کاٹیج میں پہنچتے ہی اس نے پہلا کام زرتاشہ کو فون کر کے تسلی دینے کا کیا تھا۔

"ڈونٹ وری ——— وہ میرے ساتھ کاٹیج میں ہے۔"

"تھینک گاڈ! ——— میں تو پریشان ہی ہو گئی تھی۔" اس نے اطمینان کی سانس لی تھی۔

وہ موبائل آف کر کے پلٹا تو وہ الماری میں سے کپڑے نکال رہی تھی۔ بلکہ تو اس کے ہاتھوں میں ٹراؤزر اور شرٹ تھی۔

"پہلے آپ کپڑے چینج کیجئے ——— ساری بھیگ رہی ہیں۔" وہ سنجیدگی سے کہتا باہر برآمدے میں نکل گیا تھا۔

صبا بوجھل دل کے ساتھ اپنے کپڑے نکال کر واش روم میں چلی گئی۔ مگر ذہن مسلسل نوفل کی طرف تھا جو اسے تلاش کرنے کی سعی میں باہر سے کا پورا بھیگ رہا تھا مگر جسے اپنی ذرا بھی پرواہ نہیں تھی۔

وہ کپڑے تبدیل کر کے کمرے میں آئی تو وہ ابھی بھی باہر برآمدے ہی میں تھا۔ وہ واپس ہمت جمع کرتی برآمدے میں چلی آئی۔

وہ کرسی پر نیم دراز اسی کیفیت میں بیٹھا جالی اور دروازے کے پار نظریں جمائے پتہ نہیں موسم سے لطف لے رہا تھا یا کسی سوچ میں گم تھا۔ اسے مخاطب کرنا اس وقت صبا کو اپنی زندگی کا مشکل ترین کام لگا۔

"آپ بھی کپڑے چینج کر لیجئے۔" اس کی مدھم سی آواز پر وہ بے تحاشا چونکا تھا۔ اس سے جو اور نگاہ ملی تو صبا نے اس کی آنکھوں میں اترتی سرخی محسوس کی تھی۔ وہ مجرمانہ انداز میں سر جھکا کر کھڑی رہ گئی۔ اتنی بڑی غلطی پر اس کا کچھ نہ کہنا بھی دل کو بے چینی کے دے رہا تھا۔ وہ خاموشی سے اٹھ کر کمرے میں چلا گیا۔

کپڑے تبدیل کر کے واش روم سے نکلا تو وہ بستر کے کنارے بیٹھی سر جھکائے گود میں رکھے ہاتھوں پر نظر جمائے ہوئے تھی۔ وہ لب بھینچتا آ کر اپنی جگہ پر دراز ہونے لگا تب وہ منمنانے والے انداز میں بولی۔

"میں وہاں سے گھر آنے کے لئے ہی چلی تھی۔ مجھے کیا پتہ تھا کہ موسم اتنی جلدی خراب ہو جائے گا۔" اس کا بولنا بہت غیر متوقع تھا۔ وہ بھی اس صورت میں کہ نوفل نے خود اس سے کوئی وضاحت نہیں چاہی تھی۔

وہ لیٹتے لیٹتے اٹھ بیٹھا اور تلخی سے بولا۔

"تو اس میں ایسی شرمندگی کی کون سی بات ہے؟ آپ کا "ایڈونچر" تو ہو گیا نا۔"

صبا کا دل بھر آنے لگا۔ وہ کبھی بھی اسے نہیں بتا سکتی تھی کہ کن جذبات میں وہاں سے اٹھ کر چلی آئی تھی۔

مجھے لوگوں کی فکر نہ ہوتی تو میں کبھی بھی آپ کے پیچھے نہ آتا۔ آپ کو ابھی تو پتہ چلتا کہ اس کا انجام ہو سکتا تھا۔" وہ کہہ رہا تھا۔ اس کے تلخ و ترش لب و لہجے نے صبا کو دکھی کر دیا۔ موسم بے پناہ تھا یہ شخص۔ کبھی حد درجہ توجہ اور کبھی اس قدر بے گانگی۔

"آپ کی مہربانی کا شکریہ ——— کیونکہ میں بہرحال احسان فراموش نہیں ہوں۔ لیکن اگر آپ نہ آتے تو کوئی فرق نہ پڑتا۔ ہوتا وہی جو میری قسمت میں تھا۔" وہ اپنے بھیگے لہجے پر کسی طور قابو پا گئی۔

"جواب تو میرے ہی سر تھا نا۔ ہر دوسرے بندے کو جواب دیتا۔ مگر آپ کو کیا پرواہ ہے۔ اگر بابا کو خبر ہو جاتی آپ کے یوں غائب ہو جانے کی تو کیسی کیسی باتیں کرتے سب۔" وہ درشتی سے بولا تھا۔

"بابا کو میری اتنی فکر ہوتی تو میرا خیال بھی کرتے۔ آپ کے سامنے میں وہاں سے اٹھ کر آ گئی اور آپ نے بھی نہیں چاہا۔" وہ جانے کس رو میں شکوہ کر گئی تھی۔ مگر اس بے اختیاری کا صلہ اسے بہت بری صورت میں ملا۔

"میری زندگی میں آپ کی ایک حد، ایک جگہ متعین کر چکا ہوں ——— اس سے زیادہ اور کچھ نہیں یہ بات یاد رکھا کریں۔ خواہ مخواہ اپنی یا میری لائف کو امتحان بنانے کی کوشش مت کریں۔"

اسے ایسی کوئی خاص امید تو یوں بھی نہیں لگا رکھی تھی مگر پھر بھی ہر بار اس کا رویہ دل کو سنگسار کر کے دل میں ایک اذیت سی بھر دیتا تھا۔

"آپ بھی یہ "دیا دکھاوا" مت کیا کریں۔ جب آپ کو کسی کا خوف نہیں تو سب کے سامنے کیوں نہ۔" اس کی احسان مندی بھول بھال کر وہ بھی چیخ پڑی تھی۔

"بلا جبر لاد رکھی ہے۔ صرف اسی کا پاس رکھ رہا ہوں۔" اس نے اطمینان سے کہتے ہوئے صبا کو جلایا تھا۔ صحیح معنوں میں اس نے اپنے دل کے ٹکڑے ہوتے محسوس کئے تھے۔ اس شخص کے لئے نہ جانے اپنے دل میں کیسا انجانا سا گداز محسوس کر رہی تھی جس سے وہ خود بھی انجان تھی۔ مگر یہ تاکہ وہ خود سے بہت قریب اور سب سے اپنا لگ رہا تھا۔

لیکن اس کا یہ رویہ ———؟

اس کے نزدیک آنے کی کوشش کرتے ہی وہ سرد مہری اور بے اعتنائی کے خول میں مقید ہو جاتا۔ جیسے دور سے چاند بھی بے حد روشن دکھائی دیتا ہے مگر چاند پر جائیں تو وہاں چاندنی نہیں ہوتی۔

شاید اس کی بھی کچھ یہی حقیقت ہے۔

دور سے دکھائی دینے والی ہر شے سراب لگتی ہے۔

صبا کو ہر بار یہ حقیقت تسلیم کرتے ہوئے بہت تکلیف ہوتی تھی۔

"یہ وہیں ایچی کو اسٹار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ڈائیلاگ بولتے رہتے۔ یا پھر ڈرامے کے ساتھ اسکرپٹ ڈسکس کرتے رہتے ——— مجھ سے تو یوں بھی آپ رہائی ہی چاہتے تھے۔

مرنے دیتے مجھے وہیں جنگل میں۔ میں نے تو آپ سے مدد نہیں مانگی تھی۔" اس سے غور
مشکل ہو رہا تھا۔ نوفل کو پھر سے پہلے والی تھپڑ یاد آنے لگی۔ تب بھی وہ ایسی ہی باتیں کر رہی
اس کے منہ سے بھی بہت کچھ غلط سلط نکل گیا تھا جس کی سزا نے دونوں ہی کو سزا دی تھی۔ جا
دیر ہی کے لئے سہی۔

"دیکھ لی ہے میں نے آپ کی بہادری بھی۔ آپ کے لئے بہتر یہی ہے کہ ایسی حرکتوں سے
ہی کیا کریں۔" وہ تمسخرانہ انداز میں بولا تھا۔

"دنیا میں ایک آپ ہی بہادر اور بے خوف نہیں ہیں اور نہ ہی مجھے ہر قدم پر آپ کی ضرورت
وہ غصے سے کہتی چادر اور تکیہ کھینچتی سرد فرش پر آ گئی۔

"اب پھر آپ بے وقوفی کر رہی ہیں ——" قدرے توقف کے بعد نوفل نے معتدل لہجہ
کہا تھا۔

"اچھا ہے نا، آپ بھی ٹینشن فری ہوں۔ پھر شکرانے کے نوافل ضرور پڑھیے گا۔" اپنا لہجہ
بہت بے دردی سے کہتے ہوئے بھی اس کی آواز بھرا گئی تو وہ تکیے پر سر جماتی کروٹ بدل گئی۔

ایک تو بارش سے بھیگا وجود اور اب سرد فرش پر وہ فقط ایک سوتی چادر بچھائے بنا کچھ اوڑھے
صحیح معنوں میں خدا یاد آ گیا۔ چٹ کی آواز کے ساتھ لائٹ آف کر دی گئی تو اس کی آنکھوں پر
آنسوؤں کو نکاسی کا راستہ مل گیا۔

نوفل کی سنگدلی اپنی جگہ مگر اس نے ایک بار بھی اسے نیچے سونے سے منع نہیں کیا تھا۔ لڑکی
کے ناتے ہی اس کا خیال کر لیتے مگر نہیں۔ اسے اپنی غیر ہوتی حالت کا بخوبی احساس تھا مگر اس پر
دماغ پر شدید حاوی ہو رہی تھی۔ ساتھ ساتھ رونا بھی جاری و ساری تھا۔

جانے کتنی دیر وہ سردی میں ٹھٹھرتی رہی اور پتہ نہیں وہ نیند میں تھی یا جاگ رہی تھی۔ اچانک جسم
تپش اسے بہت اچھی طرح محسوس ہو رہی تھی۔ ساتھ ہی شدید کپکپی کا طاری ہونا۔ کروٹ بد
کوشش میں اس کے لبوں سے کراہیں نکل کر رہ گئیں۔

اور آخری احساس کسی نے اسے اپنے مضبوط بازوؤں میں اٹھا کر بستر پر ڈالا تھا اور ساتھ ہی
چادروں سے ڈھک دیا یا شاید یہ بھی ایک خواب ہی تھا یا پھر سراب۔

●●●●●

"سعید!" تائی جان نے اچانک ہی اسے آواز دی تھی۔

وائٹ ٹراؤزر شرٹ میں نک سک سے تیار وہ گاڑی کی چابی ہاتھ میں لئے کہیں جانے کو تیار
کوریڈور کے داخلی دروازے سے واپس پلٹا۔

"کہیں جا رہے ہو کیا؟" انہوں نے اسے دیکھتے ہی پوچھا تو وہ مسکرا دیا۔ "آپ کو بتایا تو تھا
سرمد کی طرف جانا ہے۔ ایک کیس فائل چاہیے تھی۔"

"چچ —— دیکھو نا میری یادداشت۔" وہ بھی ہنس دیں۔ آج سنڈے تھا اور نا شتے کے بعد

...ریحہ سعید نے انہیں اپنی "آمد و رفت" کی تفصیل دے دی تھی۔

...کام تھا آپ کو؟" بظاہر بڑے سکون سے پوچھ رہا تھا مگر ایک نگاہ کلائی پر بندھی گھڑی پر بھی
...ادھے گھنٹے بعد سرمد کی کراچی کی فلائٹ تھی اور اس سے پہلے نہ صرف سعید کو اس سے فائل
...تھی بلکہ اس کیس فائل کے کچھ نکات بھی ڈسکس کرنے تھے۔

...بیٹا! بہت ضروری تھا —— لیکن اگر تم فارغ ہو تو ......" انہوں نے بات اس پر چھوڑ دی

...کے لئے تو ہر وقت فرصت میں ہوں۔ حکم کیجئے۔" صوفے کی پشت پر ہاتھ رکھے قدرے
...مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ان کا دل ہمیشہ کی طرح خوشی اور فخر سے بھر گیا۔

...رہو میرے بچے!" ان کے دل سے دعا نکلی تھی۔ پھر وہ اصل کام کی طرف لوٹیں۔
...نی کو اس کی کسی سہیلی کے ہاں جانا ہے۔ راستے میں اسے چھوڑتے ہوئے چلے جانا۔"
...آئی۔" وہ گہری سانس لے کر رہ گیا۔ اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ خوشبوؤں میں بسی وجدان
...آ گئی۔

...ولی کے بچے کو آنا تو لینے دیں —— ہر فضول کام اس نے اتوار کے روز کے لئے چھوڑا ہوا
...ان سے اسے پکا کر رہی تھی کہ مجھے سعدیہ کی طرف جانا ہے۔ کتنی فرمانبرداری سے سر ہلا رہا تھا
...جیسے......"

...تھا پاس صوفے پر ٹکتی بیٹھ گئی تھی۔

—— وہ بے چارہ تو جاتے ہوئے گھبرا رہا تھا۔ میں نے ہی اجازت دی تھی۔ ماشاءاللہ سے
...باہر بھی لڑکے ہیں۔ آخر میں نے سعید سے کہہ دیا ہے۔" تائی جان نے اسے تسلی دی تو وہ
...نے کھڑے سعید کو دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے پر چھائے ناگواری کے بادل دیکھتے ہی سعید کو
...اندازہ اب مزید بحث و مباحثے میں وقت برباد کرے گی، سو اس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی

...اٹھ کھڑا ہوا —— میری بہت ضروری اپائنٹ منٹ ہے کسی کے ساتھ۔"
...جلدی ——!" اس نے دبے الفاظ میں احتجاج کرنا چاہا مگر انہوں نے بھی جلدی جلدی کا
...اٹھنے پر مجبور کر دیا۔

...سے بھرے دل کے ساتھ وہ اس کی گاڑی میں آ بیٹھی۔ گیٹ سے باہر نکلتے ہی اس نے گاڑی
...اسٹارٹ کر دیا۔

...راستے میں گفٹ بھی خریدنا ہے —— مارکیٹ بھی جانا پڑے گا۔" اسے مخاطب کئے بغیر
...دھیمی آواز میں کہنا پڑا مگر سعید نے ہاں یا نہ میں کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ اس کی تمام تر توجہ
...پر تھی۔

...تیز رفتاری پر بھی کا دل ہولنے لگا۔

"ہمیں عالم بالا نہیں بلکہ سعدیہ کے گھر جانا ہے۔" اس نے جتانے والے انداز میں کہا تب اس پر بھی اثر ہو ہی گیا۔ گاڑی کی رفتار قدرے کم کرتے ہوئے اس نے ایک نظر اس کے ناگوار چہرے پر ڈالی تھی، پھر اطمینان سے بولا۔

"ابھی نہ تو مجھے عالم بالا جانے کی فرصت ہے اور نہ ہی سعدیہ کے گھر۔ ابھی ہم سرمد کی طرف جا رہے ہیں۔"

"کیا ——؟" وہ پہلے حیرت اور پھر غصے کا شکار ہونے لگی۔ "لیکن کیوں؟"

"مجھے اس سے بہت ضروری فائل لینی ہے۔ اب سے ٹھیک تین منٹ کے بعد اس کی کراچی کی فلائٹ ہے۔ سو یہ ایک مجبوری ہے۔"

"آپ اپنی مجبوری نبھاتے پھریں، مجھے مارکیٹ میں اتار دیں۔ میں خود چلی جاؤں گی۔" اس کی خود سری حد سے سوا تھی جو ویسے تو کبھی اس کی طبیعت کا خاصا نہیں رہی تھی مگر معید کے معاملے میں ہمیشہ اس کے انداز میں عود کر آتی تھی۔

"شٹ اپ —— خاموشی سے میرے ساتھ اترو۔ دس پندرہ منٹس لیٹ ہو جاؤ گی تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" سیاہ رنگ کے بوگن ویلیا سے سجے گیٹ کے سامنے گاڑی روکتے ہوئے اس نے درشت لہجے کا سہارا لیا تو وہ غصے سے بولی۔

"آج اس کا برتھ ڈے ہے اور میں نے ابھی گفٹ بھی خریدنا ہے۔"

"صرف چند منٹس کی بات ہے —— اپنے ساتھ ساتھ مجھے بھی لیٹ مت کرو۔" وہ حاکمانہ انداز میں کہتا انجن آف کرتا گاڑی سے اترا تو مجبوراً تجی کو بھی اس کی تقلید کرنا پڑی۔

وہ خود تو سرمد کے ساتھ اس کے اسٹڈی روم میں چلا گیا۔ تجی کو سرمد کی امی اور دونوں بہنوں کے ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھنا پڑا۔

"آپ کزن ہیں معید بھائی کی؟" اس کا تفصیلی تعارف شروع ہوا تو وہ پہلے ہی جملے سے خجل سی ہو کر اپنے بجے سنورے حلیے کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہلکا سا مسکرا کر بولی۔

"جی —— دراصل یہ مجھے میری فرینڈ کی برتھ ڈے پارٹی میں چھوڑنے جا رہے تھے، راستے میں کوئی فائل لینے کے لیے رک گئے۔"

"بیٹا! آپ پڑھتی ہیں یا فارغ ہو چکی ہیں؟" سرمد کی امی کی نگاہوں سے پسندیدگی نمایاں ہو رہی تھی۔ عام حلیے میں تو شاید وہ اتنی جلدی ان کی توجہ نہ سمیٹ پاتی مگر اس وقت وہ اپنے ڈیزائنڈ لباس میں بے حد اچھی لگ رہی تھی۔ اس پر نفاست سے کیا گیا ہلکا سا میک اپ اس کے تیکھے پن کو پوری طرح سے اجاگر کر رہا تھا۔

"جی ——" ان کے اس سوال نے تجی کو گڑبڑا دیا۔ "میں انگلش میں ماسٹرز کر رہی تھی لیکن فائنل کے دوران بیمار پڑ گئی تو پھر باقی پیپرز دیے ہی نہیں گئے ——" بتائے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ ایک بہن اٹھ کر اس کے لیے کولڈ ڈرنکس کے ساتھ ساتھ اسنیکس سے بھری ٹرالی کھینچ لائی تو وہ

حیرت کا شکار ہونے لگی۔ ایک تو دیر ہونے کا احساس، دوسرے دو ماں بیٹیاں اسے یوں "گھیر" بیٹھی تھیں۔

"اس سب کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں تو یوں بھی فنکشن میں جا رہی ہوں۔" اس نے کہا بھی تھا مگر اصرار پر اسے کولڈ ڈرنک پینا ہی پڑی۔

"یہ میری بڑی بیٹی ہے۔ مریم نام ہے اس کا۔ منگنی ہو چکی ہے خالہ کے بیٹے سے۔ آرمی میں کیپٹن ہے۔" وہ اسے بتا رہی تھیں۔ تجی بھی بڑی توجہ کے ساتھ سننے کی اداکاری کر رہی تھی۔ تبھی انہوں نے اچانک پوچھ لیا۔

"بیٹا آپ کی ابھی منگنی وغیرہ نہیں ہوئی؟" ان کا غیر متوقع سوال تجی کو بے حد گراں گزرا گیا تھا۔

"جی —— ابھی تو نہیں۔"

"اچھا —— دراصل ہم بھی اپنی بھابی تلاش کر رہے ہیں۔" مریم سے چھوٹی آنسہ نے چہک کر کہا تو تجی کا دل دھک سے رہ گیا۔ تو یہ ساری آؤ بھگت اس سلسلے کی کڑی ہے۔

"باقاعدہ منگنی تو نہیں ہوئی مگر بات چل رہی ہے۔" اس نے جلدی سے پیش بندی کی۔ نگاہوں میں بڑے بالوں، سراپے اور موٹی مونچھوں والا چوہدری سرمد اقبال گھوم گیا تھا۔

"اچھا ——" وہ تینوں ماں بیٹیاں یکلخت مایوس سی ہو گئیں۔ وہ اطمینان سے کولڈ ڈرنک ختم کرنے لگی مگر ان کے نئے سوال شروع ہو گئے۔

"کون ہے؟ —— کیا کرتا ہے؟ —— فیملی بیک گراؤنڈ کیا ہے؟"

تجی کو چند منٹوں میں یوں لگ رہا تھا جیسے کسی شکنجے میں آ پھنسی ہو۔ معید کے حوالے سے کوئی بات کرنا تو اسے گوارا ہی نہیں تھا۔ اس لیے اپنے پاس سے بنا کر جواب دیتی رہی۔

"چلیں ——" معید ڈرائنگ روم کے دروازے تک آیا تو وہ شکر کا کلمہ پڑھتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تجی آپی! اپنی شادی میں ضرور بلائیے گا۔ ہم بھی دیکھیں گے، جتنی پیاری آپ ہیں، دولہا بھائی اتنے اچھے ہیں یا نہیں۔" نکلتے نکلتے آنسہ نے شرارت سے کہا تو وہ دل ہی دل میں اسے کوس کر رہ گئی، بظاہر مسکرا دی۔

گاڑی میں آ کر بیٹھتے ہی وہ معید سے الجھنے لگی۔

"کتنا اچھا تھا کہ میں گاڑی ہی میں بیٹھ کر انتظار کر لیتی۔"

"مجھے اگر تمہارے اس "شوق" کا اندازہ ہوتا تو میں بصد شوق تمہیں گاڑی میں بٹھا جاتا۔" وہ بگڑے انداز میں بولا تو تجی ہونٹوں پر دانت جما کر رہ گئی۔ پھر غصے سے بولی۔

"مجھے اس طرح کے فضول شوق لاحق نہیں ہیں۔ مگر ان لوگوں کے ساتھ بیٹھنے سے بہتر تھا کہ میں تنہا گاڑی میں بیٹھی رہتی۔ یوں کرید کرید کر سوالات پوچھ رہی تھیں جیسے آج ہی رشتہ لے کر آنے کا ارادہ رکھتی ہوں۔" سوچنے کا تکلف تو اس نے بھی کیا ہی نہیں تھا، اب بھی بولنے کے بعد اندازہ ہوا کہ

غلط بندے کے سامنے غلط بات کہہ دی۔

"تو واہ ــــ تمہیں تو خوش ہونا چاہیے تھا کہ مجھ سے چھٹکارا پانے کا وسیلہ بن رہا ہے جو ہو بہو اقبال خاصا ڈیسنٹ بندہ ہے۔ اگر مونچھیں تھوڑی کم کرا لے تو۔" اس نے اپنی حیرت کو فوراً قابو میں لا کر لبادہ اوڑھاتے ہوئے کہا۔

اس سلسلے میں وہ تجی کی ناپسندیدگی سے ناواقف ہرگز نہیں تھا۔

"زہر لگتی ہیں مجھے تھانیداروں جیسی مونچھیں۔ چاہے سوٹ کرتی ہوں یا نہیں۔ ہر ایک کو اپنا رعب جمانے کا خبط ہے۔ تو لوگ ایسی مونچھیں رکھ لیتے ہیں۔"

وہ بیانگ دہل کہہ رہی تھی اور معید جانتا تھا کہ اشارہ اسی کی طرف ہے۔

وجاہت، انس اور عمار تینوں ہی کلین شیوڈ تھے۔ صرف معید ہی کی بھاری مونچھیں تھیں جنہیں وہ بڑی نفاست کے ساتھ تراش خراش کے رکھتا تھا اور حقیقت میں معید کو مونچھیں سوٹ بھی بہت کرتی تھیں۔ جبھی اقبال صاحب کے،

"مجھے مردوں کا مونچھیں رکھنا بالکل بھی پسند نہیں مگر معید بھائی کے چہرے پر اتنی اچھی لگتی ہیں کہ کبھی کبھار میرا بھی ایسی مونچھیں رکھنے کو جی چاہنے لگتا ہے۔"

اور تجی نے اسے ایک کرارا سا جھانپڑ دے مارا تھا۔

اور آج اسی بات کو لے کر وہ اس پر "حملہ" کر رہا تھا۔

"آپ میرے ساتھ محض "ڈرائیوری" کے لئے آئے ہیں، خواہ مخواہ میرے گارڈین بننے کی کوشش مت کریں۔" اس کا انداز بہت تپا ہوا تھا۔

"اب یہ تو تم مجھے سراسر احساس کمتری کا شکار کر رہی ہو۔" گاڑی کو مارکیٹ سائیڈ پر ڈالتے ہوئے وہ بہت دوستانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔ تجی کو اس کا انداز، الفاظ بالکل بھی پسند نہیں آئے تو وہ سر جھٹک کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

گفٹ سینٹر میں کتنی ہی دیر سر کھپانے کے بعد بھی کوئی چیز اس کے ذوق پر پوری نہیں اتری تو

"اب تمہیں دیر نہیں ہو رہی؟" گھڑی کی سوئیوں کو پانچ بجاتے دیکھ کر معید اس کی طرف آیا تو وہ ایک خوبصورت اور قیمتی ڈیکوریشن پیس کو منہ بنا کر واپس ریک میں رکھ رہی تھی۔

"اگر آپ کو دیر ہو رہی ہے تو آپ جا سکتے ہیں ــــ میں گفٹ خریدنے کے لئے وہاں آ کر سیلے گھر سے نکلی تھی۔" وہ بے رخی سے کہتے ہوئے دوسرے ریک پر دھرے ڈیکوریشن پیس کو دیکھنے لگی۔

"تو اس میں کیا خرابی ہے؟ ــــ کافی خوبصورت ڈیکوریشن پیس ہے۔" وہ اس کے رکھے ہوئے ڈیکوریشن پیس کو اٹھا کر رکھنے والے ڈیکوریشن پیس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"خدا کا شکر ہے کہ میں کافی پڑھی لکھی ہوں اور دیکھ سکتی ہوں کہ اس پر میڈ اِن چائنا کے لئے لکھی ہوئی ہیں۔" وہ طنزیہ لہجے میں بولی تو معید تحمل سے برداشت کر کے رہ گیا۔

"اب اگر دکھے اس منٹس میں تم نے کچھ پسند نہیں کیا تو میں تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا۔"

پینٹنگز میں لڑکوں کے ایک گروپ کو داخل ہوتے دیکھ کر معید نے اٹل لہجے میں کہا تو وہ ناگواری سے

"یہ بھی چیز اٹھا کے تھوڑی دے دوں گی؟ چاہے آگے بندے کو پسند بھی نہ آئے۔"

"یہ ــــ یہ لے لو۔" اس نے ایک وال پینٹنگ کی طرف اشارہ کیا جس میں بے حد لینڈ اسکیپ دکھایا گیا تھا اور اس کی خاص بات یہ تھی کہ اس میں تھوڑا سا "الیکٹرک ورک" اس وقت بھی اس تصویر سے ملحق سوئچ ساکٹ میں لگا ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے آبشار سے گرتا ہوا پانی کی لہریں بالکل حقیقی محسوس ہو رہی تھیں۔ پانی کا منظر بھی بہت دلکشی لئے ہوئے تھا۔ پانی نظر میں تجی کو بھی وہ پینٹنگ بہت بھا گئی۔ مگر چونکہ معید اس کے متعلق پسندیدگی ظاہر کر چکا تھا اسی لئے وہ ناک چڑھا کر بولی۔

"ابھی تو ایسی خاص نہیں ہے۔"

"خاص ہو یا عام، اس کو لو اور جلدی سے چلو۔" اب کی بار معید نے سختی سے کہا بلکہ ساتھ ہی سیلز مین کو بھی اشارہ کر دیا تو وہ فوراً ہی آ گیا۔

"یہ پینٹنگ پیک کر دیں۔"

"چلیے ــــ" وہ سنجیدگی سے کہتا کاؤنٹر کی طرف گیا تو جھلاتی ہوئی تجی کو بھی اس کے پیچھے آنا پڑا۔ تبھی اس کا دل دھک سے رہ گیا۔

"ہائیں ــــ میرا پرس ــــ" اس کی پیشانی پر شبنم چمک اٹھی۔ "میرا پرس ــــ"

اس نے عجلت سے اتنا ہی کہا تو وہ چونک گیا۔

"کیا ہوا کیا ہے کیا؟"

"نہیں ــــ وہ شاید مجھے گھر ہی سے اٹھانا یاد نہیں رہا۔"

"تو کس بات کی پریشانی ہے؟ گھر جا کے لے لینا۔" وہ لاپرواہی سے بولا تو وہ بے بسی سے انگلیاں مروڑنے لگی۔ اب اتنا بڑا احسان ــــ وہ بھی معید حسن کا۔

"آپ گفٹ رہنے دیں۔" اس نے ایک دم سے کہا تو وہ اسے حیرت سے دیکھنے لگا۔

"اب میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔"

"تم اپنی عقل کم ہی استعمال کیا کرو۔" کوفت سے کہتے ہوئے معید نے والٹ نکال کر پے منٹ کی اور پیک شدہ گفٹ اٹھا کر چل دیا۔

"میں آپ کو گھر جا کر اس کے پیسے دے دوں گی۔" اور ذرا خلش اسے چین نہیں لینے دے رہی تھی۔ بھلا معید کا احسان وہ قبول کر سکتی تھی؟

"مہربانی، نوازش۔ ورنہ شاید میں کنگال ہی ہو جاؤں گا۔" گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر اس نے پینٹنگ سیٹ پر رکھا اور ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے اس کے لئے فرنٹ ڈور کھول دیا۔

"آپ یہ نہ سمجھئے گا کہ میں جان بوجھ کر پرس نہیں لائی ہوں، اس لئے آپ کی تسلی کرا رہی

ہوں۔"

"تم اتنی سمجھدار نہیں ہو کہ میری سمجھ کو سمجھ سکو۔" کاٹ دار لہجے میں کہا گیا تو تحی نے نہ جانے کیوں عافیت جانی۔

"کتنے بجے فنکشن شروع ہو رہا ہے؟" وہ ایڈریس پوچھنے کے بعد تفتیش کر رہا تھا۔

"چھ ساڑھے چھ بجے تک۔ بس ہم فرینڈز ہی ہیں۔" مجبوراً بتانا پڑا تو وہ پوچھنے لگا۔

"واپسی کب تک ہے؟"

"نو بجے تک ——— مگر آپ لینے مت آیئے گا۔ میں فون کر کے وین کو بلا لوں گی۔" وہ جلدی بولی تھی۔ وہ تیکھی نظروں سے اسے دیکھنے کے بعد ونڈ اسکرین کے پار دیکھنے لگا۔ پھر غرایا۔

"کہیں تم کچھ غلط نہ سمجھنے لگو۔ اس لئے بتا رہا ہوں کہ مجھے بھی یہ 'ڈرائیوری' پسند نہیں ہے۔"

وہ جل کر رہ گئی۔ مگر بظاہر اسے چڑانے کے لئے اطمینان سے بولی۔

"یہ تو خدا کی طرف سے آپ کے لئے سزا ہے ——— ہر وقت جو فرمانبرداری کے ڈرامے رچے ہیں۔"

"یہ سزا والی بات تو بالکل صحیح کہی آپ نے۔" اس پر اچٹتی نگاہ ڈالتے ہوئے معید نے اس دوست کے گھر کے بالکل سامنے گاڑی روکی تو اس کا مطلب سمجھتے ہوئے وہ خجل سی ہو گئی۔ وہ اس بات کا شکار ہو گئی تھی۔ بہرحال سنجیدگی کا لبادہ اوڑھے گفٹ نکال کر وہ بنا کچھ کہے باہر نکل جانے دروازہ کھلتے ہی معید نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

اس کی دوست بڑے جوش و خروش کے ساتھ اسے گلے مل رہی تھی۔

"اندر تو آ جانے دو۔" تحی نے اسے ٹوکا تو وہ گیٹ سے باہر جھانکنے لگی۔

"اسے ڈرائیونگ کرنے والے کو باہر ہی سے بھگا دیا۔ اپنی طرف ہی سے انوائٹ کر لیتیں۔" وہ کہہ رہی تھی تو تحی کو ہنسی آ گئی۔

"موصوف وکیل ہوتے ہیں ——— تمہیں کچہری کھول دیتے۔"

"ہائے ——— اور میں ہر الزام دل کھول کر قبول کر لیتی۔"

"چپ کو مت۔ باقی سب کدھر ہیں؟" تحی نے ہنسی روکتے ہوئے پوچھا تو وہ اسے ساتھ لئے اندر چلی آئی جہاں وہ تینوں آفت کی پرکالہ موجود تھیں۔ ان پانچوں کی دوستی اسکول کے زمانے سے چلی آ رہی تھی۔ بینش اور کرن ایم بی اے کر رہی تھیں۔ ردا کا بی اے کے بعد اپنے کزن سے نکاح ہو گیا تھا اس نے مزید پڑھنے کی بجائے گھرداری کو ترجیح دی۔ ان دنوں اس کی رخصتی کا مسئلہ زیر غور تھا۔ صرف سعدیہ اور تحی ایک ہی یونیورسٹی میں تھیں۔ تحی تو انگریزی ادب سے نہیں نکل پائی تھی مگر سعدیہ نے [illegible] کر لیا تھا۔ اس نے پولیٹیکل سائنس میں ماسٹرز کیا تھا۔

طبیعتوں کے تفاوت اور مختلف رجحانات کے باوجود ان پانچوں کی دوستی کمال کی تھی۔ گر یہ سب کی تقریباً ماہ بعد ہونے والی ملاقات تھی۔

نے اس عید کے چاند کی بھی شکل دکھائی دی۔" بینش نے تحی کو کھینچتے ہوئے شکوہ کناں لہجے میں جتاتے ہوئے جتائی۔

"لگ رہا ہے جیسے شکنجے میں آ گئی ہوں۔"

"ہیلو میں نے اسے فون کئے تمہارے لئے مگر ایک بار بھی بات نہیں ہو پائی۔ اس کے بعد میں نے بات ہی نہیں کیا۔" ردا کی ملاقات اس سے کبھی کبھار ہی ہوتی تھی مگر اسے تحی سے بہت لگاؤ تھا۔

"کرن اور سعدیہ کے تو ایگزامز ہو رہے تھے مگر تمہیں کیا تکلیف تھی؟ میرے دونوں کزنز کی شادی میں بھی نہیں آئیں۔" تحی کو بھی اس کی کمپنی کا خیال آیا تھا۔

"ایگزامز چل رہے تھے پھر بھی تھوڑی دیر کے لئے آئی تو تھیں۔ مگر یہ کرن سے پوچھو۔" بینش نے بھی جھک کر پوچھا تو وہ یقین دلانے والے انداز میں بولی۔

"ارے لو میری سگی نند کی شادی تھی ان دنوں۔"

سب کو ہنسی کا دورہ پڑ گیا۔ ردا کی باتیں عموماً ایسی ہی سادگی اور بیوقوفی لئے ہوتی تھیں۔

"اُف ——— نند تو نند ہی ہوتی ہے۔ یہ سگی اور سوتیلی کیا؟" کرن نے اسے گھرکا تھا۔

"نہیں بہن کی کزنز بھی تو نندیں ہی ہوتی ہیں۔ مگر سگی نندیں نہیں ہوتیں۔" وہ روٹھے پن سے بولی تو بانے ہنسی روکتے ہوئے اسے ساتھ لگا لیا۔

"واہ ——— کیا نکتہ نکالا ہے۔"

اسی وقت سعدیہ کی امی اور بھابی ان کے لئے کولڈ ڈرنکس لے آئیں۔

"السلام علیکم آنٹی! ——— بھابی! کیسی ہیں آپ؟" تحی فوراً اٹھی تھی۔

"میں تو ابھی امی سے کہہ رہی تھی کہ آج شاید تحی کی شکل دیکھنے کو مل جائے۔" عنبر بھابی نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا۔ سعدیہ کی امی بھی اتنی ہی محبت سے ملیں۔

تھوڑی دیر ان کے ساتھ باتوں میں مصروف رہنے کے بعد وہ دونوں اٹھ گئیں تو کرن نے رشک بھرے لہجے میں کہا۔

"میں نے بہت سی بھابیاں دیکھی ہیں مگر سعدی! تمہاری بھابی کا جواب نہیں۔ اتنی خوش اخلاق اور تمہارے بھائی کی کوئی نیکی کام آ رہی ہے یقیناً۔"

"باتی یار! ایسے 'دیور' تو اب نایاب ہی ہو گئے ہیں۔ ہر گھر جنگ کا میدان بنا ہوا ہے۔ ہر ایک کی ڈیمانڈز ہی پوری نہیں ہو پاتیں اور سارا نزلہ گرتا ہے بے چارے بیٹے پر۔" ردا نے بھی حصہ لیا۔ بینش بڑے اطمینان سے مسکرا رہی تھی۔

"اب تم لوگ میری بھابی کی اچھائیوں کو نظر نہ لگا دینا۔ اور ذرا تحی سے پوچھو، اس کی بھابی کیسی نکلی۔"

"بڑی بھابی، ماشاءاللہ۔" تحی نے صدق دل سے تحسین کی تعریف کی تھی۔ "کبھی گھر آؤ گی تو پہچان نہیں پاؤ گی کہ یہ سحر اس گھر کی بیٹی ہیں یا بیاہ کر آئی ہیں۔"

"شکل کی تو ویسے بھی بہت پیاری ہیں۔" بینش نے توصیفی انداز میں کہا تھا۔

"میں نے تو سوچ لیا ہے کہ اچھی بھابی کی حرص کرنے کی بجائے خود اچھی بھابی بن کے بتاؤں [illegible] ہمارے اعلان کیا تھا جو کہ وہ ہر دو ماہ بعد کرتی ہی رہتی تھی۔ کرن نے اس کا شانہ تھپک کر اسے [illegible]

"اور تم سناؤ یار! شادی وادی کا کیا ارادہ ہے؟ ــــ کل فون پہ آنٹی سے بات ہوئی تو وہ منگنی کی خوش خبری سنا رہی تھیں۔"

سعدیہ نے حنی کو آڑے ہاتھوں لیا تو اسے اپنی مسکراہٹ بحال رکھنا مشکل ہونے لگا۔ اسے [illegible] بولی۔

"ہاں سنا تو میں نے بھی ہے۔"

"کس قدر گھنی ہے یہ۔" کرن نے حسب عادت اس کے بازو پہ چٹکی بھری تھی۔ وہ بازو سہلاتے ہوئے اسے گھورنے لگی۔

"اب کیا شہر میں پوسٹرز چھپوا کر لگا دیتی؟ ــــ ابھی کون سی منگنی ہو گئی ہے۔"

"اب فوراً بتاؤ وہ موصوف کون ہیں؟ کیا کرتے ہیں؟ اور ان کا نام و حدود اربعہ کیا ہے؟" بینش کے تیور خاصے خطرناک تھے مگر وہ فی الحال اس تذکرے میں پڑ کر اپنا موڈ خراب نہیں کرنا چاہتی تھی [illegible] سے بولی۔

"کم از کم انٹرول سے پہلے تو میں کچھ نہیں بتاؤں گی۔ پہلے اس کے برتھ ڈے سے تو فارغ ہو لیں سعدی! اپنا گفٹ تو کھول کے دیکھو۔"

"بہت کمینی ہے ــــ جب تک چاہے مارے تجسس کے میری جان ہی نکل جائے۔" کرن [illegible] صدمہ لگا تھا۔

"بے فکر رہو ــــ تمہاری سیٹ کے کان میں ساری معلومات پھونک دوں گی۔" حنی نے اسے تسلی دی تو وہ پھڑک اٹھی۔

"ویسے تو یہ میرا حق بنتا تھا۔ مگر پھر بھی ان گفٹس کے لیے تم چاروں کا شکریہ۔" سعدیہ نے گفٹ سب سے پہلے کھولتے ہوئے بڑے ناز سے کہا تو وہ اس کے انداز پہ ہنسنے لگیں۔

"واؤ" سعدیہ کو پہلی ہی نظر میں وہ لینڈ اسکیپ پسند آیا تھا۔

"اس کا پلگ لگاؤ زیادہ کافی "خاصے" کی چیز ہے یہ۔" حنی نے اسے کہا تو سعدیہ نے فوراً تصویر کی پشت پر تار سے منسلک پلگ کو ساکٹ میں لگا دیا۔ آن کرتے ہی تصویر میں موجود آبشار کا گرتا پانی اور اس میں پیدا ہونے والی لہروں کے مدوجزر نے ان چاروں کو بھی مسحور کیا تھا۔

"صوفی! تمہاری پسند کافی اچھی ہو گئی ہے۔" سعدیہ نے اسے چھیڑا تو وہ معید کا ذکر گول کرتے ہوئے سارا کریڈٹ خود لے گئی۔

"ایک گھنٹہ خرچ کرنے کے بعد بمشکل یہ لینڈ اسکیپ پسند آیا۔ وہ بھی اس خصوصیت کی بنا پر کہ الیکٹرک ورک کی وجہ سے پانی واقعی ہر وقت حرکت کرتا دکھائی رہتا ہے۔"

بھی وہ دوست ہی کیا جو اچھا تحفہ نہ دے۔" وہ شرارت سے کہہ رہی تھی۔

[illegible] اسے فرنچ شیفون کا دوپٹہ زیب کڑھائی سے مزین خوبصورت سوٹ دیا تھا۔ بینش نے فرنچ [illegible] بہت ہی بیش قیمت گفٹ کیا اور کرن نے کرسٹل کے بے حد خوبصورت اور منفرد اسٹائل کے گلدان [illegible] تھے۔

"بہت اچھا شکریہ ہے ــــ تم نے مجھے اتنی اچھی دوستوں کی کمپنی فراہم کی۔" سعدیہ کی شوخی پر [illegible] اس کے شانے پر ایک دھپ رسید کی۔

"اب جلدی سے کیک کاٹو ــــ کیونکہ مجھے بھوک لگنا شروع ہو گئی ہے۔"

"ہاں ــــ اتنے اچھے گفٹس دینے کے بعد تو اچھا کھانا ہمارا حق بنتا ہے۔" حنی نے بھی اس کی [illegible] کی۔

"کس قدر مطلبی ہو تم لوگ۔" وہ مصنوعی تاسف سے کہہ رہی تھی۔ کرن نے فوراً اس کی گردن [illegible]

"اب گفٹ قبضے میں آ گئے ہیں، اس لیے ہماری خامیاں بھی کیک کے بعد گنوائی جائیں گی۔"

تھوڑی دیر کے بعد سعدیہ نے اپنا برتھ ڈے کیک کاٹا۔ عنبر بھابی نے اس خوشگوار اور یادگار موقع کی [illegible] تصاویر اتاری تھیں۔ اپنی خوش گپیوں کے دوران کھانا کھایا گیا جو بے حد پرتکلف سے [illegible] تھا۔

"اُف ــــ میں نے تو اتنا کھایا ہے کہ اگلی کسی تقریب تک شاید بھوک نہ لگے۔" بینش نے جمائی [illegible]

"ابھی تو آئس کریم باقی ہے سوئیٹی گرلز!" عنبر بھابی انہیں اسی تخاطب سے پکارا کرتی تھیں۔

"میرے پیٹ میں تو اب ایک تنکے کی بھی گنجائش نہیں۔" کرن کھانے کے دوران حسب عادت "ٹھونسائی" رہی تھی۔

"آئس کریم بہت ساری ہو اور صرف میرے لیے ہو۔" حنی نے صاف گوئی سے کہا تو عنبر بھابی [illegible]

"مجھے پتہ تھا اسی لیے آئس کریم بنائی ہے۔"

"مگر آپ کو شاید یہ نہیں پتہ کہ اپنی انہی "خدمات" کی بدولت ہماری دعائیں پا کر آپ نعیم بھائی [illegible] لو میرج ٹائپ زندگی گزار رہی ہیں۔" بینش نے گویا بہت بڑے راز سے پردہ اٹھایا تھا۔ وہ [illegible] ہنس دیں۔

[illegible] نعیم بھائی کے ساتھ ان کی ارینج میرج ہوئی تھی مگر دونوں کے مابین ایک سال میں بلا کی انڈر اسٹینڈنگ اور محبت پروان چڑھ گئی تھی کہ سب اس شادی کو "لو" ہی کا شاخسانہ سمجھتے تھے۔ مزید حنی پری کی [illegible] دونوں کی محبت کو دوام بخشتا تھا جو گھر بھر کی آنکھوں کا تارا تھی۔

ابھی آئس کریم کے باؤل ریپ [illegible] کر گئیں تو فراغت پاتے ہی روا کو پھر سے حنی کا معاملہ

یاد آ گیا۔

"اب بتاؤ تم کس دیس سدھار رہی ہو؟۔۔۔۔ کہیں عمر کاظمی کی روح کو تو محبت میں مبتلا کر دیا؟" سعدیہ کو کچھ کچھ اندازہ تھا۔ مگر وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ اس لمحے وہ نادانستگی میں ہی اپنی دوست کے خوابیدہ زخموں کو جگا گئی تھی۔ ان زخموں میں پہلے جیسی تکلیف اور شدت تو نہ تھی لیکن ٹیسیں تو اب بھی اٹھتی تھیں۔ اس نے لمحہ بھر کو لب بھینچ کر جیسے الفاظ کے ساتھ ساتھ ہمت بھی یکجا کی پھر رسان بھرے لہجے میں بولی۔

"ہر دوستی کا اینڈ شادی تو نہیں ہوتا۔"

"چہ۔۔۔۔ تو بتاؤ نا یار! کون خوش نصیب ہے وہ؟" ردا کو بے چینی لاحق تھی۔ موضوع جونہی عمر کاظمی سے ہٹ گیا تو اس کا تمام تر دھیان سعید حسن کی طرف چلا گیا۔

"کزن ہیں میرے۔" وہ ان کے نرغے میں بے بس سی ہونے لگی۔

"کیا۔۔۔۔ کتنے سارے ہیں؟" بینش نے آنکھیں پھیلائی تھیں۔

"بے وقوف! وہ عزت سے اپنے "ان" کا ذکر کر رہی ہے۔" سعدیہ نے اسے گھورا تھا پھر اشتیاق سے پوچھنے لگی۔ "یار! کچھ حدود اربعہ تو بتاؤ۔"

"وکیل ہوتے ہیں موصوف۔" وہ بمشکل کہہ پائی تھی۔

"اس ڈیشنگ مین کے لئے کہہ رہی ہو جو تمہیں ڈراپ کرنے آیا ہے تو تم نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ وہ سراسر میرا آئیڈیل ہے۔" وہ بے دلی سے آئس کریم میں چمچ ہلاتی رہی۔

"بڑی نامناسب طبیعت ہے تمہاری۔ شرم کرو، دوست کے منگیتر پر نظر رکھ کے بیٹھی ہو۔" کرن اسے غیرت دلائی تھی۔

"لو بھلا، وہ مجھے پہلے مجھے کیا پتہ تھا کہ بندہ "منگنی شدہ" ہونے والا ہے۔" وہ آہ بھر کے کہہ رہی تھی۔ کرن کو نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی آ گئی۔

"کچھ تو میں تمہارے حق میں دستبردار ہو جاتی ہوں۔" اس نے کھلے دل سے آفر کی تھی۔

"کیا بکواس ہے یار!۔۔۔۔ کھل کے بتاؤ نا۔" ردا نے ڈانٹ کر پوچھا تو وہ گہری سانس لیتے ہوئے ان چاروں کی طرف دیکھ کر بولی۔

"سعید حسن۔"

"کیا۔۔۔۔؟" ان سب کی آوازوں میں حیرت، بے یقینی اور ہمدردی کا رنگ نمایاں تھا۔ بھلا سعید حسن کے "کارناموں" سے وہ سب ناواقف تھیں کیا۔

اپنے ساتھ ہونے والی ہر نا انصافی کا ذمہ دار حنا نے سعید حسن نامی کزن ہی کو ٹھہرایا تھا جس نے کبھی اسے کہیں جانے کی اجازت دی تھی اور نہ ہی گھر میں چین سے رہنے دیتا تھا۔ (یہ سب تو پہلے کا پراپیگنڈہ تھا)

یہ وہی ہے نا جس نے تمہیں فہیم بھائی کی مہندی میں نہیں آنے دیا تھا؟" سعدیہ کو بڑے اچنبھے ...

نے اثبات میں سر ہلا دیا تو وہ آہ بھر کے بولی۔

"یہ تو سات خون معاف ہیں۔"

"بے بکواس کرتی ہو تم سعدی!" کرن نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"تم بتاؤ خوش ہو نا؟" ردا نے فکر سے پوچھا۔

منگیتر کا ذکر کرتے ہوئے لڑکیاں جتنا جوش و خروش دکھاتی ہیں، حنا نے اس کا زیرو فیصد بھی نہیں کیا تھا۔ اس کی تشویش بڑھ رہی تھی۔

"نہیں۔" وہ صاف انکار نہیں کر پائی تھی۔ یوں بھی خود کو سب کے سامنے کھلی کتاب کی طرح رکھنا اسے پسند نہیں تھا۔

سعید حسن قسمت سے اس کا راز پا گیا ورنہ اس نے تو خود سے بیگانہ رہنے والی صبا تک کو اس معاملے کی بھنک نہیں پڑنے دی تھی۔

"کیا مطلب؟" ان چاروں کو تحیر نے گھیرا۔

"مطلب یہ کہ مجھے اس منگنی میں کوئی خاص چارم دکھائی نہیں دے رہا۔۔۔۔ میری تو پیشیاں ہی ختم ہو گئی۔ پہلے ہی اچھی خاصی دشمنی پال رکھی ہے میں نے۔" وہ سنجیدہ تھی۔ بینش اسے فوراً ٹوک

"بے وقوف مت بنو۔ ہر رشتے کی اپنی اپنی ڈیمانڈ ہوتی ہے۔ اب ضروری تو نہیں کہ جو کزن کی سے لڑتے رہتے ہوں وہ شادی کے بعد ایک دوسرے پر پستول تان لیں گے۔"

"ہاں۔ میری بھی تو عادل کے ساتھ کبھی نہیں بن پائی تھی۔ اور اب دیکھو، نکاح کے بعد تو جیسے پیچھے پاگل ہوئے پھرتے ہیں۔" ردا نے بڑی آسانی سی مثال دی تھی جو واقعی سچ بھی تھی۔

"اسے پتہ جو ہے کہ ایسی بے وقوف فرشتی پھر سے پھانسنا بہت مشکل ہے۔" کرن نے اسے چھیڑا

"بہرحال ضروری! یہ جو تم خواہ مخواہ مرزی شکل بنا کے ہماری ہمدردیاں بٹورنے کی کوشش کر رہی ہو یہ فضول بات ہے۔" سعدیہ نے اسے سنجیدگی سے سمجھایا تو وہ پل بھر میں موڈ بدل کر کھلکھلا دی۔

"چلو کرن ساری بیچ میں اپنا منگیتر تمہیں دے رہی ہوں۔"

"کافی کمینی ہے یہ۔" کرن نے لقمہ دیا تھا۔

"لو تم۔۔۔۔ تمہارا پانچ سالہ منصوبہ کہاں تک پہنچا ہے؟" حنا نے بینش پر اٹیک کیا۔ میٹرک کے بعد ہی اس کی منگنی ہو چکی تھی اور اس کے ماسٹرز کے انتظار میں بڑی سوکھ رہی تھی۔

"کہا نا ان دنوں بابا اپنا بزنس سیٹل کر رہے ہیں۔ جونہی کام کا بوجھ کم ہو گا......"

"ساس کا بوجھ سر پہ لاد لیں گے۔" سعدیہ نے اس کی بات کاٹ کر ٹکڑا لگایا تھا۔

"لو تم ذرا اپنے دماغ کے اسکرو ٹائٹ کر لو۔ خبردار جو پرانی باتوں کو یاد کر کے اپنی منگنی خراب کرنے کی کوشش کی۔ دیکھنا تو سہی، منگیتر بنتے ہی وکیل صاحب کے سارے دلائل اور دفعات دھری کی

ٹھری رہ جائیں گی۔" ردا نے بڑے دلچسپ انداز میں اس کی بہن واشمہ کی تو وہ چہنچ گئی۔

"کیا پتہ وہ بھی اس آس میں اس سے منگنی کروا رہے ہوں۔" کرن ادور کی کوزی ہوئی تھی۔

"یہ بتاؤ شوخی اور رومینٹک بھی ہیں یا نہیں؟" ردا فوراً اپنی دلچسپی کے موضوع پر آئی تو عرشی کو کرنٹ چھو گیا۔

"لاحول ولاقوۃ ـــــ" بھلا وہ خواب میں بھی کبھی سعید حسن کو "ایسے" سوچ سکتی تھی؟ کبھی نہیں

"اتنے ہی رومینٹک ہیں جتنے کسی دفعہ تین سو دو کے مجرم کے ساتھ ہو سکتے ہیں۔" کاٹ والے انداز میں کہا تو ردا پر تجسس انداز میں بولی۔

"فضیلا شخص اندر سے بہت رومینٹک ہوتا ہے ـــــ یوں سمجھو اخروٹ کی طرح اوپر سے سخت اندر سے اتنا ہی نرم اور میٹھا۔"

"میں ردا سے متعلق متفق ہوں۔ کیونکہ یہ تجربہ کار بندی ہے۔" عینی نے دونوں ہاتھ جھٹکے۔ اس کی شرارت پر ردا لال ہو گئی۔

"بہت فضول ہو تم۔ میں بائی دا وے بات کر رہی ہوں۔" وہ سب ان باتوں کو انجوائے کر رہی تھیں۔ مگر عرشی کا تو حلق تک کڑواہٹ سے بھر گیا۔

اس رشتے کی یہ "سائیڈ" تو پہلی بار سامنے آئی تھی۔ وہ تو سعید حسن سے کوئی رشتہ جوڑنے پر ہی برہم تھی۔ چہ جائیکہ اس کے نام سے چھیڑا جاتا۔ ایسا تو کبھی کوئی رشتہ ہی دونوں کے مابین تھا۔ اس کا دل برا ہونے لگا۔

پورے نو بجے وجدان اسے لینے آ پہنچا تھا۔

"اب اگر اتنے لمبے عرصے کے لیے گم ہوئیں تو دیکھنا، سیدھا تمہارے سسرال کی کمپلین درج کراؤں گی۔" ردا نے اسے گلے لگاتے ہوئے دھمکایا تھا۔

"اور اگر تم نے ہمارے بغیر منگنی کرانے کا سوچا بھی تو پھر نتائج کی ذمہ داری بھی تمہی پر ہوگی۔" عینی بھی پیچھے نہیں رہی تھی۔

"یوں سمجھو کہ تمہارے بغیر تو شاید تمہاری منگنی ہو ہی جائے مگر ہمارے بغیر نہیں ہو سکتی۔" کرن نے ٹکڑا لگایا تو وہ بہ دقت تمام مسکرا پائی۔

"اُف کرن یار! تم لوگوں کو تو بلوا کر کیا مجھے شہر بھر میں اپنے پوسٹرز لگوانے ہیں۔"

وہ عنبر بھابی اور سعدیہ کی امی سے مل کر باہر آ گئی۔

غیر متوقع طور پر وجدان بائیک کی بجائے سعید کی گاڑی پر آیا تھا۔

"تم تو میری تفریح کے پکے دشمن ہو ـــــ مجال ہے جو نو بجے سے آدھا منٹ بھی اوپر ہوا ہو" دروازہ بند کرتے ہی وہ شروع ہو گئی تو وہ سیٹ کرتے ہوئے بولا۔

"میں نہیں بلکہ سعید بھائی۔ انہوں نے تو مجھے ساڑھے آٹھ بجے ہی دوڑا دیا تھا۔ وہ تو میں گھنٹہ بھر لانگ ڈرائیو پر گزار کے آیا ہوں۔"

"اُف ـــــ یہ شخص۔" وہ سلگ کر رہ گئی۔

"میرے پیارے آپی! اگر نرم دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سوچا جائے تو ابھی تک کی زندگی میں تم نے اپنے دشمن ہی نہیں کیے ہوں گے جن کی سزا تمہیں اب اپنے "جانی دشمن" کے روپ میں مل رہی ہے۔" وہ معصومانہ موڈ میں کہہ رہا تھا۔

عرشی نے خونخوار انداز میں اس کے شانے میں ناخن گھسیڑ دیے۔

"آف ـــــ" وہ بلبلا اٹھا تھا۔

"مجھے اپنی جان سلامت چاہیے ہو تو خاموشی سے ڈرائیو کرو۔" وہ دانت پیس کر بولی تھی۔

"تو اس میں غلط کیا ہے؟ ـــــ اور پھر تمہاری حمایت ہی میں تو بول رہا تھا۔"

"حمایت ہی ہو رہی ہے مجھ سے تو یہی ڈائیلاگ امی ابو کے سامنے بولو۔ جنہیں اس سے اچھا بیٹا نہیں ملا۔" اس کی سنجیدگی نے وجدان کو گڑبڑانے پر مجبور کر دیا۔

"اوہو ـــــ آپی! تم تو سیریس ہو رہی ہو۔ میں تو مذاق کر رہا تھا۔ بھلا سعید بھائی سے بہتر بھی کوئی ہو سکتا ہے۔" اس نے فی الفور بیان بدل لیا تو وہ چڑ گئی۔

"ہاں ایک میں ہی بری ہوں۔ وہ تو جیسے دودھ کا دھلا ہے۔ اس میں کوئی خامی ہو ہی نہیں سکتی۔"

"آپی! جو تم سے شادی کر رہا ہو اس میں سوائے دماغ کی خرابی کے اور کوئی خرابی نہیں ہو سکتی۔" وہ شرارت سے کہہ رہا تھا۔

"بکواس مت کرو وجی! سر توڑ دوں گی میں تمہارا۔" وہ سچ مچ غرا اٹھی تھی۔ وجدان فوراً ڈر گیا۔

"سوری اگین۔ آپی! تم تو مذاق بھی نہیں سمجھتیں۔"

"خبردار جو اس شخص کو لے کر مجھ سے مذاق بھی کیا تو۔"

"معاف کر دو بابا! غلطی ہو گئی۔ مجھے کیا پتہ کہ ان ہی دشمنی پال کے بیٹھی ہوئی ہو۔" وہ عاجزی سے کہہ رہا تھا۔

باقی تمام راستے وہ منہ پھلائے بیٹھی رہی تھی۔

●●●●●

وہ غصے کے عالم میں جھٹکے سے فرش پر چادر پھیلا کر لیٹی تو قدرتی طور پر نوفل کو بھی اس کی اس حرکت پر غصہ آیا تھا۔ تبھی وہ لائٹ آف کر کے اس کی پرواہ کیے بغیر بستر پر دراز ہو گیا۔

"اچھا ہے ـــــ یونہی دماغ ٹھکانے آئے گا محترمہ کا ـــــ مجھے کیا؟"

اس نے آنکھیں موند کر ایک پُرسکون نیند لینے کی کوشش کی مگر تمام احساسات کی ڈوری جیسے خود سے چند قدم کے فاصلے پر بے آرامی کے عالم میں پڑے اس وجود سے جا لگی تھی۔

"مجھے بھی اس کی کوئی پرواہ نہیں۔"

وہ کروٹ بدل کر رہ گیا۔ مگر پھر بھی نیند نے آمد کا شرف نہیں بخشا۔ اس نے بے حس بننے کی بہت کوشش کی ـــــ دماغ کو ادھر اُدھر کی سوچوں میں اُلجھانا چاہا مگر ذہن پلٹ پلٹ کر اسی کی طرف آ رہا

تھا۔

"آتی ٹھنڈ میں سرد فرش پر ـــــ خیر، مجھے کیا ـــــ؟"

مگر اس کے دل نے پہلو میں تڑپ تڑپ کر نہایت بے قراری سے اسے باور کروایا تھا کہ وہ صبا کی پرواہ کرتا ہے۔ جانے کتنی ہی دیر وہ خود سے اُلجھتا رہا۔ اسے صبا سے شکست کھانا کسی طور گوارا نہیں تھا۔ مگر یہ دل۔ تبھی اس کی حسیات چونکنا ہو گئیں۔ کسی کے کراہنے کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی اور اس کے علاوہ کمرے میں اور کون شخص تھا؟ ـــــ اس سوال کا جواب بہت آسان تھا۔ اس نے تیزی سے اٹھ کر لائٹ آن کی۔ پلٹ کر صبا کی طرف آیا۔ وہ سکڑی سمٹی لیٹی تھی اور اس کے حلق سے ٹوٹا کراہنے کی آواز آ رہی تھی۔

"صبا ـــــ!" اپنی انا کو بالائے طاق رکھ کر پنجوں کے بل اس کے پاس بیٹھتے ہوئے نوفل نے اسے آواز دی۔ مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور بس کراہتی رہی۔ نوفل نے متفکر ہو کر ہاتھ سے اس کی گردن کو چھوا تو یوں لگا جیسے ہاتھ جلنے کرنے سے جھلس گیا ہو۔ وہ بخار میں پھنک رہی تھی۔

"صبا! ـــــ صبا! ـــــ" نوفل نے بے اختیار اسے جھنجوڑا مگر وہ یونہی سردی سے کپکپاتی، سمٹی پڑی رہی۔ بارش میں بھیگنا اور اس کے بعد سرد فرش پر لیٹنا رنگ لا رہا تھا۔ اس کی بگڑتی حالت نوفل کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر رہی تھی۔ فی الحال وہ اس کی اتنی ہی مدد کر سکتا تھا کہ اسے اٹھا کر بستر پر ڈال دیتا اور اس نے یہی کیا تھا۔ پھر اس کے اوپر دونوں گرم چادریں ڈال دیں۔

چند لمحے وہ اس کے چہرے پر نظریں جمائے رہا گرمائش کے احساس سے جس کی رنگت واپس لوٹ رہی تھی۔ پھر اس کے پاس بیٹھ گیا۔

نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما تو وہ اسے بہت سرد محسوس ہوا۔ نوفل نے اس کا دوسرا ہاتھ بھی تھاما اور دونوں ہاتھ اپنے سینے پر رکھ کر جیسے انہیں گرمی پہنچانے کی سعی کرنے لگا۔ حالانکہ اس کا وجود بخار میں جل رہا تھا مگر ہاتھ پاؤں سرد تھے۔

تھوڑی دیر تک وہ یونہی بیٹھا رہا۔ پھر تکیے کے نیچے سے گھڑی نکال کر ٹائم دیکھتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ ابھی بمشکل آدھی رات ہی گزری تھی۔ صبح ہونے میں ابھی کئی گھنٹے باقی تھے۔ اس نے موبائل اٹھا کر ڈالے کا نمبر ملایا تھا۔ آتی رات گئے اسے تکلیف دینا بھی تو زیادتی والی بات۔ مگر اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ کافی دیر کے بعد ڈالے نے کال ریسیو کی تھی۔

"خیریت؟" اس نے چھوٹتے ہی پوچھا تو نوفل نے اسے مختصراً صورت حال سے آگاہ کر دیا۔

"اس وقت تو ڈاکٹر شاید نہ ملے اور نہ ہی مجھے کسی کلینک وغیرہ کا علم ہے۔ تم ہوٹل مینجمنٹ سے بات کرو۔ شاید وہ دوا انتظام کر سکیں۔"

"میں ابھی دوستوں میں پتہ کرتی ہوں۔ کوئی نہ کوئی انتظام تو ہو گا ہی۔ فکر مت کرو۔" ڈالے نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا تو اس نے فون بند کر دیا۔

اگلا آدھا گھنٹہ اس نے برآمدے میں کھڑے ہو کر گزارا تھا۔ تبھی کسی گاڑی کی ہیڈ لائٹس چمکیں اور

عین دروازے کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ نوفل نے تیزی سے دروازہ کھولا۔ گاڑی میں سے ڈالے کے ساتھ دو آدمی اترے تھے۔ ایک شخص سلیپنگ سوٹ میں ملبوس تھا اور دوسرے نے ہاتھ میں میڈیکل بکس تھام رکھا تھا اور وہ حلیے سے ملازم دکھائی دے رہا تھا۔

"یہ ڈاکٹر اشفاق ہیں۔" ڈالے نے تعارف کرایا تو نوفل ان سے ہاتھ ملاتا اندر لے آیا۔

"رات بارش میں بھیگ جانے کی وجہ سے انہیں شاید ٹھنڈ لگ گئی ہے۔" نوفل نے بتایا تو وہ صبا کی نبض چیک کرنے لگے۔

"میں نے ہوٹل کی انتظامیہ سے پوچھا تو پتہ چلا کہ یہاں نزدیک کوئی بھی کلینک موجود نہیں جو اتنی رات گئے کھلا ہو۔ تبھی ریسپشنسٹ نے بتایا کہ ڈاکٹر صاحب اپنی فیملی کے ساتھ ایک ڈیڑھ ہفتے کے لیے ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں تو میں بذات خود جا کر انہیں لے آئی۔" ڈالے اسے مدھم آواز میں بتا رہی تھی۔

"معمولی کا بخار ہے ـــــ ویسے تو کوئی زیادہ پریشانی کی بات نہیں۔ بارش میں بھیگنے کی وجہ سے باڈی پرابلم ہو گئی ہے۔ فی الحال تو میں یہ ٹیبلٹ دے دیتا ہوں وہ انہیں ابھی کھلا دیں۔ باقی دوائیں میں لکھ دی ہیں صبح لے آئیے گا۔" ڈاکٹر اشفاق نے پرچہ لکھ کر نوفل کی طرف بڑھایا تھا۔

"ٹھیک ہے ڈاکٹر صاحب! اتنی رات کو آپ کو زحمت دی۔" وہ متشکر ہوا تھا۔ پھر ہاتھ بڑھا کر دوا کی پرچی تھام لیا۔ پھر اپنے والٹ میں سے پیسے نکال کر انہیں دیئے تو انہوں نے آرام سے پانچ سو میں سے سو رکھ لیے۔

"اتنی رات کو ویسے میں کبھی کہیں وزٹ نہیں کرتا۔" انہوں نے جاتے جاتے توجیہہ پیش کی تھی۔

"میں یہیں رک جاؤں نوفل؟" ڈالے نے اس سے پوچھا تو وہ قدرے سوچ کر بولا۔

"خواہ مخواہ بے آرام مت ہو۔ صبح شوٹنگ بھی تمہاری ہے تمہیں۔ اور ویسے بھی ابھی تو وہ سو رہی ہے۔ فکر والی بات نہیں۔"

"اوکے۔" وہ اس کی بات سمجھ گئی تھی۔ ان کے ساتھ ہی واپس ہو گئی۔

وہ دروازہ بند کر کے آیا۔ اب صبا کو ٹیبلٹ کھلانے کا مسئلہ تھا۔ وہ ہوش تو تھا نہیں، وہ گلاس میں پانی بھر لایا۔ بمشکل تمام اسے بٹھا کر اپنے سہارے پر بٹھاتے ہوئے اسے اپنا مافی الضمیر سمجھایا اور ٹیبلٹ اس کے ہاتھ میں تھما دی۔ بند ہوتی آنکھوں کے ساتھ اس نے ٹیبلٹ منہ میں رکھی تو نوفل نے پانی کا گلاس اس کے لبوں سے لگا دیا۔ وہ بس دو ہی گھونٹ لے پائی تھی۔ نوفل نے احتیاط کے ساتھ اس کو پھر سے لٹا دیا۔ لٹاتے ہوئے نگاہ اس کی سیاہ پلکوں کی جھالر اور معصومیت سے بند سرخ ہونٹوں پر آ ٹکی جن کی رنگت مدھم پڑ گئی تھی۔ وہ گہری سانس بھرتا بستر کی دوسری طرف نیم دراز ہو کر میگزین کے صفحات الٹنے لگا اور یونہی وقت گزارتے ہوئے جانے کب سو بھی گیا، اسے خبر نہیں ہوئی تھی۔

مگر اس کی نیند موبائل کی بیپ کے ساتھ ٹوٹی تھی۔ اس نے مندی آنکھوں سے موبائل اسکرین پر نگاہ ڈالا۔

"دروازہ کھولو نوفل۔" ژالے کا میسج آرہا تھا۔ شاید وہ کافی دیر تک دروازہ کھٹکھٹاتی رہی تھی کیونکہ جواب نہیں ملا تھا۔ اس نے یاد آنے پر فوراً سر اٹھا کر صبا کی طرف دیکھا، وہ ابھی تک سو رہی تھی۔ نوفل نے ہاتھ بڑھا کر اس کے رخسار پر رکھا تو بخار میں کمی محسوس ہوئی۔ وہ اٹھ کر دروازہ کھولتا ہوا کمرے سے چلا آیا جہاں جالی دار دروازے کے پار ژالے آفریدی موجود تھی۔

"اب کیسی ہے صبا؟" اس نے باہر ہی سے پوچھا تھا۔

"پہلے سے شاید بہتر ہے۔" نوفل نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا تو وہ اس کے ساتھ اندر چلی آئی۔

"رات سے بخار کافی کم ہے۔" وہ چیک کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"رات میں نے ٹیبلٹ کھلا دی تھی۔" نوفل کہتے ہوئے واش روم میں گھس گیا تھا۔ ژالے کرسی گھسیٹ کر صبا کے نزدیک ہی بیٹھ گئی۔ اس کے چہرے پر کھنڈی زردی ژالے کو کل شام والی زندگی سے بھرپور خوبصورت لگنے والی صبا کی یاد دلانے لگی۔

"شاید میری ہی نظر لگ گئی ہوگی۔" اسے تاسف ہوا تھا۔

نوفل کافی دیر کے بعد فریش ہو کر باہر نکلا تو وہ صبا کے چہرے پر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔ وہ تولیے سے چہرہ خشک کرتا اس کی طرف چلا آیا۔

"تم کیا سوچ رہی ہو؟"

"سوچ رہی ہوں کل صبا اتنی پیاری لگ رہی تھی۔ تمہاری نظر لگی ہوگی یا میری۔" وہ مسکرا کر بولی۔ کل کے "بہت سے" واقعات یاد کر کے وہ لمحہ بھر کو لب بھینچنے کے بعد کھل کے مسکرا دیا۔

"جتنی تمہیں پیاری لگی تھی تو پھر نظر بھی تمہاری ہی لگی ہوگی۔"

"نوفل! کوئی مس انڈر اسٹینڈنگ تو نہیں ہوئی؟ ——— میرا مطلب ہے کہ صبا یوں اچانک وہاں سے اٹھ کر چلی آئی۔" وہ سنجیدگی سے پوچھ رہی تھی۔

"بالکل بھی نہیں ——— بور ہو رہی تھیں۔ میں مصروف تھا، سو خود ہی ایڈونچر کی خاطر نکل پڑیں۔ ارادہ تو یہی تھا کہ جنگل کی سیر کے بعد واپس لوکیشن پر لوٹ آئیں گی۔ مگر بارش کی وجہ سے کانٹیکٹ ختم ہو گیا۔" نوفل نے اسے مطمئن کرنا چاہا اور ژالے کے تاثرات سے لگا کہ وہ کامیاب بھی رہا تھا۔ کیونکہ فوراً ہی موضوع بدل گئی تھی۔

"میں نے محسوس کیا ہے نوفل! شادی کے بعد تم میں بہت بڑا چینج آ گیا ہے۔"

دیوارگیر شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر بال سنوارتا وہ پوری طرح اس کی طرف پلٹ گیا۔

"دُم نکل آئی ہے یا سینگ؟"

"دونوں ہی۔" ژالے نے اطمینان سے کہا تھا۔

"کیا مطلب؟" نوفل نے اسے خفیف سا گھور کر دیکھا تھا۔

"مطلب یہ کہ تم دونوں ہی کچھ کھوئے کھوئے اور الجھے ہوئے سے دکھائی دیتے ہو۔ جیسے شادی شدہ کپلز والا چارم اور رومینس دکھائی نہیں دیتا تمہارے بیچ۔" وہ اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے بولی۔

اس نے فخریہ انداز میں کہا۔

"یہ یورپ نہیں ہے جہاں میں سرعام اپنی بیوی کی بانہوں میں بانہیں ڈالے گھومتا رہوں۔ یا پھر بول بول کر اپنی محبت کا اظہار کرتا رہوں۔ یہی تو مشرق کا حسن ہے ژالے بی بی! ڈھکا چھپا

"اف ——— پھر تم نے مجھے بی بی کہا۔" وہ چڑ گئی تھی۔

"ہو گئے بابا ———؟" وہ جان بوجھ کر بولا تھا۔

"نوفل ———" وہ چلا ہی تو اٹھی۔

"شی ...۔" نوفل نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔ "کیوں مریضہ کو ڈسٹرب کر رہی ہو؟"

"تم صبح صبح تیار ہو کر کدھر جا رہے ہو؟" اسے خیال آیا تھا۔

"ڈاکٹر نے جو میڈیسن لکھ کے دی ہیں ان کا پتہ کروں گا اور کچھ ناشتے کا بھی انتظام کرنا ہے۔"

"میں نے تم سے کہا بھی تھا کہ ہوٹل ہی میں کمرہ لے لو۔ مگر تمہیں ہی شوق چرایا تھا اپنی بیگم کے تنہائی میں رہنے کا۔ کم از کم وہاں کھانے پینے کا مسئلہ تو نہ ہوتا۔"

ژالے اس کی کھنچائی کر رہی تھی۔ وہ اپنا والٹ چیک کرتا مسکراتے ہوئے اس کی باتیں سنتا رہا، پھر موبائل اٹھاتے ہوئے بولا۔

"تم یہیں ٹھہرنا۔"

"ہو گئی نوفل احمد! یہ بھی بھلا کوئی کہنے کی بات ہے؟" وہ جتانے والے انداز میں بولی تو وہ ہنستا ہوا باہر نکل گیا۔

صبا جاگی تو نوفل نہ صرف ناشتے کا سامان بلکہ اس کی میڈیسن بھی لا چکا تھا۔ وہ دونوں وہیں بستر پر بیٹھے خوش گپیوں کے دوران ناشتے میں مصروف تھے۔

پہلے ژالے کی نظر اس پر پڑی تھی۔

"صبا لو ——— کیسی طبیعت ہے اب؟" وہ فوراً ناشتہ چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔ نوفل نے اس پر سرسری نگاہ ہی ڈالی تھی مگر ناشتے سے ہاتھ نہیں روکا۔

"تم ہمت کر کے اٹھو اور فریش ہو جاؤ۔ میں تمہارے لئے دودھ میں کارن فلیکس ڈالتی ہوں۔" ژالے نے اس کے شانے پر ہاتھ کا محبت بھرا دباؤ ڈالتے ہوئے کہا تو وہ مدھم لہجے میں بولی۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔"

"تو کیا ——— بھوک کے لئے مت کھاؤ۔ مگر ابھی تمہیں میڈیسن بھی لینی ہیں۔ ان سے پہلے کچھ تو کھانا ہی ہوگا۔" ژالے نے اصرار کیا تو اسے اٹھنا ہی پڑا۔ مگر بدن کا جوڑ جوڑ ایسے دُکھا کہ وہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے سختی سے دبا کر رہ گئی۔ نقاہت کے مارے سر الگ چکرا رہا تھا۔

"ناشتہ کہیں بھاگا نہیں جا رہا۔ پہلے صبا کو واش روم تک لے جاؤ۔" ژالے نے اسے گھورا تھا۔

"مائی ڈیئر! جان ہے تو جہان ہے۔" وہ فلسفیانہ انداز میں کہہ کر چائے کا آخری گھونٹ بھرتے اٹھا تو

اس سے بحث کو عبث جان کر وہ معاندانہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"اٹھ رہا ہوں یار! ـــــ حالانکہ یہ کام تم بھی کر سکتی ہو۔" وہ جیسے بادل ناخواستہ اٹھا تھا۔

"میں خود چلی جاؤں گی۔" صبا معترض ہوئی تو وہ ٹرالے سے کہنے لگا۔

"تم یونہی ان کی فکر میں گھل رہی ہو ـــــ یہ بہت بہادر خاتون ہیں۔" اس کا طنز صبا نے بہت اچھی طرح سمجھا تھا۔ مگر اس کا مزید احسان لے کر خود کو زیر بار کرنا صبا کو گوارہ نہیں تھا۔ مگر اسی وقت ایک زوردار چکر آیا تو وہ لڑکھڑا سی گئی۔ نوفل نے بے ساختہ ہی کہنی کے اوپر سے اس کا بازو تھام کر سہارا دیا تھا۔

"حالانکہ میں انہیں سمجھاتا رہتا ہوں کہ اتنی بہادری خواتین کے لئے اچھی نہیں ہوتی۔" وہ اسے تھامے واش روم کی طرف بڑھ گیا۔

"ایک تو تم مردوں کو اپنی مردانگی کا بے وجہ زعم ہوتا ہے۔ اور نوفل! تم بھی مانو یا نہ مانو تم شاؤنسٹ ہو پورے۔ احساس برتری میں چور۔"

"مجھے لگتا ہے ہماری پہلی لڑائی تمہاری وجہ ہی سے ہوگی۔" واش روم کا دروازہ بند کرنے کے بعد صبا نے نوفل کی آواز سنی تھی۔

کتنے محبت کرنے والے شوہر کا لہجہ لگ رہا تھا۔

مگر ڈرالے کے سامنے اس طرح کی ایکٹنگ کیا معنی رکھتی تھی؟

وہ الجھی سی گئی۔ مگر ابھی ذہن پوری طرح سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں ہوا تھا اس لئے اس نے اس سوچ کو ذہن سے جھٹک دیا۔ وہ فریش ہو کر باہر نکلی تو پہلے کے مقابلے میں خود کو بہت بہتر محسوس کر رہی تھی۔ کچھ بخار کی شدت میں کمی کا اثر بھی تھا۔ ڈرالے کمرے میں موجود نہیں تھی۔ البتہ وہ خوشبوؤں میں ڈوبا نک سک سے تیار جھک کر اپنے جوتوں کے تسمے باندھ رہا تھا۔

"آپ کا ناشتہ بستر پر پڑا ہے۔" اس کی موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے ایک نظر اس پر ڈال کر کہتے ہوئے وہ پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

صبا نے ایک اچٹتی سی نظر کارن فلیکس کے پیالے پر ڈالی تھی، پھر مدھم لہجے میں بولی۔

"آپ مجھے گھر بھجوا دیں واپس۔" اس کی فرمائش بہت غیر متوقع تھی اور یقیناً نوفل کے لئے ناپسندیدہ بھی۔ تبھی اس نے تیز لہجے میں تلخی سمو کر کہا۔

"آپ اپنی زندگی پر بصد شوق جتنے تجربات کریں۔ مگر برائے مہربانی میری زندگی کو امتحان بنانے کی کوشش مت کریں۔"

صبا کا جی چاہا اسے یاد دلائے کہ وہ اس کی زندگی کو بھی تو ایک امتحان ہی بنا چکا ہے۔ مگر اس وقت بحث یا جھگڑا کرنے کی اس میں ہمت نہیں تھی۔ بستر کے کنارے بیٹھتے ہوئے وہ مصالحانہ انداز میں بولی۔

"اسی لئے تو کہہ رہی ہوں، میں آپ کے اعصاب پر بوجھ بننا نہیں چاہتی۔ مجھے واپس بھجوا دیں۔"

...ناشتہ ... آپ ناشتہ کر لیں۔ اور اس کے بعد میڈیسن لیں۔" وہ نرکھائی سے کہہ رہا تھا جب موبائل ...نے اس کی توجہ بانٹ دی۔

...کے فون ہے۔" خود کلامی کے سے انداز میں کہتے ہوئے اس نے موبائل کان سے لگا لیا۔

...طرف صالحہ بیگم تھیں۔

...السلام علیکم ـــــ جی امی جان! خیریت ہے ـــــ ہوں... ابھی کل ہی تو فون کیا تھا آپ ...نے۔ وہ تب پاس نہیں تھیں اس لئے ـــــ اچھا ابھی بات کرا رہا ہوں نا ـــــ ناراضگی والی ...ہے اس میں۔" وہ بات کرتے کرتے اٹھ کر صبا کی طرف آیا تھا۔ انداز سے لگ رہا تھا جیسے ...میں جھاڑ پڑی ہو۔

...بات کیجئے۔" موبائل اس کی طرف بڑھا دیا۔

...السلام علیکم ـــــ" اس کا دل تو پہلے ہی بھرا ہوا تھا اب ان کی مشفق آواز سنی تو آواز بھی بھرا...

...جی ـــــ میں ٹھیک ہوں۔" اس کی بھیگی پلکیں دیکھ کر وہ لب بھینچ کر رہ گیا۔

...جی ـــــ بہت خیال رکھتے ہیں۔" وہ اب مدھم سروں میں کہہ رہی تھی۔ "باقی سب کیسے ہیں؟"

...اچھا۔ پھر ساتھ ہی گڑبڑا کر بولی۔

...ـــــ ایک آدھ بار بات ہوئی ہے سب سے۔ دراصل یہاں موسم اتنا خراب تھا، لائن ہی ...رہی تھی۔"

...ان کا ارادہ کب تک ہے؟" وہ پوچھ رہی تھیں۔

...ـــــ انہی کو معلوم ہوگا۔" صبا نے کہتے ہوئے موبائل نوفل کی طرف بڑھا دیا۔

...نانی ـــــ بس ایک دو روز کی بات ہے ـــــ بہت تھوڑا سا کام باقی ہے۔" وہ کہہ رہا تھا۔ ...آواز سننے کے بعد بولا۔

...سب فکر رہیں ـــــ انس سے میری دو مرتبہ بات ہوئی ہے۔ اس نے مجھے بتایا تھا۔ میں جلد ...سمیٹنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

...نک کر اسے دیکھنے لگی۔

...کلمات کے بعد وہ فون بند کر کے پلٹا ہی تھا کہ صبا نے پوچھا۔

...بھائی کا فون آیا تھا۔ آپ نے مجھے تو نہیں بتایا۔"

...ہوئی ـــــ مجھے پتہ نہیں تھا کہ ہر ضروری و غیر ضروری بات آپ کے علم میں لانا بہت ...ہے۔" وہ بڑے تحمل سے کہہ رہا تھا۔ پھر اس کے مزید کچھ کہنے سے پہلے ہی بولا۔

...آپ یہیں رہیں گی۔ وہاں تو ویسے بھی آپ کا دل نہیں لگتا۔ ضروری نہیں کہ کل میں آپ کی ...آج بھی میں ہی آؤں۔ اس لئے اس تجربے کو دہرانے سے بہتر ہے کہ آپ کانچ ہی میں ...جاتے دروازہ لاک کرنے کی ہدایت کرتا چلا گیا تھا اور جاتے جاتے ایک اور مہربانی۔

"سوہا کل یہیں رکھا ہے۔۔۔۔۔ چاہیں تو گھر فون کر سکتی ہیں۔"

اس کا وحشت زدہ سا دل یکلخت ہی مسرور ہو اٹھا تھا۔ دروازہ بند کر کے واپس آتے ہی اس نے سب سے پہلے گھر فون ملایا تھا۔

"ہیلو۔۔۔۔۔" تحفی کی آواز نے اس کے تھکے ماندے وجود میں گویا ایک نئی زندگی دوڑا دی تھی۔

"صبا بول رہی ہوں۔" اسے خواہ مخواہ رونا سا آنے لگا۔ کتنی قدر محسوس ہو رہی تھی ان سب کی جو وہ اپنے پیچھے چھوڑ کے آئی تھی۔

"اُف، بے وفا! کیسی ہو؟" اس کی آواز میں یکبارگی بشاشت اور خوش دلی سمٹ آئی تھی۔

"ٹھیک ہوں۔۔۔۔۔ گھر میں سب کیسے ہیں؟"

"سب ٹھیک ہیں۔۔۔۔۔ تم سناؤ، نوفل بھائی کا حال کیسا ہے؟"

"وہ بھی ٹھیک ہیں۔۔۔۔۔ ابھی یہاں نہیں ہیں ورنہ تمہاری بات کراتی۔" صبا نے بہت سے رکے تھے۔

"ان کا دو تین مرتبہ فون آ چکا ہے انس بھائی کی طرف۔ مگر تم سے ایک بار بھی بات نہیں ہو پائی۔" تحفی نے شکایتی انداز میں کہا تھا۔

"ارے۔۔۔۔۔" وہ بے ساختہ ہنس دی۔ "چار دن تو ہوئے ہیں مجھے یہاں آئے اور تم لوگ اداس بھی ہو گئے۔ اس کا مطلب ہے کہ شادی کے بعد بندے کی ویلیو بڑھ جاتی ہے۔"

"مت دھوکہ رکھو۔۔۔۔۔ ایسی بھی کوئی خاص اداسی نہیں ہے۔" تحفی نے فوراً اس کی خوش فہمی ختم کر ڈالی تھی۔

"ضوفی! سعید بھائی کیسے ہیں؟" صبا کے پاس اس کی زبان روکنے کا ایک ہی طریقہ تھا اور وہ لمحے بھر کو خاموش ہو گئی۔

"صبا!۔۔۔۔۔ وہ بہت برے ہیں۔۔۔۔۔ وہ مجھ سے شادی کر رہے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں انہیں ناپسند کرتی ہوں اور گھر میں کسی کو بھی یہ بات نہیں کھٹکتی۔ مگر مجھے بہت چبھتی ہے۔" ذرا توقف کے بعد وہ بولی تو اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔ صبا کا دل دھک سے رہ گیا۔ یہ اس تحفی کا لب و لہجہ تو نہیں تھا جسے وہ جانتی تھی۔ اس قدر شکست خوردگی، بے دلی۔

"یہ تو بہت خوشی کی بات ہے ضوفی!۔۔۔۔۔" اس نے کہنا چاہا تو وہ پھیکے لہجے میں اس کی بات کاٹ گئی۔

"اب تم بھی یہی الفاظ مت کہنا کہ وہ بہت بہترین شخص ہے۔۔۔۔۔ میری قسمت جاگ اٹھی وغیرہ وغیرہ۔" اس کے نروٹھے انداز پر وہ گہری سانس بھر کے رہ گئی۔

"ٹھیک دو روز تک ہم واپس آ رہے ہیں۔ پھر ان شاء اللہ تفصیلی بات ہو گی۔ اور یقین کرو میں غیر جانبداری سے سارے معاملے کو دیکھوں گی۔"

"تمہارے آتے ہی منگنی کر دی جائے گی ہماری۔ پھر کیا باقی رہ جائے گا۔" وہ تلخ ہوئی تھی۔ "اچھا

لگا۔

فرصت کرو ضوفی! گھر کی بات ہے نا۔ اتنا سیریس مت لو۔ میں آ رہی ہوں نا، سب ٹھیک ہو جائے گا۔ پاپا، امی اور چچی جان کہاں ہیں؟"

"وہ لوگ مریم پھپھو کے ساتھ بازار گئی ہیں۔ عمرہ کالج گئی ہوئی ہے اور وہ بھی یونیورسٹی۔" وہ اب انداز میں بتا رہی تھی۔ صبا نے شکر ادا کیا۔

"اچھا ضوفی! میں پھر فون کروں گی۔ خدا حافظ۔ سب کو سلام کہنا۔" اس نے بات ختم کرتے ہوئے فون آف کر دیا۔ تحفی سے بات کر کے دل پر ایک انجانا سا بوجھ آ گرا تھا۔

"کس قدر بے وقوف ہو تم تحفی!۔۔۔۔۔ ہیرے کو ٹھکرا رہی ہو۔ مانا کہ وہ تم پر سختی کرتے ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم سے نفرت بھی کرتے ہیں۔"

ادھر جھک کر بیٹھتے ہوئے سائیڈ ٹیبل پر دھری اپنی میگزین اٹھا کر دیکھنے لگی۔

"کس قدر اذیت پسند ہو نوفل احمد!۔۔۔۔۔ مرنے بھی نہیں دیتے ہو۔" وہ پھیکے سے انداز میں مسکرا دی۔ اپنے آفریدی کو اپنے کمرے میں دیکھ کر اس کا دل کٹ کر رہ گیا تھا۔ مگر بے بسی ہی بے بسی تھی کہ وہ بات بھی نہیں کر سکتی تھی۔

●●●●●

آفس جانے کے لئے بالکل تیار تھا۔ بس ایک آدھ ضروری فائل بریف کیس میں رکھ رہا تھا جب وہ اس کے کمرے میں چلی آئی۔

دروازہ کھٹکھٹائے جانے پر وہ یہی سمجھا تھا کہ عمرہ ناشتے کا بلاوا دینے آئی ہے۔ مگر غیر متوقع ہستی کو دیکھ کر طویل سانس بھرتے ہوئے دوبارہ سے اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ اس کے انداز نے تحفی کو احساس دلایا تھا۔

"فائل میں آپ کا احسان لینا پسند نہیں کرتی۔ یہ کنگن کے پیسے دینے آئی ہوں۔" اس نے روکھے انداز میں کہتے ہوئے روپے اس کے سامنے بستر پر پھینکے تھے اور فوراً ہی پلٹ گئی۔

"کیا تو اب ہوتا ہی رہے گا۔ تو کیا ساری عمر مجھے یونہی روپے واپس کرتی رہو گی؟" سعید کی بھری آواز اس کے کانوں میں پڑی تو وہ اس کے الفاظ پر تلملائی، دروازہ کھٹاک سے اپنے پیچھے زور سے بند کر کے گئی تھی۔ وہ تاسف سے سر ہلا کر بریف کیس بند کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"نوفل اور صبا آ رہے ہیں۔" ناشتے کی میز پر آج کی تازہ خبر نشر کر رہی تھی۔

"چلو اچھا ہے۔۔۔۔۔ ہم بھی جلدی سے اپنے فرض سے سبکدوش ہوں۔" تائی جان نے اطمینان سے کہا۔ ان کا مطلب پا کر تحفی اپنی کرسی پر پہلو بدل کر رہ گئی۔ جبکہ سعید پورے انہماک کے ساتھ اخبار کا مطالعہ ساتھ ہی ساتھ چائے کا شغل بھی جاری تھا۔

"کیا بھی وقت ہے میرے یار! سوچ لو۔ آزادی کی یہ صبح۔ یہ چائے اور اخبار کی عیاشی پھر کبھی نصیب نہ ہو گی۔" انس نے سعید کے چہرے کے آگے سے اخبار ہٹاتے ہوئے جلے بھنے لہجے

میں کہا تو وہ سب کی موجودگی کا خیال کر کے اسے خفیف سا گھور کر رہ گیا۔

"اپنی دفعہ تو بڑے بے تاب تھے ان سب عیاشیوں سے محروم ہونے کے لئے۔ اب دوسروں کی بار میں مدولے کیوں انکار ہے ہوں؟" تائی جان نے اپنے مسبوت کو آڑے ہاتھوں لیا تھا۔

"تبھی تو میں چاہتا ہوں کہ یہ میرے تجربے سے فائدہ اٹھائے۔ تب میں تو نا تجربہ کار تھا۔ مجھے سمجھانے والا کوئی نہیں تھا۔" وہ شرارت سے کہتے ہوئے آنکھیوں سے گرم پانی لاتی نگین کو بھی دیکھ رہا تھا۔ اس کی تمام لاف زنی سے اچھی طرح بہرہ ور ہو چکی تھی۔

"بہت خوب ——— یہاں دن دیہاڑے تخریب کاری جاری ہے۔"

"بہت افسوس کی بات ہے بھائی! ابھی تک یہ اڑیل گھوڑا آپ کے قابو میں نہیں آیا۔" معید تاسف سے کہا تو بازی پلٹنے پر انس اسے گھور کر رہ گیا۔ پھر فورا ہی تجی سے پوچھنے لگا۔

"کیوں بھئی بانی لیڈر تمہارا کیا خیال ہے؟" اس کا ارادہ بھی تھا کہ تجی کے ساتھ مل کر معید کی کھنچائی کرے گا۔ مگر وہ پوچھ تب کس موڈ میں تھی، معصومیت سے پوچھنے لگی۔

"کس بارے میں؟ ——— آپ کے اڑیل گھوڑے ہونے کے بارے میں؟" سب کے چہرے انس نے آئینہ دکھایا تھا۔

"میں چلتا ہوں اب۔ ہو سکتا ہے واپسی پر مجھے تھوڑی سی دیر ہو جائے۔" معید نے اٹھتے ہوئے حسب عادت تائی جان کو آگاہ کیا تھا۔ تجی جان کو اس پر پیار آ گیا۔ انہیں معید کی یہ فرمانبرداری شروع ہی سے بہت بھاتی تھی اور اب تو سونے پہ سہاگہ وہ ان کا داماد بن رہا تھا تو دل سے اور بھی قریب ہو گیا تھا۔

"یار! مجھے بھی راستے میں ڈراپ کر دینا۔ میں تو گاڑی گیراج میں دے آیا ہوں۔ سنگ کرنی تھی۔" چائے کے بڑے بڑے گھونٹ بھرتا انس بھی عجلت میں اٹھ گیا تھا۔

"آرام سے انس! کہیں پھندا نہ لگ جائے۔"

"وہ تو کب کا لگ چکا ہے۔" اس نے ایک بار پھر نگین کو دیکھ کر آہ بھری تو وہ جھینپ سی ہو کر اپنی پلیٹ میں جھک گئی۔ وہ مسکراتا ہوا پلٹ گیا۔

"اچھا ہے ——— کبھی تو مجھے بھی ستانے کا موقع ملنا چاہئے۔" وہ شام کے لئے بہت اچھا سا سوچ رہا تھا۔

"اچھا ہوا تم آج میرے ساتھ آ گئے۔ مجھے تم سے ایک بہت ضروری بات کرنا تھی۔ بلکہ مشورہ بھی لو۔" گاڑی کو مطلوبہ سمت پر ڈال کر معید نے سنجیدگی سے بات شروع کی تو وہ چونک گیا۔

"خیریت؟"

"اتنی سیریس بات نہیں ہے کہ اس کے لئے تم فورا اعصابی تناؤ کا شکار ہو جاؤ۔ ریلیکس۔" معید نے قصدا مسکراتے ہوئے کہا تو وہ ڈھیلا پڑ گیا۔

"ایک تو تم ہو بہت خبیث۔ میری ایک ایک حرکت پر نگاہ رکھتے ہو۔" سیٹ کی پشت سے ٹیک

...ہے سراہنے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔ اس کے انداز پر معید مسکرا دیا۔

...اب تم مجھ پر سراسر الزام تراشی کر رہے ہو۔"

...یں تم تنگ والے کیس کو لے کر تو پریشان نہیں ہو؟" انس کو اچانک خیال آیا تھا۔ مگر معید نے فورا ...سر ہلا دیا۔

...یں ایسی فضول باتوں کو سوچ کر دماغ خراب نہیں کرتا۔"

...پھر؟" انس استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

...یں نہیں پاک کالونی والا گھر خالی کرانا چاہتا ہوں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا تو وہ حیران ہو گیا۔

...گر کیوں؟"

...یا مجھے ابھی بھی نہیں کرنا چاہئے؟" معید نے الٹا اس سے سوال کر دیا تو وہ قدرے توقف کے ...

...یا تم وہ گھر بیچنا چاہتے ہو؟"

...ہ نے نفی میں سر ہلا دیا۔ پھر بولا۔

...وہ میری ماں اور بابا کے خوابوں کی جنت ہے انس! میں اسے کبھی کسی بھی قیمت پر نہیں بیچوں ...ان کے خراب ہو جانے کا ڈر نہ ہوتا تو میں کبھی کرائے پر چڑھانے کے حق میں نہ جاتا۔ اسے بند ...

...تو پھر اب؟ ——— گھر خالی کرا کے کیا کرو گے؟" انس نے اپنے کسی شک کا یقین چاہنے کی ...چاہا تو وہ مدھم لہجے میں بولا۔

...میں وہاں رہنا چاہتا ہوں۔"

...انس کو اس جواب کا شک ہو چلا تھا مگر پھر بھی معید کے منہ سے یہ جواب سن کر اسے ایک جھٹکا ...

...ارے ——— کیا مطلب معید؟ ——— کسی نے کچھ کہا ہے تم سے؟" انس کے بے ربط سے سوالات ...میں اس کی ذہنی پریشانی پوشیدہ تھی۔

...معید نے اسے ٹوک دیا۔

...اچھا تم سوچ رہے ہو، ویسا کچھ بھی نہیں ہے انس!"

...تو پھر اپنا گھر ہوتے ہوئے تم......" انس نے تیز لہجے میں کہنا چاہا مگر معید نے اسے موقع نہیں ...دیا۔

...میں اپنی نئی زندگی کا آغاز اپنی ماں اور بابا کی جنت میں کرنا چاہتا ہوں۔"

...تو کیا اب تم ہم سب کو چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟" انس کو اس کی باتوں سے وحشت ہونے لگی تھی۔

...بے ساختہ ہنس دیا۔

...بات سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"خبردار ـــــ یہ ساری فضول باتیں امی کے سامنے کہنا جب دیکھنا کیسی جوتیاں پڑتی ہیں۔"
خفا ہو گیا تھا۔

"تم کبھی بھی اپنے جذباتیت کے دوروں سے نہیں نکل سکتے۔" سعید نے مصالحانہ انداز میں کہا
تو ہچکچاہٹ کے بولا۔

"میں جذباتی ہی بھلا۔ کم از کم اپنے انجام کے فیصلے تو نہیں کرتا۔"

"اوہو ـــــ تو یار! میرے متعلق جذباتی ہونے کا کیا مطلب بنتا ہے؟" سعید نے اسے اپنی
کے اثر سے نکالنا چاہا تھا۔ وہ چڑ کر بولا۔

"میں خود سے منسلک ہر رشتے کے متعلق جذباتی ہوں ـــــ تمہارا پتہ نہیں، مگر مجھے تم سے
ہے اور میں چھپاتا نہیں ہوں۔"

"میرا دوست" میں بچپن سے سعید کا محبت ہی کا رشتہ رہا تھا۔ مگر اس پل انس کے لہجے سے جھلکتا اعتراف
اس کا سیروں خون بڑھا رہا تھا۔

"سوچو، اگر تمکین بھابی کو پتہ چل جائے کہ تم میرے ساتھ کیسے ڈائیلاگز بول رہے ہو تو وہ کتنی
خوش ہوں گی۔ یہ تو ان کا حق ہے۔" انس کا موڈ بدلنے کی خاطر خوشگوار لہجے میں کہا تو وہ آہ بھرتے ہوئے بولا

"وہ خوش ہوں گی کہ میرے ڈائیلاگز کا کوٹہ کچھ کم ہو گیا ہے۔"

"اوہو ـــــ یعنی کہ حالات بہت برے جا رہے ہیں۔" سعید نے دلچسپی سے پوچھا تھا۔

"کچھ مت پوچھو ـــــ میں عشق کے مضمون میں ٹاپ کر چکا ہوں۔ اور وہ بیچاری پہلی لے رہی
ہے۔" وہ مایوسی کی ایکٹنگ کر رہا تھا۔

"تم بس اپنا دماغ ٹھیک کر لو تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ خوامخواہ بے چاری بھابی کو امتحان میں ڈال
رکھا ہے۔"

"ہنہ ـــــ اس میں غلط کیا ہے یار! اگر وہ صبح ہنستی مسکراتی مجھے سی آف کرنے پورچ تک آ جائے
اور شام میں فریش سی ریسیو کرلے تو اس سے محبت میں چار چاند ہی لگیں گے، کوئی قیامت تو نہیں
جائے گی۔" انس جھنجھلایا تو سعید مصالحانہ انداز میں بولا۔

"میں تو سمجھ رہا تھا کہ تمہارا دماغی خلل صرف منگنی اور منگیتر سے گفتگو تک ہی ہے۔ مگر یہ
بڑھ کر شادی شدہ زندگی تک آ گیا ہے۔"

"دیکھ لوں گا تمہیں بھی ـــــ کم ہی دن رہ گئے ہیں تمہاری ان نصیحتوں کے۔" انس کو اس کی بات
پسند نہیں آئی تھی۔ اس کے آفس کی بلڈنگ کے سامنے گاڑی روکتے ہوئے سعید نے ہلکا سا قہقہہ لگایا
تھا۔

انس کچھ تیز انداز میں اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"مجھے اتنا بے وقوف مت سمجھو ـــــ میں چاہتا تو منگنی کی تمہارے متعلق ناپسندیدگی جان کر اسی
رشتے سے منع کر سکتا تھا۔ مگر مجھے بہت اچھی طرح سے یاد ہے کہ تم نے بہت دعوے سے اپنا نقطہ نظر

نے کہا تھا کہ تم صرف شادی کے بعد والی محبت پہ یقین رکھتے ہو۔ اور یہ بھی کہ جس سے شادی کرو گے
اسے محبت بھی ضرور کرو گے۔ مجھے بس اسی وجہ سے منگنی کے مستقبل کی طرف سے اطمینان ہے۔"

"میرے خیال میں تمہارا آفس آ چکا ہے۔ بلکہ تم کافی لیٹ بھی ہو چکے ہو۔" سعید نے اس کی طرف
سے نظر پھیر لی تھی۔ انس مسکراتے ہوئے دروازہ کھولنے لگا۔ تبھی سعید کو یاد آیا تو اس نے جلدی سے کہا۔

"ہاں سنو ـــــ وہ گھر والی بات ابھی کسی سے مت کرنا۔ میں اس سلسلے میں محض تمہاری رائے جاننا
چاہتا تھا۔ درحقیقت میں نے ابھی سوچا نہیں۔"

"پھر بھی سوچنا بھی مت۔ ہم کہیں باہر سے بھابی نہیں لا رہے ہیں۔" وہ کہتا ہوا نیچے اتر گیا تھا۔
سعید گہری سانس لے کر رہ گیا۔

درحقیقت اس نے اس مسئلے کو صبا کی آمد تک کے لیے التوا رکھا تھا ـــــ اسے یقین تھا کہ وہ اس
کو نظر سے بہت جلد متفق ہو جائے گی۔ انس سے بات کر کے اس نے سراسر جلد بازی کا ثبوت دیا

سوچ میں ڈوبا وہ گاڑی آگے بڑھانے لگا۔

●●●●●

ایک ہی دن میں سارا کام نمٹا کر نوفل تو صبا کو لے کر واپس لاہور چلا آیا تھا۔ جبکہ اس کی کو اسٹار
کے ایک آدھ شارٹ کی ریکارڈنگ ابھی باقی تھی، سو شوٹنگ کا سارا عملہ ابھی ایوبیہ ہی میں تھا۔

"لوگ تو تفریح سے واپسی پر فریش ہوتے ہیں صبا! تم تو یوں مرجھائی ہوئی ہو جیسے کالے پانی کی سزا
کاٹ کر آ رہی ہو۔" یہ ادیبہ کا تبصرہ تھا۔ صبا خاموشی سے صالحہ بیگم کے گلے لگ گئی۔ انہوں نے بھی اس
کی اتری ہوئی صورت کو تفکر سے دیکھا تھا۔ ساتھ ہی رانو کے ہاتھ سوٹ کیس اپنے کمرے میں بھجواتے
ہوئے ہاتھوں ہاتھ لیا۔

"میں نے ـــــ میں اسی لئے تمہارے اس پروفیشن کے خلاف تھی۔ مجھے اچھی طرح پتہ تھا کہ تم
اپنے کام میں مگن ہو گے اور یہ بے چاری وہاں اکیلی دیواروں کا منہ دیکھ رہی ہو گی۔"

"آپ بالکل غلط سوچ رہی ہیں امی جان!" وہ فوراً ہی اپنی صفائی پیش کرتا ان کی چیئر کے قریب
آ کے ہی بیٹھا تھا۔

"اس سارے میں میرا کوئی قصور نہیں۔ خود ہی وہاں بارش میں بھیگنے کا شوق پورا کرتی رہیں۔ نتیجہ
خوبصورت نکلا۔ ابھی ان کی طبیعت کہاں ٹھیک ہوئی ہے۔ میں تو وہاں بھی ان کی تیمارداری ہی کرتا
رہا۔ آپ چاہیں تو ان سے پوچھ سکتی ہیں۔" وہ مسکرا رہا تھا۔

"ان سے تو میں پوچھ ہی لوں گی۔ اور بہت تسلی سے پوچھوں گی۔ پھر دیکھنا اگر تمہاری ذرا سی بھی
غلطی سامنے آئی تو بہت برا حشر کروں گی تمہارا۔" وہ بھی مسکرا دیں۔

ادیبہ گہری نظروں سے خاموش بیٹھی صبا کا جائزہ لے رہی تھی۔

"کچھ سیر و تفریح بھی کی یا پھر نوفل صاحب کو فراغت ہی نہیں ملی؟" وہ پوچھنے لگی تو صبا کو نہ چاہتے

ہوئے بھی ہونٹوں پر جبری مسکراہٹ سجا پڑی۔
"میری تو طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ وہاں انہوں نے بہت انجوائے کیا اپنے کام کو۔"
"اگر ابھی بھی تم ٹھیک محسوس نہیں کر رہیں تو آرام کر لو۔ ورنہ میں تو سوچ رہی تھی کہ شام میں
سے ہو آتا۔" صالحہ بیگم واقعی اس کے ساتھ مخلص ثابت ہو رہی تھیں۔ صبا نے فوراً کہا۔
"میں شام کو ادھر جاؤں گی۔"
"فی الحال تھوڑا ریسٹ کر لیں۔ ورنہ طبیعت بگڑ بھی سکتی ہے۔" نوفل مشورہ دیتا اٹھ کر ان کی
طرف بڑھا تو اریبہ نے بظاہر بڑے پرشوق انداز میں پوچھا۔
"یہ کہیں خوشخبری والی طبیعت تو خراب نہیں ہوئی تمہاری؟" صالحہ بیگم تو خوشگوار سے احساس
گھری سو گھری، نوفل کے قدموں کو جیسے وہیں زمین نے جکڑ لیا تھا۔
اور صبا ——
اُسے اپنی اُڑتی رنگت چھپانے کا بھی خیال نہیں آیا تھا۔
"کسی ڈاکٹر کو دکھایا صبا؟" صالحہ بیگم نے نرمی سے پوچھا تو اسے قسمت کے اس مذاق پر رونے
ساتھ ساتھ ہنسی بھی آنے لگی۔
"صبا! آپ بھی گھر فون کر لیتیں۔ وہاں سے تو لائن ہی نہیں مل رہی تھی، موسم کی خرابی کی وجہ
نوفل کی دلیل اور معقولات اس کی جان بخشی کا باعث بنی تو وہ فوراً ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔
اریبہ معنی خیز انداز میں بھنوؤں کو جنبش دے کر صالحہ بیگم کو دیکھنے لگی جو خود سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی
فون تائی جان نے اٹھایا تھا۔ صبا نے ان سب کا احوال پوچھنے کے بعد انہیں اپنی شام کی آمد
بارے میں مطلع کر دیا تھا۔ اس کے بعد نوفل ان سے بات کرنے لگا تو وہ صالحہ بیگم سے معذرت کر
اپنے کمرے میں آ گئی۔
نوفل کمرے میں آیا تو وہ بستر پر نیم دراز آنکھوں پر بازو رکھے ہوئے تھی۔ ذرا سا غور کرنے پر
اسے محسوس ہو گیا کہ وہ رو رہی تھی۔
"اگر میری شکایت کرنے کا اتنا ہی دکھ ہو رہا ہے تو ابھی بھی موقع ہے۔ جا کے اپنے دل کا بوجھ
کر سکتی ہیں۔" اس کی آواز سن کر وہ ساکت سی ہوئی تھی۔ پھر آنکھوں پر سے بازو ہٹا کر اسے دیکھتے
ہوئے تلخی سے بولی۔
"اگر مجھے بہت سے رشتوں کا مان نہ رکھنا ہوتا تو آج نہیں بلکہ دو ماہ پہلے ہی یہ سب کر گزرتی۔ پھر
دیکھتی آپ کہاں منہ چھپاتے پھرتے ہیں۔"
"ڈرتے ہیں وہ جن میں کوئی خامی ہوتی ہے۔" وہ اطمینان سے بولا تو صبا سلگ اٹھی۔
"میرے کردار میں کون سا ایسا سقم دیکھ لیا ہے آپ نے کہ میری خطا بخشنے پر تیار نہیں ہیں؟"
"مجھ سے بہتر اپنے آپ کو آپ خود جانتی اور سمجھتی ہیں۔ سوچ انسان پر بہت سے غیر متوقع در کھولتی
ہے۔ کوشش کیجئے، شاید اپنی کوئی خطا یاد آ جائے۔" وہ شرٹ کے بٹن کھولتا وارڈروب کی طرف بڑھا۔

آپ کو سبھی برے دکھائی دیتے ہیں۔ زندگی آپ نے میری برباد کی ہے اور برا بھی مجھ ہی کو ٹھہرا
رہے ہیں۔" صبا مر جانے کی حد تک زچ ہو گئی تھی۔ قدرے اونچی آواز میں بولی تو وہ پلٹ کر انگشت
اٹھا کر اسے روک گیا۔
"مجھے یہ تماشا لگانے والا انداز سخت ناپسند ہے۔ آرام سے بات کرو۔ ابھی شام میں گھر جائیں گی تو اچھی طرح
تیاری کیجئے گا۔"
"تماشا تو آپ نے میرا لگا رکھا ہے۔" وہ رو دی تھی۔ "ابھی تو شروعات ہے —— آگے دیکھئے گا،
کیسے سوال پوچھے جائیں گے مجھ سے۔"
اس پر ابھی اریبہ کی کچھ دیر پہلے کی شوخ پیرائے میں پوچھی جانے والی بات یاد آئی تو دل کی کیفیت
عجیب طرح عجیب سی ہونے لگی۔
"شادی ایک جوا ہے محترمہ! یا آپ اوپر سے لکھوا کے تو نہیں آئی تھیں کہ بہت ہیپی لائف گزاریں
گی۔ اگر خود پہ اتنا ہی اعتماد ہے تو یہی سمجھ لیں کہ آپ کو شوہر اچھا نہیں ملا۔" لب و لہجے میں انداز جیسا ہی
بگڑا ہوا تھا۔
ہاں! جی چاہا اسے اٹھ کر جھنجھوڑ ڈالے۔ یا پھر اتنے زور سے چیخے، چلائے کہ تمام ٹینشن ختم ہو
جائے۔
"میں تو سمجھ ہی لوں گی۔ مگر اور کس کس کو سمجھاؤں گی؟ —— میرا کیا دماغ خراب ہے کہ آپ کی
عزت بنائے رکھنے کے لئے سب کے سامنے آپ کو ایک بہترین شوہر کے طور پر پیش کرتی رہوں۔
جس دن میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا نا، اس دن بہت پچھتائیں گے، آپ بھی اور آپ کی "فیملی"
بھی۔"
اس کی رنگت غصے سے تمتما اٹھی تھی۔ وہ بس ایک نظر اسے دیکھ کر وارڈروب میں اپنے کپڑے
دیکھنے لگا۔
"آپ ابھی سکون میں ہیں تو صرف اس لئے کہ میں خاموش ہوں۔ مگر یاد رکھئے جس دن میں بولی
بہت سی زندگیاں ڈسٹرب ہوں گی۔" وہ شعلہ بار لہجے میں کہہ رہی تھی۔
کپڑوں کو ہٹا کر مطلوبہ شرٹ تلاش کرتا نوفل کا ہاتھ وہیں ٹھٹک گیا تھا۔ وہ شرٹ نکال کر پلٹا تب تک
وہ اسی حالت میں واپس لیٹ چکی تھی۔ مگر سسکیاں روکنے کی کوشش میں اس کا لرزتا وجود گواہ تھا کہ
اس کی دنیا بھی اتنی ہی بے سکون ہے جتنی کہ نوفل احمد کی۔ تو پھر میں اتنا خوش اور مطمئن کیوں
بنا کر میں سوچتا تھا؟ —— وہ خود سے الجھتا واش روم میں داخل ہوا تو ذہنی تناؤ نے اسے گھیر
رکھا تھا۔

●●●●●

"تائی جان! آپ کو نہیں لگتا کہ نوفل اور صبا اتنے خوش نہیں ہیں جتنے کہ نظر آتے ہیں۔"
اریبہ کے سنائے گئے حقیقت پر مبنی تبصرے نے صالحہ بیگم کو فکر میں مبتلا کر دیا۔ ابھی چند لمحے پہلے ان

دونوں کو دیکھ کر وہ بھی تو یہی سوچ رہی تھیں۔ مگر یہ بھی سچ تھا کہ اوینہ کی زبان سے یہی حقیقت سننا تکلیف دہ بات تھی۔ مگر ایک خیال انہیں ابھی بھی تقویت دے رہا تھا۔

"تم غلط سوچ رہی ہو اوینہ! نوفل نے اپنی مرضی سے صبا کا نام شادی کے لئے تجویز کیا تھا۔"

"افوہ، میری بھولی ممانی جان! میں کب کہہ رہی ہوں کہ نوفل نے اسے دل سے قبول نہیں کیا، تو صرف یہ کہہ رہی ہوں کہ اس گھر میں وہ کسی چہچہاہٹ نہیں گونجی جیسی "میر ہاؤس" میں تمہیں کمی کی گونج رہی ہے۔" وہ ان کے دل میں وسوسے ڈالنے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔

"وہ یوں بھی سیریس طبیعت کی بچی ہے۔ گیا میں تو سمجھا ہے اس لئے اس کی خوشی سب کو بہت پر ہو لگتی ہے۔ نوفل اور صبا دونوں ہی ایک جیسی طبیعت کے مالک ہیں، اور کوئی بات نہیں۔" انہوں نے اس سے زیادہ خود کو تسلی دی تھی۔

اوینہ تخت بدمزہ ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ مگر جاتے جاتے بھی جلتی پہ تیل ڈالنا نہیں بھولی تھی۔

"خدا کرے آپ کا کہنا سچ ہو۔ مگر یہ تو ایک حقیقت ہے کہ اندرونی خوشی اور طمانیت کا عکس چہرے پر بہت واضح ہوتا ہے، چاہے طبیعت الس جیسی شوخ ہو یا نوفل جیسی سنجیدہ، محبت سب پر ایک جیسی چھاتی ہے۔ شوہر کو خوش رکھنا کسی کسی کو ہی آتا ہے۔"

"یا خدا ـــــ میرے گھر پہ اپنی رحمت کرنا۔ میرے بچوں کی خوشیوں کو دائمی رکھنا۔" ممانی کا دل بے اختیار دعا کر رہا تھا۔

شام کو نوفل اسے گھر لے جانے کو تیار تھا۔

"ہو سکتا ہے ایسے ہی صبا کے چہرے کی رونق واپس آ جائے۔ تم نے تو لگتا ہے اس کا دانہ بھی نہیں رکھا۔" اوینہ اب بھی شہد میں لپٹی کونین کھلانے سے باز نہیں آ رہی تھی۔ جو نوفل تو نہیں مگر صبا بخوبی سمجھ رہی تھی۔

"ابھی تم لوگ ایک ہی بار صبا سے کیوں نہیں پوچھ لیتے کہ میں نے ان کے ساتھ وہاں کیا رکھا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ صالحہ بیگم سے مل کر کمرے سے نکلتی صبا کے قدم ست ہوئے۔ اسی اثناء میں اوینہ بھی اسے دیکھ چکی تھی۔

"دیکھ لو بھئی ـــــ ہم سب تو مکمل طور پر تمہاری حمایت میں اترے ہیں۔ تمہارے میاں کا تو پانی نہیں چڑھنے دے رہے۔"

"مجھے ایسی کیا ضرورت پڑ گئی آپ کی حمایت کی؟" وہ زبردستی خود پر بشاشت کا نقاب چڑھا کر پوچھنے لگی۔ اوینہ بے اختیار پہلو بدل کر رہ گئی۔ صبا اس کے سامنے صوفے پر عین نوفل کے ساتھ تھی۔ چیری گرین اور پرپل کنٹراسٹ کا خوبصورت ٹراؤزر اور شارٹ شرٹ پہنے چیری کا شیفون شانوں پر ٹکائے ہلکی سی مسکراہٹ لئے وہ نوفل احمد کے پہلو میں بے حد سج رہی تھی۔

"کبھی نوفل جو اپنے کام میں مصروف رہ کر تمہیں اگنور کرتا ہے۔" اوینہ سے اپنی مسکراہٹ دشوار ہونے لگا تھا۔ مگر صبا اس کی بات کاٹ کر حیرانی کی ایکٹنگ کرتے ہوئے بولی۔

"ہے، واقعی؟ ـــــ تمہیں کس نے بتایا؟ مجھے تو ابھی تک اس بات کا پتہ نہیں چلا۔" وہ کہتے ہنس دی تھی۔ پھر قصداً نوفل کو مخاطب کرتے ہوئے بولی۔

"اب ان لوگوں کو اپنے خوش رہنے کا کیا ثبوت پیش کیا جائے؟"

"بھئی یہ آپ کا ڈیپارٹمنٹ ہے۔ میرا کام ہے آپ کو خوش رکھنا۔ نہ کہ پورے شہر میں منادی کرانا۔ اتنی چاہت سے آپ کو پایا ہے، ناقدری تھوڑی کریں گے ہم۔" وہ بہت سکون سے کہہ رہا تھا۔ صبا لب بھینچ کر مسکراتے ہوئے اوینہ کو دیکھنے لگی۔

"اب تو مطمئن ہو؟"

"مجھے بھلا کیا بے اطمینانی ہو سکتی ہے۔ ممانی جان ہی کو ٹینشن کھائے جا رہی تھی کہ صبا خوش دکھائی نہیں دیتی۔" اوینہ نے فوراً اپنی لائن بدلی تھی۔ صبا گہری سانس لیتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"چلیں نوفل ـــــ" اس کا انداز قابل دید تھا۔ وہ خاموشی سے اٹھ کھڑا ہوا تو یوں کہ وہ دونوں پہلو کھڑے اوینہ کو شدید جلن کا شکار کرنے لگے۔ کس قدر مکمل اور ایک دوسرے کے لئے بنے لگ رہے تھے وہ۔

"امی کا خیال رکھنا اوینہ!" نوفل نے اسے تلقین کی تو صبا نے بھی اسے یاد دہانی کرائی۔

"ان کی میڈیسن میں نے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی ہے۔ ویسے تو وہ خود بھی لے لیں گی مگر کھانے کے دوران کھانے بعد انہیں یاد دلا دینا۔"

اوینہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ مگر ان دونوں کے، خصوصاً صبا کے بااعتماد انداز نے اس کے اندر انگارے جلا دیئے تھے۔ کیا سمجھ رہی تھی وہ اسے۔ کوئی آیا یا پھر ملازمہ؟ ـــــ اس کے دماغ میں بھولی اور گھٹیا سوچ ابھری تھی۔ جس نے اس کے ذہن و دل کو منتشر کر کے رکھ دیا تھا۔

گاڑی میں بے حد خاموشی کا راج تھا۔

صبا یہ خاموشی ان کے "میر ہاؤس" تک پہنچنے تک برقرار رہی تھی۔ گیٹ سے باہر گاڑی کھڑی کرنے پر وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"مجھے ایک بہت ضروری کام ہے۔ میں پھر آ جاؤں گا۔" وہ ناک کی سیدھ میں دیکھتا کہہ رہا تھا۔ وہ اس کے ساتھ نشست سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

"تو پھر پہلے آپ اپنا کام نمٹا لیں، واپسی پر ادھر آ جائیں گے۔"

نوفل نے بے ساختہ اس کو دیکھا تھا، پھر قدرے توقف کے بعد بولا۔

"آپ میری وجہ سے لیٹ مت ہوں۔ میں تو کبھی بھی آ سکتا ہوں۔"

"مائنڈ یور نوفل! ـــــ اب یہ میرا گھر نہیں ہے۔ اور میرا یہاں آنا آپ کے ساتھ ہونے سے ہی ہے۔"

"اور اگر میں نہ جانا چاہوں تو؟" وہ جیسے اس کا امتحان لے رہا تھا۔ اور وہ ضبط کے دہانوں پر کھڑی رعنائیت آمیز انداز میں بولی۔

"اگر میں سب کے سامنے آپ کا بھرم رکھ سکتی ہوں تو پھر آپ کو بھی یہ احسان چکانا پڑے گا۔" وہ ٹائی بکھرا سے دیکھے گیا۔ وِنڈ اسکرین کے پار دیکھتی وہ بے حد سنجیدہ تھی، یا شاید اپنے اضطراب دبانے کی کوشش کر رہی تھی۔ پھر چہرہ اس کی طرف موڑا تو تقریباً ارادہ ہی نوفل سے بات کی۔

"آپ مجھے نکاح کر کے لے گئے تھے، آپ کے ساتھ بھاگی نہیں تھی جو اس طرح سے بھاگ رہے ہیں۔ اگر آپ ابھی فارغ نہیں تو پھر بھی آ جائیں گے۔" اس کی آنکھوں میں اتر آئی نمی، لب و لہجے کی مضبوطی میں کوئی تال میل نہیں تھا۔ مگر اب بات اس کی آن پر آن ٹوٹی تھی کہ نوفل بے بس سا ہو کر رہ گیا۔

"اوکے ۔۔۔۔ مگر میں یہاں صرف اپنی بہن کی سسرال کی حیثیت سے اتروں گا۔" کہتے ہوئے اس نے ہارن پر ہاتھ رکھ دیا۔

سس ۔۔۔ سنن ۔۔۔۔ صبا کا دل جیسے جل کر کوئلہ بن گیا تھا۔

کہنے کو بہت کچھ تھا اور کرنے کو اس سے بھی زیادہ۔

مگر وہ صبا میر تھی۔

جسے بہت سے رشتوں کا مان اور سلامتی عزیز تھی۔

بڑے حوصلے کے ساتھ وہ اس کے قدم سے قدم ملاتی اندر داخل ہوئی تھی۔ پورے گھر میں ہلچل مچ گئی۔

"اب لگ رہا ہے نا، اتنی موٹی سے لوٹی ہو۔" تمکین نے اسے بھینچتے ہوئے شرارت سے سرگوشی کی تھی۔ مسکرانے کی کوشش میں ناکام ہوتی وہ منی کی طرف پلٹ گئی۔ فوراً ہی ان دونوں کی خاطر مدارات کا سلسلہ شروع کر دیا گیا تھا۔

"بہت زیادہ تکلف مت کیجئے گا امی! یہ بس چند منٹوں کے لئے آئے ہیں۔ بہت زیادہ ضروری کام سے جانا ہے انہیں۔" صبا نے با آواز بلند کہا تو نوفل اپنی جگہ جز بز ہو گیا۔

"ابھی تو آئے ہیں ۔۔۔۔ آتے ہی اور کون سا ضروری کام نکل آیا آپ کا؟" تمکین کو اعتراض ہوا تھا۔

"سو کام ہوتے ہیں انسان کو۔" وہ تاریک نظروں سے صبا کو دیکھتا تمکین سے کہہ رہا تھا۔

"مگر آج ان سو سے زیادہ ضروری کام یہ ہے کہ آپ ہمارے ساتھ ایک اچھی سی شام گزاریں۔ گپ شپ لگائیں۔" منی نے رعب جھاڑا تھا۔

"بالکل، اتنے دنوں بعد تو ہاتھ آئے ہیں آپ دونوں۔" حمرہ نے بھی اس کی تائید میں کہا تھا۔

"حمرہ گڑیا! یہ ضرور رکتے اگر فارغ ہوتے تو۔ شکر کرو مجھے اندر چھوڑنے چلے آئے۔ کہیں باہر ہی سے مجھے چھوڑ جاتے تب تم لوگ کیا کر لیتے؟" صبا نے بظاہر مسکراتے ہوئے تنہائی کے انداز میں اسے ٹوک دیا۔

اس کا انداز نوفل کو بہت چبھا تھا۔ تبھی اس کے بات ختم کرتے ہی خوشگوار انداز میں بولا۔

"یا کہ میرا کام بھی ضروری تھا۔ مگر اپنے محبت کرنے والوں کی بات نہ ماننا بھی بہت بڑا جرم ہے۔ یہ جرم نہیں کر سکتا۔"

"یہ ۔۔۔۔" حمرہ اور دوجہاں نے ایک ساتھ نعرہ لگایا تھا۔

کھانے کے دوران نوفل کی سب کے ساتھ گپ شپ رہی تھی اور کھانے کے بعد سب صحیح معنوں میں جا بیٹھے۔

"یا مجھے بھی تو بتاؤ کیسا تجربہ رہا ماڈلنگ کا؟" انس بڑے تجسس سے پوچھ رہا تھا جو کم از کم اسے تو ہضم نہیں ہو پایا۔

"ابھی ضرور بتائیے گا نوفل بھائی! تا کہ ان کا ڈاکٹر بننے کا شوق پورا ہو سکے۔"

"دیکھا ۔۔۔۔ ابھی شہرت ملی بھی نہیں اور جلنے والے ہم سے جل گئے۔ اسے کہتے ہیں چھپا ہوا ٹیلنٹ اندر سب کو دکھائی دیتا ہے۔" انس نے تفاخر سے کہا تو سب کو ہنسی آنے لگی۔

"نہیں بھئی، میں مانتی ہوں، یہ بہت بڑے ایکٹر ہیں۔" تمکین نے اس پر فقرہ کسا تھا۔

"بہت مشکل کام نہیں ہے یہ ۔۔۔۔ بس اعتماد ہونا چاہیے خود پر۔" نوفل نے دو جملوں میں اپنا بیٹ دیا تھا۔ جس پر منی نے گرہ لگائی۔

"بالکل جی ۔۔۔۔ آپ نت نئی ماڈلز کے ساتھ ڈاکٹر بنتے پھریں اور بیوی بیچاری کا کلیجہ جلتا رہے۔"

رونی دیا۔ پھر صبا کو دیکھتے ہوئے جتانے والے انداز میں بولا۔

"ہماری مسز میں تو جیلسی کا مادہ بالکل بھی نہیں ہے۔ فری ہینڈ دے رکھا ہے انہیں۔"

صبا کلس کر رہ گئی۔

یا اس کا دل ہی جانتا تھا کہ پہلے ڈرامے اور پھر مارننگ شو کے ساتھ نوفل کی قربت دیکھ کر اس کے سینے پر سانپ لوٹ گئے تھے۔

نہ جانے کب اور کیسے وہ اس بے مہر اور سنگ دل شخص کی پرواہ کرنے لگی تھی اور اس کا کسی اور کے ساتھ ہونا دل کو برا لگنے لگا تھا۔

"بہت بری بات ہے صبا! تمہیں تو چاہیے کہ اب ان کی ایک ایک حرکت پر نظر رکھو۔ ذرا کسی اور کی طرف نظر کریں، ایک ہنگامہ اٹھا دو۔" تمکین مخلصانہ انداز میں اسے سمجھا رہی تھی۔ جس پر وہ محض مسکرا کر

"ہاں ۔۔۔۔ اس تجربہ کار بی بی سے مشورہ لے لو، جس کو خود شوہر کو قابو کرنے کا طریقہ نہیں آتا۔" نے در پردہ اپنے دل کی بھڑاس نکال لی تھی۔ وہ منہ بنا کر بیٹھ گئی۔

"بعض لوگوں کو کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بس ان کی شخصیت ہی میں ایسا سحر ہوتا ہے کہ چاہنے والے اس ساحرانہ حصار کو توڑ کر کہیں اور جا ہی نہیں پاتے۔" نوفل دھیمی سی مسکراہٹ لایا تو صبا کا دل عجیب سے انداز میں دھڑک اٹھا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ کتنا بڑا ایکٹر ہے۔ اپنا سچ

بنانے رکھنے کا فن اسے کتنی اچھی طرح آتا ہے۔ مگر پھر بھی، ایک بار اس کا دل ضرور چاہا کہ وہ ان چہرے بالخصوص اس کی آنکھوں کو دیکھے کہ ان میں کیسے رنگ بھرے تھے۔

"یو آر ویری لکی صبا!" حنی نے اس کے کان میں سرگوشی کی تھی اور صبا کا دل بھی چاہا کہ اس کی بیٹھے بیٹھے دھاڑیں مار کے رونے لگے۔

کون سی لک؟ ——— کہاں کی لک؟

اس نے کبھی اپنی قسمت کے متعلق بہت نہیں سوچا تھا۔ مگر جب سے نوفل اس کی قسمت میں آیا قسمت سے شاکی ہو گئی تھی۔

کیا تھا اگر اسے شاندار آدمی کے ساتھ ساتھ تھوڑی سی محبت بھی ———

وہ دادی، حمرہ اور معید آگے پیچھے ہی کمرے میں داخل ہوئے تھے۔

"یہ لو ——— آ گئے دنیا کے مصروف ترین بندے" انس نے معید کو دیکھتے ہی اونچی آواز میں تو وہ عاجزی انکساری سے بولا۔

"یہ آپ کا حسن ظن ہے۔ ورنہ یہ بادولت تو خود کو بہت حقیر و پر تقصیر گردانتے ہیں۔"

"بیٹا جی! آپ واقعی خود کو صحیح پہچانتے ہیں۔ یہ تعریف میں آپ کے بڑے بھائی کی کر رہا ہوں" انس نے اطمینان سے جواب دیا تھا۔ جس پر سب سے اونچی آواز حمرہ کی تھی۔

"چلیں ——— بڑے بھائی بھی تو ہمارے ہی ہیں۔" وہ مطمئن تھا۔ نوفل نے اپنے پاس کر معید کے لیے جگہ بنائی تھی۔ صبا نے انکھیوں سے حنی کی طرف دیکھا جو لب بھینچے پیشانی پر تیوری بیٹھی تھی کہ جیسے اب کچھ بھی بولنے کا ارادہ نہ ہو۔

اس نے معید کی جانب دیکھا، وہ ہمیشہ کی طرح بہت مطمئن اور پر سکون دکھائی دے رہا تھا۔

حنی سے بات طے ہو جانے کے بعد بھی ———؟

صبا کے دل میں ایک انجانا سا خوف بیدار ہونے لگا۔

وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ ان چاہی زندگی گزارنا کس قدر مشکل کام ہے۔

"میں معید بھائی سے ضرور پوچھوں گی کہ وہ یہ فیصلہ محض امی کی رضا حاصل کرنے کے لیے کر رہے ہیں یا وہ واقعی اتنے مطمئن ہیں جتنے کہ دکھائی دے رہے ہیں۔" اس نے تہیہ کر لیا تھا۔

"وہ کہتے ہیں نا کہ اپنے ساتھ ڈوبتے مسافر کو دیکھ کر دل کو بہت تقویت ملتی ہے کہ ہم اکیلے ادب رہے۔ اسی طرح معید کا مستقبل دیکھ کر خوش ہوں اگر مجھے اچھا کھانا نہیں ملے گا تو اس کا بھی حال ہوگا" انس یقیناً حنی کو چڑانے کی خاطر با آواز بلند کہہ رہا تھا۔

صبا اپنے خیالات سے چونک کر بے اختیار حنی کو دیکھنے لگی۔ خیال یہی تھا کہ ابھی اٹھ کر وہ واک آؤٹ کر جائے گی۔ جیسا کہ معید کے پرپوزل کو سن کر اس نے کیا تھا۔ مگر اس کے برعکس وہ اطمینان سے بولی۔

"کون سا اسلام میں مردوں کو کچن کا کام کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ بلکہ اپنے ساتھ ساتھ

بنا کر کھلائیں تو شاید کچھ اعمال اچھے ہو جائیں۔"

با کو بڑی بھر کر حیرت ہوئی تھی۔

کیا حنی نے سمجھوتے کی راہ پر قدم ڈال دیے ہیں؟

با کے دل میں خوشی کا احساس پیدا ہوا تھا۔

ریا ہو رہا تھا تو اس سے زیادہ دل پسند اور بھلا کون سی بات ہو سکتی تھی۔

بالکل معید بھائی! اب آپ کھانے کی کتاب خرید کر اپنی لائبریری کی رونق بڑھائیں تا کہ کل کو کچن کی رونق میں بھی اضافہ ہو" اس نے بھی خوش دلی سے کہتے ہوئے معید کا گھیراؤ کیا تو وہ بڑی بے نیازی سے بولا۔

بھئی صاف اور سیدھی بات ہے، مجھے وہی کام نہیں کرنے آتے۔ ایک وارڈ روب کا اور دوسرا ۔"

بھلا ——— کچن کے علاوہ اور کون سا کام رہ گیا ہے؟" صبا نے ہنس کر کہا تو تمکین بے ساختہ بولی۔

"جھاڑو پوچھا۔"

اور ہاں ——— سخت اُن رومینٹک کام ہے یہ" انس کی نازک طبع پہ یہ خیال سخت ناگوار گزرا

بیوی کی خدمت کرنا بھی رومینٹک ہی کہلاتا ہے جناب!" تمکین نے کہا تو وہ اسے گھورنے لگا، جس کے ہیرو الٹے سبق پڑھ رہے تھے۔

ایک دوسرے کے ادب و احترام کو بھی رومینٹک ہی سمجھنا چاہیے۔" معید نے دھیان سے کہا تو صبا اسے بولی۔

اخلاقیات کے یہ سبق کبھی نے نہیں پڑھے ہوتے معید بھائی! ——— یہاں تو وہ حال ہے کہ نام روشن چھوڑے۔"

با نے بے ساختہ اس کی جانب نگاہ کی تھی۔ مگر وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔

تم تو یہ فلسفہ ہی بولا کرو۔ خوامخواہ دل والوں کے رقیب ہو بنو گے۔" انس نے صاف گوئی سے کہہ دیا تھا۔ پھر بڑے جذب سے بولا۔ "رومینٹک تو صرف شاعر نے کہا ہے

یہ اور بات ہے کہ منبر پہ آ کے کچھ نہ کہیں
ہمیں اس بے دھیانی میں بھی تیرے دھیان رہتے تھا

اس نے دو مختلف شعروں کے مصرعوں کو خلط ملط کر کے ایک تیسرا شعر ایجاد کر لیا تھا۔

بالکل ٹھیک کرتے ہو جو منبر پہ آ کے کچھ نہیں کہتے۔ ورنہ یہ شعر کہتے تو بہت مار پڑتی۔" معید مسکراتے ہوئے اسے داد دی تھی جبکہ نوفل اس کی بے ادبی پر ہنس رہا تھا۔

مجھے پتہ ہوتا کہ یہ دونوں شعر تم لوگوں کو آتے ہیں تو کچھ اور کرتا۔" اس نے کان کھجاتے ہوئے کہا با نے بے حد ڈرامائی انداز میں انکشاف کیا۔

"حضرات! آپ لوگوں کو شاید معلوم نہیں کہ اس گھر کے تحت بے ادبی ماحول میں ایک نہایت ادبی شخصیت جنم لے چکی ہے اور اسے شاعر ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔"

حمرہ نے کرنٹ کھا کر بے یقینی سے وجدان کو دیکھا۔ اسے وجدان سے اتنی کمینگی کی امید بالکل بھی نہیں تھی۔ تبھی تو وہ اپنے اس راز کے افشا ہو جانے کے بعد سے اس کا ہر حکم بجا لا رہی تھی۔ اس کے ایک اشارے پر سے مختلف قسم کے دوستوں کے لیے چائے اور سینڈوچ بنا چکی تھی۔ وہ بھی بھری دوپہر اپنی محبوب نیند کی قربانی دے کر۔ اور اس کا آج کیا صلہ مل رہا تھا۔

یوں بھری محفل میں اپنا مضحکہ اڑائے جانے کے خیال ہی سے اس کا دل ڈوبنے لگا تھا۔

"مجھے بتاؤ، میرے جیسے باذوق اور باادب شخص کے ہوتے ہوئے کس گستاخ نے یہ شرف حاصل کرنے کی کوشش کی ہے؟" انس نے رعب سے پوچھا تو وہ کنکھیوں سے حمرہ کا زرد پڑتا چہرہ دیکھ کر بولا۔

"پہلے آپ اس ناچیز کی ذاتی کاوش تو سن لیں۔ اس کے بعد آپ کے حضور اس کا نام بھی پیش کر دیا جائے گا۔ پھر جو چوری کی سزا وہ اس شاعری کی۔"

"چوری تو شاید بخشا بھی جائے۔ مگر بے چارہ شاعر بے چارہ "ایٹ وی اسپاٹ" انعام سے نواز دیا جاتا ہے۔ چاہے انڈوں کی صورت ہو یا ٹماٹروں کی۔" سعد نے مسکراتے ہوئے اسے گویا صورتحال کی سنگینی سے آگاہ کیا تھا۔

"اوہو۔۔۔۔۔۔ آپ سنیں تو، بہت اچھا شاعر ہے۔" وجدان پیچھے نہیں ہٹا تھا۔

اب تو سبھی کو دلچسپی ہونے لگی۔ مگر حمرہ نے ناک چڑھا کر کہا۔

"ہوگا کوئی اس کی جیسے والی سرکار جیسا ادب شاعر۔"

"آپی! تم تو نری بدھو۔ جب تک چپ رہتی ہو تب تک ہی اچھی لگتی ہو۔" وہ قدرے چڑ کر بولا تو حمرہ خفیف سی ہو کر اسے گھورنے لگی۔

"یہ پہچانا سا چہرہ شناس ہے۔" انس نے وجدان کا چہرہ تھپکا تھا۔

"چلو بھئی۔۔۔۔۔۔ کچھ اس گمنام شاعر کے دیوان سے ہو جائے۔"

نوفل کو ان کی یہ کھیلی چٹکلوں والی محفل بہت پسند تھی۔ اسے اکسانے والے انداز میں بولا تو وجدان کھنکھار کر گلا صاف کرنے لگا۔

تب حمرہ کو صورتحال کی سنگینی کا احساس ہوا تھا۔

"اس سے تو بہتر ہے کہ سب لوگ اپنی اپنی پسند کی شاعری سنا دیں۔" اس نے فوراً آئیڈیا دیا۔ ساتھ ہی وجدان کو آنکھیں بھی دکھائیں تو وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بڑی معصومیت سے بولا۔

"میں بھی اس شاعری کو پسند کرتا ہوں۔ اسی لیے تو سنا رہا ہوں۔"

"اس سے پہلے کہ ہمارے صبر کے جگ، گلاس اور ٹب لبریز ہو جائیں، تم اپنی شاعری سنانا شروع کر دو۔ کیونکہ میں داد دینے کے لیے بے تاب ہو رہا ہوں۔"

انس نے تپائی پر رکھا طوریں بسکٹ اٹھا کر ہاتھ میں تولتے ہوئے بڑے سکون سے کہا تو وجدان

وجدان کو دیکھنے لگی۔

وہ خبیث اس وقت ذرا بھی رحم کرنے پر آمادہ نہیں تھا۔

"ایک آزاد نظم ہے۔" وہ بڑے شاعرانہ انداز میں گویا ہوا تو انس نے سنجیدگی سے ٹکڑا لگایا۔

"یعنی ہر طرح کی پابندیوں سے۔۔۔۔۔۔ مادر پدر آزاد شد ہو۔ یہاں یہ بیڑیاں بھی ٹوٹنی ہیں۔"

"تو پہلے پڑھ کر سنیں نا۔" وجدان نے مشورہ دیتے ہوئے نظم شروع کی تھی۔

ایک پیغام لکھا ہے

جو نام لکھا ہے

بھی ہوں تمہیں بھیجوں

دیکھیے"

یعنی خط کے ذریعے۔۔۔۔۔۔ بلکہ اب تو موبائل پہ میسج کی سہولت بھی میسر ہے اور سب سے بہتر کیا۔۔۔۔۔۔"

نے اس کی شاعری "تضحیح" کی اور بے دریغ مشوروں سے نواز دیا۔ جبکہ ان سب کے تاثرات سے حمرہ انگشت بدنداں۔ وہ ابھی تک یہی سمجھتی رہی تھی کہ وجدان نے اس کی ڈائری کا ایک آدھ پڑھا ہوگا مگر آج اس کے منہ سے اپنی "تازہ ترین" شاعری سن کر اسے یقین ہو گیا کہ وہ وقتاً فوقتاً شاعری کو اگر کہا جا سکے تو پڑھتا رہتا تھا۔ بلکہ چرا کر اپنے پاس محفوظ کرتا رہتا تھا۔

"آپا! یہ ابھی کی شاعری تھوڑی ہے۔ کسی بے چارگی ماری نے آدھی صدی پہلے اپنے "ان" کے نام بھیجا ہے۔" وجدان نے وضاحت کی تھی۔ حمرہ کا جی چاہ رہا تھا اس کی شرارت سے چمکتی آنکھوں میں اپنے لمبے ناخن گھسیڑ دے یا اس کی مسکراہٹ نوچ لے، یا پھر کم از کم زبان میں کیل تو ٹھونک دے۔

ہائے بے بسی۔

"آگے تو سناؤ۔۔۔۔۔۔ پتہ چلے کس پائے کی شاعری ہے۔" سعد نے دلچسپی ظاہر کی تھی۔

"آگے عرض ہے۔۔۔۔۔۔"

تو شوخ ہوا کے ساتھ

اس پیغام جو بھیجوں تو ڈرتی ہوں

کہیں وہ اس کو خوشبو کی طرح

اڑا دے ہر سُو

کہیں فضا کے ہاتھ

اس پیغام جو بھیجوں تو ڈرتی ہوں

کہیں وہ اس کے رنگوں کو

اڑا دے ہر سُو

سوچتی ہوں تو ڈرتی ہوں
مگر میں کیا کروں میں نے
ایک پیغام لکھا ہے
تمہارے نام لکھا ہے"

"ویری گڈ ـــــ" صبا نے سب سے پہلے داد دی تھی۔

"غیر متوقع۔" انس نے گہری سانس لیتے ہوئے بھرپور داد دی تھی۔

"اب شاعر کا نام بھی بتا دو ـــــ بلکہ یہ تو کسی شاعرہ کی تخلیق لگ رہی ہے۔" حمنیٰ نے اپنا تجزیہ ظاہر کیا تھا۔

"بتا دوں ـــــ؟"

وجدان نے شرارتی نظروں سے حمرہ کی طرف دیکھا جس کی حالت پتلی ہو رہی تھی۔ ان سب کے درمیان بیٹھ کر شاعرہ ہونے کا "الزام" قبول کرنا بڑے دل گردے کا کام تھا۔ مگر اس وجدان کے بچے سے تو کچھ بھی متوقع تھا۔

"مابدولت ـــــ" اس نے بڑے انداز میں کہتے ہوئے سرخم کیا تو جہاں ان سب نے بے یقینی میں سر ہلایا، وہیں حمرہ بھی آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھنے لگی۔

"یہ کیا نام ہوا؟ ـــــ پتہ ہی نہیں چل رہا، شاعر ہے کہ شاعرہ۔" انس نے اعتراض کیا تو حمنیٰ نے ہنستے ہوئے اس کے شانے پہ ہاتھ مارا۔

"مابدولت کا مطلب ہے، میں۔"

"یہ تمہاری شاعری ہے؟ ـــــ ڈونٹ ٹیل می یار۔" انس مزید حیران ہوا تو حمنیٰ کے لیے اپنی ہنسی روکنا مشکل ہو گیا۔

"بس مجھ ہی پہ کسی کو شک نہیں ہو رہا۔" وجدان نے منہ بنایا تو حمرہ جو اپنی تخلیق پر اسے واہ واہ کرتے دیکھ رہی تھی، بے حد جل کر بولی۔

"تمہاری شکل جو نہیں ہے شاعروں والی۔"

"اُف ـــــ پبلک جیلس ہو رہی ہے مجھ سے۔" وجدان جیسے خوشی سے لبالب بھر گیا تھا۔

"تو یہ تمہاری شاعری ہے؟" انس کو اب سمجھ آئی تھی۔

"مجھے لگتا ہے تمہارے بھی بارہ بجنے لگے ہیں اب۔" معید نے اسے چھیڑا تھا۔

"اب ـــــ اب یہ میری شاعری ہے۔"

وجدان نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا تو حمرہ تلملا کر رہ گئی۔ کسی اور کو اس کے "اب" پہ تو چونکا نہیں مگر وہ اچھی طرح سمجھ گئی تھی۔

"مگر یہ تو سراسر کسی لڑکی کے خیالات ہیں ـــــ اس قدر ڈرے سہمے بلکہ حیا کے پردے میں لپٹے۔" نوفل نے اتنے عرصے میں پہلی بار رائے دی تھی۔

وجدان تو عجیب نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"وہ اس لیے کہ میں آپ کو بتانا چاہتا تھا کہ میری نظر اور چند آزاد نہیں، بلکہ شرمیلی اور پردے کی ہے۔"

"کہیں تمہارا ذہن تو زنانہ نہیں ہو گیا؟" انس نے بڑے غور و فکر کے بعد نکتہ نکالا تو وجدان احتجاجاً چیخ پڑا۔

"یار اب آپ حد کر رہے ہیں۔"

"آرڈر، آرڈر ـــــ" معید نے سب کو گویا حد میں رہنے کی تلقین کی تھی۔

تبھی نوفل نے دفعتاً ہی روئے سخن حمنیٰ اور معید کی طرف کر لیا۔

"تم لوگ شادی بھی کوئی پروگرام ہے؟"

یہ بہت غیر متوقع سوال تھا۔ صرف حمنیٰ اور معید کے لیے ہی نہیں بلکہ انس اور صبا کے لیے بھی۔ نوفل کے ذہن میں شاید ان کی انگیجمنٹ شپ کے ناتے بے تکلفی کا خیال ہوا اسی لیے وہ ایسے کھلے لا پوچھ رہا تھا۔

معید نے صورتحال سنبھالنے کے لیے سرسری انداز میں کہا۔

"کس بارے میں بات کر رہے ہو؟"

"وہی ـــــ کیا ساری ہے۔" نوفل کو اس کے تجاہلِ عارفانہ نے محظوظ کیا تھا۔ پھر گویا حمنیٰ کو "شامل نیل" کرتے ہوئے شرارت سے بولا۔

"یہ تو مجھے لگتا ہے شادی کے بعد تمہارا نام بھی لے کر نہیں بلایا کرے گی۔"

تب ـــــ

حمنیٰ اپنی جگہ سے اٹھی تھی۔

"میں چائے لاتی ہوں۔"

اس کے طرزِ عمل نے نوفل کو مزید حیران کیا تھا۔

"کم از کم ـــــ یہ تم سے شرماتی ہے؟" وہ معید سے پوچھ رہا تھا۔

سب کے درمیان خصوصاً حمرہ اور وجدان کے سامنے بہت سنجیدہ اور بارعب انداز میں رہنے والا کنا بیج محفل میں ہونے والی اس پوچھ تاچھ پر خفیف سا ہو گیا۔ انس کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ تھرکی۔

"شرماتی نہیں، بچی ڈرتی ہے۔"

"کوئی نہیں ـــــ میرے اتنے سویٹ اینڈ سوفٹ بھائی کا سب احترام تو کر سکتے ہیں مگر ان سے ڈر سکتے۔" صبا نے بلاتوقف انس کی تردید کی تھی تو انس نے فوراً کہا۔

"یہاں گھر میں اس بھائی کی سب سے بڑی چمچی ہے۔"

"بالکل ہی ـــــ اور خود کا بھول گئے۔ کوئی سفارش کرانی ہو، ابو یا چچا جان سے کچھ بات منوانی ہو تو

ہر وقت ان کے آگے پیچھے پھرتے رہتے ہیں۔" صبا نے لطف لیتے ہوئے اس کا پول کھولا تھا۔
ان سب کے چہرے پر انس خفیف سا ہو کر اسے گھورنے لگا۔ پھر معذرت خواہانہ انداز میں بولا۔
"شرم کرو ــــ سب کے بیچ بڑے بھائی کو رگید رہی ہو۔ نوفل کی صحبت نے کچھ خاص اثر نہیں کیا تم پہ۔"
"انہی کی صحبت کا اثر ہے جو سچ کو سچ کہنے کی ہمت آگئی ہے مجھ میں۔" وہ درمیان سے [illegible] اعصاب کو الرٹ کر گئی۔
"السلام علیکم یا اہل اسلام ــــ!"
اسی وقت عماد کی پُر شور اور پُر جوش آمد سبھی کی توجہ بٹانے کا باعث بن گئی۔
"یہ بے وقت آمد؟ ــــ آج تو ہم نے شیطان کو یاد بھی نہیں کیا۔" انس نے باآواز بلند کہا تو وہ سب سے ملتا اس کی طرف پلٹ کر اطمینان سے بولا۔
"استاد جی! آپ کو کیا پڑی ہے ہم شاگردوں کو یاد کرنے کی۔ جہاں آپ، وہاں آپ کی خدمت میں ہم حاضر۔"
انس اسے گھور کر رہ گیا۔
"اور بھی صبا! کہاں ہوتی ہو یار؟ ــــ نہ کوئی اتہ نہ پتہ نہ پیغام۔" وہ بے تکلفی و اپنائیت سے انس اور صبا کے درمیان صوفے سے ٹیک لگاتا کارپٹ پر بیٹھ گیا۔
"جو دلوں میں رہتے ہوں انہیں اتے پتے اور پیغاموں کی ضرورت نہیں ہوتی۔" وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہہ رہی تھی۔
نوفل کا پورا وجود جیسے سماعت بن کر اس کی طرف متوجہ تھا۔
وہ اب عماد سے مریم پھپھو کی بابت استفسار کر رہی تھی۔
عماد کے ہونٹوں کی مسکراہٹ، صبا کے چہرے کو چھوتی اس کی نگاہ، تکلم کی بے تکلفی و شوخی۔
ایک ایک بات نے نوفل کو صد درجہ جیلس کیا تھا۔
اس پر مستزاد صبا کے لبوں کا گھیراؤ کرتی بہت بے ساختہ سی مسکراہٹ۔ وہ صد درجہ بے کلی اضطراب کا شکار ہونے لگا۔
دفعتاً اپنی کلائی پر بندھی گھڑی پہ ٹائم دیکھتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔
"بہت دیر ہو گئی ہے ــــ اب میں چلتا ہوں۔"
"ارے ــــ ابھی سے؟" بہت سی آوازیں احتجاجاً بلند ہوئی تھیں۔
"یار! ابھی تو میں آیا ہوں۔ میں نے سوچا تھا کہ محفل جمے گی۔ مگر تم تو میدان ہی چھوڑ کر بھاگ رہے ہو۔" عماد نے شکوہ کیا تھا۔
ان سب کا مخصوص انداز گفتگو تھا۔ مگر عماد کی تو ہر بات کچھ الگ ہی معنی لے کر نوفل کے دل و دماغ پر بجلیاں گرا جاتی تھی۔

بھول ہے تمہاری ــــ میں آخری سانس تک لڑنے والوں میں سے ہوں۔" وہ سنجیدگی سے بے قصداً مسکرا کر آخر میں بولا۔ "مگر ابھی واپسی بہت ضروری ہے۔ امی اکیلی ہیں۔"
"آج بہت دنوں کے بعد ہم رت جگا کریں گے ــــ گپیں لڑائیں گے۔ ایک بہت اچھی [illegible] مِس کر رہے ہو تم۔" عماد نے گویا اسے لالچ دینے کی کوشش کی تھی۔ وہ جواباً کچھ کہنے ہی لگا تھا [illegible] سے پہلے اونچی آواز میں بول اٹھی۔
"رہنے دیں عماد بھائی! یہ رت جگے اور دوستانہ گیدرنگ آپ جیسے دیوانوں کے شوق ہیں۔ میرے [illegible] ایسے شوق لاحق نہیں۔ یہ تو بہت سیریس پرسنالٹی ہیں۔"
[illegible] نے قہقہہ لگا کر جیسے صبا کی بات کی تائید کی تھی۔
[illegible] اب جھجکتا پلٹ کر ان سب سے ہاتھ ملانے لگا۔
[illegible] باہر نکلا تب بھی صبا اور عماد محو گفتگو تھے۔ نوفل کا دل کچھ اور بھی اجڑا تھا۔
[illegible] اور سعید اسے باہر تک چھوڑنے کے لیے اٹھے تھے مگر صبا انہیں روک گئی تھی۔
"میں جا رہی ہوں نا۔"
"نہیں ــــ"
[illegible] سب کی مختلف آوازوں کو ان سنی کرتی وہ تیزی سے کوریڈور میں نکل آئی۔ ثمنی چائے کی ٹرالی بھی لا رہی تھی۔
"نوفل بھائی کو چائے کے لیے تو روکتیں۔"
"[illegible] امی اکیلی ہیں ــــ پھر آئیں گے وہ۔"
اسے مختصراً جواب دیتی تیزی سے باہر کی طرف لپکی۔ وہ برآمدے کی سیڑھیاں اتر رہا تھا جب اس [illegible]۔
"سنیے!" بے حد غیر متوقع آواز نے بے ساختہ ہی نوفل کے قدموں کو ٹھٹکا دیا تھا۔ وہ رکا ضرور مگر پلٹا [illegible] طرف گردن موڑ کر اسے دیکھنے لگا۔ نوفل کو لگا وہ پنجوں کے بل چل کر اس کے پاس آئی ہو۔ اس [illegible] اس کی طرف دیکھا تو وہ ننگے پاؤں تھی۔
[illegible] عجیب اور جھجک سی محسوس ہوئی۔ جیسے اسے روکنے کے بعد مخاطب کرنے سے ہچکچا رہی ہو۔
"آپ ــــ کل آئیں گے نا ــــ؟"
[illegible] کو لگا اسے یاد کرایا گیا تھا یا اس کی رائے معلوم کی جا رہی تھی۔ مگر اتنا ضرور ہوا کہ وہ پورے کا پورا [illegible] طرف گھوم گیا۔
"کیا خوشی میں؟"
"کل سعید بھائی اور ثمنی کی شادی کی ڈیٹ فکس کرنا چاہ رہی ہیں۔ ہماری وجہ سے روک رکھا تھا۔"
"ــــ؟" وہ اب بھی بہت بے اعتنائی سے پوچھ رہا تھا۔ جانے اس کا مدعا سمجھا نہیں تھا یا [illegible]فانہ سے کام لے رہا تھا۔

"دی جانتی ہیں آپ اس موقع پر ضرور موجود ہوں۔" صبا نے سنجیدگی سے کہا تو اس کی بات ہوتے ہی وہ بات ختم کرنے والے انداز میں بولا۔

"کل میں بالکل بھی فارغ نہیں ہوں ——— آج بھی آپ کی وجہ سے اتنا ٹائم نکل گیا ہے، کمٹ منٹ کل نبھانا پڑے گی۔"

"یہ بھی تو بہت ضروری کام ہے۔" صبا کو اس کی بات نے تکلیف دی تھی، جتائے بغیر بھی کچھ ایسے ہی رنگ اس کے چہرے سے بھی جھلکے تھے۔ دکھ اور نارسائی کے۔ چند لمحوں پہلے کا چمکتا بجھ سا گیا تھا۔

"دیکھیں، یہ بات پہلے طے نہیں کی تھی جبکہ ڈوالے کے ساتھ میری میٹنگ کنفرم تھی۔ جس کو میں ..." مفاہمت انداز میں کہنے لگا تھا کہ وہ اس کی بات کاٹ کر تیز لب و لہجے میں بولی۔

"اوکے ——— آپ نبھائیں اپنی کمٹ منٹ۔ اگر مجھے پتہ ہوتا کہ آپ کی میٹنگ ڈوالے کے ساتھ تھی تو میں اس وقت گیٹ پر ہی اتر جاتی۔" وہ ایک جھٹکے سے پلٹ گئی تھی۔

اس کے ناقابل یقین تاثرات اور لب و لہجے نے نوفل کو تحیر میں مبتلا کیا تھا۔ اسے قطعی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ایک ایسی لڑکی جو اس سے شادی سے پہلے کسی اور کو پسند کرتی رہی تھی، اس کا یوں جیلس ہونا ناقابل یقین سی بات تھی۔

کیا صبا واقعی میری اور ڈوالے کی دوستی سے جیلس ہوتی ہے؟
مگر کیوں؟ ——— یہاں کون سا محبت کرنے والا شوہر ہاتھوں سے نکلا جا رہا ہے؟
تو پھر اس کے تاثرات میں اتنی ناگواری کیوں ——— ؟
وہ خیالات کی ڈوروں میں الجھتا گاڑی کی طرف بڑھا تو قدموں میں پہلے کی سی تیزی غائب تھی۔

وہ واپس کوریڈور میں پہنچی تو معید کمرے سے باہر نکل رہا تھا۔
"صبا! ——— مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔"
اس کے ذہن سے فوراً اس کی ہر بات محو ہوئی تھی۔ پیچھے سے مسکرا کے بولی۔
"بات تو مجھے بھی آپ سے کرنی ہے اور بہت ضروری بھی ہے۔"
ذرا رک کر معید نے اس کی طرف دیکھا تھا پھر گہری سانس لیتے ہوئے بولا۔
"مجھے خطرے کی بو آ رہی ہے۔ کہیں تم میری کھنچائی تو نہیں کرنے والی؟"
"بات تو کچھ ایسی ہی ہے۔" صبا اب بھی مسکرا رہی تھی۔ پھر بولی۔ "میرے خیال میں لان بہتر ہے۔ خوشگوار سے ماحول میں دلائل بھی ذہن میں آئیں گے۔"
"میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ مگر تم پہلے جا کر جوتے چینج کر آؤ۔" وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کے ننگے پیروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا تو وہ جھینپ کر اندر کی طرف بڑھ گئی جہاں اب سب چائے اور سینڈوچز کا دور چل رہا تھا۔
"تم کہاں فرار ہو گئی تھیں؟" نگین نے اس کی خبر لی تھی۔
"میں بس ابھی دو منٹ میں واپس آ رہی ہوں۔ میری چائے اور سینڈوچز کو کوئی ہاتھ بھی نہ لگائے۔"
وہ اپنے جوتے پہنتی ان سب کو تنبیہ کرتی کمرے سے نکلنے کو تھی تو حنی نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔
"اب تو مجازی خدا بھی چلے گئے۔ کہاں کی بھاگ دوڑ ہو رہی ہے؟" وہ اپنے ساتھ اسے بھی باہر لے آئی تھی۔
"اب میں تمہارے مجازی خدا سے دو دو ہاتھ کرنے جا رہی ہوں۔" اس نے بشاشت بھرے انداز میں کہا مگر ساتھ ہی حنی کے چہرے پر چھانے والا تحیر یا پچھتاوا بھی محسوس کر لیا۔
"تم تو خوش ہو نا ———؟" صبا نے بے اختیار اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامتے ہوئے پوچھا تو اس کے انداز میں استفسار سے زیادہ منت پوشیدہ تھی۔ جیسے وہ اس کا اثبات میں جواب سننے کی ہو۔
"نہیں ———" اس نے جیسے پتھر مارا تھا۔
وہ اس کا جواب پہلے ہی سے اچھی طرح جانتی تھی پھر بھی اس کے دل کو ایک دھچکا سا لگا تھا۔
مگر اگلے ہی پل وہ ایک اور دھچکے کا شکار ہوئی۔ حنی بہت سرسری انداز میں کہہ رہی تھی۔

"مگر اس کے باوجود میں اس رشتے پر تیار ہوں۔"
صبا نے فی الفور خود کو سنبھالتے ہوئے بشاشت کا لبادہ اوڑھ لیا۔
"بہت خوش قسمت ہو ضحیٰ! کیونکہ جب ہم بہت ناخوش ہونے کے باوجود کسی شخص کو شریک حیات تسلیم کرتے ہیں تو اس کا ایک ہی مطلب ہوتا ہے کہ اس شخص میں بے پناہ خوبیاں ہیں۔"
"کمپرومائز اور ایڈجسٹمنٹ کا عمل خدا نے شاید میرے جیسے لوگوں کے لئے ہی بنا رکھا ہے تمہیں شاید ان لفظوں کے پیچھے چھپے دکھ بھی معلوم نہیں ہوں گے۔"
وہ صبا کے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ کھینچتے ہوئے تلخی سے بولی تو صبا کو یوں لگا جیسے اس کے دل کے زخموں کو کسی نے بے دردی سے کھرچ ڈالا ہو۔
ضحیٰ دوبارہ کمرے میں چلی گئی تھی۔
مگر صبا اس کے کہے الفاظ کے بھنور میں چکر کھاتی وہیں منجمد کھڑی تھی۔
"ضحیٰ..... تم نہیں جانتی.....؟" وہ یکلخت ہی دکھ اور تاسف کی انتہا پر آن کھڑی ہوئی تھی۔
"تم کیا جانو ضحیٰ میرا! پچھلے دو ماہ سے انہی دو لفظوں کے نت نئے روپ تو دیکھ رہی ہوں۔ اور یہ کہ میاں بیوی کے رشتے کی بنیاد اگر کمپرومائز اور ایڈجسٹمنٹ پر رکھی جائے تو اس سے بڑی تکلیف اور اذیت اور کوئی نہیں ضحیٰ! کوئی نہیں۔ مگر تم لوگ کیا جانو، کیا سمجھو؟ تم لوگوں کی نظر میں تو میں بے حد خوش قسمت ہوں۔" وہ سر جھٹکتے ہوئے متاسفانہ انداز میں ہنسی تو پلک پر ایک آنسو آن رکا۔ اس نے انگشت شہادت پر وہی آنسو اٹھا لیا۔
"اور یہ ہے میری قسمت۔" اس نے انگوٹھے اور انگلی کی مدد سے جھٹکا اور ذہن کو پراگندہ سوچوں کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرتی آگے بڑھ گئی۔
ہلکی ہلکی مگر ٹھنڈی ہوا نے موسم کو ایک خوبصورت اور دلفریب سا رنگ دے دیا تھا۔ وہ گلاب اور موتیے کی دل پسند خوشبو گہری سانس کے ذریعے اندر کھینچتی سعید کی طرف بڑھی جو لان میں ٹہلتے ہوئے یقیناً اچھے موسم کو انجوائے کر رہا تھا۔
"آؤ صبا!" وہ واپسی کے لئے پلٹا تو اسے دیکھتے ہی خوشگوار مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ اور اسے سامنے پا کر وہ پھر سے آزردگی کا شکار ہونے لگی۔
"آپ بھی خوش ہیں یا خوش ہونے کی ایکٹنگ کر رہے ہیں سعید بھائی؟" وہ بینچ پر بازو ٹکائے اس کے بالمقابل جا کھڑی ہوئی تھی۔
سعید اس کے سوال پر بالکل بھی چونکا یا حیران نہیں ہوا تھا جس سے صبا کو یہ اندازہ لگانے میں قطعی دشواری نہیں ہوئی کہ یہ سوال اس کے لئے غیر متوقع نہیں تھا۔
"بھئی میں تمہارے شوہر کی طرح سپر اسٹار تھوڑی ہوں۔ ایک گمنام سا، عام سا وکیل ہوں۔ یہ ایکٹنگ وغیرہ میرے بس کا روگ نہیں۔" وہ ہلکے پھلکے انداز میں کہہ رہا تھا۔ مگر صبا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی ایک ہلکی سی رمق بھی نہیں تھی۔

"میں جانتی ہوں سعید بھائی! اگر ضحیٰ کو اس رشتے پر اعتراض ہے تو آپ نے بھی خود سے اس رشتے کو نہیں کہا۔ میں صرف یہ جاننا چاہتی ہوں کہ وہ کون سے عوامل ہیں جو اس رشتے کو طے کرنے کا سبب بنے ہیں؟"
سعید کی مسکراہٹ سمٹ گئی تھی مگر اس کے اطمینان میں اب بھی کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔
"میں پوچھ سکتا ہوں اس سوال کی وجہ؟"
"ضحیٰ بالکل بھی راضی نہیں ہے سعید بھائی!" وہ دبے لفظوں میں بولی تھی۔
"وہ صرف بے وقوف ہے صبا! پریشان مت ہو۔"
"مجھے اس کے انکار کی نہیں، آپ کی لائف ڈسٹرب ہونے کی فکر اور پریشانی ہے۔"
"ارے پگلی صبا! وہ کیا کر سکتی ہے؟" سعید نے اسے سرزنش کرنے والے انداز میں کہا تو وہ بے اختیار بولی۔
"آپ مجھے صرف یہ بتائیں کہ یہ گاڑی آگے کیسے چلے گی؟ وہ ابھی سے صاف انکاری ہے۔"
"دیکھو صبا! اس بحث میں پڑنا محض وقت کا زیاں ہے۔ مجھے بڑی مامی نے اس پروپوزل سے متعلق جو کہا میں نے ہاں کہہ دی۔ اب چھوٹی مامی کو چاہئے تھا کہ وہ ضحیٰ سے پوچھتیں۔ ان لوگوں نے اس کا انکار منظور کیا ہے تو کسی بنیاد پر ہی کیا ہوگا۔ میں تو چھوٹے ماموں سے بھی صاف الفاظ میں کہہ چکا ہوں میری طرف سے تبھی ہاں سمجھیں جب ضحیٰ کی رضا مندی ہو۔ بہرحال میں اپنی ماں کی رضا میں راضی ہوں۔ دوسری پارٹی کیا کر رہی ہے یا مستقبل میں کیا کرے گی اس کی مجھے کوئی فکر نہیں۔"
وہ بے حد پُرسکون تھا۔ صبا کو اس کے اطمینان پر رشک آنے لگا۔ یوں بھی تو سعید کی معتدل طبیعت زیادہ نہیں تھی۔ ہر بات کو سکون سے ہینڈل کرنا، حتیٰ کہ بھی مثبت انداز میں دیکھتے ہوئے فیصلہ کرنا بہت بڑی خوبی تھی۔
"آپ صرف امی کی بات رکھ رہے ہیں.....؟" صبا نے کہنا چاہا مگر وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔
"نہیں ..... مجھے ضحیٰ سے رشتے پر بھی کوئی اعتراض نہیں۔ وہ میری کزن ہے۔ میں اسے بچپن سے جانتا ہوں۔" اس کے جواب نے صبا کو بحر حیرت میں غرق کر دیا۔ وہ اس کی حیران صورت دیکھ کر بے ساختہ مسکراتے ہوئے بولا۔
"اب تم کچھ اور اندازے لگانا مت شروع کر دینا۔ اگر بڑی مامی کے پیش کردہ پروپوزل کے جواب میں مامی ضحیٰ کا انکار پیش کر دیتیں تو میں تب بھی کوئی اعتراض نہ کرتا۔"
"اپنی زندگی کے اس قدر اہم فیصلے سے اس طرح بے اعتنائی کیوں برت رہے ہیں سعید بھائی؟" اس کی اس قدر فرمانبرداری سے وحشت ہونے لگی تھی۔ وہ گہری سانس بھرتے ہوئے متاسفانہ انداز میں بولا۔
"تمہیں میں اتنا ہی بے وقوف دکھائی دیتا ہوں کہ اس چھٹانک بھر کی لڑکی کو اتنی آسانی سے اپنی زندگی ڈسٹرب کرنے دوں گا؟"

"آپ مجھے صرف اتنا مطمئن کر دیں کہ کیا آپ خوش ہیں؟"

"میں بالکل بھی پریشان نہیں ہوں۔" وہ اس کے لفظوں کے داؤ میں نہیں آیا پھر اس کے مزید پوچھنے سے پہلے اسے اطمینان دلاتے ہوئے بولا۔

"تم بھی پریشان مت ہو۔ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ وہ میری پیٹھ پیچھے مجھے چاہے کچھ بھی کہیں مگر میرے سامنے دم مارنے کی جرأت نہیں ہوتی۔"

"بھی اپنے رعب کا شوق پورا کرنا چاہ رہے ہیں۔ میں بھی کہوں اپنی دشمن اول کے لئے ہاں کیے بیٹھے ہیں۔" وہ لفظ جیسے جل کر بولی تو معید ہنس دیا۔

"اب تم بات کو ایسے بھی سمجھ لو۔"

وہ اس کے ساتھ چلتی برآمدے کی اوپری سیڑھی پر آ بیٹھی۔

"اس بار بارشوں کی وجہ سے موسم کافی اچھا ہو گیا ہے۔" معید نے ماحول کی خنکی کی طرف اشارہ کیا تو صبا کے ذہن میں اچانک سے گرجتے برستے موسم کی یاد تازہ ہونے لگی۔ تبھی شاید وہ اس ذکر سے گریز کر گئی تھی۔

"آپ بتائیں، آپ کو مجھ سے کون سی ضروری بات کرنا تھی؟"

اس کے سوال پر وہ چند لمحوں کے لئے خاموش رہ گیا تھا۔

صبا کو لگا جیسے وہ جواب دینے کے لئے الفاظ جمع کر رہا ہو۔ تبھی وہ چہرہ موڑ کر اسے دیکھنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ لان میں روشن سفید گلوب کی روشنی میں اس کے وجیہہ چہرے پر بالکل سنجیدگی چھائی دکھائی دے رہی تھی۔

"میں نیو پاک کالونی والا گھر خالی کرانا چاہتا ہوں۔" بالآخر اس نے لب کشائی کر ہی دی تھی۔ اور اس قدر غیر متوقع بات نے صبا کو الجھن کے عالم میں اس کی طرف دیکھنے پر مجبور کر دیا۔

"اس کی طرح میری بات جذباتیت سے مت لینا صبا! میری بات پر غور کرو۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ گھر بھی آباد ہو۔ اور اگر میرے حوالے سے کوئی بھی تقریب ہو تو اسی گھر میں ہو۔" اس نے مختصر مگر مدلل انداز میں بات کی تھی۔

"آپ وہاں رہنا چاہتے ہیں شادی کے بعد؟"

صبا فوراً اس کا مطمع نظر سمجھ گئی تھی۔ وہ یونہی سامنے باؤنڈری وال سے لپٹی بیلوں پر نگاہ جمائے ہوئے تھا۔ تب مبہم سا مسکرایا اور اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"اگر ہم مستقبل کے حوالے سے کسی بھی تبدیلی کی امید رکھنا بیکار ہے۔"

"اگر آپ کو ایسے ہی خدشات ہیں تو ہم اس بات کو ختم بھی تو کر سکتے ہیں۔ یہ شادی ہونا بہت ضروری تو نہیں جبکہ حنی بھی راضی نہیں ہے۔" صبا کا دل اوہام کا شکار ہونے لگا۔ چند لمحوں کے بعد وہ بولی تو معید نے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"تم اچھی طرح جانتی ہو کہ یہ چھوٹے ماموں اور مامی کی بھی خواہش ہے۔ اور ہماری طرف سے

دلوں میں بات آ جائے گی۔ اور پھر ایسا بھی کون سا نیا رشتہ ہو رہا ہے۔ شادی تو کہیں بھی ہو جاتی ہے یہاں ہو یا کہیں اور بات تو ایک ہی ہے۔"

"اگر ایسی بات نہیں مانیں گی۔ کبھی بھی وہ آپ کو یہاں سے جانے کی اجازت نہیں دیں گی۔" صبا بات سمجھنے کے بعد اصل مسئلے کی طرف آئی تو وہ طمانیت سے بولا۔

"اسی لئے تو تم سے مدد طلب کر رہا ہوں۔ حنی کا ردعمل دیکھتے ہوئے میرا یہ مطالبہ غلط تو نہیں۔"

"بالکل ـــــ یہ بات تو بالکل ٹھیک ہے کہ جس طرح وہ ری ایکٹ کر رہی ہے۔ بہت جلدی نہیں کر پائے گی۔ بلکہ شاید ہم سب کے بیچ رہ کر کبھی بھی نہ کر پائے۔ انتہا کی جذباتی طبیعت ہے حنی نے۔ البتہ وہاں رہ کر شاید آپ کے کچھ جوہر اسے متاثر کر جائیں۔" وہ بات کرتے کرتے بولی تو وہ جھینپ کر مسکرا دیا۔

"یہی میں کہہ رہا ہوں۔ تم اس بارے میں مناسب سی تقریر تیار کرو جو سب کو ہمارا مطمع نظر سمجھا سکے۔" صبا معید کے تاثرات بہت اچھے لگے تھے۔ تبھی وہ مزید شرارت پر آمادہ ہوئی۔

"ویسے معید بھائی! اگر سوچا جائے تو حنی کے ساتھ واقعی بہت برا ہو رہا ہے۔ آپ کو تو وہ کڑوا کریلا ہی لگتی ہے اور جانے کیا کیا نام دیتی رہتی ہے۔ بلکہ اس نے تو شاید آپ کے لاکر میں کسی لڑکی کی تصویر کی موجودگی کا بھی انکشاف کیا تھا۔ اب ان سارے الزامات کے ساتھ آپ کی عدالت میں پیشی کوئی آسان کام تھوڑی ہے۔ یونہی تھوڑی بدک رہی ہے وہ۔"

"میرے خیال میں بہت ہو گئی بے تکلفی۔ اب تم میرا مطمع نظر اچھی طرح سمجھ چکی ہو۔ لہٰذا سب کو بتانا تمہارا دردِ سر ہے۔ چھوٹے ماموں اور مامی کو تو یقیناً کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ مجھے صرف بڑی ماما کی پریشانی ہے۔" وہ فوراً ہی بات بدل کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ مسکراہٹ دباتے ہوئے صبا نے بھی اس کی بات مانی۔

"میں نہیں چاہتا کہ کل کو یہ ساری بات کوئی ناگوار شکل اختیار کر کے آپ کے سامنے آئے۔ کیونکہ اس بے وقوف لڑکی سے کچھ بھی بعید نہیں۔ وہ شادی کے بعد بھی یا تم دل تخریب کا رانہ عیان جاری رکھ سکتی ہے۔" وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔ صبا نے اس کی بات اچھی طرح سمجھتے ہوئے اسے یقین دلانے والے انداز میں کہا۔

"آپ بے فکر رہیں معید بھائی! میں خود اسی طریقے سے بات کر لوں گی۔ اور یقیناً وہ بھی سمجھ جائیں گی۔"

"ایسا ہونا بہت ضروری ہے صبا!" معید نے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

●●●●●

کھانے کے دوران اس نے کئی بار اپنی کلائی پر بندھی گھڑی پر نگاہ کی تھی۔ جس کا خود تو شاید وہ احساس نہ کر سکی تھی مگر دیکھنے والے کی نظروں سے اس کی یہ حرکت چھپی نہیں رہ سکی تھی۔

"تمہیں کہیں جانا ہے نوفل؟"

"نہیں تو۔ کیوں؟" وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ بڑے تحمل سے بولی۔

"یا پھر ہو سکتا ہے کہ تم نے نئی رسٹ واچ خریدی ہو اسی لیے بار بار اسے دیکھ رہے ہو۔" وہ بے ساختہ ہنس دیا۔ "شکل ایسی تو نہیں کہ بندہ باتوں کے دوران بار بار گھڑی دیکھتا رہے کہ کب جان چھوٹے گی۔"

"ہم آن تڑا لے!"

"میں مذاق نہیں کر رہی۔ واقعی میرے دل کو سخت چوٹ پہنچی ہے اس سوچ سے۔" وہ مصنوعی سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔

"تم یہ سوچ کر اس چوٹ پر مرہم بھی تو رکھ سکتی ہو کہ اتنی خوبصورت لڑکی سے باتوں کے دوران مجھے یہ غم کھائے جا رہا ہے کہ وقت تیزی سے گزرتا جا رہا ہے۔ اسی لیے بار بار گھڑی دیکھ رہا ہوں۔" وہ بولا تو چند لمحے اسے گھورتے رہنے کے بعد وہ گہری سانس کھینچتے ہوئے بولی۔

"صحیح کہہ رہے ہو۔"

"میں ہمیشہ صحیح ہی کہتا ہوں۔ آئی ایم آل ویز رائٹ۔" وہ لاپروائی سے بولا تو نزاکت نے اسے ٹوک دیا۔

"لیکن اب تم صحیح نہیں کہہ رہے۔"

"تم لڑکیاں صرف ہم سے جیلس ہوتی ہو۔" نوفل نے اسے چڑانے والے انداز میں کہا تو وہ چوٹ کرتے ہوئے بولی۔ "ہم لڑکیاں تم لڑکے نہیں بلکہ انسان۔ یوں تفریق مت رکھا کرو۔"

"جب خدا نے دونوں کے مابین تفریق رکھ دی ہے تو پھر اپنی من مرضی کے مطالب نکالنے کی کیا تُک ہے؟" نوفل نے اطمینان سے کہا تو وہ چڑ کر بولی۔

"خدا نے تفریق رکھی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ عملی زندگی ہی سے عورت کو "تفریق" کر دیا جائے اور اکیلا مرد ہی تمام تمغے اٹھاتا پھرے۔"

"میرے خیال میں اب مجھے چلنا چاہیے۔" نوفل نے مسکراہٹ دباتے ہوئے ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھاتے ہوئے کہا تو وہ فوراً بولی۔

"دیکھا، میں کہہ رہی تھی نا۔ کافی دیر سے اڑنے کو پر تول رہے ہو تم۔"

"بھئی تمہاری طرح "چھڑے چھانٹ" تھوڑی ہیں۔ ٹائم کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔" وہ اسے چھیڑنے والے انداز میں بولا تو وہ ریوالونگ چیئر کی پشت سے ٹیک لگا کر ہنس دی۔

"جتنے طنز کرنے ہیں کر لو۔۔۔۔۔۔ ایک ہی بار میں ان سب کا جواب دوں گی۔"

وہ جتنے ہوئے ہاتھ ہلاتا اس کے آفس سے باہر نکل آیا تو تمام بشاشت اور خوش مزاجی جیسے نزاکت آفریدی کے آفس ہی میں رہ گئی۔ ایک بے چینی سی دل و ذہن کو جکڑنے لگی۔

کل رات وہ صبا کو صفاحیت انداز میں اپنی مصروفیت کا بتا کر نہ آنے کا کہہ آیا تھا۔ مگر اب جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا، اس کا دل کسی اضطراب کی زد میں آنے لگا۔ یہ بات وہ بھی بہت اچھی طرح جانتا

اس کا وہاں جانا بہت سے لوگوں کی خوشی کا باعث تھا۔ سب کے سامنے مگر صبا کے مان اور سرخروئی بھی تو تھا۔ اور یہی اطمینان وہ اسے نہیں دینا چاہتا تھا۔

میرا ہاؤس "جا کر وہ اپنی "دامادی" کا حق ادا کر دیتا مگر وہاں پھر سے صبا اور عماد کی خوش گپیاں یکھ کر کیا رہتیں۔ یہ بات وہ بھی سمجھتا تھا کہ ہو سکتا ہے اب ان دونوں کے مابین پہلے جیسی کوئی ہو مگر صبا کے اس "جھوٹ" نے اس کے دل و ذہن پر بدگمانی کی ایک بہت دبیز تہہ جما دی تھی۔

اچھا ہے صبا بیگم۔۔۔۔۔۔ کبھی تم بھی تو خود کو امتحان کی زد میں محسوس کرو۔ آفس سے نکل کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے تلخی سے سوچا تھا۔

●●●●●

صبا بیٹا! نوفل سے کہہ دیا تھا نا تم نے آنے کو؟" تائی جان تشویش سے پوچھ رہی تھیں۔ صبا کا دل بیٹھنے لگا۔

جی امی! کہہ دیا تھا۔" وہ دھیمی آواز میں بولی پھر ساتھ اضافہ کیا۔ "ان کی بہت امپورٹنٹ میٹنگ تھی۔ کہہ رہے تھے کہ اگر جلدی فارغ ہو گیا تو آ جاؤں گا۔"

پھر بھی بیٹا! ایک آدھ بار فون کر کے پوچھ لینا۔ ورنہ رات کھانے پر ضرور ہی بلا لینا۔ بھی کوئی باتیں کریں گے۔" وہ داماد کو بھرپور پروٹوکول دے رہی تھیں۔

جی امی!" وہ ناچار بولی تھی۔

اصلیت کیا تھی، یہ تو صرف اس کا دل ہی جانتا تھا۔

انہوں نے بھی کئی بار استفسار کیا تھا۔

تائی جان کو تو جلدی آنا چاہیے تھا۔ میٹنگ کینسل بھی تو کی جا سکتی تھی۔

میں فون کر کے پتہ کرتا ہوں۔" وہ بھی آفس سے جلدی اٹھ آیا تھا۔ شام کو ابھی خاصی پارٹی کا پلان بنایا گیا تھا۔

آپ ٹھہریں۔ میں خود بات کرتی ہوں ان سے۔" صبا فوراً اٹھ گئی تھی۔ اس نے نوفل کا موبائل نمبر ملایا تو تیسری بیل پر کال ریسیو کر لی گئی۔

السلام علیکم!۔۔۔۔۔۔ میں، صبا۔۔۔۔۔۔" اس نے بات کی تمہید باندھی ہی تھی کہ لائن کٹ گئی یا شاید کاٹ دی گئی اور اس سے اگلی دو بار صرف اس کی بیل ہی کر کے کاٹ دی گئی تو اس کا دل رنج و غصے سے بھر گیا۔ اس کا یہاں آنا نہ آنا اس کی اپنی مرضی سہی مگر کم از کم اس کی بات تو سن سکتا تھا۔ اس نے ہوتے کریڈل پر پٹخ دیا۔

اہانت کے شدید احساس سے اس کی آنکھیں جلنے لگیں۔

کیا کہا نوفل نے؟" چچی جان اس کے پاس سے گزرتی رک کر پوچھنے لگیں تو اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے فی الفور ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔

وہ۔۔۔۔۔۔ مجھ سے تو اتنا ہی کہا کہ فی الحال میٹنگ میں ہیں۔ جلدی فارغ ہوئے تو سیدھے ادھر

ہی آ گئیں گے۔ ایک بچی کی فاران ڈیلی گیشن آیا ہوا ہے تو شاید وہ بھی انہی کے ساتھ ہو۔"

"پہلے پتہ ہوتا تو کل کا دن رکھ لیتے۔" انہوں نے تاسف سے کہا تو وہ جلدی سے بولی۔

"نیک کام میں دیر نہیں کرنی چاہئے چچی جان!" اور پھر ڈیٹ ہی تو فائنل ہو رہی ہے، کون سا نکاح کی فنکشن ہے۔ آپ لوگ بسم اللہ کریں۔"

"اچھا چلو، اب تم تو تیار ہو جاؤ۔ مریم بھی آ گئی ہے۔ وجدان کیمرہ لئے مووی بنانے کو تیار بیٹھا ہے۔" انہوں نے اس سے کہا تو وہ سر ہلا کر اٹھ گئی۔

بہت جلدی سے تیار ہو کر وہ لاؤنج میں آئی تو مریم پھپھو سے ملنے لگی۔

"کتنا اچھا ہوتا اگر نوفل بھی موجود ہوتا۔" انہوں نے بھی کہا تو صبا اپنی جگہ چور سی ہو گئی۔

"کیوں بے چاری صبا کے زخموں پر نمک چھڑک رہی ہیں؟" عماد نے اسے چھیڑا تو وہ جھینپ کر وہاں سے اٹھ گئی۔

"میں ذرا مٹھائی کو دیکھوں، کدھر ہے۔"

"دیکھیں ناں! سعید بھی پارٹنگ رہا ہے۔ ایک میں ہی بیچ منجدھار اکیلا رہ گیا ہوں۔" عماد اب بڑی پھپھو سے شکوہ کر رہا تھا۔

"لڑکیوں کی منجدھار میں۔" انس نے لقمہ دیا تھا جس پر مریم پھپھو نے فوراً عماد کی طرف دیکھ کر انس کو گھورتے ہوئے صفائی پیش کرنے والے انداز میں بولا۔

"اب ماما! ان بے چاری لڑکیوں کا بھی کوئی نہ کوئی مصرف تو ضرور ہے۔ یونہی تو خدا نے انہیں نہیں بنایا نا۔"

"ہاں ــــ انہیں تو خدا نے مردوں کی دل بستگی کے لئے بنایا ہے۔" انس نے نگین کی طرف جھک کر گنگنانے کے سے انداز میں کہا تو وہ اسے لمبا تی نظروں سے دیکھتی عماد کو آڑے ہاتھوں لینے لگی۔

"آپ لوگ لڑکیوں کا مصرف سمجھ جائیں تو بات ہی کیا ہے۔ زندگی میں انہیں کوئی ڈھنگ کا کام کرنے تو دیتے نہیں۔ ویسے لڑکی لڑکی کی مالا جپتے رہتے ہیں۔"

"لو ــــ بھلا میرے یار سے بڑھ کر اور کون لڑکیوں کا قدر دان ہو گا۔ ہر گلی، ہر کوچے میں اک محبوبہ ضرور ہے اس کی۔ اب تو یقیناً ورلڈ ریکارڈ میں اس کا نام آنے والا ہے۔"

انس نے زور و شور سے اپنے یار کی حمایت میں بیان دیا تھا۔ مگر "یار صاحب" اسے کچا چبا جانے والے انداز میں گھور رہے تھے۔ اوپر سے مریم پھپھو کے اگلے بیان نے دل جلا ڈالا۔

"میں نے تو طے کر رکھا ہے، جب تک یہ پوری سنجیدگی سے زندگی گزارنے کے قابل نہیں ہو جاتا میں اس کی شادی کا نام تک نہیں لوں گی۔"

"یہ ہوئی نا بات۔" انس تو پھڑک ہی اٹھا تھا۔ پھر انہیں مزید جوش دلانے والے انداز میں بولا۔

"اس نے تو شادی بیاہ کو کھیل سمجھ رکھا ہے۔ یہ ہر کسی کی تھوڑی ہوتی ہے۔ زیادہ تر یہی دیکھنے میں آیا ہے کہ ماں باپ اپنے ذہین اور قابل بیٹوں کی شادیاں جلدی کر دیتے ہیں۔"

اس کا اشارہ اپنی طرف تھا جسے عماد سے بڑھ کر بھلا کون سمجھتا۔ تبھی اس نے بڑے متحمل انداز میں کہا تھا۔

"ہاں ــــ اور کبھی کبھار تم جیسے گدھے بھی اچھی ذہین اور قابل لوگوں کی ریس میں پارٹنگ لے جاتے ہیں۔"

"کس قدر فضول گفتگو کرتے ہیں یہ لوگ۔" چچی جان کی مسکراہٹ اور باقی سب کی ہنسی نے انس کو بھی بتایا تھا جتنا برا اسے نگین کا بے ساختہ قہقہہ لگا۔

"دیکھ لو، بھابی کی ہنسی میری بات کا ثبوت بن گئی ہے۔" عماد اسے صاف طور پر چڑا رہا تھا۔

"اگر گدھے کی مونث کا پتہ ہوتا تو کبھی بھی نہ ہنستی۔" وہ جل کر بولا تھا۔ اب کی بار وہ سب نگین کا بنا بنا چہرہ دیکھ کر ہنسے تھے۔

وہ نگین کے کمرے میں آئی تو وہاں بے حد سکون کا عالم تھا۔ دور تو اور نگی بھی نئے سلے لباس میں ملبوس اپنے بستر پر بیٹھی بہت انہماک کے ساتھ ہیروں کے ناخنوں پر نیل پالش لگاتی بہت شانت دکھائی دے رہی تھی۔

"تم ابھی تک اپنی تیاریوں میں مصروف ہو؟ باہر آؤ، سب کے ساتھ بیٹھو۔" صبا کو اس کا ٹھہرا ہوا روکھا طور بھی نارمل نہیں لگا تھا۔

نگی میر کے ساتھ اس نے بچپن سے اب تک کا ہر پل گزارا تھا اور وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اتنی واہیات مانتا نگی کی سرشت میں شامل ہی نہیں تھا۔ اس کے نرمی سے کہنے پر وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"اچھا!" وہ ناخن پر کوٹ کرتے ہوئے اطمینان سے بولی۔ "خوشی کا استقبال کرنے کے لئے بھی کچھ خاص اہتمام کرنا پڑتا ہے تا کہ خوشی کو بھی اپنی آمد پر خوشی ہو۔"

صبا بے اختیار مسکرا دی۔ "تم نے تو خوشی کی پوری گردان ہی سنا ڈالی۔ مگر خوش قسمت ہوتے ہیں وہ لوگ جنہیں خوشیاں حاصل کرنے کے لئے کوئی تردد نہیں کرنا پڑتا۔ وہ بن مانگے اور بنا کوشش کے ہی جھولی میں آن گرتی ہے۔ جیسے کہ تم۔"

نگی کا دھیان پہلی فرصت میں ہی اس کی طرف گیا تو وہ گہری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"اور تم کیوں نہیں؟"

صبا کو کچھ گڑبڑا سی گئی۔ پھر سنبھلتے ہوئے مسکرا کر بولی۔

"میں اپنا نام کیا لوں، میں تو خوشیوں کو پا چکی ہوں۔ اب تمہاری باری ہے۔ تمہارے سامنے ہیں، جگنو اور رنگ برنگی تتلیاں ہیں۔ ہاتھ بڑھاؤ اور انہیں مٹھی میں قید کر لو۔ یہ خوشیاں تمہاری ہیں۔"

وہ نیل پالش کو شیشی میں بند کر کے رکھنے لگی۔ پھر اطمینان سے بولی۔

"اف کورس۔ میں نے جتنا شور مچانا تھا، مچا لیا۔ اب جبکہ فرار کی کوئی صورت نہیں بچی تو میں کیوں ان معید حسن کو سب کے سامنے اپنے تیر چلانے کے مواقع دوں؟ اتنی نافرمان بھی نہیں ہوں۔"

صبا سمجھی مگر جلد ہی حیرت کے اس غلبے سے نکل آئی۔

"خدا کا شکر ہے کہ تم نے بھی کچھ عقل سے کام لیا۔ میں تو سوچ سوچ کے ٹینشن کا شکار ہو رہی تھی کہ اب کیا ہوگا۔" اس کے پاس بیٹھتے ہوئے شاکی انداز میں کہا تو وہ تھوڑا سی لہجے میں بولی۔

"سعید حسن جیسے بندے سے پالا پڑے تو انسان کی عقل خود بخود ٹھکانے آ جاتی ہے۔"

"اب اس عقل کو مہربانی فرما کر ٹھکانے پر ہی رکھنا ——— پہلے ہی بہت پریشان کر چکی ہو سب کو۔" صبا نے اپنے مخصوص ڈپٹنے والے انداز میں کہا تو وہ پھیکے انداز میں مسکرا دی۔

صبا نے جیسے اس کی دلی کیفیت سمجھتے ہوئے آگے ہو کر اسے گلے سے لگا لیا اور اسے چومتے ہوئے نرم لہجے میں بولی۔

"تم بس اپنے دل کو تھوڑا سا سمجھا لو ضوئی! پھر دیکھنا زندگی کے راستے کتنے سہل لگنے لگیں گے اور ایک وہ وقت آئے گا جب تم سے سعید بھائی کے بنا ایک پل گزارنا بھی مشکل ہوگا۔"

اگر صبا اس پل اس کا چہرہ دیکھ پاتی تو دیکھتی کہ وہ کس قدر نفرت بھرے تاثرات سے مزین تھا۔ اس کے دل میں کیا تھا، یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ اسے نرمی سے پیچھے ہٹاتے ہوئے وہ ٹوکنے والے انداز میں بولی۔

"کم از کم اتنے رومینٹک فقرے کو تو 'بھائی' کی تیغ سے گھائل نہ کرتیں۔"

صبا بے اختیار ہنس دی۔ پھر جیسے اسے اپنی خوشی میں شریک کرنے لگی۔

"پتہ ہے ضوئی! میں نے آج سعید بھائی کو بھی تمہاری طرح مطمئن اور ہشاش بشاش دیکھا ہے۔ جب تم سے فون پر بات ہوئی تو میں سخت پریشانی کا شکار تھی۔ مگر مجھے پتہ تھا غیر جانبداری سے سوچو گی تو سب کے فیصلے کو بہت جلد صحیح ماننے پر مجبور ہو جاؤ گی۔"

"مجبوری تو ہوں۔ مگر زیادہ دیر تک یہ مجبوری نہیں رہے گی۔ ایک بار یہ بازی میرے ہاتھ تو آ لے۔" وہ تلخی سے سوچ رہی تھی۔

"چلو، اب اٹھ جاؤ۔ مریم پھپھو بار بار تمہارا پوچھ رہی ہیں۔" صبا نے اس کا بازو پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا تو وہ قصداً مسکرا کر پوچھنے لگی۔

"تم بتاؤ نوفل بھائی سے تعریفی سند وصول کی یا نہیں؟ آج تو لشکارے مار رہی ہو۔" صبا جیسے اس کی خوش فہمی پر ہنسی تھی۔

"انہیں ان فضول کاموں کی فرصت نہیں۔ بہت بزی ہیں میرے میاں۔"

"تو بھلا ایسے کاموں کے لیے مصروفیات کا بہانہ کیا؟" ضوئی کو اعتراض ہوا تھا۔

"ابھی تو منگنی کی ذمہ داری بھی قائم نہیں ہوئی اور تمہاری طبیعت اس قدر جولانی پر ہے۔ شادی کے بعد تو اور کھل جاؤ گی۔" صبا نے اسے چھیڑا تو وہ غیر محسوس انداز میں بات ہی بدل گئی۔

"اچھا تم یہ بتاؤ کہ رات کھانے کا مینیو کیا ہے؟"

"تم باہر تو چلو مینیو ہی نہیں بلکہ سب کی پروگرامنگ بھی پتہ چل جائے گی۔" صبا نے اسے دروازے

ل دھکیلا تھا۔

"آج تو میں وی آئی پی ہوں عزت سے پیش آؤ۔"

"ہا بھابھی! ایسا کیا کارنامہ کرنے جا رہی ہیں آپ؟" صبا کو اس کی بات پر ہنسی آئی تھی۔

"سعید حسن کو سر لے رہی ہوں۔ اس سے بڑا کارنامہ اس صدی میں کسی اور لڑکی نے کیا سرانجام دیا

ہے۔"

"ہے وہ، میرا بھائی نہ ہوا کوئی الزام ہو گیا جسے سر لے رہی ہو۔"

"مجھے تو کچھ ایسا ہی لگ رہا ہے۔" وہ کہتی ہوئی اپنے کمرے سے باہر نکل گئی۔ صبا اس کے پیچھے تھی۔

اس خوشگوار موڈ میں اندر داخل ہوئی تھی مگر صبا کی مسکراہٹ یکلخت ہی سمٹ گئی۔ سامنے ہی دیگر

ان میں سعید اور انس کے ساتھ بے تکلفی سے بیٹھا وہ نوفل احمد ہی تھا۔ خوش گپیوں کا دور جاری تھا۔

ان کے سلام کے جواب میں وہ اس طرف متوجہ ہوا تو سب کی موجودگی کے خیال سے ناچار صبا کو

اس کے اشارے سے سلامتی بھیجنا پڑی۔ پھر وہ کترا کر مریم پھپھو کے پاس آ بیٹھی۔

"دیکھ لیں ماما! آپ خواہ مخواہ میری آزادی کی دشمن ہوئی بیٹھی ہیں۔ زمانہ دیکھیں کہاں جا رہا

ہونے والے منگیتر آمنے سامنے بیٹھے ہیں اور کوئی کچھ نہیں کہہ رہا۔ اور میں ذرا کسی کو دیکھ نظر

بھر دیکھ لوں تو فوراً میری نہ ہونے والی شادی کو دو ماہ مزید لیٹ کر دیتی ہیں۔" عماد کا یہ حملہ سراسر

سعید پر تھا۔ سب کی مسکراہٹیں چھپتی تھیں۔ ماسوا صبا کے، جو سر جھکائے بیٹھی اسی سوچ میں غلطاں

نوفل احمد نے اس کے بلاوے پر یہاں آنا گوارا کیسے کر لیا۔ کہاں تو وہ اس کی فون کال بھی

اٹھانے پر راضی نہ تھی۔

"یہ دیکھیں ذرا، کچھ ہماری سنی جیسے بھی ہوتے ہیں۔ شادی کے بعد جن کے ہر وقت حواس ہی گم

ہیں۔ ساتھی خبر سنا دیا گی۔" وہ بری طرح چونکی تو خود کو عماد کے نشانے پر پایا۔

اور حقیقت اس کی بات سن ہی نہیں پائی تھی اس لیے گڑبڑا سی گئی۔

"اور کچھ آپ کی طرح ہوتے ہیں۔ جو شادی کے پیچھے بھاگتے رہتے ہیں۔ اور شادی ان کے

آگے۔" نے اپنے مخصوص انداز میں جواب دیا تھا تو وہ اسے گھورنے لگا۔

نوفل نے غیر محسوس انداز میں صبا پر نگاہ کی جو بہت خاموش بیٹھی تھی اور ادھر عماد بھی اتنی جلدی پیچھا

نے والوں میں سے نہیں تھا۔

"کچھ بھی ہو ——— یہ صبا وہ نہیں لگتی جو ہماری والی تھی۔"

"لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ خود کو ہر سانچے میں ڈھال لینے والی۔" مریم پھپھو نے اس کی جان

بچا لی تھی۔

"بھئی آپ کو کیا اعتراض ہے میرے بول جانے پر؟" صبا جیسے اچانک ہی اس ماحول میں لوٹی تھی۔

"کیا بھلا، مجھے نہیں تو کیا ہمسائیوں کو اعتراض ہوگا؟ اتنی دیر سے مریم کورٹ میں میری شادی کا

کیس لٹک رہا ہے اور تم ایک لفظ نہیں بولیں میری حمایت میں۔" وہ خفگی بھرے انداز میں کہہ رہا تھا۔

نوفل بے ساختہ صبا کی طرف دیکھنے لگا جو اب مسکرا رہی تھی۔

"یہ کام تو آپ معید بھائی سے کرائیں۔ وہ ماہر ہیں ایسے مقدموں کے۔" نوشین کو لگا جیسے اس نے پہلو بچایا ہو۔

"سنا ہے تمہیں بھی اسی نے راضی کیا تھا۔" وہ اس کی طرف جھک کر تمسخر سے رازداری سے بولا تھا۔ صبا کو ہنسی آ گئی۔

نوفل کے اعصاب تن سے گئے۔ ایک اسی منظر کو نہ دیکھنے کی خاطر وہ یہاں آنے سے کترا رہا تھا اب پھر سے وہی عذاب اس کے سامنے تھا۔

صبا کا ماضی۔

"چلیں بھئی، کھانا لگ چکا ہے۔"

نگین نے آ کر با آواز بلند اعلان کیا تھا۔ ذرا سی دیر میں سب ڈائننگ ٹیبل پر موجود تھے۔ چچا اور تایا جان کی موجودگی نوجوان نسل کو اپنی "شرانگیزیاں" کنٹرول میں رکھنے پر مجبور کیے ہوئے تھی۔ وہ نوفل کے ساتھ والی کرسی پر تھی۔

"آپ چاول لیں گے یا نان؟" صبا نے دھیمی آواز میں پوچھا تو وہ چونک گیا۔ اس نے پلیٹ سالن نکالا تو نوفل کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ اس کی پلیٹ تیار کر رہی ہے۔

"چاول نہیں لوں گا میں۔" وہ سنجیدگی سے بولا تو صبا نے گرما گرم خستہ روغنی نان اس کی پلیٹ رکھ دیا اور دوسری پلیٹ میں شامی کباب رکھ دیے۔ پھر سالن کی پلیٹ اس کی طرف کھسکا دی۔

"تھینکس۔" وہ تکلف نبھاتا کھانے میں مصروف ہو گیا۔ صبا نے انکھیوں سے سب کی طرف دیکھا سبھی کھانے کی طرف متوجہ تھے۔

درحقیقت اس نے روایتی میاں بیوی والے امیج کو برقرار رکھنے کی ایک چھوٹی سی کوشش کی تھی۔ نوفل احمد سے کیا بعید، جتنے گھنٹے یہاں بیٹھتا اس سے ایک لفظ بھی نہ بولتا۔ اور صبا میں اتنا تو چاہیے عزت نفس کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

کھانے کے بعد چائے کا دور چلا اور اس کے بعد سنجیدہ باتوں کا۔ نگی فوراً ہی اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔

چاہے اس نے خود کو تہہ در تہہ لاپروائی، بے نیازی اور طمانیت کے کتنے ہی نقابوں میں کیوں چھپایا ہو، تنہائی پاتے ہی نقاب اتر جاتا اور وہ پھر سے ایک ان دیکھی جھلسا دینے والی آگ میں جلنے لگی۔

اب بھی اس کے دل کی بے چینی حد سے سوا تھی۔

ابھی تھوڑی دیر کے بعد ایک ایسی تاریخ کا اعلان ہونا تھا جس میں وہ اس شخص سے منسلک ہونے والی تھی جو اسے دنیا میں سب سے زیادہ ناپسند تھا۔ جس نے کبھی نگی کے بارے میں نرم رویہ نہیں اپنایا تھا۔ اس کی ہر پسند و ناپسند کے آڑے آتا رہا تھا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ عمر کاظمی والے قصے

بن تھا۔
عمر میں اس نام کو اپنی کمزوری نہیں بننے دوں گی معید حسن! ___ بلکہ عمر کاظمی ایک ایسا نام ہے جو بل میں میری جیت کا باعث ہو گا۔ اور پھر تمہاری فرمانبرداری اور اچھے پن کا ناٹک مزید نہیں چلے

وہ بے حد تنفر سے سوچتی پتہ نہیں کیا کچھ پلان کر رہی تھی۔

کتنی ہی دیر ٹہلتی، اُلجھتی، جھنجھلاتی سوچتی رہی۔

بھی دروازے پر کھٹکا ہوا اور صبا کے ساتھ ہنستی ہوئی عمرہ اندر چلی آئی۔

"مبارک ہو ___ مبارک ہو۔" صبا نے اسے خود سے لپٹایا تو اس کی سانس تھم سی گئی۔ یوں لگا بے بشاشت کا نقاب پل بھر میں چہرے سے اتر جائے گا اور اندر سے وہ شکست خوردہ اور آزردہ نگی نکل آئے گی جو ایک غدر مچا دے گی۔

"انس بھائی نے تو کمال ہی کر دیا۔" عمرہ کو ہنسی آئے جا رہی تھی۔ پھر یاد آنے پر بولی۔

"اور نوفل بھائی نے فوراً ان کے فیصلے پر مہر لگا دی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ابو وغیرہ نہیں بلکہ یہی لوگ بڑے بیٹھے ہوئے ہیں۔"

"کیا فیصلہ؟" نگی کا دل ڈوبنے لگا۔ اپنی آواز اسے کسی کنوئیں سے آتی محسوس ہوئی تھی۔ صبا پھر ہنسنے لگی۔

"اتنے کمال کے ہیں نا یہ لوگ۔ ابو تو منگنی کی ڈیٹ فکس کر رہے تھے اور انس بھائی نے شادی کی ڈسکس کرنا شروع کر دی اور پھر نوفل بھائی بھی مل گئے۔ عماد بھائی تو یوں بھی شادی کے شوقین چاہے ان کی اپنی ہو یا کسی اور کی۔ ابو اور چچا تو منٹوں میں کنونس ہو گئے کہ گھڑی کی تو بات ہے، وغیرہ کے چکر میں پڑنے کی بجائے سیدھا شادی کی تاریخ فائنل کر دی جائے۔"

نگی کی رنگت زرد پڑ گئی۔

"شادی ___ کس کی؟"

"ارے، آپ کی اور معید بھائی کی۔ اور کس کی۔" عمرہ نے محظوظ ہوتے ہوئے کہا تو وہ اپنی جگہ ساکت رہ گئی۔

●●●●●

"دیکھو ذرا ___ یہ ہوتی ہے قسمت۔ ہاہا ہم بیچارے ہی بور کا لڈو ہل گیا۔" عماد دل کے پھپھولے پھوڑ رہا تھا اور نشانہ معید تھا جو اطمینان سے تکیہ گود کے نیچے دبائے اپنے بستر پر نیم دراز مسکرا رہا تھا۔

"اور ایک یہ ہے کہ کتنے سال ہو گئے گلاب جامن، چم چم اور برفی کے پیچھے بھاگتے ہوئے مگر ایک ہاتھ نہیں لگی۔" انس نے اپنی بات کے آخر میں خود ہی زوردار قہقہہ لگایا تھا۔

معید بھی ہنس رہا تھا۔ پھر بولا۔ "میں تو پہلے ہی کہتا تھا، یوں قسمت کے پیچھے مت بھاگو۔ قسمت سے مانگا کیا جاتا ہے، یہ تو خود نوازتی ہے۔"

"مگر بندہ اس قابل ہو تو۔" انس نے اطمینان سے فقرہ کسا تھا۔

"میں سلطلیا" نہیں ہوں۔ ابا نے پولیس کروادیا تو جا کر کری پر بیٹھ گئے۔ اماں نے لڑکی پسند کرلی تو گھوڑی چڑھ گئے۔ ہم اپنے زور بازو پر بھروسہ کرنے والے لوگ ہیں۔" اس نے بھرپور طنز کے ساتھ انس کو جواب دیا تو وہ بلبلا اٹھا۔

"بکواس مت کرو۔"

"اسے فرمانبرداری کہتے ہیں۔" معید نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ حاسدانہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"خوش ہولو بیٹا جی! اس بار قسمت نے تمہیں جس "بجنر" سے نوازا ہے، دیکھنا روزانہ تمہاری قلعی یہ ہوا کرے گی۔ اور اپنا زخمی جگر لے کر ہمارے پاس آیا کرو گے۔"

"تم صرف جل رہے ہو عماد! اور کچھ نہیں۔" معید کو ہنسی آرہی تھی۔ وہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ اس کا اشارہ ضحیٰ کی طرف ہے۔

معید کی بات پر وہ آہ بھر کے بھرے کارپٹ پر لیٹ گیا۔

"مجھے لگتا ہے اس کی کوئی محبوبہ تازہ تازہ داغ مفارقت دے گئی ہے۔" انس نے خدشہ ظاہر کیا تھا۔

"ابھی ایسے برے حالات نہیں آئے مجھ پر۔" عماد نے اطمینان سے کہا تھا۔ پھر کچھ یاد آنے پر اٹھ کر معید کے پاس آبیٹھا۔ وہ سنبھل سا گیا۔ یہ "قرب" بے وجہ نہیں تھا۔

"تم ذرا اپنے دل پہ ہاتھ رکھو اور دھڑکنوں کی خبر دو۔"

"واہ ـــــ یہ ہوئی نا بات۔" انس بھی پھڑک اٹھا تھا۔ معید کترا سا گیا۔

"میرا بی پی بھی نارمل ہے اور ہارٹ بیٹ بھی۔ تم فکر مت کرو۔"

"اوہو ـــــ" وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر معنی خیزی سے ہنسے تھے۔ تبھی ان کے ارادے جان کر وہ اٹھ بیٹھا۔

"اب تم دونوں یہاں سے بھاگو ـــــ مجھے ایک کیس فائل اسٹڈی کرنا ہے۔"

"ضحیٰ بنام معید حسن۔"

"سزا ـــــ عمر قید۔"

انس کی شرارت کو عماد نے برجستگی سے آگے بڑھایا تھا۔

"تم لوگوں کو بس نیند آرہی ہے۔ کیونکہ ایسی خرافات نیند ہی میں سوچی جاسکتی ہیں۔" معید نے لاپرواہی سے کہا۔ مگر وہ دونوں اتنی جلدی جان بخشی کرنے والوں میں سے نہیں تھے۔

"بھئی میں تو یہاں سے اٹھنے والا نہیں ہوں جب تک کہ تمہارے دل کا موسم نہیں جان لیتا۔" انس نے ڈھٹائی دکھائی تھی۔

"میرے دل کا موسم ویسا ہی معتدل ہے جیسا پہلے تھا۔ ڈونٹ وری۔" معید نے اپنے انداز میں ڈھٹائی سمو کر کہا۔

باوجود اس کے کہ وہاں سے ضحیٰ نامی "بجنر" گزر چکا ہے۔ میں نہیں مان سکتا۔" عماد کو یقین نہیں آیا

"یہ تو پھر تمہاری ڈھٹائی ہے۔ ورنہ میں بالکل صحیح کہہ رہا ہوں۔ چاہو تو ابھی اسٹیتھسکوپ لا کر چیک کرتے ہیں۔" وہ مطمئن تھا۔

"تم نے اب تمہاری بدقسمتی کہیں یا خوش قسمتی؟" انس نے آہ بھری تھی۔ پھر عماد کو مطلع کرنے والے انداز میں بولا۔

"میں شروع ہی سے اسے "بے دل" سمجھتا تھا اور آج اس پر تصدیق کی مہر ثبت ہوگئی ہے۔"

"سب بکواس ہے۔ اتنا خوبصورت اور چلبلی سی بیوی پانے والا فیصلہ بھی انسان کو یوں گم صم بنائے رکھے گا۔ کبھی نہیں۔" عماد کو یقین تھا۔

معید کو سو فیصد یقین ہو گیا کہ وہ اتنی آسانی سے اس کی جان چھوڑنے والے نہیں تو ناچار ہلکی سی مسکراہٹ لبوں پر پھیلاتے ہوئے بولا۔

"اب میں یہ ساری چلبلی اور خوبصورتی تم لوگوں کے ساتھ تو شیئر کرنے سے رہا۔" اس کے معنی خیز جملے پر وہ دونوں گڑبڑا سکتے میں آگئے۔

"میں شروع ہی سے اسے گھنا اور میسنا کہتا ہوں۔ اور بالکل صحیح کہتا ہوں۔" انس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"اسے کہتے ہیں نہ جانے رقیب نہ پائے ساجن۔ یوں بھی جھوٹ نہیں اور اگر سچ کہوں تو بھی تم لوگوں کو اعتراض ہے۔"

"پھر بھی یار! خوش تو ہو نا؟" اب کی بار عماد سنجیدہ تھا۔

"کیا نہیں ہونا چاہیے؟" معید نے الٹا اس سے پوچھا تو وہ گہری سانس بھرتا اٹھ کر کارپٹ پر جا بیٹھا اور علی الاعلان بولا۔

"میری ساری ہمدردیاں ضحیٰ کے ساتھ ہیں۔ جس کی تمام عمر ایک معمے کو حل کرتے گزرنے والی ہے۔"

انس بھی مایوس ہو کر اٹھ گیا تھا۔

کمرے میں آیا تو تمکین نیند میں دھت ملی۔ وہ دھپ سے بستر پر گر گیا۔

"حسرت ان غنچوں پہ ہے۔"

آج بہت دنوں کے بعد تمکین نے اس کا پسندیدہ سوٹ [illegible] کا لباس پہنا تھا اور ہنستی مسکراتی وہ بار بار اس کا دل دھڑکاتی رہی تھی۔ اور انس نے ہمیشہ کی طرح اس سے اپنے احساسات چھپائے نہیں تھے۔

وہ آئینے کے سامنے کھڑا بال سنوار رہا تھا جب وہ کسی کام سے کمرے میں آئی۔ انس کی نگاہ آئینے میں اس کے عکس پر ٹک گئی تھی۔ وہ تیزی سے اس کے قریب آئی اور ڈریسنگ ٹیبل کی دراز میں سے کلپس اور نگ نکال کر انگلی سے سونے کی چوڑیاں نکال کر کلائی میں چڑھانے لگی۔ وہ بے اختیار اس کی طرف پلٹا تھا۔ کھلے

سیاہ بال اس کے شانوں پر بکھرے ہوئے تھے اور بیچ میں اس کا چہرہ جگمگا رہا تھا۔ اس کی موجودگی سے لاپرواہ، اس کی توجہ سے بے نیاز۔

انس نے جھک کر اس کی صبیح پیشانی چوم لی تو وہ پلٹ کر پیچھے ہٹی۔

"اب آپ دیر مت کرائیے گا۔ وہاں بہت سے کام پڑے ہیں۔ امی کی ڈانٹ سن کر صرف بلانے پہنچنے آئی ہوں۔" انس کی آنکھوں سے چھلکتے جذبوں کے سمندر کو دیکھتے ہی وہ پیش بندی کرنے لگی۔

"اگر تم تعاون کرو تو ہم جلدی فارغ ہو سکتے ہیں۔" وہ بتدریج اس کے قریب آتے ہوئے گھمبیر لہجے میں کہہ رہا تھا۔ وہ پل بھر میں سرخ پڑ گئی۔ اس کا احتجاج پہلے کب وہ خاطر میں لاتا تھا جو اب لاتا۔ پھر استحقاق رکھتا تھا۔ وہ موڈ میں ہوتا تو نگین کی کم ہی ہو جاتی۔ مگر اس کی جبری جسارتوں کو روکنا بہت مشکل لگتا تھا۔

"انس!۔۔۔ گھر مہمانوں سے بھرا پڑا ہے۔ پلیز۔" وہ بروقت تمام اسے احساس دلا پائی تھی پر وہ فوراً ہی وعدہ لینے لگا۔

"او کے، تو پھر رات کو جتنی دیر تک میں چاہوں گا، ہم دونوں جاگیں گے اور باتیں کریں گے۔"

"پکا انس۔۔۔" نگین نے فوراً وعدہ کر لیا تھا۔ صورت ایسی معصوم کہ انس کو فوراً ہی اعتبار آ گیا۔

اب۔۔۔

اس نے بے خبر سوئی نگین کو قدرے گھور کر دیکھا تھا۔ پھر دل ہی دل میں اس سے کچھ ناراضگی کر کے اپنی جگہ دراز ہو گیا۔

●●●●●

کوئی بھی شخص نہیں قابلِ وفا جاناں
تمام شہر ہوا مائلِ جفا جاناں
وہ بے حسی ہے میرے شہر میں میرے یارو
کہ سب کے دل کو دکھاتا ہے اک ادا جاناں

صبا نے ہاتھ بڑھا کر سی ڈی آف کروا دی۔ گلوکار کی گمبھیر آواز سے گونجتی گاڑی میں یکلخت خاموشی چھا گئی۔

نوفل نے ناگواری سے اسے دیکھا تو وہ اطمینان سے بولی۔

"غزل واقعی بہت اچھی ہے۔ اور گانے والا بھی بہت سُر میں گا رہا ہے۔ مگر میں آج بہت خوش ہوں اس لئے ایسی اداس چیزیں نہیں سن سکتی۔"

نوفل کو بہت شدت سے محسوس ہوا کہ وہ واقعی خوش تھی اور فریش بھی۔ وہ حقیقتاً جلس ہوا تھا۔ تبھی چبھتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"یہ خوشی آپ کو میکے ہی میں آ کر ملتی ہے۔ گھر میں تو میں نے کبھی آپ کو خوش نہیں دیکھا۔"

اس کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ صاف گوئی سے کہا۔

"یہ کہ آپ کو کسی کو خوش رکھنا آتا ہی نہیں۔"

"یا پھر آپ وہاں خوش رہنا ہی نہیں چاہتیں۔" وہ صفائی سے کہہ رہا تھا۔ اس کے انداز پر صبا کچھ نہیں کر پائی تھی۔

"بہت غرور ہے آپ کو خود پر۔ شاید آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں آپ کی بے اعتنائی کے باوجود آپ کے پیچھے پھروں گی، توجہ حاصل کرنے کی کوشش کروں گی۔ مگر یہ آپ کی بھول ہے۔"

وہ سانس لینے کو رکی تھی۔ پھر جتانے والے انداز میں بولی۔

"اپنی اہمیت جتانا اور کیش کرانا آپ کو بہت اچھی طرح سے آتا ہے۔ مگر میں آپ کا ہر حربہ بہت اچھی طرح جان گئی ہوں۔۔۔ آج اگر آپ نہ بھی آتے تو میری عزت اور مان میں کوئی فرق نہ پڑتا۔"

"نائس ٹو نو۔ میں آپ کی عزت اور مان کی خاطر وہاں نہیں گیا تھا۔ میرا آپ کے علاوہ بھی اس گھر سے رشتہ ہے۔" اس نے سختی سے باور کرایا تھا۔ صبا استہزائیہ انداز میں ہنس دی۔

"رشتے نبھانے تو آپ کو آتے ہی نہیں۔ مجھ سے بڑھ کر اور کون جان سکتا ہے۔"

"میں صرف اپنی پسند کے رشتوں کو نبھاتا ہوں۔ وہ بھی ان کے پورے تقاضوں کے ساتھ۔ جبری والوں کو نہیں۔" وہ کاٹ دار لہجے میں کہتا ایک بار پھر اس کے دل کو چیر گیا تھا۔

وہ جو بہت مطمئن اور ہشاش بشاش سی تھی، عمر بھر کے زیاں اور آزردگیوں کا شکار ہونے لگی۔

"یہ جبر بھی آپ نے خود ہی اپنے لئے چنا تھا۔ بلکہ میرے لئے بھی۔" وہ آنسو روکنے کی کوشش میں ناکام ہو کر ہونٹ کاٹنے لگی۔

نوفل اس کی طرف دیکھے بغیر بھی جان سکتا تھا کہ وہ رو رہی ہے۔ صبا کی آواز کے بھیگے پن نے اس کے اعصاب پر خفیف سی بے چینی طاری کر دی تھی جسے دبانے کے لئے اس نے فوراً ہی میوزک آن کر دیا۔

اگلے ہی لمحے اسپائس گرلز کا فاسٹ نمبر پورے زور و شور سے اس گاڑی میں گونج رہا تھا۔ مگر اس کے اختتام کے باوجود صبا کا شغل جاری رہا تو اس نے میوزک بند کرتے ہوئے گاڑی ایک سائیڈ پر روک دی۔

ٹشو سے ناک رگڑتی وہ اس سے پہلے بالکل ہی لاتعلق اور شاید اپنی دانست میں تنہا بیٹھی ہوئی تھی۔ تاہم گاڑی رکنے پر بھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئی تھی۔

"آپ یہ شوق گھر جا کے بھی پورا کر سکتی ہیں محترمہ۔" اپنے لب و لہجے کے اضطراب کو سختی کے پردے میں چھپاتا وہ کاٹ دار لہجے میں کہہ رہا تھا۔ اب کیا بتاتا کہ اسے لمبے چوڑے مرد کو خواتین کا انتہائی نروس کر دیتا ہے۔ چاہے یہ بزدلی کی انتہا تھی یا نرم دلی کی۔

گھر میں تو وہ شاید برداشت کر ہی لیتا مگر یوں گاڑی چلاتے ہوئے تو ناممکن بات تھی۔

"میں نے کبھی آپ کو آپ کے شوق پورے کرنے سے نہیں روکا۔ آپ کو بھی مجھ پر کوئی پابندی نہ لگانی چاہئے۔" وہ تلخی سے بولی تھی مگر آنسو ابھی بھی اس کے چہرے کو بھگو رہے تھے۔

پھر جیسے دفعتاً ہی وہ ڈھے سی گئی۔

"میں نے کیا غلطی کی ہے نوفل؟ —— کیا قصور ہے جس کی اتنی بڑی سزا دے رہے ہیں مجھے۔ میں نے کبھی زندگی بھر اتنا کچھ نہیں سہا جتنا کہ ان دو ماہ میں سہہ چکی ہوں۔ میں یہ نہیں کہتی کہ آپ مجھے قبول کر لیں، میں یہ بھی نہیں کہوں گی کہ آپ میرے بن کے رہیں۔ مگر مجھے جینے سے جینے تو دیں، پاؤں دھرنے کو زمین تو دیں۔ بہت سی عورتوں کو ان کے شوہر قبول نہیں کرتے مگر وہ پھر بھی اپنے گھربار، گھرداری میں خوش رہتی ہیں۔ میں بھی خوش رہنا چاہتی ہوں، اپنے لیے، اپنے گھر والوں کے لیے۔ اگر میں ان کے مان کو سلامت رکھنے کے لیے خود کو قربان کر رہی ہوں تو پلیز مجھے خوشی خوشی یہ کام کرنے دیں۔ ہر پل میرے لیے زندگی تنگ مت کریں۔ آپ کو مجھ سے نفرت سہی۔ مگر بار بار جتا کر مجھے ہرٹ مت کیجئے۔" وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

اس قدر بے بسی، لاچاری اور شکستگی نوفل کے اعصاب کو بری طرح سے جھنجھوڑ گئی تھی۔

کیا تھی یہ لڑکی؟ —— اس کا اصل کیا تھا؟

اس کے الفاظ سماعتوں پر ہتھوڑے کی طرح برسے تھے۔ دل و ذہن جیسے اس کی آنکھوں سے گرتی برسات کے شفاف قطروں سے بھیگ رہے تھے۔ اور پھر شاید معجزہ ہوا، اس نے اپنے دل کو دوبارہ اس کی طرف ملتفت پایا۔ اسے یاد آیا کہ خود سے ایک آدھ فٹ کے فاصلے پر بیٹھا یہ نازک اور کومل وجود کبھی اسے کس قدر عزیز تھا۔ یہ وہی وجود تھا جس نے اس کے سپنوں کو حقیقت کا روپ دے کر اس کے سامنے لا کھڑا کیا تھا۔ جس کے ہونے نے اس کی محبت کو دوام بخشا تھا۔ جس کی معصومیت اور سادگی نے اسے محبت کرنا سکھایا تھا۔ جس کی مسکراہٹ اور بے ریائی کتنے ہی دنوں تک اس کے خیالوں کا مرکز رہی تھی۔

مگر پھر جیسے سب کچھ بدلتا چلا گیا۔

وہ معتوب ٹھہری۔

معتوب —— مگر قابل نفرت نہیں۔

اس کا دل پوری شدت سے چلایا تھا۔

"میں اب بھی اس سے نفرت نہیں کر پایا ہوں —— جانے وہ کیا شے ہے جو مجھے اس سے نفرت کرنے نہیں دیتی۔ یا پھر میں اپنے نفس کا اس قدر مطیع ہو گیا ہوں کہ ایک "لڑکی" سے نفرت نہیں کر رہا —— ؟"

وہ خود سے الجھتا جانے کہاں سے کہاں نکلتا چلا گیا۔

"لیکن میں اس سے نفرت کرنا چاہتا ہوں —— اس سے دور ہونا چاہتا ہوں —— اس نے اپنے دل میں انڈیلی نرمی اور توجہ کو مٹانا چاہتا ہوں۔ میں اس سے بدلہ لینا چاہتا ہوں، اپنی محبت پامال کرنے کا، ایک "کھوٹ زدہ" دل لے کر میری زندگی میں داخل ہونے کا۔"

اس کے اعصاب تن سے گئے۔ سوچیں ایک بار پھر سے پراگندہ ہونے لگیں۔ سوچ کی لہلاتی

...ی کر وہ پھر سے ڈھانپنے لگی۔

وہ بھی شاید تھک ہار کر چپ ہو گئی تھی۔ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپائے بیٹھی تھی۔

چہرے کھینچے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کر کے اس نے تیزی سے آگے بڑھا دی۔

●●●●●

اس کا رویہ بے حد نارمل تھا۔

کیا، ماشاء ایک ہی جگہ پر تھا تو معید کا سامنا یقینی بات تھی۔ مگر اس نے کسی کو بھی کسی تبدیلی کا احساس ہی نہیں ہونے دیا۔ پہلے ہی کی طرح میز پر حمرہ اور وجی سے نوک جھونک، چچا جان سے خواہ مخواہ بحث کرتی وہ تائی جان کو رُلا گئی۔

"زہرا یہ معید اور نخی آپس میں بات چیت نہیں کرتے کیا؟"

خود چچی جان اس کے سوال پر شپٹا گئی تھیں۔

نخی کا معید سے گریز اور اختلاف انہیں بھی پچھلے کئی دنوں سے کھٹک رہا تھا۔ مگر کس سے کہتیں؟ اس رشتے کے بارے میں نخی کے اعتراض اور انکار کو تو خود ہی رد کر بیٹھی تھیں۔ اب تو بس اسے سمجھا کر ہی راہ پر لایا جا سکتا تھا۔

"آپا نئی نئی بات ہے دونوں کے لیے۔ اسی لیے جھجکتے ہیں۔" وہ مسکرا کر ٹال گئی تھیں۔ مگر دل میں بات بھی جاگ اٹھی کہ نخی اب شاید احتجاج کی کوئی دوسری قسم آزما رہی تھی۔ جبھی تو تائی جان جیسی مزاج خاتون کی نظر میں بھی آ گئی تھی۔

یہی بات انہوں نے نخی سے کی تو وہ ترش ہو گئی۔

"اب کیا چاہتی ہیں آپ؟ —— شادی کی ڈیٹ تک فکس ہو گئی ہے، میں ایک لفظ بھی اعتراض کا ...بولی۔ پھر بھی آپ کو شبہات نے گھیر رکھا ہے۔"

"پھر بھی نخی! دوستوں کی طرح بھی تو رہا جا سکتا ہے۔ یوں ایک دم سے ایک دوسرے سے کھنچ جانا ...ں کی نظروں میں آئے گا۔" وہ صاف لفظوں میں اسے اپنا مطمح نظر سمجھا نہیں پائی تھیں۔

"آپ سراسر ایک بے تکی بات کو ذہن پر سوار کر بیٹھی ہیں، اور کچھ نہیں۔" نخی ناگواری سے کہتی چلی گئی۔ وہ سر پکڑ کر بیٹھ رہیں۔

پتہ نہیں یہ کشتی کیسے پار لگنے والی تھی۔

چچی جان کی دیکھا دیکھی تکین بھی پراٹھے بنانے لگی تھی۔ بہت خستہ تو نہیں مگر کبھی کبھار بہت اچھے بن جاتے تھے۔

وہ آفس کے لیے پراٹھا توے پر ڈال کر حمرہ کو دھیان رکھنے کا کہتی تیزی سے اپنے کمرے میں آئی۔ ...ل سے آج اس کے نام کی ایک بھی پکار نہیں اٹھی تھی۔

انیل گرین پینٹ کوٹ اور وائٹ شرٹ میں وہ نفاست سے بال جمائے خود پر پرفیوم چھڑکتا آفس جانے کو بالکل تیار تھا۔

تمکین کو خوشگوار سی حیرت ہوئی۔

آج سے پہلے تو انس کا آفس جانا کسی محاذ جنگ پر جانے کے برابر تھا۔ وہ ذرا ذرا سی چیز کے لئے کچن میں کام کرتی تمکین کے نام کی اتنی صدائیں لگاتا کہ اسے ناشتہ بھی ٹھیک سے تو بنانا اور ادھر مقررہ وقت پر تیار نہیں ہو پاتا تھا۔ پر آج تو جیسے پری نے جادو کی چھڑی گھما دی تھی۔

"ٹھیک ٹھاک تو آپ بھی بڑے ہو گئے ہیں۔" وہ خوشی سے کہتی آگے بڑھی اور بیڈ پر دھرا رومال اس کے کوٹ کی جیب میں رکھنا چاہا مگر انس نے رومال اس کے ہاتھ سے لے لیا تھا اور خود ہی جیب میں رکھنے لگا۔ وہ استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی جو معمول سے ہٹ کر بے حد سنجیدہ تھا۔

"ناراض ہیں کسی بات پر؟" وہ بے یقینی سے پوچھ رہی تھی۔

"تم نے ایسا کیا کر دیا جو میں ناراض ہوں گا؟" وہ جواباً پوچھتا اپنا بریف کیس کھول کر چیک کرنے لگا۔

"وہی تو میں بھی کہہ رہی ہوں کہ میں نے جب کچھ کیا ہی نہیں تو آپ ناراض کس بات پر ہیں؟" الجھ کر بولی۔ وہ لب بھینچتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"آج تو ناشتہ بہت اچھا بنا ہو گا۔"

"ہاں، واقعی۔" وہ بے اختیار بولی پھر ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگی۔ اس کا ہر تاثر پرایا تھا۔

"آج آپ نے ایک بار بھی مجھے آواز نہیں دی تو پورے دھیان سے ناشتہ بنایا ہے میں نے۔" قدرے مدھم پڑ گئی تھی۔

"چلو شکر ہے، کسی ایک طرف تو پورا دھیان دیا تم نے۔" وہ کہتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا تو اسے کسی گڑبڑ کا شدت سے احساس ہونے لگا۔

"انس! ——— آپ ناراض کس بات پر ہیں، یہ تو بتا دیں؟" وہ تیزی سے اس کے پیچھے لپکی مگر تب تک وہ باہر نکل چکا تھا۔

تمکین کڑھتی ہوئی کچن ہی میں چلی آئی۔ پھر انس کے لئے آملیٹ بنا کر میز پر لائی تو وہ حمرہ کے ساتھ ناشتہ کرتے ہوئے بریڈ اور جام کا ناشتہ کر کے چائے کا آخری گھونٹ بھر رہا تھا۔

"یہ آملیٹ نہیں لیں گے آپ؟" تمکین نے حیران ہو کر پوچھا تو وہ ٹشو پیپر سے ہاتھ صاف کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

تمکین کی حیران نظر وال کلاک کی طرف اٹھ گئی۔ وہ اپنے ٹائم سے پندرہ منٹ پہلے گھر سے نکلا تھا۔ گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز پر وہ حواس میں لوٹی تھی۔

"آج تو کمال ہو گیا ——— انس بھائی اتنے سنجیدہ کب سے ہو گئے؟" حمرہ نے بھی نوٹ کیا تھا۔ آفس جاتے وقت وہ تمکین کو اس قدر بدحواس کئے رکھتا تھا کہ ڈائننگ ٹیبل پر ایک خوشگوار ہلچل مچی رہتی تھی۔ ایسے میں انس کی خاموشی اور سنجیدگی کیسے نظروں سے بچ سکتی؟

"یہ سب ہمارے تعویذوں کا کمال ہے بچہ!" وجدان نے پُر رعب انداز میں کہتے ہوئے قدم رنجہ کیا۔

"خاک کمال ہے ——— ٹھیک ٹھاک الگ ہوئے جا رہے ہیں۔" تمکین جل کر کہتی وہیں کرسی پر بیٹھ گئی۔

"شکر کریں کہ آپ کے معاملے میں سنجیدہ ہو گئے ہیں۔ ورنہ یہ خستہ خستہ بغیر جلا پراٹھا اور یہ خوش ذائقہ آملیٹ ہمیں کہاں نصیب ہونے والا تھا۔" وہ انس کے ناشتے سے مستفید ہونے لگا۔

"وہی تو نہیں ——— صبح صبح ہی ناراض ہو کے چلے گئے ہیں۔" تمکین کو خفقان ہونے لگا۔ یہ انس کی انتہائی ناانصافی تھی۔ ورنہ وہ تو آفس کے لئے کمرے سے نکلتے ہوئے بھی الوداعی طور پر یوں ملتا جیسے باہر جا رہا ہو۔ اور آج تو اس نے تمکین پر ایک نگاہ غلط انداز بھی نہیں ڈالی تھی۔

"اور یہ سب اس کے الٹے سیدھے منتروں کی وجہ سے ہوا ہے۔" حمرہ نے سارا ملبہ وجدان پر ڈالنے کی کوشش کی تو وہ اسے گھورتے ہوئے بولا۔

"جلد والے منتر نہیں پھونکتے لڑکی! ہم اللہ اللہ کرتے ہیں۔ بگڑے ہوئے کام خود ہی سنور جاتے ہیں۔"

"پہلے خود کو تو سنوار لو تم۔ پھر معاشرے کی فکر کرنا۔" حمرہ کو اس پر کافی غصہ تھا۔ جو وجدان بھی اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔

"مجھے بھی لگ رہا ہے کہ اس جھنجٹ اور ٹھنک کے چکر میں کچھ گڑبڑ ہے۔ ہر وقت ان کا پارہ ہائی رہتا ہے۔" تمکین نے وجدان کو گھورا تو وہ معصومانہ انداز میں بولا۔

"ایک تو آپ خواتین جلد باز بہت ہوتی ہیں۔ ذرا وہ تعویذ دیجئے جو میں نے آپ کو دوپٹے کے پلو سے ہر وقت باندھنے کے لئے دیا تھا۔"

"ہاں ———" حمرہ کی آنکھیں کھل گئیں۔ "کس قدر ذلیل ہے یہ ملنگ کا بچہ بلکہ ڈبہ پیر۔"

"یہ لو۔" تمکین نے اپنے دوپٹے کے پلو میں بندھی چھوٹی سی پرچی کھول کر میز پر پھینکی جسے وجدان سے پہلے حمرہ نے جھپٹ لیا اور فوراً ہی کھول بھی لیا۔

"محبت نہ لڑائی۔" وہ با آواز بلند پڑھ کر وجدان کو گھورنے لگی۔ "یہ کیسا تعویذ ہے؟"

"یہ کیا لکھا ہے اس میں، نہ محبت نہ لڑائی؟" تمکین نے بے یقینی سے پوچھا تو وہ اطمینان سے بولا۔

"کچھ نہیں ——— اس میں پہلے ہی سے آپ کی قسمت کا حال درج ہے، خدا کے فضل سے۔"

"یہ کیسا حال ہے؟ ——— نہ محبت نہ لڑائی؟ ——— کچھ تو ہوتا ہے نا۔" حمرہ اسے پھنسانے کے چکر میں تھی۔

"بے وقوف! یہ لکھا ہے، محبت نہ لڑائی۔ یعنی محبت نہیں بلکہ لڑائی ہے ان دنوں میں۔"

"ہاں ———" تمکین نے دل پر ہاتھ رکھا تھا۔ خود حمرہ بھی لحظہ بھر کو کنفیوز ہو گئی تھی۔

"مگر آپ بالکل فکر مت کریں۔ میں اب آپ کو ایک ایسا عمل بتاؤں گا جس کے ذریعے محبوب ہلکے

شوہر آپ کے قدموں میں ڈھیر ہو جائے گا۔" وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"خیر ——— قدموں میں ڈھیر تو نہ ہوں، بس پہلے جیسے ہو جائیں۔ ان کی بیزاری ختم ہو جائے" نگین نے جلدی سے کہا۔ جبکہ حمرہ ابھی تک تعویذ کے مندرجات پر غور کر رہی تھی۔

"بس آپ دس ہزار مرتبہ 'اللہ' کا ورد کریں۔ اس کے بعد تصور کریں کہ انس بھائی آپ سے بہت خوش ہیں۔ پھر دیکھئے گا، کیسا کمال ہوتا ہے۔" وہ آملیٹ کی پلیٹ صاف کرتا ہوا کہہ رہا تھا۔ نگین قدرے آسان عمل پر کھل اٹھی۔

"واقعی ——— خدا کے نام میں تو بہت برکت ہے۔"

"واقعی، اس میں تو کوئی شک نہیں۔ مگر اس میں ایک تھوڑی سی پرابلم ہے۔" وہ تائیدی انداز میں ہلاتے ہوئے بولا۔ نگین استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ حمرہ بھی بغور سننے لگی تھی۔

"وہ یہ کہ آپ کو اتنی سی احتیاط کرنی ہے کہ یہ عمل کرنے کے دوران آپ نے کھمبے کو نہیں سوچنا۔"

"کیا ——— کیا مطلب؟" وہ حیران تھی۔

"کھمبا ——— پول ——— یعنی کھمبے کے متعلق نہیں سوچیں گی آپ اس سارے عمل کے دوران ورنہ جہاں آپ نے کھمبے کے بارے میں سوچا، پھر دوبارہ سے سارا عمل کرنا پڑے گا۔" وہ بے حد سنجیدہ شکل بنائے کہہ رہا تھا۔ مگر سیاہ آنکھوں سے شرارت چھلک کر ہویدا تھی۔

"لو بھلا ——— مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کھمبے کے متعلق سوچنے کی۔ خواہ مخواہ۔" نگین نے ہاتھ کر لاپرواہی سے کہا اور برتن سمیٹ کر کچن میں چلی گئی۔

"کس قدر جھوٹے ہو تم وجدان!" حمرہ نے تاسف سے کہا تو وہ اپنے لئے کپ میں چائے ڈالتا ڈھٹائی سے بولا۔

"اس میں جھوٹ والی کون سی بات ہے؟ وہ کون سا کام ہے جو خدا کے کلام سے نہیں ہو سکتا؟"

"اور یہ کھمبا کہاں سے آ گیا بیچ میں؟" وہ اسے گھور رہی تھی۔ وجدان باوجود ضبط کے ہنس دیا۔ دلچسپی سے پوچھنے لگا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم مجھ پر اتنا غور کیوں کرتی ہو؟"

"کیا ———؟" وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی جیسے اس کی بات پر یقین نہ آیا ہو۔

"مجھے تم جیسے جھوٹے شخص پر غور کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔" اس نے غصے سے کہا تھا۔

"میں نے کیا جھوٹ بولا ہے تم سے؟" وہ استفہامیہ انداز میں بھنووں کو جنبش دیتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"میری ڈائری سے میری شاعری چرا کر اپنے نام سے پیش کرنا کون سا دنیا کا عظیم ترین سچ تھا" حمرہ نے طنز سے بھرپور لہجے میں پوچھا تو وہ جتانے والے انداز میں بولا۔

"شکر کرو، بلکہ میرا شکریہ ادا کرو کہ میں نے تمہارے سڑے ہوئے لفظوں کو اچھے انداز میں لوگوں کے سامنے پہنچایا ہے۔ ورنہ تو وہ ڈائری کے صفحات کے ساتھ ہی گل سڑ جاتے۔"

اس کے الفاظ نے حمرہ کو تلملانے پر مجبور کر دیا۔

"جھوٹے ہو تم پورے ——— اور اول درجے کے جھوٹے بھی۔"

"ویسے تو میں کہتا ہوں کہ تم بہت اچھی ہو۔" وہ اسے جلا رہا تھا۔ اس کی شرارت سے چمکتی آنکھیں اور لبوں پہ کھیلتی مسکراہٹ ہمیشہ کی طرح حمرہ کو زچ کرنے لگی۔

"تم دیکھنا، آج میں ابو اور چچا جان کو تمہاری اور تمہارے 'سوکلوں' کی ساری رپورٹ پیش کروں گی" اس نے دھمکایا تو وہ فوراً غیر متاثرانہ انداز میں بولا۔

"میں بھی ان کے سامنے تمہارا دیوان پیش کروں گا۔ پھر دیکھیں گے دونوں میں سے کس کو زیادہ ڈانٹ پڑتی ہے۔"

"تم انتہائی ......" وہ کہتے کہتے دانتوں پہ دانت جما گئی تھی۔

موٹے سیاہ بالوں کی دو چٹیاں آگے گرائے چہرے پر غصے کی سرخی لئے وہ وجدان کو ہمیشہ کی طرح خوبصورت منظر کا حصہ لگی تھی۔ کبھی ہنستے ہوئے انگشت شہادت سے اس کی ناک چھوتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"اور تم انتہائی بے وقوف ہو۔"

"تم ہو گے بے وقوف ——— اور تمہاری کوئی ہوتی سوتی۔" وہ تپ اٹھی تھی۔

فائل اٹھا کر کوریڈور کی طرف بڑھتا پلٹ کر شرارت سے بولا۔

"تو تم ہونا ———"

وہ بھی اس کے پیچھے لپکی کہ ایک ہی روٹ ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ کالج جانا مجبوری تھا۔

"اگر آج بھی تم نے موٹر سائیکل کو جیٹ کی طرح اڑایا تو پھر دیکھنا۔ میں آج چچا جان سے تمہاری شکایت ضرور کروں گی۔"

"تو مت جاؤ میرے ساتھ۔ جانا پڑے گا روٹ کی وین سے تو ساری اکڑ کلف کی طرح نکل جائے گی۔ خواہ مخواہ پورے پانچ منٹ لیٹ ہونا پڑتا ہے۔" وہ ڈھٹائی سے کہہ رہا تھا۔ اس کی طوطا چشمی پر غصہ آنے لگا۔

"اگر تم پانچ منٹ پہلے نیند سے بیدار ہو جاؤ تو لیٹ ہونے سے بچ سکتے ہو۔"

"پانچ منٹ کی نیند قربان کر دوں، وہ بھی تمہارے لئے؟ دنیا پڑی ہے۔" وہ زیر لب مسکراتا بائیک باہر نکالنے لگا۔

حمرہ کا جی چاہا فائل اس کے سر پہ دے مارے مگر فوراً ہی اپنے قیمتی نوٹس کا خیال آیا تو اس "تجربے" کو کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھا۔

●●●●●

"شکر ہے کہ تم گھر لوٹی ہو۔ میں تو گھبرا رہی تھی۔"

لائبہ اطمینان سے صوفے میں دھنسی کہہ رہی تھی۔ آج بہت دنوں کے بعد صبا اس کے ہاتھ لگی تھی۔ ورنہ وہ صالحہ بیگم کے پاس بیٹھی باتیں کرتی رہتی تھی۔ میڈیسن لینے کے بعد ان پر غنودگی طاری ہونے

گئی تو وہ آکر ادینہ کے پاس ٹی وی لاؤنج میں بیٹھ گئی۔ اور اب اس کی بات کے جواب میں حیران
اسے دیکھ رہی تھی۔

"کیسی گھبراہٹ؟"

"بھئی یہاں تو نوفل کی صبح ڈالے سے اور شام ڈالے سے ہو رہی تھی۔" اس نے چھپے انداز میں صبا کو باور کرانا چاہا کہ وہ بھی اس راز سے واقف ہے۔

"تو ــــ؟" صبا نے خود کو بمشکل پُرسکون رکھا تھا۔ اب کی بار ادینہ گڑبڑا گئی تھی۔

"کیا مطلب ــــ تو؟"

"میرا مطلب یہ ہے کہ اگر ان دونوں کی دوستی ہے تو اس میں ایسا خاص کیا ہے؟ ابھی دو دن پہلے ابو بیرون سے ہو کر آ رہے ہیں۔ وہ ایک بہت اچھی دوست ہے۔" صبا نے حتی الامکان کوشش کی کہ اس کا دھیان معاملے کے اس رخ پر سے ہٹا سکے۔

"تم جانتے بوجھتے انجان بن رہی ہو صبا! شوہر چاہے کتنا ہی محبت کرنے والا کیوں نہ ہو اسے آزادی دینا ٹھیک نہیں ہوتا۔" ادینہ نے اسے تنبیہ کی تھی۔

"ان دونوں کی دوستی چار دنوں کی نہیں بلکہ بہت سالوں کی ہے۔ اور میں اتنی تنگ دل ہرگز نہیں ہوں کہ ان پر خواہ مخواہ کی پابندیاں لگاتی پھروں۔" صبا نے انتہائی اطمینان سے کہتے ہوئے "وفاشعار" بیوی کی طرح بات ختم کر دی تھی۔

مگر ادینہ کے جاتے ہی اس کی تمام تر بے چینی اور اضطراب عود کر آیا۔ اس نے ایک نگاہ وال کلاک پر ڈالی جس کی سوئیاں گیارہ بجا رہی تھیں۔

وہ ایک ان دیکھی آگ میں جلنے لگی۔ پھر اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔

ساڑھے گیارہ بجے وہ آ گیا تھا۔

کمرے میں آیا تو لائٹس آن تھیں اور وہ آنکھوں پر بازو دھرے لیٹی تھی۔ دروازے کی آواز پر کر دیکھنے لگی۔

وہ اس کی طرف دیکھے بنا بریف کیس صوفے پر پھینکتا شرٹ کے بٹن کھولنے لگا۔

"مل گئی آپ کو فرصت گھر آنے کی؟" اس کا طنز و استہزاء سے بھرا لہجہ بہت غیر متوقع تھا۔ کچھ پورے کا پورا اس کی طرف گھوم گیا۔

"مجھ سے کچھ کہا آپ نے ــــ؟" وہ شاید حیران ہونے کی اداکاری کر رہا تھا۔ صبا کو غصہ آنے لگا۔

"ظاہر ہے کہ آپ ہی سے کہہ رہی ہوں ــــ دیواروں سے باتیں کرنے کا شوق ابھی لاحق ہوا مجھے۔"

چند ثانیے اسے دیکھتے رہنے کے بعد سر جھٹک کر وہ شرٹ کے باقی بٹن کھولنے لگا۔ اس کی یہ بے نیازی صبا کو تازیانہ بن کے لگی تھی۔

کہاں تھے آپ ابھی تک؟"

الفہ بیٹھی۔ نوفل بھی بحث کے موڈ میں نہیں تھا اس لئے عام سے انداز میں بولا۔
ارن ڈیلی گیشن کے ساتھ میٹنگ تھی۔ اس کے بعد نئی فیکٹری کے لئے سائٹ کا وزٹ کرنا تھا۔
ا میں ٹائم نکل گیا۔"

رن ڈیلی گیشن یا پھر فارنر فرینڈ؟" وہ بہت چبھتے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔ نوفل نے بہت
سے اس کی طرف دیکھا جو مکمل طور پر بدگمانی اور بے یقینی کے لبادے میں لپٹی ہوئی تھی۔

آپ کیا سننا چاہتی ہیں؟ بتا دیں، میں وہی کہہ دیتا ہوں۔"
کون انداز میں کہتا کف لنکس کھولنے کے بعد وہ شرٹ اتارتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

یہ گھر ہے، سرائے نہیں۔ جہاں صرف رات گزارنے کی طلب آپ کو کھینچ لاتی ہے۔" صبا کا بس
ل رہا تھا، اس کا سکون بھی درہم برہم کر دے۔

روم کی طرف بڑھتا وہ ٹھٹک کر رک گیا تھا۔

ی مانیں تو اب رات گزارنے کی طلب بھی نہیں ہوتی۔" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا تو وہ
ائی۔

کس نے کہا تھا یہ جبر اپنے سر لینے کو؟ ــــ نکالتے یہ مجبوریوں کی سزا۔ بیاہ کے لے آتے
افریقی کو تو یوں چوروں کی طرح اس کے دامن میں پناہ نہ لینا پڑتی۔"

شٹ اپ!" وہ تیزی سے بولا تھا کہ وہ واقعی ڈر کر چپ ہو گئی۔ اس کے وجیہہ چہرے پر غصے کی
ھلک آئی تھی اور آنکھوں میں شدید غصہ۔ "میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ میں یہ بدتمیزی
نہیں کر سکتا۔"

ہ میں؟ ــــ میری برداشت کا تو آپ نے بہت پرفیکٹ حساب کتاب کر رکھا ہے۔ چاہے
کریں، جو کہیں، سننا اور برداشت کرنا میری مجبوری ہے ــــ کیوں؟" وہ کاٹ دار لہجے میں

نہیں نہ سہی۔ آپ اس گھر میں "اپنی مرضی" سے رہ رہی ہیں۔" وہ فوراً ہی معتدل ہو گیا تھا۔
ت اس پر چھوڑ دی۔

اس طرح صبح میں، شام میں ڈھلتے ہیں
کچھ لوگ موسم کی طرح رنگ بدلتے ہیں

کے دل کو کسی نے مٹھی میں بھینچ لیا تھا۔
ا قدر ارزاں کر دیا تھا لوگوں میں یہ شخص۔
مان کوئی مقام تو نہیں دیا تھا اس نے سوائے اپنے نام کے۔
الگ کر نہیں آئی تھی میں۔ نکاح کر کے لائے تھے مجھے اس زندان میں، جسے نبھانا آپ کو دو بھر
ہے۔" وہ اونچی آواز میں کہہ رہی تھی۔ دل کے ٹکڑے ہوئے جا رہے تھے اور آنکھوں میں سمندر

آن رکا تھا۔

نوفل کے سر کا درد شدید ہونے لگا۔ تبھی آنکھوں میں بھی سرخی اتر آئی تھی۔

"فار گاڈ سیک ۔۔۔۔ ابھی میرا سر مت کھائیں۔ یہ تو ساری زندگی کا عذاب ہے۔" وہ تیزی سے واش روم میں چلا گیا تھا۔

چند لمحوں تک وہ اس کے لفظوں کے بھنور میں چکراتی رہی پھر ایک جھٹکے سے اٹھی اور دروازہ کھول باہر نکل گئی۔ اس وقت اس کے سوچنے سمجھنے کی ہر صلاحیت گم ہو چکی تھی۔

وہ شاور لے کر باہر نکلا تو اپنی طبیعت میں کافی ہلکا پن محسوس کر رہا تھا۔ مگر چائے کی شدید طلب رہی تھی۔ باہر آتے ہی ایک ہی نظر میں اسے صبا کی غیر موجودگی کا علم ہو گیا۔ سر جھٹک کر وہ دوسرے کمرے کی طرف بڑھا۔ وہاں کی لائٹ آف تھی۔ اس نے اپنا شک دور کرنے کے لیے لائٹ آن کر کے دیکھا مگر کمرہ خالی تھا۔ اس کی کشادہ پیشانی پر شکنیں پھیل گئیں۔ کمرے سے باہر نکل کر باہر جا نائٹ بلب کے علاوہ ہر لائٹ آف تھی۔ وہ حد درجہ کوفت کا شکار ہونے لگا۔ صبا کی اس بچگانہ حرکت بچکانہ پن نے اسے خفیف سی جھنجلاہٹ میں مبتلا کر دیا تھا۔

جلدی جلدی شرٹ چڑھاتا وہ دو چار سیڑھیوں سے نیچے اتر آیا۔ کچن کے بعد ہر کمرے اس نے تمام گھر چھان لیا۔ مگر وہ کہیں بھی نہیں تھی۔

"کہاں جا سکتی ہے اس وقت ۔۔۔۔؟"

نوفل جھنجلا کر رہ گیا تھا۔

●●●●●

"میں کھانا کھا کے آیا ہوں۔" تائی جان کے استفسار پر انس نے انہیں اطمینان دلایا تھا۔ آج معمول سے ہٹ کر وہ گھنٹے لیٹ آیا تھا۔ اس سے پہلے وہ ہمیشہ تایا جان اور چچا جان کے ساتھ ہی آفس سے اٹھ جایا کرتا تھا۔ مگر آج کچھ دوستوں کے ساتھ چلے جانے کی وجہ سے وہ لیٹ گھر آیا تھا اور بے چینی تگین کے دل کو لگی تھی یہ وہی جانتی تھی یا پھر حنا۔ جو حسب عادت مذاق اڑا رہی تھی۔

"کراچی کیا تمہیں بھی عشق انس بھائی نے آخر۔"

"یہ فکر ہے، عشق نہیں۔" وہ کھر گئی تھی۔

"فکر ہی عشق ہے جناب ۔۔۔۔ دل پکڑ تو پورا ٹائم لگا کے آئی ہو تم۔" وہ بھنوز اسی انداز میں بولی تو وہ جھینپ گئی۔

"اس سے پہلے وہ کبھی دوستوں کے ساتھ گئے ہی نہیں۔ سیدھے گھر آیا کرتے ہیں۔"

"عبرت کا مقام ہے۔" "کشش ثقل" کم ہو رہی ہے۔" حنا نے شرارت بھرے تاسف سے کہا تو وہ اسے گھورنے لگی تھی۔

اور اب وہ تھکن کا بہانہ کر کے فوراً ہی اٹھ گیا تھا۔ وہ بے چین سی اپنی پلیٹ میں چمچ چلاتی رہی۔ وہ شاور لے کر فریش سا آیا اور ٹی وی کے سامنے براجمان ہو گیا۔

کے شرارتی اشاروں کو نظرانداز کرتی سب سے پہلے اپنا کھانا ختم کر کے اٹھی اور لاؤنج میں

ئے لاؤں آپ کے لیے؟" اس نے بڑے میٹھے لہجے میں پوچھا مگر انس نے ٹی وی اسکرین پر ہے بغیر سپاٹ لہجے میں کہا۔

ب کے ساتھ ہی لوں گا۔"

نے وزدیدہ نظروں سے سلکی اینگ کے ہوش ربا سراپے کو دیکھا اور جلے سے کھنکھار کر بولی۔

کل بہت مصروف ہو گئے ہیں آپ؟ آج بھی اتنی جلدی میں نکل گئے۔"

ئی روٹین بھی تو سیٹ کرنی چاہیے۔" وہ بدستور ٹی وی پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ تگین نے سے دیکھا۔

کیا اب آپ روزانہ جلدی چلا کریں گے اور دیر سے لوٹا کریں گے؟"

ہاں نا، میری بھی روٹین سیٹ ہو جائے گی اور تمہیں بھی اطمینان ہو جائے گا۔" وہ بہت عام میں کہتا تگین کے اعصاب کو الرٹ کر گیا۔

آپ ناراض ہیں مجھ سے؟" اس نے پوچھا نہیں بلکہ بڑے تیقن سے کہا تھا۔

۔۔۔ تمہیں کیا فرق پڑتا ہے؟" وہ استہزائیہ انداز میں ہنس کر بولا اور اپنی موسٹ فیورٹ طرف متوجہ ہو گیا۔ تگین کو صدمہ سا ہوا۔

آپ زیادتی کر رہے ہیں انس!"

بھی احساس ہو گیا ہے۔ اسی لیے سوچا کہ اب تم پر یہ زیادتی نہیں ہونی چاہیے۔ ڈونٹ وری، تم کا مصرف ڈھونڈ رہا ہوں۔"

لون انداز میں کہا تگین کے دل کو اضطراب کا شکار کر گیا۔ مگر چچا جان کے آ جانے کی وجہ سے اندر بے چینی اندر ہی دبانے پر مجبور ہو گئی۔

جائے بناؤ جا کر۔" چچی جان نے اسے آرڈر دیا تو وہ احتجاجی نظروں سے انہیں دیکھتی کچن اور ابھی وہ چائے بنا کے فارغ ہی ہوئی تھی کہ وجدان ایک اور آرڈر لے آیا۔

بھائی کے لیے گرما گرم کھانا لایا جائے۔"

کھانے کا کون سا ٹائم ہے؟" اس نے جھنجلاہٹ آمیز لہجے میں کہتے ہوئے اسے گھورا تو وہ از میں بولا۔

عجیب بات ہے آپی! ۔۔۔۔ اب کیا ٹائمنگ کے ساتھ کھانا ملا کرے گا؟ ابھی وہ لوٹے ہیں "

بھیا کا ڈسپلن تو آرمی آفیسرز کو بھی مات کر دے گا۔" پلیٹیں دھو کر ریک میں رکھتے ہوئے حیرت سے کہا تو وہ ٹرے وجدان کے ہاتھوں میں تھما کر چولہے کی طرف پلٹ گئی۔

دوسرے کو کھانے کے نام پر تو گھر پہنچ جانا چاہیے۔ دوسروں کو خوامخواہ بیگار بھگتنا پڑتی ہے۔"

وہ برتن سمیٹتے ہوئے بڑبڑا رہی تھی۔

"آپا ——!" حمرہ نے دبے لفظوں میں اسے ٹوکنا چاہا مگر غصے کی حالت میں وہ کم ہی کسی کی سنا کرتی تھی۔

"صحیح کہہ رہی ہوں میں۔ اب دیر سے آنے والوں کو تو ٹھنڈا کھانا کھانے کی ہی سزا ملنی چاہئے ناں، اتنے لاڈ اٹھوانے کی کیا تک ہے؟ —— نوکر ہو گئی ہوں میں صاحب بہادر کی......" وہ واضح طور پر اپنی ناگواری کا اظہار کر رہی تھی۔

"حمرہ گڑیا! میرے لئے صرف ایک کپ اسٹرونگ سی چائے۔" سنجیدہ سے لہجے نے بلاشبہ اسے بریک لگا دی تھی۔

"جی سعید بھائی!" بے چاری حمرہ خواہ مخواہ شرمندگی کا شکار ہونے لگی۔

"کھانا نہیں کھائیں گے آپ؟" وہ پلٹنے لگا تو حمرہ نے بے چین ہو کر پوچھا۔

"نہیں، بس ساتھ ایک سر درد کی ٹیبلٹ دے دینا۔ میں بڑے ماموں کے کمرے میں ہوں۔" ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہتا چلا گیا۔

"قسم سے آپی! بہت بری ہیں آپ۔ کھانا بھی نہیں کھانے دیا انہیں۔" حمرہ نے ناراضی سے، وہ ناگواری سے بولی۔

"میں نے ان کے ہاتھ تو نہیں پکڑ رکھے۔ ان کا گھر ہے، جب جی چاہے کھا لے پھر لیں۔ اور وہ "کچہری" سے لگ کر آئے ہیں، نہ کہ میں نے انہیں تنگ کیا ہے۔"

حمرہ خاموشی سے سعید کے لئے چائے کا پانی رکھنے لگی۔

وہ سر جھٹکتی کچن سے نکل گئی تھی۔

'اچھا ہے —— موصوف کو اپنی اوقات پتہ چلتی رہنی چاہئے۔ اور یہ بھی کہ اس کھیل میں ہمارے اس کا اہم پلہ ہے۔' وہ کچن سے سوچتی بہت مسرور و سرشار تھی۔

●●●●●

کمرے میں آ کر بھی وہ اس سے اس قدر لاتعلق تھا کہ تمکین عاجز آ گئی۔

"یہ مصیبت ہے انس! پتہ بھی نہیں دے رہے کہ کس بات پر خفا ہیں۔"

"تمہیں میری خفگی کی اتنی فکر ہوتی تو یہ بھی پتہ ہوتا کہ میں کس بات پر ناراض ہوں۔" اس کڑوے لہجے میں کہتے ہوئے اس پر واضح کر دیا کہ وہ واقعی اس سے ناراض تھا۔ مگر کس بات پر؟

کل سارا دن خوش گپیوں میں گزارا تھا۔ اور تو اور تمکین نے بطور خاص اس کا پسندیدہ سوٹ پہنا۔ تمام وقت وہ اس کی نظروں سے جھلکتی پسندیدگی کو محسوس کرتی رہی تھی۔ کب، کہاں کچھ غلط ہوا کہ اسے ہی نہیں چلا۔

تبھی اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔

'رات جتنی دیر تک میں کہوں گا، ہم دونوں جاگیں گے اور خوب باتیں کریں گے۔'

'اوہ گاڈ ——' اسے یاد آیا کہ وہ انس کے آنے سے پہلے ہی سو چکی تھی۔

تمکین نے اس کی طرف دیکھا جو ناراضگی کے اظہار کے طور پر اب تکیہ منہ پر دھرے لیٹا ہوا تھا۔

"او کے —— مان لیا کہ غلطی میری ہی تھی۔ میں اتنی تھکی ہوئی تھی کہ آپ کا انتظار کئے بنا ہی سو گئی آئی ایم سوری۔" تمکین نے صلح کا جھنڈا لہرایا تھا۔ مگر بے سود۔ تب اس نے تکیہ پرے ہٹا دیا۔

"سونے دو مجھے۔" وہ بیزار تھا۔

"اتنی جلدی —— اور وہ بھی مجھ سے بات کئے بنا؟ ناممکن۔" تمکین نے دھونس جمائی تھی۔

"اگر تم ایسا کر سکتی ہو تو پھر مجھے بھی کوئی نہیں روک سکتا۔"

"انس! سوری بول رہی ہوں ناں۔" وہ بے چارگی سے کہہ رہی تھی۔ مگر وہ اس کی طرف سے کروٹ بدل گیا۔

"پلیز ——" وہ پریشان سی اٹھ کر دوسری طرف اس کے سامنے آ بیٹھی۔

"اب غلطی کی سزا تو سوری ہی ہوتی ہے۔ آپ تو سیریسلی خفا ہو گئے ہیں۔"

"تکی! میرا دماغ مت کھاؤ۔ خود بھی سو جاؤ اور مجھے بھی سونے دو۔" وہ رکھائی سے کہہ رہا تھا۔ تمکین کے دل پہ چوٹ لگی۔

"آپ تو شاید آرام سے سو ہی جائیں، مگر مجھے نیند نہیں آئے گی۔"

"پتہ ہے مجھے جتنے پانی میں ہو تم۔" وہ طنز کر رہا تھا۔ تمکین زچ ہو گئی۔

"ہر ناراضگی کا ایک اینڈ بھی ہوتا ہے انس! —— میں نے سوری کہا، آپ پھر بھی نہیں مان رہے۔ بتائیں پھر میں اور کیا کروں کہ آپ خوش ہو جائیں؟"

"تم فی الحال میری جان چھوڑ دو ——" وہ اس قدر بے اعتنائی سے بولا کہ پہلے تو وہ عدم یقین سے اسے دیکھتی رہی۔ پھر ساتھ ہی جو رونا شروع کیا تو اب تک اس سے ناراض بیٹھا انس بھی بوکھلا گیا۔

"تکی! کیا بے وقوفی ہے یہ؟ —— خاموش ہو جاؤ۔"

"اتنے ہی عاجز آ گئے ہیں آپ مجھ سے؟ —— آپ نے یہ سب کہا بھی کیسے؟" وہ روتے ہوئے بول رہی تھی۔

انس اٹھ بیٹھا۔

"دماغ خراب ہو گیا تھا میرا اب خوش؟"

"دیکھا آپ مجھ سے راضی ہی نہیں، تبھی تو ایسی باتیں کر رہے ہیں۔" اس کے آنسو انس کے دل کو پگھلائے جا رہے تھے۔

"او کے بابا! آئی ایم سوری۔ بکواس کر رہا تھا میں۔ اب تو چپ ہو جاؤ۔" وہ فوراً ہی اپنے جامے میں آ گیا تھا۔

"خفا تو نہیں ہیں ناں مجھ سے؟" آنسوؤں بھری آنکھیں فوراً ہی گلابی ہو گئی تھیں۔ معصومیت سے

پوچھتی وہ اس کا سارا غصہ اڑا گئی۔

بہت ملائمت سے اس کے آنسو پوروں سے جھٹک کر وہ معذرتانہ انداز میں بولا۔

”بھلا مجھ سا مسکین شوہر بھی دنیا میں اور کہیں ہوگا۔ میں تم سے ناراض تھا اور منانا مجھ کو تمہیں پڑ رہا ہے۔“

”میں تو کتنی دیر سے آپ کو منا رہی تھی۔“ اس نے احتجاج کیا تو وہ بھنوؤں کو ہلکی سی جنبش دے کر گہری سانس لیتے ہوئے تاسف بھرے لہجے میں بولا۔

”ایک سو ایک طریقے ہوتے ہیں روٹھے ہوئے شوہر کو منانے کے۔ مگر تم نے کبھی اس طرف توجہ دی ہو تب نا۔“

”مجھے نہیں سیکھنا کوئی طریقہ۔ بس آپ مجھ سے ناراض مت ہوا کریں۔“ وہ خفگی سے کہہ رہی تھی۔

”کیوں؟ ——— جائز بات پر بھی نہیں؟“ وہ معترض ہوا تو اس نے سادگی سے کہا۔

”میرا دل بند ہونے لگتا ہے۔“

انس کا دل بہت ترنگ میں دھڑکا تھا۔ وہ بہت کم اپنے جذبات کا اظہار کرتی تھی بلکہ اس معاملے میں بہت کچی تھی۔ اور آج اتنی سادگی سے کہتی اس کی چاہت کو دوام بخش گئی تھی۔

انس نے بہت چاہت سے اسے اپنے قریب کیا تھا۔

”اب کبھی مجھ سے خفا ہوئے تو میں آپ سے کبھی بھی نہیں بولوں گی۔“ وہ اس سے پکا وعدہ چاہ رہی تھی

”تو پھر میں مر جاؤں گا۔“

”انس ———!“

وہ شرارت سے بولا تو وہ اس قدر زور سے چیخی کہ انس نے بے اختیار اسے خود میں سمیٹ لیا تھا۔

”آئی ایم سوری ——— رئیلی سوری۔“

انس کو نئے سرے سے اسے منانا پڑ گیا۔

●●●●●

وہ دبے پاؤں تیز تیز قدموں سے چلتا کوریڈور کے داخلی دروازے تک گیا مگر وہ لاکڈ تھا۔ اس کا دل خدشات کی آماجگاہ بننے لگا۔ مگر اتنی تسلی بہرحال ہوگئی کہ وہ گھر ہی میں تھی۔

مگر کہاں ———؟

وہ تھوڑی دیر تک لاؤنج کے وسط میں کھڑا ہو کر اندازہ لگاتا رہا کہ وہ گھر میں کہاں ہو سکتی ہے۔ یونہی شبہے کی بناء پر وہ صالحہ بیگم کے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔ ناب گھما کر دروازہ کھولتے ہی وہ اپنی جگہ جم سا گیا۔ کمرے کی لائٹ آن تھی اور وہ صالحہ بیگم کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کا دوپٹے سے آنکھیں پونچھنا بھی نوفل سے چھپا نہیں رہ سکا تھا۔

”اندر آ جاؤ نوفل!“ صالحہ بیگم بے حد سنجیدہ تھیں۔ نوفل کو ششدر سا ہوا جانے اس نے آ کر کن لفظوں

ی کی شکایت کی تھی۔

”میں انہی کو ڈھونڈ رہا تھا۔ اتنی رات کو اٹھ کر آپ کے پاس آ گئیں۔“ وہ بمشکل مسکرا پایا تھا۔

”میں اس سے پوچھ رہی تھی مگر اب تم سے پوچھوں گی کہ ایسے حالات ہی کیوں پیش آئے کہ اسے یت کو اپنا کمرہ چھوڑ کر یہاں آنا پڑا؟“ صالحہ بیگم نے سختی سے پوچھا تو وہ جز بز سا ہو کر ان کی پائنتی ٹ

”یہ تو آپ ان محترمہ سے پوچھیں......“ اس نے کہنا چاہا تھا کہ وہ اس کی بات کاٹ کر سپاٹ لہجے بولیں۔

”یہ تمہاری بیوی ہے نوفل! ——— جس طرح تم اس پر استحقاق رکھتے ہو، اس پر پابندیاں لگاتے ہے ہی اس کو بھی حق ہے تم سے یہ پوچھنے کا کہ تم آدھی رات کو کہاں سے آ رہے ہو۔“

”میں میٹنگ میں تھا امی!“ وہ احتجاجاً بولا تو انہوں نے تیز لہجے میں کہا۔

”تو تم اسے بھی بتا سکتے تھے۔ خوامخواہ ایشو بنانے کی کیا ضرورت تھی؟“

”کیا ——— کیا ایشو بنایا ہے میں نے؟“ وہ متحیر تھا۔

”میں صرف اتنا جاننا چاہتی ہوں کہ کیا تم پہلے بھی صبا سے لڑتے رہے ہو؟“ صالحہ بیگم نے اپنے می لچک نہیں آنے دی تھی۔

”پہلے؟ ——— میں اب بھی کہاں لڑا ہوں؟“

”نوفل ———!“

ں کے تادیبی انداز پر وہ جھنجلا اٹھا تھا۔

”تا ڈو سیک امی جان! میں نہیں جانتا کہ صبا نے آپ سے میری کیا شکایت کی ہے۔“

”اس نے مجھے سچ سچ بتا دیا ہے کہ نہ صرف تم نے آج اس سے جھگڑا کیا ہے بلکہ پہلے بھی چھوٹی باتوں پر اس سے جھگڑتے رہتے ہو ——— مجھے یقین نہیں آ رہا نوفل! کیا ہو گیا ہے تمہیں؟“ وہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

ل بمشکل اپنا غصہ ضبط کر پایا تھا۔ ایک تیز نظر صبا پر ڈالی جو سر جھکائے صالحہ بیگم سے جڑ کے بیٹھی سوں سوں کرتی ان کی ہمدردی بٹور رہی تھی۔

”سر درد کر رہا تھا۔ اوپر سے آتے ہی محترمہ کی پوچھ گچھ، غصہ تو آئے گا نا۔“ نوفل نے ہلکے پھلکے ل کہتے ہوئے اپنی پوزیشن کلیئر کرنا چاہی تھی۔ پھر ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا اور کاٹ دار لہجے میں صبا طب ہوا۔

”بہت ہو گیا تماشہ ——— اب اٹھ جایئے۔“

”نوفل! یہ کیا بدتمیزی ہے۔“ صالحہ بیگم کو اس کے انداز پر غصہ آیا تھا۔ ”بیٹھ جاؤ آرام سے۔“ وہ ہے سے بولیں تو وہ جبڑے بھینچتا، صبا پر تیز نگاہ ڈالتا پھر سے بیٹھ گیا۔

ں بات کا غصہ ہے تمہیں؟ ——— میرے سامنے ہر بات کلیئر کرو۔ اگر صبا کی غلطی ہے تو بھی

تاؤ۔ میں اسے بھی ڈانٹوں گی۔ مگر بلاوجہ تم میری بہو اور اپنی بیوی پر غصہ نہیں کر سکتے۔ میں یہ ہرگز پسند نہیں کروں گی۔" ان کی پیشانی پر شکن تھی۔

"ممّا نے آپ کو بتایا ہے نا۔ چھوٹی سی بات تھی۔ اگر یہ کمرے ہی میں مجھ سے جھگڑ کر بات لیتیں تو اتنا بڑا افسانہ کھڑا نہیں ہوتا۔" وہ بہ وقت تمام خود پر قابو پاتے ہوئے سرسری انداز میں بولا تو ا نے پھر سے اسے ہی ڈانٹ دیا۔

"کسی کو جاننے کے لئے ساری عمر اس کے ساتھ رہنا ضروری نہیں ہوتا۔ میں صبا کی طبیعت ا طرح جانتی ہوں۔ بہت صابر بچی ہے یہ۔ آج تک اس کے منہ سے میں نے اف تک نہیں سنی۔ بھی اگر اس نے احتجاج کیا ہے تو اس لئے کہ تم اپنی حد بھول رہے ہو۔ اس معصوم صورت کو ڈانٹ تمہارا دل کیسے چاہتا ہے؟"

"معصوم۔" نوفل دانتوں پر دانت جما کر رہ گیا۔ مگر فی الوقت تو بات ختم کرنے ہی میں بہتری تھی۔

"آئی ایم سوری! ——— میری وجہ سے آپ کو ڈسٹربنس ہوئی......" اس نے کہنا چاہا تو صالحہ اس کی بات کاٹتے ہوئے سہولت سے بولیں۔

"جو بھی بات کرنی ہے صبا سے کرو۔ ڈسٹرب یہ ہے تمہاری وجہ سے۔"

لمحہ بھر کے توقف کے بعد اس نے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے صبا کی طرف دیکھا تو

"اوکے ——— آئی ایم سوری۔ اب تو چلیں اپنے کمرے میں۔" اس کا انداز بہت دوستانہ ت صالحہ بیگم مسکراتے ہوئے استفہامیہ نظروں سے صبا کو دیکھنے لگیں۔

"مجھے نہیں جانا۔" اس کی آواز میں ابھی بھی بھیگا پن تھا۔ ناراضگی تھی۔

"دیکھ لیں۔ پھر بھی آپ مجھے ہی قصوروار ٹھہرائیں گی۔" نوفل کو اس کا انداز سخت ناگوار گزر رہا تھا۔

"وہ تو تم ہو۔ ورنہ بات مجھ تک کبھی نہ پہنچتی۔ بہرحال۔" وہ رک کر صبا کی طرف متوجہ ہوئی تھیں

"جاؤ بیٹا! اپنے کمرے میں۔ اب اگر اس نے ایسا کچھ کیا تو میں پوچھ لوں گی اسے۔"

"یہ مجھے ڈانٹیں گے۔" وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی تو ناچار نوفل کو ہنستے ہوئے کہنا پڑا۔

"اُف لعنت صبا! ——— کیوں امی کو پریشان کر رہی ہیں؟"

"اب اگر آپ نے مجھے ڈانٹا یا جھگڑا کیا تو میں ممّی کے پاس آ جاؤں گی۔" وہ بالکل سنجیدہ تھی۔

"اس کا دماغ تو خراب نہیں ہوا جو یہ تمہیں ڈانٹے گا۔ چلو اب سوری کہہ دیا ہے نا اس نے۔ ا بھی رات بہت ہو گئی ہے۔" صالحہ بیگم نے اسے پچکارا تو وہ خاموشی سے اٹھ گئی۔

"نوفل! اب مجھے کبھی تمہاری شکایت ملی تو میں تم سے بات نہیں کروں گی۔" صالحہ بیگم نے ا تنبیہہ کی تھی۔

نوفل نے جھک کر انہیں بانہوں کے حلقے میں بھرتے ہوئے ان کا سر چوم لیا۔

"آئی ایم سوری امی! ——— اب آپ کو کبھی شکایت نہیں ملے گی۔"

وہ مسکرا دی تھیں۔

کمرے میں آنے تک اس کا پارہ ہائی ہو چکا تھا۔

دروازہ لاک کر کے پلٹا تو اس کے تیوری چڑھے ہوئے تھے۔ صبا کے قریب آتے ہوئے اس کا بازو ایسا جھٹکا دیا تو وہ لڑکھڑا کر بستر پر ٹک گئی۔

"بہت شوق ہے نا آپ کو دنیا کو تماشہ دکھانے کا؟" وہ پھنکارا تھا۔ صبا کی رنگت زرد پڑ گئی مگر وہ نہیں ہوئی تھی۔

"میں آپ کو صرف یہ بتانا چاہتی تھی کہ میں اکیلی نہیں ہوں، بہت سے لوگوں کے سامنے آپ جواب دہ ہوں گے۔" اسے صالحہ بیگم کا ردعمل حوصلہ دے رہا تھا۔

"بہت خوب ——— مگر آپ یہ نہیں جانتیں کہ اصل میں تماشا لگایا کیسے جاتا ہے۔ میں بتاتا ہوں یہ" سرسراتے لہجے میں کہتا وہ اس کی طرف بڑھا تو اس کی آنکھوں سے عجیب سی سنگی کیفیت ہویدا تھی جس نے صبا کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑا دی۔

●●●●●

وہ حمرہ کے کمرے سے نکلی تو ارادہ یہی تھا کہ اب اپنے پورشن میں چلی جائے۔ رات کافی ہو چکی تھی۔ راستے میں ہی ٹیلی فون کی بج اٹھنے والی گھنٹی نے اس کے قدموں کو روک دیا۔ دوسری ہی گھنٹی پر اس نے یونہی کھڑے کھڑے فون اٹھا لیا۔ بے توجہی سی ہیلو کے جواب میں دوسری طرف عینی کو پا کر وہ والہانہ کیفیت میں گھرنے لگی۔

"ابھی تک زندہ ہو؟ ——— میں تو سمجھ رہی تھی اگلے جہاں سدھار گئی ہو گی۔ کوئی فون نہ ملاقات۔" نیم تاریک لاؤنج میں صوفے پر آلتی پالتی مارے فون سیٹ گود میں رکھ کر بیٹھ گئی۔

اس وقت گیارہ بجے سے اوپر کا ٹائم ہو رہا تھا۔ تقریباً سبھی سو چکے تھے۔ کوریڈور کے سرے پر جلتا بلب لاؤنج تک کمزور سی روشنی پہنچا رہا تھا۔ اس نے بھی اٹھ کر لائٹ آن کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

"میں تو الحمدللہ زندہ ہوں۔ تم سناؤ، منگنی ونگنی کا کیا ہوا؟ یا پھر کنواری ہی فوت ہونے کا ارادہ ہے؟" بات میں اس سے دو ہاتھ آگے ہی تھی۔

عینی نے بھی اسی کے سے انداز میں جواب دیا تھا۔

"خدا نہ کرے ——— تمہارے منہ میں خاک۔"

"خدا کے لئے عینی! اب اس منہ میں منگنی کے لڈو ڈال دو۔ بہت ہو گیا انتظار۔"

"اور اگر شادی کا لڈو کھلا دوں تو؟" وہ بڑے موڈ میں تھی۔

دوسری طرف عینی جیسے اچھل پڑی تھی۔

"کس قدر ذلیل ہو تم عینی! پچھلے ایک ہفتے سے ہم لوگ تمہاری منگنی کے انوی ٹیشن کا انتظار کر رہی اور تم گھنی بن کے بیٹھی ہو۔ اور اب یہ ایک دم سے شادی؟"

"اچھا جی ——— تو تم نے کیا سوچا تھا، میری شادی کبھی ہونی ہی نہیں؟" عینی بے ساختہ ہنسی تھی۔

شانوں سے نیچے آتے سیاہ سلکی بالوں میں ہاتھ چلاتی وہ بہت ریلیکس تھی۔

"دولہا بھائی کی سناؤ ــــ تمہارا کون سا ایسا روپ دیکھ لیا کہ ڈائریکٹ شادی کی تاریخ مانگ بیٹھے ہیں؟" وہ چھیڑ رہی تھی۔

اک کوفت کا سا احساس تجّی کے دل میں بیدار تو ہوا مگر دنیاداری رکھنا بھی ایک مجبوری ہی تھی۔

"دولہا بھائی کا کیا پوچھتی ہو، وہ تو انگلیوں پر دن گن رہے ہیں۔" گہری سانس بھر کے کہا۔

"اور وہ دشمنی کیا ہوئی؟" بینش کو خوشگوار سی حیرت نے گھیرا تھا۔

"تم نے سنا نہیں، شدید نفرت کے پیچھے شدید محبت چھپی ہوتی ہے۔" اس نے فلسفہ بولا تھا۔

"اور تم ــــ؟"

"میں کیا؟" اس کا سوال سمجھتے ہوئے بھی تجّی نے جان بوجھ کر تجاہل عارفانہ سے کام لیا تھا۔

"تمہارے دل میں بھی کوئی نرم گوشہ پیدا ہوا ان کے لئے یا نہیں؟"

تجّی کو اس کے سوال پر دل ہی دل میں ہنسی آئی تھی۔ اگر وہ جان لیتی کہ اس کے دل میں معید حسن کے لئے کیا ہے تو مارے حیرت کے بت بن جاتی۔

"اب دیکھو نا ــــ ایک دم سے تو میرے جذبات نہیں بدل سکتے۔ ہاں، ہو سکتا ہے کہ آہستہ آہستہ مجھے بھی محبت ہو ہی جائے ان سے۔" وہ ڈائیلاگ جھاڑ رہی تھی۔

"ابھی کیا چل رہا ہے، وہ بتاؤ۔" وہ متجسس تھی۔

اب کی بار اس کے انداز پر تجّی کو واقعتاً ہنسی آ گئی۔

"میں جو اس کے نام سے بھاگا کرتی تھی
سب سے پہلے اسیر محبت ہوئی میں ہی"

اس نے آہ بھر کے بڑے ہی سٹائل سے کہا تو دوسری طرف بینش اسے گالیاں دینے لگی۔

"ایک مرتبہ دولہا بھائی سے باضابطہ ملاقات تو ہو لینے دو۔ ان کی دشمنیوں کے قصے سنا سنا کر ہم سے باجماعت کوسنے دلواتی رہی ہو ان کو۔ جوتے پڑواؤں گی تمہیں۔"

"ارے جناب! وہ تو ہمیں ہر وقت پلکوں پر بٹھانے کو تیار ہیں اور تم ــــ" اس کا ڈائیلاگ بہت شاندار تھا۔ اور ڈائیلاگ ڈیلیوری اس سے بڑھ کے متاثر کن۔ مگر اب جبکہ آنکھیں لاؤنج کی نیم تاریکی سے پوری طرح آشنا ہو چکی تھیں، ذرا سا نظریں گھمانے پر وہ سامنے سنگل صوفے پر نیم دراز حالت میں دھنسے معید حسن کو بہت اچھی طرح پہچان گئی تھی۔

بند مٹھی ہونٹوں پر جمائے کہنی صوفے پر ٹکائے وہ کتنی دیر سے یہاں براجمان تھا۔

اس کا ڈائیلاگ ہی نہیں سانس بھی حلق ہی میں اٹک گیا۔

لمحہ بھر میں پورا وجود پسینے میں شرابور ہو گیا تھا۔

"میں...... پھر فون کروں گی......" اس نے بینش سے پہلے فون رکھ دیا تھا۔

خدا جانے اس نے کیا سوچا ہو گا۔ مگر تجّی کو یوں لگ رہا تھا جیسے جسم کے تمام مساموں سے حرارت

پھوٹ پڑی ہو۔ شرمندگی اور خجالت اس سے سوا۔ ابھی کچھ لمحے پہلے کی جانے والی گفتگو کے الفاظ اس کے گرد ناچنے لگے۔ اس قدر مضحکہ خیز اور کھلی گفتگو، وہ کیا نہیں سمجھا ہو گا؟ یہ الفاظ کس قدر مصنوعی اور بہکے تھے، یہ تجّی ہی جانتی تھی۔ مگر جو کچھ معید حسن نے اپنے کانوں سے سنا تھا، وہ سب کیا اسے خوش فہمی کی انتہا تک لے جانے کو کافی نہیں تھا؟

اس کی کنپٹیاں سلگ اٹھیں۔

"یہی، یہ اصلیت ہے آپ کی۔ شرم نہیں آتی آپ کو کسی کی پرسنل گفتگو سنتے ہوئے؟" اسے شدید غصہ آیا تھا۔ شرمندگی و خجالت اب کہیں دور جا سوئی تھی۔ صرف لحظہ بہ لحظہ بڑھتی غصے کی آگ تھی جو اسے اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی۔

"میرے خیال میں پہلے تمہیں اپنی آنکھوں کا علاج کرانا چاہئے۔ کیونکہ میں پہلے ہی سے اپنے کسی فون کے انتظار میں یہاں بیٹھا ہوا تھا۔ اب تم "بیچ لاؤنج" میں اپنے پرسنل کھول کے بیٹھ جاؤ تو اس کا مجھے اندازہ نہیں تھا۔" وہ بہت تحمل سے انداز میں کہتا اسے مزید اہانت کا شکار کرنے لگا۔

"میں صرف آپ کو سنانے کے لئے یہ سب کہہ رہی تھی۔ آپ کسی خوش فہمی کا شکار مت ہو جائیے گا۔" بالآخر تجّی کسی بوجھ تلے دبنے لگی تھی۔

"خدا نہ کرے کہ میں ایسی "غلط فہمی" کا شکار ہوں۔" اپنے تئیں تصحیح کرتے وہ گہری سانس بھرتا سیدھا ہو بیٹھا۔ اس کے طنز نے تجّی کو چڑ دیا تھا مگر صورتحال ہی ایسی تھی کہ وہ ضبط کرنے پر مجبور تھی۔ مگر اس کے اگلے جملے نے اسے بھک سے اڑا دیا تھا۔

"ہاں، البتہ اگر تم کسی خوش فہمی کا شکار ہو تو میں مائنڈ نہیں کروں گا۔"

"ایسی کوئی غلط فہمی لاحق ہونے سے میں مرنا بہتر سمجھتی ہوں۔ دنیاداری بھی کوئی چیز ہے جسے دل پر جبر کرتے ہوئے نبھانا پڑتا ہے۔" وہ پھنکاری تھی۔

"اگر یہ ایکٹنگ تھی تو بہت شاندار تھی۔ آئی ایم امپریسڈ۔ تم واقعی دنیاداری نبھا سکتی ہو۔" وہ داد دینے والے انداز میں بولا۔

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"آپ کو جو سمجھنا ہے، سمجھتے رہیں۔ اصلیت کیا ہے، یہ وقت کے ساتھ ساتھ آپ کو بہت اچھی طرح سمجھ آ جائے گا۔" وہ تن فن کرتی چلی گئی تھی۔

معید چند لمحے وہیں بیٹھے رہنے کے بعد ریڈیم ڈائل والی گھڑی پر ٹائم دیکھتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ حقیقت وہ یہاں کسی فون کال کے انتظار میں نہیں بیٹھا تھا۔ نیشنل جیوگرافک چینل پر ڈاکومنٹری ختم ہونے کے بعد ٹی وی آف کر کے ابھی وہ اٹھنے کی سوچ ہی رہا تھا کہ پاس سے گزرتی تجّی نے بج اٹھتے فون اٹھا لیا تھا۔

وہ فاتحانہ انداز میں سر ہلاتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

صبح ناشتے کی میز پر حسب معمول خوشگوار سی ہلچل مچی ہوئی تھی جب ایک دم ہی صورتحال سنگین

ہو گئی۔

انس کے ساتھ مسکراتی ہوئی آتی تمکین یکدم ہی چکرا کر گری تو انس کے گھبرا کر سنبھالتے ہوئے بھی وہ اس کی گرفت سے پھسل گئی۔

سب بوکھلا کر اس کی طرف بڑھے۔ انس نے اسے اٹھا کر صوفے پر لٹا دیا تھا۔ چچی جان جلدی سے اس کے پیروں کے تلووں کی مالش کرنے لگیں۔

"حمرہ! جلدی سے گلوکوز بنا کے لاؤ۔" تائی جان نے حمرہ کو دوڑایا تھا۔

اتنی دیر میں وہ ہوش میں آ چکی تھی۔ انس کا دل اس کی زرد پڑتی رنگت دیکھ کر گھبرانے لگا۔

"میں ڈاکٹر کو لے آؤں؟" سعید تشویش سے پوچھ رہا تھا۔

"زارا مجاہد کو فون کرو۔" چچی جان نے کہا تو تمکین تکلف سی ہوتی اٹھ بیٹھی۔

"اب ٹھیک ہوں میں ——— یونہی ذرا سر چکرا گیا تھا۔" اس کی آواز سے نقاہت واضح تھی مگر ان کا فکر دور نہیں ہوا تھا۔

"اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اچھی طرح کھایا پیا کرو۔" انس کو غصہ آیا تھا۔

"ابھی ناشتہ کرنے ہی تو آ رہی تھی۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

سب کو یوں آس پاس کھڑے دیکھ کر وہ شرمندہ ہوئی جا رہی تھی۔

"ناشتہ کرو اور اس کے بعد انس کے ساتھ جاؤ اور مکمل چیک اپ کراؤ۔" تائی جان نے اسے تنبیہ کی تو وہ فرمانبرداری سے سر ہلاتی رہ گئی۔

ناشتے کے بعد انس اسے زارا مجاہد کے کلینک پر لے گیا تھا۔

"دعا کرو زہرہ! کوئی خوش خبری ہو۔" تائی جان نے کہا تو وہ ہنس دیں۔

"انشاءاللہ آپا! خیر ہی کی خبر ہو گی۔"

"سعید بیٹا! تم جاتی دفعہ ثمنی کو مریم کی طرف چھوڑ دینا۔"

تائی جان کی بات ثمنی کے لئے بے حد غیر متوقع تھی۔

"بہت بہتر۔" سعید نے حسب عادت ان کے فرمان پر سر جھکا دیا تھا۔

مگر وہ ثمنی تھی جسے احتجاج کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔

"میں وہاں جا کے کیا کروں گی؟" اسے اعتراض ہوا تھا۔

"پھپھو ہے تمہاری ——— بغیر وجہ اور کام کے بھی جا سکتی ہو۔" چچی جان نے اپنی اکلوتی دختر کو گھور کر دیکھا تھا۔

"خیر، ابھی تو کام ہی سے بلایا ہے اس نے۔ تم جاؤ گی تو پتہ چل جائے گا۔" تائی جان نے نرمی سے کہا تو وہ بے بس ہو گئی۔

"میرا بالکل بھی موڈ نہیں ہو رہا کہیں جانے کا۔"

"ابھی تو کل تمہیں لمبی چوڑی رشتہ داریاں نہ ہونے کا قلق ہو رہا تھا جن کی غیر موجودگی کی وجہ سے

اپنے جانے سے قاصر ہو۔ اور آج اکلوتی پھپھو کے گھر جانا دوبھر لگ رہا ہے۔" چچی جان نے اس کے خاصے لتے لئے تھے۔

"ایک تو آپ کو بس مجھے ڈانٹنے کا بہانہ چاہیے ہوتا ہے۔" وہ روہانسی ہونے لگی۔

"تم بھی کبھی ایک ہی بار میں بڑوں کی بات مان جایا کرو۔" انہوں نے ابھی بھی اسی انداز میں کہا تو ...ن نے انہیں روک دیا۔

"اچھا اب بس کرو زہرہ!"

سعید خاموشی سے اپنا ناشتہ کر رہا تھا۔ اتنا مگن جیسے اس سارے منظر سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو۔

"میں تو صرف اتنا ہی پوچھ رہی ہوں کہ کچھ وجہ تو بتائیں پھپھو کے ہاں جانے کی۔" وہ نرم پڑتے لہجے میں بولی تو انہوں نے اسے پچکارتے ہوئے کہا۔

"بس ذرا سی طبیعت خراب ہے مریم کی ——— صبح صبح فہد کا فون آ گیا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ ثمنی کو بھیج دیں۔"

"تو پہلے کہتیں نا۔ امی کو بھی بس گھما پھرا کے بات کرنے کی عادت ہے۔"

وہ مریم پھپھو کی بیماری کا سن کر فوراً اٹھ گئی تھی۔ پانچ منٹ کے اندر وہ صرف کپڑے بدل کے آ چکی تھی بلکہ اس نے اپنے کپڑوں کا چھوٹا بیگ بھی تیار کر لیا تھا۔

"میں کچھ دن ادھر ہی رکوں گی۔" وہ کہہ رہی تھی۔

"یہ حمرہ کدھر ہے؟ کالج نہیں جانا اسے؟ مجھے بھی دیر کروا رہی ہے۔" وجدان نے کوریڈور کے باہر ہی سے آواز لگائی تھی۔

چچی جان حمرہ کو آواز دینے لگیں جو پتہ نہیں کون سی بک ڈھونڈتی پھر رہی تھی۔ وجدان جھنجلایا ہوا اندر آیا۔

"کیا مصیبت ہے ——— اب چل بھی پڑو۔"

"اُف ——— ایک تو یہ لائق فائق اسٹوڈنٹ۔ اتنی جلدی ہوتی ہے یونیورسٹی جانے کی۔" حمرہ ناگوار ہوتی ہوئی بولی۔

"اب بس کرو خبردار جو لڑتے ہوئے گئے تم لوگ۔" ثمنی نے انہیں ڈانٹ دیا تھا۔ وہ دونوں کان دبا کر نکل لئے۔ صبح ہی صبح ثمنی کے ساتھ منہ ماری کرنا بڑے حوصلے کا کام تھا۔

سعید ناشتے سے فارغ ہو کر اٹھ گیا تھا۔ ثمنی پہلے ہی مجبوراً اس کے انتظار میں بیٹھی تھی۔ اگرچہ رات والے واقعے کے بعد اس کا سامنا کرنا اور اس سے بڑھ کر اس کے ساتھ سفر کرنا اچھا تو نہیں لگ رہا تھا مگر یاد آیا کہ مریم پھپھو اس گھر کے سبھی مکینوں کو بہت عزیز تھیں۔

وہ خاموشی سے گاڑی میں آ بیٹھی۔ سعید نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہی عادتاً میوزک آن کر دیا تھا۔

تو گاڑی بے ہنگم شور سے گونجنے لگی۔

"ایک تو یہ وجدان بھی نا ———"

وہ سلو ڈرائیو کرتا ساتھ ہی ساتھ سی ڈی تبدیل کر رہا تھا۔ پھر اپنی پسند کا نمبر سیٹ کر کے والیوم آہستہ کر دیا۔

"کچھ دن تو بسو میری آنکھوں میں
پھر خواب اگر ہو جاؤ تو کیا
کوئی رنگ تو دو میرے چہرے کو
پھر زخم اگر مہکاؤ تو کیا
کچھ دن تو بسو میری آنکھوں میں
پھر خواب اگر ہو جاؤ تو کیا"

شاعری اس کی پسندیدہ تھی اور غزل گائیکی بھی اس کے پسندیدہ مشغلے تھے۔ مگر اس وقت یہ غزل بلکہ "سنگت" ہی تحیٰی کو ناگوار گزر رہی تھی۔ اس نے ہاتھ مار کر سی ڈی پلیئر آف کرنا چاہا مگر وہ اس سے بے خبر ہرگز نہیں تھا۔ بسرعت اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام کر اس اقدام سے روک دیا۔ تحیٰی نے کرنٹ کھا کر اس کی طرف دیکھا۔

"تم میری گاڑی میں بیٹھی ہو۔" وہ جتانے والے انداز میں بولا تو تحیٰی نے فی الفور اپنا ہاتھ کھینچتے ہوئے ناگواری سے کہا۔

"میں اس وقت خاموشی سے سفر کرنا چاہتی ہوں۔"

"یہ کام زبان بند کرنے کے بہترین طریقے سے کیا جا سکتا ہے۔" وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

"زبان بند کر کے کیا جا سکتا ہے مگر کان بند کر کے نہیں۔" تحیٰی کو بھی ضد ہو گئی تھی۔

"اور تم نے سوچا ہو گا کہ میں بلا چوں و چرا تمہاری یہ بات مان لوں گا۔ اتنا اعتماد کس بات پر؟" استہزائیہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔ تحیٰی سن ہو گئی۔ یہ طنز بے وجہ تو نہیں تھا۔ یہ ساری گفتگو گزشتہ رات سے جڑی تھی۔ وہ سمجھ سکتی تھی کہ اس کی "بے لگام" گفتگو نے معید حسن کو خوش فہمیوں کی کن بلندیوں پر پہنچا دیا ہو گا۔

"مجھے ایسی کوئی غلط فہمی نہیں ہے۔ میں آپ سے بات بھی نہیں کرنا چاہتی کجا کوئی توقع رکھنا۔ ہونہہ۔" وہ چیخ اٹھی تھی۔ وہ بھنوؤں کو خفیف سی جنبش دیتے ہوئے محظوظ ہونے والے انداز میں ہلکے سے ہنسا تھا۔

"بات تک نہیں کرنا چاہتیں۔" اپنی ہنسی کو مسکراہٹ میں سمیٹتے ہوئے معید نے اس کی بات کو دہرایا تھا۔ پھر اسی طنزیہ انداز میں بولا۔

"اور میری ہی گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھی سفر کر رہی ہو۔"

اس کی روح تک جھلس گئی تھی۔

"یہ فقط مجبوری ہے ـــــ اور کوئی احسان نہیں کر رہے مجھ پر وہ اپنی ماں کا کہا نبھا رہے ہو۔"

"بالکل ـــــ اور ویسے بھی تم میرا احسان کہاں لیتی ہو۔ ہو سکتا ہے جتنا بڑا ل خرچ ہوا تھا کرایہ

رے دو۔" وہ بڑے اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

جیسا اس روز گفٹ کی قیمت دینے والی بات پر طنز فرمایا جا رہا تھا۔

"اس سے کم بھی نہیں کروں گی۔ میں تم جیسوں کا احسان لینا پسند نہیں کرتی ہوں۔" تحیٰی نے اپنی
ت میں اس کے طنز کا بہت مناسب جواب دیا تھا۔

"اتنے دعوے کے ساتھ کسی کے دل کی گہرائی کے بارے میں بیان بازی درست نہیں ہوتی۔" وہ
بی سے کہہ رہا تھا۔ مگر تحیٰی اچھی طرح جانتی تھی کہ وہ سنجیدہ نہیں ہے۔

کل رات کی بے احتیاطی اسے ابھی بھی لطف دے رہی تھی۔ اور تحیٰی؟

وہ تو اپنی اس گفتگو کو سوچنا تک نہیں چاہ رہی تھی۔

اس پچویشن کا خیال آتا تو معید حسن کی "سوچ" کو سوچ کر وہ نئے سرے سے اہانت کا شکار ہونے
لگتی تھی۔ مگر یہ قسمت ہی کی تھی جو صبح صبح اسے معید حسن کے پلے ڈال گئی تھی۔ اب وہ قسمت کو کیا کوستی
ن کے ساتھ اس کی دوستی بہت عرصہ ہوا ٹوٹ چکی تھی۔

"میں فضول معاملات پر بیان بازی کرتی بھی نہیں۔" تحیٰی نے اپنی دانست میں اسے منہ توڑ جواب
دیا تھا۔ مگر وہ سر ہلا کر بڑے دوستانہ انداز میں بولا۔

"واقعی تمہاری گفتگو کا موضوع ہمیشہ بہت "خاص" ہوتا ہے۔ اس کا اندازہ مجھے بھی تمہاری کل
کی گفتگو سن کر ہوا ہے۔"

تحیٰی نے اپنے چہرے پر دوڑ اٹھنے والی سرخی کو بہت اچھی طرح محسوس کیا تھا۔ یوں لگا کہ جیسے پیشانی
کسی نے جلتی سلاخ سے داغ دیا ہو۔

"وہ سب بکواس تھی۔ اور یہ میں آپ کو پہلے بھی بتا چکی ہوں۔ یہ سب کہنا اور کرنا میری زندگی کی
سب سے بڑی مجبوری ہے۔ مگر یاد رکھئے گا۔ ایک دن میں آپ کی اصلیت سب کے سامنے لا کر ہی
رہوں گی۔" وہ دانت پیستے ہوئے کہہ رہی تھی۔

معید نے معاندانہ انداز میں اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے نہیں پتہ تھا کہ تحیٰی میر بھی مجبور ہو سکتی ہے۔"

معید کی بات نے پتہ نہیں کیسا اثر کیا تھا کہ اس کی نظر دھندلا گئی۔

اپنا یہ مجبوری اسے دن رات اس سب کی یاد دلاتی رہتی تھی جو وہ کھو چکی تھی۔ مگر یہ سب برداشت کرنا
بھی ایک مجبوری ہی تھا۔ اور جبر کی حقیقت کس صورت بدصورت ہے یہ تحیٰی نے اب بہت اچھی
طرح سمجھ لیا تھا۔

"تقدیر کے ہاتھوں کوئی بھی، کبھی بھی مجبور ہو سکتا ہے معید حسن! اور بہت جلد آپ کو بھی اس بات کا
علم ہو جائے گا۔" وہ خود پر قابو پاتے ہوئے تلخی سے بولی۔

معید جیسے اس کے جوشیلے انداز پر بے ساختہ ہنس دیا۔

"یعنی اب تم مجھے چیلنج کر رہی ہو۔"

"کیونکہ جو میرے دل میں ہے وہی زبان پر بھی ہے۔ میں آپ کی طرح دو چہرے اور دوغلی پالیسی نہیں رکھتی۔"

"میں نے ایسا کچھ نہیں کیا جس سے تمہیں کوئی نقصان پہنچے۔ عمر کا گلہ خود اس قصے میں سے نکلا تھا۔ میں تو تمہاری ہیلپ کرنے کو تیار تھا۔" وہ کہہ رہا تھا۔

حنی کو اپنے انتہائی نقصان کا شدید احساس ہونے لگا۔

"شب خون مارا ہے آپ نے —— ٹریپ کیا ہے مجھے، یہ جانتے ہوئے بھی کہ میرے دل میں اب کسی کے لئے بھی کچھ نہیں پنپ سکتا۔ صرف اس لئے کہ میں ساری عمر آپ کے سامنے محبت کرنے کے "جرم" کی پاداش میں سر جھکا کے گزار دوں، بھول ہے آپ کی۔" وہ انتہائی نفرت سے کہہ رہی تھی۔

سعید کے تاثرات میں سختی اترنے لگی۔ ماتھے کی ابھری ہوئی سبز رگ اس کے ضبط کی گواہی دے رہی تھی۔

اور جب وہ بولا تو سختی اس کے الفاظ میں بھی تھی۔

"تم صرف وہ سوچ رہی ہو جو تم سوچنا چاہتی ہو۔ اور وہ سمجھ رہی ہو جو تم سمجھنا چاہتی ہو۔ میرے گھر کا ہر فرد میرے لئے قابل تکریم ہے۔ چاہے صبا ہو، عمرہ ہو یا تم۔ میں تم لوگوں کو اتنی ہی ریسپیکٹ دیتا ہوں جتنی کہ اپنے گھر کے کسی بھی فرد کو دی جاسکتی ہے۔ میرا تم سے کوئی مفاد وابستہ نہیں ہے۔ تم سے شادی میں میری تمام تر رضامندی شامل ہے۔ کیونکہ یہ میری ماں کی خواہش ہے۔ نہ میں تمہیں ٹریپ کر رہا ہوں اور نہ ہی میرا مطمع نظر کوئی بدلا ہے۔ اور سب وضاحتیں میں آخری بار کر رہا ہوں۔ تم اپنے دل، دماغ سے رجوع کرو، غیر جانبداری سے سوچو تو اچھی طرح جان لو گی کہ میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں۔ باقی رہی زندگی گزارنے کی بات، تو اس کے لئے ہر انسان کا اپنا نظریہ ہوتا ہے۔ میں تمہیں تمہاری سوچ یا نظریہ بدلنے پر مجبور نہیں کروں گا۔"

اس نے مریم پھپھو کے گیٹ کے سامنے گاڑی روک دی تھی۔

"بہت خوب۔" حنی کے ہونٹوں پر استہزائیہ مسکراہٹ چمکی تھی۔ "آپ تقریر بہت اچھی کرتے ہیں۔ میں ضرور امپریس ہو جاتی اگر یہ بات نہ جانتی کہ آپ ایک وکیل ہیں اور جھوٹ کو سچ کے لبادے میں کہنا ہی آپ کا پیشہ ہے۔" وہ اپنا بیگ اٹھاتی دروازہ کھول کر نیچے اتر گئی تھی۔ پھر کھڑکی میں جھکتے ہوئے تلخی سے بولی۔

"آپ کی یہ ساری لفاظی بے کار ہے۔ کیونکہ آپ اپنے "خفیہ فیصلے" کا تذکرہ بہت پہلے مجھ سے کر چکے ہیں جو شاید آپ تو بھول چکے ہوں گے، مگر میں کبھی نہیں بھول سکتی۔ اگر آپ کو "اس تکریم" کا اتنا ہی خیال ہوتا تو کم از کم میرے پروپوزل پر ہامی نہ بھرتے۔"

وہ اب آگے بڑھ کر ڈور بیل بجانے لگی تھی۔

سعید جو اتنے عرصے میں بہت پرسکون بیٹھا ہوا تھا، اب اس کی کشادہ پیشانی شکنوں سے پر تھی۔ گیٹ کھلنے سے پہلے ہی وہ گاڑی آگے بڑھا لے گیا۔ حالانکہ اسے مریم پھپھو کی ناراضگی کا اچھی

طرح اندازہ تھا۔ مگر اس وقت اس کی ذاتی کیفیت یہاں ٹھہرنے کی متقاضی نہیں تھی۔

●●●●●

"میرا خیال ہے کہ تم پریگننٹ ہو۔" ڈاکٹر زارا مجاہد نے اس کی نبض چیک کرتے ہی خوش دلی سے کہا تو تمکین ہونق سی اس کا مسکراتا چہرہ دیکھنے لگی۔

"مگر پھر بھی میں چند ٹیسٹ لکھ رہی ہوں، یہ کروا لو تاکہ تمہاری بھی تسلی ہو جائے۔ اور ہاں ابھی سے اپنی خوراک کا مکمل دھیان رکھو۔" وہ اب شفاف صفحے پر ٹیسٹ لکھ رہی تھی جو تمکین کو کروانے تھے۔ اور ادھر وہ عجیب سی کیفیت کا شکار تھی۔

اگلے آدھے گھنٹے میں وہ ان ٹیسٹ سے فارغ ہو چکی تھی۔

وہ ویٹنگ روم میں آئی تو پریشان سا انس محو انتظار تھا۔ اسے دیکھتے ہی تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

"سب ٹھیک تو ہے نا ——؟" وہ جیسے اس کے تاثرات ہی سے سب کچھ جان لینا چاہتا تھا۔ مگر ان کہی اور عجیب سی کیفیت نے اسے پہلی بار انس سے بھی نظر ملانے سے جھجکا دیا تھا۔

"ہاں بس —— چند ایک ٹیسٹ لئے ہیں ڈاکٹر نے۔" وہ بہت مدھم سی تھی۔ انس کی پیشانی پر بل پڑنے لگے۔

"یہ کیسی ڈاکٹری ہے؟ —— کچھ تو بتایا ہوگا۔"

"کل ٹیسٹ کی رپورٹ مل جائے گی۔ اب چلیں۔" تمکین نے اس کی کلائی تھامتے ہوئے قدم بڑھائے تو انس اس کے ساتھ چلنے لگا۔

"ہم کسی اور ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔" وہ کہہ رہا تھا۔

تمکین کو ہنسی آنے لگی۔ گدگدانے والی یہ ہنسی اس کے اندر سے ابھری تھی۔ اس کے اس قدر غیر متوقع ردعمل نے انس کو متحیر کیا تھا۔ وہ چلتے چلتے اس کے سامنے آگیا۔ تمکین کے ہونٹوں پر بہت الوہی اور میٹھی میٹھی سی مسکراہٹ تھی اور چہرے پر تمتماہٹ۔ جیسے وہ بہت خوش اور پرجوش ہو۔

"تم مجھے بتا کیوں نہیں رہیں، کیا بات ہے؟" وہ اب جھنجلا گیا تھا۔ ریسپشن پر موجود نرسوں کو شرارتی نظروں سے دیکھتے پا کر تمکین نے خفیف سا ہو کر انس کو گھورا تھا۔

"ابھی بھلی تو جارہی ہوں آپ کے ساتھ۔ کوئی سنگین بات نہیں ہے۔ بس ذرا سی کمزوری کی وجہ سے سر چکرا گیا تھا۔ باقی سب، کل ٹیسٹ کی رپورٹ سے پتہ چل جائے گا۔"

انس کو وہ پھر بھی تسلی نہیں ہوئی تھی۔ مگر وہ خاموشی سے اس کے ساتھ کلینک سے باہر نکل آیا۔ وہ لیڈی ڈاکٹر زارا کی "تشخیص" بتانا چاہ رہی تھی مگر جانے یہ ڈھیر ساری جھجک اور حیا کہاں سے آئی تھی جو اس کی زبان بندی کا باعث بن رہی تھی۔

"کل میں خود رپورٹ لینے آؤں گا۔" وہ کہہ رہا تھا۔

تمکین بے ساختہ ہنس دی۔

"تمہارے بڑے دانت نکل رہے ہیں ——— میری پریشانی کا ذرا بھی احساس نہیں ہے تمہیں۔" وہ چڑ گیا تھا۔ گاڑی کی رفتار کم کرتے ہوئے اسے گھورنا چاہا۔ مگر اس طرف تو بہت ان دیکھا مگر دل پذیر سا منظر تھا جس نے انس کی نگاہ کو جکڑ لیا۔ اس کی آنکھوں کی چمک، چہرے کی تمتماہٹ اور ہونٹوں پر بکھری سمجھ میں آنے والی مسکراہٹ بے حد دلکش تھی۔ انس کو وہ بہت انوکھی اور انجانی سی لگی۔ بے حد بے ساختگی کے ساتھ اس نے تمکین کے رخسار پر ہاتھ پھیر کر اس کے لمس کو محسوس کرنا چاہا تھا۔ وہ مسکراتی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"مجھے لگ رہا ہے جیسے آج تمہیں پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔" وہ بھی مسکرا دیا تھا۔ اس کے انداز میں تمکین کے لئے بہت محبت، بہت شدت تھی۔

تمکین کو پتہ بھی نہیں چلا کہ کیوں اور کس بات پر اس کی مسکراتی نظر جھلملا گئی تھی۔

"انس! آپ ہمیشہ مجھ سے یونہی محبت کرتے رہیں گے نا؟" وہ بھی جذباتی نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ اس کی طبیعت میں الہڑپن اور لاپرواہی کا عنصر تھا۔ مگر جانے اس پل کیسے لمحوں نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا تھا کہ وہ بھی تجدید وفا چاہنے لگی تھی۔ انس نے اس کا ہاتھ تھام کر اسٹیئرنگ وہیل پر اپنے ہاتھ کے نیچے رکھتے ہوئے شوخی سے کہا۔

"بالکل کروں گا۔ حتیٰ کہ ہمارے ڈھیر سارے پوتے، پوتیاں، نواسے نواسیاں بھی ہو جائیں گے، تب بھی تم سے یونہی ڈائیلاگز بولا کروں گا۔"

وہ ایک دم سے جھینپ گئی تھی۔ وجود میں ایک نامعلوم سا احساس اچھل پڑا گیا تھا۔ مگر کوشش کے باوجود وہ انس سے ایک لفظ بھی نہیں کہہ پائی تھی۔

اسے گھر چھوڑ کر انس آفس چلا گیا تھا۔

"خیریت تھی نا؟" تائی جان واضح طور پر پوچھتے سے جھجک گئی تھیں۔ خود تمکین بھی جھینپ سی گئی۔

"جی ——— کچھ ٹیسٹس (Tests) کرائے ہیں۔ کل رپورٹ مل جائے گی۔"

"پھر بھی، کچھ تو کہا ہوگا ڈاکٹر نے۔" وہ اپنے شبے کی تصدیق چاہ رہی تھیں۔ بات ہی ایسی تھی کہ وہ تجسس ہو رہی تھیں۔ ورنہ یوں کریدنا ان کی عادات کا حصہ نہیں تھا۔

ان کے برعکس چچی جان نے سیدھے سبھاؤ اس سے وہ تمام سوالات خالص "خواتینی" انداز میں پوچھے جن کے تمکین نے بہت جھجکتے ہوئے جواب دیئے تھے۔ پھر تائی جان کو معنی خیز نظروں سے دیکھنے لگیں۔

انہوں نے اٹھ کر تمکین کا سر چوم لیا۔ ٹیسٹس کی طرز تفصیل ہی معاملے کی تہہ تک پہنچنے کو کافی تھی۔

"ان شاء اللہ تعالیٰ، خیریت ہی ہوگی۔ خدا خوشیوں سے تم دونوں کا دامن بھرے گا۔"

تمکین حیا آلود انداز میں مسکرا کر رہ گئی۔

"میں ابھی تمہارے لئے فروٹ لے کر آتی ہوں۔" چچی جان فوراً اٹھ گئی تھیں۔

"ابھی تو میں ناشتہ کر کے گئی تھی۔" وہ انہیں روکنے لگی۔

ہوئے سلائس اور انڈے سے کیا بنتا ہے۔ اب میں خود تمہاری خوراک کا چارٹ بناؤں گی۔ یہ نظر کرنے والا معاملہ نہیں ہے۔" تائی جان نے محبت بھرے انداز میں اسے ڈانٹا تو ان کی شفقت کو برتے ہوئے وہ مسکرا دی۔

ت بھی انس کے ذہن پر وہی رپورٹس سوار تھیں۔ کھانے کے بعد وہ اسے ساتھ لئے ٹہلنے کی غرض سے باہر آ گیا تھا۔

مجھے تو لگتا ہے کہ یہ ڈاکٹری نالائق ہے۔ بھلا وہ ڈاکٹر ہی کیا جو مریض کی نبض دیکھ کر مرض نہ بتا سکے۔" وہ ناراضگی سے کہہ رہا تھا۔

"آپ کی فیملی ڈاکٹر ہے، جس کے بارے میں آپ یہ سب کہہ رہے ہیں۔" تمکین کو اس کی بے چینی پر ہنسی آ رہی تھی۔

"فیملی ڈاکٹر نالائق نہیں ہو سکتی کیا؟" وہ اسے گھور کر پوچھنے لگا۔

وہ دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑی ٹھنڈی ہوا سے اڑتے بالوں کو کانوں کے پیچھے اڑستی نفی میں سر ہلانے لگی۔

"خیر ——— لائق تو وہ بہت ہے۔ میری نبض پر ہاتھ رکھتے ہی مرض بتا دیا تھا اس نے۔" وہ مسکراہٹ دبانے کی کوشش میں ناکام ہوتی جا رہی تھی۔

وہ چونک کر اس کی طرف پورے دھیان سے متوجہ ہوا تھا۔

"کیا ——— کیا بتایا تھا اس نے؟ اور تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟" وہ پریشان ہونے لگا۔

"آپ کو بتانے سے بھلا کیا ہو جاتا۔" تمکین کو اس کی پریشانی نے لطف دیا تھا۔ چہرے پر مسکین سا تاثر سجا کر بولی تو وہ وحشت زدہ سا ہونے لگا۔

"کیا کہا تھا اس نے تمکی؟"

"یہی کہ ——— میں اب چند دنوں کی مہمان ہوں۔" اس نے خود پر بمشکل سنجیدگی طاری کی تھی۔ ابھی تو اس کا ارادہ انس کو پریشان دیکھ کر لطف لینے کا تھا۔ مگر اس کی بات کے جواب میں انس کے چہرے پر پھیلنے والے تاثرات چھا گئے۔ وہ بے یقینی و صدمے کا شکار تھا۔ تب تمکین کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"مذاق کر رہی ہوں میں۔"

اور اس کے اگلے لمحے میں جو ہوا وہ تمکین کے لئے ناقابل یقین تھا۔

انس نے اس کے منہ پر تھپڑ دے مارا تھا۔

بھاری مردانہ ہاتھ نے اس کا دماغ جھنجھنا کر رکھ دیا۔

وہ اس قدر بے یقینی کی کیفیت میں کھڑی کہ رونا بھی بھول گئی۔ اور اس سے اگلے پل انس نے اسے اپنی بانہوں میں بھر لیا تھا۔

"تم ساری عمر یونہی جاہل رہو گی۔ ہمیشہ شوہر کا دل دھڑکانے کی بجائے دل دہلانے والی باتیں کرنا۔" وہ اسے شانوں سے تھام کر سامنے کرتا کہہ رہا تھا۔ مگر نگاہ اس کے رخسار کا طواف کر رہی تھی

جہاں وہ بے اختیاری اپنے ہاتھ کا پشت چپ چاپ بیٹھا تھا۔

وہ یقیناً اپنی اس بے اختیارانہ حرکت پر سخت پشیمان تھا۔ تگین اس سحری کیفیت سے نکل کر غصے گئی مگر اس غصے پر بھی بے بسی غالب تھی۔

"آپ نے مجھے تھپڑ مارا؟"

"اور تم ——— تم نے جو میری جان نکال لی تھی، وہ کیا۔" وہ اپنی صفائی پیش کرنے کے انداز پر اتر آیا تھا۔

"میں نے ذرا سا مذاق کیا اور آپ نے مجھے......" اسے مارے دکھ کے رونا آنے لگا۔ وہ ابھی تک بے یقینی کی زد میں تھا۔ بھلا انس ایسی حرکت کر سکتا تھا۔ مگر رخسار سے اٹھتی ٹیسیں حقیقت کا کرنے پر مجبور کر رہی تھیں۔ ایسا محبوب شوہر بھلا... اس کی جھلملاتی آنکھوں میں انس کا دل ڈوبنے لگا۔

"وہی تو میں کہہ رہا ہوں۔ تمہیں مذاق کا بھی سلیقہ نہیں ہے۔ مذاق میں بھی ایک رومینس ہوتا ہے۔" اس کے رخسار پر نرمی سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تو وہ چہرہ پھیرتے ہوئے غصے سے بولی۔

"ہر بات میں رومینس ہوتا ہے، اس تھپڑ میں کون سا رومینس تھا؟"

انس نے سنجیدہ ہوتے ہوئے اسے شانوں سے تھام کر خود سے قریب کیا تھا۔

"اگر محسوس کرو تو اس تھپڑ میں بھی رومینس تھا۔ تمہارا یہ بے ہودہ سا مذاق میری جان نکال کر لے گیا تھا۔ پل بھر کے لئے مجھے یوں لگا جیسے میں بالکل بے جان ہو گیا ہوں۔ اس کے بعد تمہاری اس مذاق کا اعتراف، یہ تھپڑ میری بدترین ذہنی کیفیت کا غماز تھا۔ اس دکھ اور تکلیف کا ری ایکشن جو تمہارے اس مذاق سے مجھے پہنچی۔ میں ایک پل تم سے دور نہیں رہ سکتا اور تم دائمی جدائی کی بات کر رہی تھیں۔ تو ہمارے پیار کی ایک بہار بھی نہیں گزری گی! آئندہ کبھی مذاق میں بھی ایسا مت کہنا۔" اس کے بے محبت سے بوجھل لب و لہجے نے تگین کو بہت متاثر کیا تھا۔ اس کی محبتوں پر دل تشکر سے بھرنے لگا۔ جان بوجھ کر منہ بسورتے ہوئے بولی۔

"لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں نا کہ اتنی پیاری بیوی کو اتنے ظالمانہ طریقے سے سمجھایا جائے۔ اب تک میرا گال سنسنا رہا ہے۔"

"آئی ایم سوری۔ مگر چونکہ قصور میرا ہے، درد میرا دیا ہوا ہے تو دوا بھی میں ہی لگاؤں گا۔"

اس کی نگاہوں کا پیار اور نرمی اس کے لب و لہجے میں بھی سمٹ آئی تھی۔

●●●●●

وہ آئی تو مریم پھپھو کی تیمارداری کے خیال سے تھی مگر ان سات دنوں میں انہوں نے اسے تگنی معنوں میں گھن چکر بنا کے رکھ دیا۔ صبح سے لے کر شام تک نہ صرف تگین کو کچن میں گھسائے رکھتیں بلکہ خود کسی سخت گیر میڈم کی طرح اس کے سر پہ سوار رہتیں۔

"میرا بچہ بہت خوش خوراک ہے ——— میں چاہتی ہوں کہ تمہیں اس کی پسند کی ہر ڈش بنانی آ جائے۔"

وہ معید سے متعلق کہتی تھیں۔ تگین کا حلق تک کڑوا ہونے لگا۔ جی چاہتا، ابلتے پانی میں چینی کی جگہ زہر بھر بھر کے جھونک دے۔

"اب اگلے چند ماہ تک آپ تگین کی شکل کو ترسیں گی ——— یہ نہیں آنے والی ادھر۔" عماد اس کی بات سے لطف اٹھا رہا تھا۔

"یقین جانیں عماد بھائی! میں دنیا کی وہ واحد لڑکی ہوں جس کی بیک وقت تین ساسیں ہیں۔ ایک ماما، ایک اپنی جان اور ایک پھپھو۔" تگین خود عاجز آ چکی تھی۔ مگر عماد مزے میں تھا۔ روزانہ ایک نیا ایک نئی ڈش کی پڑھائی ہو رہی تھی۔

"ویسے پھپھو! اب میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر معید کی وکالت ٹھپ بھی ہو گئی تو تم اسے ہوٹل کھولنے کا مشورہ دے سکتی ہو۔ ماما تو تمہیں پرفیکٹ کک بنا کے ہی واپس کریں گی۔ بڑی مشکل سے ان کے ہاتھ لگی ہو۔" عماد اس کی حالت پہ ہنسی دبائے سنجیدہ انداز میں کہہ رہا تھا۔

"آپ کو مجھ سے کیا ہمدردی ہونی ہے۔ آپ کی تو زبان کا چسکا پورا ہو رہا ہے۔" وہ جل کر بولی تو پھپھو نے اسے ڈانٹ دیا۔

"تعبیر اور جویریہ نے دل سے کچھ سیکھا تو۔ اپنے اچھے بندے کے لئے تو......" وہ یقیناً معید ہی کی بات کرنے والی تھیں جسے تگین نے قطع کرتے ہوئے زچ ہو کر کہا۔

"اتنے اچھے کے لئے تو کسی خاص سانچے میں ڈال کر کوئی لڑکی بناتے آپ لوگ۔ مجھے خواہ مخواہ ان ہلکے امتحانوں میں ڈال رکھا ہے۔"

"ہم کفایت شعار لوگ ہیں۔ تمہیں ہی ٹھوک بجا کر ٹھیک کر لیں گے۔" عماد نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا۔

"شٹ اپ عماد!" مریم پھپھو نے اسے خفیف سا گھور کر دیکھا تھا۔ پھر تگین کو ناصحانہ انداز میں سمجھانے لگیں۔

"تمہیں تو بہت خوش ہو کر اور دل سے یہ سب سیکھنا چاہئے۔ جب ہم کسی بہت پرفیکٹ انسان سے جڑتے ہیں تو ہمیں بھی اس کے معیار تک پہنچنے کے لئے تھوڑی سی محنت کرنا پڑتی ہے۔ اور جب معید حسن جیسا ہو پھر تو خود بخود ہر کام محنت کی بجائے محبت سے کرنے کو جی چاہتا ہے۔"

تگین کا دل برا ہونے لگا۔

جن نصیحتوں اور فضیحتوں کی وجہ سے وہ گھر سے بھاگی تھی، وہ یہاں بھی اس کی جان نہیں چھوڑ رہی تھیں۔

"لکی ہے معید۔" عماد نے حسرت بھری آہ بھری تھی۔

"تم بس اس کی قسمت پر رشک کرتے رہنا۔ اتنا نہیں کہ خود ہی کو کسی قابل بنا لو۔ تاکہ ہر لڑکی تمہاری نسبت کو اعزاز سمجھے۔"

مریم پھپھو اسے سمجھانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نکلنے نہیں دیتی تھیں۔ اب بھی اسے ڈانٹا تو وہ ہاتھ

اٹھا کر بے نیازی سے بولا۔

"میں صرف ایک ہی شادی کروں گا۔ ہر لڑکی سے نہیں۔"

"اگر کوئی لڑکی اس صدی میں مانی تو۔" وہ جل کر رہ گئیں۔

"اتنی ہی جلدی ہے آپ کو شادی کی تو کوئی لڑکی پسند کیوں نہیں کر لیتے عماد بھائی؟" ضحیٰ نے بھی معاملے میں دلچسپی لی تھی۔ یوں بھی وہ موضوع بدلنا چاہ رہی تھی۔ ہر جگہ سعید حسن کا حوالہ اب اسے چبھنے لگا تھا۔

"ایسے ہی تھوڑی پسند کر لوں گا لڑکی۔" وہ قدرے اترا کر بولا تھا۔ "میری پسند کی لڑکی میری ہی طرح الگ خصوصیات کی مالک ہوگی۔"

"تمہاری تو آج تک میں نے دُم یا سینگ نہیں دیکھے جو اس کے بھی ہوں گے۔" مریم پھپھو نے بے دلی سے کہا تو ضحیٰ کے ہنسنے پر وہ برا مان گیا۔

"دیکھ لیجئے گا، ابھی تو آپ میرا مذاق اڑا رہی ہیں، بعد میں جب میری پسند کی لڑکی آپ کے سامنے آئے گی تو آپ سعید سے زیادہ میری تعریف کریں گی۔"

"ہنہ ـــــ ستائیس سالوں میں تو ایسا موقع بھی دیا نہیں تم نے۔ اللہ رکھے باقی عمر بھی گزر ہی جائے گی۔" مریم پھپھو کو دل جلانے میں کمال حاصل تھا۔ یہ عماد کا ذاتی خیال تھا۔ اور دل بھی عماد کا ہو، ان کا ہر طنز بے مثال ہوتا تھا۔

"اگر میں ادھر رہنے کو نہ آئی ہوتی عماد بھائی! تو میں آپ سے بڑی امپریس تھی۔" ضحیٰ ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"یہ صرف 'بادِ مخالف' ہیں۔ مگر میں ان کی 'تندی' سے گھبرانے والا نہیں ہوں۔" وہ مریم پھپھو کی طرف اشارہ کرتا تفاخر سے کہہ رہا تھا۔

"یہ بھی تمہاری طرح صرف باتوں ہی کا کھاتا ہے۔" اب کی بار مریم پھپھو ان دونوں ہی کو رگید گئی تھیں۔

ضحیٰ تڑپ کر رہ گئی۔

"یہ اچھی رہی۔ مجھے بھی نکموں کی لائن میں لگا دیا۔ سات دنوں سے مسلسل مرغ کا مختلف طریقوں سے "تیا پانچا" کرنے میں لگی ہوئی ہوں، صرف آپ کی خوشی کے لئے۔ اور یہ بریانی اب تو خواب میں بھی ہاتھ چلاؤں تو اتنی ہی اچھی بن جائے۔ مگر آپ بھی ابا ہی کی طرح دل توڑنے میں ماہر ہیں۔"

"بالکل صحیح پہچانا تم نے انہیں۔ مگر یہ ابھی جو تم نے مجھے "نکمے لائق" لگایا ہے نا، اس کا بہت صدمہ ہے مجھے۔" عماد متاسفانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔

جبکہ مریم پھپھو اس کی شکایت پر بے ساختہ مسکرا دی تھیں۔ پھر بڑی محبت سے کہنے لگیں۔

"میری جان! یہ نکمی تو نہیں لائق ہیں۔ لڑکیوں کو گھرداری میں پرفیکٹ ہونا چاہئے۔ بلکہ ہر اس کام میں جو لڑکیوں کی مثبت ذہنی و خانگی تعمیر و تکمیل کا باعث ہو۔ اور لڑکی کو بار بار غور کرا کے اپنے میکے والوں نا

طرف نہ دیکھنا پڑے۔"

"اور بیٹے کو پھٹکارنے میں کون سی حکمت عملی چھپی ہے ذرا وہ بھی بتا دیں؟" عماد نے ناراضگی سے پوچھا تو وہ گہری سانس بھر کے بولیں۔

"یہ کہ میں تمہیں انسان بنانا چاہتی ہوں۔"

"چہ ـــــ چہ ـــــ" ضحیٰ کو اس کی عزت افزائی پر ہنسی آئی تھی۔

"میں تو ڈرتی ہی رہتی ہوں، کسی دن جانے کیسی لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر آ جائے گا کہ ان سے ملئے یہ بہو ہیں۔" وہ ضحیٰ سے کہتی درحقیقت عماد کو سنا رہی تھیں۔

"دیکھا، اوپر اوپر سے کتنی براڈ مائنڈڈ بنتی ہیں۔ مگر جہاں بیٹے کی شادی کا مسئلہ آیا فوراً اپنی پسند کی بہو کی رٹ لگا دیتی ہیں۔" عماد نے فوراً کہا تھا۔ پھر جتانے والے انداز میں بولا۔

"مگر امی حضور! شاید آپ یہ حقیقت بھول رہی ہیں کہ اسے گزارہ میرے ساتھ کرنا ہے، نہ کہ آپ کے ساتھ۔"

"شوہر کے ساتھ تو لڑکیاں گزارہ کر ہی لیتی ہیں، ساسوں کے ساتھ نہیں کرتیں۔ میں تو ایسی بہو لاؤں گی جو میری خدمت کرے۔ آخر میں نے بھی تو اس کے شوہر کی اتنے سال خدمت کی ہے۔" وہ مسکراہٹ دبا کر کہہ رہی تھیں۔

"تو کوئی نرس لے آئیں نا۔" وہ واضح طور پر جل کر بولا تھا اور اس کی جلن کو بڑھاوا ضحیٰ نے دیا۔

"اور دھوبن، باورچن اور مالن کہاں سے آئے گی؟"

"یہ تو میری چار شادیاں کروا کے ہی رہیں گی۔" عماد کو پورا یقین تھا۔

"فکر مت کرو میری جان! اچھی بیوی وہی ہوتی ہے جس میں یہ ساری خصوصیات ہوں۔ شادی کا مطلب صرف جذباتی ہی نہیں، ذہنی اور گھریلو سکون بھی ہوتا ہے۔ اب شوہر کو کھانا ہوٹل سے لانا ہو، کپڑے دھوبی سے دھلوا کر پریس کرانے ہوں تو اس بے چارے کا سکون تو غارت ہوگا نا۔" انہوں نے مان سے کہا تو وہ ان کی بات سن کر ضحیٰ کو ڈرانے والے انداز میں بولا۔

"مطلب یہ ہے تم بھی ان تمام عہدوں پر فائز ہونے والی ہو۔"

مریم پھپھو کچن میں گئیں تو ضحیٰ نے تمسخر سے کہا۔

"یہ تو وقت ہی بتائے گا کہ کون کس عہدے پر فائز ہونے والا ہے۔"

"اوہ ـــــ" عماد جیسے اس کی بے وقوفی پر ہنسا تھا۔ "سعید حسن جیسے بندے کچن میں گھس کر بیوی کے لئے چائے نہیں بنایا کرتے بے وقوف! ان کی خاطر تو ہر کوئی خود ہی بھاگ بھاگ کر کام کرتا ہے۔"

"مگر میں ہر کوئی نہیں، ضحیٰ میر ہوں۔" وہ اطمینان سے کہتی برتن سمیٹنے لگی۔

"سعید کی قسمت۔" وہ شرارت سے آہ بھر کر پانی پینے لگا۔ اس کا مطلب جان کر ضحیٰ پہلے تو اسے گھورتی رہی، پھر اپنے گلاس میں بچا پانی عماد پر اچھال دیا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھا تھا۔

"یہ آپ کو بتانے کے لئے کہ میں کسی سے ڈرتی نہیں ہوں۔" اطمینان سے کہا تو وہ عجب سے اپنی

یہ کس کی آہٹ ہے دل میں
دھڑکن جیسے ٹوٹ رہی ہے
مدت کی گم صم خاموشی
رفتہ رفتہ ٹوٹ رہی ہے
ہاتھ سے میرے چھوٹ رہی ہے

وہ بے تکی کے جھگڑوں کی زد میں تھی۔ دل کی دھڑکنیں اس قدر بے ترتیب ہوئیں کہ اسے ان کے تھمنے کا یقین ہونے لگا۔

"السلام علیکم ــــــ!" اسی وقت معید نے کچن میں جھانکتے ہوئے مریم پھپھو کو سلام کیا تو عماد ہنستا ہوا اس کی طرف پلٹ گیا۔

"کیا یار! دوست تو ٹھیک کر بیٹھ جاتے۔ اتنی مزے کی سچویشن بن رہی تھی۔ یہ ذرا شکل دیکھو حنی صاحبہ کی وجہ کسی سے نہیں ڈرتی۔"

وہ معید کو ساری بات بتاتے ہوئے اب حنی کا مذاق اڑا رہا تھا۔ معید کی اس کی جانب اٹھنے والی نظر بے ساختہ تھی۔ اس کے چہرے پر پھیلی آسی دھڑاس کی کیفیت اور پھیکے پن نے معید کو معاملے کی تہہ تک ذرا پہنچا دیا تھا مگر اس سے اگلے لمحے ان سب کو شاک کر گیا۔ وہ منہ پر ہاتھ رکھے اپنی سسکیاں روکتی تیزی سے کچن سے نکل گئی تھی۔

"حنی! ــــــ حنی! سنو تو ــــــ" مریم پھپھو اس کے پیچھے بھاگی تھیں۔

"اسے کیا ہوا؟" عماد متحیر تھا۔

"خوامخواہ پریشان کیا ہے تم نے اسے۔" معید نے گہری سانس بھرتے ہوئے کہا تو وہ اکھڑ کر بولا۔

"مذاق کر رہا تھا یار! میں نے سوچا کہ جب اصلیت پتہ چلے گی کہ باہر تم تھے تو وہ بھی انجوائے کرے گی۔ مگر اس کا رد عمل بہت غیر متوقع ہے۔"

"چھوڑو، ویسے بھی اسے چھوٹی چھوٹی باتوں پر جذباتی ہونے کی عادت ہے۔" عماد کو پشیمان دیکھ کر معید نے بے پروائی اختیار کرتے ہوئے کہا تھا۔

"پھر بھی یار معید! میں اسے رلانا نہیں چاہتا تھا۔" عماد بے چارہ اپنی صفائی پیش کر رہا تھا۔ ناب گھما کر برنر آف کرتے ہوئے معید نے اسے باہر چلنے کا اشارہ کیا تھا۔

نشست پر بیٹھتے ہوئے متاسفانہ انداز میں بولا۔

"اب تو مجھے صحیح معنوں میں اپنے جگری یار سے ہمدردی ہو گئی ہے۔ اسے معلوم ہی نہیں کہ اس کے کتنے برے دن آنے والے ہیں۔"

اس کے الفاظ نے حنی کو تلملانے پر مجبور کر دیا۔ مگر مریم پھپھو کے آ جانے کی وجہ سے وہ اسے جواب نہیں دے پائی تھی۔

"بس، بیٹھا کر فضول باتیں کروا لو اس سے جتنی مرضی۔" وہ عماد کی آخری بات سن چکی تھیں۔

حنی اسے منہ چڑاتی برتن ٹرے میں رکھ کے کچن کی طرف بڑھ گئی۔

اسی وقت ڈور بیل بجنے کی آواز آئی تو عماد فوراً اٹھ گیا۔

"اب اتنی رات کو نکل نہ جانا کسی کے ساتھ۔" مریم پھپھو نے تنبیہی انداز میں کہا تھا۔

"واہ بھئی عماد نہ ہوا کوئی جوان جہان لڑکی ہو گئی جو نکل جائے گی۔" وہ ہنستا ہوا باہر نکل گیا تھا۔

وہ بھی مسکراتی ہوئی حنی کے پاس چلی آئیں جو چائے بنا رہی تھی۔

اگلے چند منٹوں کے بعد عماد کچن میں آیا تو غیر معمولی طور پر سنجیدہ تھا۔

"آ گئے ہوں گے دوست بلانے۔" مریم پھپھو نے کہا تو وہ نفی میں سر ہلا کر حنی کو دیکھنے لگا جو اب ان کی طرف پلٹ کر کیبنٹ سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔

"پھر کون ہے اس وقت؟" وہ حیران سی پوچھ رہی تھیں۔

"کوئی لڑکا ہے۔" وہ اب بھی حنی کو دیکھ رہا تھا۔ پھر آگے بولا تو اب تک بے پروا کھڑی حنی بری طرح چونک گئی۔

"وہ حنی سے ملنے آیا ہے۔"

"حنی سے؟ ــــــ کون ہے وہ؟" مریم پھپھو پریشان سی پہلے عماد کو اور پھر حنی کو دیکھنے لگیں۔

"مجھ سے؟ ــــــ مجھ سے بھلا کیوں ملنا چاہتا ہے وہ؟" وہ خود کنفیوزڈ سی ہو گئی۔

"اس کا کہنا ہے کہ وہ حنی کے لئے پرایا نہیں۔ اور یہ بھی کہ اس کا حنی کی زندگی میں بہت خاص مقام ہے۔ ڈھونڈتا ہوا آیا ہے اسے یہاں۔" عماد نے جیسے دھماکا کر دیا تھا۔

مریم پھپھو تو ساکت ہوئی ہی تھیں، حنی کو بھی یوں لگا جیسے اس کے وجود میں جان باقی نہ رہی ہو۔

"عمر کا بچہ!"

اس کا وجود ان بری طرح سے جلایا تھا ــــــ!

وہ صوفے میں دھنسی بیٹھی تھی مگر رو نہیں رہی تھی۔ معید نے دیکھا، اس کی پلکیں ابھی بھی نم تھیں۔ شاید جذباتیت کا دریا گزرنے میں بہت وقت نہیں لگا تھا۔ وہ مریم پھپھو کی تسلی کے لیے مسکرائی بھی تھی۔ بے رنگ اور بے کشش مسکراہٹ۔ معید نے لب بھینچ لیے۔

"پھر بھی مُنی! اتنی سی بات کا اثر لینے کی کیا ضرورت تھی؟" مریم پھپھو ابھی بھی مطمئن نہیں ہوئی تھیں۔

"پتہ نہیں کیوں پھپھو! میں ڈر گئی تھی۔" وہ نظریں جھکائے ہوئے تھی۔

"ہاں تم نے سوچا ہوگا کہ کوئی الف لیلوی جن تم سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے آ گیا ہے۔ یہ بھی شکر ہے کہ بے ہوش نہیں ہو گئیں۔ ٹھنڈے پانی کی جگہ میں اُبلتی چائے کے چھینٹے مارتا منہ پر۔" عماد نے دانت پیس کر کہا تھا۔

"آپ تو آج کی تاریخ میں مجھ سے بات بھی مت کریں۔ اتنے برے لگ رہے ہیں مجھے۔" وہ عماد سے مکمل خفا تھی۔

"یہ تو ہے ہی اُلٹے دماغ کا۔ میں تو خود پریشان ہو گئی تھی کہ جانے کون آ گیا جو اتنے دھڑلے سے مُنی کا نام لے رہا ہے۔" مریم پھپھو معید کو بتا رہی تھیں۔

"کامن سینس کی بات ہے والدہ محترمہ! اتنے دھڑلے سے اس کی زندگی میں خاص مقام رکھنے کا دعویٰ تو ایک ہی شخص کر سکتا ہے جس کے نام اس کے جملہ حقوق محفوظ ہو چکے ہیں۔" عماد نے ذومعنی سے کہا تو معید رسانیت بھرے لہجے میں بولا۔

"ہو سکتا ہے مُنی کو کسی اور کا خیال آیا ہو۔"

"اوہو، رقیب رو سیاہ؟" عماد نے بھنویں اُچکاتے ہوئے شرارت سے مُنی کی طرف دیکھا جو ایک بار پھر سے اہانت کا شکار ہوئی تھی۔ معید کا اشارہ سمجھنا اتنا مشکل تو نہ تھا اس کے لیے۔

"اچھا اب پھر سے تنگ مت کرو اسے۔" مریم پھپھو نے مُنی کا دل رکھنے کی خاطر پھر سے اسے ڈانٹا تھا۔

"تم سناؤ، آج ادھر کا راستہ کیسے بھول پڑے؟ یا پھر کوئی "کشش" تھی جو کشاں کشاں ادھر کھینچ لائی؟" عماد نے ریلیکس ہو کر بیٹھتے ہوئے معید سے پوچھا تو اس شرارت کا مقصد بھی مُنی ہی کو تنگ کرنا تھا۔

حسبِ توقع وہ اُٹھ کر کچن میں چلی گئی تھی۔ مریم پھپھو نے متاسفانہ نظروں سے اپنے سپوت کو دیکھا تھا۔ "اسے تم ہی کچھ سمجھاؤ معید! میں تو تنگ آ گئی ہوں اس کی غیر سنجیدگی سے۔ پتہ نہیں کب عقل آئے گی اسے۔" وہ جیسے عماد سے بالکل ہی مایوس ہو گئی تھیں۔ عماد نے ہنستے ہوئے اٹھ کر انہیں گلے سے لگا لیا تو ان کا غصہ بھاگتے دیر نہیں لگی تھی۔

"دیکھا، یہ بھی ڈیلنگ ہے اس کی۔" وہ مسکرا رہی تھیں۔ مگر اس بار ان کے لب و لہجے میں ممتا کا خصوصی پیار تھا۔ پھر وہ معید سے پوچھنے لگیں۔ "کھانا لگاؤں تمہارے لیے معید؟"

"نہیں آنٹی! کھانا تو میں کھا کے آیا ہوں۔ ماما کہہ رہی تھیں کہ آتی دفعہ مُنی کو گھر لے آؤں اس لیے آنا پڑا۔ کسی دوست کے ساتھ ڈنر تھا، نکلتے نکلتے دیر ہو گئی۔" اس نے تفصیل بتائی تھی۔

"ہاں تو وہ ---- جیسے اس لڑکی کے بغیر تو گھر چل ہی نہیں سکتا۔" مریم پھپھو کو اپنی ٹریٹنگ کے ادھورا رہ جانے کا غم ستانے لگا۔

"چل سکتا ہے آنٹی! بلکہ بہت اچھی طرح چل رہا ہے۔ مگر وہ کیا ہے کہ اس ملک کی طرح ہم اپنے گھر میں بھی تخریب کار عناصر کی موجودگی کے سبب عادی ہو گئے ہیں۔" وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا۔ مریم پھپھو اس کی شرارت پر ہنسنے لگیں۔ مگر چھوٹی ٹرے میں چائے کے تین مگ رکھ کر لاتی مُنی کو اس کی یہ بات بہت بری لگی تھی۔

"چہ ---- چہ ---- سن رہی ہو مُنی؟" عماد نے جلتی پر تیل چھڑکنے والی حرکت کی تھی۔

"میں نے کبھی فضول باتوں پر دھیان نہیں دیا۔" وہ اطمینان سے کہتی بیٹھ گئی تھی۔

"ڈیئر کزن! یہ وہ باتیں ہیں جو تمہیں ساری عمر سننی ہیں۔ دھیان بلکہ دل لگا کر۔"

"اتنے بے کار کاموں کے لیے نہیں رکھا اس دل کو۔ اور ویسے بھی آپ سے تو میں بات بھی نہیں کر رہی۔" اسے یاد آ گیا تھا، ابھی کچھ دیر پہلے وہ دانستگی ہی تھی اسے ماضی کے نوکیلے کانٹوں پر ننگے پاؤں چلنے پر مجبور کر گیا تھا ---- کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس چھوٹے سے مذاق نے کیسے اس کی تازہ زیر و زبر کر دی تھی۔ اس نے خود کو اس ڈگمگاہٹ سے کیسے سنبھالا تھا، یہ اس کا دل ہی جانتا تھا۔

"ہاں جی، اب آپ کے ساتھ باتیں کرنے والے جو آ گئے ہیں۔ ہماری گفتگو کس کھاتے میں لیں گی آپ۔" عماد کی آنکھیں شرارت سے جگمگا رہی تھیں۔

مُنی کی کنپٹیاں سلگ اٹھیں۔ مگر مریم پھپھو کی موجودگی کے باعث کوئی جلا بھنا جواب دینا بھی ممکن نہ تھا۔ وہ بھی نظر انداز کر کے پھپھو کو چائے دینے لگی۔

"تم نہیں پیو گی؟" انہوں نے چائے کے تین مگ دیکھتے ہوئے استفسار کیا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ اس کی چائے معید کے حصے میں چلی گئی تھی۔

"دیکھا، اسے کہتے ہیں شرافت۔" عماد نے سراہا تھا مگر اس کی شرارت ابھی بھی واضح تھی۔

"آج تم بھی رک جاؤ معید! صبح چلے جانا، ایسی بھی کیا جلدی ہے۔"

"ضرور رکتا آنٹی! مگر مجھے رات کو دیر تک کوئی نہ کوئی کیس فائل اسٹڈی کرنا ہوتی ہے اس لیے فی الحال تو معذرت۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"ویسے معید یار! یہ وکالت کا دھندہ تو سنا تھا "مندا" ہو گیا ہے۔ مگر تمہاری وکالت تو ایسے دوڑ رہی ہے جیسے نئی نویلی موٹر سائیکل۔ بہت پاپولر ہو گئے ہو اپنے پروفیشن میں۔" عماد اسے سراہ رہا تھا۔ اور واقعی اس بات میں ایک فیصد بھی جھوٹ نہیں تھا۔ معید کی قسمت کہیں یا اپنے پیشے سے مخلصی، وہ بہت کم مقدمہ ہارتا تھا۔ اور یہی وجہ ہے اس کی شہرت بہت جلد پھیل گئی تھی۔ اس کا انداز بیان اور اس کا مضبوط اور ذہین لب و لہجہ۔ اس کے دلائل بہت ٹھوس اور حقائق پر مبنی ہوتے تھے جن کی وجہ سے وہ مخالف وکیل کو خاصا ٹف ٹائم دیتا تھا۔

"خدا کا شکر ہے بس۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ میں نے کبھی پس پشت نہیں ڈالا جس کی وجہ سے خدا کا اتنا کرم ہے کہ میں چھوٹے سے چھوٹے نکتے کو بھی بڑی گہرائی سے کھوجتا اور پھر مقدمے کی تیاری کرتا

ہوں۔" وہ انکساری سے کہہ رہا تھا۔

"کسی بھی پروفیشن میں کامیابی کا گر یہی ہے بیٹا! کہ اس پروفیشن سے منسلک ہر چیز میں دلچسپی لی جائے۔ وقت کے ساتھ ساتھ حالات و واقعات اور ترجیحات میں جو تبدیلیاں آتی ہیں انہیں مدنظر رکھا جائے تبھی آپ اپنے کام میں نکھار لا کر ترقی کے زینے طے کرسکتے ہیں۔"

"مگر ہر کوئی ایسا نہیں کرتا۔ یہ ایک مشقت طلب کام ہے۔" عماد نے صاف گوئی سے کہا تو وہ مسکرا دیا۔

"ٹھہرا ہوا پانی ایک مخصوص مدت تک ہی صاف رہتا ہے، پھر اس کے بعد بدبو چھوڑنے لگتا ہے اور کسی کے لئے بھی قابل قبول نہیں رہتا۔ مثال کے طور پر میں ایک مقدمے کے دوران ایک بہت بڑے رائٹر سے ملا۔ موصوف ناول نگار ہیں۔ یونہی فرصت میں تھوڑی دیر کی نشست رہی تو میرے سوال کے جواب میں انہوں نے بتایا کہ وہ صرف لکھتے ہیں، پڑھتے کسی کو بھی نہیں۔ یعنی انہوں نے کبھی مطالعے کی غرض سے کسی کتاب کو نہیں چھوا۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟ ____ لکھنے کو آپ مطالعے سے الگ کیسے کرسکتے ہیں؟" عماد حیران ہوا تھا۔

"وہ اس لئے کہ ان کے خیال میں اگر وہ دوسرے رائٹرز کو پڑھیں گے تو ان سے ذہنی طور پر متاثر ہو کر ان کا انداز تحریر بھی متاثر ہو جائے گا۔ مگر وہ میری آدھے گھنٹے کی بحث کے بعد بھی یہ نکتہ سمجھنے کو تیار نہیں ہوئے کہ وہ جو سالوں پہلے ستر کی دہائی سے لکھتے چلے آ رہے ہیں، وہ ایک مخصوص طرز اختیار کر چکا ہے یعنی صرف کرداروں کو نام دے کر انہی ڈائیلاگز کے ساتھ وہ اسی پرانے سانچے میں ڈھال کر جو تحریر پیش کرتے ہیں اس میں کچھ بھی نیا نہیں ہوتا۔ پھر بھی مصر رہے تھے کہ اب پڑھنے والے کم ہو گئے ہیں۔" حمید نے تفصیل بتائی۔

"یہ تو ہماری فلم انڈسٹری والا حساب ہوا نا۔ عوام سے شکوہ کیا جاتا ہے کہ وہ سینما ہال میں فلم دیکھنے نہیں آتے۔ بندۂ خدا، جب سب ایک ہی لکیر کے فقیر بنے رہیں گے، اچھے کام میں کچھ جدت اور انوکھا پن نہیں لائیں گے تب تک کسی کی توجہ کیسے حاصل کریں گے۔" مریم پھپھو نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

"یہی نکتہ میں ان محترم کو سمجھانے کی کوشش کررہا تھا کہ جب تک وہ نیا ادب نہیں پڑھیں گے جو عوام میں پسندیدگی کی سند اختیار کر چکا ہے، انہیں کیسے پتہ چلے گا کہ پڑھنے والے ان سے کیا چاہتے ہیں۔ فقط مشاہدے اور تخیل سے کام نہیں چلتا، زندگی گزارنے کے لئے دنیا کی بھیڑ اور ہنگامے کا حصہ بننا پڑتا ہے۔" وہ کہہ رہا تھا۔

"پھر کیا کہتے وہ حضرت؟" عماد نے تجسس سے پوچھا تھا۔

"وہی مرغے کی ایک ٹانگ کہ ستر کی دہائی سے لے کر اسی کے آخر تک تو لوگ ان کے انداز تحریر پر مرتے تھے، انہیں سینکڑوں تعریفی خطوط موصول ہوتے تھے۔ ان کے خیال میں وہ تو اب بھی وہی چوکھا رہے ہیں، بس پڑھنے والے ہی نہیں رہے۔ ایک بار بھی انہوں نے میرا مطمع نظر سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ پڑھتے پڑھتے کوئی ایک جملہ یا ایک لفظ بے ساختہ ہی ذاتی جمود کو ختم کر کے

ی روشنی سی پھیلا دیتا ہے۔ اس سے یہ مراد لینا کہ ہم کسی سے متاثر ہو گئے ہیں، بالکل غلط ہے۔ بلکہ یہ چراغ سے چراغ جلنے کا عمل ہے۔ ذہنی وسعت میں اضافہ کرنے کا عمل ہے بلکہ ہمیشہ لوگوں کے دلوں میں رہنے کا گر ہے۔ خود کو کچھ خاص اور انوکھا، سب سے الگ بنائے رکھنا، اپنے پروفیشن میں نئی نئی جہت اپنانا آپ کو کامیابی کے اونچے زینے پر لے جاتا ہے۔ مگر وہ جناب اپنے دور میں زندہ ہیں اور موجودہ دور کے نوجوانوں سے خائف۔" وہ مضحکانہ انداز میں بتا رہا تھا۔

"وہ وکیل ہی کیا جو ایک چھوٹے سے مقدمے کو اپنے حق میں نہ کر سکے۔" تحی نے استہزائیہ انداز میں کہا تو چائے کا خالی مگ ٹرے میں رکھتا وہ چونک گیا۔ پھر اس کے ہونٹوں کی تراش میں ہلکی سی مسکراہٹ ابھر آئی۔

"خیر، اب اتنا آسان مقدمہ بھی نہیں تھا۔ پتھر میں سوراخ کرنے کے لئے اس پر قطرہ قطرہ پانی کا رستے رہنا شرط ہے۔"

وہ "ہونہہ" کہہ کر نظریں پھیر گئی تھی۔

●●●●●

اس کی رنگت بالکل زرد پڑ گئی۔ مارے خوف کے پورا وجود سنسنا سا گیا۔ اسے لگ رہا تھا جیسے اس نے انتہائی رد عمل کے طور پر وہ قتل اور کچھ بھی کر سکتا ہے۔ کچھ بھی انتہائی اقدام۔ وہ تڑپ کر پیچھے ہٹی لیکن اس کا اس کی طرف بڑھا ہاتھ ہوا ہی میں معلق رہ گیا۔ اس کے تاثرات یکلخت ہی بدلے تھے۔ استہزاء سے دیکھتا وہ صبا کو تحیر میں مبتلا کرنے لگا۔ مگر دہشت کی گرفت ابھی بھی نہیں چھوٹی تھی۔

"یہ ہوتا ہے تماشا۔" وہ تلخی سے کہہ رہا تھا۔ "لمحوں میں، میں آپ کو دو کوڑی کا کر دوں۔ کوئی مجھے کچھ کہہ بھی نہیں سکتا۔ شوہر ہوں، استحقاق رکھتا ہوں، جیسے جی چاہے "وصولی" کروں۔ دنیا کی کسی بھی عدالت میں کوئی مقدمہ نہیں چلے گا۔"

صبا کا چہرہ جیسے شعلوں کی زد میں آ کر جلنے لگا۔

بچی تو نہیں تھی کہ اس کے لہجے اور ان کہے لفظوں کی گہرائی کو نہ جانچ پاتی۔ وہ اب بھی اسی سرد اور تلخ لہجے میں کہہ رہا تھا۔ "مگر میں اپنی سطح سے نیچے آنا گوارا نہیں کرتا۔ کم از کم جاگتی ہوش و حواس تو نہیں۔"

صبا کے وجود کو کسی نے پھر سے سر سے عضو عضو توڑنا شروع کر دیا تھا۔

"میری توجہ حاصل کرنے کا آپ کا یہ طریقہ بہت بھونڈا اور پرانا ہے۔ کوئی ناز و ادا دکھاتیں یا دلربا روپ اپنایا ہوتا تو شاید......" وہ رفتہ رفتہ معتدل ہو رہا تھا اور صبا ساکت۔

"آپ کی بیوی ہوں میں۔ کوئی......" بے حد بھڑک کر کہتے ہوئے وہ دانتوں پر دانت جما گئی تھی۔

"تو پھر اپنی حد میں رہئے محترمہ" وہ انگشت شہادت اٹھا کر تنبیہی انداز میں بولا تو صبا کا روم روم جلنے لگا۔

"میں اپنی حد ہی میں ہوں۔ یہ وہی حدود ہیں جو آپ نے اول روز سے میرے لئے متعین کر رکھی ہیں۔ تب تو آپ نے بہت دھڑلے سے کہا تھا کہ میں جس کو چاہے، جو بھی بتاتی رہوں، آپ کو کوئی فرق

تمہیں پتا تو اب کیوں فرق پڑنے لگا ہے؟ —— اب بھی مکر جاتے ہو الزام سے۔" اس کے لہجے میں شعلوں کی سی تپش اتر آئی تھی۔ ممکن ہی نہ تھا کہ مقابل نہ جھلسے۔

"آپ کسی سے کچھ بھی کہیں۔ چاہیں تو پورے شہر میں پوسٹرز لگا دیں مگر میری ماں سے آپ ایک لفظ بھی نہیں کہیں گی۔" وہ بھی شعلہ بار لہجے میں بولا تھا۔

مگر اس کے آگ برساتے ہونٹ اور آنکھیں صبا کو ذرا بھی نہیں ڈرا رہی تھیں۔ وہ نادانستگی ہی میں اپنی کمزوری اس کے ہاتھ دے گیا تھا۔

"بہت خوب —— اسے کہتے ہیں بے پر کی آزادی۔" اس کے لب و لہجے میں استہزاء تھا۔

وہ چڑ کر بولا۔

"بہت شوق ہے آپ کو آزادی حاصل کرنے کا؟"

صبا کے دل پر بڑے زور کی چوٹ پڑی تھی۔ تاہم بظاہر بڑے تحمل انداز میں بولی۔ "جس دن آپ کے دل سے اپنی بہن کا گھر بسا رہنے کی آرزو ختم ہو، اسی روز مجھے آزاد کر دیجیے گا۔"

نوفل نے پہلے چونک کر اسے دیکھا تھا، پھر ایک دم زور سے ہنس دیا اور یونہی ہنستے ہنستے پیچھے صوفے میں دھنس گیا۔

"مائی گاڈنیس۔ اب آپ مجھے بلیک میل کریں گی۔ یعنی کہ میرے ہی داؤ مجھ پر آزمائیں گی؟" اس کے انداز نے صبا کو ہتک کا احساس دلایا تھا۔

"میں نہ تو اخلاقیات سے عاری ہوں اور نہ ہی احساسات سے۔ مجھے یہ سب کرنا ہوتا تو میں اتنے دن اس جبری ماحول میں نہ گزارتی۔ الحمدللہ میرے پیچھے بھی میری چاہت رکھنے والے اور میری ذرا سی تکلیف پر تڑپ اٹھنے والے لوگ ہیں۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ میری ذہنی سطح آپ کے لیول کی نہیں ہے۔"

"ایسا مت کہیں —— ہر انسان کو اپنے متعلق دعویٰ پارسائی زیب نہیں دیتا۔ میں آپ کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔" اس کا انداز صبا کو بہت عجیب سا لگا تھا۔

کچھ شگفتہ، کچھ بے کل سا۔ اور اس کی آنکھیں اس قدر شفاف اور ساحر کہ ہر تاثر کو نکھار کے رکھ دیتی تھیں۔ کبھی تو اس کے لب و لہجے سے میل نہیں کھاتی تھیں۔

اب بھی ان آنکھوں کے رنگ اس کے لب و لہجے سے بہت جدا تھے۔ تبھی اس کے انداز میں تندی کی بجائے دھیما پن آ گیا تھا۔

"صرف اپنے بارے ہی نہیں، بلکہ کسی اور کے بارے میں بھی اتنے "اٹل" دعوے نہیں کرنے چاہئیں۔ بعض اوقات صرف پچھتاوے ہی ہاتھ آتے ہیں۔ آپ اگر مجھے جانتے ہوتے تو آپ کو اپنی سطح سے اتنا نیچے نہیں آنا پڑتا جتنا کہ آپ آ چکے ہیں۔"

وہ آزردگی سے کہتی ختم سی کر گئی تھی۔ پھر قدرے توقف کے بعد بولی تو آواز میں شکستگی گھلی ہوئی تھی۔

"ذرا سے "کھیل" کے لیے آپ نے دو تین زندگیاں داؤ پر لگا دیں۔"

"جو کر گزرتے ہیں وہ زندگیوں کی پروا نہیں کرتے۔" وہ بے نیازی سے کہتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"مگر جو جذبات و احساسات اور کسی کا درد رکھتے ہوں وہ خود سے وابستہ ہر زندگی کو اپنی زندگی تصور کرتے ہیں۔"

"میں نہ آپ کو "اپنی" تصور کرتا ہوں اور نہ ہی "زندگی"۔" وہ بے حد سرد لہجے میں کہتا اپنی جگہ پر واپس گیا تھا۔ صبا کے پاس کہنے کو کچھ نہیں بچا تھا۔ سو اندر ہی اندر سلگتی رہی۔

●●●●●

"تم اس قدر خبیث ہو گی! میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔" وہ دکھ سے کہہ رہی تھی۔

"یہ تو بہت پرانی خبر ہے، کچھ نئی بات کرو۔" وہ پڈنگ کا باؤل اور چمچ سنبھالتا ہی اس کے سامنے بیڈ میں دھنس گیا تو ہونٹوں پر شریر سی مسکراہٹ تھی۔

"یہ تو میرے لیے بھی بہت پرانی۔ مگر ہر بار تمہاری حرکتیں سامنے آنے پر نئے سرے سے دکھ ہوتا ہے۔"

"کیا میں یہ سمجھوں کہ تم جیلس ہو رہی ہو؟" وہ پڈنگ کا چمچ بھر کے منہ کی طرف لے جاتا رک کر پوچھا تھا۔

"میں صرف تمہاری حرکتوں سے جلتی ہوں۔" حمرہ نے فی الفور اس کی غلط فہمی کو درست کیا تھا۔ پھر پھاڑنے والے انداز میں بولی۔ "تم مجھے کالج پک اینڈ ڈراپ کرنے جاتے ہو یا فیشن شو دیکھنے؟"

"میں معصوم تو اپنی ڈیوٹی ہی نبھاتا ہوں۔ اب تم لڑکیاں خود ہی ایک سے بڑھ کے ایک فیشن کر کے آؤ تو کیا ہم معصوم دیکھیں بھی نا؟"

"کیا مسئلہ درپیش ہے ہمارے مستقبل کے معماروں کو؟" تمکین مسکراتی ہوئی چلی آئی تھی۔

"مجھے مسئلہ درپیش ہے اور اس مسئلے کا نام ہے جہان میر۔" حمرہ نے شکایتی انداز اپنایا تو وہ ہنس کر تمکین سے کہنے لگا۔

"دیکھیں بھابی ماں! اب لڑکیوں نے مجھے اپنا مسئلہ بنانا شروع کر دیا ہے۔ پھر کہتی ہیں کہ ایسی نہیں ہے۔"

"جی نہیں —— ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" حمرہ کی زبان پھسلی تو وہ فوراً بولا۔

"دیکھا —— میں نے کہا تھا نا۔"

"بھئی ایک ایک کر کے بولو، ہوا کیا ہے؟" تمکین نے مسکراہٹ دباتے ہوئے مقدمے کی کارروائی چاہی تھی۔

"دیکھیں نا بھابی! اب میری مجبوری ہے اس کے ساتھ کالج جانا اور آنا۔ مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں وہاں کھڑا لڑکیوں کو تاڑتا رہے۔" حمرہ اس کی تائید چاہ رہی تھی۔

تمکین نے گھور کر وضاحت طلب نظروں سے جہان کو دیکھا تو وہ خالی باؤل میز پر رکھنے کے بعد شانے سے بولا۔ "اب کوئی بھی ڈیوٹی "بلا معاوضہ" تو ادا نہیں کی جا سکتی نا۔"

"پہلے کالج کی لڑکیاں چلی جاتی ہیں، تب یہ مجھے باہر آنے کا اشارہ کرتا ہے جب تک کہ ساری

لڑکیوں کو دیکھتی نہیں لیتا۔"

"شٹ اپ ـــــ وہ تو میں بھیڑ کے خیال سے کہتا ہوں۔" وہ آرام سے بولا مگر آنکھوں کی شرارت چلا چلا کر اور ہی کہانی بیان کر رہی تھی۔

حمرہ ذکی لہجے میں مزید بتانے لگی۔

"اور آج ایک دوست نے مجھ سے فون نمبر مانگا تو اس نے فوراً اپنا موبائل نمبر دے نوٹ کروا دیا مجھے اتنا برا لگا۔"

"اچھا، میرا نمبر دینا تمہیں برا لگا؟ اور اس نے تو برا نوٹ کر لیا، وہ برا نہیں لگا؟" وجدان چونک کر بولا تھا۔

"وہ ایسی ہی تیز طرار لڑکی ہے۔ تم دیکھنا وہ تمہیں ضرور فون کرے گی۔" حمرہ نے جتنی بے زاری سے انداز میں کہا تو وہ ناگواری سے بولا۔

"تو ایسی دوستیں رکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے تمہیں؟"

"وہ میری دوست نہیں ہے۔"

"مگر ابھی تو تم نے کہا کہ وہ تمہاری دوست ہے۔"

"کلاس فیلوز بھی دوستوں ہی میں شمار ہوتی ہیں۔"

"ہر کوئی نہیں ہوتی، اتنی فضول لڑکی سے دوستی کرنے کی تمہیں ضرورت ہی کیا تھی؟" وہ جرح کر رہا تھا۔ حمرہ زچ ہو گئی۔

"اوہو ـــــ غلطی سے میری دوست کہہ دیا۔ اگر وہ میری دوست ہوتی تو اس کے پاس پہلے سے میرا فون نمبر ہوتا۔"

"ہاں ـــــ یہ تو ہے۔" وہ فوراً مان گیا۔

اس کے انداز پر حمرہ کو جی بھر کے غصہ آیا۔ اتنی بحث کے بعد خود کیسے منٹوں میں ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔ اسے تپا کے رکھ دیا تھا۔ تبھی تگین سے بولی جو اس "ڈرامے" سے محظوظ ہو رہی تھی۔

"اب اس سے پوچھیں کہ اسے اپنا نمبر اس لڑکی کو دینے کی کیا ضرورت تھی؟"

"ہاں بھئی۔ کیوں دیا تم نے اسے اپنا نمبر؟" تگین نے مصنوعی سنجیدگی و رعب کا مظاہرہ کیا تھا۔

"اُف بھابی ماں! وہ کوئی لڑکی ہے؟" وہ جیسے پھر سے یاد کر کے بھڑک اٹھا تھا۔ "آپا ـــــ نے تو صرف اسے اپنا موبائل نمبر دیا ہے، اگر وہ نس بھائی ہوتے تو اپنا موبائل سیٹ اسے تھما آتے۔" وہ پھر کے بولا تو حمرہ سے اس کی بات سنتی تگین بھڑک اٹھی۔

"جی نہیں ـــــ وہ ایسے نہیں ہیں۔"

"میں نے کب کہا کہ وہ "ایسے" ہیں۔ میں کہہ رہا تھا اگر وہ ہوتے تو۔" وہ فوراً بات پلٹ گیا تھا۔

"دیکھا آپ نے۔ میری دوستوں کے سامنے بھی یہ ایسے ہی تماشا لگاتا ہے۔" حمرہ کے ہاتھ سے شکایت کا موقع لگا تھا۔

"تم یہ بتاؤ کہ تم نے اس کی فرینڈ کو اپنا موبائل نمبر کیوں دیا ہے؟" تگین نے ڈپٹ کر پوچھا تو وہ بین انداز میں بولا۔

"اس نے مجھ سے خود کہا تھا، اپنا فون نمبر تو لکھوا دو۔ میں نے کہا فون نمبر تو نہیں اپنا موبائل نمبر دے جا رہا ہوں تو اس پر مجھ سے بات کر سکتی ہیں۔ وہ مسکرا کے بولی لکھوا دیں۔ میں نے لکھوا دیا۔"

"وہ تم سے نہیں، مجھ سے فون نمبر مانگ رہی تھی۔ تبھی ہم دونوں کے بیچ آ کھڑے ہوئے تھے۔ یوں بکر رہے تھے جیسے میری نہیں، تمہاری سہیلی ہو۔" حمرہ نے احتجاج کیا تھا۔

"بہت بری بات ہے وجدان!" تگین مسکرا رہی تھی۔ وہ بھی ہنسنے لگا۔

"شکر ہے پُرلطف۔"

"آپ بھی اس کے ساتھ مل گئی ہیں۔ ذرا بھی نہیں ڈانٹ رہیں۔ میری باقی فرینڈز کیا سوچ رہی ہوں گی، حمرہ کا کزن اتنا لفنگا ہے۔" وہ اب ناراض ہونے لگی تھی۔ تگین نے پیار سے اسے ساتھ لگا لیا۔

"میں تو بس اس کی شرارت کو انجوائے کر رہی تھی۔"

"یہ ایک نمبر کا چھوٹا ہے۔" وہ ناراضگی سے کہتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"خدا کے فضل سے ہم نے کبھی دو نمبر کام کیا ہی نہیں۔" وجدان نے بڑی انکساری کا مظاہرہ کیا تھا۔ وہ پیر پٹختی ہوئی چلی گئی۔

"مگر مجھے لگتا ہے کہ میرا کام تم نے دو نمبر ہی کیا ہے۔" اب تگین نے اسے آڑے ہاتھوں لیا تو وہ حیرت سے بولا۔

"کون سا کام؟"

"وہی وظیفے والا۔ اللہ کے نام کا ورد کرنا تو اس قدر آسان ہے کہ میں منٹوں میں کر لیتی ہوں، اگر تم "مجھے" کی بیچ نہ لگاتے۔ نہ چاہتے ہوئے بھی ادھر دھیان چلا جاتا ہے۔" وہ بے چارگی سے کہہ رہی تھی۔ وجدان کے لئے اپنی مسکراہٹ دبانا مشکل ہونے لگا۔

"یہی تو خاص بات ہے اس وظیفے کی۔ پورے دھیان اور گیان کی ضرورت پڑتی ہے، تب کہیں جا کر نتائج حاصل ہوتے ہیں۔ ذرا دھیان بھٹکا نہیں اور "مجھے" سے ٹکرائے نہیں۔"

"تو تم مجھے صرف ورد کرنے کا بتا دیتے، مجھے کا ذکر نہ کرتے۔ پھر کیا مجال تھی جو میرا ذہن بھی ادھر بھٹکتا۔" تگین چڑ گئی تھی۔ وہ ہنستا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"اتنا آسان تھوڑی ہے اکھڑ شوہر کو قابو کرنا۔ ہر فانی شے سے بچ بچا کے صرف خدا سے لو لگا کر ہی مراد پوری ہو سکتی ہے۔ کوشش کرتی رہیے، ان شاء اللہ تعالیٰ کامیاب ہو جائیں گی۔"

وہ گہری سانس بھر کے رہ گئی۔

اسی وقت تائی جان کے ہمراہ مریم پھپھو اندر داخل ہوئی تھیں۔

"السلام علیکم پھپھو!" تگین آگے بڑھ کے ان کے گلے لگی تھی۔ "کیسی ہیں آپ؟"

"الحمدللہ ـــــ مگر بی بی تم تو اپنے بے مروت شوہر سے کہو، ہمارے گھر آ کے بھی پوچھ لیا

کرے۔" انھوں نے اپنے مخصوص، شگفتہ انداز میں شکوہ کیا تھا۔ تمکین مسکراتی ہوئی ان کے لیے ناشتے کا بندوبست کرنے چلی گئی۔ واپس لاؤنج میں آئی تو چچی جان کو بھی وہیں محو گفتگو پایا۔ اس نے ان دونوں خواتین کی کیک سے تواضع کی تھی۔

"ابھی میں تو بازاروں کے چکر کاٹنے سے سخت عاجز ہوں مریم! خدا نے اب بہو دی ہے تو ذمہ داری بھی اسی کو نبھانی ہے۔ اسی کو ساتھ لے کر ساری شاپنگ کروا لو۔ سعید کی بھی اور منی کی بھی۔" چچی جان نے اپنے سادہ سے انداز میں تمکین کو مان دیا تھا۔

"کیوں نہیں امی جان! میں تو خود سوچ رہی تھی کہ دن تھوڑے سے ہیں، اب شادی کی تیاریاں شروع ہو جانی چاہئیں۔"

"ہاں تو پھر پروگرام مکمل بنا لو شاپنگ کا۔" مریم پھپھو تو ہمہ وقت تیار رہتی تھیں، اب بھی مسکرا کر بولیں تو تمکین کو یاد آ گیا۔

"ابھی آپ کو میرے ساتھ جانا ہے ڈاکٹر کے پاس، میری رپورٹ لینے۔"

"ارے ہاں، بھابی بتا رہی تھیں۔ خدا کرے کچھ خوش خبری کا سلسلہ ہو۔" ان کے پُرمسرت انداز نے تمکین کو بے طرح خجل کیا تھا۔ چہرے سے یکدم ہی جیسے شفق پھوٹ پڑی۔

"میں کپڑے تبدیل کر کے آتی ہوں۔ پھر نکلتے ہیں۔" وہ فوراً ہی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

حسب توقع اس کی رپورٹس پازیٹو تھیں۔ مریم پھپھو نے اسے مبارک دی تو وہ عجیب سی خوشی اور خوف کا بیک وقت شکار ہوتی ان کے گلے لگ کے رونے لگی۔ مریم پھپھو اس افتاد سے پریشان اٹھیں، تب ڈاکٹر زارا مجاہد نے اسے مشفقانہ انداز میں سمجھایا تھا۔

"پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ پہلی بار ماں بننے کی خوشی پر خوف کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے۔ مگر جوں جوں اس ننھی سی جان کی سانسیں اور دھڑکنیں بڑھیں گی، اس سے محبت بھی بڑھ کر عقیدت کا روپ اختیار کر لے گی۔ آپ کو تو خوش ہونا چاہیے کہ خدا نے اتنی جلدی آپ کا دامن اس خوشی سے بھر دیا ہے۔"

"انس کو بتایا ہے تم نے؟" واپسی پر مریم پھپھو نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"اب بتانا اس کو۔ بہت خوش ہو گا۔" وہ مسکرا کر بولیں تو وہ جھینپ گئی۔

"میں نہیں بتاؤں گی پھپھو! مجھے شرم آتی ہے۔"

"تو چلو، ہم مبارک باد دے لیں گے اسے باپ بننے کی۔" وہ شرارتی انداز میں بولیں۔ پھر اس کا سرخ پڑتا چہرہ دیکھ کر ہنس دیں۔

تائی جان نے یہ خوش خبری سنتے ہی اس کی پیشانی چوم کر گلے سے لگا لیا۔

"خدا کا شکر ہے، اس نے میرے بیٹے پر اپنی رحمت کی ہے۔"

"خدا بری نظر سے بچائے آپا! سب سے پہلے کچھ صدقہ خیرات کیجیے گا۔" چچی جان نے یاد دہانی کرائی تھی۔

"اب ڈاکٹر کی ساری ہدایات پر سختی سے عمل کرنا۔ خبردار جو اپنی صحت کی طرف سے کوئی غفلت برتی تو۔"

تمکین کا خوف کہیں دور ہونے لگا تھا۔ پھر اس خوف پر خوشی کا بے پناہ احساس غالب آنے لگا۔ اس بے پایانی، اسے لگا جیسے وہ دنیا سے انوکھا کام کرنے جا رہی ہو۔ اب اسے صرف انس کا [illegible] تھا۔

"اُف ـــــ گیا ـــــ" منی کو پتہ چلا تو وہ دندناتی ہوئی اس کے کمرے میں چلی آئی اور آتے ہی چٹاخ چٹاخ چوم ڈالا۔

"منی ـــــ" کھلکھل کرتی ہنسی اس کے اندر سے امڈی تھی۔

"اتنی بڑی خوش خبری لے کر یوں چھپی بیٹھی ہو۔"

"تو کیا کروں، ٹی وی پہ ایڈ دے دوں؟" وہ شرارت سے پوچھ رہی تھی۔

"اس سے کم بھی کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ آخر کو بادولت کے بھتیجا بھتیجی اس دنیا میں آ رہے ہیں۔" اس نے فرضی کالر کھڑے کیے تھے۔ تمکین کو ہنسی آ گئی۔

"اس قدر "کنفرم" پیش گوئی؟"

"میرا مطلب ہے کہ "قطرہ قطرہ مل کے بہت ہو جاتا ہے۔" وہ کہتی ہوئی اطمینان سے اس کے بستر پر دراز ہوئی تھی۔

"شٹ اپ منی!" وہ پھر سے ہنس پڑی تھی۔ بات بے بات پھوٹتی ہنسی اس کی خوشی اور بے پناہ مسرت کی گواہ تھی۔ شفاف اور رواں پھوٹتے چشمے جیسی ہنسی۔

"چلو، چل کے سب کو یہ خوش خبری سنائیں۔ آخر کو وہ بھی پھپھو بننے جا رہی ہے، بلکہ ممانی بھی۔" منی نے آئیڈیا پیش کیا تھا۔ پھر اچھل کر بستر سے اتری اور بھاگ کر فون سیٹ اٹھا لائی۔

"منی! پاگل ہو گئی ہو؟ ابھی سے سارے میں پھیلا دو گی؟" تمکین کو اس کے جوش و خروش پر ہنسی آ گئی۔

"تو بھی ننھیال والوں نے کیا قصور کیا ہے جو انہیں یہ خوشی کی خبر نہ سنائی جائے؟" وہ فون نمبر ڈائل کرتے ہوئے اسے خفیف سا گھور کر بولی تھی۔ تمکین گہری سانس لے کر رہ گئی۔

کال صبا نے ریسیو کی تھی اور اس خبر کو پا کر وہ بھی منی ہی کی طرح خوشی و مسرت کا شکار ہوئی تھی۔

"اب اپنا خیال رکھنا تمکین! بلکہ انس بھائی سے بھی کہنا۔" صبا نے تمکین سے بات کرتے ہوئے تاکید کی تھی۔

"یہ کوئی کہنے کی بات تھوڑی ہے۔ انہیں پتہ چلنے دو، پھر ان کا حال دیکھ لینا۔" وہ مزے سے بولی۔

"السلام علیکم!" انس نے بے حد خوشگوار موڈ میں اندر قدم رکھا تھا۔

"اب میں چلتی ہوں۔" منی فوراً ہی فون سیٹ اٹھانے لگی۔

"ایسی کون سی راز کی باتیں تھیں، مجھے سامنے پا کر جن کا سلسلہ منقطع کر دیا گیا ہے؟" انس نے اس بھاگنے والے انداز پر چوٹ کی تھی۔

"ابھی یہ راز آپ پر بھی کھل جائے گا۔" وہ ہنستی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔

"کیا تم زارا ماجد کے پاس گئی تھیں اپنی رپورٹس لینے؟" وہ اب بالکل سنجیدہ تھا۔
تمکین کا دل بے ترتیبی سے دھڑک اٹھا۔ وہ بالکل سامنے آن بیٹھا مگر اس سے نگاہیں نہیں ملا پائی۔
"ہاں ۔۔۔ وہ مریم پھپھو ساتھ تھیں۔ میں نے سوچا شاید آپ کو یاد نہ رہے۔"
"میں سیدھا وہیں گیا تھا، وہاں سے پتہ چلا کہ تم رپورٹس لے آئی ہو۔ کیا بتایا ہے ڈاکٹر نے؟"
تمکین کے ہونٹوں پر دھیمی سی شرمگیں مسکراہٹ نے گھیرا ڈال لیا۔ کچھ کہے بنا اس نے سائیڈ ٹیبل پر پڑے سفید لفافے کی طرف اشارہ کر دیا۔ تمکین کو اپنی دھڑکنوں کی آواز کانوں میں سنائی دینے لگی۔ وہ اب لفافے میں سے رپورٹ نکال کر پڑھ رہا تھا۔
"پریگنینسی ٹیسٹ ۔۔۔ اور پازیٹو رپورٹ ۔۔۔"
اس سے آگے کے مندرجات وہ دیکھ بھی نہیں پایا۔ بے حد بے یقینی سے تمکین کو دیکھنے لگا جو بظاہر بے نیاز بننے کی کوشش کر رہی تھی۔ مگر اپنے چہرے سے چھلکتے رنگوں کو کسی طور بھی چھپا نہیں پائی تھی۔
اگلے ہی لمحے بے پناہ خوشی اور مسرت نے اس کے دل کو بھر دیا ۔۔۔ وہ تیزی سے اس کے سامنے آ بیٹھا۔
"تمکی! ۔۔۔ یہ ۔۔۔ یہ کیا لکھا ہے ۔۔۔ تم ۔۔۔" وہ حواس باختہ سا تھا جیسے ابھی تک یقین اور بے یقینی کے درمیان محو سفر ہو۔
تمکین کو اس کی شکل دیکھ کر ہنسی آ گئی۔ بے حد شفاف اور معطر ہنسی۔ اور مخمور سیاہ آنکھوں میں بے پناہ چمک۔ انس نے بے اختیار اسے بانہوں میں لے لیا۔
وہ دونوں ہی عجیب سی کیفیت کا شکار ایک دوجے سے ایک لفظ بھی نہیں کہہ پا رہے تھے مگر اس خاموشی میں بھی ہزار باتیں تھیں، ہزار معنی تھے۔
"میں بہت خوش ہوں تمکی! ۔۔۔ بہت خوش۔" بوجھل سے انداز میں کہتا وہ تمکین کی سانسوں میں رس گھول رہا تھا۔
"یہ بچہ ہماری محبت کا ضامن ہے تمکی! ۔۔۔ لو جانِ فن۔ ہماری محبتوں کی ڈور کو مضبوط کرنے والا گرہ۔" وہ اسے سامنے کئے بہت محبت بھری جذباتیت سے کہہ رہا تھا۔ تمکین کا دل اس کی محبت سے لبالب بھرنے لگا۔
"تمہیں اسی دن اس بات کا پتہ چل گیا تھا نا؟" وہ تمکین سے پوچھ رہا تھا۔ تمکین نے دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ اثبات میں سر ہلا دیا۔
"تبھی مجھے ساتھ لے کر رپورٹ لینے نہیں گئیں۔"
"آپ کو یہ سرپرائز اچھا نہیں لگا؟" وہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ درحقیقت انس کے ردعمل نے اس کے دل و ذہن پر بہت اچھا تاثر چھوڑا تھا۔
"اچھا تو اتنا لگا ہے کہ لفظوں میں بتا نہیں سکتا۔" وہ آنکھوں میں شریر چمک لئے اس کے قریب ہوا تھا۔ کمرے میں تمکین کی قلقل کرتی ہنسی گونجی تھی۔

"اور جب سب کو پتہ چلے گا تو سب کتنے خوش ہوں گے۔"
"آپ سب سے آخری شخص ہیں جنہیں یہ خوشی کی خبر ملی ہے۔ ورنہ تمکی تو صبا تک کو فون کر چکی ہے۔" تمکین نے بتایا تو وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا۔ پھر اس بے تکی پر جھلاہٹ حاوی ہو گئی۔
"تم نے آرا کو فون کیا ۔۔۔!" وہ اچھا خاصا اس سے دور کھسک کر بیٹھ گیا تھا۔ "تم یہ خبر سب سے آخر میں مجھے سنا رہی ہو جس پر سب سے پہلے میرا حق بنتا تھا۔"
"اب یہ تو کوئی اعتراض والی بات نہیں ہے۔" تمکین نے کہا تو وہ سنجیدہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔
"یہی تو خامی ہے تم میں۔ تم نے کبھی میرے ذہن سے سوچنے کی کوشش ہی نہیں کی۔"
"اللہ کا شکر ہے، اس نے مجھے بھی ایک عدد دماغ سے نوازا ہے اور میں اس سے کام لینا اچھی طرح جانتی ہوں۔" تمکین نے فوراً کہا تھا۔ وہ اس کی بات ڈسمس کرتا جیسے بدمزہ سا ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔
"ہر بار تم کوئی نہ کوئی ایسی بات ضرور کر دیتی ہو جس سے خوشی میں داغ لگ جاتا ہے، بدمزگی کا۔"
تمکین نے اس کا ہاتھ تھام کر کھینچتے ہوئے اسے اپنے سامنے بٹھایا تھا۔ ابھی چند لمحے پہلے جس چہرے پر خوشیوں کے گلاب لہلہا رہے تھے، اب وہاں سنجیدگی رقم ہو چکی تھی۔
"اب اس میں خفا ہونے والی کون سی بات ہے انس! اس گھر کے لوگوں کا بھی اس خوشی پر اتنا ہی حق بنتا ہے جتنا کہ ہمارا۔"
"پھر بھی تمکی! شادی شدہ زندگی کے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں۔ اگر تم سب سے پہلے یہ بات مجھے بتاتیں تو مجھے پتہ چلتا کہ میری بھی تمہارے نزدیک کوئی اہمیت ہے۔" اس کی اپنی ہی منطق تھی۔
"انس! پلیز۔ اگر میں مریم پھپھو کے ساتھ اپنی رپورٹس لینے نہیں جاتی تو کسی کو بھی پتہ نہیں چلتا۔ میں سب سے پہلے آپ ہی کو بتاتی۔"
"اسی لئے میں نے کہا تھا کہ تم رپورٹس لینے مت جانا، میں خود جاؤں گا۔ مگر تم نے ان چھوٹی چھوٹی باتوں کا کبھی خیال رکھا ہو تب نا۔" وہ گویا دکھ سے کہہ رہا تھا۔
تمکین کو بھی غصہ آنے لگا۔ "اور آپ جن چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھتے ہیں نا، وہ بھی صرف لڑائی کا باعث بنتی ہیں، اور کچھ نہیں۔"
"ہمیشہ جھگڑا تمہاری وجہ سے ہوا ہے تمکی!"
"میری وجہ سے نہیں، بلکہ آپ کی وجہ سے۔ جو مجھ سے خوامخواہ اتنی توقعات وابستہ کئے رہتے ہیں۔" تمکین نے تصحیح کی تھی۔
"بہت خوب ۔۔۔" لمحہ بھر چپ رہنے کے بعد وہ تلخی آمیز لہجے میں بولا تھا۔ "یعنی میں تم سے خوامخواہ توقعات وابستہ کئے ہوئے ہوں۔ اور شاید یہ سمجھتے ہوئے کہ تم نے ہم دونوں کے آپس کے رشتے کے تقاضوں کو مدنظر نہیں رکھا ہے۔"
"میرا یہ مطلب نہیں تھا انس ۔۔۔" تمکین اس کے لب و لہجہ سے خائف ہو کر کہنے لگی۔ مگر وہ اس کی

بات کاٹ کر درشت لہجے میں بولا۔

"نہیں، تم درست ہو۔ تمہارے تمام مطلب درست ہیں۔ اگر غلط ہوں تو وہ صرف میں اور میرے جذبات و احساسات۔"

تکین ٹک ٹک سی اسے دیکھ رہی تھی۔ ابھی چند لمحے پہلے وہ ریشم کی طرح نرم تھا اور اب یکلخت ہی فولاد بن گیا تھا۔ پھول برساتا لہجہ شعلے اگلنے لگا تھا۔ نرم گرم جذبوں کی یلغار کرتی آنکھوں میں بے اعتنائی نے ڈیرے ڈال لئے تھے۔

"ہر بات تمہارے لئے مذاق ہے۔ میرے جذبات، میرے احساسات کی کبھی بھی تم نے پروا نہیں کی۔ کیا فرق پڑ جاتا اگر تم سب سے پہلے یہ خبر مجھ سے شیئر کرتیں۔ مگر نہیں، ان سب باتوں کی تمہاری زندگی میں شاید وہ اہمیت نہیں جو میرے لئے ہے۔ شاید میں تمہارے دل میں وہ مقام نہیں حاصل کر پایا جو میں نے تمہیں دے رکھا ہے۔ میرے لئے سب سے پہلے تم ہو اور تمہارے لئے میں، شاید سب سے آخر میں۔"

بات کہاں سے چلی اور کہاں آ پہنچی تھی۔

وہ شاید اپنے حواس میں نہیں تھا تبھی تو اس کی سفید پڑتی رنگت اور ساکت سا انداز دیکھ کر بھی نہیں رکا تھا۔ تکین کو لگا اس کی سانسیں تھم پڑنے لگی ہوں۔ اس قدر بے اعتنائی۔ اس قدر بدگمانی۔

وہ روئی تھی اور اس بری طرح سے کہ لمحہ بھر کو تو انس کا ذہن بالکل بلینک رہ گیا تھا اور اس کے بعد اسے سنبھالنا ایک مسئلہ بن گیا۔ انس کا سارا غصہ، سارا غبار بھاپ بن کے اڑ گیا تھا۔

"آئی ایم سوری! ـــــ گل! آئی ایم سوری۔" وہ پچھلے پندرہ منٹوں سے اسے منانے کی کوششوں میں لگا ہوا تھا مگر اس کی پلکیں خشک ہونے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔

"آپ نے یہ سب کیسے کہہ دیا جو میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا۔" وہ بار بار ایک ہی بات دہرائے جا رہی تھی۔ اور ہر بار اس کی آنکھیں نئے سرے سے برسنا شروع کر دیتی تھیں۔

انس کا جذباتی سا دل اس بن بادل برسات میں ڈوبتا جا رہا تھا۔ جذبات کا سمندر اترتے ہی اسے اپنی غلطی کا شدت سے احساس ہوا تھا۔ آج سے پہلے اس نے کبھی بھی تکین سے اس لب و لہجے میں بات نہیں کی تھی۔ اور آج جیسے وہ پچھلے تمام عرصے کی کسر نکال گیا تھا۔

وہ جو ہمیشہ اس کا جان نچھاور کرنے والا انداز دیکھتی آئی تھی، شاکڈ تھی۔ تبھی تو آنکھوں کے سوتے خشک ہونے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

"آئی ایم رئیلی ویری سوری گل! دیکھو پتہ نہیں کیسے مجھے اتنا غصہ آ گیا۔ دیکھو معافی مانگ رہا ہوں نا یار!" اس کے دونوں ہاتھ تھام کر اپنے سینے پر رکھے وہ ملتجیانہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"ایسی باتیں کی کیوں آپ نے کہ پھر معافی مانگنا پڑے؟" وہ ابھی بھی راضی نہیں تھی۔ اس کی متورم آنکھیں دیکھ کر انس کو تاسف ہونے لگا۔

"چلو آئندہ کے لئے پرامس۔ اب تم لڑو، جھگڑو، میں کبھی بھی تم سے جھگڑا نہیں کروں گا۔"

"آپ ہمیشہ یونہی کہتے ہیں۔ پھر جھگڑا بھی آپ ہی شروع کرتے ہیں۔" تکین نے ناراضگی سے کہا تو وہ بھنوؤں کو ہلکی سی جنبش دے کر اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"مائنڈ یو گل! لڑائی میں پہل ہمیشہ تمہاری ہی کسی بات کی وجہ سے ہوتی ہے۔"

"دیکھا، پھر ـــــ آپ کی یہی بات ہمیشہ لڑائی کا باعث بنتی ہے۔ خود کا قصور تو آپ نے کبھی مانا نہیں۔"

"آج مان لیتا ہوں۔ یہی قصور ہے میرا جان من! کہ میں تم سے بے پناہ محبت کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ تم بھی مجھ سے محبت کرو۔" اس کے ہاتھوں کو لبوں سے چھوتا وہ تکین کا دل دھڑکا گیا تھا۔ اس کا ہر انداز ہی قیامت لگا کرتا تھا۔ شوہر تھا مگر محبوب بن کر چاہتا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نے بسیرا کر دیا۔

"اتنے سر پھرے بندے سے محبت کرنے سے پہلے تو مجھے اس مضمون میں ڈگری لینا پڑے گی۔"

"ہوائے نا بات بے تکی! ـــــ" وہ فوراً چہکنے لگا۔ "تم چاہو تو آج ہی سے کلاسز جوائن کر سکتی ہو۔ بہرحال اس مضمون میں ٹاپ کر چکے ہیں۔" اس کی شریر مسکراہٹ شریر تر ہوئی تھی۔ آنکھوں کے گرم نرم جذبات اپنی حدت سے اسے پگھلا دینے کو کافی تھے۔ مگر اس وقت وہ اسے تنگ کرانے کے موڈ میں بالکل بھی نہیں تھی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے جو وہ اس پر برسا تھا تو اس کا بدلہ لینے کو جی چاہ رہا تھا۔ کیسے دل میں جان نکال کے رکھ دی تھی اس نے۔ اور اب جیسے اس سے بڑا عاشق اور کوئی نہیں تھا۔

"آئی ایم سوری ـــــ مجھے یہ ٹیچر پسند نہیں ہے۔" اس نے بڑے اطمینان سے کہا تو وہ بڑے لاڈ سے بولا۔

"ایک بار یہی بات مجھ سے نظر ملا کے کہو تو میں مان جاؤں گا۔"

"ہاں ـــــ تو کہہ سکتی ہوں۔" تکین نے فوراً ہی اس کا چیلنج قبول کیا تھا۔ مگر سیاہ نگینوں کو بھوری آنکھوں کی چمک نے اپنی گرفت میں لے لیا۔

"تو کہہ دو کہ مجھ سے محبت نہیں کرتی ہو۔" وہ بڑے چیلنجنگ انداز میں کہہ رہا تھا جیسے اسے سو فیصد یقین ہو کہ وہ اس کے سحر سے بچ نہیں سکتی۔

"یہ تو بے وفائی ہو گی انس! میری آنکھیں سیاہ ہیں۔ بے وفائی تو بھوری آنکھوں والوں کا شیوہ ہے۔" کہتے ہوئے وہ بے ساختہ ہنس دی تھی۔ انس نے اس کے ہاتھ کو ہلکا سا جھٹکا دیا تھا۔

"بھول ہے تمہاری ـــــ بلکہ ناقص معلومات۔ سیاہ آنکھیں یعنی گھپ اندھیرا۔ ہر شے سیاہی کے پردے میں روپوش۔ کیا سچ کیا جھوٹ پتہ ہی نہیں چلتا۔ اور ہم بھوری آنکھوں والے تو شفاف آئینے ہیں۔ جب جی چاہے آنکھوں میں جھانکو اور سچ جان لو۔ تمہاری طرح نہیں کہ بندہ اندھیرے میں ٹکریں ہی مارتا رہ جائے اور دل کا بھید نہ ملے۔"

وہ مسکرا رہا تھا۔ اس کی نئی منطق پر تکین کو ہنسی آنے لگی۔

"اچھا ہے نا۔ لڑکیوں کو تو ویسے بھی بند کتاب کی مانند ہونا چاہئے۔" وہ ہنسی دباتے ہوئے بولی تو

انس نے معنی خیز انداز میں رو بدو کہا۔

"واقعی ——— اور اس کتاب کا ہر صفحہ شاہکار ہے۔ تبھی تو میں سطر سطر کو حفظ کر لینے کا متمنی ہوں۔"

نگین کو اپنی بات کے جواب میں گڑبڑاتے دیکھ کر وہ بے ساختہ ہنس دیا تھا۔

"آپ خفا تو نہیں ہوئیں؟" وہ سونے سے پہلے تک اس سے پوچھتا رہا تھا۔

"اب تو نہیں ہوں، مگر آئندہ کبھی مجھ پر یوں چھپے چھاپے تو میں سنجیدگی سے خفا ہو جاؤں گی۔" نگین نے دھونس جمائی تھی۔ انس نے تابعداری سے سر ہلا دیا۔

●●●●●

"آج لالے نے ہمیں لنچ پر انوائٹ کیا ہے۔" وہ نوفل کی وارڈ روب سیٹ کر رہی تھی جب اس نے کمرے میں آ کر با آواز بلند "انویٹیشن" سنایا تھا۔

آج اتوار کی چھٹی تھی۔ وہ کئی روز سے گھر جانے کا سوچ رہی تھی مگر کوئی نہ کوئی مصروفیت آڑے آ رہی تھی اور یہ پروگرام ٹلتا جا رہا تھا۔ لیکن آج صبح ہی وہ صالحہ بیگم سے اجازت لے چکی تھی۔ مگر اب یہ لالے آفریدی کا حکم تھا ———

"مجھے آج امی کی طرف جانا ہے۔" صبا نے بھی اسی کے سے انداز میں اونچی آواز میں اپنا پروگرام "نشر" کیا تو وہ رسٹ واچ اتارتا ٹھٹک کر اس کی پشت کو گھورنے لگا۔

"ایسا کیا ضروری کام آن پڑا ہے آپ کو؟" اس کے لب و لہجے میں ایسا کچھ تھا جس نے صبا کو پلٹ کر اسے دیکھنے پر مجبور کر دیا۔ وہ اسی کی طرف متوجہ تھا۔

"میں اتنی خود غرض نہیں ہوں کہ اپنے قریبی رشتوں کو صرف کام کے وقت یاد کروں۔ خدا کے فضل و کرم سے میری پوری فیملی ہے جن کے ساتھ میرا زندگی بھر کا ناتا ہے۔" اس نے بڑے اطمینان اور تحمل کے ساتھ جواب دیا تھا۔

"مگر میں لالے سے کمٹ منٹ کر چکا ہوں۔" وہ اکڑے ہوئے انداز میں بولا تو صبا نے سادہ انداز میں کہا۔

"تو صاحب! آپ نبھائیے اپنی کمٹ منٹ۔ میں تو صرف اپنی طرف سے انکار پیش کر رہی ہوں۔ ویٹو کا حق تو ہے نا مجھے۔"

"آپ میرے ساتھ جا رہی ہیں۔" وہ باور کرا رہا تھا۔ صبا نے وارڈ روب پر ایک طائرانہ نظر ڈال کر دروازہ بند کر دیا اور نوفل کی طرف پلٹتے ہوئے بولی۔

"اگر یہی بات میں آپ سے کہوں تو؟"

اس کی آنکھوں میں تحیر ابھر آیا تھا۔ وہ یقیناً اس سے اتنی جرأت کی امید نہیں رکھتا تھا۔

"تو پھر میں اپنی کمٹ منٹ کو ترجیح دوں گا۔" اپنی حیرت کو دباتے ہوئے وہ بے مروتی سے بولا تو صبا نے مدافعانہ انداز میں کہا۔

"میری ضد میں آپ یہ بات ہمیشہ بھول جاتے ہیں کہ اس گھر میں آپ کے بھی کچھ رشتے

ہیں۔ سب سے بڑھ کر آپ کی بہن۔"

وہ کچھ جز بز سا ہو کر خاموش رہ گیا تھا۔ صبا کو اس کی خاموشی نے بہت تسکین دی تھی۔

کبھی تو وہ اسے بھی لاجواب کر سکتی تھی۔ وہ اسی چپ میں کمرے سے نکل گیا۔ اسی خوشی میں صبا نے اپنا پسندیدہ ترین لباس نکال کر پہنا اور ہمیشہ کی طرح سادگی میں اٹھ کر چل دینے کی بجائے بڑی رو میں آ کر ہلکا سا میک اپ کر ڈالا۔ کانوں میں میچنگ زرقون جڑے بندے اور نیکلس جس نے اس کی صراحی دار گردن کی خوب صورتی کو کچھ اور بڑھا دیا تھا۔ ایک کلائی میں طلائی چوڑیاں اور دوسری میں نوفل کے دیے ہوئے کنگن۔ لانبے، سیاہ بالوں کو گردن پر سمیٹ کر خوب صورت سے کلپ میں جکڑتے ہوئے پیچھے پشت پر ڈال دیا اور جھک کر سینڈلز میں پاؤں ڈالنے لگی۔ سیاہ بالوں کا آبشار پھسل کر اس کے شانے پر آ گیا تھا۔

اندر آتے ہی نوفل پر بجلیاں سی گر پڑیں۔ سینڈلز پہن کر وہ اسٹول سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

جلووں نے اہلِ ہوش کو کیسے شکست فاش دی
آئے تھے ان کو ڈھونڈنے، خود سے بھی بے خبر گئے

بنا دوپٹے کے خود سے لاپروا تھا سب سراپا اور خود سے بیگانہ کر دینے والا جلوہ۔ وہ ایسا دل پھینک یا بے اختیار بندہ نہیں تھا کہ کسی بھی حسن کو دیکھ کر ٹھٹک جاتا۔ مشکل یہ تھی کہ اس لڑکی سے اس نے محبت کی تھی۔

اس کی نظر کے ارتکاز کی "گہرائی" کو سمجھے بغیر صبا اسے دیکھتے ہی اپنے دوپٹے کی طرف لپکی تھی۔

ایک سحر تھا جس کی گرفت سے آزاد ہوا تھا۔ خود کو سرزنش کرتا وارڈ روب کی طرف بڑھا اور اپنے کپڑے نکالنے لگا۔ مگر ایک جھلاہٹ نامحسوس کن طریقے سے اس کے دل و ذہن کا حصار کر چکی تھی۔ وہ اپنے دل کی "طلب" کو کسی طرح مجبور رہا تھا۔ اور یہ جھلاہٹ اسی طلب کو بے دردی سے دبانے کا نتیجہ تھی۔

وہ شاور لینے کے بعد کپڑے چینج کر کے باہر نکلا تو وہ کمرے ہی میں موجود تھی۔ سنگل صوفے میں دھنسی ویکلی میگزین میں محو۔ جیسے نوفل کی موجودگی سے بالکل بے خبر تھی یا پھر شاید نظر انداز کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ مزید سلگا تھا۔ بال بناتے، پرفیوم چھڑکتے اس کی نگاہ آئینے میں بھٹک کر اس کے شانوں میں بکھرتے روپ نے چرائی تھی۔ اس نے پرفیوم ڈریسنگ ٹیبل پر پٹخی تو وہ چونک گئی۔

"چلیے ———" سرد مہری سے کہتا وہ گاڑی کی چابی اور موبائل اٹھاتا اس سے پہلے کمرے سے نکل گیا تھا۔

صبا نے گہری سانس کھینچتے ہوئے اپنا بیگ اٹھایا۔ اس بار وہ دو تین روز میر ہاؤس میں ٹھہرنے کا ارادہ کر چکی تھی۔

"امی! آپ بھی چلتیں۔ نگین خوش ہو جاتی۔" صبا نے صالحہ بیگم سے کہا تو وہ مسکرا کر بولیں۔

"میں بھی جاؤں گی۔ ابھی تم لوگ چکر لگا لو۔ میری طرف سے سب کو مبارک دینا۔"

"ایں ——— مبارک؟ کس بات کی؟" نوفل چونکا تھا۔

"بتایا نہیں صبا نے تمہیں؟" صالحہ بیگم نے باری باری ان دونوں کے چہروں پر نظر ڈالتے ہوئے

پوچھا تو وہ گڑبڑا سی گئی۔

"مجھے تو کسی نے کچھ نہیں بتایا۔ کوئی خوش خبری ہے کیا؟" نوفل کہہ رہا تھا۔ صالحہ بیگم بجائے کچھ کہنے کے صبا کی طرف دیکھنے لگیں۔

"سوری امی! مجھے یاد ہی نہیں رہا تھا۔"

"چلو اب راستے میں بتا دینا۔ اور ہاں مٹھائی وغیرہ بھی لے جانا۔" وہ نرمی سے کہہ رہی تھیں۔ سر ہلا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اپنے مطلب کی باتیں تو آپ کو بہت اچھی طرح یاد رہتی ہیں۔ لیکن اگر مجھے کچھ بتانا ہوتا تو وہ آپ کو یاد نہیں رہتا۔" گاڑی میں بیٹھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

صبا نظر چرا کر ونڈ اسکرین کے پار دیکھنے لگی۔ اب اتنی بے تکلفی تو تھی نہیں کہ آرام سے بیویوں والے مخصوص، بے تکلفانہ انداز میں کسی بھی "خوش خبری" کا ذکر کر دیتی۔

"مجھے بہت اچھی طرح سے یاد تھا۔"

"تو امی کے سامنے آپ جھوٹ بول رہی تھیں؟" وہ گیئر بدلتا اچٹتی نظر اس پر ڈالتے ہوئے ناگواری سے بولا تو وہ جتانے والے انداز میں بولی۔

"بہت سے جھوٹ مجبوری میں بھی بولنا پڑتے ہیں ——— مجھے آپ کی طرح جھوٹ بولنے کا شوق نہیں ہے۔"

"بہت خوب۔" نوفل کا انداز یکلخت ہی بدلا تھا۔ لب و لہجے میں وہی اطمینان اتر آیا جو اس کا دل جلانے کے لیے اس کے انداز میں اتر آیا کرتا تھا۔

"مگر میرا نہیں خیال کہ میں نے کبھی آپ سے جھوٹ بولا ہو۔ شادی والی رات سے لے کر وائے سے اظہر تک، ہر بات آپ کے سامنے رکھ دی۔ اور آپ ابھی بھی بے یقینی کے سفر میں ہیں۔ شاید ابھی بھی آپ میری طرف سے کچھ مارجن رکھ کے سوچتی ہیں۔"

"بھول ہے آپ کی۔" اس کے لفظوں نے تضحیک کا احساس دلایا تو وہ تیز لہجے میں بول اٹھی۔

"ایسی کون سی زمانے بھر کی خوشیاں دے رہے ہیں مجھے جو میں آپ کے متعلق مارجن رکھ کے سوچوں؟"

"بہرحال، ہم کسی خوش خبری کی بات کر رہے تھے۔" نوفل نے اسے آرام سے بات پلٹ دی کہ وہ بس دانتوں پر دانت جما کر رہ گئی۔

"آپ گھر پہنچیں گے تو سب معلوم ہو جائے گا۔" قدرے توقف کے بعد وہ معتدل انداز میں بولی تو وہ بھنوؤں کو خفیف سی جنبش دے کر اسے دیکھنے لگا۔

"جبکہ میرے خیال میں مجھے گھر پہنچنے سے پہلے ہی ہر بات کا علم ہونا چاہیے۔"

"ارے وہ بھی۔" وہ جھنجلا سی گئی۔ اس کی سوئی ریکارڈ کی طرح ایک ہی جگہ پر اٹک گئی تھی۔

"میرا نہ تو آپ سے ایسا کوئی تعلق ہے اور نہ ہی بے تکلفی کہ میں ہر بات آپ کو بتاتی پھروں۔"

"بیوی ہیں آپ میری۔ پتا ہے کاغذوں ہی میں سہی ——— اور کون سا تعلق چاہتی ہیں؟" وہ بہت اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

صبا کا روم روم سلگنے لگا۔ وہ یونہی سپاٹ نظروں سے باہر دیکھتی رہی۔ ابھی کچھ دیر پہلے گھر سے نکلتے وقت وہ جس خوشی اور مسرت کا شکار تھی، اسے بے اعتنائی کی گرد دھندلانے لگی۔

سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر اس نے جلتی آنکھیں موند لی تھیں۔

گاڑی میں ایک دم سے خاموشی سی چھا گئی تھی۔

نوفل نے گیئر بدلتے ہوئے اچٹتی نگاہ اس پر ڈالی۔ سینے پر بازو لپیٹے وہ پلکیں موندے ہوئے تھی۔

نوفل کے دل میں ایک عجیب سی یاسیت بھرنے لگی۔ تنہائی کا سبب احساس یا شاید کوئی دکھ۔

"کوئی دکھ نہیں مجھے۔" اگلے ہی پل وہ جھنجلا گیا تھا۔

گاڑی شاید رک گئی تھی۔

صبا نے چونک کر آنکھیں کھولیں۔ نامانوس سا ماحول تھا۔

سامنے ہی معروف ریسٹورنٹ کا سائن بورڈ دکھائی دے رہا تھا۔ نوفل نے گاڑی پارکنگ لاٹ میں پارک کر دی تھی۔ وہ استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"میں نے آپ کو بتایا تھا کہ ہم ڈوالے کی طرف انوائٹڈ تھے۔" وہ اگنیشن سے چابی کھینچتا آرام سے کہہ رہا تھا۔

صبا بے چینی سے بولی۔ "لیکن ہم تو گھر جا رہے تھے۔"

"میرے لیے میری کمٹمنٹ زیادہ ضروری ہے۔ اس کے بعد آپ جو کہیں گی میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔" نیچے اترنے کا اشارہ کرتا وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

صبا کا جی چاہا ڈھیٹوں کی طرح گاڑی میں بیٹھی رہے۔ مگر نوفل احمد کا اکھڑ پن بھی وہ دیکھ ہی چکی تھی۔ یوں بیچ بازار میں تماشا کرنا بڑے حوصلے اور ڈھٹائی کا کام تھا۔ وہ خود پر ضبط کرتی خاموشی سے نیچے اتر آئی۔

ریسٹورنٹ کے خوشبوؤں سے بھرے خنک ماحول میں لوگ اپنی اپنی میزوں پر خوش گپیوں میں مصروف تھے۔

ڈوالے آفریدی وہاں ان کے انتظار میں موجود تھی۔ انہیں دیکھتے ہی اپنی نشست سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ کھلے پائنچوں کی جینز، اسمارٹ سی سیاہ شرٹ اور گلے میں اسکارف ڈالے وہ اپنے چھا جانے والے حسن سمیت جانے کتنے لوگوں کی توجہ سمیٹ رہی تھی۔ نوفل سے ہاتھ ملا کر اس نے صبا کو گلے لگا لیا۔

"تم تو نوفل کو ایسی پیاری ہوئی ہو کہ ہم تو تمہاری صورت ہی کو ترس گئے ہیں۔" وہ اسے ہلکا سا بھینچتے ہوئے شرارت سے کہہ رہی تھی۔ صبا کچھ کہے بنا جبراً مسکراتی اپنی نشست میں دھنس گئی۔ درحقیقت اس وقت وہ ڈوالے سے مروت نبھانے کے موڈ میں بھی نہیں تھی۔

نوفل کے طرز عمل نے اسے صدمہ یا یاسیت کا شکار کیا تھا۔

وہ اپنے میکے جانے والی مخصوص خوشی کا شکار تھی۔ مگر نوفل کی اس حرکت نے اس کی طبیعت مکدر کر دی تھی۔

"میں کب سے اسے کہہ رہی تھی کہ تمہیں بھی اپنے ساتھ لائے۔ مگر اسے تو اپنی بیوی کو سات پردوں میں رکھنے کا خبط ہے۔" ژالے شکوہ کناں انداز میں کہتی نوفل کو خفیف سا گھور رہی تھی۔

"مائنڈ یو ژالے! میں مکمل شاؤنزم کا بالکل بھی قائل نہیں ہوں۔ اور یہ بات تم اتنا سے بھی پوچھ سکتی ہو۔ تمہارے سامنے ہی تو بیٹھی ہیں۔" وہ مسکراتا ہوا بڑے اعتماد سے کہہ رہا تھا۔ صبا کی نگاہ بہت شاکی انداز میں اس کی طرف اٹھی تھی۔ چہرے پر کھلی مسکراہٹ اور آنکھوں سے چھلکتی نرمی لئے وہ اس بار نوفل سے بالکل مختلف دکھائی دے رہا تھا جس سے اس کا گھر میں سامنا رہتا تھا۔ اور کس قدر پُر اعتماد تھا۔ کس قدر یقین تھا اسے کہ وہ کسی کے سامنے اسے لیٹ ڈاؤن نہیں کرے گی۔

"اور میں نہیں کروں گی ——— شاید کبھی بھی نہیں۔"

خود سے ہار تو وہ بہت پہلے ہی گئی تھی۔ اور شاید نوفل احمد سے بھی۔ تبھی تو آج بھی وہ کچھ نہیں بولی تھی۔

"اب میرے خیال میں اس لنچ کا اہتمام ہو ہی جائے جس کے لئے تم نے ہمیں انوائٹ کیا تھا۔" نوفل نے یکلخت ہی موضوع تبدیل کر دیا تھا۔

"شرم کرو نوفل احمد! تم یہاں صرف کھانا کھانے آئے ہو کیا؟" ژالے نے تاسفانہ انداز میں کہا۔ وہ شانے اچکاتا ہوا مسکرا کر بولا۔

"اب اپنی مسز کے سامنے تو فی الوقت یہی اعتراف کر سکتا ہوں۔"

"دیکھا صبا! یہ محترم لائن مارنے کا کوئی ایک بھی موقع نہیں گنواتے۔" ژالے نے شکایتی انداز میں کہا تو وہ جبری مسکراہٹ کے ساتھ نوفل کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"ہو سکتا ہے ان کی کوئی حسرت باقی رہ گئی ہو۔"

"ہاں ——— حسرت ان غنچوں پہ ہے ———" نوفل جیسے واقعی حسرت سے گنگنایا۔ صبا نے اپنے اندر کی تپش کو بڑھتے پایا تھا۔

"تمہیں تو بتایا ہو گا نوفل نے کہ یہ لنچ پارٹی کس لئے دے رہی ہوں میں؟" ژالے اس سے پوچھ رہی تھی۔ صبا چونک کر اسے دیکھنے لگی جیسے اس کے تاثرات کا اندازہ لگا رہی ہو۔ مگر زندگی سے بھرپور شریر آنکھوں میں استہزاء کی ہلکی سی بھی جھلک نہیں تھی۔

"تو ہر بار یہ جتلانے والا انداز؟" صبا کے اندر شدت سے کم مائیگی کا احساس اُبھرا تھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے بھئی، ہماری شادی کو ابھی اتنا بھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ ہم ایک دوسرے سے لاتعلق رہنا شروع کر دیں؟ ابھی تو صبح بھی ایک دوسرے کے نام سے ہوتی ہے۔ ایسے محبت کرنے والے کپل کے درمیان کچھ بھی "راز" نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی قسم کی لاتعلقی ہوتی ہے۔" نوفل ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہہ رہا تھا۔ "پوچھ لو صبا سے ——— ان کے سامنے تو میں ایک کھلی کتاب ہوں۔"

"اُف ——— حد کرتے ہو نوفل! مجال ہے جو تمہارا کوئی ایک بھی موقع جانے دو۔" ژالے ہنسی

تھی۔ پھر حظ اُٹھانے والے انداز میں صبا کو بتانے لگی۔

"اور شادی سے پہلے یہ ہر وقت یہی رونا رویا کرتا تھا کہ اسے محبت کرنا نہیں آتی۔"

"وہ بہت پرانی بات ہو چکی ہے ژالے آفریدی! اور تم تو جانتی ہی ہو کہ ایک بہت کامیاب محبت کر چکا ہوں۔" وہ بہت سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

"میں تو جانتی ہی ہوں ——— صبا کو بھی بتایا ہے یا نہیں؟" ژالے مسکرا رہی تھی۔ تب وہ شرارت سے پُر لہجے میں بولا۔

"وہ کیا ہے کہ ایسی باتیں صرف مجھ کو بتانے والی ہوتی ہیں، بیوی کو نہیں۔"

"جبھی تو آپ کو پتہ ہے اور مجھے نہیں۔" جانے وہ برداشت کی کس حد تک آ پہنچی تھی ——— دفعتاً ژالے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر چبھتے ہوئے لہجے میں بولی تو ایک دم سے میز پر خاموشی چھا گئی۔

"کچھ غلط کہہ دیا شاید میں نے ———؟" وہ نوفل کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی جس کی رنگت سرخ ہو گئی تھی۔ اسے یقیناً صبا سے اتنی بہادری کی اُمید نہیں تھی۔ تبھی ژالے نے ہنس کر اس جمود کو توڑنے کی کوشش کی جو صبا کی اس بات کے جواب میں چھا گیا تھا۔

"بھئی میری ایسی قسمت کہاں؟ ——— ایفنڈ ڈونٹ وری صبا! تم اس آسمان پہ چمکنے والا تنہا ستارہ ہو جس کا نام نوفل ہے۔"

"ایسا بھی ہوتا ہے ژالے! بہت زیادہ محبت انسان کو غیر محفوظ کر دیتی ہے۔ جس طرح بہت ساری دولت آدمی کو ہر وقت چوری کا اندیشہ لگائے رکھتی ہے یہ بھی میری طرف سے ایسے ہی عدم تحفظ کا شکار رہتی ہیں۔" نوفل نے بھی قدرے مسکرا کر اس کی بات کا اثر زائل کرنے کی کوشش کی مگر صبا کی طرف اٹھنے والی اس کی نگاہ میں شعلوں کی سی لپک تھی۔

"اور رہی میں تو فی الحال میری قسمت میں ہجر کا تنہائی لکھا ہے۔" ژالے نے ٹھنڈی سانس بھری تھی۔

'فی الحال ———'

یہ "فی الحال" صبا کے اندر کہیں بہت دور سے گزر گیا تھا۔ نوفل کی طرف اٹھنے والی ژالے کی نظریں بہت معنی خیز تھیں اور اس پر نوفل کی جوابی مسکراہٹ۔

صبا کے اندر کا بوجھل پن بڑھتا جا رہا تھا۔

"اکچوئلی نوفل نے اپنے پہلے ہی کمرشل میں دھوم مچا دی ہے ——— اور اسی کامیابی کو سیلیبریٹ کرنے کے لئے میں نے تم دونوں کو انوائٹ کیا ہے۔" ژالے نے آخر اس راز پر سے بھی پردہ اٹھا دیا تھا۔ مگر صبا ویسے ہی خاموش ہو کر بیٹھی رہی اس نے نوفل کو وش کرنے کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔

ژالے نے بھی صبا کی سرد مہری اور بے اعتنائی کو محسوس کر لیا تھا تبھی دونوں کے چہروں کو باری باری دیکھتے ہوئے ذرا سا مسکرا کر بولی۔

"میں شاید کچھ زیادہ ہی بد اخلاق میزبان ثابت ہو رہی ہوں۔ میرے خیال میں ہمیں اب کچھ کھانے کا آرڈر کرنا چاہئے۔"

نوفل نے ویٹر کو اشارہ کیا تھا۔

"آرڈر ذرا اپنی پسند کا ہوگا۔" ژالے نے یاد دہانی کرائی تو مجبوراً صبا کو بھی مینیو کارڈ پکڑنا پڑا۔ تینوں نے اپنے آرڈر لکھوائے تھے۔

"اور جب تک آرڈر تیار نہیں ہو جاتا تب تک تین فریش مینگو جوسز۔" ژالے نے ویٹر کو مینیو کارڈ واپس تھماتے ہوئے کہا تھا۔

"اور اب نوفل احمد!" ویٹر کے جانے کے بعد ژالے اس سے مخاطب ہوئی تھی۔ وہ استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"اب کیا؟"

"اب یہ کہ مجھے صاف دکھائی دے رہا ہے کہ تم دونوں آپس میں کافی سنجیدگی سے خفا ہو۔ اور یہ بالکل بھی اچھی بات نہیں ہے۔" وہ سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔ صبا استہزائیہ نظروں سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"اوہ ——— مجھے یاد ہی نہیں رہا تھا کہ میں ایک مشہور و معروف نجومی صاحبہ کی لنچ پارٹی پر انوائیٹ ہوں۔" نوفل نے اس کی بات کو چٹکیوں میں اڑانا چاہا تھا۔ مگر وہ اب صبا کو دیکھ رہی تھی۔ کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے جو بہت سرد اور ماحول سے لاتعلق دکھائی دے رہی تھی۔ اور نوفل کا جی چاہ رہا تھا کہ اس کا دماغ ٹھکانے لگا دے۔ مگر یوں ژالے کے سامنے اپنی ناکام ازدواجی زندگی کا باب کھولنا بھی باعث تضحیک و ذلت ہی تھا۔

"کیا بات ہے صبا؟ ——— میں نے تمہیں آج سے پہلے کبھی اتنا زود رنج نہیں دیکھا۔" وہ بہت دوستانہ انداز میں پوچھ رہی تھی۔

صبا کا سارا غصہ بھک سے اڑ گیا تھا۔

یہ بدتمیزی، یہ انزلیٹ پن اس کی طبع کا حصہ بالکل بھی نہیں تھا۔ اب جبکہ جذبات کا طوفان گزر گیا تو اسے احساس ہوا کہ وہ ژالے کے ساتھ کافی بدتمیزی کا مظاہرہ کر گئی تھی۔ اگر سوچا جاتا تو اس سارے کھیل میں قصوروار تو فقط نوفل احمد تھا۔ قول کا جھوٹا تو وہ تھا جو شہ ژالے آفریدی کا ساتھ دے پایا تھا اور نہ ہی صبا میر سے نباہ کر پا رہا تھا۔

"آئی ایم سوری۔" صبا کو یہ دو لفظ کہنے کے لئے اپنی پوری ہمت مجتمع کرنا پڑی تھی۔

"میرا یہ مطلب بالکل بھی نہیں تھا۔" وہ فوراً اسے ٹوک گئی۔ "میں صرف یہ پوچھ رہی ہوں کہ کیا تم مجھ سے ناراض ہو؟"

صبا نے نفی میں سر ہلا دیا تھا پھر معذرت خواہانہ انداز میں بولی۔

"دراصل میرا گھر جانے کا پروگرام بنا ہوا تھا، یہ مجھے ادھر لے آئے۔ مگر مجھے آپ کے ساتھ مس بی ہیو نہیں کرنا چاہیے تھا۔ آئی ایم رئیلی ویری سوری۔" وہ واقعی شرمندگی محسوس کر رہی تھی اور حیرت بھی کہ نوفل احمد کو لے کر اب وہ حسد اور جھنجلاہٹ کا بھی شکار ہونے لگی تھی۔

"تو ——— تو۔ یہ واقعی بہت غصہ کرنے والی بات ہے۔ کیوں نوفل؟" ژالے نے فوراً ہی اسے تنگ

جانب قرار دے کر اس خود ساختہ شرمندگی کے حصار سے نکالنا چاہا تھا۔

"میرا نہیں خیال کہ یہ اتنی بڑی بات ہے جسے یوں ڈسکس کیا جائے ——— لڑکیوں کو تو یوں بھی ذرا ذرا سی بات کو لے کر جذباتی ہونے کی عادت ہوتی ہے۔" وہ بڑے اطمینان سے بات ہی ختم کر گیا تھا۔

"یہ ذرا سی بات ہوتی تو صبا کے دل میں نہ چبھتی۔ اس سے اندازہ کر لو کہ لڑکیوں کے لئے ان کے میکے کی کیا اہمیت ہوتی ہے جو وقتی طور پر شوہر کو بھی رقیب بنا دیتی ہے۔" ژالے نے اسی کو دیدانہ انداز میں سمجھایا تو وہ ہنس دیا۔

"میرے خیال میں تم دونوں کو فوری طور پر ٹھنڈے جوس کی ضرورت ہے تاکہ مزاج کی گرمی ختم ہو سکے۔" وہ ویٹر کو ٹرے میں مینگو جوس رکھے آتے دیکھ کر بولا تو ژالے اسے گھور کر رہ گئی۔

●●●●●

اے خدا تُو نے محبت یہ بنائی کیوں ہے
گر بنائی تو محبت میں جدائی کیوں ہے
کیوں دیا پیار مجھے اس کی ضرورت کیا تھی
میری بربادیوں میں تیری حکمت کیا تھی
میری راہوں میں تو خوشبو کا سفر رہتا تھا
دل میں آباد گلابوں کا نگر رہتا تھا
زندگی خار بھری راہ میں لائی کیوں ہے
اے خدا تُو نے محبت یہ بنائی کیوں ہے
گر بنائی تو محبت میں جدائی کیوں ہے

دل کو گھائل کر دینے والے الفاظ کو گانے والے نے گایا بھی اتنے درد سے تھا کہ سننے والا اس کی اثر پذیری سے محفوظ نہ رہ سکتا۔ اور ادھر تو پھر ایک چوٹ کھایا ہوا دل تھا۔

اس کے دل کی دھرتی پر بھی آج ساون ٹوٹ کے برسا تھا۔ جانے کن زخموں سے ٹیسیں اٹھیں کہ وہ بے حال بے اختیاری سسک اٹھی۔

"بہت برا کیا ہے تم نے میرے ساتھ عمر کاظمی! ——— میرے سپنوں کو بے رنگ کر گئے ہو۔ محبت کے نام پر سے میرا یقین اٹھا گئے ہو۔ محبت کو ضرورت اور آسائشوں کے پلڑے میں تولتے ہوئے تم نے ایک بار بھی میری بے ریا آنکھوں میں جھانک کر دیکھنے کی خواہش نہیں کی۔ کتنا بڑا دھوکا دیا ہے تم نے مجھے، میں کیا ہے محبت میں۔ اور اب کچھ بھی نہیں ہے اس دل میں تمہارے لئے بجز نفرت کے۔ خنجر کر گئے ہو تم میرے جذبوں کو کہ محبت کی فصل تو دل میں ایک ہی بار لہلہاتی ہے۔ جسے تم بے دردی سے روند گئے ہو۔ اب یہاں نئی کونپلیں پھوٹیں بھی تو کیسے؟"

وہ عمر کاظمی کے لئے نہ رونے کی قسم کھا چکی تھی۔ مگر بعض اوقات زندگی میں کچھ ایسے موڑ بھی آتے ہیں جب آپ خود کو جذبات کے دھاروں پر بے وسعت و پا محسوس کرتے ہیں۔ آپ کا "چاہنا" بھی آپ

کو نہیں روک سکتا۔ تب آپ کو وہی کرنا پڑتا ہے جو آپ کا دل چاہتا ہے۔
"آئی ہیٹ یو عمر اے ــــــ میں کبھی بھی تمہیں معاف نہیں کروں گی۔" بہت اٹل انداز میں سوچتے ہوئے اس نے دوپٹے سے چہرہ رگڑ ڈالا تھا۔ تبھی کسی نامانوس سے احساس کے زیرِ اثر اس نے بے ساختہ سر اٹھا کر دیکھا تو سامنے دروازے میں سعید کو ایستادہ پایا۔
وہ جس طرح دروازے کے فریم سے شانہ ٹکائے سینے پر بازو لپیٹے کھڑا تھا اس کے اطمینان سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ کافی دیر سے اسے یہ "شغل" کرتے دیکھ رہا ہے۔
وہ جو پہلے ہی زخمی دل لئے بیٹھی تھی، اس کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی۔
"کسی کے کمرے میں داخل ہونے سے پہلے دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے۔ یہ بات بھی شاید اخلاقیات میں شامل ہوتی ہے۔" وہ بہت ترش لہجے میں بولتی اپنی جگہ سے اٹھی اور ٹیپ ریکارڈر آف کر دیا تھا۔
"شاید نہیں، یقیناً ہوتی ہے۔ لیکن اگر دروازہ بند کر کے اپنا "شغل" پورا کیا جائے تو۔" وہ ہم ٹھنڈے لہجے میں بولا تھا۔ تحقی دانتوں پر دانت جما کر رہ گئی۔
درحقیقت وہ رونے کے ارادے سے تو کیسٹ لگا کر نہیں بیٹھی تھی جو دروازہ لاک کرنے کی ضرورت پیش آتی۔ وہ تو یونہی لفظوں نے دل و ذہن کو اپنی گرفت میں لے کر جھنجوڑ ڈالا تھا۔ اور اب اس شخص کے ہاتھ طنز کا ایک اور موقع لگ گیا تھا۔
"بہرحال، تمہیں بڑی امی بلا رہی ہیں۔ مگر جانے سے پہلے منہ ضرور دھو لینا۔ ہر کوئی میری طرح "باخبر" نہیں ہوتا۔" وہ جاتے جاتے بھی طنز کرنے سے باز نہیں آیا تھا۔
تحقی نے مٹھیاں بھینچ لیں۔
"یہ شخص ــــــ شاید میرے لئے امتحان بنا کے بھیجا ہے اسے خدا نے۔"
باتھ روم میں لگے آئینے میں اسے اپنی شکل دیکھ کر احساس ہوا کہ وہ کچھ غلط نہیں کہہ کر گیا تھا۔ صاف رونی رونی لگ رہی تھی۔
اچھی طرح ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارنے کے بعد تولیے سے منہ صاف کرنے کے بعد وہ خود قدرے فریش محسوس کرتی باہر آ گئی تھی۔
"چلو آ گئی تحقی بھی۔" تائی جان اسے دیکھتے ہی بولیں۔ پھر ساتھ ہی پوچھنے لگیں۔ "اب یہ کہاں رہ گیا ہے؟"
"مجھے کیا پتا؟" وہ نروٹھے انداز میں کہتی صوفے میں دھنس گئی۔ چچی جان نے تولتی نظروں سے اپنی اکلوتی دختر نیک اختر کے تاثرات کا جائزہ لیا تھا۔ وہ سخت بیزار دکھائی دے رہی تھی۔
"آج صبا کا بھی آنے کا پروگرام ہے ــــــ میں کہہ رہی تھی کہ مریم کے ساتھ مل کر جو کچھ ہے اپنی پسند سے خرید لو۔" تائی جان نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ جو ابھی کچھ دیر پہلے تک اپنی محبت کا سوگ منا رہی تھی جیسے سانپوں کی زد میں آ گئی۔
"تو یہ حقیقت ٹھہری تحقی بیگم ــــــ!"

"مریم تو کب سے کہہ رہی ہیں۔ اسی کو فرصت نہیں ملتی۔" چچی جان اس کی کوشاں کا کوئی بھی موقع ضائع جانے نہیں دیتی تھیں۔ اب بھی شکایتی انداز میں بولیں۔
تحقی کو بڑے زوروں کا رونا آیا تھا اور وہ ہاتھوں میں منہ چھپا کے رو بھی پڑی۔
دونوں خواتین کے ساتھ ساتھ تحسین کے بلاوے پر آتا سعید بھی ٹھٹک کر رہ گیا تھا۔ جانے اب کیا انکشاف ہونے والا تھا۔
تحسین نے آگے بڑھ کر فوراً اس کی پشت تھپتھپاتے ہوئے تسلی دینے کا سا انداز اپنایا تھا۔
"کیا ہو گیا تحقی؟"
"مجھے کوئی شادی وادی نہیں کرنی ہے۔" وہ روتے ہوئے بالکل بچگانہ سی ضد کے ساتھ بولی تو سعید سر پہ ہاتھ پھیر کے رہ گیا۔ کچھ شرمندگی کا بھی احساس تھا کہ بڑوں کے سامنے اس کی موجودگی میں یہ اعتراض اٹھایا گیا تھا، سو انہی قدموں پر واپس پلٹ گیا۔
تائی جان کے ساتھ ساتھ چچی جان بھی اسے واپس جاتے دیکھ چکی تھیں۔ مگر مصلحتاً اسے آواز دے کر روکنے کی کوشش نہیں کی۔
"مجھے آگے پڑھنا ہے ــــــ ایگزیم دینے ہیں۔"
"بس پڑھ چکیں تم اور دے چکیں امتحان۔ اب آرام سے اگلے گھر سدھارو۔" چچی جان کو اس کی بےوقت کی راگنی سخت ناگوار گزری تھی۔
"اس میں کیا مشکل ہے تحقی! گھر ہی کی تو بات ہے۔ شادی کے بعد کون سا تم پر آگے پڑھنے کی پابندی لگ جائے گی؟ سعید بھائی تو یوں بھی اعلیٰ تعلیم کے حق میں ہیں۔" تحسین نے صوفے کے بازو پر ٹک کر اس کا سر سہلاتے ہوئے اسے بہلایا تھا۔ مگر وہ کچھ نہیں بولی، بس خاموشی سے آنسو بہاتی رہی۔
اس کے اس قدر بودے جواز کو کسی نے بھی درخوراعتنا نہیں جانا تھا۔ اور خود تحقی کی سمجھ میں بھی نہیں آ رہا تھا کہ کس حکمت عملی سے اس طوفان کو ٹالے جو دن بدن اس کی طرف بڑھتا آ رہا تھا۔
وہ اٹھ کر بنا کچھ کہے اپنے کمرے میں چلی آئی۔ دل کا درد حد سے سوا ہو رہا تھا۔ وہ ٹوٹ کر روئی تھی۔ وہ ہمیشہ سے زندگی "گزارنے" کی عادی رہی تھی۔ مگر زندگی اسے اس طرح "گزارے" گی، یہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔
اور سعید حسن ــــــ یہ شخص تو اسے کسی بددعا کا ثمر لگتا تھا۔
وہ ماضی میں اس سے متنفر رہی تھی۔ مگر اس بدگمانی میں نفرت اور ضد تھی۔ یہ چڑ اور ضد سعید حسن کی اس سے شادی کے لئے اقرار کے بعد نفرت میں بدل گئی تھی۔ وہ اس کا نام بھی اپنے نام کے ساتھ سننے کی روادار نہیں تھی، کجا اس کے ساتھ اس قدر قریبی رشتہ۔ اسے کراہت محسوس ہوتی تھی۔
اب بھی وہ سوچ رہی تھی اس کے اندر ایک بھونچال سا اٹھنے لگا تو چند لمحوں تک وہ اپنے آپ پر قابو پانے کی کوشش کرنے میں ناکام ہونے کے بعد اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی مٹھیاں سختی سے بھینچی ہوئی تھیں۔ ذہن تیزی سے ایک لائحہ عمل تیار کر رہا تھا۔

●●●●●

"شیم آن یو صبا میر____ مجھے نہیں پتہ تھا کہ آپ ڈ والے کے ساتھ یوں مس بی ہیو کریں گی۔"
گاڑی میں بیٹھتے ہی وہ اس پر برسنا شروع ہو گیا تھا۔

"آپ کی کوئی پرابلم ہے تو وہ میرے ساتھ ہے۔ مگر اس میں آپ مجھ سے منسلک لوگوں کو گھسیٹیں، یہ مجھے بالکل بھی پسند نہیں۔" وہ تند و ترش لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"ایسا کون سا ظلم کر دیا تھا میں نے آپ پر جو یوں ظلم کی داستان سنانا شروع کر دی وہاں؟ اور اس پر وہ فضول جملے......"

"ایکسکیوز می۔" اس نے بہت برداشت سے کام لیا تھا مگر نوفل کا خاموش ہونے کا ارادہ نہ دیکھ کر بے حد تلخی سے اسے ٹوک گئی تھی۔ "میں اپنے مس بی ہیو کے لئے ڈ والے سے سوری کہہ چکی ہوں۔ پھر اب یہ "کلاس" کیا معنی رکھتی ہے؟"

"یوں بات کو گھمانے سے بات ختم نہیں ہو جاتی۔"

"یہ میری سمجھ میں نہیں آتی کہ ایک طرف آپ کو یہ سب کسی کو بھی بتا دینے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، دوسری طرف کسی کے سامنے ہمارے آپسی اختلافات آ گئے تو آپ کو میرے "مس بی ہیو" کا احساس ہونے لگتا ہے۔" وہ اب بھی تمسخر سے کہہ رہی تھی۔ جیسے اپنا دل جل رہا تھا، ویسے ہی چند لمحوں کے لئے نوفل احمد کو بھی سلگانے کو جی چاہ رہا تھا۔

"سب کو پتہ چلے گا، آپ چاہیں تو پورے شہر میں پوسٹرز لگوا سکتی ہیں۔ مگر تب جب ہمارے درمیان کچھ بھی نہ رہے گا۔" وہ بہت ٹھہرے انداز میں کہتا اسے چونکا گیا تھا۔

"یہ پوسٹرز میں اب بھی لگوا سکتی ہوں۔ کیونکہ ابھی بھی ہمارے درمیان کچھ بھی نہیں ہے۔"

"آپ کے نہ ماننے سے یہ رشتہ ختم نہیں ہو جاتا۔" وہ چبھتے ہوئے لہجے میں بولا تو وہ استہزائیہ انداز میں ہنس دی۔

"بہت خوب____ رشتہ____" اس نے تلخی سے دہرایا تھا۔ "تو آپ کو بھی احساس ہے اس رشتے کا۔ مگر آپ کو یہ نہیں معلوم کہ جس رشتے کی ہر پانچ منٹ کے بعد نفی کی جائے، اسے کچے دھاگے کی طرح توڑنے کی بات کی جائے اس کی انسانی زندگی میں کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔"

"صبا____!" وہ غصے سے اسے ٹوک گیا تھا۔ "میں آپ سے مزید بحث نہیں چاہتا۔ اگر آپ کو رشتہ برقرار نہیں رکھنا تو اس کا سیدھا سا حل میرے پاس موجود ہے۔ مگر آپ یوں ہر جگہ اسے موضوعِ گفتگو بنائیں، یہ میں قطعی برداشت نہیں کروں گا۔" وہ بے حد درشت لہجے میں کہتا صبا کو سناٹوں کے دھکیل گیا۔ اور ایسا پہلی بار نہیں ہوا تھا، یہ روزِ اول سے ہوتا آ رہا تھا۔ نوفل احمد نے تو شاید اسے "بے دل" سمجھ لیا تھا یا پھر احساسات سے عاری کوئی مخلوق۔

"یہ رشتہ آپ ہی نے جوڑا تھا۔ اس کے پیشِ نظر آپ ہی کے مفادات تھے، میرے نہیں۔ میں نے تو ویسے ہی ہاں کی تھی جیسے تمام لڑکیاں کرتی ہیں۔ لیکن اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں اتنی آسانی سے آپ

یا زندگی سے کھیلنے والوں کی تو بالکل غلط سمجھتے ہیں۔ میں نے کبھی آپ کو آپ کا "کھیل" کھیلنے سے نہیں روکا۔ اس لئے اپنی ہر جنبش پر بھی آپ کی پابندیاں برداشت نہیں کروں گی۔" وہ بہت غصے سے اور تیز لہجے میں بول رہی تھی جیسے ہر قسم کے نقصان سے عاری ہو گئی ہو۔ اس کی سانس پھول رہی تھی جیسے وہ میلوں سفر طے کر کے آئی ہو۔

نوفل نے "میر ہاؤس" کے سامنے گاڑی کو زوردار بریک لگائے تھے۔ صبا نے ڈیش بورڈ پر ہاتھ رکھ کر خود کو بمشکل ٹکرانے سے روکا تھا۔

"آپ جا سکتی ہیں۔" وہ سرسراتے لہجے میں بولا تھا۔ صبا بے اختیار اسے دیکھنے لگی۔ اس کی باتوں کے جواب میں جو ایک لفظ بھی نہیں بولا تھا۔

"آپ......" وہ کچھ کہنے لگی تھی، اس سے پیشتر ہی وہ پچھلی سیٹ پر رکھا اس کا بیگ اٹھا کر اس کی گود میں رکھ چکا تھا۔

"اگر میرا آپ کے قول و فعل سے کچھ تعلق نہیں تو آپ بھی میرے ہر عمل کی جواب دہی سے آزاد ہیں۔" اس کا انداز صبا کے اندر عجیب سا خوف بھر گیا تھا۔

نوفل کے تاثرات میں چٹانوں کی سی سختی بھری ہوئی تھی جیسے وہ آر یا پار جیسا سوچ چکا ہو۔

"اندر نہیں آئیں گے؟" بہت سے رشتے اسے اس ایک رشتے کا پاس رکھنے پر مجبور کر رہے تھے۔

"آپ جا سکتی ہیں۔" اسٹیئرنگ پر دونوں ہاتھ مضبوطی سے رکھے وہ ونڈ اسکرین کے پار نظر جمائے بے حد سرد اور سپاٹ لہجے میں بولا تو اپنے آنسو پیتی وہ بیگ سنبھالتی گاڑی سے اتر گئی تھی۔

وہ ایک لمحہ بھی مزید نہیں رکا تھا۔ برق رفتاری سے گاڑی اڑا لے گیا۔ چند ثانیوں تک وہ اڑتی دھول دیکھتی رہ گئی تھی۔ پھر گہری سانس کھینچ کر خود کو سنبھالتے ہوئے اس نے پلٹ کر ڈور بیل پر ہاتھ رکھ دیا۔ ساتھ ہی وہ نوفل کی عدم موجودگی کا بہانہ بھی تلاش کر رہی تھی جو اسے گھر والوں کے سامنے پیش کرنا تھا۔

اسے دیکھ کر حسبِ توقع بہت خوشی و مسرت کا اظہار کیا گیا تھا۔ مگر ساتھ ہی وہ سوال بھی جو صبا کے پیشِ نظر تھا۔

"کس کے ساتھ آئی ہو صبا؟____ نوفل نہیں آیا؟"

"انہی کے ساتھ آئی ہوں۔" وہ بمشکل مسکرائی تھی۔

"تو باہر ہی سے روانہ کر دیا تم نے اسے۔ حد ہوتی ہے بے وقوفی کی بھی۔" تائی جان نے اسے گھرکا تو وہ اپنی صفائی پیش کرنے لگی۔

"دراصل ان کے ساتھ ایک قریبی دوست کی فیملی بھی تھی، انہیں ایئرپورٹ چھوڑنا تھا، ٹائم بالکل بھی نہیں تھا۔ پھر میں نے خود ہی انہیں نہیں روکا۔ خواہ مخواہ دیر ہو جاتی۔"

اسی وقت نگین نے گویا اس کی جان بخشی کروا دی تھی۔

"مبارک ہو بجو، بہت بہت۔" وہ سب کچھ بھول کر اس کے گلے لگ گئی تھی۔

"تمہیں بھی۔" نگین نے اس کے کان میں کہا تو وہ ہنسنے لگی۔

"صحت تو تمہاری وکی کی وکی ہے۔ لگتا ہے ابھی تک انس بھائی کا دھیان تمہاری ذات پر نہیں گیا۔" صبا نے اس کا ناقدانہ جائزہ لیتے ہوئے شرارت سے کہا تو وہ فی الفور بولی۔

"ان کا تو کچھ مت پوچھو۔ اتنی احتیاطیں تو امی مجھے ڈاکٹر نے نہیں بتائیں جتنی اس ایک ہفتے میں وہ بتا چکے ہیں۔"

"ارے میرے بھائی کی محبت کا مذاق اڑا رہی ہو؟" صبا نے مصنوعی رعب سے کہا تو اندر آتے انعم کو جیسے دو سراہٹ مل گئی۔

"تو کچھ ہی ہوتا ——— یہ صلہ ہے یہاں کسی کی قدر کرنے کا۔"

صبا ہنستی ہوئی اٹھ کر اس کے شانے سے لگ گئی۔

"نوفل نہیں آیا؟" انس نے بھی اس کی خیریت سے پہلے یہی سوال پوچھا تھا۔

"وہ فرصت میں آئیں گے۔ ابھی تو بہت مصروف رہتے ہیں۔ ٹائم نہیں تھا ان کے پاس۔" بڑے متحمل انداز میں بولی تھی۔ پھر ساتھ ہی شکوہ داغ دیا۔ "آپ اپنی سنائیں، آپ کو بھی فرصت نہیں کہ کبھی خود سے ہی ملنے آ جایا کریں۔"

"تم اچھی طرح سے ان کی کلاس لو۔ میں ذرا تمہاری خاطر داری کا اہتمام کر لوں۔" تمکین اسے فروٹ دے کر اٹھی تھی۔ مگر صبا نے اس کا ہاتھ تھام کر پھر سے اپنے پاس بٹھا لیا۔

"میں کون سا مہمان آئی ہوں۔"

"شکر ہے کہ آپ بھی کچھ دن رہنے کے ارادے سے آئی ہیں۔ ورنہ شادی کے بعد تو واقعی پرائی لگنے لگی تھیں آپ۔" سحرو نے خوش ہو کر کہا تو تمکین شاکی نظروں سے انس کو دیکھنے لگی جو یوں ظاہر کر رہا تھا جیسے اس نے یہ جملہ سنا ہی نہ ہو۔

تمکین اب سنجیدگی سے اس سے ناراض ہونے کا سوچنے لگی تھی۔

"چچی جان! ثنی کہاں ہے؟" صبا کو بہت جلد اس کی غیر موجودگی کا احساس ہو گیا تھا۔

"وہ تو منہ سر لپیٹے اپنے کمرے میں پڑی ہیں۔ میں نے کہا بھی کہ چائے دم پہ پڑی ہے مگر کچھ بولا نہیں۔" سحرو نے تفصیل بتائی تھی۔

تمکین اٹھ کر کچن میں چلی گئی جہاں شام کی چائے کی تیاریاں جاری تھیں۔

"یہ کون سا وقت ہے سونے کا؟" صبا نے کہا تھا۔

"اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے اور کچھ نہیں۔" چچی جان نے ناگواری سے کہا۔ ثنی کی اس فضول ضد نے انہیں پھر سے فرسٹریشن کا شکار کر دیا تھا جو اپنے تئیں اب معاملات کو بالکل سیدھے رخ پر محسوس کر رہی تھیں۔ ایک بار پھر سے وسوسوں کا شکار ہونے لگیں۔

ثنی جیسی جذباتی اور ضدی لڑکی کسی بھی وقت، کوئی بھی تماشا کھڑا کر سکتی تھی۔

"تم تو یونہی اس کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی ذہن پر سوار کر لیتی ہو زہرہ!" تائی جان کسی طور بھی ثنی کی بات کو بڑھا چڑھا کر لینے پر تیار نہیں تھیں۔

"اُف ——— ہوا کیا ہے اب؟" صبا کا دل پریشان ہونے لگا۔

"اب محترمہ کا خیال ہے کہ اسے شادی سے زیادہ ضروری ایم اے کا امتحان لگ رہا ہے۔" چچی جان نے طنزیہ لہجے میں کہا تو وہ گہری سانس لے کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں ذرا اس سے مل لوں۔"

"دو گھڑی آرام تو کر لو۔ اس کے ساتھ تو جانے کتنی دیر تک سر کھپانا پڑے گا۔" چچی جان مدھم پڑ گئی تھیں۔

صبا نے ان کے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر تسلی آمیز لہجے میں کہا۔

"آپ بے فکر رہیں چچی جان! وہ کوئی مسئلہ نہیں اٹھائے گی۔ بس کچھ لڑکیوں کے لئے نئے رشتوں کو قبول کرنا ذرا وقت طلب ہوتا ہے۔ وہ بھی اسی کشمکش کا شکار ہے، اور کچھ نہیں۔"

"تو بیٹا! اس کو تم ہی سمجھاؤ۔ جب تک وہ خود اس رشتے کی اہمیت نہیں سمجھے گی تب تک یونہی بیچ میں لٹکی رہے گی اور اپنے ساتھ ہمیں بھی پریشان کرے گی۔"

چچی جان کی باتوں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ ثنی کی طرف سے واقعی بہت پریشان تھیں۔ صبا گہری سانس بھرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

خود وہ بھی الجھن میں پڑ گئی کہ نجانے اب ثنی کو کیا سوجھی تھی جو وہ شادی رکوانے کی خاطر ان بہانوں کا سہارا لینے لگی تھی۔ حالانکہ جب سے شادی کی تاریخ طے کی گئی تھی تب سے وہ خود کو بہت نارمل ظاہر کر رہی تھی۔ مگر اب جب کہ شادی کی تیاریاں شروع ہونے لگی تھیں تو اس کا یہ گریز کیا معنی رکھتا تھا؟

وہ ثنی کے کمرے میں آئی تو وہ واقعی تکیے میں منہ دیے لیٹی ہوئی تھی۔

"خوب فائدہ اٹھایا جا رہا ہے میری شادی ہونے کا۔ پھوپھیوں کی طرح بے وقت سو رہی ہو۔" صبا نے اونچی آواز میں کہا۔

نتیجہ حسب توقع نکلا تھا۔ ثنی نے ایک جھٹکے سے سر اٹھایا تھا۔ ہنستی مسکراتی صبا کو دیکھ کر وہ تیزی سے اٹھ کر اس کے گلے لگ گئی تھی۔

"شکر ہے تمہیں بھی نوفل بھائی کے علاوہ اور لوگ سوجھے۔"

"اُف وہ، یقین میں ابھی بھی ان کی شیدائی نہیں ہوں۔ تمہیں دیکھو، پہلا فقرہ ہی کس رہی ہے۔" وہ خوش دلی سے کہہ رہی تھی۔

"ارے جاؤ، تم دونوں بہن بھائی نے تو ایسا پینترا بدلا ہے شادی کے بعد کہ حد نہیں۔" ثنی کے خوش باش سے انداز کہیں سے بھی اسے پریشان یا الجھا ہوا ظاہر نہیں کر رہے تھے۔ صبا کی پریشانی بھی کم ہونے لگی۔

"تمہیں بھی دیکھ لیں گے۔ بہت دن نہیں رہ گئے ہیں آزمائش کے۔" اس کے بستر پر بیٹھتے ہوئے صبا اسے چھیڑنے والے انداز میں کہتی درحقیقت اسے جانچ رہی تھی۔ مگر وہ اس کی بات چٹکیوں میں اڑا گئی۔

"ہم تمہاری طرح مٹی کے بت نہیں ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ سعید بھائی کا آزمائشی دور شروع ہونے والا ہے۔" صبا مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

حنی نے تکیہ گود میں رکھتے ہوئے آرام سے کہا۔ "میں نے تو کھلی چھوٹ دی تھی انہیں سوچنے کی۔ اب ان کی قسمت میں خوار ہونا لکھا ہے تو کوئی کیا کر سکتا ہے۔"

"خیر، اب اتنی بھی بری نہیں ہو تم۔"

"بہت جلد تم لوگوں کی یہ رائے بدلنے والی ہے۔" وہ عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تو صبا سنجیدہ ہو گئی۔

"دل و ذہن کو ایک سوچ پر متفق کرو گی تبھی درست فیصلہ کر پاؤ گی۔"

"میں نے بہت درست فیصلہ کیا تھا۔ اپنی مرضی کے عین مطابق۔ مگر سبھی کو اس میں میرا بچکانہ پن دکھائی دے رہا تھا۔ لے کے اپنی مرضی تھوپ دی۔ اب میں سب کو گارنٹی تو نہیں دیتی پھروں گی۔" اس کے انداز میں یکلخت ہی سرد مہری اتر آئی تھی۔

صبا نے بڑے متحمل انداز میں کہا۔ "بہت سے لوگوں کی جب ایک ہی رائے ہو تو اسی کو آخری فیصلہ مانا جاتا ہے حنی! اچھے ہی دیکھ لو۔ میں کہ اس میرج کے کس قدر خلاف تھی۔ مگر تم سب نے ایک ہو کر مجھے غلط ثابت کر دیا۔ ضروری نہیں ہے کہ ہم اپنے لئے ہر بار صحیح فیصلہ ہی کریں۔ تم چاہے کسی کو اپنی آئندہ خوش گوار زندگی کی گارنٹی دو یا نہ دو مگر اس گھر کا ہر شخص تمہیں سعید حسن کی گارنٹی ضرور دے گا۔"

"یہی تو مسئلہ ہے صبا!" اس کی آنکھوں میں خفیف سی سرخی اتر آئی تھی۔ "وہ شخص سب کو اس قدر اصل لگتا ہے کہ اس کے مقابلے میں کسی کو میرا اعتراض دکھائی ہی نہیں دیتا۔"

"ایک سیدھی سادھی سی بات کو صرف تمہارا بے نام سا اعتراض ہی مسئلہ بنا رہا ہے حنی! ورنہ جو بھی سچے دل سے اس حقیقت کو سمجھ لو تو سعید بھائی جیسے شخص کو پا کر تا عمر سجدۂ شکر ادا کرتی رہو۔"

صبا بے حد جذباتی ہو گئی تھی۔ حنی فوراً ہی ٹریک بدل گئی۔

"کیا یار! ——— اتنے دنوں کے بعد آئی ہو اور آتے ہی یہ فضول سا ٹاپک لے کے بیٹھ گئی ہو۔"

"یہ فضول ٹاپک نہیں ہے حنی! ہم سب تمہاری بہتری چاہتے ہیں۔"

"اب کر تو رہی ہوں یہ شادی۔ اور کیا چاہتے ہو تم سب؟" اب کے وہ جھنجلا کر کہہ رہی تھی۔

"ہم سب صرف یہ چاہتے ہیں کہ تم راضی بہ رضا یہ شادی کرو۔ اس تمام دورانیے کو اسی طرح انجوائے کرو جیسے سب لڑکیاں کرتی ہیں۔" صبا نے اس کی خامیاں پوائنٹ آؤٹ کی تھیں۔

"خوشی دل سے ہوتی ہے۔ صرف چاہنے سے انسان خوش نہیں ہو جاتا۔" حنی نے کہا تو صبا نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر تشفی بھرے لہجے میں کہا۔

"تم بہت خوش رہو گی حنی! اور دیکھنا ایک دن آئے گا جب تمہیں اپنی یہ سب باتیں محض ایک بچکانہ لگیں گی۔"

"پلیز صبا فارگیٹ اٹ یار!" وہ اکتا گئی تھی۔ قدرے رکھائی سے بولی۔ "تم لوگوں نے جو فیصلہ

کرنا تھا کر لیا۔ اب جیسی بھی زندگی گزارنی ہے اس کا فیصلہ ہم دونوں پر چھوڑ دو اور بے فکر ہو۔ تمہارے والے بھائی کو بھی اس فیصلے میں شریک کروں گی تاکہ کسی کو بھی کوئی اعتراض نہ ہو۔"

صبا کو اس کے انداز و اطوار ابھی بھی خطرناک سے لگ رہے تھے۔ مگر اب جبکہ شادی کی تاریخ طے کی جا چکی تھی، پورے خاندان کو پتہ چل چکا تھا تو چپ ہی بھلی تھی۔ دوسرا اسے اس بات کا بھی پورا یقین تھا کہ سعید بہت آسانی سے حنی کو ہینڈل کر لے گا۔ تبھی اس نے بھی اپنا موڈ بدل لیا تھا۔

"چلو جی، جب میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا قاضی۔"

حنی کو اس کا جملہ کچھ خاص پسند تو نہیں آیا مگر اسی وقت حمرہ چلی آئی تو وہ گہری سانس بھر کے رہ گئی۔

"آپ لوگ تو جیسے جوگ لے کر بیٹھ گئی ہیں یہاں ——— اور ادھر سب چائے پر آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

"چلو بھئی، چل کے ان کی چائے کے ساتھ بھی دو دو ہاتھ ہو ہی جائیں۔" صبا نے کہا تو وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"متوکل بھائی کی سناؤ۔ انہیں فرصت ملی اپنے بزنس سے کہ نہیں؟"

"کہاں ——— اب بھی وہی مصروفیت ہے۔" صبا نے مختصراً جواب دیا تو حمرہ پرجوش انداز میں اچھل گئی۔

"آپی! توکل بھائی کا کمرشل سب کو اتنا پسند آیا ہے کہ کیا بتاؤں۔ میری کالج فیلوز تو سمجھیں ان کی فین ہو گئی ہیں۔ اور میری فرینڈز تو پرسنلی ملنا چاہتی ہیں ان سے۔"

"خبردار، اول تو خواہ مخواہ شو آف کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ اور بالفرض کسی کو خبر بھی ہے تو یہ ملاقات وغیرہ کا شوشہ چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔" حنی نے اس کے جوش پر ٹھنڈا پانی ڈالنے کا سا کام کیا تھا۔

"اوفوہ ——— بھئی اس سے کیا ہوتا ہے؟" صبا کچھ کہنے لگی تھی مگر حنی نے اسے ٹوک دیا۔

"یوں آنکھیں بند کر کے بھروسا کرنا بھی بہت اچھا نہیں ہوتا۔ ایک تو اتنے ہینڈسم شوہر کو اس فیلڈ میں آنے کی اجازت دے دی۔ اوپر سے انہیں "پرسنلی ملاقات" کی چھوٹ بھی دی جا رہی ہے۔ تمہارا تو دماغ کھسک گیا ہے۔"

"انہیں جتنا بگڑنا تھا بگڑ چکے۔ اب وہ چاہے کسی بھی فیلڈ میں چلے جائیں، اتنے ہی میرے رہیں گے جتنے شادی سے لے کر اب تک ہیں۔" صبا نے دل کا درد دباتے ہوئے اس کی سیریس بات کو بھی ہنسی میں اڑا دیا تھا۔

"شوہر کو اپنے قابو میں رکھنا چاہئے۔ یہ نہیں کہ بے تکے بیل کی طرح آزاد چھوڑ دیا۔ بھئی اگر آپ نے سب یاروں کو چھوڑ کر اس کے ہو رہے ہیں تو اسے بھی اتنی تو وفاداری دکھانی چاہئے کہ کم از کم اس رشتے کو ایمانداری سے ضرور نبھائے۔" حنی اس سے متفق نہیں تھی۔

"مجھے تو ترس آ رہا ہے سعید بھائی پہ۔" صبا نے گہری سانس بھر کر شرارت سے کہا تو وہ اسے گھورتی

ہوئی باہر لان میں نکل آئی جہاں اچھے موسم کو مدنظر رکھتے ہوئے نگین نے چائے کا اہتمام کیا ہوا تھا۔

"شکر ہے تمہاری شکل بھی نظر آئی۔" نگین نے اطمینان کی سانس لی تھی مگر وہ ان سے ناراضگی کے اظہار کے طور پر صبا کے ساتھ والی کرسی پر براجمان ہوگئی۔ اسی وقت انس اور معید اکٹھے اندر سے برآمد ہوئے تھے۔

"اندر ابو لوگوں کے ساتھ بھی تو چائے پی جا سکتی تھی۔" اسی وقت محی کو اعتراض ہوا تھا۔

"مل بیٹھ کر کھانے پینے سے محبت بڑھتی ہے۔" نگین نے مسکراہٹ دبا کر کہا تو وہ انس اور معید کے قریب آجانے کے باعث محض اسے گھور کر رہ گئی۔

"بھئی کتنے ہی دنوں سے میرا دل چاہ رہا تھا باہر لان میں شام کی چائے پینے کو۔" انس نے پلاسٹک کی سفید کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے گویا اس اہتمام کو سراہا تھا۔

"تو پھر ممی بھی مان گئی ہوں گی کہ دل سے دل کو راہ ہوتی ہے۔ یہ سارا اہتمام آپ کی بیگم کا ہے۔" صبا نے شرارت سے کہا تو وہ مضحکہ اُڑانے والے انداز میں بولا۔

"اس قدر رومینٹک سوچ۔ وہ بھی میری بیگم کی۔ ہو ہی نہیں سکتا۔"

"اب ہر ایک کو آپ کی رومینٹک نیکیوں کا کورس تو پورا نہیں کرایا گیا ہے۔" نگین اطمینان سے کپوں میں ان سب کے لئے چائے ڈالنے لگی تھی۔

"دیکھا۔" انس تلملایا تو معید نے اس کا شانہ تھپک کر اسے تسلی دی۔ تب وہ قدرے ٹھنڈا پڑا تھا۔

"مگر ایک بات طے ہوگئی ہے کہ بیوی کو اس بات کی ہوا بھی نہیں لگنے دینی چاہئے کہ آپ اس کا کتنا خیال کرتے ہیں۔"

"اس سے کیا ہوگا؟" صبا نے پوچھا تو وہ جل کر بولا۔

"اس سے یہ ہوگا کہ وہ سر پر آنکھیں نہیں رکھ لیں گی اور شوہر کو مناسب پروٹوکول دیں گی۔"

"شوہر نہ ہوا کسی ملک کا صدر ہوگیا۔ گھر آتے ہی ریڈ کارپٹ کا ریسیپشن ضروری ہے کیا؟" محی نے بہت تیکھے لب و لہجے کے ساتھ اس گفتگو میں حصہ لیا تھا۔

صبا اور نگین کی ہنسی بے ساختہ تھی۔ شامی کبابوں کے ساتھ انصاف کرتا معید جیسے ان کی باتوں سے لطف اندوز ہوتا مسکرا رہا تھا مگر اس وار سے انس کو خاصی تکلیف پہنچی تھی۔

"ویسے تو بہت نعرے لگاتی پھرتی ہو تم عورتیں کہ مرد و عورت کو شانہ بشانہ چلنا چاہئے۔ دونوں ایک گاڑی کے دو پہیے ہیں اور جہاں اپنے فرائض نبھانے کی باری آتی ہے وہاں انہیں اپنے حقوق یاد آجاتے ہیں۔"

"بھئی خواتین کا بھی یہی مطمع نظر ہوتا ہے کہ شوہر کو اس کی اہمیت سے نا آشنا ہی رکھا جائے۔ ورنہ تو موصوف ساتویں آسمان پر جا بیٹھیں گے۔" نگین اسے تپا کر خاصی خوش ہو رہی تھی۔

"اُف وہ ——— بھئی اپنی بحث چھوڑو۔ یہاں پر ایک عدد وکیل صاحب بھی بیٹھے ہیں ان کی صائب رائے بھی لے لو۔ آخر وہ اس "میدان کارزار" میں کودنے والے ہیں۔" صبا نے ان کی توجہ معید کی

ف دلائی جو ان کی بحث سے لطف اندوز ہوتا ساتھ ہی ساتھ چائے کے لوازمات سے بھی محظوظ ہو رہا تھا۔

"بھئی میری رائے محفوظ ہے۔" وہ خوشگوار سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تھا۔

"محی کی رائے سے مستفید ہونے کے بعد بھی؟" نگین نے شریر انداز میں محی کو دیکھتے ہوئے معید سے پوچھا تو اب کی بار وہ ہنس دیا۔

"یہ صرف کہتا ہے۔" انس کو ہمیشہ ہی سے معید کی طبیعت کا ٹھہراؤ رشک میں مبتلا کرتا تھا۔ جبکہ محی ف کر رہ گئی مگر بظاہر مسکرا کر بولی۔

"جن کے پاس کہنے کو کچھ نہ ہو وہ ہمیشہ اپنی رائے محفوظ ہی رکھتے ہیں۔" معید تو اس کی بات سنی ان نی کر گیا مگر انس پر ایسی کوئی پابندی نہیں تھی۔

"تم بہت بولتی ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ بہت عقل مند ہو۔ ڈھول بھی بہت بجتا ہے مگر اندر سے الی ہوتا ہے۔"

انس کی چوٹ پر ان سب کو ہنسی آتی تھی۔ محی نے کھا جانے والے انداز میں انس کو دیکھا۔

"ماشاء اللہ۔ زیادہ وہی بولتا ہے جس کے پاس بولنے کے لئے کچھ ہوتا ہے۔"

"بولنے کے لئے "کچھ" بولنا نہیں بلکہ "اچھا" بولنا ضروری ہوتا ہے۔" وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

"اس سے تو بہتر تھا کہ اندر ابو وغیرہ کے ساتھ ہی چائے پی لیتے۔ یہاں تو ساتھ میں کڑوی گولیاں بھی نگلنی پڑ رہی ہیں۔" محی نے با آواز بلند اپنا خیال ظاہر کیا تھا۔

"ہمارے یار کا بھی تو مستقبل قریب میں یہی حال ہونے والا ہے۔ مگر ان کا صبر دیکھو، زبان پر اُف تک نہیں ہے۔" انس مسلسل اس کا ضبط آزما رہا تھا۔

"تو کس نے کہا ہے اس آزمائش میں پڑنے کو؟ ——— یہاں کون سا کوئی تاحیات زندگی لئے بیٹھا ہے تجربات کرانے کو۔"

"اچھا بس نا۔ اتنے دنوں کے بعد ملے ہیں اور ابھی کی لڑائی شروع ہو جائے گی۔ دراصل میں تین چار دن ٹھہرنے کے ارادے سے آئی ہوں۔ کیا خیال ہے کوئی پکنک نہ ہو جائے؟" صبا نے بات بڑھتی دیکھ کر فوراً ہی موضوع تبدیل کر دیا تھا۔

"بالکل ٹھیک۔ اور جگہ میں طے کروں گا۔" انس نے فی الفور اس آئیڈیے کو اپرو کر دیا تھا۔

●●●●●

نوفل کو گویا اُلٹے پاؤں گھر لوٹتے دیکھ کر ہی صالحہ بیگم کھٹک گئی تھیں۔ اس پر مستزاد اس کا خاموش اور سنجیدہ سا انداز۔ وہ جو ابھی ادینہ کو نگین کی "خوشخبری" اور ان دونوں میاں بیوی کے میر ہاؤس جانے کا بتا رہی تھیں، پریشان سی ہو گئیں۔

"تم کیسے آگئے واپس نوفل؟"

ادینہ سے سلام دعا کرتا وہ استعجاب سے انہیں دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب؟ ——— میں کہاں جانے والا تھا؟" وہ جواباً پوچھ رہا تھا مگر اس کی یہ حیرت فطری

بالکل بھی نہیں تھی۔

"تم صبا کے ساتھ گئے تھے، مجھے تو لگ رہا ہے وہاں بیٹھے تک نہیں۔" وہ نا گواری سے کہہ رہی تھیں۔

"اوہ ـــــ میں صرف صبا کو وہاں چھوڑنے گیا تھا، سب سے ملاقات ہو گئی تو پھر چلا آیا۔" اس نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا ان کی ناراضگی دور کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر وہ جانے کن "گہرائیوں" میں اتری ہوئی تھی۔

"پھر بھی نوفل! اس سے زیادہ وقت تو تم اپنے آفس میں گزار لیتے ہو۔ اوپر سے جو ماڈلنگ کا نیا شوق پال رکھا ہے۔ پہلے ہی بیوی کو کون سا وقت دے رہے ہو جو اب بھی دو گھڑی سب کے ساتھ ول کے نہیں گزارے تھے۔"

"میری ذرا طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ ویسے بھی کل پھر جانا ہی ہے مجھے وہاں۔ اس لئے ابھی آپ کا خیال کر کے جلدی اٹھ آیا۔" وہ ماں سے جھوٹ بولتے پر شرمسار بھی تھا۔ مگر اس کے بغیر فی الحال اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔

"ہر رشتے کا اپنا مقام اور اپنی ایک اہمیت ہوتی ہے نوفل! یہ بات میں نے تمہیں پہلے بھی سمجھائی تھی۔ میں ان ماؤں میں سے نہیں ہوں جو اپنے مفاد کی خاطر بہو کے حقوق غصب کر کے خوش ہوتی ہیں۔ میری خوشی تم دونوں سے مشروط ہے۔"

"ممانی جان تو مثالی ساس ہیں۔ اتنی فکر نوفل کو اپنی بیوی کی نہیں جتنی انہیں اپنی بہو کی ہے۔" اریبہ کے تو دل میں جیسے کوئی تپتی سلاخ گھسے رہا تھا۔

نوفل کی صبا سے بے اعتنائی اسے جتنا سکون دیتی، صالحہ بیگم کا ان دونوں کو قریب لانے کی سعی کرنا اتنا ہی بے سکون کر جاتا۔ اب بھی بظاہر مسکرا کر بولی تو صالحہ بیگم نے تمکنت سے پُر لہجے میں کہا۔

"ہاں، تو کیوں نہیں، ہونا بھی چاہئے۔" انہوں نے فی الفور کہا تھا۔ "انسان کو خود سے منسلک ہر رشتے کے متعلق پوری طرح حساس ہونا چاہئے تاکہ اپنے حقوق و فرائض کی ادائیگی میں بھی کلیئر رہ سکے۔"

"او کے ماما ـــــ!" وہ فوراً انہیں موم کرنے والے انداز میں کہتا اٹھ کر ان کے پاس پنجوں کے بل آ بیٹھا تھا۔

"آپ کو پتہ نہیں مجھ سے کیا بے تکی ہو گئی ہے۔ اگر آپ کہیں تو ابھی واپس چلا جاتا ہوں آپ کی لاڈلی بہو کے پاس۔"

اس کے انداز پہ وہ مسکرا دیں۔

"بس اس کا خیال رکھا کرو۔ اتنی صابر بچی ہے۔ میرے تو گھر کو جنت بنا دیا ہے اس نے۔"

"اوہ ـــــ آپ کو کیا بتاؤں اب۔ مجھے بھی اتنی ہی پیاری ہے وہ۔" وہ بے حد بوجھل سا ہو کر کہہ رہا تھا۔ اب دل پہ کتنا جبر کر رہا تھا یہ اس کا خدا ہی بہتر جانتا تھا۔ مگر ماں کی محبت نے آج اس سے وہ حقیقت بھی کہلوا دی تھی جسے لب زبان پر نہ لانے کی شاید وہ قسم کھا چکا تھا۔

صالحہ بیگم نے جھکتے ہوئے اس کی کشادہ پیشانی چوم لی تھی۔

"اب بتائیں، کھانا کیا کھلا رہی ہیں؟"

"زرینہ گئی تو ہے کچن میں نوری کے ساتھ۔ اب دیکھو کیا مینیو بنا ہے۔" وہ کہہ رہی تھیں۔ پھر ساتھ ہی اریبہ سے کہنے لگیں۔ "مجھے ذرا کمرے میں چھوڑ آؤ۔ تھوڑا آرام کر لوں گی۔"

وہ فوراً اٹھ گئی تھی۔

وہ صالحہ بیگم کو چھوڑ کر آئی تو نوفل کو وہیں صوفے پر نیم دراز کیفیت میں بیٹھے پایا۔

"سو گئے ہو کیا؟" اریبہ اسے دونوں کے بعد اسے سامنے پا کر کافی خوشگوار موڈ میں تھی۔ وہ چونک کر سیدھا ہو بیٹھا۔

"نیند آ رہی ہے کیا؟" اریبہ نے اس کے بالمقابل صوفے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا تو وہ آنکھیں مسلتا ہوا پوچھنے لگا۔

"کیا میری شکل سے لگ رہا ہے؟"

"تمہاری آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں۔ میں نے سوچا شاید نیند کی وجہ سے۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ اس سے خفیف سی سرخی لئے اپنے اندر تمام تر سحر سمیٹے ان جادو آنکھوں کو دیکھنا کس قدر دل پسند عمل تھا، یہ کوئی اریبہ سے پوچھتا۔

"امی کو سمجھایا کرو یار! وہ صبا اور مجھے لے کر اتنی ٹینس کیوں رہتی ہیں؟" وہ واقعی متفکر تھا۔ لاکھ چھپا لیتے پر بھی کوئی نہ کوئی بات ان کے سامنے ضرور نکل جاتی تھی۔

"میں کیا سمجھاؤں، جبکہ میں خود تم دونوں کے رشتے کی حقیقت سے بے خبر ہوں۔" وہ بڑے بھولپن سے کہہ رہی تھی۔ نوفل کی اس کے چہرے پر پڑنے والی نگاہ بے ساختہ ہی نہیں، خاصی جانچتی والی بھی تھی۔

"میں نے اسے دیکھا، پسند کیا اور پھر شادی کے لئے خود اس کا نام تجویز کیا تھا۔ اس سے بڑھ کر اب رشتے کی اور کیا حقیقت ہو گی؟" وہ جوابا پوچھ رہا تھا۔ اریبہ پہلو بدل کر رہ گئی۔ کس قدر جلن ہوتی تھی اس کے لبوں سے صبا کا نام سن کر۔ اس سے وابستگی کا اعتراف سن کر۔

"بہت محبت کرتے ہو اس سے؟" وہ جانے کیا اگلوانا چاہ رہی تھی۔

نوفل چند ثانیوں تک اسے دیکھتا رہا، پھر صوفے کی پشت پر سر ٹکاتے ہوئے آنکھیں موند کر جیسے ہتھیار ڈالتے ہوئے انداز میں بولا۔

"ہاں ـــــ بہت کرتا ہوں۔"

اریبہ کا جی چاہا ہر شے کو آگ لگا دے۔ اس کی ہر چال ناکام ہو گئی تھی۔

نوفل اب بھی آنکھیں موندے ہوئے تھا۔

اور یہ شاید صبا سے محبت کا اس کا آخری اعتراف تھا۔ خود سے بھی۔

"نگین کا سناؤ، کیسی طبیعت ہے اس کی اب؟" وہ بات کو گھما گئی تھی اور اس کا نتیجہ اتنا کامیاب نکلے گا اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

"کیا ہوا ہے اسے؟" وہ بے تحاشا چونک کر سیدھا ہوا تھا۔
اوینہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔
"تم نوفل کے آئے ہوا سے۔" وہ اسے ٹٹولنے والے انداز میں کہہ رہی تھی۔
"ہاں۔ لیکن وہ تو...... میرا مطلب ہے کہ طبیعت کی خرابی کا تو مجھے علم نہیں ہے۔" نوفل کو پریشانی نے آ گھیرا تھا اور اوینہ جیسے اس کی اس حالت سے بہت کچھ اخذ کرنا چاہ رہی تھی۔
"صبا نے کچھ نہیں بتایا تمہیں؟" وہ جیسے بہت استعجاب سے پوچھ رہی تھی۔ نوفل کا ضبط جواب دینے کا مگر فی الحال اس نے خود پر قابو پانے کی بھرپور کوشش کی تھی۔
"ہو سکتا ہے اسے یاد نہ رہا ہو۔"
"کمال ہے۔ اسی کام کے لئے تم دونوں وہاں گئے تھے اور اسی سے تم لاعلم ہو۔" وہ ہنسی تھی۔
نوفل نے خود کو حد درجہ بے بس محسوس کیا تھا۔ اس کے بھوت تار عنکبوت کی طرح اسی کو لپیٹ میں لئے جا رہے تھے۔
"خوش خبری تھی بے وقوف۔" وہ ہنستے ہوئے بہت بے تکلفی سے کہہ رہی تھی۔ "حالانکہ یہ خبر صبا کو چاہئے تھا کہ تمہیں سناتی۔ بہرحال، ماموں بننے والے ہو تم۔"
وہ جو بہت ٹینس ہو کر بیٹھا تھا، اس غیر متوقع خبر پر ہونق سا بیٹھا رہ گیا۔
"ماموں ــــــ؟" کچھ کچھ خجالت اور بے پناہ خوشی کا احساس۔ وہ ملے جلے احساسات کے زیر اثر تھا۔ اسے صبا کا خوش خبری کے نام پر کترانا اور پہلو بچانا یاد آنے لگا۔ یقیناً فطری حیا اسے یہ خبر شیئر کرنے سے روک رہی تھی۔ ورنہ تو وہ سب سے پہلے نوفل ہی کو بتاتی۔
نوفل کو پہلی بار اوینہ کے اس قدر بے تکلفانہ اور کھلے انداز برے لگے تھے۔ وہ بات جو اس کی منکوحہ شرم کے مارے اسے نہیں بتا پائی تھی، وہی بات کوئی بھی شرعی رشتہ رکھے بغیر اوینہ نے بہت آسانی سے کہہ دی تھی۔ تبھی وہ بات پلٹ گیا تھا۔
"شاید اسی سرپرائز کا وہ بار بار ذکر کر رہی تھی۔ خیر تم سناؤ، تمہاری کزن کی منگنی کیسی رہی؟"
"ایک دم بورنگ۔" وہ ناک چڑھا کر بولی تھی۔ "اتنی خوب صورت اور پڑھی لکھی لڑکی کو ایک عام سے لڑکے سے منسوب کر دیا۔ وہ تو نائلہ کا پاسنگ بھی نہیں ہے۔ خالہ کا کہنا ہے کہ انہوں نے صرف لڑکے کی تعلیم اور جاب دیکھی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بہت شریف لوگ ہیں۔ اب بندہ پوچھے کہ شکل صورت نہ ہو، بینک بیلنس زیرو ہو تو اس شرافت کا کیا اچار ڈالنا ہے۔"
"بھئی تمہارے سوچنے سے کیا ہوتا ہے۔ یہ تو تمہاری کزن کا فیصلہ ہونا چاہئے۔" نوفل کو اس کے انداز فکر پر تاسف ہوا مگر جتائے بغیر سرسری انداز میں بولا تو اوینہ نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے حسرت زدہ انداز میں کہا۔
"اس کا کیا کہنا۔ وہ تو جیسے ہواؤں میں اڑ رہی ہے۔ فی الحال تو منگیتر کی ڈگریاں اسے مغرور کرنے کے لئے کافی ہیں۔ سنا ہے بہت کوالیفائیڈ بندہ ہے اور ذہین بھی۔"

"تم نہیں ملیں اس سے؟" نوفل نے پوچھا تو وہ ایک ادا سے بال جھٹکتے ہوئے مسکرائی۔
"ملی ہوں۔ شکل و صورت ایک پیسے کی بھی نہیں۔ مگر گفتگو بہت شاندار کرتے ہیں موصوف۔ اور وہ کیا کہتے ہیں، انتہائی انکسار اور فرمانبردار ٹائپ کا روایتی سا بیٹا۔"
"انسان میں اور کیا چاہئے ہوتا ہے اوینہ! فقط خوب صورت شکل سے متاثر ہونا بہت سطحی سوچ ہے۔ زندگی شکل و صورت سے نہیں، اخلاق اور رویوں کے سہارے پر گزاری جاتی ہے۔ اس لئے کسی بھی آدمی کی شکل سے زیادہ اس کا اخلاق و کردار اہم ہوتا ہے۔" نوفل نے صاف گوئی سے اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا مگر وہ اس سے متفق نہیں تھی۔
"تو کیا ضروری ہے کہ بس اچھی سیرت والے ہی کو ڈھونڈتے رہو؟ ـــــ بات بینک بیلنس کی بھی ہو سکتی ہے۔ یعنی شکل و کردار دونوں بیسٹ ہوں۔"
"تو پھر عام شکل و صورت والے تو کنوارے ہی بیٹھے رہیں، اگر تمہاری سوچ اپلائی کر دی جائے تو۔ ضروری نہیں کہ اچھی شکل رکھنے والوں کی سوچ بھی اتنی ہی سنہری ہو جتنی کہ ان کی رنگت ہوتی ہے۔"
"میرا تجربہ تو یہی کہتا ہے۔ اب تمہی خود کو لو، کیا تمہارے سے بہترین مثال کوئی اور ہو سکتی ہے؟ عورت کا احترام، اسے خود کے حقوق دینا، اتنا کیئرنگ ہونا، سب سے بڑھ کر یہ کہ تمہارے ہاں قول و فعل کا تضاد نہیں ملتا۔ کوئی ذہنی گرہ بھی نہیں ہے جو تمہیں کسی عورت کو ڈی گریڈ کرنے پر مجبور کرے۔" وہ کھوئی ہوئی نوفل کی جانے کن خوابیدہ سوچوں کو چھیڑے جا رہی تھی۔
"جتنا کم رو مرد ہوتا ہے اتنا ہی وہ اپنی بیوی کی خوب صورتی سے خائف ہوتا ہے۔ اب خلیل ہی کو دیکھ لو، میرا پاسنگ بھی نہیں تھا پھر بھی میں نے اسے اپنا لیا ـــــ مگر میری خوب صورتی، میرا اعتماد اسے قطعی بھی پسند نہیں تھا۔ بس اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کو بڑھا کر اس نے نہ صرف اپنی بلکہ میری زندگی بھی داغدار کر دی۔ میرے بیٹے کی ہر راہ بند کر دی ہے اس نے۔" وہ بڑے زخمی انداز میں کہہ رہی تھی۔
"لعنت بھیجو اوینہ! زندگی کے دور ختم ہوا کرتے ہیں، زندگی نہیں۔ ہر حادثے کے بعد گویا انسان کی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ نئے خیالات، نئے اقدام۔" نوفل اپنے مخصوص مشفقانہ انداز میں اسے سمجھا رہا تھا۔
"جس کے ساتھ حادثہ ہوتا ہے اس کے تو سارے خیالات بدل جاتے ہیں اور آنے والے وقت کے متعلق اقدام بھی۔ مگر ڈیئر کزن! اس معاشرے کے نظریات کا کیا کیا جائے جو عورت کو ہمیشہ سے شک کے پلڑے میں رکھ کے تولنے کا عادی ہے۔ یہاں تو منگنی ہو کر ٹوٹ جائے تو لڑکی کا جینا اجیرن کر دیا جاتا ہے، طلاق کی تو بات ہی بہت الگ ہے۔" وہ تلخی سے کہہ رہی تھی۔
نوفل بہت مدھم انداز میں اس کی تلخی کم کر پایا تھا۔
"ہر کوئی ایسا نہیں سوچتا اوینہ! اور اگر سوچتا بھی ہے تو اس کی بھی شاید کوئی مضبوط وجہ ہوتی ہو گی۔"
"صرف یہ کہ مردوں کے اس معاشرے میں مرد کی ہر بڑی سے بڑی خامی اور خطا معاف کر دی جاتی ہے چاہے وہ کسی خدا ہی کی طرف سے کیوں نہ ہو۔ مانا کہ بعض لڑکیاں اپنے کزنز کو پسند کرتی ہیں،

ان سے کافی حد تک کلوز بھی ہوتی ہیں۔ اب یہ تو ان کے والدین کی غلطی ہوتی ہے جو ان کی مرضی کے برخلاف رشتے طے کر دیے جاتے ہیں ـــــ اب کون شوہر ہوگا جو اس ذرا سی بات کو برداشت کرے۔ فطری طور پر ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ اس کی بیوی کی مکمل سوچ وہی ہو۔ مگر یہ عورت ہی ہوتی ہے جو اپنے شوہر کی ہر کمی اور خامی برداشت کر جاتی ہے۔ چاہے وہ اس کے انفرادی کیوں نہ ہوں۔"

بات کہاں سے چلی اور کہاں جا پہنچی تھی۔

نوفل کا ذہن جیسے کسی نے جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہو۔

"اسی لیے تو مرد و عورت کے لیے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرعی حدود و قیود نافذ کر رکھی ہیں۔ اور جو مرد و زن ان حدود کا خیال نہیں کرتے انہیں پھر اس کا نقصان بھی صبر سے بھگتنا چاہیے۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ انسان اپنے خود ساختہ اصول بنانے کی بجائے ان اصولوں پر چلے جو رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ہم تک پہنچے ہیں تو زندگی میں فقط آسانیاں ہی آسانیاں پیدا ہوں۔" وہ بے حد سرد مہری سے کہہ رہا تھا۔

اور یہ اس کے تاثرات کو بہت دلچسپی سے جانچ رہی تھی۔ یہ دھواں خواہ مخواہ نہیں اٹھ رہا تھا۔ کہیں نہ کہیں تو آگ سلگ رہی ہے۔ وہ بہت مطمئن تھی۔ چاہے بہت دیر ہی سے سہی مگر اس کھیل کے نتائج ضرور حاصل ہونے والے تھے۔ بس ذرا سا تحمل اور صبر۔ وہ "اصل" کی خبر نہ ہونے کے باوجود مطمئن تھی۔

"میں ذرا کپڑے چینج کر آؤں۔ تم کچن میں جھانکو، کیا بن رہا ہے وہاں؟" وہ فوراً ہی اٹھ گیا۔

اس کے اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہی وہ گنگناتی ہوئی اٹھ کر کچن میں چلی آئی جہاں زرینہ بیگم نوری کے ساتھ مل کر کھانا تیار کروا رہی تھیں۔

●●●●●

آج بیس اکتوبر تھی۔

اتوار کی چھٹی تھی اور سب سے پہلے فون عماد کا آیا تھا جو قدرتی طور پر صبا نے ریسیو کر لیا۔

"یوم سیاہ مبارک ہو بھئی۔" وہ بہت خوش دلی سے کہتا اسے حیران کر گیا۔

"وہ تو ستائیس اکتوبر کو منایا جاتا ہے۔ وہ بھی کشمیر میں۔"

"ہیپی برتھ ڈے گڑیا گرل۔" وہ اب جیسے اس کی ناسمجھی سے لطف اٹھا رہا تھا۔

صبا کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔ حسب عادت وہ اس بار بھی اپنا برتھ ڈے بھول گئی تھی۔

مگر یہ عماد ـــــ اس کا ذہن تو جیسے کمپیوٹر تھا۔ خاص طور پر سب کی سالگرہوں کے حوالے سے۔ ہمیشہ سب کی برتھ ڈے پر "ہیپی برتھ ڈے" بھی عماد ہی کی "وشنگ کال" سب سے پہلے آتی تھی۔ اس کے موبائل میں سب خاص مواقع کی تاریخیں فیڈ تھیں۔

"اور کسی نے تو ابھی وش نہیں کیا نا؟" وہ متفکرانہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔

صبا کو ہنسی آ گئی۔

"بے فکر رہیں۔ آپ ابھی تک ریکارڈ ہولڈر ہیں۔ آپ کا یہ ریکارڈ کوئی بھی نہیں توڑ پایا ہے۔"

"تو ـــــ تو ـــــ" عماد کو جیسے تاسف ہوا تھا۔ "یعنی کہ نوفل احمد کا شمار بھی "بے خبر" بندوں میں ہوتا ہے؟"

"اب ہر کوئی آپ کی طرح فارغ و فالتو تو نہیں بیٹھا ہوتا نا۔" وہ ہنسی دباتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

وہ ثانیہ بھر کو چپ رہ گیا۔ پھر جیسے بڑی خفگی سے بولا۔

"یہ فارغ تو ٹھیک تھا۔ میں برداشت بھی کر لیتا۔ مگر یہ فالتو کا طعنہ سید عماد میر کے دل پہ آ کے لگا ہے۔"

صبا نے بے ساختہ ہلکا سا قہقہہ لگایا تھا۔ مگر پھر ساتھ ہی اپنی صلح جویانہ فطرت کے تحت وضاحتی انداز میں بولی۔ "سوری عماد بھائی! دراصل مریم پھپھو سے آپ کے متعلق اتنا کچھ سنا ہے کہ بعض اوقات وہی زبان پہ آ جاتا ہے۔"

"شاباش ـــــ بہت اچھا انداز معذرت ہے۔" عماد نے گہری سانس بھری تھی۔

"اوکے سوری۔ اور وش کرنے کے لیے بہت بہت شکریہ۔" صبا نے فوراً ہی اس کے جذبات کا پاس کیا تھا۔

"بھئی صرف شکریہ کہنے سے کام نہیں چلے گا۔ کوئی پارٹی وارٹی دو، سلیبریشن پارٹی ہونی چاہیے بھئی۔" وہ دھونس جماتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

اور ایک عماد ہی کیا موقوف۔ یہ بھی لڑکے ایسے تھے۔ ذرا ذرا سی خوشی کو کھلے دل سے منانے والے۔ ہلے گلے کے شوقین۔ مگر صبا ہر بار کی طرح پہلو بچا گئی۔

"آپ کو اچھی طرح پتا ہے کہ میں ان فضولیات میں نہیں پڑتی۔"

"بہت خوب ـــــ یعنی شادی کے بعد محترمہ صبا میر صاحبہ بہت توپ چیز ہو گئی ہیں۔ اور ہم اور ہمارے شوق فضولیات۔" عماد تو جیسے تڑپ ہی اٹھا تھا۔

صبا شپٹا گئی۔ "یہ تو نہیں کہہ رہی میں۔"

"خیر تمہارا انداز تو یہی تھا۔"

"اوہو بھئی، میرا مطلب تھا کہ آپ جانتے ہیں مجھے بچوں کی طرح برتھ ڈے منانے کا کوئی شوق نہیں۔ یہ تو بچوں کا شوق ہے۔" اس نے عماد کو راضی کرنے کی کوشش کی تھی۔

"صرف بچوں کا نہیں بلکہ سب انسانوں کا ہوتا ہے سوائے تمہارے۔" اس نے صبا پہ حملہ کیا تھا۔ اس کے نروٹھے انداز سے محظوظ ہوتے ہوئے وہ جیسے ہار کر بولی۔

"اچھا اب سیدھی بات کریں۔ چاہتے کیا ہیں؟"

"تم صرف اچھی سی سلیبریشن کا اہتمام کرو۔ پارٹی میرے ذمے ہے۔" وہ بڑے فراخ دلانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔

"ماشاءاللہ عماد بھائی! میں ایک عدد شوہر کی مالکن ہوں۔" وہ مسکرا کر بولی تو عماد نے فوراً پوچھا۔

"کیا نوفل کی طرف سے پارٹی کی آفر موجود ہے؟"

اب کی بار وہ گڑبڑا گئی تھی۔ بھلا نوفل کو اس کے پیدا ہونے یا نہ ہونے سے کیا فرق۔

"وہ بھی میری طرح یہ "مشغل" نہیں رکھتے۔" وہ مزاح میں بات ٹال گئی تھی۔

"تو پھر ہم بھائیوں کی طرف سے سہی۔ باقی سب لوگ کہاں ہیں؟" وہ اطمینان سے پوچھ رہا تھا۔

"ابھی تو ساڑھے آٹھ بجے ہیں۔ چھٹی کا فائدہ اٹھا کر ابھی سو رہے ہیں، سوائے معید بھائی کے۔"

صبا نے بتایا تو وہ جیسے چڑ کر بولا۔

"یہ جو بندہ ہے نا معید حسن، یار اس نے ہماری ویلیو بڑی ڈاؤن کر رکھی ہے۔ اب دیکھو نا خواہ مخواہ کا کمپی ٹیشن۔ بات بات پر معید کی مثال موجود۔"

"جیلس ہو رہے ہیں، انس بھائی کی طرح؟" صبا نے لطف اندوز ہوتے ہوئے پوچھا تھا۔

"بالکل ہو رہا ہوں۔" وہ فوراً بولا تھا۔ "اب یہی دیکھو میں تو صرف تمہیں برتھ ڈے وش کرنے کے لئے جلدی اٹھ گیا، وہ بھی موبائل پر لگے الارم کی وجہ سے۔ اور پھر سو جاؤں گا۔ مگر یہ بندہ تو جیسے سورج کے ساتھ شرط باندھ کے سوتا جاگتا ہے۔ اب کوئی پوچھے کہ چھٹی والے دن اتنی صبح جاگنے سے کیا حاصل؟"

"آپ نے پڑھا سنا نہیں عماد بھائی! صبح سویرے اٹھنے والے پرندوں ہی کو رزق ملتا ہے۔" وہ مدبرانہ انداز میں بولی تو عماد نے اطمینان سے کہا۔

"میری تھیوری تم سے ذرا مختلف ہے۔ جو کیڑے مکوڑے بے چارے جلدی اٹھتے ہیں ان کا کیا قصور۔ ان کا حال دیکھو، جلدی اٹھنے پر کسی نہ کسی پرندے کا رزق بن جاتے ہیں۔"

صبا کو بڑے زور کی ہنسی آئی تھی۔

"آپ بھی نا عماد بھائی! حرفوں کے بنے ہوئے ہیں۔"

"چلو، پھر شام کو ملاقات ہوتی ہے۔ چھ بجے میں وہاں موجود ہوں گا۔ تم سب کو انفارم کر دینا۔" وہ اب فون رکھنے کو تھا۔

"اوکے، اللہ حافظ۔" اس نے مسکراتے ہوئے ریسیور کریڈل پر جما دیا۔

صبح ہی صبح عماد کی کال نے اس کا موڈ خوشگوار کر دیا تھا۔ لاؤنج میں داخل ہوتے معید کو اس کا خود میں مسکرانا بہت اچھا لگا تھا۔ اس نے صبح کا اخبار اور سنڈے میگزین اس کی طرف بڑھا دیا۔

"آپ پڑھ چکے؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"ابھی لان میں بیٹھا یہی کام کر رہا تھا۔"

"صبح صبح لان میں؟ اب تو اتنی ٹھنڈ ہوتی ہے معید بھائی!" اس نے اخبار کی چیدہ چیدہ سرخیوں پر نظر دوڑاتے ہوئے کہا تو وہ ریلیکس ہو کر صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"مگر سانس لینے کا مزہ اسی فریش ایئر میں آتا ہے۔"

صبا کو کچھ یاد کر کے ہنسی آئی تھی۔

وہ متعجب سا اسے دیکھنے لگا۔ صبا نے اخبار لپیٹ کر سینٹر ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا۔

"ابھی چند منٹ پہلے عماد بھائی کا فون آیا تھا۔"

"ڈونٹ ٹیل می ـــــ وہ کب اٹھتا ہے اتنی جلدی؟ وہ بھی چھٹی والے روز؟" معید نے مسکرا کر کہا

تھا۔

"یہ ان کی سحر خیزی کی عادت نہیں بلکہ ان کی شوقین طبیعت کا کمال ہے۔ مجھے برتھ ڈے وش کرنے کے لئے جناب نے اپنی قیمتی نیند کی قربانی دی تھی۔" صبا نے تشکر ظاہر کرتے ہوئے بتایا۔

"اوہ ـــــ" معید کو جیسے خوشی کے ساتھ ساتھ تاسف نے بھی گھیرا تھا۔ "آئی ایم سوری صبا! پچھلے سال میں نے سوچا تھا کہ میں تمہیں سب سے پہلے وش کروں گا۔"

"یہ کون سا ہیرو جن ریس ہے جس میں فرسٹ آنا انتہائی ضروری ہے؟" وہ ہنس دی تھی۔

"اچھا وے، ہیپی برتھ ڈے۔ اور تحفہ تمہاری پسند کا۔" وہ بہت کھلے دل سے بولا تو جانے کیا سوچ کر اس کا دل بھر آیا۔ کاش کہ نوفل احمد یہاں ہوتا اور دیکھتا ان محبتوں کو جن کی وہ عادی رہی تھی۔ ان چاہتوں کو جو بنا کسی شعوری کوشش کے اس کا نصیب تھیں۔

"بس آپ کی دعائیں چاہئیں معید بھائی! جینوں کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی تحفہ نہیں ہوتا۔" بہت ضبط کرتے ہوئے اس کی پلکیں نم ہونے لگی تھیں۔

"پھر بھی کہو نا!" معید نے بصد اصرار کہنا چاہا، پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "آج ہم سب کسی ہوٹل میں اچھا سا ڈنر رکھ لیتے ہیں، میری طرف سے۔"

"پھر کمپی ٹیشن ـــــ" صبا کو بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ عماد کی بات نے اس کے غمزدہ تاثرات کو دھوئیں کی طرح اڑا دیا تھا۔ وہ معید کو ساری بات بتانے لگی۔ وہ بھی ہنسنے لگا۔

"اب آپ ڈنر کا اہتمام کریں گے تو ان کی پارٹی کا کیا ہو گا جس میں وہ بہت ہلا گلا کرنا چاہتے ہیں ـــــ یہ تو آپ پھر کمپی ٹیشن کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں نا۔" صبا مزاح کے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

وہ سب معید ہی سے نہیں بلکہ آپس میں بھی ایک دوسرے سے بہت پیار کرتے اور گہرے جذبات رکھتے تھے۔ چاہے ایک دوسرے کے متعلق سنجیدہ گفتگو ہوتی یا مذاق کی بات ہوتی، سبھی اس کی پازیٹو سائیڈ دیکھتے تھے اور یہی مثبت سوچ ان کے باہمی تعلقات میں مضبوطی اور محبت کا باعث تھی۔ ابھی بھی عماد کی باتوں کو معید نے بہت انجوائے کیا تھا۔

اور پھر رفتہ رفتہ شام کی پارٹی کی خبر سبھی تک پہنچ گئی تھی۔

"ایک تو یہ عماد بھائی نا ـــــ کبھی جو سرپرائز رہنے دیا ہو۔" حنی کو عماد کا یوں نمبر لے جانا بالکل بھی نہیں بھایا تھا۔ ہمیشہ کی طرح وہ ایک ہفتہ پہلے ہی صبا کے لئے گفٹ خرید چکی تھی۔ اس کا ارادہ اس مرتبہ اسے سب سے پہلے وش کرنے کا تھا۔ مگر کیا کیا جائے کہ صرف اس کام میں عماد سے پھرتیلا اور کوئی نہیں تھا۔

"اس کا صرف ایک ہی حل ہے کہ ان کے پرسنل سیل کی تمام میموریز صاف کر دی جائیں۔" عمرہ کو بھی پیچھے رہ جانے کا غم ستا رہا تھا۔

"اس کا کیا ہے وہ کیلنڈر پر نشان لگا کر شروع کر دے گا۔" انس نے لقمہ دیا تھا۔

"اچھا ہے نا ـــــ کچھ تو یاد رکھتے ہیں۔ اور پھر ویسے بھی خود سے زیادہ دوسروں کی خوشی یاد رکھنے اور سیلیبریٹ کرنے والے انسان بہت مخلص ہوتے ہیں۔" تمکین نے کہا تو انس تڑپ اٹھا جیسے اس کی بات پہ۔

"دیکھا، ہمیشہ کمزور جگہ پر ہی وار کرتی ہو۔ جانتی ہو نا مجھے ڈیٹ یاد نہیں رہتی۔"

"بالکل ـــــ بھائی! اس بات کے گواہ تو ہم سب بھی ہیں۔" عمرا نے فوراً بڑے بھائی کی سائیڈ لی تو مشی نے بھولپن سے کہا۔

"واقعی ـــــ کئی بار تو ان کو "ڈیٹ" پہ جانا ہوتا تھا مگر وہ ڈیٹ ہی انہیں یاد نہیں رہتی تھی۔"

"یہ تو جب بھی بولتی ہے، مجھے پہاڑ کے ہی بولتی ہے۔ سمجھا لو اسے معید!" انس نے اسے خونخوار نظروں سے دیکھتے ہوئے یکلخت ہی معید کو بیچ میں گھسیٹ لیا جو مشی کو سخت ناگوار گزرا۔

"میں کیوں بھئی؟" معید نے استعجابیہ انداز میں بھنوؤں کو جنبش دیتے ہوئے پوچھا تھا۔

"اوہ ـــــ" انس چونک کر بولا تھا۔

"اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا!
پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے؟"

اس کے یوں شعروں کا قطع قمع کرنے پر بے ساختہ سب کی ہنسی ابھری تھی۔ جبکہ معید خفیف سا اسے گھورنے لگا۔

"کیا بکواس ہے؟" انداز بھی تھا کہ بس اب چپ ہو جاؤ۔ مگر بڑوں کی غیر موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے انس ان دونوں کو رگیدنے کے موڈ میں تھا۔

"بھائی" اچھا ہائی "مستقبل قریب" میں ہم ان محترمہ کی باگ ڈور تمہارے ہاتھ میں تھمانے والے ہیں۔ نصف بہتر تمہیں دے رہے ہیں، باقی کی نصف بہتر تم بنا لینا۔ مگر شروعات ابھی سے کر لو۔"

"مائنڈ یو انس بھائی! میں کسی کا رعب برداشت نہیں کرتی۔" مشی نے تنک کر کہا تھا۔

"اوفوہ بھئی ـــــ لڑنے کی نہیں ہو رہی۔ یہ سوچو کہ شام کی پارٹی کا مینیو کیا رکھا جائے؟ عمار بھائی تو فل موڈ میں تھے۔" صبا نے بات کو بگڑنے والے رخ پر جاتے دیکھ کر فوراً ہی ان کی توجہ اس حل طلب مسئلے کی طرف لگا دی تھی۔

●●●●●

"صبا! ـــــ نوفل بھائی کا فون نہیں آیا؟" تمکین کو شدت سے احساس ہوا تھا کسی کی کمی کا۔ مگر اس نے سب کے سامنے یہ بات نہیں اٹھائی تھی۔ تایا جان کے لیے ناشتہ بناتے وقت وہ دونوں کچن میں تھیں، تبھی تمکین نے پوچھا تو آملیٹ کے لیے پیاز کاٹتے اس کے ہاتھ سست پڑ گئے۔

"ابھی کل تو چھوڑ کے گئے ہیں مجھے۔ انہیں انس بھائی والی بیماری نہیں ہے۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ دراصل ان کو بھی عمار بھائی کی طرح ہر اہم موقع کو سیلیبریٹ کرنے کی عادت ہے۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ تمہارا برتھ ڈے بھول گئے ہوں؟" تمکین کہہ رہی تھی۔

صبا ہنسی۔

"ارے ـــــ اتنی سی بات؟ جناب رات بارہ بجے ہی مجھے وش کر چکے ہیں۔" اس نے بڑے اعتماد کے ساتھ جھوٹ بولا تھا۔

"سچ ـــــ؟" تمکین کو بہت اطمینان بھری خوشی نے لپیٹ میں لے لیا تھا۔ وہ اثبات میں سر ہلاتی پلٹ کر نان اسٹک پین میں انڈے کا آمیزہ الٹنے لگی۔

"شام کو انوائٹ کر رہی ہو نا انہیں؟" تمکین نے سمجھتے ہوئے اس کی جان کو لاعلمی ہی میں ایک اور آزمائش میں ڈال دیا تھا۔

"کیا یار! مجھے تو یوں بھی یہ سب بچکانہ لگتا ہے۔" اس نے پہلو تہی کرنے کی کوشش کی تھی۔

"اس بچپنے میں جتنی خوشی ہوتی ہے، اتنی بڑے پن میں کہاں۔" تمکین نے انس والا فقرہ دہرایا تھا۔ صبا گہری سانس بھر کے رہ گئی۔

"میرے خیال میں، میں خود ہی فون کر لوں۔ کل بھی مجھے ملے بغیر ہی چلے گئے تھے۔ صبا! تم نے انہیں میرے بارے میں تو نہیں بتایا؟ میرا مطلب ہے کہ یہ خوشخبری والی بات؟" وہ پھر سے پوچھ رہی تھی۔ صبا دم بخود پڑ گئی۔

"نہیں۔"

"پھر ٹھیک ہے۔ ورنہ تو ان سے بات کرتے شرم آتی۔ میں ابھی انہیں ایک سرپرائز پارٹی کا انوی ٹیشن دے کر آتی ہوں۔"

وہ رفو چکر ہو گئی تھی۔ صبا بے بسی سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔

عمار پورے چھ بجے صبا کے پسندیدہ چاکلیٹ فلیور آئسکریم کیک کے ساتھ موجود تھا اور ساتھ میں دیگر بہت سے لوازمات بھی تھے۔

"بہت فضول ہیں آپ۔ اتنی رازداری سے تحفہ خرید کر رکھنے کی ساری خوشی بے کار کر دیتے ہیں۔" مشی اس سے لڑ رہی تھی۔

"تم لوگ اپنی ازل کی سستی سے لڑنے کی بجائے مجھ سے لڑ رہے ہو۔ اور یہ دیکھو، فجر کے وقت جگنے والا۔ یہ بھی تو وش کر سکتا تھا۔" وہ معید پر طنز کر رہا تھا۔ معید ہنس دیا۔

"کاش میں بھی نوفل بھائی کی طرح رات بارہ بجے ہی صبا کو وش کر دیتی۔ کم از کم آپ کا ریکارڈ تو ٹوٹ جاتا۔" مشی حسرت سے کہہ رہی تھی۔ صبا چونکی۔ یقیناً یہ بات تمکین نے ہی اسے بڑے تفاخر سے بتائی ہو گی۔

"ایک تو تمہیں چیزوں کی توڑ پھوڑ میں بڑی دلچسپی ہے۔" انس کہہ رہا تھا۔

"صبا! یہ میں کیا سن رہا ہوں یار؟ اس بار میں لیٹ تھا۔" عمار نے اس کی گواہی چاہی تھی۔

"جی اب یہ میاں والی ہو گئی ہے۔ اور میاں بھی وہ جو تاریخ یاد رکھنے کے معاملے میں آپ کے بھی

بڑے بھائی ہیں۔" تمکین نے ہنس کر راز کھولا تھا۔

"چلو بھئی کچھ پارٹی!۔۔۔۔ سب محفل جاری جائے۔" عماد نے افراتفری مچائی تھی۔

وجدان اپنا ہینڈی کیمرہ لئے ایک ایک منظر کو فلمانے میں مصروف تھا۔

تمکین اور ممی نے اسے زبردستی کپڑے تبدیل کرنے کے لئے بھیجا تھا اور اب وہ مسلسل سوچ میں ڈوبی تھی۔

نوفل کا "متوقع سرپرائز" اسے ابھی سے کشمکش میں مبتلا کرنے لگا تھا۔ اب جھوٹ تو بول ہی چکی تھی کہ نوفل اسے وش کر چکا ہے۔ لیکن یہاں آنے پر یہ پول بھی کھل جانے والا تھا۔

وہ تیار ہو کر لاؤنج میں پہنچی تو سبھی وہاں پہنچ چکے تھے۔ بڑوں نے اس کی پیشانی چوم کر اور باقی سب نے گلے لگا کر اسے وش کیا تھا۔

"ہیپی برتھ ڈے ٹو یو

[illegible]

ہیپی برتھ ڈے ڈیئر صبا

ہیپی برتھ ڈے ٹو یو"

وہ جھینپی جھینپی سی تھی۔

"بھئی تمہارا میاں جتنا بھی ہوشیار کیوں نہ ہو تاریخیں یاد رکھنے کے معاملے میں مگر تمہارا "خیال" رکھنے کے معاملے میں فی الحال ہم سے بہت پیچھے ہے۔۔۔۔ اب دیکھو تمہارے برتھ ڈے کا یہ اہتمام کر چکا ہوں اور وہ موصوف ابھی شاید گھر ہی سے نہیں چلے ہیں۔" عماد با آواز بلند اسے چھیڑ رہا تھا۔

"نوفل بھائی آ گئے ہیں۔" یکایک تمکین نے خوشی سے لبریز انداز میں کہا تو عماد سے بحث کرتی صبا نے بے ساختہ چہرہ موڑ کر دیکھا۔ ہاتھ میں خوب صورت پھولوں کا بکے تھامے وہ تایا جان سے معانقہ کرنے میں مصروف تھا۔

صبا کا دل خوش گمانیوں میں گھرنے لگا۔

وہ پھول لایا تھا۔۔۔۔ تو کیا انہیں یاد ہے آج کا دن؟

وہ تو تپا سب سے ملتا وہ اب اس کے پاس آ کھڑا ہوا تھا۔

صبا کا دل تھم تھم کر دھڑکنے لگا۔

محبت بھری یہ داستان ابھی جاری ہے۔

مزید واقعات کے لئے جلد دوم کا مطالعہ کیجئے۔

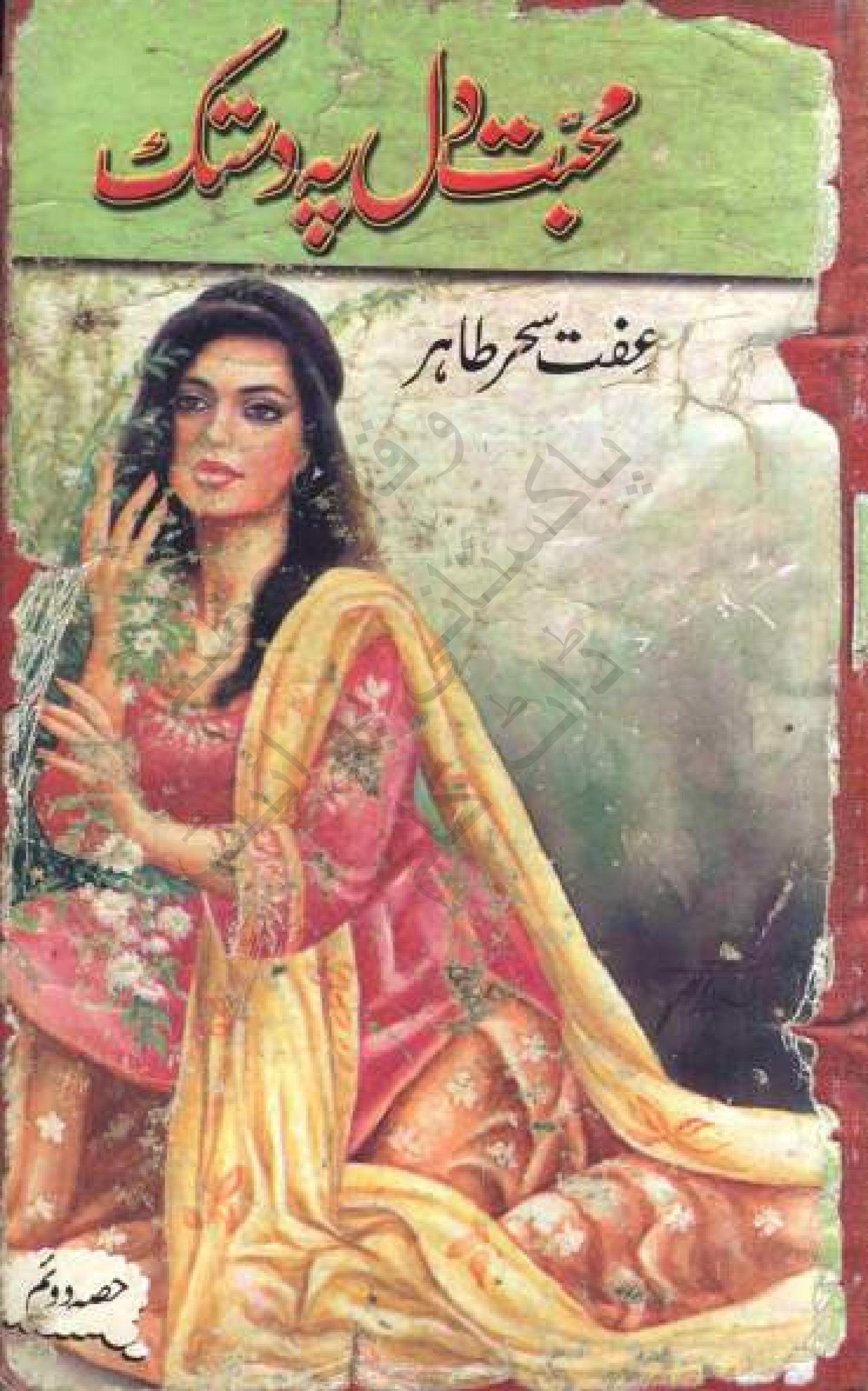
محبت دل پہ دستک
عفت سحر طاہر
حصہ دوم

"پھی بہت اے ۔۔۔۔۔!"

اس کا لہجہ کہیں آس پاس ہی مہکا تھا۔

صبا حواس باختہ سی سر اٹھائے اُسے دیکھنے لگی۔

ہونٹوں کی تراش میں مبہم سی مسکراہٹ لیے وہ زندگی سے بھرپور پوری توجہ کے ساتھ اُسے دیکھ رہا تھا۔

"باوجود اس کے کہ آپ نے مجھے انوائٹ نہیں کیا۔"

وہ خوشگوار انداز میں کہتا اس کے پاس ہی صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ صبا کے حواس پر ایک اور بم گرا۔ بمشکل وہ اس کے ہاتھوں کا بکے تھام پائی تھی۔

"بھئی انوائٹ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جن سے دل کا رشتہ ہو وہ تو یونہی کھنچاں کھنچاں کھنچے چلے آتے ہیں۔" عماد نے شرارت سے کہا تھا۔ وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔

"آپ لوگ بھی "یونہی" تشریف لے آئے ہوں گے۔"

اگرچہ اس کے انداز میں سادگی تھی مگر صبا کو بہت عجیب سا لگا۔

"یونہی کہاں؟ ۔۔۔۔۔ اس کا کریڈٹ تو عماد بھائی کو جاتا ہے جنہوں نے نہ صرف سب سے پہلے آپی کو وش کیا بلکہ آج کی یہ پارٹی بھی انہی کے کھاتے میں ہے۔" حرا نے اس کی معلومات میں اضافہ کیا تھا۔

"جی نہیں ۔۔۔۔۔ سب سے پہلے نوفل بھائی نے صبا کو وش کیا تھا۔ کرا بھی بات بادہ بیٹھے۔" ٹمکن نے ذرا بلکی انداز میں کہتے ہوئے نوفل کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر حیرت پھیل گئی تھی۔

صبا گڑبڑا کر ہوش میں آئی تھی۔ جلدی سے بولی۔

"اب اٹھ جائیں سب لوگ ۔۔۔۔۔ مجھے تو بھوک لگنے لگی ہے۔"

"ہاں جی ۔۔۔۔۔ ہماری کیا وقعت اب۔ جن کے ہونے سے عالم میں بہاروں کو ثبات ہے وہ تو آ گئے۔" عماد نے بڑے معاندانہ انداز میں کہا تو وہ ہنستی ہوئی اٹھ گئی۔

اس کا جی بہت ہلکا ہو گیا تھا۔ نوفل کا طرزِ عمل بہت حوصلہ افزا تھا باوجود کل رات کی تلخی کے۔

یہ سوچ بار بار اس کے ذہن کے کسی کونے میں ابھر رہی تھی۔

"صبا! کیک پر کتنی کینڈلز جلاؤں؟" عشی شرارت سے پوچھ رہی تھی۔

"ساٹھ واٹ کا بلب جلا دو یار! اب کہاں موم بتیاں گنتی رہو گی۔" عماد نے آسان سا حل بتایا تھا۔ صبا نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"مجھ سے پہلے آپ بوڑھے ہوں گے۔ یہ اچھی طرح سوچ لیجئے گا۔"

"چلو زیرو پاور کا بلب جلا دو۔ اب خوش؟" عماد نے اسے بہلایا تھا۔ وہ بے ساختہ ہنس دی۔

اس قدر شفاف اور کھنک دار ہنسی پر معید کے ساتھ بات چیت میں مصروف نوفل کی نگاہ بے اختیاری اس پر مرکوز ہوئی تھی۔

یوں سب کے درمیان ہنستی مسکراتی وہ انہی کا ایک حصہ لگ رہی تھی۔ اسے وہ صبا یاد آنے لگی جو اس کے نصیب میں آئی تھی۔ ایسا کوئی دوستانہ رابطہ ان دونوں کے مابین کبھی جاگا ہی نہیں تھا۔

"چلو بھئی، اب وقتِ شہادت ہے آیا، کیک کا۔ اٹھ جاؤ سب۔" انس نے آواز لگائی تھی۔

"بھئی نوفل! پہلے یہ ہماری ہوا کرتی تھی، اب ہم اسے تمہیں سونپ چکے ہیں۔ اس لئے یہ کیک تمہاری مدد سے کٹے گا۔" عماد نے بہت دوستانہ انداز میں کہتے ہوئے نوفل کو شانوں سے تھام کر صبا کے ساتھ کھڑا کر دیا تھا۔ اس کے اعصاب پر جیسے منوں برف گری تھی۔

اپنی تو وہ اسے ابھی بھی نہیں لگی تھی۔ مگر عماد کی باتیں تو اسے کھلا اعتراف لگی تھیں۔ سرے سے اعصاب کو کشیدہ کرنے والی۔

نوفل نے ایک نگاہ سب کے خوش باش چہروں پر دوڑائی تھی۔ یا تو جانتے نہیں یا پھر جان کر بھی انجان بننے کا ڈرامہ کر رہے تھے۔

"چلیں نوفل بھائی! صبا کی مدد کریں۔" عشی نے اس کی سوچوں کو منتشر کر دیا تھا۔ وہ قصداً مسکراتا متوجہ ہوا تھا۔

چھری تھامے نازک ہاتھ پر اس کی گرفت مضبوط تھی۔

"حالانکہ عورتوں کو یہ کام بہت مہارت سے کرنا آتا ہے۔ مگر پھر بھی۔" انس نے لقمہ دیا تھا۔

وجدان بھی وہیں کیم کو اسٹینڈ پر فوکس کر کے فٹ کر آیا تھا۔

"بہت حوصلے کا کام ہے دوسروں کو کھاتے پیتے دیکھ کر محض مووی بناتے رہنا۔" وہ توجیہ پیش کر رہا تھا۔

تالیوں کی گونج اور ہیپی برتھ ڈے کے شور میں اس نے کیک کاٹا تھا۔ بہت سے کام انسان بے اختیارانہ جذبوں کے تحت کرتا ہے، جن کے پیش نظر صرف اور صرف محبت ہوتی ہے۔ بے پناہ اور بے لوث محبت ——— مگر بعض اوقات زمانے کا خوف اور دوسروں کی سوچ کا احساس بھی کچھ کام کروا جاتا ہے۔

اور یہی دوسری وجہ نے صبا کو بھی یہ اقدام کرنے پر مجبور کیا تھا۔ اس کے کیک کاٹتے ہی نوفل نے اپنے ہاتھ کی گرفت ہٹالی تھی۔ صبا نے کیک کا پیس اٹھا کر بہت جھجکتے ہوئے اس کی طرف بڑھایا

تو پہلی بار تو وہ بھی ٹھٹک گیا۔ مگر موقع کی نزاکت اور خود پر مرکوز بہت سی نگاہوں نے اسے بھی پیش قدمی کرنے پر مجبور کر دیا ——— اس نے ایک نوالہ لے کر کیک کا باقی کا پیس صبا کے منہ میں ڈال دیا تھا۔

میاں بیوی کا یہ ڈرامہ بہت کامیابی سے جاری تھا۔

سبھی نے صبا کو گفٹس دیئے تھے۔ انس اور معید نے نقدی سے کام چلایا۔

"میں کچھ نہیں دوں گا۔ کیونکہ میں پارٹی دے چکا ہوں۔" عماد نے ہاتھ اٹھا دیئے تھے۔ مگر مریم بھابھی نے فوراً ہی پول کھول دیا۔

"جھوٹ مت بولو ——— یہ سب تم میرے پیسوں سے لائے ہو۔"

"امی! آپ بھی نا ———" وہ منہ بناتے ہوئے والٹ نکالنے لگا تو سبھی ہنس دیئے۔

"نوفل بھائی! آپ صرف پھولوں پر ٹرخا رہے ہیں صبا کو؟" عشی نے اسے گھیرا تو وہ دلکش سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"پھولوں سے اچھا گفٹ اور کیا ہوتا ہے؟ ——— نیچرل اور بیوٹی۔"

"خیر، اب اتنے کنجوس تو نہیں ہو سکتے آپ۔ اس کا برتھ ڈے یاد رکھ سکتے ہیں تو گفٹ خریدنا کیسے بھول سکتے ہیں؟"

"اوہو بھئی، بیویوں کو کیا گفٹ دینا؟" وہ شرارت سے کہتا اس کی بحث سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ عشی کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔

"اتنے آزاد ہو رہے ہیں آپ؟"

"اب تم مجھ پر الزام مت رکھ دینا۔ یہ مجھ سے پہلے بھی اس آزادی کے حامی تھے۔" نوفل کو فروٹ چاٹ کی پلیٹ تھماتے ہوئے صبا نے بظاہر بڑی خوش گواری سے کہا تھا مگر جاننے والا اس طنز کو اچھی طرح جان گیا تھا۔

"تمہیں تو چاہئے تھا کہ گفٹ لئے بغیر انہیں کیک بھی نہ کھلاتیں۔" تمکین کو تاسف ہوا تھا۔ نوفل کو اس کے انداز پر ہنسی آ گئی۔

"اب میں یہ فروٹ چاٹ کھا سکتا ہوں یا وہ بھی گفٹ سے مشروط ہے؟" وہ اجازت طلب انداز میں صبا سے پوچھ رہا تھا۔

"میں زندگی کو یوں مشروط انداز میں گزارنے کی قائل نہیں ہوں ——— یہ تو آپ کا شوق تھا۔ نہ تو میں نے کیک کھلانے میں کنجوسی کی تھی اور نہ ہی فروٹ چاٹ کھلانے میں کروں گی۔" وہ ٹھہرے ہوئے انداز میں بولی تھی۔

"صبا ناراض ہے۔ تبھی تو اتنی فلسفیانہ گفتگو کر رہی ہے۔" عشی نے جیسے اسے ڈرایا تھا۔

کچھ سوچ کر نوفل نے پلیٹ سینٹر ٹیبل پر رکھ دی۔

"کچھ تو نذر نیاز دینی ہی پڑے گی۔ کیونکہ گھر بھی جانا ہے۔"

صبا کی نظریں بے ساختہ ہی اس کے چہرے کو کھوج رہی تھیں جہاں طنز کا کوئی شائبہ نہیں تھا۔ وہ دور تک بس ملائمت تھی اور اس کی خوب صورت مسکراہٹ۔

اور یہ خوب صورتی یونہی کب [illegible]

اور خاندانی وجاہت تھی وہ بہت دلفریبی کی حامل تھی۔ حالانکہ "مہر ہاؤس" کے مرد بھی بہت ہینڈسم گردانے جاتے تھے مگر نوفل ان میں بھی نمایاں دکھائی دیتا تھا۔

"سوچا تو تھا کہ سرپرائز دوں گا۔ مگر یہ خلقِ خدا۔" گہری سانس بھر کے کہتے ہوئے نوفل نے جیب میں ہاتھ ڈال کر کچھ نکالا اور یونہی بند مٹھی صبا کی طرف بڑھا دی۔

وہ جھجک کر اسے دیکھنے لگی۔ ابھی بھی اس کے ہونٹوں پہ ہلکی سی مسکراہٹ ٹھہری ہوئی تھی۔

"دیکھے بغیر مت لینا صبا!" نگین نے اسے تنبیہ کی۔

"ہو سکتا ہے کوئی کاکروچ ہو۔ یا پھر چھپکلی۔" حنا نے حفظ ماتقدم کے طور پہ کھسکتے ہوئے مناسب فاصلے پہ جا کر خاصا خطرناک خیال ظاہر کیا تھا۔

"لاحول ولا۔۔۔ کیوں دل خراب کر رہی ہو آپی!" وجدان نے اسے گھورا تھا۔

"سب کو دکھا کے دینا تو طے نہیں ہوا تھا۔" نوفل اطمینان سے کہہ رہا تھا۔ اس کے انداز سے وہ اور بھی خائف ہو گئی۔ حنا کا کہا درست بھی ہو سکتا تھا۔

"لے لو صبا! آخر کاکروچ کے بھی کچھ جذبات ہوتے ہیں یار!" انس نے اسے پکارا تو وہ گھبراہٹ میں مزید دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"یہ گفٹ آپ ہی کو مبارک ہو۔"

"دیکھ لیں۔۔۔ کھانے کا سودا کر رہی ہیں۔" نوفل کے مسکرا کر کہنے پہ وہ جیسے شاکی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"اب کیا زندگی داؤ پہ لگا دوں؟"

"اوہو۔۔۔ بچی کافی سیریس ہو گئی ہے۔ نوفل! اب تو دکھا ہی دو یار۔" عماد نے دراصل صبا کو چھیڑا تھا۔

نوفل نے اچٹتی نگاہ اس پہ ڈالتے ہوئے قدرے توقف کے بعد بہت بشاشت سے کہا۔

"نہ صرف دکھاؤں گا بلکہ پہناؤں گا بھی۔"

وہ چٹکی سے تھامتے ہوئے سونے کا نہایت ہی نفیس چھوٹے چھوٹے زرقون جڑا بریسلٹ دکھاتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔

نگین نے صبا کا ہاتھ کھینچ کر اسے نوفل کے پاس بٹھا دیا۔

"دیکھو تو، کتنا خوبصورت ہے۔"

وہ بریسلٹ سب کے ہاتھوں سے ہوتا ہوا خوب صورتی کی سند پا کر دوبارہ نوفل کے ہاتھ میں آ چکا تھا۔ وہ اس کی کلائی میں بریسلٹ ڈال کر ہک لگا رہا تھا۔

صبا شدید حیرت میں مبتلا تھی۔

پھولوں تک تو ٹھیک تھا کہ وہ کسی پارٹی کے خیال سے لے آیا ہو گا مگر یہ گفٹ؟

ایک بہت بڑا سوالیہ نشان اسے کچھ سوچنے نہیں دے رہا تھا۔ یہ تو طے تھا کہ نگین نے اسے نہیں بتایا تھا بلکہ صرف سرپرائز پارٹی کہہ کر انوائٹ کیا تھا۔ تو پھر یہ۔

"تھینک یو۔" اس نے مدھم سے لہجے میں کہا تو وہ خوش گوار سے انداز میں بولا۔

"یو آر موسٹ ویلکم۔"

"یار! یہ ڈائیلاگ بیوی سے بولنا ممنوع نہیں ہوتا کیا؟" عماد بڑے تفکر سے پوچھ رہا تھا۔

"تو پھر آدمی جائے کہاں؟ ۔۔۔ مجھ پہ رکھنے کی بھی ممانعت ہوتی ہے۔ بیوی سے بھی ڈائیلاگ نہ بولیں تو کیا کریں؟" انس نے فی البدیہہ جواب دیا تھا۔

"شرم کریں۔۔۔ سب لوگ سن رہے ہیں۔ بلکہ تایا جان کی طرف اگر آپ اس وقت دیکھ لیں تو سب ڈائیلاگز بھول جائیں گے۔" حنا نے بروقت انٹری دے کر انس کی جذباتیت ہرن کر دی تھی۔ وہ سب ہنسنے لگے تو انس اسے گھور کر رہ گیا۔

کھانے سے فارغ ہوتے ہی مریم پھپھو اور عماد جانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

"چائے تو پی لیں۔ میں تو کہہ رہی تھی کہ آج رک جاتیں۔" نگین نے انہیں روکنا چاہا تھا۔

"بس، اب گھر جا کے تھکیں گے۔ اور روز روز یوں خالی گھر چھوڑ کے آنا بھی اچھا نہیں ہوتا۔ حالات ویسے ہی خراب ہو رہے ہیں۔"

"یہ صرف اکیلی رہ رہ کے اس قدر وہمی ہو گئی ہیں۔ تبھی تو میں کہتا ہوں بہو لے آئیں۔ کم از کم دوسراہٹ تو ملے گی۔" عماد نے بڑی ہمدردی دکھائی تھی۔ وہ گہری سانس لے کے رہ گئیں۔

"آنٹی! اس کا جھنڈ لگا ہی دیں اب۔" معید نے مریم پھپھو کو مشورہ دیا تو اس کے انداز پہ عماد نے اسے گھورتے ہوئے بدلہ چکایا۔

"بیٹا تو بچہ جی! آپ کا بجنے والا ہے۔ وہ بھی بہت تھوڑے ہی دنوں میں۔ صرف چھوٹی عید ہی آزادی کی گزرے گی۔ بڑی تک آپ بھی قربان ہو چکے ہوں گے۔"

سب کی بے ساختہ ہنسی نے معید کو جھینپنے پہ مجبور کر دیا جبکہ حنا دانت پیستی کسی اور موقع پہ عماد کی کھنچائی کرنے کا سوچ رہی تھی۔

صبا چائے لے کر آئی تو تقریباً سبھی اپنے اپنے کمروں میں جا چکے تھے۔ صرف انس اور نگین ٹی وی آن کئے اپنی بحث میں مصروف تھے۔

"نوفل چلے گئے؟" اس نے بے اختیار پوچھا تو نگین نے چائے کا مگ انس کو تھماتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"تمہیں بتائے بغیر تھوڑی چلے جائیں گے۔ ٹیرس پہ گئے ہیں۔ ان کی چائے وہیں لے جانا۔"

"ابھی تو سب کو چائے دینی ہے۔" صبا نے کہنا چاہا تو وہ اس کی بات کاٹ کر بولی۔

"تم ان کے لئے لے جاؤ، باقی سب کو میں سرو کر دیتی ہوں۔"

"اب اتنی سردی میں ٹیرس پہ جانے کا کیا مطلب ہے؟" صبا نے قدرے جھنجلا کر کہتے ہوئے چائے کا مگ اٹھا لیا تھا۔

معید کے لئے چائے کا مگ اٹھا کر ساتھ چلتی نگین نے شرارت سے سرگوشی کی۔

"لگ رہا ہے آج بہت رومینٹک موڈ میں ہیں۔ تبھی تو موسم کی ٹھنڈک اثر نہیں کر رہی۔"

صبا بہ وقت مسکرا پائی۔

اس قدر روکھے بے حس آدمی پر بھلا موسم کی سردی کیا اثر کرے گی۔

وہ چائے لے کر ٹیرس پر پہنچی تو آسمان پر چھائے بادلوں کی وجہ سے پھیلے گہرے اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ کر نوفل کو کھوج کر رہ گئی۔

بمشکل وہ سامنے ریلنگ کے ساتھ کھڑا لان میں جھانکتا دکھائی دیا تھا۔

"آپ کی چائے۔" صبا نے آہستگی سے کہا تو وہ پورے کا پورا اس کی طرف گھوم گیا۔

"تھینک یو۔" چائے کا مگ تھامتے ہوئے اس نے بہت خوشگوار انداز میں کہا تھا۔ صبا کی حیرت حد سے سوا ہونے لگی۔ یہ نوفل احمد کا کون سا روپ تھا؟ وہ تو بہت بہروپ بدلنے کا عادی تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اول روز سے لے کر اب تک کا ہر روپ صبا کا پرکھا ہوا تھا۔

اور ان کے مابین کل جو کچھ ہوا تھا جیسے وہ اسے گیٹ کے باہر ڈراپ کر کے گیا تھا، اس کو مدنظر رکھتے ہوئے تو صبا کو یہ سب خواب سا لگ رہا تھا۔ اب چاہے جو بھی ہو مگر صبا کو فطری تجسس نے گھیرے میں لے رکھا تھا۔

"اتنی ٹھنڈ میں کیوں کھڑے ہیں؟" نہ چاہتے ہوئے بھی وہ اسے ٹوک گئی تھی۔

"خیر، ابھی اتنی بھی سردی نہیں پڑ رہی کہ کمرے میں بند ہو کر بیٹھ رہیں۔" چائے کے گھونٹ بھرتا وہ ریلنگ سے پشت ٹکائے اطمینان سے کہہ رہا تھا۔ صبا ہلکی سی سانس بھر کے رہ گئی۔ وہ خاموشی سے چائے کے گھونٹ بھر رہا تھا۔

صبا کو اپنا وہاں کھڑے رہنا بے وجہ معلوم ہوا۔ یہی سوچ کر اس نے واپسی کے لئے قدم اٹھایا تھا کہ نوفل کی آواز اس کو روک گئی۔

"آپ نے میرے آج کے رویے سے کیا اخذ کیا ہے؟"

چند لمحوں تک ساکت کھڑی وہ اس کے انداز و الفاظ کو پرکھتی رہی تو احساس ہوا کہ تھوڑی دیر پہلے والا دوستانہ پن اب مفقود تھا۔ سینے پر بازو لپیٹتی وہ اس کی طرف پلٹ آئی۔

"تو میرا خیال غلط نہیں تھا۔" گہری سانس کھینچتے ہوئے وہ دل گرفتہ سی مسکرا کر بولی تھی۔

"میں نے آج جو کچھ بھی کیا وہ آپ کے لئے نہیں بلکہ خود کے لئے کیا ہے۔" وہ بہت سرد مہری سے کہہ رہا تھا۔

صبا کو پل بھر ہی لگا تھا اس کے ان بے لفظوں کے معنی و مطالب کھوجنے میں۔

"اوہ۔۔۔" وہ بے ساختہ استہزائیہ انداز سے ہنس دی تھی۔ پھر تلخی سے بولی۔ "مجھے یاد نہیں رہا کہ آپ کو دوسروں کے سامنے اپنا امیج بنانے کا کریز ہے۔ اور اس کے لئے آپ وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں جو شاید عام حالات میں آپ کے لئے سخت ناگوار ہو۔"

"ویری گڈ۔ کافی سمجھ گئی ہیں مجھے۔" وہ سراہنے والے انداز میں بولا تو صبا کڑھ کر رہ گئی۔

"اور رہ ہی کیا گیا ہے میری قسمت میں، سوائے آپ کو سمجھنے اور سمجھتے رہنے کے۔ ہر لمحہ ایک نئی چال، ایک نیا کھیل۔"

"تو خود بنا لیجئے نا اپنی قسمت۔ اپنے فیصلے کرنے کا حق اپنے ہاتھ میں رکھئے۔" وہ کمال سکون کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

صبا کے اعصاب چٹخنے لگے۔

"آپ بے فکر رہیں۔۔۔ اب اگر میری زندگی میں ایسا کوئی لمحہ آیا تو وہاں صرف میرا ہی فیصلہ چلے گا۔" اس نے سلگتے ہوئے انداز میں کہا تو وہ برجستہ بولا۔

"مگر جب تک میرے ساتھ ہیں تب تک آپ کو بھی یہی کرسی نبھانی پڑے گی جو ابھی میں نبھا رہا تھا۔"

'مروت۔' صبا کے دل میں بڑے زور سے چبھا تھا یہ لفظ۔ میاں بیوی کے رشتے میں تو کہیں بھی اس جذبے کی گنجائش نہیں ہوتی۔

"مروتی۔۔۔ تو پھر یہ کیا ہے؟" صبا نے تلخی سے کہتے ہوئے اپنی کلائی اس کے سامنے کر دی جہاں اندھیرے میں بھی اس کا پہنایا ہوا بریسلٹ جگمگا رہا تھا۔

"یہ۔۔۔؟" وہ دھیرے سے ہنس دیا جیسے اپنے ہی کسی خیال سے بہت محظوظ ہو رہا ہو۔ "اس کی کہانی بھی بہت دلچسپ ہے۔ اینجل اس کا ایک زرقون کہیں گر گیا تھا، ٹھیک کروانے کے لئے جیولر کو دے رکھا تھا۔ ڈالے نے کہا کر لیتا آؤں۔ تبھی تمہاری کا فون آ گیا کسی سرپرائز پارٹی کے لئے تو آنا پڑا۔ بھول تو چل ہی گئے مگر "مروتی" میں ہی ڈالنے کا بریسلٹ بھی گیا۔" وہ اسے بتاتے ہوئے بہت لطف اندوز ہو رہا تھا۔

صبا کو لگا اس کی کلائی کو آگ چھو گئی ہو۔ شدید اہانت نے اس کے چہرے کو تپا دیا تھا۔

اس نے لرزتے کانپتے ہاتھوں سے بریسلٹ اتار کر اس کی طرف پھینکا جو نوفل کے سینے سے ٹکرا کر فرش پر گر گیا۔

"اس سے بڑا آپ زندگی میں کبھی بھی میرے ساتھ نہیں کر سکتے۔" بہت ضبط کرتے ہوئے بھی اس کی آواز بھرا گئی تھی۔ بھاگنے کے سے انداز میں پلٹتی وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی تھی۔ مگر نوفل پیچھے خالی پن کے ساتھ کتنی ہی دیر کسی جھنجھوڑ دینے والے احساس میں گھرا کھڑا رہا تھا۔

●●●●●

"میرے تو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ لوگوں نے شادی کو اس قدر وہم مسئلہ کیوں بنا رکھا ہے۔

گھر میں کھانے کو کچھ ہو نہ ہو، شادی سب کی ہو رہی ہوتی ہے۔" عنی بہت جذباتی ہو رہی تھی مگر اس کی اتنی بے کار سی تقریر پہ صبا اور تمکین ہنسنے لگی تھیں۔

"کھانے پینے کا شادی سے کیا تعلق؟" تمکین نے حیرت سے پوچھا مگر وہ اپنے ہی خود ساختہ خیالات کے حصار میں گھری تھی، جھنجلا کر بولی۔

"اچھی بھلی گزرتی زندگی میں شادی نام کا پتھر ایسی ہلچل مچا دیتا ہے کہ سارا گھر ہی اتھل پتھل ہو کے رہ جائے۔ بھلا ماں باپ کے گھر سے اچھی زندگی کسی اور کے گھر بھی گزر سکتی ہے؟"

"کیوں نہیں ——" تمکین نے فی الفور جواب دیا تھا۔

"اگر سب کی سسرال میرے جیسی ہو تو پھر شاید تمہاری بھی شادی میں دلچسپی بڑھ جائے۔ کیوں صبا"

"ہوں۔" وہ کسی بڑے ہی گہرے دھیان سے چونکی تھی۔ عنی کی بات اسے انجانے سے دکھ میں مبتلا کر گئی تھی۔

کتنا سچ کہا تھا اس نے۔ بھلا ماں باپ کے گھر جیسا سکھ اور کہیں مل پاتا ہے؟

"یعنی ایک قطعی مذہبی فریضے کی یوں نفی کرنا بہت بری بات ہے۔ شادی تو سنت رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ جس کی ادائیگی بے حد ضروری ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔ مگر عنی کا جنون برقرار تھا۔

"سبھی اس بات کو ہی ہتھیار بناتے ہیں۔ مگر جہاں حقوق و فرائض کی ادائیگی کی بات آتی ہے تب تو کوئی بھی سنت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد نہیں کرتا۔"

"اچھا نا —— اب اس بحث میں پڑنے کا کیا مطلب ہے، دفع کرو۔" اس خواہ مخواہ کی بحث سے صبا کا دل پریشان ہونے لگا تھا۔ بلکہ اب تو اس کی کسی بھی بات پر اپنی ناکام ازدواجی زندگی مذاق اڑانے کو سامنے آ کھڑی ہوتی تھی۔

"صائب اور سعید کی بات ہی تو کر رہی ہوں، اب ایک ہی گھر میں مل کے رہ رہے ہیں۔ نکاح کے بعد بھی یہیں رہنا ہے تو پھر شادی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یوں بھی تو رہ ہی رہے ہیں اکٹھے۔" وہ نروٹھے پن سے بولی تو تمکین بے اختیار قہقہہ لگا بیٹھی۔ جبکہ صبا اس کی بے وقوفانہ بات پہ اسے گھور رہی تھی۔

"افوہ —— میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" وہ چڑ گئی۔ دراصل وہ خود بھی اپنی کیفیت کو سمجھ رہی تھی۔ لاکھ وہ خود کو مطمئن کرتی کہ اس کی سعید حسن سے شادی کا مطلب وہ نہیں جو عام طور پر ہوتا ہے۔ اس کا مطمع نظر صرف اور صرف ناراضگی بلکہ نفرت بھرے جذبات تھے۔ لیکن جوں جوں دن قریب آتے جا رہے تھے، اس کے اندر کا اضطراب بھی وحشت میں ڈھلنے لگا تھا۔

"اچھا اب اپنی بک بک بند ہی رکھو اور یہ سوچو کہ شادی کے روز کا جوڑا کس رنگ میں ہو؟ بلکہ ولیمے کا بھی تمہی سلیکٹ کر لو۔ پہننا تو تمہی کو ہے۔" صبا نے اسے ڈپٹتے ہوئے کہا ... لگتا تھا اسے عنی کی طبیعت سے اچھی طرح آگاہی تھی۔ اس طرح کے "شغل" ...

بات تھی۔ قسمت سے اس نے بھی انس جیسی ہی طبیعت پائی تھی، جذباتی اور شدت پسند۔

"رہنے دو —— یہ بھی امی سے ہی پوچھ لینا۔ جیسے شادی کی تاریخ طے کر دی، ویسے ہی شاید کوئی رنگ بھی طے کر رکھے ہوں۔" وہ ہنوز ناراضگی سے کہہ رہی تھی۔

اتنی سادگی پہ صبا کا دل چاہا اسے ایک چانٹا لگا دے۔

"تو اب کیا شادی کی تاریخ تم سے پوچھ کر رکھی جاتی؟ یہ تو بڑوں کے کرنے کے کام ہیں۔" تمکین نے اسے ٹوکا تھا۔

"اس کا دماغ خراب ہے، اور کچھ نہیں۔ جب ایک بات طے ہو گئی تو پھر اس میں مین میکھ نکالنے کا کیا مطلب ہے؟" صبا اسے تیکھی نظروں سے دیکھتی کہہ رہی تھی۔

عنی اس کا مطلب جان کر سر جھٹک کر رہ گئی۔

"ہم خواہ مخواہ اس کے ساتھ سر کھپا رہے ہیں —— ہمیں سیدھے جا کر سعید بھائی سے یہ ڈسکشن کرنی چاہیے۔ آخر دلہن انہی کی پسند سے سجنی چاہیے۔ دیکھنی اور سجنی تو ان کو ہی ہے۔" دفعتاً تمکین شرارت سے کہتی عنی کو خائف سا کر گئی۔

صبا کو اس کی شکل دیکھ کر ہنسی آ گئی۔ جبکہ اس کی رنگت تمتما اٹھی تھی۔ پھر چڑ کر بولی۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں چاہے کالا پہنوں یا سفید، انہیں کیا۔"

"یہ تو تم ان سے پوچھنا۔" تمکین اب اس کی کیفیت کا لطف لے رہی تھی۔

عنی نے مدد طلب نظروں سے صبا کو دیکھا مگر وہ خاموش رہی تھی۔ انداز یہی تھا جیسے کہہ رہی ہو کہ اب تمہیں ان سب باتوں اور چھیڑ چھاڑ کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ وہ منہ پھلائے اٹھ کے چلی گئی۔ تمکین ہنسنے لگی۔

"مجھے لگتا ہے اس کی آخری لڑائی سعید بھائی سے حجلہ عروسی میں ہو گی۔ اس کے بعد اس کے تمام اعتراضات ختم ہوں گے۔"

"اب بھی کون سا وہ کم کرتی ہے۔ سعید بھائی کو بھی نہیں بخشتی۔" صبا نے گہری سانس لی تھی۔

جانے یہ شادی کیا رنگ دکھانے والی تھی، بڑوں کو جس کی شدید خواہش تھی۔

"صبا! نوفل بھائی نے جو بریسلٹ دیا تھا وہ کیوں اتار دیا؟" تمکین اس کی کلائی دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"ویسے ہی —— چبھ رہا تھا تو اتار دیا۔" صبا کو پھر سے اسی تکلیف نے گھیر لیا جس کی وہ رات شکار رہی تھی۔

"اونہوں —— پیار کی نشانیاں یوں اتار کے نہیں رکھ دینی چاہئیں۔ پہنو گی، تبھی عادت پڑے گی نا۔" وہ سمجھانے والے انداز میں کہہ رہی تھی۔ پھر اسے بتانے لگی۔

"میں جو بھی یہ پینڈنٹ اتار دوں تو انس کا بس نہیں چلتا میرا گلا ہی دبا ڈالیں۔ بس، جو میں گفٹ کر دوں اسے بھی جان سے لگا کے رکھو اور محبت سے استعمال کرو۔"

"شدید محبت ایسی ہی ہوتی ہے۔" صبا نے مبہم سے انداز میں تبصرہ کیا تو وہ اپنی ہی بات سے لطف لے کر ہنستی ہوئی بولی۔

"ان کی محبت شدید نہیں بلکہ ازحد مادھند ہے۔"

صبا کو بھی اس کی بات پر ہنسی آ گئی۔

"اچھا لفظ چنا ہے۔" پھر اسے ٹوکتے ہوئے بولی۔ "امی نے تمہیں منع بھی کیا تھا کہ پانی میں بہت زیادہ ہاتھ مت ڈالا کرو، اچھا نہیں ہے تمہارے لیے۔" وہ اسے زکام کی وجہ سے مسلسل نتھنوں کو رگڑتے دیکھ کر کہہ رہی تھی۔

"یہ پانی میں کام کرنے کی وجہ سے نہیں بلکہ ٹھنڈی مشکی پینے کی وجہ سے ہوا ہے بلکہ جان گیا ہے۔ کل تک تو نہیں تھا، ابھی کچھ دیر پہلے ہی لگا کہ زکام شروع ہو چکا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بتا رہی تھی۔

"اب تو سردی شروع ہو چکی ہے۔ گرم ٹھنڈے کی بھی احتیاط کرو۔"

"اچھا پھپھو جان!" صبا بھی اس کے انداز پر مسکرا دی تھی۔ پھر اٹھتے ہوئے بولی۔ "اب چلوں۔ ہو سکتا ہے کل واپس چلی جاؤں۔"

"اوہو ——— ابھی دو دن تو ہوئے ہیں بمشکل۔ اور تمہیں واپسی کی فکر لگ گئی ہے۔" تمکین نے اسے ٹوک دیا تھا۔

"ہاں ——— خود تو جیسے کبھی ہفتہ بھر آ کے وہاں رہی ہو۔" صبا نے بدلہ چکایا۔ تبھی انس کو کمرے میں داخل ہوتے پا کر تمکین نے اسے سناتے والے انداز میں کہا۔

"یہ تو تم اپنے بھائی صاحب سے پوچھو ——— ایک دن بھی جو کبھی میکے میں رہنے کی اجازت دی ہو۔"

"بہت بری بات ہے انس بھائی! عورتوں پر ظلم۔" صبا مصنوعی انداز میں بولی تو وہ بستر پر دراز ہوتے ہوئے مسکرا کر کہنے لگا۔

"پہلے اپنی بھابی سے پوچھ لو، یہ عورتوں میں نہیں بلکہ لڑکیوں میں خود کا شمار کرتی ہیں۔"

"ان کی چھوڑو، یہ تو باتوں ہی کا کھاتے ہیں۔" تمکین نے طنز کیا تو وہ آرام سے بولا۔

"یہ فقرہ معید پر فٹ آتا ہے۔ وہ وکیل ہے اور واقعی باتوں ہی کا کھاتا ہے۔"

"کل تم تیار رہنا ——— میرے ساتھ ہی گھر چلنا۔ اور پھر ایک ہفتہ میرے پاس رہنا۔" صبا اسے پروگرام بتایا تو انس سیدھا ہو بیٹھا۔

"کیوں بھئی ——— اتنی بڑی نافرمانی۔ مجازی خدا کی اجازت کے بغیر ہی پروگرام سیٹ کر دیے جا رہے ہیں۔"

تمکین شکایتی نظروں سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"صبا کے ساتھ کیوں؟ ——— میں خود تمہیں کل لے جاؤں گا۔"

صبا کے جانے کے بعد بھی اسے خاموش بیٹھے دیکھ کر وہ پچکارنے والے انداز میں بولا تو وہ ٹشو سے ناک رگڑتے ہوئے خفگی سے بولی۔

"بہت شکریہ آپ کی اس مہربانی کا۔ شام ہوتے ہی اٹھنے کا اشارہ کر دیں گے۔"

"اوہو، تو اب میرے اشارے بھی سمجھنے لگی ہو۔" وہ بڑی دلربائی سے بات ہی پلٹ گیا تھا۔ پھر تھوڑا سا ترچھا ہو کر لیٹتے ہوئے سر اس کی گود میں رکھ لیا۔ اب وہ بالکل اس کی نظروں کے فوکس میں تھی۔

تمکین نے اس کا سر پیچھے دھکیلتے ہوئے تنبیہی انداز میں کہا۔

"مجھے زکام ہو رہا ہے۔ یونہی لگ جائے گا۔"

"اف، کتنی رومینٹک بیماری ہے یہ بھی۔" اس کی بات سن کر وہ بولا تو تمکین نے ٹھٹک کر پوچھا۔

"اب یہ زکام میں رومینس کہاں سے آ گیا؟"

"اب دیکھو، ایک سے دوسرے کو، دوسرے سے تیسرے کو۔ پھیلتی ہی چلی جاتی ہے، بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ بالکل محبت کی طرح۔ مجھے تو بہت محبت ہے اس بیماری سے۔" وہ مسکراہٹ دباتے کہہ رہا تھا۔ تمکین مرتحام کے بیٹھ رہی، پھر بے چارگی سے بولی۔

"آپ کا مرض بالکل لاعلاج ہے۔"

"بالکل غلط۔ اس کا علاج ہے تمہاری محبت۔ ویسی ہی جیسی میں تم سے کرتا ہوں۔" وہ اس کے رخسار پر انگشتِ شہادت پھیرتا بہت جذب سے کہہ رہا تھا۔ وہ اس کے انداز پر بے ساختہ مسکرا دی۔ پھر اس کے اچھے موڈ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بولی۔

"اتنی محبت کرتے ہیں اور ذرا سی خوشی کا خیال نہیں رکھ سکتے۔" اس کے روٹھنے والے انداز پر وہ ٹھٹک سا گیا تھا۔

"ناممکن ——— تمہارے متعلق میں کہیں بھی نہیں چوک سکتا۔ تم کس خوشی کی بات کر رہی ہو؟" سنجیدگی کے ساتھ اس نے کہا تو وہ گہری سانس بھر کے اس کی چمکتی بھوری آنکھوں میں دیکھنے لگی۔ مدھم لہجے میں بولی۔

"میں گھر جا کے کچھ دن وہاں رہنا چاہتی ہوں۔"

چند لمحوں تک وہ اسے خاموشی سے دیکھتا رہا اور جتنی دیر وہ خاموش رہا، تمکین کا ہاتھ اضطرابی انداز میں اس کی شرٹ کے بٹن سے کھیلتا رہا۔

"اور اگر میں کہوں، نہیں تو؟" وہ بڑی سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

"تو پھر میں آپ سے ضد کروں گی۔" اس نے بہت ناز بھرے مان سے کہا تو وہ دلچسپی سے بولا۔

"اچھا ——— تمہیں بھی ضد کرنا آتی ہے؟"

تمکین نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تھا، پھر جتانے والے انداز میں بولی۔

"اگر آپ مجھے باتوں میں لگا کر موضوع سے ہٹانا چاہ رہے ہیں تو یہ آپ کی بھول ہے۔ آج ہر

حال میں فیصلہ ہو کر رہے گا۔"

وہ گہری سانس لیتا کھسک کر تکیے پر ہو گیا تھا۔

"اب تم خود لڑائی کی تمہید باندھ رہی ہو۔"

"میکے جانا لڑائی میں کب سے شمار ہونے لگا ہے؟" اس نے تیکھے چتون سے انس کو دیکھا تھا۔

"لیکن میں تمہیں بہت پہلے ہی سمجھا چکا ہوں کہ میکے جا کر رہنے والی بات مت کیا کرو۔ چاہے میرے ساتھ یا کسی کے ساتھ بھی روزانہ چلی جایا کرو۔ میں وہاں جانے پر تو پابندی نہیں لگا رہا ہوں۔"

"انس! پلیز، اتنے شدت پسند مت بنیں۔" وہ ناپسندیدگی سے تیکھی اسے ٹوک گئی تھی۔ پھر مصالحت آمیز انداز میں گویا اس مسئلے کا حل پیش کرنے لگی۔ "اگر آپ اپنے بغیر مجھے وہاں رہنے نہیں دینا چاہتے تو دو تین روز ہم دونوں وہاں رہ سکتے ہیں۔"

"اونہوں ——— میں اس بات کو بالکل بھی پسند نہیں کرتا کہ اپنے دنوں جا کر سسرال میں رہ جائے۔ وہ بھی اس صورت میں کہ آپ کا اپنا گھر بھی اسی شہر میں ہے۔" وہ فی الفور اسے ٹوک گیا۔ تمکین کو غصہ آنے لگا۔

"کمال ہے ——— نہ آپ کو میرا وہاں اکیلے جا کر رہنا پسند ہے نہ آپ خود وہاں میرے ساتھ جا کر رہنے کو تیار ہیں۔ تو پھر اس مسئلے کا کیا حل ہے؟ آپ ہی بتائیں۔"

"اس بات کو مسئلہ تم بنا رہی ہو۔ درحقیقت یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ مجھے ایک بات نہیں پسند میں نے بتا دی۔"

"اور میں ——— میری پسند، میری مرضی، میری خوشی کچھ بھی نہیں؟" وہ عدم دلچسپی صدمے کا شکار تھی۔ اس قدر چاہنے والے شوہر کا اتنے نازک معاملے میں سوچنے کا یہ انداز؟

"تو تمہاری خوشی اس بات میں مضمر ہے کہ تم جا کر ہفتہ ہفتہ میکے میں گزارو۔ شوہر بے چارہ کو ترس جائے یا کسی اور کی زلف گرہ گیر کا اسیر ہو جائے۔" وہ اب سراسر اسے بہلا رہا تھا۔ مگر وہ نہیں بہلی تھی۔

"جن شوہروں کو بگڑنا ہو وہ بیوی کے پاس رہتے ہوئے بھی اس کی آنکھوں میں دھول جھونک دیتے ہیں۔ اور ویسے بھی مجھے ایسا کوئی کھٹکا نہیں۔ سو پلیز، آپ اپنی سوچ کا انداز ذرا بدلیں۔ نوفل بھائی نے کبھی صبا پر کوئی ایسی پابندی نہیں لگائی تو آپ ....."

وہ ناگواری سے کہتی ابھی اپنی بات بھی مکمل نہیں کر پائی تھی کہ انس سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"بات تمہاری اور میری ہو رہی ہے ——— نوفل اور صبا کا یہاں کیا ذکر؟"

"ان کا نہیں تو کسی بھی شادی شدہ جوڑے کا ذکر کر لیں۔ کیا شادی کے بعد سب لوگ بیویوں کا میکے جانا اور وہاں ٹھہرنا منع کر دیتے ہیں؟"

"میں سب کی نہیں، صرف اپنی بات کر رہا ہوں۔ میں نہیں رہ سکتا تمہارے بغیر۔ گھر آ کر

مجھے تمہاری شکل دکھائی نہ دے تو مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا۔" وہ اب بھی نرمی سے بات کر رہا تھا۔

اور نئے نئے دنوں کے خمار میں تمکین کو بھی اس کی یہ دیوانگی بہت بھاتی تھی مگر اب تو کچھ کچھ الجھن اور وسوسے گھیرنے لگے تھے۔ اگر یونہی اس کی بات مانتی رہتی تو شاید آئندہ وہ کبھی میکے جا کر نہ رہ پاتی۔ سو ابھی سے اس صورت حال کا سدباب کرنا ضروری تھا۔

"اگر میں بھی یہی ڈائیلاگ بولوں تو کیا آپ آفس چھوڑ کر بیٹھ رہیں گے؟" وہ طنزاً بولی تو انس نے بڑے تحمل سے کہا۔

"تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں ڈائیلاگ نہیں بول رہا ہوں۔"

اور واقعی وہ اچھی طرح جانتی تھی۔ مگر نظر انداز کرتے ہوئے ناراضگی سے بولی۔

"یہ کوئی محبت ہے۔ اتنی سخت گرفت۔ اگلے بندے کا چاہے دم ہی نکل جائے۔"

"اکتا گئی ہو مجھ سے تو صاف لفظوں میں کہہ دو۔ یوں گھما پھرا کے باتیں سنانے کی کیا تک ہے؟" اب کی بار انس کو بھی غصہ آ گیا تھا۔

"جس طرح آپ کو اپنے پیار پر مان ہے اسی طرح مجھے اپنے گھر والوں سے بھی محبت ہے۔ ان سے بھی نہیں اکتا سکتی میں۔" وہ ہارنے کے موڈ میں تھی اور نہ ہی بحث ختم کرنے کے۔

"تو پھر مجھ سے پوچھنے کا تکلف کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یونہی چلی گئی ہوتیں۔"

"اگر شوہر کی نافرمان ہوتی تو یقیناً ایسا ہی کرتی۔ بہت اچھا صلہ دے رہے ہیں فرمانبرداری کا۔"

"ہہ ——— خوب۔" وہ طنزیہ انداز میں بولا تھا۔ "ایک سو ایک جواب دے دیے، ہار پھر بھی نہیں مان رہیں۔ اور اسے تم فرمانبرداری گردان رہی ہو۔"

"تو آپ کیا چاہتے ہیں کہ میں جاہل عورتوں کی طرح سر جھکائے آپ کی ہر غلط بات برداشت کرتی رہوں؟" تمکین کا بھی حوصلہ جواب دینے لگا تھا۔ بات کیا سے کیا رخ اختیار کرنے لگی۔

"اپنے کون سے ظلم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں تم پر جو تم برداشت کر رہی ہو؟" اس کی پیشانی پُرشکن ہو گئی تھی۔

"اس سے بڑھ کے اور ظلم کسے کہیں گے کہ آپ مجھے میکے جانے سے روکتے ہیں۔" اس کی آواز بھرا گئی۔ آنسو فوراً ہی پلکوں کی باڑ تک آ پہنچے تھے۔

اس کے رونے نے انس کو مزید غصہ دلایا۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اس کا رونا انس کی کمزوری تھا اور اس وقت وہ یہی ہتھیار استعمال کر کے اسے پسپا کرنے کے ارادے میں تھی۔

"میں نے کبھی بھی تمہیں میکے جانے سے نہیں روکا۔ غلط بیانی مت کرو۔"

"ٹھیک آپ ہی تو سچے اور بات کے پکے ہیں یہاں ——— باقی سب تو جھوٹے بستے ہیں۔" وہ چڑ گئی۔

"تمکین! بدتمیزی مت کرو۔" انس نے اسے تنبیہ کی تھی۔

"آپ چاہے جان بھی نکال لیں اور میں ذرا سی اونچی آواز بھی نہ نکالوں۔" وہ اب مکمل رونے

کے موڈ میں آ گئی تھی۔

"تو کون کہہ رہا ہے یہ ظلم سہنے کو؟ جو جی میں آئے کرتی پھرو۔ اور مہربانی فرما کر مجھے سونے دو" وہ تڑخے ہوئے لہجے میں کہتا گویا بات ختم کر کے اپنی جگہ پہ دراز ہو گیا تھا۔ پھر بڑبڑاتے ہوئے دوسرا تکیہ اٹھا کر چہرے پہ رکھ لیا۔

"بے کار میں سر درد کر دیا۔"

"مجھے گھر جانا ہے اور وہاں رہنا بھی ہے۔" وہ اس کے منہ پر سے تکیہ کھینچ کر ہٹاتے ہوئے زور سے بولی تو وہ غصے سے کہنے لگا۔

"جب میں مر جاؤں گا نا، تب شوق سے جانا اور ہمیشہ کے لئے وہیں رہنا۔"

وہ خائف و ہراساں سی اسے دیکھنے لگی۔ اس قدر درشتی اور سفاکی۔ اس کی آنکھوں میں پانی آیا تھا۔ ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر وہ اٹھی، بستر سے اتری اور ایک جھٹکے سے دروازہ کھول کر نکل گئی۔

گہری سانس خارج کرتے ہوئے انس نے بے بسی سے آنکھیں موند لیں۔ پھر وہ بھی اٹھ اس کے پیچھے باہر آیا تو اسے لاؤنج میں صوفے پہ دھواں دھار روتے پا کر ششدر رہ گیا۔ ابھی رات زیادہ نہیں ہوئی تھی، کوئی بھی ادھر آ سکتا تھا اور ادھر وہ اپنا شغل شروع کئے بیٹھی تھی۔ انس نے جھک اس کا بازو تھاما تو اس نے ایک نظر اس کے چہرے پہ ڈال کر اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"آدھی رات کو یہاں تماشا لگانے کا کیا مطلب ہے؟" وہ دبے لہجے میں سختی سے بولا مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوئی۔ بازو کے حلقے میں منہ دیئے روتی رہی۔

انس نے ایک بار پھر سختی سے اس کا بازو دبوچا اور اس کے احتجاج کے باوجود اسے قدموں پر کھڑا کر دیا۔

"اب بھی اگر تم سیدھی طرح سے کمرے میں نہیں چلیں تو اٹھا کے لے جاؤں گا چاہے سب تماشا بن جائے۔" وہ غرایا تھا۔ اور شاید یہ اس کے غصے کا اثر تھا یا پھر اسے بھی کسی کے آ جانے کا خدشہ ہوا تھا۔ وہ خاموشی سے اس کے ساتھ گھسٹنے کے سے انداز میں چلتی اپنے کمرے میں آ گئی۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے ایک جھٹکے سے اپنا بازو اس کی گرفت سے چھڑایا اور بے بولی۔

"لوگوں کا ڈر آپ کو ہوگا، مجھے نہیں ہے۔"

"اچھا ——" وہ اس کی صورت دیکھتا ہنس دیا تھا۔ پھر آگے بڑھتے ہوئے صلح جویانہ انداز اسے بانہوں میں لینے کی کوشش کی تو وہ اس کے بڑھے ہوئے ہاتھوں کو جھٹکتی چند قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"اب ہر بار کی طرح تمہی لڑائی شروع کر رہی ہو، پھر گھر جاؤ گی اور سارا الزام مجھ غریب پہ آ دو گی۔" وہ اب بھی صلح کے موڈ میں تھا مگر وہ ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑتی غصے سے بولی۔

"آپ مجھ سے بات بھی مت کریں —— بہت برے لگ رہے ہیں مجھے۔"

"آئی ایم سوری۔"

"دو ٹکے کی فضول بات آپ نے کی ہے اس کی کوئی سوری نہیں ہے۔" وہ پھر سے رونے لگی تھی۔ انس کا دل بے چین ہونے لگا۔ روبرو کر وہ اپنی آنکھوں کا حشر کر رہی تھی۔ اس پہ مستزاد اسے پاس بھی نہیں آنے دے رہی تھی۔

"اوہو، یار! سمجھو تو کوئی اس کی بے عقلی نے۔" وہ جھنجھلا گیا تھا۔ "اب کیا میں ذرا سا غصہ بھی نہیں دکھا سکتا؟"

"آپ کا مذاق کیا، غصہ بھی سر آنکھوں پر۔ اور اس روز میں نے جو ذرا سا مذاق کر لیا تو کھینچ کے تھپڑ دے مارا۔ اس وقت آپ کی یہ منطق کہاں تھی؟" وہ واقعی اس کی بات سے صدمے کا شکار ہوئی تھی۔

"اب یہ تو کوئی بات نہیں۔ گزری باتوں کو خوامخواہ اس وقت گھسیٹ رہی ہو۔" وہ چڑ سا گیا تھا۔

"میں ہر بار غلط ہوتی ہوں۔ میں نے مان لیا۔ بس۔" وہ غصے سے بولی تو وہ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"اچھا چلو، میں نے تمہیں تھپڑ مارا تھا، اب تم مجھے مار لو۔"

وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔ وہ سنجیدہ تھا۔ تمکین جھنجلاتی ہوئی بستر پہ جا بیٹھی۔

"بس الٹی سیدھی باتیں کرتے رہیں گے۔ اتنی ہی طاقت بھی نہیں بات کو سمجھنے میں لگا دیں تو اتنا فساد نہ پھیلے۔"

"ابھی اگر تم غصے میں نہ ہوتیں تو یہی بات میں تم سے کہنے والا تھا۔" وہ معاندانہ انداز میں بولا تو وہ دانتوں پہ دانت جما کر رہ گئی۔

مگر یہ تو طے تھا کہ انس سے ناراضگی پکی تھی۔ درحقیقت وہ بہت غصے میں تھی۔

"شوہر سے ناراض ہو کر سوؤ گی تو فرشتے ساری رات لعنت بھیجیں گے۔" وہ اسے مناتے ہوئے ڈرا رہا تھا۔

"ہاں —— شوہر پر تو جیسے خدا نے فرشتے تعینات کئے ہی نہیں۔ وہ جیسا چاہے سلوک کرے بیوی کے ساتھ۔"

تمکین نے طنز سے کہتے ہوئے کروٹ بدل لی تھی۔ انس گہری سانس لے کر رہ گیا۔ مگر بہرطور اتنی تسلی کافی تھی کہ وہ کمرے میں تھی اور رو نہیں رہی تھی۔

●●●●●

"آرام سے ناشتہ کرو نوفل! کہیں جانے کی جلدی ہے کیا؟" اسے چائے کے ساتھ جیم کی ہلکی سی تہہ والے توس کے بڑے بڑے نوالے لیتے دیکھ کر ساجدہ بیگم اسے ٹوکے بنا نہیں رہ سکی تھیں۔

"مجھے واقعی جلدی جانا تھا مگر میں آدھا گھنٹہ لیٹ ہوں۔ بس آپ کے خیال سے ناشتہ کر رہا ہوں۔ سوچا ڈانٹ پڑے گی۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"صبا کو لینے جا رہے ہو؟" صالحہ بیگم کو خیال آیا تھا۔
اریبہ بے اختیار نوفل کو دیکھنے لگی۔ چائے کا خالی کپ ساسر میں رکھتے ہوئے وہ بہت اطمینان سے بولا۔
"ان کی طرف سے میں بالکل فری ہوں۔ وہ ابھی دو چار روز ٹھہریں گی وہیں۔ رات ان سے بات ہو رہی تھی فون پر۔"
"چلو اچھا ہے۔ اس کا بھی جی بہلے گا ذرا۔ بندھ کے رہ گئی ہے بچی اس گھر میں۔ اسے بھلا کہاں عادت ہے اتنی خاموشی اور تنہائی کی۔" زرینہ بیگم نے اپنی مخصوص سادگی سے بھرے لہجے میں کہا تو اریبہ دانت پیستی انہیں گھورنے لگی۔
"بہت سی عادتیں انسان کو ڈالنا پڑتی ہیں۔" وہ کہہ رہا تھا۔
"بالکل ــــــ آپس میں محبت اور وفا ہو تو یہ کام بہت آسان ہوتا ہے۔ کیوں نوفل؟" اریبہ نے بہت موقع پر اور بھرپور وار کیا تھا۔ نوفل نے سپاٹ نظروں سے اسے دیکھا تھا مگر اس کی بات کی حمایت یا تردید کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔
"تو پھر تم کہاں جا رہے ہو ــــــ آفس کے لئے؟" صالحہ بیگم پوچھ رہی تھیں۔
"تا دوں؟ ــــــ ڈانٹیں گی تو نہیں؟" وہ جیسے متوقع ڈانٹ کے پیش نظر احتیاطاً پوچھ رہا تھا۔
"میں بھلا کیوں ڈانٹنے لگی۔ اور ایسا کیا غلط کام کر رہے ہو تم؟" وہ حیران سی اسے دیکھنے لگیں۔
"انچے نگیا ڑالے کے ساتھ میں تھوڑا سا اور کام کرنا چاہ رہا ہوں۔" وہ کہہ رہا تھا۔ اریبہ کا دل خوشی سے کھل اٹھا۔
اسے نوفل اور صبا کے درمیان فاصلوں کا شدت سے احساس ہو رہا تھا۔
"نوفل! میں نے تمہیں منع بھی کیا تھا اور صبا کو بھی یہ کام بالکل پسند نہیں ہے۔ پہلے ہی تم اسے کون سا ٹائم دے رہے ہو جو یہ نیا دردِ سر پال لیا ہے۔" صالحہ بیگم ناراضگی سے گویا ہوئی تھیں۔
"اوفوہ ــــــ آپ تو بات کو ایک دم سے انتہا ایکسٹریم پہ لے جاتی ہیں امی! صبا کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ چاہیں تو کنفرم کر سکتی ہیں۔ ڑالے نے اپنے مان سے کہا کہ مجھ سے انکار نہیں ہو سکا۔" وہ اپنی صفائی پیش کرنے والے انداز میں کہہ رہا تھا اور ابھی انہوں نے مزید کچھ کہنا ہی چاہا تھا کہ انس کے ساتھ صبا اور تمکین دونوں اندر داخل ہوئی تھیں۔
"السلام علیکم ــــــ"
"ارے وعلیکم السلام۔" نوفل حیران ہوتا ہوا اٹھ کر انس سے ملنے لگا۔
"میں ابھی نوفل سے یہی پوچھ رہی تھی کہ صبا کو کب لا رہے ہو۔" صالحہ بیگم نے مسکرا کر کہتے ہوئے تمکین کو گلے سے لگا لیا۔ نئی نویلی خوشی کے نمایاں احساس سے جس کا وجود مہک رہا تھا۔
"کیسی طبیعت ہے تمہاری؟"
"بالکل ٹھیک ہوں میں ــــــ بھلا مجھے کیا ہونا ہے؟" وہ جھینپ گئی تھی۔

"آؤ ناشتہ کرو ــــــ"
انس نے نوفل کی پیشکش کے جواب میں معذرتی انداز اپنایا تھا۔
"ناشتہ تو میں کر کے آ رہا ہوں۔ بس ان لوگوں کو ڈراپ کرنے آیا تھا۔ ابھی تو فوراً آفس پہنچنا ہے، میٹنگ ہے میری۔"
"تو پھر بات کہاں تم لوگ ادھر ہی کھانا۔" صالحہ بیگم نے کہا۔ ان کے ذہن میں یہی بات تھی کہ پہلے کی طرح تمکین رات کو واپس ہو لے گی۔
"آئی ایم سوری آنٹی! میں شاید نہ آ پاؤں۔ تمکین تو رہے گی چند دن۔" وہ معذرت خواہانہ انداز میں بولا تو تمکین نے حیرت کے شدید جھٹکے کے تحت اسے دیکھا۔ گھر سے چلتے وقت اس نے اس قسم کا کوئی ارادہ ظاہر نہیں کیا تھا اور وہ خود کو بھی ذہنی طور پر رات کی واپسی کے لئے تیار کر کے ہی چلی تھی۔ اس کے خیال میں اس کا رات کا ڈنر بیکار گیا تھا۔
مگر اب یہ کیا ہوا تھا؟
اس نے انس کے چہرے پر ناراضگی کے تاثرات ڈھونڈنا چاہے مگر وہاں ایسا کچھ نہیں تھا۔
"کچھ کہہ رہے ہیں آپ؟" وہ بے ساختہ پوچھ بیٹھی تھی۔ انس نے ایک اچٹتی نگاہ اس کے کھلتے ہوئے چہرے پر ڈالتے ہوئے عام سے لہجے میں کہا۔
"ہاں ــــــ جتنے دن چاہے رہ لینا۔"
"شکر ہے۔" وہ گہری سانس لیتی دھم سے کرسی پر گر گئی تو وہ لب بھینچتا چند الوداعی کلمات کی ادائیگی کے بعد واپسی کے لئے پلٹ گیا۔ نوفل اس کے ساتھ باہر تک گیا تھا۔
"نوفل تو کہہ رہا تھا تم ابھی وہیں ٹھہرو گی۔ مگر لگتا ہے کہ وہاں دل نہیں لگا تمہارا۔" اریبہ نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ اپنے لئے کپ میں چائے انڈیلتی عام سے انداز میں بولی۔
"ایسی تو کوئی بات نہیں ہوئی ان کی میرے ساتھ۔ ورنہ میں دو چار روز اور ٹھہرتی۔"
اندر آتے نوفل کے قدم سست پڑنے لگے۔
صالحہ بیگم نے بھی چونک کر صبا کو دیکھا تھا۔
"رات تمہاری بات نہیں ہوئی نوفل سے فون پر؟"
صبا نے بے ساختہ نوفل کی طرف دیکھا۔ وہ اسی کی طرف متوجہ تھا۔
"جی ــــــ بس صبح تمکین کا پروگرام بنا تو میں نے سوچا میں بھی آ جاؤں۔"
پتہ نہیں کیوں وہ اس شخص کی طرح بے مروتی نہیں دکھا پائی تھی۔ اب بھی مبہم سے انداز میں کہتی اسے بری الذمہ کر گئی تو وہ اطمینان سے بولا۔
"ارے ان لوگوں کو اطمینان دلائیے۔ پتہ نہیں کیا شکوک ہیں انہیں میری طرف سے۔"
"ہر انسان اپنا کیریکٹر سرٹیفکیٹ خود ہوتا ہے۔ آپ کو میری گواہی کی کیا ضرورت ہے؟" وہ بے تاثر انداز میں کہتی چائے پینے لگی۔

"اب خوش ــــ؟" نوفل نے صالحہ بیگم کی طرف دیکھا تو وہ اس کی کلاس لینے والے انداز میں بولیں۔

"اور یہ جو پھر سے کمرشل میں کام کرنے کا سوچ رہے ہو، اس کا کیا جواب ہے تمہارے پاس؟"

اب کی بار صبا بھی چونکی تھی۔

اس کے خیال میں تو یہ باب بند ہو چکا تھا۔ صالحہ بیگم نے بھی اس کے اس فیصلے کی حوصلہ شکنی ہی کی تھی تو پھر اب؟

"اوہو ــــ امی! پلیز۔ اب اس بات کو ایشو مت بنایئے گا۔ رہی بات صبا کی تو ان سے بھی سوری کرنا باقی ہے۔ کیونکہ ان کو ابھی میں نے بتایا نہیں ہے۔" وہ جلدی سے بولا تھا۔ مبادا صبا کچھ الٹا سیدھا کہہ کر انہیں چونکا دے۔

"بہت غلط بات ہے نوفل بھائی! آپ کو سب سے پہلے صبا سے پوچھنا چاہئے تھا۔" تمکین نے خفگی کا مظاہرہ کیا تھا۔

"بھئی ابھی ان سب باتوں کے لئے بالکل بھی وقت نہیں، واپسی پہ یہ بات ہوگی۔" وہ بے تکلف بات سمیٹتا اٹھ گیا تھا۔ صبا کے دل میں ٹیس سی اٹھی۔

اتنا نک سک سے تیار، مکمل اور بھرپور پرسنالٹی والا شخص خدا نے اس کی قسمت میں لکھ دیا تھا مگر وائے قسمت، وہ اس پہ ایک استحقاق بھری نگاہ بھی نہیں ڈال سکتی تھی۔

اس کے انداز پہ صالحہ بیگم بے بس ہو کر صبا کو دیکھنے لگیں جو بالکل چپ چاپ اس سارے منظر سے بالکل الگ تھلگ سی بیٹھی تھی۔ مگر ابھی سب کے درمیان اس موضوع کو چھیڑنا مناسب نہ جان کر انہوں نے بات کو اگلے کسی وقت کے لئے ٹال دیا۔

وہ تمکین سے اس کی طبیعت کا احوال پوچھنے لگیں مگر ان کے دل کو نامعلوم سے خدشات نے جکڑ لیا تھا۔

تبھی رات کو جب ادیبہ اور زرینہ بیگم انیکسی میں گئیں اور ان کے بیڈروم میں فقط تمکین اور صبا رہ گئیں تب انہوں نے اس بات کو چھیڑا تھا۔

"کچھ بات ہوئی ہے تم دونوں کے درمیان؟"

صبا کا دل زور سے دھڑک اٹھا۔ صالحہ بیگم کی یہ ہمدردی بجا اور قابل رشک تھی اور ان کی نگھی کا اس بات سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کسی کوئی بھی بات یا شک نظر انداز کرنے کی بجائے ڈسکس کرتی تھیں۔ مگر وہ شاید کبھی بھی اپنی خانہ بربادی کا رونا ان کے آگے نہیں رو سکتی تھی۔

ایک جھجک یا شاید اہانت کا احساس۔

وہ جانے کن مجبوریوں کی زنجیروں میں خود کو ہر پل مقید پاتی تھی۔ اب بھی جیسے بہت حیران ہوتے ہوئے بولی۔

"کیسی بات امی؟"

"کوئی بھی ــــ کوئی ان بن۔" وہ بے حد سنجیدہ تھیں۔

تمکین کے کھلتے ہوئے روپ اور مسکراہٹ کا صبا کی سنجیدگی اور خاموشی سے کوئی میل نہیں تھا۔ اور یہ بات اول روز سے انہیں کھٹک رہی تھی۔

"ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔ آپ سے کس نے کہہ دیا؟" صبا کو مسکرانے کے لئے بہت محنت کرنا پڑی تھی ورنہ لبوں پہ لگا قفل پگھل کر موم ہونے لگے۔

"ابھی پرسوں تو بڑی خوشی خوشی صبا کی سالگرہ سلیبریٹ کر کے آئے ہیں۔ آپ کو غلط فہمی ہو رہی ہے۔" تمکین نے گواہی دے کر گویا اسے آزاد کرایا تھا۔ پھر بڑے اشتیاق سے بتانے لگی۔

"بلکہ انہوں نے تو صبا کو اتنا خوب صورت سا بریسلٹ بھی گفٹ کیا تھا اور اتنے مزے کی پارٹی رہی۔ حالانکہ میں نے انہیں بالکل بھی یاد نہیں دلایا کہ صبا کا برتھ ڈے ہے۔ پھر بھی وہ خالی ہاتھ نہیں پہنچے تو اس کا کیا مطلب ہوا؟"

"اچھا۔" صالحہ بیگم کا دل ہلکا ہونے لگا۔ "مجھے بھی تو دکھاؤ، کیسا ہے وہ بریسلٹ؟" انہوں نے مسکراتے ہوئے صبا کی خوشی شیئر کرنا چاہی تو وہ گڑبڑا سی گئی۔

"وہ میں نے اتار دیا تھا۔ بیگ میں رکھا ہے۔"

"اتار کیوں دیا؟ پہنے رکھنا۔ مرد کو بہت طمانیت ہوتی ہے جب اس کی عورت اس کے دیئے معمولی سے معمولی تحفے کی بھی قدر کرتی ہے تو۔" وہ اسے سمجھانے لگیں۔ اس کا دل خون کے آنسو رونے لگا۔

"جی۔" اس نے آہستگی سے کہا تھا۔

"میں بھی اسے یہی کہہ رہی تھی۔" تمکین نے فوراً لقمہ دیا تو صالحہ بیگم کا دھیان خود پہ سے ہٹانے کی خاطر وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"ہاں بھئی۔ خود کا دھیان ہے نہیں اور میرا خیال کرنے چلی ہیں محترمہ۔ ابھی انس بھائی اسے کیئرنگ نہ ہوں تو یہ اپنا بالکل بھی خیال نہ رکھے۔"

"ایسی غلطی بھی مت کرنا۔ آس پاس کے لوگ تو صرف مشورہ ہی دے سکتے ہیں۔ ایسی حالت میں پہلی احتیاط خود عورت کو کرنی چاہئے۔" اس کی توقع کے مطابق صالحہ بیگم کی توجہ تمکین کی طرف ہو گئی تھی۔

"اتنا تو خیال کرتی ہوں۔ ابھی عادت نہیں ہے تو کچھ نہ کچھ کمی رہ ہی جاتی ہے۔" وہ منمنائی تھی۔ صبا مسکرا دی۔

●●●●●

صالحہ بیگم کے دوا لے کر لیٹنے کے بعد وہ دونوں ٹی وی کے آگے آ بیٹھیں۔

"تو بیٹے تم نے نوفل بھائی کو کچھ زیادہ ہی آزادی نہیں دے رکھی؟ ابھی تک ان کا کچھ پتہ ہی نہیں کدھر ہیں۔" تمکین نے اسے ٹوکا تو وہ گہری سانس بھر کر مسکرا دی۔

"اب ہر کوئی میرے بھائی کی طرح مجنوں یا رانجھا نہیں ہوتا یار! بندے کی اپنی بھی ایک لائف ہوتی ہے۔"

"یہ کیا بات ہوئی ——— بندہ مجنوں یا رانجھا نہ بھی ہو مگر شادی کے بعد تو دونوں کی لائف ایک ہی ہو جاتی ہے۔" تمکین نے اسے ٹوک دیا تھا۔

"بھئی اپنی اپنی طبیعت کی بات ہے۔ نوفل کو آزاد ہو کر جینا پسند ہے جبکہ انس بھائی خود بھی رہنا چاہتے ہیں اور مقابل کو بھی اپنی محبت میں جکڑ کر رکھنا چاہتے ہیں۔" صبا نے بے پروائی سے تو وہ کھل کر مسکرا دی۔

صبا کا تجزیہ بالکل درست تھا۔

رات وہ انس سے سخت ناراضگی کے عالم میں سوئی تھی۔ مگر صبح وہ یوں نارمل تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو اور پھر اسے میکے چلنے کی آفر کرنا اور اب یہاں آ کر جب اس نے ٹھہرنے کی اجازت دی تو تمکین کی رہی سہی خفگی بھی جاتی رہی تھی۔

"واقعی، انہیں خود سے منسلک لوگوں کو اپنی محبت میں جکڑے رہنے کا فن آتا ہے۔" وہ محبت بھرے لہجے میں بولی تو صبا رشک سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔ تھوڑی دیر تک انہوں نے ٹی وی پہ پروگرام دیکھا اس کے بعد تمکین نے اسے یاد دہانی کرائی تھی۔

"اب فون کر کے پوچھ تو لو تمہارے میاں صاحب کہاں مصروف ہیں؟"

"ویسے حیرت کی بات تو یہ ہے کہ آج تمہارے میاں صاحب کا ایک بھی فون نہیں آیا۔" صبا جواباً بڑے اطمینان سے پوچھا تو وہ فوراً ہی تفکر کا شکار ہونے لگی۔

"ہاں ——— میں بھی یہی سوچ رہی تھی۔"

صبا اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تو تم فون کر کے پتہ کر لو۔ کہیں کسی خود ساختہ ناراضگی کا شکار بیٹھے نہ ہوں۔ میں تو سونے رہی ہوں۔"

اس کا مشورہ تمکین کے دل کو لگا تھا۔ سو فوراً ہی انس کا موبائل نمبر ملانے لگی۔ صبا ہلکی سی مسکراہٹ لئے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

"ہیلو ———" انس کی سنجیدہ سی آواز ایئر پیس میں ابھر کر اسے طمانیت کا شکار کر گئی۔

"کیسے ہیں جناب؟" وہ بہت شوخی سے پوچھ رہی تھی۔

"اللہ کا شکر ہے۔ بہت اطمینان سے ہوں۔" وہ اب بھی اسی انداز میں کہہ رہا تھا۔

تمکین ہنسی۔

"اچھا ——— تو آپ کو بھی میرے بغیر اطمینان سے رہنا آ ہی گیا ہے۔"

"جب تم ایسا کر سکتی ہو تو میں کیوں نہیں کر سکتا؟"

"آپ اپنی مرضی سے مجھے یہاں چھوڑ کر گئے ہیں۔ ناراض تو نہیں ہیں نا؟" تمکین ہنس کر

پوچھنے لگی۔

"کیا مجھے ناراض ہونا چاہئے؟" اس نے جواب میں سوال دھر دیا تھا۔

"اتنی پیاری اور معصوم سی بیوی سے ناراض ہو کر گناہ کمائیں گے کیا؟" وہ کھلکھلا کر ہنس دی تھی۔

"تم تو خوش ہو نا ——— اپنی بات کرو۔"

"ہاں ——— میں تو واقعی بہت خوش ہوں۔" وہ اس کے لب و لہجے کی سنجیدگی پر غور کئے بغیر مسکرا کر بولی تھی۔

"مجھے نیند آ رہی ہے تمکین!"

"اتنی جلدی؟ وہ بھی میرے بغیر؟" وہ اسے چھیڑنے والے انداز میں کہہ رہی تھی۔

"اگر تم وہاں بہت خوش ہو سکتی ہو تو کیا مجھے تمہارے بغیر نیند نہیں آ سکتی؟" انس نے طنز کیا تھا۔ پھر جیسے بہ عجلت بولا۔ "میں پھر فون کروں گا۔ ابھی مجھے بہت سخت نیند آ رہی ہے۔"

اور پھر تمکین کے مزید کچھ کہنے سے پہلے ہی فون بند کر دیا۔

"کمال ہے۔" وہ ریسیور کو گھور کر رہ گئی تھی۔

اسی وقت کوریڈور کی بیل بجی تو اس کا دھیان بٹ گیا۔ دروازے پر نوفل تھا۔

"حد ہوتی ہے بے پروائی کی نوفل بھائی! یہ وقت ہے آپ کے گھر لوٹنے کا؟ امی اور صبا تو آپ کا انتظار کر کر کے ہار کر سو چکی ہیں۔" تمکین نے اس کی اچھی خاصی کلاس لے ڈالی۔

"کیا گیا! آتے ہی چودہ طبق روشن کرنے لگی ہو۔" وہ ہنس رہا تھا۔

"کمرے میں جائیں تو مزید چار طبق روشن ہو جائیں گے۔" تمکین نے اسے ڈرایا تھا۔ وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھتے ہوئے جیسے واقعی ڈر کر پوچھنے لگا۔

"کیا واقعی صبا بہت غصے میں ہے؟"

"یہ تو آپ جب اندر جائیں گے تب پتہ چلے گا۔" وہ ہنستی ہوئی صالحہ بیگم کے کمرے میں گھس گئی۔

نوفل کمرے میں داخل ہوا تو وہ کسی ڈائجسٹ میں گم دکھائی دی۔ وہ اس کی طرف توجہ دیئے بغیر کپڑے چینج کرنے کے لئے گھس گیا۔

"سنا ہے آپ بہت بے صبری سے میری واپسی کا انتظار کر رہی تھیں۔" لیٹنے سے پہلے عادتاً بالوں میں برش پھیرتا وہ آئینے میں اس کی شبیہ دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

وہ بری طرح چونکی تھی، پھر ناگواری سے بولی۔

"جس نے بھی آپ کو اطلاع دی ہے، غلط ہے۔ مجھے خدا کے فضل سے ایسی کوئی بیماری لاحق نہیں ہوئی۔"

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔ ورنہ آگے چل کے ہم دونوں ہی کے لئے مشکل ہوتی۔" وہ کہتا ہوا آ کر بستر پہ دراز ہو گیا تھا۔ صبا اسے کنکھیوں سے دیکھنے لگی مگر وہ جانتی تھی کہ نوفل احمد سے بحث

کرنے کا مطلب ہے اپنا وقار خود ہی بلند کرنا، اس لئے خاموش ہی رہی۔

پھر اسے خیال آیا تھا۔

"حنی نے امی کو بتا دیا ہے۔ اب وہ ان بریسلٹ کو دیکھنے کی خواہش کر رہی ہیں جو آپ مجھے مرحمت فرمایا تھا۔" وہ طربیہ انداز میں کہتی نوفل کو پوری طرح متوجہ کر گئی تھی۔

"آپ نے کیا کہا ان سے؟"

"کیا کہہ سکتی ہوں میں۔" وہ معاندانہ انداز میں مسکرائی تھی۔ "کاش کہ مجھے بھی آپ کی طرح مروت نہ نبھانا آتا تو میں آپ کے چہرے کا ہر نقاب اتار دیتی۔ مگر۔۔۔" وہ تلخی سے کہتی رک گئی تھی۔

"کل شام تک آپ کو ویسا ہی بریسلٹ مل جائے گا۔" نوفل نے بہت ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔

"مجھے آپ سے کچھ بھی نہیں چاہئے۔ میں صرف امی کو مطمئن کرنا چاہتی ہوں۔" وہ چڑ جانے والے انداز میں بولی تھی۔

نوفل اسے پُرسوچ نظروں سے دیکھ کر رہ گیا۔

●●●●●

سعید آفس سے اٹھنے ہی والا تھا جب اس کا موبائل بج اٹھا۔ گھر کا نمبر دیکھ کر وہ قدرے حیران ہوا تھا۔

"جی اماں! خیریت؟" دوسری جانب تائی جان کو پا کر اس نے قدرے فکر سے پوچھا تو پریشانی سے بولیں۔

"خیریت کیا بیٹا! حنی کی طرف سے فکر لگی ہوئی ہے۔"

"کیا۔۔۔۔ کیا ہوا ہے حنی کو؟" اس نے تیز لہجے میں پوچھا تو وہ بولیں۔

"حنی کی دوست ہے نا سعدیہ، اس کی طرف گئی تھی۔ اب شام ہونے کو ہے۔ وجدان بھی ابھی آ چکا ہے۔ میں نے سوچا تم ہی اسے واپسی پر لیتے آنا۔"

"جی۔۔۔۔ بہت بہتر۔" اس نے بے اختیار گہری سانس لی تھی۔ وہ اپنی چیزیں سمیٹتا دراز بند کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔

اس نے گاڑی مطلوبہ سمت ڈالی اور دھیمی آواز میں میوزک لگا دیا۔

حنی کی دوست کے گھر کے سامنے گاڑی روک کر اس نے ہارن پر ہاتھ رکھا تھا مگر آگے منٹوں میں جب کوئی بھی دروازے تک نہیں آیا تو اسے مجبوراً اتر کر ڈور بیل تک آنا پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک خوش شکل سی لڑکی نے گیٹ کھولا۔

"السلام علیکم!۔۔۔۔ حنی کو بلا دیں پلیز۔" سعید نے بہت شائستگی سے مدعا پیش کیا تھا مگر دل بہت پُرجوش ہوا تھا۔

"آپ سعید بھائی ہیں نا؟ حنی کے فیانسی؟" بہت سنسنی آمیز لہجے میں پوچھا گیا

اس نئے تعارف پر وہ قدرے خفیف سا ہو گیا۔

"جی۔۔۔۔"

"وہ اندر ہی ہے۔ آپ آئیے نا پلیز۔"

"بہت شکریہ۔۔۔۔ ابھی میں ذرا جلدی میں ہوں۔ آپ پلیز حنی کو بلا دیں۔" اب کی بار وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

اس کی شائستگی کے ساتھ ساتھ سعدیہ کو اس کی پرسنالٹی نے بھی بہت متاثر کیا تھا۔

"اچھا تو پھر آپ دو منٹ انتظار کریں۔ میں اسے بتاتی ہوں جا کر۔" وہ خوش اخلاقی سے کہتی اندر چلی گئی تو سعید گویا خلاصی پا کر گاڑی میں آ بیٹھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ گیٹ سے برآمد ہوئی تھی۔ سعید نے اگنیشن میں چابی گھما دی۔

"سارا دن گھر میں فارغ بیٹھی رہتی ہو۔ صبح کے وقت بھی دوستوں کے گھر آیا جا سکتا ہے۔ شام کا ٹور ضروری ہے کیا؟" سعید کو جو پسند نہیں آتا تھا وہ یونہی صاف گوئی سے اس کا اظہار کرنے کا عادی تھا۔

"آپ سے کس نے کہہ دیا لینے آنے کو؟" حنی جیسے بہت بدمزہ ہوئی تھی۔

سعید نے اچٹتی نگاہ اس پر ڈالی۔

"میں اس وجہ سے نہیں کہہ رہا۔ مجھے ویسے بھی لڑکیوں کا بے وقت گھر سے باہر رہنا ناپسند ہے۔"

"آپ کو کیا ضرورت پڑی ہے "لڑکیوں" کی فکر میں دبلے ہونے کی۔ اور ضروری نہیں ہے کہ آپ کا یہ انداز گفتگو بھی ہر کسی کو پسند ہو۔" وہ ناگواری سے کہتی سعید کو تیکھی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"بات کو گھمایا مت کرو۔ جو میں کہہ رہا ہوں اسے سمجھو۔" وہ سخت لہجے میں کہتا اسے جتا ہی گیا۔

"ایسا کون سا اختیار حاصل کر لیا ہے آپ نے جو یوں مجھ پر رعب جھاڑ رہے ہیں۔"

"بی بی حنی۔۔۔۔" وہ تیکھے انداز میں بولا۔ اسے حقیقتاً حنی کا یہ جھنجھلایا انداز سخت ناگوار گزرا تھا۔ "آئندہ ہمارے درمیان کوئی بھی رشتہ ہو مگر اس سے پہلے بھی ہمارے درمیان کزنز کا رشتہ موجود ہے۔"

"مگر وہ رشتہ بھی اتنا خوش گوار کبھی نہیں رہا۔" اس نے جتانے والے انداز میں صاف گوئی سے کہا تھا۔

"رشتوں کی حقیقت اور اہمیت انہیں ماننے سے ہوتی ہے، ان کی نفی کرنے سے نہیں۔ رشتوں کو سمجھنے کی عادت ڈالو۔"

"مجھ سے جبری تعلقات نبھائے نہیں جاتے؟" وہ تلخی سے بولی تو سعید نے ایک نگاہ غلط انداز اس پر ڈالی تھی۔ سرد سے تاثرات لئے وہ بہت خودسر دکھائی دے رہی تھی۔

"مگر کچھ رشتے اور تعلقات ایسے بھی ہوتے ہیں جو خود اپنا آپ منوا لیتے ہیں۔" اس نے بہت

پرسکون آواز میں کہا تھا۔

"یہ تو وقت ہی بتائے گا کہ کون سا رشتہ اپنا آپ منواتا ہے۔" اس نے استہزائیہ انداز میں ہوئے بات ختم کر دی تھی۔ معید تاسف سے سر ہلا کر رہ گیا۔

"لو آئے ہوئے۔" ان دونوں کو اکٹھے اندر آتے دیکھ کر عماد اور انس کی سیٹی بے ساختہ تھی۔

"تو یہ مزے ہو رہے ہیں ——— لانگ ڈرائیو، کینڈل ڈنر۔" عماد کچھ زیادہ ہی بے پر کی تھا۔ حنی تنگ کر بچنی اپنے پورشن کی طرف چلی گئی۔ جبکہ معید ان کے پاس آ بیٹھا۔

"یہ کیا بکواس ہے؟ ——— سر شام کون سا کینڈل لائٹ ڈنر ہوتا ہے؟" وہ عماد کی کلاس تھا۔ مگر وہ ابھی بھی محظوظ ہو رہا تھا۔

"دونوں کی شکل دیکھنے والی تھی۔ معید یار تیرا کیا بنے گا؟"

"تمہیں بڑی فکر ہو رہی ہے۔" معید نے اسے گھورا تھا۔

"فکر ہی کی تو بات ہے۔ شادی سے پہلے یوں لئے پھرنے کا کیا مقصد ہے؟" عماد کی آ میں شرارت ناچ رہی تھی۔ وہ اسے اسی کی کہی بات یاد دلا رہا تھا۔

"بالکل ——— یہ کون سی انڈر اسٹینڈنگ ڈیولپ ہو رہی ہے؟" انس بھی اس کی شرارت میں ساتھ دے رہا تھا۔

"کس قدر فالتو وقت ہے تم لوگوں کے پاس۔ یہی سب سوچتے رہتے ہو۔" معید نے نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا تو انس اطمینان سے بولا۔

"یہ ہماری پارٹ ٹائم جاب ہے۔"

"اور چونکہ تم نے بھی یہ "انسانوں والا" کام نہیں کیا ہے نا اس لئے مزہ بھی بہت آتا ہے جاسوسی کرنے میں۔" عماد نے لقمہ دیا تھا۔ معید ہنس دیا۔

"نکل ہو جاؤ گے بچو! بغیر استادوں کے یہ امتحان پاس ہونے کا نہیں ہے۔" انس میں کہہ رہا تھا۔

"استاد؟" معید نے استفہامیہ انداز میں بھنوؤں کو جنبش دے کر اسے دیکھا تو اس نے کالر درست کرتے ہوئے گویا خود کو اس عظیم عہدے پر فائز کر دیا۔

"یعنی کہ تم لوگ ———" معید نے ان دونوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حیرت چاہا "عشق و عاشقی کی ہر کلاس، ہر لیکچر اٹینڈ کیا ہے اور فل پاسنگ مارکس حاصل کئے ہیں" نے تفاخر سے کہا تو انس بھی پیچھے نہیں رہا تھا۔

"اور باعزت تو فرسٹ کلاس فرسٹ ڈگری یافتہ ہیں۔ تجربے کے ساتھ۔"

"بہر حال، مجھے تم لوگوں کے فضول تجربوں اور "ٹوٹکوں" کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں یہاں اکیلا چلا رہا ہوں۔"

معید کو ان دونوں کے انداز پر ہنسی آ رہی تھی۔

"اوہو ———" ان دونوں نے معنی خیزی سے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

"تو جناب کے لئے منگیتر کے ساتھ لانگ ڈرائیو پہ جانا کوئی معنی نہیں رکھتا؟" عماد نے طنزیہ پا تھا۔

"منگیتر ——— واٹ؟" معید نے اسے گھور کر دیکھا پھر اس کی تصحیح کی۔ "وہ میری کزن ہے، بلال۔"

"فی الحال ———!" انس نے چمن کر لقمہ دیا تھا۔ "ساری اہمیت اس "فی الحال" ہی کی تو ہے۔"

"تم لوگ صرف میری ٹانگ کھینچنے کے موڈ میں ہو اور بس۔" معید سمجھ رہا تھا۔

"تم جو جان بوجھ کر اپنے دماغ کے گھوڑوں کو غلط سمت میں دوڑا رہے ہو۔ ورنہ ہم تو صاف لفظوں پوچھ رہے ہیں کہ بات کہاں تک پہنچی ہے؟" انس ہنسا۔ معید نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی۔ پھر جمائی لیتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"فی الوقت تو میرے دماغ کے گھوڑے بہت تھکے ہوئے ہیں۔ تھوڑا سا آرام کرنا چاہتے ہیں۔ نے پر ملاقات ہو گی۔"

عماد نے اس کا ہاتھ کھینچ کر پھر سے اپنے پاس صوفے پر گرا لیا۔

"یہ تو سونے کا ٹائم ہے اور نہ ہی خواب دیکھنے کا۔ پھر کس بات کی جلدی کمرے میں لے جا ہے؟"

"یار! کس قدر تھکے ہو تم دونوں ——— لگتا ہے عشق و عاشقی کے علاوہ اور کوئی کام ہی نہیں ہے پاس۔" معید ناچار ہنس دیا تھا۔

"اسی عشق نے نکما کر دیا ہے یار معید! ورنہ میں بھی کبھی آدمی تھا کام کا۔" انس نے گہری سانس لے کہا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہی یار! تم دونوں کا ریلیشن شپ کیسا جا رہا ہے؟ ——— میرا مطلب ہے کہ اب حنی کی ایکٹ کر رہی ہے؟" عماد اب قدرے سنجیدہ ہو گیا تھا۔

معید کو اندازہ لگانے میں دیر نہیں لگی کہ حنی کا اٹیٹیوڈ کسی نہ کسی صورت سبھی پر عیاں ہو چکا تھا۔

"اگر تم دونوں جیسے اسپیڈ بریکرز بیچ میں نہیں آئیں تو گاڑی بہت اچھی چل رہی ہے۔" وہ بڑے سے بولا تو عماد نے اسے خفیف سا گھورتے ہوئے کہا۔

"شرم کرو۔ ہم یہاں تمہاری فکر میں گھل رہے ہیں اور تم سیدھے منہ بات ہی نہیں کر رہے۔"

"فکر میں گھل نہیں رہے بلکہ پرسکون میں گھسنا چاہ رہے ہو۔" معید نے اس کی تصحیح کی تھی مگر اس کا بال الٹا نکلا۔

"پرسکون ———" انس کے ہاتھ تو گویا کوئی اہم ترین مہرہ لگ گیا تھا۔ "تو اب بچے بھی رنے لگے ہیں۔"

"یعنی کہ چھوٹی کے بھی پر نکل آئے ہیں۔" عماد نے بھی سر ہلایا۔

"حکومت ـــــ ذرا سی بات کو چیونگم کی طرح کھینچ رہے ہو۔ اماں کا فون آ گیا تھا کہ وہ منّی کو اس کی دوست کے گھر سے پک کر لوں۔ بس یہی خطا مجھ سے سرزد ہو گئی ہے۔" معید بولا تو وہ دونوں دفعتاً ایک دوسرے کے ہاتھ پہ ہاتھ مار کر ہنس دیے۔

"مگر تم لوگ کیوں اتنے جیلس ہو رہے ہو؟ خاص طور پر تم عماد! اگر آنٹی تمہاری شادی نہیں کر رہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم دوسروں پہ نظر رکھنا شروع کر دو۔" وہ ان کے تنگ کرنے کے ارادے جان کر ڈھیلا پڑ گیا تھا۔ یکلخت ہی موڈ بدلتے ہوئے اطمینان سے بولا تو عماد کو کرنٹ لگا۔

"مجھ پہ طنز کر رہے ہو؟ ـــــ اتنا غرور؟"

"ہاں تو خدا کے فضل سے منگنی شدہ ہوں ـــــ تمہاری طرح فارغ نہیں پھر رہا۔"

اسے مکمل طور پر ستانے کے موڈ میں آ گیا تھا۔ انس کے قہقہے نے عماد کا مزید دل جلایا۔

"تو میں کون سا ساری عمر کنوارہ رہنے والا ہوں۔ دیکھ لینا تم دونوں سے بڑا اور سچا! ملے گی مجھے۔ پاؤں دھو دھو کر پیئے گی میرے۔"

"آہ ـــــ" انس نے اہ بھری تھی۔ "تمہارے پیر تو دس سال بھی دھو کے پینے کے ہوں۔ اس بے چاری سے تو کوئی مجبوری ہی یہ کام کروا سکتی ہے۔"

"بہرحال، معید کا یہ طنز میرے دل میں اتر گیا ہے۔ اب تم دونوں سے اچھی بیوی ہی میری زندگی کا مقصد بن گیا ہے۔" وہ جذباتی ہونے کی ایکٹنگ کر رہا تھا۔ معید کو بے ساختہ آیا جبکہ انس نے اس کے اسٹیٹمنٹ کا فوری نوٹس لیا۔

"تجربہ ہو جو مجھ سے بہتر کوئی کام کرنے کی کوشش بھی کی تو ـــــ ہم خوشبوؤں کی طرح اسٹے دیکھیں گے۔ خدا کرے تجھے بھی کوئی ایسی بیوی ملے، جو شوہر کے جذبات کو سمجھتی ہو اور ایسے ہی تجھے چھوڑ کر ہفتے بھر کے لئے میکے میں ڈیرہ لگائے رکھے۔" عماد نے کانوا لگائے تھے۔

"یعنی بھابی وہاں جشن آزادی منا رہی ہیں۔" معید نے مسکرا کر کہا تھا۔ جواباً انس تاثرات دکھائے جیسے اس سے زیادہ مظلوم دنیا میں اور کوئی رہا ہی نہ ہو۔

"تم اپنی سناؤ، تمہاری تلاش کہاں تک پہنچی؟ فرسٹ لیڈی ملی یا ابھی تک یہ پوسٹ خالی ہے؟" معید نے عماد کو آڑے ہاتھوں لیا تھا۔

جواباً وہ حسرت سے گنگنایا تھا۔

"حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے"

"چلو غنچے تو ہیں نا۔ کبھی نہ کبھی کھل ہی جائیں گے۔" انس نے اسے تسلی دی تھی۔

جواباً وہ فوراً بولا۔

"خدا نہ کرے کہ تیری طرح کھلیں۔" پھر معید کو متوجہ کرتے ہوئے بولا۔ "بیوی اسے چھوڑ کر ہفتہ آزادی منانے میکے چلی گئی ہے اور یہ میرے ساتھ بیٹھا غم غلط کر رہا ہے۔"

"کسی کو نہ بھی بتائے تو اس کی شکل دیکھ کر دوسرے شخص کو اندازہ ہو جائے گا کہ اس کی بیوی میکے چلی گئی ہے۔" معید نے انس کو دیکھتے ہوئے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تو وہ جل اٹھا۔

"دیکھ لوں گا تم دونوں کو بھی۔ زن مریدی میں انشاء اللہ مجھ سے اول ہی ہو گے۔"

"مانتے ہو نا کہ زن مرید ہو؟" عماد نے برجستہ کہا تھا۔

"بیوی سے محبت کرنا زن مریدی کی کیٹگری میں نہیں آتا۔"

"لیکن زن مریدی کو بھی بیوی سے محبت کا نام نہیں کہا جا سکتا۔" عماد دوبدو بولا تو وہ چڑ گیا۔

"کیا بکواس ہے یار! مجھے کب دیکھا ہے تو نے زن مریدی کرتے ہوئے؟"

"یہ دیکھنے کی نہیں سمجھنے کی باتیں ہیں۔ کیوں معید؟" وہ مسکراہٹ دبا کر معید کو بھی اس شرارت میں شریک کرنا چاہ رہا تھا۔ مگر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"بھئی یہ ساری بحث بھرے پیٹ تو قطعاً نہیں ہو سکتی۔ ہاں البتہ ایک اچھے سے ڈنر کے بعد اس پر غور و فکر کیا جا سکتا ہے۔"

"معید! اسے آئے گی کیا؟" تائی جان کچن سے آئی تھیں۔

"جی بڑی ماں!" وہ انہیں سلام کرنے کے بعد بولا تھا۔ وہ مطمئن ہو گئیں، پھر انس کو متوجہ کرتے ہوئے بولیں۔

"پرسوں پہلا روزہ ہے انس! کل سامان کی لسٹ دوں گی، وقت نکال کر خریداری کر لینا۔"

"کیا ـــــ؟" وہ جیسے منمنایا تھا۔

اشیائے صرف کی خریداری تو جیسے اسے موت دکھائی دیتی تھی۔

"میں کل جلدی آفس سے اٹھ رہا ہوں۔ مجھے دیجئے گا لسٹ۔" معید نے ان کی پریشانی کا حل ان کے سامنے رکھ دیا تو وہ انس کو گھورتی پلٹ گئیں۔

"یہ تو جھنڈے گاڑنے کا فرمانبرداری کے میدان میں۔" عماد کی ستائش بھی اپنی ہی طرز کی تھی۔

"کیا یار! ایک گھنٹہ بھی نہیں لگتا سب خریدنے میں۔ اور پھر ویسے بھی رمضان المبارک میں افطار ٹائم نکال کر بار بار کچھ خریدنے جانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ اس سے پہلے گھنٹہ نکال کر مہینے بھر کی خریداری کر لی جائے۔" وہ رسانیت سے کہہ رہا تھا۔

"میں پھر کہوں گا، منی بہت کی ہے یار!" عماد نے آہ بھری تھی۔ اس کی شرارت پر معید مسکراتا ہوا کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"پتہ نہیں یہ بندہ اپنے آپ کو ایک ہی سیدھ پہ کیسے رکھے ہوئے ہے یار! میں تو لاکھ کوشش بھی کروں پھر بھی اتنی متوازن اور روٹین لائف نہیں گزار سکتا۔" انس نے رشک سے پُر لہجے میں معید کو دیکھا تھا۔

"انسان کی فطرت تو بلاشبہ خدائی وصف ہے مگر اس کی عادات، خصائل کا بننا اور بگڑنا زندگی کے اتار چڑھاؤ کی وجہ سے ہے۔ عموماً ہم وہی ہوتے ہیں جو حالات ہمیں بناتے ہیں۔ معید جیسے لوگ

بہت خاص ہوتے ہیں جو خود کو اتنا بیلنس رکھتے ہیں۔ آسان لفظوں میں یوں کہو کہ اپنا رے کنٹرول اپنے ہی ہاتھ میں رکھتے ہیں۔" عماد نے جواب دیا تو وہ گہری سانس بھرتے ہوئے بولا۔

"اگرچہ مجھے تمہارے آخری دو جملوں کے علاوہ کسی کی بھی سمجھ نہیں آئی مگر میں پھر بھی تم سوچ سے بہت متاثر ہوا ہوں۔"

"بہت یاد آ رہی ہے نگی بھابی کی؟" عماد نے ہمدردی سے اسے دیکھا۔

"کیا بتاؤں یار! کل سے گھر میں جانے کو جی نہیں چاہ رہا۔" ہمدردی پا کر وہ فوراً کھلا تھا۔

"تو لے آؤ نا جا کر۔ ویسے بھی پرسوں سے رمضان المبارک شروع ہو رہا ہے۔" عماد نے دیا تھا۔

"بالکل نہیں۔" وہ قطعیت سے بولا تھا۔ "اب وہ اپنی مرضی ہی سے آئے گی۔ بہت شوق اسے میکے جا کے رہنے کا۔"

"تو پھر تم جا کے چار دن سسرال رہ آؤ۔" وہ اب مذاق اڑا رہا تھا۔

"ہاں ۔۔۔۔ اور بچوں کو ان کے ننھیال بھیج دوں۔" وہ اپنی ہی بات پر ہنس دیا تو عماد نے قہقہہ لگا کر داد دی تھی۔

●●●●●

"ابھی بھی کیا پریشانی ہے نگی! انس بھائی کوئی جن تو نہیں جو تمہیں کھا جائیں گے۔ دو دن نہیں یہاں آئے اور تمہیں ان کے موڈ کی فکر ہونے لگی ہے۔" صبا نے اسے گھورا تو وہ صفائی کرنے والے انداز میں بولی۔

"تو بھلا، پریشانی والی بات کیوں نہیں۔ ہفتہ بھر سے آئی ہوں، ایک بار بھی انہوں نے خود فون نہیں کیا۔ اب تو رمضان بھی شروع ہو چکا۔ میں نے سوچا تھا کہ خود ہی آ کر مجھے لے جائیں گے۔ مگر جتنی بار بھی فون کیا، کبھی میٹنگ اور کبھی ضروری کام کا بہانہ۔"

"تو ہوں گے نا مصروف۔ اس میں ایسا کیا ہے؟" صبا نے بے پروائی سے کہا۔

مگر نگین کی تسلی بہرحال نہیں ہوئی تھی۔ وہ انس کی توجہ اور بے توجہی کے سبھی روپ دیکھ چکی تھی۔ اتنی لاپروائی تو وہ اس سے کبھی بھی نہیں برتتا تھا۔ اس کا یہ کترانا اور نظر انداز کرنا شدید ناراضگی کی نشانی ہو سکتا تھا۔

"تم نہیں جانتیں اپنے بھائی کو۔ انہیں بے دھیانی میں بھی میرا دھیان رہتا ہے۔" نگین کی مسکراہٹ بہت بے ساختہ پن لئے ہوئے تھی۔ صبا مسکرا دی۔

"اچھا تو پھر یقین کر لو کہ وہ بڑے دھیان سے تمہیں بھولے ہوں گے۔"

"یعنی کہ خفا ہوں گے۔ یہی تو میں بھی کہہ رہی ہوں۔" نگین نے فی الفور کہا تھا۔

"تو میں بات کروں ان سے؟" صبا نے تنگ آ کر پوچھا تو وہ بولی۔

"رہنے دو۔ اور بگڑیں گے کہ خود کو تو فکر نہیں ہے، سفارشیں چلا رہی ہے۔"

"بہت اچھی جوڑی بنائی ہے خدا نے تم دونوں کی۔ دونوں ہی لاعلاج ہو۔" صبا نے ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے رائے دی تو وہ ہنسنے لگی۔

"سچ بتاؤں، وہاں رہوں تو یہاں آنے کو جی کرتا ہے۔ مگر اب یہاں انس کے بغیر دل نہیں لگتا۔ مجھے خود سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔"

"میں نے کہا نا، اس مرض کا کوئی علاج نہیں ہے۔" وہ اطمینان سے کہتی کچن کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"تو پھر فون کر دوں انس کو کہ مجھے آ کر لے جائیں؟"

"اگر دل چاہ رہا ہے تو کر لو۔" صبا نے مشورہ دیا تھا جسے اس نے فوراً ہی رد کر دیا۔

"نہیں ۔۔۔۔ میں فون نہیں کر رہی۔ تم اور نوفل بھائی مجھے چھوڑ آنا۔ سرپرائز رہے گا۔"

"میرے خیال میں تمہیں روزہ لگ رہا ہے۔ اسی لئے کسی ایک بات پر دماغ نہیں ٹک رہا۔ کہو تو کوئی خاص چیز بناؤں افطار کے لئے؟" صبا نے بہت تحمل سے پوچھا تو وہ ہنستی ہی چلی گئی۔

اور پھر افطار کے بعد وہ فوراً واپسی کے لئے تیار ہو گئی تھی۔

●●●●●

"دو دن اور رکتیں یار! تم تو ابھی بہو بننے کے ریکارڈ توڑ رہی ہو۔" نوفل نے اسے چھیڑا تھا۔ وہ چڑ کر بولی۔

"جی نہیں ۔۔۔۔ یہ ریکارڈ تو آپ کی بیگم نے بہت اچھی طرح سے سنبھالا ہوا ہے جو دونوں میکے بالکل بھی نہیں رکتیں۔"

"اچھا ۔۔۔۔ ایسا کیا ہے کیا؟ تو پھر ہم آج ہی انہیں میکے کی شکل دکھا کر لاتے ہیں۔" وہ بات ہلکا پھلکا رنگ دے گیا تھا۔

"میں بھی ساتھ چلوں نوفل! تھوڑی سی آؤٹنگ ہو جائے گی۔" ادینہ نے آخری لمحات میں اپنی خواہش ظاہر کی تو نوفل سے پہلے صبا نے بڑے خلوص سے کہا۔

"بالکل، چلو۔ اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے؟"

نگین کو میر ہاؤس چھوڑ کر وہ تھوڑی دیر ہی وہاں رکے تھے۔

"میرے خیال میں آئس کریم ہونی چاہئے۔" نوفل نے صبا یا ادینہ میں سے کسی کو بھی مخاطب کئے بغیر با آواز بلند کہا تو ادینہ خوش دلی سے بولی۔

"حالانکہ یہ خیال مجھے یا صبا کو آنا چاہئے تھا۔"

"بھئی تمہارے نہ سہی مگر اپنی بیگم کے دل کی بات جاننے کا دعویٰ تو کر ہی سکتا ہوں میں۔" وہ ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا۔

فرنٹ سیٹ پر بیٹھی لاتعلقی سے باہر جھانکتی صبا کڑھ کر رہ گئی۔

"ہاں تو مسز! آپ کا کیا خیال ہے؟" وہ بہت خوش دلی سے متوجہ تھا۔ شاید لاشعوری طور پر وہ اریبہ کے سامنے اس قدر الرٹ رہتا تھا۔ اپنے اور صبا کے تعلقات کے متعلق جو وہ اریبہ کی ان متعلق جذباتیت دیکھ نہ چکا ہوتا تو شاید اس کے انداز میں در نہ آتی۔ مگر اب تو اریبہ کے سامنے یہ داری انتہائی ضروری تھی یا شاید نوفل احمد جیسے انا پسند بندے کے لئے بھی یہ پردہ داری اہم تھی۔

"اریبہ سے پوچھیں، یہ مہمان ہے آج ہماری۔" وہ بے تاثر انداز میں بولی تھی۔ نوفل نے اک نگاہ اس کے سنجیدہ تاثرات پر ڈالتے ہوئے خوش دلی کا مظاہرہ کیا۔

"سوری اریبہ! یہ بات مجھے سوچنا چاہئے تھی مگر وہ کیا ہے کہ جب یہ فرنٹ سیٹ پر ہوتی ہے مجھے بہت کچھ بھول جاتا ہے۔"

"تو پھر بھولے ہی رہو ——— اتنی ٹھنڈ میں میرا ابھی مرنے کا کوئی ارادہ نہیں۔ میں تو بس سوئیں گی ابھی۔" اریبہ اس کی بات پر اندر ہی اندر جل کر رہ گئی تھی مگر مسکرا کر بولی۔ جس فرنٹ سیٹ کے وہ خواب دیکھتی تھی، کتنے استحقاق سے وہاں صبا میر براجمان تھی جسے شاید نوفل احمد اب دل سے اتار چکا ہے شاید۔ اریبہ کے دل میں یقین اور بے یقینی کا سمندر ڈولتا رہتا تھا۔

اور یہ تو کوئی صبا سے پوچھتا کہ نوفل کی اس طرح کی لگاوٹ بھری مصنوعی باتیں اس کو اس کا کتنا احساس دلاتی تھیں۔

اسے ہر بار نوفل کے سامنے اپنا آپ بونا محسوس ہوتا تھا۔

"اور ہاں ———" نوفل کو جیسے ایک دم یاد آیا۔ اس نے بایاں ہاتھ جیب میں ڈال کر ایک بریسلٹ نکال کر صبا کی طرف بڑھایا۔

"یہ آپ کی امانت۔"

صبا نے ایک نظر بریسلٹ پر ڈالی اور دوسری نوفل احمد پر۔

"یہ کیا گفٹ ہے بھئی؟" اریبہ کو کھد بد لگی تھی۔ فوراً ہی نوفل کے ہاتھ سے بریسلٹ لے لیا۔

"یہ ان کا برتھ ڈے گفٹ ہے۔ پتہ نہیں کیسے میری جیب میں رہ گیا۔" وہ اب بھی بات کرتے ہوئے صبا کے چہرے پر نگاہ ڈال رہا تھا جو سینے پر بازو لپیٹے، ہونٹ بھینچے ونڈ اسکرین کے پار جانے بیٹھی تھی جیسے اب بھی کچھ نہ کہنے کا ارادہ ہو۔

"یہ زرقون ہیں نا، بہت خوبصورت بریسلٹ ہے۔" اریبہ کو حسد ہوا تھا۔

"خوب صورت لڑکیوں کے لئے گفٹ بھی بہت ایکسکلیوسو اور خوب صورت ہوا کرتے ہیں۔" وہ مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ کہہ رہا تھا۔

اریبہ نے جلن محسوس کرتے ہوئے بریسلٹ صبا کو تھما دیا۔

"یہ لو بھئی ——— ایکسکلیوسو لوگوں کے لئے ایکسکلیوسو گفٹ۔"

صبا کو لگا جیسے اس نے بریسلٹ نہیں بلکہ جلتا کوئلہ مٹھی میں دبا لیا ہو۔

●●●●●

تمکین بے حد حیرت کا شکار تھی۔ اپنی طرف سے وہ یہی سوچ کر واپس آئی تھی کہ انس اس سے شدید ناراض ہوگا مگر ادھر تو حالات ہی اور تھے۔ غیر متوقع اور ناقابلِ یقین بھی۔ انس کا بے حد نارمل رویہ۔

"کیسے ہیں آپ؟" کمرے میں آکر تمکین نے اس کے موڈ کا اندازہ لگانے کی خاطر پوچھا تو وہ دونوں ہاتھوں میں دبا تکیہ ٹھیک کرتا عام سے انداز میں بولا۔

"اللہ کا شکر ہے ——— بالکل خیریت سے ہوں۔" وہ تکیہ اپنی جگہ پر جماتا نیم دراز ہو گیا تھا۔

اس کے انداز پر بھی تمکین کو تسلی نہیں ہوئی تو اس کے پاس بیٹھتے ہوئے شکوہ کناں لہجے میں بولی۔

"اسی لئے تو ایک بار بھی فون کر کے میری خیریت معلوم کرنے کی زحمت نہیں کی آپ نے۔"

"تم کون سا شہر سے باہر گئی تھیں۔ یا پھر ہفتے بھر کا پروگرام تھا جو میں فون کھڑکانے لگتا۔"

اس قدر بے نیازی ——— تمکین بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔

"پہلے تو......"

"وقت ہمیشہ ایک سا نہیں رہتا۔" اس کی بات کاٹ کر وہ سابقہ بے پرواہی سے بولا تھا۔ "اب دیکھو نا تمہیں اتنا شوق ہے میکے جا کر رہنے کا۔ مجھے خود کو اس دوری کی عادت ڈال لینی چاہئے۔ اس بات کو سوچ کر وقت گزارا تو لگا جیسے واقعی ہفتہ آزادی منا رہا ہوں۔"

انس کی بات پر تمکین کو شدید دھچکا لگا تھا۔ پھر غصہ آنے لگا۔

"میں نے تو جیسے آپ کو قید کر رکھا ہے نا ——— میری غیر موجودگی میں آزادی کے جشن منائے جا رہے تھے۔"

"ابھی میں بہت اچھے موڈ میں ہوں۔ لڑائی مت کرنا۔ تم اپنی مرضی سے گئی تھیں۔ میں تو صرف بتا رہا ہوں۔" وہ اسے ٹوک گیا۔ تمکین رک کر بولی۔

"میرے یہاں سے جانے پر آپ کو خوشی اور اطمینان ملا ہے؟"

(وہ مارا) ——— انس کا دل بلیوں اچھلا تھا۔

عباد کے مشورے اور ٹپس پہلے ہی ہلے میں کام دکھا گئی تھیں۔ بظاہر بہت سنجیدگی سے بولا۔

"اس میں اتنی عجیب تو کوئی بات نہیں۔ اگر تمہیں وہاں جا کر خوشی مل سکتی ہے تو میرے لئے یہاں خوش رہنے پر کوئی پابندی ہے کیا؟"

"مگر میں وہاں آپ کو مس کرتی رہی ہوں۔" تمکین نے اسے احساس دلانے کی کوشش کی، شاید کہ وہ اس والہانہ گرم جوشی کا مظاہرہ کرے جو ذرا سی دوری کے بعد اس کے انداز میں در آتی تھی۔ اس کے برعکس وہ گردن کے پیچھے ہاتھ باندھے اطمینان سے لیٹتے ہوئے بولا۔

"اب میں تمہاری طرح فارغ تھوڑی تھا۔ آفس، میٹنگز، اس پر رمضان کی آمد۔ کچھ ادھر ادھر کا دھیان ہی نہیں۔"

تمکین کا دل دھک سے رہ گیا۔

"تو اب میں اِدھر اُدھر میں شامل ہو گئی ہوں؟" بڑے مان سے گلہ کیا۔ جس میں دل کی جلن بھی شامل تھی۔ مگر ساجن تو آج جیسے کان لپیٹے ہوئے تھا۔ نہ زبان کی سن رہا تھا اور نہ ہی دل کی۔

"کیا یار! اب تم بور کر رہی ہو۔" وہ دفعتاً ہی جیسے بیزار ہو کر اٹھ بیٹھا تھا۔ تمکین کے تو ہاتھ پاؤں ہی پھول گئے۔

"میں...... میں بور کرنے لگی ہوں آپ کو؟"

"اور نہیں تو کیا۔ اور ویسے بھی صبح روزے کے لئے اٹھنا ہے۔ اب سو جاؤ، میری تو ویسے بھی نیند نہیں کھلتی۔ چھ دفعہ عمرہ جگانے آتی ہے۔"

اسے جیسے اپنے لب و لہجے کی بے اعتنائی کا ذرا بھی احساس نہیں تھا۔ مگر تمکین کے تو سارے حواس چوکنا ہو گئے تھے۔

"بہت اچھے ــــــ میں پورے ہفتے کے بعد واپس آ رہی ہوں اور آپ کے پاس میرے ساتھ کرنے کے لئے کوئی بات بھی نہیں۔ نیند ستا رہی ہے۔"

"تو کیا کروں؟ ــــــ اب تو عادی ہونا پڑے گا۔ تمہیں بھی اور مجھے بھی۔" وہ صاف گوئی سے کہہ رہا تھا۔

"کیا مطلب؟"

"اب میری خاطر تم میکے جانا اور وہاں رہنا چھوڑ تو نہیں سکتی نا۔ اور میں بھی کب تک تمہارے پیچھے مارا مارا پھرتا رہوں۔ بی پریکٹیکل۔"

وہ جو آفس جاتا تو شام کو واپسی پر اسے یوں ملتا جیسے دیارِ غیر سے لمبے عرصے کے بعد لوٹا ہو۔ اس کی ایک ہفتے کی غیر موجودگی کو خاطر میں ہی نہیں لا رہا تھا۔

"یوں کہیے نا، اُکتا گئے ہیں مجھ سے۔ اسی لئے میری غیر موجودگی اتنی خوشی دے رہی تھی۔" اس کی آنکھیں جھلملا گئیں۔

"اب رونا مت شروع کر دینا ــــــ بات کو کہاں سے کہاں لے جا رہی ہو۔ پہلے خود ہی تو رہتی تھیں کہ میں تمہیں وہاں جا کر رہنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اور اب جب کہ میں اس بات پر ایڈجسٹ ہو گیا ہوں تب بھی تم مطمئن نہیں ہو۔" انس نے اسے تادیبی لہجے میں ٹوکتے ہوئے کہا تو وہ احتجاجاً بولی۔

"تو میں نے یہ کب کہا تھا کہ میرے بغیر آپ اتنے اطمینان سے خوش خوش رہنے لگیں؟"

"بہت خوب۔" انس کو ہنسی آ گئی۔ "یعنی ایک تو تمہارا میکے جا کر رہنا ضروری۔ اس پر تمہاری میری خوشیوں اور آزادی پہ پابندی۔ واہ ــــــ"

"مگر آپ کی باتیں یہ جتا رہی ہیں کہ آپ مجھ سے الگ رہ کر بہت خوش رہے ہیں۔" اسے رونا آنے لگا تھا۔ لگ رہا تھا کہ انس کی یہ بے اعتنائی کچھ دیر مزید رہی تو وہ شاید مر ہی جائے گی۔

"تو کیا دوبارہ اس دن جانا تمہاری جدائی تھی؟ ــــــ اور یہ خواہ مخواہ کی بحث کا کیا مطلب

تم بیوی ہو میری، محبوبہ تو نہیں کہ تمہیں میں اپنی بے قراری کی داستانیں سناتا پھروں۔" وہ تختی سے بولنا شروع ہوا تو پھر بولتا ہی گیا۔

تمکین آنکھیں پھاڑے، بے یقینی سے اسے دیکھتی رہی۔ پھر طنزاً بولی۔

"آج محبوبہ کے عہدے سے ہٹا دیا۔ آپ کا کیا بھروسہ، کل کو واپس آؤں تو کہہ دیں کہ میری بیوی ہی نہیں ہو۔"

"خیر، وہ تو قانونی مسئلہ ہے، اتنی آسانی سے نفی کیسے کر سکتا ہوں۔ ہاں، اب اتنی عقل ضرور آ گئی ہے کہ یہ عشق وشق کے چکر بیویوں کی سمجھ میں نہیں آتے۔ ان کے لئے واقعی ایک عدد محبوبہ ہونی چاہئے۔" وہ بہت اطمینان سے بولا تو تمکین بے اطمینان ہونے لگی۔

"ہاں، تو بنالی ہو گی میری غیر موجودگی میں کوئی محبوبہ۔" اس نے اپنی طرف سے طنز کیا مگر جواباً وہ اس کے پیروں تلے سے زمین ہی کھسکا گیا۔

"تو کیا کریں جانِ من! آپ تو نہیں اور سہی، اور نہیں تو اور سہی۔"

"میں نے آپ کو اتنا بے وفا کبھی بھی نہیں سمجھا تھا انس! آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟" اس کی آواز پھر سے بھرانے لگی۔

انس کا دل بے چین ہونے لگا۔ اب اگر وہ سنجیدگی سے رونے کا پلان بنا بیٹھی تھی تو پھر اس سے اپنی ایکٹنگ کو جاری رکھنا ممکن نہ رہتا۔ کچھ بھی تھا، وہ تمکین کا رونا برداشت نہیں کر پاتا تھا۔ تبھی بات لپیٹنے والے انداز میں بولا۔

"میرے خیال میں اب سویا جائے۔ کل بات ہو گی۔"

"جو بات ہو گی ابھی اور اسی وقت ہو گی ــــــ مجھے بھی تو پتہ چلے کہ آپ کے اس رویے کی کیا وجہ ہے؟"

"نہ تو میں نے تم سے اتنے دن وہاں رہنے پر باز پرس کی، نہ ابھی لڑ رہا ہوں۔ پھر تم کس رویے کی بات کر رہی ہو؟" وہ جیسے بہت حیرت سے پوچھ رہا تھا۔

"تو کریں نا باز پرس۔ خفا ہوں کہ میں اتنے دنوں وہاں کیوں رہی۔ یہ سب نہیں کر رہے تبھی تو اتنے پرائے لگ رہے ہیں۔" وہ یکلخت ہی رونے لگی تو انس نے دل کو قابو میں رکھتے ہوئے اسے سختی سے ڈانٹ دیا۔

"کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ لڑکی! نہ ایسے نہ ویسے کسی طور تو خوش ہو جاؤ۔ یہی سب تو چاہتی تھیں تم۔"

"کیسے خوش ہو جاؤں؟ ــــــ اتنے دنوں بعد آئی ہوں اور آپ نے ذرا سی بھی چاہت کا احساس نہیں دلایا۔ ایک بار بھی نہیں کہا کہ آئی مس یو ٹکی۔ جیسے ہمیشہ کہتے ہیں آفس سے آ کر۔ میرے کم اور کسی اور کے شوہر زیادہ لگ رہے ہیں آپ۔"

وہ آنکھوں میں آنسو لئے بڑے دکھی سے انداز میں کہتی انس کے ضبط کا امتحان لے گئی۔

"بھئی اب اتنے دن دور رہو گی تو یہ سب عادتیں تو چھوٹنی ہی تھی۔ اور اچھا بھی ہے۔ تمہیں یوں بھی یہ ڈائیلاگ بازی پسند نہیں تھی۔" اس نے مزید سنگدلی کا مظاہرہ کیا تھا۔

"میں نے یہ تو کبھی نہیں کہا کہ آپ اتنے اطمینان سے رہنا شروع کر دیں میرے بغیر۔"

"ونڈا نا ہوا پہنچ جانا تمہیں لینے تو وہ بھی تمہیں پسند نہ آتا۔ اس لئے دل کو سمجھا کر تمہارے بغیر رہنے کی کوشش کی تو لگا بس کچھ عرصے کی ہی بات ہے، پھر تو میں خود ایک آدھ ہفتے کے وقفے سے پوچھا کروں گا کہ بیگم بہت دن ہو گئے، تم اپنے میکے رہنے نہیں گئیں۔" وہ مسکراہٹ دبائے ہوئے کہہ رہا تھا۔

اگر وہ اپنے حواس میں ہوتی تو یقیناً اس کی ایکٹنگ کا پتہ لگا لیتی۔ مگر اس وقت تو اس کا غیر متوازن موڈ اس کے سارے کس بل نکال چکا تھا۔ اس پر مستزاد اتنی ڈھٹائی اور بے اعتنائی۔

وہ جل بھن کر اٹھی اور تن فن کرتی لائٹ آف کر کے اپنے تکیے پر آ گئی۔

"اوہو ——— اب کیا بات کئے بنا ہی سو جاؤ گی؟ ادھر تو آؤ۔" اندھیرے میں اس کی مسکراتی ہوئی آواز گونجی تھی۔

"کوئی ضرورت نہیں اس دکھاوے کی بھی۔ اب تو نیند بھی بہت اچھی آتی ہے نا آپ کو میرے بغیر۔" وہ جیسے کاٹ کھانے کو دوڑی تھی۔ اس کو ہنسی آتے آتے رہ گئی۔

"وہ تو ہے۔ مگر میں تو تمہارے خیال سے کہہ رہا تھا۔ اتنے دن میکے میں رہ کر آئی ہو، سوچا شاید مجھے مس کرتی رہی ہو گی۔"

"اب خاموشی سے سو جائیں۔ مجھے بہت سخت نیند آ رہی ہے۔" اس نے غصے کا مظاہرہ کیا تو آواز سے بھیگا پن نمایاں تھا۔ مگر انس جانتا تھا کہ پگلی بیٹھے میر کا ہی جیٹھا ہوتا ہے۔ اور یہ بھی عماد تازہ تازہ پڑھایا ہوا سبق تھا۔ اس لئے اطمینان سے کروٹ بدل کر آنکھیں موند لیں۔ حالانکہ اڑیل دل کو سمجھانا بہت مشکل کام تھا۔ مگر وہ تکمیل کو مدعا رنے کا ہاتھ آیا موقع گنوانا نہیں چاہتا تھا۔

●●●●●

"کیسے ہیں جناب؟" وہ بہت خوشگوار انداز میں قدرے شوخی سے پوچھ رہی تھی۔ آواز شناسا تھی۔ عماد نے لمحہ بھر ہی ذہن پر زور دیا ہو گا۔

"اوینہ!" انداز میں سوال سے زیادہ یقین تھا۔ وہ اپنے مخصوص انداز میں کھلکھلا کر ہنس دی۔

"شکر ہے ——— میں تو سوچ رہی تھی کہ جناب کو میرا نام بھی بھول چکا ہو گا۔ مگر ادھر تو محض آواز ہی سے پہچان لیا گیا ہے۔" وہ ریسیور کو بائیں ہاتھ میں منتقل کرتی صوفے پر اطمینان سے آلتی پالتی مارے بیٹھتے ہوئے مسکرا کر بولی تو عماد نے بشاشت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"اچھے دوستوں سے گریز اور انہیں بھولنا، ناقدروں کی نشانیاں ہیں۔ تم سناؤ کیسی ہو؟"

"بس ——— گزر رہی ہے۔"

"بس تو کیا، کرین اور ٹرک بھی گزر رہے ہوں گے۔ میں تو احوال تمہاری زندگی کے بارے میں

پوچھ رہا ہوں۔" وہ اپنے مخصوص شرارتی انداز میں کہتا اسے جتا گیا تھا۔

"ویری ویل سیڈ۔ منٹوں میں بندے کا موڈ بدل کے رکھ دیتے ہو تم۔" وہ توصیفی انداز میں کہہ رہی تھی۔

"صرف موڈ ہی نہیں، ہم تو پورے کا پورا بندہ ہی بدل کے رکھ دیتے ہیں۔ لیکن تم اپنی جگہ اتنی مکمل ہو کہ میں یہ حماقت کر ہی نہیں سکتا۔" وہ اب بھی شرارت کے موڈ میں تھا۔ مگر اوینہ کو ساتویں آسمان تک جا پہنچنے میں لمحہ ہی لگا تھا۔

"تھینکس فار دی کمپلیمنٹ۔" بڑے ناز سے کہا گیا۔

"آج اتنے دنوں بعد کال کیا۔ کوئی خاص وجہ؟" وہ متجسس تھا۔

"ہوں بس ——— کسی اچھے دوست سے ملنے کو جی چاہ رہا تھا، تو سب سے پہلے تمہارا نام ذہن میں آیا۔ سو۔"

"اوہو ——— یعنی اتنا خاص ہو گیا ہوں میں۔ اور مجھے پتہ بھی نہیں۔"

"خاص نہیں جناب! خاص الخاص۔" اوینہ نے اپنی شوخی میں ہنسی کا رنگ بھرتے ہوئے کہا تھا۔

"اب تو لگ رہا ہے کہ ملنا ہی پڑے گا۔" عماد نے گہری سانس بھرتے ہوئے بشاشت سے کہا۔

"تو پھر یہیں آ جاؤ نا۔ افطار ساتھ ہی کریں گے۔" اوینہ نے کھلے دل سے آفر کی تو وہ ٹھٹک سا گیا۔ کبھی دعوت صبا دیتی تو وہ فوراً ہامی بھر لیتا مگر اوینہ کے کہنے پر اٹھ کر چل دینا اسے کسی طور مناسب نہیں لگا تھا۔ اور یہی بات اس نے صاف گوئی سے کہہ بھی دی تو اوینہ ناراض ہونے لگی۔

"یہ اچھی ادا ہے بھئی۔ بلا میں رہی ہوں اور فکر تمہیں اپنی بہن کی سسرال کی ہو رہی ہے۔"

"یہ بات نہیں ہے اوینہ! سمجھنے کی کوشش کرو۔ مجھے اچھا نہیں لگے گا۔" عماد نے سنجیدگی سے کہا تو ریسیور پر ہاتھ رکھے صبا کو آواز یں دینے لگی۔

"کیا بات ہے؟" وہ صالحہ بیگم کے کمرے سے نکلی تھی۔

"تمہارے عماد بھائی کا فون ہے ——— حال چال پوچھ رہے تھے سب کا۔ میں نے جواباً افطاری انوائٹ کیا تو آنا کانی کر رہے ہیں۔"

میکے سے آئی تو گرم ہوا کا جھونکا بھی خوش گوار محسوس ہوتا ہے۔ صبا بھی اسی خوش گوار کیفیت کا شکار تھی۔ فوراً آگے بڑھ کر ریسیور اس کے ہاتھ سے لیا تو اوینہ کی اس حرکت پر عماد مسکرا کر رہ گیا۔

"اگر آج بھولے بھٹکے فون کر ہی لیا ہے تو پھر ایک چکر لگا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔" سلام دعا کے بعد وہ ڈپٹتے ہوئے انداز میں بولی تو عماد کو ماننے ہی بنی۔

"اوکے بابا! آ جاؤں گا میں۔ بس ذرا امی کو بتا دوں۔ پتہ ہے نا کہ جب سے ——— گیا ہے۔ جوان لڑکے کا سر شام گھر میں ہونا انہیں بہت تقویت دیتا ہے۔" وہ کہہ رہا تھا اور صبا سنتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔

"سچ کہتی ہیں پھپھو۔ اگر وہ آپ کو ذرا سی ڈھیل اور دیں تو آپ تو ہواؤں میں اڑنے لگیں۔"

"ہاں ۔۔۔۔ میری قسمت۔" وہ جیسے دل گرفتہ ہوا تھا۔

"اچھا، اب بنئے مت۔ اور آفس سے سیدھے یہیں آجیے گا۔ ذرا گپ شپ رہے گی۔ امی بھی آپ کا بہت پوچھتی ہیں۔" صبا نے اسے تاکید کرتے ہوئے صالحہ بیگم کا حوالہ دیا تو وہ شرارت سے بولا۔

"ہاں بھئی ۔۔۔۔ ان کی تو کیا ہی بات ہے۔"

اس کی شرارت سمجھتے ہوئے وہ بھی ہنس رہی تھی۔ اور پھر الوداعی کلمات کے بعد ریسیور رکھ کر اریبہ نے استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ اس کا مطلب سمجھتے ہوئے وہ مسکرا کر بولی۔

"آ رہے ہیں افطاری پر۔"

"چلو، اچھی بات ہے۔" اریبہ نے اطمینان کی سانس لے کر اٹھتے ہوئے کہا تو صبا اس خوشگوار موڈ کو دیکھ کر رہ گئی۔

عماد افطاری سے محض آدھا گھنٹہ پہلے آیا تھا۔

"تم لوگ بیٹھو، میں پھپھو کو لے کر آتی ہوں۔" اریبہ نے گھڑی کی سوئیوں پر نظر ڈالتے ہوئے اور ساتھ ہی اٹھ کھڑی ہوئی تو عماد ادب سے بولا۔

"میں خود ان سے جا کر مل لیتا ہوں۔"

"ارے، اتنا فارمل ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ویسے بھی افطار کا وقت ہو گیا ہے۔ یہاں آنا ہی ہے۔ میں لے کر آتی ہوں انہیں۔" وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی تھی۔

"یہ والی عادت تو تمہیں بونس میں مل گئی ہے۔ کیوں بھئی!" عماد اس سے کہہ رہا تھا۔ صبا کو اس بات پر ہنسی آ گئی۔

"سن لیا تو خفا ہوں گی۔"

"لڑکیاں مجھ سے ناراض نہیں ہو سکتیں۔ اور یہ بات تم بہت اچھی طرح سے جانتی ہو۔" وہ بھی شرارت سے کہہ رہا تھا۔

جب نوفل نے اندر قدم رکھا تو اس کی پہلی نظر بے تحاشا ہنستی ہوئی صبا پر پڑی تھی۔ وہ حیران ہوا مگر ساتھ ہی اس کے سامنے والے صوفے پر براجمان عماد کا وجود اس کے قدموں کو ٹھٹکا گیا۔

"سچ کہہ رہا ہوں، بہت بڑی غلطی کی ہے تم نے نوفل سے شادی کر کے۔ بے چارہ اچھا طرح پھنسا ہوا ہے۔" وہ متاسفانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔ اس سے پہلے وہ آفس اور تمکین کی احوال بھی جان چکا تھا۔

"اب بس کریں عماد بھائی! کیوں سب کی غیبتیں کر کے اپنا اور میرا روزہ خراب کر رہے ہیں۔" وہ ہنسنے کے باعث آنکھوں میں چھلک آنے والی نمی کو صاف کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ تبھی عماد کی نظر نوفل پر پڑی تو وہ فوراً اٹھ کر اس کی طرف بڑھا۔

"السلام علیکم۔ بھئی کیا احوال ہیں جناب کے۔" مصافحے کے ساتھ ساتھ معانقہ کرتے ہو

کے انداز میں جس قدر گرم جوشی تھی، اتنا ہی ٹھنڈا اور خود میں سمٹا ہوا انداز نوفل احمد کا تھا۔ جسے عماد کے تو فرشتے بھی نہ جان پائے مگر صبا تو اب اس کی ایک ایک جنبش کو پہچاننے لگی تھی۔ اب بھی اس کی پیشانی کے بل گنتے ہوئے لرزتی ہوئی اٹھ گئی۔

"میں ذرا کچن دیکھ لوں۔ نوری پتہ نہیں کیا کر رہی ہو گی۔"

اریبہ اتنی دیر میں صالحہ بیگم کی وہیل چیئر دھکیلتی چلی آئی تو عماد اپنے مخصوص خوشدلانہ انداز میں ان سے ملنے لگا۔

"بھئی مجھے تو بہت شکوہ ہے تم سے۔ کبھی پلٹ کے خبر بھی نہیں لی۔"

صالحہ بیگم کو عماد کی دوستانہ اور بے تکلفانہ سی فطرت بہت پسند تھی۔ شکوہ کناں انداز میں بولیں تو وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"وعدہ رہا ۔۔۔۔ اب مسلسل آؤں گا۔ حتیٰ کہ آپ خود بور ہو کر میرے یہاں آنے پر پابندی لگا دیں گی۔"

"نہ بچے، مائیں تو بیٹوں کو دیکھ دیکھ کر جیتی ہیں۔ جب جی چاہے آؤ۔"

"جی بالکل، سر کے بل آئیں گے۔ اتنی قیمتی چیز جو دے رکھی ہے آپ کو۔ کیوں نوفل؟" وہ مسکرا رہا تھا۔ مگر نوفل کو مسکرانے میں بہت دقت پیش آئی تھی۔ وہ محض اثبات میں سر ہلاتا اٹھ گیا۔

"میں ذرا کپڑے چینج کر لوں۔ روزہ کھلنے والا ہے۔"

نہایت خوش گوار ماحول میں روزہ افطار کیا گیا۔ پُرتکلف سے کھانے کے بعد عماد کے مخصوص رنگ سے سجی محفل ان سب کو مزہ دے گئی۔ ماسوائے نوفل کے۔ عماد کی باتوں پر صبا کا ہنسنا اسے ناگوار گزر رہا تھا۔

"یقین کریں آنٹی! میں اتنا بگڑا ہوا نہیں ہوں جتنا کہ میری امی مجھے مشہور کر چکی ہیں۔ مجھے تو اب لگتا ہے کہ میری خراب ریپوٹیشن دیکھ کر کوئی بھی لڑکی مجھ سے شادی کرنے پر تیار نہیں ہو گی۔"

"تم ہاں تو بھرو، میں خود تمہارے لئے لڑکی ڈھونڈوں گی۔" صالحہ بیگم نے کمال شفقت کا مظاہرہ کیا تو وہ خوش ہو اٹھا۔

"واقعی ۔۔۔۔ آپ کی چوائس کا تو میں بھی معترف ہوں۔ مگر کیا کیا جائے کہ سب اچھی لڑکیوں کی تو شادیاں ہو چکی ہیں۔" آخر میں آہ بھر کے کہا تو صبا نے جتانے والے انداز میں کہا۔

"یہ سب آپ کی سستی کا قصور ہے۔ بروقت کسی پہ انگلی رکھ دیتے تو آج آپ کی ناؤ بھی پار لگ چکی ہوتی۔ پھپھو کی پیشکش محدود مدت کے لئے تھی۔ اب تو بس انتظار کریں آپ۔"

نوفل نے ایک گہری نگاہ صبا پر ڈالی۔

یہ کیا جتا رہی تھی اسے کہ وہ اپنی سستی کے باعث اسے کھو چکا ہے۔ اپنی ماں کے سامنے اس کا نام بھی نہ لے پایا۔ اس کی جھلملاتی آنکھیں، کھنک دار ہنسی۔ نوفل کو یاد نہیں پڑتا تھا کہ اس نے کبھی صبا کا یہ روپ پہلے دیکھا ہو۔

تو آج عماد کے آنے سے ــــــ

اس کا سارا وجود رشک کی آگ میں دھڑا دھڑ جلنے لگا تھا۔ رگوں میں خون کی گردش اس قدر تیز ہوئی کہ کنپٹیاں سلگ اٹھیں۔

وہ جو خود سے منسلک ہر بے جان شے تک کے لئے حد درجہ پوزیسو تھا، اس پر کسی کا تسلط کیسے برداشت کر لیتا جسے کبھی اس نے دل کی بہت اونچی مسند پر جگہ دی تھی۔

وفوں جسے اپنی رگوں میں لہو کے ساتھ دوڑتے پایا تھا۔ جو اس کی تمام تر بے نیازی کو اس کی معصومیت اور سادگی سے یکسر چور کر گئی تھی۔

اور آج جب وہ اپنی تھی بھی تو کتنے فاصلے پر تھی۔

وہ خود ساختہ واہموں کا شکار زندگی سے کٹ کر زندگی کو جی رہا تھا۔

●●●●●

عید کی تیاریوں کے ساتھ ساتھ ضحیٰ اور معید کی شادی کی خریداری بھی اپنے زوروں پر تھی۔

مریم پھپھو روزانہ افطاری کے بعد حرا اور تمین کو لے کر مارکیٹیں کھنگالنے نکل کھڑی ہوتیں۔ جبکہ ضحیٰ ہزار اصرار پر بھی تیار نہ ہوتی تھی۔

"ضحیٰ! اگر بعد میں کچھ پسند نہ آیا تو بہت ماروں گی میں۔" مریم پھپھو نے وارننگ دے دی تھی۔

"پھپھو، پلیز! میں کچھ نہیں کہوں گی۔ افطاری کے بعد کہیں جانے کی ہمت ہی نہیں رہتی۔" بہت پژمردہ اور سست سی ہو رہی تھی۔

"خدا خیر کرے۔ ورنہ ضحیٰ آپی تو خدانخواستہ کسی کی خوشی تک خالی جانے نہیں دیتیں۔ دادا جان کے چالیسویں پر سب سے نیا جوڑا انہی کا تھا۔" وجدان کو تشویش ہوئی تھی۔ ضحیٰ اسے گھور کر رہ گئی۔ مگر یہ سچ تھا۔

شاپنگ کی جس قدر شوقین ضحیٰ تھی، اور کوئی بھی نہ تھا۔

بقول وفی اور عماد کے ضحیٰ کو آدھی رات کو بھی شاپنگ یا آئس کریم کی آفر کی جائے تو یہ نیند میں اٹھ کر چل دے گی۔

اور اب ــــــ وہ ان سب کو کیا بتاتی۔

کہاں سے لاؤں وہ امنگوں اور آرزوؤں بھرا دل جو ان لمحوں سے خوشیاں کشید کرے۔

کیسے جگاؤں ان مردہ جذبات و احساسات کو جو ان آنکھوں کو چمک اور لبوں کو کھلکھلاتی ہنسی دے دیں کہ یہ سب تو محبت کے "ہونے" سے مشروط ہے۔

مگر میرا جی چاہتا ہے کہ میں اس دنیا کے ہر شخص کو بتا دوں کہ محبت بھی انسانوں کی طرح فانی جذبہ ہے۔ اسے بھی اس دنیا میں بقا حاصل نہیں۔

آسائشوں اور رویوں کے آگے جذبات و احساسات کی کچھ قیمت نہیں۔ بھوک اور محبت کے مقابل میں اس نے محبت کو ہارتے دیکھا تھا۔ تبھی اس کی محبت سسک سسک کر دم توڑ گئی تھی۔

پھر اس نے اپنے دل کی ڈائری سے محبت والا صفحہ ہی پھاڑ دیا تھا۔ محبت ایک ہی بار ہوا کرتی ہے۔ اور ضحیٰ کو لگتا تھا کہ وہ اپنے حصے کی محبت کر چکی ہے۔

آج بھی وہ شیشوں واپس آ کر ان سب کو اپنی شاپنگ دکھا رہی تھیں مگر مجال کیا تھی جو ضحیٰ بی بی نے نگاہ اٹھا کر بھی کسی شے کو دیکھا ہو۔ یونہی پاس بیٹھی میگزین کے صفحے کھنگالتی رہی۔

"یہ دیکھو، صبا کے لئے عید کا جوڑا خریدا ہے ہم نے۔" مریم پھپھو نے ہلکے سے کام سے سجا جھلملاتا خوب صورت سا سوٹ اس کی طرف کھسکایا۔ اس نے فقط ایک نگاہ ہی ڈالی تھی۔

"ٹھیک ہے ــــــ"

جہاں چچی جان نے اپنی سر پھری اولاد کو خشمگیں نگاہوں سے دیکھا وہیں مریم پھپھو جو اسے صبا کے لئے عیدی کے طور پر خریدی گئی اشیاء دکھانے کا قصد کر رہی تھیں، گرم ہو گئیں۔

"یہ کیا بات ہوئی۔ میں پوچھ رہی ہوں کیسا ہے اور یوں منہ لٹکا کے کہہ رہی ہو ٹھیک ہے۔ ہوا کیا ہے تمہیں؟ ــــــ دنیا سے اچاٹ دل لئے پھر رہی ہو۔"

سب کے درمیان اس کھنچائی نے ضحیٰ کو برافروختہ کر دیا۔ مریم پھپھو جتنی ٹھنڈی اور میٹھی طبیعت کی تھیں وہیں غصہ آنے پر وہ آتش فشاں کی سی صورت اختیار کر لیتی تھیں۔

"وہ تو بس ــــــ یہ کپڑوں کی ڈیزائننگ دیکھ رہی تھی۔" ضحیٰ نے منمنا کر میگزین آگے کیا۔ وہ تو شکر ہے کہ پھپھو کی نظر نہیں پڑی ورنہ جتنا بے ہودہ لباس ماڈل گرل نے پہن رکھا تھا اسے دیکھ کر ضحیٰ کے چار چھ کان کے نیچے پڑ جاتیں۔

"پھر بھی بیٹے! انسان کو چہرے مہرے سے خوش دکھائی دینا چاہئے۔ دن کیا رہ گئے ہیں شادی میں اور تمہارے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی ہیں۔" اب بھی انہوں نے کچھ کم نہیں کہا تھا۔

ثمنا کی بے ساختہ ہنسی پر وہ جل تو گیا ہوتی، چچی جان سے کوئی بات کرنے آتے معید کو دیکھ کر بھڑکا جملہ اسے پانی پانی کر گیا۔

اس پر مستزاد انہوں نے معید کو آواز بھی دے لی تھی۔

وہ ایک نگاہ ضحیٰ کے سرخ پڑتے چہرے پر ڈالتا ان کے صوفے کی پشت پر آ کھڑا ہوا۔

"جی آنٹی ــــــ؟"

"بھئی ضحیٰ نے تو ہمیں فری ہینڈ دے دیا ہے شاپنگ کے لئے۔ مگر میں نہیں چاہتی کہ کل کو تم میں سے کوئی شکوہ شکایت کرے۔"

"جی آنٹی! میرے لائق کوئی خدمت؟" وہ صوفے کی پشت پر ہاتھوں کا بوجھ ڈالتا قدرے جھک گیا ہوا تھا۔

درحقیقت اسے ان کے اس شکوے کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

"بھئی ذرا پہلے ہو تم تقریب کے۔ کم از کم اپنی دلہن کے جوڑے کا رنگ ہی بتا دو۔" انہیں بھلا کس کی جھجک تھی۔ اپنے مخصوص دوستانہ انداز میں بولیں تو معید کا گڑبڑا کر سید ھا ہونا بھی ضحیٰ کو لطف

دے گیا۔

"آپی! آپ بھی نا۔" اس کی ہنسی پر ان کا مذاق سمجھتے وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ نفی میں سر ہلاتا چلا گیا تھا۔

"اس قدر رنگ باہر دولہا، دلہن تو میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھے۔ سب کچھ چھوڑے بیٹھے ہیں۔ دلہن تو ایک طرف، دولہا تک شرمائے پھر رہے ہیں۔" تکمیں نے عشی کو چھیڑنے کی غرض سے بڑے رشک آمیز لہجے میں کہا تو وہ اسے گھور کر رہ گئی۔

"اب ہر کوئی آپ کے دولہے کی طرح نہیں ہوتا کہ رخصت تک خود کشی کر رہے ہیں۔"

"یہ زندہ دلوں کی نشانیاں ہیں۔" مریم پھپھو نے اس کے طنز کا جواب بڑے اطمینان سے دیا۔

"اب کسی واقعہ پر ہر انسان کا ردعمل ایک سا تو نہیں ہو سکتا نا۔" عشی اپنی بات پر اڑی ہوئی تھی۔

"ماشاء اللہ عشی! تم پھر لگتے ہو کبھی روتے ہیں۔"

"غلط فہمی ہے تمہاری مریم! کچھ اس جیسے وحید بھی ہوتے ہیں جو رعنائی سے بھی چھپتے رہتے ہیں۔" چچی جان نے جل کر جواب دیا تو وہ جو پہلے ہی بہانے کی تلاش میں تھی۔ اچانک اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بیٹھو نا عشی! یہ لوگ تو بس تمہیں تنگ کر رہی ہیں۔" تائی جان کو ہر کسی کا خیال رہتا تھا۔

"مجھے سخت نیند آ رہی ہے۔ پھر صبح اٹھنے کا بھی مسئلہ ہوتا ہے۔" اس نے بہانہ بنایا تو چچی جان نے رد کر دیا۔

"ہاں، جیسے سحری کا اہتمام اسی کے ذمہ ہے۔"

"میں جتنی دیر بیٹھوں گی، یہی باتیں سننا پڑیں گی۔ اس سے بہتر ہے کہ جا کر سو جاؤں۔" جھلاتے ہوئے واک آؤٹ کر گئی۔

راستے میں وہ تائی جان کے کمرے سے ہوتی ہوئی کوئی چیز مٹھی میں دبائے معید کے کمرے تک آئی تھی۔ اس نے اندر داخل ہونے سے پہلے دروازہ کھٹکھٹانے کی بھی زحمت نہیں کی تھی۔ خمیازہ بھی فوراً ہی بھگتنا پڑ گیا۔ وہ صرف ٹراؤزر میں ملبوس شاید لیٹنے کے ارادے میں تھا۔ وہ کسی حد تک شرمسار ہوتی بے حد گڑبڑا کر قدرے رخ موڑ گئی۔

"ویسے تو یوں بھی تم نے کبھی کوئی خاص تمیز سے کام نہیں لیا۔ مگر ابھی بہرحال ہمارا ایسا رشتہ نہیں کہ تم دندناتی ہوئی میرے کمرے میں آ جاؤ۔" بدن پر شرٹ چڑھاتا وہ تیکھی انداز عشی کی کنپٹیاں سلگا گیا۔ مگر غلطی بہرحال اسی کی تھی اور اس پر خود کو جتنا بھی کوستی وہ کم تھا۔

"میں یہاں آپ سے لیکچر سننے نہیں آئی ہوں۔" اس نے بے حد تلخی سے کہا تو وہ لپیٹے ہوئے اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"صرف میری شکل بھی تو نہیں دیکھنے آئی ہو گی۔" وہ بھی طنزاً بولا تھا۔

"مجھے ایسی کوئی بیماری لاحق نہیں جس کا علاج اتنا فضول ہو۔"

"ہو گے ___ تو پھر صرف پانچ منٹ ہیں تمہارے پاس۔ جو کہنا ہے کہو۔ مجھے سو

اس کے لب و لہجے میں وہی مخصوص سرد مہری در آئی جس کا مظاہرہ وہ عشی سے گفتگو کے دوران اکثر کیا کرتا رہا تھا۔

وہ سلگ اٹھی۔

"ہیں، پانچ منٹ آپ کے پاس ہوں گے۔ میرے پاس بہت وقت ہے۔"

"میرے لئے؟" معید نے استفہامیہ انداز میں بھنویں اچکا کر اسے دیکھا تو عشی کے جیسے تلوؤں سے لگی سر پر جا بجھی۔

"میں نے یہ نہیں کہا۔"

"اوہ ___ میں سمجھا شاید ___" وہ اب بھی اس کا دل جلانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھ رہا تھا۔ مگر وہ جانتی تھی کہ ابھی کچھ دیر کے بعد وہ بھی کچھ ایسی ہی صورت حال سے گزرنے والا تھا اس لئے صبر سے کام لے کر رہ گئی۔

"میں آج آپ سے آخری بات کرنے آئی ہوں......"

"اگر تم پھر سے اس شادی کو رکوانے کی استدعا لے کر آئی ہو تو آئی ایم سوری۔" اس کی بات کاٹ کر وہ بہت رسان سے بولا تھا۔ مگر وہ شاید کچھ اور ہی ٹھان کر آئی تھی۔ اس کی بات کے جواب میں حسب عادت بھڑک اٹھنے کی بجائے عجیب سے انداز میں بولی۔

"میں اب آپ سے ایسی کوئی التجا نہیں کروں گی۔"

معید نے بے ساختہ ایک جانچتی ہوئی نگاہ اس پر ڈالی تھی۔ اس کے بھی روپ جدا تھے۔ اور شاید اسرار بھی۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی پوری طرح اس کی طرف متوجہ تھا جو یکلخت ہی سمندر کی سطح کی مانند پُرسکون سی دکھائی دینے لگی تھی۔ مگر اس کی آنکھوں سے مترشح کیفیت اسے قطعی حال ظاہر نہیں کر رہی تھی۔

"یہ شادی میرے ہونے سے مشروط ہے نا۔ بالفرض اگر میں ہی نہ رہوں تو؟" اس نے ٹھہرے انداز میں کہتے ہوئے اپنی بند مٹھی معید کی آنکھوں کے سامنے کھول دی تھی۔

تائی جان کی نیند کی گولیوں کی شیشی پہچاننے میں معید کو لمحہ ہی لگا تھا۔ وہ بے حد بے یقینی سے عشی کو دیکھنے لگا۔

اس پل صحیح معنوں میں معید کی تمام تر ذہانت اور سمجھداری دھری کی دھری رہ گئی تھی۔

اسے عشی کا ٹرمپ کارڈ اب سمجھ میں آیا تھا۔

اس کا جی تو چاہ رہا تھا کہ وہ ایک تھپڑ کھینچ کر دے مارے، مگر اس کی ذہنی کیفیت کا اندازہ بھی اسے اچھی طرح ہو چکا تھا۔ سو اندر اٹھتے طوفان کو دباتے ہوئے بظاہر بڑے رسان سے پوچھنے لگا۔

"تم مجھ سے اب کیا چاہتی ہو عشی؟"

اداکاری دیکھ کر عشی کے دل میں پلتے اضطراب کو سکون آ گیا۔ سو اس کی طرف دیکھتے ہوئے انداز میں بولی۔

"میں یہ شادی ایک کنٹریکٹ کی بنیاد پر کروں گی۔"

وہ متحیر سا اسے دیکھنے لگا۔

"آپ تو وکیل ہیں ـــــ بہت آسانی سے اس کنٹریکٹ کے پیپرز بھی بنوا سکتے ہیں۔ وردہ آپا نے مجھ سے جلد لوٹ آنے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ تو میرے آپ کے بیچ کنٹریکٹ یہ ہوگا کہ ان کے آنے پر جب میں آپ سے کہوں آپ مجھے چھوڑنے کے پابند ہوں گے۔"

وہ بے حد اطمینان سے کتنے صحیح معنوں میں معید کو خلا میں معلق کر گئی تھی۔

وہ ششدر سا اسے دیکھ رہا تھا۔

اس کا ذہن ایک دم سے بلینک ہو گیا۔

بے یقین نظریں ناسمجھی کے عالم میں تحیٰ کے چہرے پر تھیں۔ جیسے اسے کبھی بھی یقین نہ رہا ہو تحیٰ کے منہ سے کبھی ایسی بات سننے کو ملے گی۔

اور ادھر وہ اسی قدر مطمئن اور پرسکون تھی۔ اسے اچھی طرح اندازہ تھا کہ وہ معید حسن کے قدموں تلے سے زمین نکال چکی ہے۔ تبھی شاید اسے سوچنے کا موقع دینے کی خاطر یونہی دم بخود چھوڑ کر کمرے سے نکل گئی تھی۔

وہ اپنے دیئے ہوئے وقت سے صرف آدھا گھنٹہ ہی لیٹ ہوا تھا۔ مگر گھر آ کے اسے خبر ہوئی کہ صبا "معیر ہاؤس" جا چکی ہے۔

"بھئی میں نے تو بہت کہا کہ انتظار کر لو نوفل کا۔ مگر عماد کا تو تمہیں پتہ ہی ہے، ہوا کے گھوڑے پہ سوار رہتا ہے۔ اسے لے کر ہی ٹلا۔" اوینہ نے اپنے مخصوص انداز میں بھنوؤں کو جنبش دیتے ہوئے بتایا تھا۔

مگر جتنی اذیت وہ چاہتی تھی، نوفل کو اتنی ہی اذیت پہنچی تھی۔

حالانکہ صالحہ بیگم فی الفور اس کی صفائی پیش کر گئی تھیں۔

"میں نے ہی کہا اسے کہ چلی جائے۔ پیچھے وقت ہی کیا رہ جاتا ہے بازار جانے کا۔ مریم کا دو دفعہ فون آ چکا تھا۔ وہ تو اچھا ہوا عماد کا چکر لگ گیا، ورنہ وہ بے چاری تو تمہارے انتظار میں بیٹھی رہ گئی تھی۔"

نوفل کو ان کی خوش فہمی پر ہنسی آنے لگی۔

"چلیں، اچھا ہوا۔ میں یوں بھی اس وقت کہیں جانے کے موڈ میں نہیں تھا۔" وہ اتنا ہی کہہ سکا۔

درحقیقت اسے صبا کا یہ اقدام انتہائی ناگوار گزرا تھا۔

اسے تو یوں بھی ان دنوں عماد کی آمد بالکل اچھی نہیں لگ رہی تھی۔ مگر کچھ کہنے سے بھی معذور تھا۔ بہن کی سسرال کا معاملہ تو تھا سو تھا، خود صالحہ بیگم بھی عماد کو بہت پسند کرتی تھیں۔ ایسے میں وہ کیا عداوت نبھاتا۔

"اب یوں سست بندوں کی طرح مت بیٹھ جاؤ نوفل! ـــــ صبا چلی گئی تو کیا ہوا، میں تو ہوں۔ ابھی میری عید کی شاپنگ کرنی ہے اور تم نے مجھے ایک بار بھی ساتھ چلنے کی آفر نہیں کی۔" اوینہ نے کہا۔ لفظوں کا چناؤ بھی بہت سوچ سمجھ کر کیا گیا تھا۔

مگر نوفل کا سارا موڈ چوپٹ ہو چکا تھا۔

"سوری یار! ابھی تو بہت تھکا ہوا آیا ہوں۔" اس کا انداز معذرت خواہانہ تھا کہ اب تو کوئی بھی ذمہ داری نبھانے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔ مگر صالحہ بیگم کو اوینہ کی طبع کا اچھی طرح سے اندازہ تھا، اسی لیے انہوں نے نوفل سے اصرار کیا۔

"لے جاؤ نوفل! یہ بھلا اور کس کے ساتھ جائے گی۔ اور تمہاری بھی طبیعت ذرا بہل جائے گی" وہ قدرے جھنجلا کر اسے دیکھنے لگا۔ شاید کچھ مزید کہتا مگر ان کی تنبیہی نظروں نے اسے خاموش کر دیا۔ کوفت کا احساس شدید تھا جسے دبانے کی خاطر وہ گہری سانس اندر کھینچتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"چلو——"

اریبہ کا چہرہ چمک اٹھا۔

"ایسے ہی —— کپڑے تو بدل لوں۔" ابھی کچھ دیر قبل عماد کی آمد کے بارے میں سن کر بدلے گئے جوڑے میں اسے نقص دکھائی دینے لگا۔ جبکہ اس کی ذہنی و قلبی کیفیت سے قطع نظر نوفل بیزار سے بولا۔

"اب ان میں کیا خرابی ہے؟ چودھویں کا چاند تو بنی ہوئی ہو۔" اس کا اشارہ اریبہ کے سجے نو سوٹ کی خوبصورتی کی طرف تھا مگر لفظوں کے چناؤ میں بے احتیاطی مقابل کو خوش کر گئی تھی کہ کس ز پہ پہنچا گئی تھی یہ نوفل کے ذہن میں بھی نہیں آیا تھا۔ وہ خود پر نازاں تو پہلے ہی رہتی تھی، اب تو ہوا میں اڑنے لگی۔

"تم تو بندے کا دل خوش کر دیتے ہو نوفل!" وہ ہنستی ہوئی آگے بڑھی مگر وہ بدستور اسی قنوطیت کے حصار میں تھا۔ سنجیدہ اور بے حد خاموش۔

صالحہ بیگم پُرتشویش نظروں سے اسے جاتا دیکھ رہی تھیں۔

وہ اریبہ کے ساتھ چلا تو آیا تھا مگر وہ اسے ساتھ لے کر بازاروں میں اتنا پھری کہ نوفل آ گیا۔

"خدا کے لیے اریبہ! اب بس کر دو۔ ساری شاپنگ کیا ایک ہی دن میں کر لو گی؟"

"کبھی کبھی تو تمہارا والٹ ہلکا کرنے کا موقع ملتا ہے —— اب تمہاری بیوی تو ہے نہیں، پھر کیوں فائدہ نہ اٹھاؤں۔" وہ مزے سے کہہ رہی تھی۔ مگر اس کی بات جیسے نوفل کے دل میں گڑ گئی۔ اس کی تو ہر حسرت ہی دل کے مزار میں دفن ہو کر رہ گئی تھی —— وہ جس نے ہر لمحہ ہر پل کے ساتھ خوشیاں کشید کرنے کا سوچا تھا اور اگر ابھی وہ میرے ساتھ ہوتی تو اس دنیا کا رنگ ہی اور ہوتا۔ میں دنیا کی ہر شے اس کے قدموں میں لا کر ڈھیر کر دیتا تو پھر اس کے چہرے پہ پھیلتی کیسی لگتی۔

اس کا دل یکلخت ہی ہر شے سے بیزار ہونے لگا۔

"میں گاڑی میں بیٹھا ہوں اریبہ! جو خریدنا ہے جا کر خرید لو۔ اور چاہو تو میرا والٹ ساتھ لے جاؤ۔" وہ تیکھے انداز میں بولا تو اس کے موڈ کا اندازہ کرتے ہوئے وہ فوراً واپسی کے لیے تیار ہو گئی مگر تبھی اسے کوئی بہت اچھی جاننے والی مل گئی تو وہ زور و شور سے اس سے باتوں میں مصروف ہو گئی۔ نوفل جھنجلاتا گاڑی میں آ بیٹھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ پلٹ کر اس تک آئی تھی۔

"نوفل! پلیز تھوڑی دیر اور رک جاؤ۔ رباب کو بہت ضروری شاپنگ کرنی ہے، مجھے ساتھ چلنے کو کہہ رہی ہے۔ تم چاہے گاڑی میں ہی بیٹھے رہو۔ بس آدھے گھنٹے کی بات ہے۔" اس کی پیشانی کے بل دیکھتے ہوئے وہ لجاجت بھرے انداز میں بولی تو نوفل نے صاف گوئی سے کہا۔

"اگر آدھے گھنٹے سے ایک منٹ بھی اوپر ہوا تو میں چلا جاؤں گا۔"

"او کے ——" وہ فوراً مان گئی تھی۔

اپنی پسند کا سافٹ میوزک دھیمی سی آواز میں لگائے وہ اپنی نشست پر ریلیکس سا نیم دراز تھا۔ نظریں باہر کے مناظر پر مرکوز تھیں —— خوش باش لوگ، ہنستے مسکراتے بچے اور کپلز —— اس کی ذہنی رو بھٹک گئی۔ اور اگر سب کچھ ٹھیک چل رہا ہوتا تو ابھی وہ میرے ساتھ ہوتی۔ تب اس رات کا رنگ کیسا ہوتا؟

اس کے دل میں اوّلین دنوں جیسی بے چینی اور جذبات کی یورش بیدار ہوئی تھی۔ ان دنوں اس کے دل و ذہن پہ صبا میر کے خیالات کا غلبہ اس قدر شدید تھا کہ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اسی کو سوچا کرتا تھا۔

اپنا ادھورا پن اس پل اسے اتنی شدت سے محسوس ہوا تھا کہ دل میں صبا میر کی طلب حقیقی معنوں میں جاگی اور پھر بڑھتی ہی چلی گئی۔

"دل کی معروف گزرگاہ سے اکثر گزری
تیری یادوں کی بہار
تیرے ہونٹوں کی کلی
تیرے بدن کی خوشبو
تیرے کاجل کی مہک
تیری زلفوں کی گھٹا
تیری آنکھوں کی چمک
تیرے چہرے کی حیا
تیری باتوں کی کھنک
تیرے رخسار کی صبح
تیرے اقرار کی دھنک
تیرے ماتھے کی شفق
تیرے پہلو کی طلب"

طلب جو ایک تلخ حقیقت ہے، جس سے نگاہ چرانا ممکن نہیں تھا۔

کھڑکیوں کے شیشے اتارتے ہوئے گہری سانس اندر کھینچ کر اس نے جیسے اپنے اندر کی کثافت کو کم کرنے کی ایک ناکام کوشش کی تھی۔

شخصیت سحر سی تھی۔ یا شاید اسی کے درد کو بیان کر رہی تھی۔

"وحشتِ تنہائی میں
اے جانِ جہاں لرزاں ہیں
تیری آواز کے سائے، تیرے ہونٹوں کے سراب
وحشتِ تنہائی میں دوری کے خس و خاشاک تلے
کھل رہے ہیں تیرے پہلو کے سمن اور گلاب
وحشتِ تنہائی میں اے جانِ جہاں لرزاں ہیں"

کبھی خود کو اتنا کی بے بسی پر پاتے ہوئے بالکل سامنے اسے لگا مغنیہ کی گہری پُرسوز آواز کا ایک تلخ حقیقت کا روپ دھارے یکلخت اس کے سامنے مجسم شکل اختیار کر گیا ہو۔

شاپنگ بیگ دوسرے ہاتھ میں منتقل کرتی، وہ اسے دنیا کی اس بھیڑ میں بے حد ہراساں لگی۔

اس پل وہ دل کے کچھ اس قدر نزدیک اور شدت آمیز جذبات کا حصہ بنی ہوئی تھی کہ اس کڑی بے نیازی برتنے والا نوفل احمد، بے اختیار گاڑی سے اتر کر تیزی سے اس کی جانب بڑھا۔

اگر کوئی دیکھنے والا ہوتا تو فوراً پا لیتا کہ اس بے اختیاری میں بے قراری کا عنصر بے خودی بلاشبہ زیادہ تھا۔

یوں لگا جیسے راہِ اجل کا مسافر زندگی کی طرف پلٹا ہو۔

اور صبا جو سب کو اس رونق میلے میں کھو کر تنہا کھڑی اس بھیڑ سے گھبرا کر رونے کو تھی اس قدر غیر متوقع طور پر نوفل کو سامنے پا کر لحظہ بھر کو کچھ کہنے سے بھی معذور ہو گئی۔

نوفل نے کچھ کہے بنا ہاتھ بڑھا کر اس کا شاپنگ بیگ تھام لیا۔ تب وہ جیسے کسی خواب سے چونکی

"وہ ـــــ باقی سب پتہ نہیں کہاں کھو گئے ہیں۔ میں کب سے انہیں ڈھونڈ رہی ہوں۔" اس کا انداز بہت معصومانہ تھا۔ جیسے وہ چند سالوں کی بچی ہو اور دنیا کے میلے میں اپنوں سے بچھڑ گئی ہو۔

نوفل کو بہت پہلے کی صبا شدت سے یاد آئی۔

اسی سادگی اور معصومیت نے اسے اپنا دیوانہ بنایا تھا۔

"میرے ساتھ چچی تھیں۔ باقی سب اپنی شاپنگ کر رہے تھے۔ پھر پتہ نہیں وہ میرا ہاتھ چھوڑ کر کدھر غائب ہو گئیں۔" نوفل کی خاموشی سے گھبرا کر وہ مسلسل بول رہی تھی۔

اس کی نظر کا ارتکاز کچھ عجیب سا تھا۔ عام دنوں سے ہٹ کر۔ بے اختیار ہی صبا کو لگا جیسے یہ نگاہ وہ پہلے بھی دیکھ چکی ہو۔ کب ـــــ؟ اس کا ذہن لاشعور کو کھوجنے لگا۔

تب اسے نوفل کی پہلی پہلی نگاہیں یاد آئی تھیں۔

نرمی آمیز مضبوطی سے اس کی ہتھیلی اپنے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں لئے وہ اسے لئے لوگوں کی بھیڑ سے نکل آیا تھا۔

"اتنا بے خبر ہو کر سفر نہیں کرنا چاہیے کہ اپنے تنہا رہ جانے کا بھی احساس نہ ہو۔" وہ دھیمے، سلگتے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

صبا کی جان سانسوں میں سمٹ آئی۔ اس کے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں کسی ہتھیلی میں ایک حدت آمیز سا احساس سرایت کرنے لگا تھا۔

"ساتھ چلنے والوں کو بھی تو کسی کے تنہا رہ جانے کا احساس کرنا چاہیے۔" وہ خود بھی نہیں سمجھ پائی کہ صبا اس قدر رقیق القلب کیوں ہو گئی تھی۔ یا شاید اس تنہا پل میں اس نے نوفل کو اس قدر شدت سے سوچا تھا کہ اب یوں اچانک اس کا سامنے آ جانا جذبات میں تلاطم کا باعث بن گیا تھا۔

"آپ نے تو اپنی شاپنگ نہیں کی ہو گی۔" اس کا شاپنگ بیگ گاڑی کی سیٹ پر رکھتے ہوئے وہ بڑے یقین سے پوچھ نہیں بلکہ کہہ رہا تھا۔ حالانکہ گھر والے اس کے لئے اور نوفل کے لئے عید کی تمام شاپنگ کر چکے تھے۔ اس کے باوجود صبا کا سر نفی میں ہل گیا۔

شاید وہ نوفل کے تمام عزائم کا اندازہ کرنا چاہتی تھی۔ اس "ساتھ" میں چھپی حقیقت کو کھوجنا چاہتی تھی۔

گاڑی لاک کر کے وہ اس کی طرف پلٹا تو ہونٹوں پہ پھیلی مسکراہٹ اور آنکھوں کی نمی میں چاہت کا رنگ زیادہ تھا یا دوستی کا، صبا جان نہیں پائی تھی۔

"تو چلیں پھر۔" وہ اپنے مخصوص انداز سے یکسر بدلا ہوا تھا۔

صبا ڈری ڈری سی اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے چل رہی تھی۔

دل سے شدید بے چینی کا احساس تھا کہ ختم ہونے میں ہی نہیں آ رہا تھا۔ اس کے لئے ہر شے اپنی پسند سے خریدتا وہ لحظہ بھر کو اسے متوجہ کرتا تھا۔

"یہ کیسا ہے صبا ـــــ؟"

اور پھر اس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی قبولیت کی مہر لگا دیتا۔

وہ جو روزِ اول سے "محترمہ" اور "بی بی" جیسے القاب کی عادی ہو گئی تھی، عجیب سی سرخوشی کا شکار ہونے لگی۔ اسے اپنی رائے دینے کا بھی ہوش نہیں تھا۔ نوفل احمد اس کے ساتھ تھا اور اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے چل رہا تھا۔ اس سے زیادہ اب وہ اپنے رب سے اور کیا مانگ سکتی تھی۔

"نوفل! ـــــ اب بس۔" اسے جیولری شاپ کی طرف بڑھتے دیکھ کر وہ احتجاجاً رک گئی۔ خود اس کے تو نہیں، نوفل کے ہاتھوں میں بھی ان گنت شاپنگ بیگز تھے مگر وہ تو جیسے خزانے کا منہ کھول بیٹھا تھا۔ اس پر اتنا لٹانے کے بعد بھی طبیعت سیر نہیں ہو رہی تھی۔

"اندر تو آئیں آپ۔" وہ رکا نہیں تھا۔ مجبوراً صبا کو آگے بڑھنا پڑا۔

خود اس کی طبیعت میں بھی بے حد خوشگوار سی تبدیلی در آئی تھی کہ اتنا چلنے کے باوجود تھکن کا شائبہ تک نہیں ہو رہا تھا۔

تبھی اسے اپنے موبائل پر رہبان کی کال موصول ہوئی تھی۔ وہ بے حد پریشانی کے عالم میں صبا

کی گمشدگی کی اطلاع دے رہا تھا۔

"اطمینان سے خریداری کرو ——— وہ میرے ساتھ ہیں۔" نوفل مسکرا رہا تھا۔

"خریداری کیا خاک کرنی ہے۔ انہیں ڈھونڈ کر سب گھبرائے بیٹھے ہیں۔" وجدان نے اطمینان کی سانس لیتے ہوئے کہا تو نوفل نے اسے مزید تسلی دینے کے لئے صبا سے بھی بات کروا دی۔

وہ پتہ نہیں کیا پسند کر رہا تھا، صبا وقت گزاری کے لئے اِدھر اُدھر چل پھر کر شوکیس میں زیورات دیکھنے لگی۔

"یہ آپ کے لئے۔" نیکلس کیس نوفل نے اس کے ہاتھ میں تھمایا تھا۔

اس کی دلکش مسکراہٹ اور آنکھوں کی توجہ آمیز چمک میں اُلجھتی وہ دیکھنے لگی۔ گولڈ کا نہایت خوبصورت اور نفیس سا نیکلس تھا۔

"اس کی کیا ضرورت......"

خجل سا ہو کر اس نے کہنا چاہا تھا کہ وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے نیکلس اٹھا کر اسے دیوار آئینے کے سامنے لے آیا۔

"ذرا دیکھیں تو، اس کی کتنی قیمت بڑھتی ہے۔" وہ خاص لہجہ تھا۔ وہ دنگ سی کھڑی رہ گئی۔ اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی بہت توجہ کے ساتھ اس کی گردن میں نیکلس ڈال کر ہک لگا رہا تھا۔ شاید کچھ بول بھی رہا تھا مگر آئینے میں صبا کی تمام تر توجہ نوفل پر تھی۔ دفعتاً اس کی گہری نظروں کو خود پر مرکوز پا کر وہ چور سی ہو کر پلٹ گئی۔

"ٹھیک ہے۔" ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"بس؟" گہری نگاہوں کی تپش کچھ اور بڑھ گئی۔

وہ دل کی دھڑکن سنبھالتی رہ گئی۔ پھر کچھ سوچ کر اسے ہنسی آ گئی تھی۔ نوفل کو لگا اس کی کچھ دیر کی سوچ کو دوام مل گیا ہو۔

"کیا ہوا؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

جواباً وہ مسکراہٹ دبائے سادگی سے بولی۔

"یہی سوچ رہی تھی کہ جب میں وہاں اکیلی کھڑی تھی تب میرے پاس واپسی کا کرایہ تک نہ تھا۔ اب جواب میں سوائے تھینکس کے آپ کو کیا دوں؟"

نوفل نے اس کے آگے ہاتھ پھیلا دیا۔

وہ حیران سی اس کی پھیلی ہوئی شفاف ہتھیلی کو دیکھنے لگی جس کی پوروں میں زندگی کی حدت بھرا شفاف لہو دوڑ رہا تھا جو حدت ابھی کچھ دیر وہ اپنی رگ رگ میں اترتی محسوس کر چکی تھی۔

"یا خدا! ——— یہ خواب ہے یا حقیقت ——— ؟"

وہ ابھی بھی منتظر کھڑا تھا۔

بہت سے سوال اژدہوں کی طرح آس پاس منہ پھاڑے کھڑے اسے ہڑپ کرنے کو تھے۔ مگر

خواب بھی تھا تو کس قدر دلکش تھا۔ یہ خواب بھی تھا تو اس کی حقیقت کس قدر دل پسند تھی، دلفریب تھی۔ اور وہ اپنے دل کو فریب دینے پر بخوشی تیار ہو گئی۔

بہت جھجک کر اس نے اپنا نرم و نازک ہاتھ اس کی چوڑی ہتھیلی پر رکھ دیا تھا۔

وہ ڈھیروں شاپنگ بیگز سنبھالے گاڑی تک پہنچے۔ تب نوفل کو بھولے بھٹکے خیال آیا۔

"اوہ یار! اوینہ ساتھ تھی میرے۔"

اگر پچھلی سیٹ پر دھرے شاپنگ بیگز پر نظر نہ پڑتی تو یقیناً وہ ابھی بھی اسے بھولا ہی رہتا۔

"تو کہاں گئی وہ؟" صبا بھی پریشان ہوئی تھی۔

وہ کلائی الٹ کر ٹائم دیکھ رہا تھا۔

"پون گھنٹہ اوپر ہو گیا ہے مجھے ——— خیر، اس کی کوئی فرینڈ مل گئی تھی اسے۔ اب تک تو وہ گھر پہنچ چکی ہو گی۔" وہ پریشان تھا۔ صبا کو بھی تسلی ہوئی۔

اسی وقت عماد ان سے آ ٹکرایا تھا۔

"بھئی بہت اچھے۔ وہاں ہمارے حواس اُڑا کر اِدھر ان حضرت کے ساتھ عیش ہو رہی ہے۔" وہ صبا پر ناراض ہو رہا تھا۔ "قسم سے جان نکال کر رکھ دی ان محترمہ نے۔ شروع تو ان سے ایسی نظر گم، حواس گم۔ میرا نہیں خیال کہ یہاں سے گھر تک کا راستہ بھی اسے معلوم ہو گا۔"

"اوفوہ ——— سنیں تو، وجدان سے میری بات ہوئی تھی اس کے سیل فون پہ۔ ان سب کو پتہ ہے۔" صبا کو اس کے انداز پر ہنسی آ رہی تھی۔

"اور میں ——— مجھے تو تب پتہ چلا جب سیل فون کی بیٹری ڈاؤن نہ ہوتی۔ میں تو پاگلوں کی طرح ہر جگہ ڈھونڈتا پھر رہا تھا۔" وہ کاٹ کھانے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"اب کیا پریشانی ہے؟ ——— اب تو مل گئی ہیں نا۔" نوفل کو ایک مخصوص کیفیت نے جکڑنا شروع کر دیا تھا۔ سنجیدگی سے بولا تو صبا نے بے اختیار اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔

"مائنڈ مت کرنا نوفل! دراصل ان سب سے بڑھ کر مجھے صبا کی کچھ زیادہ فکر تھی۔ یہ ان سب سے بہت الگ ہے۔ خود میں گم ہوئی۔ یوں سمجھو کہ دنیا سے انجان۔ مجھے تو ایک ہی خیال کھائے جا رہا تھا کہ جانے کہاں ہو گی۔"

عماد بہت مشفقانہ انداز میں اپنے جذبات و احساسات کا اظہار کر رہا تھا جو کہ میر ہاؤس والوں کا شیوہ تھا۔ مگر اس کے لب و لہجے کی بے ساختگی محسوس کر کے نوفل سلگ اٹھا تھا۔ اس کی کیفیت سے قطع نظر صبا خجل سی ہو گئی۔

"اب میں پہلے والی صبا نہیں رہی۔ شادی ہو چکی ہے میری۔"

"اچھا ——— نوفل کے ساتھ ہو، پھر بھی ہوائیاں اڑ رہی ہیں۔" وہ اب اس کا مذاق اڑانے لگا۔ مگر صبا کا سارا دھیان نوفل کی طرف ہو گیا جو اس وقت ان دونوں سے اس قدر لاتعلق کھڑا تھا کہ عماد کی ایک بھی بات کے جواب میں کچھ کہنے کا روادار نہیں ہوا تھا۔

"تم لوگ ادھر ہی چلو نا۔ بہت اچھی سٹنگ رہے گی۔" عماد اپنے مخصوص دوستانہ انداز میں آ رہا تھا۔

صبا کو فوراً صالحہ بیگم کا خیال آیا۔ وہ انکار کرنے ہی لگی تھی کہ نوفل سنجیدگی سے بولا۔

"میں تو اب سیدھا گھر جاؤں گا۔ ہاں، یہ اگر جانا چاہتی ہیں تو۔"

"نہیں ——— اب ہم گھر ہی جائیں گے۔ شاپنگ تو ہو چکی ہے۔ بس میرے پاس بچی کی چوڑیاں رہ گئی تھیں، یہ آپ اسے دے دیجئے گا۔" صبا نے کہتے ہوئے گاڑی میں سے ایک شاپنگ بیگ نکال کر عماد کی طرف بڑھایا تھا۔

عماد کے جانے کے بعد وہ دونوں گاڑی میں آ بیٹھے تو گاڑی اسٹارٹ کرنے سے پہلے نوفل نے سگریٹ سلگا لیا۔

فضا میں محسوس کن خاموشی پھیلی تو صبا کو بہت کچھ بدلا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔ خوبصورت نیکلس گلے میں یکلخت ہی تنگ پڑنے لگا تو اس نے بے ساختہ انگشت شہادت سے اس کو ڈھیلا کرنے کی کوشش کر ڈالی۔

"جب وہ اتنا اصرار کر رہا تھا تو چلی جاتیں اس کے ساتھ۔" گاڑی اسٹارٹ کرتا وہ بہت مہری سے کہہ رہا تھا۔

"اگر آپ کو میرا ساتھ آنا اتنا ہی برا لگا ہے تو تبھی کہہ دیتے، میں ان کے ساتھ ہی چلی جاتی" قدرے توقف کے بعد وہ دھیمے لہجے میں بولی تھی۔

"میرا اچھا یا برا سوچنے کی زحمت مت کیا کیجئے۔ آپ کی زندگی ہے، اپنے طور پر گزاریے۔"

صبا کو بہت شدت سے احساس ہوا کہ وہ پھر سے ایک ان دیکھے خول میں سمٹنے لگا تھا۔ مگر کیوں یہ کیسا کھیل تھا لمحوں کا؟ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

"بہت خوب ——— بہت شکریہ اس نوازش کا۔" وہ بمشکل خود پر قابو رکھ پائی تھی۔

وہ کچھ کہے بنا بہت سرد سا انداز لئے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا اور صبا اس کے رویوں کی بھول بھلیوں میں سر ٹکراتی رہ گئی۔

●●●●●

"عید مبارک!"

عید کی نماز پڑھ کر آنے والوں کی آوازوں سے گھر میں ایک بے حد خوشگوار اور پرجوش سی فضا بن گئی تھی۔

کیسا حسین تحفہ ہے یہ عید کا دن ہمارے لئے۔ اسپیشلی اپنے رب کی جانب سے بندے کے لئے خوشی کا دن کہ جب خوشی خود بخود اپنے دل سے اٹھتی اور ہونٹوں پہ مچلتی ہے۔ آنکھوں سے چھلکتی ہے۔ یوں تو روزانہ ہی تقریباً کچھ نہ کچھ پکا کر عزیزوں کے گھروں میں بھجوایا جاتا ہے۔ مگر عید کے روز بانٹی جانے والی سویوں کا ایک انتہائی لطف ہے۔ روزانہ کی پانچ نمازوں پر عید کی نماز کا جوش

پہلو حاوی ہوتا محسوس ہوتا ہے۔

سال بھر سلوائے جانے والے مہنگے ترین جوڑے سے بھی عید کے جوڑے کی خوبصورتی کا تقابل نہیں کیا جا سکتا۔

چاہے آدمی کتنا بھی بینک بیلنس کیوں نہ رکھتا ہو، عیدی کا ایک سو روپیہ بھی بہت انوکھی سی خوشی دیتا ہے۔

کیوں ——— ؟

عید کے روز چھوٹی چھوٹی خوشی ہر خوشی پر بھاری کیوں لگتی ہے؟ ——— جن لوگوں سے ہم پورا سال ملتے رہتے ہیں، عید کے روز ان سے ملنے میں اس قدر نیا پن کیوں لگتا ہے؟

ان سب سوالوں کا جواب خود قدرت نے دیا ہے۔ جس نے صاف لفظوں میں اس دن کو مسلمانوں کے لئے خوشی کا دن قرار دیا ہے۔

تو اس روز خوشی انسان کے اندر سے پھوٹتی ہے ——— اسے خوش ہونے کی کوشش نہیں کرنا پڑتی۔ اس کے حواس پر فطری طور پر خوشی کا قبضہ ہوتا ہے۔

"انس بھائی! پلیز، کم از کم آج تو اس قدر کنجوسی مت دکھائیں۔" حنی کو سخت تاؤ آ رہا تھا۔ کیا مجال تھی جو انس کسی کو اپنی جیب کے پاس پھٹکنے بھی دے رہا ہو۔

"دیکھو، اب میں شادی شدہ ہوں اور شوہروں کی جیب کی حالت کا ابھی تمہیں اندازہ نہیں۔ عموماً خالی ہی ہوتی ہے۔ اور عید پر تو خصوصاً۔" وہ اسے صاف ٹہلا رہا تھا۔ ساتھ ہی نگاہ ادھر ادھر کسی دل پسند چہرے کی تلاش میں بھٹک رہی تھی۔ سبھی موجود تھے مگر ایک وہی کہیں نہیں تھی۔

رات بھی لڑکے چاند رات کی انجوائے منٹ میں گھومتے پھرتے رہے تو کہیں صبح چار بجے واپسی ہوئی تھی۔ تین چار گھنٹوں کی نیند اور اس کے بعد پھر افراتفری میں اٹھ کر عید کی نماز کے لئے نکلا۔ تب تک وہ کچن میں تائی جان اور چچی جان کے ساتھ تھی۔ مگر اب کہاں ہے ——— ؟ انس کا دل بے چین ہو رہا تھا۔

"آپ تو شوہر بننے سے پہلے بھی اسی طرح ہی کنجوس تھے۔ ناحق بھابی کو الزام دے رہے ہیں۔" حنی نے جل کر کہا۔ وہ تایا جان اور چچا جان سے اچھی خاصی عیدی بٹور چکی تھی۔ یہ انس ہی تھا جو قابو میں نہیں آ رہا تھا۔ ہر بار اس سے عیدی لینا بحث و مباحثے کا سبب بنا کرتا تھا۔

"میں کنجوس ہی بھلا۔" وہ فوراً بولا تھا۔ پھر سامنے صوفے پر بیٹھے معید کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اور یہ جو اتنی بھاری آسامی تمہارے حوالے کی ہے، اس سے کچھ نہیں مانگو گی؟"

"ان سے تو جو مانگنا تھا، مانگ لیا ہے۔" وہ بے اختیار کہہ کر فوراً ہی انس کو دیکھنے لگی۔ جیسے اندازہ کرنا چاہتی ہو کہ وہ اس کی بات کو کس رخ پر لیا ہے۔ مگر انس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور انداز معنی خیز۔

"اوہو ———"

حنی بے انداز و بچی ہو اٹھی۔

ایک بے احتیاط جملہ کسی کو کتنے غلط اندازے لگانے کی چھوٹ دے دیتا ہے۔ اسے شدت سے اندازہ ہوا تھا۔

سعید اچٹتی نگاہ اس پہ ڈالتا پھر سے چچا جان کی طرف متوجہ ہو گیا تو حنی فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔

"صاف لگ رہا ہے کہ رمضان کی رخصتی کے ساتھ ہی شیطان کی آمد ہو گئی ہے۔ جبھی تو آج سعادت کو بھی نے لپیٹے میں لے لیا ہے۔" وہ خود کلامی کر رہی تھی۔

اسی وقت مریم پھپھو اور عماد کے ساتھ چاند، احمر اور نعمان اپنی مسز کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔ پھر سے عید مبارک کا شور بیدار ہونے لگا۔ حنی جلدی سے وجدان اور حمرہ کو بھی لے آئی۔

"عیدی جمع کرنے کا نادر موقع ہاتھ لگا ہے اور تم لوگ بے خبر بیٹھے ہو۔" رسٹ کلر کا خوبصورت سا جوڑا اور چنا ہوا دوپٹہ اس کے سادہ سے روپ کو بھی دمکا رہا تھا۔ اس کی طمانیت اور بے فکر پن ہی نے سعید کو گہری نظروں سے اس کا جائزہ لینے پر مجبور کیا تھا۔

عیدی کے لیے سب سے الجھتی، جھگڑتی وہ اب سب فکروں سے آزاد محسوس ہوئی تھی اور اس کی بے ساختہ سی ہنسی۔ تو کیا یہ واقعی کسی خوش کن تبدیلی کے حصار میں ہے؟

وہ الجھا تھا۔

انس غیر محسوس کن طریقے سے ان سب کے بیچ میں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آیا تو تمکین جو اس کے انتظار سے بیزار ہونے کے بعد باہر آنے لگی تھی۔ مگر انس کو دیکھ کر ٹھٹک سی گئی۔ اس نکھرے بکھرتا روپ انس کے دل میں گھر کر گیا تھا۔

"عید مبارک ——"

وہ بہت گرم جوشی سے ملا تھا جیسے دونوں کے مابین بہت دوستی ہو۔ تمکین کی ہر ہر ادا پہ حیران ہونے لگا۔

"سب لوگ باہر موجود ہیں —— میں کب سے تمہیں ڈھونڈ رہا تھا۔" وہ کہہ رہا تھا۔ تمکین نے اس کی توجہ خود سے ہٹانے کی خاطر بیڈ شیٹ درست کرنے لگی تو وہ بیڈ کے وسط میں آ کر ا ترچھا لیٹتے ہوئے بولا۔

"عید کا مطلب یہ تو نہیں ہوتا۔" اس کے انداز کی ذومعنویت پا کر وہ جھینپ سی گئی۔

"تو میں کون سا آپ کے آرام کی خاطر ٹھیک کر رہی تھی۔ اور لائیے نا، ذرا میری عیدی نکالئے تب آپ کو عید کا مطلب سمجھ میں آ ئے گا۔" وہ فوراً بات پلٹ گئی تھی۔

"ایسے ہی تھوڑی مل جاتی ہے عیدی۔ اس کے لئے پہلے عید ملنا پڑتی ہے۔" وہ آنکھوں میں کچھ شرارت لئے کہہ رہا تھا۔

"ملی تو ہوں عید۔"

تمکین کے احتجاج پہ وہ مکر گیا۔

"سب آ —— کہاں؟"

"ابھی —— یہاں ——" وہ حجاب کے مارے وضاحت بھی نہیں کر پائی تھی۔

"وہ تو میں ملا تھا۔ بھئی جو آگے بڑھ کے عید ملے، عیدی صرف اس کو ملتی ہے۔"

اس کی مسکراہٹ کا رنگ کچھ اور بڑھا تھا۔ تمکین ناراضگی کے اظہار کے طور پہ پیر پٹختی باہر نکل گئی تو وہ بھی اپنی شرارت سے محظوظ ہوتا اس کے پیچھے لپکا تھا۔

"کیا بات ہے بھئی —— اکیلے اکیلے ہی عید منائی جا رہی ہے۔" اسماء بھابی نے اس کے سجے سنورے وجود کو محبت سے بانہوں میں بھینچتے ہوئے شرارت سے کہا تو وہ ہنس دی۔

"سب سے عید وصول ہو گئی ہے، سوائے آپ کے میاں کے۔ جو نہ صرف کنجوس ہیں بلکہ بہا کنجوس ہیں۔" حنی نے تمکین سے شکایت کی تو اسماء بھابی نے حیرت کا برملا اظہار کیا۔

"یہ —— آج کل "آپ" کیسے ہو گئی؟" وہ حنی کی نوک جھونک سے اچھی طرح واقف تھیں۔

"عقل کا کیا ہے، جب بھی آ جائے۔" وہ ڈھٹائی سے بولی تو اسماء بھابی نے قہقہہ لگاتے ہوئے بے ساختہ سعید کی طرف اشارہ کیا۔

"پھر تو سعید بھی "وہ" ہو گیا ہوگا؟"

تمکین بھی ہنسی تو وہ جز بز ہو کر اسماء بھابی کو گھورنے لگی۔

"نہ صرف "وہ" بلکہ "آپ" اور "انہوں" بھی ہو گئے ہیں۔" تمکین نے اس کے جملے سے حظ اٹھاتے ہوئے مزید بتایا تھا۔

"واہ بھئی —— پھر تو واقعی عقل کی آمد کا اشارہ ہے۔"

"آپ پہلے ایسی نہیں تھیں۔ یہ سب نعمان بھائی کی صحبت کا اثر ہے۔" حنی نے منافقانہ انداز میں با آواز بلند کہا۔ ممکن ہی نہیں تھا کہ نعمان نہ سنتا۔

"کیا یار! عساب ملک کی طرح ہر اندرونی و بیرونی سازش کی ذمہ داری مجھ غریب پہ ڈال دیتے ہو تم لوگ۔" وہ اپنی خفگی کا اظہار کر رہا تھا۔ اسماء بھابی تو گویا تڑپ ہی اٹھیں۔

"ارے واہ —— ایسی کون سی خامیاں سامنے آ گئی ہیں میری جو یوں کلبلا رہے ہیں آپ؟"

"منہ زبانی والی بات کہاں ہے بیگم؟ —— اس کے لئے تو پورا رجسٹر تیار کیا ہے میں نے۔" وہ آہ بھرتے ہوئے بولا تو چاند نے اسماء بھابی کو فوری مشورہ فراہم کیا۔

"رجسٹروں کا کیا ہے بھابی! ان کو تو ایک دن دیمک چاٹ جائے گی۔ آپ ان کی خامیوں پہ مشتمل ایک ویب سائٹ لانچ کیجئے۔ آخر دنیا کو بھی تو پتہ چلے کہ شوہر بھی قصوروار ہوتے ہیں۔"

"یہاں کون مانتا ہے بھلا۔ لیکن تمہارا مشورہ قابل غور ہے۔"

"مگر عید کا دن ہے اس لئے میں کوئی لکشو نہیں اٹھانا چاہتا۔ مگر یہ بہرحال حقیقت ہے کہ عورتوں میں خامیاں مردوں سے زیادہ ہوتی ہیں۔" انس نے بھی اس میدان کارزار میں قدم رکھ دیا تھا۔

"مثلاً؟" حنی نے تمسخر سے پوچھا۔

"میں گن گن کے بتا سکتا ہوں۔ پوریں ختم ہو جائیں گی، خامیاں نہیں۔" وہ مسکراہٹ دبائے کہہ رہا تھا۔

"اور یہ مردوں کی سب سے بڑی خامی ہی نہیں بلکہ برائی بھی ہے۔ یعنی کہ ہر وقت عورت کو الزام ٹھہرائے رہنا۔" نگین نے بہت اطمینان سے اس کی بات لوٹائی تھی۔

"ہاں تو وکیل صاحب! آپ بتائیں، کیا ریشو ہے مرد و زن کی خامیوں اور خوبیوں کا؟" نے فرضی مائیک معید کے آگے کرتے ہوئے بڑے انداز سے پوچھا تو اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"یہ سب حالات پر منحصر ہے نہ کہ مرد یا عورت ہونے پر ۔۔۔۔ بے وفائی اور وفا، یا کہ خامیاں یا خوبیاں کسی کی میراث نہیں ہوتیں۔ ہمارے پاس بہت سے ایسے کیسز آتے ہیں جس میں عورت مظلوم ہوتی ہے تو وہیں ایسے کیسز کی بھی کمی نہیں جن میں ایک عورت اچھے خاصے مرد کو رلا کر رکھ دیتی ہے۔"

"یہ تو گلی محلے کی بات ہے۔ بھئی ہم تو گھریلو الیکشن کر رہے ہیں۔ بھلا ہم شوہروں سے زیادہ مظلوم اور کون ہوگا۔ اب میں نعمان کا درد بہت اچھی طرح محسوس کر سکتا ہوں۔" انس نے نگین کو شرارتی نظروں سے دیکھتے ہوئے آہ بھری تھی۔

"اور میرے درد کا کچھ نہیں۔ اب تک مجھے عیدی نہیں دی آپ نے جو کہ میرا حق بنتا ہے۔" نگین نے چوٹ کی تو اسماء بھابی نے طنز کیا تھا۔

"شادی کے بعد صرف عورت پر حقوق و فرائض کا اطلاق ہوتا ہے نگین! ان لوگوں کی ساری تابعداری شادی سے پہلے تک ہوتی ہے۔"

ان کی بات پر انس نے قہقہہ لگایا تھا۔

"آپ کی اس بات سے تو نگی بھی اتفاق نہیں کرے گی۔"

اس کا مطلب سمجھتے ہوئے نگین جھینپ گئی تھی۔ انس نے مسکراتے ہوئے اپنا والٹ نکال کر نگی کو تھما دیا۔

"میں ابھی ہر الزام کو دھو دیتا ہوں۔ اس نگی کو سب سے زیادہ عیدی دینا ورنہ یہ بخشنے والی نہیں ہے۔" اس نے کہتے ہوئے نگی کی طرف اشارہ کیا تھا جو اس کی بات سن کر کھل اٹھی۔

"آپی! کیا کرو گی اتنے روپوں کا؟ اب تو تمہارے پاس اتنے جمع ہو گئے ہیں کہ ان پر ٹیکس لگ سکتا ہے۔" وجدان کی نظریں ہمہ وقت اس کے منی باکس پر رہتی تھیں اور اس کا نگی پہ ادھار چلا ہی رہتا تھا۔

"میں بھی یہی سوچ رہی ہوں کہ ٹیکس لگوا ہی لوں۔ کم از کم مفت خوروں سے تو جان چھوٹے گی جو ادھار لے کر واپس بھی نہیں کرتے۔" نگی نے اطمینان سے جواب دیا تھا۔

"صبا اور نوفل نہیں آئے ابھی تک؟" مریم پھپھو نے استفسار کیا تھا۔

"وہ شام کو آئے گی۔" تائی جان نے طمانیت سے کہا تو چچی جان انہیں مفصلاً بتانے لگیں

"ہم نے تو بہت اصرار کیا کہ کچھ دن پہلے آ کر رہتی، عید یہیں گزارتی۔ پر کہنے لگی کہ سسرال میں پہلی عید ہے اور یوں بھی صالحہ آپا کا بہت خیال کرتی ہے۔ شام کو انس اور نگین ادھر جائیں گے تو وہ دونوں یہاں آ جائیں گے۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ صبا اور نگین دونوں ہی اس معاملے میں بہت سمجھدار ہیں۔ ورنہ آج کی لڑکیوں میں نہ تو اس قدر احساس ہے اور نہ ہی رشتوں کو جوڑ کر رکھنے کا گر۔" مریم پھپھو نے صاف گوئی سے رائے دی تھی۔

انھیں بحیثیت بہو کے نگینہ "میر ہاؤس" کے لیے بہت بہترین چوائس لگتی تھی جس نے پُر آسائش ماحول میں آنکھ کھولنے کے باوجود عیش پسندی کو خود پہ حاوی نہیں ہونے دیا تھا اور نہ ہی تساہل پسندی سے کام لے کر گھریلو ذمہ داریوں سے بچنے کی کوشش کی تھی۔ اس کے برعکس وہ ہر کام کو بہت شوق سے سیکھنے کی کوشش کرتی تھی۔ باہر سے آنے والا اس گھر کی بہو بیٹیوں میں تمیز نہیں کر پاتا تھا۔ وہ اس قدر سب میں گھل مل کر رہتی تھی۔

"چلو بھئی، جلدی سے کچھ کھانے پینے کا انتظام کرو۔ بھوک بہت لگ رہی ہے۔" عماد کو سب سے زیادہ جلدی بھوک لگتی تھی۔ اب بھی کچن سے اٹھتی خوشبوئیں معدے کا امتحان لینے لگیں تو اس نے شور مچا دیا۔

مریم پھپھو کے ساتھ نگین اور اسماء بھابی فوراً ہی اٹھ گئیں۔ جبکہ چچی جان مسلسل نگی کو گھور رہی تھیں جو عماد اور جاہ کے ساتھ باتیں بگھارنے میں جتی ہوئی تھی۔

اتنا لکھانے، پڑھانے کے بعد بھی وہ اس میں اپنی پسند کا احساسِ ذمہ داری پیدا نہیں کر پائی تھیں جو لڑکیوں کو ہر گھریلو کام کی مناسبت سے کرنے کا شعور دیتا ہے۔

●●●●●

اریبہ اپنی بھرپور تیاری کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی تو صبا تیار ہونے کے بعد کمرے میں بکھری اشیاء کو ترتیب سے رکھ رہی تھی۔

"ارے، یہ کیا صبا! پہلی عید ہے تمہاری۔ میکے سے آیا سوٹ نہیں پہنا تم نے؟" وہ مصنوعی حیرت ظاہر کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"میں نے سوچا اتنے سالوں تک میکے والوں ہی کے بنائے کپڑے پہنتی رہی ہوں، اس بار ذرا ان کو خوش کیا جائے۔"

صبا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو وہ کلس کر رہ گئی۔ اسے پھر سے وہ رات یاد آنے لگی جب وہ نئی دلہن نوفل کی گاڑی کے پاس کھڑی اس کا انتظار کرتی رہی تھی مگر وہ صبا کو ساتھ لیے باہر نکل رہا تھا۔ اریبہ کو تو اس کی دوست نے گھر ڈراپ کر دیا تھا۔ مگر جب نوفل اور صبا خیر خیریت سے واپس پہنچے تو صبح سحری میں اریبہ جل کر خاکستر ہو گئی۔

"بڑی عجیب سی بات ہے۔" اریبہ نے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔ "ورنہ عموماً لڑکیاں میکے سے

آیا جوڑا ہی پہنتی ہیں۔"

"پہنوں گی نا ــــ شام کو جب ادھر جاؤں گی، تب۔ ابھی تو فی الحال شوہر کو خوش کرنے کے لئے یہ اہتمام کیا ہے۔" صبا کو پتہ نہیں کیوں اس جھوٹ میں بہت مزا آیا تھا اور ہنسی بھی۔ "دراصل پتہ ہی ہے نوفل اس معاملے میں کس قدر جذباتی ہیں۔"

اویشہ کو اس کے لشکارے مارتے روپ پر رشک بھی آیا تھا اور بے پناہ حسد بھی محسوس ہوا۔ جانے کیا جادو کر رکھا تھا اس عام سی لڑکی نے نوفل کے حواس پر کہ وہ جو ایک پل کو اس سے دکھائی دیتا تو اگلے ہی پل اس کی وارفتگی بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہوتی تھی۔

"مجھے یہ ڈریس نوفل ہی نے دلوایا تھا اور خاص طور پر ہدایت کی تھی کہ عید پہ ضرور پہنو۔" اویشہ آخری لمحوں تک بازی کھیلنے کا گر جانتی تھی۔ اٹھلا کر بولی تو صبا نے بڑے خلوص سے تعریف کی۔ چند لمحوں کے توقف کے بعد اویشہ یوں بولی جیسے اچانک ہی یاد آیا ہو۔

"پتہ ہے صبا! جب ممانی جان نے میری اور نوفل کی بات طے کر دی تھی تب بھی نوفل ہر موقع پر میرے لئے اپنی پسند کا ڈریس بنواتا تھا اور اس کی ضد ہوتی کہ میں وہی ڈریس پہنوں جو اس نے پسند کیا ہے۔"

اس نئی خبر پر صبا تو ٹھٹکی سو ٹھٹکی، نوفل کے قدم بھی دہلیز پر ہی رک گئے تھے۔ صالحہ بیگم نے نوفل اور اویشہ کے متعلق ایسا کچھ سوچ رکھا ہو تو ہو مگر نوفل نے کبھی بھولے سے بھی اویشہ کو اپنے دل میں ایسا کوئی مقام نہیں دیا تھا۔ اور جہاں تک شاپنگ کی بات تھی تو یہ واقعی وہ سچ کہہ رہی تھی۔ اس بات کا کریڈٹ بھی نوفل کی جذباتیت کو جاتا تھا۔ وہ خود سے منسلک ہر رشتے کا یونہی خیال رکھنے کا عادی تھا۔ مگر اب جس انداز میں اویشہ بات کر رہی تھی وہ بھی نظر انداز کیا جانے والا نہیں تھا۔ صبا کی تو نہیں، البتہ اویشہ کی غلط فہمی ضرور دور کرنے کی ضرورت تھی۔

"السلام علیکم! ــــ عید مبارک۔" وہ بڑے خوش باش سے انداز میں کہتا اندر داخل ہوا۔ صبا کے مدھم انداز پر حاوی ہوتے اویشہ کے پرجوش اور قدرے بے تکلفانہ انداز نے نوفل کو بہت کچھ سمجھا دیا تھا۔

"تمہیں انگرکھا کرتہ شلوار پہننا چاہئے نوفل! یو آر لکنگ ویری اسمارٹ۔"

"یہ تمہاری عیدی۔" اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے نوفل نے والٹ میں سے روپے نکال کر اس کی طرف بڑھائے تو وہ ٹھٹکی۔

"یہ کیا نوفل! ــــ ایسے تھوڑی مزہ آتا ہے عیدی لینے کا۔ کوئی لڑائی جھگڑا نہیں، کوئی تکرار نہیں۔"

"تم خود سمجھدار ہو۔ آئی ایم میرڈ ناؤ ــــ میں کہاں بحث و تکرار میں وقت ضائع کرتا؟ ابھی مجھے بیوی سے عیدی لینی ہے۔" وہ قصداً مسکرایا تھا۔ انداز میں ایک محسوس کن سی شوخی تھی۔ جہاں اویشہ کو ایک جھٹکا لگا وہیں صبا کو بھی یہ غیر متوقع الفاظ سن کر اپنے وجود میں سنسنی سی

سی ہوئی تھی۔

"بہت اچھا طریقہ ہے مجھے کمرے سے بھگانے کا۔" وہ ٹھیک سے مسکرا بھی نہیں پائی تھی۔

"کیا کریں ــــ کمی عید کا چارم ہی کچھ اور ہوتا ہے۔" وہ گہری سانس بھرتا کہہ رہا تھا۔ صبا ان کے انداز گفتگو پر خوامخواہ خجل ہو رہی تھی۔

"میں امی جان کو دیکھ آؤں ذرا۔" صبا سنجیدگی سے کہتی منظر سے ہٹنے لگی تھی۔ مگر راستے ہی میں نوفل نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے روک لیا۔

"ابھی ٹھہریں ذرا ــــ اویشہ دیکھ لیتی ہیں نا امی کو۔ کیوں اویشہ؟" وہ ہونٹوں پر بڑی خوشنما سی مسکراہٹ لئے اویشہ سے رائے طلب کر رہا تھا۔ اویشہ سے مسکرانا دوبھر ہونے لگا۔

"ہاں ــــ کیوں نہیں۔" وہ دل میں جلتا الاؤ لئے پلٹ گئی تھی۔

نوفل نے گہری سانس بھرتے ہوئے ایک نظر ساتھ کھڑی صبا پر ڈالی۔ اس کا دلایا ہوا سوٹ، گلے میں خوبصورت سا نیکلس اور ہاتھوں میں اسی کے دیئے ہوئے کنگن ــــ ایک عجیب سے احساس نے اس کے اندر قدم دھرا تھا۔ پارسا صورت بہت خوبصورت نہ ہوتے ہوئے بھی اپنی فطری معصومیت اور معصومیت بھری سادگی سے ہر خوبصورتی کو پیچھے چھوڑ دیتی ہے۔ صبا بھی بہت خوبصورت تھی اور عموماً بہت سادہ حلیے میں رہتی تھی۔ مگر نوفل کو یہ بات سمجھ نہیں آئی تھی کہ وہ اسے اپنی طرف کیوں متوجہ کرتی ہے جب کہ وہ اپنے اطراف میں خود ساختہ بدگمانیوں اور شکوک کی دیواریں کھڑی کر کے بیٹھا تھا۔

"شاید ان آنکھوں نے بھی میرے گرد ایک ایسی ہی دیوار کھینچ رکھی ہے کہ میں کہیں جا نہیں پا رہا۔ چاہتے ہوئے بھی۔"

صبا نے اپنا ہاتھ کھینچا تو وہ کسی دھیان سے چونکا تھا۔

"اکیلے میں تو میرا خیال ہے کہ اس طرح کے ڈراموں کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ قدرے طنزیہ انداز میں کہتی نوفل کو پوری طرح سے متوجہ کر گئی تھی۔

اس کے شانوں کو تھامتے وہ تھوڑا سا جھک کر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بہت رومانیت سے پوچھنے لگا۔

"آپ کو کس نے کہا کہ یہ ڈرامہ ہے؟" وہ بری طرح چونکی تھی۔ اس جملے کے کئی معنی نکالے جا سکتے تھے اور سب سے بڑھ کر نوفل کے اس انداز کے۔ مگر وہ نوفل کے اس انداز سے مسرور نہیں ہو پا رہی تھی۔ ہر بار وہ یونہی ہاتھ بڑھا کر پھر اس کا ہاتھ جھٹک دیتا تھا۔

"اتنے عرصے سے ایک ڈرامہ ہی تو کھیل رہے ہیں آپ میرے ساتھ۔ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔" اس نے بہت تحمل سے کہتے ہوئے اپنے شانوں پر سے اس کے ہاتھ ہٹائے تھے۔

"اگر آپ چاہیں تو اس ڈرامے کو حقیقت بنایا جا سکتا ہے۔" وہ جانے کس رو میں تھا۔ بے اختیار کہہ گیا۔ مگر صبا کے اندر کہیں گہری ضرب پڑی تھی۔

"حقیقت سے ڈرامے بنا کرتے ہیں، نہ کہ ڈرامے سے حقیقت۔"

"ویسے اگر ہماری لائف پر ڈرامہ بنے تو بہت انٹرسٹنگ ہوگا۔"

صبا کی آنکھوں میں بے اختیار ہی نمی اتر آئی تھی۔ بے حد دل گرفتگی سے بولی۔

"ڈرامہ ہی تو ہے ہماری زندگی ——— دوسروں کو دکھانے کے لیے ہنسنا، دوسروں کو خوش ر... کے لیے کامیاب ازدواجی زندگی کی ایکٹنگ کرنا۔"

"ہوں ——— اس کا مطلب ہے کہ آپ اس سب سے تنگ آ گئی ہیں۔" وہ عجیب سے انداز... کہتا پھر سے اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ سفید براق کلف لگے کرتے شلوار میں ملبوس وہ بھرپور مردانہ شخصیت کے ساتھ ماحول پر چھایا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ شادی سے لے کر اب تک صبا... اسے کبھی اس لباس میں نہیں دیکھا تھا۔ اس کا پہناوا ویسٹرن ہی ہوا کرتا تھا۔ اور اب جیسے ا... وجاہت اور تمکنت میں اس لباس نے مزید اضافہ کر دیا تھا۔

"نہیں ——— بہت خوش ہوں۔ بلکہ میں تو ایسی ہی زندگی کے خواب دیکھا کرتی تھی۔" ... دل جل کر خاک ہوا تھا۔

"خوابوں کا کیا ہے۔ ہم صرف خواب دیکھنے پر ہی قادر ہیں۔ ان کی تعبیر اپنے حق میں ... سکتے۔ میں نے بھی بہت خواب دیکھے تھے اپنی زندگی کے لیے۔" وہ عجیب سے انداز میں کہہ ...

صبا بولی۔

"انتقام پورا کرنے سے بہتر تھا کہ ان خوابوں ہی کو پورا کر لیتے۔ کم از کم کسی اور کی ... برباد ہونے سے بچ جاتی۔ کسی اور کے خواب تو نہ ٹوٹتے۔"

وہ چونکا تھا۔ وہ انتہائی شکستہ اور دل گرفتہ تھی۔

"میں نے آپ سے کہا نا کہ ہر خواب کی تعبیر اپنی من پسند نہیں ہوتی۔ بعض خواب حقیقت ... روپ دھارنے پر بہت خطرناک اور ناقابل قبول ہو جاتے ہیں۔" وہ ٹھہرے ہوئے انداز میں ...

صبا بس اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"یہ آپ کی عیدی۔" وہ اس کی طرف کڑکڑاتے ہوئے نوٹ بڑھا رہا تھا۔ مگر صبا نے ا... طرف ایک نظر بھی نہیں کی تھی۔

"بہت شکریہ اس مہربانی کا۔ مگر اب شاید مجھے نہ تو آپ سے کسی چیز کی ضرورت ہے ... توقع۔" وہ بڑے تحمل سے کہتی مزید وہاں نہیں رکی تھی۔

نوفل کئی پل اسی زاویے میں کھڑا رہ گیا۔

"مجھ سے کیا توقعات وابستہ کیے بیٹھی ہو صبا بیگم! تم نے تو خود میری توقعات کو اس بری طر... ہے کہ......" وہ تلخی سے لب بھینچ گیا تھا۔

"اب شاید فواد اور صبا کے بیچ کچھ تھا، رہا ہو، شاید شادی کے بعد صبا مجھ سے واقعی کچھ ... وابستہ کر بیٹھی ہو، یا شاید محبت کی امید رکھتی ہو۔" نوفل کے ذہن میں خیالات کی بھاگ دوڑ جاری...

...ر میں یہ کیسے بھولوں کہ تمہارے ان جذبات پر، ان احساسات پر کسی اور کا قبضہ رہ چکا ہے۔"

وہ نیچے آیا تو وہ صالحہ بیگم کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھی۔

"بس میں یہی چاہتی ہوں کہ تم یونہی اس کا خیال رکھو۔ مختصر سی زندگی کو صرف اور کی ہوس میں ... بھلا کہاں کی دانش مندی ہے۔ جب تک ہم سمندر سے خوشیوں کے موتی نہ چنتے ... بھی پیچھے مڑ کر دیکھنے پر خوشی اور طمانیت کا احساس ہونا چاہیے نہ کہ سود و زیاں کا۔"

صبا نے انہیں بتایا تھا کہ یہ لباس اور جیولری نوفل کی گفٹ کردہ ہے تو وہ بہت خوش ہوئی تھیں۔

...نے نوفل سے کہا تو وہ بدقت مسکرا پایا۔

اس نے بھی تو اپنے دل پسند شریک سفر کے ساتھ ایسی ہی زندگی گزارنے کی تمنا کی تھی۔ مگر یہیں تو زندگی اور خواب زندگی کی حقیقت کھلتی ہے۔

وہ گہری سانس بھرتا صالحہ بیگم کے پاس بیٹھ گیا تھا۔

"آپ بس دعا کیا کریں امی! اور خوش رہا کریں۔" وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔ صالحہ بیگم نے اس ... پیشانی چوم کر خوشیوں بھری زندگی کی دعا دی تھی۔

"میری خوشی تو تم دونوں کے خوش رہنے سے مشروط ہے میری جان! تمکین کی طرف سے تو ایسا ...ن ملا ہے دل کو کہ بیان سے باہر ہے۔ بڑے قدر دانوں میں گئی ہے میری بچی۔ اتنا خیال رکھنے ... سسرال والے اور محبت کرنے والا شوہر۔ میری تو ساری فکریں ختم ہو گئی ہیں۔"

نوفل نے بے ساختہ صبا کی طرف دیکھا تھا۔ وہ ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ لیے ان کی باتیں سن ... تھی۔

نوفل پر بہت غیر محسوس سی جھنجلاہٹ حملہ کرنے لگی۔

"کیسی اچھی ادا کاری کر رہی تھی!"

وہ ہر وقت اپنے رویے سے نوفل کے رویے کو کیموفلاج کرتی رہتی تھی۔ مگر کیوں؟ ——— کیوں چھپا ... وہ اس کی اصلیت سب سے؟ ——— وہ اپنے ہی ذہن سے اس ایک بات کا سراغ نہیں لگا پایا ... فقط اپنے بھائی کی خوشگوار زندگی کی خاطر وہ یہ ناگوار زندگی سہہ رہی تھی؟

مگر کیا اس کی سوچ اتنی ہی شفاف ہے کہ محض اپنے بھائی کی، بلکہ میری بہن کی زندگی کی خاطر ... بے لوث ہے یہ؟ اس کی سوچیں الجھ الجھ کر مزید تھکن کا شکار ہو رہی تھیں۔

ڈنر کے کھانے کے بعد نوفل نے خود ہی اسے مخاطب کیا تھا۔

"میرے خیال میں اب ہمیں چلنا چاہیے۔ گل اور انس کو بھی تو ادھر آنا ہے۔"

"وہ نہیں آئیں گے بیٹا! مگر حق صبا کا ہے وہ اسے ہر صورت منانا چاہیے۔ تم لوگوں کا تو وہاں ہر ... جانا بنتا ہے۔" صالحہ بیگم نے بڑی خوبصورتی سے اس کی غلطی کی نشاندہی کی تھی۔ وہ انس و گل ... صبا کے مابین رشتے کو مخصوص "وٹے سٹے" کا رنگ دینے کے حق میں نہیں تھیں۔

"بہت بہتر۔" نوفل نے فرمانبرداری سے سر جھکایا تھا۔ صبا دل گرفتہ سی اٹھ کھڑی ہوئی۔

اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ صالحہ بیگم کی اچھائی پر خوش ہو یا نوفل کے ناروا رویوں پر
جلے۔ ایک نوفل احمد اسے سچی مان دے دیتا تو وہ خود کو دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی گردانتی۔
مگر یہاں سب کو حسب آرزو ملنے لگے تو دنیا جنت بن جائے۔
عید کے روز تو خوشی دل سے پھوٹتی ہے مگر صبا کو آج بھی خوش ہونے کے لیے "کوشش"
رہی تھی۔
"میری زندگی میں یہ حادثہ، یہ کھوٹ کب تک میرے خدا۔ یا پھر مجھے کاش وہ گناہ یاد!
جس کی پاداش میں مجھے یہ سزا بھگتنی پڑ رہی ہے تو میں ہر تاوان چکا کر کفارہ ادا کر دوں۔" وہ خود
ہوئے بھی پژمردہ ہو رہی تھی۔ اتنی دل گرفتہ کہ آج میر ہاؤس جانے کا خیال بھی اس کے
خوشی سے بھر نہیں پا رہا تھا۔
اس کی یہ خاموشی نوفل نے بھی بہت شدت سے محسوس کی تھی مگر وہ خود جانے کن اُلجھن
گھرا تھا کہ ہمیشہ کی طرح اسے اذیت دے کر خوشی حاصل کرنے کی بجائے خاموشی سے ڈ
کرتا رہا۔
اس بوجھل فضا کی خاموشی کو نوفل کے پرسنل سیل کی رنگ نے توڑا تھا۔ اس نے ہاتھ
ڈیش بورڈ پر تھرتھراتا موبائل اٹھا کر بٹن پش کرتے ہوئے کان سے لگا لیا۔
"خیر مبارک!..... تمہیں بھی عید مبارک ہو۔" وہ اتنے عرصے میں پہلی بار مسکرایا تھا۔
سے کھڑکی سے باہر جھانکتی رہی۔
"آفر تو اچھی ہے۔ مگر کیا ہے کہ ابھی تو میں اپنی سسرال جا رہا ہوں۔ جانے وہاں کیا پرو
جیٹ ہو۔" وہ معذرت خواہانہ انداز میں کہتا صبا کی ساعتوں کو متوجہ کر گیا۔
"تو پھر تم خود ہی صبا سے بات کیوں نہیں کر لیتیں۔ ہاں، ابھی گاڑی میں ہیں ہم، ا
کرو۔" وہ کہنے کے بعد موبائل صبا کی طرف بڑھا رہا تھا۔ صبا سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔
"ڈالے آپ سے بات کرنا چاہتی ہے۔" وہ بدستور ونڈ اسکرین کے پار دیکھتا کہہ رہا تھا۔
دل پر بہت جبر کرتے ہوئے موبائل فون اٹھا کر اس نے کان سے لگایا تھا۔ بہت ہ
ہائے، ہیلو کے بعد وہ اصل بات پر آئی تھی۔
"رات کو پارٹی رکھی ہے میں نے گھر پر..... اور میری شدت سے خواہش ہے کہ تم
ضرور شرکت کرو۔"
"ابھی تو ہم گھر جا رہے ہیں۔" صبا کا ہامی بھرنے کا قطعی ارادہ نہیں تھا۔ مگر پھر بھی اس
کے ساتھ ہی اس نے ایک بے ساختہ نظر نوفل پر ڈالی تھی مگر وہ اسی محویت کے ساتھ ڈرائیو
مصروف تھا۔ یعنی اس آفر کو قبول یا رد کرنے کی ساری ذمہ داری صبا ہی کی تھی۔
"کوئی مسئلہ نہیں ہے صبا! ابھی تو بہت ٹائم ہے۔ گھر والوں سے ملو، گپ شپ لگاؤ۔ پارٹی
کے بعد ہے۔ یار دوست مل بیٹھیں گے یار!"

ڈالے کے اصرار میں بہت بے ساختگی بھری اپنائیت تھی۔ اور ادھر صبا مجبور تھی۔ مروت و محبت
نہ کہہ سکی ہوئی۔
"پتہ نہیں گھر والوں نے کیا پروگرام بنایا ہو....." انکار کرنے کی کوشش میں اس کی زبان لڑکھڑا
رہی تھی۔
ڈالے کے محض ایک ہی بار اصرار کرنے پر وہ موم ہو گئی تھی۔
"او کے۔"
"اب گی ہو نا نوفل کی بیوی۔ وہ تو شوقین ہے پارٹیز اور ہلے گلے کا۔" ڈالے نے ہنس کر کہا تو
جانے اس "نئی اطلاع" کے ساتھ الوداعی کلمات کہتے ہوئے فون نوفل کی طرف بڑھا دیا تھا۔ اس
نے ٹائمنگ وغیرہ کنفرم کر کے فون آف کر دیا تھا۔
"اگر آپ کا موڈ نہیں تھا تو آپ پر دعوت قبول کرنے کی مجبوری نہیں تھی۔" وہ اچٹتی نگاہ اس پر
ڈال کہہ رہا تھا۔
"جہاں اتنا کچھ برداشت کر رہی ہوں، وہیں ایک آپ کی منظورِ نظر بھی سہی۔" صبا نے بڑے
ضبط سے کہا تھا۔
نوفل نے کچھ کہنے کی کوشش میں کھلتے لبوں کو بمشکل آپس میں بھینچا تھا۔
گاڑی کی فضا پھر سے بوجھل ہو گئی تھی۔

●●●●●

"میری صرف ایک ہی شرط ہے..... خبردار جو تم نے میرے بغیر وہاں رہنے کی ضد کی تو۔"
چمن کو بیگ میں کپڑے ٹھونستے دیکھ کر کمرے میں آتے ہی انس نے صفا چٹ انداز میں کہا تو وہ
جل کر بولی۔
"تو میں کون سا ہفتہ بھر رہنے کو جا رہی ہوں۔ آپ کے ساتھ ہی واپس آؤں گی۔ آپ کا کیا
بھروسہ ہے اب۔"
انس دل کھول کر ہنسا تھا۔ پھر اس کا دل جلانے والے انداز میں بولا۔
"تو یوں کہو نا کہ میری بے اختیاری ہو رہی ہے۔"
"ہاں ہو رہی ہے۔" چمن نے صاف گوئی سے اعتراف کیا تھا۔ "اس روز میں ہفتہ بھر رہ کے
آئی تو آپ کیسے آزاد ہوئے پھر رہے تھے۔ بلکہ اُڑ رہے تھے۔"
"میں تو چاہتا ہوں کہ تم مجھے اپنی زلفوں کے جنگل میں قید رکھو۔ اپنے علاوہ کچھ سوچنے نہ دو۔ مگر
تمہیں خود ہی کچھ پرواہ نہیں اپنے ہینڈسم شوہر کی تو پھر شوہر بے چارہ کیا کرے؟" وہ بڑی معصومیت
سے کہہ رہا تھا۔
چمن کو غصہ آنے لگا۔ دانت پیس کر بولی۔
"ایک تو بیوی کے ادھر اُدھر ہوتے ہی ہینڈسم شوہروں کو "چارے" کی ضرورت محسوس ہونے لگتی

ہے۔ تبھی تو خود کو "بے چارے" محسوس کرتے ہیں۔"

انس نے بہت مشکل سے ہنسی ضبط کرتے ہوئے اس کے شانے پر ٹھوڑی ٹکاتے ہوئے شرارت سے کہا۔

"تو "چارے" کو کیا ضرورت ہے ادھر ادھر ہو کر شوہر کو "بے چارہ" کرنے کی۔"

وہ پوری کی پوری اس کی طرف گھوم گئی تو وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"یہی تو بات ہے۔ بیوی کو چارہ سمجھ رکھا ہے آپ لوگوں نے۔ جب جی چاہا، اس کا موجود ہونا ضروری ہے۔ بیوی کو بھی کبھی بے چاری سمجھ لیا کریں۔" وہ اٹھلا کر کہہ رہی تھی۔

انس نے دونوں ہاتھ اس کی کمر میں حائل کرتے ہوئے ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں جکڑ لیا تھا۔

"تو بیوی کو بھی چاہئے کہ وہ اپنی عقل استعمال کرے۔ معصوم شوہر کو اتنے چالاک زمانے کے حوالے کر کے بیٹھے نہ جایا کرے۔"

"جب آپ میرے حقوق ضبط کرنے کی بات کرتے ہیں تو آپ کا یہ رومینٹک انداز مجھے بھی اچھا نہیں لگتا۔" وہ وقتاً چڑ گئی تھی۔

"خبردار ــــ تم مجھ پر اپنے حقوق کے سلسلے میں کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتیں۔ محبت کرنے کے معاملے میں تو میں چوک ہی نہیں سکتا کبھی۔" وہ اپنے لہجے کو کمال سے یقین بخش رہا تھا۔

تمکین کی سانس رکنے لگی۔

اور یہ تو وہ بھی مانتی تھی کہ انس کے جذبات کی شوریدہ سری کا ساتھ دینا تو دور کی بات تھی، وہ جذبات کو سہہ بھی نہیں پاتی تھی۔ ایک حیا کا سا احساس اس پر ہمیشہ حاوی رہتا تھا۔ اس کے اپنے جذبات کے فی الفور اظہار کے معاملے میں انس بہت بے باک تھا۔

"انس! دیر ہو رہی ہے۔" وہ کسمسائی تھی۔ انس نے اس کے قریب چہرے کو گہری نگاہ سے سمویا تھا۔

"کیا بہت ضروری ہے آج جانا؟"

اس کے لب و لہجے سے جھلکتے مخصوص استحقاق کو پاتے ہی تمکین نے جیسے ہوش میں آتے ہوئے اس کے بازوؤں کو جھٹک دیا تھا۔

"خبردار جو آپ نے مجھے ورغلانے کی کوشش کی تو ــــ آج عید کا دن ہے اور مجھے گھر جانا ہے۔"

"دیکھا ــــ ایک ہی پل میں مجھے شیطان کے منصب پر فائز کر دیا۔" وہ کھلایا تھا۔ تمکین کو آ گئی۔

"یہ میں نے کب کہا؟ ــــ آپ کے دل کا چور بولا ہوگا۔"

"ورغلانے کا کام شیطان کا ہوتا ہے۔ اور تم مجھے شیطان کہہ رہی ہو۔" وہ اپنی بات پر زور دیتے

ہوئے ناراضگی سے کہتا بستر پر دراز ہو گیا تھا۔

تمکین گہری سانس بھر کے رہ گئی۔ اب اگلا آدھا گھنٹہ اسے منانے میں صرف ہونے والا تھا۔ اور یہ بات وہ اچھی طرح جانتی تھی۔

دروازہ کھٹکھٹائے جانے پر وہ چونکی تھی۔

"آ جائیں۔"

دروازہ کھول کر حرا نے اندر جھانکا تھا۔

"حبا آپی اور نوفل بھائی آ گئے ہیں۔" وہ اطلاع دے کر غائب ہو گئی تھی۔

"دیکھا ــــ ایسے ہوتے ہیں اچھے شوہر۔" تمکین نے اسے مزید تپایا تھا اور وہ واقعی سلگتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

"ایک تم اور ایک تمہارا بھائی۔ اچھوں کی دنیا تمہی دونوں پر ختم ہو گئی ہو گی۔"

"اچھا بابا! سوری۔ اب باہر تو چلیں۔" تمکین نے ہنستے ہوئے اپنے کانوں کو ہاتھ لگایا تو چند لمحے اسے گھورتے رہنے کے بعد وہ مسکرا دیا تھا۔

"اگر تم میری اتنی پیاری بیوی نہ ہوتیں تو میں کبھی بھی تم سے راضی نہیں ہوتا۔" کمرے سے نکلتے ہوئے وہ اسے باور کرا رہا تھا۔ تمکین کے ہونٹوں پر بے ساختہ ہنسی چھلکی تھی۔

●●●●●

"وجی! ــــ ایک بار تم میرے ہاتھ آؤ، پھر دیکھنا میں تمہارا کیا حشر کرتی ہوں۔" وہ اسے دھمکا رہی تھی۔ مگر وجدان کہاں ہاتھ آنے والا تھا۔ منٹوں میں اڑنچھو ہوا۔

حبا نے پیچھے سے حنّی کو بانہوں کے گھیرے میں لے لیا تو وہ گھبرا کر پلٹی۔ پھر حبا کو دیکھ کر جوش بھرے انداز میں عید ملنے لگی۔

"تم نے وہ گانا نہیں سنا ضوئی! شادی کے دن ہیں قریب ــــ بچو ذرا میرے پہلو۔"

وہ شرارت سے کہہ رہی تھی۔ مگر حنّی نے اسے وہیں ٹوک دیا۔

"عید کے روز تو موڈ خراب مت کرو۔"

"لگتا ہے سعید بھائی نے عیدی نہیں دی۔"

"ان سے تو ایسی عیدی وصول کر رہی ہوں کہ یاد کریں گے وہ بھی۔" وہ عجیب سے انداز میں مسکرائی تو حبا نے پر تجسس انداز میں پوچھا۔

"ایسا کیا مانگ لیا تم نے؟"

"اپنی زندگی ــــ اپنی آزادی۔" وہ چہک کر بولی تھی۔ حبا نے اسے یوں دیکھا جیسے اس کا دماغ پھر جانے کا مکمل یقین ہو گیا ہو۔

"تم ذرا یہ بتاؤ کہ نوفل بھائی کدھر ہیں؟ ــــ میں ان سے آج دو دو ہاتھ کرنے والی ہوں۔ ہماری لڑکی پر قبضہ ہی کر کے بیٹھ گئے ہیں۔" حنّی یکلخت ہی بدل گئی تھی۔

صبا ہلکے سے مسکرائی۔

"وہ سب کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھے ہیں۔"

"ممی اور انس بھائی چلے گئے کیا؟" منی اس کے ساتھ لاؤنج کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ صبا نے اثبات میں جواب دیا۔

"ہاں —— ابھی نکلے ہیں، ہمارے آنے کے بعد۔"

منی جاتے ہی نوفل کو گھیر کر بیٹھ گئی جو پہلے ہی وجدان اور حمرہ کے نرغے میں تھا۔

"پہلے تو نکالیں ایک بھاری بھرکم عیدی۔ اس کے بعد میں آپ پر ایک بہت بھاری مقدمہ چلانے والی ہوں۔" اس نے دھونس بھرے انداز میں کہا تھا۔

"ہاں بھئی، کیوں نہیں۔ تم چلا سکتی ہو مقدمہ۔ آخر ایک اتنا قابل وکیل موجود ہے تمہارے" نوفل نے ہنستے ہوئے بے ساختگی سے کہا تو اس کے اندر تک کڑواہٹ بھر گئی۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ نوفل کے ساتھ والے صوفے پر بیٹھا سعید حسن اس جملے سے محروم رہا ہو۔

"غلط فہمی ہے آپ کی دولہا بھائی! ہم اپنے زور بازو پر بھروسہ کرنے والے لوگ ہیں۔ دوسرا سہارا نہیں لیتے۔" وہ اونچی آواز میں بولی تو اپنا والٹ نکالتا نوفل ہنس دیا۔

اس نے اپنا والٹ نکال کر صبا کی طرف بڑھایا تھا۔

"میں اسے کیا کروں؟" وہ گڑبڑائی تو اسماء بھابی نے آنکھ مار کے شرارت سے کہا۔

"یہ تو حال ہے ہم بے چاری بیویوں کا۔ کبھی جو شوہر مہربان ہو جائیں تو بھی یقین نہیں آتا۔"

ان کے اس فقرے اور صبا کے جھینپ اٹھنے پر سبھی نے لطف لیا تھا۔

"بھئی عیدی دیں سب کو ——" نوفل کی آنکھوں میں بجلی سی تنبیہہ تھی، اپنا آپ سنبھالے دوسرے لفظوں میں اس کا امیج برقرار رکھنے کی۔

صبا نے دل پر جبر کرتے ہوئے اس کا والٹ تھاما تھا۔ ابھی آتی دفعہ اس کے دیئے ہوئے زر کو اس نے ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا اور اب اسے استحقاق سے لوٹ بانٹنا اسے بالکل بھی گوارہ نہیں تھا مگر شاید اس کی زندگی میں سب کچھ ان چاہا ہی رہ گیا تھا۔ تب شاید اس نے بدلہ چکانے کی ٹھانی۔ بڑے کھلے دل اور کھلے ہاتھ سے اس نے نوفل کا والٹ ہلکا کرتے ہوئے وجدان، حمرہ کے ساتھ ساتھ امبر اور چاند کو بھی عیدی دی تھی۔

"شاباش ہے بھئی —— اور میری عیدی کہاں گئی؟" چاند کو عیدی ملتے ہی عماد کو سخت اعتراض ہوا تھا۔

"تم اتنے بڑے ہو کر مجھ سے عیدی لو گے؟" صبا کو ہنسی آ گئی تھی۔

"تم کون سا عمروں کے لحاظ سے دے رہی ہو۔ یہ چاند تو جیسے شیر خوارگی کی عمر میں ہے۔ صرف چار ہی ماہ چھوٹا ہے۔" وہ تڑپ ہی تو اٹھا تھا "اتنے بڑے" ہونے کے طعنے پر۔

"یہ بہت کانشس ہیں عمر کے معاملے میں۔" منی کو بھی ہنسی آ گئی تھی۔

"شرم کرو عماد! اب وہی بھولی عیدی کی واپسی کا بندوبست کر رہے ہو۔" اسماء بھابی اسے غیرت دلانے والے انداز میں کہہ رہی تھیں۔

"جی —— اور آپ کا جو تنہا شوہر ہے نا، وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی سب کو اپنی "بالی عمریا" کے قصے سنا کر عیدی بٹور کر فارغ ہوا ہے۔" عماد نے پورا پورا بدلہ چکایا تھا۔

سب کی ہنسی پر اسماء بھابی نے اپنے میاں کو کڑی نگاہ سے گھور کر دیکھا تھا۔ نعمان کو خود عماد کی لن ترانی پر ہنسی آ رہی تھی۔

رات کے کھانے پر خواتین نے بے حد اہتمام کیا تھا۔

"ہم دونوں کہیں انوائٹڈ ہیں امی!" صبا نے پہلے ہی بتا دیا تھا۔

"خوشی سے بیٹا! مگر عید کے روز تو یہ اہتمام ہوتا ہی ہے۔" انہوں نے تسلی دی تھی۔

ڈنر والے کے ہاں جانے تک وہ خاصی پژمردہ ہو چکی تھی۔ کپڑے بدل کر وہ اپنے ساتھ لایا امی کی طرف کا جوڑا پہن کر ابھی بیٹھی ہی تھی۔ جب نوفل اس کے کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"آپ ابھی تک یونہی بیٹھی ہیں؟" وہ ٹھٹکا تھا۔ اس قدر کھلتے ہوئے رنگ کے لباس میں وہ بے حد نمایاں ہو رہی تھی۔ وہ سج سے بے نیاز، متناسب سراپا ایک الگ ہی بہار دے رہا تھا۔

"کیا بہت ضروری ہے جانا؟" وہ جیسے بہت ہار کر پوچھ رہی تھی۔ وہ چند سیکنڈز کے لئے خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر بہت نارمل انداز میں بولا۔

"یہ تو آپ کو اس وقت سوچنا چاہئے تھا۔ ہامی آپ ہی نے بھری تھی اس انوی ٹیشن کے لئے۔"

"آپ نے بھی تو منع نہیں کیا تھا۔" وہ بے دلی سے چٹیا کے بل کھولنے لگی۔

"ویری ویل! ——" وہ دھیرے سے ہنستا ہوا آگے بڑھ کر اونچے تکیے سے ٹیک لگاتا بستر پر نیم دراز ہو گیا۔

"یعنی اب آپ میری مرضی کی پابند ہو گئی ہیں۔"

"مرضی ہو یا نہ ہو، کسی کا پابند ہونا ہی بہت سختی رکھتا ہے۔" وہ بہت ضبط سے کہہ رہی تھی۔

"اوہ —— تو یہ بات آپ کے لئے بھی سختی رکھتی ہے۔" وہ طنزیہ لہجے میں بولا تو اپنے گھنے بالوں کو برش سے سلجھاتی وہ مارے تحیر کے پلٹ کر اسے دیکھنے لگی۔

"مجھے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اس شادی کو ایک کھیل کے طور پر آپ نے کھیلا ہے۔ اس شادی سے آپ کے مفادات وابستہ تھے، میرے نہیں۔ میں نے تو یونہی شادی کی تھی جیسے سب لڑکیاں کرتی ہیں۔ پھر آپ مجھ پر طنز کے تیر کیوں چلاتے رہتے ہیں۔ یوں جیسے یہ کھیل آپ نے نہیں میں نے کھیلا ہو۔" اس نے تلخی سے کہا تھا۔

چند لمحے اسے دیکھتے رہنے کے بعد نوفل نے آنکھیں موند لی تھیں۔ اس کے طرز عمل نے صبا کو اندر تک توڑ پھوڑ دیا تھا۔ اس کا جی چاہا کہ زور زور سے چیخے چلائے تاکہ نوفل احمد کی یہ بے نیازی ختم ہو کر رہ جائے۔ وہ بھی دنیا کے سامنے اپنے کئے کا جواب دہ ٹھہرے۔ وہی تکلیف اس کے

بھی حصے میں آئے جس کا شکار وہ ہو رہی تھی۔

اس کا جی تو چاہا کہ شدید ناراضگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس انوی ٹیشن کو رد کر دے۔ تاکہ نوفل احمد سے کچھ بدلہ لیا جائے۔ مگر پھر وہی عورت کی ازلی کمزوری۔ خود سے زیادہ خود سے رشتوں کا خیال ہر وقت زنجیر کی مانند پیروں سے لپٹا رہتا ہے۔ اُسے بھی جگہ اور ماحول کا روک گیا تھا۔

اس کے بعد صبا نے مکمل تیاری کے بعد اسے جگایا تھا۔

"میرے کپڑے کہاں لائیں آپ؟" وہ سوئی سوئی نظروں سے اسے دیکھتا پوچھ رہا تھا۔ شاید دیر میں وہ نیند کے جھونکوں کی زد میں آ گیا تھا۔

صبا نے خاموشی سے اس کے کپڑے لا کر بستر پر ڈال دیے جو وہ اسی پارٹی کے خیال سے اپنے کپڑوں کے ساتھ لے آئی تھی۔ عین عید کے روز منہ اٹھا کر کسی اور کے گھر چل دینا بالکل بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ مگر اب ژالے سے ہامی بھر کے وہ خود اپنے پاؤں میں بیڑی ڈال چکی تھی۔

جینز شرٹ میں ملبوس وہ واش روم سے نکل کر آئینے کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

صبا بے دلی سے بیٹھی اپنی چوڑیوں سے چھیڑ چھاڑ کر رہی تھی۔

"چلیے۔" وہ اس کی "ریڈی" پرفیوم چیک کرنے کے بعد اس کی طرف پلٹا تو وہ چونک کر سانس کھینچتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ سب سے کٹی وہ اس کے ساتھ گاڑی میں آ بیٹھی تھی۔

"یہ تو بہت غلط بات ہے کزن! آئی ہمارے بہانے سے ہو اور جا کہیں اور رہی ہو۔" عمار کا نوفل کو ابھی تک کھٹکتا رہا تھا۔

وہ بہت خاموش اور بے زار بیٹھی تھی۔

"اب آ ہی گئی ہیں ہمارے بندے تو کم از کم یہ موڈ لے کر پارٹی میں مت جائیے گا۔" وہ کچھ کھنچا ہوا تھا۔

"میں نے آپ سے کبھی کہا ہے کہ اگر ہمارے بندے مجھ سے شادی کر ہی چکے ہیں تو اب اسے جلتے سے نبھائیے؟" وہ بہت غیر متوقع طور پر بول اٹھی تھی۔ لحظہ بھر کو تو نوفل بھی چپ رہ گیا تھا۔

"میں بھی انسان ہوں اور مجھے بھی برے رویے تکلیف پہنچاتے ہیں۔ یہ بات ذہن میں رکھا کریں۔" وہ بڑے ضبط سے کہہ رہی تھی۔ وہ جبڑے بھینچ کر رہ گیا۔

راستے میں نوفل نے کیک اور پھول خریدے۔ ژالے نے گھر ہی میں پارٹی ارینج کر رکھی تھی۔

ایسٹرن اور ویسٹرن امتزاج سے ڈیکور کیا گیا گھر بے حد شاندار نظر آ رہا تھا۔

صبا کچھ سوچ کر کانشس ہو رہی تھی کہ جانے وہاں کتنے لوگ ہوں۔ مگر وہاں محض ژالے اور ان کے ڈیڈی کو موجود پا کر اس کی آدھی ٹینشن دور ہو گئی تھی۔

ژالے نے بہت پُرتپاک انداز میں ان کا استقبال کیا تھا۔

"تھینکس اے لاٹ صبا! مجھے بالکل بھی یقین نہیں تھا کہ تم اتنے اہم دن پر گھر سے نکل پاؤ گی۔ یقین جانو مجھے بے حد خوشی ہو رہی ہے۔" وہ صبا کی مشکور ہو رہی تھی۔ صبا محض مسکرا کر رہ گئی۔

"میں تو سوچ رہا تھا جانے کتنی بڑی پارٹی دے رہی ہو جو یوں عید کے روز مدعو کیا جا رہا ہے۔" نوفل مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"جہاں تم موجود ہو، وہ خود بخود گرینڈ پارٹی بن جاتی ہے۔ کیوں صبا؟" ژالے نے شرارت سے کہتے ہوئے صبا سے تائید چاہی تو وہ دھیرے سے مسکرا دی۔ ژالے انہیں سوفٹ ڈرنک سرو کرنے لگی۔

"میں تمہیں یوں خوش اور مکمل دیکھ کر بہت خوش ہوں ینگ مین!" ژالے کے ڈیڈی نوفل سے کہہ رہے تھے۔ "مگر یار! کچھ دوستی بھی تو نبھاؤ۔ اس سر پھری سے بھی کہو کہ شادی کر لے اب۔"

صبا غیر ارادی طور پر ان کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

"میں تو جانے کب سے کہہ رہا ہوں اس سے۔ یہی نہیں مانتی۔" نوفل نے یقیناً اس کا چیک کر بہت لطف اندوز ہونے والے انداز میں کہا تھا۔ لفظوں کو بہت کھینچ کر بولا تو ژالے نے اس کے پاس صوفے میں دھنستے ہوئے اسے گھورا تھا۔

"میں تو کہتا ہوں اسے، اگر کوئی پسند ہے تو بھی بتائے۔" ڈیڈی کھلے انداز میں کہہ رہے تھے۔

نوفل نے مسکراہٹ دباتے ہوئے بظاہر بڑی سادگی سے ژالے کو اُکسایا تھا۔

"ہاں، ہاں ژالے! بتا دو انکل کو۔ اگر کوئی پسند ہے تو۔" اس کی شرارت سمجھتے ہوئے ژالے نے دانت پیستے ہوئے آرام سے کہا۔

"یہی تو تھا ڈیڈی۔ خود تو مزے سے شادی کر لی۔ اب مجھے مشورے دیے جا رہے ہیں۔"

ڈیڈی نے اس کی بات پر زوردار قہقہہ لگایا تھا مگر نوفل ایک دم سے سیدھا ہو بیٹھا اور بے ساختہ ہنستے ہوئے بولا۔

"خدا کو مانو یار! میری بیوی بیٹھی ہے اور تم ایسے عجیب سے بیانات دے رہی ہو۔"

"اچھا ہے نا ۔۔۔ ذرا تمہاری بھی جھاڑ ہو۔ خود تو شادی کر کے بیٹھ گئے اور دوست کی ذرا بھی پرواہ نہیں۔" ژالے نے اطمینان سے کہا تھا۔

"چ چ چ ۔۔۔ افسوس تو لیٹ ژالے! اگر تم پہلے اشارہ بھی کر دیتیں تو میں ضرور تمہیں اپنا پرپوزل پیش کرتا۔" نوفل نے اچٹتی نگاہ بالکل خاموش بیٹھی صبا پر ڈالتے ہوئے قدرے تاسف سے کہا تھا۔

"دیکھا ڈیڈی! ۔۔۔ یہی وجہ ہے میری شادی نہ کرنے کی۔" ژالے نے فی الفور سچویشن کو اپنے حق میں کیا تھا۔

"کس قدر بے وفا ہوتے ہیں یہ شوہر حضرات۔ اتنی خوبصورت بیوی کے ہوتے ہوئے بھی لائن مارنے سے باز نہیں آتے۔"

"بات کو مذاق میں مت ٹالو ژالے! ۔۔۔ میں اس سال تمہاری شادی کرنا چاہتا ہوں۔ اینڈ دیٹس آل۔" ڈیڈی نے قطعیت سے کہا تو وہ پریشان سی نوفل کی طرف دیکھنے لگی۔ پھر سنجیدہ ہوتے

ہوئے بولی۔
"ایسے ہی تھوڑی ہو جاتی ہے شادی؟ ـــــ نا دلہا کے؟"
"تو وہ کون سا مشکل کام ہے۔ ایک سے ایک بہترین رشتہ مل رہا ہے تمہارے لئے۔" وہ اعتماد سے گویا ہوئے تھے اور واقعی یہ بات سچ بھی تھی۔
"لیکن ڈیڈی ہر کسی سے تو شادی نہیں کی جا سکتی نا۔" ژالے نے زچ ہو کر کہا تھا۔
"تو پھر کسی ایک سے کر لو۔" وہ اس سے بھی زیادہ اطمینان سے بولے تھے۔
"اور اگر وہ ایک ان دنوں دستیاب نہ ہو تو ـــــ؟" وہ بے ساختہ بولی تو صبا نے چونک کر دیکھا تھا۔
"تو پھر یہ کہ تمہیں اچھے دنوں کی امید رکھنی چاہیے۔ جو تمہارا ہے وہ لوٹ کر تمہارے پاس آئے گا۔" نوفل نے اسے تسلی دی تھی۔
صبا کو لگا جیسے اس کی آنکھوں کے سامنے عشق و عاشقی کا کھیل کھیلتے ہوئے وہ اس کا مذاق اڑا رہے ہوں۔ گلاس پر اس کے ہاتھوں کی گرفت غیر ارادی طور پر سخت ہو گئی تھی۔
وہ جو دنیا میں اس کا سب سے زیادہ اپنا ہونا چاہیے تھا، اس سے کس قدر دور تھا۔ قریب ہو کر بھی فاصلے سموئے ہوئے اسے پل پل لمحوں کا شکار کرتا تھا۔
اور ژالے آفریدی ـــــ شاید اس کی پہلی اور آخری محبت۔
اس نے بے تاثر نگاہ ان دونوں پر ڈالی تھی۔
کس قدر استحقاق بھرے انداز میں وہ نوفل کے ساتھ جڑ کے بیٹھی تھی۔
آزادانہ ماحول کی پروردہ ژالے یا پھر اس کے ڈیڈی کو اس قربت سے شاید کوئی فرق نہ پڑتا ہو مگر صبا کا دل تو جیسے مسلسل کسی نے مٹھی میں دبوچا ہوا تھا۔
یہ دوسری بار تھی جب اسے محسوس ہوا کہ وہ نوفل احمد سے محبت کرنے لگی تھی۔
اس کج ادا اور بے وفا شخص سے جو اسے التفات کی ایک نگاہ بھی بخشنے کو تیار نہیں تھا۔ وہ اس کی قربت دیکھ کر سلگ رہی تھی۔ جیلس ہو رہی تھی۔
اور نوفل احمد کو شاید سامنے بیٹھے اس وجود کا احساس تک نہیں تھا۔ جسے وہ اپنے ساتھ اپنی بہتر کے طور پر لایا تھا اور اب بھلائے بیٹھا تھا۔
"اچھا اب فضول باتیں بالکل ختم کر دو۔ صبا کیا سوچ رہی ہو گی۔ ہم اپنی ہی باتوں میں گم کر بھولے بیٹھے ہیں۔" ژالے نے یکبارگی موضوع تبدیل کر دیا تھا۔
"پتہ ہے ڈیڈی! نوفل از سو لکی۔ اس نے لائف میں ہمیشہ اپنی مرضی اور پسند کی شے پائی ہے۔ صبا ہی کی مثال لیں ـــــ بس نام ہی لیا تھا اس نے اور یہ اسے مل گئی۔" وہ پرستائش انداز میں کہہ رہی تھی۔
صبا سخت بے آرامی محسوس کرتے ہوئے پہلو بدل کر رہ گئی۔ اسے ژالے کی باتیں ظہری

رہی تھیں۔
"پھر تو یہ آپ کا نام بھی لیتے تو آپ انہیں مل جاتیں۔" صبا نے بہت تحمل سے مسکرا کر کہا تھا۔ یہ دل کے درد کی شدت کو فقط وہی جان سکتی تھی۔
"ہم جیسی ایسی قسمت کہاں۔" ژالے نے گہری سانس بھری تھی، پھر بے ساختہ ہنس دی۔ صبا نے بلا ارادہ نوفل کی طرف دیکھا تو وہ گہری نظر اس پر جمائے ہوئے تھا۔
"کاش اس نگاہ میں محبت ہوتی۔ کم ہی سہی مگر توجہ ہوتی تو شاید میرا شمار بھی دنیا کی خوش قسمت لڑکیوں میں ہوتا۔"
وہ خاموشی سے زاویہ نگاہ بدل گئی تھی۔
مگر دل میں پنپنے والی خواہش کو روکنا اس کے بس میں نہیں تھا۔ کھانے کے دوران بھی وہ زیادہ تر خاموش ہی رہی تھی۔ جبکہ نوفل اور ژالے ایک کے بعد ایک موضوع پر بحث کرتے اور قہقہے لگاتے اسے احساس کمتری کا احساس دلاتے رہے تھے۔
"صبا بہت اچھی بچی ہے۔ مگر تھوڑا کم بولتی ہے۔" ڈیڈی نے واپسی پر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ملائمت سے کہا تو وہ بس مسکرا کر رہ گئی۔ انہوں نے صبا اور نوفل کو گفٹس بھی دیئے تھے۔ جبکہ ژالے حسب عادت کھلے دل سے ملی۔
"بہت لکی ہو صبا! جو اتنا چاہنے والا شخص ملا ہے تمہیں۔ اس کی قدر کرنا اور بہت خیال بھی رکھنا۔ دوسروں کے لئے یہ جس قدر کیئرنگ ہے، خود سے اتنا ہی بے پرواہ رہتا ہے۔ مگر مجھے یقین ہے کہ تمہاری محبت اسے سمیٹ لے گی۔" وہ نرمی سے مسکراتے ہوئے بہت دوستانہ باتیں شیئر کر رہی تھی جب ڈیڈی سے الوداعی کلمات کی ادائیگی کے بعد نوفل ان کے قریب آ کھڑا ہوا اور شاید اس کی ایک آدھ بات سن بھی چکا تھا۔
"کیا پٹیاں پڑھا رہی ہو میری مسز کو؟" اس نے کھلتے ہوئے صبا کے شانوں پر بازو دراز کرتے ہوئے اسے خود سے قریب کیا تو وہ جیسے کسی امتحان میں پڑ گئی۔ بے اختیار ہی خود میں سمٹ کر اسے دیکھا۔ وہ ہونٹوں پر مخصوص دلکش مسکراہٹ لئے ژالے کی طرف متوجہ تھا۔
"پٹیاں تو نہیں پڑھا رہی لیکن یقین کرو نوفل احمد دونوں کو دیکھ کر اب میرا بھی شادی کرنے کو دل چاہ رہا ہے۔" ژالے نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہا تو وہ ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔
"یعنی ہم دونوں کامیاب جا رہے ہیں۔"
"ایسے ویسے؟ ـــــ مجھے تو پچھتاوا ہو رہا ہے کہ تمہیں کیوں مس کر دیا میں نے۔" وہ اب بھی شرارت سے کہہ رہی تھی۔
صبا کے دل میں خلا سا پیدا ہونے لگا۔
"مجھے اس لئے مس کر دیا تم نے، کیونکہ کہیں کوئی اور بہت شدت سے میرا انتظار کر رہا تھا۔" نوفل نے خوشگوار انداز میں کہا تو وہ مسکراتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"یعنی جس کا مجھے انتظار ہے، مجھے بھی وہی ملے گا؟"

"یہ تو انتظار کی شدت پر منحصر ہے۔" نوفل نے شانے اچکاتے ہوئے کہا تھا پھر صبا کو زچ کرتے ہوئے بولا۔ "آپ بتائیں وہ اسم جسے پڑھ کر مجھے قابو میں کیا ہے آپ نے۔"

"ہاں، ہاں ضرور صبا!" ثوا لے نے فوراً کہا تھا۔ صبا نے ایک خاموش نگاہ نوفل کے چہرے پر ڈالتے ہوئے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

"کیا آپ کو وہ اسم معلوم کرنا ہے جس سے "یہ" قابو میں آ جائیں؟" صبا بے ساختہ ہنسی تھی۔

"ارے نہیں ——— مجھے تو اب "ان" کو قابو کرنے والا اسم چاہئے۔ یہ تو اب تمہارا ہو چکا۔"

صبا کا دل چاہا اس کا شکریہ ادا کر دے۔ پر دل مسوس کر رہ گئی۔ مگر اتنا کہہ ہی دیا۔

"یہ آپ کی بھول ہے جو یہ آپ کو میرے قابو میں لگ رہے ہیں۔"

"چلو یہ تو کہی ہے تم تو ان کے قابو میں آ گئی ہو۔ یہی تو سچا اور کھری محبت کی نشانی ہے جو اس نے جسے چاہا اسے پا لیا۔ اپنی محبت کی تکمیل کی ہے، اسے تشنہ نہیں چھوڑا۔" ثوا لے مسکرا کر بھی کہہ رہی تھی۔

صبا کو نہ تو نوفل کا انداز سمجھ میں آ رہا تھا اور نہ ہی ثوا لے کا۔

پتہ نہیں حقیقت کیا تھی اور سراب کیا تھا۔

مگر کاش کہ اسی میں زندگی تمام ہو جائے۔ اپنے شانوں پر نوفل کے بازو کا پُر حرارت لمس محسوس کرتے ہوئے اس نے بہت شدت سے دعا کی تھی۔

●●●●●

"یہ میں کیا سن رہا ہوں یار؟"

انس اس کے کمرے میں داخل ہوا تو تحیر اور بے یقینی کی گرفت میں تھا۔

مخملی لیمپ کی روشنی میں رائٹنگ ٹیبل پر جھکا معید کسی قانونی کتاب میں سے نوٹس لیتا ہوا چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ ٹیوب لائٹ آن کر کے اس کے ساتھ پڑی کرسی پر آ بیٹھا۔

معید ابھی بھی خاموش مگر منتظر نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"مجھے نہیں ہو تم کہ میں ہر بات کھول کر بتاؤں۔ شادی کیوں ملتوی کر رہے ہو تم؟" انس نے کہا تو وہ کتاب بند کر کے ٹیبل پر رکھتا مسکرا دیا۔ پھر اطمینان سے بولا۔

"ملتوی ہی کی ہے، انکار تو نہیں کیا۔"

"مجھے تو انکار ہی کے مترادف لگ رہا ہے۔ عین تاریخ طے ہونے کے وقت تمہیں یاد آیا کہ دو سال کی مہلت رکھ لیتے ہیں۔ یہ کوئی مذاق ہے کیا؟" انس واقعی سنجیدہ بلکہ قدرے غصے میں تھا۔ معید اس کے انداز کو ذرا بھی سیریسلی نہیں لے رہا تھا۔

"مذاق نہیں ہے، اسی لئے تو کہہ رہا ہوں کہ ہم دونوں کو اس رشتے سے مانوس ہونے کی ضرورت ہے۔ ہانی کا رویہ تمہارے سامنے ہے۔" معید نے بہت پُرسکون لہجے میں کہا تو اس کی بات

سنتے ہوئے انس قدرے ٹھنڈا پڑنے لگا۔

"پھر بھی یار! یہ کوئی بات تو نہ ہوئی۔ وہ ان کیا رہ گئے تھے۔ ہانی کے نخرے تو سالانہ ہوا کرتے ہیں، اسے کون سنجیدگی سے لے رہا تھا۔"

"مگر میں لینا چاہتا ہوں۔" معید نے سنجیدگی سے اس کی بات کاٹ کر کہا تھا۔

"میں نے نوٹ کیا ہے کہ زندگی کے متعلق اس کا اپنا ہی نظریہ ہے۔ کچھ لوگ اپنی زندگی سے ہٹ کر دوسرے مختلف زندگیوں کا خیال کرتے ہیں مگر ہانی ان لوگوں میں سے ہے جن کے لئے تھوڑی سی اپنی "زندگی" ہوتی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ جب وہ میری زندگی میں آئے تب تک اس کی سوچ میں پختگی آ جائے اور میرے خیال میں سال دو سال کافی ہوں گے اس کے لئے۔"

اس کی بات کو غور سے سنتا انس بے چارگی سے بولا۔

"میری بالکل بھی سمجھ میں نہیں آ رہا معید! کہ تمہیں آخر یہ سب کیا ہے؟ ——— یار! تم تو اتنے ذمے دار بھی نہیں رہے۔" معید نے اسے خفیف سا گھورا۔

"وہ تم ہی تھے نا جو مجھے سمجھانے کے لئے دوڑے چلے آئے تھے کہ ہانی اور میری طبیعتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔"

"یہ اس کا واویلا تھا ——— میں تو محض تمہیں تنبیہ کر رہا تھا۔" انس نے اسے یاد دہانی کرائی تھی۔

"میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے۔ اور تم بے فکر رہو جب بڑے ماموں اور پھوپھو نے کوئی اعتراض نہیں کیا تو تم کیوں الجھ رہے ہو؟" معید نے اطمینان سے کہا تو اب کی بار انس سر کھجاتے ہوئے بولا۔

"میں صرف یہ جاننے آیا ہوں کہ یہ خیال تمہیں اس وقت کیوں نہیں آیا جب تمہاری بات پکی ہو رہی تھی؟ اب جبکہ سب تمہاری شادی کے الوی ٹیشن کے انتظار میں ہیں، تم نے "باقی آئندہ" کا بورڈ لگا دیا ہے۔"

"تمہارے سمجھنے کے لئے آسان لفظوں میں یہ کہ پہلے شاید میں بڑی مامی کی خوشی کو نبھانا چاہ رہا تھا مگر پھر ہانی کا ردعمل دیکھ کر احساس ہوا کہ ہم دونوں ہی کو اس رشتے کو سمجھنے اور اس سے مانوس ہونے کے لئے کچھ وقت چاہئے۔ بس اسی لئے میں نے فوراً بڑے ماموں سے بات کر لی۔ پھوپھو بھی وہیں موجود تھے۔"

"اور پاپا نے کچھ نہیں کہا؟" انس نے دلچسپی سے پوچھا تو وہ طمانیت بھرے لہجے میں بولا۔

"ان کے کانوں تک بھی ہانی کے اعتراض پہنچ چکے تھے۔ بڑے ماموں سے پہلے انہوں نے یہ بات مجھ سے پوچھی تھی۔"

"ویسے تم ہو بڑے عجیب۔" انس نے متاثر کن انداز میں کہا تو اسے ہنسی آ گئی۔

"اس "عجیب" کی وجہ تسمیہ پوچھ سکتا ہوں؟"

"مستقبل میں سب کو اپنا ہم خیال بنا لیتے ہو۔"

"بات میں دم ہونا چاہئے یار!"

"ویسے ابھی کچھ خاص خوش نہیں ہیں تمہارے فیصلے سے۔" انس کو خیال آیا تھا۔

"ان کا بس چلے تو وہ شام سے پہلے تین بال پڑھوا دیں میرے۔ اسی لئے میں نے ماموں سے بات کی ہے۔ اب وہ جو فیصلہ کریں گے وہی ہوگا۔" سعید مسکراتے ہوئے پُریقین انداز میں کہا۔

"اس فیصلے سے سب سے زیادہ خوشی حنا کو ہوگی۔ اسے بڑا شوق تھا تم سے ذلیل کرنے کا۔"

"اچھا ـــــ یہ تو بہت نئی خبر ہے۔" سعید ہنس دیا تھا۔

"بہرحال یار دل توڑ دیا ہے تم نے ہمارا۔ کیا ارمان تھے دل میں تمہاری شادی کے۔ خون کر دیا ہے تم نے۔" انس نے گہری سانس بھری تو سعید نے تلی الفور تسلی کی۔

"میں نے شادی ملتوی کی ہے خدانخواستہ رشتے سے انکار نہیں کر دیا۔ تم بھی ارمانوں کی آبیاری کرو۔ میں انہیں ضرور پورا کروں گا۔"

"بہت شکریہ۔ ورنہ اگر انکار بھی کر دیتے تو اتنی بھاری دلیلیں پیش کرتے کہ ہمارے بیچارے ان کے بوجھ تلے دب کر رہ جاتے۔" انس نے ہنستے ہوئے طنز کیا تھا۔

"بیٹھو نا۔"

"نہیں ـــــ تم آرام سے اپنا کام کرو۔"

"ایسا تو کوئی کام نہیں۔ چند نوٹس لینے تھے، وہ لے چکا ہوں۔ تم بیٹھو، گپ شپ" سعید نے آفری جسے انس نے اپنی طرف سے بہت ظالمانہ انداز میں ریجیکٹ کر دیا۔

"اچھا ہے نا ـــــ اکیلے بیٹھو گے تو احساس ہوگا کہ کیسا سنہری موقع ہاتھ سے گنوا بیٹھے ہو صرف اپنی نادانی سے۔ ورنہ ایک آدھ ماہ میں یہ تنہائی ختم ہو گئی ہوتی۔"

سعید کو اس کے بددعائیہ انداز پر بے ساختہ ہنسی آ گئی تھی۔

"شادی نہ ہوئی "اینڈ آف دی ڈے" ہو گیا۔ اور کچھ تو جیسے ہے ہی نہیں زندگی میں کرنے کو۔"

"اچھا جی ـــــ تم ہی بتا دو۔ اور کیا ہوتا ہے شادی کے علاوہ؟" وہ بحث پر آمادہ نے فوراً جواب دیا۔

"پڑھائی۔"

"بس تم کتابیں چاٹتے ہوئے ہی زندگی گزار دینا۔" وہ جل کر بولا۔

اسی وقت عماد کمرے میں داخل ہوا تو سعید نے اونچی آواز میں کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے، ہر ایسے ویسے کی منگنی ہو جاتی ہے؟ ـــــ ایسی بات ہوتی تو گوارا نہ کرتا۔"

"بہت خوب ـــــ میرے پیچھے میری برائیاں۔" عماد نے اسے گھورا تھا۔ وہ بے ہاتھ ملانے لگا۔

"یہ کیا نیا شوشہ چھوڑ دیا ہے تم نے؟" عماد نے بجائے حال احوال پوچھنے کے، سیدھا تفتیش شروع کر دی تو سعید شانے جھٹکتا اپنے بستر پر نیم دراز ہوتے ہوئے دلچسپی سے بولا۔

"یوں لگ رہا ہے جیسے تم لوگ شام کے اخبار پڑھ کر آئے ہو۔ کیا بہت سنسنی خیز خبر ہے کوئی؟"

اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے عماد پسلیوں پر ہاتھ جمائے لڑاکا عورتوں کی طرح کھڑا گھورتا رہا تو وہ ہنس دیا۔

"اسے سمجھتے ہیں ناشکرا پن۔" عماد نے ڈھیلے پڑتے ہوئے شکایتی انداز میں انس سے کہا تو وہ ناصف سے بولا۔

"یہ شخص جذباتیت کا شکار ہو کر ایسی حرکت کر رہا ہے، اور کچھ نہیں۔ حنا کا اعتراض گھر میں کوئی گنتی میں نہیں لایا تھا۔"

"گھر جاتے ہی مجھے اس "انہونی" کا پتہ چلا تو میں سیدھا ادھر بھاگا ہوں۔" عماد اس انداز میں اس کے مقابل بیٹھا جیسے اب تمام صورت حال جان لینے کا متمنی ہو۔

"یعنی کھانا ادھر ہی کھاؤ گے؟" سعید نے ابرو چڑھاتے ہوئے پوچھا تو اس قدر غیر متعلق سوال پر بھنا اٹھا۔

"ہاں ـــــ اور ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد تمہارا خون پینے کی بھی طلب ہو جائے۔"

"آف ـــــ ایسا کیا کر دیا ہے میں نے یار؟ ـــــ ماموں لوگوں نے تو ایک بھی سوال نہیں کیا اور تم دونوں عدالت لگا کے بیٹھ گئے ہو۔" وہ مسکرا رہا تھا۔

"شرم کرو ـــــ سب کا دل توڑا ہے تم نے۔ اب سب کے دل میں وا ہے جائیں گے کہ شاید تم اس شادی پر راضی نہیں ہو۔" عماد نے اسے لتاڑا تھا۔

"میں نے شادی سے کسی طور پر انکار نہیں کیا ہے۔" سعید نے اسے یاد دلایا تو انس کرسی گھسیٹ کے پاس آ بیٹھا، پھر قدرے جل کر بولا۔

"ملتوی تو کر دی ہے نا۔ اور تم جیسے کیا پیش کر رہے ہو کہ ذہنی مطابقت نہیں ہے۔ یہی بات جب اٹھائی تھی تو تم نے بڑے آرام سے اسے نظر انداز کر دیا تھا۔"

"بہت سے فیصلے حالات کو دیکھ کر بھی کئے جاتے ہیں ـــــ پہلے میں نے بھی سوچا تھا کہ آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جائے گا ـــــ مگر اب میں سوچتا ہوں کہ اس رشتے کی اجنبیت دور کرنے اور سمجھنے کے لئے کچھ اور وقت ملنا چاہئے۔ اسے ہی نہیں، مجھے بھی۔" سعید نے سنجیدگی سے جواب دیا تو عماد گہری سانس بھرتا اس کے بستر پر دراز ہو گیا۔ گردن کے پاس ہاتھ باندھے حسرت آمیز انداز میں بولا۔

"کیا شاہانہ بے نیازی ہے۔ اور اگر یہی حرکت میں نے کی ہوتی تو سب سے پہلے تم ہی میری جان کو آتے۔"

"بات بہت سادہ اور سیدھی سی ہے۔ تم لوگ خواہ مخواہ اسے اتنی اہمیت دے رہے ہو۔" وہ پر مطمئن تھا۔

"ہاں بھئی ——— ہمیں کیا۔ کون سا ہمارے سہرے کے پھول کھلنے سے رہ گئے ہیں۔" آہ بھری تھی۔

"اتنی لڑکیوں سے واقفیت ہے تمہاری۔ کسی کا ہاتھ پکڑ کر مریم پھپھو کے سامنے لا کر منٹوں میں تمہارے پھول تو کیا، پورے کا پورا باغ کھلا دیں گی۔" انس نے اطمینان سے کہا۔ اسے گھورنے کے بعد وہ مایوس لہجے میں بولا۔

"بس یار! حقیقت پائی ہے میں نے۔ ایسے ہی زمانے میں محبت کا ڈھنڈورا پیٹ رکھا ہے۔ ایسی دوستیوں کی بات کرو تو نام پاس ہے یار۔"

"یہ تحقیق کر کر کے پتہ چلا ہے تمہیں؟" معید نے دلچسپی سے پوچھا تو اس نے تصحیح کی۔

"دوستیاں، محبت مجھ جیسے بندے کو یونہی نہیں ہو جاتیں۔"

"تم جیسے بندے کو یہ اچانک طور پر ہوتی ہے اور ایک ہی جھٹکے میں چاروں شانے چت ہے۔" انس نے بڑی شد و مد کے ساتھ پیش گوئی کی تو اس نے ہاتھ ہلا کر جیسے مکھی اڑائی۔

"پتہ نہیں کن لوگوں کو ہو جاتی ہے محبت۔ اور وہ بھی راہ چلتے۔ یہ تو بہت دیکھ بھال کر کیا جانے والا کام ہے۔"

"ذلیل شخص ——— محبت کو کام کہہ رہا ہے۔" انس نے اسے گھورا تھا۔

معید ان دونوں کی گفتگو سن کر مسکرا رہا تھا۔

"اے دنیا کے رو کھے پھیکے ترین انسان! تمہارا مشاہدہ کیا کہتا ہے؟" عماد نے اسے مخاطب کیا تھا۔ وہ آرام سے بولا۔

"اگر کوشش کرنے سے محبت ہونے لگے تو دنیا میں نفرت کا وجود ہی نہ رہے۔ یہ اور بات ہے انسان کے دل میں۔ اپنے آپ پھوٹتی ہے، نہ کہ کوشش کر کے کرنا پڑتی ہے۔"

"بہت اچھا۔" انس نے تالی بجا کر داد دی تھی۔

"اب بتاؤ، کیا کہتے ہو؟" عماد نے پوچھا تو وہ بولا۔

"اب یہ تو معید اور حنی کو دیکھ کر ہی اندازہ ہوگا۔ اگر ان دونوں کے درمیان اس "و غا" محبت ہو گئی تو میں سمجھوں گا کہ معید سچ کہہ رہا ہے۔"

"یہ میرا ذکر کہاں سے آ گیا بیچ میں ———؟" معید نے اسے گھورا تو وہ اسے یاد دلاتے ہوئے بولا۔

"تم شاید بھول رہے ہو، یہ تمہارا ہی پاس کردہ "قانون" ہے کہ ساتھ رہنے سے، ایک دوسرے کا خیال کرنے سے محبت ہو جاتی ہے۔"

"تو پھر کسی سے بھی شادی کر لو۔" معید نے فوراً کہا تو وہ چونک کر بولا۔

"ایسے ہی کر لوں؟ ——— نہ جان نہ پہچان۔"

"یہ لا علاج ہے۔ ڈھولک بجا کر ہی لائے گا۔ "بیوی کا مجسمہ"۔" انس نے طنزاً کہا تو وہ آستین چڑھا کر اٹھ بیٹھا۔

ان دونوں کا لمبا پروگرام دیکھ کر معید گہری سانس بھر کے رہ گیا۔

●●●●●

"مجھے تو یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی کہ آپ اس معاملے کو سیریسلی کیوں نہیں لے رہے۔ وہ تو بچہ ہے، نادانی کر رہا ہے۔" تائی جان خفا ہو رہی تھیں۔

"وہ بچہ نہیں، اس فیملی کا سب سے سمجھدار لڑکا ہے۔ اگر وہ کچھ کہتا ہے تو مضبوط جواز بھی پیش کرتا ہے۔ اس لئے مجھے اس کی بات سے انکار نہیں ہوا۔" تایا جان بہت مطمئن انداز میں ناک پر عینک ٹکائے شام کے اخبار کی سرخیاں دیکھنے لگے تو وہ جز بز ہو گئیں۔

"یہی بات پہلے بھی ہو سکتی تھی۔"

"تو کون سا شادی کے کارڈ بانٹے گئے تھے؟ ——— ڈیٹ ہی تو فکس ہونا تھی۔ نہیں ہوئی بس۔" وہ بھی اسی انداز میں گویا تھے۔ مگر انہیں تسلی نہیں ہو رہی تھی۔

"زہرہ بے چاری تو پریشان ہو رہی ہے۔ شاید معید ہی کی مرضی نہیں تھی۔" وہ بولیں تو تایا جان خیال پیش کرتے ہوئے انہیں ٹوک دیا۔

"خواہ مخواہ کے مفروضوں میں مت پڑیں۔ اس نے ایسی قطعاً کوئی بات نہیں کی۔ صرف تھوڑا سا مانگا ہے۔ اور پھر زہرہ بھابی کیوں پریشان ہیں جبکہ اس وقت ایاز بھی وہیں موجود تھا۔ ساری بات اس کی موجودگی میں ہوئی ہے۔" انہوں نے چچا جان کا حوالہ دیا تھا۔

"اب آپ نے کیا سوچا ہے؟ ——— فیصلے کا اختیار تو اس نے آپ ہی کو دیا ہے۔" انہیں کچھ بدگمانی تھی۔

"حقیقت اتنی ہے بیگم! جتنی انہیں انس کی شادی کے وقت بھی نہیں تھی۔" تایا جان نے چشمہ اتارتے ہوئے اخبار ایک سائیڈ پر رکھا اور گویا ہوئے۔

"بیگم! بات یہ ہے کہ معید کوئی بھی بات سوچے سمجھے بغیر نہیں کرتا۔ اور پھر یہ تو اس کی زندگی کا اہم فیصلہ ہے۔ یقیناً کوئی بات اس کے مدنظر ہوگی۔ تبھی وہ مہلت چاہ رہا ہے۔ اور جہاں تک ہے میرے فیصلے کی تو وہ بھی کبھار ہی مجھ سے کوئی فرمائش کرتا ہے۔ اور میں اسے قطعاً انکار نہیں کروں گا۔" انہوں نے رک کر تائی جان کے تاثرات دیکھے تو ہنس دیے۔

"ابھی ماشاء اللہ سے حال ہی میں دو شادیاں نمٹائی ہیں آپ نے، پھر بھی دل نہیں بھرا۔ کیسی باتیں کرتے ہیں؟ ——— بھلا خوشیوں سے بھی کبھی دل بھرا کرتا ہے؟" وہ ابھی بھی خفا تھیں۔ "میں نے تو تیاریاں شروع بھی کر دی تھیں شادی کی۔"

"بے فکر رہو بیگم۔ ان تیاریوں کو مدنظر رکھ کر ہی کوئی فیصلہ کریں گے جس سے سب کی تسلی ہو۔"

تایا جان نے کہا۔ وہ سر ہلا کر رہ گئیں تو وہ پھر سے بولے۔

"اب آپ سعید کی کلاس لینے مت بیٹھ جائیے گا۔ فیصلہ تو بہرحال میرا ہی ہو گا۔ اسے جو بھی کہا میں نے وہی کیا۔ اب میں جو کہوں گا اس پہ وہ ذرا بھی اعتراض نہیں کرے گا۔"

"تو آپ اسے کہہ دیجئے کہ ہو جانے دے شادی۔"

"پھر وہی بات۔" تایا جان نے مصالحانہ انداز میں کہا۔ "یہ چند ایک دن کا نہیں، پوری زندگی کا معاملہ ہے بیگم! اور پھر اگر وہ چاہتا ہے کہ وہ دونوں سوچ سمجھ کر نئی زندگی میں قدم رکھیں تو میرے نزدیک یہ اچھی بات ہے۔ دونوں ہی کو اس نئے رشتے سے مانوس ہونے کے لئے وقت ملے گا۔ ایک دوسرے کو سمجھ کر زندگی کا آغاز کریں گے تو زیادہ بہتر ہو گا۔"

"بات تو آپ کی ٹھیک ہے۔ مُنی کا مزاج ذرا سعید سے مختلف ہے۔" انہوں نے بالآخر معاملے کو مثبت انداز میں لیا تھا۔

تایا جان مسکرا دیئے۔

"ہو سکتا ہے یہی بات سعید کے پیش نظر ہو۔ اچھا ہے، اس دوران دونوں ایک دوسرے کو انڈرسٹینڈ کر لیں تو پھر ذہنی مطابقت ہوتے دیر نہیں لگے گی۔ بات تو وہ آپ کی رکھ ہی چکا ہے آپ کا بھی فرض بنتا ہے کہ اس کا ساتھ دیں۔"

"ٹھیک ہے۔"

اب کہیں جا کر ان کی تسلی ہوئی تو وہ مسکراتے ہوئے بولے۔

"شکر ہے آپ نے جذباتیت کے حصار سے نکل کر سوچا۔"

"بیٹا ہے میرا ۔۔۔ وہ بھی بہت لاڈلا۔ اس کی بہتری ہی سوچوں گی۔" وہ جتانے والے انداز میں بولیں تو وہ ہنس دیئے۔

"ہمیں بھی وہ کم عزیز نہیں ہے۔ بیٹا ہونے کے تمام تقاضے پورے کرتا ہے۔ جبھی تو دل کے زیادہ قریب محسوس ہوتا ہے۔"

●●●●●

"ہونہہ ۔۔۔ کون کہتا ہے کہ سعید حسن کو کوئی ہرا نہیں سکتا؟ ایسا ٹرمپ کارڈ کھیلا ہے کہ" مُنی کو جب سے خبر ہوئی تھی اس کی مسرت کا ٹھکانہ نہیں رہا تھا۔

اپنی بہادری پہ کتنی ہی بار وہ خود کو شاباش دے چکی تھی۔

"اب دیکھنا سعید حسن! یہ منگنی بھی کتنی آسانی سے ٹوٹ جائے گی۔" وہ خود پہ نازاں تھی۔

اور ابھی یہی خوشخبری اس نے فون پہ صبا کو سنائی تو وہ دنگ رہ گئی۔

"کیا بکواس کر رہی ہو؟ ۔۔۔ کیسے نہیں ہو رہی شادی؟ ۔۔۔ سب کچھ تو طے تھا۔ تاریخ ہی طے ہونا تھی۔"

"میں تو بس اتنا جانتی ہوں کہ جنت کے دروازے کھل گئے ہیں۔ جن میں سے زندگی بڑی

لگ رہا ہے جیسے آ کر میری روح کو تراوٹ دے رہے ہیں۔" وہ موج میں تھی اور صبا شاک میں۔

"تم ہی نے کچھ الٹا سیدھا کیا ہو گا۔"

"میں نے نہیں، تمہارے ذہین و فطین بھائی نے۔ اُف صبا! میں بہت خوش ہوں۔"

"فضول باتیں مت کرو۔ امی کہاں ہیں؟ ان سے بات کراؤ۔ مجھے تو کچھ نہیں بتایا کسی نے۔" وہ روہانسی تھی۔

"ابھی یہ بات تم کو تو سب طے ہوا ہے کہ بات فی الحال منگنی تک ہی رہے گی۔"

"مگر کیوں؟ ۔۔۔ کوئی وجہ بھی تو ہو۔" وہ پریشان تھی۔ مُنی کے ہاتھ ایک اور موقع لگا۔

"دیکھو ۔۔۔ پھر تم کہتی ہو کہ میں الٹا کام ہی کرتی ہوں۔ مگر اب کی بار تمہارے لاڈلے بھائی نے شوشہ چھوڑا ہے۔"

"میں خود بات کروں گی ان سے۔"

"اب کیا رہ گیا ہے بات کرنے کو۔ انہوں نے تایا جان اور ابو سے سارا مسئلہ ڈسکس کیا ہے۔ بات ہی ختم ہو گئی ہے۔ تم بس جلدی سے آ جاؤ۔ میں آئس کریم پارٹی دے رہی ہوں، وہ بھی اپنی ذاتی پاکٹ منی سے۔" اس نے جیسے حاتم طائی کی قبر پر لات ماری تھی۔

صبا گہری سانس لے کر رہ گئی۔

مُنی کی خوشی سے اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ واقعی خبر پکی تھی۔ فون رکھنے کے بعد اس کے دل کو اتنی بے چینی لگی کہ وہ رہ نہیں پائی تھی۔ سیدھی اپنے کمرے میں آئی جہاں سنڈے کی چھٹی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے نوفل سو رہا تھا۔ آدھا کمبل اس کے اوپر تھا اور آدھا بستر سے نیچے لٹک رہا تھا۔ وہ اوندھا لیٹا اسے بھی بے خبر تھا۔

صبا اسے ڈسٹرب کرنے کے خیال سے جھجک گئی۔

مگر دل میں مُنی کی سنائی خبر نے ایسی کھدبد لگا دی تھی کہ اسے کسی پل قرار نہیں آ رہا تھا۔

"کہیں سارا فسانہ فضولی ہی نے نہ پھیلایا ہو۔" وہ جلد از جلد خود جا کر سارا معاملہ دیکھنا، سمجھنا چاہ رہی تھی۔ بے بسی سے ہاتھ ملتے ہوئے نوفل کو دیکھنے لگی۔

"سنیے!" منمنا کر اسے آواز دی۔ مگر نوفل پہ ذرہ برابر بھی اثر نہیں ہوا۔

"اوفوہ ۔۔۔ اب ان کو جگانا ایک اور مصیبت۔" اسے کوفت ہونے لگی۔ ہمت کر کے جھک کر اور اس کا بازو تھام کر ہلایا۔ مگر ابھی بھی نتیجہ صفر تھا۔

چند لمحے کچھ سوچنے کے بعد اس نے سائیڈ ٹیبل پہ دھرا ٹائم پیس اٹھایا اور ایک منٹ بعد کا الارم سیٹ کر کے رکھ دیا۔

ذرا دیر بعد ہی الارم بج اٹھا۔

ایک، دو، تین سیکنڈ۔

وہ دم سادھے نوفل کے جاگنے کے انتظار میں تھی۔

اس کی نیند رنگ لائی۔ نوفل نے ذرا سا سر اٹھا کر ناگواری سے اس آواز کا ماخذ جاننے کی
کی تو نیند سے بھری آنکھیں سامنے کھڑی صبا پر جا پڑیں۔

"یہ صور اسرافیل کون بجا رہا ہے؟" وہ بے حد ناگواری سے پوچھ رہا تھا۔

"یہ الارم بج رہا ہے۔ ساڑھے دس بج چکے ہیں۔" صبا نے جیسے اس کی معلومات میں اضافہ
کیا تھا۔

"تو؟ ——— پہلے کبھی نہیں بجے کیا؟"

صبا نے ہاتھ میں اٹھا کر الارم بند کر دیا اور سیدھے سبھاؤ بولی۔ "دراصل یہ الارم میں نے آپ کو
جگانے کے لیے لگایا تھا۔ مجھے گھر جانا ہے۔"

لمحہ بھر اسے دیکھنے کے بعد نوفل نے سر تکیے پر ڈال دیا تو اپنی ریاضت اکارت جاتی دیکھ
کر وہ جز بز ہونے لگی۔ مگر پھر وہ کروٹ بدل کر سیدھا ہوا اور تکیہ اونچا کر کے ٹیک لگا کر نیم دراز ہو گیا۔

"خیریت تو ہے نا؟" اس کی آواز نیند سے بوجھل تھی۔

"نجمی کا فون آیا تھا۔ کچھ پرابلم تھی۔ میں نے سوچا کر چکر لگا لوں۔"

"ایسی بھی کیا سیریس؟" وہ چونکا تھا۔

"نہیں۔" صبا کہتے ہوئے رکی۔ ذہن متذبذب سا ہوا کہ نوفل کو بتانا چاہیے یا نہیں۔
مگر متوقع شادی کا ملتوی ہو جانا گھر کے "داماد" سے تو چھپ نہیں سکتا تھا اس لیے کسی اور
ذریعے علم ہونے سے بہتر تھا کہ وہ خود ہی بتا دیتی۔

"اصل میں ——— سعید بھائی اور نجمی کی شادی ——— ملتوی ہو گئی ہے۔" وہ اٹک کر بولی۔

اس کے بعد نوفل نے مزید تفصیل نہیں پوچھی۔ شاید ان کے ذاتی مسئلے کا خیال کر کے خاموش
ہو گیا تھا۔

"تیار ہو جائیں۔ میں شاور لے لوں۔" کمبل پرے کرتے ہوئے وہ بستر سے اتر گیا تو وہ
مطمئن ہو کر وارڈ روب کی طرف بڑھ گئی۔

نوفل نے گیٹ پر ہی گاڑی روک دی تو وہ استفہامیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"شاید ابھی میرا جانا ٹھیک نہ ہو۔" وہ سنجیدگی سے بولا تو صبا نے کہا۔

"آپ اس گھر سے الگ تو نہیں۔ اور پھر ایسا کوئی بڑا مسئلہ تو نہیں۔ میں تو صرف اپنی تسلی کے
لیے آئی ہوں۔ اگر خدانخواستہ کچھ بات ہوئی تو امی مجھے ضرور فون کرتیں۔" وہ پُراعتماد تھی۔ اس کی
بات سن کر نوفل نے گاڑی کے ہارن پر ہاتھ رکھ دیا۔

●●●●●

"اب تو تمہیں دلی سکون مل گیا ہو گا۔" تائی جان سے تفصیل جاننے کے بعد صبا سیدھی نجمی کے
پاس آئی تھی۔ دانت پیس کر کہا تو وہ بھولپن سے بولی۔

"تو بھلا، میں نے کیا کیا ہے؟ ——— بلکہ میں تو پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ وہ مجھ سے شادی

نہیں چاہتا۔ مگر کوئی میرا دکھڑا سن ہی کہاں رہا تھا۔"

"یہ انہی واویلوں کی نحوست ہے جو اب سعید بھائی نے تمہاری زبان بولنا شروع کر دی ہے۔"

"یہ کیا بدتمیزی ہے صبی! انکار سعید حسن نے کیا ہے، پھر بھی سارا ملبہ مجھ پر گر رہا ہے۔" وہ
ناگواری سے بولی تو صبا نے اسے خفیف سا گھورا۔

"ابھی تو وہ نوفل کے پاس بیٹھے ہیں۔ ذرا دیر میں ان سے اصلیت پوچھوں گی۔ تب پتہ چلے گا تم
کیا گل کھلاتی رہی ہو۔"

"بے شک ابھی جا کے پوچھ لو۔ میں بالکل بے خبر ہوں۔ بلکہ میں تو اب بڑے ذوق و شوق سے
شادی کی تیاریاں شروع کر رہی تھی۔ ہائے، میرے شاپنگ پلانز ——— میں سعید حسن کو کبھی معاف
نہیں کروں گی۔ جگ ہنسائی کرا دی میری۔" وہ بڑی جذباتی ہو رہی تھی۔

صبا بے چارگی، حیران و پریشان اسے دیکھے گئی۔ پھر سنبھلتے ہوئے بولی۔

"پھر بھی کوئی نہ کوئی مضبوط وجہ تو ہو گی ان کے پاس۔"

"ہوں ——— اسے کہتے ہیں اقربا پروری۔ جب میں انکار کر رہی تھی تب تو کسی کو مضبوط وجہ
دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ جبکہ میں نے اتنے دلائل بھی دیئے۔ جبکہ "موصوف" ابھی منہ سے کچھ
پھوٹے بھی نہیں اور سب کو "مضبوط وجہ" کا احساس ہو گیا ہے ——— چہ خوب۔" وہ بے حد طنز سے
بولی تھی۔

"امی کہہ رہی ہیں کہ انہوں نے تمہارے ہی اعتراضات کو سامنے رکھ کر فی الحال شادی ملتوی
کرنے کا کہا ہے۔" صبا نے اس پر حقیقت آشکار کی تو وہ تیوری چڑھا کر بولی۔

"میرے کون سے اعتراضات تھے بھلا؟ ——— اپنے لاڈلے بھائی سے کہو، خبردار جو میرے
کندھے پر بندوق رکھ کر چلانے کی کوشش کی تو۔"

"تم ہی نے ذہنی مطابقت نہ ہونے کا شوشہ چھوڑا تھا۔" صبا نے یاد دلایا تو وہ تلملا اٹھی۔

"یعنی اب وہ "دوران منگنی" ذہنی مطابقت پیدا کریں گے مجھ سے؟"

"اچھا ہے نا ——— تمہاری دلی آرزو پوری ہو جائے گی۔" اب کی بار صبا نے بھی اسے چڑایا تھا۔

"میں نے کبھی ایسی فضولیات نہیں پالیں۔ میں تو شروع سے اس پروپوزل ہی کے خلاف تھی۔
اور اب اگر وہ سوچ رہے ہیں کہ اس طرح کچھ بہتری پیدا ہو گی تو غلط سوچ رہے ہیں۔ کیونکہ میں
سعید حسن کو اس انداز میں سوچ ہی نہیں سکتی۔"

صبا گہری سانس بھرتی اٹھ گئی۔ پھر سنجیدگی سے بولی۔

"یہ تو اب ابو ہی بتائیں گے کہ کیا فیصلہ ہوا ہے۔ سعید بھائی نے تو صرف ریٹ دائر کی ہے۔
بحال یا منسوخ کرنے کا اختیار تو ابو کے پاس ہے۔"

"میری تو زبان بند ہے۔ پہلے بھی کسی نے میری نہیں سنی، اب بھی میں کچھ نہیں بولوں گی۔" نجمی
نے آرام سے کہا۔ اسے خوشی تھی کہ اس کا ٹرمپ کارڈ بیکار نہیں گیا تھا۔

سعید حسن اس کے کسی انتہائی اقدام سے ڈر کر شادی ملتوی کر دے گا، یہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ مگر سعید کے اس اقدام نے جہاں اسے مسرت بخشی، وہیں اس سے اور متنفر بھی کیا۔

"کتنے آرام سے کہا تھا کہ میں اپنی ماں کے سامنے انکار نہیں کر سکتا۔ سب مجھے ذلیل کرنا، اپنے سامنے جھکانے کی چال تھی۔ اب جا کے سیدھا ابا جان کے سامنے انکار کر دیا جن سے زمانہ ڈرتا ہے۔"

بہر حال اب وہ سعید حسن نامی "خطرہ" ٹل جانے سے بے حد مطمئن تھی۔ مگر تائی جان کو کم ممکن نہیں تھا۔ تایا جان سے تو وہ زیادہ بحث نہیں کر پائیں مگر سعید سے سخت خفا تھیں۔ خود کل سے بھی ان سے کترا رہا تھا۔ تبھی انہوں نے ایمرجنسی کال پہ مریم پھپھو کو بلا لیا۔

وہ دونوں بھائیوں کی لاڈلی تھیں اور اکثر اپنی ہی منوا کر چھوڑتی تھیں۔ انہیں بھروسہ تھا کہ وہ شادی کو ملتوی ہونے سے رکوا سکتی ہیں۔

رات کے کھانے کے بعد سے وہ تایا جان اور چچا جان کے ساتھ کمرے میں گھسی ہوئی جانے مذاکرات کر رہی تھیں۔

"اللہ کرے، ابو جان اپنے فیصلے سے ایک انچ نہ ہلیں اور یہ شادی ملتوی نہ ہو۔ میں نے تو کی تیاری بھی اچھے طریقے سے نہیں کی۔ خیال تھا، شادی کا بہانہ کر دوں گی۔"

حرا کی اپنی ہی مجبوری تھی۔

"ایسے لولے لنگڑے بہانے لوگ اپنی شادیوں پہ لگاتے ہیں۔" وجدان نے لقمہ دیا تھا۔ اسے گھور کر رہ گئی۔

"کچھ بھی نہیں ہوگا ——— یونہی ذرا سی بات کا بتنگڑ بنا رکھا ہے سب نے۔" صبا نے تسلی آمیز لہجے میں کہا۔ نوفل جاتے ہوئے اسے سینیں چھوڑ گیا تھا۔

مریم پھپھو دو گھنٹوں کے بعد کمرے سے نکلیں تو ان کا چہرہ مسکراہٹ سے جگمگا رہا تھا۔

"پھپھو! کیا رزلٹ رہا؟" انس بے تاب سا ان کی طرف بڑھا تھا۔

"شادی نہیں ہو رہی۔" وہ اطمینان سے بولیں تو لاؤنج میں داخل ہوتی ضحیٰ کا جی چاہا آگے بڑھ کر ان کا منہ چوم لے۔ مگر چونکہ تعمیں ان کا خدشہ تھا اس لیے فی الوقت اپنے جذبات پر قابو پانا بہتر لگا۔ آ کر آرام سے صبا کے ساتھ بیٹھ گئی۔

"تو پھر آپ کے آنے کا کیا فائدہ ہوا بھلا؟ یہ رزلٹ تو پہلے ہی سے معلوم تھا ہمیں۔" عماد نے خفگی دکھائی۔ سبھی کے منہ لٹک گئے تھے۔

مریم پھپھو کو ہنسی آ گئی۔

"جن کی شادی تھی وہ تو کوئی ردعمل نہیں دکھا رہے۔ تم لوگ خوامخواہ دیوانے ہو رہے ہو۔"

"یہ ساری قسمت کی باتیں ہیں۔" ضحیٰ نے سب کو سنایا تھا۔

"واقعی ——— سارا قسمت کا کھیل ہے۔ تبھی تو بھائی جان نے فیصلہ کیا ہے کہ اگر سعید اور ضحیٰ

یہاں شادی نہیں چاہتے تو ٹھیک ہے۔ مگر منگنی کی بجائے بہتر ہے کہ نکاح کی سنت ادا کر دی جائے۔ اس کے بعد جب جی چاہے گا، رخصتی ہو جائے گی۔"

مریم پھپھو نے ڈرامائی انداز میں کلائمکس پیش کیا تو جہاں سب کی خوشی دوبالا ہوئی، وہیں ضحیٰ کی سانس تھمنے لگی۔

"ہو ہا ہا ——— اب بیٹا کرتے رہنا دونوں ڈیلی مطابقت نکاح کے بعد جھگڑے کیا کرو۔" عماد خوشی سے بولا تو ضحیٰ کا جی چاہا وہیں بیٹھی پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دے۔

بہت غیر متوقع طور پر شارجہ سے انکل عباس چلے آئے تو سبھی کی خوشی مزید بڑھ گئی اور ا خوشی کا تو کوئی ٹھکانہ ہی نہیں تھا۔ اس کی یوں بھی باپ کے ساتھ بالکل ہم عمر دوستوں کی طرح تھی۔ خوش دلی اور خوش مزاجی میں عبادا تھی کا پرتو تھا اسی لئے سبھی کو ان کی پاکستان آمد کا بہت ا رہتا تھا کہ ان کے ساتھ گزرا وقت سبھی کے لئے یادگار ہوا کرتا تھا۔

صبا کا "عمر ہاؤس" میں قیام کچھ دنوں کے لئے مزید بڑھ گیا تھا۔

ابھی ابھی انکل عباس اور مریم پھپھو آئے ہوئے تھے۔ ان کے استفسار پر وہ ضحی کو ڈھونڈنے گئی تھی۔ اس کے کمرے میں پہنچی تو وہاں حرہ بیٹھی نوٹس سامنے رکھے رٹے مارنے میں مصروف تھی۔

"ضحی کہاں ہے؟"

صبا کے پوچھنے پر اس نے منہ بسور لیا۔

"ہمیں مصیبت میں ڈال کے خود ٹیرس پہ بیٹھی ہیں۔"

"اتنی ٹھنڈ میں؟ ـــــ یہ لڑکی تو نکاح بھی کینسل کروائے گی۔" صبا کوفت کا شکار ہوئی تھی۔ خیال آیا۔ "اور تمہیں کیا مسئلہ ہے؟"

"اف۔ آپی! اس فنکشن کے فوراً بعد ہمارے ٹیسٹ اسٹارٹ ہو رہے ہیں۔"

"تو کون سا فائنل ایگزیم ہیں۔ پاسنگ مارکس لے لینا۔" صبا نے اسے ریلیکس کرنا چاہا۔

"پڑھوں گی تو ہی پاسنگ مارکس آئیں گے نا۔ ہمارے ہاں تو ایسی تقریبات اللہ دے اور لے والا معاملہ ہوتا ہے۔ ایک مہینہ بھی نہیں رکھا درمیان میں۔" وہ اپنی ممکنہ کارکردگی سے کافی ا تھی۔ تب صبا نے اطمینان سے کہا۔

"تو چلو۔ فیل ہی ہونا ہے تو ذرا دھڑلے سے ہو جانا۔ اٹھو اور چل کے کچن میں بھابی کی ہ کراؤ۔ انکل اور پھپھو آئے ہوئے ہیں۔ میں ذرا ضحی کو بلا لاؤں۔"

وہ بڑی خوشی سے سب کچھ سمیٹ کر کمرے سے بھاگی تھی۔ صبا مسکرا کر سر ہلاتی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔

"اتنی ٹھنڈ میں، اس لڑکی کا تو دماغ خراب ہو گیا ہے۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی اوپر پہنچی تو اسے پسندیدہ مقام یعنی ٹیرس کی سیڑھیوں پہ بیٹھے دیکھ کر اس کے سر پہ جا کھڑی ہوئی۔

م

"اتنی سردی میں تو بندے کا دماغ بھی فریز ہو جاتا ہے۔ تم کیا سوچ رہی ہو؟"

وہ سیاہ شال اچھی طرح اپنے گرد لپیٹے ہوئے تھی۔ چونک کر صبا کو دیکھنے لگی۔

"کیا بات ہے؟ ـــــ کہاں کھوئی ہوئی ہو؟" صبا نے سرعت سے اس کی غائب دماغی کو محسوس کیا تھا۔

"تم یہاں کیوں آئی ہو؟" وہ سنجیدگی سے پوچھ رہی تھی۔

اس کے انداز نے صبا کو حیران کیا تھا مگر قصداً مسکرا کر بولی۔

"نیچے پھپھو اور انکل عباس آئے ہوئے ہیں ـــــ تمہارا پوچھ رہے ہیں۔ دیکھا تو تم سے ہر جگہ غائب تھیں۔"

"پلیز آپی ـــــ میں اس وقت یہاں تنہا بیٹھنا چاہتی ہوں۔" اس نے کہا تو صبا نے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"یوں اتنی اچانک تمہیں تنہائی کی کیا ضرورت پڑ گئی ہے؟"

"اب کیا میں اپنی مرضی سے اٹھ بیٹھ بھی نہیں سکتی ہوں؟" وہ چڑ گئی تھی۔

"بالکل بھی نہیں۔ کوئی بھی ہوش مند انسان "قید تنہائی" کو پسند نہیں کرتا۔ پتہ ہے، پہلے" کالا ا "میں قیدیوں کو سخت ترین سزا کے طور پہ قید تنہائی دی جاتی تھی۔ تم نے بھلا کیا جرم کیا ہے؟"

"صبا! کیوں میرا دماغ کھا رہی ہو؟" وہ چڑچڑی ہو رہی تھی۔

"دیکھو! اس وقت میں تم سے کوئی بحث نہیں کرنا چاہتی۔ اٹھو اور نیچے چلو۔ بے وقوفوں کی طرح سردی میں بیٹھی ہو۔" صبا نے اسے ڈپٹتے ہوئے بازو سے پکڑ کر اٹھایا تھا۔

"میں نہیں جا رہی نیچے ـــــ میرا دل گھبراتا ہے۔" وہ دوبارہ سیڑھیوں پہ بیٹھ گئی تو صبا پریشان ہوئی۔ کیونکہ اب ضحی نے گھٹنوں پہ سر ٹکا کر رونا شروع کر دیا تھا۔

"ضحی! کیا ہو گیا ہے؟" وہ بوکھلا کر اس کے پاس بیٹھ گئی۔ اسے بازوؤں کے حصار میں لیا مگر وہ کچھ دیر سوں سوں کرتی رہی۔

"کیا مسئلہ ہے ضحی؟ بتاؤ تو۔"

"تم لوگوں کو کسی مسئلے سے کیا فرق پڑتا ہے؟ ـــــ تم لوگ بس اس فنکشن کو انجوائے کرو۔" وہ تلملاتے ہوئے لہجے میں بولی تو ایک پل کو اس کی شکل دیکھنے کے بعد صبا نے اطمینان سے کہا۔

"ہاں ـــــ میں تو ضرور انجوائے کروں گی۔ آخر میرے اکلوتے پیارے بھائی کی شادی ہے۔ مطلب نکاح ہے۔"

"صبا! تمہیں بالکل بھی فرق نہیں پڑتا؟" وہ تڑپ کر بولی تھی۔

"کس بات سے ضحی؟" وہ حیرت سے پوچھ رہی تھی۔

"تمہارا بھائی میرے ساتھ فراڈ کر رہا ہے۔ گیم کھیل رہا ہے۔"

"کیا بکواس ہے ضحی! تم کیا جانتی نہیں ہو سعید بھائی کو؟" صبا کو اس کی بات پسند نہیں آئی تھی۔

"وہ مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتا۔ یہ بات سب کو معلوم ہو چکی ہے۔ پھر بھی سب اس پار لگانے کے چکر میں ہیں۔ ایک بندہ جو خود تو شادی سے انکار کرتا ہے، پھر دوسروں سے دوبارہ راضی ہو جاتا ہے۔ خود سوچو وہ کوئی فراڈ ہی کرے گا نا۔"

"وہ در حقیقت تمھیں اس رشتے سے مانوس ہونے اور اسے انڈر اسٹینڈ کرنے کا موقع دے رہی تھی اور کچھ نہیں۔ تم اپنے ذہن کو فضول سوچوں سے پراگندہ مت کرو۔" صبا نے بڑے اسے سمجھایا تھا۔

مثنیٰ اور سعید کے درمیان کتنی بڑی خلیج تھی، یہ صبا کو اب اچھی طرح اندازہ ہو رہا تھا۔

"وہ بالکل سیریس تھا صبا! کل کو وہ یہ منگنی بھی ختم کر دیتا۔ یہ تو تایا جان کی وجہ سے....."

وہ کہنے لگی تھی کہ صبا نے اس کی بات کاٹ دی۔

"تو چلو کر لینے دو انھیں فراڈ۔ کھیل لینے دو گیم۔ دیکھ لیں گے ہم بھی انھیں۔" اس ساری ذمہ داری خود پر لیتے ہوئے مثنیٰ کا بازو پکڑتے ہوئے اسے اٹھایا۔ "ابھی تو فوراً نیچے چلو انکل خود اوپر چلے آئیں گے۔"

"میرا بالکل بھی دل نہیں کر رہا۔" وہ ناراضگی دکھا رہی تھی۔ مگر صبا اس کی آہ و زاری پر دھیان دیے بغیر اسے ساتھ گھسیٹتی لے گئی۔

●●●●●

وہ ساڑھے دس بجے شوٹنگ سے فارغ ہو کر گھر پہنچا تو صبا کے ساتھ صالحہ بیگم کو جاگتے پا کر حیران رہ گیا ـــــ مگر اپنی حیرت ظاہر کیے بغیر اونچی آواز میں سلام کرتا تھکے ہوئے انداز میں صوفے میں دھنس گیا۔

"اب تو کھانا لگا دوں؟ ـــــ یہ بھی آ گئے ہیں۔" وہ صالحہ بیگم سے پوچھ رہی تھی۔

نوفل بے اختیار سیدھا ہو بیٹھا۔

"ابھی تک آپ نے کھانا نہیں کھایا؟ ـــــ پھر تو میڈیسن بھی نہیں لی ہو گی۔"

"میں تمھارا انتظار کر رہی تھی۔" وہ اطمینان سے بولیں۔ مگر نوفل خوش نہیں ہوا تھا۔

"یہ تو اچھی بات نہیں ہے۔ آپ کو ٹائم پر کھانا کھا کر سو جانا چاہیے۔"

"اور تمھاری بیوی کو؟" انھوں نے فوراً پوچھا تو وہ چونک گیا۔

"کیا مطلب؟"

"اگر تم ٹائم پر آ جایا کرو تو یہ کم از کم کھانا ہی وقت پر کھا لیا کرے ـــــ لیکن تم تو اب تم نہیں آتے ہو۔" وہ طنزیہ کہہ رہی تھیں۔

"اُفوہ ماما! زمانہ بدل چکا ہے۔ اب شوہر کے انتظار میں بھوکے بیٹھے رہنا محبت کی نہیں بے وقوفی کی نشانی ہے۔" وہ لہجے کو خوشگوار بناتے ہوئے بولا تو انھوں نے ناراضگی سے کہا۔

"اور ماں جو بھوکی بیٹھی انتظار کر رہی ہے، وہ بھی بے وقوف ہے؟"

"آج لگتا ہے آپ میری کھنچائی کے موڈ میں ہیں۔" وہ مسکرا رہا تھا۔

صبا کھانا لگانے کے لیے اٹھ گئی تو صالحہ بیگم متاسفانہ انداز میں بولیں۔

"تم نے مجھے بہت مایوس کیا ہے نوفل! شادی کا مطلب محض ایک فنکشن نہیں ہوتا کہ چار دن انجوائے کرنے کے بعد آدمی پھر سے اپنی سابقہ زندگی میں گم ہو جائے۔ یہ رشتوں کا بندھن ہے اور اس میں جڑا ہر رشتہ احتیاط اور توجہ مانگتا ہے۔"

"میں نے کب کسی رشتے کی اہمیت سے انکار کیا ہے امی جان؟" وہ پیار سے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر سہلاتے ہوئے مسکرایا تو وہ بولیں۔

"انکار تو نہیں کیا مگر شاید نبھانے کا سلیقہ بھی نہیں جانتے ہو۔"

اسی اثنا میں صبا ٹرالی میں کھانا سجائے وہیں لے آئی تو انھیں بات وہیں چھوڑنا پڑی۔

نوفل اگرچہ کھانا کھا کے آیا تھا مگر صالحہ بیگم کو مزید شکایت کا موقع نہ ملے، اس لیے بہت ذوق و شوق سے کھانے کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"آج نگین کا فون آیا تھا۔ کل وہ ولیس کے ساتھ آ رہی ہے، صبا کو لینے۔ سعید کے نکاح کی ڈیٹ تو فائنل ہو ہی چکی ہے۔" صالحہ بیگم نے کہا تو وہ بے تاثر انداز میں بولا۔

"ہاں تو چلی جائیں نا۔ ویسے بھی دن تھوڑے رہ گئے ہیں۔"

"اصولاً تو تمھیں خود ساتھ جانا چاہیے۔" انھوں نے سمجھایا تو وہ فی الفور بولا۔

"ہاں، کیوں نہیں ـــــ میں لے جاؤں گا۔"

"میرا خیال تھا میں یہیں سے شرکت کر لیتی۔ بس مہندی اور نکاح ہی تو ہے۔ آپ اکیلی ہو جائیں گی۔" صبا نے کہا تو وہ بولیں۔

"تم میرے لیے پریشان نہ ہوا کرو۔ زرینہ اور اطہر ہیں نا، انھیں اندر بلا لوں گی۔"

"جی۔" صبا نے سر جھکا لیا۔ وہ نوفل کی طرف متوجہ ہوئی تھیں۔

"اور تم نوفل! اب اپنی یہ فضول مصروفیت چھوڑو اور صبا کے ساتھ جانا۔ یہ نہ ہو کہ وہاں تمھاری مصروفیت کے بہانے وہی پھر رہی ہو۔"

"بہت بہتر۔" وہ مسکرا رہا تھا۔

پھر انھیں اپنے ہاتھ سے میڈیسن کھلا کر بستر پر لٹانے کے بعد انھیں گڈ نائٹ کہتا ان کے کمرے سے نکلا تو صبا برتن سمیٹ کر کچن میں رکھنے کے بعد یقیناً بیڈ روم میں جا چکی تھی۔

وہ کمرے میں آیا تو ٹی وی آن کیے وہ بستر ٹھیک کر رہی تھی۔ نوفل سیدھا کپڑے چینج کرنے کے لیے ڈریسنگ روم میں گھس گیا۔

باہر نکلا تب بھی وہ تکیے سے ٹیک لگائے نیٹی چینل سرچنگ میں مصروف تھی۔

"مجھے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ آپ ہر بات میں ماما کو کیوں آگے رکھتی ہیں۔ جبکہ میں انھیں ہر وقت ٹینشن فری دیکھنا چاہتا ہوں۔" گھڑی اتار کر تکیے کے پاس پھینکتے ہوئے وہ تلخی سے بولا تو صبا

نے جلتی نظروں سے اسے دیکھا۔

"یہ بات آپ اپنے آپ سے پوچھیے۔ آپ ہی انہیں پیش ہونے کے مواقع فراہم کرتی رہی تھیں۔"

جواباً نوفل نے یوں سر جھٹکا جیسے اس سارے معاملے سے بے زار ہو گیا ہو۔ اور لائٹ آف بستر پر آ گیا۔

"اگر آپ مجھ سے یہ توقع کرتے ہیں کہ میں سب کے سامنے آپ کی عزت بناؤں تو پھر یہ معاملے میں بھی چوک نہ کیا کریں۔" بہت غیر متوقع طور پر صبا بول اٹھی تو اس نے ٹھہرے انداز میں پوچھا۔

"کس بات کی یقین دہانی چاہتی ہیں آپ؟"

"ہونہہ ——— یقین۔ بہت پیارا اور اجنبی سا لفظ لگتا ہے آپ کے منہ سے۔ آپ نے شاید اسی "یقین" کے سہارے کی تھی کہ آپ جو دکھائی دیتے ہیں وہی سچ ہو گا۔ مگر پھر جلد ہی آپ احساس دلا دیا کہ وہ ایک کامیاب ترین تصنع سازی تھی۔"

"آپ میری طرف سے بہت بڑی غلط فہمی کا شکار تھیں شاید......" نوفل کا لب و لہجہ [illegible] تھا مگر وہ تیزی سے اس کی بات کاٹ گئی۔

"غلط فہمی کہیے۔ جس کا میں ہی نہیں، میرے پیارے بھی شکار ہو گئے۔ آج کے دور میں سب سے بڑا دھوکا کسی پر اعتبار کرنا ہی ہے۔"

"بس کریں محترمہ! اگر میں بھی سچائی کا پردہ چاک کرنے پر آؤں تو بہت سے "پردہ نشینوں" کے نام بے نقاب ہو جائیں گے۔ مگر میں خود کو اس سطح پر لانا پسند نہیں کرتا۔" وہ بہت تلخ و ترش لہجے میں بولا تو صبا نے غصے سے کہا۔

"جس سطح پر میں آپ کو دیکھ چکی ہوں اس سے زیادہ کی مجھے خواہش بھی نہیں۔"

"اوہ اف۔" وہ بھڑک کر اٹھ بیٹھا تو صبا کا دل جیسے سکڑ سا گیا۔

"کیا چاہتی ہیں آپ مجھ سے؟ ——— جتنا میں کر رہا ہوں نا، وہی میری برداشت سے زیادہ ہے۔ اور جس دن میری برداشت بھی جواب دے گئی تو۔" سرخ ہوتی آنکھیں اس پر جما شعلہ بار لہجے میں کہتا وہ دفعتاً جبڑے بھینچ گیا تھا۔ پھر تکیہ اٹھا کر پیچھے دے مارا اور اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

صبا نے کب سے روکی سانس آزاد کی اور پھر اپنے ہاتھ پاؤں کی لرزش وہ واضح طور پر محسوس کر سکتی تھی۔

●●●●●

ادھر ڈھولک پر پہلی تھاپ پڑی اور ادھر حنی کے دل کو کسی نے مٹھی میں لے لیا۔

لاپرواہی اور بے حسی کے سارے خول جیسے ترخ گئے ہوں اور بے بسی سی بے بسی تھی کہ جیسے

بیٹھنے پر مجبور تھی۔

گڈریے کی طرح اس نے اتنی بار شیر آیا، شیر آیا کا نعرہ لگایا تھا کہ اب جبکہ واقعی شیر آ چکا تھا تو بھی اس کی آواز پر کان دھرنے کو تیار نہیں تھا۔

وہ اپنے تئیں خود کو سعید کے خلاف بہت مضبوط خیال کرتی تھی مگر آج معلوم ہوا کہ کیا ہونے جا رہا تھا۔

زوردار آواز میں دروازہ کھلنے پر وہ ہڑبڑا کر اٹھی تھی۔ تبھی کسی نے ٹیوب لائٹ آن کی تو وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھنے پر مجبور ہو گئی۔ روشنی سے تو اسے ان دنوں نفرت سی ہو رہی تھی۔

"یہ دیکھو لیڈی ڈیانا یہاں سپنوں کی دنیا سجانے بیٹھی ہے ——— نہ بھئی، ہمیں کیا مزا ہے باہر ڈھولک پیٹ رہی ہیں؟" لائبہ نے آتے ہی گولہ باری شروع کر دی تھی۔ اس کے پیچھے عائزہ اور صبا تھیں۔

"کہہ تو رہی ہوں کہ تم لوگوں کو اس کام کا معقول معاوضہ دیا جائے گا۔ پھر کس بات کی پریشانی ہے۔" صبا نے تسلی دی تو لائبہ بدک اٹھی۔

"میں بالکل نہیں کہوں گی کہ شادی کے بعد تمہارے پر نکل آتے ہیں۔ بلکہ یہ کہوں گی کہ تمہارے تو شادی سے پہلے ہی نکل آئے ہیں۔ ہمیں ہی اپنی معصومیت میں دکھائی نہیں دیے۔" لائبہ نے اس کی ناک پر چٹ کر کہا اور حنی کے پاس گر سی گئی۔

"تم یہاں کس خوشی میں گھسی ہوئی ہو؟"

"اپنے نکاح کی خوشی میں۔" صبا نے آرام سے کہا تو عائزہ کو اعتراض ہوا۔

"یہ کون سی جوگ لینے والی بات ہے۔ ہائے! جوگ تو میں لوں گی، سعید حسن جیسے ہینڈسم بندے کا نام ہو جانے کے بعد۔" اس نے آہ بھرتے ہوئے بڑی غمزدہ ایکٹنگ کی تو صبا اور لائبہ کے ایک ساتھ اس کی پشت پر پڑے تھے۔ وہ اچھل کر رہ گئی۔

"میں بڑی خوشی سے یہ ہینڈسم بندہ تمہیں دان کرنے کو تیار ہوں۔" حنی نے تڑخ کر کہا تھا۔

"یہ کیا میرے بھائی کی بعد ہانٹ لگا رکھی ہے تم لوگوں نے۔" صبا نے انہیں آنکھیں دکھائیں تو عائزہ احتجاج سے چیخنے لگی۔

"تمہارا کیا جاتا ہے؟ ——— تمہیں تو بس ایک عدد بھائی ہی چاہیے نا، چاہے کوئی بھی ہو۔"

"میری تو یہ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ سعید بھائی کے ڈر سے چھپی بیٹھی ہے یا پھر شرم کے مارے۔" لائبہ نے پرسوچ انداز میں کہا تھا۔

"میری سوچ پر زیادہ غور کرو۔" صبا نے مسکراہٹ دبائی تو حنی نے منہ پھٹ انداز میں جواب دیا۔ "مجھے کسی سے کوئی شرم نہیں آ رہی۔"

"تو پھر ذرا عقلی سوچ پر غور کرو۔" عائزہ نے دوبدو کہا تو وہ دانت پیس کر بولی۔ "کسی سے ڈرتی ہے میری جوتی۔"

"تو پھر سعید بھائی وہاں اپنے "گینگ" کے ساتھ بیٹھے وارا گیری کیوں دکھا رہے ہیں؟ ہمیں بھگا دیا کہ بغیر لیڈر کے کری ٹی کر ڈھولک ہمیں نہیں ملے گی۔ وہ لوگ ڈھولک لیے ہوئے ہیں۔ کیونکہ ان کا لیڈر بڑے طمطراق سے وہاں بیٹھا ہے۔" لائبہ نے جذباتیت کا نقشہ کھینچ کے رکھ دیا تھا۔

"انس بھائی اور عماد بھائی تو پورے لڑکے والے بنے ہوئے ہیں۔ کچھ لڑکی ڈر کے مارے اپنے کمرے میں بند ہو گئی ہے کہ کہیں وکیل صاحب کوئی دفعہ نہ لگا دیں کہ اس فنکشن میں لڑکے والوں کا پلہ بھاری رہے گا۔" عائزہ نے یہ بھی بتایا تھا۔

اسی وقت حمرہ بھی منہ پھلائے آ گئی۔

"یہ لو ہمارا آخری کھلاڑی بھی پویلین میں واپس آ گیا۔" صبا ہنسی تھی۔

"سارے کے سارے "بھانڈ" جمع ہیں وہاں۔ بھلا لڑکیوں کے فنکشن میں ان کا "فنکشن" ہے۔" حمرہ غصے میں تھی۔ ڈھولک تو ایک طرف رہی، اس سے چمچ بھی چھین لیا، بڑے شوق سے بے زبان ڈھولک پر بجا رہی تھی۔

"آپ لوگ تو آ گئیں اٹھ کے۔ مجھے فارغ کرنا کون سا مشکل کام تھا ان کے لیے تھا تھی۔

"ابھی ہم شی کو لے کر وہیں آ رہی تھیں۔" لائبہ کے کہنے پر شی نے اسے گھورا تھا۔

"اٹھ کے دفع ہو جاؤ ـــــ میں کہیں نہیں جا رہی۔"

"اُف آپی! اتنا مزہ آ رہا ہے وہاں۔ چاند نے ہر گانے کی کیا ٹانگ توڑی ہے، کمال کر کے رکھ دیا ہے۔ پچھلی شادیوں کی کسر وہ اس بار نکال رہے ہیں۔" سب کچھ بھول کر حمرہ للچایا مگر وہ یونہی بے زار بیٹھی رہی تھی۔

"حد ہوتی ہے غرور کی شی! اتنے شاندار بندے کو قابو کرنے کے بعد بھی مزاج تمہارے۔ یوں تو ہر وقت دونوں جنگ و جدل کا سماں باندھے رکھتے تھے۔ یہ تو بتاؤ کہ کب سے؟" لائبہ نے اسے گدگداتے ہوئے پوچھا تو وہ بدک اٹھی۔

"دماغ تو خراب نہیں ہوا تمہارا؟"

صبا نے بمشکل ہنسی روکی۔

"میں سمجھ سکتی ہوں۔ شاید میرے سامنے یہ اتنی راز کی بات نہ بتا سکے۔"

"شٹ اپ ـــــ!" وہ غرائی تھی۔

"واقعی یار! ـــــ کوئی تو وجہ ہو گی کہ سعید بھائی نے ہم جیسی حسیناؤں کو چھوڑ کر دوشیزہ کو دل کی راج دھانی کی رانی بنا لیا۔" عائزہ ایکٹنگ میں کمال رکھتی تھی۔

"ہے نا وجہ۔ میرے بھائی کی آئی سائٹ بہت اچھی ہے۔" صبا نے اطمینان سے کہا، گھورتی ہوئی شی سے مخاطب ہوئی۔

"اب تم آرام سے ساری کہانی بلکہ پریم کہانی سنا دو۔"

"یہ سب تم جا کر اس سے پوچھو جو خوشی سے بے حال ڈھولک کی محفل انجوائے کر رہا ہے۔"

"یہ کیسے ہوتے ہو پر؟" لائبہ نے بڑے متفکرانہ انداز میں سوال اٹھایا تھا۔

"شی میر کے ہوتے ہو۔" صبا نے بے اختیار کہا۔ جواب میں وہ کوئی کڑوا سا جواب دینے ہی لگی تھی اسی وقت بیچ لڑکوں کی پوری فوج بلا اجازت اس کے کمرے میں آ دھمکی۔

"ہیلو گرلز والو!" عماد نے ڈھولک پر تھاپ لگاتے ہوئے نعرہ لگایا۔ جبکہ شی اب سارا غصہ اور دیے اپنی جان بچانے کی فکر میں تھی۔

"کیوں بھئی ـــــ اتنا ہی دم تھا کہ دم دبا کے وہاں سے بھاگ لیں ساری؟" چاند مذاق اڑا رہا تھا۔

"جی نہیں ـــــ ہم تو بھائی کو وہاں چھوڑ کے آئی تھیں۔" لائبہ نے اپنی عزت رکھنی چاہی۔

"واہ واہ! کتنی مخلص پارٹی چھوڑ کے آئی تھیں۔ ہمارے ایک گانے کی مار نہیں سہہ پائیں محترمہ۔ بھائی کے طور پر ہم سب کے لیے چائے بنا رہی ہیں۔" انس نے مزے سے بتایا تھا۔

"اگر آپ لوگ بھانڈ، میراثیوں کے انداز چھوڑ کر شرافت کے ساتھ گانا گائیں تب دیکھتے ہم کیسے میدان چھوڑنے پر مجبور کرتی ہیں۔" عائزہ نے چمک کر کہا تو سب کا رخ بالکل توپ کے دہانے میں اس کی طرف ہوا۔

"ہم چاہے شرافت کو لے آئیں چاہے نزاکت کو۔ ہم ہر کسی کے ساتھ گا کے دکھا دیں گے۔" انس نے میدان سے جواب دیا تھا۔

پھر وہ سب کارپٹ پر دھرنا مار کر بیٹھتے ہوئے آپس میں تبادلہ خیال کرنے لگے۔

"کون سا نمبر اٹھایا تھا ہم نے بھلا؟"

"کوئی بڑا "دردیلا" سا گانا تھا۔" ابرار نے یاد دلایا۔

"ویسے جتنے مزے کے انداز میں یہ شادی ہو رہی ہے، اس میں دردیلے گانے ہی مناسب رہیں گے۔" یہ وکلا صاحب کی کھلی رائے تھی۔

"لڑکی سے پوچھو یار! ـــــ اب شادی میں اس کی اتنی رائے تو ہونی چاہیے کہ گانے ہی کم از کم اس کی پسند کے گائے جائیں۔" انس نے بڑی شرارت سے شی کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا اور ترنج وہ جھٹکے سے اکڑ گئی۔

"فضول بکواس مت کریں آپ۔ اور مجھے کیوں تنگ کر رہے ہیں آپ؟ ـــــ جا کے اپنے بھائی کو کہیں۔" غصے میں حسب عادت اس کے منہ سے الٹا سیدھا ہی نکلا تھا۔

لوں کے مختلف النوع قہقہے ابھرے۔ چاند نے معاصانہ انداز میں کہا۔

"بالکل یار! جو اس پر جچنے والی ہے، اس پر ہو تو سکتی چاہیے۔ اس وقت سعید کو ہمارے سہارے کی ضرورت ہے۔"

"صبا! ان سب سے کہو وہ یہاں سے چلے جائیں۔" ان سب کی شوخیاں عشی کے دل لے رہی تھیں۔ تنگ کر کہا تو انس دھونس جمانے والے انداز میں بولا۔

"ہم تو رونق میلہ لگانے آئے ہیں۔ ہاں تو چاند! وہ کیا گا تا تھا۔"

"ہاں یار! بہت بھلا سا گا تا تھا وہ۔" عماد نے اسے آنکھ سے اشارہ کیا اور وہ اسٹارٹ

"لڑکی تمہاری کنواری رہ جاتی
یہ مانو ہمارا احسان کر لڑکے نے ہاں کر دی"

"یہ کیا گا رہا ہے؟ — یہ تو نری زیادتی ہے۔" عائزہ نے احتجاج کیا تھا۔ مگر اس لڑکوں کی بلند و بھاری آوازیں غالب آ گئیں۔

"ہم کب ماننے والے تھے جانے کیسے مان گئے
لڑکی جادوگرنی ہے، جان گئے پہچان گئے"

عشی نے تکیہ اٹھا کے انس کو دے مارا تھا۔

"ایک لفظ بھی مزید کہا تو میں تایا جان کو بلوا لوں گی۔"

"لو انہی کا تو سارا چلایا ہوا چکر ہے۔" وہ جلا تھا۔

"تو کیا غلط کہہ رہے ہیں؟ — کہاں تو ہمارا لڑکا بے چارہ کام کے بوجھ کا مارا ہم بلکہ آزاد زندگی گزار رہا تھا۔ اب اچانک ہی اس عمر بچگان میں غرق ہونے کو راضی ہو تمہارے کالے جادو ہی کی بدولت ہے۔"

اس قدر کھلے الزام پر عشی کا خون کھول اٹھا تھا مگر مجبوری سی مجبوری۔ کچھ بول کر مجرم کہلانے والی بات تھی۔ سو دانتوں پر دانت جما کر رہ گئی۔

اسی وقت چچی جان نے آ کر عشی کی دوستوں کی آمد کے ساتھ ساتھ چائے تیار ہو جا بھی سنایا تو سبھی میں کھلبلی مچ گئی۔

"اب آئے گا مزہ گرما گرم مقابلے کا۔" چاند خوش ہوا تو وہ جاتے جاتے غرائی۔

"اگر کسی نے میری دوستوں کی طرف جھانکا بھی تو میں اس کا حشر کر دوں گی۔"

"ارے واہ — میں تو چائے کی بات کر رہا ہوں۔" وہ مصنوعی حیرت سے بولا تو سے بچ نکلی گئی تھی۔

"کسی کا بھلا دماغ خراب ہے تو وہ اس کی سہیلیوں کو چھیڑے گا۔ اس سے بہتر بھڑوں کو چھیڑ لے۔" پیچھے سے عماد کی ہانک ابھری تو اسے مزید غصہ آیا۔ مگر اس جھگڑے کو ٹال کر وہ واپس چلی گئی تھی۔

●●●●●

"یارا بھی وہ مصرعہ سنا تو تھا کہ "خاموش لوگ بلا کے خطیب ہوتے ہیں" مگر خاموش قدر گھنے بھی ہوتے ہیں، یہ پہلی مرتبہ آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔"

صبا اس کے کمرے میں داخل ہوئی تو بے حد محظوظ ہو رہی تھی۔

"یہ کیا، نوفل بھائی کی ایک اور خوبی کھلی ہے تم پر؟" عشی نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

"ارے کہاں — وہ معصوم تو کھلی کتاب ہیں۔" صبا اس ذکر کو بھی دھماکہ کرنے والے انداز میں بولی۔

"یہ نئی خوبی تو سعید بھائی میں دریافت ہوئی ہے۔"

"تم لوگوں پہ ابھی کھلے ہیں۔ میں ان کے گھنے پن سے بہت پہلے کی واقف ہوں۔" عشی نے ناراضی سے کہا تھا۔

"اوہو! سنو تو، بڑی حیرت انگیز بات ہے۔"

"اب کیا نکاح کے بعد وہ ہاتھی پر بیٹھ کے آ رہے ہیں یا میری رخصتی کرا کے چاند پہ جا رہے ہیں۔" وہ اکتا کر بولی۔

"ان سے بھی زیادہ حیران کن بات ہے۔"

"اب تک بھی وہ۔ پہلے ہی منگنی کے بارے سرعت کر رہا ہے میرا۔" عشی کو فطری طور پر ایک بری لگی تھی۔ صبا نے ذرا ہلکے انداز میں کہا۔

"ابھی ساری منگنی ہوا ہو جائے گی جب میں یہ بتاؤں گی کہ سعید بھائی نے تمہارے نکاح کے سوٹ کا کلر اپنی پسند سے بتایا ہے۔ مریم پھپھو نے کسی نہ کسی طرح ان سے اگلوا لیا ہے۔ بلکہ آج اپنے ساتھ لے جا کر باضابطہ پسند بھی کروائیں گی۔"

عشی نے اپنی ساعتوں پر شک کرتے ہوئے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"کس نے کہا یہ سب؟"

"دیکھا، تمہیں بھی یقین نہیں آ رہا نا۔ یہ بات سو فیصد سعید بھائی نے کی ہے۔" وہ ہنسی تھی مگر عشی چپ ہو گئی۔

"مجھے یہ چونچلے بالکل بھی پسند نہیں ہیں۔"

"اب یہ بات تو تم پھپھو کو بتانا۔"

"مگر میں اپنی پسند کا کلر لوں گی۔" وہ جلے پن سے بولی تو صبا نے اسے ٹوک دیا۔

"ہر بات میں اتنی ضد اچھی نہیں ہوتی عشی!"

"ضد کی کیا بات ہے؟ — کیا میں نے ایک بار بھی ان کی ڈریسنگ کے لئے کوئی مشورہ دیا جو وہ یوں ذاتیات میں گھسے چلے آ رہے ہیں۔"

"اچھا چلو، اٹھو تو سہی — پھپھو سے فون کر کے تم چاہے کوئی سا بھی کلر لے لینا۔" صبا اٹھ کھڑی ہوئی۔

"وہ تو میں ضرور لوں گی۔ اب شوہر پسند کا نہیں مل رہا تو اس کا یہ مطلب تھوڑی ہے کہ میں کلر بھی

اپنی پسند کا نہ لوں۔" اس نے اطمینان سے کہا۔ جبکہ صبا گڑبڑا کر سعید کو دیکھنے لگی جو پتہ نہیں کب دروازے میں آن کھڑا ہوا تھا۔

"تم تو ایسے چونک کے رہ گئی ہو۔ آنٹی خفا ہو رہی ہیں۔" وہ شاید ثمنی کی کل نخرائی سننے سے بچ رہا تھا۔

"بس ہم لوگ نکل ہی رہے ہیں۔ نگین اپنا پرس لینے گئی ہے۔" صبا نے انکھیوں سے ثمنی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ سعید کے ساتھ جانے کا سن کر جس کی پیشانی پر بل پڑ گئے تھے۔

"جلدی کرو ــــ مجھے پھر اپنے کچھ کام بھی نمٹانے ہیں۔" وہ بے عجلت کہتا واپس ہو گیا تھا۔

"ہونہہ ــــ کام نمٹانے ہیں۔ تو جا کر پہلے اپنا ضروری کام نمٹائیں۔" ثمنی اس کی نقل اتارتے ہوئے ناگواری سے بولی تو صبا نے اس کے ہاتھ پر چٹکی رسید کرتے ہوئے تادیبی انداز میں کہا۔

"فضول باتیں مت کرو۔ اور یہ سعید بھائی سے آخری سامنا ہے تمہارا۔ پھر نکاح کے روز پردہ شروع ہو جائے گا۔"

ثمنی سر جھٹک کر رہ گئی۔

"پھپھو ــــ میں اپنا ڈریس اور کلر اپنی پسند سے لوں گی۔" گاڑی میں بیٹھتے ہی وہ گویا ہو گئی تھی۔

مریم پھپھو فرنٹ سیٹ پر تھیں۔ پیچھے وہ تینوں بیٹھی تھیں۔ جس طرح وہ سعید کی موجودگی کا [illegible] کئے بغیر بولی تھی، اس پر پھپھو نے باقاعدہ مڑ کر اسے گھورا تھا۔

"مجھے میرون کلر پسند ہے۔" وہ مستزاد تو صبا اور نگین بمشکل ہنسی روک سکیں۔

"آج کل ہر لڑکی یہ کلر پہن رہی ہے ــــ تم کچھ ہٹ کر پہنو گی تو بہت اچھا لگے گا" کے تعلی انداز سے لگ رہا تھا کہ وہ اپنے لاڈلے بھانجے کی فرمائش جی جان سے پوری کرنے والی تھیں۔

ثمنی اپنی جگہ پہلو بدل کے رہ گئی۔

پہلے ہی موقع پر اتنی بڑی شکست اس سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ مگر مسئلہ یہ تھا کہ جہاں مریم پھپھو سے بے تکلفانہ دوستی تھی، وہیں وقت آنے پر وہ اتنی سختی اور قطعیت کا مظاہرہ کر جاتی تھیں۔ اس لئے مودبانہ، دوستانہ رویہ ملحوظ خاطر رکھنا پڑتا تھا۔

"مجھے میرون کلر پسند ہے پھپھو!"

"مگر سعید کو رسٹ کلر اچھا لگتا ہے۔" وہ اطمینان سے بولیں تو وہ چپ کی چپ رہ گئی۔

نگین کا شرارتی سا ٹھوکا اسے حواس میں لایا تھا۔

ناراضگی سے بولی۔

"تو یہ نگین لیں رسٹ کلر۔ مجھے نہیں پہننا۔"

"بھئی اب تو تمہیں یہی کلر پہننا پڑے گا۔ کیوں سعید؟" انہوں نے مسکراتے ہوئے

معروف سعید سے پوچھا تو وہ بشاشت بھرے لہجے میں بولا۔

"بالکل آنٹی! میرا فیورٹ کلر ہے یہ۔ اور پھر دلہن پسند کی نہیں مل رہی تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ کلر بھی میری پسند کا نہ ہو۔"

مریم پھپھو اس کی شرارت سمجھ کر خوب ہنسی تھیں۔

صبا کے ہونٹوں پر بھی ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ سعید نے بہت موقع پر بدلہ چکایا تھا۔ جبکہ ثمنی ناراضگی کے اظہار کے طور پر منہ پھلائے بیٹھی تھی۔

"بہت بری بات ہے سعید بھائی! ــــ یہ تو اب آپ ہماری لڑکی کو ڈرا رہے ہیں۔" نگین نے بے ساختہ ہنسی کو مسکراہٹ میں سمیٹتے ہوئے کہا تو وہ بولا۔

"کیوں بھئی، لڑکے اللہ کی مخلوق نہیں ہیں کیا؟ ــــ ان کو بھی مستقبل کے بہت سے وہم لاحق ہوں گے۔"

"اوہو ــــ یعنی آپ آل ریڈی ثمنی سے خوفزدہ ہیں۔ حیرت انگیز!" نگین نے اس کی بات لقمہ لیا تھا۔

"کر نظر سے ہر شریف شہری ڈرتا ہے۔ اس میں نیا کیا ہے؟" اس نے بہت لطیف پیرائے میں بات کی تو سب کی ہنسی پر سلگ کر ثمنی نے تند و تیز نگاہ اس پر ڈالنا چاہی تو غیر ارادی طور پر ہی نظر بیک مرر میں سعید کی مسکراتی نگاہوں سے مل گئی۔

ایک گڑبڑاہٹ کا احساس بہت سرعت سے ثمنی کو اپنی لپیٹ میں لے گیا۔ اس نے فوراً نظروں کا زاویہ بدل لیا تھا۔

"مگر تمہیں ایسے وہم پالنے کی ضرورت نہیں۔ دیکھو تو تمہاری اتنی تخریب کارانہ گفتگو کے جواب میں بے چاری ایک لفظ بھی نہیں بولی۔" پھپھو مسکرا کر کہہ رہی تھیں۔

ثمنی پہلو بدل کر رہ گئی۔ "اب یہ بے چاری۔" زہر لگتا تھا اسے یہ لفظ۔

مریم پھپھو ایک کلر پسند کرانے کے لئے سعید کو ساتھ لائی تھیں مگر پتہ نہیں کون کون سی چیزوں کے لئے اسے لئے پھریں۔ اور ثمنی کی بجائے ہر شے پر اس کی پسند کا ٹھپہ لگوایا۔ ثمنی نے ہر اس شے کو سمجھوتہ کر لیا جو اس کے لئے سعید کی ذاتی پسند کی روشنی میں خریدی گئی تھی۔

"اور یہ سب چیزیں مجھے کبھی بھی استعمال میں نہیں لانی ہیں۔" وہ بہت قطعیت سے سوچ رہی

"آنٹی! اب بس پلیز۔" کلر میں اپنی چوائس بتانے تک سعید بھی بوکھلا چکا تھا۔ ان کے پُرزور اصرار کا احترام کرتے ہوئے ساتھ تو آ گیا تھا مگر خواتین کی شاپنگ اتنی دردسر ہو گی یہ اس کے گمان میں نہیں تھا۔

"اوہ! اب رہ کیا گیا ہے بیٹے۔ جہاں کلر پسند کر لیا وہیں ڈریس بھی بتا دو، کون سا اسٹائل لیں۔"

پھر کی فراغت دلانے آخر ثمنی کا دل اتنا جلایا کہ وہ گاڑی ہی میں بیٹھی رہی۔ یعنی کہ اس کی گویا

ویسی ہی نہیں تھی جس کو یہ جوڑا پہننا تھا۔ معید اپنے انکار پر ذرا نے تنگ سیٹ پر بیٹھا جانا رہا تو اسے کا خیال آ ہی گیا۔

"پھر تم ہی آ جاؤ عشی!"

"رہنے دیں۔ میری وہاں کیا ضرورت ہے۔ مگر انہوں نے بتا دیا یہ جوڑا اپنی پسند کا ہے۔" وہ جوان کے طرز عمل سے پہلے ہی سلگ رہی تھی، چیخ کر بولی تو انہوں نے اطمینان سے کہا۔

"اچھی بات ہے۔ ویسے بھی اب تمہیں پردے میں بیٹھنا چاہیے۔ یہ ابھی ساتھ لے آئے!"

وہ مٹھائیاں بھیج کر رہ گئی۔

صبا اور تمکین کی ہنسی کے ساتھ اس نے معید کی مسکراہٹ بھی اچھی طرح دیکھ لی تھی۔ مگر زیادہ دیر معید کو اپنی شرمندگی سے محظوظ ہونے کا موقع نہیں دیا تھا۔ ان لوگوں کے دور جاتے ہی سخت لہجے میں بولی۔

"تو یہ عقل مندانہ حل سوچا ہے آپ نے اس مسئلے کا؟"

"کون سا مسئلہ؟" وہ یقیناً نا سمجھی کی اداکاری کر رہا تھا۔

عشی کو غصہ آیا۔ جسے وہ زندگی اور موت کا مسئلہ بنائے بیٹھی تھی، فریق ثانی اسے ذرہ برابر اہمیت دینے کو تیار نہیں تھا۔

"اگر میں سوچوں تو میری زندگی میں آپ سے بڑا کوئی اور مسئلہ نہیں ہے۔" وہ تپ کر بولی تو معید بے ساختہ اس کی طرف گھوم گیا۔ اس کی سیاہ آنکھوں میں تمسخر تھا۔

"تو تم نے مجھے اپنا مسئلہ کیوں بنا رکھا ہے؟" وہ لمحہ بھر کو اس کی نگاہ و انداز اور اپنے لہجے پر کنفیوز ہوئی تھی، پھر غصے سے بولی۔

"آپ بات کو گھمائیں مت۔"

"میں بات کو نہیں گھما رہا۔ بلکہ یہ چکر قسمت کی طرف سے ہیں۔ اب تو تم نے دیکھ لیا کہ میں نے ابھی ابھی تمہاری مدد کرنے کی خاطر کس حد تک کوشش کی ہے۔ مگر اب قسمت نے لکھا ہے تو......"

"قسمت کو الزام مت دیں۔ میں جانتی ہوں آپ کس حد تک میری مدد کر سکتے ہیں۔" بات کاٹ کر وہ تلخی سے بولی تھی۔

"اس سے زیادہ اور میں کچھ نہیں کر سکتا۔ بڑوں کی اس حد تک نافرمانی میری سرشت میں نہیں۔" اس کا لب و لہجہ بہت متوازن تھا۔

"مجھے اس کنٹریکٹ کا حل چاہیے۔" عشی اپنی برداشت کی آخری حد پر تھی، تیکھے پن سے بولی۔ چند ثانیوں تک وہ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا، پھر سابقہ انداز میں بولا۔

"بالفرض ہم دونوں کے مابین یہ کنٹریکٹ طے پا جاتا ہے تب بھی اس بات کی کیا گارنٹی کہ عمر کاظمی تمہیں اپنا لے گا؟"

عشی کے دل کو جیسے کسی نے یکلخت ہی شکنجے میں کس دیا ہو۔ یہ شخص ہر وقت اس کے اندر جھانکتا رہتا تھا۔ اسے مات دینے کی کوشش کرتا۔ اپنے سامنے گڑگڑاتا دیکھنے کا متمنی ہے۔ اس کا جی چاہا کہ کوئی ایسا منتر پڑھے کہ یہ شخص کاظمی سے تو کیا، اس کی زندگی سے بھی غائب ہو جائے۔

مگر وائے حسرت!

ہر سوچ حقیقت کا لبادہ پہننے سے مجبور ہوتی ہے۔

"وہ قول نبھانے والوں میں سے ہے۔ اور یوں بھی یہ ہم دونوں کا مشترکہ فیصلہ ہے۔ آپ اس کی فکر مت کریں۔"

"آپ کو صرف یہ کنٹریکٹ سائن کرنا ہے۔ جس کا متن میری مرضی کا ہو گا۔" اپنے لب و لہجے کی لرزش پر وہ بمشکل قابو پا سکی تھی۔

"میں صرف تمہارے مستقبل کی طرف سے تسلی چاہتا ہوں۔ یہ نہ ہو کہ کل کو عمر کاظمی اس علیحدگی کو انکار کی وجہ بنا کر مسئلہ کھڑا کر دے۔" وہ بے تاثر انداز میں کہہ رہا تھا۔

عشی چپ ہو گئی۔

"میں کہہ رہی ہوں کہ ہر بات اس کے علم میں ہے۔ میرا کونٹیکٹ ہے اس سے۔"

"اوکے!" وہ گہری سانس بھرتا سیدھا ہو بیٹھا۔ پھر رسان سے بولا۔

"کل کو جب میں کسی کی خاطر تمہیں چھوڑنے کا فیصلہ کرتا تو شاید بہت تسلی قبول کرتا۔ اس رشتے کا بھرم بہت سے رشتے انوالو ہیں۔ مگر اب جبکہ یہ مطالبہ سراسر تمہارا ہے اور تمہیں اس پر کوئی سوال بھی نہیں تو میں آرام سے تمہارا مطالبہ پورا کر سکتا ہوں۔"

عشی کا جی چاہا کاش! اس وقت اس کے پاس ٹیپ ریکارڈر ہوتا تو وہ معید حسن کا یہ اعتراف ریکارڈ کر کے سب کے سامنے لا سکتی۔

"بہت خوب! ـــــ تو میرے اس مطالبے کے پابند نہ ہوتے ہوئے بھی آپ مجھے چھوڑ دیتے؟" وہ بے اختیار تلخی آمیز لہجے میں کہہ گئی تھی۔

ونڈ اسکرین کے پار دیکھتا معید سنجیدگی سے بولا۔

"میں نے زندگی میں فقط ایک ہی لڑکی سے شادی کا سوچا تھا......"

"وہی، جس کی تصویر آپ کے لاکر میں ہے۔" عشی نے تیز لہجے میں اس کی بات کاٹی تو وہ چند لمحوں کو چپ رہ گیا۔

"تو پھر میری زندگی برباد کرنے سے بہتر تھا کہ آپ اسی سے شادی کر لیتے۔ اس سارے ناٹک کی کیا ضرورت ہے؟ کون سا بدلہ لے رہے ہیں آپ مجھ سے؟" وہ چیخ کر رو دی تھی۔

"میں نے تمہیں بتایا نا کہ وہ بہت کرائسز میں گھری ہے۔ بڑی امی کبھی بھی میری شادی کرتیں، میں انکار نہیں کرتا۔ شاید تبھی اور شادی کی صورت میں زیادہ خرابی پیدا ہوتی۔ مگر تمہاری تو اپنی ہی لڑائی ہے۔"

"میری ایسی کوئی مجبوری نہیں ہے جس کی بناء پر میں ایسا گندا کھیل کھیلتی۔" وہ چیخی تھی۔
مگر سعید کے اطمینان میں رتی برابر بھی فرق نہیں آیا۔
"تم شاید بھول رہی ہو عمر کے انتظار کے لئے تم چار پانچ سال بیٹھنے کو تیار تھیں۔ جبکہ گھر والے تمہیں ایک سال بھی نہ بٹھاتے، سو مجھ سے شادی پر ہامی بھرنا تمہاری مجبوری تھی۔ اب عمر کی ساتھ تم یہ کنٹریکٹ بازی تو نہیں کر سکتی تھیں۔"
چند لمحوں کے لئے وہ جیسے اپنی قوت گویائی کھو بیٹھی تھی۔
کیا تھا یہ شخص!
اس قدر شاطر ——— بنا چال چلے ہی مات اس کا مقدر بنا رہا تھا۔
"ہو سکتا ہے جب تک عمر کا انتظار کرو تب تک میرے لئے بھی حالات سازگار ہو جائیں فائدہ تو دونوں ہی کا ہے۔ ایک دوسرے کو الزام دینے سے کیا حاصل۔ میں اس کنٹریکٹ کے لئے تیار ہوں۔" اس کا لب و لہجہ بہت متوازن تھا۔
تحنی کے دل میں یکایک خالی پن سا بھرنے لگا۔ اس نے خود کو صفر ہوتے محسوس کیا تھا اور کیفیت کی تکلیف صرف وہ شخص ہی جان سکتا تھا جس نے زندگی میں اپنی ذات کو آخری صدمہ ہوتا محسوس کیا ہو۔ وہ جو اسے تکلیف دینے کا سوچ رہی تھی، خود ہی تکلیف کا شکار ہونے لگی۔ کہ ہو خون کا رشتہ تو تھا اس کے ساتھ۔ لیکن وہ تو کسی بھی بات کا لحاظ نہیں کر رہا تھا۔
بہت سے الفاظ اندر سر پٹختے رہ گئے مگر وہ جیسے قوت گویائی ہی کھو بیٹھی تھی۔ اس کا اندر صدمے سے تھا۔ تحنی وہ اس کے نزدیک اس قدر ارزاں تھی کہ وہ آسانی سے اسے اپنے مقصد کے لئے استعمال کر سکتا تھا۔ کسی بھی احساس یا رشتے کا پاس رکھے بنا۔
اور کچھ بھی ہو مگر تحنی کو سعید حسن کے اس روپ نے ذرہ بھر بھی خوشی نہیں دی تھی۔

●●●●●

ویسے تو شاید لڑکوں کا گروپ اس پورے فنکشن پر اپنا ہی قبضہ جمائے رکھتا اگر لڑکیوں کو گھر کے دوستوں کا ساتھ نہ مل جاتا۔ خصوصاً سعدیہ اور بیٹش نے لائبہ اور عائزہ کا خاصا ساتھ دیا تھا۔ عائزہ کا جوش صرف تالیاں پیٹنے کی حد تک ہی تھا۔
آج ڈھولک کا آخری دن تھا اور اگلے روز مایوں مہندی کی رسم رکھی گئی تھی۔
"پہلے چائے پی لی جائے تاکہ سب میں انتہائی جوش و جذبہ سرگرم ہو جائے۔" عماد نے آفر کی تھی۔
صالحہ بیگم بھی اوپیہ اور زرینہ بیگم کے ساتھ آج موجود تھیں اور ان سب کی خوشیوں سے محظوظ ہو رہی تھیں۔ میر ہاؤس کی رونقیں انہیں بہت بھائی تھیں۔
وہیں نوفل کی موجودگی اور اس کے موڈ میں خوشگوار تبدیلی نے صبا کو بھی مطمئن کر رکھا تھا۔ ایک بے نام سی سرخوشی اور سکون دل کو گھیرے ہوئے تھا جس کا ماخذ جانتے ہوئے وہ اس احساس

مصروفیت میں کھو کر ہی چشت ڈالنے کی کوشش کر رہا تھی۔
"ابھی، آج اگر تم لوگوں نے انہیں ٹھیک سے گانے نہیں دیا تو میں تم لوگوں کی لڑائی کروں گی۔" مریم پھپھو نے لڑکیوں کا ساتھ دیتے ہوئے پہلے ہی سے لڑکوں کو وارننگ دے دی تھی۔
"حالانکہ ہار تو انہیں پڑنی چاہیے۔ اپنے ایمان سے بتائیں، ایک بار بھی ٹھیک سے گایا ہے انہوں نے؟" اس نے ہنس کر کہا تو عماد وہیں بولا۔
"پھپھو اگر ہم شور شرابہ کر کے ان کا پردہ نہ رکھیں تو تنگ آ کر ماحولیات والے انہیں گرفتار کر کے لے جائیں۔"
"بہت بری بات ہے عماد!" انہوں نے مسکراہٹ چھپاتے ہوئے عماد کو ڈانٹا تھا۔
"ہاں جی! یہی بات کسی کو ابھی لگ سکتی ہے۔" چاند نے بڑا مدبرانہ انداز اپنایا تھا۔
"ابھی جب مقابلہ ہوگا تو ان سب کی بولتی بند ہو جائے گی۔" لائبہ نے کھا جانے والی نظروں سے چاند کو گھورا تو وہ بڑے اسٹائل سے مسکرا دیا۔
"بدتمیز!" وہ بے اختیار ہی نگاہ پھیر گئی تھی۔
"سب سے پہلے اس کی بتیسی اندر کرنا۔" عائزہ نے سرگوشی کی تو وہ گڑبڑا گئی۔
"میں کیوں؟"
"تمہیں دیکھ کے زیادہ خوش ہوتا ہے نا دوسں لئے۔" وہ جرسے سے بولی تو سب کے بیچ لائبہ اسے گھورنے لگی۔ نعمان جا کر اپنے کمرے میں مقید سعید کو گھسیٹ لایا تھا۔
"مقدمہ جاری ہے اور مجرم عدالت سے غائب۔ مگر کسی کو خبر ہی نہیں۔"
سبھی ان کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔
"تحنی کی تو لاٹری لگ گئی ہے۔" سعدیہ نے کمنٹ دیا تھا۔ عائزہ فوراً متوجہ ہوئی۔
"میں بھی یہی کہتی ہوں کہ سب سے نالائق لڑکی کو خاندان کی کریم مل رہی ہے۔"
"شرم کرو۔ اور نظر مت لگاؤ میرے بھائی کو۔" صبا نے آنکھیں دکھائیں۔
"انہیں تو ٹھیک ہی نظر جیسی لگتا تھی۔" عائزہ نے ایک آہ بھر کے سعید کی طرف دیکھا۔ سیاہ ٹراؤزر اور وائٹ کرتے نئی شرٹ میں ملبوس وہ رف سے حلیے میں قدرے جھینپا ہوا مگر بے حد اچھا لگ رہا تھا۔
"میرا یہاں کیا کام ہے یار!" وہ خالصتاً زنانہ محفل سے گھبرایا تھا۔
"لو جی تمہاری وجہ سے ہی تو یہ کام ہو رہا ہے۔" عماد نے اسے یاد دلایا تھا۔
"چلو بھئی ——— کس کو شوق تھا مقابلے کا، آ جاؤ میدان میں۔" چاند نے با آواز بلند لڑکیوں کو للکارا تھا۔
"جی تو چاہ رہا ہے کہ تمہیں بغیر ٹیپ آگے کر دوں۔ مگر لڑکا ذرا بے باک ہے، اس لئے۔" عائزہ نے شرارت بھری سرگوشی کی مگر اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی لائبہ کا تھپڑ اس کے شانے

کی خبر لے چکا تھا۔

عماد نے ڈھولک بڑی شرافت کے ساتھ اس کے حوالے کر دی تو لائبہ نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

"آپ لوگ کیوں نہیں بجا رہے؟"

"ہم بھی بجائیں گے۔ مگر ڈھولک نہیں بلکہ تم لوگوں کا بینڈ۔" حامد نے دوستانہ انداز میں کہا تو وہ چڑ ہو گئی۔

ان دنوں گھر میں چلتی مشاورت سے وہ بھی باخبر تھی جو اس کے اور حامد کے رشتے کو لیا رہی تھی۔

"پہلے ایک بینڈ باجہ سے تو فارغ ہو لینے دو۔" تائی جان ہنسی تھیں۔

"ہاں! وہ دن آئے تھے۔" لائبہ اسے منہ چڑا کر ڈھولک بجانے لگی۔

"تو تیرے ابا کی اونچی حویلی
تو میں ڈھونڈتا چلا آیا"

"اوئے! یہ تو ہم گانے والے تھے ـــــ ہمارا گانا ہے یہ۔" ابرار نے شور مچایا تھا۔

"آپ ابرار بھائی ہی رہیں۔ ابرار الحق بننے کی کوشش مت کریں۔" عائشہ جتائی تھی مگر کون سننے کو بیٹھا تھا۔ ایک ہفتے سے ان کے گانے سن سن کر انہوں نے اچھی خاصی پیروڈی بنا لی تھیں۔

"تو تیرے ابا کی ٹوٹی حویلی
تو میں اینٹیں ڈھونڈتا آیا
تو تیری بہنوں کی لمبی زبانیں
تو میں کھینچنے لیا آیا"

لائبہ کی ساری توجہ ڈھولک کی تھاپ بدلنے پر تھی۔ صبا کا تھاپڑ اسے گڑبڑا گیا۔

"کمینگی پر اتر رہے ہیں یہ لوگ۔" سعدیہ نے ہنسی روکتے ہوئے کہا تھا۔

"اب ہماری باری ہے عماد بھائی!" عائزہ سے بے عزتی برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

"ہاں، ہاں ـــــ گولڈ میڈل تمہارا انتظار کر رہا ہے۔" اس نے جلتی پر تیل چھڑکا تھا۔

عائزہ نے نظروں ہی نظروں میں لڑکیوں کو اشارہ دیا تھا۔

"کل ہم دولہا کے گئے شاوا
وہاں پہ بھالو دیکھے شاوا
ہم نے دولہا سے پوچھا شاوا
یہ کون ہیں تیرے شاوا
شرما کے بولے، گھبرا کے بولے

یہ بھالو نہیں ہیں، یہ بھائی ہیں میرے
دولہا کے بھائی، بھالو ہیں
ذرا زور سے بولو، بھالو ہیں"

اب لڑکوں کی شکلیں دیکھنے لائق تھیں۔ سب ہنس رہے تھے۔

"اپنی اچھی شکلیں ہماری، لے کے بھالو بنا دیا یار!" عماد نے چہرے پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے صدمے سے کہا تھا۔

"پھپھو کو آئینہ دکھا دیا۔" نگین نے کہا۔

"اس حملے کا جواب بہت ضروری ہے کیپٹن!" انس نے نگین کو گھورا تھا۔

"پاپا وہی گانا گاؤ جو رات سعید کے کمرے میں سنا رہے تھے۔" نعمان اٹھ کر ان کے پاس آیا جبکہ نوفل وہیں صوفے پہ سعید کے ساتھ بیٹھا ان لوگوں کو ایک دوسرے کی درگت بناتے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

"ہاں یار! اتنی زبردست تیاری کر رہے ہو۔" عماد کا جوش بیدار ہونے لگا۔

"سہرے اٹھنے میں تمہارا کیا کام ہے
جو ہے دلہن والا وہی تو بدنام ہے
دلہن کی بہنیں چلی دلہن کا برا حال ہے
کھیت میں بیٹھا وہ منڈی کا کیا کام ہے"

ہنسی مزاح، قہقہے، فضا اپنے عروج پر تھی۔

کتنی ہی دیر وہ لوگ یونہی لڑکیوں کو زچ کرتے رہے تھے۔ مگر ایک بھی طریقے کا گانا نہ خود گایا نہ انہیں گانے دیا۔

نوفل اپنے گھر والوں کو ڈراپ کرنے چلا گیا جبکہ انس وہیں لمبا لیٹ گیا۔

"بہت کڑا مقابلہ تھا ـــــ تھک گیا ہوں۔" اس کی ایکٹنگ پر سب کو ہنسی آ گئی۔

نگین کی دوستوں کو ڈراپ کرنے کی ذمہ داری عماد کے سر آئی جسے اس نے بخوشی قبول کیا تھا۔

"میں بھی چلوں گی ساتھ۔" رائمہ کو متذبذب دیکھ کر صبا نے تسلی دی تھی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے یار! ـــــ اچھا بھلا لانگ ڈرائیو کا موقع مل رہا تھا۔" عماد نے مصنوعی خفگی سے کہا تو اس نے معاندانہ انداز میں کہا۔

"شرم کریں عماد بھائی! بہنوں کو چھوڑنے جا رہے ہیں۔"

"تو میں نے کیا کہا، بہنوں کے ساتھ لانگ ڈرائیو پر نہیں جا سکتے کیا؟" وہ فوراً مکر گیا تھا۔ صبا مسکرا دی۔

"لگتا ہے پھپھو سے بات کرنا ہی پڑے گی۔"

"بس دھمکیاں ہی دیتی رہنا۔" وہ اسے گھورتا ہوا باہر نکل گیا تھا

کی خبر لے چکا تھا۔

عماد نے ڈھولک بڑی شرافت کے ساتھ اس کے حوالے کر دی تو لائبہ نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

"آپ لوگ کیوں نہیں بجا رہے؟"

"ہم بھی بجائیں گے۔ مگر ڈھولک نہیں بلکہ تم لوگوں کا بینڈ۔" چاند نے ذومعنی انداز میں کہا جز بز ہو گئی۔

ان دنوں گھر میں چلتی مشاورت سے وہ بھی باخبر تھی جو اس کے اور چاند کے رشتے کو لے کر رہی تھی۔

"پہلے ایک بینڈ باجے سے تو فارغ ہو لینے دو۔" تائی جان ہنسی تھیں۔

"ہاں! وہ دن آنے تھے۔" لائبہ اسے منہ چڑا کر ڈھولک بجانے لگی۔

"بنو تیرے ابا کی اونچی حویلی
بنو میں ڈھونڈتا چلا آیا"

"اوئے! یہ تو ہم گانے والے تھے —— ہمارا گانا ہے۔" ابرار نے شور مچایا تھا۔

"آپ ابرار بھائی ہی رہیں۔ ابرار الحق بننے کی کوشش مت کریں۔" عائشہ بھنائی تھی مگر کون سننے کو بیٹھا تھا۔ ایک وقفے سے ان کے گانے سن سن کر انہوں نے اچھی خاصی پیروڈی کی تھی۔

"بنو تیرے ابا کی ٹوٹی حویلی
بنو میں اینٹیں ڈھوتا آیا
بنو تیری بہنوں کی لمبی زبانیں
بنو میں قینچی لیتا آیا"

لائبہ کی ساری توجہ ڈھولک کی تھاپ بدلنے پر تھی۔ صبا کا جھانپڑ اسے گڑبڑا گیا۔

"ہمیں رگید رہے ہیں یہ لوگ۔" معصومہ نے ہنسی روکتے ہوئے کہا تھا۔

"اب ہماری باری ہے عماد بھائی!" عائزہ سے بے عزتی برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

"ہاں، ہاں —— گولڈ میڈل تمہارا انتظار کر رہا ہے۔" اس نے جلتی پہ تیل چھڑکا تھا۔

عائزہ نے نظروں ہی نظروں میں لڑکیوں کو اشارہ دیا تھا۔

"کل ہم دولہا کے گئے شاوا
دولہا پہ بھالو دیکھے شاوا
ہم نے دولہا سے پوچھا شاوا
یہ کون جیا تیرے شاوا
شرما کے بولے، گھبرا کے بولے

یہ بھالو نہیں ہیں، یہ بھائی ہیں میرے
دولہا کے بھائی، بھالو ہیں
ذرا زور سے بولو، بھالو ہیں"

اب لڑکوں کی شکلیں دیکھنے لائق تھیں۔ سب ہنس رہے تھے۔

"اتنی اچھی شکلیں ہماری، لے کے بھالو بنا دیا یار!" عماد نے چہرے پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے صدمے سے کہا تھا۔

"کبھی کبھی آئینہ دکھا دیا۔" نگینہ نے کہا۔

"اس حملے کا جواب بہت ضروری ہے لیگ!" دانش نے تحسین کو گھورا تھا۔

"یار وہی گانا گاؤ جو رات معید کے کمرے میں سنا رہے تھے۔" نعمان اٹھ کر ان کے پاس آ بیٹھا۔ نوفل وہیں صوفے پہ معید کے ساتھ بیٹھا ان لوگوں کو ایک دوسرے کی درگت بناتے دیکھ کر ہنس رہا تھا۔

"ہاں یار! اتنی زبردست چیز مس کر رہے ہو۔" عماد کا جوش بیدار ہونے لگا۔

"سہرے اگنے میں تمہارا کیا کام ہے
جو ہے دلہن والا وہی تو بدنام ہے
دلہا کی سختیں بچی دلہن کا برا حال ہے
کھیت میں بجوا دوسٹری کا کیا کام ہے"

ہنسی اخراج تھے۔ فضا اپنے عروج پر تھی۔

کتنی ہی دیر وہ لوگ یونہی لڑکیوں کو زچ کرتے رہے تھے۔ مگر ایک بھی طریقے کا گانا نہ خود گایا اور نہ انہیں گانے دیا۔

نوفل اپنے گھر والوں کو ڈراپ کرنے چلا گیا جبکہ انس وہیں لمبا لیٹ گیا۔

"بہت کڑا مقابلہ تھا —— تھک گیا ہوں۔" اس کی ایکٹنگ پہ سب کو ہنسی آ گئی۔

لڑکی کی دوستوں کو ڈراپ کرنے کی ذمہ داری عماد کے سر آئی جسے اس نے بخوشی قبول کیا تھا۔

"میں بھی چلوں گی ساتھ۔" عائزہ کو متذبذب دیکھ کر صبا نے تسلی دی تھی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے یار! —— اچھا بھلا لانگ ڈرائیو کا موقع مل رہا تھا۔" عماد نے مصنوعی خفگی سے کہا تو اس نے مسکراتے انداز میں کہا۔

"شرم کریں عماد بھائی! بہنوں کو چھوڑنے جا رہے ہیں۔"

"تو میں نے کیا کہا، بہنوں کے ساتھ لانگ ڈرائیو پہ نہیں جا سکتے کیا؟" وہ فوراً مکر گیا تھا۔ صبا مسکرا دی۔

"لگتا ہے پھپھو سے بات کرنا ہی پڑے گی۔"

"بس دھمکیاں ہی دیتی رہنا۔" وہ اسے گھورتا ہوا باہر نکل گیا تھا

"ضوفی کو بتانا ہم آئس کریم کھانے جا رہے ہیں۔" صبا نے آواز لگائی تو عماد اس کی طرف پلٹا۔

"یعنی ضوفی کا دل جلانے کے لئے میری جیب کا صفایا۔"

نوفل واپس لوٹا تو چائے کا دور چل رہا تھا۔

"یہ لیں نوفل بھائی! بہت جلنے کے لئے۔" عائزہ نے مسکراتے ہوئے چائے کا مگ اس کی طرف بڑھایا۔

"آپ کی بیگم تو آئس کریم کھانے جا چکی ہیں۔ آپ چائے ہی سے کام چلائیں۔" تمکین کی بات پر وہ چونک گیا۔ اسے فوراً ہی اندازہ ہو گیا کہ صبا کے علاوہ وہاں عماد کی کمی تھی۔ اس نے مگ ہونٹوں سے لگا لیا تو دل کی جلن جیسے کئی گنا بڑھ گئی۔

چاند گٹار کی تاروں کو چھیڑتا مدھم سروں میں گنگنانے لگا۔

"ساتھ جب سے تمہارا نہیں ہے
چاند کے پاس تارا نہیں ہے
عشق کرتا تو یہ سوچ لیتا
اس ندی کا کنارا نہیں ہے
اڑ گئی نیند آنکھوں سے کہہ کر
یہ علاقہ ہمارا نہیں ہے
دیکھ رکھی ہے میں نے یہ دنیا
پیار سے کچھ بھی پیارا نہیں ہے"

"ذرا پتہ لگاؤ کہ یہ کون سی تارا ہے جو چاند کے پاس نہیں ہے۔" تمکین نے مسکراہٹ دبائے لائبہ کے پہلو میں کہنی چبھوئی تو وہ جو ابھی تک اس کی آواز کے ٹرانس میں تھی، سٹپٹا گئی۔

"یہ اب کسی کام کی نہیں رہی۔"

لائبہ ان دونوں کو گھور کر رہ گئی۔

وہ عماد کے ساتھ ہنستی ہوئی اندر داخل ہوئی تھی۔

"بس! آج یہ طے ہو گیا ہے صبا مہر! تم میرا دل توڑنے میں ماہر ہو چکی ہو۔ ذرا سا میرا جیب کا بار لگ سکتا ہے۔ مگر نہیں۔" عماد کہہ رہا تھا۔

باتوں میں مصروف نوفل کی سماعتیں بے ساختہ ہی ان کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

"بھئی میں تو چائے نہیں پیوں گی۔ ابھی زبان پر آئس کریم کا ذائقہ تازہ ہے۔" وہ عائزہ سے کہہ رہی تھی۔ پھر آ کر نوفل کے ساتھ ہی صوفے سے ٹیک لگا کر کارپٹ پر بیٹھ گئی۔

بڑے تو سونے کے لئے جا چکے تھے۔ بس یہ لوگ ہی گپیں لگانے بیٹھے رہے تھے۔

"کبھی کبھی چائے آ جائے تو مزہ آ جائے۔" تمکین نے کہا تو صبا نے فوراً اسے ٹوک دیا۔

"اس کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں۔ اسی لئے تو میں نے بھی فورس نہیں کیا۔"

"اگر سعید بلاتا تو ضرور آتی۔ تم، ہم بھلا کس کھاتے میں ہیں؟" انس نے اونچی آواز میں کہا۔

"اچھا ہے، آدمی کو اپنی اوقات پتہ چلتی رہنی چاہئے۔" جواباً سعید نے اطمینان سے کہا تو عماد نے زور دار قہقہہ لگایا۔

"دیکھا ــــــ شادی ہوئی نہیں اور بندہ پہلے ہاتھوں سے نکل گیا ہے۔"

"اسی لئے تو آپ کی نہیں ہونے دے رہے۔ کوئی تو قابو میں رہے۔" لائبہ نے اسے چھیڑا تھا۔

"ویسے یار! غور کرو تو یہ عورتیں بڑی ڈپلومیٹک ہوتی ہیں۔ بھائی بیوی کے قابو میں نہ جائے مگر شوہر ضرور ان کے قابو میں ہو۔ چکرا کے رکھ دیا ہے انہوں نے شادی شدہ بندوں کو۔" نعمان نے انکشاف کیا تھا۔

"افسوس کہ بھابی اس وقت سونے جا چکی ہیں۔ ورنہ ضرور داد دیتیں تمہارے اس تاریخی جملے کی۔" انس نے کہا۔

"تو کیا جھوٹ ہے اس میں؟ ــــــ اپنی بیگم سے پوچھو یا پھر صبا سے۔" نعمان اپنی بات پر ڈٹا ہوا تھا۔

"ہر گھر میں ایسا نہیں ہوتا۔" تمکین نے مسکرا کر مختصرا جواب دیا تھا۔

"اگر ایسا ہوتا بھی ہے تو وہ نیچرل۔ البتہ جواب میں ساری ذمہ داری مرد پر آ جاتی ہے کہ اب وہ کیسے بیوی اور ماں بہن میں توازن برقرار رکھتا ہے۔" صبا نے کہا۔

"دیکھا، پھر ڈپلومیٹک جواب۔" عماد مسکرانے لگا۔

"اس میں کیا ڈپلومیسی تھی؟ ــــــ کیا مرد میں اتنے گٹس بھی نہیں ہوتے کہ وہ دو رشتوں کے درمیان توازن رکھ سکے۔ عورتیں بھی تو اتنے سارے رشتوں کو نبھاتی ہیں، ساتھ لے کر چلتی ہیں۔" مباحثہ کرنے والے انداز میں بولی تو انس نے کہا۔

"یہ سوال تو تمہیں سعید سے کرنا چاہئے۔ اس کا تو روزانہ ہی نئے مرد عورتوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ اسے پتہ ہو گا کہ مرد ڈپلومیٹک ہوتا ہے یا عورت؟"

سعید ان کی طرف متوجہ نہیں تھا، چونک اٹھا۔

"ہاں ــــــ کیا کہا؟"

"یہ شاید ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی سے رابطے میں ہے۔" نعمان نے معنی خیز انداز میں کہا تو سعید خجل سا ہو گیا۔ اسے پتہ تھا کہ اب سب کے بیچ اس کی درگت بننے والی تھی ورنہ اس سے پہلے تو اس نے کبھی انہیں چھیڑنے پر ہاتھ بھی دھرنے نہیں دیا تھا۔

عائزہ آ کر صبا کے ساتھ بیٹھی تو جگہ کم ہونے کی وجہ سے اسے مجبوراً نوفل کی طرف کھسکنا پڑا جو چائے کا مگ رکھ کر سیدھا ہو رہا تھا۔ پیچھے ہٹتے ہی اس طرح اسے سراپے کو خود سے بے حد قریب پایا تو لمحہ بھر کو ٹھٹک سا گیا۔ خود صبا بھی اس غیر ارادی قربت پر خجل سی تھی۔ حالانکہ سامنے ہی تمکین اور انس

بھی بیٹھے تھے۔ انہیں کوئی نوٹ نہیں کر رہا تھا تو انہیں کون کرتا۔ مگر ساری بات دل کی ہوا کر یہ دل ہی وہ نہیں تھے جو ایک ہی تال میں دھڑکتے۔ صبا کو اپنا بایاں پہلو جلتا محسوس ہو رہا تھا۔ شاہ اس کے بازو سے مسلسل بچ کر رہا تھا۔ اس نے اپنی پوری توجہ ابرار اور چاند کے ذومعنی نگاری۔ مگر پرفیوم کی دلفریب اور وحشی خوشبو اس کے ارتکاز کو منتشر کر رہی تھی۔

یہ ساتھ بیٹھا اس سے لاپرواہ اور سنگدل شخص! شاید یہ ماحول کا اثر تھا کہ اس کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوئے جا رہی تھیں۔ اسے شدت سے احساس ہو رہا تھا کہ ساتھ بیٹھا یہ شخص اپنی تمام لاتعلقی، اکتاہٹ اور سنگ دلی کے باوجود اسے بے حد عزیز ہو چکا تھا۔ جس کے بے ایمان وجود میں صرف وہ نیلی نگاہیں ہی دکھائی دیتی تھیں۔

”چلو اب اپنی اپنی پسند سے کچھ سناؤ تم لوگ۔“ نعمان نے سب کو آفر کی تھی۔

”میں تو کھری کھری سناؤں گا۔ اور وہ بھی سب شادی شدگان کو جنہیں اس بیچارے کنوارے کی رتی بھر بھی فکر نہیں ہے۔“ عماد نے سب سے پہلے ہاتھ اٹھاتے ہوئے معترضانہ انداز میں کہا اور بے ساختہ جواب دیا۔

”پیوستہ رہ شجر سے، امید بہار رکھ۔“

”کوئی شجر بچے گا تب نا۔“ وہ تلملا رہا تھا اور سب کی ہنسی۔

پھر بیت بازی شروع ہوئی تو یہ محفل دیر تک چلی۔ خصوصاً نعمان، عماد، چاند اور ابرار کے ساتھ عائزہ نے خوب مقابلہ کیا۔ جبکہ باقی سب ایک آدھ شعر تیتر کی طرح لڑکھڑا رہے تھے۔

”گفتگو میں حیا کے تالے ہیں
اور لب پہ ادا کا پہرہ ہے
لڑکیوں کو سمجھ نہ پاؤ گے
یہ سمندر بہت ہی گہرا ہے“

لائبہ نے اپنی باری آنے پہ چاند کی تمام تر شرارتوں کا حساب ایک ہی بار میں چکتا کر دیا تو وہ سر پہ ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

”چلو صبا! کوئی اچھا سا شعر ہو جائے۔“ نعمان نے فرمائش کی تو وہ مسکرا دی۔

”یہ مت پوچھو کہ کیا چیز ہے کیا ٹوٹ جاتا ہے
کسی پہ سے کسی کا جب بھروسہ ٹوٹ جاتا ہے
میرے محبوب دشمن کو میرا پیغام دے دینا
ذرا سی چوٹ سے یہ دل کا شیشہ ٹوٹ جاتا ہے“

”بڑا دردیلا شعر ہے بھئی! ———— ہضم نہیں ہوا۔“

”دو کوئی کارڈیا!“ مشورہ مفت تھا۔

”نوفل سے منسوبہ یارا شوہروں کو کبھی کبھی تو موقع ملتا ہے زبان کھولنے کا۔“ ابرار نے کہا تھا۔

اس صنف سے اپنی لاتعلقی ظاہر کر دیتا اگر تکین وہاں موجود نہ ہوتی۔ اسے شاعری سے نوفل ن کا ابھی طرح پتہ تھا۔ بجلے سے مسکرا کر وہ ٹھہرے ہوئے انداز میں گویا ہوا۔

”ہم برے ہیں اگر تو برے ہی بھلے
اچھا بننے کا کوئی ارادہ نہیں
ساتھ لکھا ہے تو ساتھ نبھ جائے گا
اب نبھانے کا کوئی بھی وعدہ نہیں“

با کا دل جیسے ایک بار رک کر پھر سے دھڑکا تھا۔ مدھم مدھم، آہستہ آہستہ بہت زیادہ ہے یہ نوفل! آئی ساف گری۔“ نعمان نے معافانہ انداز میں کہا تو وہ خفیف سا

یہ اپنی ناکامات محبت کے لئے کہہ رہے تھے نعمان بھائی! ڈونٹ وری۔“ صبا نے جانے کس کا لتا چاہا تھا۔ مسکرا کر بولی تو نوفل نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔

شعر تو شعر ہے ——— چاہے کسی کے دل کو لگے یا دماغ کو۔“

مجھے جانے دو اب یار!“ معید نے اپنی طرف سے بہت آہستگی کے ساتھ ابرار سے کہا مگر اسے تھا کہ وہ سب ہی اسے بھاگنے کے موڈ میں تھے۔

یہ دیکھو بھائی لوگ! ابھی سے دغا بازیاں شروع ہو گئی ہیں۔ اس سے پوچھو اب کون سا کیس کرتا ہے جا کر؟“

بھئی میرا پیغام معید حسن۔“ عماد نے آواز لگائی تھی۔

بکواس مت کرو۔“ وہ ہنس دیا تھا۔

ارے! کن لوگ اب۔ کبھی دانت دیکھنے اور گننے کی حسرت تھی کبھی۔“

یا تو یہ کتنی شادی کی خوشی ہے یا پھر صدمہ۔ تیسری تو کوئی بات ہو ہی نہیں سکتی۔“ ابرار نے تکین کے ساتھ کہا تو معید نے لب بھینچتے ہوئے اسے ہلکا سا گھور کر دیکھا تھا۔

شادی سے پہلے سبھی ایسے ہی بھاؤ کھاتے ہیں۔“ نعمان نے انکشاف کیا تھا۔

اور پھر بعد میں سب ہماری صبا کی طرح ہو جاتے ہیں۔ بے وفا۔“ عماد نے صبا کو کچھ یاد دلانے کی کوشش کی تو وہ اسے آنکھیں دکھانے لگی۔

یہ معید بھائی ہی کا حوصلہ ہے جو اب یہ آپ کے قابو میں ہیں۔ بلکہ نکاح میں ہیں محترمہ“ نے ہنستے ہوئے نوفل کو بتایا تھا۔

سب آپس میں مذاق میں مگن تھے اور ادھر نوفل احمد کا دل پھر سے دھڑ ادھڑ چلنے لگا تھا۔

●●●●●

ایک بار پھر سے رنگ و نور سے بھری رات ”میر ہاؤس“ کا مقدر بنی تھی۔ تمام انتظامات بہترین رنگینیاں لئی بات بات میں معید کی کمی محسوس ہو رہی تھی۔

"کیا یار! دولہا بن کے کیا انسان کسی کی ذرا سی مدد بھی نہیں کر سکتا؟" وہ چڑ کر بولا۔ تایا جان کا سختی سے آرڈر تھا کہ معید سے ایک تنکا بھی دوہرا نہ کرایا جائے۔ کم از کم تک۔ اور ادھر "میر ہاؤس" میں ایک ہنگامہ سا مچا ہوا تھا۔

"کیا مصیبت ہے یار! اگر گھر میں ایک آدھ باتھ روم اور بنا دیا جاتا تو کون سی قیامت آ جاتی۔" ہر کمرے کے ساتھ اٹیچڈ باتھ ہونے کے باوجود جب لائبہ کو کوئی بھی باتھ روم نہ ملا تو اسے "میر ہاؤس" کی غلط کنسٹرکشن کا شدت سے احساس ہوا تھا۔

"تو گھر سے نہا کے آتیں نا۔" عائزہ نے بڑی بے رخی سے جواب دیا تو وہ دانت پیس کر رہ گئی۔

"ایک ہفتہ پہلے آ رہی ہوں اور نہا کے آتی۔ تمہاری طرح سال کے سال نہاتی ہوں میں۔"

عائزہ اپنی بے ساختہ مسکراہٹ دبانے کے لیے پلٹ کر پھر سے باتھ روم کا دروازہ بجانے لگی جہاں سے عمرہ کی آمد کے کوئی آثار فی الحال تو پیدا نہیں ہو رہے تھے۔

"جو بھی کہو، یہاں تو باری میری ہے۔ لائن میں لگنا پڑے گا۔" اس نے پلٹ کر لائبہ سے کہا تو اس نے اسے بددعائیں دینا شروع کر دیں۔

"خدا کرے تم نہانے گھسو تو ٹنکی سے پانی ختم ہو جائے ــــ گیزر آف ہو جائے بجلی چلی جائے۔"

"شاباش ہے بھئی ــــ یہ کیا نثر نگاری ہو رہی ہے؟ جبکہ آج تو ترنم سے گانے کا دن ہے۔" صبا سر پر تولیہ لپیٹے رف سے حلیے میں مگر بہت فریش سی اندر داخل ہوئی تھی۔

"آج اگر مجھے کوئی باتھ روم خالی نہیں ملا تو میں شادی میں شریک نہیں ہوں گی۔ یاد رکھو لوگ۔" لائبہ سخت جذباتی ہو رہی تھی۔ دیگر کزنز تیار ہو کر باہر لان میں موجود تھیں اور اس سے قطعی برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

"اوہو! اتنا جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم میرے کمرے میں جا کر واش روم استعمال کر سکتی ہو۔" صبا نے اس کی جذباتی تقریر پر ہنسی روکتے ہوئے کہا اور سر پر سے تولیہ اتار کر سلجھاتے ہوئے بال خشک کرنے لگی۔

"اور نوفل بھائی؟" وہ متذبذب ہوئی تو صبا نے اسے اطمینان دلایا۔

"وہ تو کب کے شاور لے کر فارغ ہو چکے۔ اب انہوں نے صرف چینج کرنا ہے۔" پرواہ آزادی پا کر سرپٹ بھاگی تو دوسرے پورشن کا کوریڈور عبور کرتے ہی کسی سے اتنی زور سے ٹکرائی کہ اسے حقیقتاً دن میں تارے تو کیا، "چاند" بھی دکھائی دے گیا۔

"اگر جو دیکھ بھال کر چل لیا کرو تو اسے ٹکر کی نوبت نہ آیا کرے۔" اس کی مسکراتی ہوئی آواز میں بڑی تو جیسے گری لائبہ کے حواس قدرے ٹھکانے پر آئے تھے۔

"تم بھی اگر بدمست ہاتھی کی طرح دندناتے ہوئے نہ پھرو تو ایسے حادثات نہ ہوں۔

دیکھتی ہوئی بولی تھی۔

والی نظروں سے ــــ نے ٹکرا کر گری ہوئی تھی مگر اس نے ایک منٹ کو ... پریشان ہو گیا۔ وہ کسی ہیروئن کی طرح اس سے ٹکرا کر گری ہوئی تھی مگر اس نے ایک منٹ کو بھی اسے ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کی تھی بلکہ جلتی پہ تیل ڈالنے کی سی حرکتیں کر رہا تھا۔ ... دیکھا ہے اس کا یہ برہم سا روپ دیکھا تھا۔

... اب اٹھ جاؤ گی یا پھر کریں منگواؤں؟" وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

... چتا کر رہ گئی تھی۔

... منگوا دو اپنی کسی ہول سوتی کے لیے ــــ اور خبردار جو آئندہ کبھی مجھ سے ٹکرانے کی ... کی تو۔"

... ہونے والے ــــ!" وہ حیران ہوا تھا۔ پھر اس کا مذاق اڑاتے ہوئے بولا۔ "ایک سے ایک ... بڑی آئی ہوئی ہے باہر۔ میرا کیا دماغ خراب ہے جو ماسیوں سے اُلجھتا ٹکراتا پھروں؟"

... کیا میں تمہیں ماسی دکھائی دے رہی ہوں؟" لائبہ کا دماغ جیسے ٹھکانے لگا تھا۔ غرا کر بولی تو وہ ... بڑے بے نیاز ہو کر بولا۔

... سوری! ــــ شاید میں کچھ غلط کہہ گیا۔ آج تو باجی پیاری بھی بہت پیاری لگ رہی ہے ... کے مقابلے میں۔"

... اسے کے تو سر پہ لگی تلووں جا بجھی۔

"تو پھر جا کے دیکھو اپنی پیاری کو۔ میرا دماغ کیوں کھا رہے ہو؟" وہ پاؤں پٹختی آگے بڑھی تو ... نے اس کا ہاتھ تھام کر روک لیا۔ لائبہ نے بے اختیار اس کی طرف دیکھا جس کے ہونٹوں پر ہلکی مسکراہٹ تو تھی مگر اس میں شرارت کا شائبہ تک نہیں تھا۔

"کیا کر رہے ہو؟" وہ اس کی نظروں کے ارتکاز سے نروس ہوتے ہوئے منمنائی تھی۔ جواباً وہ ... ان سے بولا۔

"غور تو کیا تم نے کہ اپنی پیاری کو دیکھو اس لیے۔"

"اُف ــــ" لائبہ کو لگا جیسے تمام جسم اس کے چہرے پر سمٹ آیا ہو۔ وہ ایک جھٹکے سے اپنا ... اس کی گرفت سے چھڑا کر پلٹی اور پھر بھاگنے کے سے انداز میں اس نے صبا کے کمرے میں آ کر ... دم لیا تھا۔

"بدتمیز! دماغ خراب ہو گیا ہے کیا اس کا؟ کتنا بے باک ہے۔ اگر کوئی وہاں آ جاتا تو؟" اس کا ... انگ انگ بے ترتیبی سے دھڑک رہا تھا۔ اسے چاند کی اپنے لیے پسندیدگی کا اندازہ تو تھا مگر یوں ... لفظوں میں اظہار کا یہ پہلا موقع تھا۔ سو اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔ مگر ساتھ ہی ساتھ ... سب سے بڑھ کر ... احساس بھی دل و ذہن کو اپنی گرفت میں لیے ہوئے تھا کہ جو اسے پیارا تھا، ... وہ بھی اس کی پیاری تھی۔ اس سے بڑھ کر دل کی تسلی اور کیا ہو سکتی تھی۔ وہ گنگناتی ہوئی نہانے گھس گئی۔

●●●●●

اتنی سی دیر کی سوچوں اور اعصابی کشیدگی کا نتیجہ بخار کی صورت نکلا تھا اور اب صبا فکر مند سر پر کھڑی تھی۔

"بہت بے وقوف ہو تم ضوفی! کم از کم اپنی طبیعت کی خرابی سے آگاہ تو کرتیں۔ یوں عین موقع کے وقت بیمار پڑنے کی کیا تک ہے؟" وہ تھرمامیٹر سے اس کا بخار چیک کرتے ہوئے ناراضی سے کہہ رہی تھی۔

"کیا فائدہ ہوتا۔ تم سمجھتیں شاید یہ بھی کوئی ڈرامہ کر رہی ہوں میں۔" اس نے بے تاثر لہجے میں کہتے ہوئے آنکھوں پر بازو رکھ لیا تو صبا چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"میرا دماغ تمہاری طرح خراب نہیں ہے۔ بے وجہ کی ٹینشن اور فضول سوچوں کا نتیجہ ہے۔" وہ اس کی حالت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"ضروری نہیں ہے کہ جو تمہارے لئے فضول اور بے وجہ ہو، اس کی میرے نزدیک بھی اہمیت نہ ہو۔" وہ تلخ لہجے میں بولی تو صبا نے معاندانہ انداز میں کہا۔

"بہرحال ضحیٰ! اب جبکہ یہ سب ہونے جا رہا ہے تو تمہیں اپنے ذہن کو ٹینشن فری رکھنا چاہئے۔ ایک تمہاری طبیعت کی خرابی سب گھر والوں کی پریشانی کا باعث بن سکتی ہے۔"

"ٹینشن میں ذہن کو ٹینشن فری رکھنا شاید تمہیں کو آتا ہوگا۔ میں اتنی مافوق الفطرت نہیں ہوں۔" وہ چڑ کر بولی تو صبا اس کے پاس بیٹھ گئی۔

"لیکن ہماری تربیت تو ایک سے ماحول میں ہوئی ہے نا۔ ہمارے اپنے، ہمارے چاچو تو ایک ہی ہیں نا۔" نرمی سے کہا تو پتہ نہیں کیا سوچ کر اس کی آنکھیں بھر آئیں۔

"پھر بھی، تم نے ایک بار بھی میری کسی بات کا اعتبار نہیں کیا۔ اگر تم کبھی مجھے بتاؤ کہ خود نوفل بھائی تم سے اچھا سلوک نہیں کرتے تو ان کی یا خفہ پر سانئی اور اٹھنے کی بیجز سے قطع نظر تمہاری بات کو فوراً ہی تسلیم کر لوں گی۔ کیونکہ میں تمہیں اچھی طرح جانتی ہوں۔" اس نے روہانسے ہوتے لہجے میں کہا تو چند لمحوں کے لئے صبا جیسے گنگ سی ہو کر رہ گئی۔

نادانستگی میں وہ اس کے زخموں کو پھر سے تازہ کر گئی تھی۔

"اور میں بھی تمہیں بہت اچھی طرح جانتی ہوں۔ بلکہ تمہاری جذباتیت اور بے وقوفیوں کو مجھے اچھی طرح پتہ ہے کہ تمہاری کن باتوں کا مجھے اعتبار کرنا چاہئے اور کن کا نہیں۔" اس نے فی الفور خود کو سنبھالتے ہوئے قدرے بے پروائی کا تاثر دیا تھا۔ ورنہ دل تو اس کے اندر سے ایمان لے آیا تھا۔

"تو پھر دفع ہو جاؤ یہاں سے۔" وہ یکلخت ہی غصے میں آ گئی تھی۔

صبا نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"زیادہ بھابی بننے کی کوشش مت کرو۔ ورنہ مجھے بھی روایتی نند بننا پڑے گا۔"

"سب سے پہلے تو میں تمہارا یہاں آنا ہی بند کرواؤں گی۔" ضحیٰ نے دانت پیس کر کہا تو صبا ہنسی کے درمیان اسے چھیڑنے والے انداز میں بولی۔

"ہاں۔ پھر یہ بھی تبھی ہوگا جب تم سعید بھائی کو اپنی مٹھی میں کر لو گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے یہ کام تو بہت ٹائم لے گا۔ تب تک تو کافی ٹیک ہیں۔"

"اس سے پہلے کہ میں اس نکاح سے انکار کر دوں، تم اپنی شکل گم کر لو۔" ضحیٰ نے تکیہ اٹھا کر اسے مارا تھا۔

"اچھا فضول باتیں چھوڑو اور اب اٹھ جاؤ۔ کپڑے تیار پڑے ہیں۔ پہن لو۔ پھر رسم کا وقت ہو جائے گا۔ مولوی والا بھی انتظار کر رہا ہے۔" صبا نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا تو وہ ساکت سی اسے دیکھتی رہ گئی۔ صبا نے آگے بڑھ کر اس کی پیشانی چومی تھی۔

"چلو اٹھ جاؤ اب۔ اس سے پہلے کہ بڑوں کی طرف سے بلاوا آ جائے۔"

چند لمحوں تک یونہی بے تاثر انداز میں بیٹھے رہنے کے بعد وہ خاموشی سے اٹھ کر واش روم میں چلی گئی تو صبا نے بھی تشکر کی سانس بھری تھی۔ فائزہ اور حمرہ کو اس کے پاس بھیجا کر وہ تیزی سے اپنے کمرے کی جانب بڑھی تو راستے ہی میں نایاب مامان سے ٹکراؤ ہو گیا۔

"بھابی! آپ یونہی پھر رہی ہو۔ باہر لوگ آنا شروع ہو چکے ہیں۔"

"بس ابھی میں دس منٹ میں تیار ہو کر پہنچتی ہوں۔" وہ بھاگی تھی۔ جلدی جلدی کے چکر میں دیر ہوتی جا رہی تھی اور کسی کو اندازہ بھی نہیں ہو رہا تھا۔

کپڑے تبدیل کر کے اس نے جیولری پہنی تھی اور بالوں کو یونہی سمیٹ کر پیچھے کر دیا۔ حمرہ کی طرح کے سادہ سے میک اپ میں ہی آئی تھی جس کا کام شادی کے دنوں میں ان سب کو تیار کرنا تھا۔ وہ نازک سی چوڑیوں میں پاؤں پھنساتی تیزی سے باہر نکلنے کو تھی جب نوفل اندر داخل ہوا۔

"آپ ابھی تک یونہی پھر رہے ہیں؟" وہ اسے سادہ حلیے میں دیکھ کر بے ساختہ بولی تو نوفل نے شانے جھٹک کر کہا۔

"مجھے کون سا میک اپ کرنا ہے۔ کپڑے چینج ہی تو کرنے ہیں، کر لوں گا۔"

"کر لیں نا پلیز۔ اس سے پہلے کہ مجھے ابو سے ڈانٹ پڑ جائے۔" وہ الماری کھول کر نوفل کا استری شدہ سوٹ ہینگر پر سے اتارتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ پھر بے اختیاری پلٹی جیسے اچانک کچھ یاد آیا ہو۔

"ماما اور وحید وغیرہ کو لائے ہیں یا نہیں؟" وہ حد درجہ متفکر تھی۔

"انہیں کافی دیر پہلے ہی لا چکا ہوں۔ لان میں سب کے ساتھ موجود ہیں۔" نوفل نے اچٹتی سی نگاہ اس کے پُرسکون چہرے پر ڈالتے ہوئے جواب دیا اور اپنا سوٹ اس کے ہاتھوں سے لے کر پلٹ گیا۔

"ادھر سردی تو نہیں ہے نا۔ آئی مین ہیٹر وغیرہ کا انتظام؟"

"سب کھلا ہوا لان ہے۔ ایڈجسٹ ورنی۔ ہر طرف سے کور کر کے ہیٹر کا انتظام کروایا ہے

ہم نے۔ ورنہ ذاتی سردی میں کھلے آسمان کے نیچے کسی فنکشن کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" وہ اسے دیتا ہوا واش روم میں چلا گیا تھا۔

تب وہ کھلی

ارے یہ کیا—!

ایک خوشگوار احساس نے اس کی مشام جاں کو معطر کرنا شروع کر دیا تھا۔ یہ نوفل احمد تھا۔ جو کیسا روپ تھا اس کا؟ کیا کیپرو مائنڈ کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھ رہا تھا وہ؟

فی الحال اس کے پاس ان سوالوں کے جواب کھوجنے کا وقت نہیں تھا۔ سو اک خوشگوار دھن ساتھ لئے اور اپنی بقیہ تیاری مکمل کرنے کے لئے ثمرہ کے کمرے میں آ گئی جہاں بیوٹیشن سب فارغ ہو کر اسی کے انتظار میں بیٹھی تھی۔

"بس لائٹ سا میک اپ ہو اور سادہ سا ہیئر اسٹائل۔" اسے ہمیشہ ہی میک ڈاؤن کا رہتا تھا۔

بیوٹیشن اسے اسٹول پر بٹھاتی ہوئی خوش دلی سے بولی۔

"آپ بیٹھیں تو سہی—— سب کچھ آپ کے ڈریس کی مطابقت سے ہوگا۔ یا پھر جو آپ کے چہرے پر سوٹ کرے۔"

تب وہ خود کو اس کے رحم و کرم پر چھوڑ کر بیٹھ گئی۔

●●●●●

معید اور صحیٰ کی مایوں، مہندی کی رسم اکٹھے ہی کی جا رہی تھی۔ سو پہلے لڑکوں کی معیت میں سفید براق سوٹ میں ملبوس، گلے میں پیلا اور سبز چنری کا دوپٹہ لٹکائے معید کو اندر لایا گیا۔

"میرے یار! دو قدم پیچھے چلو۔ مہندی کی رسم ہو رہی ہے، نکاح کا نام نہیں لیا جا رہا۔"

وہ آگے نہیں نکلا تھا بلکہ اس پر منتش دوپٹہ تانے والے دو قدم پیچھے رہ گئے تھے۔ مگر نہیں اسے برداشت کرنا پڑا اب اتنے سارے لوگوں کی موجودگی میں کیا کہتا، جھینپ کر رہ گیا۔

"بے فکر رہو یار! نام پر پہنچا ئیں گے تمہیں۔" حماد نے تسلی دی تھی۔ تائی جان نے آگے معید کی پیشانی چومی اور پھر اس سے کئی سرخ نوٹ وار کر کام کرنے والیوں کو دیئے تھے۔ پھر باری مریم پھپھو اور چچی جان بھی آگے بڑھی تھیں۔

"پتہ نہیں کیوں، مگر آج معید کو دیکھ کر مجھے بے اختیار قربانی کا بکرا یاد آ رہا ہے۔" یہ خیال بآواز بلند خیال عماد صاحب کا تھا۔ جس کے جواب میں قہقہے پڑے تھے۔ معید بے بسی سے تکتا تھا۔

وہ ڈھول والے اندر بلائے گئے۔ پھر جو ان سب نے بھنگڑے ڈالے، وہ ماحول کو مزید بخش گئے تھے۔ حماد کے کھینچنے پر نوفل نے وہیں دونوں ہاتھ اٹھا دیئے تھے۔

"او یار! اب تو ٹی وی پر بھی آنے لگے ہو۔ گئے ہاتھوں فلموں کی پریکٹس بھی کر لو۔" حماد

چ کر کر نیکراں میں لے آیا تھا۔

وہ سب ایک ایک پل سے خوشی کشید کر رہے تھے۔

ور صبا نے آج نوفل کا ایک نیا ہی روپ دیکھا تھا۔ ان سب کے ساتھ مل کر بھنگڑا ڈالتے ہنستے ہوئے، بہت بے فکر سا انداز۔ صبا نے اسے اپنی رگوں میں دوڑتا محسوس کیا تو دل اپنی ن پر قوی گھبرا گیا۔

نوفل کی بے اعتنائی کے باوجود دل کا اس کی طرف یوں مائل ہونا اس کے لئے انتہائی پریشان کن غیر معمولی بات تھی۔ سو خوشی کے عالم میں بھی ایک فکر ہمہ وقت اس کے ہمراہ رہتا تھا جو اسے پے سے باہر ہونے نہیں دیتا تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ لوگ ذہنی مستیوں میں مگن رہے تھے۔ اس کے بعد معید کو لے جا کر بیچے اور گلاب کی لڑیوں سے سجائے گئے اسٹیج پر بٹھایا گیا۔ تائی جان نے فوراً ہی صبا کو صحیٰ کو نے کا آرڈر دیا تھا۔

"جلدی سے رسم ہو جائے تو پھر کھانا کھول دیا جائے گا۔"

وہ دیگر کزنز کے ساتھ صحیٰ کے کمرے میں آئی تو اسے دیکھ کر لحظہ بھر کو ٹھٹک گئی۔ اس کا فوٹو سیشن رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ مووی بھی بن رہی تھی اور جس قدر سوگوار اور مضمحل وہ لگ رہی تھی، اتنا ہی کر روپ بھی آیا تھا۔

"چلو بھئی—— صحیٰ کو لانے کا آرڈر آیا ہے۔" اس نے آیت الکرسی پڑھ کر صحیٰ پر پھونکتے کے بآواز بلند کہا تھا۔

وہ سب مہندی کے گیت گاتی گنگناتی اسے بڑے دوپٹے تلے اسے پنڈال میں لائی تھیں۔

معید کے تمام حواس جیسے الرٹ ہو گئے۔ مسکراتے ہوئے اس کے ہونٹ بھنچ سے گئے مگر بھرپور دنیا کی تو وہ احتراماً کھڑا ہوا تھا۔

"کمال کی! تم اپنی زندگی کا سب سے انوکھا واقعہ دیکھ پاتیں کہ وکیل صاحب تمہارے استقبال کو کھڑے ہوئے ہیں۔" عماد نے ہانک لگائی تو سب ہنسنے لگے۔

"یہ امر اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ عورت کو ایسا احترام ملتا رہنا چاہئے۔" صبا نے خوش دلی سے جواب دیتے ہوئے صحیٰ کو بٹھایا تھا۔

"مہندی کی یہ رات، مہندی کی یہ رات
آئی مہندی کی یہ رات
لائی سپنوں کی بارات
سجنیا ساجن کے ہے ساتھ
رہے ہاتھوں میں ایسے ہاتھ
گوری کرت سنگھار، گوری کرت سنگھار"

چاند اور اس کا گروپ آرکسٹرا پر شوخ نمبروں میں میوزک دے رہا تھا۔

مہندی کی رسم ہنسی مزاح کے دوران مکمل ہوئی تھی۔

حنی نے صبا کو بلایا تھا۔

"میری طبیعت خراب ہو رہی ہے۔"

صبا نے جھک کر گھونگھٹ میں سعیدہ اس کا چہرہ دیکھا تو اس کی زرد پڑتی رنگت دیکھ کر اسے اس کا یقین آ گیا۔ تمکین اور حمرہ کے ساتھ اسے کمرے میں بھجوا کر وہ صالحہ بیگم کے پاس چلی گئی۔ رسم مکمل ہو چکا تھا، سو اب وہ ان کے ساتھ ساتھ تھی۔

"تم آرام کرو۔۔۔۔۔ میں تمہارے لئے ابھی کھانا بھجواتی ہوں۔" تمکین نے کہا تو حنی نے ٹوک دیا۔

"مجھے بالکل بھی بھوک نہیں ہے۔ میں اب بس سوؤں گی۔"

"ابھی سے؟۔۔۔۔۔ ابھی تو بیٹھ کر باتیں وباتیں کریں گے مزے مزے کی۔" وہ شرارت بولی تھی۔

"مجھے کوئی مزے وزے کی باتیں نہیں سننی۔۔۔۔۔ خبردار جو کسی نے آ کر مجھے جگایا بھی تو۔" کھنچی ہوئی دوپٹہ اتار کر کرسی پر پھینکتی ہوئی کپڑے تبدیل کرنے کے ارادے سے بڑھی تو تمکین نے ٹوک دیا۔

"انہی کپڑوں میں سو جاؤ۔۔۔۔۔ اب یہ کپڑے نکاح کا جوڑا پہنتے وقت ہی چینج ہوں گے۔"

"کیا فضول رسم ہے۔ اب ان پھولوں، گوٹے والے لباس میں تو سونے سے رہی میں۔" اس کی بات رد کرتی ہوئی باتھ روم میں گھس گئی تھی۔ تمکین گہری سانس بھرتی ہوئی مسکراتی ہوئی اس کمرے سے نکل گئی۔

وہ تولیے سے چہرہ پونچھتی باتھ روم سے نکلی تو کمرے میں کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ تولیہ کرسی پر ڈالتی ہوئی تھکے تھکے سے انداز میں اپنے بستر پر گر سی گئی۔

اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ صدیوں کا سفر طے کر کے یہاں تک پہنچی ہو۔ واقعی سعید حسن اس کے مابین صدیوں ہی کا فاصلہ تو تھا۔ مگر یہ فاصلہ چند دنوں میں کیسے ختم ہو گیا؟۔۔۔۔۔ یہ کیسے ہو گئی؟۔۔۔۔۔ اسے اپنا دماغ پھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

وہ جس دلدل سے ہمیشہ بھاگتی رہی تھی، اس اجنبی پر کیا رہا تھا مقدر۔ اور آج وہ اس کی زندگی میں داخل ہو رہا تھا جس سے قابل نفرت اسے کچھ بھی نہیں لگتا تھا۔

جو کچھ عمر کاظمی نے اس کے ساتھ کیا تھا اور سعید حسن کا جو رویہ اس کے ساتھ ہمیشہ سے رہا، اس نے مردوں کو ہی عمر کے لئے کچھ زیادہ قابل اعتبار نہیں رہنے دیا تھا۔ بلکہ اب تو وہ گھر سے بھی متنفر ہو رہی تھی۔

آنکھیں موند کر گہری سانس کھینچتے ہوئے اس نے اپنے تنے ہوئے اعصاب کو پرسکون کر۔

ناکام کوشش کی تھی۔

درحقیقت آج جو کچھ بھی ہوا تھا وہ اس کی برداشت سے بہت زیادہ تھا۔ اب بھی بے بسی کا احساس بڑھا تو اس کی آنکھوں کے گوشے بھیگنے لگے۔

"میں تمہیں زندگی بھر معاف نہیں کروں گی سعید حسن! کبھی نہیں۔ اگر تم محض زندگی گزارنے کے لئے قدم اٹھاتے تو شاید میں بھی کمپرومائز کی راہ پر چل ہی پڑتی۔ مگر تم جو کھیل کھیلنے کی خاطر میرا نزول کر رہے ہو، اسے میں بہت اچھی طرح جان چکی ہوں۔" نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی سسکی نکلی تھی۔

ابھی اسی راہ پر گامزن تھی۔

اسی وقت دروازہ کھٹکھٹائے جانے کی ہلکی سی آواز اور پھر کسی نے ناب گھما کر آہستہ سے دروازہ کھولا۔ حنی نے مندی آنکھیں کھول کر دروازے کی جانب دیکھا تو سعید حسن کو پا کر وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔ اس نے ادھر ادھر ہاتھ مار کر اپنا دوپٹہ تلاش کرنے کی کوشش کی تھی مگر بیکار!

"کیوں آئے ہیں آپ یہاں؟" وہ بھیگے ہوئے لہجے میں غصے سے بولی تو اس نے اطمینان سے جواب دیا۔

"کسی کام سے آیا ہوں۔ تمہاری شکست کا مذاق اڑانے نہیں۔"

حنی تو سر تا پا جیسے ادھڑ ہی گئی۔

"آپ مجھے انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور کر رہے ہیں۔ میں نے اگر کسی کی ضد کا مان رکھا ہے تو وہ میرے گھر والے ہیں۔ مگر آپ جو کھیل میرے ساتھ کھیل رہے ہیں اس کا نتیجہ آپ ہی کو بھگتنا پڑے گا۔" اس کی رنگت جل اٹھی تھی۔ اسے سامنے پا کر تو جیسے رگوں میں خون کی بجائے لاوا دوڑنے لگا تھا۔ لہجے سے اس کا انداز جھلکا۔

"تمہیں کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ کمال معتدل انداز میں بولا تھا۔ پھر قدرے توقف کے بعد گویا ہوا۔ "لوگوں کی پرکھ کرنا سیکھو۔ ایک دم سے انتہا پر پہنچ کر فیصلے کرنا جذباتیت کی نشانی ہے، باہوش لوگ ایسے کام نہیں کیا کرتے۔۔۔۔۔"

"اور اس گھر میں باہوش صرف آپ ہی ہیں۔ میں جانتی ہوں۔" وہ تیز لہجے میں اس کی بات کاٹ گئی۔ "میں جذباتی سہی، بے وقوف سہی مگر کم از کم اپنے چہرے پر نقاب سجا کر کسی کو دھوکا تو نہیں دے رہی نا۔۔۔۔۔ آپ سے تو ہزار درجہ بہتر ہوں۔ بہت اچھے بیٹے، بہت اچھے بھائی تو بن گئے ہیں۔ مگر آپ کو یہ جاننے کی فرصت نہیں ہے کہ اس عرصے میں آپ کتنے برے انسان بن چکے ہیں۔"

پیچھے پر بازو لپیٹے وہ بہت سکون سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ اس کے خاموش ہونے پر گویا سنجیدگی انداز میں بولا۔

"اندازہ تو کافی اچھی ہے تمہاری۔ خصوصاً میرے متعلق۔"

وہ سر تا پا جیسے ادھڑ جلنے لگی تھی۔

"خدا کا شکر ہے کہ مجھے صحیح اور غلط کی کافی تمیز ہے۔"

"مگر اس کے ساتھ ساتھ تمیز کی دیگر اقسام پر بھی نظر ڈال لیتیں تو اور بہتری آ جاتی تمہ اخلاقیات میں۔"

"اب آپ جان بوجھ کر مجھے بدتمیزی کرنے پر مجبور کر رہے ہیں۔" اسے خود نہیں پتہ تھا وہ اتنی برداشت سے کیسے کام لے رہی تھی، ورنہ اب تک تو پھٹ جاتی۔

"میں تمہاری یہ امانت تمہارے حوالے کرنے آیا تھا۔" اس نے سینے پر لپیٹے بازو کھولے تو پہلی مرتبہ اس کے ہاتھ میں ایک سفید لفافہ دکھائی دیا تھا۔

"یہ کیا ہے؟" وہ الجھ کر اندازہ میں گویا ہوئی تھی۔

سعید نے لفافہ اس کی طرف بڑھا دیا۔

"پروانۂ آزادی۔"

لفافہ تھامتے ہوئے حنی کا دل پوری شدت سے دھڑک اٹھا تھا۔ اس نے بڑی بے صبری سے لفافہ کھولا تو اس میں تہہ شدہ پیپر رکھا تھا۔

بے ترتیب ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ حنی نے پیپر سیدھا کرتے ہوئے اس کا متن پڑھنے کی کوشش کی تو صدمے کا شکار ہو گئی۔ سارا پیپر بالکل خالی تھا۔ کوئی عبارت تحریر نہیں کی گئی تھی۔ البتہ آخر لائن پر دو وقفے وقفے سے سعید حسن کے تین عدد سائن جگمگا رہے تھے۔

اس نے بے حد بے یقینی سے سعید کو دیکھا۔ وہ پوری طرح اس کی طرف متوجہ تھا جیسے اس کے ردعمل کا منتظر ہو۔

حنی کو یوں لگا جیسے وہ اب اس کا تماشہ دیکھنا چاہتا ہو۔ اسی خیال سے وہ بمشکل ہی خود کو کنٹرول کر پائی تھی۔

"یہ کیا مذاق ہے؟"

"مذاق؟" وہ بڑی حیرت میں مبتلا ہوا تھا۔ پھر بڑے اطمینان سے بولا۔

"تم یہ سب ہی چاہتی تھیں ناں۔ تو میں نے کر دیا۔ اب تم اپنے کسی بھی نفع و نقصان کا ذمہ دار مجھے نہیں ٹھہرا سکتیں۔ کیونکہ تم نے جو آخری ذمہ داری میرے شانوں پر ڈالی تھی، میں اسے نبھا کر تمہارے حوالے کر چکا ہوں۔ تم اسے جیسے چاہے کیش کر سکتی ہو۔"

مگر حنی کا تو خون ہی کھول اٹھا۔

"میں نے آپ سے پورا گارڈین کا رول مانگا تھا، یہ آٹو گراف میرے کس کام کا؟" اس نے کاغذ لہرایا۔ وہ جس ثبوت کو ہاتھ میں لے کر سب پر سعید کی اصلیت واضح کرنا چاہتی تھی، وہ سعید حسن کی ہوشیاری کے باعث اس کے ہاتھ نہیں آیا تھا۔

"میرے آنے پر تم اپنی مرضی کا کوئی بھی فیصلہ کر سکتی ہو۔ میں کوئی اعتراض نہیں کروں گا۔ اور نہ ہی تم پر کسی بات کا الزام آئے گا۔ اس کاغذ پر جو چاہے تحریر کر لو، میں اس سے متفق ہوں۔" وہ جیسے

دلہ سمجھنے کے بعد پلٹ کر اس کے کمرے سے باہر چلا گیا تھا۔ جبکہ حنی بے تاثر نگاہیں اس پر سے کیے جانے ساکت بیٹھی تھی۔

●●●●●

صبح پورے گھر میں ایک ہڑبونگ سی مچی ہوئی تھی۔ ہر کسی کو اپنی تیاری کی فکر تھی۔ حالانکہ گھر ہی کا فنکشن تھا اس لئے سب بہت اطمینان سے بیدار ہوئے تھے۔ مگر پھر بھی روایتی طرح باری باری ناشتہ کرتے اور دیگر تیاریوں میں اتنا ٹائم نکل گیا کہ کسی کو بھی احساس نہیں ہوا۔ مگر چونکہ سارا انتظام میرج حال میں تھا اس لئے تایا جان جو کرنا شروع ہوئے تو دونوں پورشنز میں بھگدڑ سی مچ گئی۔

"شاباش ہے بیٹا جی! پہلے بتاتے تو کرائے کے میزبان بھی ریسپشن پر پہنچا دیتا۔" یہ طنز صبا کے لیے تھا۔ وہ شرمندہ ہوتی اپنے کمرے کی طرف بھاگی تھی۔

سب کے پرزور اصرار پر وہ اپنی شادی کا ریڈ لہنگا پہن رہی تھی۔ بے حد پھرتی کے ساتھ کپڑے تبدیل کرنے کے بعد وہ جیولری پہن رہی تھی جب اٹیچڈ باتھ کا دروازہ کھول کر نوفل باہر نکلا۔ آئینے میں اس کی شبیہہ دیکھ کر وہ جہاں کی تہاں رہ گئی۔

"تو یہ باتھ روم میں تھے۔" اس کا دل بڑے زور سے دھڑکا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے تک وہ اپنے کمرے کا باتھ بے تکلفی سے استعمال کر رہی تھی۔

وہ عجلت میں تھا۔ پھر بھی صبا کی طرف اٹھنے والی اس کی نگاہ بہت بے ساختہ تھی۔ مگر وہ اسے قصداً نظرانداز کرتا شرٹ پہننے لگا۔

وہ تیزی سے کلائی میں چوڑیاں پہن رہی تھی۔

اب اس نے بال جھٹک کر شانے سے پیچھے کیے تھے۔

اور اب وہ ذرا سا لہنگا اونچا کیے جوتوں میں پاؤں ڈال رہی تھی۔

اور اب ــــــ اور اب تو چاہتے ہوئے بھی نوفل کے دھیان کے سارے دھاگے ایک ایک جنبش سے الجھ رہے تھے۔ خود کو سنبھالنے اور سرد مہری کے خول میں مقید رکھنے کی کوشش میں وہ جھنجھلا کر رہ گیا۔ کالر کا بٹن انتہائی کوشش کے باوجود نہیں لگا تو کچھ بگڑتی ذہنی کیفیت اور کچھ جھنجھلاہٹ آمیز لہجے سے اس نے اپنی آخری کوشش کر ڈالی۔ نتیجتاً بٹن ہی ہاتھ میں آ گیا۔

"شٹ ــــــ!" وہ اپنی برداشت کی آخری حد پر تھا۔ جتنی جلدی وہ اس کمرے سے نکلنا چاہ رہا تھا اتنا ہی قسمت دغا دے رہی تھی۔ قریب تھا کہ وہ شرٹ اتار پھینکتا۔

"کیا ہو گیا؟" صبا اس سے بے خبر بالکل بھی نہیں تھی۔ اس کی جھنجھلاہٹ کا ماخذ تو جان نہیں پائی مگر اسے خود سے الجھتے وہ دیکھ چکی تھی اس لئے بے ساختہ ہی اس کی طرف مڑ کر پوچھا تو وہ غصے سے بولا۔

"یہ ہو گیا ہے۔" ہتھیلی پر رکھا بٹن اسے دکھایا تو انداز حد درجہ بیزار کن تھا۔

"اوفوہ!" وہ بھی ہلکے سے تاسف میں گھر گئی تھی۔ جتنا ٹائم کم تھا اتنی دیر ہوتی جا رہی تھی
سے یہ بٹن کی مصیبت۔ پل بھر سوچنے کے بعد اس نے پلٹ کر دراز میں سے سوئی دھاگا نکالا۔
نوفل ابھی تک یونہی اکتاہٹ و بےزاری کے حصار میں گھرا کھڑا تھا۔ اس کے پاس جا کر
آ کھڑی ہوئی۔

"اگر آپ خود بٹن لگا سکتے ہیں تو ٹھیک ہے، ورنہ میں لگا دیتی ہوں۔"

نوفل کسی اور ہی دھیان میں تھا۔ خاموشی سے اس کے سامنے ہتھیلی کھول دی۔ بٹن تھامتے
حبا نے ایک نظر نوفل کی بلند قامت پر ڈالی تو اسے احساس ہوا کہ باوجود اس کی اچھی ہائٹ کے
اس کے سامنے وہ گڑیا سی لگ رہی تھی۔

"دو منٹ کے لیے یہاں بیٹھیں پلیز!" اس نے بیڈ کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"لیکن ذرا جلدی۔ مجھے فوراً ہال میں پہنچنا ہے۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولا تھا۔

"مجھے بھی تو وہیں جانا ہے۔" اس نے جھک کر بٹن کو اس کی جگہ پر جمایا اور سوئی سے ٹانکا
لگاتی ہوئی بولی۔ پھر مزید گویا ہوئی۔ "میرے خیال میں تو سب تیار ہو کر جا چکی ہیں، صرف میں ہی
ہوں سب کی ڈانٹ کھانے کے لیے۔" وہ بٹن لگاتی ہوئی نوفل کے اس قدر قریب تھی کہ اس
کی قربت کے احساس کو دبانے کے لیے بلاضرورت بول رہی تھی۔ ورنہ دل کی دھڑکنیں تو اس قدر
بے ترتیب تھیں کہ حد نہیں۔

اور نوفل۔

وہ تو جیسے خود کو کسی امتحان میں ڈال بیٹھا تھا۔

مہکتا ہوا گلاب سا یہ لطافت سراپا اس سے چند انچ کے فاصلے پر تھا۔ وہ چاہتا تو نہایت آسانی
سے اس کے کسی بھی نقش کو چھو سکتا تھا۔ یہ خیال کسی تیز دھاری تلوار کی مانند اس کے ذہن میں ابھرا تو
نوفل کو اپنی نگاہ اپنے اختیار میں کرنے میں بہت دقت ہونے لگی۔ حبا کے ہاتھوں کی لرزش اور
چہرے کی بدلتی رنگت وہ بہت سرعت سے محسوس کر گیا تھا۔ اس کی پیشانی پر چمک اٹھنے والی شکن پر
ایک نگاہ ڈالتے ہوئے وہ فی الفور اس کا ہاتھ روک گیا تھا۔

"بس اتنا ہی کافی ہے۔"

اس نے ایک جھٹکے سے دھاگا توڑ دیا تو حبا ذرا سی پیچھے ہٹ گئی۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ پھر ایک
بھی نگاہ اس پر مزید ڈالے بنا اپنا کوٹ اور ٹائی اٹھائے کمرے سے نکل گیا۔

حبا دل پہ ہاتھ رکھے گرنے کے سے انداز میں اپنے بستر پر بیٹھ گئی۔

"پل بھر کی قربت سہی نہیں جاتی اس شخص کی ------ اور اگر کبھی جو یہ مجھ پر التفات کی بوچھاڑ کر
دے تو؟"

اس نے اپنے دل میں میٹھا سا درد اٹھتا محسوس کیا تھا۔

سب لوگ مہرتاب ہال پہنچ چکے تھے جبکہ حبا اور لائبہ کی ڈیوٹی مٹی کو پارلر سے تیار کروا کر لانا ٹھہرا تھا۔
بہت خوشی خوشی انھیں پک اینڈ ڈراپ کی ذمہ داری اپنے سر لی تھی اور اس کی سب سے بڑی وجہ
[illegible] تھا اور یہ بات اب کسی سے چھپی ہوئی تو نہیں رہی تھی کہ ان دونوں کا رشتہ ان
کا زیر غور تھا۔ تبھی انس اور عمار نے اسے اچھا خاصا رگیدنے کے بعد یہ ذمہ داری اس کے حوالے
کی۔

"پھر وہی بھٹے لگانے کا ٹھیلا لے، بھینس چرا لے بلکہ گوالا بن کے گھر گھر دودھ بیچ لے مگر
کے عشق میں نہ پڑے۔ نری خواری ہے۔" وہ بڑی مہارت سے گاڑی ڈرائیو کرتا با آواز بلند
یا خیال کر رہا تھا۔ جبکہ اتنی ہی مہارت کے ساتھ بیک ویو مرر بھی پچھلی نشست پر مٹی کے ساتھ بیٹھی
حبا پر فوکس کر رکھا تھا جو آج گولڈن براؤن لباس میں کچھ زیادہ ہی پرکشش لگ رہی تھی۔ یا پھر
اب کا ہر رنگ ہی دل میں کھبا کرتا ہے۔

"بہت اچھے۔ تو پھر کب لگا رہے ہیں آپ جناب وہی بھٹے کا ٹھیلا؟" حبا نے مسکراہٹ دبا کے
بڑی سادگی سے پوچھا تھا۔

وہ بھی ایک استاد تھا۔ بڑی ہوشیاری سے بولا۔

"میں بھلا کیوں۔ میں ان چکروں میں نہیں پڑتا۔ میں تو ان کی بات کر رہا ہوں جو عشق میں
پڑے ہیں۔"

اسی وقت ایک موٹر سائیکل کے غلط طریقے سے اوور ٹیک کرنے پر اس نے بروقت بریک دبا دی۔
سنبھلنے کی کوشش کے باوجود وہ تینوں ہی ادھر ادھر لڑھک کر رہ گئیں۔

"الٰہی خیر!" حبا کا دل دہل گیا تھا۔

"انہیں تو فوراً سے پیشتر چاند گاڑی چلانے کا لائسنس بنوا لینا چاہیے۔" لائبہ نے اپنی کہنی
سہلاتے ہوئے جل کر ایک اور پھبتی کا حوالہ دیا تھا۔

"بہت غلط بات ہے یوں کسی کو مس گائیڈ کرنا۔" چاند نے ایک مسکراتی نگاہ آئینے میں جھلکتے اس
کے سراپے پر ڈالتے ہوئے گاڑی گیئر میں ڈالی تھی۔ پھر ساتھ ہی بولا۔

"اب تم بھلا کسی چاند گاڑی کے ڈرائیور کے ساتھ شادی کرو گی؟"

حبا زور سے ہنسی تو لائبہ کو کرنٹ سا لگا۔

"یہ کیا بکواس ہے؟ ------ میرا یہاں کیا ذکر؟"

"اوہو!" اس کے بگڑنے پر چاند کو جیسے بہت مزہ آیا تھا۔

"دیکھ رہی ہو حبا! ایسے ہوتے ہیں مجنوں کو پتھر پڑوانے والے، رانجھوں کو صحرا میں جلانے والے،
رانجھے کو تخت ہزارہ چھڑوانے والے۔ اور اب چاند کو چاند گاڑی ڈرائیو کروانے والے۔" وہ اونچی
آواز میں بولا تو لائبہ کا جی چاہا کہ اس کی گردن ہی دبا دے۔ مگر خود پر ضبط کیے بیٹھی تھی۔ مگر حبا اب
ہاتھ منہ پر رکھ کر اپنی ہنسی روکنے کا تکلف کیے بغیر اسے دیکھ رہی تھی۔

"دیکھ رہی ہو حبا یہ مجھے ہی کہہ رہا ہے۔" وہ مارے شرم کے روہانسی ہونے لگی تھی۔

"تو تم کوئی اور بزنس یا جاب کیوں نہیں بتا دیتے انہیں؟" صبا نے بھی شرارت سے کہا۔ پھلانگ کر کھڑکی سے ہٹ کر بیٹھ گئی۔

"لیں جی۔ آپ کی پارٹی تو ناراض ہو گئی ہے" صبا نے سیدھے ہوتے ہوئے چاند کو… ہنس دیا۔ پھر اونچی آواز میں بولا۔

"اس سے کہو ذرا سامنے ہو کر بیٹھے۔ میں اس سے زیادہ مروڑ نہیں موڑ سکتا۔"

"تو ضرورت بھی کیا ہے مجھ پہ مروت کرنے کی؟" اس کی توقع کے عین مطابق لائبہ بولی تو چاند نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"تمہیں کون دیکھ رہا ہے؟ ـــــ بلکہ تمہاری وجہ سے مجھے پیچھے کا ویو دکھائی نہیں دے رہا۔ اس لیے کہہ رہا تھا کہ مرر کی رینج سے ہٹ جاؤ تاکہ میں ٹریفک دیکھ سکوں۔"

لائبہ کی درگت بنتی دیکھ کر صبا کو بہت ہنسی آ رہی تھی مگر اس وقت ہنسنے کا مطلب لائبہ [illegible] تھا۔ سو اس نے چاند کے بازو پہ ہاتھ مارتے ہوئے قدرے رعب سے کہا۔

"اس طرح کی ہوشیاریاں دکھا کر آپ اپنے لیے ہی مشکلات پیدا کر رہے ہیں۔ کیونکہ ابھی کورٹ شپ ہی میں ہے۔"

"ڈونٹ وری سسٹر! جج، وکیل سب اپنے قابو میں ہیں۔ گواہ کی کیا مجال جو میرے حق [illegible] دے۔"

وہ صورت حال کو پوری طرح انجوائے کر رہا تھا۔ مگر لائبہ اس سے سچ مچ خفا ہو گئی۔

"بھلا محبت کے دعویدار یوں تنگ کیا کرتے ہیں؟"

"اسے بھی چیک کرو۔ کہیں سو تو نہیں گئی۔" صبا کو ثنی کا خیال آیا تھا۔

رات کی شدید ٹینشن کے باعث وہ اب بخار میں جل رہی تھی اور کسی سے بھی بات نہیں کر رہی…

"یہ اب صرف تین بار ہاں کرنے کے بعد بولے گی۔" عماد نے کہہ کر مریم پھپھو سے جھانپڑ بھی کھا لیا تھا۔

چاند انہیں پارلر ڈراپ کر کے واپس ہو گیا تو ثنی کو بیوٹیشن کے حوالے کر کے وہ دونوں صو… آ بیٹھیں۔

"مجھے تو خوامخواہ "ری لیک" کروا دیا دلہن کا۔" صبا کو اپنا لہنگا اور وزنی دوپٹہ سنبھالنے میں مشکل پیش آ رہی تھی۔ حالانکہ گھر آئی بیوٹیشن نے اس کی ہدایت پہ اس کے بالوں کے ساتھ دوپٹے کو بھی بہت اچھے طریقے سے سیٹ کیا تھا۔ اب بھی وہ ناگواری سے بولی تو لائبہ نے … سے پوچھا۔

"کہیں یہ الزام نوفل بھائی کے سر تو نہیں لگا رہیں؟"

"لائبہ!" اس کا مطلب سمجھ کر وہ تیزی سے سرخ پڑی تھی۔ ساتھ ہی اس کے بازو پہ چٹکی بھری تو وہ اچھل کر رہ گئی۔

"…بہت تاٹ جا رہی ہو۔"

"مرمریٹ کا زمانہ ہے یار! سب چلتا ہے۔" وہ بڑے انداز سے بولی۔ پھر صبا کی شکل دیکھ کر …س دی۔

●●●●●

…ہنی تھی۔

دلہناپے کا روپ اس کے بے حد سنجیدہ اور سوگوار سے سراپے کو اس قدر ماورائی بنا رہا تھا کہ کسی کو بھی یقین نہیں آیا۔

ابھی ابھی صبا اور تمکین نے اسے لا کر اسٹیج پہ دولہا بنے سعید کے ساتھ بٹھایا تھا۔ رسٹ کلر میں وہ درحقیقت بے حد حسین لگ رہی تھی۔ اب سے ایک گھنٹہ پہلے نکاح کا فریضہ ادا کیا گیا تھا مگر ثنی کو کسی بھی بات کا ہوش نہیں تھا۔ طبیعت تو پہلے ہی سے خراب تھی اور نکاح سے پہلے تک ٹینشن بھی حد سے سوا تھی۔ مگر اس کے بعد سے وہ بالکل ساکت و جامد بیٹھی تھی۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں جکڑے سرخ مرطوب لبوں کو سختی سے بند کیے جیسے اب کبھی کچھ بھی بولنے کا ارادہ نہ ہو۔

اس سے پہلے دولہا بنا سعید اپنی تمام تر وجاہت کے ساتھ سب کی بے تحاشا توصیفی نظروں کے حصار میں تھا۔ مگر جب ثنی کو اس کے ساتھ لا کر بٹھایا گیا تو جیسے قدرت کی کوئی تخلیق مکمل ہو گئی ہو۔

بڑے تشکر کے تائی جان کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"آج میں حسن اور حمیدہ کی روحوں کے سامنے سرخرو ہو گئی ـــــ خدا میرے سب بچوں کو یونہی ہنستا بستا رکھے۔"

خوشیاں، ہنگامے، بے فکری!

کیمرہ اور موی میکرز مستعد پھر رہے تھے۔ رسمیں ہو رہی تھیں۔

جہاں آج لڑکیوں کی شوخیاں عروج پہ تھیں وہیں تمام لڑکوں کی بد تمیزی بھی قابل دید تھی۔ حمرہ اور ثنی کی سہیلیاں دودھ پلائی کے نیگ کے لیے جھگڑ رہی تھیں۔ پہلے تو سب لڑکے سعید کے دودھ پینے کے حق میں نہیں تھے۔

"یہ کوئی بچہ تھوڑی ہے۔ دودھ پینے کی عمر سے نکل آیا ہے۔" عماد نے اعتراض کیا تھا۔

"یہ بچوں والا دودھ ہوتا تو ابھی آپ یہاں ہوتے۔ یہ دودھ تو قسمت والوں کو نصیب ہوتا ہے۔" ثنی کی کسی کزن نے طنز کیا جو عماد کو سراسر خود پہ حملہ محسوس ہوا۔

"انہیں بھی پتہ چل گیا ہے کہ آنٹی تیری شادی کینسل کر رہی ہیں۔" چاند نے اس کے کان میں سرگوشی کی تھی۔ پھر ہانک لگا کر بولا۔

"یہ بچہ نہیں، بلکہ بچا ہوا ہے۔ وہ بھی شادی سے۔"

"جلدی کریں سعید بھائی! صرف بیس ہزار ہی تو مانگتے ہیں۔ ایک نظر ثنی پہ ڈالیں تو شاید تیس ہزار ہی دے ڈالیں۔" سعدیہ نے اپنے مخصوص شوخ انداز میں کہا تو ان کی چالاکی پہ سعید مسکرا دیا۔

"بجز ٹھیکیدار کے مارے حواس نہ اڑیں تو۔" انس نے لقمہ دیا تھا۔

"جی آپی! سن رہی ہیں نا۔ لوٹ کرتی جائیں کہ بعد میں کس کس سے بدلہ لینا ہے۔" حنی کا گھٹنا تھام کر سر ہلاتے ہوئے کہا تھا۔

جب مریم پھپھو نے حنی کی خرابی طبع کا اعلان کرتے ہوئے جلد از جلد رسمیں ختم کرنے کا کہہ دیا تھا۔

دس ہزار روپے حنی کی دوستوں میں بانٹے گئے۔ جبکہ عروہ، نگین اور صبا کو سونے کے لاکٹ ملے۔ جبکہ باقی کے دس ہزار کزنز میں تقسیم ہوئے۔

لڑکیاں نعرے لگاتی ہوئی بہت خوشی سے اسٹیج سے اتری تھیں۔

"لٹ گئے ہو آج تو۔"

ان سب کو سعید سے ہمدردی ہو رہی تھی۔ مگر وہ مبہم سی مسکراہٹ کے ساتھ اپنے مخصوص انداز میں بیٹھا تھا۔

مہمانوں کو کھانا کھلانے کے فوری بعد تایا جان نے رخصتی کا آرڈر دے دیا تھا۔

"اُف ـــــ واپسی پر میں بھی سعید بھائی کے ساتھ بگھی میں بیٹھ کر جاؤں گی۔" عروہ کے وقت سوچ کر ہی خوشی ہو رہی تھی۔

"ڈیئر کزن! بگھی میں فالتو اور فضول لوگوں کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ ہاں البتہ پائیدان پر بیٹھنا چاہو تو۔"

ینڈی کیم کو اس کے دلکش روپ پر فوکس کرتے ہوئے وجدان نے اسے چھیڑا تو وہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ پھر دانت پیس کر بولی۔

"پائیدان پر تو تم بیٹھو گے۔ کیونکہ کوچوان کی جگہ وہیں ہوتی ہے۔"

"خواہ مخواہ رخصتی کہہ کر والد صاحب بچے کا دل خوش کر رہے ہیں۔ حالانکہ سوکھا ہی تھا بے چارے کا۔" انس نے واپسی پر سعید کے شانے پر بازو دراز کرتے ہوئے بظاہر ہمدردی سے کہا تو نعمان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر پیچھے ہٹاتے ہوئے سعید کو گھور کر کہا۔

"یہ اسی لائق ہے۔ جہاں اتنی ساری رسمیں ہو گئیں، کیا نام تھا رخصتی میں؟ ابھی دلہا گھر جا رہا ہوتا۔ مگر نہیں، وکیل صاحب تاریخوں پر تاریخیں دیئے جا رہے ہیں۔"

"چچ چچ ـــــ کیا بیچ میں لٹک گئے ہو سعید! اس سے تو بہتر تھا کہ منگنی ہی رہنے دیتے۔ دیکھو دو منگیتر دو شوہر۔" عماد نے بھی جی بھر کر افسوس منایا تھا۔

سعید انہیں گھور کر رہ گیا۔

وہ سب تو جیسے اس کی بدنصیبی کا غم منا رہے تھے۔

واپسی پر وہ گاڑی میں انہی کے ساتھ تھا اس لئے ان کی اتنی سیدھی بھی سننی پڑ رہی تھیں۔

"ویسے سعید! ذرا بتاؤ تو، اس وقت کیا احساسات ہیں؟" ابرار کو نعمان کی کسر پوری کرنے کا

انداز میں پوچھا تو وہ ان کا مطلب سمجھتے ہوئے لاپروائی سے بولا۔

"بہت سخت نیند آ رہی ہے یارا جاتے ہی سو جاؤں گا۔ کیونکہ کل ایک بہت اہم پیشی ہے میری عدالت میں۔"

ان سب کو صدمہ تو نہیں لگ گئی تھی۔

"دماغ تو نہیں چل گیا تمہارا؟ ابھی نکاح پڑھوا کے آ رہے ہو کسی لڑکی کے ساتھ اور کل کسی مقدمے پر جا رہے ہو۔" انس جیسے رومینٹک نیچر بندے کے لئے تو درحقیقت یہ بہت صدمہ تھا۔

"تمہی سے اپنا مقدمہ لڑا ہوتا تو کیس جیت کے آ رہے ہوتے۔" ابرار کڑھا تھا۔

"اس بات کی پریشانی ہے یار تم لوگوں کو؟" سعید کو ان کے انداز پر ہنسی آ گئی تھی۔ فرنٹ سیٹ پر بیٹھے انس نے مڑ کر اسے بار بار افسوس سے دیکھا۔

"میں تم سے بالکل بھی خوش نہیں ہوں۔ ایک بار کہتے ابو جی سے، میں دیکھتا کہ وہ کیسے رخصتی نہ کرتے۔"

"میری ان باتوں کی کب تھی یارا" وہ مطمئن تھا۔

"خدا ان کو بھی سمجھ ہی کو دیتا ہے۔ لوگ یہاں شادی کے لئے ترس رہے ہیں اور جن کی ہو رہی ہے ان کو کوئی دلچسپی ہی نہیں۔" ڈرائیونگ کرتے ہوئے عماد نے بڑی حسرت سے کہا تھا۔

وہ لوگ جب واپس پہنچے تو باقی سب کی گاڑیاں پہلے ہی سے وہاں موجود تھیں۔

"کیا خیال ہے سعید! اگر تم کہو تو ملاقات کرا دوں حنی سے؟" اندر کی طرف بڑھتے ہوئے ان سب سے ہٹ کر انس نے اس کے کان میں سرگوشی کی تو وہ پیچھے ہٹ کر اسے گھورتے ہوئے بولا۔

"تم شاید بھول رہے ہو کہ اب وہ میری منکوحہ ہے ـــــ اور مجھے اس سے ملنے کی کوئی پرابلم نہیں ہے۔"

انس گہری سانس بھر کے رہ گیا۔

وہ اندر آئے تو محسوس کن خاموشی نے ان کا استقبال کیا تھا۔

"کیا ہوا؟ ـــــ کہاں ہیں سب لوگ؟" انس نے پریشان صورت لئے بیٹھی لائبہ سے پوچھا تو وہ بے چینی سے بولی۔

"حنی کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے۔ اس کے کمرے میں ہیں سب۔"

سب ایک دم سے متفکر ہوئے تھے۔

"ڈاکٹر کے پاس نہیں لے گئے؟" انس نے فکر سے پوچھا۔

"آپ کے گھر کے پاس جو ڈاکٹر رہتی ہیں، انہیں بلایا ہے۔" اس نے ڈاکٹر زارا مجاہد کا حوالہ دیا جو ان کے بلاک میں رہنے کی وجہ سے ان کی فیملی ڈاکٹر بھی تھیں۔

"تو کیا وہ اپنی دھمکی پر عمل کر چکی ہے ـــــ؟" ساکت کھڑے سعید کے ذہن پر کوڑا سا لگا سانپ

نے جیسے ڈنک مارا تھا۔

عطی کی خرابیٔ طبع کا یوں تو رات ہی سے سبھی کو علم تھا مگر یوں اچانک اس کا ہاتھ پاؤں سبھی کو ہراساں کر گیا تھا۔

"کوئی پریشانی کی بات نہیں۔ اچھی بھلی لڑکیاں اثر لے لیتی ہیں ایسی تقریبات کا۔ بخار تھا۔" مریم پھپھو ڈاکٹر زارا مجاہد کو بلوانے کے بعد ان سب کو تسلی دے رہی تھیں۔

صبا اور نگین اس کی سرد پڑتی حنائی ہتھیلیوں کو رگڑ رگڑ کر حرارت پہنچانے کی سعی کر رہی تھیں۔

"بخار اور تھکن کی وجہ سے اس کی یہ کنڈیشن ہوئی ہے۔ اور میرے خیال میں اس نے کچھ کھایا بھی نہیں ہوگا۔ اسے فوراً کچھ نرم اور زود ہضم غذا کھلائیں، اس کے بعد یہ دوا کھلائیں۔ انشاء اللہ ٹھیک ہو جائے گی۔"

ڈاکٹر زارا نے اس کے چیک اپ کے بعد انہیں تسلی دیتے ہوئے مسکرا کر کہا تو سب میں جان آئی۔

مریم پھپھو نے سعید کو آواز دی تو وہ بے ساختہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"جلدی کرو ——— ہو سکتا ہے کوئی "مژدہ جانفزا" سنانے لگی ہوں۔" عماد کو اس ماحول میں بھی مذاق کی سوجھ رہی تھی۔

متاسفانہ نظروں سے اسے دیکھتا چلا گیا۔

"خیریت تو ہے آنٹی؟" اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی پوچھ لیا تو وہ مسکرا دیں۔

"بالکل خیریت ہے۔ بس بخار اور کچھ تھکن کی وجہ سے اس کی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔ میڈیسن دے دی ہے اسے۔ اب سو رہی ہے۔ رات بہت ہو گئی ہے تم لوگ بھی آرام کرو۔ اور عماد سے بھی کہو خبردار جو رات بھر جاگنے کی کوشش کی تو۔"

"ٹھیک ہے آنٹی! کوشش کرتا ہوں اسے سمجھانے کی۔" وہ مسکراتے ہوئے پلٹ آیا تھا۔

"اب کیسی طبیعت ہے عطی کی؟" انس اٹھ بیٹھا تھا۔ عماد اور چاند کے ہمراہ وہ سعید کے کمرے میں موجود تھا۔

"بہتر ہے۔" وہ مختصراً کہتا اپنی الماری کی طرف بڑھا۔

"یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا۔" چاند گنگنایا تھا۔

"ویسے یار! کچھ پتا چلا کہ خوشی کے مارے بے ہوش ہوئی تھی یا صدمے سے؟" انس با آواز بلند پوچھ رہا تھا۔

"عمر دراز مانگ کے لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں"

صبا اور ٹھنڈی آہ کے ساتھ چاند نے شعر پڑھا تو وہ اپنا نائٹ سوٹ نکال کر ان کی طرف پلٹا۔

"بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہو رہی۔" انہیں گھورتے ہوئے تنبیہی انداز میں کہا تو عماد اس کا دل جلانے والے انداز میں بولا۔

"ٹینشن مت لو یار! ضروری تو نہیں کہ تمہاری دہشت ہی سے بے ہوش ہوئی ہو۔"

متاسفانہ انداز میں سر ہلا کر جیسے انہیں لاعلاج قرار دیتا واش روم میں گھس گیا۔

تینوں ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس دیے۔

"اب دیکھنا ذرا، اس کی محبت کی تھیوری کیسے تبدیل ہوتی ہے۔" انس نے لقمہ دیتے ہوئے کہا۔

"بدنام کر رکھا ہے تم لوگوں نے محبت کو یار! پتہ نہیں کن لوگوں کو ہو جاتی ہے! مجھے تو نہیں ہو رہی۔" عماد مایوس تھا۔

"ہوگی بھی نہیں ان شاء اللہ۔" چاند نے خلوص دل سے دعا دی تھی۔

"وہ کیوں؟" عماد نے اسے گھورا تھا۔

"وہ اس لئے کہ تم محبت کرنے کی کوشش میں ہو جبکہ یہ خود بخود ہو جانے والا عمل ہے۔" وہ اطمینان سے بولا تھا۔

"خود بخود؟" عماد نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ پھر قدرے تمسخر اڑانے والے انداز میں بولا: "یعنی کسی روز میں باجی پیاری کے عشق میں بھی مبتلا ہو سکتا ہوں؟"

"ہاں، بالکل۔ اس میں ایسا عجب تو کچھ بھی نہیں۔" چاند اپنی بات پہ اڑا تھا۔

"البتہ باجی پیاری کے شوہر کو پتہ چلنے کے بعد تمہاری حالت کافی عجیب ہو سکتی ہے۔" انس نے ان کی بحث سے لطف لیتے ہوئے گرہ لگائی تھی۔

"دل آ جائے گدھی پہ تو پری کیا چیز ہے؟" چاند نے فی الفور کہا تھا۔

"ہونہہ!" عماد نے مکھی اڑانے والے انداز میں ہاتھ ہلایا تھا۔ "محبت کو ڈراکے کی وار بنا رکھا ہے تم لوگوں نے۔ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، کسی بھی وقت ہو رہی ہے۔"

انس انگڑائی لیتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں تو چلوں یار! ـــــ سخت نیند آ رہی ہے۔"

"آج رات یہیں رک جاؤ۔ ہر وقت بیوی کے سر پہ سوار مت رہا کرو۔" عماد نے دعا دیتے ہوئے کہا تو وہ تفاخر سے بولا۔

"یہ محبت کرنے والوں کی نشانی ہے۔ وہ کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں رہ سکتے۔ مجھے تو اس سے محبت ہے۔"

"وہ جھوٹے ہیں، منافق ہیں
خدا کی ان پہ لعنت ہے
جو بیوی سے یہ کہتے ہیں
مجھے تم سے محبت ہے"

چاند نے گہری سانس بھرتے ہوئے اونچی آواز میں کہا تو انس نے تکیہ اٹھا کر اسے دے مارا۔

واش روم سے نکلتا سعید بھی چاند کی بات پہ ہنس دیا تھا۔

"کیا بات ہے یار چاند! مکرر، مکرر۔" عماد کو انس کے تاثرات نے بہت لطف دیا تھا۔

اس نے یہ ہاتھ پھیرتا کمرے سے نکل گیا۔

فلم دیکھی تھی اس کی۔" عماد ابھی بھی محظوظ ہو رہا تھا۔

پھٹہ اس کا دیکھ پاکٹ پکڑتے ہو تم لوگ۔ وہ کرتا ہے اپنی بیوی سے محبت اور یہ بات سب بتا۔" سعید نے مسکراتے ہوئے کہا تو عماد دعائیہ انداز میں زور و شور سے بولا۔

خدا کرے ایسی ہی محبت مجھے بھی ہو جائے۔"

بہت خوار ہوتا ہے بندہ۔" سعید نے اسے تنبیہ کی تو وہ دوبدو شوخی سے بولا۔

وہ تمہیں دیکھ کر مجھے اچھی طرح اندازہ ہو رہا ہے۔"

میرے خیال میں تم دونوں کے بستر نیچے بچھے ہوئے ہیں۔ اپنی اوقات پہ آ جاؤ تو بہتر ہوگا۔"

بات نظر انداز کرتے ہوئے سعید نے پرسکون انداز میں کہا تو عماد قدرے جھنجلا گیا۔

کیا یار! انسان کو اتنا ٹھنڈا بھی نہیں ہونا چاہئے۔"

وہ ٹک ٹک اسے دیکھنے لگا۔ اس کے ہونٹوں پہ ہلکی سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔ پھر بھنویں اچکا کر بولا۔

اب کیا میں اپنی فیلنگز تمہارے ساتھ شیئر کروں؟"

وہ کیا کہتا ہے یار انس اسے، گھنا اور میسنا۔" عماد گہری سانس بھرتا اس کے بستر سے اتر گیا تھا۔

لڑکی کی تمام عمر ایک کھسا پٹا جملہ کرتے گزرنے والی ہے۔" چاند کو بھی خوشی سے ہمدردی ہو رہی تھی۔

●●●●●

اس کی سیکرٹری نے لائن ملائی تو اسے اندازہ نہیں تھا کہ دوسری جانب صبا ہو گی۔

خیریت ـــــ؟" اس کی پیشانی پہ شکنیں پھیلی تھیں۔

کل ـــــ آپ واپسی پہ مجھے گھر لے جائیے گا۔" صبا نے سیدھے لفظوں میں اپنا مقصد بیان کیا تو وہ تیکھے انداز میں بولا۔

یہ ایولی میرے ہی سر کیوں؟ کسی کے ساتھ بھی واپس آ سکتی ہیں آپ۔"

"ایک بار آپ کے ساتھ گئی ہوں تو اب آپ ہی کی ڈیوٹی ہوں، چاہے آپ نہ سمجھتے ہوں۔" صبا نے کمل انداز میں کہا تھا۔

لمحہ بھر کو وہ چپ رہ گیا۔

"اگر میں ماما کے ذریعے آپ کو کہلواتی تب آپ کو زیادہ برا لگتا۔ اس لئے خود کہہ رہی ہوں۔ یہاں الحمدللہ کسی کی کمی نہیں ہے۔" صبا نے پھر سے جتانے والے انداز میں کہا تو لوگوں کے خون ابال سا آیا تھا۔

ٹھیک ہے سمجھتا ہوں۔ مجھے اپنی محبتوں کی کہانیاں نہ ہی سنایا کریں تو بہتر ہے۔" اس نے کہہ کے فون رکھ دیا تھا۔

"جی ——!" صبا تحیر زدہ سی ریسیور کان سے لگائے کھڑی رہ گئی۔

"کیا ہوا؟ —— آ رہے ہیں مجازی خدا؟" تمکین اپنے ساتھ ساتھ اس کے لئے بھی کپ لئے چلی آئی تھی۔

صبا نے ریسیور رکھتے ہوئے کپ تھام لیا۔

"کہہ تو رہے ہیں، اب دیکھو اگر فارغ ہوئے تو۔" وہ قصداً مسکرائی تھی۔

"ویسے یار! یہ اپنی تحیٰ نکاح کے بعد کچھ زیادہ ہی نہیں بدل گئی؟ پہلے تو پھر کچھ شور شرابا رکھتی تھی، اب تین دن ہوئے اپنے کمرے ہی سے نہیں نکل رہی۔" تمکین کو خیال آیا تھا۔

"اسے یونہی چھوٹی چھوٹی باتوں کو سر پہ سوار کرنے کی عادت ہے۔ اور کچھ سعید بھائی بھی ہے اس پہ۔ تو بس ناراضگی لے کے بیٹھی ہوگی۔" صبا نے سمجھنے کے انداز میں جواب مسکرا دی۔

"زیادہ غصہ تو رسٹ فکر کا اپنا پہننے پہ ہوگا۔ حالانکہ اس کا تو فنکشن اتنا زبردست ہوا ہے، بھی اتنی ہی پیاری آئی ہے۔ کیا یہ سیمرون کلر اتنا اچھا اس پہ؟"

"اسے تو اللہ ہی عقل دے تو دے —— ہمارے سمجھانے سے وہ سمجھنے والی نہیں ہے" کہا تھا۔

"چلو ذرا، دیکھیں تو اب کیا مصروفیت ہے جناب کی۔" تمکین کے کہنے پہ صبا سر ہلاتی ہوئی۔ مگر ان کے کہیں جانے کی نوبت ہی نہیں آئی اور تحیٰ خود لاؤنج میں داخل ہوئی تھی۔

"یہ لو، دلہن سے پہلے ہی آ پہنچی یہ تو۔" تمکین ہنسی تھی۔

"یہ میرے تایا کا گھر ہے۔" تحیٰ نے اثر لئے بغیر بے پروائی سے کہا اور ڈیکی سے شمارہ اٹھاتے ہوئے وہیں صوفے میں دھنس گئی۔

"اور ابھی اگر سعید بھائی آ گئے تو پھر دیکھنا، کیسے بھاگتی ہو تم۔" تمکین نے اس کے ہوئے چھیڑنے والے انداز میں کہا تو وہ آرام سے بولی۔

"آپ کے سعید بھائی ہیں یا کوئی وبائی مرض۔ جس سے آدمی اتنا بچتا پھرے؟"

"ارے واہ۔" تمکین نے محظوظ ہوتے ہوئے صبا کو دیکھا تھا۔ "اس کی تو ٹون ہی بدل گئی۔"

"دعا کرو خیالات بھی بدل جائیں۔" صبا نے گہری سانس بھر کے کپ ہونٹوں سے لگایا۔

"ابھی تک ویسے تمہاری سعید بھائی سے ملاقات تو نہیں ہوئی نا؟" تمکین کو اچانک کسی پُرجوش کیا تھا۔

"وہ کون سا امریکہ کے صدر ہو گئے ہیں۔" وہ اب بھی بے نیازی سے میگزین کے رہی تھی۔

"تمہیں اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" صبا جل کر بولی تو تمکین نے اس کی بات کرتے ہوئے دلچسپی سے پوچھا۔

"پھر بھی یار! کچھ تو تبدیلی ہوا ہوگا۔ سوچنے کا انداز ہی سہی۔"

زد کیوں تھی؟" اس نے اب کی بار نظریں اٹھانے کی زحمت کر ہی لی تھی۔

"نکاح شدہ ہو اب تو۔"

تو اب کیا میرے سینگ نکل آنے چاہئیں؟" وہ حیران ہونے کی اداکاری کر رہی تھی۔

"تم کہاں سر کھپا رہی ہو؟ —— یہ لاعلاج ہے۔" صبا نے تمکین کو سمجھایا تھا۔

نکاح کے بعد کی؟" تمکین نے دوستی انداز میں بولی تو تحیٰ نے میگزین پٹختے ہوئے کہا۔

"ایسی کیا نئی بات ہو گئی ہے؟ —— وہی گھر ہے اور وہی لوگ۔ میں تو پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ رشتے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔"

صبا نے اسے گھورا تھا۔ پھر قدرے تحمل سے بولی۔ "وہی لوگ ہیں مگر رشتہ تو تبدیل ہے نا۔ اسی کو ذہن میں رکھو اب۔"

"اور دو چار خواب سعید بھائی کے دیکھ ڈالو۔ کافی افاقہ ہوگا۔" تمکین نے مشورہ دیا تو وہ صبا کی رخ جانے لگی۔ مگر تمکین نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ تنقیدی انداز میں بولی۔

"اور یہ اپنے کاٹن اور کھدر کے کپڑوں کو تو آگ ہی لگا دو تو بہتر ہے۔ ایک سے ایک سوٹ پڑا ہے تمہارا۔ وہ پہنا کرو اب۔"

"ایسے ہی، بلاوجہ۔" اس نے ناک سکوڑی تھی۔

"تو اس سے بڑی وجہ اور کیا ہوگی کہ اب تمہارا نکاح ہو چکا ہے۔" تمکین نے کہا تو وہ چڑ گئی۔

"اب کیا ہر وقت جوکر کی دلہن بن کے بیٹھی رہا کروں؟"

"آمین۔" دونوں نے بیک وقت کہا تو وہ جھنجلا سی ہوگئی۔

"تم لوگوں کو اور کوئی کام نہیں ہے کیا ——؟" غصہ دکھانے کی کوشش کی تو تمکین نے صاف گوئی سے کہا۔

"ابھی میرا زیادہ وقت تو تمہیں اچھی رہیلائی جانے میں صرف ہوا کرے گا۔"

"ویسے یہ مشورہ اپنے دیور کو دو تو زیادہ بہتر ہوگا۔" صبا نے بے ساختہ کہا تو تمکین زور سے ہنس دی۔

"بری بات۔" وہ سرخ چہرہ لئے اٹھ گئی تھی۔

"بیٹھو تو۔" کپ خالی کر کے تپائی پہ رکھتے ہوئے تمکین نے اس کا ہاتھ تھام کر کھینچا تو وہ پھر سے اس کے پاس گر سی گئی۔

"اگر آپ لوگوں کو یہی فضول باتیں کرنی ہیں تو میں یہاں نہیں بیٹھوں گی۔" وہ صاف گوئی سے بولا تو صبا نے بات بڑھنے کے خیال سے کہا۔

"اسے جانے دو —— ابھی دماغ ٹھیک نہیں اس کا۔"

"دماغ بات کرنے سے ٹھیک ہوتے ہیں، یونہی نہیں۔" تمکین نے رعب سے کہا۔ مگر تحیٰ کا موڈ

ابھی بھی ٹھیک نہیں ہوا تھا۔ صبا چپ چاپ انہیں دیکھنے لگی۔

"تم نے جو ذہنی مطابقت کا شور مچا رکھا تھا، وہ یوں منہ پھلائے بیٹھے رہنے سے پیدا ہونے سے نہیں ہوگی۔ آپس میں بات چیت کرو۔ طوطو۔" تمکین اپنی سمجھ کے مطابق اسے سمجھا رہی تو منّی اب بے بسی سے صبا کی طرف دیکھنے لگی۔

"ٹھیک کہہ رہی ہے تمکین۔ یوں اجنبی بن کے رہنے سے اس رشتے کا کوئی احساس نہیں ہوگا۔ رشتے کو اہمیت دو گی تبھی یہ اٹوٹ بندھن بنے گا۔" صبا نے سنجیدگی سے کہا تو وہ اکتانے لگی۔

"جو بندھن بندھنا تھا، بندھ گیا۔ نکاح نہ ہوا، کوئی قیامت مچ گئی ہے۔"

"ہائے، کوئی چھوٹی موٹی قیامت تو مچا ہی دیتی ہے۔" تمکین نے شرارت سے کہا تو وہ ... بولی۔

"تم لوگوں کے لئے تو یہ سب ایک مذاق ہے اور بس۔"

"تم سنجیدگی سے لو اس رشتے کو، تب نا۔" تمکین نے اسے ٹوکا تو صبا نے کہا۔

"اٹھو اور سب سے پہلے جا کر کپڑے تبدیل کرو۔ لوگ مبارکباد دینے آتے رہتے ہیں۔ سادگی اچھی نہیں لگتی۔"

"رات کو تو بدلے ہیں کپڑے۔ اب کیا فیشن شو کی تیاری کئے رہا کروں؟" وہ چڑ کر بولی تھی۔

"سبھی لڑکیاں کرتی ہیں۔ تم کچھ انوکھا نہیں کرو گی۔" تمکین نے اسے سمجھایا تھا۔

"اب میں گھر میں اتنے فینسی کپڑے پہن کے بیٹھا کروں؟"

"کون کہہ رہا ہے بیٹھنے کو؟ اپنے میاں صاحب کے ساتھ گھومنے پھرنے جایا کرو۔ سارا وصول ہو جائے گی۔" اس کے اعتراض پر تمکین نے اطمینان سے کہا تو منّی کی شکل کے زاویے صبا کو زوروں کی ہنسی آ گئی تھی۔

"وہ میرے میاں صاحب کہاں سے ہو گئے؟ ـــــ ہماری شادی نہیں ہوئی ہے ابھی۔" ... ہو کر بولی تو تمکین نے چمک کر کہا۔

"تمہاری بھول ہے یہ۔ نکاح سے بڑھ کے اور کیا ہوتا ہے۔ اب تو جب جی چاہے ہاتھ تھام کے اپنے ساتھ لے جائیں۔ ان کا حق بنتا ہے۔"

منّی نے حواس باختہ ہو کر صبا کی طرف دیکھا تو اس نے بے پروائی سے شانے اچکا دیے۔

"ایسی باتیں تو اب سننا پڑیں گی ـــــ نکاح شدہ ہو۔"

وہ چڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بڑے لفظوں میں یہ جملہ لکھ کر مجھے فریم کروا دو۔ یا پھر میرے ماتھے پہ لکھ دو۔" وہ تنا... واپس چلی گئی تھی۔ تمکین ہنسنے لگی۔

"لگ ہی نہیں رہا کہ اس کا نکاح ہو چکا ہے۔"

"زبا کرو کہ اسے لگنے لگے۔" صبا نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

●●●●●

"مس احمد! کوئی اپائنٹمنٹ تھی کسی کی؟" نوفل نے ریسیور اٹھا کر اپنی سیکرٹری تمکین احمد سے دریافت کیا تھا۔ ابھی ابھی وہ میٹنگ روم سے اٹھ کے آیا تو نکلنے سے پہلے اسے یاد آ گیا، تمکین نے کسی ملاقاتی کے آنے کی خبر دی تھی۔ مگر اس وقت وہ میٹنگ کے لئے جا رہا تھا، اس لئے انتظار کرنے کا کہہ دیا تھا۔

"یس سر ـــــ ابھی وہ صاحب بیٹھے ہیں۔ ان کی اپائنٹمنٹ تو نہیں تھی مگر وہ آپ سے ضرور ملنا چاہتے ہیں۔" اس نے بتایا تو نوفل کی نگاہیں اپنی رسٹ واچ کی سوئیوں سے الجھنے لگیں۔ پچھلے ایک گھنٹے سے وہ میٹنگ میں تھا اور یہ شخص پچھلے ایک گھنٹے ہی سے اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"نام کیا بتایا تھا انہوں نے اپنا؟" اسے کچھ خیال آیا تو وہ معذرت خواہانہ انداز میں بولی۔

"سر! یہ اپنا نام تو نہیں بتا رہے، مگر ملنے کی ضد میں کافی دیر سے بیٹھے ہیں۔"

"اوکے، بھیجیں اندر۔ میں دیکھتا ہوں۔"

وہ گہری سانس بھرتا ریسیور رکھ کر کرسی پہ جھولنے لگا۔

مگر اگلے چند منٹ میں جو شخصیت دروازے سے اندر داخل ہوئی اسے دیکھ کر نوفل لمحہ بھر کو ساکت رہ گیا تھا۔

"السلام علیکم!" آنے والے کے لب و لہجے اور انداز میں بہت خوشی اور جوش و خروش تھا۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا شمویل! یہ تم ہو؟" نوفل بے حد بے تکلفی سے کہتا اٹھا اور پھر بڑے پرجوش انداز میں اس سے بغلگیر ہوا تھا۔

"اتنے عرصے کے بعد یاد آئی؟" نوفل اسے لئے ملحقہ روم میں چلا آیا تھا۔

"اور تمہیں تو وہ بھی نہیں آئی۔ یہ تو میں ہی ہوں جو ڈھونڈتا ہوا چلا آیا۔ اور ایک تم ہو، بے وفا ہو... پورے ایک گھنٹے سے باہر بٹھا رکھا تھا۔ کوئی ایسے بھی کرتا ہے یار!" شمویل خان کے لب و لہجے میں پشتو کا خوبصورت سا رنگ تھا جو اس کے غیر مقامی ہونے کو ظاہر کرتا تھا۔

"اگر تم اپنا نام بتا دیتے تو میں ایک سیکنڈ بھی انتظار نہ کراتا، باوجود اس کے کہ میری سیکرٹری کافی خوبصورت ہے۔" نوفل نے شرارت سے کہا تو وہ جھینپ گیا۔

"میں نے اسے ایک بار بھی نہیں دیکھا۔"

"چچ چچ ـــــ اس کا مطلب ہے کہ مجھے اپنی سیکرٹری بدل لینی چاہئے۔" نوفل نے ... تاسف سے کہا تو وہ ہنس دیا۔

"تم میری ٹانگ کھینچنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"یہ بتاؤ کہ مجھ تک کیسے پہنچے؟ ـــــ امریکہ سے تو بنا ایڈریس دیئے ہی چلے آئے تھے۔" نوفل نے پوچھا تو وہ مسکرا دیا۔

"تم بہت مشہور شخصیت بن گئے ہو —— ٹی وی پر تمہارا انٹرویو دیکھا تھا۔ اس کے بعد پتہ لگانا کون سا مشکل کام تھا۔"

نوفل کی اُلجھن دور ہو گئی تھی۔

"اور پتہ ہے یہ آئیڈیا کس نے دیا تھا؟" نوفل کو وضعہ یاد آیا تو مسکراہٹ دباتے ہوئے پوچھا۔

وہ استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"تمہاری 'ہیر' نے۔" نوفل مسکرایا تھا۔

"ڈالے ——؟" وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"وہ تمہاری تلاش میں یہاں آ پہنچی ہے۔" نوفل نے مزے سے کہا تو وہ پہلو بدل کر رہ گیا۔

"مذاق کر رہے ہو یار!" وہ اپنے مخصوص انداز میں بولا تھا۔

"قسم سے یار! سچ کہہ رہا ہوں۔ تجھے ڈھونڈتے ہوئے پہنچی ہے یہاں۔ دیکھے گا تو حیران رہ جائے گا۔" نوفل کہہ رہا تھا۔ مگر شوکل خان بدک گیا۔

"خدا کو مانو یار! میں تو پہلے بھی اس 'میم' کو دیکھ دیکھ کر حیران ہوتا رہتا تھا۔ اب تو ایک نظر بھی نہیں ڈالنے والا۔"

اس کے انداز پر نوفل کو ڈالے کی باتیں اور منصوبے یاد آئے تو وہ بے اختیار ہنستا چلا گیا۔

"تم وہاں بھی کچھ کیا کرتے تھے اور تمہاری انہی حرکتوں کی وجہ سے وہ ڈھیل پا کر میرے پیچھے پڑ گئی تھی۔" وہ خاصا خفا ہوا تھا۔

بحرین کاٹن کے کلف دار سوٹ میں ملبوس وہ ہمیشہ کی طرح بہت اچھا لگ رہا تھا۔ صحت کے اعتبار سے بھی اور پرسنالٹی کے اعتبار سے بھی۔ سبزی مائل بھوری آنکھوں کی چمک میں ابھی بھی وہ سادگی اور معصومیت کا امتزاج تھا جو بقول ڈالے کے اس خانزادے کو خاصا خوش شکل بنائے رکھتا تھا۔

نوفل بے اختیار سیدھا ہو بیٹھا۔

"شوکل یار! مونچھیں کہاں گئیں تو نے؟"

وہ نوفل کے انداز پر جھینپ سا گیا۔ خوامخواہ ہی لبوں کے اوپری حصے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔ "وہ تو کب کی صاف کرا دیں۔"

"او گاڈ! —— اور تمہارے بابا؟ —— انہوں نے کچھ نہیں کہا؟"

"بس جوتے پڑنے کی کسر باقی رہ گئی تھی۔" وہ خود بھی جیسے محظوظ ہوا تھا۔ "دنوں خفا رہے۔ صاف کہہ دیا کہ جب تک دوبارہ مونچھیں نہیں نکل آتیں، میرے سامنے مت آنا۔ میں بڑی مستقل مزاجی سے شیو کرتا رہا تو تنگ آ کر انہوں نے مجھے فیکٹری سنبھالنے شہر بھیج دیا۔"

"یعنی سستے میں چھوٹ گئے ہو۔" نوفل مسکرا دیا۔

"اس کے بعد دس بار ان کے سامنے ناک رگڑی تھی میں نے۔" اس نے گہری سانس بھری۔ نوفل حیران ہوا۔

"اتنی خیر سے تم آزادی پا کر بھی؟"

"او یار! شہر فیکٹری سنبھالنے بھیج دیا مجھے۔ منیجر غبن کر کے بھاگ چکا تھا، ورکرز صرف تنخواہ کے چکروں میں آتے تھے۔ اور قربان لالہ کی تو کیا ہی بات تھی۔ ککھوں اور بڑے حرامیوں کو بھی پالنے کے کہلا رہے تھے۔ مختصراً یہ کہ وہ سارا ملبہ بلکہ ساری فیکٹری مجھ پر آن گری۔ مگر بابا کا اتفاق ہی خفا نہیں ہوا۔ انہوں نے فیکٹری میرے نام کر کے کہا۔ اسے چلاؤ اور اسی سے کھاؤ۔" وہ گہری سانس بھرتے ہوئے اپنی دکھی داستان سنا رہا تھا۔

اس کے انداز پر چائے آرڈر کرتے نوفل ہنس دیا۔

"اب کیا صورت حال ہے؟"

"ٹھیک ٹھاک —— برسوں کی محنت ٹھکانے لگی۔ میری لیڈر گارمنٹ فیکٹری اس وقت بہترین پوزیشن میں ہے۔ ایک ہی جھٹکے میں، میں نے سارا سیٹ اپ چینج کر دیا تھا۔ اس وقت تو غصہ تھا، آہستہ آہستہ دلچسپی ہوئی اور پھر یہی اپنا روزی کمانے کا ذریعہ بن گیا۔ اور پھر جس دن بابا جان کو میں نے کیش بھجوایا اس روز میری مونچھیں پس پردہ چلی گئیں۔" وہ بھی ہنس رہا تھا۔

"انٹرسٹنگ —— ڈالے یہ قصہ سن کر بہت خوش ہو گی۔" نوفل نے اسے چھیڑنے والے انداز میں کہا تو وہ بیون کو چائے لاتے دیکھ کر محض نوفل کو گھور کر رہ گیا۔

"چائے بناؤں سر؟" بیون مستعد تھا۔

"نہیں، آپ جائیں۔ میں بنا لوں گا۔" نوفل نے اسے فارغ کیا تھا۔ اور شوکل خان شاید اسی انتظار میں تھا۔ بیون کے کمرے سے نکلتے ہی خفگی سے بولا۔

"تم ہر وقت ڈالے کی فکر میں رہ کر اس کا رشتہ ڈالنے کی کوشش مت کیا کرو۔"

"او گاڈ ——" نوفل بے اختیار قہقہہ لگا کر دونوں کے لئے چائے نکالنے لگا۔ "تم بھی نہیں بدل سکتے خان؟"

"اور یہ بات تم ڈالے آفریدی کو ضرور بتا دینا۔" وہ دوبدو بولا تو نوفل نے چائے کا کپ اس کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا

"بہتر ہوگا کہ تم اپنے منہ سے بتاؤ۔ وہ ترس رہی ہے تمہیں ملنے کو۔"

"کیا بات کر رہے ہو یار؟ —— میرے باپ کو پتہ چل گیا نا کہ میں شہر میں کسی بد کی میم کے ساتھ دکھائی دیا ہوں تو پھر شاید ہی کہیں دکھائی دوں۔" وہ سوچ کر ہی خوفزدہ تھا۔

"تو پورے شہر کو پکنک اسپاٹ بنا کے گھومنے کی کیا ضرورت ہے؟ تم اس سے یہاں بھی تو مل سکتے ہو۔" نوفل نے اپنا سیل فون اٹھاتے ہوئے کہا تو وہ مضطرب ہو اٹھا۔

"نوفل پلیز! اسے مت بتانا کہ میں تم سے ملا ہوں۔" یہ سنجیدگی شوکل خان کی فطری سادگی سے ہٹ کے تھی۔ نوفل حیران سا اسے دیکھنے لگا۔

"میری خاطر یار! —— ابھی فی الحال اسے مت بتاؤ۔" وہ اٹکا تھا۔ نوفل نے خاموشی سے

موبائل تھکل پر ڈال دیا۔

"کیا واقعی تمہیں ڈالے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے؟"

چند لمحوں کے توقف کے بعد نوفل نے سنجیدگی سے پوچھا تو وہ سادگی سے بولا۔

"وہ بہت اچھی لڑکی ہے۔"

نوفل کو اس کا کترانا بہت شدت سے محسوس ہوا تھا۔

"تو پھر کیا مسئلہ ہے یار؟ ـــــ وہ کیا کہتے ہیں، تمہاری ذات برادری کی بھی ہے۔ بلکہ مختلف ماحول کی پروردہ ہے۔ اور کچھ نہیں۔"

"ہمارے ہاں لڑکیوں سے دوستی کا کوئی تصور نہیں ہے۔" وہ بولا تو نوفل نے کہا۔

"تو شادی کر لو نا یار! کس نے کہا دوستی گانٹھنے کو؟"

"تم مجھے کولی مروانے کے چکر میں ہو۔" اس نے نوفل کو گھورا تھا۔

"مجھے فریب مت دو۔ سب سے چھوٹے ہو۔ اپنی ماں کے لاڈلے ہو۔ وہ تو تمہاری کوئی بات رد کرتی ہیں اور نہ ہی تمہارے بابا جان کو کرنے دیتی ہیں۔" نوفل نے اطمینان سے اسی کی معلومات کا استعمال اس پر کیا تھا۔

"تو میرا کیا دماغ خراب ہے کہ میں ڈالے آفریدی کو اپنے سر پر بٹھا لوں؟" وہ کچھ کترا گیا۔

"ابھی میں کچھ نہیں کہوں گا۔ اب یہ تم دونوں کا آپسی معاملہ ہے۔" نوفل کپ رکھتا اٹھ کھڑا ہوا تو شوئنکل خان نے اسے دیکھا۔

"تو تم اسے میرا بتا دو گے؟"

"ابھی تو نہیں۔ مگر بتاؤں گا ضرور۔ وہ میری سب سے اچھی دوست ہے۔ ہواؤں سے پوچھتی پھر رہی ہے تمہارا۔ اور میں اسے یوں امتحان میں نہیں دیکھ سکتا۔" نوفل نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا تھا۔

"یار!! ایسے تو وہ پھر سے میرے پیچھے پڑ جائے گی۔ بڑے کھلے مزاج کی لڑکی ہے۔" وہ سوچ کر ہی خوفزدہ تھا۔ نوفل کو ہنسی آنے لگی۔

وہ اونچا لمبا، شاندار مرد ڈالے آفریدی کا محض نام سن کر ہی قربانی کا بکرا لگنے لگا تھا۔

"ابھی تو اٹھو۔ تھوڑے عرصے کے بعد ملے ہو تو ایک شاندار سا ڈنر تم پر ڈیو ہے۔" نوفل نے کہا تو وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیوں نہیں ـــــ میں تو ترس رہا تھا تم سے ملنے کو۔"

"بھی ڈائیلاگ اگر تم ڈالے سے بولو گے تو وہ خوشی کے مارے جانے کیا کر بیٹھے۔" نوفل آگے بڑھ کر اس کے لئے دروازہ کھولتے ہوئے چھیڑا تو وہ سادگی سے بولا۔

"مجھے تو سوچ کر بھی ڈر لگتا ہے۔ وہ لڑکی میرے ساتھ کچھ بھی کر سکتی ہے۔"

"وہ بہت بدل گئی ہے یار!" نوفل ہنسا تھا۔

"میرے معاملے میں وہ نہیں بدل سکتی۔" وہ بے اختیار بولا تو نوفل رک کر اسے دیکھنے لگا۔

"بڑا پکا یقین ہے تمہارا؟"

"سچ کہہ رہا ہوں ـــــ وہ ہر وقت مجھے بے وقوف بناتی رہتی تھی۔" وہ بات بدل گیا تھا۔

نوفل گہری سانس بھرتا اس کے ساتھ آفس سے نکلتے ہوئے ایک انتہائی ضروری ایس ایم ایس کر رہا تھا۔

"کس کو فون ملا رہے ہو؟" وہ کھٹک گیا تھا۔

نوفل نے ایس ایم ایس بھیجتے ہوئے موبائل آف کیا اور خوش دلی سے مسکرا دیا۔

"اپنے پسندیدہ ریسٹورنٹ میں ریزرویشن کروا رہا تھا۔ ذرا پتہ تو چلے کہ تمہاری فیکٹری کس پوزیشن میں ہے۔ کیونکہ بل تمہارے ذمے ہے۔"

"یار! تم آ گئے ہو۔ اس ملاقات کے بدلے میں ساری عمر تمہیں مہنگے سے مہنگے ریسٹورنٹ میں کھانا کھلا سکتا ہوں۔"

نازیوں شوئنکل خان کے انداز میں روایتی محبت تھی۔ جو اس خطہ زمین کا وصف تھی جہاں اس نے جنم لیا تھا۔ وہی مخصوص سادگی اور اپنا پن، جسے ابھی تک شہروں کی ہوا مکمل طور پر ختم نہیں کر پائی تھی۔

نوفل کا دل خوش ہو گیا۔

"تم اپنی گاڑی میں ہو؟" پارکنگ لاٹ میں پہنچ کر نوفل ٹھٹکا۔

شوئنکل خان کی مرسڈیز گاڑی کے پاس مستعد سا ڈرائیور موجود تھا۔

"میں تمہارے ساتھ ہی چلوں گا۔" شوئنکل خان نے کہا تو وہ سر ہلا کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ شوئنکل نے اپنے ڈرائیور کو گاڑی سمیت واپس کیا اور نوفل کے ساتھ آ بیٹھا۔

"اس دن کے میں خواب دیکھا کرتا تھا۔" شوئنکل کے کہنے پر گاڑی سڑک پر ڈالتا نوفل ہنس دیا۔

"اگر تم ٹی وی پر دکھائی نہیں دیتے تو شاید ہی کبھی تم سے ملاقات ہوتی۔" وہ ابھی بھی کہہ رہا تھا۔

"تم میرے معاملے میں کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو رہے ہو۔" نوفل نے اسے چھیڑا تو وہ سادگی سے بولا۔

"نہیں یار! تم سے میری محبت الگ ہے۔"

"مہربانی ہے تمہاری۔" نوفل ایک خوشگوار سے احساس سے بھیگ گیا تھا۔

واقعی نیویارک میں رہائش کے دوران بھی وہ ہر وقت نوفل سے چپکا رہتا تھا۔ حالانکہ وہ بھی باقی سٹوڈنٹس کے ساتھ مل کر اسے خوب تنگ کیا کرتا تھا مگر پھر بھی ہر مسئلے کے وقت وہ نوفل کے دربار میں حاضری دیتا تھا۔ حتیٰ کہ ڈالے آفریدی سے چھپنے کے لئے بھی اسے نوفل ہی کی پشت دکھائی دیتی تھی۔ تب تو بے فکری اور بے پرواہی کا دور تھا۔ نوفل نے اس کے انداز کو سادگی اور بے وقوفی سمجھتے ہوئے اس کا کسی بچے ہی کی طرح خیال رکھا تھا۔ مگر آج شوئنکل خان کا یوں اچانک سامنے آنا اس

کے لئے بھی بے حد مسرت کا باعث بنا تھا۔

"تمہیں تو ہم یاد کرتے ہی رہتے تھے۔ تم نے بھی کبھی یاد کیا ہمیں کہ نہیں؟" نوفل سے وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"میں وہاں سے بھاگ تو آیا تھا مگر پھر کہیں بھی دل نہیں لگا۔ بابا نے واپس جانے کی بھی نہیں دی۔ وہ تو یوں بھی نعمان لال کے کینیڈا جانے اور واپس نہ آنے پر مشتعل تھے۔ میں شکنجے میں آیا تو پھر نکل ہی نہیں پایا۔ زندگی ان دنوں بہت بے مصرف لگتی تھی۔ کہیں دل نہیں لگا"

"تو بھاگے کیوں تھے وہاں سے؟ ــــ ڈرامے کی وجہ سے؟" نوفل نے تحمل سے مان گیا۔

"ہاں ــــ میں نہیں چاہتا تھا کہ نعمان لال کی طرح میں بھی بابا جان کو دکھ دیتا ہوں۔"

"اتنی سی بات کے لئے تم نے اپنی محبت چھوڑ دی؟"

"خدا کو مانو یار! یہ محبت کہاں سے آ گئی؟" وہ بدکا تھا۔

"ابھی پتہ چل جائے گا۔" نوفل نے زیر لب کہتے ہوئے صبا کے گیٹ کے سامنے گاڑی ہارن پر ہاتھ رکھ دیا۔ چوکیدار نے تیزی سے گیٹ وا کیا اور شاندار سے پورچ میں گاڑی لے آ

"یہ کیا طریقہ ہے نوفل! کسی کے گھر آنے کا؟ ــــ پہلے اتنا غصہ سا کھینچ دیا اور اب بھی کے پیچھے آ گئے ہو۔" وہ مصنوعی غصے سے بولتی گاڑی کے پاس چلی آئی تھی۔

شمویل خان نے کرنٹ کھا کر نوفل کی طرف دیکھا تو وہ شانے اچکا کر طمانیت سے مسکرا ڈالے آ کر گاڑی میں جھکی تو اس کی زبان حرکت کرنا بھول گئی۔ وہ ساکت سی بے حد کے ساتھ شمویل خان کو دیکھ رہی تھی۔ جسے خود سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیسا رد عمل ظاہر کرے۔

●●●●●

وہ انتظار کر کر کے تھک گئی تھی۔ مگر نوفل کے آنے کے آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ وجدان کے ہمراہ گھر لوٹ آئی۔ رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ وجدان کھڑے کھڑے ہی سلام دعا کرتا واپس پلٹ گیا تھا۔

"کیا بات ہے؟ ــــ اپنے صاحب بہادر کے ساتھ نہیں آئیں؟" اریجہ نے مسکراتے پوچھا تھا۔

صبا نے اچٹتی نگاہ اس کے کھلے ہوئے انداز پر ڈالی اور قدرے سنجیدگی سے بولی۔

"اب ہر وقت صاحب بہادر کی ڈیوٹی دینے پر تو مامور نہیں ہیں۔ سو بکھیڑے ہیں ان کے۔"

"تم سناؤ، سب خیریت رہی نا؟" صالحہ بیگم نے اسے اپنی جانب متوجہ کر لیا تھا۔

وہ دھیرے سے مسکرا دی۔

"الحمدللہ سب خیریت ہے۔"

"اس روز تقریب میں بھی بہت مزہ رہا۔ تم لوگوں کی فیملی میں ماشاءاللہ اتنے شرارتی بچے ہیں کہ آدمی کی طبیعت خوش ہو جاتی ہے اس رونق سے۔"

"بچے؟" صبا کو ہنسی آئی تھی۔ ذہن میں ان سب کے سراپے گھوم سے گئے تھے۔

"وہاں ایسی کسی تقریب کے بغیر بھی یونہی رونق ہوتی ہے۔"

"پھر تو تمہارا دل یہاں کی خاموشی میں نہیں لگتا ہوگا۔" اریجہ کی توجہ ٹی وی اسکرین سے ہٹی تھی۔

صبا بڑے متحمل انداز میں اس کی جانب متوجہ ہوئی۔

"ایک دفعہ دماغ لگ جائے تو پھر دل لگتے دیر نہیں لگتی ہے۔"

"بہت خوب۔" صالحہ بیگم اس کے جواب سے محظوظ ہوئی تھیں۔ مگر وہ اریجہ کی تمسخرانہ نگاہوں کو اچھی طرح محسوس کر سکتی تھی۔

"دل و دماغ لگانے کے لئے بھی زندہ انسان چاہئے ہوتا ہے۔ اب در و دیوار کو تو آدمی دکھڑے سنانے سے رہا۔" وہ اپنے مخصوص چبھتے انداز میں بولی تو صبا گہری سانس بھرتی صالحہ بیگم کی طرف پلٹ گئی۔

"آپ نے کھانا کھا لیا ہے؟"

"بس ابھی کھانے ہی والی تھی۔ نوفل کا انتظار تھا۔ آج جلدی آنے کو کہہ گیا تھا۔" انہوں نے جواب دیا تو صبا سر ہلا کر اٹھ گئی۔

"میں ذرا کپڑے تبدیل کر آؤں۔ پھر اکٹھے کھانا کھائیں گے۔ میں بھی یونہی اٹھ آئی تھی۔"

وہ کمرے میں آئی تو دماغ تپ رہا تھا۔

نوفل کا طرز عمل ذرہ برابر بھی حوصلہ افزا نہیں تھا۔ صبا کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ سمجھوتے کی سیڑھی پر قدم کیوں نہیں رکھ رہا تھا۔

ازدواجی نہ سہی، مگر "دکھاوے" کا تعلق تو رکھ ہی سکتا تھا نا۔

مگر وہ شاید یہ بازی اپنے طریقے سے کھیلنے کی سوچ رہا تھا۔

کپڑے تبدیل کرنے کے بعد وہ انہی تکلیف دہ سوچوں میں ڈوبی بیگ میں سے کپڑے نکال کر الماری میں رکھنے لگی۔ زیورات لاکر میں رکھنا تھے۔ اس نے نچلوں کے بل اچکتے ہوئے وارڈروب کے لاکر کا خانے کی شیٹ کے نیچے ہاتھ مار کر چابی دریافت کرنے کی کوشش کی۔ جاتے ہوئے وہ خالی لاکر کے خیال سے چابی یہیں رکھ گئی تھی ورنہ اپنے پرس میں رکھتی۔

اس نے چابی ہتھیلی میں دبوچی تھی مگر جب لاکر بند کرنے کی باری آئی تو چابی ہول میں گھوم کر ہی نہیں دی۔

"یہ ــــ اب اسے کیا ہو گیا ہے؟" وہ جھنجھلا گئی تھی۔

کتنی مرتبہ کوشش کی مگر چابی گھومنے سے انکاری تھی۔ اس نے چابی نکالتے ہوئے اسے بغور دیکھا۔ اس پر تو نمبر کندہ تھا۔

"تو ہی تھی یا شاید چپ"
اُلجھ کر سوچتے ہوئے اس کی نگاہ بلا ارادہ ہی نوفل کی لاکر سے جا ٹکرائی تو بنا کچھ سوچے
یونہی غیر ارادتاً ہول میں چابی ڈال کر گھمائی۔
"کلک" کی خفیف سی آواز کے ساتھ اس کا لاکر کھل گیا تھا۔
"حیرت ہے" وہ بڑبڑائی تھی۔ پھر فی الحال نوفل کے لاکر میں زیور رکھنے کے خیال سے
کھولی تو سب سے اوپر پڑی خوبصورت سی البم نے اس کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی۔ اس کا دل کسی
متوقع صورتحال کو سوچ کر بے ترتیبی سے دھڑک اٹھا۔
یہ نوفل احمد کا کوئی پر سل الٹھر بھی ہو سکتا تھا جسے جان کر شاید وہ مزید ذہنی تکلیف کا شکار ہوتی
مگر اب اس سے زیادہ اور کیا تکلیف ہو گی جتنی اب سہہ رہی ہوں۔ اس نے سوچتے ہوئے
اٹھا لی تھی۔ دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے البم کھولی۔
"دنیا یہاں ختم ہو جاتی ہے۔"
پہلے صفحے پر موٹے سیاہ مارکر سے تحریر تھا۔ صبا کی سانسیں تھک پڑنے لگیں۔
بے جان ہاتھوں سے اس نے آگے دیکھا تو پہلی ہی تصویر اس کے ذہن کو جھنجھنا کر رکھ گئی۔
ایک کے بعد اس کے ذہن میں دھماکے سے ہو رہے تھے۔

●●●●●

اس مرتبہ میٹنگ کے سلسلے میں انس کو پندرہ دنوں کے لئے جرمنی جانا پڑ گیا تو وہ بوکھلا گیا۔
"ہر بار تو ابو خود جاتے ہیں یا پھر چچا جان۔"
"بیٹا جی! اب آپ بھی آگے بڑھ کے کچھ سیکھیں۔ کنارے پہ پاؤں ڈبو کر بیٹھے رہنے سے
تیرنا نہیں آ جاتی۔" تایا جان نے طنز کیا تو وہ چپ ہو رہا۔
مگر پہلے تائی جان کے سامنے اور اب تگین کے ساتھ وہ مسلسل بحث میں مصروف تھا۔
"بھلا مجھے وہاں بھیجنے کی کیا تک بنتی ہے؟" اس نے پندرھویں بار یہ جملہ بولا تو تگین چڑ گئی۔
"واقعی، بھلا کسی عقلمند سے عقل کی بات کیجئے۔"
"جی! ہار کیا کوئی مجھ سے۔" وہ جھنجھلایا تھا۔
"اوفو ـــــ ابھی تو ایک ہفتہ پڑا ہے روانگی میں۔ اور پھر سرسری بات ہی تو ہوئی ہے
یونہی دل پہ لے بیٹھے ہیں۔" تگین نے سمجھایا تو وہ چڑ کر بولا۔
"تم سے زیادہ میں والد صاحب سے واقف ہوں۔ ایک بار جو کہہ دیا سو کہہ دیا۔"
"پہلے بھی تو دوسرے شہروں میں جاتے رہتے ہیں۔" تگین نے اعتراض کیا تھا۔
"شہر سے باہر اور ملک سے باہر جانے میں بہت فرق ہوتا ہے مگر تمہیں کیا فرق پڑتا ہے
زیادہ سے زیادہ یہی پلاننگ کرلو گی کہ اتنے روز میکے رہ آؤں گی۔" وہ چڑ کر بولا۔
"واقعی ـــــ آئیڈیا تو بہت اچھا ہے۔" تگین واقعتاً خوش ہوئی تھی۔

...ے کیا جی! میں سوچتا ہوں کہ تمہیں شادی کرنی ہی نہیں چاہئے تھی۔" وہ بڑی سنجیدگی سے
...ولا۔
...پھر آپ کا کیا ہوتا؟" وہ غیر سنجیدہ تھی۔
...وہ بھی کچھ زیادہ قابل فخر نہیں ہے" وہ گہری سانس کھینچتا ہی آن کر کے
...ب ہو رہا
...ئے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا تھا۔
...پنی جگہ سے اٹھ کر اس کے دور ہی وی اسکرین کے بیچ آ بیٹھی۔ انس نے اسے ذرا سا گھور
...ا۔
...ب کیا ہے؟"
...ہرے ہوتے ہوئے آپ ان نامحرم دوشیزاؤں کو اتنے شوق سے دیکھ رہے ہیں۔" وہ احتجاجاً
...لی تو موقع مل گیا۔
...سوچ لو ـــــ جرمنی جا کر ان پندرہ دنوں میں بھی یہی کروں گا۔"
...خیر ـــــ وہ بھی اچھا ہے۔ آدمی کی طبیعت فریش رہتی ہے۔ کم از کم ایک ہی شکل دیکھ دیکھ کر
...نے سے تو بہتر ہے۔" وہ مسکراہٹ دبا کر جتنی اٹھ گئی تو انس نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے پاس
...۔
...تم ذرا بھی جیلس نہیں ہو گی؟"
...ہوں اوں۔" تگین نے نفی میں سر ہلایا تو وہ جل کر بولا۔
...دل تھوڑی اس لڑکی کو جس میں مجھے باہر بھیجا تھا۔"
...خدا نہ کرے۔" تگین نے تنبیہی انداز میں اسے دیکھا تھا۔
...کیا کرتے ہیں دونوں ساتھ چلتے ہیں۔" اسے نیا خیال سوجھا تھا جسے تگین نے فوراً رد کر دیا۔
...بالکل نہیں ـــــ میں ایسی حالت میں اتنے لمبے سفر کا رسک نہیں لے سکتی۔"
...ہاں ـــــ تو میں بھی تمہیں ایسی حالت میں چھوڑ کے نہیں جا سکتا۔" وہ دو بدو بولا تو تگین کو
...گئی۔
...کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ دن بہ دن آپ کی محبت بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ اتنی شدت اچھی نہیں
...ـ" تگین نے اس کی پیشانی پر آئے بال سنوار کر کہا تو وہ مسکرا کر بولا۔
...محبت تو اچھی ہوتی ہے نا۔"
...مگر ایک حد میں رہ کر۔"
..."محبت کی حدود و قیود نہیں ہوتیں۔ ورنہ کسی کا شوہر میری طرح ناخوش نہ ہوتا۔ ہر کسی کی محبت کا
...یمانہ ہوتا۔ کسی کو بھی اس کی کمی یا زیادتی کا رونا نہ رونا پڑتا۔"
..."آپ کس بات سے ناخوش ہیں؟" تگین نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑا تھا۔
..."تم سے۔ کبھی جو بیوی سے چند لمحوں کے لئے بھی محبوبہ بنی ہو۔" وہ شاکی انداز میں بولا تھا۔

تحسین مسکرا دی۔

"بنا تو رکھا ہے آپ نے مجھے اپنی محبوبہ۔"

"وہ تو میں نے بنا رکھا ہے نا ـــــ تم نے تو کبھی بھی "محبوبیت" کا احساس نہیں ہو ... سے منانا تو آتا نہیں ہے۔" اس کی وہی شکایتیں تھیں۔

"وعدہ رہا، اس مرتبہ روٹھیں گے تو بہت اچھے طریقے سے مناؤں گی۔" وہ فوراً ... بات پہ واپس اسے گھورنے لگا۔

تحسین ہنس دی تھی۔

"اب اور کیا کہوں؟ ـــــ یہی تو چاہ رہے تھے آپ۔"

"کبھی بھی پکا ارادہ کر لو کہ مجھے کبھی روٹھنے نہیں دو گی۔" وہ جل کر بولا تھا۔

"پہلے اچھی طرح سوچ لیں کہ آپ چاہتے کیا ہیں؟" تحسین نے مشورہ دیا تو وہ ... ہوئے سر کے نیچے ہاتھ باندھتا چت لیٹ گیا۔

"یہ تو اب آپ بچوں جیسی ضد کر رہے ہیں۔ ابو جی ٹھیک کہہ رہے ہیں، آپ ان کا ... رہے ہیں تو اس کے تمام رموز سے واقفیت ہونا بھی لازم ہے نا۔ یونہی ایک ایک ... زندگی میں آگے بڑھا جا سکتا ہے۔" وہ اسے سمجھا رہی تھی۔

"مگر میں تم سے دور جانا نہیں چاہتا۔"

"تو کون سا ہمیشہ کے لئے جا رہے ہیں۔" وہ بے ساختہ کہہ گئی تھی، پھر استفسار ... محبت بھرے انداز میں بولی۔ "دو ہفتوں کی تو بات ہے ـــــ چٹکیوں میں گزر جائیں گے۔"

"دو ہفتے چٹکیوں میں نہیں، ہمیشہ چودہ دنوں ہی میں گزرتے ہیں۔" وہ ناراضگی سے ...

"دوری سے محبت بڑھتی ہے۔" تحسین نے اسے یاد دلایا تھا۔

"یہ محض تمہاری گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔ میرے جاتے ہی مجھے بھلا دو گی۔"

"اچھا، وعدہ رہا، نہیں بھلاؤں گی۔ میں آپ کی واپسی کا انتظار کروں گی۔" تحسین ... اس کی ناک پکڑتے ہوئے مسکرا کر کہا تو وہ بھی مسکرا دیا۔

"شاید اس خیال سے جدائی آسان ہو جائے۔"

چودہ دن اور "جدائی" ـــــ تحسین نے بمشکل اپنی ہنسی روکی تھی۔ ورنہ وہ پھر ... اتنے سارے دنوں کی دوری کو بھی وہ جدائی نہیں گردانتی ہے۔

●●●●●

وہ بے حد بے چینی سے فرنٹ سیٹ پر بیٹھے شمونگل خان کو دیکھ رہی تھی۔ جو نوفل کا ... پر اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہا تھا۔

"کیسا رہا سرپرائز؟" نوفل نیچے اترتے ہوئے گاڑی ڈالے سے پوچھا ... شمونگل کو بھی باہر نکلنا پڑا۔

... یقین نہیں آ رہا شمونگل خان! یہ تمہی ہو۔" وہ اب حیرت کے غلبے سے نکل آئی۔ اس کا ... ہاتھوں میں تھامے جوش سے جھٹکی تو وہ خجل سا ہونے لگا۔

"... رے ـــــ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں کیا کروں۔ کیسے، کہاں سے ملا یہ تمہیں؟" وہ ... پوچھ رہی تھی۔

"اندر تو بٹھاؤ کہ یہیں کھڑے کھڑے تفصیل بتا دوں؟" نوفل کو شمونگل کے تاثرات دیکھ کر ... رہی تھی۔

... یونہی اس کا ہاتھ تھامے مسلسل بولتی ہوئی انہیں اندر لے آئی تھی۔ پھر شمونگل کو صوفے پر ... خود اس کے ساتھ بیٹھی تو وہ بدک کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"... ذرا دور تو۔"

... کا قہقہہ بے ساختہ و بے اختیار تھا۔

"... بھی نہیں بدل سکتا۔" زرلے بھنا گئی تھی۔

... کہاں ہو گیا تھا۔ جس شخص کے پیچھے وہ خوار ہوتی پھر رہی تھی وہ اب بھی اس سے پہلو بچاتا ... ہا۔

"... کہاں تھے تم؟ ـــــ اور پہلے یہ بتاؤ کہ نیویارک سے کیوں بھاگے تھے؟" زرلے اسے اتنی ... سے چھوڑنے والی نہیں تھی۔

... بے بسی سے مدد طلب انداز میں نوفل کو دیکھنے لگا۔

"... جس بھی نیت سے بھاگا تھا، اب تو مل گیا ہے نا ـــــ اس کی خوشی مناؤ۔" نوفل کو ترس آ ...

"... لے پتہ اپنی خیر منائے۔" وہ شمونگل کو پیاسی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ "کوئی دوستوں کو چھوڑ ... کر بھاگتا ہے؟"

"... سب گلے شکوے میں کر چکا ہوں۔" نوفل نے کہا تو وہ شکوہ کناں انداز میں بولی۔

"... کیا تمہارا حق نہیں بنتا ہے اس پر؟"

"... جی، میں معترف ہوا۔ پورے کا پورا شمونگل خان تمہارے حوالے ہیں۔" نوفل ہنسنے لگا تھا۔

"... کہاں ہوتے ہو آج کل؟" وہ شمونگل سے پوچھ رہی تھی جو اس کے علاوہ کمرے کی ہر چیز کو ... رہا۔

"... پشاور ہی میں ہوں۔" وہ اس کی شہ زوری کے آگے یونہی کمزور پڑ جایا کرتا تھا۔

"... شادی وادی تو نہیں کر لی نوفل کی طرح؟" وہ بظاہر بڑی خوش دلی سے پوچھ رہی تھی۔ مگر ... جانتا تھا کہ اس کی دلی کیفیت تلاطم کی زد میں ہو گی۔

... بات کا جواب دینے کی بجائے شمونگل نے مسرت آمیز لہجے میں نوفل سے پوچھا۔

"... اس نے شادی کر لی ہے؟"

"صرف شادی نہیں، بلکہ ایک کامیاب محبت اور پھر شادی۔" ژالے نے راز کھولا!
رسٹ واچ دیکھنے لگا۔
"اور بڑے افسوس کی بات تو یہ ہے کہ وہی بیوی میرا انتظار کر کر کے تھک کر اب ہو!
گی۔ مجھے اسے پک کرنا تھا اس کے میکے سے۔" مسکرا کر بولا تو شوئکل نے گرم جو
مبارک باد دی تھی۔
اسی وقت ژالے کے ڈیڈی اندر آئے تو وہ دونوں احتراماً کھڑے ہو گئے۔
ژالے اپنے مخصوص انداز میں شوئکل خان کا تعارف کروا رہی تھی۔
"یہ ہمارے گروپ کا بھگوڑا ہے ڈیڈی! شوئکل خان۔ جو اپنی پڑھائی ادھوری چھوڑ
بھاگ آیا تھا۔ کیونکہ وہاں اس کا ایمان خراب ہوتا تھا۔" اس قدر عجیب تعارف پر وہ مسـ
سا ڈیڈی سے ہاتھ ملانے لگا۔
"تم اب اسے یہاں سے بھی بھگاؤ گی۔" نوفل نے اسے دھمکایا تو وہ جذب سے!
"اب بس ایسا منتر پڑھوں گی کہ اس کے قدموں کو زمین جکڑ لے گی۔"
شوئکل خاموشی سے سر جھکائے بیٹھا تھا۔
"کچھ خاطر مدارات کروا اپنے دوستوں کی بھی۔" ڈیڈی نے اُسے احساس دلایا تو وہ:
"نوفل نے سرپرائز ہی ایسا دیا ہے کہ میری تو بھوک پیاس ہی اڑ گئی ہے۔"
فون کی گھنٹی بجنے پر ڈیڈی معذرت کرتے ہوئے اٹھ گئے تو شوئکل نے نوفل کی طرف
"میرے خیال میں اب چلا جائے۔ کافی دیر ہو گئی ہے۔"
"ارے کہاں؟ ــــــ ابھی تو آئے ہو۔ خبردار جو اٹھنے کا نام بھی لیا تو۔ ابھی ہم لوگ
ڈنر کریں گے۔" ژالے نے رعب سے کہا تو وہ چپ کا ہو رہا۔
"تم ابھی بھی اتنے ہی سنگ دل ہو۔ کسی کے بھی جذبات کا احساس نہ کرنے وا
رہی تھی۔
نوفل نے دیکھا، اس کی شربتی آنکھوں کی چمک بے مثال تھی۔
"تم پتہ نہیں کس گمان میں ہو۔ میں نے تو کبھی ایسا کچھ نہیں کیا۔" شوئکل کا لہ
سنجیدگی لیے ہوئے تھا۔ نوفل تو ایک طرف رہا، ژالے بھی کھٹک گئی تھی۔
"تو پھر تم وہاں سے بھاگے کیوں تھے؟"
"کیونکہ وہاں میرا دل نہیں لگ رہا تھا۔" وہ سادگی سے بولا تھا۔
"حالانکہ وہاں دل لگانے والی بہت سی چیزیں تھیں۔" نوفل نے لقمہ دیا۔
"تو پھر تم نے وہاں دل کیوں نہیں لگایا؟" وہ نوفل سے پوچھنے لگا۔
"وہ سب میری ٹائپ کا نہیں تھا نا۔" نوفل مسکرانے لگا۔
شوئکل خان نے ایک نظر ژالے آفریدی کو دیکھا۔ وہ پوری طرح اس کی طرف

بیٹھا گیا۔
"مجھے نیویارک کی سردی پسند نہیں تھی۔"
"اور یہاں بہت خوش ہو تم؟" ژالے نے قدرے جارحانہ انداز میں پوچھا تو وہ چند ثانیوں کے
چپ رہ گیا۔ پھر مدھم لہجے میں بولا۔
"اپنوں کی خوشی کے لیے خوش رہنا ہی پڑتا ہے۔"
"دیکھ لوں گی میں تمہیں بھی اور تمہارے فلسفے کو بھی۔ ابھی تو میں فی الحال ڈنر کا انتظام دیکھ آؤں۔"
ژالے نے اپنا انداز بدلتے ہوئے اسے دھمکایا اور ساتھ ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔ شہد رنگ بالوں کو
مہارت سے کلپ میں جکڑے، کھلے پائنچوں کے ٹراؤزر اور گرم فل سلیوز کی شرٹ پر پہنا گرم
[illegible] میں وہ ہمیشہ کی طرح بہت خوب صورت لگ رہی تھی۔
"بہت برا کیا ہے تم نے یار! اسی لیے تمہیں ملنا چاہتا تھا۔" ژالے کے جاتے ہی شوئکل نے
ہوئے انداز میں کہا تو نوفل حیران ہو گیا۔
"تم سنجیدہ ہو؟"
"ہاں ــــ اور میں اس کہانی کو پھر سے شروع نہیں کرنا چاہتا جسے میں اپنے خیال میں نیویارک
میں ہی چھوڑ آیا تھا۔" وہ قطعیت سے بولا تو نوفل نے گہری سانس بھری۔
"تو تم جانتے تھے کہ ژالے کا تمہاری طرف جھکاؤ درحقیقت اس کی محبت تھی۔"
"میں یہ سب افورڈ نہیں کر سکتا نوفل!" شوئکل خان کی آنکھوں میں خفیف سی سرخی اتر آئی تھی۔
ان آنکھوں میں جھلکتی تکلیف کا احساس نوفل کو بہت شدت سے محسوس ہوا تھا۔ مگر وہ اس کا ماخذ
جاننے سے قاصر تھا۔
"ژالے بہت اچھی لڑکی ہے شوئکل! آزاد خیال اور بے باک تو ہے مگر کریکٹر لیس نہیں ہے۔
یہ بات تم ہی مجھے نیویارک میں بھی بتایا کرتے تھے۔" نوفل نے بے حد سنجیدگی سے کہا تو وہ
بحال ہونے لگا۔
"ہاں تو میں اب بھی کہتا ہوں اور اس کی اچھائی سے مجھے کب انکار ہے۔ مگر تم لوگ میرے
احساس نہیں سمجھ سکتے۔" اس کی گفتگو بے ربط تھی۔ نوفل کچھ نہیں سمجھ سکا۔
"چلو بھئی آ جاؤ ـــــ ڈنر ریڈی ہے۔" ژالے نے تالی بجاتے ہوئے انہیں مطلع کیا تو وہ
دونوں بہت سست روی سے اٹھے تھے۔
کھانے کے دوران بھی ژالے کی شوئکل پر توجہ بے مثال تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا اسے
اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلانے لگے۔
چلتے وقت اس نے نہ صرف شوئکل خان کا موبائل نمبر لیا تھا بلکہ زبردستی اس کا وزٹنگ کارڈ بھی
لے لیا تھا۔
نوفل نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی تو ژالے نے اپنا والٹ جیب میں ڈال کر گاڑی کی طرف

بڑھتے شموئیل کا ہاتھ بڑی سبک روی سے تھاما۔ وہ بے ساختہ اسے دیکھنے لگا۔

"ایک اور بات تو رہ ہی گئی۔ مونچھوں کے بغیر تم زیادہ ہینڈسم لگ رہے ہو۔" وہ شرارت سے بولی تو نوفل کے قہقہے پر وہ جھینپ کر اپنا ہاتھ چھڑاتا گاڑی میں آ بیٹھا۔ ڈالے پورچ کی سیڑھیوں پر کھڑی ہاتھ ہلا رہی تھی۔ نوفل گاڑی گیٹ سے باہر لے آیا۔

"مجھے گھر ڈراپ کرو گے یا میں گاڑی منگوالوں؟" وہ نوفل سے پوچھ رہا تھا۔

"میری گاڑی میں ہی چلے جاؤ۔ ڈبل کے پیسے دے دینا۔" اس نے بہت رسانیت سے کہا تو وہ مسکرا دیا۔

"ابھی تو بہت رات ہو گئی ہے۔ کل میں انکل اور آنٹی سے ملنے آؤں گا اور بھابی سے بھی گپ شپ کروں گا۔"

"ایسی کی تیسی ہو گئی ہے یار!" نوفل نے بتایا تو وہ تاسف کا شکار ہونے لگا۔

"اور آنٹی کیسی ہیں؟" بہت عرصے تک کسی کی خبر نہ رکھنے والے یونہی انکشافات کی زد میں ہیں۔ وہ بھی شرمندہ تھا۔

"وہ ٹھیک ہیں۔" نوفل مسکرا رہا تھا۔ شموئیل کو اس کے شاندار سے فلیٹ میں ڈراپ کرنے کے بعد وہ ایک منٹ بھی مزید نہیں رکا تھا۔ مگر گھر پہنچنے تک جتنی دیر ہونی تھی، ہو چکی تھی۔

اسے صالحہ بیگم کی ڈانٹ کا ڈر تھا۔ مگر تمام لائٹس آف پا کر اسے تسلی ہوئی کہ وہ سو چکی تھیں۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ صبا ابھی آ چکی تھی یا نہیں۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی بے ساختہ نگاہ ڈالی تو ڈم لائٹ میں اسے محو استراحت پا کر گہری سانس بھرتا وہ بے آواز قدموں سے واش روم میں چلا گیا۔

فریش ہو کر وہ بستر پر آیا تو کتنی ہی دیر شموئیل خان کی غیر متوقع آمد کے متعلق سوچتا رہا۔ اچانک تو تھی مگر اتنی ہی خوشگوار بھی تھی۔ انہی خیالوں میں غلطاں وہ جانے کب نیند کی گہری وادی میں اتر گیا تھا۔

●●●●●

"یہ لیں، آپ کا مسئلہ تو حل ہو گیا۔ عماد بھائی بھی اگلے چند دنوں میں جرمنی جانے والے ہیں۔" آج اتوار کی چھٹی تھی۔ اسی لئے نہ صرف سبھی گھر پر موجود تھے بلکہ مریم پھپھو کی فیملی بھی آئی ہوئی تھی۔ بڑے سب تو ناشتے سے فراغت کے بعد اب ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے باتوں میں مصروف تھے جبکہ تکین اور ضحیٰ ابھی کچن میں تھیں۔ کیونکہ ابھی نہ صرف ان دونوں نے خود بلکہ عماد، انس اور حمرہ نے بھی ناشتہ کرنا تھا۔ تکین نے اپنے تئیں انس کو خوشخبری دی تو اس نے برا سا منہ بنایا۔

"اس کے جانے سے کیا ہو جائے گا؟"

"جو عرصہ اکیلے وہاں کے اقتداروں میں ہے وہ میرے ساتھ ہونے سے تھوڑی آ جائے گا۔" بھی جوالو کا رول ادا کرنے کی کوشش کی تھی۔

تو میں کب کہہ رہا ہوں کہ مجھے وہاں بھیجو۔ مگر یہاں کس کو پرواہ ہے۔ پوچھتا کیا ہے۔" اس نے کپ میں چائے انڈیلتے ہوئے کہا تو ضحیٰ آملیٹ اور پراٹھوں کی پلیٹیں رکھتی کرتے ہوئے شاستہ انداز میں بولی۔

"میں تو پہلے ہی کہہ رہی تھی تکین سے کہ یہ "جن" تمہارے قابو میں آنے والا نہیں۔"

"پھوپھو، مسٹر! اس نے بھی مجھے قابو کرنے کی کوشش ہی نہیں کی ہے۔" انس مایوس تھا۔

"تم بھی تو اس کو دیکھنے کے بعد ہو۔ ایک دو دفعہ شہر میں "کسی" کے ساتھ دکھائی دو، پھر دیکھنا یہ کیسے قابو کرتی ہیں۔" عماد نے مسکراتے ہوئے ذومعنی انداز میں کہا تو تکین خفگی سے بولی۔

"میرے ہی سامنے آپ میرے میاں کو الٹی پٹی پڑھا رہے ہیں۔"

"بے فکر رہیں بھابی ماں! میرے تعویذوں کا اثر کہیں نہیں جانے والا۔" وجدان کا انداز چھیڑنے والا تھا۔

تکین نے اسے آنکھیں دکھائیں تو اس نے زبان دانتوں تلے دے لی۔

"تو تم مجھ پہ تعویذ کروا رہی ہو؟" انس نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا تو وہ منمنائی۔

"کہاں کوئی، یہ تو چھیڑ رہا ہے اور دم کیا ہوا تک......"

"واہ واہ —— کیا محبت ہے۔" عماد نے سر دھنا تھا۔

"خاک محبت ہے یار! میں بھی کہوں پچھلے کئی ماہ سے میرا بلڈ پریشر کیوں ہائی رہنے لگا ہے۔ صرف ایک پلیٹ میں اتنا نمک۔ اور اب تو شوگر ٹیسٹ کرانا پڑے گی۔ اتنی چینی کھلا رہی ہے مجھے۔" انس کو ملال ہونے لگا تھا۔ جبکہ ضحیٰ کو اس کی پول کھلنے پر بہت مزہ آیا تھا۔

"پہلے یہ تو پوچھو کہ یہ چینی اور نمک تھا کس لئے؟" عماد نے اس کا دھیان کرایا تھا۔

"تم بتاؤ تمہارے ہی "آستانے" سے جاری ہوئی تھیں یہ دونوں چیزیں۔" انس نے وجدان کو گھورا تو وہ مزے سے بولا۔

"میں نے تو نیکی کا کام ہی کیا تھا۔ بے مہر اور سنگدل شوہر کو اپنے قابو میں کرنے کے لئے دی تھیں یہ دونوں چیزیں۔"

"بے مہر اور سنگدل؟" عماد اور ضحیٰ کو انس کی شکل دیکھ کر ہنسی آ رہی تھی۔

"اور وہ کیا عمل کرنا تھا تکی بھابی! جس میں کھسا نہیں سوچنا تھا؟" ضحیٰ نے بڑی معصومیت سے پوچھا تو وہ شرمندہ ہونے لگی۔

"وہ تو پورا ہی نہیں ہوا —— ہر بار کھسا یاد آ جاتا تھا۔"

"شرم کرو، شرم کرو۔ میرے سامنے بیٹھ کر اپنی کارستانیاں بیان کر رہی ہو۔"

"تو کیا غلط کیا ہے میں نے؟ آپ جو ہر وقت مجھ سے لڑتے رہتے ہیں۔ میری کوئی بات نہیں مانتے۔" وہ بحث کرنے لگی تھی۔

"ایک سو ایک طریقے ہوتے ہیں بات منوانے کے۔ تمہیں تو ان سے بھی آگے کی سوجھی۔" انس

نے سر جھکا تھا۔

"تو کیا فائدہ ہوا؟ ـــــ کون سا قابو میں آ گئے ہیں آپ۔" تمکین نے چڑ کر کہتے ہوئے ان کو دھمکایا۔

"اور تم اب بناؤ مجھ سے اپنے دوستوں کے لئے چائے۔"

اسی وقت معید لاؤنج میں آتے ہوئے سب سے سلام دعا کرتا ان کے پاس آ بیٹھا تو ضحی اس کا احساس لئے اپنی پلیٹ پر جھک گئی۔

نکاح کے بعد یہ اس سے پہلا سامنا تھا۔

"اوہو ـــــ آئیے جناب! آپ کہاں مفرور پھر رہے ہیں؟" عماد نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے طنز کیا تو وہ مسکراتے ہوئے وضاحت دینے لگا۔

"کسی کلائنٹ سے بہت ارجنٹ ملنا تھا۔ اس لئے صبح صبح جانا پڑا۔"

"یار! کم از کم چھٹی کے دن تو چھٹی کر لیا کرو۔" انس چڑ گیا تھا۔ پھر ساتھ ہی ضحی سے مخاطب ہوا۔ "ضحی! چائے ڈالو معید کے لئے۔"

اس کا حکم ضحی کے لئے بہت غیر متوقع تھا۔

اس کا حلق تک کڑوا ہونے لگا۔ مگر مجبوری تھی کہ انس اور عماد کے سامنے کچھ کہہ بھی نہیں سکتی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی معید کے لئے کپ میں چائے انڈیلنے لگی۔

"اوہو ـــ ضحی پہلا "باقاعدہ" ناشتہ" عماد نے شرارت سے دونوں کی باری باری شکل دیکھی۔

"جو فی الحال تمہارے نصیب میں نہیں ہے۔" انس نے اس کا دل توڑنے میں کوئی کسر نہ رکھی تھی۔

"نہیں یار! ضحی کو دیکھ کر میرا کافی حوصلہ بڑھا ہے۔ اگر اس جیسی نالائق بندی کو اتنا قابل مل سکتا ہے تو پھر میرا مستقبل بھی کافی روشن ہوگا۔"

عماد نے بڑی امید سے کہا تو ضحی دانت پیس کر رہ گئی۔ اس نے چینی ڈالے بغیر چائے کا کپ معید کی طرف کھسکا دیا تھا۔

"کیا بوریت ہے یار! ـــــ تم دونوں آپس میں بات نہیں کرتے کیا؟" عماد جھنجلایا تھا۔

"یا پھر ہم یہاں سے اٹھ جائیں ـــــ؟" انس نے شرارت سے کہا تو ضحی اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔

"کیوں تنگ کر رہے ہو بیکار میں؟" معید مسکرا رہا تھا۔ پھر شوگر پاٹ اپنی طرف کھسکا کر کپ میں چینی ڈالنے لگا۔

"تم کہاں جا رہی ہو؟ بیٹھو۔" عماد نے رعب سے ضحی کو روکا تھا۔

"مجھے اور بھی کام ہیں ان باتوں کے علاوہ۔" وہ قدرے ناراضگی سے بولی تو اس نے اسی سے کہا۔

"پہلے ناشتہ ہو لینے دو۔ اور کام بعد میں کر لینا۔"

"بیٹھو نا ضحی! اب تو پردے والی کوئی بات نہیں رہی۔ کیوں معید بھائی؟" تمکین نے مسکراہٹ دباتے ہوئے پوچھا۔

"میرے لئے تو پہلے بھی پردے والی کوئی بات نہیں تھی۔" معید نے بڑے پرسکون انداز میں کہا۔

"اوہو ـــــ یعنی لمبا چکر ہے۔" عماد نے آنکھیں دکھائی دی تھیں۔ جبکہ ضحی کرسی میں دھنسی ان لفظوں کے ہیر پھیر میں کسمسا رہی تھی۔

"ویسے یار! تم لوگوں کو موقع تو ملنا چاہئے بات چیت کا۔ کیوں ضحی؟" انس کو بھی عین وقت پہ یاد آیا تھا۔

بہت ضبط کرتے ہوئے بھی ضحی کو اپنے جسم کا سارا خون چہرے پر جمع ہوتا محسوس ہوا تھا۔

"یہاں کون سے مسئلے پڑے ہیں جو بات چیت سے حل ہوں گے؟" وہ بہت رکھائی سے بولی تھی۔

"ہمارے بارے میں پوچھو۔ سب سے پہلے تو رخصتی کا مسئلہ ہے جو پتہ نہیں کتنی دور جا پڑا ہے۔" عماد نے چھیڑنے والے انداز میں کہا تو ان کی ہنسی پر وہ تپ کر اٹھ گئی اور پھر تمکین کے لاکھ روکنے پر بھی نہ رکی تھی۔

"حد کرتے ہیں آپ لوگ بھی۔ دو منٹ بھی بیٹھنے نہیں دیا۔" تمکین نے انہیں گھرکا تھا۔

"ہاں یار! حد کرتے ہو تم بھی۔ ابھی تو معید نے ڈھنگ سے اس کی شکل بھی نہیں دیکھی ہوگی۔" عماد نے شرارت سے کہا تو وہ بوکھلا سا گیا۔

"کیا بدتمیزی ہے یار!" تمکین ہنسنے لگیں۔

"مجھے تو لگ ہی نہیں رہا کہ ان لوگوں کا نکاح ہو چکا ہے۔"

"ان کی حرکتوں سے تو مجھے بھی نہیں لگ رہا۔" انس کو بھی شک ہوا تھا۔

"کیا چاہتے ہو تم لوگ؟" معید نے رسانیت سے پوچھا تو عماد نے دو بدو کہا۔

"چاہنا تو اب تم دونوں نے ہے ایک دوسرے کو۔ ہم بے چارے تو صرف دعا ہی کر سکتے ہیں۔" تمکین کی موجودگی کے باعث معید جھینپ سا گیا تھا۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے تم لوگوں کا۔ اور بس۔"

"کمال ہے یار! ـــــ جن کا نکاح ہوا ہے انہیں کچھ پرواہ ہی نہیں۔ اور ہم خواہ مخواہ رومینٹک ہوئے جا رہے ہیں۔" انس نے گہری سانس بھرتے ہوئے مایوسی سے کہا تھا۔

تمکین کو اس کے انداز پر ہنسی آ گئی۔

"کمال تو یوں بھی بیماری ہے ڈائیلاگ بولنے کی۔"

"مگر اب مجھے کوئی فکر نہیں۔ سنا ہے باہر کے ممالک میں اس بیماری کا بہت اعلیٰ علاج ہے۔"

انس نے تمکین کو جلانے کی خاطر کہا تو وہ بولی۔

"عماد بھائی جا رہے ہیں نا۔ یہ آپ کی ہر رپورٹ دیں گے مجھے۔"

"عماد بھائی نہ ہوا زبیدہ سلطان ہو گیا۔ کہیں تم محض میری جاسوسی کی خاطر تو نہیں ساتھ؟" انس نے شکی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"تم کتنے جا رہے ہو دونوں؟" معید نے پوچھا۔

"کہاں یار! میں ایک ہفتے کے بعد جا رہا ہوں۔ وہ بھی صرف پانچ دنوں کے لیے۔ اتفاق ضرور ہے کہ ہم دونوں ایک ہی شہر میں ہوں گے۔" عماد نے بتایا تھا۔

"اور مجھے کل کی فلائٹ سے جانا ہے۔" انس نے آہ بھری تھی۔

"یہ بہت اچھا چانس ہے تمہارے لیے۔ ایسے ٹورز میں نت نئی معلومات ملتی ہیں۔" معید نے اس کی حوصلہ افزائی کی تو وہ ناراضگی سے بولا۔

"تو تم کیوں نہیں آ گئے اس پروفیشن میں؟ اب سے رہے کے والد صاحب کو ایک میں ہی دیتا ہوں۔"

"میرا انٹرسٹ نہیں تھا بزنس میں۔ اور کوئی وجہ نہیں تھی۔ مگر اب جلد ہی عماد تمہیں جوائن کرے گا۔" معید نے کہا تو انس بے یقینی سے عماد کو دیکھنے لگا۔

انکل عباس ان کے بزنس میں کافی روپیہ انویسٹ کر رہے تھے مگر ابھی تک عماد نے انہیں کرنے کی آفر نہیں کی تھی۔

"میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میری جاب بہت اچھی چل رہی ہے۔ اتنے جھنجٹ میں میں نہیں پڑنا چاہتا۔" وہ پہلو بچا گیا تھا۔

"ہاں، مجھے خوب اس جھنجٹ میں پھنسایا جا رہا ہے اور خود مزے سے آزاد نوکری کر رہے ہو۔" انس جھلایا تھا۔

معید نے اسے سمجھایا۔

"وہ تو کسی کے انڈر کام کر رہا ہے۔ آزاد نوکری تو تمہاری ہے۔"

"جہاں ابا اور چچا سر پہ بیٹھے ہوں، وہ تمہاری نظر میں آزاد نوکری ہے؟"

اس کے یوں جل کر پوچھنے پر عماد اور معید کو ہنسی آ گئی تھی۔

"شادی شدہ لوگوں کو ایسی ہی نوکری کرنی چاہیے جہاں بڑوں کی ان پر نظر ہو۔" تمکین نے چھیڑا تھا۔

"قسم سے آدمی اپنی سیکرٹری کو بھی نظر بھر کے نہیں دیکھ سکتا اور ایک یہ عماد ہے، باس کی ... ساتھ لیے گھومتا ہے۔" وہ پھر سے بولا تو تمکین ہنسی۔

"کیا کیا ارمان پل رہے ہیں دل میں۔ آپ بھی ایسی ہی کوئی آزاد نوکری کیوں نہیں کر ... دل کا بوجھ بھی ہلکا ہو جائے گا اور ارمان بھی نکل جائیں گے۔"

پھرتی رہتا پھر وہم کیا ہوا نمک اور مرچیں لے کر۔" انس نے طنز کیا تو معید حیرت سے پوچھنے لگا۔

"وہ کیا ہے؟"

"یہ تو بس ذرا سی بات کا بتنگڑ بنا لیا ہے سب نے۔" تمکین نے اسے آنکھیں دکھاتے ہوئے لینے کی کوشش کی تھی۔ مگر عماد کے ہاتھ گویا ایک موقع لگا تھا۔

"تم بھی ٹرائی کرو یار! ـــــ بڑی کمال کی چیز ہے یہ نمک مرچیں۔ دنوں میں سنگ دل محبوب قابو میں ہو گا۔"

"اور یہ نمک اور مرچیں آ کہاں سے رہی ہیں؟" معید مسکرایا تھا۔

"وجدان کے بابا جی ہیں، المعروف جھنڈے والی سرکار۔ ان کی کرامات ہیں۔" عماد نے محظوظ ہوتے ہوئے بتایا تو تمکین جل بھنتی ہوئی اٹھ گئی۔

"میں تو مذاق کر رہی تھی۔ یہ ایسے ہی بات کو چیونگم کی طرح کھینچ رہے ہیں۔" وہ منہ پھلاتے چلی گئی تھی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" معید نے استفسارانہ نظروں سے ان دونوں کو باری باری دیکھا تھا۔

"ان کی لو اسٹوری بڑی دلچسپ ہے یار! شوہر علی الاعلان محبت کے دعوے کرتا پھرتا ہے اور بیوی نے تو کچھ نہیں کہتی مگر وظیفے کر کے شوہر کو قابو کرنے کے جتن ضرور کر رہی ہے۔" عماد وضاحت سے بتا رہا تھا۔

"تو سچ ہے نا ـــــ یہی نشانی ہے محبت کرنے والے میاں بیوی کی۔ بے دھیانی میں بھی ایک دوسرے کے دھیان میں رہتے ہیں۔" انس نے اطمینان سے کہا تو عماد نے اس کی تصحیح کی۔

"سائنس پڑھو، وہ تمہیں سیدھا کرنے کے لیے وظیفے کر رہی ہیں، نہ کہ اپنی طرف ملتفت کرنے کے لیے۔" پھر ساتھ ہی وہ معید کی طرف پلٹا۔

"ویسے یار! تم کیوں فلرٹ نہیں کرتے ہو؟"

"کیا؟" معید نے نیوز پیپر اٹھاتے ہوئے بے توجہی سے استفسار کیا تھا۔

"یہی چھیڑ چھاڑ، نمک والا ٹوٹکا۔ اور نہیں تو کھیلنے والا وظیفہ ہی کر لو۔ کوئی تو بھی معید، معید کرتی پھرے گی۔" وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

معید نے بھنویں اچکاتے ہوئے اسے عجیب سا گھور کے دیکھا تو وہ وضاحتی سے بولا۔

"سچ کہہ رہا ہوں میں۔ ورنہ تو اس نکاح کے بعد بھی "ذہنی مطابقت" کے آثار دکھائی نہیں دے رہے ہیں خدانخواستہ۔" وہ تاسف سے سر ہلا کر دوبارہ نیوز پیپر میں گم ہو گیا تو انس نے پوچھا۔

"ویسے یار! کچھ دل کی دنیا میں تبدیلی وغیرہ نہیں آئی ہے۔ آئی ہے تو کسی سے کچھ شیئر کرنے کو دل نہیں چاہ رہا۔"

"کیا بکواس ہے یار!" معید ہنس دیا تھا۔ وہ دونوں ہنسنے لگے۔

"اس کا مطلب ہے، کچھ تو ہے۔"

"مجھ سے کیا مطلب ہے تمہارا؟ ـــــ بہت بکو ہے۔"
وہ فوراً سیدھا ہو کر کے پوری طرح ان کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ جو حیرت سے چلا اٹھے تھے۔
"کس قدر گھٹے ہو تم معید!"
"کوئی نئی بات کرو۔" وہ مسلسل مسکرا رہا تھا۔ لاپروائی سے بولا تو عماد گھورنے لگا۔
"اور ہم خواہ مخواہ اس کے لئے خوار ہو رہے تھے کہ بچے نے دل پہ پتھر رکھ کے یہ فیصلہ کیا۔"
"جبکہ اس نے تو دل میں کچی گور رکھ کے یہ فیصلہ کیا ہوگا۔" انس نے اسے گھورا تھا۔
"سو واٹ؟" اس نے خفیف سے شانے اچکائے تھے۔
"ایسا تھا بھی تو کیا فرق پڑتا ہے؟ ـــــ وی آر لیگل ناؤ۔"
"کاش یہ جملہ کہنے کا مجھے بھی موقع ملے۔" عماد نے آہ بھری تھی۔
"محبت کر میرے یار! اس کشتی میں سب پار لگ رہے ہیں۔" انس نے بھی اسی کے سے
میں تسلی دی تو وہ بڑے مایوس لہجے میں بولا۔
"کیسے کرلوں یار! کوئی پارٹ ٹائم جاب ہوتی تو اس ویکنسی کے لئے ٹرائی بھی کرتا۔"
"تو ویسی محبت کرو نا جیسی لیلیٰ مجنوں، ہیر رانجھا اور سوہنی مہینوال نے کی تھی۔ فرہاد و شیریں
کی تھی۔" انس نے مزید مشورہ دیا تھا تو وہ اپنی بحث بھول بھال کر تجزیہ نگاری پر اتر آیا۔
"لیلیٰ مجنوں جیسی محبت کرنے سے پہلے آدمی کو اپنے اندر پتھر کھانے کا حوصلہ رکھنا پڑتا ہے۔
میں کر نہیں سکتا۔ دوسرا یہ کہ کالی لڑکیاں مجھے پسند نہیں، اگر سوچو واقعی کوئی لیلیٰ مل گئی تو؟ ـــــ
باری آتی ہے ہیر رانجھا کی، تو یار! اگر تم نے ان کی زندگی پر بنی کوئی فلم دیکھی ہو تو اپنے ایمان
بتانا کہ اگر دیکھی گئی کی چوری کھا کھا کر میری ان فلموں کے ہیرو جیسی توند نکل آئے تو کوئی
اندھی ہی مجھے قبول کرے گی۔ چینی کھانے سے شوگر اور بائی بلڈ پریشر کا خطرہ الگ۔ رہی
مہینوال جیسی محبت تو کچھ ٹھیک تھی لیکن اگر بات سوئمنگ پول تک رہتی تو میں سر کے بل ایک
کرتا۔ مگر اب کون بپھرے ہوئے چناب میں ڈبکیاں لگاتا پھرے۔ سوہنی تو ملے نہ ملے، ہم
شہیدوں میں شمار ہونے لگوں گا۔ رہ گیا فرہاد، تو ایک نظر میرے سوٹڈ بوٹڈ حلیے پر ڈال کر اپنا
سے بتاؤ، اب میں تیشہ اٹھائے دودھ کی نہر نکالتا اچھا لگوں گا۔ بشرطیکہ کوئی دودھ کا پہاڑ ملے تو
اتنا ضرور کر سکتا ہوں کہ کسی دودھ والے سے ساز باز کر کے کوئی حل نکال لوں۔ لیکن......"
وہ بلا تکان بولنے کے بعد گہری سانس کھینچ کر رکا تھا۔ پھر مسکراتے ہوئے قدرے شرارت
بولا۔
"اگر تم رومیو جولیٹ کی بات کرو تو میں آنکھیں بند کر کے تیار ہو جاؤں گا۔ کیونکہ وہ فلم میں
چکا ہوں اور ویسی محبت مجھے سوٹ بھی کرتی ہے۔ مگر اینڈ میری مرضی کا ہوگا۔"
معید بھی اپنی سنجیدگی بھولے اس کی لاف زنی پر ہنس رہا تھا۔
"اسے بہت بری طرح سے چیٹ کرے گی یہ محبت۔" انس نے پیشن گوئی کی تھی۔

ہوئے
"یہاں آری کو چوائس کا موقع رہتا ہے؟ آپ واحد میں حملہ آور ہوتی ہے۔"
"یہ تو مجھے معید کو دیکھ کر اچھے طریقے سے اندازہ ہو رہا ہے۔" اس نے چھیڑنے والے انداز
میں کہا تھا۔
"میرا یہاں کیا ذکر؟" معید نے بایاں ابرو اچکاتے ہوئے اس سے پوچھا تو وہ مصنوعی تفہیم لگا
کر بولا۔
"آج کل دنیا میں نیکیاں لانے کا زمانہ نہیں رہا میرے بھائی! اور پھر کسی مجھ جیسے بھلے شاعر
نے کیا خوب کہا ہے کہ

حسن کی ادا بے وجہ نہیں!
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے"

"بہت خوب! ـــــ شاعر بھی تمہاری طرح کافی "چالو سازندہ" مزاج کے حامل لگتے ہیں۔" معید
نے متاثر ہونے والے انداز میں کہا تو عماد نے سر ہلایا۔
"دیکھ لیں گے بچے! ـــــ ہم بھی دیکھیں ہیں اور تم بھی۔ کون محبت میں چیت ہوتا ہے، سب
دیکھیں گے۔"
"ہم تو شہید محبت ہیں بھئی۔ ہمیں زندہ شہید کہا کرو۔" انس بڑے انداز سے کہتا اٹھ گیا تھا۔
"شہید بھی مرتے نہیں ہیں۔" عماد نے یاد دہانی کرائی تو وہ وضاحتی انداز میں بولا۔
"اس شہادت میں پہلے بندے کو مرنا پڑتا ہے مائی ڈیئر! تب کہیں جا کر محبوب کو یقین ہوتا ہے
محبت کا۔"
"یار! اس کی کوئی محبوبہ نہیں۔ پھر بھی لگتا ہے کہ جانے کتنی محبتیں بھگتا چکا ہے۔ بلکہ عشق کے
سمندر سے بھیگ کے نکلا ہے۔ اور ایک ہم ہیں، ابھی تک پر بھی گیلے نہیں ہوئے۔" انس کے جانے
کے بعد عماد کو پریشانی لاحق ہوئی تھی۔
معید بے چارہ سر تھام کے بیٹھ گیا تھا۔ اسے اچھی طرح پتہ تھا کہ اب مزید اگلا گھنٹہ وہ اسی
موضوع پر سیر حاصل گفتگو کر کے دل کا بوجھ ہلکا کرنے والا تھا۔

●●●●●

"میری پیکنگ کر دی تم نے؟" انس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی نگین سے پوچھا تھا جو
کمرے کی ڈسٹنگ میں مصروف تھی۔
"کیا کوئی فرصت بیوی کی بدخوئی کرنے سے؟" طنزیہ لہجے میں بولی تو انس حیران ہوا۔
"خدا کو مانو بیوی! میں وہاں تمہاری شان میں قصیدے پڑھ کے آ رہا ہوں اور تم ہو کہ آتے ہی
خودکار ہتھیار کی طرح فائرنگ شروع کر دی۔"
"بہت خوب۔ ایسے ہی قصیدے باہر بھی پڑھے ہوں گے۔" وہ جل کر رہ گئی تھی۔
"تم جاتی ہو کہ میں تم سے ـــــ جانے دو، تمہیں اس زندگی میں تو کبھی میرا یقین آتا نہیں

مسکرائے۔" وہ تجدید محبت کرتے کرتے ایک دم سے بات پلٹ گیا تو وہ ناراضگی کے اظہار کے لیے اور اس کی شادی کی تصویر اٹھا کر کپڑے سے زور زور سے جھاڑنے لگی۔

"کیوں شیشہ گھسا رہی ہو؟" انس نے اسے ٹوکا تھا۔

"ہو سکتا ہے یہ بھی آپ کو قابو کرنے کا کوئی ٹوٹکا ہو۔" وہ ناراضگی سے بولی تو انس کو ناراضگی کا ماخذ سمجھنے میں ایک سیکنڈ ہی لگا۔ چلتے ہوئے آگے بڑھ کر اسے بازوؤں سے تھاما۔

"تو کیا غلط ہے۔ کر نہیں رہی تھیں مجھ پہ کالا جادو؟"

"اب آپ الزام لگا رہے ہیں مجھ پہ۔ میں تو یونہی آپ کو راضی رکھنے کے لیے۔" اس نے احتجاج کیا تو انس نے اس کے ہاتھ سے تصویر لے کر سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی۔

"مجھے صرف یہ بتاؤ کہ میں تمہیں اپنے اختیار سے باہر کب لگا ہوں جو پھر سے مجھے قابو کرنے کی ضرورت آن پڑی؟"

"تو اس کا یہ مطلب تھوڑی ہے کہ آپ میرا مذاق اڑائیں۔ وہ بھی سب کے بیچ۔"

"بات میں نے نہیں کھولی تھی۔ مجھے تو خود اسی وقت پتہ چلا کہ میرے مسلسل بڑھ رہے بلڈ پریشر کا جواز کیا تھا۔"

"میں نے تو سوچا کہ اس طرح آپ میری بات زیادہ ماننے لگیں گے۔" وہ معصومیت سے بولی تو انس نے قدرے جھک کر مسکراتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"اور کیا منوانا چاہتی ہو مجھ سے؟" تمکین نے کچھ کہنے کو لب وا کیے تو وہ تیزی سے بولا۔

"ماسوائے میکے جا کے رہنے کے۔"

"یہی ۔۔۔۔ یہی ایک سب سے بڑی خامی ہے آپ میں۔ اسی کے وظیفے کر رہی تھی۔" وہ جھٹکے سے اپنے بازو اس کی گرفت سے آزاد کراتی پیچھے ہٹ گئی تھی۔

"مجھ سے دور جانے کے وظیفے کر رہی تھیں تم؟" انس نے بے یقینی سے دیکھا تو وہ احتجاجاً بولی۔

"بات کو غلط رخ سے مت دیکھیں۔"

"میں کیا دیکھوں گا، بات صاف ہے۔" وہ تیکھے لہجے میں بولا تو تمکین کو الٹی پڑنے لگیں۔

"بات صاف نہیں ہے انس! میں صرف اتنا چاہتی ہوں کہ آپ کبھی کبھار مجھے میکے رہنے کی اجازت دے دیا کریں۔ خفا نہ ہوا کریں۔ اور بس۔" اس نے آگے بڑھ کر انس کے ہاتھ ہاتھوں میں لیتے ہوئے اپنی صفائی پیش کی تو وہ مسکرا دیا۔

"ویسے یہ وظیفے مجھے کرنے چاہیے تھے، تمہیں اپنے قابو میں کرنے کے لیے۔"

"پھر تو ضرور الٹے پڑتے۔" تمکین ہنسی۔ اس کی ناراضگی یونہی سی تھی۔ انس کے بگڑتے ہی غصہ بھولنے لگتی تھی۔ اور یہی ایک عادت ان دونوں میں میل کھاتی تھی۔

"ہم اظہار محبت تیرے روبرو کرتے
گلی گلی شہر شہر کو یہ کر کے!

ہوتے ہی تو چھو چھو کے دیکھتے تھوڑا
اور پھر دکھانے کو مجھے "چھو" کرتے!"

اپنا ماتھا اس کی صبیح پیشانی سے لگاتے وہ بڑی شرارت سے بولا تو تمکین بے اختیار ہنستی چلی گئی۔

"تمہارے میکے چلیں؟" اس کی ہنسی کو اپنی سماعتوں میں جذب کرتے ہوئے انس نے مسکرا کر پوچھا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔

"ابھی کہہ رہے ہیں کیا؟"

"بالکل۔" انس نے خوشگوار انداز میں کہا۔ "مگر چونکہ تمہارے تعویذ گنڈوں کا مجھ پہ خاطر خواہ اثر نہیں ہوا ہے اس لیے ان سب سے مل کر شام کو ہم واپس آ جائیں گے۔"

"جو حکم جناب۔" وہ ہنس دی تھی۔

●●●●●

وہ پچھلے چودہ منٹوں سے بیڈ پہ فون کے اوراسپیکر کے ساتھ کسی سے گپیں لڑا رہا تھا۔ پہلے دس منٹوں میں تو حمرہ کو یہی لگا کہ کسی کی باتیں سننا غلط بات ہے، سو وہ واپس پلٹ گئی حالانکہ اس کی دوست کا بہت ضروری فون آنے والا تھا۔ مگر جب اگلے دس منٹوں میں بھی وجدان کی باتیں ختم نہیں ہوئیں تو اسے مجبوراً وہیں دھرنا دے کے بیٹھنا پڑا۔ جبکہ وہ اس کی موجودگی سے واقف ہونے کے باوجود کسی کو فون پر اپنا اسٹار، اپنی فیورٹ بکس، موویز، فلم اسٹارز اور پتہ نہیں کیا الا بلا بتا رہا تھا۔ تب ذرا سا دھیان دینے پر حمرہ کو معلوم ہو گیا کہ وہ کسی لڑکی سے محو گفتگو تھا۔

"کس قدر بدتمیز ہے یہ۔" حمرہ متحیر تھی۔

کتنے مچلتے ہوئے انداز میں، بیہودہ لڑکی سے گفتگو جھاڑ رہا تھا۔

"تم فون کب فارغ کرو گے؟" حمرہ نے بڑے ضبط سے پوچھا تو اس نے چونکنے کی اداکاری کی۔

"کیا ۔۔۔۔ مجھ سے کچھ کہا تم نے؟"

"فون کی جان کب چھوڑو گے؟" حمرہ کو غصہ آیا تھا۔

وہ اطمینان سے بولا۔

"آج سنڈے ہے ۔۔۔۔ چھٹی کا دن ہے۔"

"مجھے بھی خبر ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ساری چھٹی تم فون پہ ہی گزار دو۔" وہ چڑ گئی تھی۔

مگر وجدان اس کے سوال کی پرواہ کیے بغیر دوبارہ اپنی گفتگو میں مصروف ہو گیا تھا۔

"نہیں، نہیں ۔۔۔۔ کوئی مصروفیت نہیں۔ سنڈے کو تو یوں بھی بالکل فارغ ہوتا ہوں۔ آپ آئیں، شرف ملاقات بخشیں، ہمیں بھی میزبانی کا موقع دیں۔"

"وجدان! اب بس کرو۔ اسے باقاعدہ انوی ٹیشن بھیج کر بلوا لیا۔" حمرہ مضطرب تھی۔ وجدان نے ایک نظر اسے گھورا۔

"ارے نہیں، یہ پرابلم تو کوئی نہیں۔ بس ذرا دوستی والا بندہ ہوں تو ہر وقت کوئی نہ کوئی ر
رہتا ہے۔ جیسے اس وقت۔"

وہ پھر گویا تھا۔ حرہ کا جی چاہا فون اٹھا کر اس کے سر پر دے مارے۔ مگر پھر شاید اسے ز
تھا، اسی لیے آدھے گھنٹے کی اس سیر حاصل گفتگو کے بعد اس نے الوداعی کلمات ادا کر
ریسیور رکھ دیا تھا۔

"کس قدر فضول گفتگو کرتے ہو تم ——— محض وقت کا زیاں۔" حرہ کو اس کی بے تکی ا
گزری تھی۔

"بندر کیا جانے ادرک کا مزہ۔ وہ بھی تو تھی جو آدھے گھنٹے سے سن رہی تھی۔" وہ وہیں
لمبا لیٹ گیا تھا۔ اطمینان سے بولا تو وہ چڑ گئی۔

"تم نے اپنا سنڈے گزار لیا نا۔ اب جاؤ یہاں سے۔"

"کیوں بھئی ——— یہ ہمارا بھی گھر ہے۔"

"میرا ایک بہت ضروری فون آنا ہے۔" حرہ نے رعب دکھایا تو وہ مسکرا کر بولا۔

"میرے جیسا؟"

"بکواس مت کرو۔" وہ بھڑکی تھی۔

"مگر ہو سکتا ہے کہ اب وہ فون نہ آئے۔" وہ اپنا خیال ظاہر کر رہا تھا۔

"یہ بات یقیناً تمہیں تمہارے موکلوں نے بتائی ہوگی۔" حرہ نے طنز کیا۔

"بالکل صحیح پہنچی ہو۔" کشن سینے پہ رکھتے ہوئے اس نے آنکھیں موند لی تھیں۔

"اٹھو یہاں سے وجی! شرم تو نہیں آتی کہ تمہیں لڑکیوں کی باتیں سنتے ہوئے۔"

اس کا اٹھنے کا ارادہ نہ دیکھ کر حرہ کوفت کا شکار ہونے لگی۔

"ابھی تمہارے سامنے آدھا گھنٹہ میں نے ایک لڑکی ہی سے بات کی ہے۔ ایک
شرماتے دیکھا ہے؟" وہ یونہی آنکھیں موندے پوچھ رہا تھا۔

"خیر، وہ تو میں نے یونہی رواداری میں کہہ دیا۔ بس تم نکلو یہاں سے۔ مجھے اپنی
بہت ضروری بات کرنی ہے۔"

"تم بے فکر رہو ——— میں اس سے بات کر چکا ہوں۔" وہ اطمینان سے بولا تو حرہ
کھا کر اسے دیکھا۔

"کس سے؟"

"تمہاری دوست سے۔ یہ اسی کا فون تھا۔" وہ مزے سے بولا تو حرہ نے طیش میں آ
کر اس کے منہ پہ دے مارا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھا تھا۔

"تم میری دوست سے باتیں کر رہے تھے؟" وہ غرائی۔ مگر وجدان متاثر نہیں ہوا تھا۔

"میں نہیں، وہ مجھ سے باتیں کر رہی تھی۔" اس نے تصحیح کی تھی۔

"کس قدر بے شرم ہو تم وجدان!"

"میرا "وجدان" بھی یہی کہتا ہے۔" شرارت اس کی مسکراہٹ ہی سے نہیں بلکہ اس کی آنکھوں
سے بھی جھلک رہی تھی۔

"میں ابھی جا کر چاچو کو بتاتی ہوں۔ پھر دیکھنا، تمہارا "وجدان" ہی نہیں بلکہ موکل بھی کیسے
بھاگتے ہیں۔"

"ہاں، بلکہ میں بھی تمہارے ساتھ ہی چلتا ہوں۔ مجھے ان سے تمہارے پیپرز کے رزلٹ کے
متعلق بہت "فکر انگیز" گفتگو کرنی ہے۔" وہ اس کے ساتھ اٹھنے کو تیار ہوا تو حرہ کو چپ لگ گئی۔

"کون سا رزلٹ؟"

"وہی جسے بتانے کے لیے تمہاری دوست نے فون کیا تھا۔ کیا مترنم سا نام تھا اس کا۔ ترنم۔"

وہ اس کی دوست کی مدح سرائی میں مصروف تھا جبکہ حرہ صدمے کی زد میں تھی۔

"کیا رزلٹ آیا ہے؟"

"بہت نالائق ہو تم۔"

"فیل ہو گئی ہوں؟" اس کی رنگت اڑ گئی تھی۔

"تمہیں تمہیں زیادہ محنت کرنی چاہیے تھی۔ اور اچھے نمبرز لینے کے لیے۔" وہ ناصحانہ انداز میں
کہہ رہا تھا۔

"اتنے برے پیپرز تو نہیں ہوئے تھے۔" حرہ روہانسی ہونے لگی۔

"رزلٹ بتا رہا ہے کہ اتنے اچھے بھی نہیں ہوئے تھے۔"

"اب کیا ہوگا وجی؟ ——— ابو سے بہت ڈانٹ پڑے گی۔"

"جب میں لوہانی شرمیلا آفر کر رہا تھا تب مذاق اڑانے میں تم سب سے آگے تھیں۔ اب تو
میرے موکل بھی تم سے خفا ہیں۔ ہاں، یہ ہو سکتا ہے کہ تم کسی کو رزلٹ کے متعلق نہ بتاؤ۔" وہ بہت
ترنگ کے موڈ میں تھا۔

"کیونکر؟" حرہ نے جھجک کر پوچھا تو وہ قدرے سوچ کر بولا۔

"میں کسی کو نہ بتانے کا وعدہ کر سکتا ہوں۔ مگر ایک ایگری منٹ کرنا ہوگا تمہیں میرے ساتھ۔"

"کیسا ایگری منٹ؟" وہ کچھ نہیں سمجھی تھی۔

"تم پیپر، پین لے کر آؤ۔ میں اتنی دیر میں نکات جمع کرتا ہوں۔" وجدان کے کہنے پہ وہ پیپر
اور پین لے آئی تھی۔

"لکھو۔ میں حرہ میر بقائمی ہوش و حواس اپنی مرضی سے یہ ایگری منٹ سائن کر رہی ہوں۔"

اس نے لکھوانا شروع کیا تھا۔ حرہ پین روک کر اعتراضاً بولی۔

"ایسے ہی سائن تھوڑی کر دوں گی بنا پڑھے۔"

"لکھتے ہوئے پڑھتی جاؤ۔ شاباش۔" اس نے پچکارا تو مجبوراً حرہ کو اس کا کہنا ماننا پڑا۔

"نمبر ایک، میں وجدان کی ہر بات مانا کروں گی۔"

"اچھے بچوں والی ____ تم جو الٹی سیدھی فرمائشیں کرتے رہتے ہو۔ میں تمہاری توکرانی تو نہیں"

"اچھا ____ تو ہر بات کی جگہ 'کچھ کچھ' لکھ دو۔" اس نے حمرہ کا اعتراض مٹا دیا تو

"نمبر دو، میں ساری زندگی وجدان کا خیال رکھوں گی۔"

"ساری زندگی میں یہاں تھوڑی بیٹھی رہوں گی تمہارا خیال رکھنے کو؟"

"تمہارا مطلب ہے شادی۔ کیا شادی کے بعد کزن کا خیال رکھنا گناہ ہو جاتا ہے؟ اچھا نمبر دو یوں لکھو کہ میں شادی کے بعد بھی وجدان کا خیال رکھوں گی۔" وہ مسکراہٹ دبا رہا تھا۔

"اگر سسرال والوں نے اجازت دی تو۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے تیزی سے لکھتی جا رہی تھی۔

"نمبر تین ____ نمبر تین ____" وہ سوچتے ہوئے اس سے پوچھنے لگا۔ "حمرہ! نمبر تین کیا ہونا چاہیے؟"

"اپنے سوکلوں سے پوچھ لو۔ یا پھر خود ہی سوچ لو مجھے پھانسنے کی کوئی نئی شق۔ میرا دماغ تو نہیں ہے۔" وہ تنک گئی تھی۔

"کیا مطلب؟ یعنی میرا دماغ شیطان کا دماغ ہے؟" وہ خفا ہوا تھا۔

"کچھ کم بھی نہیں ہے۔" حمرہ نے طنز سے کہتے ہوئے کاغذ لہرایا تھا۔

"بس، اب میں اور کچھ نہیں لکھوا رہا۔ تم بس اسی پہ سائن کر دو۔"

"بس؟" حمرہ نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

"تو تم کیا سمجھ رہی ہو میں تمہیں بلیک میل کرنے کے لئے کچھ الٹا سیدھا لکھواؤں گا؟" صدمے سے بولا تو حمرہ گہری سانس لے کر نیچے پر اپنے سائن کرنے گی۔ پھر کچھ سوچ کر جملے کا اضافہ کیا۔

"اگر وجدان نے میرے حالیہ رزلٹ کے متعلق گھر میں کسی کو بھی بتایا تو اس ایگریمنٹ کی اہمیت نہیں ہو گی۔"

"بہت خوب! میں تمہیں اتنا عقلمند نہیں سمجھتا تھا۔" وہ پیپر ہاتھ میں لئے سر دھن رہا تھا۔

"میں ذرا اس ایگریمنٹ کو سنبھال آؤں۔"

وہ اٹھ کر چلا گیا تو حمرہ پھر سے اپنے رزلٹ کے صدمے کی زد میں آ گئی۔

"خیر جو ہونا تھا ہو گیا ____ فائنل ایگزیم میں زیادہ محنت کر لوں گی۔" ترنم کا تیرا اس نے دکھی دل کو تسلی دی تھی۔

پہلے تو اسے وجدان سے ٹکیں لگانے پہ خوب جھاڑا۔

"میں نے تو اس سے پوچھا تھا تمہارا۔ کہنے لگا کہ مجھے ہی حمرہ سمجھ لیں۔ اور ماشاءاللہ کچھ وہ باتیں ہی اتنی خوبصورت کرتا ہے کہ......"

حمرہ نے ریسیور کو گھورا تھا۔ پھر کڑھ کر بولی۔

"اف، یہ لڑکیاں۔"

"اچھا تم اس سے اپنی یادداشتیں شیئر کرتی رہتیں مگر میرا رزلٹ اسے بتانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ ____ تمہیں تو پتہ چل گیا نا؟" وہ حیران ہوئی تھی۔

"نہ صرف مجھے بلکہ پورے گھر کو پتہ چل سکتا ہے۔" وہ جل کر بولی۔

ترنم نے مدافعانہ انداز میں کہا۔

"سوری یار! پاسنگ مارکس تو ہیں نا۔ بلکہ مجھ سے تو اچھے ہی نمبرز ہیں تمہارے۔ مرو۔ ورنہ تمہیں پہلے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔"

"کس کے پاسنگ مارکس ہیں؟"

"تمہارے ____ وجدان نے بتایا نہیں تمہیں؟" وہ پوچھ رہی تھی۔ حمرہ دانت پیس کر رہ گئی۔

"اسے تو اب میں بتاؤں گی۔"

●●●●●

کسی نے اسے بازو سے تھام کر جھنجوڑا تو اس کا ذہن نیند کی گرفت سے آزاد ہونے لگا۔

"اٹھ جائیں ____ نو بج رہے ہیں۔"

نوفل خوابیدہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ اب کمرے میں بکھری ایک آدھ چیز ٹھکانے پر رکھ رہی تھی۔ تر وقت پا کر اس کی طرف پلٹی۔

"اٹھ جائیں نا۔"

"چھٹی کے دن بھی صبح صبح۔" اسے صبا کا جگانا پسند نہیں آیا تھا۔

"انس بھائی اور تحمین آ رہے ہیں۔" صبا نے مسکرا کر کہا۔

"ابھی ____؟"

"نہیں، دوپہر کے کھانے پر۔ دراصل کل انس بھائی کی جرمنی کی فلائٹ ہے۔ اس لئے آج ملنے آ رہے ہیں۔" اس نے بتایا تھا۔

اسی وقت نوفل کا موبائل بج اٹھا۔ اس نے ہاتھ مار کر تکیے کے نیچے سے موبائل دریافت کیا۔ نیند بھری آنکھوں سے دیکھا تو کوئی نیا نمبر تھا۔ مگر دوسری طرف شموئیل کو پا کر اس کی ساری سستی اڑ چھو ہو گئی۔

"آ جا آ جا میری طرف۔ سب سے مل بھی لینا ____ ڈونٹ وری۔ میں لینے آ جاتا ہوں۔ ٹھکانے ساتھ ہی کر دو۔ ایڈریس ____ ہاں، چلو ایڈریس ہی نوٹ کر لو۔" وہ اب کسی کو اپنا ایڈریس لکھوا رہا تھا اور صبا حیران سی اس کا پرجوش سا روپ دیکھ رہی تھی۔

اس نے بات ختم کر کے موبائل ایک طرف اچھال دیا۔

"کس کو کھانے پہ بلا رہے ہیں؟" صبا نے بستر کے کنارے پہ ٹکتے ہوئے پوچھا تو وہ مسکرا دیا۔

"شموئیل ____ میرا بہت اچھا دوست ہے، شموئیل خان۔ امریکہ میں ہمارے ساتھ تھا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ کھانے پر کافی اہتمام ہونا چاہیے۔" صبا نے سوچتے ہوئے کہا۔ نوفل بولا۔

"آف کورس، یس۔ وہ پہلی مرتبہ ہمارے گھر آ رہا ہے۔ اور پھر افس اور گی بھی تو ہیں" پھر قدرے توقف سے بولا۔

"اگر پرابلم ہے تو سب کچھ ریڈی میڈ بھی آ سکتا ہے۔"

"نہیں ــــــ ایسی کوئی بات نہیں۔ کتنی ہی چیزیں تو میں نے فریز کر رکھی ہیں۔ کھانے کا مسئلہ نہیں ہو گا۔" وہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"اور ذرا اپنا گیٹ اپ بھی ٹھیک رکھئے گا ــــــ سنا تو ہو گا آپ نے کہ پہلا تاثر ہی آخری ہوتا ہے۔"

اس نے ایک نظر نوفل کے چہرے پر ڈالتے ہوئے کہا۔ "سنا تو ہے۔ مگر میں نے تو دے ہوتے پایا ہے۔"

"اب آپ کا تجربہ سب پر تو اپلائی نہیں کیا جا سکتا نا۔" وہ بے پروائی سے کہتا بستر سے اٹھا تھا۔

"مگر میرے لیے تو میری زندگی کا تجربہ ہی سب سے بڑی حقیقت ہے نا۔" صبا نے بات نہیں کی تھی۔ مگر اس کا لب و لہجہ کسی بھی قسم کی تندی و ترشی سے پاک تھا۔

"یہ بحث ہم کسی اور وقت کے لیے نہیں اٹھا سکتے؟" نوفل نے بہت رسان سے پوچھا۔ خفیف سی ہو گئی۔

"کیوں نہیں ــــــ بحث کرنے سے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔"

"آپ کون سے مسائل حل کرنا چاہتی ہیں؟" وہ واش روم کی طرف بڑھتا بھول گیا تھا۔

"جب آپ کے پاس بحث کے لیے وقت ہو گا تو مسائل بھی اپنے آپ سامنے آ جائیں گے۔" وہ اطمینان سے کہتی پلٹ کر وارڈ روب میں سے اس کے کپڑے نکالنے لگی۔

"شلوار سوٹ نکال دوں آپ کے لیے؟"

"اوں، ہاں ــــــ کچھ بھی نکال دیں۔"

وہ چونکا تھا۔ پھر صبا کے بدلے ہوئے انداز پر غور کرتا واش روم میں گھس گیا۔

اس کے کپڑے نکال کر بستر پر ڈالتی وہ سیدھی کچن میں چلی آئی۔ ایک نظر گھڑی پر ڈالی۔ ان کے آنے میں ابھی ایک آدھ گھنٹہ باقی تھا۔ جتنی دیر میں وہ صالحہ بیگم کو نوفل کے دوست کی تفصیل بتا کر آئی اتنی دیر میں نوری بھی پچھلی گلی سے آ پہنچی تھی۔

"آج صفائی نہیں کرنی ہے نوری! بلکہ صرف کچن کا کام کرنا ہے۔" صبا نے اسے دیکھتے ہی اس نے دانت کوسے۔

"کوئی مہمان آ رہے ہیں کیا؟"

"مہمان تو نہیں، تمہیں آ رہی ہے۔" وہ مسکراتی فریزر کا دروازہ کھول کر جائزہ لینے لگی کہ کون سی زیادہ اشیاء اس کم وقت میں تیار کی جا سکتی تھیں۔ ساتھ ہی ساتھ نوری کو ہدایات دینا شروع کیں بھی مستعدی سے اس کے ساتھ جت گئی۔

وہ شاور لے کر نکلا تو کمرہ خالی تھا۔ تولیے سے رگڑ کر بال خشک کرتے ہوئے وہ اپنے بستر تک آیا۔ پڑے استری شدہ شلوار سوٹ کو دیکھا۔ وہ بہت کم شلوار سوٹ پہنتا تھا مگر صالحہ بیگم اس کے موسم اور فیشن کے لحاظ سے یہ کپڑے بنواتی رہتی تھیں تو کبھی نہ کبھی ان کا دل رکھنے کی خاطر نوفل انہیں استعمال کرنا ہی پڑتا تھا۔

"بات بھی۔" وہ مطمئن ہو گیا تھا۔ پھر تولیہ ایک طرف ڈالا اپنے کپڑے اٹھا کر ڈریسنگ روم چلا گیا۔

اسے اندازہ تھا کہ شونکل کسی بھی وقت پہنچ سکتا تھا۔ تب بال سنوارتے ہوئے اسے خیال آیا کہ اسے کو بھی انوائٹ کرنا چاہیے۔

"ان کی کشتی کو مجھے ہی پار لگوانا پڑے گا۔"

بڑبڑاتے ہوئے وہ پلٹ کر سائیڈ ٹیبل کی طرف آیا مگر اس کا موبائل وہاں نہیں تھا۔

اس نے اندازاً تکیے کے نیچے ہاتھ مارا تو موبائل کے ساتھ ساتھ کسی اور چیز سے بھی اس کا ہاتھ ٹکرایا۔ اس نے موبائل اٹھاتے ہوئے یونہی تکیہ پرے کیا تو دکھائی دینے والی چیز نے اسے ساکت

"بھیا ــــ ایسا کچھ خاص کام نہیں کروایا۔ بس کبھی کبھار اس کے دوستوں کے لئے چائے اور سینڈوچ وغیرہ ہی بنا کر دیئے ہیں۔" نگین نے صفائی پیش کی تھی۔

"تو اور کیا تم سے پتھر تڑواتا؟ اس کے دوستوں کی خدمت ہی اس کا سب سے بڑا کام ہے۔" صبا نے ٹرالی کا فاتحانہ جائزہ لیتے ہوئے مسکرا کر کہا تو نگین بے بسی سے اسے دیکھنے لگی۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں ــــ تم یہ بابا جی وغیرہ کے چکروں میں مت پڑو۔ میرا بھائی تو یوں بھی تم پر فدا ہے۔"

صبا نے اسے چھیڑا تو کب سے ان کی باتیں سنتی نوری نے بڑے پر یقین انداز میں کہا۔

"نئیں جی، یہ بابے بڑے کرماں والے ہوتے ہیں۔ ادھر میری نانی کے گاؤں میں بھی ایک بابے ہوتی تھی۔ وہ بھی لوگوں کے لئے دم درود کیا کرتا تھا۔"

"تو اب نہیں کرتا؟" نگین نے پوچھا تو وہ افسوس بھری آہ بھرتے ہوئے بولی۔

"نہ جی ــــ ایک رات اپنی جھگی میں کسی کے لئے عمل کرتے ہوئے جل کے مر گیا۔"

"شاباش۔" صبا نے اسے گھورا تھا۔ "یہ کیسا عمل تھا بھئی؟"

"بی بی جی! بڑے جلالی عمل بھی ہوتے ہیں۔" وہ بڑے مدبرانہ انداز میں بولی تو صبا نے اسے ڈانٹ دیا۔

"اچھا بس۔ اب یہ کچن سمیٹو۔"

"ہائے! شکر ہے میں نے ایسا کچھ جلالی عمل نہیں کر ڈالا۔" نگین نے جھرجھری لی تھی۔

"تمہیں تو میں بعد میں پوچھوں گی۔ پہلے ذرا یہ چائے اندر لے چلیں۔ نوفل کے دوست پہنچ چکے ہیں۔" صبا نے اسے آگے دھکیلا اور خود ٹرالی لئے چل دی۔

"یہ گل خان پٹھان ہیں شمائل بھیا۔ حالانکہ اردو بولتے ہیں، پھر بھی لب و لہجہ ہم سے الگ ہے۔ اور خوبصورت بھی۔" نگین اسے بتا رہی تھی۔

"السلام علیکم۔" اس نے ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے سلام کیا تھا۔

"یہ صبا ہیں ــــ میری مسز۔" نوفل نے اس کا تعارف کروایا تھا۔

پختون روایات کا امین شمائل خان احتراماً اٹھ کر اس کے حال احوال دریافت کرنے لگا۔

صبا نے بھی بڑے خوشگوار انداز میں اس سے بات کی تھی۔

چائے کے دوران نوفل نے پرانی یادیں چھیڑ دیں تو سبھی دلچسپی لینے پر مجبور ہو گئے۔

کھانے کا وقت آنے تک اپنی سادہ فطرت اور بے ساختگی سے شمائل ان سب کا پسندیدہ ہو چکا تھا۔

"ابھی میں ڈرامے کو انوائٹ کرنے والا تھا۔ مگر پھر یہ سوچ کر ارادہ ملتوی کر دیا کہ وہ تمہاری بولتی بند کر دے گی۔" نوفل اسے چھیڑ رہا تھا۔

سب کی مسکراہٹ پر وہ خفیف سا ہو گیا۔ مگر پھر اس نے جیسے صبا کو اپنی شکایت لگانا چاہی۔

شمائل کے آنے میں بہت وقت نہیں لگا۔ اور ابھی وہ سب سے مل کر ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہی تھا کہ نگین اور انس بھی پہنچ گئے۔

ایک بار پھر خوشگوار سے تعارف کا سلسلہ چلا تھا۔

نگین سیدھی کچن میں صبا کے پاس پہنچ گئی جو نوری سے چائے کی ٹرالی سیٹ کروا رہی تھی۔

نگین ہنستی ہوئی اس سے لپٹ گئی۔

"پہنچ گئے آپ لوگ؟" صبا نے اسے پیار کیا تھا۔

"واہ ــــ آج تو بہت اچھی لگ رہی ہو۔"

دو قدم پیچھے ہٹتے ہوئے نگین نے اس کا سرتاپا جائزہ لیتے ہوئے اس کی خوبصورتی کو سراہا تو صبا نے اسے گھورا۔

"آج سے کیا مراد ہے تمہاری؟"

"آج ذرا بنی سنوری ہو۔ ورنہ تو روایتی خاتون خانہ بنی رہتی ہو۔" نگین نے اطمینان سے کہا

"بھئی تمہارے میاں کا معدہ تو ٹیسٹ لیبارٹری بن چکا ہے۔ مگر میرے میاں ذرا اور ٹائپ کے ہیں۔ ان کے لئے روایتی خاتون خانہ بنے رہنا پڑتا ہے۔" صبا مسکرائی تو باتوں سے بہلتے ہوئے نگین کو یکایک یاد آ گیا۔

"پتہ ہے یار! آج میری منگنی ہو گئی بس۔"

"کیا ــــ دال ــــ؟" صبا نے حیرت سے اسے دیکھا تو وہ گہری سانس بھرتے حسرت سے بولی۔

"یہی سمجھ لو ــــ دال نہیں گلی۔ اتنی مشکلوں سے وجدان سے پوچھ پوچھ کے سنگ دل کو قابو کرنے کے وظیفے کرتی رہی مگر آج اس وجدان کے بچے نے ہی بھانڈا پھوڑ دیا۔"

"کیا؟" صبا کو بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ "وجدان کہاں کا گدی نشین ہے بھلا؟"

"اس کے بابا جی جھنڈے والی سرکار تو ہیں نا۔" نگین نے امید بھری نظروں سے اسے دیکھا تو صبا کو بھی اس کی باتوں پر ہنسی آ رہی تھی۔

"پھر اس کی ہو گی اس نے اپنا کوئی کام نکلوانے کے لئے۔"

"مگر بھابی! اس کی بہت تختی ہے تڑوانے کے ساتھ۔ بلکہ اس کی وجہ سے اتنی شرمندگی ہوئی، ہمیں چٹکیوں میں اڑاتی تھی۔"

"بھئی کچھ بھی کہو، ویسے بہت اچھی بچی ہے۔ منکسار اور ٹھنڈی طبیعت کی مالک ہے۔" اپنی بہو اس طبیعت کے ہاتھوں مجبور تھیں۔ فوراً بولیں۔

"ٹھنڈی طبیعت؟" شوتیل نے جس طرح نوفل کی طرف دیکھا تھا اس پر نوفل کو ہنسی آ گئی۔ صبا نے ہمیشہ کی طرح بہترین کھانا بنایا تھا۔ جس کی شوتیل نے کھلے دل سے تعریف کی۔ اس دوستانہ گھریلو محفل میں وہ اپنی شرمیلی طبیعت کے برعکس بہت اعتماد کے ساتھ گھل مل گیا تھا۔

"یقین کریں، ہوٹلنگ کر کر کے اب تو معدہ بھی بے حس ہو چکا ہے۔ مگر آج لگا کہ کھانا کھایا ہے۔"

"تو بیٹا! اب یہاں بھی تمہارا اپنا گھر ہے ___ یہیں آ جایا کرو۔" صالحہ بیگم کا دل پسیج گیا تھا۔

"ضرور ماں جی! اب تو ضرور آیا کروں گا۔" وہ فوراً بولا تھا۔

اس کی یہ بے تکلفی نوفل کو بہت پسند آئی تھی۔ ورنہ تو وہ ہمیشہ نوفل کی آڑ ڈھونڈتا رہتا تھا۔

"بھابی! آپ کی منہ دکھائی کا تحفہ مجھ پر اُدھار رہا۔ مجھے خواتین کے لیے گفٹ وغیرہ کا تجربہ نہیں، اس لیے معذرت۔ مگر میں آپ کو آپ کی پسند کا گفٹ دلواؤں گا۔ کیوں نوفل؟" معذرت کرنے کے بعد نوفل کی تائید چاہ رہا تھا۔ وہ مسکرا دیا۔

"بھئی یہ تمہارا اور تمہاری بھابی کا معاملہ ہے۔"

"لگتا ہے ماں جی کی ساری دعائیں تمہیں ہی لگ رہی ہیں یارا!" چلتے وقت وہ بڑے [illegible] میں نوفل سے بولا تو وہ ہنس دیا۔

"ایسا کیا دیکھ لیا میرے پاس؟"

"بھابی بہت نائس خاتون ہیں۔ بات چیت میں بھی اور گھرداری میں بھی۔"

"سبھی لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں۔" نوفل نے اس کی بات اڑانے کی کوشش کی تھی۔

"نہیں یارا! دل کے ساتھ ساتھ گھر کو بسانے والی لڑکیاں بہت کم ہوتی ہیں۔ اور کچھ گھر میں گم ہو کر دل میں داخل ہونے کا راستہ کھو دیتی ہیں۔"

وہ سنجیدہ تھا مگر نوفل ابھی بھی غیر سنجیدہ تھا۔

"اچھا، تمہیں کیسے پتہ چلا کہ وہ گھر کے ساتھ ساتھ میرے دل پر راج کر رہی ہے؟"

"وہ ہیں ہی اتنی اچھی۔ کوئی عقل کا اندھا ہی ان کی ناقدری کرے گا۔"

شوتیل کے اطمینان سے کہنے پر وہ اسے گھور کر رہ گیا تھا۔

اس کو رخصت کرنے کے بعد نوفل اندر چلا آیا۔

"بھائی تو اپنی مصروفیات میں یوں گم ہوئے ہیں کہ ہماری یاد بھی نہیں آتی انہیں۔"

پیچھے ہی لگ گیا تو وہ اس کے گلے میں بازو ڈالے اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

"یاد تو انہیں کیا جاتا ہے جنہیں بھلا دیا جائے۔"

"اچھا بس ___ یہ ڈائیلاگ اب بہت پٹ چکا ہے۔" وہ ناراض تھی۔ نوفل مسکرا دیا۔

"بڑی مشکل سے تو تمہیں یہاں سے نکالا ہے۔ اب یونہی پیچھے پیچھے پھرتے رہیں؟"

"دیکھ رہی ہیں امی! بھائی تو بہنوں کے پیچھے ساری عمر پھرتے رہتے ہیں۔ اور ادھر ابھی سال بھی نہیں ہوا اور یہ اکتا گئے ہیں۔" نگین نے منہ بسورا تھا۔

"پیچھے پھرنے والوں سے کون سا اچھا سلوک کرتی ہو تم؟" انس نے اسے چھیڑا تو وہ نوفل سے الجھ گئی۔

"کتنے دنوں کے لیے جا رہے ہیں انس بھائی؟" صبا نے پوچھا تو وہ بے چارگی سے بولا۔

"پندرہ دنوں کے لیے ___ یعنی دو ہفتے۔"

"اچھا ہے نا۔ آپ کو بہت شوق ہوا کرتا تھا باہر جانے کا۔" صبا نے اسے یاد دلایا تھا۔

"کمال ہے بھئی! میں تو سوچ رہا تھا کہ تم امی سے میری سفارش کرو گی۔"

اس کی بات پر وہ ہنسی تھی۔

"وہ کون سا آپ کو تفریح کے لیے بھیج رہے ہیں۔ بزنس ٹور ہے۔ آپ ہی کے فائدے کے لیے ہوگا۔"

اسی وقت امی چلی آئیں تو باتوں کا رخ پلٹ گیا۔

"بھئی کراچی میں تو سب سے بڑی خرابی یہی ہے۔ اب اگر صبا بہت زیادہ میکے نہیں جاتی تو اس کی اپنی مرضی۔ مگر آپ نگین کو کس خوشی میں وہاں باندھے رکھتے ہیں؟"

لوبینہ کے شکوے کا اپنا ہی انداز تھا۔ نوفل کا چہرہ جھینپتا ہوا۔ مگر ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ اب بھی موجود تھی۔

"ایسا بھی کچھ نہیں ہے۔ بلکہ میں نے تو کبھی اس طرح سوچا بھی نہیں تھا۔"

"اور یوں بھی شادی شدہ زندگی کا اصل مقصد شوہر کا گھر بسانا ہوتا ہے۔ نہ کہ ہر وقت میکے میں ڈیرا ڈالے رہنا۔" صبا نے بہت اطمینان سے بات ختم کر دی تھی۔

لوبینہ عجیب نگاہوں سے اسے دیکھ کے رہ گئی۔

"تم چاہو تو رہ جاؤ یہاں؟" رات کھانے کے کافی بعد انس کے دل میں واپسی کا خیال آیا تو جانے کیسے اور کس دل سے اس نے نگین کو آفر دی تو وہ بدک گئی۔

"کیسے ہی رہ جاؤں؟ کل آپ جا رہے ہیں۔"

"ہاں تو میں چلا جاؤں گا۔ پھر وہاں تمہارا کیا کام ہوگا۔" وہ خفیف شرارت سے مسکرایا تو نگین کڑی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"اس گھر میں میرے اور بھی بہت سے رشتے ہیں۔ اب آپ نہیں ہوں گے تو اس کا یہ مطلب

تھوڑی ہے کہ میں واپس میکے چلی جاؤں۔"

"سوچ لو ــــ آج آخری بار موقع دے رہا ہوں۔ اس کے بعد تو قید کر کے رکھوں گا۔"

اندر سے تمکین کے جواب پر خوش تھا۔ بشاشت بھرے لہجے میں بولا تو وہ مسکرا دی۔

"میں آپ کے ساتھ ہر حال میں خوش ہوں۔"

"ڈونٹ کل می۔ اور وہ جو ہر وقت کٹ کھنی بلی کی طرح جھپٹنے کو تیار رہتی ہو؟"

"نوٹ کر لیں ــــ اب لڑائی کی شروعات آپ کر رہے ہیں۔" تمکین نے احتجاجاً کہا تو وہ ہنس دیا۔

صبا کچن میں برتن پہنچانے کے بعد ان کے پاس چلی آئی تھی۔

"انس بھائی! آپ تو جا رہے ہیں۔ گل کو چھوڑ جائیں ہمارے پاس۔"

"بھئی میں تو فری ہینڈ دے چکا ہوں محترمہ کو۔ باقی ان سے طے کر لو۔" انس نے نظروں سے تمکین کو دیکھا تھا۔

"جب یہ واپس آئیں گے تب ان کے ساتھ آؤں گی۔" تمکین نے اس کی توقع کے برعکس جواب دیا تھا۔

"یہ وظیفے کچھ الٹے نہیں پڑ گئے؟" صبا نے اسے چھیڑا تو وہ کچھ بولی۔ اس سے پہلے انس مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

"یہ کریں گی وظیفے۔ جن قابو میں کرتے ہیں نا۔"

"اس بار ایسا وظیفہ کروں گی کہ یاد کریں گے۔" تمکین نے اسے دھمکایا تو وہ اسے چڑانے لئے ہنسنے لگا۔ پھر خوب مزے لے لے کر اس کے وظیفوں کی داستان نوفل اور صالحہ بیگم کو بھی سنا سب کے ہنسنے پر وہ اندر ہی اندر انس سے خفا ہو گئی۔

"آج یہیں رک جاتے بھائی!" صبا انہیں واپسی کے لئے تیار دیکھ کر اداس ہونے لگی تھی۔

"واپسی پہ آؤں گا تو ضرور ٹھہروں گا اور خوب باتیں کریں گے۔ وہاں کے قصے بھرے ہوں گے میرے پاس۔" وہ اسے بہلاتے ہوئے ساتھ ہی ساتھ تمکین کو بھی سنا رہا تھا۔ مگر وہ منہ کر کے چہرہ موڑ گئی اور صالحہ بیگم سے ملنے لگی۔

"اپنا خیال رکھئے گا۔" انس سے ملتے ہوئے صبا کا دل گداز ہونے لگا۔ اس کی نم ہوتی آنکھیں دیکھ کر انس نے بے اختیار اسے شانے سے لگا لیا تھا۔

"میں وہاں صرف دنجھانے کرنے نہیں جا رہا ہوں۔ اور پھر تم لوگوں کا چھیتا بھی تو جا رہا ہے میری ہی آئی ڈی کے لئے۔" وہ مسکرا رہا تھا۔

"کون؟ ــــ عماد بھائی؟" صبا بھی مسکرا دی۔ اسے تمکین بتا چکی تھی کہ کچھ دنوں کے وقفے سے عماد بھی جرمنی جا رہا تھا۔

"وہی ہے ایک جسے میری آزادی برداشت نہیں۔" انس نے آہ بھر کے کہا تو تمکین نے مڑ کر

"جانے کچھ لینے کا مزہ دیارِ غیر میں آزادی کا۔ کوئی حسرت رہ نہ جائے۔"

وہ ہنستے ہوئے صالحہ بیگم کے آگے جھک کر پیار لینے لگا۔

صبا اور نوفل انہیں چھوڑنے باہر تک آئے تھے۔

ان کے جانے کے بعد صالحہ بیگم کو ان کے کمرے میں پہنچا کر نوفل اوپر آیا تو صبا کو تکیہ الٹ کر کچھ ڈھونڈتے پایا۔ پھر اس نے بیڈ کا گدا اٹھا کر دیکھا تھا اور اس کے بعد سائیڈ ٹیبل کی دراز چیک کرنے لگی۔

وہ دروازہ بند کرتا اندر چلا آیا۔

"ایسا کون سا خزانہ کھو گیا ہے آپ کا جسے اتنی بے صبری سے ڈھونڈ رہی ہیں؟" وہ انجان بنتی کی ایکٹنگ کرتا گریبان کے بٹن کھول رہا تھا۔

صبا بے تحاشا چونک کر پلٹی۔

وہ اس کی طرف متوجہ تھا۔

"وہ ــــ یہاں پر ایک۔" وہ بے اختیار کہتے ہوئے ایک دم چپ ہو گئی۔ پھر "کچھ نہیں" کہتے ہوئے بستر کی چادر ٹھیک کی اور تکیے کو اس کی صحیح جگہ پر رکھا۔

"ضروری تو نہیں کہ جو آپ نے دیکھا ہو وہ صحیح ہو۔ بعض اشیاء نظر کا دھوکا بھی ہو سکتی ہیں۔" وہ ناصحانہ انداز میں کہتے ہوئے ڈریسنگ روم میں چلا گیا تھا۔

صبا کئی لمحوں تک ساکت کھڑی رہ گئی تھی۔

یہ وہ کیا کہہ گیا تھا؟ ــــ یونہی عادتاً طنز کیا گیا تھا یا پھر باقاعدہ سوچا سمجھا "حملہ" تھا؟

وہ الجھتی ہوئی بستر کے کنارے پر ٹک گئی۔

ڈریسنگ روم سے نکلا تو وہ نائٹ سوٹ میں ملبوس تھا۔ چند منٹ آئینے کے سامنے کھڑا بالوں میں برش کرتا رہا، پھر وارڈ روب کی طرف بڑھا۔

صبا یونہی بے مقصد بیٹھی تھی۔ جیسے اس وقت کرنے کو کچھ بھی نہ رہا ہو۔

نوفل نے پلٹتے ہوئے وہی البم صبا کے آگے پھینکی تھی۔

"اسے ڈھونڈ رہی تھیں آپ؟"

نیلے خوب صورت سے کور والی یہ وہی البم تھی جو صبا نے دیکھی تھی۔

اس نے ایک نظر البم پر ڈالنے کے بعد نوفل کی طرف دیکھا جو چلتا ہوا آ کر اپنی جگہ پر تکیے سے ٹیک لگائے نیم دراز ہو گیا تھا۔

"اب پوچھیں، کیا پوچھنا چاہتی ہیں؟"

صبا کو یکلخت ہوش آیا تھا۔

"میں نے تلاشی کی غرض سے آپ کا لاکر نہیں کھولا تھا بلکہ اپنے زیورات رکھنے کے لئے ....."

"میں آپ سے کوئی صفائی طلب نہیں کر رہا۔ مجھے صرف آپ کے کسی بھی سوال کے جواب میں

"بہت اچھے۔" وہ دفعتاً عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تھی۔ پھر ہاتھ بڑھا کر البم اٹھائی اور ایک ایک کر کے ساری تصویریں باہر نکالنے لگی۔

"یعنی اب تو ان کا مقصد پورا ہو چکا ہے۔ بے کار ہیں آپ کے لئے۔" کہتے ہوئے اس نے تصویروں کو پھاڑنا شروع کر دیا تو کچھ کہنے کو وا ہوتے لبوں کو باہم دباتے ہوئے نوفل اسے دیکھے گیا۔ اس نے ایک ایک کر کے ساری تصویروں کے ٹکڑے کر دیئے تھے۔ وہ اپنے حواس میں نہیں لگ رہی تھی۔ پھر تمام ٹکڑوں کو بستر پہ اچھالتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اسے اسٹڈی روم کی طرف بڑھتے دیکھ کر وہ نہ چاہتے ہوئے بھی ٹوکتے ہوئے بولا۔

"کہاں جا رہی ہیں؟"

"بے فکر رہیے ـــــ خودکشی نہیں کرنے جا رہی۔" وہ رک کر بے حد تلخ لہجے میں بولی تھی۔

"ورنہ اگر چاہوں تو ایسا کر کے بہت سے لوگوں کے آگے آپ کو جواب دہ ٹھہرا سکتی ہوں۔"

نوفل ابھی اس کے لفظوں کی گہرائی میں پیچ پھیریاں لیتا دروازے ہی کو دیکھ رہا تھا کہ وہ دوبارہ باہر آئی۔ اب کی بار اس نے آ کر بستر پہ اپنا تکیہ اور کمبل اٹھا لیا تھا۔

"یہ کیا ڈرامہ کھیل رہی ہیں آپ؟" وہ بے حد ناگواری سے کہہ رہا تھا۔

"ڈرامہ ہی تو نہیں کھیلنا چاہتی۔" وہ جانے کس عذاب سے گزری تھی، پھنکار کر بولی۔

"جب دل ایک نہ ہوں تو بستر کے ایک ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" وہ دوبارہ اسٹڈی روم میں چلی گئی تھی۔

اور یہاں اپنی پوری جان سمیت سلگتے کو نوفل تنہا رہ گیا تھا۔

●●●●●

اس نے تکین کو ایک منٹ کے لئے بھی سونے نہیں دیا تھا۔

"آرام کرو ـــــ کل میں جا رہا ہوں اور تمہیں نیند کی پڑی ہے۔" وہ محاسبانہ انداز میں بولا تو تکین نے تنبیہی لہجے میں کہا۔

"ساڑھے گیارہ تو بج ہی چکے ہیں۔ صبح سوا پانچ بجے کی فلائٹ سے جانا ہے آپ کو۔ جہاز میں کیا سوتے ہی جائیں گے؟"

"وہ میرا پرابلم ہے۔"

"اور اگر میں نہ سو پائی تو میرا "پرابلم" آپ کے جانے کے بعد شروع ہو جائے گا۔" تکین نے اپنے بستر کی جانب اشارہ کیا تو وہ چند لمحے اسے گھورنے کے بعد ٹی وی آن کر کے بیٹھ گیا۔

"ضدی ہو گئے ہیں آپ۔" تکین اس کے پاس بیٹھتے ہوئے مسکرائی۔

"تم سو جاؤ۔ تمہیں کیا فرق پڑتا ہے میرے جاگنے یا سونے سے۔" وہ بہت بے اعتنائی سے گویا ہوا تھا۔ تکین نے ایک نظر ٹی وی اسکرین پہ چلتی انگلش مووی پہ ڈالی۔

"ارے واہ ـــــ یعنی سو جاؤں آپ کو ان سوتنوں کے ساتھ چھوڑ کر؟" ناراضگی سے کہتے

حقیقت بتاتی ہے۔" وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے تلخی سے بولا تو صبا نے وہی البم اٹھا کر اس کی جانب پھینک دی اور اسی کے سے انداز میں بولی۔

"یہ البم بذات خود ایک سوال ہے ـــــ میرا نہیں خیال کہ مجھے آپ سے کچھ بھی پوچھنے کی ضرورت ہے۔"

"میں نے آپ سے کہا تھا کہ بہت سی چیزیں نظر کا دھوکا بھی ہوتی ہیں۔ مگر لگتا ہے کہ آپ بڑی غلط فہمی کا شکار ہو گئی ہیں۔"

"مجھے ایسی کوئی غلط فہمی یا خوش فہمی لاحق نہیں ہوئی۔" وہ جلا کر بولی تو نوفل نے استہزائیہ نظروں میں اسے دیکھا۔

"اچھا تو پھر اس البم کو لاکر سے نکالنے کا مقصد پوچھ سکتا ہوں؟"

صبا کو لگا کہ اس کے جسم کا سارا خون اس کے چہرے پہ جمع ہو گیا ہو۔ مگر اس نے اپنے لہجے کی مضبوطی میں کوئی فرق نہیں آنے دیا۔

"اس البم میں میری تصویریں ہیں۔ اور میرا نہیں خیال کہ ان پہ آپ کا کوئی حق بنتا ہے۔ اس لئے میں نے یہ البم نکالی تھی۔"

"ہم ـــــ خوب۔" نوفل نے جیسے اس کی بات سے لطف لیا تھا۔ "اچھا رجحان ہے کسی کے پرسنل میں انٹرفیئر کرنے کا۔"

"میں آپ کے پرسنل میں کب سے شمار ہونے لگی؟" وہ تپ گئی تھی۔

"ابھی نہیں۔ مگر کبھی تو تھیں۔" وہ نہایت اطمینان سے کہتا صبا کو مرنے کی حد تک حیران کر گیا۔ لمحہ بھر کے توقف کے بعد وہ دوبارہ گویا ہوا تھا۔

"شکار کرنے کے لئے پہلے ہدف کا سامنے ہونا ضروری ہے۔ چاہے کسی بھی روپ میں ہو یا فقط چند تصویریں ہی ہوں۔"

وہ نہ سمجھنے کی سی کیفیت میں نوفل کو دیکھ رہی تھی۔

"ایسا ہی آپ پہ مرمٹا ہوتا تو آج "حالات" کچھ اور ہی ہوتے۔"

وہ صبح سے ایک موہوم سی آس، ایک مدھم سی امید کی ہلکی سی خوش فہمی میں جلا تھی۔ یہ صبا کی اور تکین کی منگنی کے روز کی تصویریں تھیں۔ اور ہر تصویر میں صبا نمایاں تھی اور چند ایک اس کے خوبصورت کلوز اپ تھے۔ اور ان تصویروں کا نوفل کے پاس ہونا کیا ثابت کرتا تھا؟ ـــــ جو جواب صبا کو اس کے دل و دماغ نے دیا وہ بے حد خوش کن اور قدرے خوش فہم تھا۔

مگر اب۔

وہ اس کی ہر خوش فہمی کا دامن تار تار کر گیا تھا۔

اس کی نظر میں اترتی بے یقینی اور دکھ کے احساس نے نوفل کے اعصاب کو تناؤ کا شکار کرنا شروع کر دیا۔

ہوئے اس نے انس کے ہاتھ سے ریموٹ چھیننے کی کوشش کی تو اس نے ریموٹ والا ہاتھ اوپر
پھر جتانے والے انداز میں بولا۔
"ابھی کے درمیان بیچ رہی ہو تو ذرا ان کے کچھر کا حساب کتاب لگانے دو۔"
"میں کب بیچ رہی ہوں؟" وہ یکدم اداس ہو گئی تھی۔
اور وہ جو اسے ستانے کی سوچ رہا تھا، بے ساختہ مسکرا دیا۔ پھر ریموٹ اس کی گود میں
ہوئے گردن کے پیچھے ہاتھ باندھتا لیٹ گیا۔
نگین نے چہرہ موڑ کر اسے دیکھا تھا۔
"آپ مذاق سمجھ رہے ہیں؟ میں سچ کہہ رہی ہوں۔" یقین دلانے والے انداز میں کہا۔
مصنوعی بے اعتنائی سے بولا۔
"اب بہت دیر ہو چکی ہے نگین بی بی! اب تو میں وہ پرندہ ہوں جو پنجرے کا دروازہ کھلنے
بعد اڑنے کی تیاری میں ہے۔"
"ہائے ــــــ!" نگین کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ مگر انس کے ہونٹوں کے کناروں سے پھیلتی
مسکراہٹ نے اس چھیڑ چھاڑ کا دروازہ کھول دیا تھا۔ مگر وہ ظاہر کیے بغیر یونہی اسے یاد دلانے
انداز میں بولی۔
"یعنی میری وفائیں بھول گئی ہیں آپ کو۔"
"کون سی وفائیں؟" وہ مکر گیا تھا۔
"آپ کا اتنا خیال کیا ــــــ ایک اجنبی ہوتے ہوئے آپ سے شادی کی ہامی بھری۔ اور
پچھلے ماہ وظیفے کر کر کے آپ کو اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کرتی رہی، پھر بھی آپ پوچھ رہے ہیں
کون سی وفائیں؟"
"صدقے جاؤں ان وفاؤں کے۔" انس ہنس دیا تھا۔ پھر اس کا ہاتھ تھام کر اپنی طرف کھینچا۔
"اتنے سارے جتن کرنے کی بجائے دن میں ایک بار خود سے اپنی محبت کا اظہار کر دیا کرو!
سی بات ہے۔"
اس کے سینے پر سر رکھتے ہوئے وہ کھل کے مسکرا دی تھی۔
"پھر نہیں، آپ اس اظہار سے سیر کیوں نہیں ہوتے ــــــ جانتے تو ہیں کہ مجھے بھی آپ سے
محبت ہے۔"
"بتاؤ تو پتہ چلے نا۔"
"لڑکیاں بتاتی ہوئی اچھی نہیں لگتیں۔" نگین نے شرماتے انداز میں کہا تو وہ آرام سے بولا۔
"میں لڑکیوں کی بات کب کر رہا ہوں؟ تم تو بیوی ہو میری۔"
"ان باتوں میں آپ سے کوئی نہیں جیت سکتا۔" نگین کا ہاتھ اس کے بالوں میں تھا۔
انس کے احساسات سبک ہونے لگے۔ نگین کا یہ انداز اور التفات اسے بہت اچھا لگا تھا کہ وہ

اس کے قریب بہت کم آتی تھی۔
"مجھے تم اب بھی بہت یاد آؤ گی یار۔" وہ ابھی سے پریشان ہونے لگا تھا۔
"اچھا ہے نا ــــــ میں بھی تو یہاں آپ کو یاد کروں گی۔ آپ کو بھی چاہیے مجھے مس کریں۔
کہ آپ کو میری قدر ہو سکے۔" نگین نے اسے چھیڑا تھا۔
"تمہیں اپنی قدر معلوم ہی نہیں میری جان! ــــــ میری محبت کا اندازہ کر لو تو خود کے ہونے پہ
رشک آنے لگے۔" اس کے ریشمیں بالوں کو لبوں سے چھو کر وہ بوجھل سے لہجے میں بولا تو اس
کے انداز میں چھپی سچائیوں کا اندازہ کرتے ہوئے نگین کا رواں رواں اپنے رب کا شکر گزار ہوا تھا۔
"ناز ہی تو میں اب بھی ہوں انس! میرے لیے سب سے بڑھ کے اہم کیا فخر ہو گا کہ میری
بات آپ کے نام سے پہچانی جاتی ہے۔" وہ بے ساختہ بولی تو لب و لہجہ بہت سادہ تھا مگر انس کی
بدنیا نظرت کے سکون کو اتنا ہی ایقان بہت تھا کہ مقابل بھی اس کی محبت میں غرق ہے۔
آج بہت عرصے کے بعد ان کے بیڈ روم میں ایسی رات آئی تھی کہ ان دونوں نے بہت باتیں کی
تھیں ــــــ اپنے آنے والے وقت کی اور اپنے حقوق کی۔
انس کی مسکراہٹ میں سرشاری تھی تو کبھی کبھار کھنکتا اُٹھنے والی نگین کی ہنسی بھی گواہ تھی کہ محبت ان
پر رحمت کی طرح سایہ فگن تھی۔ مگر باہر سیاہ رات کی آنکھ جانے کیوں سلگتی جا رہی تھی۔

●●●●●

موبائل اسکرین پر انجان نمبر کو سرسری نگاہ سے دیکھتے ہوئے شمس گل خان نے کال ریسیو کی تو
ایک آفریدی کی زندگی سے بھرپور کھلکھلاتی ہوئی آواز سن کر بے اختیار اپنے اردگرد دیکھنے لگا۔ جیسے
کسی اور کے سن لینے کا خدشہ ہو۔
اس وقت وہ فیکٹری کے وزٹ پر تھا اور ابھی پیکنگ کے شعبے میں کھڑا ورکرز کی کارکردگی کا جائزہ
لیتے ہوئے کچھ مشورے بھی دے رہا تھا جب ڈالے کی کال آ گئی تھی۔
وہ تیز قدموں سے چلتا ہوا اپنے آفس کی طرف بڑھنے لگا۔
"کب آ رہے ہو میری طرف؟" ڈالے نے بہت اشتیاق سے پوچھا تھا۔
"کبھی نہیں ــــــ" بے اختیار منہ سے نکل جانے والے ان دو لفظوں پر شمس گل خان بھی
الجھا کم تھا۔
"کیا مطلب؟" وہ تحیر میں مبتلا ہوئی تھی۔ پھر جیسے فوراً ہی تڑپ اٹھی۔ "یعنی تمہارا مطلب ہے کہ تم
محبت کی بھی ملنا نہیں چاہتے؟"
"نہیں ــــــ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" وہ گڑبڑاتے ہوئے سنبھلا۔
وہ بہت اچھی طرح جانتا تھا کہ ڈالے کی توجہ تو ایک طرف رہی، اس کا عتاب سہنا بھی بہت
مشکل کام تھا۔
"تو اور کیا مطلب تھا تمہارا؟ یعنی کمال ہو گیا۔ ایک اتنی خوب صورت، بلکہ حسین لڑکی تمہیں فون

کرکے لنچ پر انوائٹ کر لی ہے اور تم اسے اتنی ڈھٹائی سے انکار کر رہے ہو ——— تمہارا دماغ خراب نہیں ہو گیا؟" وہ جیسے اس کی دماغی حالت کی طرف سے مشکوک ہوئی تھی۔

شموئیل اپنے آفس کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

"میں کہنا چاہ رہا تھا کہ ابھی میں فرصت میں نہیں ہوں۔" وہ سانس لینے کو رکا تو اسے بولنے کا موقع مل ہی گیا تھا۔

تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد وہ مدھم انداز میں شکوہ کرتے ہوئے بولی۔

"اتنے سالوں کے بعد ملے ہو اور مجھ سے ملنے کے لیے فرصت کے "بہانے" تلاش رہے ہو۔"

"بات یہ ہے ڈوالے بی بی! کہ میں ......" وہ ناصحانہ انداز میں کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ وہ

"پھر تم نے بی بی کہا مجھے؟"

اسے فوراً ہی ڈوالے کی چڑ یاد آ گئی تو وہ معذرت خواہانہ انداز میں بولا۔

"آئی ایم سوری۔"

"دیکھو۔ اب یہ بتاؤ کب آ رہے ہو؟" وہ فوراً اپنے موڈ میں لوٹ آئی تھی۔

اب کی بار شموئیل قدرے محتاط ہو گیا۔

"دیکھو ڈوالے! میں جھوٹ نہیں بول رہا۔ میں واقعی بہت مصروف ہوں۔ پیکنگ ہو رہی ہے۔ مجھے اپنی نگرانی میں سارا مال ٹرکوں پر لوڈ کرانا ہے۔"

"تف ہے تم پر شموئیل خان! تمہیں مروتاً بھی نبھانا تو آتی ہی نہیں، کم از کم دل ہی رکھ لیا کرو۔" خفا ہونے لگی تھی۔

وہ لب دانتوں تلے دبا کر رہ گیا۔

"تم بالکل بھی نہیں بدلے ہو۔" وہ شکوہ کناں تھی۔ جواب میں اس کی مسلسل خاموشی پا کر اسے دھمکانے والے انداز میں بولی۔

"مگر تم اچھی طرح سن لو کہ میں بھی نہیں بدلی ہوں۔ اور تم چاہے اب کتنا بھی بھاگنے کی کوشش کرو، مگر مجھ سے دور نہیں جا پاؤ گے۔" اس نے لائن منقطع کر دی تھی۔

"ہیلو!" وہ بے جان انداز میں اس کو پکار کر رہ گیا۔ مگر انگیجڈ ٹون اس کا منہ چڑانے لگی۔ اس نے تھکے تھکے سے انداز میں موبائل فون سامنے ٹیبل پر ڈالا اور راکنگ چیئر سے پشت ٹکا کر بیٹھ گیا۔

"ڈوالے آفریدی ———"

وہ نہیں جانتا تھا کہ اتنے سالوں کے بعد وہ پھر سے اپنے بھرپور اور چھا جانے والے انداز کے ساتھ اس کے سامنے ایک بڑے سوالیہ نشان کی مانند آ کھڑی ہو گی۔

تو اب ———؟

اب کیا لائحہ عمل ہونا چاہیے تھا زندگی کا؟

اور یہ ڈوالے آفریدی اس کی زندگی میں اب کہیں فٹ ہوتی بھی تھی یا نہیں؟

اس نے سر کرسی کی پشت پر ٹکاتے ہوئے جلتی آنکھیں موند لیں۔ آج شام تک پیکنگ کا کام مکمل ہو گیا تھا کہ اب سارا مال نہایت مستعدی اور خوش اسلوبی کے ساتھ ٹرکوں میں بھرا روانگی کے لیے تیار تھا۔

وہ ذہنی اور جسمانی طور پر تھکن محسوس کرنے لگا تو سب کچھ پروڈکشن منیجر کے حوالے کر کے آفس کی طرف بڑھا تو اسٹاف کے بیچ سے گزرتے ہوئے اس کے پی اے عمران تارڑ کے پاس کھڑی ڈوالے آفریدی اسے اپنی جگہ فریز کر گئی۔

عمران کی نگاہ شموئیل پر پڑی تو اس نے فوراً ڈوالے کو آگاہ کیا۔ نتیجتاً وہ مسکراتے ہوئے اس کی جانب بڑھنے لگی۔

شموئیل کو اپنی نازک پوزیشن کا احساس بہت شدت سے ہوا تھا۔

اس نے آس پاس موجود اسٹاف کا خیال کرتے ہوئے مسکرانے کی مقدور بھر کوشش کی تھی۔

"بہر جگہ ڈوالے! کہاں چھپتے پھر رہے ہو؟ اور یہ تھی تمہاری نام نہاد مصروفیت۔" ملتے ہوئے آ رہے

اس کی آواز لنچ کے لیے اٹھتے تقریباً ہر اسٹاف ممبر نے سنی اور کئی ان کی طرف گھومے بھی تھے۔

شموئیل کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ حسب سابق وہ جینز، ٹی شرٹ اور اسکارف میں ملبوس تھی۔ اس کے ملنے کے لیے بڑھے ہاتھ کو شموئیل نے محض دو انگلیوں ہی سے چھوا تھا۔

"کہیں چلتے ہیں۔"

وہ ہر ایک سے نظر چراتے ہوئے اسے ساتھ آنے کا اشارہ کرتا وہیں پلٹ گیا تو وہ حیران سی اس کے ہم قدم ہو گئی۔

"کیسے بہت برے ہو تم شموئیل! مجھے اتنا غصہ آ رہا تھا تم پر۔ مگر ابھی جانے کہاں چلا گیا وہ" وہ معصومیت سے کہہ رہی تھی۔

"تمہیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔" وہ عاجزی سے بولا تو اس کے ساتھ چلتے وہ اسے گھورتے ہوئے بولی۔

"کیا کوئی سیکرٹ تھا یہاں؟"

"تم نے دیکھا نہیں، وہاں سارا مجلی اسٹاف تھا۔" وہ بے لفظوں میں بولا۔ مگر ڈوالے نے بڑے [illegible] سے کہا۔

"تمہاری بدذوقی کا مجھے شروع ہی سے اندازہ ہے۔"

وہ اس کے کہنے پر خاموش ہی رہا تھا۔ مگر جب وہ پارکنگ لاٹ میں کھڑی اس کی گاڑی کی فرنٹ سیٹ کے ساتھ بیٹھی تو وہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکا۔

"تم اپنی گاڑی میں نہیں آئی ہو؟"

"یہ بھی تو میری گاڑی ہے۔" ہنسی سے مسکراتے ہوئے اس کا اعتراف قابل دید تھا۔ شموئیل جز بز

ہوتا اس کے لیے فرنٹ ڈور کھولنے لگا۔

"ویسے اصولاً تو تمہیں خود مجھے پک کرنا چاہیے تھا۔ مگر چونکہ تم ان معاملات میں ... ہو، اس لیے مجھے خود آنا پڑا۔ وہ بھی ٹیکسی ہائر کر کے۔" وہ معاندانہ انداز میں بتا رہی تھی۔

مگر اس کا کھلا ہوا انداز، چہرے کی جگمگاہٹ اور باتوں سے چھلکتی سرخوشی گواہ تھی کہ خوش تھی۔

"کہاں اترو گی؟" تھوڑی دور جانے کے بعد اس نے جیسے انجان بن کے پوچھا تو ... ہوئے بولی۔

"جہاں جی چاہے لے جاؤ۔۔۔ میں تو صرف ایک اچھے سے لنچ کے لیے آئی ... تمہارے ساتھ۔"

"میرا مطلب ہے، تمہیں کہاں ڈراپ کروں؟"

اس کی بات اور اس بات میں چھلکتی خوشی کو نظر انداز کرتے ہوئے شوئکل نے ... وضاحت کی تو وہ ایک دم سیدھی ہو کر اسے دیکھنے لگی جیسے اس کی بات میں چھپے مقصد کو ... رہی ہو۔

"کیا بات ہے شوئکل؟۔۔۔ اگر لنچ کے لیے پیسے نہیں ہیں تو میں دے دوں گی۔" ... سے اس نے طنز کیا تھا۔

شوئکل کی رنگت تمتما اٹھی۔

"ایسی بات نہیں ہے۔ دراصل میرے پاس ٹائم نہیں تھا......"

"گاڑی روکو۔" وہ منطقی پیش کرنے والے انداز میں کہنے لگا تھا کہ وہ یکلخت ہی چیخ سے بولی۔

"میں نے کہا گاڑی روکو۔" وہ پھر سے چلائی تو گھبرا کر شوئکل کا پاؤں بریک پہ جا پڑا۔

"تم سمجھتے کیا ہو خود کو شوئکل خان؟ بہت توپ چیز ہو تم، جس کے میں نخرے اٹھاؤں گی ... ہوں؟ اور تم یوں مسلسل مجھے ٹالنے کی کوشش کر رہے ہو۔ میں نے تم سے......" کچھ کہنے میں اس کے لب لرزے مگر اس کے انداز پہ دل کچھ اس طرح دکھا کہ وہ کسی بھی اعتراف ... گئی۔ گاڑی کا دروازہ کھول کر سر راہ اترنے لگی تو شوئکل خان نے جیسے یکلخت ہی حواس ... ہوئے بسرعت اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"میرا مطلب یہ نہیں تھا ڈالے۔"

"ڈونٹ ٹچ می شوئکل! خبردار جو کوئی صفائی پیش کرنے کی کوشش کی تو۔ میں ابھی ... ہوں تمہیں۔" وہ اس پہ الٹ پڑی تھی۔ مگر شوئکل نے یونہی اس کا ہاتھ تھامے گاڑی چلا دی۔

"اب بتاؤ کہاں لے چلوں؟" اپنے دونوں ہاتھ اسٹیرنگ پہ جماتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ اپنے ناروا سلوک کا اسے بہت جلدی احساس ہو گیا تھا۔ کچھ بھی تھا، وہ اس کی دوست تھی ... کے جذبات اچھی طرح سمجھتا تھا۔ مگر اسے یوں ہرٹ کرنا۔ کوئی بہت بڑی مجبوری ہی اس ...

... اٹھی تھی۔

"مجھے کہیں بھی ڈراپ کر دو۔"

وہ بے اختیار اسے دیکھنے لگا۔ شربتی پیالوں کو لبالب بھرا پا کر اس کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ اسے یاد تھا کہ اس نے کبھی ڈالے کی آنکھوں میں آنسو دیکھے ہوں۔ وہ تو یونہی رعب جماتی، شور مچاتی ہوئی ہی اچھی لگتی تھی۔ اس کا دل کٹنے لگا۔

"آئی ایم سوری ڈالے۔۔۔ میں تو مذاق کر رہا تھا۔ اور تم اسے دل پہ لے بیٹھیں۔"

"میں بچی نہیں ہوں۔۔۔ رویوں کی زبان اچھی طرح سے سمجھ میں آتی ہے مجھے۔" وہ جیسے ... اٹھی۔

"تو چلو، پھر بتا دو کہ معاف کیسے کرو گی؟" وہ بے چارگی سے بولا۔ مگر ڈالے کی چڑ مڑی ابھی ... نہیں ہوئی تھی۔

وہ یونہی بے اعتنائی کا مظاہرہ کرتی کھڑکی سے باہر بھاگتی دوڑتی زندگی پہ نظریں جمائے ہوئے ... شوئکل کا دل تاسف سے بھرنے لگا۔

"اچھا، بات نہ کرو۔ صرف یہ بتا دو کہ اب کہاں چلیں؟" ڈالے کے متوقع ردعمل کے ڈر سے ... نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

درحقیقت اسے اپنے رویے کی بدصورتی کا احساس بہت شدت سے ہو رہا تھا۔ وہ اپنے متعلق ڈالے آفریدی کے جذبات کو بہت اچھی طرح سمجھتا تھا اور ان جذبات کی پذیرائی نہیں کر سکتا تھا تو ... کا یہ مطلب قطعاً نہیں نکلتا تھا کہ ان کی تحقیر بھی کرے۔

"جہنم میں۔" وہ سخت غصے میں تھی۔

"معافی مانگ تو رہا ہوں۔ کام کا لوڈ اتنا زیادہ تھا کہ میرا دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔" وہ مصالحت ... آمادہ تھا۔

ڈالے نے تیز نظروں سے اسے دیکھا۔

"اچھا، یہ دیکھا ہے تم نے؟"

"آئی ایم سوری۔۔۔ اب کیا لکھ کے بھی دے دوں؟" وہ عاجزی سے بولا تو ڈالے کو اس کے تاثرات دیکھ کر سکون آ گیا۔

"اس کی بار تو معاف کر رہی ہوں۔ مگر آئندہ کبھی تم نے کام کا لوڈ مجھ پہ ڈالنے کی کوشش کی تو لندن سے بھی بھگا دوں گی۔" وہ مزید رعب ڈال رہی تھی۔

شوئکل نے گہری سانس بھرتے ہوئے اپنے پسندیدہ ریسٹورنٹ کے سامنے گاڑی روک دی۔

"اب بتاؤ۔۔۔ تم پارک سے کیوں بھاگے تھے؟" کھانے کے دوران وہ بڑے اشتیاق سے ... کباب پہ اتری تو وہ جو سست روی سے ایک ہی کباب کو کانٹے سے ٹھونگ رہا تھا، چڑ کر رہ گیا۔

"کیا رکھا تھا وہاں جو ہر کوئی سوچتا ہے کہ ہائیڈ پارک کو چھوڑ کر بھاگنا میرے لیے مشکل تھا۔"

"وہی تو۔ یہاں کیا رکھا تھا تمہارے لیے؟" وہ اب بھی اس کے انداز کو خاطر میں …
"بابا جان نے بلایا تھا مجھے ایمرجنسی میں۔" وہ قدرے مدھم لہجے میں بولا تو اس کی آواز …
ایک انجانا سا تکلیف کا احساس جھلک رہا تھا۔

ڈالے بے اختیار اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"کیا ایمرجنسی تھی؟"

اس کے سوال نے جیسے شونیل کو کرنٹ لگایا۔

"کچھ نہیں۔ تم خاموشی سے کھانا کھاؤ۔" اس نے بے اعتنائی سے کہا تو ڈالے نے …

"بچھڑنے کے بھی کچھ قاعدے ہوا کرتے ہیں شونیل خان! یوں پردیسوں میں … ضروری تھا؟"

"میں ایسی کون سی گیم کھیل رہا تھا۔" وہ خفیف سا شانے اُچکا کر بولا تو انداز کی لاپروائی … ڈالے کو چپ کرا گئی۔

"پھر بھی شونیل! بتا کر تو آتے۔ مجھے نہیں تو نوفل ہی کو سہی۔ میں یوں بھٹکتی تو نہ …" قدرے توقف کے بعد وہ دکھی انداز میں بولی تھی۔

"تمہیں تو یوں بھی شوق ہے بھٹکنے پھرنے کا ڈالے بی بی! ہوتیں تم میرے بابا کی … بیٹی کا دودھ یاد آ جاتا تمہیں۔" وہ اس کی سنجیدگی کو اڑا گیا تھا۔

ڈالے بھی اپنا غم بھول بھال کر تلملا اٹھی۔

"خدا نہ کرے میں تمہارے بابا جان کے گھر پیدا ہوتی۔"

شونیل خان اپنا جملہ سوچ کر ہنس دیا تھا۔

"پھر میں تمہارے بابا جان کے گھر پیدا ہوا ہوتا۔"

"ہاں، یہ ہو سکتا تھا۔" ڈالے کے اعصاب ڈھیلے پڑے تھے۔

وہ خاموشی سے کھانا ختم کر رہا تھا۔ ڈالے ہاتھ روک کر اسے دیکھنے لگی۔

شونیل کی توجہ منتشر ہوئی تھی۔ اس کی نگاہوں کی تپش شونیل کو اپنے چہرے پر بہت اندر محسوس ہو رہی تھی۔ اس کا دل یکلخت ہی بے چینیوں کی لپیٹ میں آنے لگا۔

یہ دیکھنا اس عام دیکھنے کی طرح نہیں تھا۔

اس نگاہ میں بھرپور توجہ، اشتیاق، چاہت، کچھ باقی نہیں رہ گیا تھا۔ اس نے کھانے سے … لیا۔ مگر ڈالے کی طرف دیکھنے کی غلطی نہیں کی اور گلاس اٹھا کر پانی پینے لگا۔

"تم نے اپنی مونچھیں کیوں اتروا دیں شونیل؟" اس نے اس قدر دلچسپی سے پوچھا … خجالت کا شکار ہونے لگا۔

"بس ایسے ہی۔ تم نے کھانا کھا لیا؟"

"تاؤ نا۔ نہیں" کسی نے "فرمائش تو نہیں کی تھی؟" وہ شرارت کے موڈ میں تھی۔

… بابا جان کی ضد میں ایک دن رہ رک گیا تھا تو اس کے بعد خیال ہی نہیں آیا دوبارہ … یہیں دیکھنے کا۔" اس نے مجبوراً بتایا تھا۔

… لیے بھی ڈالے سے گھبراتا تھا کہ وہ ہر بات ضد کر کے پوچھتی تھی اور پھر جواب لیے بغیر … ڈ بھی لیتی تھی۔

… صاف گوئی سے بولی۔

"ویسے اب تم زیادہ ہینڈسم لگتے ہو۔ پہلے سے جسم بھر گیا ہے تمہارا۔ اور چہرہ بھی۔"

"اب چلیں؟" شونیل نے دانت پیسے تو وہ ڈھٹائی سے ہنسنے لگی تھی۔

"ڈالے!" وہ بے بس ہونے لگا۔ اس کی زور آوری اسکی ہی بپا کر دینے والی تھی۔

"اگر تم فارغ ہو چکی ہو تو چلیں؟" وہ پوچھ رہا تھا۔ اس سے زیادہ جھیلنا شونیل کے لیے مشکل … ام تھا۔

"ابھی تو آئس کریم رہتی ہے۔" وہ اطمینان سے بولی تو شونیل نے دبے لفظوں میں کہا۔

"اتنی سردی میں؟"

"تو پھر کوئی ڈیزرٹ منگوا لو۔ بلکہ فروٹ ٹرائفل مجھے بہت پسند ہے۔" ادھر مکمل اطمینان تھا۔

شونیل گہری سانس بھرتے ہوئے ویٹر کو بلانے لگا۔

●●●●●

کالج سے آ کر بیگ رکھتے ہی وہ یونیفارم بدلنے کا تکلف کیے بغیر چچی جان کے پورشن میں آئی تھی۔

چچی جان سلائی مشین رکھے تکیے کی قمیص سی رہی تھیں۔ اس نے انہیں سلام کیا تھا۔

"وعلیکم السلام۔ آ گئیں خیر سے۔"

"جی، ابھی آئی ہوں۔ یہ وجدان کہاں ہے؟ ابھی آیا نہیں یونیورسٹی سے؟" عمرہ نے بظاہر عام سے انداز میں پوچھا تھا۔

"کچھ منگوانا ہے کیا؟" چچی جان نے جواباً پوچھا تو اس نے سر جھٹکا۔

"نہیں، ویسے ہی۔ کچھ کام تھا اس سے۔"

"وہ تو کب کا آ چکا۔ اپنے کمرے میں ہے۔ دیکھو، سو تو رہا ہو۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ اس کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ چچی جان دوبارہ مشین کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

وہ دروازہ کھول کر وجدان کے کمرے میں داخل ہوئی تو وہ دھیمے سروں میں میوزک سنتا اپنے بستر پر آنکھیں موندے لیٹا ہوا تھا۔

عمرہ نے سب سے پہلے سی ڈی پلیئر بند کیا تو ایک سیکنڈ کے وقفے سے وہ اونچی آواز میں بولا۔

"بہت پہلے سے ان قدموں کی آہٹ جان لیتے ہیں
تجھے اے "عمرہ مہر" ہم دور سے پہچان لیتے ہیں"

اس کی آنکھیں ابھی بھی بند تھیں۔

حمرہ نے آگے بڑھ کے بنا کسی لحاظ کے اس کے پاؤں پہ تھپڑ رسید کیا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔

"نادان لڑکی! میرا مراقبہ توڑ دیا ہے تم نے۔" وہ بڑے رعب سے بولا تو حمرہ نے دانت پیسے۔

"ابھی کچھ دیر میں، میں تمہارا سر بھی توڑنے والی ہوں۔"

"میرے مؤکلوں نے ابھی چند لمحے پہلے مجھے خبر پہنچا دی تھی کہ میرا ہاتھ کا مان بہت بڑا والا ہے۔ یعنی مجھ پہ کوئی ناگہانی بلا نازل ہونے والی ہے۔ ہائے، وہ کتنا سچ کہہ رہے تھے شاہ بابا۔" وہ متاسفانہ انداز میں کہتا اٹھ بیٹھا تھا۔

"تم اس قدر بے ہودہ ہو وجی! یہ مجھے آج پتہ چلا ہے۔"

"یہ آج نئی کہانی ڈھونڈ لی ہے تم نے۔" وہ مسکرایا تھا۔ مگر حمرہ سخت غصے میں تھی۔

"تم میری دوست کے ساتھ انٹرنیٹ پہ چیٹنگ کرتے ہو؟"

"یہ چوری ہے یا الزام لگا رہی ہو؟" وہ مطمئن تھا۔

"یہ چوری ہی ہوں۔" اس کا انداز ڈانٹنے والا تھا۔

"کس دوست کی بات کر رہی ہو؟" وجدان نے پوچھا تو وہ جھنجھلا کر بولی۔

"تم کس کس کے ساتھ چیٹنگ کر رہے ہو؟"

"کوئی بھی ہو۔ مگر تمہاری دوست ان میں کوئی نہیں ہے۔" وہ سچائی سے بولا تھا۔

"جھوٹ مت بولو وجی! مجھے ترنم نے خود بتایا ہے۔ بلکہ مجھے ہی کیا، میرے سارے گروپ کی لڑکیوں کو پتہ چل گیا ہے کہ تم ترنم سے چیٹنگ کرتے ہو۔"

"ترنم ——؟" وہ جیسے یاد کرنے لگا۔ "نام تو بہت خوب صورت اور مترنم سا ہے۔ مگر یاد نہیں رہا کہ میں اسے جانتا ہوں۔"

"بہت بری بات ہے وجی! میری فرینڈز کیا سوچتی ہوں گی کہ میرا کزن اس قدر فلرٹ ہے، میری ہی دوست کو لائن مار رہا ہے۔" حمرہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اپنے غصے کا اظہار کیسے کرے۔

"اچھا —— بالفرض تمہاری کوئی دوست ہے بھی تو کیا اسے شرم نہیں آتی کہ اپنی دوست کے کزن کو لائن دے رہی ہے۔" وجدان نے بحث کرنے والے انداز میں کہا۔

لمحہ بھر کے لئے وہ لاجواب ہو گئی۔ مگر پھر اس پہ الزام دھرنے والے انداز میں بولی۔

"تم ہی نے اسے پھنسایا ہوگا —— اس روز بھی تم اس سے فون پہ اتنی لمبی کہانیاں کہہ رہے تھے۔"

"اچھا —— وہ ترنم؟" وہ لمبا سا کھینچ کر بولا۔

"یہ تو اب میں جا کر بتاؤں گی، تب تمہیں یاد آئے گا کہ کون سی ترنم۔" وہ پاؤں پٹختی واپس پلٹی تھی۔ وجدان ہنستے ہوئے اٹھ کر اس کے پیچھے لپکا تو وہ راستے میں ہی حنی کے پاس رک گئی۔

"کیا بات ہے؟ پھر سے تو جھگڑا نہیں کر رہے تم دونوں؟" حنی نے دونوں کو باری باری دیکھتے ہوئے پوچھا تو وجدان نے فوراً چٹکی سے اپنی شہ رگ کو چھوا۔

"آئی سویئر۔ میں نے کوئی لڑائی والی بات نہیں کی۔"

"ہاں —— میں ہی ہوں نا لڑاکا طیارہ۔" حمرہ چڑ کر بولی تھی۔

وجدان نے سر دھنا۔

"واہ واہ —— کیا چن کے اور پرفیکٹ نام رکھا ہے تم نے اپنا۔"

"اسے سمجھا دیں آپا! یہ میری دوستوں کے منہ نہ لگا کرے۔" اس کا شکایت کرنے والا انداز حنی کو اس کے سر پہ ہاتھ پھیرنے پہ مجبور کر گیا۔

"کیا مطلب؟" بات حنی کے سر پہ سے گزر گئی تھی۔

"مطلب یہ کہ اس کی دوستوں کو میری شاعری پسند آ گئی ہے۔ مگر میں اپنا کوئی تازہ کلام ان کو سنا دینا چاہتا اور یہی بات حمرہ کو اچھی نہیں لگی۔ ہے نا حمرہ؟" وہ دھمکانے والے انداز میں بات کو کہاں سے کہاں تک لے گیا تھا۔

"یہ کہاں کا شاعر رہ گیا ہے۔ میرے پاس اتنی ساری بکس پڑی ہیں شاعری کی، وہ لے لو۔" حنی نے کھلے دل سے آفر کی تو وہ وجدان کو گھورتے ہوئے مجبوراً واپس ہو لی۔

وجدان نے گہری سانس کھینچی تو حنی کو بغور اپنی طرف متوجہ پا کر وہیں سانس روک لی۔

"کیا بات ہے برخوردار! کن ہواؤں میں اڑ رہے ہو؟"

"وہ ویسے ہی آپا! بے وقوف ہے نری۔" وہ گڑبڑایا تھا۔

"یہ شاعری واعری چھوڑو اور اپنی پڑھائی پہ دھیان دو بچے۔" اسے نصیحت کرتی وہ بھی جان کے باہر نکل آئی۔

"اب آ رہی ہو جب سلائی مکمل ہو چکی۔ کہا بھی تھا کہ خود سے سوٹ دینا۔ اور کچھ نہیں تو بیٹا ہاتھ ہی آ جائے گا۔ مگر کہاں۔" انھوں نے آخری سلائی لگانے کے بعد قینچی سے دھاگا کاٹا اور قمیض کی بکل کرتا ہوا تھمانے دھاگے کاٹنے لگیں۔

"اب کون سا میرا رشتہ ڈھونڈنے کو بلیتان ہوا ہے آپ کو جو میں ان سر کھپائیوں میں پڑوں۔" وہ ابھی سوئی ہوئی اٹھ کے آئی تھی۔ بیزاری سے بولی تو انھوں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"بڑی اعلٰی سوچ ہے۔ یعنی قسمت سے اتنا اچھا شوہر مل ہی گیا ہے تو کیا اب گنوار ہی اس کے پلے پڑ جاؤ گی؟"

وہ جو بڑی ریلیکس ہو کر کرسی سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی، ایک دم سیدھی ہوئی۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟ —— میں گنوار ہوں؟"

"گنوار بھی نہیں، جاہل کہو تو زیادہ بہتر رہے گا۔" وہ بے اعتنائی سے بولی تھیں۔

"انگلش میں ماسٹرز کر رہی تھی۔ فقط پیپرز ہی نہیں دیئے، ورنہ تو ڈگری ہولڈر ہوتی۔ اور آپ مجھے

چال محسوس کر رہی ہیں۔" مُنّی کو صدمہ لگا تھا۔

"جہالت تعلیم سے مشروط نہیں ہوتی۔ اس میں اور بھی بہت سے عوامل کارفرما ہیں" انہوں نے اطمینان سے کہا اور چھالیہ سمیٹنے لگیں۔

"ہاں ـــــ ساری خوبیاں اور اخلاق تو آپ کے داماد میں آ گئے ہیں۔ میں تو اسے لگوں گی آپ کو۔" وہ سلگ گئی تھی۔

"اس میں کیا شک ہے۔ ماشاءاللہ لاکھوں میں ایک ہے معید۔ چراغ لے کر بھی ڈھونڈو نہ ملے۔ خدا اسے اپنی امان میں رکھے۔" ان کے لب و لہجے میں معید کے لئے محبتیں ہی محبتیں تھیں۔

"آج کل گلوب لائٹ کی روشنی میں ان سے لاکھ درجہ اچھے مل جاتے ہیں۔ ایسا کیا پڑا ہوا۔" مُنّی کو ان کا انداز "اوور" لگا تھا۔

"تم جیسی کم عقلوں کے نصیب تو جاگ گئے نا۔ ورنہ میں تو دن رات پریشان رہتی تھی کہ تمہارا کیا بنے گا۔" وہ سلائی کی ہوئی قمیص اس کی گود میں پھینکتی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

مُنّی کو لگا اس کے چہرے سے آگ کی لپٹیں نکل رہی ہوں۔

"بس، آ گئیں نا اپنی آئی پہ۔ مجھے پتہ تھا اب ساری عمر یہی تقابل ہوتا رہے گا۔ جس میں معید حسن فرسٹ اور مُنّی میر تھرڈ آتی رہے گی۔" اسے حد درجہ غصہ آیا تھا۔

بجی جان نے بے اعتنائی سے جواب دیا۔

"تو آؤ نا تم بھی فرسٹ۔ محنت کرو بی بی! یوں دلوں پہ حکومتیں نہیں کی جاتیں۔ معید ایک تو وہ ہر شخص کا پسندیدہ ہے۔ کیوں؟ محض اپنے اخلاق و عادات کی وجہ سے۔ اور ذرا تم کس قدر رشک کرتی ہو مجھے۔ کبھی جو میری مان کے چلی ہو۔ کچن میں جھانک کر نہیں دیکھتیں پرونے کا تمہیں شوق نہیں۔ صرف شادی ہو جانا ہی کمال نہیں ہوتا بی بی! پہلے اس کے قابل بننا پڑتا ہے۔"

"اُف ـــــ"

بجی جان تو تقریر جھاڑ کے اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ ادھر سلگنے اور تڑپنے کو مُنّی کی جان۔ شدید غصے کی لہریں اٹھیں تو اسے احساس ہوا کہ وہ اس طرح محض خود کو تکلیف دے رہی ہے اور کیا خبر اتنا غصہ نروس بریک ڈاؤن ہی کا باعث بن جاتا۔ سو وہ ایسی ترکیب سوچنے لگی جو معید حسن کی فرسٹ پوزیشن ہتھیائی جا سکے۔ اور اس کے لئے اسے بہت زیادہ سوچنا نہیں پڑا۔ ترکیب اسے سوجھی تھی وہ بھی تو اس کے لئے ناقابل قبول مگر اپنی زندگی کو معید حسن کی "بھینٹ" چڑھ جانے سے بچانے کے لئے وہ کچھ بھی کرنے کو تیار تھی۔

●●●●●

اس نے بے چینی سے بستر پہ کروٹ بدلی تو نظر بے ساختہ اپنے ساتھ خالی جگہ پہ جا ٹکی۔ نائٹ بلب کی روشنی میں ایک ہیولا سا ابھرا اور بہت جانے پہچانے اور دل پسند نقوش

نوفل نے بے اختیار ہاتھ بڑھایا تو پھر خود ہی اپنی بے اختیاری پہ خجل سا ہو اُٹھا۔ وہ جگہ بھی خالی تھی اور یہ تخیلات اسے گزشتہ پانچ دنوں سے دکھائی دے رہے تھے۔

گزشتہ پانچ دنوں سے صبا اسٹڈی روم میں سو رہی تھی اور پانچ دنوں ہی سے نوفل ایک رات بھی ڈھنگ سے سو نہیں پایا تھا۔ اور اپنی یہ حالت نوفل کے لئے ناقابل قبول تو تھی سو تھی، بے حد حیران کن بھی تھی۔ اپنے تئیں اس نے صبا کو بہت سرد مہری سے رد کر دیا تھا مگر یہ کیسا رد کیا تھا کہ وہ نظر سے دور ہو کر دل کے اور قریب ہو گئی تھی۔

نوفل کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کی بے خوابی کی وجہ صبا کا یہاں نہ ہونا ہے۔

اس سے کوئی بھی تعلق نہ ہونے کے باوجود؟

تکیہ برابر کرتے ہوئے وہ اٹھ بیٹھا تھا۔ ایک نگاہ وال کلاک پہ ڈالی تو گھڑی کی سوئیوں کو رات کے اڑھائی بجاتے پایا۔

ان پانچ دنوں میں نہ صرف اس کی نیند بلکہ دیگر معمولات بھی متاثر ہوئے تھے۔ آفس میں بھی جب تک وہ کام میں مصروف رہتا تب تک ٹھیک تھا مگر فراغت پاتے ہی ذہن اپنی ذاتی زندگی کی بے ترتیبی میں الجھنے لگتا تو دل و ذہن متضاد سمتوں میں اڑانیں بھرنے لگتے۔ ذہن میں تو بے جا انا کا ڈیرہ تھا مگر دل ہمیشہ صبا میر کی طرف کھنچتا تھا اور وہ خود بھی نہیں جانتا تھا کہ آخر میں اس کا فیصلہ کیا ہوگا۔

رات بے خوابی ہی کا نتیجہ تھا کہ وہ صبح وقت پہ جاگ نہیں پایا۔ وہ ابھی بھی گہری نیند میں تھا جب اسے جھنجھوڑے جانے کا احساس ہوا۔ ساتھ ہی ذہن سے ٹکراتی صبا کی آواز۔ اس کی ذرا سی محنت کے بعد نوفل کی آنکھ کھل ہی گئی تھی۔

"اٹھ جائیں ـــــ آفس کا ٹائم نکل گیا ہے اور آپ کا موبائل بھی بج رہا ہے کب سے۔"

نوفل کا ذہن خوابیدہ تھا۔

شاید یہ بھی تخیل ہے۔ ایک حسین تخیل۔

اس نے بے اختیار ہاتھ بڑھا کر اس کا چہرہ چھونا چاہا تھا۔

صبا اسے جگانے کو جھکی کی جھکی رہ گئی تھی۔

نیند بھری آنکھوں سے اسے دیکھتا وہ اپنے ہاتھوں سے اس کا چہرہ چھو رہا تھا۔ جانے کس خواب کا تعاقب کر رہا تھا؟ پھر جیسے وہ کرنٹ کھا کر سیدھی ہوئی تھی۔ پیشانی سے پسینے کی پھوٹ پڑی۔ وہ تیز قدموں سے چلتی کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

تب نوفل کو بھی اپنی بے اختیاری پہ ایک جھٹکا سا لگا۔ ساری نیند ہوا ہو گئی۔ خود کو لعنت ملامت کرتا وہ اٹھ بیٹھا تھا۔

جانے وہ کتنی دیر خود سے الجھتا رہتا کہ ڈاکے کی کال نے اس کا دھیان بٹا دیا۔

"کہاں ہو یار تم؟ اتنی مرتبہ فون کر چکا ہوں۔ ملتے ہی نہیں ہو۔"

"نہیں ہوں، اسی دنیا میں۔ فی الحال تم بتاؤ کہ میری کال کیوں ریسیو نہیں کر رہے تھے؟" ژالے نے استفسار کیا تھا۔

"سو رہا تھا ——— ابھی جاگا ہوں۔ خیریت؟"

"ہاں ——— خیریت ہی ہے۔ تم لگاؤ نا چکر میرے آفس کا۔" نوفل کو لگا وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی تھی۔

"اگر خیریت ہے تو پھر میں کیوں چکر لگاؤں۔ اب جبکہ تیرا پراجیکٹ بھی ختم ہو چکا ہے۔" نوفل نے بات کی تہہ میں پہنچنے کی خاطر بے اعتنائی سے کہا تو وہ طنزیہ انداز میں بولی۔

"اور کچھ نہیں تو اپنا پے منٹ وصول کرنے ہی آ جاؤ۔"

"ہاں ——— یہ ہو سکتا ہے۔ تم چیک بنوا کے رکھو۔ میں آج چکر لگاتا ہوں۔" وہ اطمینان سے بولا تو ژالے نے دانت پیستے ہوئے لائن ڈس کنکٹ کر دی۔

وہ تیار ہو کر نیچے آیا تو صبا نوری سے لاؤنج کی صفائی کروا رہی تھی۔ وہ صالحہ بیگم کے کمرے میں گھس گیا۔ ان سے مل کے آفس کے لئے نکلا تو وہ ابھی بھی مصروف تھی۔

"ناشتہ کریں گے؟" وہ اس سے بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔ مگر پچھلے پانچ دنوں سے ناشتے کھانے کے متعلق ضرور پوچھتی تھی۔

"نہیں۔" اس نے بھی حسب سابق جواب دیا تھا اور کوریڈور کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

آفس میں ایک آدھ ضروری کام نمٹا کر وہ ژالے کی طرف آیا تو وہ فرصت میں بیٹھی تھی۔ وہ پُرجوش انداز میں ملی۔ مگر اس کی اداسی نوفل کو اچھی طرح محسوس ہو گئی تھی۔

"خیریت تو ہے نا ژالے؟" اس نے متفکر انداز میں پوچھا تو وہ سنجیدہ ہو گئی۔

"ایک بات پوچھوں؟ ——— سچ بتاؤ گے؟"

"آف کورس ژالے! پوچھو۔" وہ فی الفور بولا تھا۔

ایک پل کے توقف کے بعد وہ بولی۔

"کیا شموئل کہیں کمیٹڈ ہے؟"

"جہاں تک میری معلومات ہیں، ان کے مطابق تو اس سوال کا جواب نفی میں ہے۔" وہ محتاط ہوتے ہوئے بولا تھا۔

"تم نے اس سے پوچھا نہیں؟" ژالے نے کہا تو وہ صاف گوئی سے بولا۔

"سچی بات تو یہ ہے کہ اس طرف دھیان ہی نہیں گیا۔ مگر اس نے مجھے اپنی زندگی کی جو کہانی سنائی تھی، اس کے مطابق تو وہ گھر بدر ہونے کے بعد سے یہاں کسی فلیٹ میں تنہا ہی رہ رہا ہے۔"

"اوہ اچھا۔" ژالے کا دھیان ابھی اس نقطے کی طرف گیا تھا۔ اس کی پریشانی دور ہونے لگی۔

"بات کیا ہے ژالے؟" نوفل کو ابھی بھی معاملے کی سمجھ نہیں آئی تھی۔

جواباً ژالے نے شموئل سے ملاقات اور لنچ کے دوران ہونے والی بات چیت بتا دی۔ مگر نوفل

نے کسی بھی بات کو سنجیدگی سے نہیں لیا تھا۔

"وہ شروع دن سے تم سے گھبراتا ہے۔ اور کچھ نہیں۔"

"نہیں نوفل! وہ گھبراتا اور تھا۔ اب وہ مجھ سے کترا رہا ہے۔ پتہ نہیں کیوں۔" وہ مایوس ہو کر بولی تو نوفل نے اس کے وہم کو دور کرنا چاہا۔

"محض تمہارا خیال ہے۔"

"نہیں ——— کچھ تو بات ہے۔ میں سمجھ نہیں پائی۔ مگر وہ مجھ سے دور ہونے کی کوشش کر رہا تھا مگر ہو نہیں پایا۔"

"اگر تم کہو تو میں بات کروں اس سے؟" نوفل نے پوچھا تھا۔

"آف، نوفل! میں کل رات ہی سے سوچ رہی ہوں۔ اور مجھے اتنا ڈر لگ رہا ہے کہ حد نہیں۔ اگر اس نے مجھے رد کر دیا تو؟" وہ واقعی پریشان تھی۔

"شٹ اپ۔" نوفل اسے ٹوک گیا تھا۔

"تصویر کے دونوں رخ دیکھنے چاہئیں نا۔ اگر اس نے مجھے ریجیکٹ کر دیا تو میں جو اس کے لئے اتنا سفر کر چکی ہوں، یادوں کا، خوابوں کا۔ اس کا کیا ہوگا نوفل؟" وہ جو اپنے کام کے دوران سب کی میڈم بنی پھرتی تھی، اس وقت نم پلکیں لئے بہت خوف زدہ سی پوچھ رہی تھی۔

محبت کا ایک اور روپ نوفل پر کھلنے لگا۔

"کچھ نہیں ہوگا سلی گرل! وہ بے وقوف ویسے ہی تم سے گھبراتا ہے۔ اور کچھ نہیں۔ میں خود بات کروں گا اس سے۔ بلکہ اب تم دونوں کو شادی کر لینی چاہئے۔" وہ بہت خوش دلی سے اسے بہلا رہا تھا۔ ژالے کی رنگت کی سرخی پلٹنے لگی۔

"تمہارا کیا خیال ہے، میں ایسے ہی اس سے شادی کر لوں گی؟"

"تو کیا ڈھول کی تھاپ پر نکاح کرو گی اس سے؟" نوفل ہنسا تھا۔

"ایک لمبا چوڑا اشتہار چلواؤں گی۔ اس کے بعد شادی کروں گی۔" وہ اپنے ارادے بتا رہی تھی۔

"اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک آدھ اخبار میں ہمارا اسکینڈل بھی شائع ہو جائے۔"

"پھر یہ بھی دعا کرنا کہ وہ اخبار شموئل خان کے والد صاحب نہ پڑھتے ہوں۔ کیونکہ پھر اس اخبار کے ساتھ ساتھ ان کے گھر میں تمہارا داخلہ بھی ممنوع قرار پا جائے گا۔" نوفل نے اسے مشورہ دیا تو وہ ہنستی ہی چلی گئی۔

●●●●●

رائمہ کی شادی کا کارڈ آیا تو وہ مسٹر اینڈ مسز سعید حسن کے نام پر تھا۔

اس بدتمیزی پر تو وہ دل کھول کر رو دی۔ مگر پھر خیال آیا کہ رائمہ بے چاری کو ان کے بیچ کے معاملات کی کیا خبر۔ مزید سوچا تو ایک ہی راہ کا سراغ ہاتھ لگ گیا۔

اس نے خاموشی سے وہ کارڈ چچی جان کے ہاتھ پر لا رکھا۔

وہ اس کا اور سعید کا نام دیکھ کر خوش ہوئی تھیں۔
"آپا سے پوچھتی ہوں۔"
وہ فوراً تائی جان کے پاس پہنچیں۔ اور وہ تو چاہتی ہی تھیں کہ کسی بھی طور یہ "ذہنی ساجزہ امتحان" ٹلے۔ فوراً بولیں۔
"کیوں نہیں، دونوں جائیں گے۔ آنے دو سعید کو۔ میں خود بات کرتی ہوں۔ حنی سے کہو کرے دوست کی شادی میں شرکت کی۔" تائی جان نے کھلے دل سے اجازت دی تو حنی نے جھاڑ ے۔
"اب دکھائی دے گی اصلیت سب کو سعید حسن کی۔"
اس نے کب حنی کو کسی نائٹ فنکشن میں شرکت کی اجازت دی تھی جو اب دیتا۔ اور ذلیل ہونے کی بجائے "شاملیں" گھر والوں کے سامنے آ گئی، اتنا ہی حنی کے حق میں اچھا ہوتا۔ سو مطمئن سی نگین کی مدد سے رائمہ کی شادی میں پہننے کے لئے ڈریسز سلیکٹ کرنے لگی۔
"بارات میں اپنے نکاح والا جوڑا پہن لو۔ بجلیاں گراؤ گی سعید بھائی کے دل پہ۔" نگین مشورہ دیتے ہوئے چھیڑ رہی تھی۔
"لاحول ولا قوۃ۔"
اسے سعید پہ بجلیاں گرانے والے جملے کو سن کر ہی کرنٹ لگا تھا۔
"میری نہیں، بلکہ رائمہ کی شادی ہے۔ بہت ہیوی ڈریسز نہیں پہنوں گی میں۔"
"چہ ۔۔۔ یہی تو موقع ہے یار! سعید بھائی کے دل میں گھر کرنے کا۔" نگین نے کہا تو وہ ہو گئی۔
"اب بار بار "سعید بھائی" کہہ کر دل تو نہ خراب کریں۔ کیا خاک اچھا سوچوں میں؟"
اس کی بات پہ نگین کو زوروں کی ہنسی آئی تھی۔
"اس کا مطلب ہے کہ موصوف "دلبر" کے عہدے پہ فائز ہو گئے ہیں۔"
"میرے خیال میں دو دن سے انس بھائی کا فون نہیں آیا، اس لئے آپ کا ذہن میری طرف رہا ہے۔" وہ سلیکٹ کئے ہوئے کپڑے ایک طرف ڈال کر باقی کپڑوں کو پھر سے وارڈروب میں رکھنے لگی۔
"ہائے ظالم! کیا یاد کرا دیا۔" نگین نے آہ بھری تھی۔
"ابھی ایک ہفتہ ہی ہوا ہے۔ مگر لگ رہا ہے جیسے صدیاں گزر گئی ہیں انہیں گئے۔"
"روز تو فون آیا ہوتا ہے۔ پتہ نہیں کس ٹیلی فون بوتھ میں سکہ ڈالتے ہیں جو ختم ہی نہیں ہوتا۔"
حنی نے طنز کیا تو وہ اس کے بستر پہ لیٹتے ہوئے اطمینان سے بولی۔
"اب یہ تم خالصتاً نندوں والے جلاپے پہ اتر آئی ہو۔ اور کوئی بات نہیں۔"
حنی کو اس کی بات پہ ہنسی آ گئی۔

"ابھی رہی۔ حق کی بات تو ہضم نہیں ہوئی۔"
نگین بھی اس کے ساتھ ہنسنے لگی۔

●●●●●

کتنی ہی دیر سے چچی جان کا سر کھا رہی تھی۔ بالآخر وہ زچ ہو گئیں۔
"تمہارا تو دماغ خراب ہے حنی! اب میں کہتی ہوں تمہاری بات کا کوئی سر پیر بھی ہے یا نہیں؟"
"سر پیر نہیں بلکہ پورا سراپا ہے۔ آپ دیکھ لیجئے گا۔ آپ کے چہیتے داماد نے اگر میرے شادی میں شرکت پہ اعتراض کیا تو مجھ سے برا اور کوئی نہیں ہوگا۔"
"بے وقوف! پہلے اس سے بات کر کے تو دیکھو۔" چچی جان چڑ ہی تو گئیں اس کی ڈھٹائی سے۔
"مجھے پتہ ہے نا، پوچھے بغیر ہی مجھے پتہ ہے کہ وہ مجھے کبھی بھی رائمہ کی شادی میں شرکت کی اجازت نہیں دیں گے۔ اور وجہ بھی ہوگی کہ نائٹ فنکشنز ہیں۔" وہ بڑے اطمینان سے کہتی انہیں غصہ دلا گئی۔
"تم کیا افلاطون کی اولاد ہو؟ بیٹھے بٹھائے ساری جنتری نکال لی۔"
"آزمائے تو بندہ اسے جس سے ناواقف ہو۔ ہزار بار آزمائے ہوئے کو کیا آزمانا؟" حنی نے بے نیاز انداز میں کہتے ہوئے شانے جھٹکے تھے۔
"سر میں درد کر دیا ہے تمہاری بے کار کی بحث نے۔ جاؤ جا کے آپا سے پتہ کرو۔ انہوں نے سعید سے پوچھ لیا ہوگا تمہارے شادی میں جانے کا۔" انہوں نے اسے وہاں سے ٹہلانا چاہا تھا۔
"آپ کی تسلی کے لئے پوچھ لیتی ہوں۔ ورنہ "جنتری" وہی ہے جو میں نکال چکی ہوں۔" وہ گویا پہلے ہی متنبہ کر رہی تھی۔
چچی جان نے اسے خشمگیں نگاہوں سے دیکھا تو وہ اٹھتے اٹھتے بھی باز نہیں آئی۔
"مگر آپ اتنا ضرور یاد رکھ لیں کہ اگر انہوں نے مجھے خواہ مخواہ کی پابندیوں میں رکھنے کی کوشش کی تو میں احتجاج ضرور کروں گی۔" وہ کہتی ہوئی چلی گئی تھی۔
"خدا تمہیں سمجھے حنی!" چچی جان گہری سانس لے کر رہ گئی تھیں۔
"کب لوں ۔۔۔ میری یادداشت۔" تائی جان نے پیشانی پہ ہاتھ مارا تو حنی امید بھری نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔
"مجھے شک تو تھا کہ "ادھر" سے انکار ہی ہوگا تائی جان! اسی لئے میں ان سے پوچھنے کے حق میں نہیں تھی۔" اس نے فرمانبرداری کی انتہا کر دی تھی۔
"ارے بیٹی! وہ تو میں کہہ رہی ہوں کہ سعید سے بات کرنے کا دھیان نہیں رہا مجھے۔" تائی جان نے اس کی الٹی سوچوں کو لگام ڈالی تھی۔
"تو پھر کل تو رائمہ کی مہندی ہے۔" اس نے معصومیت سے پوچھا تو وہ مسکرا دیں۔
"تو تمہارا کون سا اس سے پردہ ہے؟ بلکہ تمہیں تو اب خود اس سے پوچھنا چاہئے۔"

"میں ——؟" وہ جیسے چونک پڑی تھی۔

"ہاں، کیوں نہیں۔" تائی جان کو اسے سمجھانے کا موقع مل گیا تھا۔ "ابھی سے اگر اسی طرح باہمی مشاورت سے چلو گے تو آئندہ زندگی کے لئے آسانی پیدا ہوگی۔"

"جی ——"

دل ہی دل میں دانت پیستے ہوئے اس نے فرمانبرداری سے سر جھکا لیا تو تائی جان کو رحم آ گیا۔

پچھلے کچھ دنوں سے وہ شفی کی طبیعت میں کافی ٹھہراؤ محسوس کر رہی تھیں۔ خصوصاً سعید کے

"ابھی جاؤ، سعید اپنے کمرے میں ہی ہوگا۔" انہوں نے مسکرا کر کہا تو وہ جھٹ سے ہی ان کے کمرے سے نکل آئی۔

راستے میں اسے تمکین نے پکڑا تھا۔

"سواری کدھر جا رہی ہے؟"

"کیوں بھئی —— سواری پر پابندی ہے کیا؟"

"چیک پوسٹ پر رکنے کی پابندی تو بہرحال ہے۔" تمکین نے اس کے انداز پر لطف لیا تو

"اوہو، ایسی چیک پوسٹیں اپنے شوہروں پر لگائیں۔ ایک تو یہ شادی شدہ خواتین بھی ناں!" اس نے تمکین کو چڑانے کی خاطر جان بوجھ کر سر جھٹکا تو وہ حیران ہونے لگی۔

"ہائے! یہ آج سورج کس رخ سے نکلا تھا؟"

"شفی میرے کمرے سے۔" وہ اطمینان سے کہتی سعید کے کمرے کی طرف بڑھی تو تمکین میں غرق ہونے لگی۔

"خیر تو ہے شفی؟ کہیں تایا جان کے کمرے کا ایڈریس تو نہیں بھول گئیں؟"

"نہیں جی —— ہمیں شہر کے کوتوال صاحب ہی سے ملنا ہے۔" وہ بڑے اطمینان سے سعید کے کمرے تک جا پہنچی تھی۔ جبکہ تمکین ابھی بھی بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ مسکرا دی۔

"بیسٹ آف لک۔"

"تھینکس۔" وہ بہ وقت مسکراتی کڑوے حلق کے ساتھ حسب عادت دستک دیے بغیر کھولتی اندر داخل ہوئی تو کمرہ خالی تھا۔ یعنی سعید واش روم میں تھا۔ اس نے اندازہ لگایا۔

"تو ہوا کریں۔"

وہ خود کو بہت بے پروا اور مضبوط ظاہر کرتی کمرے میں ٹہلنے لگی۔ چلتے چلتے اس کی رائٹنگ ٹیبل کی طرف گئی۔ اس کی فائلوں اور کتابوں کی ترتیب خواہ مخواہ بگاڑی اور آخر میں انگشت شہادت سے دھکیل کر اس کی تصویر گرائی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟"

وہ اچھل کر پلٹی تھی۔ اس قدر اچانک آواز نے اس کی دھڑکن تھما سی دی تھی۔ ہاتھ پاؤں سنسنا اٹھے۔

"یہ کیا طریقہ ہے بات کرنے کا؟ لے کے جان نکال دی۔" شفی کو غصہ آنے لگا۔

سعید کی آنکھوں میں حیرت چمکی۔

"ویری ویل! پہلے تو تم یہ بتاؤ کہ یہ کیا طریقہ ہے کسی کے کمرے میں آنے اور وحشت گردی پھیلانے کا؟" وہ اپنی رائٹنگ ٹیبل کی دگرگوں حالت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"میں کسی بھی کام کے لئے کسی کی اجازت کی پابند نہیں ہوں۔" وہ بڑے اطمینان سے بولی تو سعید نے اس کی بات کاٹتے ہوئے مزید کہا۔

"یا پھر تم اس کمرے پر اپنا اس قدر حق سمجھنے لگی ہو کہ تمہیں دروازہ کھٹکھٹا کر آنا بھول گیا ہے اور اس رائٹنگ ٹیبل کو تم اپنی ملکیت سمجھنے لگی ہو۔"

"یا خدا!" شفی حیرت سے کھلی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔ اس شخص کی زبان جل کیوں نہیں جاتی اس قدر فضول باتیں کرتے ہوئے۔

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں؟" وہ بہت مضبوط قدموں سے اس کے مقابل کھڑا تھا۔

"دماغ تو ٹھیک ہے آپ کا؟" شفی کا دماغ کھولنے لگا۔ یعنی وہ اس مختصری 'چابی' سے کیا عظیم الشان اندازے لگا بیٹھا تھا۔

"تمہاری حرکتوں سے مجھے جو محسوس ہوا وہ بتا دیا میں نے۔" وہ اب بھی اتنا ہی مطمئن تھا۔

"آپ اپنی وکالت کی صلاحیتیں مجھ پر آزمانے کی کوشش مت کریں۔ اور نہ ہی میں آپ کو اپنے متعلق ایسے فضول اندازے لگانے کی اجازت دے رہی ہوں۔" وہ تپ اٹھی تھی۔ جواباً سعید نے شانے اچکائے۔

"میں بھی کہاں کسی کام کے لئے کسی کی اجازت کا پابند ہوں۔"

"بھاڑ میں جاؤ تم۔" یہ فقرہ شفی دل ہی میں کہہ پائی تھی۔

"مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے۔" وہ سیدھے سبھاؤ اپنے مقصد کی طرف آئی تو سعید کو حیرت ہوا۔ ایسا بھلا کیا ہو سکتا تھا جس کے لئے وہ اس سے پوچھنے آئی تھی۔

"بصد شوق! تم کسی بھی مسئلے کے متعلق ڈسکشن کر سکتی ہو مجھ سے۔" نرمی سے کہا تو وہ استہزائیہ انداز میں بولی۔

"مجھے کون سی آپ کی عدالتی خدمات حاصل کرنی ہیں۔"

"تو؟" وہ استفہامیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"آٹھ کو رائمہ کی شادی ہے۔"

"رائمہ کون؟"

"میری دوست ہے۔"

"تو ـــــ؟"

"تو یہ کہ مجھے اس کی شادی میں شرکت کرنا ہے۔"

"تو ـــــ؟"

"تو یہ کہ کل اس کی مہندی کا فنکشن ہے۔"

"تو ـــــ؟"

وہ پھر سے سوالیہ انداز میں بولا تو عنیٰ کی پیشانی تپ اٹھی۔ اسے یوں لگا کہ جیسے معید جیسے مضحکہ اڑا رہا ہو۔

"تو پھر یہ کہ مجھے کل رات اس فنکشن میں شریک ہونا ہے۔ اور یہ کہ گھر والوں کے خیال میں مجھے آپ سے اجازت لینی چاہیے۔ اور یہ کہ آپ نے آج تک مجھے کبھی بھی کسی نائٹ فنکشنز میں جانے کی اجازت نہیں دی۔ مگر یہ بات آپ لکھ کر رکھ لیں کہ میں اپنی مرضی کی مالک ہوں۔ آپ مجھ پر بے جا پابندیاں نہیں لگا سکتے۔ میں رائمہ کی شادی میں ضرور شریک ہوں گی۔"

وہ طنزیہ انداز میں بولتی چلی گئی تھی۔ رکی تو رنگت تمتما سی اٹھی۔

"اگر تم اپنی مرضی کی مالک ہو تو مجھ سے کیا پوچھنے آئی ہو؟" وہ سادگی سے گویا ہوا تھا۔

لمحہ بھر کے لئے عنیٰ خالی ذہن رہ گئی۔

"میں صرف آپ کو انفارم کرنے آئی ہوں۔ تاکہ بعد میں آپ کو اعتراض نہ ہو۔" یہ جملہ میں آپا وہی زبان سے ادا کر کے وہ بعد میں خود پچھتائی تھی۔

"میرے اعتراض کی پرواہ کرنے کا شکریہ۔"

"مجھے آپ کے اعتراض کی کوئی پرواہ نہیں۔ یہ تو میں امی اور تائی جان کا دل رکھنے کے لئے آئی ہوں۔ ورنہ میرا کیا دماغ خراب ہے کہ میں اپنی زندگی کو آپ کے تسلط میں دے دوں۔" نخوت بھرے انداز میں بولی تھی۔

"اور اگر میرا جواب وہی ہوا جو ہمیشہ ہوتا ہے تو؟" معید نے اس کے ہاتھی ہاتھ دانت پڑا رہے دوڑاتے ہوئے رسانیت بھرے لہجے میں پوچھا تو وہ تنتنا کر بولی۔

"تو اب کی بار میں خاموش نہیں بیٹھوں گی۔ بلکہ حشر بپا دوں گی۔"

"تو پھر جا کر حشر بپا دو۔ مگر جو قیامت یہاں مچائی ہے، اسے ٹھیک کر کے جاؤ۔" وہ یقیناً سنجیدہ ہوا تھا۔ اپنی رائٹنگ ٹیبل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا تو وہ تنگی محسوس کرنے لگی۔

"یہ کام باجی پیاری بہت اچھے طریقے سے کر سکتی ہے۔" اطمینان سے کہتے ہوئے اس نے جانے کو قدم تولے تھے۔

"کاموں کو سنوارنا بھی سیکھ لو عنیٰ میرا! یہ ہنر بھی زندگی میں بہت کام آتا ہے۔"

اس نے اپنے پیچھے معید کی ٹھہری ہوئی آواز سنی ضرور مگر رکی نہیں تھی۔

●●●●●

"دماغ تو خراب نہیں ہو گیا یار! تم دونوں کا؟ ـــــ میں نے کب ثنا نے آفریدی سے محبت کا کیا تھا؟" شوکیل خان بھڑک اٹھا تھا۔

اس کے انداز پر نوفل کو ہنسی آ گئی۔

"یار! تم سے زیادہ بولڈ تو یہاں کی لڑکیاں ہیں۔ گھبرا کیوں رہے ہو؟"

"گھبرانے کی تو بات ہے۔ میں نے کبھی ایسی فضولیات نہیں پالیں۔ اور تم یہ بات اچھی طرح جانتے ہو۔" وہ اپنی بات پر اڑا ہوا تھا۔

نوفل نے اسے پچکارا۔

"ہم نے کب کہا کہ تم کرو۔ وہ تم سے محبت کرتی ہے۔"

"اس کی کیا بات ہے یار! وہ کچھ بھی کر سکتی ہے۔" شوکیل کترایا تھا۔

"لوگ اس کی ایک نظر کرم کے لئے ترستے ہیں اور تمہیں اس کا کوئی احساس ہی نہیں۔" نوفل کو عجیب سا احساس ہوا تھا۔

"تو وہ ان پر اپنی نظر کرم کیوں نہیں ڈالتی؟" شوکیل کا جان چھڑانے والا انداز بدستور تھا۔

نوفل نے بغور اسے دیکھا۔

"کیا بات ہے خان! آر یو سیریس؟"

"تو میں کیا اتنے سالوں سے جھک مار رہا ہوں؟ میں نے کبھی بھی اس سے محبت نہیں کی۔ وہی لئے پھرے چکروں میں پڑی ہو تو الگ بات ہے۔" وہ اطمینان سے کافی کے مگ میں چمچ ہلاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

نوفل کا اطمینان رخصت ہونے لگا۔ وہ بے اختیار میز پر آگے کو جھک آیا۔

"اس بات فخر یار! وہ سالوں سے بھری ہی تیرے پیچھے۔"

"تو میں نے کب کہا اسے۔"

"یار کہنے یا کہلوانے سے تھوڑی ہی ہوتا ہے۔ اور پھر وہ تم سے پیار کرتی ہے۔ اصل حقیقت تو کیا بات کی ہے۔ تم اب اس راہ پر چل پڑو۔ کیا فرق پڑتا ہے۔" نوفل نے اسے بہلایا۔

"میرا دماغ ابھی ٹھیک ہے۔ اس لئے میں اپنا اچھا برا خوب سمجھتا ہوں۔" وہ اپنی موجودہ حالت پر اکڑا تھا۔

"مگر وہ تمہاری زندگی میں سب سے خوب صورت چیز ہے۔"

"خدا کے لئے نوفل! اب بند کرو اس کی وکالت۔ رہی کافی تو اس کا بل میں پے کر دوں گا۔" وہ جھنجھلا سا گیا تھا۔

اسے کافی کے بہانے ہوٹل میں بلوا کر اب نوفل مسلسل اس کے سامنے ثنا نے آفریدی کا راگ الاپ رہا تھا اور وہ بیزار ہو رہا تھا جس کا شوکیل خان کے پاس ایک ہی جواب تھا اور وہ تھا۔ "ناں۔"

نوفل کو احساس ہونے لگا کہ شوکیل اپنی بات سے ایک آدھ انچ بھی ادھر ادھر ہٹنے کو تیار نہیں تھا۔

"کیا بات ہے شمونگل! کیوں بھاگ رہے ہو ثناء آفریدی سے؟" نوفل سنجیدہ ہوا [illegible]

"میں نہیں بھاگتا یار! وہ بھگا رہی ہے مجھے۔ جب چاہے منہ اٹھا کر میرا تعاقب کرنے لگتی ہے۔ میرا اسٹاف بھی مجھے مشکوک نظروں سے دیکھنے لگا ہے اب۔"

"وہی تو میں پوچھ رہا ہوں کہ تم اس سے کیوں بھاگتے ہو؟ محبت کرتی ہے وہ تم سے۔"

"تو یہ اس کا دردِ سر ہے، نہ کہ میرا۔"

"ایسی بات مت کرو خان! برسوں تلاش کیا ہے اس نے تمہیں۔" نوفل کو شمونگل سے ایسی سنگ دلی کی توقع ہرگز نہیں تھی۔ اور خاص طور پر نوفل کے سامنے تو وہ دوسری بات منہ سے نکالنے [illegible] حکم بجا لایا کرتا تھا۔

تو پھر ان گزرے چند سالوں میں کیا ہو گیا تھا کہ جس نے شمونگل خان کو سنگ دلی کی [illegible] تک پہنچا دیا کہ وہ ثناء آفریدی جیسی قتالِ عالم پر التفات کی ایک نگاہ بھی ڈالنے کو [illegible] باوجود نوفل احمد کے سمجھانے کے۔

"دیکھو نوفل یار! میں واقعی نہیں چاہتا کہ وہ خوامخواہ میرے پیچھے اپنی زندگی برباد کرے۔ اپنا ایک سیٹ اپ ہے۔ اپنی لائف ہے۔ وہ اپنے طریقے سے گزارے۔ اس کی زندگی میں جاہل، گنوار شخص کی کوئی جگہ نہیں۔ یقین کرو اور اسے بھی عقل دو۔ وہ صرف اپنا وقت برباد کر رہی ہے اور کچھ نہیں۔ اسے کہو کہ شادی کر لے۔"

شمونگل نے اتنی سنجیدگی سے کہا کہ نوفل تحیر کے مارے اس کی صورت دیکھنے لگا۔

"مجھے اس سے محبت نہیں ہے۔" شمونگل نے اپنی سنہری آنکھیں کافی کے مگ پر جھکا دیں۔ اب کی بار ان سنہری آنکھوں میں اتری خفیف سی سرخی نوفل احمد سے چھپی نہ رہ سکی تھی۔

"تم کسے بتا رہے ہو؟ ——— مجھے یا خود کو؟" نوفل طنزاً بولا تھا۔ "ایک بار اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر محبت سے مکر جاؤ، انکار کر دو تو شاید اس کی بھی تسلی ہو جائے گی۔ مگر [illegible] بھی یہ یقین نہیں کر سکتا۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ جس پر ثناء آفریدی نظر کرے، اس کی [illegible] ٹوٹے۔"

"مجھے کیا ضرورت پڑی ہے ان فضولیات میں پڑنے کی۔ تمہیں تو بتا رکھا ہے [illegible]"

وہ اب بھی نوفل سے نگاہ نہیں ملا پا رہا تھا اور یہی بات نوفل کو چبھ رہی تھی۔

"کیا بات ہے شمونگل! مجھ سے بھی چھپاؤ گے؟" نوفل نے بے حد یقین سے پوچھا [illegible] سے انداز میں جانچ کر اسے دیکھنے لگا۔

"کن چکروں میں پڑے ہو نوفل یار! یہ میری منزل نہیں ہے۔"

"تم اس راستے پر قدم تو ڈالو۔ منزل تمہارے سامنے ہو گی انشاءاللہ۔"

"مگر میں یہ سب چکر افورڈ نہیں کر سکتا۔" شمونگل کے قطعی انداز پر نوفل ٹھٹکا تھا۔

"چکر چلانے کا کون کہہ رہا ہے؟ ——— سیدھے سبھاؤ اس سے شادی کر لو۔ لوگ تو [illegible]

[illegible] دیکھتے ہیں۔ اور تم ہو کہ پلے پر ہاتھ دھرنے نہیں دے رہے۔"

"یار! بس کرو اب۔ میں خوامخواہ شرمندہ ہوا جا رہا ہوں۔ میں اسے یوں بار بار ڈسکس کر کے [illegible] نہیں کرنا چاہتا۔ وہ بہت اچھی ہے۔ مگر ہر اچھی چیز آپ اپنا نہیں سکتے۔ اور نہ ہی ہر اچھی چیز [illegible] کے لیے ہوتی ہے۔" شمونگل خان جیسے بے بس ہو گیا تھا۔

"[illegible] والے کو تم اپنے ہاتھوں سے کھو رہے ہو۔" نوفل نے برجستہ کہا تھا۔

"نوفل! کیا ہم کچھ اور بات نہیں کر سکتے؟"

"نہیں۔" نوفل نے اس کی التجا کے جواب میں بنا توقف کہا تھا۔ "اب تم ذرا اس [illegible] کا ایک گراؤنڈ بتاؤ مجھے۔"

وہ سوچتی نظروں سے نوفل کو دیکھنے لگا، پھر قدرے توقف کے بعد بولا۔

"یہ میرا انکار کر دینا کافی نہیں ہے؟"

"[illegible] تم کر چکے ہو ——— اب سمجھو ثناء کے اس معاملے سے نکل گئی۔ کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ اس انکار کے پیچھے کیا وجہ ہے؟" نوفل نے سنجیدگی سے پوچھا تھا۔

"میں شروع ہی سے یہی ارادہ رکھتا تھا۔" شمونگل نے صفائی پیش کرنے والے انداز میں کہنا چاہا [illegible] نوفل اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔

"مجھے بہلاؤ مت شمونگل! تم نے زبان سے کبھی ثناء کی محبت کا اقرار چاہے نہ کیا ہو مگر ہم بھی [illegible] ہیں کہ تم بھی ثناء کو ناپسند نہیں کرتے۔"

"کسی کو ناپسند نہ کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔"

"تو کسی اور کو نہیں شمونگل خان! وہ ثناء آفریدی ہے جس نے تم سے سچی محبت کی ہے۔ [illegible] بات جو تمہارے نام پر بیٹھی ہے۔ اور اب سات سمندر پار کر کے تمہارے پیچھے چلی آئی ہے۔" [illegible] نے کچھ کہتے ہوئے گویا اسے باور کرایا تھا۔

[illegible] نوفل کا لب و لہجہ اور انداز و الفاظ ہی تھے جن کی تاب نہ لاتے ہوئے شمونگل خان پھٹ [illegible]

"تم جو کہہ رہے ہو، میں اس کی سچائی سے منکر نہیں۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ میں شادی کر چکا [illegible] ثناء کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا۔"

نوفل کو لگا اس کی سماعتوں میں کسی نے سیسہ انڈیل دیا ہو۔

●●●●●

[illegible] کر کے سے سبز اور پیلے سوٹ میں ملبوس دونوں کلائیوں میں بھر بھر چوڑیاں پہنے وہ [illegible] کے بہت دل لگا کر رابعہ کی مہندی میں شمولیت کی غرض سے تیار ہوئی تھی۔

[illegible] کا موڈ اس قدر خوشگوار تھا کہ تینوں باقاعدہ اس پر فقرے کستی جا رہی تھیں۔

"[illegible] پیا گھر جانے کی تیاری ہے یا پیا سنگ جانے کا اہتمام ہو رہا ہے؟"

"جو بھی سمجھ لیں۔ میں نے اب بحث کرنا چھوڑ دی ہے۔" وہ کان میں بالی پہنتے ہوئے مسکرا کر بولی تو تمکین آنکھیں پھاڑ کے رہ گئی۔

"ماشاء اللہ یہ تم ہو حنی؟ ——— ایسی چھیڑ چھاڑ کرنے پر تو تم اچھا خاصا ہنگامہ اٹھا لیا کرتی تھیں۔"

"بخش دیا آپ کو۔ کیا یاد کریں گی آپ۔" وہ مسکراہٹ دبا گئی تو سب کچھ بھول کر بے ساختہ اس کی تعریف کیے بنا نہیں رہ سکی۔

"آپ ہی نے کبھی غور نہیں کیا۔ ورنہ یہ اس بدولت کا رنگ و روپ تو ہمیشہ سے ایسا ہی اترائی تھی۔

"اچھا ———" تمکین نے معنی خیز انداز میں کہا۔ "میں بھی شاید سعید بھائی سے ملاقات کا شاخسانہ ہے۔"

"میں اس پر بھی آپ کو کچھ نہیں کہوں گی۔ مجھے آپ کے دماغی خلل کا اچھی طرح اندازہ" حنی کے اطمینان میں اب بھی کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

"اوکے ——— اوکے ——— بیسٹ آف لک۔ دیر سے ہی سہی مگر عقل آ ہی گئی" نے اسے چھیڑا تھا۔

اسی وقت حرا نے آ کر اسے انس کے فون کا مژدہ سنایا تو وہ تیزی سے اٹھی۔

"آرام سے ——— کیا جلدی ہے؟ وہ مایوس ہو کر فون بند کرنے والوں میں سے نہیں جو تمہی سے کیوں تنگ کر رہے ہوں۔"

حنی نے اسے چھیڑا تو وہ خفت ہوئی اس کے کمرے سے نکل آئی۔

"السلام علیکم!" بے ترتیبی سے دھڑکتے دل کے ساتھ وہ بولی تو سانس پھول رہی تھی۔

"وعلیکم السلام! ——— کیا حال چال ہے بے وفا لوگو!" انس کی زندگی سے بھرپور آ فریش کر گئی۔

"چھوڑ کے آپ بھاگے ہیں اور بے وفائی کا الزام مجھ پر؟"

"ایسے ہی تو کوئی چھوڑ کے نہیں بھاگا کرتا نا۔ ذرا اپنی کج ادائیوں پر غور کرو۔ اسے اچ والے شوہر کو بھگا دیا ہے تم نے۔ اب بتاؤ، وقت کیسے گزر رہا ہے؟" وہ اسے چھیڑنے کے میں کہہ رہا تھا۔

تمکین اداس ہونے لگی۔

"آپ آ جائیں انس! ——— یہاں میرا بالکل بھی دل نہیں لگتا۔"

"ہائیں! یہ میں کیا سن رہا ہوں؟ ——— تمکین! تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں تو سات سمندر پار بیٹھا ہوں۔ پھر یہ رومانس کا وائرس تمہیں کہاں گیا؟" وہ شرارت سے پوچھ رہا تھا۔ مگر وہ ہنوز اسی انداز میں بولی۔

"آپ ہی سے لگا ہے روگ۔ بتائیں نا انس! کب آ رہے ہیں؟"

"یار! ابھی تو کافی دن پڑے ہیں۔ اگر تم زیادہ اداس ہو تو اپنے گھر کا ایک چکر لگا آؤ۔" انس نے کہا تو وہ بولی۔

"آپ آئیں گے تو ہی جاؤں گی۔ آپ کے بغیر مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا۔" اس کے انداز و الفاظ پر ایک لحظہ کو انس بالکل چپ رہ گیا تھا۔ پھر بے حد جذباتی انداز میں بولا۔

"تمکین! نہ کر یار۔ میرا دل بے قرار ہونے لگا ہے۔ تمہاری طلب پر قابو پایا تو پہلے ہی مشکل مرحلہ ہے۔ اس طرح کی باتیں کرو گی تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر واپس آ جاؤں گا۔"

"تو آ جائیں نا۔" وہ دھیرے سے ہنسی تو دوسری طرف وہ بے قرار ہونے لگا۔

"بہت ظالم ہو گئی ہو! پاس ہوتی ہو تب بھی جلاتی ہو۔ دور ہو تب بھی یہی کام کر رہی ہو۔"

"ارے۔" وہ کھل کے ہنس دی۔ "آپ تو بڑے دعوے کر رہے تھے۔ دیکھیں نہیں کوئی میم شیم؟" اسے چھیڑ رہی تھی۔

"میں نے اگر کوئی میم شیم دیکھ لی تو تمہیں ہی تکلیف ہو گی۔"

"میم شیم انس میرا! ——— شرم کریں۔" وہ معصومانہ انداز میں بولی تو انس ہنسا۔

"خود ہی انکساری ہو مجھے۔ خیر، اب ٹائم پاس کرنے کے لیے کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔"

"اچھا ———!" وہ چلا ہی تو اٹھی تھی۔ "اب گوریوں سے افیئر چلائیں گے آپ؟"

"تم جو نہیں مانتی۔ بیوی کامیاب محبوبہ ہو تو شوہر کو کیا پڑی ہے ادھر ادھر بھٹکنے کی؟" وہ مدبرانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔

"میں ابو کو بتاتی ہوں ——— میرے خیال میں آپ کی اس مشکل کا ان کے پاس بہترین حل ہو گا۔" تمکین نے دھمکایا تو وہ گڑبڑا گیا۔

"خدا کو مانو یار! ——— مذاق کر رہا ہوں میں۔"

"اب آئے نا لائن پر۔ خبردار جو کبھی فضول لڑکیوں کی طرف نظر بھی اٹھا کر دیکھا تو۔"

"اچھی لڑکیوں کی طرف تو دیکھ سکتا ہوں نا؟" وہ معصومیت سے پوچھ رہا تھا۔

"آپ واپس آئیں ایک دفعہ پھر میں پوچھوں گی آپ سے۔" تمکین نے اسے دھمکایا تو وہ ہنسنے

●●●●●

وہ پھر بے چینی کے ساتھ لاؤنج میں آ بیٹھی تھی۔ ایک نظر وال کلاک پر ڈالی۔ ابو اور تایا جان بس نکلنے والے تھے اور سعید کا کہیں پتہ نہیں تھا۔

سعدیہ پھپھو کا دو مرتبہ فون آ چکا تھا۔ وہ لوگ مائرہ کے ہاں پہنچ چکی تھیں اور اب بے چینی سے ان کا انتظار کر رہی تھیں۔

"بس تھوڑی دیر تک پہنچ رہی ہوں۔" حنی نے انہیں تسلی دی تھی۔ وہ بڑی پلاننگ کے بعد

تیار ہو کر بیٹھی تھی۔

"ہو گئیں تیار؟ ــــــ ماشاء اللہ۔" تائی جان کے ستائشی انداز پر وہ جھینپ سی گئی۔

"سعید کہاں ہے؟"

"پتہ نہیں ــــــ اتنی دیر ہو گئی۔ میں بھی انہی کا انتظار کر رہی ہوں۔" وہ معصومیت سے بولی۔ اندر ہی اندر اسے ہنسی بھی آ رہی تھی۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ سعید کبھی بھی اسے نائٹ فنکشن میں جانے کی اجازت نہیں دے گا۔ وجہ وہی نائٹ فنکشنز ــــــ اسے تو وہ صاف جواب دے چکا تھا۔ اب صرف اس جواب کو تایا جان کے سامنے لا کر سعید کی پوزیشن خراب کرنے کی ضرورت تھی اور ہوا بھی وہی۔

تایا جان کو دیکھتے ہی وہ شکایتی انداز میں شروع ہو گئی۔

"دیکھ لیں آپ۔ دو گھنٹوں سے میں یہاں تیار ہو کر بیٹھی ہوں۔ میری دوست کا تین بار فون آ چکا ہے۔ مگر سعید ابھی تک نہیں آئے۔"

"تو بیٹا جی! آپ فون کر لیتیں ــــــ کہیں مصروف ہوگا۔" چچا جان نے نرمی سے کہا تو وہ کہا اٹھ کر بولی۔

"وہ مجھے لے کر جانا ہی نہیں چاہتے۔ کل بھی صاف انکار کر دیا تھا انہوں نے۔ وہ کہتے ہیں چاہے دوست کی ہی شادی ہو مگر رات کے وقت لڑکیوں کا باہر نکلنا انہیں پسند نہیں۔"

"کس نے کہا بیٹا؟" تایا جان سنجیدگی سے پوچھ رہے تھے۔

"سعید نے۔" حنی نے چہرے پر بھی بھر کے مظلومیت سجائی تھی۔

"ذرا نمبر ملاؤ اس کا ــــــ میں خود بات کرتا ہوں اس سے۔" تایا جان نے اسی انداز میں کہا تو ٹیلی فون اسٹینڈ کی طرف بڑھتی حنی کا دل بلیوں اچھلنے لگا۔ آخر وہ وقت آ ہی گیا تھا جس کا شدت سے انتظار تھا۔

تایا جان کو شکایت لگانے کے بعد وہ بہت مطمئن بلکہ شاداں و فرحاں بیٹھی تھی۔ اسے اچھی طرح علم تھا کہ سعید صاحب اس وقت اپنے کسی کلائنٹ کے ساتھ مصروف ہوں گے۔ حنی کی دوست کی مہندی کا فنکشن اسے یاد بھی نہ ہوگا۔ اور بالفرض یاد ہوا بھی تو وہ کون سا ان فنکشنز میں شرکت کا قائل تھا۔

"تایا جان! میں پھر ڈرائیور کے ساتھ چلی جاؤں؟ ــــــ دیر ہو رہی ہے۔" اس نے بڑے معصومانہ انداز میں پوچھا تو اسی دوران حمرہ چلی آئی۔

"سعید بھائی باہر گاڑی میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

"کیا ــــــ؟"

حنی نے جیسے ٹھیک سے سنا نہیں تھا۔

"اسے کہتے ہیں دل سے دل کو راہ ہوتی ہے۔" تایا جان مسکرا دیے۔ "چلو اب اٹھ جاؤ، کہیں واقعی بہت دیر نہ ہو جائے۔"

وہ نہ چاہنے والے انداز میں اٹھ کر خدا حافظ کہتی باہر نکل آئی تھی۔ پورچ میں سعید گاڑی کے بند دروازے سے ٹیک لگائے کھڑا موبائل فون پر کسی سے محو گفتگو تھا۔

حنی کا حلق کڑوا ہونے لگا۔ مجال تھی جو یہ شخص اسے کوئی بازی جیتنے دیتا۔

اس نے پچھلا دروازہ کھولنے کی سعی کی۔ مگر وہ لاکڈ تھا۔ وہ گفتگو مختصر کرتا فون آف کر کے اس کی طرف پلٹا۔

"آدھے گھنٹے سے میں ویٹ کر رہا ہوں تمہارا ــــــ پتہ بھی ہے، میرا کتنا قیمتی وقت نکال دیا ہے تم نے۔"

وہی سپاٹ انداز گفتگو۔ کچھ فرق نہیں تھا۔

حنی کے کانوں کی لوئیں تپیں۔

"تو کس نے کہا تھا ویٹ کرنے کو؟ ــــــ کسی قتل یا پھانسی کے مقدمے کی تیاری ہی کر لیتے بیٹھ کے۔ میں تو یہاں بھی ڈرائیور کے ساتھ جانے والی تھی۔"

"تمہارا بس چلے تو اپنی سوچ پر عمل بھی کر ڈالا کرو ــــــ دوسرے نجانے کتنے ناگوار فریضے ادا کرنے سے بچ

جا چکی ہے۔" وہ گاڑی کے دروازے ان لاک کرتا ڈرائیونگ سیٹ پر براجمان ہوا تھا۔

تحی کا جی چاہا، ہاتھ میں تھاما پرس اس کے سر پر دے مارے۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے وہ بولی۔

"آپ یہ انکار اپنے والد صاحب کے سامنے بھی دہرایا کریں۔ تاکہ وہ آپ کی "اخلاقی بلندی" کا اندازہ اچھی طرح کر سکیں۔ جس کے وہ گن گاتے رہتے ہیں۔"

"یہ تو ان کی محبت ہے۔" وہ جیسے متشکر ہوا تھا۔

تحی کڑھی۔ "محبتوں کا ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا کرتے سعید حسن!"

"میں نے کبھی محبت سے جائز فائدہ اٹھانے کی بھی نہیں سوچی اور تم ناجائز فائدے کی بات کر رہی ہو۔" سعید نے لمحہ بھر کو بیک ویو مرر میں اس کی خفگی بھری صورت پر ایک نگاہ کی تھی۔

"ناجائز فائدہ ہی تو اٹھا رہے ہیں۔ ورنہ ابھی تک سب سے اپنی اصلیت چھپا کے نہ رکھتے۔"

"میں سعید حسن ــــ الحمدللہ سب کے سامنے شفاف آئینے کی طرح ہوں۔" وہ بہت پُراعتماد انداز میں بولا۔

تحی نے اس کے سیاہ بالوں سے بھرے سر پر تیکھی نگاہ ڈالی۔

"آپ نے نہ صرف دوسروں کو غلط فہمیوں کا شکار بنا رکھا ہے بلکہ خود بھی اپنے متعلق بہت خوش فہمی کا شکار ہیں۔" وہ چڑ کر بولی تھی۔

"مجھے تمہارا یوں بدتمیزی کرنا بالکل بھی پسند نہیں ہے۔" اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے تحکمانہ لب و لہجے میں بولا تو تحی کا دماغ گھوم گیا تھا۔

"میں آپ کی پسند و ناپسند کی پابند نہیں ہوں۔"

"شرعی اعتبار سے تم اپنے ہر فعل میں میری پسند و ناپسند کی پابند ہو۔" وہ برجستہ بولا تو وہ چپ رہ گئی۔

یہ "حادثہ" تو جیسے یاد ہی نہ رہا تھا۔ پھر تمسخرانہ انداز میں بولی۔

"اچھا ــــ کب تک؟"

"دو سال کا عرصہ کم نہیں ہوتا تحی میرا! تب تک تو یہ شرعی حق میرے پاس ہی رہے گا نا! اس کی پابندی کرو یا نہ کرو۔" وہ خاصے جتانے والے انداز میں بولا تھا۔

"یہ دو سال کا ٹائم پیریڈ بھی میرا دیا ہوا ہے۔ میں جب چاہوں اس تعلق کو ختم کر سکتی ہوں۔" وہ چیخ کر رہ گئی۔

"شٹ اپ ــــ!" وہ تحمل سب بھولتا کراری سے اسے ٹوک گیا تھا۔ "مجھے فضول گوئی سے چڑ ہے۔"

"ہنہ ــــ ہر کام لاٹ صاحب کی مرضی سے ہونا چاہیے۔" وہ بڑبڑا کر رہ گئی۔

"وہاں میرا تو کوئی کام ہے نہیں۔ بس تمہارا پک اینڈ ڈراپ کا فریضہ میرے ذمے ہے مگر بہر حال۔ واپسی جلدی ہونی چاہیے۔ میں وہاں ڈنر کا نہیں۔"

"آپ کا وہاں کوئی کام ہے بھی نہیں۔ یہ میری فرینڈ کی شادی ہے، نہ کہ آپ کی۔" اس نے غصے سے کہا تھا۔

یعنی کمال تھا۔ اتنے اچھے موقع پر وہ اس کا موڈ خراب کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا۔

"اور بینش کا کارڈ مسٹر اینڈ مسز کے نام تھا۔" وہ اسے یاد دلا رہا تھا۔

"اس کو کیا پتہ اصلیت کا۔" وہ کڑھنے پر مجبور تھی۔ جی چاہ رہا تھا، منتر پھونک کر اسے گاڑی سے غائب کر دے۔

"ہاں ــــ شکلوں سے کیا پتہ چلتا ہے۔" وہ اطمینان سے کہتا گاڑی پارک کر رہا تھا۔

تحی دانتوں پر دانت جما کر اپنا ضبط آزما کر رہ گئی۔

"واپسی کب تک ہے؟" وہ بڑے استحقاق کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ بلکہ وہ ہمیشہ ہی سے یہی دادا ابا والا رویہ اپنایا کرتا تھا۔ مگر ابھی تو تحی کو صحیح معنوں میں غصہ آ گیا۔ یعنی کہ وہ خود کو واقعی اس کا "مجازی خدا" کوئی شے سمجھنے لگا تھا۔

"جب میرا جی چاہے گا، میں فون کر دوں گی۔"

"ڈرائیور کو ــــ؟" اس نے تیکھے انداز میں تحی کو دیکھا۔ اس کا پچھلی نشست پر بیٹھنا بھی جتا رہا تھا کہ وہ اسے کوئی اہمیت دینے کے حق میں نہیں ہے۔

"آپ جو بھی سمجھیں۔ "تریفے" یہی تو ادا نہیں ہو جاتے۔" وہ گاؤن سنبھالتی گاڑی سے اتر گئی۔ اس کی سرکشی کو محسوس کرتے ہوئے سعید لب بھینچ کر رہ گیا۔

●●●●●

نوفل کو لگا اس کے سر پر چھت آن گری ہو۔ اس نے بے حد بے یقینی سے شونگل کی طرف دیکھا جانے کب سے دل پر لیے اس بوجھ کو اتارنے کے بعد اب تھکا ہارا سا بیٹھا تھا۔

"جھوٹ بول رہے ہو تم ــــ؟"

"کہو تو نکاح نامہ دکھا دوں؟" جواباً شونگل نے بہت تحمل سے پوچھا تو نوفل نے مخاصمانہ انداز میں سر ہلایا۔

اسے سب سے پہلا خیال ژالے کا ہی آیا تھا۔

شونگل خان آفریدی کے عشق میں ڈوبی، جوگن بنی ژالے آفریدی!

وہ اسی بڑے جھٹکے کا شکار ہوا تھا۔ ژالے اس حقیقت کو جاننے کے بعد شاید دیوانی ہی ہو جاتی۔

"کس کی شادی کی ہے تم نے ــــ؟" نوفل نے چبھتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ ناگواری سے بولا۔

"دماغ تو خراب نہیں ہو گیا تمہارا؟ ــــ یہ شادی خالصتاً بابا کی ارینج کی ہوئی تھی۔"

"اور تم نے اتنی آسانی سے ہاں کر دی؟"

"نہ تو میں کس آس پر انکار کرتا؟ میرا کون سا وعدوں بھرا عشق چل رہا تھا؟" شومنگل سنجیدگی سے پہلو تہی کی جیسے وہ اس کی بحث کا مقصد جانتا ہو۔

"ثوالے سے بڑھ کر اور کیا آس ہو سکتی ہے تمہارے لئے؟ ـــــ چلو، میں مانتا ہوں کہ تم اس سے عشق نہیں کرتے تھے مگر اس کی چاہت سے واقف تو تھے نا۔"

نوفل نے سنجیدگی سے کہا تو قدرے توقف کے بعد شومنگل نے قطعی لہجے میں جواب دیا۔

"اگر میں نے ثوالے کو بسانا ہوتا تو لاسٹ سسٹر ڈراپ کر کے وہاں سے بھاگ نہ آتا! وہیں اس قصے کو نمٹا کر کوئی نام دے دیتا۔"

"پھر بھی شومنگل! تو جانتا تھا یار......"

"او یار! کس بے مقصد اور فضول بحث میں پڑ گئے ہو؟ ـــــ میں جانتا تھا کہ وہ مجھ سے پیار کرتی ہے۔ مگر ضروری تو نہیں کہ جو بھی آپ سے محبت کرتا ہو اس سے شادی کر لی جائے؟"

"وہاں سب ہی کا خیال تھا کہ تم بھی ثوالے کو چاہتے ہو۔" نوفل جیسے مسلسل اس کا امتحان لینے آیا ہوا تھا۔

تبھی وہ کلائی پہ بندھی گھڑی پہ وقت دیکھتا بہ عجلت اٹھ کھڑا ہوا۔

"بہت دیر ہو گئی ہے ـــــ مجھے چلنا چاہئے۔"

"ثوالے سے کیا کہوں شومنگل خان ـــــ؟" نوفل نے متاسفانہ انداز میں پوچھا تو وہ رکا مگر پلٹا نہیں۔

"اس سے کہنا یہ سفر اسی نے شروع کیا تھا۔ منزل کی چاہ اُسے تھی۔ اور یہ غلطی بھی اُسی کی تھی۔ اس نے ہم سفر کا اذن لینے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی۔ آنکھیں بند کر کے سفر کرنے کا نقصان تو ہونا ہی تھا۔ میں خود کو قطعی قصور وار نہیں سمجھتا۔"

چہرہ موڑ کر کہتے ہوئے وہ بنا مزید رکے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تھا۔

نوفل کتنی ہی دیر تک بند دروازے پہ نظریں جمائے بیٹھا رہا۔

●●●●●

اس نے اپنی واپسی کی اطلاع دینے کے لئے فون کیا تو ریسیو کرنے والا معید تھا۔

حنی کے اندر تک جیسے کڑواہٹ بھر گئی۔

"ولی نہیں ہے کیا؟"

"کیا مسئلہ ہے؟" اس نے جواباً تفتیش کا آغاز کیا تو وہ چڑ گئی۔

"جو بھی مسئلہ ہے وہ میں انہی کو بیان کروں گی۔ آپ فون ولی کو دیں۔"

"محترمہ! اس وقت رات کے گیارہ بج رہے ہیں ـــــ ولی اپنے بیڈ روم میں جا چکا ہے، بتائیں۔" وہ بہت تحمل سے گویا تھا۔

حنی ٹھنڈی پڑ گئی۔

"مجھے واپس آنا تھا۔"

"کچھ زیادہ جلدی فارغ نہیں ہو گئیں تم؟"

خوامخواہ تو حنی کو غصہ آنے لگا۔ یعنی اب یہ "حق" بھی استعمال کیا جائے گا۔

"تو آپ سے یہ ڈیوٹی نبھانے کا تھوڑی کہہ رہی ہوں۔ عاقل و بالغ ہوں۔ اکیلی بھی سفر کر سکتی ہوں۔"

اس نے تنک کر کہا تو معید نے فی الفور اسے ٹوکا۔

"تم ایسا کچھ نہیں کرو گی۔ وہیں ٹھہرو۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔"

"بٹ ـــــ"

سر جھٹکتے ہوئے حنی نے ریسیور کریڈل پہ ڈال دیا اور اٹھ کر رائمہ کے پاس چلی آئی۔ دونوں ہاتھوں میں مہندی رچائے مایوں کے پیلے سوٹ اور پھولوں کے زیور سے سجا جس کا سوگوار سا روپ بھی ماحول پہ چھا رہا تھا۔

"کیا ہوا؟" رائمہ نے اسے دیکھتے ہی پوچھا تو اس نے منہ لٹکا دیا۔

"میں تو پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ یہاں سے کسی کے ساتھ چلی جاؤ۔ معید بھائی بزی ہوں گے۔"

وہ کہتے ہوئے اٹھ گئی۔

اور اب کی بار حنی نے اسے مروتاً بھی منع نہیں کیا تھا۔

جلد ہی وہ اپنے کسی کزن کو پکڑ لائی تھی۔

"یہ توقیر بھائی ہیں۔ ابھی پانچ منٹوں میں تمہیں ڈراپ کر آئیں گے۔"

"اکیلے ـــــ؟" وہ چونک پڑی تھی۔

شکلاً تو بے چارے شریف ہی لگ رہے تھے۔ مگر لگنے اور ہونے میں بہت فرق ہوتا ہے۔

"چلو، میں ساتھ چلتی ہوں۔" رائمہ فوراً تیار ہو گئی تھی۔ مگر اس کی امی نے ٹوک دیا۔

"اس حلیے میں اور وہ بھی مایوں کی رات خبردار جو تم باہر نکلیں۔ صائمہ کو ساتھ کر دو اور بابر کو۔"

"ہو ٹھیک ہے۔" حنی نے فوراً اوکے کر دیا۔ صائمہ اور بابر، رائمہ کے چھوٹے بہن بھائی تھے۔

جلد ہی اس کی روانگی عمل میں آ گئی۔

امی اسے اکیلے اندر آتے دیکھ کر حیران ہوئی تھیں۔

"معید نہیں آیا؟"

"وہ گئے ہی کب تھے مجھے لینے ـــــ؟" وہ لاپروائی سے کہتی اپنے کمرے کی طرف بڑھی تو انہوں نے کہا۔

"وہ جاتے ہوئے مجھ سے کہہ کر گیا تھا کہ تمہیں لینے جا رہا ہے۔"

"ہو سکتا ہے انہیں کوئی اور دل لگی ہو۔"

"بکواس۔" چچی جان نے ناراضگی سے جواب دیا۔ پھر پوچھنے لگیں۔

"اور یہ تم آئی کس کے ساتھ ہو؟"

"پتہ نہیں۔ رائمہ کے کوئی کزن تھے۔ وہ ڈراپ کر گئے ہیں۔"

"بہت بری بات ہے حنی! گھر میں اتنے لوگ موجود ہیں اور تم کسی اور کے ساتھ آئی ہو اتنی رات گئے۔" چچی جان کو اس کی عاقبت نا اندیشی پر غصہ آیا تھا۔

"اوہو ـــــ اس میں ایسی کیا قیامت ہو گئی؟ صحیح سلامت پہنچ تو گئی ہوں۔" وہ تڑپ اٹھی تھی۔

"اپنا گھر والا سلامت رہے تمہارا۔ اتنے بندوں لینے گیا تھا تمہیں، اور تم کسی اور کے ساتھ۔ تمہارا دماغ کام نہیں کرتا تھا؟" چچی جان نے سر تھام لیا تو وہ چڑنے لگی۔

"بھلا کیا گناہ کر دیا میں نے؟"

"گناہ ہی تو ہے۔ اپنے محرم کے ہوتے ہوئے ایک نامحرم کے ساتھ سفر کیا ہے تم نے۔" چچی جان نے غصے سے کہا تو وہ اونچی آواز میں بولی۔

"اکیلی تھوڑی تھی؟ ـــــ ساتھ میں رائمہ کا چھوٹا بھائی اور بہن بھی تھے۔"

"اچھا ـــــ" چچی جان دھیمی پڑ گئیں۔

"دروازہ کس نے کھولا تھا؟"

"تایا جان نے۔ بلکہ تو تیمر بھائی ان سے سلام دعا کر کے واپس ہوئے ہیں۔" حنی نے سے کہا تھا۔

"چھوٹی ماں! حنی آ گئی کیا؟" ان کے کمرے میں پاؤں رکھتے ہی سعید نے ادھر اُدھر پوچھا تو وہ شرمندہ سی ہو گئیں۔

"ہاں بیٹا ـــــ بس ابھی پہنچی ہے۔"

اب کی بار سعید کی نگاہ اس پر پڑی تھی۔

"کس کے ساتھ آئی ہو؟" سعید نے پوچھا تو اسے طریقے سے جواب دینا چاہیے تھا مگر کر بولی۔

"رائمہ کے کزن کے ساتھ ـــــ کیوں، کوئی پرابلم ہے آپ کو؟"

چچی جان تو ہکا بکا ہوئی ہی تھیں، سعید بھی اس کے انداز پر اسے ٹوکے بنا نہیں رہ سکا۔

"پرابلم نہیں، مجھے اعتراض ہے۔ جب میں تمہیں پک کرنے آ رہا تھا تو کسی اور کے ساتھ آنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"میں اب وہاں انتظار میں بیٹھی رہتی۔ مجھے عادت نہیں ہے۔" وہ چچی جان کی غیر موجودگی کا ناجائز فائدہ اٹھا رہی تھی بلکہ ان کی طرف تو غلطی سے بھی دیکھنے کی کوشش نہیں کی مبادا خشمگیں نگاہیں اسے زبان بندی پر مجبور نہ کر دیں۔

تنک کر بولی تو وہ لب بھینچتا مزید کچھ کہے بنا واپس پلٹ گیا۔

"میرا دل تو چاہ رہا ہے کہ ایک تھپڑ کھینچ کے لگاؤں تمہارے۔" چچی جان نے دانت پیس کر کہا تو حنی نے کرنٹ کھا کر انہیں دیکھا۔

"میں نے کیا کیا ہے؟"

"بات کرنے کا طریقہ دیکھا ہے اپنا؟ ـــــ ایسے بات کرتے ہیں شوہر کے ساتھ؟"

ایک تو چچی جان کا غصہ اوپر سے ان کا انداز تخاطب ـــــ اُف، حنی کو لگا جسم کا سارا لہو اس کے چہرے پر اکٹھا ہو گیا ہو۔

ان ہی کے سامنے "علم بغاوت" بلند کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔

"امی! کیا کہہ رہی ہیں آپ؟ ـــــ میرے شوہر کہاں سے ہوئے وہ؟"

"اچھا ـــــ ابھی تک یہی سوچ لے کے بیٹھی ہو تم۔" وہ اس کے منہ کے کھینچے پر تیز لہجے میں بولیں۔ "بی بی! ذرا دھیان کرو۔ بس رخصتی ہی باقی ہے۔ شوہر ہوتا اور کیا ہوتا ہے؟ تو عزت بھی بیویوں والی دیا کرو اسے۔"

اس قدر ٹھیک ٹھاک لیکچر نے حنی کے چاروں طبق روشن کر دیے تھے۔

"خبردار جو کوئی الٹی سیدھی حرکت کی تو۔ سعید ہی نہیں، گھر میں کوئی بھی پسند نہیں کرتا کہ تم یا کوئی اور لڑکی اتنی آزادروی کا مظاہرہ کرے۔"

اس کی طبیعت اچھی طرح صاف کرنے کے بعد بھی چچی جان کی تسلی نہیں ہو رہی تھی۔ اب کی بار دوبارہ سانس لینے کو تھمیں تو حنی نے احتجاج کیا۔

"میں نے کیا کیا ہے؟"

"کیا کیا ہے؟ ـــــ میں کہتی ہوں کرنے کو اور وہی کیا گیا ہے۔" چچی جان سلگ رہی تھیں۔

"اوہو ـــــ اب کیا ساری رات وہاں بیٹھی اپنے "مجازی خدا" کا انتظار کرتی رہتی؟" وہ جھنجھلائی تھی۔

"ہاں ـــــ جلد یا بدیر۔ اسے پہنچنا ہی تھا نا۔ مگر تم سے تو مجھے کبھی اچھی بلکہ سیدھی حرکت کی توقع رہی ہی نہیں۔"

اس قدر بے اعتباری ـــــ وہ جلتی کڑھتی اپنے کمرے میں چلی آئی۔

جوتے ادھر تو دوپٹہ اُدھر۔ خود بیڈ پر آڑی ترچھی گری وہ مسلسل الٹا سیدھا سوچ رہی تھی۔

"کیا جان کا عذاب چپک گیا ہے، بصورت سعید حسن۔"

"جو اتنی ہی اعلیٰ و ارفع "خصوصیات" کے حامل تھے موصوف تو باندھ دیتے کسی اچھی اوصاف کی حامل موصوفہ کے پلے سے۔ لے کے میری معصوم زندگی برباد کر دی اور کسی کو احساس تک نہیں۔ مگر اتنا وہی سب کی نظروں میں بنا ہوا ہے۔ یعنی کہ حد ہو گئی۔"

"اور یہ سعید حسن کیسے حاوی ہو گیا میرے نائٹ فنکشن میں شرکت کا؟"

"ہونہہ ـــــ میرے مقابل کی چالیں چل رہے ہیں موصوف۔"

خیر، مجھے بھی ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہار تو معید حسن ہی کا مقدر بنے گی۔ دھوکہ اور ڈرامہ بازی۔

"خیر ہارا، میں نے بھی نہیں سیکھا ہے۔"

وہ تفکر سے سوچ رہی تھی۔ اور ایک بھی سوچ مثبت نہیں تھی۔

●●●●●

"اب تو میں تمہیں سچ بتا چکا ہوں یار!۔۔۔۔ پھر بھی تم اسی ٹاپک کو رگڑ رہے ہو۔ اب تو برآمد ہونے سے رہا۔ جو "حکم میرے آقا" کہتے ہوئے سب کچھ ایک پل میں ٹھیک کر دے۔"

شونگل خاصا مضطرب ہوا تھا۔

نوفل نے بغور اسے دیکھا۔

"تم کہہ تو رہے ہو۔ مگر پتہ نہیں مجھے سچ کیوں نہیں لگ رہا۔"

"تو مجل کے دل نواس سے" وہ جیسے چڑ گیا تھا۔

نوفل کا دھیان پہلی مرتبہ اس طرف گیا۔

"ہیں کون؟"

"انسان ہی ہیں۔۔۔۔ اپنی برادری کی ہیں یار!" وہ ابھی بھی اکتاہٹ و بیزاری کی انتہا پر تھا۔

"وہ کہاں رہتی ہیں؟۔۔۔۔ حویلی میں یا تمہارے ساتھ؟"

"میرے ساتھ کیوں؟" وہ جیسے بدکا تھا۔ پھر نوفل کے حیران ہونے پر فوراً سنبھلا۔

"میرا مطلب ہے کہ وہ حویلی میں بابا جان کے پاس ہوتی ہیں۔"

"کتنا عرصہ ہو گیا ہے شادی کو؟"

"دو سال ہو رہے ہیں۔" شونگل کا لب و لہجہ مدھم پڑ گیا تھا۔

"اور بچے؟"

نوفل مکمل انٹرویو کے موڈ میں تھا۔ مگر اب کی بار شونگل مضطربانہ انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا فضول ٹاپک لے بیٹھے ہو یار!"

"یہ فضول ٹاپک ہے؟۔۔۔۔ کسی کی زندگی داؤ پر لگی ہوئی ہے اور تم اتنے بے نیاز بن رہے ہو۔"

نوفل نے جارحانہ انداز میں کہا تو وہ سنجیدگی سے بولا۔

"داؤ پہ ہی تو نہیں لگانا چاہتا کسی کی زندگی کو۔ اسی لئے تو ایمانداری سے سچ بتا رہا ہوں۔ تاکہ وہ سیکس سے اپنی راہ بدل لے۔ کیونکہ میں اب اپنی راہ کھوٹی نہیں کر سکتا۔"

"تم اپنی بتاؤ۔ زندگی کیسی گزر رہی ہے۔۔۔۔؟" نوفل نے اس کی کیفیت کا اندازہ کرتے ہوئے قدرے مسکرا کر پوچھا تو اسے دیکھتے ہوئے وہ ڈھیلے ڈھالے انداز میں دوبارہ سے دھنس گیا۔

"ویسی ہی، جیسی حویلی میں گزر سکتی ہے۔"

نوفل چونکا تھا۔

یکلخت ہی کوئی تند و تیز سوچ اس کے ذہن کو جھنجھوڑتی ہوئی گزری۔

"کہیں بے جوڑ شادی کا شکار تو نہیں ہوئے تم بھی؟" وہ بے ساختہ بولا تو شونگل خان پھیکے انداز میں مسکرا دیا۔

"جوڑے تو وہی ہوتے ہیں یار! جو اوپر والا ملا کر بھیجتا ہے۔ یہاں تو بس رسومات طے ہوتی ہیں۔ جوڑ کیا اور بے جوڑ کیا، ساتھ نبھانا ہی پڑتا ہے۔"

"خیریت تو ہے نا شونگل؟" نوفل پریشان ہوا تھا اور اس کی پریشانی پر وہ کھل کے مسکرا دیا۔

"اچھا لگ رہا ہے تمہیں اپنے لئے یوں پریشان دیکھنا۔"

"تم خوش رہو شونگل خان! میں تا عمر پریشان رہنے کو تیار ہوں۔"

"بس یار! ابھی محبتیں مجھے کمزور پڑنے نہیں دیتیں۔ ورنہ زندگی تو ہر پل خراج وصول کرنے کو تیار رہتی ہے۔ ہر کمزور پہلو پہ وار کرتی ہے۔"

"تم خوش نہیں ہو شونگل خان؟" نوفل نے پُر یقین انداز میں کہا تو وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا بیٹھا۔

"اچھا۔۔۔۔ بالفرض ایسا ہے بھی تو کیا ہو سکتا ہے؟" اس نے جیسے مزا لینے کو پوچھا تھا۔

نوفل گڑبڑا گیا۔

"تم ڈالے سے کنفیکٹ کر سکتے تھے۔ اس آزمائش میں پڑنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"شادی تو کہیں بھی کرنی ہی تھی۔ میری نہ سہی، بابا جان کی پسند ہی سے سہی۔" وہ اب قدرے معتدل لگ رہا تھا۔ مگر اس کی سنہری آنکھوں میں اترتی یاسیت کے رنگ نوفل سے چھپ نہیں سکے تھے۔ کہیں نہ کہیں کچھ غلط ضرور تھا جو سامنے تو نہیں آ رہا تھا مگر نوفل کو کھٹک ضرور رہا تھا۔

"اگر کسی سے محبت کرو تو اسے پا لو شونگل خان! ورنہ ساری عمر بے کیف گزرتی ہے۔ پا لینے کا اطمینان اور تسلی زندگی کو بہت معتدل رکھتی ہے۔ جبکہ کھو دینے یا نہ پانے کی کسک ہر فرصت میں ڈنک مارتی ہے۔ سوال کرتی ہے۔"

"مانتا ہوں۔۔۔۔ تمہاری ہر بات مانتا ہوں نوفل! مگر اس سے کہو کہ مجھے مزید سزا مت دے۔ ڈالے سے کہو شادی کر لے۔ یہی بہتر ہو گا ہم دونوں کے حق میں۔"

وہ شکستہ ٹوٹے ہوئے انداز میں بولتا نوفل کو ششدر کر گیا تھا۔

●●●●●

"فضولی! آج تو نہ ہی جاؤ بارات پر تو بہتر ہے۔ بارش تھم کے پھر ہونے ہی والی ہے۔ موسم ٹھیک نہیں ہے۔"

بھابی جان نے آ کر اسے روکا تو وہ جو اپنی تیاری کے آخری مراحل میں تھی ہڑبڑا کر پلٹی۔

"کیا نہیں۔۔۔۔ یہ بالکل نہیں ہو سکتا۔ میں اب بالکل تیار ہوں۔"

"تو یہ کہاں لکھا ہے کہ تیاری کے بعد ارادہ ملتوی نہیں ہو سکتا؟" ان کے لہجے میں ناگواری آ گئی تھی۔

"گاڑی کی سہولت ہے نا۔ پھر کیا پریشانی ہے آپ کو؟" حنی نے ان کی فکر کم کرنا چاہی۔

"یہ بات نہیں۔ باہر خنکی بہت ہے۔ اوپر سے رات کا وقت ہے۔"

"تو آپ کا کیا خیال ہے؟ موسم کے خوف کی وجہ سے کوئی بھی ساحر کی شادی میں شامل نہیں ہوگا؟" حنی نے بحث کرنے والے انداز میں کہا تو انہوں نے بے ساختہ اسے ٹوکا۔

"سب سے جاری کیا ضد؟ سعید بھی یہی کہہ رہا ہے کہ موسم باہر نکلنے والا نہیں ہے۔"

"تو یوں کہیں نا کہ آپ کے چہیتے داماد کے منہ سے نکلے ہیں یہ سنہری الفاظ۔ جبھی مان لیے "بھلی" آئی ہیں۔" وہ ٹھنک کر بولی تھی۔

"بکو مت۔ اور جو جی میں آئے کرو۔" وہ چڑ گئی تھیں۔

"وہ تو میں کروں گی ہی۔" حنی کا اطمینان قابل دید تھا۔

"سویٹر ضرور پہن لینا۔" وہ ماں تھیں۔ مجبوراً بولیں تو وہ جیسے ان کی لاعلمی پہ ہنسی۔

"یہ کون سا فیشن ہے؟ ــــــ اس قدر خوبصورت سوٹ پہ سویٹر پہن کے کرہیں لگالوں خوب صورتی کو؟"

"سردی فیشن کی خوب صورتی نہیں دیکھتی۔ کوئی شال وغیرہ ہی رکھ لینا۔" انہوں نے سمجھانے میں کہا تھا۔ مگر ہیٹر لگے ماحول میں اس وقت حنی کو یہ ساری نصیحتیں بھی خامخواہ کی ہی لگ رہی تھیں۔

اور اب ــــــ

جیسے بدن میں اترا جا رہا تھا۔ سردی تو جیسے ہڈیوں کے پڑنے لگی تھی۔ میرج ہال میں گیا تو کچھ احساس نہیں ہو رہا تھا۔ مگر اب وہاں سے لے کر گاڑی میں آ کر بیٹھنے تک حنی کے دانت بج رہے تھے۔ فیشن کے مارے سویٹر پہن رکھا تھا اور نہ ہی شال جو فنکشن میں تو کسی دوا کسی پہ ہی کام آ جاتی۔ اسے اپنی بے وقوفی کا شدت سے احساس ہوا تھا۔

"فیشن بھی موسم کی مناسبت ہی سے اچھا لگتا ہے ــــــ یہ تو اپنی جان خود سے ہی کے حوالے کرنے والی بات ہوئی۔" اس کی کپکپاہٹ بھانپتے ہوئے ہیٹر آن کر کے سعید نے کہا تھی۔

"آپ کو کیا اعتراض ہے؟"

"اعتراض کیوں نہیں ہوگا۔ بہت مضبوط رشتہ ہے فی الحال ہمارے مابین۔"

"مگر فی الحال ــــــ" اس نے جیسے سعید کے لفظوں کو پکڑا تھا۔

"تو اسی "فی الحال" کی بنیاد پر اعتراض کر رہا ہوں۔ مجھے بھری جوانی میں رنڈوا ہونے کا شوق نہیں ہے۔" وہ اطمینان سے بولا تو حنی کے دل کو کچھ ہوا۔

"خدا نہ کرے مجھے کچھ ہو۔"

تو پھر احتیاط کیا کرو۔ فیشن موسم کے لحاظ سے بھی کیا جا سکتا ہے۔" وہ نصیحت کر رہا تھا۔ حنی کا الٹا پڑا۔

"آپ کی جو ڈیوٹی ہے وہ انجام دیں۔ میں نے آپ کو اپنا قانونی مشیر نہیں رکھا ہوا جو مجھے مشورے دیتے پھر رہے ہیں۔"

"بے وقوفوں کو مشورے ہی دیئے جاتے ہیں اور وہ بھی مفت۔" وہ اطمینان سے بولا۔

ونڈ اسکرین پہ وائپر مسلسل چل رہے تھے۔ پانی کی چادر کے پار دیکھنا از حد مشکل تھا۔ سو وہ بھی بہت احتیاط سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

گاڑی کے اندر کا ماحول ہیٹر سے گرم ہوا تو حنی کا دماغ بھی تپ گیا۔

"ایک تو آپ خود کو ساری دنیا سے زیادہ عقل مند خیال کرتے ہیں۔ باقی تو جیسے بے وقوف ہی ہیں یہاں۔"

"خیر ــــــ میں نے تو کبھی ایسا نہیں سوچا۔ لیکن اگر تم ایسا سمجھتی ہو تو یہ تمہاری میاں شناسی ہے۔" وہ ہنوز مسکرا رہا تھا۔

"اف ــــــ" وہ چیخ سی گئی۔

"میں نے کبھی ان فضولیات میں ذہن نہیں کھپایا۔ رشتہ ہی کیا ہے آپ کا میرا؟" غصے کے عالم میں پہلے کون سا کوئی سیدھی بات منہ سے نکلا کرتی تھی جو اب نکلتی۔ مگر سعید کے ہاتھ تو گویا موقع لگ گیا۔

"ہاں ــــــ بہت خوب۔ رشتہ ہی کیا ہے ہمارا۔ چند گواہ، تین سائن اور ایک نکاح۔" سعید کے جتلانے والے انداز پہ اس کی پیشانی تپ اٹھی تھی۔

"اس نکاح کی جو اہمیت ہے وہ آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی۔" وہ تڑخی۔

"ہاں" سعید نے اطمینان سے کہا۔

"تم نے تو یوں نکاح کرایا ہے جیسے کبھی بھی اپنی لائف میں کرانا۔ میرے دل و ذہن میں کوئی ایسا ارادہ نہیں تھا۔ باقی کے معاملات تو تمہارے تھے۔"

"مہلت تو آپ کو بھی چاہیے تھی نا۔ یہ الگ بات ہے کہ بندوق میرے شانے پہ رکھی۔" وہ ملے غصے کے لب بھینچنے لگی۔

"انہیں کیا خود "مردمارکی" کا شوق ہے۔ ورنہ عورتوں کے شانے ان کاموں کے لیے تھوڑی بنے ہیں۔" وہ مطمئن تھا۔ اور ادھر حنی پوری جان سے سلگنے پہ مجبور۔

"اس سارے کھیل کو کھیلنے پہ مجھے آپ نے مجبور کیا ہے۔ ورنہ میری زندگی اللہ کے فضل سے بہت اچھی گزر رہی تھی۔"

"اچھا ــــــ واقعی؟" وہ جیسے طنزاً ہنسا تھا۔ "اس روز" کے حالات و واقعات کو یاد کر کے کراہ کر رہ گئی۔ ہمیشہ وہ اپنے ہی دام میں گرفتار ہو جاتی تھی۔

"کسی کا چھوڑ کے جانا آپ کے ملنے سے ہزار درجے اچھا تھا۔ اس میں روز روز کی ذلت نہیں تھی نا۔" وہ بے رخی سے گویا ہوئی تو وہ صاف انداز میں بولا۔

"شکر کرو، ان سرکھپائیوں کی وجہ سے دھیان بٹا ہوا ہے۔ ورنہ تو روز جیتی مرتی رہتیں۔"

"اللہ ___" منحیٰ کا دماغ جھنجھنا اٹھا تھا۔ ایسی تھکی گفتگو تو نہیں کی تھی کہ وہ یوں جتا سیدھا اسے طعنے دیئے جا رہا تھا۔ اس کے ماضی پہ حملہ آور ہو رہا تھا۔

"میرے منہ مت لگیں آپ۔" وہ صد درجہ بدتمیزی پہ اتری مگر مقابل کے قہقہے نے سے اڑا دیا۔

"روک سکتی ہو مجھے؟"

"آپ ___ آپ خود کو سمجھتے کیا ہیں؟" اس کا صبر بمشکل ٹوٹا تو وہ چلائی تھی۔

"وہ کیا بھلا سا نام ہے اس رشتے کا ___ ہاں شوہر اور منکوحہ۔"

"ایک ذرا سا نکاح کیا ہو گیا، آپ نے تو ٹھیکہ ہی لے لیا ہے مجھے..." وہ چلا رہی تھی مگر گاڑی میں وقفے وقفے سے اٹھنے والے سعید کے قہقہے نے اس کی آواز دبا دی۔

"او ہو ___ ذرا سا نکاح ___؟" وہ پھر سے ہنسا تھا۔ "ذرا وضاحت کریں گی اپنے اس چونکا دینے والے بے تکے فلسفے بیان کی؟ یہ ذرا سا نکاح کیا ہوا کرتا ہے؟"

اس کی پیشانی تپ اٹھی۔

"پتہ نہیں کون سی منحوس گھڑی تھی جب میں نے پک اینڈ ڈراپ کی آفر قبول کی۔ عذاب بنی ہے اتنے سے سفر کے دوران۔"

"اس بارے میں میرے اور تمہارے خیالات حیرت انگیز حد تک ملتے جلتے ہیں۔" وہ سکون کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

"میرے خیال میں آپ گاڑی روک دیں۔ تاکہ میں یہیں اتر جاؤں۔" وہ بہت

اور دو منٹوں ہی میں اس کی فرمائش پہ عمل ہوا۔ گاڑی رک گئی تھی۔

"گاڑی بند ہو چکی ہے ___ شاید تم نے ٹھیک سے سنا نہیں۔ کوئی بھی ٹیکنیکل پرابلم" وہ اطمینان سے بولا تو منحیٰ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

"یعنی اتنی سردی میں رات یونہی بسر ہو گی؟"

"ٹینشن سے زیادہ موسم کو مدنظر رکھا ہوتا تو شاید آسان رہتی۔" وہ طنزاً بولا۔

چونکہ سعید حسن کہہ رہا تھا اس لئے منحیٰ کو کچھ زیادہ ہی لگا۔

"آپ اپنے کام سے کام رکھیں۔"

"اوکے ___" وہ مطمئن سا انگلیوں سے اسٹیئرنگ بجانے لگا۔ وہ چند منٹ ہی پائی تھی۔

"اب کچھ کریں گی بھی۔"

"میں کیا کروں؟" وہ پلٹا تھا۔

"باہر نکل کے گاڑی چیک کریں اور کیا۔ یونہی رات بیٹھے رہیں گے؟" وہ تنک کر بولی تھی۔

"اتنی سردی اور تیز بارش میں باہر نکلنا کوئی خاص عقلمندی بھی نہیں۔ اب تو یہاں بیٹھ کر انتظار ہی کیا جا سکتا ہے۔" جواباً سعید نے اپنے تمام تر اضطراب کو چھپاتے ہوئے لاپرواہی سے کہا۔ حالانکہ وہ جانتا تھا کہ یوں بیچ راستے میں گاڑی بند ہو جانا پریشان کن تھا۔ مگر یہ بھی معلوم تھا کہ فی الحال انتظار کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

"یہ ارادہ ہاتھ گاڑی گھر چل کے زیادہ بہتر طریقے سے ہو سکتی تھی۔" وہ جل کر بولی تو اسے عرصے بعد وہ قدرے برہم ہوا تھا۔

"شٹ اپ منحیٰ!"

وہ برا تو ضرور منا گئی مگر ظاہر نہیں کیا۔

"اگر لینے آنے کا موڈ نہیں تھا تو تایا جان سے کہہ دیتے۔ وہ کسی بہت اچھے "متبادل" کا بندوبست کر لیتے۔"

"میرا ارادہ تو تمہیں خیر و عافیت سے گھر پہنچانے کا تھا مگر تم شاید بیچ راستے میں موسم انجوائے کرنا چاہ رہی تھیں۔ گاڑی رک چکی ہے، یہی تمہاری خواہش تھی نا۔ اب جو کرنا ہے کرو۔" وہ ٹھنڈے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"کیا مطلب گاڑی رک چکی ہے؟" وہ تیکھے انداز میں بولی۔

"مطلب یہ کہ اپنی مرضی سے رکی ہے۔" سعید چڑ گیا تھا۔

بیچ راہ میں گاڑی بند ہو جانا، وہ بھی سنسان سرد رات میں کوئی اچھے آثار نہیں تھے۔

اس نے موبائل اٹھا کر گھر کال کرنا چاہی مگر سگنلز ہی پورے نہیں آ رہے تھے۔ اس لئے کال ملنا ناممکن تھا۔

"تو ذرا گاڑی چلا دیں۔ ٹھنڈ ہو رہی ہے۔" وہ رہ نہیں سکی تھی۔ اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔

"اسی لئے کہتے ہیں کہ بات سوچ سمجھ کر منہ سے نکالنی چاہئے۔ تم نے کہا گاڑی روکو تو گاڑی رک گئی۔"

"کہنے کو تو اور بھی بہت کچھ کہتی ہوں، وہ تو قبول نہیں ہوا۔ یہ بد دعا ہی چالاکی تھی۔" وہ جل کر بولی۔

"قبولیت کی گھڑی کبھی کبھار ہی آتی ہے۔" وہ سیدھا ہوتے ہوئے بولا تھا۔

"اب کیا ہو گا؟" منحیٰ کا دماغ ایک ہی سوئی پہ اٹک گیا تھا۔

"وہی جو قسمت میں ہو گا۔"

"قسمت میں ایک اچھی باتیں ہوتی ہیں لوگوں کے ساتھ۔ میرے ساتھ کیوں ہوئی تھی۔" منحیٰ نے بے ساختہ پوچھا تھا۔

"چلو اب پھر۔" ایک بار پھر سے موبائل سروس کو ناکارہ پا کر سعید نے نیچے اترنے کا ارادہ
عشی چونکی۔

"کہاں؟"

"کچھ پیدل چل کے مین روڈ تک تو پہنچ سکتے ہیں۔۔۔ یہاں بے وقوفوں کی طرح گزارنے سے بہتر ہے کچھ عقل سے کام لے لیا جائے۔" وہ قطعیت بھرے انداز میں بولا تو جھرجھری لی۔

"دماغ تو صحیح ہے نا آپ کا۔۔۔ اندر بیٹھے بیٹھے ٹھنڈ سے فریز ہو رہی ہوں، باہر کیا حال ہوگا؟"

"ایڈونچر پسند لوگوں کے ساتھ یہی ہوتا ہے۔" وہ رکھائی سے بولا تو عشی چڑ گئی۔

"اس بھوت خانے میں گاڑی آپ نے روکی ہے، نہ کہ میں نے۔۔۔ مجھے خوامخواہ الزام مت دیں۔"

"جو بھی ہے، اب بھگتنا تو بھگتنا ہی ہے نا۔" وہ جھنجلایا۔

گھڑی کی سوئیاں تیزی سے آگے بڑھ رہی تھیں۔ بارش کے رکنے کے آثار نہیں تھے البتہ اس کی رفتار میں خاطر خواہ کمی واقع ہوئی تھی۔ پھر بھی ایسی ٹھنڈ میں، وہ بھی پنجاب کے موسم سے باہر نکل کر چلنا بڑے دل گردے کا کام تھا۔

"ایسے وقت میں میرا دماغ بالکل ٹھیک کام کرتا ہے۔ میں فی الحال مرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔" عشی نے رکھائی سے کہتے ہوئے دوپٹے کو اچھی طرح لپیٹتے ہوئے سردی سے بچنے کی کوشش کی تھی۔

"کیا پاگل پن ہے؟۔۔۔ یوں گاڑی میں بیٹھ کے تو راہزنوں کا انتظار ہی کیا جا سکتا ہے۔ وہ بھی اس سنسان سڑک پہ۔ میں تنہا ہوتا تو اور بات تھی۔" سعید نے ضبط کرتے ہوئے کہا تو عشی دھک سے رہ گئی۔

"آپ مجھے ڈرا رہے ہیں؟"

"ڈرا نہیں رہا، حقیقت بتا رہا ہوں۔ بہتر یہی ہے کہ یہاں سے نکل کر کسی کی مدد لی جائے۔" سعید نے نرمی سے کہا تو وہ تذبذب کے عالم میں بولی۔

"مگر باہر ٹھنڈ بہت ہے۔"

"ابھی اندر باہر ایک ہی موسم ہو رہا ہے۔ اور تھوڑی سی تکلیف برداشت کرنے کے بعد اگر مسئلہ حل ہو جائے تو کیا برا ہے۔"

تھوڑی سی پس و پیش کے بعد وہ ملتجیانہ انداز میں بولی۔

"پہلے آپ انجن چیک کر لیں۔ اگر کچھ سمجھ نہ آئی تو پھر نکل پڑیں گے۔"

"بہت ضدی ہو گئی ہو۔ مگر میرے ساتھ تھوڑا سا مسئلہ یہ ہے کہ اتنے اندھیرے میں

دیکھ۔" وہ طنز و استہزاء سے بھرپور لہجے میں بولا تو وہ گہری سانس لیتی اپنی تمام تر ہمت مجتمع کر کے اس کی تقلید میں گاڑی سے نیچے اتر آئی۔ مگر گاڑی کے گرم ماحول سے باہر نکلنا اس قدر تکلیف دہ ہوگا، اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

سردی کی شدید لہر تو ایک طرف رہی، بارش کی بوچھاڑ نے چند لمحوں میں شرابور کر دیا تھا۔ اوپر سے پیدل چلنے کی عادت نہ ہونے کی وجہ سے وہ سعید حسن کے تیز قدموں کا ساتھ دینے سے قاصر تھی۔ وہ پیچھے رہ گئی تو سعید اس کی طرف پلٹا۔

"یوں چلے تو کام نہیں بنے گا۔"

"اس سے زیادہ تیز چلنا میرے بس میں نہیں۔ پتہ نہیں کس منحوس گھڑی میں اس گاڑی میں بیٹھی تھی۔" وہ کپکپا رہی تھی۔ سعید نے متاسفانہ نظروں سے اس کی سپید پڑتی رنگت کو دیکھا۔

"یہ جیکٹ پہن لو۔" اس نے اپنی سیاہ جیکٹ اتار کر صرف کہا ہی نہیں بلکہ گرم استر والی جیکٹ اس کے شانوں پر ڈال دی۔ عشی کچھ بول ہی نہیں پائی بلکہ ایک عجب سے سکون نے کچھ بولنے ہی نہیں دیا تھا۔

"اب تھوڑا سا تیز قدموں سے چلو۔ ذرا سا فاصلہ باقی ہے۔" سعید نے اس کا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں لیا اور گویا اسے گھسیٹتے ہوئے چل دیا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" وہ مشتعل ہوئی تھی۔

"اس میں بدتمیزی کا کوئی عمل دخل نہیں۔ بے فکر رہو۔" اس کے لفظوں نے عشی کو بھک سے اڑا دیا۔ ایک تو اس کا یوں ہاتھ تھامنا، اوپر سے یہ جتانا اس کے تن بدن کو خاکستر کر گیا تھا۔ اس نے بے ساختہ ہاتھ کھینچا مگر مقابل بھی زیرک تھا، اس کی گرفت مضبوط رہی۔

"آپ کا میرا ایسا کوئی رشتہ نہیں کہ آپ مجھ سے اتنی گھٹیا گفتگو کریں۔" وہ چلائی تو سعید نے سرزنش کی۔

"یہ بات تم مجھے آرام سے بھی بتا سکتی ہو۔"

"ہاتھ چھوڑیں میرا۔ مجھے آپ کے ساتھ کہیں نہیں جانا۔" وہ تیکھے انداز میں بولی تھی۔

"میں تمہیں ہاتھ تھامنے کی وجہ پہلے بھی بتا چکا ہوں۔" وہ مطمئن تھا۔ اس شخص کی ضد عشی کو بے بس کر گئی۔ وہ کچھ کہتی مگر اسی وقت وہ دونوں سامنے سے آنے والی گاڑی کی ہیڈ لائٹس میں نہا گئے۔ بے اختیار سعید کا شانہ تھام کر اس کی اوٹ میں ہو گئی تھی۔

●●●●●

"ہمارا یہ بازی کتنے دنوں چلے گی؟"

وہ لائبریری روم کی طرف بڑھ رہی تھی جب نوفل کی سرد آواز کانوں سے ٹکرائی۔

"مجھ سے کچھ کہہ رہے ہیں آپ؟" وہ اطمینان سے پلٹی تھی۔

"ابھی تک دیوانہ تو نہیں ہوا کہ دیواروں سے گفتگو کرنا شروع کر دوں۔" صبا کو لگا سگریٹ کے

ساتھ وہ خود بھی سلگ رہا ہو۔

"جی، فرمایئے۔" وہ پُرسکون تھی۔

"اپنا بوریا بستر اٹھایئے اور اپنی جگہ پر واپس آ جایئے۔" وہ تحکمانہ انداز میں کہتا صبا کو حیرت زدہ کر گیا۔ مگر فی الحال یہ اتنی گہرائی میں جانے کا موقع نہیں تھا۔ تبھی وہ خفگی سے بولی۔

"اپنی جگہ؟ —— کون سی اپنی جگہ؟"

"میں فضول کی بحث نہیں چاہتا۔" وہ سرد مہری سے بولا تو صبا نے تیزی سے کہا۔

"مجھے پروا بھی نہیں کہ آپ کیا چاہتے ہیں اور کیا نہیں۔ میں اپنی زندگی کو اپنی مرضی اور ڈھنگ سے گزارنا چاہتی ہوں اور بس۔"

"مگر جب تک آپ میرے پاس ہیں، آپ کو میری پسند سے زندگی گزارنا ہوگی۔" اس درشتی —— صبا کی آنکھیں جلنے لگیں۔

"میں آپ کی "پسند" میں کب سے شامل ہو گئی صاحب! جو مجھے اپنی پسند سے زندگی گزارنے کی تلقین کر رہے ہیں؟"

"میں نے کہا نا، مزید بحث نہیں۔ اپنا بستر یہاں لا کر رکھیں۔ مت آزمایا کریں میرے صبر کو۔" نرمی سے کہا تو وہ سابقہ تیکھے لہجے میں بولی۔

"ایک بات چھت کی ہے نا ہمارے مابین۔ وہ بھی ختم کر دیجئے۔ ایک جگہ سے دوسری مل جائے گی۔"

"پھر تو زندگی گزارنا بہت مشکل ہو جائے گا صبا میر!" وہ مدھم لہجے میں بولا تو صبا نے پلکیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ نرم تاثرات سے سجا وجیہہ چہرہ کچھ الگ ہی کہانی سنا رہا تھا۔ دل پگھلا کر رہ گیا۔

"اس طرح تو پتہ ہی نہیں چلے گا کہ آپ کے دل میں میرے لئے کیا ہے اور آپ میرے لئے کیا پلان کر رہی ہیں۔" وہ مسکرا رہا تھا۔

وحشت حیرت کی۔ صبا فی الفور حواس میں لوٹی تھی۔

"میں کون سا آپ کی املاک پر قبضے کی منصوبہ بندی کر رہی ہوں؟" جل کر کہا تو وہ شوخی میں بولا۔

"اور کس کس چیز پر قبضہ کریں گی؟"

"جیسے ——؟" وہ متحیر تھی۔ کتنے رنگ تھے اس شخص کے اور وہ بھی ایک سے بڑھ کر ایک۔ ابھی وہ ایک حقیقت کو کھوج ہی رہی ہوتی تھی کہ وہ پینترا بدل لیتا تھا۔ اس نے صبا کا ہاتھ تھاما تو اسے لگا جیسے پورے وجود میں ایک کرنٹ سا دوڑ اٹھا ہو۔

"بہت غلط بات ہے صبا میر! کسی کو یوں بیچ منجدھار میں لا کر بے یار و مددگار چھوڑ دینا۔ اڑان دے کر راہ پلٹ جانا۔ بہت بری بات ہے۔" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے

کہہ رہا تھا۔

بارش اپنے جوبن پر تھی۔ مگر اتنی خنکی میں بھی صبا کو ان ہاتھوں میں اپنا آپ پگھلتا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ اس کی باتیں سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ مگر لمس کی حدت اس کی توجہ ایک سمت مرکوز رہنے نہیں دے رہی تھی۔ اس کا وجدان چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ یہی اصل روپ ہے نوفل احمد کا۔

نوفل نے اسے خود سے قریب کیا تو وہ بے جان سی اس کی طرف کھنچی چلی آئی تھی۔

برسات کا جادو اپنا اثر دکھانے کو تھا ——!

●●●●●

ہوا بھی تذبذب ہی میں تھی کہ ہیرون سوک کا شیشہ نیچے ہوا اور ڈرائیور نے معید سے کہا۔

"آ جاؤ صاحب!"

سرد یخ رات میں یہ آفر بہت پُرکشش تھی۔ مگر منی کا ساتھ اسے محتاط رہنے پر مجبور کر رہا تھا۔ وہ بار گاڑی کی کھڑکی میں جھکا۔

"پیچھے زنانہ سواری ہے۔ بیگم صاحب کو بھی بلا لو۔" ڈرائیور کے کہنے پر معید نے سرسری نگاہ پچھلی نشست پر ڈالی تو سیٹوں کے درمیان سے جھانکتا مسکراتا چہرہ ایک لمحے کے لئے اس کے ذہن کے بہت سے در وا کر گیا۔

"باقی تعارف بعد میں۔ پہلے اپنی ساتھی کو لے آؤ۔ سردی بہت ہے۔" وہ مسکرائی تھی۔

معید ہلکا پھلکا سا ہو کر منی کی طرف پلٹا۔

"آ جاؤ۔"

"کون ہے؟"

"اپنے ہی ہیں۔" وہ مسکرا رہا تھا۔

پچھلا دروازہ کھول کر منی کو اندر بٹھایا اور خود ڈرائیور کے ساتھ بیٹھ گیا۔ منی نے دیکھا، پچھلی سیٹ پر ایک اچھی خاصی خوبصورت لڑکی براجمان تھی۔

"آپ تو بھیگ گئی ہیں ساری۔"

"ہماری گاڑی خراب ہو گئی تھی۔" منی خجل سی ہو گئی کہ گیلے کپڑوں سے گاڑی کی نشست خراب ہونے کا خدشہ تھا۔

"گھر سے تو کیا ہوا؟ یہ بھی تمہاری اپنی ہی گاڑی ہے۔ کیوں معید حسن؟" وہ لڑکی مسکرا کر معید سے مخاطب ہوئی تو منی غش کھانے کو ہو گئی۔ شناسائی کا یہ کون سا باب در کھل گیا تھا؟

وہ مسکرا دیا تھا۔

"تم بھی کہاں؟ اس وقت رات کو سرد بارش میں کون سرپھرا گاڑی لے کے پھر رہا ہے۔"

"لاکھوں تو سرپھرے تھے کیمپس میں۔ ایک تم اور ایک میں۔" وہ برجستہ بولی تھی۔

"مگر تمہارے جیسی سرپھری کا مقابلہ تو میں پھر بھی نہیں کر سکتا۔" وہ اعتراف کر رہا تھا۔ اور

حنٰی ——— وہ محو حیرت تھی۔ یہ کون سا رشتہ نکل آیا تھا؟ اور کون سی شناسائیاں سے مل رہی تھی جیسے سڑے ہوئے غصیلے شخص کی بھی کسی لڑکی سے دوستی ہو سکتی ہے ——— ناممکن۔ مگر بہرحال وقت تو یہ لفٹ ہر حال میں غنیمت تھی۔ ورنہ تو شاید وہ گھر تک پیدل مارچ کرتے ہوئے اسے حنٰی کو تو یوں لگ رہا تھا جیسے ٹھنڈ اس کی ہڈیوں میں گھس گئی ہو۔

"تم تو شاید چلی گئی تھیں نا؟" معید پوچھ رہا تھا۔

"ہاں۔" اس نے گہری سانس بھری۔ "چلی گئی تھی۔ مگر اب یہیں ہوتی ہوں۔"

"اور فراز؟" اس نے پھر سے پوچھا تھا۔

"مجھے چھوڑو، تم اپنی سناؤ۔ ابھی تک ویسے ہی گھوم رہے ہو۔ شریف النفس۔" وہ کہہ رہی تھی۔ حنٰی پوری طرح سے خود کو باہر اندھیرے میں گم ظاہر کرنے لگی۔ اسے علم تھا کہ اگلا نمبر اس کا ہونے والا تھا۔ مگر حیرت صد حیرت۔ معید کے پُرسکون انداز نے اسے جھٹکا سا لگایا۔

"ہاں ——— اور اگلے دو سال تک ارادہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔"

"اوہو ——— کس کے انتظار میں بن باس لئے بیٹھے ہو؟" وہ چھیڑ رہی تھی۔

"جس کا انتظار تھا، اس کی شادی ہو گئی۔" وہ اسی اطمینان سے بولا۔

حنٰی بحر تحیر میں غرق ہونے لگی۔ اس قدر گہری شناسائی کہ وہ راز جو کسی کو معلوم نہیں تھا، وہ لڑکی کے ساتھ شیئر کر رہا تھا۔

"بہت افسوس کی بات ہے معید حسن! عشق ناکام ٹھہرا۔" وہ متاسفانہ انداز میں بولی تو وہ ہنسا

"ٹھہر چلا ہی کہاں تھا؟ اس سے پہلے ہی اس کی شادی ہو گئی۔"

"افسوس ——— مگر اب دو سال تک کیا اس کا سوگ مناؤ گے؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

حنٰی ہمہ تن گوش تھی۔ کچھ بھی ہو، یہ بات چیت اس کے بہت کام آ سکتی تھی۔

"کچھ تو کروں گا ہی۔ بہرحال، تم سناؤ۔ کیسی گزر رہی ہے؟" وہ بات پلٹ گیا تھا۔

"اچھا، ان کا تعارف کراؤ۔" وہ لڑکی اب حنٰی کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ اور حنٰی خواہ مخواہ کانشس ہو اٹھی

"یہ ——— میری کزن ہوتی ہیں۔" وہ قدرے توقف کے بعد بولا تھا۔

"فی الحال یا........؟" وہ شرارت سے پوچھ رہی تھی۔

حنٰی کا دل عجیب طریقے سے دھڑکا۔

"کزن کا مطلب کزن ہی ہوتا ہے۔ تم اپنا دماغ مت تھکاؤ۔" وہ خوش دلی سے بولا۔ اور ڈرائیور کو راستہ بتانے لگا۔

"آئی ایم سوری۔ دراصل ہم دونوں بہت اچھے دوست رہے ہیں۔ میرا نام ثوبیہ ہے" وہ سے مخاطب تھی۔

"میں حنٰی ہوں۔" وہ بمشکل مسکرا پائی تھی۔ ابھی تک ذہن چکر پھیریاں لے رہا تھا کہ معید نے اس کا اصل تعارف کیوں نہیں کرایا۔ کیا وہ ثوبیہ سے اس کا اور اپنا تعلق چھپانا چاہتا تھا؟ مگر کیوں

شادی شدہ تھی۔

ہمیشہ کی طرح وہ "مجھے کیا" کہہ کر اپنا ذہن نہیں بنا پائی تھی۔

"معید! اگلا چکر میری طرف ——— میں آج کل پاپا کی طرف ہوں۔" انہیں ڈراپ کرنے کے بعد ثوبیہ خوش دلی سے کہہ رہی تھی۔ "پاپا کے گھر کا ایڈریس تو معلوم ہے نا ——— بہت دفعہ گئے ہو تم تو۔"

"وہ کیسے بھول سکتا ہوں میں؟" وہ دوستانہ انداز میں کھل کر ہنس دیا تھا۔

حنٰی تمام اخلاقیات کو بالائے طاق رکھے بنا ثوبیہ کا شکریہ ادا کئے یا الوداعی کلمات ادا کئے دور چل پڑی تھی۔

وہ ثوبیہ کو رخصت کر کے پلٹا۔

"تمہاری بد اخلاقی کا مجھے شک تو تھا ہی، اب تو پورا یقین ہو گیا ہے۔ اس نے اتنی مشکل میں ہماری مدد کی اور تمہاری زبان سے شکریے کے دو لفظ نہیں نکلے۔" وہ اسے جھاڑ رہا تھا۔

ایک تو سردی سے حال خراب ہو رہا تھا، اوپر سے یہ لیکچر۔ اور موڈ تو پتہ نہیں کیوں بگڑ رہا تھا۔ تنک کر بولی۔

"آپ ہیں نا، سپاس نامہ پیش کرنے کو۔ اور کر بھی دیا بہت اچھے سے۔ میرا کورنش بجا لانا بہت ضروری نہیں تھا۔" معید دانتوں پر دانت جما کر رہ گیا۔ اسی وقت دربان نے گیٹ وا کر دیا تھا۔

"گاڑی کہاں چھوڑ آئے؟ ——— بھیگ رہے ہیں سارے۔" وہ متفکر ہوا تھا۔

حنٰی ان دونوں کو سوال و جواب میں الجھا چھوڑ کر اندر بھاگ گئی تھی۔ اسے پتہ تھا کہ یہ سردی کوئی اچھا پیغام نہیں لا رہی تھی، اور واقعی صبح تک وہ بخار اور فلو کی زد میں آ چکی تھی۔

"یہ ہوتا ہے رومینٹک ملاقاتوں کا رزلٹ۔" اس کے لئے چکن کارن سوپ بنا کر لاتی تمکین نے چھیڑا تھا۔

"آپ کا تو بس دماغ چلا ہوا ہے۔"

"تم بھی چلاؤ اب دماغ کو ذرا بلکہ رخصتی کے دن بہت دور نہیں ہیں۔" وہ گنگنائی تھی۔ تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے حنٰی نے اسے خشمگیں نظروں سے دیکھا تھا۔

"تو کیا غلط کہہ رہی ہوں؟ ——— یقین مانو فضول اتنا پیارا موقع گنوا دیا ہے نا تم نے۔ شادی کر لی ہوتی تو شوہر کی محبت کا مزہ لوٹ رہی ہوتیں۔"

"ونس لیف۔" اس کی رنگت تپ اٹھی۔

تمکین نے اس کے پہلو میں چٹکی بھری۔

"کسی کے ہی یہ حال بے قرار کر......"

"کما بھی گرما گرم سوپ آپ کے دماغ پر انڈیل دوں گی اب۔" حنٰی تو ناک تک بھر گئی تھی، جھلائی۔

"ہاں ــــ بندر کیا جانے ادرک کا مزہ۔" وہ اب بھی چھیڑنے سے باز نہیں آ رہی تھی۔

"میرا ان کا رومینس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔" حنی کو سوپ بھی کڑوا لگنے لگا تھا۔

"تو تعلق بناؤ میری جان! ایسے تعلق تو بنانے سے بنتے ہیں۔" وہ ٹھیک کر بولی تو حنی نے [illegible] نظروں سے اسے دیکھا۔

"آپ کا تو انس بھائی نے بیڑا غرق کر دیا ہے۔"

"ظالم! کس کی یاد دلا رہی ہو؟" وہ دفعتاً اداس ہو کر بولی تھی۔

"ہنی کی جو اس وقت "میرل شموں" کی سنہری زلفوں سے محظوظ ہو رہے ہوں گے۔" سوچ کر کہتے ہوئے خود ہی مزہ لیا تھا۔

"آہا ــــ وہ تو میری سیاہ زلفوں کے دیوانے ہیں۔" نگین اترائی تھی۔

"تو کب تک "اندھیرے" میں رہتے۔ وہاں کے حسن نے تو ان کی نظر پکا چھوڑ دی ہو گی۔" حنی نے بھی حملہ کیا تھا۔

"جی نہیں ــــ ایسا کچھ نہیں ہے۔" وہ اپنی بات پر زور دے کر بولی تو حنی نے مزہ لیا۔

"یہ کس کو سمجھا رہی ہیں؟ خود کو یا مجھ کو؟"

"تم مجھے سمجھا رہی ہو یا ڈرا رہی ہو؟" نگین نے جواباً اسے گھورا تو وہ اسی انداز میں بولی۔

"آپ سمجھ رہی ہیں یا ڈر رہی ہیں؟"

"شٹ اپ۔" نگین ہنس دی تھی۔

"سردی سے تمہارا دماغ سن ہو گیا ہے۔ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہیں۔ سوپ پیو گرم۔" پھر چند لمحے یونہی خاموشی کے گزرے تھے۔ نگین کو جانے کیا سوجھی۔

"ویسے ضوئی! برستی بارش اور تنہائی میں معید بھائی کے ساتھ بھیگی سڑک پر چلتے ہوئے تمہیں خیال آ رہا تھا؟"

"میرا جی چاہ رہا تھا، ہر طرف آگ لگا دوں۔"

"ہیں ــــ؟" نگین نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"وہاں ہیٹر تو لگ نہیں سکتا تھا۔ ایک ہی صورت ہو سکتی تھی گرم ہونے کی۔" وہ اطمینان سے بولی تو نگین نے پاس پڑی معید کی جیکٹ کی طرف اشارہ کیا۔

"خیر ــــ گرم ہونے کی اور بھی بہت سی صورتیں تھیں۔" وہ کانوں تک سرخ پڑی تھی اس کا مطلب پا کر۔ "بہت کھلی ہوئی ہیں آپ۔"

"تو تم بھی کھل جاؤ اب۔ یہ کان جو ابھی سرخ ہو رہے ہیں، رات معید بھائی کے ڈائیلاگز پہ تپے جا رہے تھے۔" وہ مزے سے کہہ رہی تھی۔

"وہ بہرحال آپ سے کچھ عقل مند ہی واقع ہوئے ہیں۔ انہیں اچھی طرح پتہ ہے کہ کسی بات پر بھی سامنے والے کا سر توڑ سکتی ہوں۔" حنی نے بھی اسی اطمینان کا مظاہرہ کیا تھا۔

تعلق یہ ساری چھیڑ چھاڑ اسے زہر لگ رہی تھی۔ مگر ــــ ہائے رے مجبوری۔ اب ہر کسی کے سامنے تو وہ اپنی طبیعت کا یہ رخ پیش نہیں کر سکتی تھی۔ اور یہ کمر صبا کی برین واشنگ کا ہی نتیجہ تھا کہ وہ نگین کے سامنے محتاط رہتی تھی۔ مگر پھر بھی کبھی کبھار یہ چڑ پوری طرح ابھر کر سامنے آ ہی جاتی تھی تو پھر سبھی مزہ لیتے تھے۔ جیسے اس وقت نگین لے رہی تھی۔

"سر توڑنے والی بات تو صحیح ہے۔ مگر دل توڑنا تو بہت بڑا گناہ ہے ضوئی!"

"بیچاریوں والا دل دکھا کر وکیل صاحب کا دل بہت مضبوط ہو چکا ہے۔ بالکل اسمارٹ بلس کی ظالم حسینوں کی طرح اس پر اثر نہیں ہوتا۔" وہ طنزیہ بولی تھی۔

"ہائے ضوئی! ایسے تو مت کرو۔ اتنا اچھا دیور میرا تمہارے پیچھے خوار ہے اور تم یوں ناقدری کر رہی ہو۔" نگین کو معید حسن پر ترس آیا تھا۔

"تو کہیں اور جا کے قدر کرا لیں اپنی۔" حنی تنگی تھی۔ پھر اسے اچانک یاد آیا۔

"بلکہ رات ان کی کسی پرانی "شناسا" نے ہی انہیں لفٹ دی تھی اور اس سے بڑا ہنس ہنس کے باتیں کر رہے تھے۔"

"اوہو۔ تمہیں تو بڑا افسوس ہوا ہوگا۔"

"نہ جی۔ مجھے کاہے کا افسوس ہوگا۔ بلکہ مجھے تو بہت خوشی ہوئی جب انہوں نے میرا تعارف کزن کی حیثیت سے کرایا۔" وہ مزے سے بولی۔

"دماغ تو خراب نہیں ہوا تمہارا؟ غور سے سنتیں، بہن کہا ہوگا۔" نگین کو یقین نہیں آیا تھا۔

"مجھے کیا ضرورت پڑی تھی اتنا غور کرنے کی۔ غور کیے بغیر ہی سارا چکر سمجھ میں آ رہا تھا۔" اس نے خالی پیالہ نگین کے ہاتھ میں تھمایا اور ٹشو سے ہونٹ صاف کرنے لگی۔

"ایک تو تمہیں ہوا میں تیر چلانے کی بہت عادت ہے۔" نگین مایوس ہو کر اٹھ گئی تھی۔

"اور آپ کو سب کی زندگی میں رومینس کا رنگ بھرنے کی۔" حنی نے اسے چھیڑا تھا۔ پھر پوچھنے لگی۔ "انس بھائی کب آ رہے ہیں؟"

"بس کچھ روز تک۔ عماد بھائی کا بھی فون آیا تھا کل۔ ٹھیک ٹھاک نظر رکھے ہوئے ہیں میرے کھانے پر۔" وہ ہنسی تھی۔

"شکر ہے۔ آئیں تو آپ کا دھیان بٹے۔" حنی نے کہا۔

اسی وقت تائی جان نے نگین کو آواز دی تھی۔

"انس کا فون ہے بیٹا!"

"دیکھا ــــ ادھر میں نے یاد کیا ادھر ان کے دل کی گھنٹی بجی۔" وہ اترائی تھی۔

"اور ادھر فون کی۔" حنی نے گہری سانس بھری تھی۔ نگین ہنستی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔ حنی نے کینہ توز نظروں سے معید کی جیکٹ کو دیکھا اور اٹھا کر کرسی پہ پھینک دیا۔

"ایک تو پتہ نہیں اللہ میاں نے ہر احسان اسی بندے کے ذریعے مجھ پر کرنا ہوتا ہے۔" اسے

پہ پا شکوہ تھا۔

●●●●●

پُر تپش نگاہوں نے لمحوں میں صبا کے حواس گم کیے تھے۔

"کہاں گم ہو جاتی ہیں آپ میرے ساتھ چلتے چلتے؟" وہ سراپا شبنم بنا ہوا تھا۔ مگر اس کی نگاہوں کی شعلگی صبا کے تن من کو جلا کر راکھ کر رہی تھی۔

اس کی تمام تر توجہ صبا پر مرکوز تھی۔

اور صبا ——

اسے تو اپنا آپ ہوا سے بھی ہلکا محسوس ہو رہا تھا۔ تمام جہان نوفل کے ہاتھوں میں سمٹ آیا تھا۔ اور اب وہ اس پر مہربان ہو رہا تھا۔

ابرِ کرم کی طرح۔

ایک بارش کھڑکی کے اس پار برس رہی تھی، سرد اور بے رحم۔ اور ایک کھڑکی کے اس طرف، نرم و نرم حدت۔ اسے یاد نہیں تھا کہ نوفل نے کبھی اتنی محبت سے اس کی جانب پیش قدمی کی ہو، اسے دل کی رضا سے چھوا ہو۔

تو اب ——

"یا اللہ! —— یہ لمحہ ہے یا تمام زندگی؟" اس نے سختی سے آنکھیں موند لیں۔ خواب اتنے خوبصورت تو نہیں ہوا کرتے۔ اور اگر یہ خواب تھا بھی تو اس کے یقین میں زندگی بسر کرنے کو چاہنے لگا تھا۔ وہ بہت محبت سے اسے چھو رہا تھا۔ اور وہ پیاسی دھرتی۔

اسے کیسے کہے کوئی

کہ صحراؤں کی تشنگی پیاس، رم جھم سے نہیں بجھتی۔

"آئی لو یو صبا —— آئی رئیلی لو یو۔"

وہ تھک سا گیا تھا۔ ہار گیا تھا۔

اس کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔

یہ نوفل احمد تھا۔ وہ پتھر سے بنا شخص کہ جس کی تہہ در تہہ چھپی ذات کو کاٹنے میں صبا کی انگلیاں فگار ہو گئی تھیں، اتنی آسانی سے کھل گیا۔

اس کے تپتے، سلگتے دل پر ٹھنڈے میٹھے پانی کی پھوار سی پڑی تھی۔ اس کے شانے میں منہ چھپائے وہ شاید اعتراف کی پہلی سیڑھی پر تھا۔

"آئی لو یو صبا ——!" اور وہ اس کے لفظوں کی گہرائیاں ناپنے میں مصروف تھی۔

●●●●●

"شرم کرو —— پچھلے آدھے گھنٹے سے ایک بھی کام کی بات نہیں کی تم نے۔ مسلسل فضول ہو۔" اس نے شرم دلائی تو وہ پھر سے لڑنے پر آمادہ ہو گئی۔

"شرم تو آپ کو کرنی چاہیے۔ کبھی تتلی کی تعریف کر رہے ہیں تو کبھی زیبرے کی۔ کبھی روز قیامت لگتی ہے تو کبھی پینگ۔"

"تو میں کیا کروں یار! یہاں ہر طرف رنگینی ہی رنگینی ہے۔" وہ کراہا تھا۔

"تو ضرورت کیا ہے آپ کو چھوٹے چھوٹے کپڑے پہننے والیوں کو دیکھنے کی؟" وہ جل بھن گئی تھی۔

"میں تھوڑی دیکھتا ہوں یار! وہ خود ہی چلی آتی ہیں۔ سمجھا کرو نا۔ ایشیائی حُسن کی بڑی مانگ ہے یہاں۔" وہ شرارت سے کہہ رہا تھا۔

"اوہ! —— خبردار۔" وہ تنبیہی انداز میں بولی تو وہ ہنسا تھا۔

"وہاں بیٹھ کر تو تم بس خبردار ہی کر سکتی ہو۔"

"میں اور بھی بہت کچھ کر سکتی ہوں افس!" تمکین نے اسے دھمکایا تھا۔ مگر وہ اثر لیے بغیر بے پرواہی سے بولا۔

"بہت زیادہ سے زیادہ میکے چلی جاؤ گی۔ اور کیا۔"

"ہاں چلی جاؤں گی۔ اور پھر کبھی لوٹ کے نہیں آؤں گی۔" وہ ناراضگی سے بولی تھی۔

"میرے آنے کے بعد بھی نہیں آؤ گی؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"نہیں۔ کبھی بھی نہیں آؤں گی۔ بلکہ منائیں گے بھی تو کبھی نہیں مانوں گی۔" وہ پوری طرح ناراض ہو گئی تھی۔

افس ہنسا تھا۔

"یہاں بہت بے باکی ہے یار! ایک طرف نظر اٹھا کے دیکھ لو تو وہیں کمتی پیچھے چلی آتی ہے۔"

"تو ——؟" تمکین کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

"تو یہ کہ ......

انکار سا حرہ اقرار میں کہاں!
بڑھتا ہے شوق غالب ان کی نہیں نہیں سے

تو یہ کہ میری جان کہ جو مزہ تمہارے شرمانے، گھبرانے اور لجانے میں ہے وہ ان کی بے باکیوں میں کہاں۔ اور یہ دل تو اول روز سے تمہارا دیوانہ ہے جانم! وہاں کی تپش کا یہاں کے برفیلے مشینی جذبوں سے کیا مقابلہ۔ میری کیا پوچھتی ہو جانِ من! میں تو جب سے یہاں آیا ہوں، نیند بھر کے سو بھی نہیں پایا۔ آدھی رات تک تمہیں یاد کر کے جاگتا ہوں تو باقی رات تم خوابوں میں آ کر جگاتی ہو۔ کبھی تم نہیں ہوتی جانو! تو میں کبھی بھی یہاں نہ ٹھہرتا۔ پتہ نہیں تم کیسے وہاں رہ رہی ہو میرے بغیر۔"

ایک ایک لفظ اس کی دیوانگی کا مظہر تھا۔ اس کے پیار کا گواہ تھا۔ اس کی محبت کا امین تھا۔ اس کی چاہت کا علمبردار تھا۔ وہ کیوں نہ مغرور ہوتی۔ مگر اس کا دل جلانے کو بولی۔

"خیر —— ہم تو بڑے سکون میں سوتے ہیں۔ اطمینان سے جاگتے ہیں۔ کوئی تنگ کرنے والا نہیں ہے نہ ہی کوئی اپنی سیدھی فرمائشیں کرنے والا ہے، بہت سکون اور آرام سے میں گزر رہی ہے۔"

"آئی ہیٹ یو گل!" وہ تپا تھا۔ تکین بے ساختہ ہنسی۔

"تم کبھی بھی میرا دل خوش نہیں کر سکتیں۔" وہ مایوس ہونے لگا تو وہ مزید بولی۔

"تو یوں کہیں نا کہ دل خوش کرنا ہے۔ مجھے خبر ہوتی تو زنانہ رسالوں کی رومینٹک کہانیوں سے ڈائیلاگز چرا لیتی۔ کم از کم آپ یوں خفا تو نہیں ہوتے۔"

"تم فیل ہو گی۔ میرا امتحان میں فیل ہو۔ قریب تھا جب بھی نالائق اسٹوڈنٹ تھیں۔ اب سمندر پار ہوں تو تب بھی نالائقی کے جھنڈے گاڑ رہی ہو۔"

وہ کھل کے ہنسی تھی۔

انس کی پیاسی سماعتیں سیراب ہونے لگیں۔

"میں نالائق ہی ٹھیک ہوں۔" وہ مطمئن تھی۔

"ہو تو تم بھی کندن مگر تمہیں تھوڑی سی دکھ اور جدائی کی آنچ دینی پڑے گی۔ پھر چمکو گی تم۔" وہ کہہ رہا تھا۔ اور تکین ہنس ہنس کر اس کا مذاق اڑا رہی تھی۔

"ہنہ ____ جدائی اور آپ۔ پندرہ دن تو نکالے نہیں جا رہے میرے بغیر۔"

"مذاق بن رہا ہے ساری گفتگو۔ کیا عزت رکھ رہی ہو تم میری۔"

"تو کون کہہ رہا ہے کہ جرمنی میں اپنے پوسٹرز لگوائیں۔ یہ سارا ماجرا تو یہاں بھی ہوا کرے گا، پیا تمام میں۔" وہ مذاق اڑا رہی تھی۔

انس ناراض ہونے لگا۔

"اب تو میں پاکستان آؤں گا ہی نہیں۔ کرتی رہنا وہاں دیکھئے۔ کہیں کسی کھوڑی کی کھوہ یا بانسوں کو اپنا مسکن بنا لوں گا۔"

"بلکہ اس کوری بانسوں والی کو بھی لے آنا۔ بچی انس! ذرا مجھے بھی ریلیف مل جائے گا۔" اپنی بات کے آخر میں خود ہی کھلکھلا دی تو انس تپ کر رہ گیا۔

●●●●●

طلب ایک کڑی حقیقت ہے۔

جس سے نگاہ چرانا ممکن ہی نہیں۔ اب یہ وقتی طلب تھی یا حقیقی اس کا اندازہ صبا کو نہیں ہو رہا تھا۔ مگر ان لمحات میں اس قدر خوبصورتی اس قدر دلکشی تھی کہ وہ ان کے فریب میں الجھتی چلی جا رہی تھی۔ دل کہہ رہا تھا اگر یہ دھوکا بھی ہے تو وہ دھوکا کھانے کو تیار ہے۔

اگر یہ خواب ہے تو وہ اس کی تعبیر سے بے نیاز اس کے فسوں کا شکار ہونے کو تیار ہے۔ بے پرواہ تھی۔ اور محبتوں کے طوفان رکا نہیں کرتے۔ سیلاب کی مانند بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں۔ ایسی ہی کیفیت کا شکار آج نوفل احمد بھی تھا۔ تمام تر نفرت اور خود ساختہ واہموں کو دل و ذہن سے جھٹکے وہ اس پل صرف اور صرف صبا کا تھا۔ صبا نوفل احمد کا۔

"آئی لو یو صبا!" وہ نجانے کتنی بار اسے یقین دلا چکا تھا۔ بلکہ اپنے عمل سے اپنے کہے کا

بخش دیا تھا۔ لیکن شاید خود بے بسی کی زد میں تھا۔ اس لئے صبا کو ایک جھٹکا سا لگا۔

اول رات سے لے کر آج تک وہ بدگمانیوں میں لپٹا طنز و استہزاء سے بات کرتا، اس پہ نفرتوں کے کنکر اچھالتا آیا تھا۔

تو ایک رات میں کیا جادو ہو گیا تھا کہ نوفل احمد اس کی جانب پلٹ آیا تھا۔

محبت ____؟

تو محبت ہے؟

کیا یہی محبت ہے؟

اس کے دل میں سوال گونجا۔

تب اس کے ذہن نے پوری شدت سے اس کی نفی کر دی۔ یہ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ وقت، کشش، ہوس، قربت پر نہیں ہے۔ تو کیا محض مجھے کھلونا سمجھ کر ____؟ وہ سر سے پاؤں تک جھنجھلا اٹھی تھی۔

ابھی کچھ دیر پہلے تک اسے اپنا آپ معتبر ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔

نوفل احمد کا لمس اس دنیا کی سب سے بڑی حقیقت لگ رہا تھا۔ اور اب اسے لگا جیسے اس کے وجود پر کن کھجورے رینگ رہے ہوں۔ جب تک ان سوالوں کا جواب نہ مل جاتا وہ اس قرب کو قبول نہیں کر سکتی تھی۔ تبھی اس کو سختی سے جھٹکتے ہوئے تمام تر وحشت اس کے لب و لہجے میں اتر آئی تھی۔

"صبا ____!" محبتوں کا خمار ابھی بھی اس کے انداز و الفاظ سے جھلک رہا تھا۔ مگر ادھر صبا کی انا اس کی عزت داؤ پہ لگی تھی۔

"ڈونٹ ٹچ می نوفل!" اس کا لب و لہجہ بدلنے لگا۔ آنسوؤں کی نمکینی حلق میں اتر آئی۔

کوئی اور وقت ہوتا، اول روز سے نوفل احمد اسے اپنی ہم سفری میں لے کے چلا ہوتا تو اس بات پہ ایک الجھاؤ ہوتا۔ بدگمانی کی بارش نہ برستی بلکہ محبتوں کی نرم و ملائم دھوپ ہوتی۔

"کیا ہوا صبا؟" وہ اب بھی متفکر نہیں ہوا تھا۔

مگر شاید اب صبا سوچ کی گہرائیوں میں اتر گئی تھی۔ تبھی تو ایک پل بھی چین نہیں آ رہا تھا۔

"آپ مجھے بیوی کی حیثیت سے اپنی تمام تر دلی و ذہنی آمادگی سے قبول کر رہے ہیں تو ٹھیک ہے لیکن اگر یہ اس رات کے فسوں کا شکار ہو کر محض ایک عورت کو پاس پا کر بہکنے کا احساس ہے نوفل احمد تو مجھے چھوئیے گا نہیں۔" اس کی زخمی انا پھنکار اٹھی تھی۔

نوفل احمد کا دماغ بھنّا اٹھا۔

●●●●●

"ملان! اگر تم نے مزید اکڑ دکھانے کی کوشش کی تو میں تمہارا حشر خراب کر دوں گی۔" وہ موبائل فون کان سے لگائے کھڑکی کے شیشے سے پار برستی سردیوں کی بارش کا نظارہ کرتی اسے دھمکا رہی تھی۔

"دیکھو ذرا اسے! اس میں اکڑ دکھانے والی کوئی بات نہیں۔ اور میں بہانے کیوں بناؤں گا؟ اگر مجھے تم سے ملنا ہوتا تو میں صاف انکار کر دیتا۔" شموئیل قدرے گڑبڑایا تھا۔

"ڈالے نے گہری سانس کھینچی، پھر طنزاً بولی۔
"ہاں ـــــ بدذوق تو تم شروع ہی سے ہو اور بد اخلاق اب اچھی طرح ظاہر ہو رہے ہو۔"
"میں بد اخلاق ہی بھلا۔" وہ بے ساختہ بولا اور پھر ڈالے کی لمس حسن کو اپنے اندر چھپایا بھی۔
"بد ہو تم خانوں کے نام پر شونگل خان! آفریدی کہتے ہو تم خود کو۔ اف، مجھے تو تمہارے بابا جان سے ملنا چاہیے اور تمہاری چارج شیٹ ان کے حوالے کرنی چاہیے۔ انہیں کچھ فکر کرنی ہے تمہیں سیدھا کرنے کی۔"
"کیوں میری جان کھا رہی ہو ڈالے! سونے دو یار! موسم خراب ہو رہا ہے باہر، اور میں بہت تھکا ہوا ہوں۔" وہ واقعی نیند کے جھونکوں کی زد میں تھا۔ سیزن کی وجہ سے ایکسپورٹ کا لوڈ بہت زیادہ تھا۔ اور پھر وہ خود بھی کام میں بہت انوالو رہتا تھا۔ وہ ملازموں پر انحصار کرنے والا بندہ نہیں تھا۔ تبھی کامیاب بھی تھا۔
"تم سونے لگے ہو؟" ڈالے کو جیسے جھٹکا سا لگا تھا۔ "اتنے خوبصورت موسم میں تمہیں نیند آ رہی ہے؟" وہ بے یقینی سے پوچھ رہی تھی۔
شونگل کراہ کر رہ گیا۔
"تو رات اور کس لئے ہوتی ہے؟" جواباً وہ مسکرا دی۔
"ایسی خوب صورت راتیں تو کافی پیتے، شیشے کے پار برستی بوندوں کا نظارہ کرنے اور ڈھیر ساری باتیں کرنے کے لئے ہوتی ہیں۔"
اس کے مخمور لہجے نے شونگل کے اعصاب کو الرٹ کیا تھا۔
"میرے خیال میں تمہیں بھی ایک پُرسکون نیند کی ضرورت ہے۔"
"میں اتنی بدذوق نہیں ہوں۔" ڈالے نے منہ بنایا تھا، پھر بولی۔ "تم یہ بتاؤ کہ بابا جان سے کب ملوا رہے ہو؟"
"یہ میں نے تم سے کب کہا تھا؟" شونگل کو جیسے کرنٹ چھو گیا تھا۔
جواباً وہ ہنسی تھی۔
"تم نے نہیں کہا تو اس کا یہ مطلب تھوڑی ہے کہ میں شادی سے پہلے اپنی ہونے والی سسرال نہیں جاؤں گی۔ بلکہ میں تو تمہارے بابا جان کے دربار میں حاضری دینے کو بھی تیار ہوں۔"
"خواب دیکھنا چھوڑ دو ڈالے بی بی!" وہ کہے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔
"ایسے ہی؟" اسے اعتراض ہوا تھا۔ بات سیریس تھی۔ ورنہ وہ "بی بی" کا نوٹس ضرور لیتی۔
"اب تو میں عادی ہو چکی ہوں ان خوابوں کی۔ تمہارے سنگ چلنا اور دور نکل جانا، حویلی کی راہداریوں میں گھومنا۔ اور تمہارے ساتھ ڈھیروں باتیں کرنا۔" وہ جیسے واقعی ان خوابوں کی گرفت میں آ گئی تھی۔

"ہر خواب کی تعبیر اپنی من مرضی کی نہیں ہوتی ڈالے آفریدی! آپ اپنی مرضی سے شاید خواب دیکھ تو سکتے ہیں مگر ان کی تعبیر نہیں بدل سکتے۔" وہ سنجیدہ تھا۔
"ارے چھوڑو یار! ہم کیوں فکر کریں؟ ہمت اور حوصلہ ہو تو قسمت کی ہر چال اپنے حق میں کی جا سکتی ہے۔" وہ اس کے لب و لہجے کی نقل کرتے ہوئے بولی تو نہ چاہتے ہوئے بھی شونگل مسکرا دیا۔
"آپ کی ہوا چھالی۔"
"پتہ ہے شونگل! میں نے سوچا ہے کہ اب میں پشوازیں سلوانا شروع کر دوں۔ سر پہ دوپٹہ لیا کروں۔ ٹراؤزر کی جگہ شلوار پہنا کروں۔ تمہاری حویلی کا روپ اپنا لوں تا کہ کوئی مجھے ریجیکٹ کرنے کا بہانہ پیش نہ کر سکے۔"
وہ کہہ رہی تھی۔ اور یہی وہ موضوع تھا جو شونگل خان کے اعصاب کو تناؤ کا شکار کر دیتا تھا۔ وہ کسی صورت بھی اس کے لہجے سے آس کے جگنو نہیں باندھنا چاہتا تھا کہ جن کی روشنی میں وہ اس کے پیچھے آ جاتی۔ مگر جو خود ہی خار زار میں الجھنے کو تیار ہو، اس کا کیا؟
"مر جاؤ گی ڈالے آفریدی! یہ راہ اتنی آسان نہیں ہے جتنی تم سمجھ رہی ہو۔" وہ بے اختیار ہوا تو ڈالے چونکی۔ یہ لب و لہجہ عام تو نہیں تھا۔ اتنی تپش تو شونگل خان آفریدی کے لب و لہجے میں کبھی نہیں اتری تھی۔
"تم ساتھ ہو تو میں ہر حد سے گزرنے کو تیار ہوں۔"
"مگر میں یہ نہیں چاہتا۔" شونگل نے اٹل انداز میں کہا تو وہ قہقہہ لگانے لگی۔
"کیا تم بابا جان سے ڈرتے ہو؟"
"میں صرف تم سے ڈرتا ہوں ڈالے آفریدی! ـــــ حقیقت سہار نہیں پاؤ گی تم۔" وہ بے بس ہوا تھا۔
"کیسی حقیقت؟" وہ حیران ہوئی تھی۔
دوسری جانب کئی لمحوں کی خاموشی تھی۔
"ایسا کیوں نہیں سمجھ لیتیں ڈالے! کہ میں تمہارے نصیب میں نہیں ہوں۔" وہ بولنے لگا تھا۔ لہجہ بوجھل تھا۔ وہ پاگل تھی تو کھنچا چلا جاتا تھا۔ مرد بھی تھا۔ اتنی خوبصورت لڑکی اس کے پیچھے پاگل ہو رہی تھی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی توجہ بکھر بکھر جاتی تھی۔
"خدا نہ کرے۔" وہ بے ساختہ بولی۔ پھر اسے ڈانٹنے لگی۔ "میں ایسا کیوں سوچوں؟ تمہارا تو دماغ خراب ہو گیا ہے شونگل خان! تمہیں تو میں تقدیر میں اوپر سے لکھوا کے لائی ہوں۔ تمہارے نام کی مہندی لگا کے دکھاؤں گی تمہیں، دکھاؤں گی اپنی ہتھیلی پہ تمہارا چمکتا نام۔"
"محبت اور فریب خود کو بھی ـــــ اور مجھے بھی۔"
"کیا بات ہے شونگل! کیا تم سنجیدہ ہو؟ خیریت تو ہے؟" وہ متفکر ہوئی تھی۔
"کتنی بار کہا ہے، میں ہزار دفعہ تم سے بھی کہہ چکا ہوں کہ تمہیں سمجھا سکے۔ بلکہ تم خود ہی سمجھ لو کہ

میں تمہارے لائق نہیں ہوں۔" وہ کہہ رہا تھا۔ اور ژالے اس کے لفظوں کی گھمن گھیریوں میں رہی تھی۔

"تمہارے سامنے پوری زندگی پڑی ہے۔ بلکہ جو زندگی تم گزار رہی ہو وہ میری تباہ زدہ ماحول سے بہت بہتر ہے۔ اپنے مقدر کو اپنے ہاتھوں پچھتاووں کے حوالے مت کرو۔ شریک سفر صرف تمہارا ہونا چاہیے ژالے! صرف تمہارا۔"

"اور تم کس کے ہو؟" ژالے بے یقینی کی زد میں تھی۔ "دیکھو! جھوٹ مت بولنا ورنہ میں مر جاؤں گی۔"

"میں اب مزید جھوٹ نہیں بول سکتا۔ کیونکہ میں تمہاری زندگی برباد ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔" شوبیکل نے صاف گوئی سے کہنا شروع کیا تو ژالے کے دل کی دھڑکن تھم تھم کے چلنے لگی۔

"میری شادی ہو چکی ہے ژالے!— دو سال ہو چکے ہیں— میں کسی اور کا ہوں۔"

"جھوٹ۔" وہ تیقن سے پُر لہجے میں بولی۔ "تم مجھ سے پیچھا چھڑانے کے لیے بول رہے ہو۔"

"میں سچ کہہ رہا ہوں— تم نوفل سے حقیقت معلوم کر سکتی ہو۔"

"نہیں۔ میں کسی سے نہیں پوچھوں گی۔ مگر تم مجھ سے یہ جھوٹ مت بولو۔" وہ تو جیسے شوبیکل کو خائف سی لگی۔

مگر وہ واقعتاً اسے کسی دھوکے آمیز امید کا شکار نہیں بنانا چاہتا تھا۔ نرمی سے بولا۔

"یہ سچ ہے ژالے! میں شادی کر چکا ہوں۔ اور میری بیوی میری فیملی کے ساتھ ہی رہتی ہے۔"

"میں مر جاؤں گی شوبیکل!" اس کی شربتی آنکھیں بھر آئیں۔

"کوئی کسی کے لیے نہیں مرا کرتا ژالے! یہ صرف کتابی باتیں ہیں۔ تم بھی ایک نئی زندگی شروع کرو۔" وہ سلامتی پر اتر آیا تھا۔

"کوئی کسی کے لیے نہیں مرتا شوبیکل! مگر میں تمہارے لیے مر جاؤں گی۔ میرے ساتھ ایسا مت کرو۔" ژالے نے جیسے اس کی منت کی تھی۔

"مت دو تکلیف خود کو بھی اور مجھے بھی ژالے! جو حقیقت تھی وہ میں نے تمہیں بتا دی۔ اگر میری بات کا یقین نہیں ہے تو اب تم نوفل احمد سے پوچھ لو۔" شوبیکل نے اس کے ساتھ اپنا ایک آخری موڑ دے کر آہستگی سے خدا حافظ کہا اور موبائل آف کر ڈالا۔

"بکواس— بکواس کر رہا ہے۔" وہ ابھی تک بے یقینی کی گرفت میں تھی۔

ہتھیلی سے رگڑ کر آنسوؤں کی دھند صاف کرتے ہوئے اس نے اگلا نمبر نوفل احمد کا ملایا۔ وہ مسلسل آف مل رہا تھا۔

"جب وہ خود کہہ رہا ہے تو......" وہ تھم سی گئی تھی۔

نے شادی کر لی۔"

اس کے قدم بلند قامت آئینے کے سامنے رکے تھے۔

میں ژالے آفریدی ہر روپ سروپ لے کر کسی کے سامنے جاؤں اور وہ مجھے اپنا آپ واپس نہ دے اور وہ بے قدرا— قدر ہی نہ جان سکا میری— اتنی آسانی سے اس نے اپنا تن من لا پروا دیا۔ وہ سراپا جو میری آنکھوں میں اتنے برسوں سے مقید تھا اب کسی اور کی ملکیت ہو گیا۔ وہ آنکھیں جن کے سحر کی چمک کو میں نے اپنی پوروں سے چھونے کی تمنا کی تھی، ان میں کسی اور کے خواب پلنے لگے تھے۔ وہ قرب جس کی چاہ مجھے تنہا پارک سے یہاں کھینچ کے لائی تھی، کسی اور کے شب بن چکا تھا۔

"آئی ہیٹ یو شوبیکل خان آفریدی!— آئی ہیٹ یو۔"

ایک جنون کی سی کیفیت میں اٹھی تھی۔

تو پھر یہ طے ہے کہ اب عمر بھر نہیں ملنا، تو پھر یہ عمر بھی کیوں، اگر تم سے نہیں ملنا۔

ڈیڈی اپنے بستر میں آرام سے محو استراحت تھے۔ ورنہ آدھی رات گئے اس کی آمد کا مقصد ضرور پوچھتے۔ وہ سیدھی ان کے واش روم میں گئی تھی۔

تو پھر یہ عمر بھی کیوں— جب جینے کا مقصد نہیں رہا شوبیکل خان— !

اس نے ریزر کھول کر بلیڈ نکالا اور ایک وحشت کے عالم میں دانت جما کر اپنی داہنی کلائی پر رکھ دیا— !

●●●●●

نوفل کا ذہن بے یقینی کی زد میں تھا۔

بالکل— یہ انداز و الفاظ صبا کے تھے—؟

اس نے گلاب کے پھولوں سے اس کی جھولی بھر دینے کو تھا۔

اپنی وفاؤں سے تمام کدورت مٹانے کو تھا۔

اور وہ ایک بار پھر اس کا ہاتھ جھٹک چلی تھی۔

"تم کبھی میرا اعتبار نہیں کرو گی۔" وہ یکلخت پھنکارا تھا۔

با حیرت اسے دیکھنے لگی۔

لہجے میں پہلی بار وہ اسے "آپ، جناب" سے ہٹ کے مخاطب کر رہا تھا۔

"کیا ہے تمہارے لیے تڑپتا رہوں، سلگتا رہوں، تمہاری طلب میں پاگل ہوتا رہوں۔ مگر میری ذات تمہارے سنگ دل پر کبھی اثر پذیر نہیں ہو گی۔ تم رہو گی تنہا اپنی گزشتہ محبتوں کے گنبد میں، تمہیں کبھی بھی میری محبت کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ کیونکہ تمہارے دل کا پیمانہ لبالب بھرا ہوا ہے۔ آج میں ہوں— میں جو—"

اور بہتی ہوئی آنکھیں اس پہ جمائے شدید بے بسی کے عالم میں تھا۔ اور یہ کیا راز کھول رہا تھا۔

اس کا سر چکرانے لگا۔ شانوں میں گھستی اس کی انگلیوں کا درد ذرا بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا
وہ تو ایک بحرِ تحیر میں غرق تھی۔
مگر لمحے ریت کی مانند ہاتھوں سے پھسل چکے تھے۔
اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ان انکشافات پر کیا ردِ عمل ظاہر کرے ——— وہ پلٹ کر کر
چکا تھا۔
شاید سب کچھ ختم کر کے۔
سب کچھ
وہی، جو ابھی شروع ہی ہوا تھا اور وہ اپنی بے وقوفی کے ہاتھوں سب گنوا بیٹھی تھی۔
اور اب خالی ہاتھ مل رہی تھی۔

●●●●●

"تم پہ ہے انس! وہاں اتنی دور بیٹھ کے بھی دل جلائیں گے میرا۔ یہاں تو بہت اداس
کرتے ہیں۔" وہ مایوسی سے کہہ رہی تھی۔
انس ہنسا۔
"تب کون سا قدر کرتی تھیں تم جو یہاں فون سے کر کے "دل پشوری" کیا جا رہا ہ
وہ دل کھول کے ہنسی۔
"کس قدر بچے ہوئے ہیں انس! ویسے کر کیا رہے ہیں اس وقت؟"
"ایسے ہی، دماغ خراب ہوا تو تمہارے لئے شاپنگ کرنے نکل کھڑا ہوا۔ ابھی گاڑی
پہ کھڑا ہے اور میں فون بوتھ پہ کھڑا دھوپ سینک رہا ہوں۔"
"دھوپ یا آنکھیں؟" تمکین نے چھیڑا تو وہ ڈھٹائی سے بولا۔
"یہی سمجھ لو ——— جو کر سکتا ہوں وہی کروں گا نا۔"
"آئی کل یو انس!" وہ غرائی تھی۔ تبھی لائن ڈراپ ہو گئی۔
"شٹ ——— !" وہ سخت بدمزہ ہوئی تھی۔
تبھی بوتھ سے نکلتے ہوئے زیرِ لب مسکراہٹ کے ساتھ انس اپنے موبائل سے دوبارہ
لگا۔ تصورِ جاناں میں ڈوبا وہ اپنے دھیان میں گم تھا۔
تمکین نے لپک کر ریسیور اٹھایا۔
"مجھے خبر تھی میری جان انتظار کر رہی ہو گی۔" وہ اندر تک ٹھنڈا ہو گیا۔
"ایسے ہی ——— میں تو کسی اور کے فون کے انتظار میں تھی۔" وہ مکر گئی۔
"کبھی تو اعتراف کر لیا کرو جانم!" وہ مطلبیانہ انداز میں بولا تو وہ چڑنے لگی۔
انس نے ہاتھ اٹھا کر سڑک کے پار عمار کو اشارہ کیا۔ کان سے موبائل لگائے وہ
سے تمکین کو سن رہا تھا۔

نے ہی دست ڈرائیور کا نذرانہ اسے اپنی طرف بڑھتا دکھائی ہی نہیں دیا تھا۔
"انس ———!" عمار زور سے چیخا تھا۔
مگر تب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔
تمکین نے ایک دھماکا اور انس کی کراہ سنی تھی اور بس۔
وحشت نے اسے اپنے بے رحم حصار میں لے لیا۔

اور پھر وہ آ گیا تھا۔
تین نہیں بلکہ پندرہ دنوں کے بعد۔
لیکن پہلے کی طرح ہنستا مسکراتا نہیں، بلکہ تابوت میں بند لاشے کی صورت۔
اور ان پندرہ دنوں میں گھر والوں کا کیا حشر ہوا تھا یہ بتانے کے لائق نہیں تھا۔
میر ہاؤس میں صف ماتم بچھ گئی تھی۔ جس جس نے سنا اس کی آنکھیں اشک بار تھیں۔
اس قدر جوان موت۔
جہاں سب لوگ کے بوکھلائے ہوئے تھے تو وہیں تایا جان بھی ڈھے سے گئے تھے۔ جوان بیٹا بھری جوانی میں انہیں بے سہارا کر گیا تھا۔ تائی جان تو حواس میں تھیں ہی نہیں۔ انہیں ہاسپٹلائز کرنا پڑا تھا۔ ان کا ذہن انس کی موت کی خبر پر ہی ٹھہر گیا تھا۔
اور پھر وہ بھی۔
انس کی دیوانی۔ اس کی خوشی میں خوش اور اس کے غم میں شراکت دار۔
اسے شاید اس خبر کے متعلق نہ ہی بتایا جاتا۔ مگر کیا، کیا جاتا کہ نون پر اس وقت وقاص کا جاوا کی ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ مگر اس کی حالت تو ایسی تھی کہ نہ چاہتے ہوئے بھی سب کو ذلالت کسی طور بھی انس کی موت کا یقین کرنے کو تیار نہیں تھی۔ لیکن تقدیر سے کون لڑ سکا ہے؟
موت سے کس کو رستگاری ہے؟
اسے بھی پندرہ دنوں کے بعد یقین آ گیا تھا۔
اور تب سے اب تک وہ پتھر کی ہو گئی تھی۔ جب وہ ہمیشہ کے لیے گیا تب بھی اسے یقین نہیں آیا تھا۔
نوفل اسے گلے لگا کر رو دیا۔ مگر اس کی پتھرائی آنکھوں میں سے ایک بھی آنسو نہیں ٹپکا۔ اس کی حالت پتھر دلوں کو بھی پگھلا رہی تھی۔ اور جانے والے کب رکا کرتے ہیں۔ وہ بھی چلا گیا دائمی جدائی دے کر۔

●●●●●

اسے ژالے کے ڈیڈی کا فون ملا تھا۔

"میں نوفل کو ڈراپ کر رہا تھا۔ مگر اس کا فون مسلسل بزی مل رہا تھا۔"
"جی انکل!" وہ آنکھیں مسلتا اٹھ بیٹھا۔
"بیٹا! آپ اس وقت یہاں آ سکتے ہیں؟ ــــ ژالے ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہے۔" وہ پریشانی کے عالم میں کہہ رہے تھے۔
شوئیکل کا دل دھڑکنے لگا۔
"کیسے کیا ہوا ہے؟"
"میں بہت پریشان ہوں شوئیکل بیٹا! وہ بہت ڈپریس لائف گزار رہی تھی۔ ایسے میں خودکشی کی کوشش کی۔ مجھے تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔"
وہ نہیں اسے کیا کیا بتا رہے تھے مگر وہ تو وہیں بھک سے اڑ گیا تھا۔
خودکشی ــــ
"کون سے ہاسپٹل میں ہے وہ؟"
اسے اپنی آواز کسی گہرے کنوئیں میں سے آتی محسوس ہوئی تھی۔ جواباً انہوں نے اسے ہاسپٹل کا بتا دیا۔ اس نے مزید کچھ بات کیے بغیر فون آف کر دیا۔ اگر وہ اتنے صدمے میں نہیں ہوتا تو شاید انہیں ڈھارس دینے کے لیے دو بول بولنے کی بھی زحمت نہ کرتا۔ مگر اب بھی اس کی حالت قابل دید تھی۔
گھر سے نکلتے ہوئے گاڑی چلاتے ہوئے وہ مسلسل نوفل سے کنٹیکٹ کرنے کی کوشش کرتا رہا مگر نمبر نہیں مل رہا تھا۔ مایوس ہو کر اس نے گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔ وہ جلد از جلد ہاسپٹل پہنچنا چاہتا تھا۔
ژالے کے ڈیڈی بے حد متفکر سے اسے کوریڈور ہی میں مل گئے تھے۔
وہ لپک کر ان کے پاس پہنچا۔
"اب کیسی ہے وہ؟" وہ متوحش تھا۔
"پہلے سے بہتر ہے۔" وہ تھکے تھکے انداز میں کہتے وہیں بینچ پر بیٹھ گئے تو وہ بھی ان سے کچھ فاصلے پر ٹک گیا۔
"لیکن اس نے یہ سب......"
وہ کیا کیا سوچ کے چکر میں پڑنے ہی لگا تھا کہ یکلخت ہی ایک جھماکے کے ساتھ اس کے ذہن میں ساری بات ژالے سے فون پر ہونے والی آخری گفتگو تازہ ہو گئی۔
وہ مضطرب سا بات ادھوری چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔
"کلائی کی رگیں کاٹ لیں اس نے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی شوئیکل! کس بات نے اسے اتنا مایوس کیا کہ وہ زندگی سے منہ موڑ گئی۔ میرا بھی خیال نہیں کیا۔" وہ بے حد شکستہ دل ہو رہے تھے۔
جب سے اب تک یہی بات تو ذہن کھائے جا رہی تھی کہ اتنی خوش و خرم ژالے خودکشی جیسا انتہائی اقدام کیسے کر سکتی ہے۔
"کوئی کسی کے لیے نہیں مرتا ژالے! ــــ تم بھی نئی زندگی شروع کرو۔" اسے یاد تھا اس نے کہا

تھا۔ اور جواباً وہ بولی تھی۔

"میں مر جاؤں گی شو کِل! میرے ساتھ ایسا مت کرو۔"

"الٰہی!" وہ سر تھام کر بیٹھا رہا۔

"تو سچ بولتا تھی میرا جرم ہو گیا ہے ــــ مگر اے خدا! تو گواہ ہے کہ میں نے اُسے آنے والے وقت کی تکلیف سے بچانے کی مقدور بھر کوشش کی تھی۔ مجھے کیا خبر تھی کہ وہ جذباتی... قدر بولڈ اسٹیپ لے گی۔ اور اس کی مجھ سے محبت ــــ اتنی گہری، اتنی شدید کہ یہ... خوف بھی نہیں ہوا ہے۔ جانے دل کی کن گہرائیوں میں گڑی ہیں اس یک طرفہ محبت کی... ابھی تک سناٹا تھا۔

یک طرفہ محبت!

وہ ٹھٹکا۔

یہ خیال کا تنکا سا ذہن میں گرا تو کتنی ہی دیر کھٹکتا رہا۔ پھر کوئی اس کے اندر طنز... طنزیہ اور جتانے والے انداز میں۔

"شو کِل خان آفریدی! کسے دھوکا دیتے ہو؟ ثنا آفریدی کو یا اپنے آپ کو؟ ــــ نہیں لیجیے کہ تم اس سے نہیں بلکہ اتنے سالوں سے خود سے بھاگ رہے ہو ــــ ... بھاگ رہے ہو کہ ثنا کی محبت یک طرفہ نہیں بلکہ تم بھی گرفتارِ محبت ہو۔ اور یہ کہ... آنکھوں میں اُبھرتے اپنے عکس ہی نے تمہیں محتاط کر دیا تھا۔ تم جو برسوں میں جکڑے... پر وہ ــــ"

وہ شدید ذہنی تناؤ کا شکار تھا ــــ اگر اس وقت ڈاکٹر نہ آ جاتا تو شاید اس کا نروس... دے جاتا۔

"اب وہ خطرے سے باہر ہیں۔ مگر آفریدی صاحب! یہ فقط آپ کی بدولت ہوا... پولیس کو اطلاع نہیں کی۔ ورنہ ہم ایسے کیسز بہت محتاط ہو کر ہینڈل کرتے ہیں۔"

"ٹھیک ہو عباس! ــــ میں سمجھ سکتا ہوں۔" انکل ممنون ہوئے تھے۔ اگر ڈاکٹر... کے اچھے اور دیرینہ تعلقات نہ ہوتے تو یقیناً اب تک وہ پولیس کے چکروں میں پڑ... بتا رہی ہوتی وہ الگ۔

"مگر آئندہ خیال رکھیے گا ــــ اُسے بہت کیئر کی ضرورت ہے۔ وہ شدید ذہنی... ہے تبھی ایسی حرکت کی ہے اس نے۔ ورنہ ثنا جیسی سمجھدار لڑکی سے میں ایسی توقع... اسے اس ذہنی دباؤ سے نکالیں۔ ورنہ اس کا نروس بریک ڈاؤن بھی ہو سکتا ہے۔"

ڈاکٹر عباس نے سنجیدگی سے کہا اور ایک ہی دو چار پیشہ ورانہ نصیحتیں کر کے چلا گیا۔

"کیا ہوا ہے اُسے شو کِل؟ ــــ تم تو اس کے دوست ہو۔ رات وہ اچھی بھلی... بالکل ٹھیک تھی۔ پُرسکون اور مطمئن۔ پھر ایسا کیا ہو گیا؟ ــــ ایسی کون سی انتہا ہو گئی...

یہ زندگی جیسی شے بے کار لگنے لگی۔ ایسا کیا چھن گیا اس سے؟"

انکل حوصلہ چھوڑ بیٹھے تھے۔ مگر شو کِل خان آفریدی ان کے کسی ایک بھی سوال کا جواب دینے کے قابل نہیں تھا۔

●●●●●

"خدا کے لیے تھکن! پیٹ بھر کے نہ سہی، دو نوالے ہی کھا لو بیٹے! اپنا نہیں تو آنے والی زندگی کا خیال کرو۔"

چچی جان آج سے نہیں، مسلسل دو دن سے اس کی منتیں کر رہی تھیں۔ اور وہ تھی کہ دنیا سے بیگانی، بے پروا... رو رو کر اس کی آنکھوں کے سوتے خشک ہو گئے تھے۔ آنکھیں سوج گئی تھیں، آواز بیٹھ گئی تھی۔ مگر غم تھا کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

عماد پر نظر پڑی تو وہ چچی جان کا ہاتھ جھٹک کر غیر متوقع تیزی سے اُٹھ کر اس کی طرف لپکی۔

"مونس کہاں ہیں؟ ــــ میں نے آپ کو کہا تھا، ان کا دھیان رکھنا۔ پھر کہاں چھوڑ آئے ہیں؟" اس کی آستین کو مٹھی میں جکڑے وہ وحشت زدہ انداز میں پوچھ رہی تھی۔

گریہ و زاری سے سوجی گلابی آنکھیں اور بیٹھی بیٹھی آواز۔ حلیے سے جلیبی میں ــــ یہ وہ لڑکی تو نہیں تھی جو ہر وقت بنی سنوری، خوشبوؤں میں بسی انس کی دلداری کا سامان کیے رہتی تھی۔

عماد کا دل کٹنے لگا۔

اس نے بھی تو بھائیوں جیسا دوست کھویا تھا۔ جس کا جتنا بھی ماتم کیا جاتا وہ کم تھا۔

"عماد بھائی! بتائیں نا ــــ کہاں ہیں انس؟ میں اتنے دنوں سے ان کا انتظار کر رہی ہوں۔ انہوں نے تو پرسوں آنے کا کہا تھا۔ اب تو اتنے دن گزر گئے۔ آپ تو ان کے ساتھ آنے والے تھے پھر اکیلے کیوں آ گئے؟"

وہ اس سے کہہ رہی تھی۔

جیسے اسے انس کی موت کی خبر ہی نہ ہو۔

جیسے اس کی جدائی کا دکھ سمجھ میں آیا ہی نہ ہو۔

چچی جان روتی ہوئی آگے بڑھیں اور اسے شانوں سے تھام لیا۔

"صبر کرو میری جان! قسمت میں اتنا ہی ساتھ لکھا تھا تو کوئی کیسے مٹا سکتا تھا؟"

مگر اس نے جیسے ان کی بات سنی ہی نہ تھی۔ ان کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے اسی انداز میں بولی۔

"کیسی باتیں کرتی ہیں۔ دیکھیے، عماد بھائی تو لوٹ آئے ہیں۔ انہوں نے بھی ان کے ساتھ آنے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ اور پھر میرے بغیر تو وہ رہ ہی نہیں سکتے۔ [illegible] ہے نا عماد بھائی؟"

وہ اب عماد سے پوچھ رہی تھی۔ اس کی شرٹ کی آستین ابھی تک تھکن کی گرفت میں تھی۔ اس قدر جوان مرد ہوتے ہوئے بھی اس کی حالت دیکھ کر عماد کا دل پانی ہونے لگا۔ ... مردانگی کا

زمیں چھوڑ کر اونچی آواز میں رو دیے۔ ابھی تک وہ سب انس کی موت کو قبول نہیں کر پا رہے تھے
وہ جو اس کی ہم سفر، ہم نفس تھی، جس کے بغیر ایک لمحہ گزارنا بھی انس کو قیامت لگا کرتا
جس کا وہ برملا اظہار بھی کیا کرتا تھا، کس حوصلے سے وہ داغ جدائی دے گیا تھا۔
اور اب تمکینہ کی حالت ــــــ یہ لمحہ موجود تھا۔ اور برداشت سے باہر تھا۔
عماد بے بسی سے چچی جان کی طرف دیکھنے لگا۔ مریم پھپھو روتی ہوئی آگے بڑھیں۔ آج
کے قل کا دن تھا۔
گھر خواتین اور مردوں سے بھرا ہوا تھا۔ تائی جان بدستور ہاسپٹل میں تھیں۔ غم سے نڈھال
محمد سعید اور صبا مسلسل ان کے پاس تھے۔ ایسے میں تمکینہ کی خود سے بے گانگی مزید دکھ کا باعث
رہی تھی۔ شادی کے چند ماہ بعد ہی ہر وقت دلہن کی مانند سجی رہنے والی لڑکی کا روپ اجڑ گیا
لباس میں بیٹھا تھا۔
"میری بچی ــــــ!" مریم پھپھو اسے گلے سے لگا کے رو دیں۔
"انس کیوں نہیں آئے پھپھو! میں نے تو انہیں عماد بھائی کے بھروسے بھیجا تھا۔ ان سے پوچھیں
یہ انہیں کہاں چھوڑ آئے؟"
وہ ان کی گرفت میں کسمسا کر شکوہ کناں ہوئی تو چچی جان حوصلہ ہار بیٹھیں۔ ایک دم سے تڑپ
رونے کی آوازیں گونجیں تو تمکینہ چونک کر چچی جان اور حمرہ کو دیکھنے لگی۔ جیسے کچھ سمجھنے کی کوشش
رہی ہو۔
"وہ نہیں آئے گا میری جان! ــــــ مان لو اس حقیقت کو۔ ایک بار کھل کر سوگ منا لو اور
بوجھ ہلکا کر لو۔ وہ چھوڑ گیا ہے تمہیں۔ ہمیشہ کے لیے۔"
صالحہ بیگم ضبط کھو بیٹھی تھیں۔ جبکہ عماد تیز قدموں سے چلتا باہر نکل گیا تھا۔
"جھوٹ کہہ رہے ہیں آپ سب۔" تمکینہ مریم پھپھو کے بازوؤں کی گرفت ہٹاتے ہوئے بے
سے بولی۔ اور اول روز سے ایسا ہی ہو رہا تھا۔ ایک تو وہ انس کی موت کو مانتی ہی نہیں تھی۔ اور
ذرا حواس میں لوٹتی تو آنسو تھمنے میں نہیں آتے تھے۔
"ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ انس آنے والے ہیں۔ مجھے کہا تھا انہوں نے، بس دو چار دن لگیں گے۔"
وہ کہتی ہوئی صالحہ بیگم کے پاس بیٹھی اور سر ان کی گود میں رکھ لیا۔
"آپ تو یونہی انس سے ناراض ہو رہی ہیں۔ وہ جلدی آ جائیں گے۔ پھر میں ان سے کہوں
گی۔ وہ اجازت نہیں دیتے مگر آپ کہیں گی تو وہ مان جائیں گے۔"
وہ پھر سے اسی دیوانگی کی زد میں تھی، جہاں کوئی بھی اس کی کچھ مدد نہیں کر سکتا تھا۔ سب
روتے ہوئے دھندلائی نظروں سے سیپارہ پڑھنے لگیں کہ اس کلام پاک سے بڑھ کر اور کہیں
سکون نہیں تھا۔

●●●●●

انس کی موت کی خبر نے اسے اتنا شاکڈ کیا تھا کہ وہ جو بہت ناراض سا تھا لے کی خودکشی اور اس
کا شکوہ لے کر آیا تھا، ساکت رہ گیا۔
"یہ کیسے ہو گیا یار!؟" بہت دیر بعد وہ بولنے کے قابل ہوا تھا۔
"بس قسمت اجڑ دی، یا پھر ہماری آزمائش۔" وہ خود نڈھال تھا۔
جان سے پیارا بھائی، بہن کی زندگی کا سب سے بڑا دکھ اس کا دل چیر گیا تھا۔ وہ جو اس کی آنکھوں
میں کبھی آنسو نہیں دیکھ سکتا تھا اب اسے اس دگرگوں حالت میں دیکھنے کا حوصلہ کہاں سے لاتا۔ سو اس
کے بیٹھے میں اس سے بچتا ہی رہا تھا۔
"تمکینہ کیسی ہے؟" شمونکل نے دکھ سے پوچھا تو ضبط کی لالی اس کی آنکھوں میں اترنے لگی۔
"کیا ہو سکتا ہے کوئی انسان اپنی زندگی کے بغیر؟ وہ تو بس جیسے دنیا سے بے خبر ہو گئی ہے۔"
"خدا بھی کیا آزمائش ڈالتا ہے اپنے پیاروں پر۔" شمونکل نے گہری سانس بھری تھی۔ پھر اسے
حوصلہ دینے لگا۔ "مگر وہ جتنا بڑا دکھ دیتا ہے اتنا ہی صبر بھی عطا کرتا ہے۔ اور یہ تو اس کا وعدہ ہے کہ
وہ ہمیں ہماری استطاعت سے بڑھ کر نہیں آزماتا۔"
"ٹھیک تو ہے مگر تمہیں ملنے والی شمونکل خان! ایسا غم ملا ہے نہیں۔" نوفل ٹوٹنے لگا تھا۔
"حوصلہ کرو یار! تمہیں تو سہارا دینا چاہیے تمکینہ کو، ماں جی کو۔" شمونکل نے اسے ٹوکا۔
"ابی تو تمکینہ کو اکیلا چھوڑنے کو تیار ہی نہیں۔ اس دن سے وہیں تھیں۔ کل زبردستی واپس لایا
ہوں۔ مگر ان کی حالت بھی ٹھیک نہیں۔ بی پی مسلسل شوٹ کر رہا ہے۔" نوفل نے بتایا تھا۔
"ظاہر ہے ــــــ صدمہ ہی اتنا غیر متوقع اور شدید ہے۔ میں اتنا دکھ اور تکلیف محسوس کر رہا
ہوں تو جن سے اتنی قریبی تعلق داری ہے ان کی کیا کیفیت ہو گی۔"
شمونکل نے گہری سانس کھینچی تھی۔ پھر معذرتانہ انداز میں بولا۔
"ماں جی سے ملنے کا جی تو بہت ہے مگر میں ابھی ان کا سامنا نہیں کر سکتا۔ ان کی چوٹ بہت
گہری ہے۔ زخم بھرنے میں وقت لگے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ پھر سے انہیں گزرے وقت میں لے جا
کر کھڑا کر دوں۔ مگر تم حوصلہ کرو یار! ان کے سامنے خود کو مضبوط بنائے رکھو۔ انہیں بھی سنبھلنے میں
آسانی ہو گی۔"
"ہوں ــــــ"
نوفل نے یونہی سر ہلا دیا تھا کہ اب تو صبر اور حوصلہ کسی وقت ہی کو آنا تھا۔

●●●●●

ناملے نے اسے دیکھتے ہی آنکھیں موند لی تھیں۔
وہ گہری سانس بھرتا آگے بڑھا اور اسٹول کھینچ کر اس کے بستر کے پاس بیٹھ گیا۔
وہ اب بھی خود کو سویا ہوا ظاہر کر رہی تھی۔
"کم از کم انسان میں اتنا حوصلہ تو ہونا چاہیے کہ وہ حقیقت کا کھلے اور مضبوط دل سے سامنا کر

سکے۔" شموئل نے طنز کیا تھا یا تبصرہ۔ مگر وہ بھڑک ضرور اٹھی تھی۔

"تم یہاں کیوں آئے ہو؟ ——— میرا تماشا دیکھنے؟"

"مجھے پتہ تھا تم جاگ رہی ہو۔" وہ اطمینان سے بولا تو ژالے چلا اٹھی۔

"اب کیوں آئے ہو یہاں؟ ——— کیا باقی رہ گیا ہے توڑنے کو شموئل خان! ایک دل تھا میرے پاس۔ وہ بھی تم نے........"

"چ ——— چ ——— "

قدرے توقف کے بعد وہ اس کے چہرے پر نظریں جمائے ہوئے تاسفانہ انداز میں بولا۔

"اس بہادری اور مضبوطی کے دعوے کیا کرتی تھیں تم ژالے آفریدی؟ ——— محض ایک ذرا سے چکر میں پوری زندگی کو داؤ پر لگا دیا۔ میں بہت مایوس ہوا ہوں تمہاری کارکردگی سے۔"

اس کی باتیں ژالے کا دماغ گھمانے لگیں۔

یعنی وہ اس کے انتہائی اقدام کو کوئی اہمیت دینے کو تیار ہی نہیں تھا۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے شموئل! ورنہ اب کی بار میں خود کو نہیں بلکہ تمہیں مار ڈالوں گی۔" بمشکل خود پر قابو پاتے ہوئے وحشت زدہ لہجے میں بولی تھی۔

دو دن ہو گئے تھے اسے ہاسپٹل سے آئے۔ اور اب وہ دل جلانے آ پہنچا تھا۔

"یہ ہوئی نا بات ——— یعنی جس پہ غصہ ہے اس پہ نکالو۔ خود کو تکلیف پہنچائی تو کیا کمال کیا" وہ اسے سراہتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ اس کے انداز بالکل بدلے ہوئے تھے۔ جیسے وہ پہلے والا شموئل ہو۔ ورنہ اس سے پہلے تو وہ یوں اس کے "ٹھٹھے" لگانے کی جرأت نہیں کر پاتا تھا۔

"میں نے کسی کے لیے بھی خود کو تکلیف نہیں پہنچائی۔ تم کسی غلط فہمی میں مبتلا مت ہونا۔" وہ غصے میں بولی تھی۔

"میری ایسی مجال کہاں۔" وہ انکساری سے گویا ہوا۔

"تم یہاں آئے کیا کرنے ہو؟ ——— اور میرے کمرے میں آنے کی تمہیں کس نے اجازت دی ہے؟" ژالے تپ گئی تھی۔ اندر جتنی آگ تھی کم ہونے میں نہیں آ رہی تھی۔ اوپر سے یہ نیا ڈرامہ۔

وہ تو ڈیڈی ہی کا سامنا نہیں کر پا رہی تھی۔ اور یہ سب اس کے سامنے بیٹھے شخص کی وجہ سے تھا جو کبھی جان لگتا تھا۔ مگر اب جانی دشمن لگ رہا تھا۔

"مجھے کسی کی اجازت کی کیا ضرورت ہے بھلا۔" وہ بھنویں اچکاتے ہوئے لاپروائی سے کہہ رہا تھا۔

"مجھے یاد نہیں رہا۔ ورنہ میں واچ مین کو تمہاری تصویر ضرور دکھا دیتی۔ وہ وہیں سے دھکے دے کر تمہیں رخصت کرتا۔" ژالے نے دانت پیسے تھے۔

اتنا زور لگا کر بولنے سے وہ ہانپنے لگی تو تکیے سے ٹیک لگا لی۔

"کیا ضرورت تھی اتنی بہادری دکھانے کی؟ ——— خواہ مخواہ میں اپنی صحت برباد کر لی۔ پہلے ہی

تمہاری۔" وہ بھرائے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

ژالے نے آنکھیں موند کر گہری سانس اندر کھینچی۔ گویا خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کی۔

"تماشا دیکھنے آئے ہو میرا؟"

اب کی بار اس نے سنجیدگی سے پوچھا تو شموئل نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"نہیں بلکہ تمہاری بے وقوفی پوائنٹ آؤٹ کرنے آیا ہوں ژالے آفریدی!" وہ بھی سنجیدگی سے بولا تھا۔ پھر گویا الفاظ کے ساتھ ساتھ ہمت بھی مجتمع کرتے ہوئے بولا۔

"تم نے مجھے اتنا ستایا، اتنا تنگ کیا۔ اور اپنی باری پہ ذرا سا مذاق برداشت نہیں کر پائیں۔"

"مذاق ———؟" وہ بھونچکا سی اسے دیکھنے لگی۔

وہ ذرا سے مسکرا دیا۔

"کیا مجھے تم سے مذاق کرنے کا کوئی حق نہیں تھا؟"

"تم مذاق کر رہے تھے؟" اس نے بے یقینی سے پوچھا تھا۔

شموئل نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تم نے شادی نہیں کی ہے؟" اس کی آنکھیں لبالب بھر گئی تھیں۔

"نہیں۔" شموئل نے گہری سانس بھری۔

"مگر تم نے تو کہا تھا کہ......"

"جھوٹ کہا تھا میں نے۔" وہ اسے یاد کرانے لگی تھی کہ وہ اس سے پہلے ہی اس کی بات کاٹ گیا۔

"تو تم ——— یعنی کہ شموئل! تم نے مجھ سے مذاق کیا تھا ——— جھوٹ بولا تھا؟" وہ ابھی بھی بے یقینی کے سمندر میں غوطہ زن تھی۔ دفعتاً اٹھ بیٹھی۔

"آئی ایم سوری۔ مگر مجھے نہیں پتہ تھا کہ تم یوں ری ایکٹ کرو گی۔" وہ اس سے نظر چرا گیا تھا۔

ژالے نے آگے جھک کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں جکڑا۔

"تم جھوٹ کہہ رہے تھے شموئل؟ ——— تم کسی اور کے نہیں ہوئے ———؟" وہ ایک دم سے اس کی آنکھوں کا پانی رخساروں پہ چھلک آیا۔

"ہاں ——— میں کسی اور کا نہیں ہوا۔ خدا گواہ ہے۔" وہ بے ساختہ بولا تھا۔

درحقیقت ژالے کی جذباتیت اسے پوری جان سے ہلا گئی تھی۔ وہ اس کے پیار کو تو سمجھتا تھا مگر شدت کو اب جان پایا تھا۔

"آئی ہیٹ یو شموئل خان! ——— اگر میں مر جاتی تو؟" وہ اپنے رخساروں کو ہتھیلیوں سے رگڑتے ہوئے ناراضگی سے بولی تو وہ بے اختیار بولا۔

"تو میں بھی مر جاتا۔"

ژالے اسے دیکھنے لگی۔ پھر سنجیدگی سے بولی۔

"تم کہیں مجھ پر ترس کھا کر یا ہمدردی میں تو یہ سب نہیں کر رہے ہو؟"

"کیں ـــــ اتنا ہی جانتی ہو مجھے؟" شموئل کا انداز چیلنجنگ تھا۔ اور یکدم وہ لاجواب ہو کر ہار گئی۔

"تم نے مجھے بہت تنگ کیا ہے شموئل! ـــــ آئی ہیٹ یو ـــــ کیونکہ ـــــ تم سے محبت کرتی ہوں۔" وہ کہتی ہوئی بے دم سی لیٹ گئی تو ہونٹوں پر بے حد خوبصورت مسکراہٹ اور آنکھوں میں چمک۔ وہ بھی مسکرا دیا۔ شموئل خان آفریدی کو تب محسوس ہوا کہ جینا مسکرانا پڑے چلنے کے مترادف ہوتا ہے۔

●●●●●

میر ہاؤس کی خوشیوں کو جیسے کسی کی نظر لگ گئی تھی۔ ہر وقت جہاں قہقہے گونجا کرتے تھے وہاں سے کسی نہ کسی کے رونے کی آواز آیا کرتی تھی۔

قل ہو چکے تھے۔ سوگ کے دن ختم ہو گئے تھے۔

مگر ایک تا عمر کا سوگ تھا جس نے ہر مکین کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔

یہ کمی بھلا کیسے پوری ہوتی جو انس کے جانے سے در آئی تھی۔

ایک تو وہ بلکہ سبھی دلوں میں۔

وہ جو کتنی ہی دیر سے ایک ہی پوزیشن میں صوفے سے ٹیک لگائے کارپٹ پر بیٹھی تھی، وجدان کو ڈرائنگ روم سے باہر آتے دیکھ کر تیزی سے اٹھ کر اس کی طرف بڑھی۔

"وجی! ـــــ وجی! بات سنو۔" وہ اسے کلائی سے تھام کر کھینچتی ہوئی ایک طرف لے آئی۔ وہاں سب گھر والے موجود تھے۔ اتنے دنوں کے بعد وہ خود سے کسی سے مخاطب ہوئی تھی۔ بجو کا رویہ بہت حوصلہ افزا لگا تھا۔

"جی بجو!"

"تمہارے دوست آئے ہیں؟" وہ بہت دوستانہ انداز میں پوچھ رہی تھی۔

"جی ہاں۔" وہ قدرے حیران ہوا۔

"میں ان کے لئے چائے بنا دوں؟" اس کی آفر بہت غیر متوقع تھی۔

"نہیں بجو! میں عمرہ سے کہتا ہوں۔ فارغ ہی تو بیٹھی ہے۔" وہ ہچکچایا تھا۔

"نہیں ـــــ چائے میں ہی بناؤں گی۔ مگر بدلے میں تمہیں میرا بھی کام کرنا پڑے گا۔" وہ اصرار سے بولی تو وجدان نے کہا۔

"آپ بولو کام کیسا بجو!"

"تو پھر تم مجھے اپنے بابا جی سے تعویذ لا کے دو گے انس کو واپس لانے کا۔" وہ ایک دم سے بولی تو وجدان جھٹکا سا کھا کر اسے دیکھنے لگا جو بہت پرامید نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"دیکھو نا۔ اتنے دن ہو گئے انہیں گئے۔ پندرہ دنوں کا وعدہ کر کے گئے تھے۔ یہاں سب الٹی سیدھی باتیں کر رہے ہیں ـــــ تم مجھے کوئی وظیفہ لا دینا۔ ان کے وظیفے تو بہت چلتے ہیں نا۔"

وہ کہہ رہی تھی اور وجدان کی پیشانی عرق آلود ہو رہی تھی۔ وہ بے بسی سے تائی جان کو دیکھنے لگا۔ تائی جان کی طبیعت بمشکل سنبھلی تھی۔ مگر ابھی بھی ذرا سا دھچکا بھی انہیں اسی قبر میں پہنچا دیتا تھا جہاں انس کی یادیں تھیں۔

"میرا بچہ ـــــ" وہ اب بھی سسک اٹھی تھیں۔

مومنہ نے آگے بڑھ کر انہیں بانہوں کی آغوش میں لے لیا۔

"بتاؤ نا ـــــ لا کر دو گے نا؟" وہ ضد کر رہی تھی۔ وجدان کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

چچی جان نے اٹھ کر تمکین کو تھام لیا۔

"بس کرو تمکین! صبر کر جاؤ میری بچی! اب اسے کوئی تعویذ، کوئی وظیفہ واپس نہیں لا سکتا۔" اس کی ہچکی بندھ گئی۔

کس قدر تلخ حقیقت تھی یہ کہ جس پر خود ان کا دل بھی یقین کرنے کو تیار نہ تھا۔

تمکین نے خوفناک نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے ان کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ۔ کیوں نہیں آئیں گے وہ؟ ـــــ وعدہ کر کے گئے ہیں مجھ سے۔" وہ عجب سے لہجے میں بولی تو صبا نے آخری سطریں پڑھ کر سیپارہ چوم کر بند کیا اور اٹھ کر اس کے پاس چلی آئی۔

"چلو۔ کمرے میں چلتے ہیں۔"

"پہلے اس سے کہو، یہ میرا کام کر دے۔ میں پیسے بھی دوں گی، جتنے یہ کہے گا۔" وہ لجاجت بھرے لہجے میں بولی تو صبا کا دل چاہا چیخیں مار کر رو دے۔

مگر حالات صرف اور صرف صبر و برداشت کے متقاضی تھے۔ جو بے حد مشکل امر تھا۔ مگر ان حالات کی اشد ضرورت بھی تھا۔

"تم آؤ تو۔ میں بات کرتی ہوں اس سے۔" وہ بمشکل خود کو سنبھال پائی تھی۔

تمکین کی یہ کیفیت ایک امتحان ہی تو تھا۔ مگر کیا، کیا جاتا کہ وہ حواس میں کبھی کبھار ہی آتی تھی۔

اور زبردستی اسے اس کے کمرے میں لے آئی۔

"دیکھا تم نے۔ کتنی اچھی صفائی کی ہے میں نے کمرے کی۔ پتہ ہے، انس کو [illegible] بالکل بھی پسند نہیں۔ اس لئے میں یہاں خود صفائی کرتی ہوں۔ میں نے سوچا جانے کب وہ آ جائیں۔ صبا! وجدان سے گلاب کا کہو اور میرے لئے گجرے ضرور منگوا لینا۔"

وہ سائیڈ ٹیبل پر دھری انس کی تصویر اٹھا کر اپنے دوپٹے سے صاف کرتے ہوئے مسلسل بول رہی تھی۔ اور ادھر صبا کے آنسوؤں کی رفتار تیز ہوتی جا رہی تھی۔ حتیٰ کہ اس کی ہچکیاں بندھ گئیں۔

وہ ٹھٹک کر صبا کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"صبا ۔۔۔۔! " اس کے ہونٹ بے آواز کھلے تو صبا اس کے گلے سے آ لگی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

آہستہ آہستہ تمکین کی آنکھیں بھی آنسوؤں سے بھر گئیں۔

اس کے احساسات پر جمی برف پگھلنا شروع ہو گئی تھی۔

"صبا! ۔۔۔۔ کیوں کیا انہوں نے ایسا؟ ۔۔۔۔ وہ تو میرے بغیر ایک پل نہیں رہ سکتے تھے۔ ساری عمر کے لئے مجھے کیسے تنہا کر گئے؟ انہوں نے میرا نہیں سوچا۔ اپنے بچے کا بھی خیال نہیں۔ کیوں کیا انہوں نے ایسا؟ ۔۔۔۔ کیوں؟"

اور یہ وہ سوالات تھے جن کا جواب فقط کاتب تقدیر کے پاس تھا۔ صبا کے گلے لگ کے وہ پھوٹ پھوٹ کے روئی تھی۔

مگر دل کا بوجھ تھا کہ کم ہونے کی بجائے بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔

●●●●●

"زندگی اسی کا نام ہے نوفل! کبھی خوشی تو کبھی غم۔ کبھی پانا تو کبھی کھونا۔ مگر ایک ہی پل کے غم میں تمام عمر گزار ڈالنے کی تمنا رکھنا نری بے وقوفی ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ کسی کے بچھڑ جانے سے زندگی ٹھہر نہیں جاتی۔ اپنی سانسیں آپ جینا پڑتی ہیں۔"

ڈاے اسے سمجھا رہی تھی۔

اور یہ فقط آج سے نہیں بلکہ پچھلے ایک ہفتے سے ہو رہا تھا۔ جب سے اسے بابا کی موت کی اطلاع ملی تھی تب سے وہ نہ صرف مسلسل میر ہاؤس باقاعدگی سے جاتی رہی تھی بلکہ نوفل کو بھی زندگی کی طرف لانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"یہ سب باتیں کہنے سننے میں بہت آسان لگتی ہیں ڈاے! مگر کبھی میری جگہ آ کے دیکھو میں کس تکلیف میں ہوں۔ تمکین کی حالت میری برداشت سے باہر ہے۔ اور ماما ۔۔۔۔ ابو کے بعد میں نے سوچا تھا کہ اب انہیں کبھی کوئی دکھ نہیں پہنچنے دوں گا۔ مگر وہ اتنی تکلیف میں ہیں جتنی ابو کی موت کے وقت تھیں۔ اور میں اب بھی کچھ نہیں کر پا رہا ان کے لئے۔"

اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ کتنے ہی دنوں سے وہ بے خوابی کا شکار تھا۔ اور کچھ غم کی شدت دل و ذہن پر اثر انداز ہو رہی تھی۔

"دیکھو، یہ کمی تو اب زندگی کے ساتھ ساتھ رہے گی۔ اور وقت ان کمیوں کے ساتھ جینا سکھا دیتا ہے۔ تم بس ماما کو خوش رکھنے کی کوشش کرو۔ انہیں اپنی طرف سے کوئی تکلیف نہ ہونے دو۔ اور تمکین کو اپنا ایمان بناؤ۔" ان حالات میں شوکت خان اور ڈاے اس کے صحیح معنوں میں غم خوار ہوئے تھے۔

"ہوں ۔۔۔۔"

نوفل نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے گہری سانس کھینچی تھی۔ پھر اسے گھورتے ہوئے بولا۔

"اور تم نے جو خودکشی والی حرکت کی ہے ۔۔۔۔ بزدلانہ حرکت۔ اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" اسے بہت دنوں بعد موقع ملا تھا۔

ڈاے خفیف سی ہو کر ہنس دی۔

"وہ تو میں اس خان زادے کو متاثر کرنے کے لئے ۔۔۔۔"

"بکواس نہ کرو۔" نوفل بے حد ناگواری سے اسے ٹوک گیا۔ "اور بھی ہزاروں طریقے ہیں اسے متاثر کرنے کے لئے۔"

"مگر یہ سب سے موثر تھا۔"

وہ ڈھٹائی سے بولی تو نوفل نے متاسفانہ انداز میں کہا۔

"مجھے تم بگڑی ہوئی رہی ہو ماما کی فرمانبرداری کا۔ اور خود تم نے اس قدر انتہائی اقدام کے وقت پاپا اور اپنے ڈیڈی کے متعلق نہیں سوچا؟"

"اب سوچتی ہوں تو شرم آتی ہے خود پہ۔" وہ اعتراف کرنے والے انداز میں گویا ہوئی۔

"مجھے اتنی حد تک نہیں جانا چاہئے تھا۔ وہ بھی اس صورت میں کہ وہ الو کا پٹھا مذاق کر رہا تھا۔"

"مذاق ۔۔۔۔ کون ۔۔۔۔؟" نوفل حیران ہوا تھا۔

ڈاے مسکرا دی۔

"ہاں، تمہارا جگری یار۔ کہہ رہا تھا اس نے شادی کر لی ہے۔ مجھ سے جان چھڑا رہا تھا۔ کتنے آرام سے کہہ دیا کہ کوئی کسی کے لئے نہیں مرتا۔ میں نے پروف کر دیا تو خود ہی تیر کی طرح سیدھا ہو گیا۔"

"اس نے تم سے کہا ہے کہ یہ سب مذاق تھا؟" نوفل کی آنکھوں سے تحیر جھلک رہا تھا۔

"ہاں۔" ڈاے نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تو نوفل سنجیدگی سے بولا۔

"تمہیں اور کوئی کیوں نظر نہیں آتا ڈاے؟"

"کہیں تم اپنی طرف اشارہ تو نہیں کر رہے ۔۔۔۔؟" وہ شرارت سے بولی تو نوفل نے اسے خفیف سا گھورا۔

"اچھا ۔۔۔۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تمہیں صبا کے علاوہ اور کوئی کیوں نظر نہیں آیا؟ حتیٰ کہ میں بھی؟" وہ ہنستے ہوئے جوابی وار پر اتر آئی تو نوفل خاموشی سے اسے دیکھنے لگا۔

"تمہارا تو پھر چند دنوں کا پیار تھا۔ میں نے تو سالوں شوکت خان کو سوچا ہے۔" وہ اطمینان سے بولی تھی۔

"لیکن اگر وہ تم سے پیچھا چھڑا رہا تھا تو تمہیں اس کی خاطر خودکشی کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" نوفل کو اس پر غصہ آیا تھا۔

"تم نے کہا نا، وہ مذاق کر رہا تھا۔ تمہی بتاؤ، اس نے شادی کی ہوتی تو تمہیں سب سے پہلے نہ بتاتا؟"

ثوا لے نے مصالحانہ انداز میں کہتے ہوئے اسے درمیان میں گھسیٹا تو وہ پل بھر کو چپ ہوا۔
اب اسے کیا بتاتا کہ وہ خود اپنے بنے ہوئے جال میں جکڑنے جا رہی ہے۔
وہ سمجھ سکتا تھا کہ کس مجبوری نے شومیل کو اپنے بیان سے مکرنے پہ مجبور کیا تھا۔ اس وقت خاموشی ہی میں عافیت تھی۔
مگر موقع پاتے ہی اس نے شومیل سے بات ضرور کی تھی۔
وہ پھٹ پڑا۔
"تو اور کیا کرتا میں؟ ـــــ سچ بول کے تو جان کا عذاب گلے میں ڈال لیا تھا میں نے۔ اسی دھوکے میں خوش ہے تو یہی سہی۔"
"مگر اس کا انجام کیا ہوگا؟"
دونوں اس کے دوست تھے اور وہ کسی کی بھی بربادی نہیں دیکھ سکتا تھا۔
"یہ تو تم اسی سے پوچھو۔ میں تو ایک مرتبہ بھگتان کر چکا ہوں۔" وہ بے رخی سے بولا تھا۔
"شادی کیوں نہیں کر لیتے اس سے؟" نوفل نے بغور اسے دیکھا تو وہ اسے گھورتے جتانے والے انداز میں بولا۔
"بابا کی بھتیجی بیاہ کے لا رہا ہوں میں۔ مجھے شوٹ کرنے سے پہلے تو تمہیں یہاں بعد میں ہی کچھ سوچ لیں۔"
"بابا کی بھتیجی ـــــ؟" نوفل کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔
یہ اصطلاح تو وہ بکثرت استعمال کیا کرتا تھا ماضی میں۔ اس کے فرقان لالہ کی بیٹی جو بابا کی بھتیجی سے ملے تھی اور شومیل خان باتوں کے دوران جب بھائی کی بجائے اسے بھتیجی کہہ کر بات کرتا تو نوفل اس کا خوب ریکارڈ لگایا کرتا تھا۔ اور اب ـــــ
"تمہارے ایک ہی چچا ہیں۔ اور ان کی ایک اکلوتی لاڈلی بیٹی ہے۔ جو تمہارے بابا کی نہ فرقان لالہ کی منگیتر تھیں۔ پھر یہ تمہارے حصے میں کون سی بھتیجی آ گئی ہے؟"
نوفل نے نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھا تو وہ قدرے توقف کے بعد سپاٹ لہجے میں بولا۔
"فرقان لالہ نے وہیں کسی کینیڈین لڑکی سے شادی کر لی تھی۔ مجھے امریکہ سے بلوانے کا مقصد تھا۔ بابا کی بھتیجی کی ذمہ داری کسی کو تو لینی ہی تھی ـــــ سو میں بابا کا شملہ اونچا کرنے نہیں چلا گیا۔"
نوفل شاکڈ سا اسے دیکھتا رہ گیا۔

●●●●●

ثوا لے نے سچ کہا تھا۔
وقت تمام دکھوں کے ساتھ جینا سکھا دیتا ہے۔
زندگی پہلے جیسی تر و تازہ اور بھرپور نہ رہی تھی۔ مگر معمولات زندگی پھر سے رواں دواں

دوں کی چہچہاہٹوں کو کسی کی نظر لگ گئی تھی۔
ایک عجیب سی خاموشی اور غم زدہ سے تاثر نے سب کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ کوئی بھی جیسے زمانے بھر کی زندگی سے کوئی خوشی کشید کرنے کی ہمت نہیں کر پا رہا تھا۔
ایسے میں کسی کی زندگی میں ہلچل مچی تو وہیا فراز کے نام سے۔
بڑی جان سے افسوس کے بعد وہ معید کے ساتھ کسی مسئلے کو ڈرائنگ روم میں ڈسکس کر رہی تھی جب وہ چچا جان کی لاکھ گھرکیوں اور گھوریوں کے بعد چائے لے کر ڈرائنگ روم کے دروازے تک پہنچی۔ اندر سے آتی آوازوں نے اس کے تجسس کو ہوا دی تو وہ اندر جانے کی بجائے وہیں کان لگا کر کھڑی ہوگئی۔
"فراز سے الگ ہونے کا تو میں کب سے سوچ رہی تھی۔ مگر تم سے دوبارہ ملنے کے بعد تو میرا ارادہ مضبوط ہوا ہے۔"
"ایکسٹریملی سوری ویا! میں نے تب بھی تم سے کہا تھا کہ کوئی بھی قدم سوچ سمجھ کر اٹھاؤ۔ مگر تب فراز کی چکنی چپڑی باتوں نے تمہیں اپنے جال میں پھانس لیا تھا اور تم ایک پیار بھرا دل توڑ کر اس باتوں کے پیچھے ہو لیں۔" وہ خفگی سے کہہ رہا تھا۔
"میں نے بہت بڑی غلطی کی ہے معید! لیکن اب پھر سے تمہارا ساتھ ملا ہے تو میں فراز کے ساتھ رہنے کی حماقت نہیں کروں گی۔ تم پلیز تیار رہو۔ میں اس سے خلع لینا چاہتی ہوں۔" ویا نے جواب دیا تو ثمن کے وجود میں بے نام سی سنسنی پھیلتی چلی گئی۔
یہ سب کی ناک تلے کون سا کھیل شروع ہونے والا تھا۔ اور کیا ویا ہی وہ لڑکی تھی جس کی تصویر معید نے آج بھی اپنے لاکر کے ساتھ ساتھ دل میں بھی سنبھال رکھی تھی؟
"اگر تم سیکیورٹی وغیرہ کی پرابلم محسوس کرو تو ڈونٹ وری۔ میرا گھر حاضر ہے۔" وہ کہہ رہا تھا۔
ثمن کھنکتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ لٹھ مار انداز میں سلام کیا اور ٹرالی رکھ کے واپس پلٹنے لگی۔
"چائے بنا کر جاؤ ثمن!" معید کے تحکمانہ انداز نے اسے ٹھہرنے پہ مجبور کیا۔ مگر بادل نخواستہ وہ چہرے پہ مسکراہٹ کا تاثر دیتی پلٹی اور گھٹنوں کے بل کارپٹ پہ بیٹھ کر چائے بنانے لگی۔
"ثمن؟" آپ نے دیا سے پوچھا تو اس کی بجائے معید حسن بولا۔
"میری طرح ایک یتیم۔"
بس ـــــ وہ کہہ کر رہ گئی۔ جیسے دونوں جڑواں پیدا ہوئے تھے نا ـــــ میری طرح ـــــ
ثمن کا دل چاہا یہ سب با آواز بلند کہے۔ مگر اتنی ہمت کون لاتا؟
"تمہارے ڈیپارٹمنٹ میں ایک اور لڑکی بھی ہوتی تھی۔ لمبی تھی اور لمبے بالوں والی۔" وہ پوچھ رہا تھا۔
ثمن چائے بنا کر وہاں سے بھاگنے کے چکروں میں تھی۔ اب آرام آرام سے کام نمٹانے لگی کیونکہ بہت "کام کی" باتیں ہو رہی تھیں۔

"اوہو۔ تو یہ ــــــ ابھی تک یاد رکھے ہوئے ہو۔" وہ ہنسی تھی۔

"اس کی حرکتیں ہی ایسی تھیں۔" وہ بھی ہنس دیا۔

"بالخصوص تمہارے ساتھ۔" ویا نے انکشاف کیا۔

وہ اکیلی ہوتی تو حیرت کے مارے اچھل ہی پڑتی۔ مگر ابھی اس نے چائے لا کر سامنے رکھی اور معید کی چائے میں وہ وہ چمچ بھر کے چینی ڈالنا بالکل نہیں بھولی تھی۔

"ہاں ــــــ" ہنستے ہوئے معید نے ویا کو ذرا سا گھورا اور پھر تحنی سے مخاطب ہوا۔

"بس۔ تم جاؤ اب۔"

وہ سر تا پا دھڑا دھڑ جلنے لگی۔

ایسا سلوک تو سب گھر میں ماسی بیاری کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ کام نکالا اور ٹال دیا۔

وہ بھنی بھنی سی باہر آئی تھی۔

سیدھی تکین کے کمرے میں گئی جہاں صبا بھی موجود تھی۔

"سمجھا لو اپنے بھائی کو۔ میرے منہ نہ لگا کرے۔" اس کا چہرہ غصے سے تمتما رہا تھا۔ بجلی کی طرح صبا کے سر پر پہنچی تو وہ آرام سے بولی۔

"یہ روح فرسا سی واردات ہوئی کہاں پر ہے؟"

"کیا ــــــ؟" وہ جھٹکا کھا کر اسے دیکھنے لگی۔ "کیا مطلب؟" تیوری چڑھا کر پوچھا۔ معصومیت سے بولی۔

"منہ لگنے کا اور کیا مطلب ہوتا ہے؟!"

"منہ تمہارا صبا! جیسا تمہارا بھائی۔ ویسی تم خود۔" تحنی نے طیش میں آ کر تکیہ اٹھا کر دے مارا۔ اب وہ اسکی ذہنی کیفیت بات بھی نہیں کر رہی تھی کہ کوئی سمجھ نہ پاتا۔ تکین کے چہرے پر بہت نرم سا تاثر پھیلا تھا۔

"خود ہی تو شکایت کر رہی ہو۔ اور اب خود ہی بات پلٹ رہی ہو۔"

"اس نے مجھے کیا اپنی ذاتی ملازم سمجھ رکھا ہے۔ چائے لاؤ، پلاؤ، چلو اب جاؤ۔" وہ اس کے انداز کی نقل کرتے ہوئے بولی تو صبا سے اپنی مسکراہٹ چھپانا مشکل ہو گیا۔

"زیادہ غصہ تو "چلو اب جاؤ" پہ آیا ہوگا۔ ہے نا؟" ہمدردی سے پوچھا تو وہ بے ساختہ بولی۔

"تو اور کیا ــــــ" پھر کھسیا کر کہنے لگی۔ "گھر میں کون سا شوق میں وہاں بیٹھی تھی۔ آرڈر دیا تھا ان کی ساس محترمہ نے۔"

"چچی جان کو کہہ رہی ہو؟ ــــــ شرم کرو۔" صبا نے اسے گھرکا تھا۔

"سچ کہہ رہی ہوں۔ سب کے رشتے ان سے جڑے ہیں۔ میرے ساتھ تو بس بہاں ذات تک پہنچ ہوتی ہے۔" وہ دکھ کشتہ سی کہتی تکین کے پاس نیم دراز ہوئی ہی تھی کہ گم صم بیٹھی تحنی ہم سے چونک گئی۔

ہوئی

"یہاں مت لیٹو تحنی! ــــــ پلیز۔" وہ ہچکچاتے ہوئے بولی تو تحنی نے حیرانگی سے پوچھا۔

"کیوں ــــــ یہاں کیا ہے؟"

صبا سے سوال پوچھنے سے روکتی رہ گئی تھی۔

"دراصل انہیں کو پسند نہیں یہ بات۔ یہ ان کی جگہ ہے نا۔" وہ دھیمے سُروں میں بولی تو تحنی اٹھ گئی۔

"آئی ایم سوری۔"

صبا کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔ اگر انہیں تکین پہ جان چھڑکتے دیکھا تھا تو تکین نے بھی بس جان دینے کی کسر ہی رکھ چھوڑی تھی۔

"آج شام کو میں گھر جا رہی ہوں۔ اور تم لوگ مجھے ڈراپ کرنے جاؤ گی۔" صبا نے ماحول بدلنے کی سعی کی تھی۔

"ابھی نہ جاؤ صبا!" تکین پریشان سی ہونے لگی تو صبا نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

"وہاں ماما کا خیال بھی تو کرنا ہے۔ نوفل پریشان ہوں گے۔" پیار سے کہا تو اب کی بار اس نے بات سمجھتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"نوفل بھائی آ رہے ہیں شام میں؟" تحنی نے پوچھا۔

"شاید۔ کہا تو انہوں نے ہی تھا۔ اب دیکھو، اگر یاد ہوا تو آ جائیں گے۔ ورنہ میں پیکنگ تو کر ہی چکی ہوں۔ سعید بھائی یا وجی کے ساتھ چلی جاؤں گی۔" صبا نے جواب دیا تھا۔

"رات کے لئے کچھ پکا دیا؟ ہمیں چھوڑ کے مت چلی جانا۔" تحنی کو خیال آیا تھا۔

صبا نے متاسفانہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"شرم کرو ــــــ سسرال میں بھی رہ رہی ہو۔ اتنی بدحواسی نہ دکھایا کرو۔ معید بھائی سیدھا کر کے رکھ دیں گے۔"

"پہلے تو انہیں میں سیدھا کر دوں گی۔ کدھر سے کہاں کی آشنائیاں نکال کے بیٹھے ہوئے ہیں موصوف۔" تحنی ابھی تک کلس رہی تھی۔

"ارے واہ ــــــ دیکھا تکی! ہماری تحنی عقل مند ہو رہی ہے۔ اسے پتہ چل گیا ہے کہ شوہر کی کن باتوں کو گرفت میں لینا چاہئے۔" صبا نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا تھا۔

اس ساری گفتگو کا ایک مقصد تکین کی ذہنی توجہ بٹانا بھی تھا جو کہ ایک مشکل امر لگ رہا تھا۔

"خبردار جو تم نے یہ صیغہ استعمال کیا میرے لئے۔" تحنی غرائی تھی۔

مگر وہ قطعی متاثر نہیں ہوئی۔

"شوہر کو شوہر ہی کہا جاتا ہے، بیوی تحنی۔"

"جب تک میری رخصتی نہیں ہوتی، تب تک میں انہیں اپنا شوہر نہیں مان سکتی۔" وہ بے سوچے سمجھے سے بولی تو صبا کی ہنسی بے ساختہ تھی۔

"یعنی اب تم رخصتی کے انتظار میں ہو؟" صبا نے سر ہلایا تو وہ چڑ گئی۔
"بہن ہو گی تم اپنے بھائی کی۔ میرے ساتھ بننے مت لو۔ ورنہ تمہارے میاں کو اعتراض ہو
بے رخی سے کہتی وہ اٹھ کھڑی ہوتی تھی۔
"اللہ ـــــ" صبا نے بمشکل ہنسی روکی۔
"اچھا ٹھیک ہے ـــــ میں کاہے کو اوکھلی میں سر دینے لگی۔ چائے کے دو کپ اچھی سی بنا
کے لاؤ۔ فضول بحث سے سر میں درد کر دیتی ہو۔" سنجیدگی طاری کرتے ہوئے صبا نے کہا
اسے "اوکھلی" کا مطلب نہیں پتہ تھا۔ ورنہ وہ اتنی آسانی سے اس کی جان چھوڑ کر چائے بنانے
چل دیتی۔
مگر کوریڈور سے نکلتے ہی وہ اپنی دھن میں گم چلتی کسی سے جا ٹکرائی تھی۔ ناک پہ لگی
چوٹ شدید تھی تبھی تو آنکھوں میں پانی بھر آیا۔
"دیکھ کے نہیں چل سکتے کیا؟" کافی اوہ آہ کرنے کے بعد اسے سامنے والے کی خبر لینے کا
آیا جس نے اسے گرنے سے بچانے کے لئے شانوں سے تھام کر سہارا بھی دیا تھا۔
"میں تو چل سکتا ہوں۔ مگر تم شاید دیکھ کے بھی نہیں چل سکتیں۔" معید نے اطمینان سے کہا
اس نے تڑپ کر اپنے شانوں پر سے اس کے ہاتھ ہٹائے۔
"مجھے پتہ تھا یہ آپ ہی ہوں گے۔" وہ سلگ اٹھی تھی۔
"تو تم میرے خیالوں میں گم چل رہی تھیں؟" وہ جیسے حیران ہوا تھا۔
ضحیٰ کا جی چاہا اپنا سر پیٹ لے۔
"دیکھیں، میرے منہ مت لگیں۔" وہ بدتمیزی پر اترنے لگی تھی، بگڑ کر بولی۔
مگر وہ جواباً پُرسکون تھا۔
"پورے ڈیڑھ فٹ کے فاصلے پہ کھڑا ہوں، اسے منہ لگنا تو نہیں کہتے۔"
لمحہ بھر ہی لگا تھا اسے اس ذومعنی جملے کو سمجھنے میں، اور وہ ناک کا تاثر دیتے ہوئے بھی کانوں
تک لال ہو گئی۔
"ہٹیں راستے سے۔" غصے سے کہا تو اب کی بار وہ اچنبھے والے انداز میں بولا۔
"میری چائے میں کتنی چینی ڈالی تھی تم نے؟"
"اتنی ہی جتنی وکیل صاحب نے آرڈر کی تھی۔" وہ چڑ گئی تھی اس تفتیش سے۔
"میں بھی ایک چمچ ہی ڈلاتا ہوں۔ مگر کبھی اتنی میٹھی چائے نہیں پی۔" وہ اسے شوخ نظروں سے
دیکھ رہا تھا۔
ضحیٰ کو قدرے سکون ہوا۔
"انسان کے اخلاق بھی گھل جاتے ہیں ساتھ۔"
"اوہو ـــــ اگر ایسا ہوا تو تمہاری بھائی بھولی چائے کا رنگ اور مزہ شاید ناریل جیسا ہو جاتا۔"

رہا تھا۔
"ایسے بے اخلاق ہوتے تو آپ سے شادی کبھی نہ کرتی۔" وہ بھڑک کر بولی تھی۔
"بہرحال، آئندہ سے میری چائے میں چینی فقط ایک چمچ۔" وہ انگشت شہادت اٹھا کر بولا تو وہ
بڑبڑاتی، پاؤں پٹختی کچن میں چلی گئی۔
وہ دل جلا کر مسکراتا ہوا جا رہا تھا۔

●●●●●

"یہ کیا بچپنا شروع کر دیا ہے تم نے ذالے کے ساتھ؟" نوفل کی اس سے بہت دنوں کے
ملاقات ہو رہی تھی۔ تیکھے انداز میں پوچھا تو وہ اطمینان سے بولا۔
"ہاں، جو وہ چاہتی تھی۔"
نوفل چپ رہ گیا تھا۔ پھر قدرے توقف کے بعد بولا۔
"وہ پگلی کیا نہیں چاہتی، صرف تھوڑا محبت چاہتی ہے تمہاری۔ فقط سر درد ہی نہیں بلکہ دل کی بھی
مالک رکھتی ہے تم سے۔"
"میرے اختیار میں تو یہی کچھ ہے۔ سو کر رہا ہوں۔ وہ یونہی مطمئن ہے تو یونہی سہی۔"
"اور تم ـــــ؟" نوفل نے چبھتی نظروں سے اسے دیکھا تو وہ رنجیدگی سے بولا۔
"میرا کیا ـــــ زندگی نے میرا بھی سوچا ہے جو میں اس کے متعلق سوچوں؟ اب تو بری بھلی
جیسی بھی گزر جائے، اچھی ہے۔"
"پھر ـــــ پہلی شادی کا کیا بنے گا؟" نوفل قدرے جھجکا تھا۔
"میں صرف ذالے کو سنبھلنے کا موقع دینا چاہتا ہوں۔ بے وقوفی پر اتر آئی ہے وہ۔" شمویل نے
جواب دیا تھا۔
"ایسے بات سنبھلنے کی بجائے اور بگڑے گی شمویل! ابھی تک تو وہ تمہاری بے رخی سہہ رہی ہے۔
جب تمہارے انداز دیکھے گی تو اس کے بعد کسی تلخ حقیقت کو سہارنا اس کے لئے زیادہ مشکل بلکہ
ناممکن ثابت ہو گا۔" نوفل نے اسے سمجھایا تھا۔
"سمجھتا نہیں ہوں میں ـــــ اور نہ ہی بے وقوف ہوں۔ مگر جب وہی پاگل پن کا مظاہرہ کرنے پر
تلی ہو تو بتاؤ، میں اسے کیا اور کیسے سمجھاؤں؟" وہ بے بس سا ہو کر بولا تو نوفل خاموش ہو گیا۔
ذالے کی محبت کی شدت اور اس کی ضد سے تو وہ بھی بہت اچھی طرح واقف تھا۔ اتنے مہینوں وہ
اسے کھو نہیں پایا تھا تو اب اپنی محبت کو سامنے مجسم حالت میں پا کر وہ کیسے کچھ سمجھتی۔ اور یوں بھی
اس کی مرضی کے خلاف کی جانے والی بات ہزار وجہ کی ہو تب بھی دل کو اچھی نہیں لگتی۔
"اگر اسے اپنی ذاتیات میں دخل اندازی نہ سمجھو تو تم سے ایک بات پوچھوں؟" نوفل نے تمہید
باندھی تو وہ ناگواری سے بولا۔
"ایسی کون سی ذاتی باتیں رہ گئی ہیں میری جن سے تم ناواقف ہو؟"

"اب اگر تم نے شادی کر ہی لی ہے تو نبھاتے کیوں نہیں؟ کیا تم بھی فرقان علی کی طرح اس سے زیادتی نہیں کر رہے؟"

نوفل نے سنجیدگی سے پوچھا تو اس کا رنگ فق پڑ گیا۔

یہ ذکر اسے یوں ہی تکلیف پہنچایا کرتا تھا۔ اسی ذکر اور یاد سے بچنے کے لئے تو اس نے شہر کو چھوڑا تھا۔ مگر وقت تھا کہ پلٹ پلٹ کر انہی لمحوں کو آئینے کے سامنے لا کھڑا کرتا تھا۔

"سب کو پتہ تھا کہ یہ شادی نہیں نبھے گی۔ نہ اس طرف سے، نہ اس طرف سے۔" وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ کہہ رہا تھا۔

"بابا جان نے اس سلسلے میں تمہیں کچھ نہیں کہا؟"

"انہوں نے جو کہنا کرانا تھا کروا لیا۔ ان کے لئے اتنی ہی تسلی کافی ہے کہ ان کی زبان کی لاج رہ گئی۔ چاہے کسی نے بھی رکھی ہو۔"

"مگر زندگی یوں تو نہیں گزاری جاتی شموئیل خان!" نوفل کو تاسف ہوا تھا۔

اس قدر بھرپور مرد اور اس قدر ادھوری زندگی جی رہا تھا، اس سے بڑھ کر افسوس اور کیا ہوگا۔

"میں بھی تو گزار ہی رہا ہوں اس زندگی کو۔ وگرنہ اس نے تو میری ایسی کی تیسی کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔" وہ پھیکے انداز میں مسکرا دیا۔

"مگر اب تم مزید الجھنوں میں ڈال رہے ہو خود کو۔" نوفل نے اسے وارن کیا تھا۔

"جانے دو یار! وہ خود دھوکا کھانا چاہتی ہے۔ بہت چاہا میں نے کہ اس کے جذبات کا مان رکھ دوں۔ مگر وہ بہت سر پھری ہے۔ اور میں اپنے سر الزام نہیں لینا چاہتا۔" وہ زبردستی خود کو مطمئن ظاہر کر رہا تھا مگر نوفل کی تسلی نہیں ہوئی۔

"اور اگر اس نے شادی کرنے کا کہہ دیا تو؟"

"تب تک میں اسے حقیقت بتا دوں گا۔"

"پہلے حقیقت بتا کر انجام دیکھ چکے ہو۔ شاید بات کسی طرف لگ ہی جاتی۔ مگر اب تم اپنے لئے صحیح معنوں میں پھندا تیار کر رہے ہو۔" نوفل اس کے ارادوں سے مطمئن نہیں تھا۔

"ایسے تو وہ خود مجھ سے بچے گی نہ مجھے جینے دے گی۔ باقی جو رب نے چاہا وہی ہو جائے گا۔" شموئیل مضطرب ہونے لگا تھا۔

"میں تو بس سمجھا ہی سکتا تھا تم دونوں کو۔ بہرحال، بیسٹ آف لک۔ خدا بہتر کرے تم دونوں کے حق میں۔" نوفل گہری سانس بھرتا سیٹ چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا بات ہے؟ ——— آج جلدی جا رہے ہو؟" شموئیل نے اٹھتے ہوئے پوچھا تو اس نے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے تھکے ہوئے انداز میں بولا۔

"ہاں یار! آج صبا کو لینے جانا ہے۔ بہت دن ہو چکے ہیں۔ ماما کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں تھی۔ پھوپھو اور ادینہ ہیں تو سہی مگر ان سے بھی زیادہ وہ صبا سے اٹیچ ہیں۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔" شموئیل نے فوراً کہا تھا۔

"بابا ——— آ کر شموئیل الوداعی کلمات کہتا اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ جبکہ نوفل اپنی گاڑی میں آ بیٹھا۔

ہمنا کے متعلق سوچتے ہوئے وہ پھر سے آزردگی کا شکار ہونے لگا تھا۔

جو ہونا تھا وہ کبھی نہیں ہوتا تھا، قدرت نے وہ وار کر دیا تھا۔ کوئی سنبھلا بھی تو کیونکر اور کیسے؟ کہ وہ ہی قادرِ مطلق ہے۔ اسی کی رضا میں راضی رہنا پڑتا ہے۔ چاہے جبر سے رہو یا صبر سے۔

"کیا تم بھی چلو ہمارے ساتھ۔" نوفل نے درحقیقت دل سے یہ بات کہی تھی۔ مگر وہ جانے کیا کچھ زیرِ لب و لہجے میں بولی۔

"نہیں ——— میں کہاں جاؤں یہاں سے؟"

"اچھا ہے بھابھی! ہوا بدلے گی تو فریش ہو جائیں گی۔" صحتی نے بھی خوشگوار انداز میں کہا تھا۔

مگر وہ تو جانے کس دھیان میں تھی۔

"میں نے ایک بار کہہ دیا، میں اس گھر سے کہیں نہیں جاؤں گی۔ اور میکے تو ہرگز نہیں۔ پتہ بھی ہے کہ انس کو میرا وہاں جانا اچھا نہیں لگتا۔ مگر بھی۔" وہ یوں بھڑک رہی تھی جیسے وہ اسے زبردستی وہاں بھیج رہے ہوں۔"

"ہوں۔ ابھی اس کا جی نہیں چاہ رہا تو نہ زبردستی کرو۔ ویسے بھی ابھی عدت میں ہے۔ کہیں بھی آ جا نہیں سکتا۔" چچی جان نے مداخلت کی تو وہ متوحش سی انہیں دیکھنے لگی۔

"کیا مطلب ہے چچی جان؟ ——— عدت سے کیا مراد ہے آپ کی؟" اس کے انداز میں بھی وحشت و بے چینی اتر آئی تھی۔

"بیوی ہوں انس کی۔ اس گھر میں رہنا میرا حق ہے۔ اور میں کبھی یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گی۔ یہاں انس رہتے ہیں، میں بھی یہیں رہوں گی۔ یہاں انس رہتے ہیں۔" کہتے کہتے وہ بلاشروع ہوئی۔ پھر ہذیانی انداز پر اتر آئی تھی۔

"سب پریشان سے اسے سنبھالنے کو لپکے تو وہ تائی جان کی گود میں ننھی بچی کی مانند سمٹ گئی۔

"امی! میں کہیں نہیں جاؤں گی ——— یہیں رہوں گی ——— انس کی دلہن بن کے۔" وہ سسک رہی تھی۔

"ہاں میری بچی! کس نے کہا کہ یہ گھر تمہارا نہیں ہے۔ مالکن ہو تم یہاں کی۔ یہیں رہو گی تم۔"

ماما نے بڑے صبر و ضبط سے اسے سنبھالا اور صبا اور نوفل کو نکلنے کا اشارہ کیا تو وہ سب کو سلام کرتے باہر نکل آئے۔

گاڑی میں بیٹھنے تک وہ ضبط کھو چکی تھی۔

نوفل لب بھینچے گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا۔

ہمنا کی حالت اس کی ذہنی کیفیت کو متاثر کر رہی تھی۔

قسمت کے تھپیڑے اسے کہاں سے کہاں لے آئے تھے۔

"خدا کس قدر ظالم ہے ـــــ اسے ذرا بھی رحم نہیں آیا ہم پر۔" صبا تڑپ رہی تھی۔

نوفل نے ایک نگاہ اس کے آنسوؤں سے بھیگے چہرے پر ڈالی اور سنجیدگی سے بولا۔

"کفریہ کلمات نہ کہیں۔ وہ رحیم و کریم ہے۔ بزرگ و برتر ہے۔ جب ہر ذی روح کو اسی کی طرف لوٹنا ہے تو پھر جلد یا بدیر کا شکوہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟"

"مگر ـــــ تمہیں ـــــ اس بے چارے کی حالت دیکھی ہے آپ نے؟" اس کا دل بھی قابو میں نہیں تھا۔

"خدا یقیناً ہم سے بہتر جانتا ہے۔" نوفل نے بات ہی ختم کر دی تھی۔

"اتنا مستقل ہو کر بیٹھ لیں تو سب کو صبر نہ آ جائے؟" وہ گہری سانس بھر کے رہ گئی۔

مگر انس کی یادیں ساتھ محو سفر تھیں۔ اس کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگتا ہی رہا۔

"ماما کے سامنے ایسے ری ایکٹ کریں گی تو ان کی طبیعت مزید بگڑ جائے گی۔" نوفل نے ٹشو کھینچ کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے تنبیہی انداز میں کہا تو اس نے خفیف سا ہو کے ٹشو تھام لیے اور چہرہ صاف کرنے لگی۔

"خود پہ قابو پانا آسان تو نہیں۔ وہاں بھی سب مجھ ہی کو حوصلہ کرنے کا کہہ رہے تھے۔ یہاں بھی دل کا بوجھ ہلکا نہیں کر سکتی میں؟" وہ بھیگی سرخ آنکھوں میں شکوہ لیے ہوئے تھی۔

"صبر کرنے سے صبر آتا ہے۔ کوشش کریں گی تو وقت کے ساتھ ساتھ نارمل ہو جائیں گی۔ ہم رشتوں کی زنجیروں میں ہوں تو قدم دھیان سے اٹھانا چاہیے، سب کا خیال کر کے۔"

وہ اسے بہلا رہا تھا یا سمجھا رہا تھا۔

مگر اس کا آخری فقرہ صبا کے دل میں گڑ کر رہ گیا۔ اسے شدت سے احساس ہوا کہ یہ بات اگر کبھی خود پہ لاگو کرتا تو حالات کچھ اور ہی ہوتے۔

زرینہ بیگم اور ادیبہ لاؤنج ہی میں صالحہ بیگم کے پاس مل گئیں۔

صالحہ بیگم نے صبا کو گلے لگاتے ہی رونا شروع کر دیا تو اس سے بھی خود پہ قابو پانا مشکل ہونے لگا۔ نوفل صورتحال کا اندازہ کرتے ہی تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

جبکہ صبا خود کو سنبھالتی، صالحہ بیگم کو صبر اور حوصلے کی تلقین کر رہی تھی۔

●●●●●

دن، وقت اور حالات کب ٹھہرتے ہیں۔

ایک کے بعد دوسرا بھاگا چلا آتا ہے۔ یہاں بھی ایسا ہی تھا۔

آہستہ آہستہ روٹین کی زندگی واپس آ رہی تھی۔ اگر کچھ نہیں بدلا تھا تو وہ تھی میر ہاؤس پر منجمد خاموشی۔

یوں لگتا تھا وہ چہکاریں اب بھی در و بام میں یہاں گونجتی ہی تھیں جو کہ ماضی میں میر ہاؤس کا حصہ رہی تھیں۔

عماد کا یہاں آنا اب بہت کم ہو گیا تھا۔ حالانکہ معید سے بھی اس کی بہت دوستی تھی۔ مگر انس سے بالخصوص ملنے کی وجہ سے وہ اس سے زیادہ کلوز رہا تھا۔ اور اب جبکہ اس کے آخری وقت میں بھی وہ اس کے قریب رہا تھا تو قدرتی طور پر وہ ذہنی ڈسٹربنس کا بھی شکار تھا۔

آج بھی وہ بہت دنوں کے بعد میر ہاؤس آیا تو خیال یہی تھا کہ تائی جان کو سلام کر کے دس پندرہ منٹ بیٹھنے کے بعد واپس ہو جائے گا۔ مگر اسے دیکھتے ہی لان کی دھوپ میں کرسی پہ بیٹھی تگین اٹھ کر اندر چلی گئی تو وہ جہاں کا تہاں کھڑا رہ گیا۔

ایسا پہلی بار نہیں ہوا تھا۔ بلکہ جب سے انس گیا تھا تب سے اب تک یا تو وہ اس سے شکوے شکایات کرتی رہتی تھیں یا پھر اسے دیکھتے ہی اِدھر اُدھر ہو جاتی تھیں۔

وہ سر جھٹک خود کو اس نامعلوم سی اداسی سے چھڑاتا اندر آیا تو وہ تائی جان کے پاس لاؤنج میں بیٹھی تھی۔

وہ سلام کرتا وہیں صوفے پر سامنے بیٹھ گیا۔

"مریم کیسی ہے؟" تائی جان نے سلام دعا کے بعد مریم پھپھو کا پوچھا تھا۔

"ٹھیک ہیں، الحمدللہ۔ آج کل میں چکر لگانے کا ارادہ ہے ان کا بھی۔" وہ قصداً مسکرا کر بولا۔

تائی جان سر ہلا کر پھر سے تسبیح کے دانے رولنے لگیں۔

"آپ کی کیا ناراضگی ہے بھئی مجھ سے؟" وہ سیدھے سبھاؤ تگین سے مخاطب ہوا تو اس کے ساتھ ساتھ تائی جان بھی چونک گئیں۔

"آپ ہی سے کہہ رہا ہوں۔ مجھے دیکھتے ہی آپ بھاگ اٹھتی ہیں۔ ایسا کیا قصور کر دیا ہے میں نے؟" وہ دوستانہ لب و لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

"میں آپ سے نہیں بولتی عماد بھائی!" فوراً ہی اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ قدرے توقف کے بعد اس نے کہا تو وہ پل بھر کے حیران ہوا۔

"میں نے ایسا کیا، کیا ہے؟"

"آپ ـــــ" اس کے لب لرزے، سیاہ پلکوں کی جھالر پہ اٹکے ستارے ٹوٹ کر زرد رخساروں پر گرنے لگے۔

"آپ انس کو لے کر نہیں آئے۔ آپ نے پرامس کیا تھا مجھ سے ان کا خیال رکھنے کا۔ اور آپ کے سامنے ہی وہ........ اور آپ نے کچھ بھی نہیں کیا۔"

وہ شدید ذہنی تکلیف کا شکار ہوا۔

ایک ہی خیال تو نشتر کی طرح اس کے دل کو کچوکتا رہتا تھا کہ اس کی آنکھوں کے سامنے اس کا عزیز از جان بھائیوں جیسا دوست جان سے ہاتھ دھو بیٹھا اور وہ بہت بڑا کھڑا دیکھتا ہی رہ گیا۔ اس کے لیے کچھ بھی نہیں کر پایا۔

"یہ تو مشیت الٰہی ہے بیٹی! عماد کا کیا قصور؟ جب خدا کچھ نہ کرے تو بندہ وہاں کیا کر سکتا ہے؟"

تائی جان نے صورت حال بھانپتے ہوئے نرمی سے تمکین کو سمجھایا تھا۔ جبکہ عماد سر جھکائے ہاتھوں کی انگلیاں باہم پیوست کیے ضبط کی حد پہ تھا۔

"مگر انہوں نے پرامس کیا تھا انس کو واپس لانے کا اور ان کا خیال رکھنے کا۔" وہ بھیگے بھرائے لہجے میں کہہ رہی تھی۔ "میں انہیں کبھی بھی معاف نہیں کروں گی۔ اس وقت یہ ان کے ساتھ تھے، ذرا سا بھی خیال نہیں رکھ پائے ان کا۔"

بس، یہ عماد کے ضبط کی آخری حد تھی۔ وہ تیزی سے اٹھا اور وہاں سے [illegible] چلا گیا۔

تائی جان اسے آوازیں ہی دیتی رہ گئیں۔

"جانے دیں امی! انہیں اپنی غلطی کا احساس ہے۔" تمکین نے دوپٹے سے چہرہ خشک کرتے ہوئے کہا تو وہ نم آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولیں۔

"اس بے چارے کی کیا غلطی ہوتی ہے بچے! خدا نے جس کے نصیب میں جیسی موت لکھی ہے ویسے ہی آنی ہے۔ اب انس ہی کو دیکھو، موت بلا کر سات سمندر پار لے گئی۔ کوئی کیا کر سکتا بھلا؟ رکنے کو تو وہ بھی رک سکتا تھا مگر قسمت ——" انہوں نے کہتے ہوئے گہری سانس بھری۔

ایک ٹرانس کی سی کیفیت میں وہاں سے اٹھ گئی۔

'لگتا ہے تمہیں دکھ اور جدائی کی آنچ لگانا ہی پڑے گی۔' آخری بات چیت میں وہ کہہ رہا تھا۔

'اور میں نادان سمجھ ہی نہیں پائی کہ جدائی تو دبے پاؤں ہمارے بیچ قدم رکھ چکی ہے —— جس کی آنچ دھیرے دھیرے ہماری طرف بڑھ رہی ہے۔'

وہ چلتے چلتے اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔

'اور یہاں انس کی خوشبو ہے۔'

اس نے ایک گہری سانس اندر کھینچی۔

معمول کے مطابق آج بھی اس نے انس کے پسندیدہ پرفیوم کا کمرے میں چھڑکاؤ کیا تھا۔

'اس خوشبو کو سانسوں میں اتاروں تو آپ اتنے قریب لگتے ہیں انس! مگر آپ کو چھونا چاہوں تو تڑپ کر رہ جاتی ہوں۔ مر جانے کی حد تک بے بسی محسوس ہوتی ہے —— کیوں کی مجھ سے محبت اگر چھوڑ ہی جانا تھا تو؟'

اس کی آنکھوں سے سیل رواں ہو گیا۔

اس کی وارفتگیاں، اس کی بے تابیاں ——

اس کی محبت، اس کا عشق کی حد تک چاہنا ——

'تمہیں اس زندگی میں تو میری محبت کا یقین آ ہی نہیں سکتا۔' وہ چڑ کر اس سے کہا کرتا تھا۔

'آپ آئیں انس! اور میری حالت دیکھیں تو جان لیں کہ بغیر خواہش کے جینا کیا ہوتا ہے۔'

'مجھے نہ بھیجیں وہاں —— دیکھ لینا، سب پچھتائیں گے۔' انس نے جانے سے پہلے کہا تھا۔

جانے کیا خدشات تھے آپ کو انس! —— ایک بار، فقط ایک بار کھل کر مجھ سے کہا ہوتا تو میں تو بھی آپ کو روک لیتی۔

اب میں کیا کروں گی انس؟ —— میں نے خود کو کبھی آپ کے بغیر تو سوچا ہی نہیں۔ ابھی سے بری حالت میلے میں کھوئی بچی جیسی ہو چکی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے مجھے قدم اٹھانا بھی نہیں آتا۔ اور تا عمر آپ کے بغیر رہنا —— میں مر جاؤں گی انس! میرے ساتھ ایسے مت کریں۔ آپ تو واقف تھے ہر حوالے سے۔ میری محبت سے۔

"یارا! کبھی تو اپنی محبت کا خود ساختہ اظہار کیا کرو۔ تمام بوجھ غریب پہ ہی ڈال رکھا ہے۔" وہ جتاتا تھا۔

وارڈروب کھول کر وہ انس کے کپڑوں پہ ہاتھ پھیرنے لگی جن میں اس کے وجود کی خوشبو مقید تھی۔ اس کے آنسو بہنے لگے۔

اب میں کیا کروں گی انس! —— آپ کے بغیر جینا تو قیامت ہے۔ اور یہ مجھے پہلے قدم پہ ہی پتہ چل گیا ہے۔

وہ تڑپ رہی تھی، ماہی بے آب کی مانند۔

مگر اس کی ذرا سی تکلیف پہ جان وارنے والا تو بہت دیر ہوئی، جان ہار چکا تھا۔

سو وہ اس کی ایک ایک چیز سے اس کی یادیں کشید کرتی خود کو ہلکان کرتی رہی۔

●●●●●

"کہاں آوارہ گردی کر رہے ہو تم؟ —— میں کب سے تمہیں ڈھونڈ رہی ہوں۔"

لائن ملتے ہی وہ اسے ڈپٹنے والے انداز میں بولی تو وہ کراہ کر رہ گیا۔

"کہیں ڈھونڈ رہی ہو تم مجھے؟" شموئیل نے بڑے صبر کا مظاہرہ کیا تھا۔

"بس ستاروں پہ کمندیں ڈالنا باقی رہ گئی ہیں۔" طنز کرتے ہوئے ڈالے کی اُمڈ آتی عروج پہ تھی۔

"اچھا —— سوری —— کہو، کیا کام تھا؟" وہ اپنی طبع سے مجبور تھا۔ فوراً موم ہو گیا۔

"گڈ بوائے! بہت اچھے شوہروں والی کوالٹی ہے تمہارے اندر۔" وہ خوش ہو کر بولی تو شموئیل نے لب بھینچے۔

"ابھی میں تمہارے آفس سے ہو کر آ رہی ہوں۔ بلکہ آفس کے باہر موجود ہوں۔ تمہارے ملازم سے لے کر پی اے تک کو معلوم نہیں کہ تم کہاں ہو۔" اس کا انداز تفتیشی تھا۔

"کیوں —— تم میرے آفس کیوں گئیں؟" شموئیل کو غصہ آیا تو وہ کھلکھلا کر ہنسی۔

"واہ —— خان پٹھان کو غصہ بھی آتا ہے۔"

"ابھی تم نے میرا غصہ دیکھا نہیں ہے۔ وہ تو میں عورت ہونے کی وجہ سے تمہارا خیال کر جاتا ہوں۔" شموئیل نے اسے جتایا تو وہ دانت پیس کر بولی۔

"یہ عورت کس کو کہا تم نے؟"

"تمہیں ——— اور کس کو کہوں گا؟" وہ حیران ہوا تھا۔

"میں لڑکی ہوں۔ اور اوور ایج نہیں ہوگئی۔ فقط ساڑھے چھبیس سال کی ہونے والی ہوں۔"

"تو کیا لڑکی کو عورت نہیں کہتے؟"

"فی میل میں بھی بہت کیٹگریز ہوتی ہیں شوئنکل خاناں اگر تم معصوم جان۔ کبھی کوئی ڈکشنری دیکھا ہو تب نا۔" وہ اس کا مذاق اُڑا رہی تھی۔

"پتہ ہے مجھے۔ ماں، بہن، بیٹی۔" وہ چڑ کر بولا تو ڈالے ہنسی۔

"نہیں بے وقوف لڑکی، خاتون، عورت وغیرہ کی کیٹگریز کی بات کر رہی ہوں میں۔"

"یہ اچھی رہی ——— تمہاری ہر معاملے میں اپنی ہی منطق ہے۔" وہ جیسے ہار کر بولا تو وہ خوش ہوئی۔

"یہ ہوئی نا اچھے بچوں والی بات۔ اب تم فوراً آ جاؤ۔ اسی ریسٹورنٹ میں جہاں امی ابو لے گئے تھے۔"

"وہاں کیا ہے؟"

"اگر شادی ہوگئی ہوتی ہماری تو میں کہتی آج ہمارا ڈیٹ ہے۔ مگر فقط اتنا کہوں گی کہ لنچ تمہارے ساتھ کروں گی۔"

"افوہ ——— گھر میں فارغ نہیں ہوں یار!" شوئنکل نے ہچکچاتے ہوئے انکار کیا تو۔

"خبردار ——— خبردار جو کوئی بدمزگی پیدا کرنے کی کوشش کی تو۔ میں بہت بری طرح پیش آؤں گی۔" ڈالے نے اسے مزید کچھ کہنے سے پہلے اسے دھمکایا تو وہ گہری سانس بھرتے ہوئے بولا۔

"اوکے ——— میں پندرہ منٹ تک پہنچ سکتا ہوں۔ مگر فقط پندرہ منٹ کے لئے۔"

"تم آؤ تو سہی۔ دیکھ لیں گے تمہارے وقت کو بھی۔" اس نے مسکرا کر کہتے ہوئے موبائل آف کیا اور اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔

"مجھے ڈراپ کر کے گاڑی گھر چھوڑ دینا۔ واپسی پر میں مینج کر لوں گی۔" پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے اس نے ڈرائیور سے کہا۔ جو یوں تو آفس کے کاموں کے دوران استعمال ہوتا تھا مگر ڈالے اپنے لئے بھی اسے ہائر کر لیتی تھی۔

ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلایا اور مستعدی سے گاڑی آگے بڑھا دی۔ وہ واقعی اگلے پندرہ منٹ میں ریسٹورنٹ پہنچ گیا۔ ڈالے نے ہاتھ ہلا کر اسے متوجہ کیا تھا۔

"میں بہت مشکل سے صرف پندرہ منٹ نکال کے آیا ہوں تمہارے لئے۔" آتے ہی اس نے قطعی انداز میں کہا تو وہ بولی۔

"یعنی کہ ان پندرہ منٹوں میں صرف بے حد ضروری کام ہی ہو سکتا ہے۔"

"وہ کیا؟" وہ استفہامیہ نظروں سے ڈالے کو دیکھنے لگا۔

"تم آؤ تو۔" ڈالے سیٹ چھوڑ کر اٹھ گئی تھی۔

وہ شوئنکل کو بھی اس کی تقلید کرنا پڑی۔

"اب کوئی اور ریسٹورنٹ ڈھونڈو گی۔ یوں تو میں لیٹ ہو جاؤں گا۔" وہ تنقیدی انداز میں بولا تو اس نے اسے تنبیہی نظروں سے گھورا اور ہاتھ تھام کر گھسیٹنے کے سے انداز میں قریبی مارکیٹ میں لے آئی۔

"اب یہاں کیا ہے؟" وہ بے بس ہونے لگا۔ یہ قیامت اکثر ہی قیامت مچایا کرتی تھی۔

"یہاں سے تم مجھے انگوٹھی دلا رہے ہو۔" وہ جیولر شاپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شوخی سے بتا رہی تھی۔ وہ اس کے کھلتے چہرے کو نہ سمجھنے والے انداز میں دیکھنے لگا۔

"منگنی کی ——— میری اور تمہاری منگنی کی۔ باضابطہ گھر والوں کی موجودگی میں کر لیں گے۔" وہ بے حد خوش تھی۔

اس کی خوشی میں اس نے ٹھٹک کر رُکے شوئنکل خان آفریدی پر ایک نگاہ بھی نہیں ڈالی اور اس کا ہاتھ تھام کر کھینچتی ہوئی جیولر شاپ میں داخل ہو گئی۔

زندگی کی بساط پر مہرہ بنا شوئنکل خان آفریدی پہلے کون سی چال اپنی مرضی کی چل پایا تھا جو اب اعتراض کرتا۔

خدا جانے تقدیر کو کیا منظور ہے۔

وہ انگوٹھی پسند کرتی ڈالے کے کھلے ہوئے چہرے کو دیکھ کر بے بسی سے سوچ رہا تھا۔

"دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا ژالے؟"
وہ بروقت تمام کہہ پایا۔ جبکہ ژالے نے ڈائمنڈ جڑی نازک سی جھلملاتی انگوٹھی اپنی انگلی میں ڈال کر ہاتھ اس کے سامنے لہرایا۔
"یہ دیکھو ——— یہ کیسی لگ رہی ہے؟"
"یہ کیا مذاق ہے ژالے؟"
"مذاق ——— ؟" ژالے نے حیرت سے اسے دیکھا۔ پھر بولی۔ "میں سو فیصد سنجیدہ ہوں۔"
"زندگی کے فیصلے یوں سرِ راہ نہیں کیے جاتے۔" شموئل چکرایا ہوا تھا۔ یہ تو ان ہی آنکھیں دکھا رہی تھیں۔ یہ سچ تھا کہ وہ بھی ژالے آفریدی سے محبت کرتا تھا۔ مگر بیچ دوں میں ہونے والی مجبوریاں اسے کوئی بھی انتہائی قدم اٹھانے سے روک رہی تھیں۔
"تو کیا میرے ساتھ انگوٹھی چلاؤ گے؟ ——— شادی نہیں کرو گے؟" وہ ہمارا ملنی سے ہا! چیلنج کر زیرِ لب مسکراتے دیکھ کر دانت پیستا وہ بھی بظاہر مسکرایا۔
"اوکے ——— جلدی سے کچھ چوائس کرو۔ میرے پاس ضائع کرنے کے لیے جو وقت ہے۔ صرف پانچ منٹ باقی ہیں۔"
"اچھا یعنی ضائع کرنے کے لیے تمہارے پاس صرف پانچ منٹ تھے جو تم نے مجھ پر لگائے بہت خوب۔" وہ انگوٹھی رکھ کر اس سے دو دو ہاتھ کرنے پر تیار ہو گئی۔
شموئل بوکھلا سا گیا۔
"میرا مطلب یہ تھا کہ اب صرف پانچ منٹ رہ گئے ہیں شاپ سے نکلنے کا وقت رہ گیا ہے میرے پاس۔ بابا جان گھر آئے ہوئے ہیں۔"
"ویری گڈ ——— یعنی ان سے ملاقات بھی ہو جائے گی۔" وہ کھل اٹھی تو شموئل تاسف سے سر ہلاتا جیولر سے بل بنانے کا کہنے لگا۔
"یہ انگوٹھی تم اپنے پاس رکھو۔ اور جب دل کی مرضی ہو تب میرا ہاتھ تھام کر پہنا دینا۔" جیولر سے بل کروا لینے کے بعد اسے تھمایا اور بہت سنجیدگی سے بولی۔ وہ سوچوں میں گم رہ گیا۔

●●●●●

"کہاں کھو دیا ہے میں نے ——— " صبا نے دروازہ کھول کر بیڈ پہ نیم دراز جانے کن سوچوں میں گم نوفل کو پکارا تو وہ چونک کر سرخ ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا۔ اس کے تاثرات سمجھ نہ پایا تو صبا بے اختیار اندر چلی آئی۔
"کیا سوچ رہے ہیں؟" اس کے نارمل سے انداز پر یقیناً وہ حیرت زدہ ہوا تھا۔ تبھی ایک بے ساختہ گہری نگاہ صبا پر ڈالی۔
"یہ آپ کا مسئلہ نہیں ہے۔"
"یہ آپ کی بھول ہے نوفل! نکاح کے ایک بندھن پر سائن کیے تھے ہم نے۔ جب خدا نے ہماری قسمتیں ہماری تو آپ کون ہوتے ہیں میرا میرا کرنے والے۔" وہ بے حد سکون سے بولی تو لمحہ بھر کو نوفل سے جیسے قوتِ گویائی چھین لی گئی ہو۔
"نکاح کے بندھن پر سائن کرنے کے بعد اور بھی بہت سے مطالب ہوا کرتے ہیں محترمہ مگر آپ اور آپ کی مرضی کی شقیں ہی ملی ہوں گی۔"
"نہیں۔ وہ تو بہت کچھ ہے۔ مگر ادراک ابھی ہوا ہے۔ خیر دیر آید درست آید۔" اس کا اطمینان نوفل کو ایک نئی آزمائش سے دوچار کر کے رکھ دیتا تھا۔
اتنا مطمئن اور شانت اس نے صبا کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ نوفل کے ذہن میں اس بات کی قلعی کھل گئی جب وہ اس کی تمام تر توجہ اور بے تابیوں کو ٹھکرا کر اس کی محبت کو ہوس کا نام دے گئی تھی۔ اس کا حلق تک کڑوا ہونے لگا۔ اسے ابھی بھی اپنی بے خودی پر ندامت ہونے لگتی تھی۔
پچھلے کچھ دن تو یوں گزرے کہ خود کو بھی سوچنے کا وقت نہ ملا تھا۔ مگر اب جبکہ وہ سامنے تھی تو وہ بات احتساب بن کر سامنے آ کھڑا ہوا۔
"ہر بار ویسا ہی نہیں ہوا کرتی بی بی! اور نہ ہی ہر منطق سب پہ اپلائی کی جا سکتی ہے۔" وہ لٹھ مار کھرے انداز میں بولا تو صبا نرمی سے بولی۔
"آپ مجھے "تم" کہہ کر بلائیں گے تب بھی میں اعتراض نہیں کروں گی۔ اور آپ کے منہ سے "صبا" بھی اچھا لگتا ہے۔"
نوفل کا دماغ گھوما۔ وہ کیا پھر سے اس کا تمسخر اڑا رہی تھی؟
"آپ اپنی حد میں رہیے۔" وہ جیسے بھڑکا۔ صبا نے جانچتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پھر جواب دیا مجھ میں کہا۔
"آپ بتا دیجیے میری حد۔"
"وہ تو میں اول شب سے آپ کو بتا چکا ہوں۔" نوفل نے تنفر سے کہا تھا۔
"پیار اور تنفر آپ کو سوٹ نہیں کرتے۔ اصل میں آپ کی شخصیت اتنی اچھی ہے کہ یہ خود کچھ عجیب سے لگتے ہیں۔"
"آپ میری ذات میں گھسنے کی کوشش مت کریں۔" وہ چیخ کر رہ گیا۔

لعنت ہے اس بے خودی پہ۔ ایسا بھی کیا خمار عشق کہ من و تن کی خبر ہی نہ رہے۔ اپنا جانا کب منظور تھا بھلا؟

"آپ کی اور میری ذات الگ نہیں ہے۔" وہ یاد دہانی کرانے والے انداز میں بولا۔ تیز نظروں سے اُسے دیکھا۔

"ہم" دو" ہی ہیں۔ ورنہ آپ کے لئے قربتوں کے معنی اس قدر گرے ہوئے نہ ہوتے" اس نے بھی اسے یاد کرایا تھا۔

صبا قدرے شرم سار ہوئی اور کچھ توقف کے بعد پوچھا۔

"اور اگر میں اپنے لفظوں پہ نادم ہوں تو؟"

"تو ـــــ" وہ اسے دیکھتے ہوئے اُٹھ بیٹھا۔ "تو یہ کہ لمحے ہاتھ سے پھسلتی ریت ہوتے ہیں۔ بہت دیر تک ان پہ قابو نہیں پا سکتے آپ۔ پچھتانا ہی مقدر رہ جاتا ہے۔"

"تو آپ کیا چاہتے ہیں کہ میں پچھتاؤں؟" وہ آس و نراس میں گھری پوچھ رہی تھی۔ ایسی سادگی اور معصومیت کہ نوفل احمد کا پتھر دل بھی پگھلنے لگا۔ وہ زمین کا باسی گویا چاند کا متمنی تھا اور چاند بھی وہ جو اس کے اپنے آنگن کا تھا۔ مگر کس قدر صدیوں کے فاصلے پہ۔ یہ تو اسے معلوم ہوتا تھا کہ جب جب وہ اسے چھونے کو ہاتھ بڑھاتا تھا۔

"آپ شاید کچھ کہنے آئی تھیں۔" وہ یکلخت ہی اپنے سرد مہر خول میں سمٹتے ہوئے بولا تو صبا سست سی پڑ گئی۔

"کہا تو میں نے بہت کچھ ہے۔ مگر شاید آپ سن کر بھی سننا نہیں چاہتے۔ تبھی بہلاوے دے رہے ہیں۔"

"اگر آپ کھانے کا پوچھنے آئی ہیں تو میں پانچ منٹ میں آ رہا ہوں۔" وہ گویا اُٹھتے ہوئے بولا تو صبا کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ سنگدل، بے مہر۔ وہ بہت دُکھی دل کے ساتھ اُٹھ آئی۔

●●●●●

"ہیلو!" وہ ریسیور اٹھاتے ہی یکلخت بولی۔ سارا دھیان چولہے پہ چڑھے ہوئے پانی کی طرف تھا۔

"السلام علیکم! جی دیبا بات کر رہی ہوں۔ معید حسن سے بات ہو سکتی ہے؟" کھنکتا ہوا لہجہ شگی کی سماعتوں سے ٹکرایا تو وہ جانے کیوں تپ سی اُٹھی۔

"آپ ان کے موبائل پہ کال کر لیں تو زیادہ اچھے سے بات ہو سکتی ہے۔" بظاہر بڑے سادہ لہجے میں کہا تو وہ ہنسی۔ پھر بولی۔

"آپ شاید وہی ہیں، جو اس رات معید کے ساتھ تھیں۔ صبوحی۔"

"جی نہیں، شگی۔" اس نے فی الفور اپنا نام درست کرایا تو وہ پھر سے ہنسی۔

"جو بھی ہے۔ یہ معید کہاں ہے؟" وہ بڑے استحقاق سے پوچھ رہی تھی۔ شگی کو غصہ آیا۔

تیز ہو گئی ہوں۔

"وہ شاید گھر میں نہیں ہیں۔" روکھے سے لہجے میں کہا تو وہ حیران ہوئی۔

"مگر آج تو چھٹی ہے۔ وہ گھر پہ ہی ہوگا۔"

"دراصل چھٹی والے روز بھی گھر پہ نہیں پائے جاتے۔" شگی نے طنزاً کہا تھا۔

"اچھا، آئیں تو اسے میرا پیغام دے دیجا پلیز۔ آتے ہی مجھے کال بیک کرے۔ میں کب سے کال ٹرائی کر رہی ہوں مگر کوئی رسپانس نہیں مل رہا۔" دیبا نے دوستانہ لب و لہجے میں کہا اور بات ختم کرنے لگی تو شگی نے شکریہ ادا کرتے ہوئے ریسیور پٹخنے کے سے انداز میں رکھا۔ پر ڈالا۔

"کس قدر چھچھورے ہوتے ہیں بعض لوگ۔ خوامخواہ لیس ہوئے جاتے ہیں۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے واپس پلٹی تو ذہن میں اپنی گزشتہ کارگزاری کا خیال آیا۔

"ہائے ـــــ" وہ سرپٹ کچن کی طرف بھاگی جہاں مصالحہ پتیلے میں لگ چکا تھا۔

"تمہارا تو ستیاناس ہو دیبا بیگم!" وہ روہانسی ہونے لگی کہ آج رات کا کھانا چچی جان نے خاص طور پہ اس سے بنانے کو کہا تھا۔

اس نے چاول اُبلنے کو رکھے اور نسخوں والی کتاب اٹھا کر جلے ہوئے سالن کو قابل گزارا بنانے کی ترکیب ڈھونڈنے لگی۔

"اگر سالن جل جائے تو اس میں آدھی پیالی کچا دودھ ڈال کر پکائیں۔ جلے ہوئے کی بو ختم ہو جائے گی۔"

اس نے پڑھا اور فوراً ہی عمل بھی کر ڈالا۔ چکھ کر دیکھا تو کچھ خاص جلا ہوا نہیں لگا۔ وہ اس ترکیب کی معتقد سی ہو گئی۔ رائتہ اور سلاد بنا کر فریج میں رکھا تو معید کی شکل نظر آئی۔ اور کوئی معاملہ تو اب تک ذہن سے نکل چکا ہوتا مگر جانے کیوں یہ دیبا بیگم تب سے ذہن میں اودھم مچائے ہوئے تھی۔

"فون تھا آپ کا۔" لٹھ مار انداز میں کہا تو صوفے پہ نیم دراز کیفیت میں بیٹھا جوان وہ متذبذب سا اسے دیکھنے لگا۔

"کس کا تھا؟"

"آپ کی کوئی گرل فرینڈ تھی۔" اطمینان سے کہا۔ کب سے دل یہ سب کہنے کو بے قرار ہو رہا تھا۔ اب جیسے صبر سا آ گیا۔

معید کی پوری آنکھیں کھل گئیں۔

"یہ گرل فرینڈ کیا چیز ہے؟" ناگواری سے پوچھا تو وہ معصومیت سے بولی۔

"اگر دوست لڑکی ہو تو اسے گرل فرینڈ ہی کہتے ہیں میری نالج کے مطابق۔"

"کس کا فون تھا؟" وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

"دیکھا ـــــ گرل فرینڈ کہا تو کتنی آسانی سے بوجھ لیا آپ نے۔" وہ استہزائیہ انداز
"کبھی سیدھی بات کا سیدھے سے جواب بھی دے دیا کرو۔" وہ چڑ کر بولا تو تائی جان نے
سے کہا۔

"میں نے تو سیدھے سے ہی بتایا تھا کہ آپ کی گرل فرینڈ کا فون آیا ہوا تھا۔ اب کوئی اور ـــــ یہ تو آپ کو ہی علم ہوگا ان کے بارے میں۔"

وہ جبڑے بھینچ کر اسے گھورنے لگا۔ تب وہ مسکراہٹ دبائی پلٹ آئی۔ سعید کو زچ کرنے کا الگ ہی مزہ تھا۔ کبھی اس نے بڑے اچھے موڈ میں کھانا لگایا تھا۔

سبھی نے اتنے دنوں کے بعد حنی کے ہاتھ کا کھانا شوق سے کھایا تھا۔ نگین کو خود بٹھا کر اپنی نگرانی میں کھانا کھلایا تھا۔

"آج لگتا ہے کھانے کو کسی اور کے ہاتھ لگے ہوئے تھے۔" وجدان نے ڈکار لیتے ہوئے آواز میں کہا تو سعید اطمینان سے بولا۔

"آج یقیناً کھانا حنی نے بنایا ہے۔"

"تمہیں کیسے پتہ چلا؟" چچی جان مسکرائی تھیں۔

"اس کے ہاتھ کے جلے کا ذائقہ ہی اور ہوتا ہے۔"

وہ جو کچھ "اچھا بنا" سننے کی منتظر بیٹھی تھی، تلملا اٹھی۔ کسی کو کچھ پتہ چلے نہ چلے۔ یہ الو ناک کا بچا سب کچھ محسوس کر لیتا تھا۔

"ہاں، کچھ خوشبو سی آ رہی تھی بریانی میں سے۔" چچا جان کو بھی جیسے اچانک یاد آیا۔

"شاید مصالحہ زیادہ ہی بھن گیا تھا۔" تائی جان نے سادگی سے کہا تو حنی کو رونا آنے لگا۔ غصے سے وہ پہلو بدلنے لگی۔ ورنہ اس سے پہلے تو اچھا کھانا بناتے ہی اسے انعام ملنے کی اطلاع جاتی تھی۔

"برتن دھو کے تین کپ چائے لاؤنج میں دے جانا۔" یہ حکم اچانک ہی صادر ہوا تھا۔

"میں ابھی فارغ نہیں ہوں۔" وہ پلیٹ دھو کر ریک میں رکھتی خفگی انداز میں بولی تو وہ

"میں بھی برتن دھونے کے بعد کی بات کر رہا ہوں۔"

"دیکھوں گی۔" وہ ڈھٹائی سے بولی تو سعید کو پیار آیا۔

"ویسے کھانا اچھا بنا ہوا تھا۔ بس بریانی کا مصالحہ جل گیا تھا اور سالن میں نمک تھوڑا سا باقی سب اچھا تھا۔ رائتہ، سلاد وغیرہ۔"

"شکریہ ـــــ نوازش۔" اس نے گلاس پٹختے ہوئے کہا تو وہ زیرِ لب مسکراتا چلا گیا۔

"بس ـــــ جلیبی جلانے کا ماہر۔" حنی کو شدید غصہ آ رہا تھا۔ کیا تھا ذرا سی تعریف کر دیتا تو وہ جھنجھلا رہی تھی۔ مگر اچانک ہی ذہن میں لال بتی جل اٹھی۔ وہ بڑے زور کی ٹھٹکی تھی۔

"لعنت ہے مجھ پر ـــــ میں بھلا وہ بول اس کے منہ سے سننے کو کیوں مری جا رہی

خود پہ شدید حیرت ہوئی۔

"اُدّوں وہ تو تب ـــــ دماغ خراب ہو رہا ہے شاید میرا۔" اس نے جھنجھلاہٹ کے عالم میں سوچا پھر اٹھتے ہوئے چائے کے لئے پانی رکھنے لگی۔

●●●●●

وہ بڑے اتفاق سے شوکل خان کے آفس میں براجمان تھی۔ جبکہ وہ اپنے مخصوص نرم مزاج کے خاصا جھنجھلایا ہوا اِدھر سے اُدھر مارچ پاسٹ کر رہا تھا۔

"بیٹھ جاؤ زمان! کیوں ٹانگیں گھسا رہے ہو؟" ڈالے کا انداز چھیڑنے والا تھا۔

وہ تپ کر تلملا اٹھا۔

"اٹھا کر باہر پھینک دوں گا تمہیں اگر کچھ مزید بولیں تو۔"

"ارے ـــــ" پہلے تو وہ اس کے اس قدر غیر متوقع انداز پر حیران ہوئی۔ پھر کھلکھلا کر ہنس
"بہت آرزو تھی تمہیں اس ڈینگ روپ میں دیکھنے کی۔ ڈینگ ہی کہتے ہیں نا؟" وہ ابھی بھی
[illegible]

وہ ایک جگہ رک کر دونوں ہاتھ جمائے اسے گھورنے لگا۔ اپنی تمام تر دلکشی اور شادابی سمیت، بڑی آنکھوں میں شوخی و شرارت کے تمام رنگ لئے وہ اسے زچ کرنے پر آمادہ تھی۔

"اپنے تئیں دیکھتے لڑکیوں کو۔ انہیں شرم آتی ہے۔" ڈالے نے اسے ٹوکا تو وہ جل اٹھا۔

"وہ لڑکیوں کو آتی ہوگی۔ تمہارا اس کیٹگری سے دور دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔" ڈالے ہنسی۔

"پھر آخر ایسی کیا حسرت ہے تمہیں کہ مجھے شرماتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہو؟"
ہوگا۔

"ماحول والا ـــــ مجھے ایسی کوئی فضول حسرت نہیں ہے۔ مگر یہ جو تم میرے آفس کا ماحول خراب کرنے کی کوشش کر رہی ہو نا، یہ ترک کر دو۔" اس کا انداز ڈھٹائی سے بھرپور تھا۔

"میں نے تو صرف مستقبل قریب کی مالکن کی حیثیت سے تمہارے پی اے کے ساتھ آفس در کرنا جائزہ لیا ہے اور بس۔" دوسری طرف معصومیت کی انتہا تھی۔
سا ہونے لگا۔

"تمہارے لئے ڈالے آفریدی! اپنے دماغ کو اپنے بوٹوں میں لگاؤ۔ اور بھی دکھ ہیں زمانے میں محبت کے سوا۔"

"پھر محبت کے دکھ کو ترجیح کیوں نہ دی جائے؟" اُدھر سے ترنت جواب آیا۔

زمان اپنا سر ہاتھوں میں تھامے اپنی نشست پر ڈھے گیا۔ پہلے کون سا ڈالے کے سامنے اس کی چلتی تھی جو اب وہ اس کی بات مان کر سیدھی بات کرتی۔

"کیا ہوا؟ ـــــ سر دکھ رہا ہے؟" ڈالے نے ہمدردی سے پوچھا تو وہ سر اٹھا کر اسے گھورنے لگا۔

"کیا بات ہے خان! آج بات بات پر گھور رہے ہو۔ بہت اچھی لگ رہی ہوں کیا؟" وہ نازک سی چہکی تھی۔

"آخر تم شرمندہ کیوں نہیں ہو جاتیں؟" وہ بے چارگی سے بولا۔ تب وہ ایک دم سنجیدہ ہو گئی۔

"اتنا تو سنور گئی ہوں تمہاری محبت میں شہزاد خان! اب تو اگر مجھے اپنے خاندان کی عورتوں کی طرح پردہ بھی کرواؤ گے تو کر لوں گی۔"

وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔ کوئی بات تو تھی اس کے لب و لہجے میں، اس کے انداز و اطوار میں اور سب سے بڑھ کر اس کے تاثرات میں جو دل کو چھو رہی تھی۔

"مجھے اور مت آزماؤ شہزاد خان! بہت بھاگی ہوں میں تمہارے پیچھے۔ میں جانتی ہوں تمہاری مجھ سے محبت میں وہ شدت نہیں جو میری تم سے محبت میں ہے۔ مگر میں پھر بھی تمہاری پر راضی ہوں۔ میں اپنی محبت میں بہت پر یقین ہوں خان! تم دیکھنا ایک دن تم بھی میری محبت بھرنے لگو گے۔ بس خود کو یوں سنبھال سنبھال کر رکھنا چھوڑ دو۔ مکمل طور پر میرے حوالے کر دو۔ پھر دیکھنا، کتنی محبت سے سنوارتی ہوں تمہیں۔ سر سے پاؤں تک عشق کی تصویر بنا دوں گی۔" وہ جذب سے کہہ رہی تھی۔

اور ادھر تو پہلے سے اس کی محبت میں گھائل دل تھا۔ اس کے سامنے بھی اعتراف نہیں کیا تو کیا ہوا؟ اتنے عرصے کے بعد اسے سامنے پا کر وہی جذبے پھر سے نمو پا گئے تھے جنہیں وہ ماضی کے واقعات کی وجہ سے زبردستی دبائے ہوئے تھا۔ اس کا دل بہکنے لگا خود سپردگی کو، چاند کو چھونے کو۔ شہزاد خان آفریدی تھا۔ آفریدی قبیلے کے سردار کا بیٹا۔ دل کی بہت کم سنتا تھا۔ مگر اب مقابلے میں اسے اپنی یہ عادت بہت گھٹیا محسوس ہو رہی تھی۔ سو اس نے بھی خود کو اس جذبے میں بے دست و پا چھوڑ دیا جسے سب "محبت" کہتے ہیں۔

●●●●●

وہ اسے دیکھ کر حسب سابق اٹھ کر اندر جانا چاہتی تھی مگر عماد اس کے راستے میں آ گیا۔

"کیا بات ہے؟ مجھ سے کیوں بھاگ رہی ہیں آپ؟"

تمکین نے پلکیں اٹھا کر ایک نظر اس کی طرف دیکھا پھر اس کی بات کا جواب دیے بغیر ایک طرف ہو کر گزرنا چاہا۔ مگر عماد پھرتی سے دوبارہ اس کی راہ میں حائل ہو گیا۔

"میرا راستہ چھوڑ دیں پلیز۔" تمکین کے انداز کی ناگواری عماد کو تحیر میں مبتلا کر گئی۔ اتنا اس سے اپنے لب و لہجے میں کبھی بھی مخاطب نہیں ہوتی تھی۔ پھر آج ایسا کیا ہوا تھا جو پر اتر آئی۔

"میں صرف آپ کی ناراضگی اور غصے کا سبب جاننا چاہتا ہوں۔ پھر آپ کو مجھ سے ضرورت نہیں پڑے گی۔"

"مگر میں آپ سے بات نہیں کرنا چاہتی۔" وہ خفگی بھرے انداز میں بولی تو وہ

لگنے لگی۔ سفید لباس پر سیاہ شال اوڑھے وہ بالکل سادہ اور ویران سے حلیے میں کہیں سے بھی تمکین نہیں لگ رہی تھی۔ (اور اگر ایسا ہوتا تو ایک شور مچا دیتا۔ بھلا اس سے تمکین کی رگوں یہ بے نیازی برداشت ہی کہاں ہوتی تھی) عماد کے دل کو جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا ہو۔

"میں تو جاننا چاہتا ہوں کہ مجھ سے ایسی کیا خطا ہو گئی ہے جو آپ مجھ سے ایسا سلوک کر رہی ہیں؟" وہ خود کو بے بسی کی انتہا پر پا رہا تھا۔

"یہ آپ اپنے دل سے پوچھئے۔" وہ تلخی سے بولی تو عماد نے حیرانی بھرے دکھ سے پوچھا۔

"پھر بھی — کچھ تو کہیں۔ شاید میں کفارہ ادا کر سکوں۔"

"تو پھر مجھے ولی کو واپس لا دیں۔" وہ وقفے اس کی طرف دیکھتے ہوئے تلخ اور چبھتے انداز میں بولی۔ عماد دکھ اور تحیر کے مارے ششدر سا ہو گیا۔

"میں نے انہیں آپ کے بھروسے پر بھیجا تھا کہاں ہیں اب؟ — آپ نے تو وعدہ کیا تھا انہیں ساتھ لانے کا۔ نبھائیں اپنا وعدہ۔" وہ حواس میں نہیں لگ رہی تھی۔ اور بے تکان بولنے والے عماد کی زبان گنگ سی ہو کر تالو سے چپٹ گئی۔

"میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی — کبھی بھی نہیں۔"

وہ اس کے پاس سے ہو کر گزرتی تیزی سے اندر چلی گئی۔ جبکہ عماد ابھی تک دکھ اور بے یقینی کے عالم میں گم وہیں کھڑا تھا۔

●●●●●

"دل تو ہے دل، دل کا اعتبار کیا کیجے
آ گیا جو کسی پہ پیار کیا کیجے"

نفاست سے فائل کیے ناخنوں کو نیل پالش کا دوسرا کوٹ کرتی ادینہ کی گنگناہٹ نے زرینہ بیگم کو بہت محظوظ کر دیا۔ بہت عرصے بعد وہ اسے اپنے پہلے جیسے موڈ میں دیکھ رہی تھیں۔

"آپ کیا دیکھ رہی ہیں اتنے غور سے؟" وہ انہیں اپنی طرف متوجہ پا کر ہلکی سی ہنسی کے ساتھ بولی۔ انہوں نے سادگی سے جواب دیا۔

"یہ دیکھ رہی ہوں، بڑے عرصے کے بعد انسانوں والی جون میں لوٹی ہو۔"

"واہ ادا جان —!" وہ ایک بار کھل کے ہنسی۔ "کیا اعلیٰ پائے کی تعریفی سند پیش کی ہے آپ نے۔"

"اور نہیں تو کیا۔ ورنہ تو ہر وقت تمہارا مزاج سوا نیزے پہ چڑھا رہتا تھا۔"

"موڈ کی بات ہے۔ اب ہر وقت انسان ایک ہی موڈ میں تو نہیں رہ سکتا نا۔ وہ بھی ایک موڈ تھا گزر گیا۔" وہ اطمینان سے کہتی پھونکیں مار کر پالش خشک کرنے لگی۔

"شکر ہے۔" انہیں تسلی ہوئی تو ساتھ ہی دبے لفظوں میں کہہ دیا۔

"اب اپنے مستقبل کے متعلق سوچو۔ یہ نوفل کا چچا تمہیں کچھ نہیں دینے کا۔"

"بیٹا ـــــ اب اس کا وظیفہ کرکون کمبخت رہا ہے۔ اب تو اپنی منزل کوئی اور ہی ہے۔"
کر ہی خوش ہو رہی تھی۔

زرینہ بیگم متفکر ہو گئیں۔

"پہلے بھی ایک بار ٹھوکر کھا چکی ہے ـــــ اب کے ذرا دھیان سے قدم رکھنا۔"

"اوفوہ ـــــ" اس نے انہیں ناگواری سے گھور کر دیکھا۔ "کبھی تو ٹھیک بات منہ سے نکال لیا کریں۔"

"تو کیا نصیحت کو تم ٹھیک نہیں سمجھتیں؟" انہوں نے حیران ہو کر پوچھا تو وہ چڑنے لگی۔

"ہر وقت نصیحتیں بھی اچھی نہیں لگتیں۔ اور شاید ہی ہر راستہ دھیان دے کر چلنے والا ہوتا ہے کی بار میں نے بند ہی آنکھ چلا ہے۔"

"اچھا ـــــ" وہ متعجب ہوئی تھیں۔

"ہاں ـــــ آنکھیں بند کر کے چلوں تو بھی منزل تک پہنچ سکتی ہوں۔" وہ بڑے تفاخر سے بولی تو انہوں نے متجسس ہو کر پوچھ ہی لیا۔

"ہے کون؟"

"اکلوتا بیٹا ہے اپنے والدین کا۔ زمین، جائیداد کا وارث۔ ویسے بھی لاکھوں نہیں تو ہزاروں میں ایک ہے۔" اس کی آنکھیں خواب ناک انداز میں چمک رہی تھیں۔

"کون ـــــ؟" زرینہ بیگم کا تجسس عروج کو پہنچنے لگا۔

"عماد۔" وہ اطمینان سے بولی تو زرینہ بیگم کو بہت خوشی ہوئی۔

"شکر ہے۔ کوئی تو عقل کا کام کیا۔ خاندان بھی اچھا ہے اور لڑکا بھی۔"

"آپ تو بس یہی دیکھتی رہنا۔" اس نے ناک چڑھاتے ہوئے کہا تو وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اسے ٹوک گئیں۔

"اپنی سوچ کو مثبت اور لالچ سے پاک رکھو تو خدا تمہارے لیے بہتر نہیں بلکہ بہترین کرے گا۔"

"آج کل لڑکوں کی شکل نہیں، بلکہ ان کی جیب اور بینک بیلنس دیکھا جاتا ہے۔"

اریبہ کی بات پر زرینہ بیگم نے متاسفانہ انداز میں اسے دیکھا۔ وہ ماں تو اسی کی تھیں مگر جانے کس پہ پڑی تھی۔ ان کی سادہ لوحی سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔

وہ ہمیشہ سے خود غرض اور کینہ پرور رہی تھی۔ آدمی کے ظاہر پہ مر مٹنے والی۔ جو دل ہار دینے والی۔

اس کی عادتوں کو ناپسند کرنے کے باوجود وہ بیٹی کی تیز طبع سے خائف، اسے برا بھلا نہیں کہتی تھیں تو بھی کبھار نصیحت کی شکل میں سمجھانے کی کمزور سی کوشش کر لیتیں۔ یہ الگ بات تھی کہ اس نے ان کی باتوں کو کبھی درخور اعتنا نہیں جانا تھا۔

"ہمیشہ رہنے والی چیزیں تو اخلاق اور کردار ہی ہیں۔ جیب اور بینک بیلنس تو کبھی بھی ختم ہو سکتا ہے۔ ان کی جائیداد کے کون سے حصہ دار بیٹھے ہیں۔ ماں باپ کا اکلوتا وارث ہے اور اتفاق سے اخلاق و کردار کا اچھا بھی ہے۔ آپ بھی خوش، میں بھی راضی۔" وہ اچھے موڈ میں تھی۔

زرینہ بیگم اندر ہی اندر تلملا کر رہ گئیں۔ یہی فیصلہ اگر وہ محض عماد کے اخلاق اور کردار کو دیکھ کر کرتی تو وہ بھی اس سے راضی ہوتیں۔ مگر وہ پہلے کب ان کی مانتی تھی جو اب ان کی باتوں پر کان دھرتی۔

وہ دل ہی دل میں خدا سے اس کے سدھرنے کی دعائیں کرتی رہیں۔ جبکہ اریبہ کی گنگناہٹیں پھر سے جاری ہو چکی تھیں۔

●●●●●

تب ہی ایک خواب سے اس کی آنکھیں کھلیں تو وہ پسینوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔

"یااللہ ـــــ!" بے ترتیب دھڑکنوں کے ساتھ اس نے بے اختیار اپنے پہلو میں ہاتھ مارا تو بے ساختہ زندگی سے بھرپور گرم وجود اس کا دل ٹھہرا گیا۔ وہ اس کے قریب ہو کر جیسے اس کے ہونے کا یقین چاہنے لگی تو اس نے نیند ہی میں اس کے گرد بازو کا حصار کر لیا۔

"سو رہے ہیں؟" وہ منہ اٹھا کر پوچھنے لگی۔ دوسری جانب سے کوئی جواب نہیں آیا تو اب کی بار اس نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر تقریباً جھنجھوڑ ڈالا۔

"کیا ہے ـــــ؟" وہ غنودگی کے عالم میں تھا۔

"اٹھیں نا ـــــ میں نے اتنا برا خواب دیکھا ہے۔" تمکین ابھی تک خوفزدہ تھی۔ خود کو اس کے بغیر تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کجا اس کی موت ـــــ اس نے ایک بار پھر سے اسے جھنجھوڑا تو اس نے اسے خود سے مزید قریب کر لیا۔

"چلو سو جاؤ اب۔"

"پہلے آپ جاگیں اور میرا خواب سنیں۔ مجھے اتنا ڈر لگ رہا ہے۔ دل اتنی بے ترتیبی سے دھڑک رہا ہے۔"

"کہاں ـــــ دکھاؤ نا۔" وہ ہاتھ رکھ کر اس کی دھڑکن چیک کرنے لگا تو تمکین نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"بہت گندے ہیں آپ ـــــ اٹھیں گے نہیں۔ بس فضول حرکتیں کیے جائیں گے۔" وہ ناراض ہونے لگی تو اس نے گہری سانس بھرتے خود کو قدرے بیدار کر لیا۔

"میں کوئی ماہر خوابوں کی تعبیر بتانے کا ماہر ہوں یا تم نے سنا نہیں۔" جمائی لیتے ہوئے کہا۔ مگر وہ سنجیدہ تھی۔

"آپ بس کل ہی صدقہ خیرات کریں پلیز۔ میں نے آپ کے حوالے سے بہت برا خواب دیکھا ہے۔ اللہ معاف کرے۔"

"آمین ـــــ" وہ فی الفور بولا تھا۔ پھر پوچھنے لگا۔ "ویسے بائی دا وے، کیا دیکھا ہے خواب میں جو کسی پل چین نہیں لینے دے رہا؟"

"اُف ـــــ!" تمکین نے سوچ کر جھرجھری سی لی۔ "میں دوبارہ سوچنا بھی نہیں چاہتی۔ آپ سے جدائی تو موت لگتی ہے انس!" اس کے سینے میں منہ چھپاتے ہوئے وہ روہانسی ہونے لگی تو انس کے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ آگئی۔

"اوئے، میں کہیں جانے کا نہیں تمہیں چھوڑ کے۔ تم میں تو میری جان بستی ہے۔" پیارے سے انداز میں کہا تو اس نے چہرہ اٹھا کر نائٹ بلب کی روشنی میں اس کے تاثرات کو جانچنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"ہم ہمیشہ ساتھ رہیں گے انس!"

"ہاں، بالکل۔ حالانکہ جنت میں مجھے ستر حوریں ملنے والی ہیں۔" وہ شرارت پر آمادہ تھا۔

تمکین کی ذہنی رو بھٹکی۔

"مجھے! ـــــ یعنی ہر مرد کو؟"

"اور نہیں تو کیا؟ ـــــ وہاں تو اپنی موجیں ہوں گی۔"

"میں جیلس ہو رہی ہوں انس! آپ وہاں میرے سامنے دل لگی کیا کریں گے۔" اسے سوچ کر غصہ آنے لگا تھا۔

"تم تو ان کی سردارنی ہو گی یار!" انس نے اسے چمکارا۔ مگر اس کی تسلی نہیں ہوئی۔ تب وہ مشورہ دینے لگا۔

"تم انہیں اپنی خدمت پر لگائے رکھنا۔ کسی کو ٹانگیں دبانے پر اور کسی کو پاؤں۔ میری طرف دیکھنے کی انہیں فرصت نہیں ملے گی۔"

تمکین کی قلقل کرتی ہنسی کمرے میں گونجنے لگی۔ اس نے اٹھ کر لائٹ آن کی اور پاگلوں کی طرح ادھر ادھر اپنے چاروں جانب دیکھنے لگی۔

"انس ـــــ!" اس نے پکارا۔ مگر کوئی جواب نہیں ملا تھا۔

"انس! کہاں ہیں آپ؟" وہ اٹھ کر واش روم میں جھانک رہی تھی۔

پاس سوئی ضحیٰ کی نیند یوں تو بہت غضب کی تھی مگر تمکین کے پاس سوتے ہوئے لاشعوری طور پر اس کی آنکھ عموماً کھل جایا کرتی تھی کہ اس کی نیند ویسے ہی کم ہو گئی تھی۔

"کیا ہوا؟" اس کی نیند اڑ گئی۔ تیزی سے اٹھ کر تمکین کی طرف بڑھی۔

"انس کہاں ہیں؟" وہ متوحش انداز میں پوچھنے لگی تو ضحیٰ گڑبڑا گئی۔

"تم سوئی نہیں؟" بات پلٹنا چاہی۔ مگر وہ اپنے حواس میں نہیں تھی۔

"مجھے بتاؤ ضحیٰ! انس کہاں گئے ہیں؟ ـــــ ابھی تو تھے یہاں، میرے پاس۔" وہ بیڈ اپنے بیڈ کے پاس آئی۔

"یہاں تو میں سوئی تھی۔" ضحیٰ نے اسے بہلانا چاہا۔

"تم تو اسی طرف تھیں۔ یہ سائیڈ انس کی ہے۔ یہاں میں کسی کو بیٹھنے نہیں دیتی۔ یہاں انس لیٹے تھے ابھی۔ ہم باتیں کر رہے تھے۔" وہ بضد ہوئی تو ضحیٰ گھبرانے لگی۔ تمکین کی طبیعت کا کچھ پتہ نہیں چلتا تھا اسی لئے وہ اس کے پاس سونے سے خائف تھی۔ مگر تائی جان کے اصرار پر وہ انکار نہیں کر پائی تھی۔

"بات سنو تمکین! ـــــ بہت رات ہو گئی ہے۔ تین بج رہے ہیں۔ ابھی سو جاؤ۔ صبح بات کریں گے۔" ضحیٰ نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے پیار سے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔

"صبح کیا ہو گا ضحیٰ! وہ واپس آجائیں گے کیا؟" اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ آواز میں اس قدر بے بسی و بے چارگی بھری تھی کہ ضحیٰ بے اختیار رونے لگی۔

"وہ اب کبھی نہیں آئیں گے ضحیٰ! ـــــ حالانکہ وہ کہتے تھے کہ میں تمہیں چھوڑ کے کبھی بھی نہیں جاؤں گا۔ بہت شکایت ہے مجھے تمہارے بھائی سے۔ جھوٹے وعدے، دلاسے دے کے خود کہیں چھپ کے میری بے تابی کو دیکھ کر خوش ہو رہے ہوں گے ـــــ وہ ایک بار آئیں ضحیٰ! میں انہیں بتاؤں گی کہ میں ان سے کتنی محبت کرتی ہوں۔ میں انہیں بتاؤں گی کہ میں ان کی جدائی کے بعد کتنی ٹوٹ گئی ہوں ـــــ بھری دنیا ہے مگر ان سے زیادہ اپنا مجھے کوئی نہیں لگتا۔ میں انہیں وہ سب بتاؤں گی جو وہ سننا چاہتے تھے۔ بس ایک بار ـــــ ایک بار خدا انہیں مجھے واپس لوٹا دے۔ بس ایک بار۔"

وہ زار و قطار رونے لگی تھی۔ ضحیٰ نے خود پر بمشکل قابو پاتے ہوئے اسے گلے سے لگا لیا اور تھپکنے لگی۔

"صبر کرو تمکین! ـــــ صبر۔"

"نہیں ہوتا ضحیٰ! صبر نہیں ہوتا۔" وہ مچل گئی۔ "جب خدا نے انہیں مجھ سے چھین ہی لیا تھا تو مجھے اتنا محبت کرنے والا شخص دیا ہی کیوں؟ میرے دل میں ان کی محبت بسائی ہی کیوں؟ ـــــ مجھے موت آتی، میں مر کیوں نہیں جاتی۔"

"چپ کرو تمکین! ـــــ بس چپ ہو جاؤ۔ خدا کی یہی مرضی تھی۔ اور......" ضحیٰ نے بے بسی سے کہنا چاہا تو وہ اسے جھٹک کر پیچھے ہٹ گئی۔

"یہ کھوکھلی تسلیاں مت دو مجھے۔ صبر، صبر، صبر۔ کہنا بہت آسان ہوتا ہے ضحیٰ! مگر اس پر چلنا پل صراط پر چلنے کے مترادف ہے ـــــ ذرا میرے دل سے پوچھو۔ مجھے اپنے اور انس کے بچے کا خیال نہ ہوتا تو میں اب تک اپنی زندگی ختم کر لیتی ـــــ مجھے جینا اچھا نہیں لگتا۔ میں کس قدر بے حال ہوں! ـــــ آپ کو کچھ نہیں پتا، آپ کو محسوس نہیں کر سکتی۔" وہ رو رہی تھی۔

"کسی کے بھی چلے جانے سے زندگی ختم نہیں ہو جاتی تمکین! ایک ماں سے بڑھ کر کون اپنے بیٹے سے محبت کرے گا۔ تائی جان ہی کو دیکھ لو۔ کیا انہوں نے صبر نہیں کیا؟ ـــــ وہ اس پل صراط پر کیسے گزریں؟ تایا جان نے اس عمر میں جوان جہان بیٹا کھو دیا تو انہوں نے جینا چھوڑ دیا کیا؟ یہ

مشیت ایزدی ہے۔ خدا کے کاموں میں ہمارا کیا دخل؟ وہ جتنا بڑا دکھ دیتا ہے، اسی قدر حوصلہ عطا کرتا ہے۔ تم ایک بار سوچو تو سہی۔ اس کی شے تھی، اس نے لے لی۔ غم کیسا؟"

"تو مجھے کیوں دی اپنی شے اس نے؟ نہیں ہوتا اب مجھ سے صبر۔ یہ کیسی مشیت ہے۔ ناتواں جانوں کو جیتے جی پل صراط پر سے گزارنا۔ خدا اس قدر ظالم تو نہیں۔ وہ تو رحیم ہے۔ شوئی! پھر....... پھر......" اس کی آواز پر ناتوانی غالب آ گئی تو نخی نے اسے تھام کر بستر پر لٹایا اور کمبل اوڑھا دیا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا نخی! ——— سب ٹھیک ہو جائے گا۔" نخی نے آنسو پیتے ہوئے تسلی دی۔ خود اس کا دل پانی ہوا جا رہا تھا۔

محبت سے بچھڑنا کس قدر جان لیوا ہوتا ہے، اس کا احساس اسے تھا۔ دائمی جدائی۔ ایک ایسا جس میں بھٹکنا اور بھٹکتے رہنا ہی مقدر ہوتا ہے۔

نخی نے تھک کر آنکھیں موند لیں تو وہ آہستہ آہستہ اسے تھپکنے لگی۔

اسے خود بھی الس بہت شدت سے یاد آ رہا تھا۔ اسے صبر کی تلقین کرتے رہنے کے باوجود نخی کی آنکھیں بھیگتی جا رہی تھیں۔

●●●●●

یہ بہت کم اتفاق ہوتا تھا کہ گل ریز خان آفریدی اس کے آفس میں آئے ہوں۔ ابھی بھی وہ دروازے سے اندر داخل ہوئے، دیکھ کر وہ فون مختصر کرتا ریسیور رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"السلام علیکم!" ان کی آواز میں رعب اور دبدبے کی جھلک تھی۔

"وعلیکم السلام۔ بابا جان! آپ یہاں کیسے؟" وہ حیران سا انہیں سٹنگ روم کی طرف لے جاتے ہوئے پوچھنے لگا تو وہ کمر پر ہاتھ باندھتے ہوئے مسکرا دیے۔

"کیا ہم یہاں نہیں آ سکتے؟"

"ایسی بات نہیں ——— میرا مطلب تھا کہ اگر کوئی کام تھا تو مجھے کوئی بلا لیا ہوتا۔" ان کے بیٹھنے کے بعد شوکل خان نے ان کے بالمقابل صوفے پر نشست سنبھالتے ہوئے ادب سے کہا۔

"بیٹوں سے ملنے کے لئے کاموں کے بہانے نہیں تلاشے جاتے شوکل خاناں!" وہ سنجیدگی سے بولے تھے۔

"جی ——— "وہ بس کہہ پایا۔ پھر تکلف نبھاتے ہوئے پوچھا۔ "چائے منگواؤں آپ کے لئے یا قہوہ؟"

"کچھ نہیں۔ ہم بس تھوڑی دیر کے لئے آئے ہیں۔ تم سے ایک ضروری بات کرنی تھی۔" انہوں نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

وہ پوری طرح ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔ گل ریز خان تو ایک فون کال پر بندے کو اپنے سامنے حاضر کروانے والوں میں سے تھے۔ پھر کوئی بے حد ضروری بات ہی ہو سکتی تھی جو انہیں اس کے آفس تک

دوئم

اللہ یا شاید اس میں کچھ چھوٹے ہونے کے باعث شوکل خان کی ضدی اور اڑیل طبیعت کا بھی دخل تھا۔

دونوں بیٹوں کی نسبت شوکل خان سے ان کا برتاؤ اور ہی قسم کا ہوتا تھا۔

"جی بچے۔" وہ ہمہ تن گوش تھا۔

"تمہارے۔ پھر لمحہ بھر توقف کے بعد بولے۔

"دیکھو شوکل خاناں! تم ہمارے بہت لاڈلے بیٹے رہے ہو۔ پیار تو تمہاری بی بی جان اور ہم تمہارے دونوں سے ہی بہت کرتے تھے مگر تمہاری بات ان سے الگ ہے۔ اور تم بھی بہت اچھی طرح جانتے ہو۔"

انہوں نے تمہیدی انداز اپنایا تو شوکل کے اعصاب الرٹ ہونے لگے۔ وہ سیدھے سبھاؤ اپنا مدعا بتانے والوں میں سے تھا۔ مگر جب بھی انہیں شوکل سے کچھ منوانا ہوتا تب وہ یہی انداز اپناتے تھے۔

"آپ حکم کے ہاتھ بجریں بابا جان!" وہ اپنی اُلجھن دباتے ہوئے بظاہر اطمینان سے بولا تو انہوں نے بکھارا بھرا، پھر گویا ہوئے۔

"لیکن تم ہمیں بہت عزیز ہو شوکل خاناں!"

"میں جانتا ہوں بابا جان!" ان کے رکنے پر شوکل خان کو مجبوراً کہنا پڑا۔ ورنہ اس موضوع نے بیزار ہی کیا تھا۔

"اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ اس کی چھوٹی سی تکلیف بھی ہمیں بہت تکلیف دیتی ہے۔" انہوں نے کہا تو وہ اندر ہی اندر کڑھنے لگا۔

یہ تو سراسر غلط بیانی ہی تھی۔ جہاں بابا جان کو اپنی پگڑی نیچی ہونے کا خدشہ ہوتا وہیں وہ بات جذبات پرے جاتے تھے مگر اب کی بار وہ خاموش ہی رہا۔

"پچھلوں مارکیٹ میں تمہارے ساتھ لڑکی کون تھی؟" ان کا سوال اس قدر غیر متوقع اور اچانک تھا کہ وہ گڑبڑا کر پہلے تو فقط ان کا منہ دیکھے گیا۔

انہوں نے دوبارہ کہا۔

"کہاں ہم نے کسی لڑکی کو تمہارے ساتھ دیکھا ہے شوکل خاناں!" ان کا انداز بارعب اور بے لچک تھا جیسے وہ اپنے مختصر سے سوال کے جواب میں مکمل کہانی سننے کا ارادہ کئے ہوئے ہوں۔

"تو کیا میں سمجھوں کہ میری سی آئی ڈی کی جا رہی ہے؟" شوکل کا دماغ تپا۔ وہ بھی تو ان ہی کا خون تھا۔ ٹھنڈا رہتا تو ٹھیک، ورنہ شدید اُبال آتا تھا۔

"تم کچھ بھی سمجھو، مگر اس سے پہلے میرے سوال کا جواب دو۔ وہ لڑکی کون ہے؟" وہ مطمئن تھے۔ لہجے کی لب و لہجے میں بولے تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا ہے! کیا میں کبھی پر سکون نہیں ہو سکتا؟"

"کیوں نہیں ہو سکتا۔" وہ فی الفور بولے۔ پھر تیوری چڑھاتے ہوئے جیسے اُسے وارن کر رہے تھے۔ "بلوشے کی جو تمہاری زندگی میں جگہ ہے وہ اپنے ذہن میں رکھنا۔"

"بابا جان! جو میرے ساتھ ہو گیا، وہی میرے لئے بہت بڑی سزا ہے۔ اب کم از کم زندگی تو آسان رہنے دیں۔" وہ تلخ ہونے لگا تو انہوں نے بے نیازی کا مظاہرہ کیا۔

"تو ہم کب منع کر رہے ہیں تمہیں۔ مکمل آزادی ہے تمہارے پاس۔ کھاؤ، کھیلو۔ مگر اپنی ذمہ داری یاد رکھو۔"

"ہاں ـــــ مکمل آزادی اور حد؟" وہ استہزاء سے ہنسا۔ "بہت خوب صورتی سے آپ نے روکنا کیا ہے۔"

"تم جو بھی کہو شوئنل خانان! مگر ہم بات کرتے ہیں سیدھی اور کھری۔ وہ لڑکی جو بھی ہو تمہاری، مگر وہ بلوشے کی جگہ نہیں لے سکتی۔" انہوں نے اٹل انداز میں کہا۔ وہ بہت مطمئن انداز میں صوفے پر ٹیک لگائے گویا ایک لمبی نشست کے لئے بیٹھے تھے۔

یہ شوئنل کے اعصاب پر ایک اور جوڑ تھا۔ وہ بیٹھا اس کے ہمراہ وڈے آفریدی کو دیکھ چکے تھے۔

"آپ نے جو کرنا تھا، کر لیا بابا جان! اور آپ کو یاد ہو گا کہ آپ نے مجھے باقی کی زندگی مرضی سے گزارنے کی آزادی دی تھی۔" وہ بڑے تحمل کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ مگر اندر دہکتی آگ بے تاب ہو رہی تھی۔

"تو ہم کب مکرے ہیں اپنی بات سے؟ ـــــ اپنے کہے سے ہٹنا قبیلے کے سرداروں کا کام نہیں ہے شوئنل خانان! تم اپنی زندگی اپنی مرضی اور اپنے طور طریقوں سے گزارو۔ تمہیں کھلا اختیار ہے۔" وہ جانے کیا طے کئے ہوئے تھے۔

اس نے بمشکل اپنا طیش ضبط کیا۔

"تو پھر میں وڈے آفریدی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے بنا سوچے سمجھے انہیں ہلا دینے والی چال چلی تھی۔ وہ ان کے چہرے کو بیٹھا چاہ رہا تھا۔ ان کے چراغ پا ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ مگر وہ اٹھ کر اس کے مقابل آئے تو خلاف توقع ہلکی سی مسکراہٹ ان کے لبوں پر چمک رہی تھی۔

"تو کرو ـــــ کون روکتا ہے تمہیں؟ ـــــ شادی کرو اسے شہر کی کوٹھی میں رکھو۔" انہوں نے دوستانہ انداز میں کہا تو وہ سکتے کے عالم میں انہیں دیکھنے لگا۔

قدرے توقف کے بعد وہ اس کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے نرمی سے بولے۔

"بدلے میں، میں تم سے فقط بلوشے کے لئے کچھ تحفظات چاہتا ہوں اور بس۔"

وہ گنگ کھڑا تھا۔

"کب کر رہے ہو شادی ـــــ؟" انہوں نے اسی نرم انداز میں پوچھا تو وہ بے تاب کیفیت میں بولا۔

"جلدی۔"

"بہت اچھے۔" وہ خفیف سا مسکرائے۔ شوئنل کے لئے انہیں اس موڈ اور مزاج میں دیکھنا ایک نہایت حیران کن تجربہ تھا۔ اس لئے وہ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہی نہیں رہا تھا۔

گل زمان خان نے اس کا شانہ تھپکا۔

"بیسٹ آف لک۔" پھر اسے بغور دیکھتے ہوئے بولے۔ "مگر شادی سے پہلے ایک بار مجھ سے ضرور ملنا۔"

وہ ہر بات سے کے قابل بھی نہیں رہا تھا۔ شکاری خود اپنے جال میں آ پھنسے تو اس کا کیا تدارک؟

●●●●●

"سوٹ کیس ـــــ؟" مہا نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگی۔

وہ کوٹ اتار کر بستر پر ڈالتا ٹھٹک گیا۔

"کیا بات ہے؟ ـــــ کبھی سوٹ کیس کا نام نہیں سنا؟" سنجیدگی سے پوچھا تو وہ خفیف سی بولی۔

"دوسرے شہر جانے کے لئے سوٹ کیس تیار کرانے کی کیا ضرورت؟ کبھی اتنے دنوں کے لئے تو گئے نہیں۔"

"مگر دوسرے ملک جانے کے لئے تو ضرورت پڑ سکتی ہے نا؟" وہ طنزیہ پوچھنے لگا۔

جانے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"آپ بیرون ملک جا رہے ہیں؟"

نوفل نے گہری سانس کھینچی اور بستر کے کنارے ٹک کر جھکتے ہوئے شوز اتارنے لگا۔ پھر فارغ ہونے کے بعد سیدھا ہوتے ہوئے عام سے انداز میں بولا۔

"آپ ایسا کریں، صبح نوری سے کہہ کر میرا سوٹ کیس تیار کروا دیں۔ اس ہفتے میں کبھی بھی بلاوا آ سکتا ہے۔"

"کہاں جا رہے ہیں آپ؟" وہ متوحش سی اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی۔

نوفل نے ایک نگاہ غلط انداز اس پر ڈالی اور اطمینان سے بولا۔

"سنگاپور۔"

"کیا ضرورت نہیں ہے کہیں بھی جانے کی۔" وہ دفعتہً تیزی سے بولی تو نوفل کی آنکھوں میں پہلے حیرت چمکی، پھر اس پر استہزاء غالب آنے لگا۔

"اوہ ـــــ بہت اچھے۔ یعنی اب میں آپ کے مشوروں پر چلا کروں گا۔"

"آپ اسے کچھ بھی سمجھیں۔ لیکن میں آپ کو کہیں باہر جانے کی اجازت نہیں دوں گی۔"

وہ الجھا سا کھڑا ہوا۔

"آپ کچھ زیادہ ہی کنٹرول کر رہی ہیں ـــــ آپ مسلسل اوور ری ایکٹ کر رہی ہیں۔ میں نے ایسے کوئی حقوق آپ کو نہیں دیئے جن کی بناء پر آپ مجھ پر ایسی پابندیاں لگا سکیں۔" اس کے لب و لہجے میں تلخی تھی۔

آمیزش تھی۔

مگر وہ اس کے یوں مدمقابل آ جانے پر بھی نہیں گھبرائی تھی بلکہ کچھ عجیب سا ہوا… حیران کن تھا۔

بے اختیار آگے بڑھ کر اس کی شرٹ مٹھیوں میں دبوچتی وہ اس کے ساتھ لگ گئی۔

"اتنی دور مت جائیں نوفل! پلیز ——" اس کی یہ بے اختیاری اس قدر غیر متوقع تھی… جہاں کا تہاں کھڑا رہ گیا۔

"آپ شہر سے باہر ہوں تو اور بات ہے۔ مگر ملک سے باہر مت جائیں۔" وہ شاید… میں نہیں تھی۔

نوفل نے اپنا سینہ بھیگتا محسوس کیا۔ شاید وہ رو رہی تھی۔ کسی انجانے احساس سے نوفل… پگھلنے لگا۔ صبا کا یہ التفات اس کے لئے نیا نہیں، بہت حیران کن بھی تھا۔

"مونس بھائی بھی تو باہر گئے تھے۔ پھر کیا ہوا۔ وہ کبھی واپس نہیں آئے۔ ایسے چپ… پلیز نوفل!"

اس نے بے اختیار گہری سانس لی۔ تو یہ تو وہمات اسے گھیرے ہوئے تھے۔ آہستہ سے… کیا۔ اس کی مٹھیوں سے اپنی شرٹ چھڑائی تو وہ بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"ابھی ایسا مت سوچیں نوفل! جدائی ہمیں راس نہیں آتی۔" اس کے لب و لہجے میں… تڑپ اور دکھ تھا۔

"میری جدائی شاید آپ کو راس آ جائے۔" وہ کٹھور تو نہیں تھا مگر اس کے معاملے میں… بیری میں اس کے دل میں اتنی تلخی کیسے بھر جاتی تھی۔

اس کی آنکھوں میں وحشت سی ابھرنے لگی۔

"ایسا مت کہیں نوفل! —— آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں بہت صاف دل سے آپ… ساتھ چل رہی ہوں۔ یہ آپ ہی ہیں جو کمپرومائزنگ کی راہ نہیں اپنا رہے۔ میں تو اپنا سارا… غرور تیاگ کر آپ کی ہمراہی میں سفر کر رہی ہوں۔ کبھی تحمل سے سوچا تو اب ہی سوچ لیں کہ کیا… تو کوئی مجبوری نہیں رہی باقی بقول آپ کے۔ مجھے اپنے بھائی کا گھر اجڑنے کا بھی غم تھا… کون سی مجبوری مجھے آپ سے باندھے ہوئے ہے؟ کبھی سوچا آپ نے؟" آنسو اس کا چہرہ… لگے تھے اور شاید نوفل کا دل بھی —— مگر ہائے یہ انا پسند دماغ۔

اسے نرمی سے پیچھے ہٹاتا وہ تیزی سے واش روم کی طرف بڑھ گیا تو وہ اس کی پشت دیکھتی…

●●●●●

"وہ آئے میرے پاس، ٹھیک کرتے ٹائی کی ناٹ
میں نے پوچھا گھور کے، مسٹر ہو پرابلم از واٹ"

"واہ —— واہ ——" وجدان نے اونچی آواز میں شعر پڑھنے کے بعد خود ہی سر دھنا…

…گھومنے لگا۔

ایک تو اس شیطان سے کوئی چیز چھپی نہیں رہ سکتی تھی۔ جبکہ وہ مستقل سامنے صوفے پر براجمان اس… چہرے سے پوری طرح لطف اندوز ہو رہا تھا۔

"اس نے کہا دیکھی نہیں کہیں میں نے ایسی بیوٹی
اس لئے تو چھوڑ کے آیا ہوں اپنی ڈیوٹی"

"یہ بیچارا کوئی سرکاری آفیسر ہوگا۔ وہ ایسی ہی ڈیوٹیز ادا کرتے ہیں۔" وہ ساتھ ساتھ تجزیہ نگاری… بھی کی سرونیم دے رہا تھا۔

"ہاں —— شرافت کے ساتھ میرے حوالے کر دو یہ بھی۔" وہ غرائی۔

"یہ بھی تمہارا ہے؟"

"یہ نہیں، مگر جو کچھ لکھا ہے وہ میں نے لکھا ہے۔" اس نے دانت پیسے۔ اتنے دنوں بعد وہ پھر… اس کی جان جلانے والی حرکتیں کرنے لگا تھا۔

"یہ رائٹنگ تمہاری ہے کیا؟" وجدان نے اس کی آنکھوں کے سامنے کاغذ لہرایا۔ پھر خود ہی مذاق… اڑاتے ہوئے بولا۔

"کہاں میری موتیوں جڑی لکھائی اور کہاں تمہارے کاغذوں پر چلتے کیڑے مکوڑے۔ یوں لگتا… ہے پہلے دوات بک میں گرا ہو اس کے بعد پیپر پر سے گزر گیا ہو۔"

"تم بہت……"

"شکریہ شکریہ —— اب یہ اگلا شعر سنو۔" اس کی دھمکی سنے بغیر وہ متکلم ہوا۔

"اچھا جی —— یہ شاعر بہت دنوں کے بعد جاگا ہے۔" عنی کو بھی اتنے عرصے بعد ان دونوں… اپنے روپ میں دیکھ کر اچھا لگا تھا۔ ورنہ میر ہاؤس کی ویرانی تو اب ایک آسیب لگنے لگی تھی جو… کاٹنے پر پیچھا چھوڑنے پر آمادہ نہ تھی۔

"سنئے بی بی! سنو تو میرا شاہکار۔" وہ شرارت پر آمادہ تھا۔

…تھوڑی چڑ گئی۔ کیونکہ عنی خلاف توقع وہیں بیٹھ گئی تھی۔

…ان نے دوبارہ شعر سنا کر داد چاہی۔

"واہ —— واہ —— کیا بات ہے۔"

"میں نے غصے سے کہا دیکھا ہے کبھی اپنا فیس
وہ باہیں پھیلا کر مجھ سے بولے جانم یس"

…کھل کر بولا تو عنی کو ہنسی آنے لگی۔

"بہت خوب۔"

"واہ —— کیا۔" عمرہ نے اٹھتے ہوئے جھلا کر کہا۔

"کیا؟" وہ فی الفور پوچھنے لگا۔

"نہیں، شاعرہ!" حمرہ نے دانت پیسے تو وہ بے ساختہ قہقہہ لگا بیٹھا۔
کچن میں چائے کا کپ یونہی چھوڑ کر تمکین بہت بے تابی سے ان کی طرف آئی تھی۔
"کیا ہوا؟ ـــــ انس آ گئے کیا؟" اس نے بے چینی سے پوچھا تو لاؤنج میں موجود نفوس جیسے ساکت رہ گئے تھے۔
"بتاؤ نا حمی! انس آ گئے ہیں کیا؟" وہ کہیں سے بھی صحیح الحواس نہیں لگ رہی تھی۔
"نہیں بھابی!" وہ پھنسی پھنسی آواز میں بے چارگی سے بولا تو جواباً تمکین نے ناگواری سے...
"تو پھر تم ہنسے کیوں؟"
وہ نا سمجھی کی سی کیفیت میں تمکین کو دیکھنے لگا۔
"تم چائے بنا رہی تھیں نا بھابی! اس کا کیا ہوا؟" حمی نے ماحول پہ چھائی کشیدگی دور کرنی چاہی مگر اس کی ذہنی رو ایک ہی سمت چل رہی تھی۔
"اس سے پوچھو حمی! یہ کیوں ہنس رہا تھا؟ انس تو نہیں آئے لوٹ کر۔ یہ پھر بھی خوا... ہنس رہا ہے۔ میں تو نہیں ہنستی۔ کوئی بھی نہیں ہنستا۔ پھر اسے کیوں ہنسی آ رہی ہے؟ یہ ان کے... پہ بھی خوش ہے؟" وہ نا سمجھی سے پوچھ رہی تھی۔
جوانی کی سرحد کو چھوتا وجدان اس کی ذہنی و جذباتی کیفیت دیکھ کر بمشکل اپنے آنسو روک پایا تھا۔ کاغذ حمرہ کی طرف پھینکتا وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔
"میں نے کچھ غلط تو نہیں کیا؟؟" وہ حمی کی طرف پلٹی۔ "جب تک انس نہیں آ جاتے... نہیں ہنسے گا۔ کوئی بھی خوش نہیں ہو گا۔" وہ اطمینان سے کہہ رہی تھی۔
حمی نے بے بسی سے اندر آتے عماد کو دیکھا جو ٹک ٹک اس کی گفتگو سن رہا تھا۔
بظاہر دیکھنے پر وہ بالکل حواس میں دکھائی دیتی تھی۔ مگر اس کی باتیں عقل و شعور سے بے...
"مجھے دیکھو ـــــ میں آخری بار پتہ ہے کب خوش ہوئی تھی۔" وہ یاد کرتے ہوئے کہنے لگی۔ "ڈھائی ماہ ہو گئے ہیں۔ جب انس جا رہے تھے۔ تب ہاں، شاید تبھی ہم نے بہت باتیں کیں۔ بہت سارا ہنسے۔ لیکن اب دیکھو، انس نہیں لوٹے تو کیا میں ہنستی ہوں؟ نہیں نا۔ تو پھر... کیوں خوش ہوتے ہیں؟ مجھے بالکل بھی اچھا نہیں لگتا۔"
"لیکن یہ تو کوئی اچھی بات نہیں ہے۔" عماد نے خود کو کمپوز کرتے ہوئے اندر آ کر کہا تو وہ چونک گئی۔ پھر ناگواری سے بولی۔
"اس میں ایسی بری بات کون سی ہے؟"
"تو ہنسنا یا خوش ہونا چھوڑ دینا کہاں کی عقلمندی ہے؟" عماد نے جواباً کہا تو وہ چپ...
"محبت کی نشانی تو ہے نا۔"
"مگر محبت تو ہنسنا اور خوش رہنا سکھاتی ہے۔" وہ درپردہ اسے سمجھانے اور بہلانے کی... میں تھا۔

"کہا تو میں کہہ رہی ہوں۔" تمکین کا لہجہ تیز ہوا تھا اور لب و لہجہ تند۔ "انسان کو تبھی ہنسنا چاہئے جب اس کی محبت اس کے پاس ہو۔ جب محبت ہی نہ ہو تو اس کے خوش رہنے کا کوئی جواز نہیں۔ پھر یہ لوگ کیوں خوش ہوتے ہیں؟ بہت افسوس کی بات ہے، مگر کسی کو بھی خیال نہیں۔ مجھے تو کبھی خوش ہوا دیتے ہیں۔"
"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ خدا نے زندگی دی ہے تو اسے ہنسی خوشی ہی گزارنا چاہئے۔" عماد نے اطمینان سے کہا تو وہ یکلخت ہی اس پر الٹ پڑی۔
"خوشی وشی نہیں، خوشی چھنی ہے مجھ سے ـــــ اتنے نادان مت بنیں۔ جیسے کچھ جانتے ہی نہیں۔"
"تمکین!" حمی انگشت بدنداں تھی۔ ابھی تک عماد سے ان کا رویہ گھر والوں کی نگاہ میں نہیں آیا تھا مگر آج وہ بھرم بھی گیا۔ عماد خفیف سا ہو کر حمی کو دیکھنے لگا۔
"تمہیں نہیں پتہ حمی! انہوں نے میرے ساتھ کیا، کیا ہے؟" وہ دفعتاً روہانسی ہو کر حمی سے مخاطب ہوئی تو وہ ہونق سی اسے دیکھنے لگی۔ "انہوں نے انس کو ساتھ لانے کا، ان کا خیال رکھنے کا وعدہ کیا تھا۔ اور دیکھو، خود تو صحیح سلامت موجود ہیں مگر انس کو وہیں چھوڑ آئے ـــــ یہ سب ان کا کیا ہے۔"
... سے باہر نکل آیا تھا۔ حمی اس کی ذہنی کیفیت پہ حیران و پریشان رہ گئی۔
"آئی ایم سوری ـــــ" وہ تمکین کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ "یہ خدا کی کرنی ہے ـــــ اس کی رضا، اس کی مشیت سے سب کچھ ہوا۔ مگر میں پھر بھی اپنے اس وعدے کے لئے آپ سے معافی کا خواستگار ہوں۔"
عماد کے لئے یہ بہت کڑا لمحہ تھا۔ خود اس کے لئے انس جو اہمیت رکھتا تھا، یہ وہی جانتا تھا۔ اس پل ٹکڑے ٹکڑے ہوتے دل کو سنبھالے وہ بہت ضبط و برداشت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔
"جھوٹ ـــــ" اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ نفی میں سر ہلاتے ہوئے وہ قطعی انداز میں بولی۔ "میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی ـــــ زندگی بھر نہیں۔" وہ پلٹی اور تیز قدموں سے چلی گئی۔
"عماد بھائی!" حمی کا ابھی سکتہ ٹوٹا تھا۔ آنکھوں میں نمی لئے وہ بے بسی سے اسے دیکھ رہی تھی۔
"یہ کیا ہو گیا ہے تمکین کو......" وہ بے حد پریشان تھی۔
"اس کی ذہنی کیفیت نارمل نہیں ہے۔ اس لئے ایسے بی ہیو کر رہی ہے۔ اسے نارمل ہونے میں کچھ وقت لگے گا۔" عماد نے اسے تسلی دی۔ جبکہ خود اپنے دل و ذہن کی بے وزن کیفیت وہ سمجھ پا نہ رہا تھا۔
"میں جا کر وجی کو دیکھوں ـــــ وہ پریشان ہو رہا ہو گا۔" حمی نے گہری سانس بھرتے ہوئے کہا تو عماد نے اسے روک دیا۔
"وہ کہاں ہو گا؟ ـــــ میں اسے سمجھاتا ہوں۔"

"اپنے کمرے کی طرف گیا ہے۔" حنی نے بتایا تو وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ادھر کو نکل گیا۔ تب حنی گھٹنوں میں منہ چھپائے بیٹھی سسکیاں بھرتی عمرو کی طرف متوجہ ہوئی اور اسے ... ہوئے تسلیاں دینے لگی۔

●●●●●

"دماغ تو خراب نہیں ہوا تمہارا شموئیل خان؟" نوفل جتنا حیران ہو سکتا تھا، اتنا حیران ہو ... "اب میں دماغ کی خرابی کی کون سی بات ہے؟" اس نے جوابا بڑے سکون سے سوال ... نے موبائل دوسرے کان سے لگاتے ہوئے سلگ کر کہا۔

"تمہیں دماغی والی بھی کوئی بات نہیں اس میں۔"

"او یار! کیا ہو گیا ہے؟ ــــ دنیا میں اور شادیاں نہیں ہو گئیں؟ تم نے بھی تو کی ہے نا۔"

"مگر صرف ایک۔" نوفل نے طنز کیا تو وہ ہنسا۔

"یہ تو اپنی اپنی قسمت ہے یار! ــــ کسی کی ایک تو کسی کی پانچوں گھی میں۔"

"اور بیٹا جی! سر ایسا کڑاہی میں جائے گا کہ آنکھیں اوپر ہوں گی اور سانس لینے لگیں ..." نوفل چڑ گیا تھا۔ جبکہ دوسری جانب شموئیل اس کی حالت انجوائے کرتا ہنس رہا تھا۔

"مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش مت کرو خان! ــــ شاید تمہیں اپنے بابا کی بندوق ... ہے یا پھر ان کی سختی۔" نوفل کے کہنے پر وہ بلکے سے قہقہے کے ساتھ بولا۔

"جیلس ہو رہے ہو؟ ــــ ابھی تو یہ صرف دوسری ہے، باقی دو کی دیگھیں خالی ہے۔"

"کیا بات ہے خان! بڑے موڈ میں ہو۔" نوفل نے اس کے انداز میں نمایاں تبدیلی محسوس ... تھی۔ بلکہ بہت عرصے کے بعد اسے اس قدر خوشگوار موڈ میں سنا تھا۔ اور ڈالے سے شادی ... وہ یقین کرنے کو تیار نہیں تھا۔

"بابا جان نے خود مجھے اجازت دی ہے ڈالے سے شادی کرنے کی۔" وہ راز کھول ... دم سادھے سنتے گیا۔

"جب بابا کو اس فیصلے سے فرق نہیں پڑتا تو میں کیا، کیوں کے چکروں میں کیوں پڑوں ... خوش تھا۔ بے حد خوش۔

نوفل کو اس پر بے ساختہ رشک آیا۔

"تو آخر یہ راز بھی کھل ہی گیا خبیث آدمی! کہ تو ڈالے سے محبت کرتا تھا۔ ورنہ پہلے ... رہا ہوتا۔"

شموئیل نے ایک اور قہقہہ لگایا تھا۔

"اپنے ایمان سے بتا یار! ڈالے جیسی لڑکی ہاتھوں میں دل لیے راہ میں کھڑی ہو تو ... کب تک دامن بچائے گا؟"

"اف ــــ ذرا مجھے!" نوفل کو ہنسی آئی۔ "اور ڈالے تجھے کہتی ہے عیسٰی۔ اور ..."

... نوفل نے بے ساختہ کہا تو وہ بھی ہنس دیا۔

... اب اس ظاہری پردہ داری کی ضرورت نہیں رہی تو میں اپنے جذبات کیوں چھپاؤں؟ ہاں، ... کی تھی ڈالے سے۔ اب سے نہیں، نیو یارک میں رہائش کے دنوں سے۔ اور تم لوگ ... سمجھتے تھے۔ واپس نہ لوٹتا تو شاید فرقان لالہ کی طرح وہیں ڈالے سے شادی کر لیتا۔ حالانکہ ... ہمت نہیں کی تھی میں۔" وہ اعتراف پہ اعتراف کیے جا رہا تھا۔ ایک نیا شموئیل خان ... محبت کو پانے کے خیال سے ہی جو بے حد پُر اعتماد لگنے لگا تھا۔

"اور اپنی شادی کے متعلق ڈالے سے کلیئر کیا تو نے؟" نوفل کو دھیان آیا۔

"وہ جانتی تو ہے یار!" قدرے توقف کے بعد شموئیل نے کہا۔

"مگر مانتی تو نہیں نا۔" نوفل برجستہ بولا۔

"میں نے کہا تھا کہ اسے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" وہ شاید خود کو مطمئن کر رہا تھا۔

"مگر ایسی باتوں سے زندگی کو بہت فرق پڑتا ہے۔ کیا تم ــــ آئی مین دونوں کو ساتھ رکھو ..." نوفل نے قدرے جھجک کر بلے شے کی بابت پوچھا تو وہ اطمینان سے بولا۔

"میں صرف ڈالے کو اپنے ساتھ رکھوں گا۔ بابا کی بھتیجی تو حویلی میں رہتی ہے۔ وہی اس کی ... ٹھکانہ ہے۔"

"یہ کیسی آدھی ادھوری قربانی ہے شموئیل خان؟" نوفل کو اچھا نہیں لگا تو کہہ دیا۔

"اب ساری زندگی قربان کرنے سے رہا یار! کسی کی عزت بچانی تھی، بچا لی۔ اب اس سے ... کیا کروں؟ اپنے دل کو نہ دیکھوں؟" وہ سادہ سا خان جذباتی ہونے لگا۔

نوفل نے گہری سانس کھینچی۔

"ہو سکا تو ڈالے سے صحیح طرح بات کر لینا۔ ورنہ وہ ساری زندگی تم سے الجھن میں رہے گی اور نہ ... تمہیں رہنے دے گی۔"

"محبت کرنے والوں کی ہر ادا سر آنکھوں پہ۔" وہ خوش دلی سے ہنسا تو نوفل کو بہت اچھا ... عرصے سے تو وہ اسے ٹینشن ہی میں دیکھتا چلا آ رہا تھا۔

"اب یہ بات ڈالے بھی سمجھ لے۔" بظاہر ٹھنڈی سانس بھر کے نوفل نے کہا تو وہ برجستہ ...

"... سے تو میں نے سیکھا ہے یہ گر۔ وہ ادائیں سکھانے والوں میں سے ہے۔ فقط دکھانے ... نہیں۔"

"... آف لک شموئیل خان! ــــ خوش قسمت ہو، جو محبت کو اتنی آسانی سے پا رہے ہو۔" ... کیا تو وہ سنجیدہ ہو گیا۔

"... تمہیں لگتا ہے نوفل! مجھ سے پوچھو، پچھلے سال میں نے کس اذیت میں گزارے ہیں۔ ... جدائی اور ان چاہی زندگی گزارنے کا تصور زندگی میں کوئی رنگینی باقی نہیں رہنے دیتا۔ بہت

پھر برداشت کرنے کے بعد محبت کو پانے کی منزل تک پہنچا ہوں میں۔"

"اسی لیے تو کہہ رہا ہوں، کہ ہو۔ ورنہ بعض تو محبت پا کر بھی بے نیل و مرام رہتے ہیں۔ دل اور خالی ہاتھ۔" نوفل نے ان ہی کلمات کے بعد موبائل آف کر کے تکیے پر ڈال دیا اور پشت سے سر ٹکا لیا۔

"ہنہ ——— محبت؟ ——— مراد پا کر بھی نامراد رہنا ——— خالی دل اور خالی ہاتھ ———"

نوفل نے اپنا دل ٹٹولا تو دکھ کی ایک عجیب سی کیفیت پورے وجود میں سرایت کرنے لگی۔

"خالی دل ——— میری طرح۔"

ثمین کی شدید ذہنی ٹینشن رنگ لائی تھی۔

تیمور ہی کے ڈاؤن کی صورت میں نکلا تو ایک بار پھر سے سب ہی بوکھلا گئے۔

اس کی تنہائی کو کہ میں لیے وہ ان سب کی امیدوں کا مرکز تھی۔ اور اب اسی کا یوں ہاتھوں سے ریت کی مانند پھسل جانا سب ہی کو ہراساں کر رہا تھا۔

ہسپتال میں صبا اور چچی جان کے ہمراہ سعید اور عماد تھے۔

قدرت کو جانے کیا منظور تھا۔

ہسپتال سے آنے والا ایک فون سب کا کلیجہ چیر گیا۔

ثمین کا حمل ضائع ہو گیا تھا ——— ولید کی آخری نشانی اس دنیا میں آنے سے پہلے ہی ان سے بچھڑ گئی۔

ایک بار پھر سے میر ہاؤس میں صف ماتم بچھ گئی۔

●●●●●

شموئیل خان نے بات کی تھی یا زندگی کا ایک اور دروازہ کھول دیا تھا۔

ڈالے چند لمحوں تک تو بس تک تک بے یقین نگاہوں سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

وہ بات ادھوری چھوڑ گیا۔ پھر قدرے توقف کے بعد پوچھنے لگا۔

"کیا بات ہے؟ ——— تم بھی تو یہی چاہتی تھیں۔ کیا میں بابا سے کہوں کہ وہ تمہارے ڈیڈی سے بات کریں؟"

"شموئیل خان ———!" ڈالے کی آنکھیں آنسوؤں سے لبالب بھر گئیں۔ "تم سچ کہہ رہے ہو؟"

اس کی جذباتیت نے شموئیل خان کو بہت متاثر کیا تھا۔ اور دل تو بہت پہلے ہی اس کی چاہت بھرا محبت کا معترف ہو چکا تھا۔

"اب یہ تو تمہیں نکاح نامے پر سائن کرنے کے بعد ہی پتہ چلے گا کہ میں واقعتاً سچ کہہ رہا ہوں۔" وہ دلکشی سے مسکرا دیا۔

ڈالے بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آ گئی۔

"تھینک یو شموئیل ———" وہ شدت جذبات سے اس کا بازو دبوچ کر بے حد جذباتی انداز میں بولی۔

"آئی لو یو ـــــ رنگیلی۔"

اب بوکھلانے کی باری شیر گل خان کی تھی۔ وہ چاہے خود کو کتنا بھی بولڈ ثابت کر لیتا، تو وہی روایتی پٹھان۔

اب بھی وہ ڈالے کی بے تکلفی پر قدرے بوکھلا سا گیا۔

"اوکے ـــــ اوکے ـــــ" اس نے اپنا بازو اس کی گرفت سے آزاد کراتے ہوئے تیزی سے کہا اس پر ڈالے کو بے ساختہ ہنسی آنے لگی۔

وہ خوش تھی۔ بے حد خوش۔

اسے لگ رہا تھا جیسے کائنات کی ساری نعمتیں بنا مانگے اس کی جھولی میں آ گری ہوں۔

"بابا جان کب آ رہے ہیں؟" ڈالے نے جگمگاتی آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا، طمانیت سے مسکرا کر بولا۔

"جب تم کہو۔"

"تو پھر آج ہی شیر گل خان! ـــــ ابھی، اسی وقت۔"

وہ پھر سے جذباتی ہونے لگی تو شیر گل کو ہنسی آ گئی۔

"بس کل کا دن صبر کر لو ـــــ پرسوں تک ان شاء اللہ سب سیٹ ہو جائے گا۔"

"مکر تو نہ جانا شیر گل خان!" وہ قدرے مشکوک ہوئی تو شیر گل نے اسے چھیڑنے والے ... میں کہا۔

"اب تو جان پھنسا دی شکنجے کے اندر۔ اب مکر کے کہاں جاؤں گا؟"

"بہت پیار کروں گی شیر گل خان! ـــــ کبھی چاہ کر بھی اس شکنجے سے نکلنے کی کوشش نہیں کرو گے۔" وہ اس قدر محبت سے بولی کہ شیر گل خان بس اسے دیکھ کر رہ گیا۔

●●●●●

وہ بالکل ساکت تھی۔ جیسے کوئی جذبات و احساس سے عاری وجود۔ مگر جب نوفل اسے ہسپتال سے لے کر سیدھا میر ہاؤس جانے کی بجائے اپنے گھر آیا تو اس کے منجمد احساسات جاگنے لگے۔

"آپ گاڑی یہاں کیوں لائے؟" اس کی آنکھوں میں وحشت سی اترنے لگی۔

"ماما سے نہیں ملو گی؟ ـــــ اتنے دنوں سے تمہیں یاد کر رہی ہیں۔" نوفل نے مصروف انداز میں انجن آف کرتے ہوئے کہا تو وہ بے بسی سے صبا کو دیکھنے لگی۔

"یہ بھی تو تمہارا ہی گھر ہے گل! چند روز ہمارے ساتھ رہ لو گی تو ہم بھی خوش ہو جائیں گے۔" صبا نے پیار سے کہا تو وہ اس کے بعد خاموشی سے ان کی تقلید میں گاڑی سے اتر کر اندر آ گئی۔

زرینہ بیگم اور اریبہ کے ہمراہ صالحہ بیگم بے صبری سے اس کا انتظار کر رہی تھیں۔

اسے دیکھتے ہی باہیں پھیلا دیں تو وہ والہانہ انداز میں ان سے لپٹ گئی۔

نوفل نے صالحہ بیگم کو پہلے ہی سختی سے منع کر دیا تھا کہ نگین کے سامنے کسی بھی قسم کی جذباتیت کا مظاہرہ نہ کیا جائے۔ مگر بیٹی کو اس قدر لٹی پٹی حالت میں دیکھ کر تو سنگ دل سے سنگ دل ماں بھی تڑپ اٹھتی۔ وہ تو پھر اپنے بچوں پر جان وارنے والی ماں تھیں۔

ان کی آنکھیں بھر آئیں۔

نگین خاموشی سے ان کی گود میں سر رکھے آنسو بہا رہی تھی۔

نوفل ماحول کی افسردگی کی تاب نہ لاتے ہوئے تیز قدموں سے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

●●●●●

شیر گل خان نے اگلے ہی دن بابا جان سے کنٹیکٹ کیا تھا اور ادھر وہ تو جیسے تیار ہی بیٹھے تھے۔

"ایک دفعہ حویلی آ کے مجھے مل جاؤ شیر گل خاناں!"

"جی بابا!" وہ اندر ہی اندر ان کی اس قدر مہربانیوں پر حیران بھی تھا۔ سو اسی شام حویلی پہنچ گیا۔

بابا جان اپنے پورے جاہ و جلال کے ساتھ موجود تھے۔

وہ مؤدبانہ انداز میں ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔

چائے اور دیگر لوازمات سے فارغ ہونے کے بعد وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"ہاں ـــــ تو اب کیا ارادے ہیں تمہارے؟" ہنکارا بھرتے ہوئے انہوں نے پوچھا تو وہ نیپکن سے ہاتھ صاف کرتا چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

"ارادہ تو آپ کو پتہ ہے بابا جان! میں چاہتا ہوں کہ کل آپ ڈالے کے ڈیڈی سے مل لیں۔"

"ہوں ـــــ"

وہ سوچ انداز میں مونچھوں کو بل دے رہے تھے۔ پھر صوفے کی پشت پر ہاتھ پھیلاتے ہوئے پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"تم نے اس لڑکی سے بات کر لی شادی کی؟" انہوں نے استفسار کیا تو شیر گل خان نے محض اثبات میں سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

"تم جانتے ہو شیر گل خان! اچھے سے ہمیں کتنی عزیز ہے۔ مگر تمہیں بھی ہم جگر کا ٹکڑا مانتے ہیں۔ اسی لئے تمہاری ہر حرکت بخوشی برداشت کر لیتے ہیں۔ تم اس لڑکی سے شادی کر لو۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں لیکن ایک شرط ہے ہماری۔"

وہ اپنے مخصوص و منفرد لب و لہجے میں بولے تو شیر گل گہری سانس بھر کے استفہامیہ نظروں سے انہیں دیکھنے لگا۔

"بات یہ ہے شیر گل خاناں! کہ تم چاہے چار شادیاں اور کرو، اور بے شک خاندان سے باہر کرو مگر تمہیں صرف ایک ہی قول کی پاسداری کرنا ہو گی۔"

وہ کہتے ہوئے لو بھر کو ٹھہرے تو شیر گل خان چوکنا ہونے لگا۔ درحقیقت اسے گل ریز خان کے اس مخصوص انداز سے کوفت ہونے لگی تھی۔

"آپ حکم کریں بابا جان ____!" وہ بمشکل تحمل سے بول پایا تھا۔ ورنہ جھنجلاہٹ اسے عزیز
ہو رہی تھی۔

"تو پھر غور سے ہماری بات سنو اور دل پہ لکھ لو شوکل خان! کہ خاندان سے باہر شادی
اپنی مرضی سے کرو۔ مگر اتنا ضرور ذہن نشین رکھنا کہ تمہارا بچہ صرف بلوشے کی کوکھ سے آئے
ہمارا وارث۔"

وہ تحکمانہ اور قطعی لب و لہجے میں کہتے شوکل خان کے سر پہ جیسے پہاڑ توڑ گئے تھے۔ وہ
کھا کر بے بسی سے انہیں دیکھنے لگا۔

●●●●●

"ماما! خدا کے لئے۔ کم از کم آپ تو بچوں جیسی ضد مت کریں۔" وہ انہیں سمجھاتے سمجھاتے
زچ ہو چلا تھا۔

"بچوں جیسی ضد تو تم کر رہے ہو نوفل! جب میرا دل ہی مطمئن نہیں ہے تو میں تمہیں
اجازت دے دوں؟" صالحہ بیگم کا انداز اٹل تھا۔

جب کھانے کے بعد انہوں نے نوفل کو اپنے کمرے میں بلایا تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ
تھا کہ وہ اس سے کسی معاملے پہ بات کرنا چاہتی ہیں۔ مگر جب انہوں نے صاف لفظوں میں
جانے سے منع کیا تو وہ ٹھٹک گیا۔

ابھی اس کی روانگی میں ایک ہفتہ باقی تھا۔ اس لئے اس نے صالحہ بیگم سے اس سلسلے میں
بات نہیں کی تھی۔ لیکن صبا نے شاید انہیں بتا دیا تھا۔ اسی لئے انہوں نے دو ٹوک لفظوں میں
ارادہ ملتوی کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

"یہ تفریحی ٹور نہیں جو ملتوی کر دوں۔ بزنس کے سلسلے میں جا رہا ہوں۔ پہلے بھی تو ____"

"پہلے کی بات اور تھی نوفل!" وہ اس کی بات کاٹ گئیں۔ "ایک سے ایک قابل بندہ
تمہارے آفس میں۔ کسی کو بھی بھیج دو اپنی جگہ۔"

"ہاں ____ بزنس ہی ان میں سے کسی ایک کے حوالے نہ کر دوں؟" وہ ناراضی سا اٹھ کر جا

"بیٹھ جاؤ اور میری بات سنو۔"

انہوں نے ڈانٹتے ہوئے کہا تو وہ ان کے پاس آ بیٹھا۔

"بات سمجھنے کی کوشش کریں امی جان! یہ میرا ابھی کا نہیں بلکہ بہت پہلے کا پروگرام ہے
صورت ملتوی بھی نہیں ہو سکتا۔" ان کا ہاتھ تھامتے ہوئے نوفل نے ملتجیانہ انداز میں کہا تو
آنکھیں نم ہونے لگیں۔

"میری خاطر بھی نہیں؟"

وہ بے بس سا ہونے لگا۔

"آپ کے لئے تو جان بھی حاضر ہے۔"

ابھی تو پہلے ہی صدموں سے نہیں سنبھلے ہیں۔ ایک تمہارا سہارا غنیمت ہے۔ اتنی دور بھیجنے کو دل
… نوفل!" ان کا دل مچل رہا تھا۔

… بات سمجھتے ہوئے نوفل نے لب بھینچے۔ وہ یقیناً انس کو کھونے کے صدمے کا ذکر کر رہی
تھیں۔

"ابھی ہوائی راس نہیں آتی نوفل! مت جاؤ۔ بہن کی حالت دیکھو۔ صبا بھی پریشان ہے۔ سبھی
… بکھرے ہوئے ہیں۔ ایسے میں تمہارا جانا مزید پریشانی کا باعث ہوگا۔"

صالحہ بیگم نے اپنی طرف سے بات ختم کر دی۔

وہ بھی سمجھا یا انہیں مگر خاموش ضرور ہو گیا تھا۔ لیکن کمرے میں آتے ہی وہ صبا سے الجھنے لگا۔

"میں نے ماما سے شکایت نہیں کی، صرف انہیں بتایا ہے ____" وہ آرام سے کہتی اسے مزید
… بھڑکا گئی۔

"آپ کو میں نے اپنی سیکرٹری اپائنٹ نہیں کیا ہے میرے خیال میں۔" وہ طنزیہ انداز میں بولا
… "ماما کو بتانا یا نہ بتانا میری مرضی تھی۔ آپ کو میرے معاملات میں اتنی اتھارٹی کس نے دی ہے
کہ جب جی چاہے مجھ کو بھی کرتی پھریں؟"

"آپ میرے شوہر ہیں ____ اور میں اپنے شوہر سے متعلق ہر مسئلہ گھر کے بڑوں سے ڈسکس
کر سکتی ہوں۔"

صبا اس کے انداز سے پریشان تو ہوئی مگر اس وقت خاموشی کا مطلب تھا نوفل کی تخت سست سننے
… جانتی تھی کم از کم وہ تو خود میں ہمت نہیں پا رہی تھی۔

"ماشاء اللہ [illegible] بزنس محترمہ!" وہ خفا ہوا تھا۔

"نوفل پلیز! ____ میں اپنی خاطر نہیں، ماما کی خاطر وہ سب کہہ رہی ہوں۔ یہاں آپ
کے علاوہ اور کون ہے جو ان کی کیئر کر سکتا ہے۔" صبا جیسے تھک کر بستر کے کنارے ٹک گئی تھی۔

اب نوفل جانے متاثر ہوا ہو یا نہیں مگر بہت روکھے لہجے میں بولا۔

"ٹھیک ہے ____ آپ کی خاطر تو میں رکنے والا نہیں ہوں۔ لیکن آپ نے ماما کو بتا کر اچھا نہیں کیا۔"

"بہت ____ مجھے ایسی کوئی خوش فہمی بھی نہیں کہ آپ میری خاطر رکیں۔ اور جہاں تک بات تھی
ماما کو بتانے کی تو وہ میں ضرور بتاتی۔ مجھے آپ کی طرح دل میں بات دبانے اور دوسروں کو شاک
پہنچانے کا نہ تو شوق ہے اور نہ ہی تجربہ۔" صبا نے بھی اسی کا سا لب و لہجہ اپنایا تھا۔

"مجھ سے بحث نہ کیا کریں......" وہ چڑ کر کہنے لگا تھا جب کہ صبا تیزی سے اس کی بات کاٹتی اٹھ
کھڑی ہوئی۔

"کہا جاتی ہوں آپ کو بحث کرنے والی عورتیں پسند نہیں ہیں۔"

"ویلڈن ____ ذہین ہوتی جا رہی ہیں۔"

… اسے چڑانے لگا بلکہ ستانے والے انداز میں بولا تو صبا کا دل ہی نہیں، جان بھی

جل کر رہ گئی۔

●●●●●

گل ریز خان اپنی بات کہہ کر خاموش ہوئے تو شوکت خان سے جیسے قوت گویائی بھی چھن گئی۔ وہ ابھی تک اسی شاکڈ حالت میں انہیں دیکھ رہا تھا۔

"تم اپنی روایات سے اچھی طرح واقف ہو شوکت خان! ــــ اس میں ایسا عجیب کیا؟" وہ شاید اس کی کیفیت سے باخبر تھے۔

"ہمیں اپنے خاندانی خون میں ملاوٹ پسند نہیں ہے۔ جائیداد کا بٹوارہ ہمیشہ خاندان میں ہوا ہے، ہمارے خاندانی وارثوں میں۔ اور ہمیں یقین ہے کہ تم بھی اس روایت کو برقرار رکھو گے۔"

"بس بابا جان! ــــ" وہ ضبط سے سرخ ہوتا چہرہ لئے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ "میں ایسی کوئی شرط ماننے کو تیار نہیں ہوں۔"

"اگر ہم تمہاری خواہش پوری کرنے کو تیار ہیں تو تمہیں بھی ہماری ہر شرط ماننی چاہئے۔" وہ حتمی انداز میں بولے تھے۔

"جس لڑکی کو میں محض آپ کی عزت کی خاطر بیاہ کر لایا تھا، جس سے میرا رشتہ محض ایک کاغذی کارروائی کی طرح نبھایا جا رہا تھا اس سے اچانک آپ کو وارث کی حسرت کیسے پیدا ہو گئی؟" شوکت کا خون بھی پٹھانوں کی تاثیر رکھتا تھا۔ سو گرم ہونے لگا۔

"یہ ہمارا حکم ہے شوکت خان! کل ہم تمہارے ساتھ اس لڑکی کے گھر جائیں گے اور پورے احترام کے ساتھ رشتہ مانگنے کو تیار ہیں۔"

گل ریز خان نے ترمپ کارڈ استعمال کیا تھا۔

شوکت خان لاچار کھڑا رہ گیا۔

●●●●●

"کیا بات ہے تمکین! اتنی خاموش کیوں بیٹھی ہو جان؟"

صالحہ بیگم اسے کتنی ہی دیر سے دیکھ رہی تھیں۔ ابھی صبا ناشتے کے برتن اٹھا کر کچن میں گئی تھی۔ اور تب سے اب تک وہ ایک ہی پوزیشن میں اپنے کپ پر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔

اس کی خاموشی پر ان کا دل کٹنے لگا تو وہ بول اٹھیں۔

"ہوں ــــ" وہ چونک گئی۔ "مجھ سے کچھ کہا آپ نے؟" اس کی بے خبری کمال کی تھی۔

"اتنی چپ نہ رہا کرو میری جان! ہنسا بولا کرو۔ صبا کے ساتھ بات چیت کیا کرو۔ وہ کیا سوچتی ہو گی۔"

وہ اسے سمجھانے والے انداز میں کہہ رہی تھیں۔

اور تمکین نے کہا بھی تو کیا۔

"میں یہاں اتنے دن رہ لی ماما! اب مجھے گھر جانے دیں۔"

صالحہ بیگم پریشان ہو گئیں۔ "یہاں کیا مسئلہ ہے تمہیں؟"

"مسئلہ کچھ نہیں ماما! لیکن آپ تو جانتی ہیں کہ اس کو میرا یہاں آ کر رکنا اچھا نہیں لگا کرتا تھا۔ ... بھی یہ بات پسند نہیں ہو گی۔"

اس کی بات سن کر صالحہ بیگم کا دل خون کے آنسو رونے لگا۔

"مگر ہم تو تمہیں اتنی جلدی جانے نہیں دیں گے۔ اتنی مشکل سے تو ہاتھ لگی ہو۔ کیوں ماما؟" صبا نے اندر آ کر خوش دلی سے کہا تو صالحہ بیگم خود کو سنبھالتے ہوئے بولیں۔

"ہاں ــــ یہی بات تو میں اسے سمجھا رہی ہوں۔ دکھ بہت بڑا سہی تمکین میری بچی! مگر صبر ... صبر کرنے ہی سے آتا ہے۔"

"ہوں ــــ" تمکین کی آنکھیں بھر آئیں۔

صبا اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی اور محبت سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"بہت رو لیا تمکی! اب بس کرو۔ مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جاتا۔ خدا کی رضا سمجھ لو۔ میں مانتی ہوں یہ دکھ یہ صدمہ بہت عظیم ہے۔ مگر ماما کو دیکھو، کیا یہ تکلیف میں نہیں ہیں؟ ــــ نوفل کو ... دیکھو وہ تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتے۔ مگر اب بے بس ہیں۔ خدا کے لکھے کو بھلا کون مٹا سکتا ہے؟ ورنہ ہم سب ڈھال بن جاتے اس کے سامنے۔ موت انہیں تو کیا، ان کے سائے کو بھی چھو نہ پاتی۔"

"مگر میرا بچہ صبا! اس کی نشانی بھی نہ رہی۔ نہ جانے قسمت میں اس کی کیا مصلحت ہے؟" وہ رونے لگی تھی۔

تو صبا کا دل بھی بھر آنے لگا۔

وہ بے بسی سے صالحہ بیگم کو دیکھنے لگی تو انہوں نے نرمی سے کہا۔

"وہ خدا جانتا ہے، ہم بشر اس کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتے تمکی! کہیں انجانے میں مت جاؤ۔ دل ... زندگی کے وسوسوں اور غلط فہمیوں کا شکار ہوتا ہے۔"

"تو میں کیا کروں؟ ــــ میرا جینے کا کیا مقصد رہ گیا ہے؟ ــــ کس کے لئے ہنسوں، بولوں؟ ... دل ویران ہے۔ پھر بھی آپ کہتی ہیں کہ صبر کروں، حوصلہ کروں، خوش رہوں۔ کس بات پہ خوش ... اس پہ کہ میرا شوہر نہیں رہا۔ یا اس بات پہ کہ اس کی نشانی بھی نہ رہی؟" وہ بولتے بولتے ... انداز میں چیخنے لگی تو صبا کو لینے کے دینے پڑ گئے۔

خود صالحہ بیگم بھی رونے لگی تھیں۔

صبا جو اسے سمجھانے اور بہلانے کے ارادے سے بیٹھی تھی، اب بے بسی سے اسے ہاتھوں کے ... لئے حوصلہ دے رہی تھی۔

●●●●●

ایک اپنے ایک سفری بیگ اور سوٹ کیس کے ہمراہ گھر میں پایا کر وہ بھی معید حسن کے ساتھ تھی

میرے کان کھڑے ہو گئے۔

معید نے تایا جان اور تائی جان کو شاید کچھ تفصیل بتائی ہو۔ اس نے بہانے سے جاننے کی بہت کوشش کی مگر ایک لفظ بھی لے نہیں پڑ رہا تھا۔

"یا خدا! ——— کون سا کھیل کھیلنے لگا ہے یہ شخص؟"

وہ چکرا سی گئی۔

کتنی دیدہ دلیری سے وہ اپنی گرل فرینڈ کو گھر لے آیا تھا۔ بلکہ اب اس کے لیے گیسٹ روم کھلوایا جا رہا تھا۔

"وریا اب گیسٹ روم میں ہی رہے گی۔ اس کی ضروریات کا خیال رکھنا اب تمہاری ذمہ داری ہے۔" معید حسن نے بطور خاص اسے وریا کے سامنے بلا کر نصیحت کی تو وہ دانت کچکچا کر رہ گئی۔ سر ہلا دیا۔

"جی ———"

"ارے نہیں ——— اس تکلف کی کیا ضرورت ہے معید! میرا اپنا گھر ہے یہ اب تو۔ اِدھر وری۔" وریا نے بے تکلفی سے کہا تو وہ جل کر رہ گئی۔

"اگر یہی گل کھلانا تھا تو بھلا میری زندگی برباد کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

اُسے معید حسن پر ٹوٹ کر غصہ آ رہا تھا۔

اور وریا کے انداز تو اول روز ہی سے اسے پسند نہیں آئے۔

ناشتے کی میز پر نہ صرف وہ بے تکلفی سے موجود تھی بلکہ سب کے ساتھ یوں گھل مل گئی تھی جیسے جانے کتنے عرصے سے یہیں رہ رہی ہو۔

"یہ تو بہت اچھی ہیں۔ حالانکہ شکلاً بہت مغرور لگتی ہیں۔" وریا کی خوش مزاجی اور بے تکلفانہ انداز سے حمرہ بھی بہت متاثر ہوئی تھی۔

بہت عرصے کے بعد فضا میں ایک ہلکا پھلکا سا تاثر پھیلا جو سب کو اچھا لگ رہا تھا۔

"شکل کا کیا ہے، دیکھنے میں تو تم بھی بہت عقل مند لگتی ہو۔" وجدان نے بے ساختہ کہا تو وہ چڑ کر بولی۔

"شکریہ ———!"

اس کے یوں منہ بسور کے بولنے پر تحریم نے قہقہہ لگایا تو وہ چونک کر وجدان کے لفظوں پر غور کرنے لگی۔ پھر جب سمجھ آئی تو وجدان آگے آگے اور وہ حسب عادت پیچھے پیچھے۔

"یہ پی ٹی سی ایل نمبر ٹھیک کیوں نہیں ہو رہا؟ ——— میرا انتہائی ضروری فون آنا تھا۔" معید حسن کے سر پر کھڑی تحکمانہ انداز میں پوچھ رہی تھی۔ آج چھٹی کا روز تھا۔ وہ لاؤنج ہی میں اخبار کھولے بیٹھا تھا۔

معید نے ایک اچٹتی نگاہ اس پر ڈالی۔

"کل تک فون ٹھیک ہو جائے گا۔"

"مگر میرا فون تو آج آنا ہے۔" وہ جیسے جھنجلائی تھی۔

"اچھا! کیا دوستوں کے ساتھ کوئی پکنک سا پروگرام۔" معید نے طنز کیا تو وہ چمک کر بولی۔

"جی نہیں ——— اطلاعاً عرض ہے کہ میرا جرمنی سے فون آنا تھا۔ وہ بھی انتہائی ضروری۔"

"مگر کس کا ———؟"

معید نے بے اختیار اسے دیکھا تو تحریم نے سنبھلتے ہوئے اپنے تاثرات میں لاپروائی کا عنصر سمویا۔

"اب ہر بات آپ کو بتانے والی تو نہیں۔ جس کا بھی آنا ہو۔ مگر فون لائن تو ٹھیک ہونی چاہیے۔"

وہ بڑبڑاتے ہوئے انداز میں کہتی پلٹ گئی۔ جبکہ معید ابھی تک لب بھینچے اسے دیکھ رہا تھا۔

تحریم کا جی چاہ رہا تھا زور زور سے ہنسے۔ معید کے تاثرات نے اسے بہت مزہ دیا تھا۔

"اب مزہ آئے گا۔ اپنی گرل فرینڈ کو گھر لے آئے، میری دفعہ کتنا ترکا لگا ہے موصوف کو۔"

وہ اپنے تئیں معید حسن کو جلانے کا پورا اہتمام کر چکی تھی۔

مگر شام کی چائے پر خود اس کا دل جل بھن گیا۔

وہ تھوڑا سا ہی لیٹ ہوئی تھی مگر اسے پتہ چلا کہ نہ صرف چائے بن چکی ہے بلکہ لان میں سرو بھی ہو چکی ہے۔

"یہ کس نے کی؟" وہ ہلکی پھلکی سی ہو گئی۔ ورنہ تو روز ہی چچی جان سے اتنی دیر سونے پر باتیں سنا کرتی تھی۔ کیونکہ اکثر ہی شام کی چائے لیٹ ہو جاتی تھی۔

"یہ سب وریا آپی نے کی ہے ——— نہ صرف چائے بلکہ ساتھ میں ڈھیر سارا اہتمام بھی کیا ہے انہوں نے۔"

اسی جوش انداز میں کہتی باہر کی طرف بڑھی تو اس کی تقلید میں بڑھتے تحریم کے قدم ٹھٹکنے لگے۔

اسے جھٹکا سا لگا تھا۔

اپنے دنوں سے یہ ذمہ داری تحریم کے سر پر تھی اور اب یہ وریا ———

گویا سلطنت پر قبضے کی کوشش ———؟

وہ جب لان میں پہنچی تو سب چائے کے ساتھ ساتھ وریا کے ہاتھ کے ذائقے سے بھی لطف اندوز ہو رہے تھے۔

"وریا چائے بہت اچھی بناتی ہے۔ دودھ، قہوے اور چینی کا پرفیکٹ تناسب۔" یہ معید حسن تھا۔

اور پھر تعریف کرتے ہوئے موصوف کی زبان پر چھالے پڑ جاتے ہیں جیسے۔ وہ کڑھتی ہوئی کرسی سنبھال کر بیٹھ گئی تھی۔

"تمہارے لیے چائے نکالوں تحریم ———؟" وریا کے پوچھنے پر وہ چونک گئی۔

"ارے واہ ———!"

اسے لگا جیسے وہ مہمان ہو اور وریا اس گھر کی مالکن۔

"نہیں، شکریہ۔" وہ رکھائی سے بولی تھی۔

"پی لو ——— تمہیں بھی پتہ چلے کہ چائے کیسے بنائی جاتی ہے۔" یہ سعید حسن تھا۔

"اُف ——— اس قدر کڑوا فقرہ۔"

"واقعی آپی! تمہارے جوشاندے کا ایک فائدہ تو تھا کہ پوری سردیوں میں زکام سے بچا[...] مگر یہ چائے بھی کمال کی ہے۔ اور یہ پکوڑے اور سموسے واہ واہ ———" وجدان سر دھن رہا تھا۔

"کیا بکا ——— خبیث! اکیلے میں بتاؤں گی۔ آ، آمنہ کرا لے تو پھر کہنا۔" وہ وجدان کو آنکھیں [...] کو تیار تھی۔

"اور یہ ویبا ——— اسے تو میں دو دنوں میں یہاں سے بھگا دوں گی۔"

ویبا نے اس کی پلیٹ میں زبردستی فنگر فش اور سموسہ رکھا تو اسے لینا ہی پڑا۔

ویسے بھی کبھی اتنے شوق سے چائے کے ساتھ لوازمات سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ [...] بھی جی اٹکنے لگا تھا۔

اور دونوں چیزیں چکھنے کے بعد اسے ماننا ہی پڑا کہ ویبا میں اور کوئی خوبی ہو یا نہ ہو [...] ذائقہ ضرور موجود تھا۔

سعید حسن نے ویبا کو چائے کا دوسرا کپ بنانے کا اشارہ کیا تو وہ بے اختیار اپنی کرسی پر پہلو بدل کر تائی جان سے بات کر کے اپنا دھیان بٹانے کی کوشش کرنے لگی۔

●●●●●

آگے کے معاملات اس قدر آسانی سے طے ہوں گے۔ یہ شمونکل خان تو کیا، ڈالے کے بھی وہم و گمان میں نہیں تھا۔

گل ریز خان بہت شان و شوکت سے ڈالے کے گھر آئے اور اس کے ڈیڈی سے رشتے کی بات کی۔ بلکہ وہ بی بی جان کو بھی ساتھ لائے تھے جو ڈالے سے بہت محبت سے ملی تھیں۔

"مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔" موقع پا کر شمونکل نے ڈالے کو میسج کیا تھا۔

"اوکے ———" وہ مسکرا دی۔

اسی شام وہ ریسٹورنٹ میں شمونکل خان کے مقابل موجود تھی۔

"میں ابھی ایک شادی کر چکا ہوں ڈالے! کیا اس سے تمہیں کوئی فرق پڑتا ہے؟" وہ بہت سچائی سے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"اگر وہ تمہاری مرضی سے تمہاری زندگی میں آتی تو تم میری طرف نظر بھر کے بھی نہ دیکھتے خان!" ڈالے نے پلکیں نہیں جھپکی تھیں۔ اطمینان سے بولی تو شمونکل گہری سانس بھر کر نظریں گھمانے لگا۔ پھر قدرے توقف کے بعد سنجیدگی سے بولا۔

"تم تو پٹھانوں کی روایات جانتی ہی ہو۔ بعض اوقات شملہ اونچا رکھنے کے لیے بہت سے فیصلوں پر بھی سر جھکانا پڑتا ہے۔ یوں سمجھو، ایک ایسا ہی فیصلہ میں نے بھی مانا۔ بابا جان کا

[...] رکھا۔ مگر اس کا انعام انہوں نے مجھے تمہاری صورت میں دیا۔ تو کیا مجھے پچھتانا چاہیے؟"

[...] پوچھ رہا تھا۔

ڈالے مسکرا دی۔

"بالکل نہیں ——— میں تو اب بھی کہوں گی۔"

"تم خوش ہو نا؟" وہ پوچھنے لگا تو ڈالے نے پُر محبت نگاہیں اس کے چہرے پر جماتے ہوئے [...] انداز میں کہا۔

"اگر یہی بات تنہائی میں پوچھتے تو بہت اچھے سے جواب دیتی۔"

"اچھا ———" وہ جھینپ سا گیا تھا۔

"ہم بابا ——— اب جلدی سے مجھے شادی کی تیاری کرانا شروع کر دو۔ میں ہر چیز تمہاری پسند کی لانا چاہتی ہوں۔" ڈالے نے بہت لاڈ سے کہا تو شمونکل نے سر جھکا دیا۔

"اچھے لگتے ہو، یوں محبت کے آگے سر جھکاتے۔ ورنہ تو میں نے تمہیں محبت سے بھاگتے ہی دیکھا ہے۔"

وہ اسے چھیڑ رہی تھی۔

مگر اب شمونکل خان کے انداز میں وہ سختی، وہ کھردرا پن نہیں رہا تھا۔ بلکہ ایک محسوس کن سی نرمی در آئی تھی جو ڈالے کو بہت اچھا لگ رہا تھا۔

"چلو تمہیں شادی کی پہلی شاپنگ آج ہی کراتا ہوں۔" وہ شرارت سے مسکرا رہا تھا۔

"اوکے ———"

ڈالے طمانیت سے ہنس دی۔

●●●●●

وہ اپنے خیال میں ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔ اسے خبر تھی کہ اندر عماد آیا بیٹھا ہے۔ وہ ٹھٹک گئی۔

عماد اسے دیکھتے ہی احتراماً اٹھ کھڑا ہوا۔

"السلام علیکم ———"

"وعلیکم السلام ———"

صالحہ بیگم کے ساتھ ساتھ اسے چائے سرو کرتی حیا کا بھی لحاظ تھا جو جواب دے دیا۔ ورنہ تو وہ اس کے نام سے بھی چڑنے لگی تھی۔

"ارے حیا! چائے پی لو۔" صالحہ بیگم کے کہنے پر اسے بیٹھنا ہی پڑا۔

"کیسی طبیعت ہے آپ کی؟" عماد اسی سے مخاطب تھا۔

"ٹھیک ہوں۔" وہ مختصراً کہتی صالحہ بیگم کی طرف متوجہ ہو گئی۔ جبکہ عماد اس کا کترانا محسوس کر کے [...] گیا۔

"واپسی کب ہو رہی ہے آپ کی؟ ــــ وہاں سب ہی کو آپ کی کمی محسوس ہو رہی ہو
اس لیے، اپنے مابین رشتوں کو یوں غلط فہمی سے ختم نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔
تمکین نے ایک سلگتی نگاہ اس پر ڈالی، جس کی تپش عماد کو اپنے دل میں اترتی بہت واضح
محسوس ہوئی تھی۔
اور شاید تمکین نے بھی کسی ضد کے زیر اثر بہت جذباتی ہو کر فیصلہ کیا۔
"اب میں وہاں نہیں جاؤں گی۔"
ایک دھماکا سا ہوا تھا۔
صبا حیری سی اسے دیکھنے لگی۔
وہ تمکین جو میر ہاؤس کی فضا سے باہر سانس لینا بھی کفر سمجھتی تھی، ایک دم سے ایسا فیصلہ کر
ابھی تک کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔
حالانکہ صالحہ بیگم کی مرضی یہی تھی کہ تمکین اب واپس نہ جائے۔ مگر تمکین کی حالت اور
سے اس کا لگاؤ انہیں یہ بات منہ سے نکالنے سے روکتا تھا۔
اور اب ــــ صالحہ بیگم حیران تھیں۔
"کیوں ــــ؟" عماد بھی حد درجہ حیرانگی کی زد میں تھا۔
"اب کیا بچا ہے وہاں میرے لئے؟ اور ویسے بھی میں کسی کے آگے صفائی پیش کرنے
نہیں۔ جو میری مرضی ہو گی، میں وہی کروں گی۔" وہ بے حد بے رخی کا مظاہرہ کر رہی تھی جو
بات کرنے میں موجود تینوں نفوس نے بہت اچھی طرح محسوس کی تھی۔
"یہ کیک لیں عماد بھائی! میں نے بطور خاص آپ کے لئے بنایا ہے۔ آپ کو بہت پسند
عماد کے چہرے پر چھٹے حیرت کے تاثرات دیکھ کر صبا نے بات بدلنے کی مقدور بھر کوشش کی تھی۔
ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے نوفل نے ایک گہری نگاہ صبا پر ڈالی جو اس وقت پوری طرح
کی طرف متوجہ تھی۔
عماد بہت پرتپاک انداز میں نوفل سے ملا۔ جبکہ دوسری طرف اول روز کی طرح گرم جوشی
تھی۔
"تمکین اب یہیں رہے گی نوفل!"
صالحہ بیگم سمجھ رہی تھیں کہ وہ حالات سے سمجھوتہ کر چکی ہے۔ اپنے تئیں انہوں نے نوفل کو
خوشی سے یہ خبر دی تھی۔
"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ مگر کسی کو کوئی اعتراض تو نہیں؟" وہ پوچھنے لگا۔ نگاہ منتظر انداز
چائے کا کپ سامنے میں گھماتی تمکین پہ تھی۔
"امی نے تو کہا ہے خود۔"
"مگر وہاں کے مکینوں کو بھولنے کا نہیں۔ آتی رہئے گا۔" عماد نے بے ساختہ کہا تو تمکین

والی۔
والے ہر مکین، ہر فرد کا عمل میرے دل پر نقش ہو چکا ہے۔ آپ بے فکر رہیں، میں
بھولنے والی نہیں ہوں۔" وہ عجیب تپش انداز میں بولی تو عماد کٹ کر رہ گیا۔
رہی تھی وہ تو سب کی سمجھ میں آ رہا تھا۔ مگر جو نہیں کہہ رہی تھی، جو ان الفاظ کے پس پردہ
کو بہت اچھی طرح سے محسوس ہو رہا تھا۔
ایک غیر معینہ مدت تک نہ ختم ہونے والی غلط فہمی۔
کسی بھی حال میں اس غلط فہمی کو بڑھاوا نہیں دینا چاہتا تھا۔
"اچھا ــــ اب میں چلتا ہوں ــــ کافی دیر ہو گئی ہے۔" وہ چائے کا کپ رکھتا دفعتاً اٹھ
کھڑا ہوا تھا۔
"ارے بیٹھو بیٹا! ــــ ابھی تو آئے ہو۔ محض چائے ہی تو پی ہے۔" صالحہ بیگم نے اصرار کیا تو
مسکرایا۔
"بس آنٹی! بہت دنوں سے صبی کے ہاتھ کی چائے یاد آ رہی تھی۔ میں نے سوچا ایک چکر لگا ہی
ورنہ دل یوں ہی مضطرب رہے گا۔ چائے کا ایک کپ ہی کافی ہے۔ باقی آپ لوگوں کا خلوص
محبت۔"
"تو تم روزانہ آ سکتے ہو اس خلوص اور محبت کا ذائقہ چکھنے۔ یہاں کون سی کمی ہے؟"
نوفل کا لہجہ صبا کو عجیب سا لگا تھا۔ بلکہ وہ تو نوفل اور عماد کے مابین چھپے اس تناؤ کو بھی محسوس کر
نوفل کے برتاؤ سے جھلک رہا تھا۔
نوفل سے ہاتھ ملا کر، جھک کر صالحہ بیگم سے پیار لیتا وہ اچٹتی نگاہ خاموش بیٹھی، ماحول سے کٹی
باہر نکل گیا تو نوفل نے اتنا بھی فرض نہیں نبھایا کہ اسے باہر تک ہی چھوڑ آتے۔
صبا خالی ہوئی برتن سمیٹنے لگی۔
"بہت اچھا فیصلہ کیا ہے تم نے تمکی! ــــ یہاں رہو گی تو دل بہل جائے گا۔"
نوفل کے کہنے پر وہ پھیکے سے انداز میں مسکرا دی۔
"یہ تو میں ہی جانتی ہوں کہ یہ فیصلہ میں نے کیسے کیا ہے۔ ورنہ اس گھر سے بھری جتنی یادیں
ان کا دامن وہاں سے چھڑانا اتنا آسان کام نہیں ہے۔"
"وقت سب کچھ سکھا دیتا ہے۔ آسان بنا دیتا ہے سسٹر!" نوفل نے اسے حوصلہ دیا تھا۔
"تمہارا یہاں رہنے یا وہاں رہنے سے رشتہ تو ختم نہیں ہو گا نا! ــــ وہاں بھی تمہارے اپنے ہیں اور
ہیں۔" صبا نے محبت سے کہا تھا۔ صالحہ بیگم نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔
اور یہی وہ محبت تمکین کو اول روز سے میر ہاؤس سے ملی تھی، وہ بھولنے کے لائق نہیں تھی۔
جلد بازی میں کیا جانے والا فیصلہ اب تمکین کا دل پریشان کرنے لگا تھا۔
چائے کا کپ ادھورا چھوڑتی اٹھ کر باہر نکل گئی۔

"ابھی اسے سنبھلنے میں بہت وقت لگے گا۔" صالحہ بیگم دکھی ہو گئیں۔

نگین منہ سے کچھ نہیں کہتی تھی۔ مگر رات کو وہ جب ان کے پاس کروٹ بدلے لیٹی ہوتی
کی خاموش سسکیاں ان سے چھپی نہیں رہتی تھیں۔ اور صبح کے وقت اس کی سوجی ہوئی آنکھیں
شب بیداری اور گریہ زاری کا راز کھول رہی ہوتی تھیں۔

"وقت سب کچھ سکھا دیتا ہے ماما! آپ بے فکر رہیں۔ وہ بھی سنبھل جائے گی۔"
سنجیدگی سے کہا تو صالحہ بیگم اس کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

"تمہارے بزنس ٹور کا کیا بنا؟"

ٹرالی گھسیٹ کر باہر نکلتی صبا کی سماعتیں بھی ہمہ تن گوش ہو گئیں۔

"وہی جو آپ چاہتی تھیں۔" وہ دفعتاً ہی شرارتی سا ہوا تو صالحہ بیگم شکر بجا لائیں۔

"تم دیکھنا، خدا کتنا نوازتا ہے تمہیں۔ اس کے خزانے بھرے ہوئے ہیں۔ کسی شے کی کمی
نہیں تمہارے لئے بے پناہ رزق لکھے گا وہ۔"

انہوں نے بے ساختہ ہی اسے کئی دعائیں دے ڈالیں تو نوفل مسکرا دیا۔ دل پہ موجود
بوجھ خود بخود ہی ہٹ گیا تھا۔

مگر رات صبا کی بحث پھر سے اس کا موڈ خراب کرنے لگی۔

"آپ عماد بھائی سے اس قدر بے گانہ کیوں رہتے ہیں؟"

"اوہو ـــ تو یہ حسیات کام کرتی ہیں آپ کی؟" وہ طنزاً بولا تھا۔

"اللہ کا شکر ہے ـــ میری تمام حسیات بہت اچھا کام کرتی ہیں۔ اور آپ کا رویہ اتنا
کے اندھے کو بھی محسوس ہو جائے۔ میں تو پھر بھی دیکھ سکتی ہوں۔" وہ جل کر رہ گئی۔

"میں ایسا ہی ہوں۔" وہ بستر پہ نیم دراز ہو گیا۔

"میں بہت اچھی طرح جانتی ہوں کہ آپ کیسے ہیں۔ یوں خول چڑھا کر مجھ سے
کریں۔ میر ہاؤس کے باقی کسی بھی فرد کے ساتھ آپ کا رویہ ایسا نہیں۔ پھر عماد بھائی کے
کا رویہ ایسا کیوں ہے؟" وہ آج اس پزل کو حل کرنے کے موڈ میں تھی۔

مگر نوفل کا موڈ خراب ہونے لگا۔

"آپ کو اس کی اتنی فکر کیوں ہے؟" وہ سلگا تھا۔

"مجھے اپنے میکے سے آنے والے ہر فرد کی عزت و احترام کی فکر ہے نوفل صاحب!" وہ
بولی تھی۔

"ہونہہ ـــ" وہ سر جھٹک کر رہ گیا۔

"ویسے تو بہت رواداری نبھاتے رہتے ہیں۔ اتنا نہیں ہو سکا کہ چار قدم چل کے انہیں
ہی کر آتے۔" صبا کو پھر سے یاد آیا۔

"جو پروٹوکول آپ چاہتی ہیں، وہ خود سے دے لیا کریں۔ میرے پاس ان چونچلوں

"... ہے۔" وہ سرد ہونے لگا تھا۔

"... میں۔ میں ادھر تم نہیں چھوڑا نوفل!" صبا کو اس کے انداز نے دکھی کیا تھا۔

... ہنوز اسی سرد مہری کی کیفیت میں تھا۔

"مجھے پہیلیاں نہ پڑھایا کریں مہربانی فرما کر۔ اور اب لائٹ آف کر دیں تاکہ میں دو گھڑیاں
... سو سکوں۔"

... لائٹ آف کر کے صالحہ بیگم کے کمرے میں آ گئی جہاں نگین بھی موجود تھی۔

●●●●●

"مبارک ہو عثمان! ـــ بہت لکی ہو اپنی محبت کو۔" نوفل نے اس کی بات سنتے ہی اسے گلے
لگایا تو وہ ہنس دیا۔

"جیت تو اس نے مجھے لیا ہے یار! میں تو بہت بچا، بہت چھپا ہوں اس سے۔"

"اپنی پہلی شادی کا چکر بتایا اسے ـــ؟" نوفل نے اپنے دل کی بات کی تو وہ طمانیت سے
... مسکرا دیا۔

"بے فکر رہو ـــ وہ سب جانتی بوجھتی ہے۔ بلکہ یوں کہو کہ مجھے جانتی ہے، میری روح کو
پہچانتی ہے۔"

"بہت خوش قسمت ہو عثمان! ـــ محبت سے آگے بھاگتے رہے اور محبت بے دام کی غلام بنی
پھرتی تمہارے پیچھے۔" نوفل کو بے ساختہ رشک آیا تھا۔

"خوش قسمتی میں تو تم میرے بھائی بند ہو۔ اب شکر گزاری نہ کرو تو اور بات ہے۔" شوکیل
... اٹھا تھا۔

... مسکرا دیا۔ پھر پوچھنے لگا۔

"... آگے کیا ارادے ہیں؟"

"بہت نیک ـــ بس تیسرے ہفتے سے شادی کی رسومات شروع۔" وہ سرشاری کی کیفیت
...

... نے اس کے شانے پر دھکا جڑا۔

"... ـــ!"

"... تم پر تو نہ سے جچتے ہیں یہ انداز۔" وہ ہنس دیا تھا۔

... کے بعد ڈالے بھی اس کے آفس میں موجود تھی۔ جگر جگر چمکتی آنکھیں اور بات بے
...

"... تو پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں کہ تم کتنی خوش ہو۔" نوفل نے اسے چھیڑا تو وہ کرسی سے
... آ بیٹھی۔

"... بھی کیا ہے۔ میرے تو من کی مراد پوری ہو رہی ہے۔ جتنی بھی نذر نیاز کروں، کم

ہے" وہ مزے سے بولی تو شموئل کو کراہتے دیکھ کر نوفل ہنسنے لگا۔

"مجھے لگتا ہے کہ شادی کے بعد تم نہیں بلکہ یہ تم سے رومانٹک ڈائیلاگز بولا کرے گی۔"

"تو اب بھی کبھی ہو رہا ہے ——— مجھے موقع کب دیتی ہے یار!؟" وہ مایوس تھا۔

"ہمت لاؤ خان! ہمت۔ دل کے اصل جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں یہ الفاظ، تھوڑی کی اندر سے کچھ اور باہر سے کچھ اور۔" وہ اسے چھیڑنے لگی تھی اور شموئل جز بز ہو رہا تھا۔

"اوکے ——— سیز فائر۔" نوفل نے ہاتھ اٹھا کر انہیں روکا۔ "اب صرف اتنا بتا دو کہ کون کر رہا ہے؟"

"تم ———"

وہ دونوں بے اختیار اکٹھے بولے تو نوفل انہیں گھورنے لگا۔ مگر مجبوری تھی۔ سو اٹھ کھڑا ہوا۔

"دوستی اور محبت میں اتنی مار تو کھانی ہی پڑتی ہے۔" گہری سانس بھر کے نوفل نے ... دونوں ہنسنے لگے۔

*****

"مجتبیٰ! سعید کے کپڑے پریس کر دو بیٹا۔"

چچی جان نے چوتھی مرتبہ اسے یاد دلایا کہ اسے جمعہ کے لئے سعید کے سفید سوٹ کا پریس کرنا ہے۔ مگر ایک مرتبہ بھی وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلی تھی۔

اور اب جب ویرا نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "مجھے بتائیں آنٹی! میں کر دیتی ہوں۔" تو چچی کی خشمگیں نگاہوں سے گھبرا کر مجتبیٰ کو اٹھنا ہی پڑا۔

ویرا بھی اس کے ساتھ ہی چل دی۔

"آپ تو مہمان ہیں۔ کہاں ان بکھیڑوں میں پڑ رہی ہیں۔ چار دن سکون سے گزار کے گھر جائیں۔"

مجتبیٰ نے بڑے سلیقے سے اس پر واضح کیا کہ ایک دن اسے اپنے گھر بھی لوٹنا ہے۔

"اب تو یہی میرا ٹھکانہ ہے۔ پتہ نہیں کب تک۔" وہ ہنسی تھی۔

استری اسٹینڈ کے پاس کھڑی ہو کر مجتبیٰ بے اختیار اسے دیکھنے لگی۔ اسے کچھ غلط ہونے کا احساس ہو رہا تھا۔

سعید حسن اس سے نکاح جیسا بندھن باندھنے کے بعد گھر میں ایک اور کھیل رچا رہا تھا۔

"لاؤ، میں کرتی ہوں۔" ویرا نے اس کے ہاتھ سے واٹر اسپرے لیتے ہوئے کہا۔

مجتبیٰ نے بے اختیار اپنا ہاتھ پیچھے کیا تو جلتی استری سے چھو گیا۔

"سی ———" واٹر اسپرے اس کے ہاتھ سے گر گیا تھا۔

"ارے ———" ویرا متاسف ہوئی۔ "ہاتھ جل گیا؟ ——— درد ہو رہا ہے؟"

"نہیں۔" وہ اپنے ہاتھ کی پشت پر جلتی لمبی سرخ لکیر کو دیکھتے ہوئے اتنا ہی کہہ سکی۔

"بہت محبت کرتی ہو سعید سے؟" ویرا نے چپ ہو کے اسے پیکنگ کرتے ہوئے دیکھتے رہنے کے بعد غیر متوقع سوال کیا کہ مجتبیٰ گڑبڑا سی گئی۔

"کیا مطلب؟" وہ ہونق سی اسے دیکھنے لگی تو ویرا مسکرا دی۔

"اس کی قدر کرنا۔ بہت محبت کرنے والا اور دل میں رکھنے کے قابل بندہ ہے۔" وہ بہت جذب سے بول رہی تھی۔

مجتبیٰ کے دل کی دھڑکنیں الٹ پلٹ ہونے لگیں۔ اسے لگا ویرا اسے کرید رہی ہو۔

... کر گئی۔

... یہی موقع ہے بات کا سرا پکڑنے کا۔

"یہی سمجھ لیں۔"

"کیا مطلب؟ ——— یعنی دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی؟" ویرا نے حیران ہو کر پوچھا تو ... انجانے کی اداکاری کرتے ہوئے بولی۔

"ظاہر ہے ایسے معاملات یک طرفہ کب تک چل سکتے ہیں؟"

"... سعید حسن کو دیکھ کے تو ایسا کچھ احساس نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ تو یونیورسٹی میں بھی لڑکیوں سے ... فٹ کے فاصلے پر رہتا تھا۔"

"اچھا ہے نا۔ جب دل میں کسی کی شبیہ بسی ہو تو پھر ادھر ادھر دھیان دینے کی ضرورت بھی کیا..." مجتبیٰ نے جیسے اترا کر کہا تھا۔

"کپڑے پریس ہو گئے ہوں تو میرے کمرے میں پہنچانے کے بعد یہ ایکشن کر لینا۔"

... کی یا ایٹم بم مجتبیٰ کی سماعتوں پر اچانک گرا تھا۔

سعید حسن اس کی پشت پر ہی کھڑا تھا۔

... دل چاہا زمین پھٹے اور وہ اس میں دھنس جائے۔ یا خدا! یہ کیسی آزمائش لکھ دی تو نے ... مقدر میں۔

... اٹھا۔

"... ہے سعید! تمہارا گھنا پن اب مجھ پہ واضح ہو رہا ہے۔ تب ہی مجھے لفٹ نہ کرائی۔"

"... کمال ہے ——— لفٹ تو تم نے مجھے نہیں کرائی تھی۔ ڈولی میں بیٹھ کے نکل لیں فراز احمد ..."

... باتیں کرتے نکل گئے تھے۔

... نے ایک طویل سانس لے کر خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی۔ اسے ویرا پر شدید غصہ آ رہا ... سعید کی اس قدر خاموش آمد سے واقف تھی۔ مگر مجتبیٰ کا مذاق اڑانے کی غرض سے ——— ... بات ہو گئی۔

... دل و دماغ متفق تھے۔

"میرا مذاق اُڑا رہے تھے دونوں۔"

عمی کا دماغ گھومنے لگا۔

"دیکھنا دیبا بیگم! تمہیں تو میں ایسا سیدھا کروں گی کہ سعید حسن بھی یاد کرے گا۔" وہ غرّائی۔

●●●●●

"میری تو اب ایک ہی خواہش ہے۔ خدا جلد از جلد صبا کی گود بھر دے تو میرے سونے گھر میں بھی رونق آ جائے۔"

صالحہ بیگم شاید تمکین سے بات کر رہی تھیں۔ مگر زرینہ بیگم کے جواب نے نوفل کے قدم ساکت کر دیا۔

"خدا بہت مہربان ہے آپا! ——— وہ یقیناً آپ کی دعائیں سنے گا۔"

"خدا کی مہربانیوں سے تو کوئی انکار نہیں۔ مگر پے در پے صدمات نے جیسے خوشیوں کا در بند کر دیا ہے اس گھر سے۔ سوچتی ہوں اس طرح تمکین کا بھی دل بہل جائے گا۔"

صالحہ بیگم گہری سانس بھرتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

نوفل عجیب سے احساسات میں گھرا وہیں سے الٹے قدموں اپنے کمرے میں لوٹ آیا۔

صبا ابھی واش روم سے نہا کر نکلی تھی۔

لمبے سیاہ بالوں کو تولیے سے رگڑ رگڑ کر نرمی سے خشک کرتی وہ اپنے آپ میں مگن تھی۔

نوفل کی نگاہ بے اختیار اس کے سراپے میں اٹکی۔

خدا کی مہربانی سے تو واقعی انکار نہیں مگر یہ خاکی ———

اس کی کمیاں، اس کی خامیاں کوئی کیسے برداشت کرے

اپنی پشت پر اس کی نگاہوں کی تپش صبا کو بہت اچھی طرح محسوس ہو رہی تھی۔ وہ پلٹی۔

"کچھ کام ہے؟"

وہ گڑبڑا سا گیا۔

"نہیں، مجھے کیا کام ہونا ہے۔" وہ بے رخی سے بولا تو صبا پھیکے انداز میں مسکرا دی۔

"میں کچھ دنوں کے لئے امی کی طرف جانا چاہتی ہوں۔"

اس کے کہنے پر نوفل چونکا۔ پھر تیکھے لہجے میں پوچھنے لگا۔

"وہ کیوں ———؟"

"کیوں سے کیا مراد ہے آپ کی؟ ——— میکے جانے کے لئے ہر بار کوئی وجہ ہونا ضرور ہوتی۔" وہ سنجیدہ تھی۔

"مگر یہاں آپ کی زیادہ ضرورت ہے۔" وہ بے ساختہ بولا تو صبا دل گرفتگی سے ہنسی۔

"اچھا ——— کسے؟"

"اس گھر کو، ماما اور تمکین کو۔" وہ گڑبڑا گیا۔

"اور آپ کو ———؟"

"آپ اچھی طرح جانتی ہیں۔"

"میں تو صرف وہ جانتی ہوں جو آپ مجھے باور کرانا چاہتے ہیں۔ مگر جو کچھ آپ کے دل میں ہے میں اسے جاننا چاہتی ہوں، وہ مجھ سے شیئر کریں۔" وہ کہہ رہی تھی۔

نوفل بوجھل نگاہ اس پر ڈالتا بستر پر آ گیا۔

"تو پھر کل مجھے امی کی طرف ڈراپ کر دیں گے؟" وہ منتظر تھی۔

"ہمم۔" مختصر جواب آیا۔ جیسے وہ کوئی ٹوٹ کے محبت کرنے والا شوہر ہو۔ جسے بیوی کی پل بھر کی جدائی بھی شاق گزرتی ہو۔

صبا دل مسوس کر دوبارہ سے اپنے بال سلجھانے لگی۔ جبکہ نوفل کا ذہن ابھی تک صالحہ بیگم کی خواہش میں الجھا بھٹک رہا تھا۔

●●●●●

اس کا بار بار آنا تمکین کی ٹینشن بڑھا رہا تھا۔

مگر اس سے زیادہ برداشت کرنا اس کے بس میں نہیں تھا۔ تب ہی تو گاڑی سے اتر کر وہ ابھی سیدھا ہی ہوا تھا کہ وہ اس کے سر پر پہنچ گئی۔

اس کے سلام کا جواب بہت تیکھے انداز میں دیا تو عماد نے ایک جانچتی نگاہ اس پر ڈالی۔

"کیسی ہیں آپ؟"

"الحمدللہ۔" وہ جیسے اسے یہیں سے ٹرخانے کے موڈ میں تھی۔

عماد گاڑی سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

"نوفل بھائی تو گھر پہ نہیں ہیں۔"

"اچھا ———" عماد مسکرا دیا۔ "تو کیا مجھے یہیں سے واپس ہو جانا چاہیے؟"

"آپ کی مرضی۔" وہ بے رخی سے بولی تھی۔

"گھر میں اور لوگ تو ہوں گے؟" عماد نے پوچھا تو تمکین نے سلگتی نگاہ اس پر ڈالی۔

"آپ کے یہاں آنے کا مقصد پوچھ سکتی ہوں میں؟"

"ہاں ضرور۔" اس نے اطمینان سے کہا تو وہ جزبز ہونے لگی۔ "صبا میری بہن ہے۔ اور یہ اس کا سسرال ہے۔ میرا آنا بنتا ہے۔"

اس کی بات اسے شرمندہ کر گئی۔

وہ اس قدر بد اخلاق تو کبھی بھی نہیں رہی تھی۔ پھر جانے کیوں عماد کے سامنے آتے ہی عجیب جذبات اس کے دل و ذہن کا گھیراؤ کر لیتے تھے۔

"لیکن آپ کا یہاں آنا مجھے پسند نہیں ہے۔" وہ تلخی سے بولی تو عماد کا رنگ پھیکا پڑنے لگا۔

"کھل کر بات کرنے سے بات بنتی ہے۔ یوں ہواؤں میں تیر نہ چھوڑو۔" وہ بے اختیار بولا تو

تمکین کو کرنٹ سا لگا۔
وہ ہمیشہ اسے بھائی کہہ کر بلایا کرتا تھا اور اب یہ انداز تخاطب۔
"میرا آپ سے بات کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ آپ کو دیکھ کر مجھے اپنے تمام نقصان یاد آنے لگتے ہیں۔" اس کا انداز ابھی بھی وہی تھا۔
عماد کو دکھ ہوا۔
"تمکین! ایسا مت سوچو ——— اگر میرے بس میں ہوتا تو کیا میں اسے بچا نہ لیتا؟ زندگی اور موت پر تو صرف خدا کا اختیار ہے۔ میں تو خود بے بس کھڑا اسے ہاتھوں سے نکلتے دیکھتا رہ گیا تھا۔"
"آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا انہیں ساتھ لانے کا۔" تمکین کی آواز بھرانے لگی۔
"یہ تو عارضی وعدے ہیں تمکین! اصل وعدہ تو وہ ہے جو معبود حقیقی کا ہے۔ وہ اپنا وعدہ پورا کرنے پر قادر ہے۔ انسان نہیں۔"
وہ خاموش کھڑی اپنے آنسو ضبط کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔
"خود کو زندگی کی طرف لانے کی کوشش کرو تمکین! زندگی یوں ختم نہیں ہوتی۔ پھر ظہور اپنی باری پوری کر چکے ہیں۔"
عماد نے اسے سمجھایا۔ اس کی خاموشی سے تو یہی لگ رہا تھا کہ وہ بات سمجھ رہی ہے۔ مگر عماد کے چپ ہوتے ہی وہ غصے سے بولی۔
"میں چاہے جیوں یا مروں۔ مگر میں نہیں چاہتی کہ آپ بار بار میرے سامنے آئیں۔"
"یہ تو قسمت کے کھیل ہیں تمکین! ضروری تو نہیں کہ تمہاری ہر راہ ہی کھوٹی ثابت ہو۔" بے اختیار کہہ گیا تھا۔ وہ خود تو جھنجلا کر چپ ہوا ہی تھا، تمکین بھی چونک کر اسے دیکھنے لگی۔
"ارے ——— عماد! کیا بات ہے؟ یہیں سے لوٹنے کا ارادہ ہے؟ آ رہے ہو یا جا رہے؟" اریبہ کسی کام سے انیکسی سے نکلی تو عماد کو دیکھ کے کھل اٹھی۔
"آیا تھا۔ سب سے مل لیا۔ اب واپسی ہو رہی ہے۔" وہ قصداً مسکرایا تھا۔
"ارے واہ ——— مجھ سے تو ملے نہیں، سب سے کیسے مل لئے؟ چلو اندر۔" اریبہ رعب سے بولی تھی۔
"ابھی تو اندر سے نکلا ہوں۔ پھر کسی دن سہی۔ تم سے بھی ملوں گا اور آنٹی سے بھی۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا تو تمکین مزید کچھ کہے بغیر پلٹ گئی۔
"بے چاری۔" اریبہ نے ترس کھانے والے انداز میں کہا تو عماد کو اچھا نہیں لگا۔
"بے چارے پن والی اس میں کیا بات ہے اریبہ؟ خدا کی رضا سے بڑھ کے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ وہ بھی سنبھل جائے گی۔ اس نے دکھ ہی بڑا دیکھا ہے۔ صبر آنے میں بھی تھوڑا وقت لگے گا۔"
"ہاں، یہ تو ہے۔" وہ فوراً اس کی حمایت میں بولی۔ پھر بڑے مان سے پوچھنے لگی۔ "تم کہاں ہوتے ہو؟ ——— اتنے دنوں سے ملے بھی نہیں رہے؟"

"حالات کے مطابق چلنا پڑتا ہے اریبہ! ——— سوچ رہا تھا کہ جاب چھوڑ کے اب ماموں جان کے بزنس میں انوالو ہو جاؤں۔ بس ذرا بھاگ دوڑ میں تھا۔ حالانکہ میں بزنس مائنڈڈ بالکل بھی نہیں تھا۔ مگر ماموں جان کی محبت اور ان کی مجبوریاں۔"
اس نے گہری سانس بھری تو اریبہ کے دل کی کلی کھل اٹھی۔
"بزنس ——— یعنی کہ دولت کا چکر۔ ارے واہ ——— اس سے اچھی بھلا اور کیا بات ہو سکتی ہے؟ ——— ان بے چاروں کا اب ہونا ہے جو یہ سب بکھیڑے سمیٹے۔ اس موقع پر تو تمہیں ہی آگے بڑھنا ہوگا۔ اور جاب میں رکھا ہی کیا ہے۔ اپنے بزنس کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے۔"
اریبہ کی سوچ اسے بہت سطحی لگی۔
مگر بہرحال اس نے اس پہ کچھ کمنٹ نہیں کیا تھا۔ گہری سانس بھرتا پلٹ گیا۔
"ہو گے ——— پھر کسی روز ملاقات ہوگی۔ انشاء اللہ۔"
"اوکے۔" وہ دل مسوس کے رہ گئی۔
مگر اس کو خوش کرنے کے لئے فی الحال اتنی ہی تسلی کافی تھی کہ عماد اتنے بڑے بزنس کو سنبھالنے والا ہے۔
اسے ابھی سے اپنی پانچوں انگلیاں گھی میں محسوس ہونے لگی تھیں۔
وہ گنگناتے ہوئے واپس پلٹی تھی۔

●●●●●

"ثناء کی شادی ہو رہی ہے ماما!"
نوفل نے کھانے کی میز پر دھماکا کیا تھا۔ صبا چونک کر اسے دیکھنے لگی۔
"اچھا ———" وہ خوش ہوئیں۔ "کب؟ ——— کس کے ساتھ؟"
"بہت جلد ——— ڈیڑھ ہفتہ ہی باقی ہے۔ اور جہاں تک بات ہے کس کے ساتھ تو میرے ساتھ تو نہیں ہو رہی۔" وہ اچٹتی نگاہ صبا کے جھکے ہوئے ہاتھ پر ڈالتے ہوئے مذاقاً کہہ رہا تھا۔
"شرم کرو۔" صالحہ بیگم نے اسے گھورا تھا۔
"کا ہے کی شرم؟ ——— آپ کی بہو تو مجھے کھلی چھٹی دیئے ہوئے ہے۔" وہ آرام سے بولا۔
جبکہ صبا کے دل میں کھد بد سی ہو رہی تھی۔ ثناء کی شادی ———؟
"شکیل کے ساتھ ہو رہی ہے ماما! ان لوگوں کا سات سالہ پرانا عشق کامیاب ہو رہا ہے۔" وہ بتا رہا تھا۔
صبا بے اختیار اسے دیکھنے لگی۔
جسے پہ کچھ پچھتاوا یا کچھ کھونے کا احساس تک نہیں تھا۔
"آؤ سب مجھے تڑپانے اور رلانے کو۔" وہ چکرا سی گئی۔

"ہم بھی دعا دیں۔" نوفل نے کہا اور مختصر نگاہوں سے تمکین کو دیکھنے لگا جس نے فوراً نظر کر لی۔

"میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔"

"تم اور صبا چلے جانا۔" صالحہ بیگم نے بخوشی کہا تو وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ ابھی اصرار کرنا کچھ مناسب نہیں لگ رہا تھا۔ سو وہ خاموش ہی رہا۔

"آپ کو تو بڑا افسوس ہوا ہوگا فرح کی شادی کا۔" بات صبا کے دل میں جانے کیا سوچ کر...

"بہر طور اب کیا ہو سکتا ہے؟" نوفل نے گہری سانس بھری اور کتنی کے ٹل خم دراز ہو کر کے صفحات الٹنے پلٹنے لگا۔

"اور اس کے سات سالہ عشق میں آپ کہاں فٹ ہوتے ہیں؟" صبا نے طنز کیا تھا۔

وہ ہنسا۔

"محبت یکطرفہ بھی ہوتی ہے محترمہ!"

"ہنہ — آپ جیسا شخص تو اس کے جوتوں سے بھی واقف نہیں کیا محبت کرے۔" مذاق اڑاتے ہوئے بولی تھی۔

"کبھی فرصت میں بتاؤں گا آپ کو۔"

"یوں کہیں کہ مجھے خود سے متنفر کرنے کے لئے آپ نے اپنے ارد گرد نفرتوں اور غلط فہمیوں کا جال پھیلا رکھا ہے تاکہ میں آپ کے قریب نہ آ سکوں۔" صبا نے تلخیت سے کہا تھا مگر وہ اپنا سے میگزین کے صفحات الٹتا رہا۔

وہ کھسک کر اس کے قریب آ بیٹھی۔

"مت کریں ایسے نوفل! زندگی کو کچھ تو آسان کریں میرے لئے۔" آزردگی سے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگا۔

نیلے لباس میں وہ زندگی کی تمام تر رعنائی اور دلکشی کا پیکر لگ رہی تھی۔

وہ جز بز ہونے لگا۔

صبا کے ملبوس سے اٹھنے والی خوشبو اس کے حواس پر طاری ہونے لگی۔ اسے لگا چند لمحے بھی یوں ہی اس کے قریب رہی تو اس کا دل پگھل جائے گا۔

"زندگی کو مشکل میں نے نہیں، آپ نے بنا رکھا ہے۔ میں نے تو آپ کو کھلی آزادی دے رکھی ہے۔ جیسے جی چاہے، گزاریں۔"

"آپ کے بغیر، کیسے نوفل؟" وہ ہار رہی تھی۔

نوفل کا دل آرام کا دل تھا، بھٹکنے لگا۔

محبت پہلو میں بانہیں پھیلائے بیٹھی تھی اور وہ نگاہیں چرائے چرائے تھکنے لگا تھا۔

بے اختیار اس نے ہاتھ بڑھا کر صبا کے رخسار کو چھوا تھا۔

...ٹ کر اس کے شانے سے آ لگی۔

...موجود تھی۔ اور حقیقت تھی۔

...پگھل کر رہ گیا۔ اس نے صبا پر اس قدر محبت نچھاور کی کہ صبا اپنے ہونے پر نازاں ...تھی۔

●●●●●

...تمہارا تو دماغ خراب ہو گیا ہے ویرا! — اب جبکہ میں تمہارے ساتھ ہوں تو تمہیں کس ...ت ہے؟" معید اسے ڈانٹنے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔

...دونوں لان کی دھوپ میں کرسیوں پر براجمان تھے۔ ان سے کچھ فاصلے پر بظاہر اخبار کا مطالعہ ...جی کے کان کھڑے ہو گئے۔

"تمہارا ساتھ ہی سب سے بڑی تسلی ہے معید! — تمہارے سہارے ہی تو اس کا گھر چھوڑ کر ...آئی تھی۔

...ہوں گا۔ بس یہی سوچ کر آگے راہ بہت آسان ہے۔ خواہ مخواہ کو امتحان میں ڈالنے بلکہ جان ...میں ڈالنے کا مطلب؟ احتجاج کی استطاعت رکھتے ہوئے بھی ظلم سہتے رہنا، ظالم کا ساتھ ...دینے کے مترادف ہے۔ میں تو پہلے ہی اس حق میں نہیں تھا۔ مگر اس وقت تمہیں فراز سے آگے پیچھے ...بڑھنے ہی نہیں دے رہا تھا۔ حتیٰ کہ میرے وعدے بھی۔" معید کہہ رہا تھا۔

...کا دل پہلو میں پھڑپھڑانے لگا۔

...تو یہ تھا تمہاری گم گشتہ محبت معید حسن!

"اب انہی وعدوں کی ڈور تھام کے واپس لوٹی ہوں معید! — بس یہ دھیان رکھنا کہ میں اس ...تنہا نہ رہ جاؤں۔" ویرا بہت ملول اور افسردہ تھی۔

...کو اس کی جذبات نگاری پر غصہ آنے لگا۔

...سعید صاحب تو اس وقت پورے شہزادہ سلیم بنے بیٹھے تھے۔

"...آنٹ ورلی ویرا! — میں ہوں نا۔"

...نانے جل کر پہلو بدلا۔

...تم نے کیس فائل کر دیا ہے۔ خلع کا حق تو قدرت نے دے رکھا ہے تمہیں۔ اب فراز ...جلد ہی آ جائے تو دونوں میں رزلٹ آ جائے گا۔ بس تم ثابت قدم رہنا۔" وہ کہہ رہا تھا۔

...نوفل کا دماغ چکرا رہا تھا۔

اس صبح کا رنگ بے حد انوکھا تھا۔
کھڑکی کے پردے ہٹاتے ہی سردیوں کی ایک خوشگوار دھوپ بھرے دن نے کمرے میں
کے بیڈ تک کرنوں کا سنہری سا جال بچھا دیا۔
صبا نے چہرہ گھما کر دیکھا۔
نوفل ابھی تک بے سدھ سو رہا تھا۔
اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ در آئی۔
تو صبا میرا تم جیت ہی گئیں اس اکھڑ مزاج شخص کو۔
جو ہر وقت کڑی دھوپ کا سا روپ بنائے رکھتا تھا، رات ابر کی طرح برسا تھا۔۔۔۔۔ یوں ا
کی پور پور سیراب کر دی۔
چاہت۔۔۔۔۔ اس قدر اپنائیت اور وارفتگی کہ صبا کو اپنا دامن تنگ پڑتا محسوس ہونے لگا۔
"اور میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ محبت کے معاملے میں یہ بندہ اس قدر امیر ہے۔ دا
بھرے پڑے ہیں اس کے پاس محبتوں کے۔"
اسے یاد آیا۔ نوفل نے اسے چھوا بھی تو یوں جیسے وہ کوئی نازک آبگینہ ہو اور ذرا سی بے ا
سے اس کے ٹوٹ جانے کا ڈر ہو۔
اس کی وارفتگی میں بھی ایک احتیاط تھی۔
اور بے خودی میں بھی ایک دھیان کی سی کیفیت۔
صبا کے ہونٹوں کی مسکراہٹ شرم آگیں تصور سے گہری ہو گئی۔ اس کا جی چاہا آگے بڑ
نوفل کے گھنے بکھرے بالوں میں انگلیاں پھیر کر انہیں اور منتشر کر دے۔ اسے محبت سے جگا
دیکھے کہ اب اس کی محبت کون سا روپ دھارتی ہے۔
رات اس نے اس قدر مان اور احترام دیا تھا کہ وہ کسی طور خود کو روک نہیں پائی تھی۔
وہ آگے بڑھی اور جھک کر اسے جگانے کا قصد کیا تو یوں جھکنے سے اس کی گھنیری زلفیں
سے ڈھلک کر نوفل کے چہرے پر جا پڑیں۔

چاندنی رات کے ہاتھوں پہ سوار اتری ہے
کوئی خوشبو میری دہلیز کے پار اتری ہے
اس میں کچھ رنگ بھی ہیں، خواب بھی مہکار بھی ہے
جھلملاتی ہوئی خواہش بھی ہے، انکار بھی ہے
میرے آنچل پہ امیدوں کی قطار اتری ہے
کوئی خوشبو میری دہلیز کے پار اتری ہے

"بہت حسین اور روح پرور خواب سے بیدار ہوا تو شاید صبا کے لئے یہ غیر متوقع بیداری ثابت
ہوئی وہ شپٹا کر پیچھے ہٹنے کو تھی مگر نوفل نے یوں ہی نیند بھری آنکھوں کے ساتھ اس کا ہاتھ تھام کر
اسے خود سے نزدیک کر لیا۔
"یہ خواب بھی ہے تو بہت خوبصورت ہے۔"
اس کی بوجھل سی آواز صبا کو حیا بار کر گئی تھی۔ یوں لگا جیسے پلکوں پر منوں بوجھ آ گرا ہو اور وہ بھی
نوفل سے نگاہ ملا کر بات نہیں کر سکے گی۔
"نا اٹھ گئی ہوں گی۔۔۔۔۔ نو بج رہے ہیں۔" یونہی نگاہ چرائے کہا تو نوفل قدرے دھیان کی
باہر لوٹا۔
خوشبوؤں سے مہکتا وہ دلفریب سا وجود اس کی دسترس میں تھا۔ وہ آنچ دیتا قرب، جنون جس
کے گرد سے بچ چلا آ رہا تھا اب مکمل سپردگی کی حالت میں اس کے مضبوط بازوؤں کے حصار میں
خود اسے بھلا سا لگا۔
ایک ہی پل میں وہ حقیقت کے کئی سمتی طے کر گیا۔ اس کے بازوؤں کی گرفت ہلکی پا کر وہ فوراً
نکل بھاگی۔
اور ادھر وہ پتہ نہیں کس عظیم نقصان کے دھیان میں ششدر لیٹا تھا۔

●●●●●

"آج تو بہت دنوں کے بعد اتنے اچھے ذائقے کا کھانا کھایا ہے۔" کھانے سے فارغ ہو کے
ابا پہلا تبصرہ معید حسن کا تھا۔
نوفل کی آنکھیں حیرت کی پھٹی رہ گئیں۔
تو ایسی دلیری، وہ بھی سب گھر والوں کے سامنے۔
اور اچھی طرح جانتا تھا کہ آج ضد کر کے ہی اس نے وہ ڈش بنائی تھیں۔
مگر بلا جھجک سب میں بیٹھ کر کھلے عام تعریفی سند جاری کرنا۔۔۔۔۔
اور کمال دیکھا تو اسے اس وقت لگا جب سب ہی نے کھلے دل سے معید کی بات کی تائید کی۔
"انف۔۔۔۔۔ یہ سیدھے سادے میرے گھر والے۔۔۔۔۔ انہیں کیا پتہ کہ ان کی ناک کے نیچے
کون سا کھیل کھیلا جا رہا ہے۔"

تایا جان نے حسب عادت وریا کو بھی انعام سے نوازا تھا۔

وریا نے بھی کے برتن سمیٹنے تک چائے بنالی اور لاؤنج میں لے آئی۔

"یہ تمہاری چائے۔ اسٹرونگ ود ون ٹی اسپون شوگر۔" سب کو چائے سرو کرنے کے بعد معید کا کپ بڑھاتے ہوئے شرارت سے کہا تو وہ ہنس دیا۔

"تھینکس اے لاٹ۔"

'ہائے۔' بھی کے دل پہ ہاتھ پڑا تھا۔

'یہ کیا لیلیٰ مجنوں کا ڈرامہ ہو رہا ہے۔'

اس نے وحشت زدہ ہو کر سب گھر والوں پہ نگاہ ڈالی۔ وہ سب ہی اپنی باتوں اور گپ شپ میں مگن تھے۔

'یا اللہ ——— مجھے کون سی دیدہ بینا عطا کر دی تو نے۔ اور میں کب سے معید حسن جیسے بندے کی مسکراہٹوں کا حساب رکھنے لگی ——— مجھے تو ہاتھ جھاڑ نے چاہئیں۔ خس کم جہاں پاک۔'

'مگر یہ تکلیف ———؟'

وہ عجیب بے وقوفوں کی طرح اپنی ذات کے ہی پاتال میں مصروف تھی۔

'یہ میرے "ہونے" کی تکلیف ہے کہ میں "ہوں" اور یہ بندہ میرے ہونے کا نوٹس لیے میرے ہی سامنے کسی اور پہ ڈورے ڈال رہا ہے۔ تمہیں، بلکہ کسی اور کے ڈوروں کا شکار ہو رہا ہے۔ کیا یہ شخص مجھے اس قابل بھی نہیں سمجھتا تھا کہ کبھی مسکرا کے بات ہی کر لے۔'

اس نے گھبرا کر پہلی فرصت میں رامنہ کا فون ملایا۔ اور اس پہ اعتبار کرتے ہوئے اپنے اور معید کے مابین ذہنی ہم آہنگی اور کشیدگی کا ذکر کیا تو وہ حیران ہونے لگی۔

"او گاڈ ——— یہ کیا بے وقوفی چل رہی ہے تم دونوں کے درمیان؟"

"بس یار! ——— میری مرضی نہیں تھی نا۔" وہ بے بسی سے بولی۔

"انہیں اگنور کر کے ان حالوں کو پہنچی ہو تم کہ اب ایک اجنبی لڑکی تمہاری نظروں کے سامنے تمہارا حق چھینے کو ہے۔"

"اوفوہ ——— تو میں کون سا معید حسن کو تختی بنا کر تمام عمر کے لئے گلے میں ڈالے پھرنے کو بیٹھی ہوں۔ میں تو صرف یہ پوچھ رہی ہوں کہ معید حسن کو مزا کیسے چکھایا جائے۔"

وہ معید حسن کو اپنے آگے جھکانے کی تگ و دو میں تھی۔

"مرد کو قابو کرنا کون سا مشکل کام ہے۔ بس ذرا سی دل بستگی اور پھر تم دونوں کا تو رشتہ بھی ہے کہ بے تکلف ہونا کوئی مشکل بات نہیں۔"

وہ شادی شدہ تھی، ایسی ہی نہیں دے سکتی تھی۔ مگر بھی کا تو معید حسن کے بارے میں سوچ کر ہی دل خراب ہونے لگا۔

"ایک بار معید حسن کو اپنی محبت میں گرفتار ہونے دو۔ پھر دیکھنا، تمام عمر اس شکنجے سے نکل ...

... بھی نے "مگر" بتانے کے بعد رامنہ مسرت بھرے لہجے میں بولی۔ تب تک وہ سچے ہوئے چہرے سے انہیں زچ کرنے کا سوچ رہی تھی۔

"ایسی باتوں سے مردوں کو قابو کیا جا سکتا ہے؟"

"اپنے مرد کو اپنے قابو میں کیا جاتا ہے۔ ذرا سی ناز و ادا دکھانے میں کیا جاتا ہے۔ دنوں میں وہ ... ہوں گے۔" رامنہ پُر یقین تھی۔

اور پھر وہ تذبذب کا شکار۔

... کون سا معید حسن کے عشق میں ڈوبی تھی جو اس کو پانے کے لئے جتن کرتی۔ وہ تو بس وریا کی نظر میں آنا چاہتی تھی۔ اسے اپنے ہونے کا احساس دلانا چاہتی تھی اور بس، اس کا مقصد ... ہو جاتا۔

... کرنے کے بعد وہ آئینے کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

... رنگت، دلکش کٹیلے نقش، شانوں سے قدرے نیچے تک تراشیدہ سلکی بال۔

اس نے اپنا جائزہ لیتے ہوئے اپنے سیاہ بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ پہلے تو انہیں کچھ لمبا کرنے کا ... ہے۔

... تھی کہ معید حسن کو لڑکیوں کا بالوں کی کٹنگ کرانا بالکل بھی پسند نہیں ہے۔

'... ہوں معید حسن! مجھ سے بچ کے کہاں جاؤ گے۔'

... جائزے سے سو فیصد مطمئن تھی۔

... بھرتی ہے میرے آگے۔ معید حسن! تم میری جانب ایک بار، صرف ایک بار دیکھو۔ پھر ... منہ کے بل گراتی ہوں۔'

... سے سوچ رہی تھی۔

... بے وقوف یہ نہیں جانتی تھی کہ محبت فاتح عالم ہے۔ اور اگر وہ اس سحر کا شکار معید حسن سے ... ہو گا؟

... کے لئے کون سا در کھٹکھٹائے گی؟

●●●●●

... آفریدی! شرم کرو ——— کیوں اپنے روپ کی دشمن ہو رہی ہو؟ بہت بری لگو گی دلہن ...

... کال پاتے ہی بھڑک اٹھا تو دوسری جانب ثنا نے ہنسنا شروع کر دیا۔

... بھی سے اتنی روانگی گفتگو شروع کر دی۔ پہلے بات تو سن لو۔"

... کے لئے جانا ہو گا تو میری طرف سے مکمل انکار ہے۔ شادی کو دن ہی کتنے رہ گئے ... اپنے بھرے درمیان چادر رہنے دو۔" وہ جیسے بھرا بیٹھا تھا۔

"اوئے ہوئے ——" وہ طنزیہ انداز میں بولی۔ "پتہ نہیں جناب کن خوش فہمیوں میں بیٹھے ہیں۔ ایک ذرا سی فون کال کیا ملا دی، موصوف ساتویں آسمان پہ جا بیٹھے۔ تیس مار خاں بننے کی کوشش کی تو ——" آخر میں اس کا انداز ڈانٹنے والا تھا۔

وہ اپنا غصہ بھول کے ہنس دیا۔

"اب جو منصب مل رہا ہے، اسی کا رول ادا کروں گا۔"

"اب آئے ہو نا لائن پہ۔"

"اب شاپنگ کے لئے مت کہنا —— میں واقعی شادی کے دن تک تم سے نہیں ملوں گا۔" وہ سنجیدہ تھا۔

"اُف شونگل خان! میں تو تمہیں بہت بدھو سمجھتی تھی۔ مگر اندر سے تم بھی 'پورے' ہو۔" وہ ہنسی کے ساتھ چھیڑتے ہوئے بولی تو شونگل اس خطاب پہ پھڑک اٹھا۔

"شٹ اپ۔"

"ارے —— ڈانٹنا بھی آتا ہے تمہیں؟" وہ اسے چھیڑ رہی تھی۔

"ایک بار تم مل لو مجھے۔ پھر بتاؤں گا کہ کیا کیا آتا ہے مجھے۔" شونگل نے دفعتاً ڈالے کا کھنکناتا ہوا قہقہہ اس کی سماعتوں میں رس گھول گیا۔

"اب تو بہت جلد تم سے ملنا پڑے گا شونگل خاناں!" وہ مدھم لہجے میں کہتی شونگل کو احساسات کا شکار کر گئی۔

ابھی اسی مغلوب سی کیفیت نے اسے خشک مزاجی دکھانے پہ مجبور کر دیا۔

"اب اگلے آدھے منٹ میں فون کرنے کا مقصد بتاؤ ورنہ میں لائن ڈسکنیکٹ کر دوں گا۔"

"فضول آدمی —— ڈیڈی جہیز کا سامان بھجوانے سے متعلق پوچھ رہے ہیں کہ حویلی یا کہیں اور؟" ڈالے نے فوراً اصل مقصد بیان کیا تو وہ اطمینان سے بولا۔

"جہیز تم نہیں لاؤ گی بلکہ مجھے بابا نے جہیز میں وہ حویلی فرشتہ کر دی ہے۔ جس میں تم آ کے جاؤ گی۔"

"پھر بھی شونگل! تمہارے گھر والے......" وہ اسے سمجھانے والے انداز میں کہنے لگی، اس کی بات کاٹ گیا۔

"صرف تم ڈالے آفریدی! میرے گھر میں ڈولی سے اترو گی۔ اینڈ دیٹس آل۔" اس بار وہ قدر قطعیت لئے ہوئے تھا کہ ڈالے کو مزید ضد بیکار لگنے لگی۔

"شکر ہے، تمہیں میری تو چاہت ہوئی۔" ڈالے نے گہری سانس بھری تو وہ بولا۔

"بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں، کچھ انکشافات میں، کچھ بھید بھری حقیقتوں کے کھلنے میں ذرا رہ جاؤ گی ڈالے آفریدی!"

"... لگتا ہے تمہارا دماغ گرم ہونے لگا ہے۔ پھر بات ہوگی۔" وہ دفعتاً ہی چڑتے ہوئے ... رکھ گئی۔

... خاناں نے زیر لب مسکراتے ہوئے ریسیور رکھ دیا۔

... آفریدی —— وہ کھل کے مسکرایا تھا۔

... تم نے مجھے —— اور میں نے تمہیں۔

... شادی کی سی کیفیت اس کا گھیراؤ کرنے لگی تو سر کرسی کی پشت پہ ٹکاتے ہوئے اس نے ... موند لیں۔

●●●●●

... الجھا ہوا تھا۔ خود سے الجھ رہا تھا۔ لڑ رہا تھا۔

... وہ خود سے ناراض پھر رہا تھا۔

... ہو گیا ہے؟

... کیفیت تو بے چینی کی تھی۔

اس نے صبا میر کے مہکتے پر لطافت وجود کو اپنے اس قدر قریب پا کر بھی اسے نظر کا دھوکا سمجھ ... تو احساس ہوا کہ یہ ایک اٹل حقیقت تھی —— شاید ماما کی بیٹے کی خواہش کا اثر۔

اس نے خود کو بھی اتنا سر قرار دینے کی ایک مضبوط تاویل گھڑنا چاہی مگر دل و ذہن پہ چھائی خمار ... کیفیت نے شدت سے اس تاویل کو رد کر ڈالا۔

... وارفتگی اور اپنائیت سے تم نے اسے اپنایا ہے نوفل احمد! اس میں صرف اور صرف محبت کی ... تھی۔ اور بس، اس بے قراری میں بے خودی کا شائبہ تھا شہر کر دھوکے گا۔

تم نے چاہت کو نبھایا ہے نوفل احمد! مجبوری کو نہیں۔

... تو اول روز سے باغی تھا ہی مگر اب ذہن بھی اسی کی تائید کئے جا رہا تھا۔

... بھی تھام کر بیٹھ رہا۔

... صبا میر کو اپنی چاہت، اپنی محبت کی بھنک بھی پڑنے نہیں دینا چاہتا تھا اور کہاں اسے چاہتوں ... لٹا آیا۔

... ہے تم پہ نوفل احمد! —— صبا میر سے ہار گئے؟ —— صبا میر سے؟

... تکلیف وہ سوچوں کی زد میں تھا۔

... کرنے والے جب شدت سے محبت کی نفی کرتے ہیں تو ایسی ہی تکلیف کا شکار ہوتے ہیں۔

●●●●●

"... یہ میرا سوٹ بھی پریس کر دینا۔"

... اسٹینڈ پہ کھڑی پریسنگ کا کام نمٹا رہی تھی جب تگین نے آ کر سستی سے کہا۔

صبا نے ایک نظر اس کے ہاتھ میں لٹکے سفید سوٹ پر ڈالی اور پھر دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہوتے ہوئے بولی۔

"تمہارے تین چار سوٹ میں نے پریس کر دیے ہیں ——— ان میں سے کوئی پہن لو۔"

"یہ ——— یہ پہنوں گی میں؟" نگین نے ہینگرز پر لٹکے کپڑوں کی طرف اشارہ کیا۔ خوبصورت کلرز اور ونٹر کے گرم سوٹ تھے۔

"تمہارے ہی ہیں۔ تمہاری وارڈروب میں پڑے تھے۔ میں نے سوچا پریس کر دوں، ان ہی دو جوڑوں میں پھر رہی ہو۔" صبا اب بھی اسی مصروف انداز میں بولی تو تحمل سے کہا۔

"میں اب کلرز نہیں پہنتی۔ تم مجھے بھی سوٹ پریس کر کے دو۔"

"کیوں بھئی، رنگوں سے کیا دشمنی چل رہی ہے تمہاری؟" صبا نے استری بند کر کے اس کی طرف مڑتے ہوئے مصنوعی حیرت سے پوچھا تو وہ آزردہ ہونے لگی۔

"رنگ تو انہی کے ہونے سے تھے صبا! ——— ہنسی، خوشی، طمانیت سب ان کے ہونے کے نام تھی۔ اب وہ نہیں ہیں تو زندگی بے رنگ ہے۔ فقط آنسو، غم اور بے سکونی۔" اس کی آواز بھیگ گئی تھی۔

"خبردار ——— خبردار جو تم نے ایک آنسو بھی بہایا تو۔" صبا نے سختی سے اسے ٹوک دیا۔

"کیوں ——— اب غم میں رو بھی نہیں سکتی میں؟" وہ جیسے اور دکھی ہو گئی تھی۔ آنسو بند توڑ کر رخساروں پر گرنے لگے۔

"بس کرو نگین! خدا کو بھی اتنی ناشکری پسند نہیں۔ غم کرو، مگر ایک حد تک۔ پھر صبر کا حکم ہے۔ اسی غم کی شدت نے تم سے تمہارا بچہ چھینا ہے۔ کبھی سوچا ہے تم نے؟"

صبا نے دکھ کی کیفیت میں گھرتے ہوئے اسے آئینہ دکھایا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"سچ کہہ رہی ہوں ——— جانے والے تو چلے جاتے ہیں مگر جو رہ جاتے ہیں ان کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے۔ ورنہ خدا ان کا ساتھ بھی چھین لیتا ہے۔"

صبا نے سنجیدگی سے کہا تو وہ پتہ نہیں اس کی بات سمجھی یا نہیں مگر آگے بڑھ کر اپنا سوٹ استری کرنے لگی۔

صبا گہری سانس لیتی صالحہ بیگم کے ٹنگے ہوئے کپڑے اٹھا کر وہاں سے چل دی۔

"صبا کو لے جا کر شاپنگ کرا دینا۔ اور ڈالے کے لیے کوئی اچھا سا گفٹ بلکہ شوخ سا بھی۔" صالحہ بیگم نوفل سے کہہ رہی تھیں۔

"میں پہلے والے کپڑوں میں سے ہی کچھ پہن لوں گی ماما! بہت اہتمام سے تیار ہونا... بلکہ جانا بھی مجبوری ہی ہے۔" صبا نے ان کے پاس بیٹھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تو وہ سوچ کر اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر بولیں۔

"والے اور شوخ رنگ کے کچھ جوڑے بنا لینا میری طرف سے۔ اور گفٹس جو تم ٹھیک دینا چاہو، اپنی مرضی سے۔"

"جی ماما۔" نوفل اٹھ کھڑا ہوا۔

وہ یوں بھی کل سے صبا کے سامنے سے بھی بچ رہا تھا۔

وہ روئی بھی نہیں تھی، اول روز سے ہی اس کے گریز کو پا گئی تھی۔

مگر وجہ جاننے سے بھی قاصر تھی۔

یہ نئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ نوفل احمد کے کس روپ کو سچ سمجھے۔

اس کے قرب میں از خود وارفتگی تھی۔ بناوٹ یا دھوکا نہیں تھا۔ پھر کیا بات تھی کہ وہ اس سے جان چھڑا رہا تھا؟ اور اگر گزشتہ تلخیوں کو بھلا کر اس کی طرف بڑھا تھا تو اب اپنی مہربانیوں سے کیوں ہٹ بیٹھا تھا؟

بھاپ اڑاتا گرم چائے کا مگ لیے بیڈ روم میں آئی تو وہ بیڈ پر اوندھا پڑا اضطراری انداز میں پاؤں ہلا رہا تھا۔

"چائے لے لیں۔" صبا نے نرمی سے کہا تو اس کے پاؤں کی حرکت رک گئی۔ مگر نہ تو وہ پلٹا اور نہ ہی جواب دینے کی کوشش کی۔

وہ متذبذب سی کھڑی رہی۔

"نوفل ———" اس نے پھر سے کہنا شروع کیا تھا کہ وہ تلخی سے اس کی بات کاٹ گیا۔

"میز پر رکھ دیں اسے آپ جائیے۔ پی لوں گا۔"

وہ سوچوں میں گھرنے لگی۔

کیا اندر [illegible] لگا تھا یہ لب و لہجہ مخاطب کو۔

کل رات کے نوفل احمد سے بالکل جدا۔ وہ تو شاید کوئی اور ہی تھا۔ اس کے کانوں میں میٹھی سرگوشیاں کرتا، اسے اپنی محبت کا یقین دلاتا۔

اس نے چائے کا مگ سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر دور کر دیا۔

وہ اٹھ بیٹھا تو۔

صبا ہمت کرتے ہوئے اس سے کچھ فاصلے پر ٹک گئی۔

"طبیعت تو ٹھیک ہے آپ کی؟"

"کیا ——— مجھے کیا ہوا ہے؟" اس نے تیوریاں چڑھائیں۔

صبا لمحہ بھر کے توقف سے جیسے کچھ سوچا تھا، پھر بڑے دوستانہ انداز میں بولی۔

"نوفل! آپ کو نہیں لگتا کہ جتنا آپ خود کو تلخ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، اتنے ہی کھلتے جاتے ہیں؟"

لگا جیسے اس نے کوئی خنجر چلا دیا ہو۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟"

تیز لہجے میں کہا تو یہی خیال ہوا کہ وہ جھجک کر چپ کر جائے گی۔ مگر وہ اس کے رویّے کی عادی ہو چکی تھی، اطمینان سے بولی۔

"مطلب تو مجھ سے بہتر آپ جانتے ہیں نوفل احمد! جتنا آپ جذبات کو آشکار ہونے سے روک رہے ہیں، اتنا ہی مجھ پر کھل کھل جا رہے ہیں۔"

"آپ اپنی حد میں رہیئے۔" وہ بھڑکا تھا۔ مگر وہ نہیں رکی۔

"آپ اپنے نفس کے غلام ہوتے تو اب تک کتنی ہی بار ہمارے مابین موجود فاصلے مٹ چکے ہوتے۔ آپ کو محبت نے میرے آگے جھکایا ہے نوفل! وہ محبت، جو آپ مجھ سے کرتے تو ہیں پر اس کی بھنک تک نہیں پڑنے دیتے۔ شاید آپ کی عزتِ نفس اعتراف کرنا گوارا نہیں کرتی، یہ میں اچھی طرح جان گئی ہوں۔"

"ہوا میں تیر چلانا تو کوئی آپ سے سیکھے۔ لمحوں کی بھول کو محبت کا نام مت دیں۔" وہ اتر آیا تو اس کے جذبات کا بھی خیال نہیں کیا۔

صبا دھیرے سے مسکرائی۔

"کسے فریب دے رہے ہیں نوفل؟ ــــــ مجھے یا خود کو؟"

نوفل اضطرابی کیفیت میں گھرنے لگا۔ یہ نازک سی، چھوٹی موٹی سی لڑکی اس کی شخصیت بے نقاب کرنے کے درپے تھی۔ پہلے ہی وہ اپنی بے خودی پر خود سے چھپتا پھر رہا تھا۔ اور اب یہ آئینہ لیے سامنے آ بیٹھی تھی۔

اور یہ بات نوفل احمد سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

"آپ خوش فہمیوں کا شکار بنے رہنا چاہتی ہیں تو آپ کی مرضی صبا میر! ورنہ آپ کی میرے لیے وہی ہے جو اول روز سے تھی۔ نہ اس سے کم اور نہ زیادہ۔"

وہ بھیجے دانت پیس کر بولا تو صبا مدبرانہ انداز میں مسکرائی۔

"فی الحال آپ چائے پی لیں۔ ٹھنڈی ہو جائے گی۔"

"یاد دہانی کا شکریہ!" وہ وہاں سے اٹھ کر ہی چلا گیا تھا۔

صبا متاسفانہ انداز میں ہنس دی۔

"پتہ نہیں نوفل احمد! کس سے بھاگ رہے ہو تم؟ ــــــ مجھ سے یا خود سے؟ ــــــ ایک نفسیاتی گرہ ہے جسے نہ تو خود سلجھاتے ہو اور نہ ہی مجھے سلجھانے کی اجازت دیتے ہو۔"

وہ اداس ہونے لگی۔

●●●●●

"یہ آپ کی چائے۔"

معید نے حیران ہو کر پہلے کپ اور پھر کپ والی کو دیکھا۔ ایک نگاہ گھڑی پر ڈالی۔ وہاں

بم

بجے پانچ بج رہے تھے۔

ہاں چائے کا نام تو ہو چلا تھا۔

کر "انقلاب" چائے اور ثنی میر۔

اس نے خاموشی سے چائے کا کپ تھام لیا۔

دراصل سب چائے پی رہے ہیں۔ آپ سو رہے تھے، اس لیے آپ کو ڈسٹرب نہیں کیا۔ اب سوچا آپ کو چائے دے دوں۔ تھکی ایک ٹچ سی ڈالی ہے میں نے۔"

بوکھلاہٹوں پر وضاحتیں دیتے جا رہی تھی۔ معید متحیر تھا مگر پھر بھی بظاہر نرمی سے بولا۔

"شکریہ میرا اتنا خیال کرنے کا۔"

"اس میں شکریہ والی کیا بات ہے؟ ــــــ یہ تو میرا فرض ہے۔" وہ مسکرائی۔

میری جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید بے ہوش ہی ہو جاتا۔ ثنی میر کا یہ روپ ہی اتنا غیر متوقع اور بلا تھا مگر معید صرف اسے گہری نگاہ سے دیکھ کر رہ گیا۔

وہاں سے خود کو لعنت ملامت کرتی اور ماہ رُخ کے مشوروں کو کوستی ہوئی نکل گئی۔

حتیٰ کی حد ہو گئی۔ اب ثنی میر کو معید حسن کے آگے پیچھے پھرنا پڑے گا۔ اُف! اسے اس سوچ سے ہی پھر سے غصہ آ رہا تھا۔

نہیں بیچ وہ ادھر سے اُدھر ٹہل ٹہل کر اپنا غصہ ضبط کرنے کی کوشش میں تھی۔

اور اوہ، ایک ہم ایک طریقے ہیں لوگوں سے نمٹنے کے۔ اور یہاں مجھے معید حسن سے مقابلہ لینے کا ڈھنگ نہیں آ رہا۔ بس ایک بار میرا فرمانبردارانہ روپ دیکھ لیں، اس کے بعد معید حسن اور ماہ رُخ اس کا پول کھول دے گا۔ کاش، یہ سب معید حسن کی چاپلوسی کے بغیر ہو جائے۔" اس نے ٹھنڈی سانس لی بھری۔

"اُف ــــــ"

"امتحان میں کامیابی، بیرونِ ملک کا ویزا لگوانا ہو، حسن کی مراد پانا ہو یا سنگ دل محبوب کو اپنے قدموں میں جھکانا ہو تو میرے بابا جی جھنڈے والی سرکار سے رابطہ کرو آپی! یوں کاش، کاش کرنے سے کچھ نہیں ہونے والا۔"

جوات نے آتے ہی اپنی دکان کھول لی تھی۔

"ابھی تک تم نے یہ فضول چکر نہیں چھوڑے؟"

"جب تمہارا کوئی بڑا مسئلہ سلجھاؤں گا تب تمہیں یقین آئے گا۔" وجدان نے متاسفانہ انداز میں منہ بناتے ہوئے کہا تو وہ اکتا کر بولی۔

"میرا سب سے بڑا مسئلہ تو فی الوقت معید حسن ہے۔"

"انہیں قدموں میں جھکانا ہے؟" وہ پُرجوش ہوا۔

"نہیں، غائب کرنا ہے۔ کر سکتے ہو؟" ثنی نے سنجیدگی سے پوچھا تو وہ ڈھیلا پڑ گیا۔

"آپا! تم بس الٹا سیدھا ہی سوچ سکتی ہو۔ کبھی جو ڈھنگ کی بات کی ہو۔"

"شرم کرو، بات کرنے کا طریقہ دیکھو اپنا۔ پورے دو سال بڑی ہوں تم سے۔"

"تو اس میں تمہارا کیا کمال ہے؟" وہ ڈھٹائی سے کہتا صوفے پر نیم دراز ہو گیا۔

کچھ سوچ کر وہ اس کے سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"ویسے وجی! تم نے ایک بات نوٹ کی ہے دیبا کے متعلق؟"

"ایک نہیں، ایک سو کی۔ وہ بہت اچھی نیچر کی مالک ہیں، باتیں بہت اچھی کرتی ہیں، ٹاکنگ ماسٹر ہیں، چائے بہت اچھی بناتی ہیں، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ ہر وقت میرے دوستوں کے لیے چائے بنانے کو تیار رہتی ہیں۔" وجدان شروع ہوا تو تنی آنکھیں، منہ کھولے اسے دیکھتی رہی اور وہ رکا تو اسے شدید غصہ آیا۔

"یوں کہو کہ اس آخری پوائنٹ کی وجہ سے تمہیں اس میں سو خوبیاں دکھائی دے رہی ہیں ورنہ اس میں سرے سے ہیں ہی نہیں۔"

"آپا! تم تو چپ ہی رہو۔ بندر کیا جانے ادرک کا مزہ۔" وجدان نے بدلحاظی سے کہا تو تنی نے اسے گھورا۔

تب وہ صلح جویانہ انداز میں پوچھنے لگا۔

"اچھا، تم بتاؤ، تم نے جو صرف ایک بات نوٹ کی ہے وہ کیا ہے؟"

اس کی توجہ پا کر وہ پُرجوش سی ہو کر بولی۔

"میں نے یہ بات نوٹ کی ہے کہ وہ تیز ہو کر یہاں ایسے رہ رہی ہے جیسے یہ ہمارا نہیں اس کا گھر ہو۔ بھلا کس حق سے؟"

"سعید بھائی کا ریفرنس کیا کم ہے آپی؟" وجدان نے اطمینان سے کہا تو وہ ڈرامائی انداز میں بولی۔

"وہی تو ــــــ وہ آئی تو مہمان بن کے تھی، مگر اب آہستہ آہستہ اس گھر کی میزبان بننے کے چکروں میں ہے۔"

"تو اچھا ہے نا، جب تک وہ اس گھر میں رہیں، اسے اپنا گھر سمجھ کے رہیں۔" وجدان نے کہا تو تنی چڑ گئی۔

"جو میں کہہ رہی ہوں، وہ سمجھنے کی کوشش کرو گدھے!"

"اور جو میں کہہ رہا ہوں، وہ تم سمجھنے کی کوشش کرو گدھے کی آپی! دیبا آپا بہت اچھی ہیں۔ تم ان کی صلاحیتوں سے جیلس ہو کر مجھے ان سے متنفر کرنے کی کوشش کر رہی ہو تو یاد رکھنا، وہ ہیں ہی بہت اچھی۔"

وجدان نے بے حد اطمینان سے کہا تو تنی کا جی چاہا اسے کس کے تھپڑ لگا دے۔ کس قدر بے فکر تھا۔ لگ رہا تھا جیسے واقعی اس کے موکل اسے تنی کے دل کی خبر دے گئے ہوں۔

صبح رہو تم۔ اور جب وہ سعید حسن کو لے کر فرار ہو جائے گی، تب پھر دیکھتے رہنا اس کی دلہن کی لسٹ کو۔"

"کیا بکواس ہے آپی!" وجدان بے اختیار سیدھا ہو بیٹھا۔ "کیوں الٹا سیدھا بک رہی ہو؟ نہ تو سعید بھائی ایسے ہیں اور نہ ہی دیبا آپا۔ بلکہ وہ تو میرڈ ہیں۔ اور سعید بھائی کا تم سے کیا رشتہ ہے، وہ شاید تم بھول چکی ہو۔"

وجدان نے صاف صاف انداز میں کہا تو وہ اپنی بات پر زور دیتے ہوئے بولی۔

"اپنی رشتہ ہی تو نہیں بھولی ہوں، جب ہی تو اتنی فکر ہو رہی ہے۔ ادھر وہ دیبا آپا ہیں نا، تمہاری، اپنے شوہر سے طلاق لے رہی ہیں۔" اس نے جیسے دھماکا کیا تھا۔

"بہرحال، یہ ان کا ذاتی معاملہ ہے۔ اس پر میں کوئی کمنٹ نہیں دوں گا۔ البتہ یہ ضرور کہوں گا کہ وہ دونوں ایسے نہیں ہیں جیسا تم اپنے فضول دماغ سے سوچ رہی ہو۔ اور اگر تم آئندہ بھی ایسی فضول باتیں کرتی رہیں تو میں سب کچھ صاف لفظوں میں ابو کو بتا دوں گا۔"

وہ قطعیت سے بولا تو تنی کو زہر سے زیادہ بری چیز لگ رہا تھا۔

"وقت آنے دو، پھر پوچھوں گی تمہیں۔" وہ تلملاتی ہوئی اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تو وجدان گہری سانس بھرتا وہیں صوفے پر لیٹ گیا۔

●●●●●

وہ صبا کی طرف آیا تو راستے ہی میں اریبہ نے اسے روک لیا۔

"کہاں ہو آج کل؟ ملتے ہی نہیں۔" وہ شکوہ کرنے لگی۔

عماد مسکرا دیا۔

"فون پر روزانہ آدھی ملاقات تو ہو جاتی ہے۔"

"کم آن ــــــ فون کال، ملاقات کا نعم البدل تھوڑی ہو سکتی ہے۔" وہ ناراضی دکھا رہی تھی۔

"کچھ دنوں مصروفیت رہی۔ مگر دیکھو، آج فرصت ملتے ہی چلا آیا ہوں۔" وہ اسے بہلا رہا تھا۔

اریبہ کو کچھ خیال گزرا۔

"صبا سے ملنے آئے ہو؟"

"ظاہر ہے۔"

وہ مسکرایا۔ ذہن کے پردے پر ایک اور چہرہ دکھائی دیا۔ مگر وہ سر جھٹکتا اریبہ کی طرف متوجہ ہو گیا جو کہہ رہی تھی۔

"صبا تو شاپنگ پر گئی ہے۔ اس سے تو ملاقات نہیں ہو سکتی۔"

"تو چلو، آج آنٹی سے مل لیتا ہوں۔" عماد نے کہا تو وہ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے ناز سے بولی۔

"آؤ، آج تم میری میزبانی سے لطف اٹھاؤ۔ بہت اچھی چائے بنا دوں گی۔"

"پھر کبھی سہی اریبہ! ابھی اتنا وقت نہیں ہے۔"

عماد نے اسے ٹالنا چاہا، مگر وہ ناراض ہونے لگی۔

"ابھی تم صبا سے ملنے جاتے تو کیا اتنی دیر بھی ٹھہر سکتے؟"

"اُفوہ ۔۔۔۔۔ ایک تو تم ضدی بہت ہو۔" عماد کو ہار ماننے ہی بنی۔

"ابھی آپ نے میری ضد دیکھی ہی کہاں ہے جناب!" وہ ہنسی اور اسے ساتھ لیے اندر کی طرف چل دی۔ اسے یہ بھی خدشہ تھا کہ کہیں باتوں کی آواز سن کر اندر سے صبا ہی نہ جھانک لے جسے اپنے تئیں وہ شاپنگ کے لیے بھجوا چکی تھی۔

زرینہ بیگم بھی عماد کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ انہوں نے ہی اس کے لیے چائے بنائی۔ منیزہ بیٹھی باتیں ہی بگھارتی رہی۔

عماد کو اس کے ناز نخرے بہت شدت سے محسوس ہو رہے تھے۔

ایک گھنٹے بعد جب وہ وہاں سے نکلا تو شام ہو رہی تھی۔ وہ اندر جانے کا ارادہ ملتوی کرتا ہوا سے گاڑی لے کر نکل گیا۔

نوفل احمد نے گاڑی میں عماد کی بہت واضح جھلک دیکھی تھی۔

وہ اندر آیا تو پہلا ٹکراؤ صبا ہی سے ہوا۔

"چائے پئیں گے؟" صبا نے بامروت نگاہ اس بے مہر پر ڈالی۔

"نہیں ۔۔۔۔۔ ابھی ضرورت نہیں ہے۔" اس کی سرد مہری کسی اور کو تو نہیں مگر صبا کو بہت بُری طرح محسوس ہوتی تھی۔

وہ دل مسوس کر رہ گئی۔

جانے کیسی گتھیاں تھیں اس شخص کے ذہن و دل میں جنہیں نہ تو وہ خود سلجھاتا تھا اور نہ کسی کو سلجھانے کی اجازت دیتا تھا۔

مگر رات سونے سے پہلے اس کا استفسار صبا کو الرٹ کر گیا۔

"شام کو کون آیا تھا؟"

"کب؟ ۔۔۔۔۔ کوئی بھی تو نہیں۔"

جیسا سرسری سوال تھا، صبا نے جواب بھی اسی انداز میں دیا اور تکیہ سیدھا کرنے لگی۔

"میر ہاؤس والوں میں سے کون آیا تھا؟" اب کی بار کیے جانے والے سوال نے صبا کو ہونے پر مجبور کر دیا۔

"کوئی بھی نہیں آیا۔"

"آپ سے ملنے بھی کوئی نہیں؟"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟" صبا قدرے حیران ہوئی تو وہ اسی انداز میں بولا۔

"آپ بچی نہیں ہیں کہ میں آپ کو ڈکٹیٹ کراتا پھروں۔ خوب سمجھ رہی ہیں کہ میں کس کی بات کر رہا ہوں۔"

"میں ابھی بھی نہیں سمجھی۔"

"صبا میر! مجھے بے وقوف سمجھنے یا بے وقوف بنانے کی کوشش مت کریں۔ جو کھیل آپ میرے ساتھ کھیل رہی ہیں، میں اس سے اول روز سے واقف ہوں۔"

وہ اس کی بے نیازی پہ سلگا تو صبا کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی گئیں۔

"یہ کیسی پہیلیاں کہہ رہے ہیں آپ؟ ۔۔۔۔۔ سیدھی طرح بات کیوں نہیں کرتے؟" وہ الجھ کر پوچھنے لگی۔

نوفل چند لمحوں تک تیز نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔

"عماد آیا تھا یہاں؟"

"نہیں۔" اس کے سوال کے جواب میں صبا نے سوچے بغیر جھٹ بتا دیا تو نوفل احمد کے اندر جیسے زہر گھلنے لگا۔

"وہ یہاں آیا تھا محترمہ ۔۔۔۔۔ آپ سے ملا بھی، لیکن آپ پھر بھی منکر ہیں۔"

"میں بھلا کیوں منکر ہونے لگی؟ اگر وہ آئے ہوتے تو بھلا آپ سے چھپانے والی اس میں کون سی بات تھی؟" صبا کا مارے تحیر کے برا حال تھا۔

اب یہ کون سا نیا باب کھول بیٹھا تھا وہ۔

"یہی تو میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ سچ کب بولنا شروع کریں گی؟" وہ تلخی سے کہتا صبا کا ضبط آزما گیا۔

"جب آپ سچے ہو جائیں گے۔ خود سے بھی اور مجھ سے بھی۔" وہ بھی قدرے غصے سے کہتی اپنی جگہ پر دراز ہو گئی۔

"خدا کا شکر ہے میرے قول و فعل میں کوئی تضاد نہیں ہے۔" وہ فی الفور بولا تو صبا نے جل کر کہا۔

"تضاد کا اصل مطلب ہی میں نے آپ جناب کی باتوں سے پایا ہے۔"

"جھوٹے کو ساری دنیا ہی جھوٹی لگتی ہے۔" وہ اطمینان سے بولا تھا۔

"مجھے کسی سے کوئی چوری نہیں اور نہ ہی خدا کے سوا کسی کا ڈر ہے کہ میں خواہ مخواہ جھوٹ بولتی پھروں۔ اور رہی بات عماد بھائی کی تو اگر وہ مجھ سے ملنے آئے بھی ہوتے تو میں بطور خاص آپ کو تو کبھی بھی نہیں بتاتی۔" صبا اس کی باتوں پر سلگ اٹھی۔

نوفل نے سرخ ہوتی آنکھیں اس پر جما دیں۔

"تو پھر اب کوئی فیصلہ بھی کیوں نہیں کر لیتیں؟"

"کیسا فیصلہ؟" صبا کا دل زور سے دھڑکا۔

"اپنی من مرضی کی زندگی گزارنے کا فیصلہ۔ اس ان چاہی زندگی سے چھٹکارا پانے کا فیصلہ۔ ٹھہری ہوئی سانسیں بھی آسان ہونے دیں۔" وہ سرد مہری سے بولا تو صبا کو لگا وہ سرتاپا برف سے ڈھک گئی ہو۔

یہ کیسا سربستہ راز تھا؟ ——— ابھی چند روز پہلے ہی تو وہ پورے چاند کی رات آئی تھی کہ جسم کے پوری طرح سے لُٹی ہوئے وجود کو نوفل نے آکاش پر جا بٹھایا تھا۔

اسے اس کے ہونے کا احساس کچھ اس طرح سے دلایا کہ وہ زندگی کی سچائیوں پر ایمان لا آئی۔ اور اب یہ آزادی کا اذن، یا پھر موت کا پروانہ۔

"اور آپ کا اُس رات کا روپ، اسے میں کیا سمجھوں نوفل احمد ———؟" وہ اُٹھ کر بیٹھے پھنکاری تھی۔

نوفل کی آنکھوں میں اتری سرخی بڑھ گئی۔

"وہ صرف میری ماں کی خواہش تھی۔ پتہ نہیں کیوں میں وہ پاگل پن کر بیٹھا۔ انھیں میری اولاد کی خواہش ہے، اور میں ان کی کسی خواہش کو ٹھکرا نہیں سکتا۔"

"بہت خوب۔" صدمے کے باعث وہ بہت دیر کے بعد بولنے کے قابل ہوئی تھی۔

"بہت اچھے جا رہے ہیں نوفل احمد! آپ۔ اتنے اتفاق سے اپنا حق بھی وصول کر لیا اور پر سودے کو ذرا سی بھی آنچ نہیں ہونے دے رہے۔ اب بتائیں مجھے، کہاں جاؤں میں آپ کا کیا کروں؟ اور اگر مجھے یوں اذن آزادی ہی دینا مقصود تھا تو پھر اس رات وہ کھیل کھیلنے کی کیا ضرورت تھی؟ اولاد تو کوئی بھی عورت پیدا کر سکتی ہے۔ پھر مجھے ——— مجھے آپ نے کیوں ———" تکلیف کے احساس میں گھر کے کہتے ہوئے اس کی آواز رندھ گئی تو وہ لیٹتے ہوئے کروٹ بدل گئی۔

نوفل احمد نے چند ثانیے یوں ہی بیٹھے رہنے کے بعد لائٹ آف کی اور اپنی جگہ پر آ کر دراز ہو گیا۔ اندھیرے میں جیسے اس کی تمام تر حسیات کھلنے لگیں۔

"تمہیں کیسے کہوں صبا میر! کہ اپنی تمام تر بے وفائی کے باوجود تم میرے دل میں کتنا خاص مقام رکھتی ہو۔ اور کوئی بھی عورت میرے لئے صبا میر نہیں ہو سکتی۔"

وہ اندھیرے میں خود سے اعتراف کر رہا تھا۔

جھگڑ رہا تھا۔

مگر یہ تمام حقیقت اس سے شیئر نہیں کر پایا جو اس سے محض چند انچ کے فاصلے پر لیٹی اپنی قسمت پر نوحہ کناں تھی۔

●●●●●

دروازے پر دستک ہوئی تو آئینے کے سامنے کھڑے گیلے بالوں کو تولیے سے خشک کرتے سعید حسن کی الجھن میں بہت بے ترتیبی تھی۔

دروازہ جیسے بہت سوچ بچار کے بعد کھولا گیا۔

وہ آئینے میں تُنی میر کی شبیہ دیکھ کر حیران تو ہوا مگر اپنی حیرت دباتے ہوئے بولا۔

"اس صدی کا انقلاب ہے یہ تو۔ تُنی میر کو کب سے کسی کام کے لئے میری اجازت کی ضرورت پڑ گئی؟"

اس کے طنز کو تُنی نے بہت حوصلے سے پیا اور دوپٹے کا کونا مروڑتے ہوئے مدھم لہجے میں بولی۔

"——— آپ سے ایک کام تھا۔"

"مجھ سے ———؟" وہ پورے کا پورا اس کی طرف مڑ آیا۔ لب و لہجے میں بھرپور تمسخر تھا۔

تُنی کا جی چاہا لعنت کے چار حرف بھیج کر اپنی راہ پکڑے۔ ہائے، مگر مجبوری۔

"جی ——— دراصل مجھے رائنہ کی طرف جانا ہے۔" اس کا انداز اب بھی بہت سودبانہ تھا۔

سعید ذرا الجھن ہونے لگی۔

یہ تُنی کا کون سا انداز ہے، کون سا روپ ہے۔

وہ جو اس سے تھوڑا پہلے اس کا جینا اچیرن کرنے کو تیار بیٹھی رہتی تھی۔

اور اب یہ ———

کیا مرکھنی والا باب بند ہونے کو ہے؟

وہ متحیر تھا۔

اس کی بات کے جواب میں صاف چٹ انداز میں بولا۔

"رائنہ کی تو شادی ہو چکی ہے۔ اب اس کے ہاں جانے کی کیا تک بنتی ہے؟"

"شادی ہونے سے دوستی تو ختم نہیں ہو جاتی۔" اندر سے پیچ و تاب کھانے کے باوجود وہ نرمی سے بولی تو سعید نے کہا۔

"مگر اس کی سسرال کا معاملہ تو ہے نا۔"

"وہ اپنی امی کے ہاں آئی ہوئی ہے۔" تُنی نے جلدی سے جتایا مبادا وہ کوئی اور رفعہ عائد نہ کر دے۔

"گاڑی کہاں ہے؟" وکیل صاحب کی جرح کا آغاز ہو چکا تھا۔ اور ادھر تُنی میر جیسی تلون مزاج بنا اترا رہی تھی۔

"تائی جان کہہ رہی ہیں کہ مجھے آپ کے ساتھ جانا چاہئے۔" وہ بھولپن سے کہنے لگی تو سعید نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔

"تو تم مان گئیں؟"

"تو اور کیا کرتی؟" معصومیت میں کچھ اور اضافہ ہوا۔

اسے علم تھا کہ وہ دنیا کے ساتھ کہیں جانے کو تیار ہو رہا ہے۔ ایسے میں یہ اسے گولڈن چانس تھا۔

سعید نے اُسے پرکھا۔

"ابھی تو میں فارغ نہیں ہوں۔ کسی سے کمٹ منٹ ہے میری۔"

"اس کا نام کیا۔ صاف کہیں کہ دنیا سے کمٹ منٹ ہے آپ کی۔" اب کی بار وہ تیکھے انداز میں اس نے کہا تو سعید نہ چاہتے ہوئے بھی بغور اسے دیکھنے پر مجبور ہو گیا۔

"ہاں مگر تمہیں کیا اعتراض؟" اب کی بار سعید نے دھیان سے پوچھا تو وہ اطمینان سے
"مجھے کیا اعتراض ہونا ہے۔ آپ چاہے ویرا کے ساتھ کمٹ منٹ نبھائیں یا کسی اور
سے۔ مجھے تو فی الوقت اپنے مسئلے کا حل چاہئے۔"
"بے کار کی بحث مت کرو۔۔۔" وہ ناگواری سے کہنے لگا تھا کہ وہ اس کی بات کاٹ کر
بول اٹھی۔
"اور اگر آپ کو کوئی بہانے بازی کرنا ہی ہے تو اپنے والد محترم کے سامنے کریں
سامنے بلکہ سینکڑوں گواہوں کے سامنے آپ نے میری ذمے داری اٹھائی ہے۔"
یہ پہلا موقع تھا کہ تحفٰی نے اپنے اور اس کے مابین رشتے کو اس طرح استعمال کیا تھا۔
یہ سعید کے لئے ایک اور جھٹکا تھا۔
"بڑی جلدی خیال آ گیا تمہیں اس بات کا۔"
وہ سنبھلتے ہوئے طنزاً بولا تو تحفٰی نے کہا۔
"آ تو گیا نا ـــــ میں نے سوچا کہ میں اس زبردستی کے بندھن میں بندھنے کے
کیوں پتی ورتا کا روپ دھارے رہوں۔ پھر آج آپ تک بھی تو پہنچنی چاہئے۔ آپ کی
اس بندھن کی ذمہ داریاں۔"
سعید فی الفور بات کی تہہ تک پہنچا۔
"اوہو ـــــ تو اب تم مجھے اس طرح تنگ کرنا چاہتی ہو۔"
"یہ تو آپ کو یہ "گیم" کھیلنے سے پہلے سوچنا چاہئے تھا۔"
تحفٰی نے طنز کیا تو وہ منہ چڑانے والے انداز میں بولا۔
"بہرحال میرے لئے میری کمٹ منٹ زیادہ اہم ہے۔"
"تو پھر یہ بات آ کر اپنے والد محترم کو بتا دیجئے، میں انہی کے پاس بیٹھی ہوں۔" وہ
جلانے والے انداز میں کہتی چلی گئی۔
سعید حسن کئی لمحوں تک لب بھینچے کھڑا کچھ سوچتا رہا۔
درحقیقت اسے تحفٰی پر غصہ آ رہا تھا۔
اس کی باتوں سے لگ رہا تھا کہ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اس وقت وہ ویرا کے ساتھ
ہے پھر بھی اس طرح کی پروگرامنگ سیٹ کر لینا، یہ اتفاق نہیں بلکہ سوچی سمجھی سازش ہی تھا۔
وہ انہی سوچوں میں الجھتا لاؤنج میں آیا تو وہاں تحفٰی بیگم پورے طمطراق کے ساتھ براجمان
وہ تایا جان کے پاس آ بیٹھا۔
"لو بھئی، سعید تو بالکل تیار ہے۔" تایا جان خوش ہوئے تو سعید نے ایک تیکھی نگاہ تحفٰی کی
مسکراہٹ پر ڈالی۔
"کہاں جانے کے لئے بڑے ماموں؟"

"بھئی تحفٰی کو اپنی دوست کے ہاں جانا ہے۔" انہوں نے اطمینان سے کہا تو وہ دبے لفظوں

"تو اسے پہلے بتانا چاہئے تھا۔"
"تو اب کون سا اس نے اپنی رہائش تبدیل کر لی ہے، وہیں رہ رہی ہے۔" تحفٰی نے بڑی
محبت سے قہر دیا تو سعید کا جی چاہا اسے ایک جڑ دے۔
بڑے اطمینان سے اسے بے اطمینان کر رہی تھی۔
"اور اس نے کون سا اتنی دور جانا ہے۔ اور ویسے بھی تمہارا آج آف ڈے ہے۔" تایا جان
نے بات ہی ختم کر دی تو وہ محض، جی کہہ کر رہ گیا۔
مگر سارا غصہ باہر گاڑی میں بیٹھ کر اس نے تحفٰی پر اتارا۔
"اتنی ہمت تھی تو وہاں تایا جان کے سامنے انکار کرتے۔ میں نے تو ایک سے دوسری بار آپ کو
نہیں کہا۔" وہ مطمئن تھی۔ شاداں و فرحاں۔
"تم ـــــ تحفٰی ہو پوری۔" وہ دانت کچکچا کر رہ گیا۔
"تف ـــــ" تحفٰی کو تو مزا ہی آ گیا۔ وہ کھل کر ہنسی۔ "اب آ گئے ہیں نا لائن پر۔ بڑے بچے
پھرتے بنا ہوا تھا آپ نے۔ اب پتہ چلے گی سب کو آپ کی اصلیت۔"
"کیا ـــــ کیا ہے میری اصلیت؟" وہ جیسے اسے کاٹ کھانے کو دوڑا۔
"یہی ہے آپ کی اصلیت۔ کبھی تایا جان کے سامنے میرے ساتھ اس انداز میں بات کریں تو
سب دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔" تحفٰی نے اطمینان سے کہا۔
"اور تم ـــــ اپنے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا تم اس بندھن میں ایک "گیم" کے طور پر نہیں
بندھی ہو؟ کیا تمہیں بھی فقط دو سال گزرنے کا انتظار نہیں ہے؟ اور اگر بڑے ماموں کو اس "کاغذی
شادی" کا علم ہو جائے جو تمہارے، میرے مابین تمہاری مرضی سے طے پائی ہے تو تب تم اپنے
متعلق کیا کہو گی؟" وہ ایک دم سے بھڑک اٹھا تھا۔
"تو میں نے کب منع کیا ہے؟ بتا دیں جا کر تایا جان کو۔ بلکہ سب کو کہ میں عمر کاظمی کے انتظار
میں ہوں۔"
وہ اسے مزید سلگانے کو اطمینان سے بولی تو وہ دانتوں پر دانت جما کر رہ گیا۔
پھر اسے اچھی طرح کلسانے کے بعد تحفٰی اب آرام سے ڈیش بورڈ میں رکھی سی ڈیز چیک کرنے
لگا۔

●●●●●

آج دھرتی پر دو ستاروں کا ملن ہو رہا تھا!
ابرش آفریدی اور شہو ئیل خان آفریدی۔
محبت کے آسمان کے دو ستارے جو اپنی کشش کی بدولت آج دھرتی پر ایک ہو رہے تھے۔

من کرتا ہے
آج سرخ چنری اوڑھوں
زرد بسنتی مالا پہنوں
شوخ چمکتا گجرا ڈالوں
تازہ تازہ گجرا پہنوں
مہندی سے ہر پور سجاؤں
خس میں اپنا آپ بساؤں
نین اٹھا کے نین جھکا کے
دھیرے سے مسکاؤں
اپنے خواب کسی کو دے کر
چپکے سے کھو جاؤں

ژالے آفریدی بے حد خوش تھی۔

اور صبا میر بے حد حیران۔

وہ آج صبح ہی سے ژالے کے پاس تھی اور اس دوران اس پر کیا کیا انکشافات نہیں ہوئے تھے

"پتہ ہے صبا! پچھلے کتنے سالوں سے میں اس خان کے پیچھے مر رہی ہوں۔ پر وہ اگر کبھی بات بھی تو دل کی خبر نہیں ہونے دیتا تھا۔ مگر دیکھ لو، سچی محبت کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔ بالآخر میرا [illegible] مکمل ہونے جا رہا ہے۔"

"تم ــــ تم شونگل بھائی سے؟" صبا مارے تحیر کے بول اٹھی۔

ژالے کا دھیان اس کی طرف نہیں تھا۔

"تمہارا کیا خیال تھا کہ میری کنپٹی پر پستول رکھ کر یہ فیصلہ لیا گیا ہے؟" وہ ہنسی تھی۔ شفاف اور معطر ہنسی۔ ستاروں جیسی جگمگ کرتی آنکھیں۔

وہ کہیں سے بھی تو محبت میں لٹی پٹی نہیں لگ رہی تھی۔

"اور نوفل ــــ میرا مطلب ہے کہ نوفل کے لیے تمہاری فیلنگز ....." وہ جھجک سی گئی۔

ژالے زور سے ہنسی۔

"کم آن صبا! اگر میں کبھی بھی نوفل میں انوالو ہوتی تو اب تک ہم شادی کر چکے ہوتے۔ کیا رکاوٹ تھی درمیان میں۔ بلکہ تم تو بہت بعد میں آئی ہو۔ ہم نے تو سالوں کی دوستی نبھائی ہے۔ دراصل نوفل اور دنیا کا باشندہ تھا۔ اس کی پسند ناپسند میں بہت شدت پسندی تھی۔ اسے صبا پسند تھی، اور وہ اس نے حاصل کر لی۔"

ژالے کا انداز اسے چھیڑنے والا تھا۔

مگر کبھی کبھی کوئی ہر چوٹ اپنے زخم پر ہی لگتی محسوس ہوتی ہے۔ اسے بھی یہی محسوس ہوا۔

نوفل احمد ژالے کو نہیں چاہتا تھا اور نہ ہی کبھی اس کا تمنائی رہا۔ مگر پھر بھی صبا میر کو اس نے اپنایا تھا محض تمین کا گھر بچانے اور بسانے کے لیے۔

مگر وہ اس کا بے خودی میں اعتراف محبت کرنا۔

وہ الجھن میں تھی۔

ژالے اپنی خوشی میں بے حال تھی۔ ورنہ آج ہر بات کھل کے اس کے سامنے آ جاتی۔

اسے علم ہو جاتا کہ نوفل احمد بھی دنوں اس کے پیچھے پاگل رہا ہے۔

اسے اپنی محبت کی کسوٹی پر پرکھتا رہا ہے۔

مگر ہاں تھا۔

کہا نہیں تھا کہ زندگی میں بہت زیادہ ماپ تول کرنے والے اکثر کمی بیشی کا شکار رہتے ہیں۔

●●●●●

"شونگل! یار، میں بہت نروس ہو رہا ہوں۔"

دولہا بنتے ہوئے شونگل خان نے کوئی گیارہویں مرتبہ کہا تو نوفل کو ہنسی آ گئی۔

"شکر کرو ــــ پہلی مرتبہ دولہا بنتے وقت سب ہی نروس نیس کا شکار ہوتے ہیں۔"

"شکر ہے میں تو پہلی مرتبہ دولہا نہیں بن رہا۔" وہ صاف گوئی سے بولا تو نوفل نے کہا۔

"پہلی شادی میں یہ جذبات جو نہیں تھے۔ من چاہی زندگی کو پانے کا نشہ تو نہیں تھا۔"

"ہاں ــــ یہ تو ہے۔" وہ تسلیم کرتے ہوئے کہنے لگا۔ "تب تو پوری دنیا کو آگ لگانے کو دل کرتا تھا اور اب یہ صورت حال ہے کہ دل میں ایک آگ بھڑک رہی ہے۔ یار! مجھے تو ژالے کا اپنے کے خیال ہی سے گھبراہٹ ہو رہی ہے۔"

واقعی شونگل خان کے تاثرات ایسے تھے کہ جنہیں دیکھ کر نوفل ہنسا اور پھر ہنستا ہی چلا گیا۔

"اب یار تم نہیں مذاق اڑاؤ گے تو اور کون اڑائے گا۔ یار دوست ایسے ہی موقعوں کے لیے تو ہوتے ہیں۔" شونگل برا مان گیا تھا۔

"یار! اتنا پریشان تو اپنی شادی پر لڑکیاں ہوتی ہوں گی۔ ژالے تو ہرگز نہیں ہو گی۔ بلکہ وہ رٹ رہی ہو گی ڈائیلاگ، جو تجھ سے پہلی رات کو بولنے ہیں۔ کیونکہ اسے پتہ ہے کہ تو کتنے پانی میں ہے۔"

"بکواس نہ کرو ــــ" شونگل اس کا مذاق سمجھ کر جھینپا تھا۔

"لیکن میری ایک بات یاد رکھنا شونگل خان! خانگی زندگی کی بنیاد باہمی اعتبار و اعتماد پر رکھنا۔ زندگی کی عمارت خوب صورت اور مکمل بنے گی۔ اس پہلی رات ہی کو گولڈن نائٹ نہیں سمجھنا بلکہ زندگی کی ہر رات کو گولڈن نائٹ ہونا چاہیے۔ سب سے پہلے میاں بیوی میں دوستی، اس کے بعد پھر خانگی رشتہ ہو تو اس سے بہتر ریلیشن شپ اور کوئی نہیں۔" نوفل نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا تو شونگل نے سر ہلا دیا۔

"مان لیتا ہوں۔ تم مجھ سے سینئر ہو، اور تجربہ کار بھی۔ ایسی ہی چکنی چپڑی باتیں کر کر بھائی کا دل جیتا ہوگا۔"

"اچھا یہ بتاؤ، حویلی سے کون کون آ چکا ہے؟" نوفل نے یکلخت ہی موضوع بدل دیا تھا۔

"بابا جان تو پہلے ہی سے یہیں تھے۔ بی بی جان اور دو بھابیاں آئی ہیں۔ فرہاد لالہ کچھ کزنز ہیں۔ بس یار! بہت لمبا چوڑا سلسلہ نہیں ہے۔ مجھے تو بس ڈالے آفریدی چاہیے!" آواز ہی میں نہیں، آنکھوں میں بھی اپنی چاہت کو پا لینے کا نشہ تھا۔

اور آج تو وہ اپنی مرد پہ جاں کو لینے جا رہا تھا۔ کیوں نہ من چلے بہکتا۔

نوفل نے اسے نظر لگ جانے کے ڈر سے نگاہ چرا لی۔

اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ اور چہرے کی تمتماہٹ قابل دید تھی۔

(خدا کرے شوئیکل خان! تمہاری خوشیوں کو کسی حاسد کی نظر نہ لگے اور تم ہمیشہ ایسے ہی مطمئن رہو جیسے کہ آج ہو)

اس نے سچے دل سے اس کے لئے دعا کی تھی۔

مگر تمام دعائیں مستجاب کہاں ہوتی ہیں؟

شاید نوفل کی یہ دعا بھی واپس پلٹ آئی تھی۔

●●●●●

"دو ستاروں کا زمیں پہ ہے ملن آج کی رات"

آرکسٹرا بے حد خوبصورت دھن بجا رہا تھا۔

ایجاب و قبول کے بعد نکاح کا فریضہ ادا ہوا تو تمام لوگ کھانے کے لئے اٹھ گئے۔

دودھ پلائی کی رسم میں شوئیکل نے صبا کو ڈالے کی بہن قرار دیتے ہوئے کڑا کا تحفہ دیا تھا۔

"آج تو ان سے دنیا کی کوئی بھی شے مانگ لو۔" اس کے کسی کزن نے شرارت سے برجستہ بولی۔

"ان کے پہلو میں جو گراں قدر شے بیٹھی ہے اس کے آگے بھلا انہیں کچھ بھی دینے سے انکار ہو سکتا ہے۔"

نوفل نے ایک گہری نگاہ اس پر ڈالی۔

اس کی ناپسندیدگی کے باوجود وہ آج بھی سیاہ بارڈر والی خوب صورت ریڈ ساڑھی میں اور وہ حقیقت دل میں اتر رہی تھی۔

بے حد پُر وقار اور دلنشین۔

وہ تو نگاہ ڈال کر پچھتایا۔

نظر چیلتی تو یوں کہ تب، بار بار پلٹ کر اسی جا جو کی طرف اٹھتی رہی۔

تھی بے خبر تھی ۔۔۔۔۔ یا شاید بے خبری کی اداکاری کر رہی تھی۔

●●●●●

چونکہ رسمیں چونکہ مہرج پال ہی میں ادا کر لی گئی تھیں اس لئے رخصتی کے بعد ڈالے کو شوئیکل کے کوٹھی میں جانا تھا جو فرید خان نے تحفے میں ڈالے کے نام کی تھی۔

باراتی رخصت ہوئے تو باقی صرف شوئیکل خان کے بابا جان، بی بی اور ڈالے کے علاوہ صبا بی بی رہ گئے۔

پھر سب سے سجی سجائی دلہا دلہن کے انتظار میں کوٹھی میں آ گئے جہاں نوکروں کی قطاریں بنا کر کھڑی تھیں۔

اسے کمرے میں پہنچا کر نوفل کا اشارہ پاتے ہی صبا اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بیٹھو۔" بولتی ڈالے آفریدی بھی بوکھلا سی گئی تھی۔

"ارے بابا۔ ابھی تم دونوں عاقل اور بالغ ہو، سمجھدار ہو۔ پھر میری منتر کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے؟" "بہت خبیث ہو نوفل! بعد میں پوچھوں گی تمہیں۔" وہ دانت پیس کر رہ گئی۔

نوفل اسے لئے بمشکل واپسی کی اجازت پا کر وہاں سے نکلا تھا۔

"اف۔۔۔۔"

کمرے میں داخل ہو کر دروازہ لاک کر کے شوئیکل خان اس کے سامنے بستر پر یوں گرا جیسے دنیا جہاں کی تھکن لے کر آیا ہو۔

"کہتے ہیں کہ شادی کرانا بہت آسان کام ہے۔ ابھی تو اتنے سارے مراحل باقی ہیں، اور میرا حال برا ہو رہا ہے۔" وہ مسکراتی نظروں سے گویا دونوں گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے آنکھیں موندے اسے کا دل دھڑکا گیا۔

ڈالی بھی اس قدر مشرقی انداز میں تیار نہیں ہوئی تھی۔ خوب صورت میک اپ اور جدید زیورات سے سجی وہ آسمان سے اتری اپسرا لگ رہی تھی۔

بار بار نگاہ اٹھائے بیٹھے شوئیکل کی آنکھوں میں خمار اترنے لگا۔

پاس آ کر قریب ہوتے ہوئے اس کا حنائی ہاتھ تھام کر شوئیکل خان نے پہلی مہر محبت کی ثبت کی تھی۔

ان جذبات سے ڈالے کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

اے خدا تیرا شکر ہے۔ تو بہت رحیم و کریم اور نوازنے والا ہے) اس کا دل سجدۂ شکر بجا لایا۔

زندگی کی سب سے بڑی چاہت آج پوری ہو گئی تھی۔

"اب خود سے آنکھیں کھولو گی یا میں کچھ کوشش کروں؟"

شرارت سے پُر آواز ڈالے کو بہت قریب سے آئی تو اس نے آہستہ سے پلکیں اٹھا کر اپنے ہم سفر کی پہلی نگاہ ڈالی۔

"کیسا لگ رہا ہوں تمہارا دولہا بن کر؟" وہ بے حد خوش تھا۔

وڑالے نے بمشکل ہنسی کو مسکراہٹ میں ڈھالا۔

"آج کی رات تو بیوی کی تعریف کی جاتی ہے، نہ کہ شوہر اپنی تعریفیں کرواتا پھرے زبردستی۔"

"بھئی بیوی! بات یہ ہے کہ شوہر تو ساری زندگی ہی بیوی کی جھوٹی سچی تعریفیں کرتا رہتا ہے، اگر کم از کم گولڈن نائٹ ہی میں شوہر ہی کی تعریف کر دی جائے تو ساری عمر کے لیے اس بیچارے کی سو روپے کی حاجت پوری ہو جائے۔" وہ شرارت پر آمادہ تھا۔

وڑالے بے ساختہ ہنسی تو وہ اس کے قریب ہوا اور وہ کھسک کر پیچھے۔

"پاس سے دیکھنے دو گی تو ہی مکمل تعریف کروں گا نا۔" وہ بے حد معصومیت سے بولا تو اس کی پلکیں بوجھل ہونے لگیں۔ دل اس قدر شدت سے دھڑکا کہ وہ گھبرا گئی۔

"اور میری منہ دکھائی؟" اسے روکنے کا ایک ہی طریقہ یاد آیا۔

"پورے کا پورا شوئیکل خان آفریدی۔" وہ اطمینان سے کہتا اسے تفاخر میں مبتلا کر گیا۔

"اب کیا خیال ہے، تھوڑا پاس آنے کی اجازت ہے؟" وہ شرارت سے پوچھنے لگا تو وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا۔

"میرا میک اپ خراب ہو جائے گا شوئیکل!"

"ارے ایسی کی تیسی تمہارے میک اپ کی۔"

شوئیکل نے اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنی مضبوط مٹھیوں میں جکڑا تو وڑالے کی زندگی کی خوب صورت ہنسی کمرے میں گونج اٹھی۔

اسی وقت ان کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا گیا تو وہ دونوں ہی چونک گئے۔

اسی اثنا میں دروازہ پھر سے بجا۔

"یہ کون ہے جسے یہ تک پتہ کہ آج ہماری گولڈن نائٹ ہے۔" شوئیکل بڑبڑاتے ہوئے اٹھا تھا۔

دروازہ کھولا تو سامنے ملازمہ کو کھڑے پا کر اسے غصہ آیا۔

"کیا مسئلہ ہے؟"

"وہ جی، بڑے خان آ رہے ہیں۔" ملازمہ نے گھبرا کر وضاحت دی تو وہ متحیر ہوا۔

"کہاں ——— میرے کمرے میں؟"

"ہاں جی۔ انھوں نے کہا کہ آپ کو بتا کر آؤں۔" وہ کہتے ہوئے وہاں سے بھاگ گئی تھی۔

شوئیکل حیران سا واپس پلٹا۔

"بابا جان کو اس وقت کیا کام آن پڑا؟" وہ بڑبڑایا تھا۔

"کیا بات ہے؟" وڑالے نے فکر سے اسے دیکھا تو وہ گہری سانس بھرتے ہوئے بولا۔

"ہم
یہی کہ ظالم سماج ہی شکل بدل بدل کر سامنے آ رہا ہے۔"

اسی وقت گریز خان کے کھنکھارنے کی آواز پر وہ تیزی سے پلٹا۔

"ہم اپنی بہو کے لیے کچھ تحفہ لائے ہیں۔" وہ اپنے مخصوص تمکنت بھرے اور بارعب انداز میں بولے۔

وڑالے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ چمکی۔

"آ جاؤ اندر۔" انھوں نے اونچی آواز میں کہا تو دروازے میں سے بائیس برس کی بے حد خوب صورت لڑکی اندر داخل ہوئی۔ سلیقے سے دوپٹہ اوڑھے وہ بہت حسین مگر سادہ لباس میں ملبوس تھی۔

"یہ پلوشے ہے ——— ہماری بھتیجی، شوئیکل خان کی پہلی خاندانی بیوی اور تمہاری سوت۔" وہ اطمینان سے تعارف کی رسم نبھا رہے تھے۔

شوئیکل تڑپ کر ان کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"بابا جان! یہ کیا مذاق ہے؟"

"مذاق نہیں یہ حقیقت ہے شوئیکل خاناں! اپنے وعدے کو بھول گئے ہو؟ تمہیں تمہارا وارث صرف پلوشے سے چاہیے۔ آج کی رات یہ تمہاری بیوی ہے۔ پھر جتنی چاہے راتیں اپنی اس بیوی کے ساتھ گزارو۔" وہ اپنے دبنگ لہجے میں کہتے شوئیکل کو کھڑے کھڑے زمین میں گاڑ گئے۔

پلوشے کے حسین تاثرات میں ایک محسوس کن تفاخر تھا۔ آنکھوں میں بے حد حقارت لیے وہ وڑالے کو اپنے سے دور ہوتا دیکھ رہی تھی۔

اور وڑالے ———

"وہ بے حد بے یقینی سے ساکت کھڑے شوئیکل خان کو دیکھ رہی تھی۔

اس کی خاموشی اسے مجرم ٹھہرا رہی تھی۔

اس کا دل بند ہونے لگا۔

وہ بیٹھے بیٹھے ایک طرف کو ڈھے گئی تو شوئیکل خان تڑپ کر اس کی جانب بڑھا۔ مگر گریز خان کے اپنے لمبے وجود نے اس کی راہ میں حائل ہو کر اسے رکنے پر مجبور کر دیا۔

"نہیں شوئیکل خاناں! ہم اپنے قول سے پھرنے والوں کو اتنی آزادی نہیں دیتے۔"

وہ بے حد سرد مہری سے کہہ رہے تھے۔

اور پھر اس کی ساری وضاحتیں، ساری صفائیاں بے کار گئیں۔

وڑالے آفریدی کی آنکھوں میں بے اعتباری اتری تو پھر اسے کچھ بھی دکھائی نہیں دیا۔

گریز خان کا کروفر اپنی جگہ مگر شوئیکل تو پلوشے کے رنگ ڈھنگ دیکھ کر دنگ رہ گیا تھا۔

گزشتہ سالوں میں جو اس نے ان دونوں کے مابین موجود اس رشتے کو کوئی اہمیت دی ہو۔

———

اور اب وہ اپنی زندگی کا سب سے خوب صورت سفر شروع کرنے والا تھا تب جاتے اسے کیا

ہوا کہ وہ اسی ونڈما بلکہ خطرناک موڑ کی صورت میں اس کے راستے میں آ گئی تھی۔

بمشکل وہ بابا جان اور بلوشے کو رخصت کر کے لوٹا تو کمرے کا دروازہ بند تھا۔ اس نے وضاحتیں دیں مگر ڈالے اس کی کوئی بات سننے کو تیار نہ تھی۔

"ایک لفظ بھی مزید مت کہنا شوکل خان! ورنہ میری ضد تو تم بھی دیکھ ہی چکے ہو۔ بہت بڑا نقصان اٹھاؤ گے۔"

وہ اندر سے پھنکاری تو شوکل خان ڈھکا سر پکڑ کر بیٹھ رہا۔

ہمیں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ تمام معاملہ ڈالے سے کلیئر کر لو۔ وہ کوئی عام گھریلو لڑکی نہیں ہے، جیسا ہے کی بنیاد پر قبول کر لیتی۔"

نوفل نے حساسانہ انداز میں کہا تو شوکل چڑ گیا۔

"بابا! سب جانتی تھی وہ۔"

"مگر اب معاملہ جس رخ سے اس کے سامنے آیا ہے وہ بہت خطرناک ہے۔" نوفل نے اسے بتایا۔

"مجھے تو مجھے بلوشے کے رویے سے ہو رہی ہے ——— آج تک اس نے کبھی مجھ سے آنکھ اٹھا کر بات کرنے کی جرأت نہیں کی۔ اس رشتے کا رسپانس دینا تو بہت دور کی بات ہے وہ کبھی بلا ضرورت کے تحت بھی حویلی میں میرے سامنے نہیں آئی تھی اور اب یوں اچانک ———" جھنجھلایا ہوا تھا۔

ساری رات کی بے خوابی سرخی کی صورت اس کی آنکھوں میں اتر آئی تھی۔

"یہ سب بابا جان کی بدولت ہے۔"

نوفل نے کہا تو وہ کچھ سوچ کر نفی میں سر ہلاتا ہوا بولا۔

"بلوشے کا انداز بہت بااعتماد تھا نوفل! صاف لگ رہا تھا کہ وہ بابا جان سے متفق ہے۔"

"اب تم کیا چاہتے ہو؟"

نوفل نے پرسوچ نظروں سے اسے دیکھا تو وہ بے بسی سے بولا۔

"بس تم ہی ہو جو ڈالے کو سمجھا سکتے ہو۔"

"مجھے تو اس کا سامنا کرنے کا خیال ہی خوفزدہ کر رہا ہے ——— اپنے ولیمے کی تقریب سے ہی ناراض ہے، اسی سے میں کھٹک گیا تھا کہ بات کچھ زیادہ ہی سنگین ہے۔" نوفل نے صاف انکار کیا۔

"اسے تمہارے سے وہ کیا کہے گی۔ تمہارا تو کوئی قصور نہیں اس سارے معاملے میں۔"

"تم بھول رہے ہو ——— کل کے فنکشن میں وہ مجھے سارا وقت اسی طرح نظر انداز کرتی رہی

جیسے میں وہاں موجود ہی نہیں۔" نوفل نے اسے یاد دلایا۔

"تھوڑا بہت ری ایکٹ تو کرے گی نا۔ اب اسے تم کلیئر کر دو کہ تمہاری طرح وہ بھی اس معاملے سے انجان تھا۔"

"اور اپنے بابا جان کے اس بیان کے متعلق تم نے کیا سوچا ہے؟" نوفل نے اچانک دیکھا تو شمونکل خان کا چہرہ سرخ ہوا اور نتھنے پھولنے لگے۔

"یہ سب بکواس ہے ——— اگر میں نے پلوشے کو اس نیت سے قبول کیا ہوتا تو یوں میرے نام پر حویلی کے کسی گمنام کمرے میں نہیں بلکہ میرے بیڈ روم میں ہوتی۔"

"لیکن مجھے یہ سمجھاؤ، نہ تو یہ کوئی بے جوڑ شادی ہے، پلوشے عمر میں بڑی ہے نہ بدصورتی والا معاملہ بھی نہیں۔ پھر تم نے اسے کیوں نہیں بسایا؟"

نوفل کے دل میں کب سے یہ سوال مچل رہا تھا۔ شمونکل کی زبانی اسے پلوشے کے متعلق کچھ علم میں آچکا تھا۔

وہ کئی لمحوں کے لئے خاموش ہو گیا۔

نوفل اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ پھر جیسے اسے سب کچھ سمجھ میں آنے لگا۔

"ڈالے آفریدی ———"

وہ گہری سانس بھرتا اپنی ریوالونگ چیئر میں دھنس گیا۔

"لیکن تم نے یہ نہیں سوچا کہ تم سراسر ایک گناہ میں شریک ہو رہے ہو؟"

"بابا جان کے حکم کی تعمیل میں سوچنا کم اور عمل زیادہ اہم ہوتا ہے۔" وہ تلخی سے بولا تو نوفل ہنکارا بھرا۔

"اور اب ———؟"

"اب یہ کہ ڈالے کے سامنے شاید مجھے ہی قربانی کا بکرا بننا پڑے۔ مگر میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تمہارے بابا نے تمہارے اور پلوشے کے متعلق جو بیان جاری کیا ہے اس کا کیا ہے؟" وہ پوچھنے لگا۔

"لاحول ولا ———" شمونکل بھڑکا تھا۔ "یہ سراسر ان کی ذہنی اختراع ہے اور کچھ نہیں۔ کچھ ہوتا تو میں کبھی بھی ڈالے کو جانے نہیں دیتا۔"

"خیر ——— یہ تو ماننے والی بات ہے۔" نوفل اس سے متفق ہوا۔ پھر صاف گوئی سے بولا۔ "مگر جس طرح اور جس پوزیشن میں یہ بات ڈالے کے سامنے آئی ہے وہ بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔"

"وہ میری ایک بات بھی سننے کو تیار نہیں۔ اور میں اسے کھونا نہیں چاہتا۔ اسی لئے تم سے مدد طلب کر رہا ہوں۔"

"ہوں ———"

نوفل نے کچھ سوچتے ہوئے انداز میں سر ہلایا تھا، پھر بولا۔

"میں اس کو بات کرتا ہوں میں ڈالے سے۔ فون کال تو اس نے میری بھی اٹینڈ نہیں کی۔"

پھر اسی شام وہ شمونکل کے ہاں پہنچ گیا۔

"میں صرف تم سے بات کروں گی اور کسی سے نہیں۔" وہ ڈرائنگ روم کے دروازے میں کھڑی ہو کر بولی تو شمونکل بے بسی سے نوفل کو دیکھنے لگا۔

"صرف میں ہی تم سے بات کروں گا۔ تم آؤ تو۔" نوفل اس کا اشارہ سمجھتے ہوئے مفاہمانہ انداز میں بولا تو وہ آ کر ایک الگ صوفے پر بیٹھ گئی۔

نوفل نے بغور اس کا جائزہ لیا۔

بالکل سادہ سے لباس میں، بالوں کو پونی میں قید کئے وہ کہیں سے بھی دو روز پہلے والی ڈالے نہیں لگ رہی تھی۔ اس کے ستے ستے نقوش نوفل کو بھی سنبھلنے پر مجبور کر رہے تھے۔

"کیسی ہو ———؟"

ڈالے نے جواب دیئے بغیر فقط ایک پُرشکوہ نگاہ اس پر ڈالی تھی۔

"میں چائے کا کہہ کر آتا ہوں۔" شمونکل خان سنجیدگی سے کہتا اٹھ گیا تو نوفل نے مصالحانہ انداز اپنایا۔

"ہاں ——— یہ تھا تمہارا عشق؟ اس لاثانی محبت کے قصے گھڑ گھڑ کے سنایا کرتی تھیں مجھے جو یوں ایک دھچکے سے ہار گیا؟"

اس کا لہجہ بہت سخت تھا۔ ڈالے بلبلا اٹھی۔

"اگر تم اس کے وکیل بن کے آئے ہو تو مجھ سے بات مت کرو۔"

"ہاں تم دونوں کی بات سنوں گا۔ مگر بہر حال مجھے تمہارا طرز عمل بالکل پسند نہیں آیا۔" نوفل نے تنبیہاً کہا تو وہ تڑپ کر بولی۔

"اور ان کے طرز عمل کی تو تم داد ہی دو گے۔ جیسٹ فرینڈ جو ہوا تمہارا۔"

"اور تمہارا؟" نوفل نے برجستہ پوچھا تو وہ چپ رہ گئی۔

"یہ وہی شمونکل خان ہے جس کے پیچھے تم جوگ لئے پھر رہی تھیں ڈالے آفریدی! جس کی محبت کو پانے کو تم اپنی پوری زندگی تیاگنے کا دعویٰ کیا کرتی تھیں۔ یہ وہی شمونکل خان ہے جس کے لئے تم جانے کتنے چاہنے والوں کو ٹھکرا رہی ہو۔ اور اب اس کی یہ بے قدری۔ چہ ——— چہ۔" نوفل کا انداز طنز و تلخی سے بھرپور تھا۔

"اور آپ بھی۔

میری محبت کو الزام مت دو نوفل احمد ——— داغ تو اس نے لگایا ہے محبت کے دامن پر۔"

"سب جانتی تھیں۔ اس نے تم سے کچھ بھی نہیں چھپایا۔ پھر اب یہ ڈرامے بازی کیوں؟" نوفل

کا انداز سختی لیے ہوئے تھا۔

اگر کوئی اور ہوتا تو ثرا لے اس کی طبیعت منٹوں میں صاف کر دیتی۔ مگر مقابل اس کا عزیز دوست اور خیر خواہ تھا۔ سو وہ بہت حوصلے سے اس کی سخت سست سننے پہ مجبور تھی۔

"شاید اس نے تمہیں وہ کچھ نہیں بتایا جو اس کے بابا جان میرے سامنے فرما کر گئے تھے۔ جواب میں ایک لفظ بھی احتجاج کا نہیں کہہ سکا۔" وہ بھی تلخ ہونے لگی۔

"تم اس سے پوچھتی تو سہی کہ اس میں حقیقت کتنے فیصد ہے۔"

"میں کچھ بھی جاننا نہیں چاہتی —— بلکہ میں اس کی شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتی۔" وہ ضد سے بولی تھی۔

"شٹ اپ۔" نوفل نے اسے ناگواری سے ٹوک دیا۔ "تم اسے اس گناہ کی سزا دینا چاہ رہی ہو جو اس نے کیا ہی نہیں۔"

"وہ آل ریڈی گناہ کر چکا ہے۔ تم نے اس لڑکی کو نہیں دیکھا۔ مجھ سے بھی کم تر ہے صورت بھی۔"

"پھر بھی اس نے تم سے شادی کی۔ کیوں؟" نوفل نے اسے گھیرنا چاہا۔

"یہ بھی حویلی والوں کا مشغلہ ہے۔ زیادہ سے زیادہ بیویاں رکھنا۔" وہ بے حد بدگمان ہو رہی تھی۔

"تم ایک بے بنیاد بات کو لے کر اپنی زندگی خراب کرنے کی ناکام کوشش کر رہی ہو۔" نوفل نے اسے متنبہ کیا تو وہ غصے سے بولی۔

"یہ تو اسے سوچنا چاہیے تھا۔ بچے اس سے پیدا کرے گا تو مجھے کیا بنائے گا۔ رکھیل؟"

"بکواس مت کرو۔" نوفل کو بے حد غصہ آیا تھا۔ "جو منہ میں آ رہا ہے، بک رہی ہو۔ نکاح کیا ہے اس نے تم سے۔"

"ہاں —— قانونی ٹھپہ لگانے کے لیے۔ ورنہ صورت حال تو کچھ ایسی ہی ہے۔" وہ جذباتی ہو رہی تھی۔

نوفل کا جی چاہا اسے ایک ہاتھ جڑ دے۔ کس قدر غلط انداز فکر تھا اس کا۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے ثرا لے! تم کسی کے سمجھانے سے سمجھنے والی نہیں ہو۔ تم جیسی ہی ہوتے ہیں جو زبانی کلامی تو محبت کے بلند و بانگ دعوے کرتے پھرتے ہیں اور پھر آزمائش پڑنے پر ہاتھ جھاڑ کر ایک سائیڈ پہ ہو جاتے ہیں۔"

نوفل سلگ کر بولا تو وہ اسی انداز میں بولی۔

"تم مجھے مت سمجھاؤ۔ میں بہت اچھی طرح سے جانتی ہوں کہ شوکیل خان نے کیسے مجھے دھوکا دیا ہے۔"

"اس نے تمہیں دھوکا نہیں دیا، تمہاری محبت کو مان بخشا ہے اپنی قبولیت کا۔"

ثرا لے نے اس کی بات سن کر یوں سر جھٹکا جیسے اس پر کسی بات کا کچھ اثر نہ ہوا ہو۔

[illegible] ایسا ہی تھا۔

[illegible] کی بات کے جواب میں شوکیل خان کی خاموشی اس کے دل میں بدگمانی بن کے بیٹھ [illegible] یہ جواب پتہ نہیں کیسے رو برو ہونے والی تھی۔

[illegible] کر بیٹھ گیا۔

●●●●●

"[illegible] سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنی خوب صورت منکوحہ کے ہوتے ہوئے کوئی کسی اور لڑکی کی [illegible] بھی کیسے سکتا ہے۔" رائمہ نے فون پہ متفکرانہ انداز میں کہا تو وہ نہ سمجھنے والے انداز میں [illegible] لگی۔

"خوب صورت منکوحہ —— کون؟"

"[illegible] جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے۔ باغ تو سارا جانے ہے۔" رائمہ نے جیسے اس کی عقل [illegible] کیا۔

"[illegible] نہیں کہہ رہی ہوں۔ آئینہ دیکھا ہو ڈھنگ سے تو نا۔"

[illegible] جواب وہ آئینہ دیکھ رہی تھی —— اور جتنا آئینہ دیکھ رہی تھی اتنا ہی رائمہ کی بات پہ ایمان پختہ [illegible] رہا تھا۔

"[illegible] میں اور کہاں وہ پری کی دیار۔" اس نے اپنے شانوں سے پیچھے آتے سیاہ بالوں میں ہاتھ [illegible] کر سوچا۔ "ایک دفعہ تو معید حسن کو اپنے قدموں میں جھکا کر ہی چھوڑوں گی۔ سمجھتا کیا ہے [illegible] بہت ناقابل تسخیر ہے۔"

[illegible] کھٹکھٹائے جانے کی آواز پہ "یس" کہہ کر وہ اب سوالیہ نظروں سے دروازے ہی کی طرف [illegible] رہا تھا۔

[illegible] کی شکل برآمد ہوتے ہی گہری سانس بھر کے رہ گیا۔

[illegible] کے ہاتھ میں چائے اور کچھ لوازمات کی ٹرے تھی۔

"[illegible] ابھی باہر ہی آ رہا تھا۔" معید نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں نے سوچا آپ اندر مصروف ہوں گے تو یہیں پہ چائے بنا کر لے آئی۔" وہ مسکراہٹ دبا [illegible] تو معید نے بے ساختہ گہری نگاہ اس پہ ڈالی۔

[illegible] لڑکیوں کے سے دھیمے انداز میں وہ کتنی عجیب اور انوکھی سی لگی تھی۔

"[illegible] الگ سے کمرے میں چائے پینا اچھا تو نہیں لگتا۔ تم چلو، میں وہیں آ رہا ہوں۔"

[illegible] نے اس پر سے نگاہ ہٹاتے ہوئے اپنی چیزیں سمیٹیں تو وہ آگے بڑھ کر ٹرے اس کے بستر پہ [illegible] ہوئے مسکرائی۔

"[illegible] چائے کو پی کر دیکھیں۔ الگ پینے میں بھی مزہ دے گی۔ کیونکہ میں نے صرف آپ کے [illegible] والی ہے اور آپ کے لیے ہی کباب فرائی کیے ہیں۔"

عینی کی بات بہت عجیب نہیں تھی۔ پھر بھی اس نے سعید کو جھٹکا لگا دیا اور ایک بار پھر اس
طرف توجہ دینے پر مجبور کر دیا۔

"اور وہاں، چائے کس نے بنائی ہے؟"

"پتہ نہیں ـــــ شاید دیبا نے۔" وہ قصداً لاپروائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولی۔

"میں بھی وہیں پی لیتا۔ ایسے ہی تم نے زحمت کی۔" سعید نے جیسے کسی گہرائی تک پہنچ کر کہا
تھی۔ کچھ دنوں سے وہ عینی کو بہت عجیب اور بدلا ہوا سا پا رہا تھا۔

"یہ چائے میں نے آپ کے لئے بنائی ہے۔" وہ اپنی بات پر زور دیتے ہوئے بولی تو وہ چپ ہو
گیا۔ اب اس بات سے کیا نتیجہ اخذ کرتا۔

وہ واپس پلٹ گئی۔

سعید کی نظر شانوں سے نیچے لہراتے کلپ میں مقید بالوں پر پڑی۔
لگ رہا تھا کہ کافی عرصے سے اس نے بالوں کی کٹنگ نہیں کرائی تھی۔ جس کی وجہ سے ان کی
لمبائی خاطر خواہ بڑھ گئی تھی۔

"عینی!" وہ بے اختیار اسے پکار بیٹھا۔

وہ رکی مگر پلٹی نہیں۔ فقط چہرہ موڑ کر اسے دیکھا۔

"تھینک یو۔"

"شکریہ کس بات کا؟ یہ میرا فرض ہے اور آپ کا حق۔" وہ بہ مشکل کہتی فوراً باہر نکلی۔
اور سعید حسن کا تو مارے حیرت کے جو حال تھا سو تھا، ادھر عینی کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ
کہ تین بار کلی کرے تاکہ زبان پاک ہو جائے۔

"لاحول ولا قوۃ ـــــ اپنے دشمن اول سے جھوٹا رومینس جھاڑنا۔ اف! یہ مجھے کیا ہو گیا
ہے؟" وہ اپنے آپ سے الجھ رہی تھی۔

راستے میں دیبا سے ملاقات ہوئی جو ادھر ہی آ رہی تھی۔

"خیریت ـــــ؟"

"چائے کا کام ہو رہا ہے، میں نے سوچا کہ سعید کو انفارم کر دوں۔"

"وہ تو چائے پی چکے ـــــ بلکہ ہم دونوں۔" عینی کی اداکاری کمال کی تھی۔

"اچھا۔" دیبا پہلے حیران ہوئی، پھر مسکرا دی۔

"آپ کو تو بہت مایوسی ہوئی ہو گی سن کر؟" عینی نے بڑی معصومیت سے پلکیں جھپکا کر
حیرانگی سے پوچھنے لگی۔

"مجھے کیوں؟"

"آپ کے ہاتھ کی بنی چائے جو نہیں پی ہم نے۔"

"ہاں، یہ تو ہے۔ بلکہ اب مجھے کو تو میں پوچھوں گی۔" دیبا نے مصنوعی خفگی کا مظاہرہ کیا۔

ٹا ہو گیا۔ "بھی یونہی جلتی کڑھتی رہو۔ تبھی یہ گلابی رنگت ماند پڑ گئی ہے۔"
اچھا ہے
بڑبڑاتی ہوئی وہاں سے چل دی تو دیبا کے ہونٹوں پر بے ساختہ محظوظ کن مسکراہٹ ابھر آئی۔

●●●●●

کمرے میں داخل ہوا تو خود پر اسپرے کرتا ڈالے کا ہاتھ ٹھٹک گیا۔

"کہیں کی تیاری ہے؟" شموئیل کا انداز بے حد دوستانہ تھا۔

"ہاں ـــــ"

بظاہر یونہی تو انداز کی سرد مہری واضح تھی۔

"ابھی شادی کو دن ہی کتنے ہوئے ہیں کہ تم پھر سے آفس کی دوڑ لگا رہی۔" وہ اسی انداز میں کہتا
اس کی طرف آیا تھا۔

وہ بالوں کو کلپ میں جکڑ رہی تھی۔ یوں کہ اس کے تراشیدہ وجود کی ساری خوب صورتی شموئیل
پر آشکار ہو رہی تھی۔

وہ یہ پہلی بار تھا کہ وہ اس کے وجود سے نگاہیں چرا رہا تھا بلکہ شاید یہ اس کی نظروں میں در
آنے والے استحقاق کی تپش تھی کہ ڈالے کا دل بے اختیار دھڑک اٹھا۔ اس کی طرف دیکھے بغیر وہ
پرس اٹھا کر جانے لگی تھی کہ شموئیل نے جھک کر اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر روک دیا۔

"کہیں مت جاؤ۔"

ڈالے نے چونکی نظروں سے اسے دیکھا اور یہ دیکھنا ہی غضب ڈھا گیا۔

وہاں تو جذبات کا ایک طوفان موجزن تھا۔

فوراً ڈالے کا دل ہچکولے کھانے لگا۔

اس شخص کو اس نے بہت چاہا تھا۔ بہت بھاگی تھی اس کے پیچھے۔ اور اب وہ اتنے قریب تھا۔
عاقل بانہوں کی گرفت میں لئے۔

ایک مدہوش کن سی کیفیت اسے اپنی گرفت میں لینے لگی۔ خواب کا حقیقت بننا کس قدر خوش کن
تھا۔

لیکن اگر حقیقت بے حد تلخ ہو تو ـــــ؟

فرح خان کے الفاظ کسی کوڑے کی مانند اس کے وجود سے ٹکرائے تو شموئیل خان کے گریبان پر
اس کی انگلیوں کی گرفت پہلے ڈھیلی پڑی، پھر وہ اسے جھٹکتی ہوئی پیچھے ہو گئی۔

"ڈالے!"

"آئندہ ـــــ ڈونٹ ٹچ می۔"

"اب تو تم مجھ پر ایسی کوئی قدغن لاگو نہیں کر سکتیں۔" وہ شرارت سے کہتا اس کی طرف بڑھا تو اس
نے کھنچے لہجے میں کہا۔

"میں نے کہا نا شونکل خان! مجھے چھونا بھی نہیں۔ اپنے بابا جان کے قول کی پاسداری کر
شک کرو۔ مگر مجھے کھلونا سمجھ کر کھیلنے کی کوشش مت کرو۔"

"کون کمبخت ایسا سمجھ رہا ہے؟ —— تم تو جان ہو میری۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر اپنا ارادہ
اس کے لئے امتحان بنتے لگا۔

مگر روح پر لگے زخموں کی کسک ابھی نئی نئی تھی۔

وہ کمزور نہیں پڑی۔

ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑایا۔

"بے وقوفی مت کرو شوالے! تم بچی نہیں ہو کہ میں تمہیں سمجھاتا پھروں۔ اگر مجھے تمہیں اس
کا دھوکا دینا ہوتا تو بہت پہلے دے لیتا۔ جس طرح تم میرے پیچھے —— میرا مطلب ہے کہ
وہ اسے سمجھانے کے لئے مناسب الفاظ ڈھونڈ رہا تھا کہ وہ جیسے غرا ہی اٹھی تھی۔

"ہاں، یہی زعم لے بیٹھا ہے تمہیں کہ میں تمہارے پیچھے پڑی تھی۔ غلطی کی تھی میں نے
کیوں اتنی ٹھوکریں کھا کر بھی مجھے عقل کیوں نہیں آئی۔ اور کاؤ، کتنی بے وقوفی کرتی رہی اس کی
شونکل بے چارگی سے اسے دیکھنے پر مجبور تھا جو اب اس کی چاہت پر ہی شرمسار تھی۔
بھی والے آفریدی کل تک اس کے قدموں کی دھول تک مانگ میں سجانے کو تیار تھی۔

"اور تم —— معصوم صورت، دھوکے باز ہو۔" وہ شونکل خان کو رگیدنے لگی۔ "یہاں عقل
رہے تھے جیسے پہیلی کسی دوا سے بیاہ رچا بیٹھے ہو۔ اور وہ ......"
والے نے مٹھیاں بھینچیں تو شونکل کو اس صورت حال میں بھی اس کی جھنجلاہٹ پر ہنسی آ گئی۔
اور اس کی ہنسی نے ہی جلتی پر تیل کا سا کام کیا تھا۔

"آئی ہیٹ یو شونکل خان! آئی ہیٹ ......" وہ چیخ کر بولی اور اپنا بیگ اور سن گلاسز
اس کے روکنے سے پہلے ہی یہ جا اور وہ جا۔

شونکل خان گہری سانس بھر کے رہ گیا۔

●●●●●

چلو چھوڑو
محبت جھوٹ ہے
عہد وفا اک شغل ہے بے کار لوگوں کا
طلب سوکھے ہوئے پتوں کا بے رونق جزیرہ ہے
خلش دیمک زدہ اوراق پر بوسیدہ سطروں کا ذخیرہ ہے
خمار وصل تپتی دھوپ کے سینے پہ اڑتے
بادلوں کی رائیگاں بخشش
محبت، وفا بھی تو بس کچھا کچھ ہے نا

وہ برسوں کا حساب لگانے بیٹھی تو جوتی سے جوتی زیاں ہی اپنے حصے میں پایا۔
محبت میں نفع اور نقصان نہیں دیکھا جاتا۔ مگر جہاں دل لہو لہو اور جگر پاش پاش ہو، زندگی مسلسل
امتحان ہو اور ہر قدم پر وفا کا خون ہوتا ہو، جینے کی کوئی صورت نظر نہ آتی ہو تو وہاں کوئی یہ نفع و نقصان
کہاں دیکھے۔
وہ جیسے اس زندگی کے ہاتھوں تنگ آ گئی تھی۔ تبھی تو اتنے خراب موسم کی پرواہ کئے بغیر ٹیرس کی
ریلنگ پر پراگندہ سوچوں میں گم تھی۔
اس نے کہیں پڑھا تھا کہ انتظار طویل ہو جائے تو محبتیں بے یقین ہو جاتی ہیں۔ لیکن اظہار کا پانی
انہیں پھر سے شاداب کر جاتا ہے۔ مگر جس محبت کو اظہار کا پانی ہی میسر نہ ہو تو؟ —— اور یہ
بکھری محبت۔
اس نے آنکھ میں آئے گرم پانی کے قطرے کو انگلی سے جھٹکا۔ اس کا انجام کیا؟
گاڑی سے اترتے نوفل کی نگاہ سیدھی اوپر پڑی تو سردیوں کی شام میں اسے ٹیرس پر کھڑا دیکھ کر
حیران ہوا۔
اندر کی طرف بڑھتے ہوئے وہ اس کی طرف سے متفکر تھا۔
"کیا اب ——"
جانا کا دل بھر آنے لگا۔
اب جو نیا کھیل شروع کیا ہے تم نے، یہ تو برداشت کی حدوں سے باہر ہے نوفل احمد! چاہت
بلکہ تمہاری محبت میں اپنا آپ تمہیں دان کر دیتی۔ مگر اس طرح سے مجھے استعمال کرو گے، مجھے کھن
آتی ہے خود سے۔ اس تصور سے کہ تم نے کن جذبات کے زیر اثر مجھے چھوا ہوگا۔ محض ایک۔"
وہ اپنی پراگندہ جذبات میں بہتی جانے کہاں سے کہاں نکل جاتی جب نوفل کی آواز اسے اپنی
جگہ پر منجمد کر دی۔
"آپ کا دماغ تو خراب نہیں ہوا؟ —— اتنی ٹھنڈ میں ٹیرس پہ کھڑے ہونے کی کیا تک ہے؟"
جانا کا دل یک دم پھر سے رواں ہوا۔
"بے فکر رہیں —— مر بھی گئی تو آپ پر الزام نہیں آنے دوں گی۔ اتنا تو جان ہی گئے ہوں
گے۔" وہ بنا رخ موڑے بولی تو نوفل نے لب بھینچ لئے۔
اس کا رندھا ہوا لہجہ گواہ تھا کہ وہ بہرحال وہاں کھڑی انجوائے تو ہرگز نہیں کر رہی تھی۔
"مگر آپ کو یہ بے وقوفی کرنے بھی نہیں دوں گا۔ فی الحال تو آپ میری کسٹڈی میں ہیں۔ نا
جانے کب میں ہی گناہ گار ٹھہرایا جاؤں گا۔ سوائے خطرناک ارادوں کو کسی اور وقت کے لئے
اٹھا رکھئے۔"
وہ سینہ بہ سینہ سامنے سے بولا تو وہ اس کی طرف پلٹتی پھٹ پڑی۔
"اور خود کو آپ کے حوالے کر دوں۔ آپ چاہتے ہیں میری عزت نفس کی دھجیاں اڑائیں اور چاہے

میری عزت کی۔" وار بے حد کاری تھا۔

نوفل احمد تلملا اٹھا۔

"بس بیوی صبا!"

"اس میں جھوٹ کیا ہے نوفل؟" اس کے آنسو بہہ نکلے۔ "اتنے مہینوں میں کبھی یہ سوال آپ کو نہیں آئے۔ اور اب عورت ہونے کا، بیوی ہونے کا مان بخشا بھی تو یوں کہ مجھے میری ہی نظروں سے گرا دیا ——— یہ کیسا مان ہے جو مجھے کسی پل خوشی، کسی پل سکون نہیں دیتا۔"

وہ پانی بن جانے کو تھی۔

نوفل کا دل پگھلنے لگا۔

اس کا جی چاہا اسے ٹوک دے۔ اس کے لبوں پہ ہاتھ رکھ دے۔ اور اسے بتائے کہ اس نے کس قدر بے خودی اور وارفتگی کے عالم میں اسے چھوا تھا۔ اور یہ کہ جب بھی وہ اس سے قریب ہوتا ہے یوں کہ تمام بدگمانیاں کہیں دور جا سوتی ہیں اور وہ صرف اور صرف محبت بھرے جذبات کے زیر اثر ہوتا ہے۔

"اے کاش ——— اے کاش! میں یہ سب اسے کہہ پاتا۔"

"بہت ہو گئی بے وقوفی۔ اندر چلیں۔ سردی بڑھ رہی ہے۔" نرمی سے کہتے ہوئے نوفل نے اس کا ہاتھ تھاما تو وہ سرد ہو رہا تھا۔

صبا نے اپنا ہاتھ کھینچنے کی سعی کی۔

"آپ کو کیا فکر ہے میری؟ ——— اچھا ہے نا، ایک اس جاہی زندگی سے پیچھا چھوٹ جائے۔ آپ جا کر آرام کریں اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔"

"صبا! مجھے تنگ مت کریں۔" اس کی آنکھوں میں ضبط کی سرخی اترنے لگی تھی۔

صبا کو اور رونا آیا۔

"اور جو میری زندگی مجھ پر ہی تنگ کر رہے ہیں، وہ؟"

"تو چھوڑ جائیں مجھے ——— اس زندگی کو۔"

وہ غصے سے بولا تو صبا ہارنے لگی۔

"صاف کہیں نا کہ جینا چھوڑ دوں۔"

وہ حواس میں ہوتا تو ان الفاظ کی گہرائی پا کر اس کی محبت کی شدت پہ ایمان لے آتا۔ اس کی آنکھوں پہ بندھی غلط فہمیوں کی پٹی اتنی دبیز نہ ہوتی تو وہ محبتوں کی معراج کو پا لیتا۔

مگر فی الوقت تو وہ اس کا ہاتھ تھامے کھینچتا زبردستی اسے کمرے تک لایا تھا اور اسے لا کر بیڈ پر پٹخ دیا۔

"خبردار! جو آئندہ کبھی ایسی فضول حرکتیں کیں تو۔"

"آپ کو کیا؟ میں جیوں یا مروں؟" وہ بھبک کر بولی تھی۔

"اتنی آسانی سے تو مرنے نہیں دوں گا۔" وہ بھی سلگ اٹھا۔

"ہاں ——— کچھ کمی رہ گئی ہے نا۔ اچھی طرح سے حسرتیں نکال لیں اپنے دل کی۔" صبا کے دل کی تکلیف چھلکی تھی۔

"ظاہر ہے ——— یہ بھی تو زندگی کو امتحان میں تمہیں ڈال رکھا میں نے۔" وہ اب کچھ پرسکون ہو چکا تھا۔

"بہت پچھتائیں گے آپ نوفل! ——— اور میں کبھی بھی آپ کو معاف نہیں کروں گی۔"

بے بسی سے بولی تو پہلے نوفل متحیر ہوا۔ پھر بے ساختہ ہنس دیا۔

"یعنی آپ کے حساب میں تمام الزامات مجھ پہ نکلتے ہیں ——— ویری گڈ۔ بہت اچھی حساب دانی ہے آپ کی۔" وہ جیسے اب محظوظ ہو رہا تھا۔

صبا تھک کر چپ ہو رہی۔ یا شاید بات کرنے کو کچھ رہا ہی نہ تھا۔

●●●●●

جونہی سعید کی گاڑی آ کر رکی، ادھر نمی ماں کے سر پہ آن موجود ہوئی۔

"کچھ نوٹ نہیں کر رہیں آپ۔ اس گھر میں کیا چل رہا ہے؟"

"کیا ——— ؟" چچی جان حیرت سے اسے دیکھنے لگیں۔

"آپ کے راج دلارے داماد کے بارے میں کہہ رہی ہوں۔" نمی نے بھید کھولا تو ان کی بے چینی بڑھنے لگی۔

"خدا خیر کرے ——— کیا بات ہو گئی؟"

"اماں جی۔ اب تو خدا ہی خیر کرے تو کرے۔ ورنہ بندوں کے کرتوت تو خیریت کی خبر نہیں دیتے۔" وہ ٹھنڈی سانس بھر کے بولی تو چچی جان نے اسے گھور کے دیکھا۔

"مبالغے کرنے کی بجائے جو بات ہے وہ سیدھا سیدھا بتا دے۔"

"میں تو اس لئے خاموش ہوں کہ آپ کہاں میری باتوں کا اعتبار کرنے والی ہیں۔ ورنہ تو اکثر خبریں سب سے پہلے ماؤں ہی سے شیئر کی جاتی ہیں۔"

اس کی اداکاری عروج پہ تھی۔ اور چچی جان کی پریشانی۔

"اب ایک تھپڑ لگا دوں گی تمہیں اگر نہ بتایا تو اصل بات بتا دو یا پھر اٹھ کے دفع ہو جاؤ۔" ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہونے لگا تھا۔

ان کے تجسس کو بڑھا کر نمی کو قدرے تسلی ہوئی تو وہ خالصتاً مکارانہ انداز میں بولی۔

"موصوف اب ہر وقت دیبا صاحبہ کو گاڑی میں لادے پھرتے ہیں۔"

"کیا ——— وہ کون ہے؟ موصوف؟" وہ متحیر تھیں۔

نمی نے گہری سانس بھری۔

"موصوف یعنی سعید حسن۔"

"کیا ہوا ہے سعید کو؟ —— کھل کے بات کیوں نہیں کرتیں؟" وہ زچ ہو گئیں۔

"اُف —— کبھی بندے کو اشاروں کی زبان بھی سمجھ میں آ جانی چاہیے۔" وہ بھی بگڑ کر بولی۔

"ہاں —— اب اس عمر میں یہی ایک ہنر تو رہ گیا ہے میرے سیکھنے کو۔" وہ کڑھنے لگیں۔ "ماشاء اللہ بڑی عقل دی ہے خدا نے۔ مگر گھوڑوں کی طرح عقل کی بھی پوری ہے۔ مجال ہے جو کبھی ادھر کا ادھر کر جائے۔"

ان کی بات سن کر حنی کے دل کو خاصی ٹھیس پہنچی۔

"ایک زمانہ معترف ہے میری ذہانت کا۔ اور آپ ہیں کہ گھر کی مرغی کو دال برابر سمجھتی ہیں۔"

"رہنے دو بی بی! اپنی ذہانت و فطانت کے قصے تو وہاں سناؤ جہاں کوئی تمہیں جانتا نہ ہو۔" تائی جان نے طنز کیا تو وہ تڑخے انداز میں بولی۔

"آپ کو کبھی میری صلاحیتوں پر اعتبار نہیں آ سکتا۔"

"نہ تو یہ کون سی صلاحیتیں ہیں جن کا تمہاری پیدائش سے لے کر اب تک مجھے علم نہیں ہوا۔" ان کا انداز جھنجھوڑ دینے والا تھا۔

"آپ کو تو بس —— ساری بات بھلا دی۔ یہ سب تھوڑی کہنے آئی تھی میں۔" وہ جھنجھلائی۔

"اچھا جو کہنا ہے فوراً کہہ دو۔ تمہاری طرح سے فارغ نہیں ہوں میں۔ اور بھی بہت سے کام پڑے ہیں۔"

انہوں نے قطعیت سے کہا تو وہ پُرجوش سی ان کے پاس آ بیٹھی۔

"آپ تائی جان سے بات کیوں نہیں کرتیں؟ میری نالائقیاں تو آپ کو فوراً دکھائی دے جاتی ہیں اور آپ کا لاڈلا دلارا جو کچھ کرتا پھر رہا ہے وہ تو شاید آپ جانتے بوجھتے ہوئے بھی دیکھنا نہیں چاہتیں۔" پُرشکوہ انداز میں کہا تو انہوں نے استعجاب سے ہونٹوں پر انگشت رکھی۔

"کیا غضب ہوا؟ —— کیا کر دیا ہے اس بے چارے نے؟"

"افوہ، میری سیدھی سادی ماں!" حنی نے سانس بھری۔ پھر چڑ کر بولی۔ "دیکھا نہیں آپ نے کیسے اپنی اس سہیلی کو گاڑی میں لئے اڑتا پھرتا ہے وہ بے چارہ۔"

انہیں بات سمجھنے میں کچھ وقت لگا تھا۔

"جب سے یہ دیا اس گھر میں آئی ہے اس کے تو مزاج ہی بدل گئے ہیں۔ چائے ہے تو دیا کے ہاتھ کی، ناشتہ ہے تو دیا سے اچھا آملیٹ اور کوئی نہیں بناتا، کھانا ہے تو ان کی لذت موصوف کو محسوس ہو رہی ہے۔ اور آپ لوگ ہیں کہ آنکھیں بند کئے اس کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں۔"

"استغفر اللہ۔ اب یہ کیڑا نہ جانے تمہارے دماغ میں کہاں سے گھس آیا ہے۔" وہ متحیر تھیں۔

بات بڑی ہے۔ بھول تو ایسا کچھ نہیں ہے۔ دوسرا یہ کہ یہ بھی تمہاری نالائقی ہے۔ کچن میں تم جھانک کے نہیں دیکھتیں۔ مجال ہے جو جمعہ کے جمعہ کا کوئی کام کیا ہو۔ اب اگر وہ بے چاری چار دن کے لئے اس گھر میں آ ہی گئی ہے تو تمہیں اپنی خامیوں کی بجائے اس کی خوبیوں پر اعتراض ہونے لگا ہے۔ بجائے اس کے کہ تم اپنی کوتاہیوں کی تلافی کرو، اس بے چاری کو خوامخواہ مورد الزام ٹھہرا رہی ہو۔ بہت شرم کی بات ہے حنی! وہ یہاں اپنا مشکل وقت کاٹنے آئی ہے اور ......" یہ تو یوں شروع ہو گئیں جیسے حنی کے لتے لے ڈالے۔

"اُف —— " وہ گھبرا کے اٹھ گئی۔ "آپ سے تو بات کرنا فضول ہے۔ بھلا آپ کو اپنے لاڈلے کے علاوہ کوئی دکھائی دیتا ہے۔ میں تو خاص طور پر نہیں۔" ناراضگی سے کہا تو وہ تڑاخ سے بولیں۔

"سورج کے سامنے دیے کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔"

"اور وہ سورج جو چاند چڑھا رہا ہے وہ بھی فی الحال آپ کو دکھائی نہیں دے رہا۔ پچھتائیں گی پھر۔"

"ارے پچھتاؤ گی تو تم۔ مجال ہے جو کبھی سیدھی ڈھنگ کی بات سوچی ہو۔ ہمیشہ الٹی فضول باتیں ذہن میں آتی ہیں جو کبھی ہو نہ سکیں۔ میں کہتی ہوں اب بھی وقت ہے، ابھی بھی سنبھل جاؤ۔ آپا اور بھائی صاحب کے سامنے مجھے شرمندہ نہ کرانا۔"

"اللہ امی —— " وہ زچ ہو گئی۔ "میں آپ کو کیا بتا رہی ہوں اور آپ ہیں کہ الٹا مجھ ہی کو مشقِ ستم بنا رہی ہیں۔ جو چکر وہ چلا رہا ہے وہ آپ کو دکھائی نہیں دیتے۔ ایک وہ ہے کہ یوں ہی آپ کی خدمت میں لگی رہتی ہے۔ آپ کا جی چاہتا ہے میں بھی اس کی بے دام کی غلام بن جاؤں۔"

"تم اپنی عقل دانی کا ڈھکن بند ہی رکھو۔ ہمارے پاس اللہ کے فضل سے دیکھنے کے ساتھ ساتھ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بھی موجود ہے۔"

امی جان کو اس کی ایک بھی بات میں وزن دکھائی نہیں دیا تھا۔ سو صفا چٹ انداز میں اسے ٹال دیا۔

وہ بے حد بدمزہ ہو کر وہاں سے اٹھی تھی۔

●●●●●

دل میں اک لہر سی اٹھی ہے ابھی
کوئی تازہ ہوا چلی ہے ابھی
شور برپا ہے خانۂ دل میں
کوئی دیوار سی گری ہے ابھی
کوئی تازہ ہوا چلی ہے ابھی
دل میں اک لہر......

وہ اپنے بستر پر بہت بے دلی سے اوندھا سیدھا پڑا تھا جب مریم پھپھو اسے دیکھنے چلی آئیں۔

"اوہو، یہ عماد صاحب آج کل کس قنوطیت کا شکار ہیں؟ کلاسیکل سنا جا رہا ہے۔"

وہ حیران ہی تھیں۔

کچھ دنوں سے وہ بیٹے کی خاموشی کو نوٹ تو کر رہی تھیں مگر اب تو حد ہو گئی تھی۔ دلی یاد کرنے کے بعد تو وہ سر تا پا بدلنے لگا تھا۔

اس قدر خاموشی اور سنجیدگی اس کی طبع کا حصہ تو کبھی بھی نہیں رہی تھی کہ وہ اس کی عادت نظر انداز کر دیتیں۔

وہ انہیں اپنے کمرے میں پا کر سیدھا ہو بیٹھا۔

"کیا بات ہے؟ ـــــ طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟"

وہ متفکر ماؤں کی طرح آگے بڑھ کر اس کی پیشانی چھوتے ہوئے پوچھنے لگیں تو وہ ان کا ہاتھ تھام کر اپنے پاس بٹھاتا مسکرا دیا۔

"بالکل ٹھیک ہوں ـــــ آپ کیوں فکرمند ہو رہی ہیں؟"

"جس ماں کا اکلوتا بیٹا اپنی تمام شوخی و شرارتیں بھول کر کمرے میں بند ہو جائے وہ فکر کرنے کے علاوہ اور کیا کر سکتی ہے؟" انہوں نے شکوہ کیا تو وہ گہری سانس بھر کے انہیں دیکھنے لگا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے ماما جان!"

"چھپاؤ تو اس سے جسے تمہارے اندر کی خبر نہ ہو۔ ان ہاتھوں میں پل کر جوان ہوئے تمہارے جیون کا ایک ایک لمحہ میرے سامنے بیتا ہے۔ تم ایسے تو کبھی بھی نہیں تھے۔" وہ قدرے سے کہہ رہی تھیں۔

"یس ماما! میں تو ابھی تک حیران ہوں۔ یوں لگ رہا ہے ان ہاتھوں میں اس کی سانسیں رکی ہیں۔" وہ اپنے دونوں ہاتھ سامنے پھیلائے انہیں تکنے لگا۔ حد درجہ بے بسی کی جھلک چہرے پر تھی۔ چاہتے ہوئے بھی کچھ نہ کر سکنے کی بے بسی۔

انس کی موت اسی کے ہاتھوں میں ہوئی تھی۔

اس کی ٹوٹتی سانسیں وہ ابھی تک محسوس کرتا تو راتوں کو گھبرا کر اٹھ بیٹھتا تھا۔

"میرے بچے! وہ نقصان تو کبھی کے لئے ناقابل تلافی ہے۔ مگر جو آیا ہے وہ ایک دن اسے جانا ہی ہے۔ اور جس طرح جانا ہے وہ بھی کاتب تقدیر طے کر چکا ہے۔ پھر اس طرح دل ہارنے کا کیا مطلب ہے؟" وہ بھی دکھی ہونے لگیں۔

"اس نے وہی الفاظ کہے تھے ماما! ـــــ اف، تمکین۔" اس کا لب و لہجہ زخم زخم ہونے لگا۔

ضبط و برداشت کی سرخی اس کی آنکھوں میں اترنے لگی۔

"پھر میں اسے آوازیں ہی دیتا رہا اور وہ میری ایک آواز پہ پلٹ کے دیکھنے والا ایسا گیا ہزاروں مرتبہ پکارنے پہ بھی نہیں لوٹا۔ وہ تو یوں بھائی جان ہے ماما؟ ـــــ اور تمکین ہے اس

والد ... اسے دیکھتی ہیں ماما بھی نہیں آ رہیں۔"

ب ... مریم پھپھو کی آنکھوں سے بھی آنسو رواں ہو گئے۔

جوان سال بھتیجے کی موت کا غم بھلا اتنی جلدی بھلا دینے والا تھا؟ بلکہ یہ تو وہ خلا تھا جو کبھی بھی پُر ہونے والا نہ تھا۔

جانے صبر دیا تھا تو زندگی اپنے معمولات پر آ گئی تھی۔ مگر انس کی یادیں انمٹ تھیں۔ کسی نہ کسی انداز آ جاتا تو بات کرنے والا چپ سا ہو کر دکھ کی سی کیفیت میں گھر جاتا تھا۔

... اپنے پیاروں کے دکھ۔ یا الٰہی تو محفوظ رکھنا۔"

کسی کے ہاتھ میں آنے جانے کا انتظام کب ہے بیٹا؟ کسی سے بھی پوچھ لو۔ وہ محبتوں بھری اس دنیا کو چھوڑ جانے کی خواہش کب کرتا ہے؟ حالانکہ ہمارا رب ہمیں ہر پل اپنی اصل زندگی یعنی اور اس کے بعد کی زندگی کو یاد رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ یہ خاکی خطا کار کیا کرے۔ بہت کمزور ہوا ہے۔ یہی اصل زندگی لگتی ہے۔ کیونکہ ہم نے انہی آسائشات اور محبتوں میں اپنا دل لگا لیا ہے۔ حالانکہ اگر ہم حکم ربی کی طرف نظر کریں تو اعتراض کے قابل ہی نہ رہیں۔ تبھی تو ہمارا رب صبر کی تلقین کرتا ہے۔"

وہ خاموشی سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ مگر دھیان تو کسی اور کی طرف تھا۔

محبت ـــــ

یہی محبت تھی کہ وہ زندگی سے ناتا توڑ کے جانے والا اسی کے حصار میں تھا۔

خدا سے اسی کی حفاظت کی پکار کر رہا تھا۔ اس کے تنہا رہ جانے کا دکھ جاتے ہوئے بھی اس کی حال میں مجسم تھا۔ جاتے ہوئے بھی اس کے لبوں پہ تمکین کا نام تھا۔

اور اس کی نگاہوں میں جو حسرت تھی کبھی بھی نہیں بھول سکتا تھا۔

کتنا سے اس کی محبت کب کسی سے چھپی تھی؟ اور نہ ہی وہ کبھی اسے چھپانے کا تکلف کیا کرتا سلمان کے اکثر چھیڑنے پر وہ صاف لفظوں میں کہا کرتا تھا۔

انا ـــــ ہے مجھے اپنی بیوی سے محبت۔"

اور اس سے انس نے تمکین اور اپنے ہونے والے بچے کے لئے جو شاپنگ کی تھی، وہ بیگ ... کے پاس رکھا تھا جو اس نے تمکین کو دینے کا سوچا تھا۔ مگر ابھی تک اتنا حوصلہ مجتمع نہیں کر پایا تھا۔

... آنکھوں میں اپنے لئے نفرت اور بے زاری کو دیکھنا بڑے حوصلے کی بات تھی اور وہ اتنا حوصلہ ... نہیں پاتا تھا۔ وہ تمام چیزیں جنہیں بے حد محبت، چاہت اور توجہ کے ساتھ انس نے خریدا ... اگر وہ اس کے ہاتھوں میں دیتا تو کیا وہ پھر سے اسی کرب سے نہ گزرتی؟

... امانت ـــــ

... اسے گلے سے لگایا تو وہ حقیقت کی دنیا میں لوٹنے لگا۔

"اتنے خاموش نہ رہا کرو عماد! اس گھر میں تو رونق ہی تمہارے وجود سے تھی۔ وہ تو ہم۔ تم بھی یوں منہ بنا کے اپنے کمرے میں گھسے رہتے ہو۔ اگر عقیلہ اور اس کے بچے نہ ہوں تو پاگل ہو جاؤں۔" انھوں نے رندھے ہوئے لہجے میں کہا۔

عقیلہ اور عمار ان کی انیکسی میں کرائے دار تھے۔ واقعی جن کی وجہ سے مریم پھپھو کا دل لگا رہتا تھا۔ خصوصاً ان کے دو اور چار سالہ بچوں کی شرارتیں انھیں بور نہیں ہونے دیتی تھیں۔ ورنہ اتنے بڑے گھر میں تنہا رہنا تو بہت حوصلے کا کام تھا۔

"اوہ، تو اب یاد آ گئیں نا میری وہ فضول باتیں اور وہ شرارتیں۔"

وہ فوراً ہی اپنے سابقہ جامے میں لوٹنے کی کوشش کرنے لگا۔ حالانکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ جانتی تھیں کہ وہ جس کیفیت کا شکار رہتا ہے، وہ بہت آزمائشی تھی۔

"میں نے تھوڑی کہا تھا کہ یوں اُداس اُلو کی طرح اپنے کمرے میں پڑے رہو۔" انھوں نے بھی اسے گھورتے ہوئے ماں ہونے کا ثبوت دیا تو وہ ضبط کرتے ہوئے بھی ہنس دیا۔ پھر وہ سنجیدہ ہونے لگا۔

"آپ کی تنہائی دور کرنے کا میرے پاس ایک بہت اچھا حل ہے۔"

وہ چونکیں۔ پھر ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کوئی لڑکی پسند آئی ہے؟ —— شادی کر رہے ہو؟"

اس نے لب بھینچے۔

"شاید ——"

"شاید کیوں نہیں؟" انھوں نے اس کے شانے پر ہاتھ مارا۔

"شاید آپ کو کوئی اعتراض ہو۔" وہ متذبذب تھا۔

"قطعاً نہیں —— مجھے تمہاری پسند پر ہرگز کوئی اعتراض نہیں۔ تم جب اور جس سے کہو میں تمہاری شادی کرنے کو تیار ہوں۔" وہ فی الفور قطعیت بھرے لہجے میں بولیں۔

عماد انھیں بغور دیکھنے لگا۔

"اور اگر میں کہوں کہ اس کے ساتھ ایسا کچھ ہے جو آپ کو اعتراض پر مجبور کر سکتا ہے تو؟" انھیں آزمانے کی خاطر کہا۔

"بس شریف گھرانے کی با کردار لڑکی ہو عماد! اس سے زیادہ میں کچھ ڈیمانڈ نہیں کروں گی۔ میں جانتی ہوں اگر تم کسی کو پسند کرو گے تو اس میں واقعتاً کچھ نہ کچھ بات تو ضرور ہو گی۔" انھوں نے سنجیدگی سے کہا تو اندر سے ان کا دل پریشان بھی تھا۔

جانے وہ کیا کہنے والا تھا؟

"ماما! اس کے ساتھ ایک ٹریجڈی ہو چکی ہے —— آئی مین، وہ پہلے میرڈ تھی۔" وہ تھوڑا رک کر بولا تو نظر ان کے رنگ بدلتے چہرے پر تھی۔

گھرانے کی شرافت اور لڑکی کے کردار کی تو گارنٹی ہے۔" وہ کہہ رہا تھا۔

شادی شدہ" مریم پھپھو نے نگاہ بھر کے اپنے وجیہہ بیٹے کو دیکھا۔ "تمہیں پسند ہے؟"

انھوں نے حوصلے سے پوچھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

پھر مجھے بھی پسند ہو گی۔ کون ہے؟ —— کیا نام ہے اس کا؟" انھوں نے پوچھا تو وہ گہری سانس لیتا سیدھا ہو بیٹھا۔

"ـــــ"

کچھ رک سا گیا —— مگر وہ اپنی بات مکمل کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

کی کزن ہے —— اس کی پھپھو زاد —— اریبہ۔"

وہ اسے دیکھ کر رہ گئیں۔ جو اپنی بات کہہ کر یوں سنجیدہ تھا جیسے اس میں کوئی خوشی کی بات نہ ہو۔

اور وہ کوئی دوسری بات سوچنے کے قابل نہیں تھیں۔

●●●●●

بچا سکو گے دامن

سکو گے

بچا سکو گے دامن"

معید کے کمرے تک آئی تھی۔ ادھر ادھر دیکھا اور تڑاپ سے اندر۔

ـــ!

پہنچے اور وہ اس میں سما جائے۔

میں الجھی شاید مطلوبہ شرٹ کی تلاش میں وارڈ روب چیک کر رہا تھا۔

ناک کرنے ہی والی تھی۔" جھلا کر کہا۔

—— اندر آ کر بھی دروازہ ناک کیا جا سکتا ہے، یہ تمہارا اصول جیسا تم ہی نے وضع کیا

سے دیکھنے لگا۔

پہنے، صاف ستھری، تیار حالت میں وہ ہاتھوں کو باہم ملتی قدرے نروس سی لگ

اب آ ہی گئی ہو تو ہمارے مہربانی میری بنیان اور باریک چیک دار شرٹ ڈھونڈ دو۔"

تو وہ خود کو اپنی اس "آمد" پر اچھی طرح لعنت ملامت کرتی آگے بڑھی۔

مشکل کام ہے؟" بہ مشکل مسکرا کر کہا مگر اس کی الماری کی حالت دیکھ کر اسے محسوس آسان کام بھی نہیں تھا۔

کون سیٹ کرتا ہے؟" اسے معید جیسے نفاست پسند شخص کی وارڈ روب کی حالت اچھا ہوا تھا۔

کیا کرتی تھی تب تک تو سب ٹھیک تھا۔ مگر جب سے سب کچھ باجی بیچاری کے ہاتھ

میں آیا ہے، یونہی چل رہا ہے۔"

اب کچھ بھی ہو، رشتہ تو بدل ہی چکا تھا نہ چاہتے ہوئے بھی دھیان کی بازی الٹ پلٹ جا رہی

"یہ آپ کی بنیان۔" اس نے ایک عظیم مشقت کے بعد ایک عدد بنیان برآمد کر لی تھی
ہی بائی بیاری کی طبیعت صاف کرنے کا بھی اس نے سوچ لیا تھا۔

"شکریہ" معید نے کہتے ہوئے بنیان تھامی اور پہننے لگا۔

"شکریہ تو تب ادا کیجئے گا جب میں آپ کی ساری وارڈروب سیٹ کروں گی اور آ
سارے کپڑے پریس کر کے رکھوں گی۔" وہ اس کی مطلوبہ شرٹ نکال کر پلٹی تو اس سے
سے ٹکرا گئی۔

جز بز ہو کر اسے دیکھا۔ تھوڑا پیچھے ہٹنے کی کوشش کی مگر وارڈروب کے پٹ اس کی کوشش کی راہ میں
حائل ہوئے۔

"اس قدر مہربانی کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟"

وہ نرمی سے پوچھنے لگا تو ضحیٰ کی پیشانی پر شبنم چمک اٹھی۔

"یہ تو ــــ میرا فرض بنتا ہے ــــ اور آپ کا حق۔"

یہ ڈائیلاگ اس نے بہت فر فر یاد کیا ہوا تھا۔ مگر آج جب ہونٹوں سے نکلا تو بہت ٹوٹ ٹوٹ
معید کچھ لمحوں میں حیران ہوا تھا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"میں یہ شرٹ پریس کر دوں؟" ضحیٰ کو اس پوزیشن پر رونا آنے کو تھا۔ خود سے ادا کیا گیا
تھا اب موسموں سے لڑنے سے بھلا کیا حاصل ہوتا؟

"ہاں، ضرور۔ اور ڈھیر سی شکریہ۔" وہ دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ نہ صرف پھر سے بولا بلکہ
سے اس کے رخسار کو نرمی سے چھو کر بولا تو وہ پوری جان سے کانپ کے رہ گئی۔ بے حد حیرت
معید کی جانب دیکھا تو وہ دلچسپی سے اسی کو تک رہا تھا۔

"وہ۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔"

وہ شرٹ آگے کرتی کچھ کہتی، کچھ بھولتی تیزی سے وہاں سے نکلی تو سانسیں دھونکنی کی
رہی تھیں۔

"یا خدا! ــــ" شرٹ لا کر استری اسٹینڈ پر پٹخی۔ "کس قدر ٹھرکی ہے یہ معید حسن۔ اُف

اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے رخسار رگڑ ڈالے۔

"مجھے چھونے کی جرأت بھی کیسے کی اس نے۔"

اسے پھر سے وہ سرد انگلیوں کا رخسار سے ٹکرانا یاد آیا تو تن من میں پھریری سی دوڑ گئی۔

"اور ابھی پتہ نہیں کتنی مرتبہ اس کے کمرے میں جانا ہے۔"

اس کا دل ڈوبنے لگا تھا۔

شرٹ پریس کر کے اس نے حمرہ کے ہاتھ اس کے کمرے میں بھجوائی۔

پہلے وہ تمام رپورٹ رات کو پہنچایا کرتی تھی۔ مگر اب یہ بات ــــ

کرتی عجیب سا لگا۔

حسن کو ذرا بھی تمیز نہیں کہ لڑکیوں سے کیسے اور کتنے فاصلے سے بات کی جاتی ہے۔ پتہ نہیں
کیسے بات کرتا ہوگا؟" اسے دھیان آیا تو دل جل سا گیا۔

تو بتایا کہ کچھ رشتہ ہے کہ اپنے بات کر لی جائے۔"

گئی تھی۔ مگر ساتھ ہی ٹھٹک گئی۔

کیا میں اب سوچ رہی ہوں میں؟" اسے جھرجھری سی آئی۔

کرے کہ معید اس کا کوئی ایسا ویسا رشتہ رہے۔ اس کی قسمت اس کے ساتھ بھوکے جس
ہوا اپنے لاکر میں رکھا کرتا تھا۔ بلکہ دیکھا دیا ہم کتنا سچا عشق ہے کہ اپنے شوہر سے طلاق
اپنے عاشق سے شادی کر رہی ہے۔"

اس نے پر ملامت انداز میں سوچا تھا۔

ــــ آپ یہاں بیٹھی پتہ نہیں کیا سوچ رہی ہیں اور میں سمجھ رہی ہوں کہ آپ معید
کے مذاکرات میں مصروف ہوں گی۔"

آتے ہی شروع ہوئی تو وہ سٹپٹا گئی۔

سر پہ ہاتھ مارا۔ دھیان آیا کہ اس کے کمرے میں کس مقصد کے لئے گئی تھی۔

میں نے تو صبا آپی کو اپنی آمد کا فون بھی کھڑکا دیا تھا۔ معید بھائی کو منا لیا آپ نے؟ وہ تو کیسا
آپ ٹی پارٹی تیار کر رہے ہیں۔"

کے لئے حمرہ دو منٹ کے لئے زبان کو سکون دے لو۔ طوفان میل ہو پوری۔ لگتا ہی نہیں
کم ہو۔" وہ چڑ کر بولی تو اس کے پیچھے سے وجدان کا سر برآمد ہوا۔

! تمہاری کزن ضرور لگتی ہے۔"

ــــ تم بھی آ رہے ہو گدھے!" اس کا پارہ وجدان کو دیکھتے ہی ہائی ہوا تو وہ معترض ہوا۔

بیان سے آپی! اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھو۔"

کی۔ آخر گدھے کی بھی کوئی عزت ہوتی ہے۔" حمرہ کو موقع ملا تھا۔

جان نے اس کی چٹیا پکڑ کر کھینچی تو وہ چیخ اٹھی۔

ایک مسئلہ حل نہیں ہوتا اور دوسرا سر کر شروع ہو جاتا ہے۔" ضحیٰ کو ان کی بے وقت کی
سمجھ آئی تھی۔

تو میری بہت عزت کیا کرتی تھی۔ تمہاری وجہ سے آپی! صرف اور صرف تمہاری وجہ سے
کی مرتکب ہو رہی ہے۔" وجدان نے اسے گھورا تھا۔

ــــ تم تو قومی ترانہ ہو کہ تمہارا ادب و احترام کیا جائے۔" ضحیٰ نے دانت پیسے۔

"صبح سے قفو کی طرح قفل چھپائے بیٹھے تھے۔ اور اب شام ہوتے ہی آنکھیں کھل...
ہو۔ میں نے کہا نہیں تھا صبا کی طرف چلتے ہیں۔"

"ماشاء اللہ آپی! اب تم ایک عدد شوہر نامدار کی مالکن ہو۔ مجھے تمہاری غلامی سے نکلے کافی مہینے ماہ ہو چکے ہیں۔" وہ بے زاری سے کہتا اس کے بستر پر دراز ہوا تو اس کی تو... حمنی کو غصہ آنے لگا۔

"کیسے کیسے دل جلانے والے الفاظ استعمال کر رہا ہے خبیث۔ شوہر اور سعید حسن..." اسے طرح دے آیا تو وہ مسکانے لگی۔

"اب بھی ادھار مانگتا مجھ سے ـــــ پھر میں پوچھوں گی کہ مجھ سے کیا رشتہ داری ہے..."

"ہاں ـــــ وہ دن ڈوب گیا آپی! اب ایک نئے بینک نے بہت آسان شرائط پر قرضہ... کر دیا ہے۔ کیوں حمرہ؟"

وہ شرارتی نظروں سے حمرہ کی تائید چاہ رہا تھا۔ حمرہ اسے گھور کر رہ گئی۔ اس کا... تھی۔ سمجھتی کیوں نہ کہ آج کل اس کی پاکٹ منی وجدان کی زد میں تھی۔

وہ منہ پھلائے بڑبڑاتی ہوئی وہاں سے چلی گئی تو حمنی نے بھی اسے اٹھنے کا اشارہ کیا۔

"گاڑی نکالو۔ صبا کی طرف جانا ہے۔"

"میں بہت تھک کے آ رہا ہوں۔ سعید بھائی سے کہو۔" اس نے آنکھیں موند لیں۔

"ایسے کون سے ہل چلا کے آ رہے ہو؟" وہ جھلا کر بولی تو اس نے اطمینان سے کہا

"پورے ستاون رنز سے ہاری ہے ہماری ٹیم ـــــ یہ کوئی کم اسکور تھوڑی ہے۔"

"تم سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔" وہ جل کر رہ گئی۔

اسے پتہ تھا کہ جتنی دیر وہ وجدان سے بحث کرے گی، وہ یونہی بے سروپا باتیں... ہی ضائع کرے گا۔ سو جلتی کڑھتی لاؤنج میں چلی آئی جہاں حمرہ، سعید کو چلنے پر راضی کر چکی...

"چلو بھئی! میں بھی تیار ہوں۔"

وہ شکر کا کلمہ پڑھنے ہی والی تھی کہ دیبا کہتی چلی آئی۔ اسٹائلش سے ٹراؤزر اور شرٹ... ملبوس شانے پر ہلکی پھلکی شال ڈالے وہ واقعی دیکھنے کی چیز لگ رہی تھی۔

حمنی نے بے اختیار سعید کی طرف دیکھا۔ وہ بھی دیبا ہی کی طرف متوجہ تھا۔

"اب تو دیر ہو چکی ہے۔ ابھی رات ہو جائے گی۔ پھر کبھی کا پروگرام رکھ لیں۔" اس... جھجکی تو سعید نے اسے گھورا۔

"تم پھر کبھی کا پروگرام رکھ لو۔ روز روز میں فرصت میں نہیں ہوتا۔"

دیبا کے سامنے سعید کے انداز نے اسے کڑھنے پر مجبور کر دیا۔ مجال تھی جو کبھی اس کا... لیتا۔ وہ دانت پیس کر رہ گئی۔

"صبا کو کہنا اس بار آئے تو نگین کو بھی ساتھ لائے۔" چلتے وقت تائی جان نے آواز...

...چھا ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

...بالکل ہی ڈرائیور بنا دیا ہے تم لوگوں نے۔ کوئی ایک آگے آ جاؤ۔" سعید نے ان تینوں کو... کر پیچھے تو حمرہ نے حمنی کی پسلی میں ٹہوکا دیا۔

...سے شرارت سے دیکھ رہی تھی۔

...یا بھی ہے یہ موقع بھی اور دستور بھی ہے نیا۔" دیبا کی بات پر وہ جھینپ سی گئی۔

...نا دونوں کا اظہار مچل رہا تھا۔ پھر بھی اس کی بات عجیب سے رنگ میں لپٹی محسوس...

...ورہی ہے۔ کم آن دیبا! تم ہی آ جاؤ۔" سعید جھنجلایا تو وہ شانے اچکاتی آرام سے فرنٹ... ی کھول کر براجمان ہو گئی۔

...نے پل بھر کے تاسف سے حمنی کو دیکھا۔ خود اسے بھی عجیب سا لگ رہا تھا۔ مگر کیا کرتی کہ... خود بھی کب سعید حسن کی ہمراہی چاہتی تھی۔ یہ تو بس ابا اب بیچ راستے میں آن کھڑی... یا کے بل حالات بدل رہے تھے۔

...کر صبا اور صالحہ بیگم جتنی خوش تھیں، نگین کا رویہ اتنا ہی سرد اور لیا دیا محسوس ہوا۔

...ت ہے نگین! ہمارے آنے کی خوشی نہیں ہوئی تمہیں؟" حمنی کو اس کے کھنچے کھنچے سے... ا تو وہ بے رخی سے بولی۔

...آتے ہی رہتے ہیں ـــــ اور یہاں کون سے خوشیوں کے شادیانے بج رہے ہیں... یا استقبال کروں؟"

...سب ایک دم سے خاموش رہ گئے۔

...کا اندازہ نہیں تھا کہ نگین اس طرح کا رویہ بھی اپنا سکتی ہے۔ حمنی تو بری طرح سے شرمندہ...

...ا ہے تمہیں نگی؟" صالحہ بیگم کا انداز سرزنش کرنے والا تھا۔

...ات نہیں آنٹی! پریشانی میں کبھی کبھار ایسا ہو جاتا ہے۔" سعید نے طریقے سے بات... ان نے کہا۔

...نا ـــــ اپنے پرائے کا بھی تو دھیان رکھنا چاہیے۔ یہ نہیں کہ جدھر سے آئی، بات کھینچ...

...سب اچھے۔" وہ جانے کس رو میں تھی۔ تلخی سے بولی۔ "میرے اپنے ہوتے تو مجھے... کر دیتے ـــــ اس گھر سے میرا بھی ایک رشتہ ہے۔ مگر ان کے جاتے ہی سب... پھیر لیں۔ ابھی حمنی نے بھی مجھے بھابی کہنا گوارہ نہیں کیا اور میں اپنے پرائے کا دھیان...

صالحہ بیگم پریشان تھیں تو باقی سب دم بخود۔ نگین تو کبھی بھی ایسی نہیں رہی تھی۔

"مجھے پتہ ہے بابا! آپ بھی مجھے ہی غلط کہیں گی۔ آپ لوگ بیٹھیں، میں چائے لاتی ہوں۔" وہ
سے کہتی اٹھ کے چلی گئی تو صالحہ بیگم نے آنکھوں میں آئی نمی پونچھی۔

"میری تو سمجھ میں نہیں آتا اسے دن بہ دن کیا ہوتا جارہا ہے۔"

"کوئی بات نہیں آنٹی! آہستہ آہستہ سنبھل جائیں گی۔ صبر کی آدھی زندگی ساتھ بیتی ہے۔" معید نے انہیں آبدیدہ دیکھ کر تسلی دی تو وہ شرمندگی سے بولیں۔

"نہیں بیٹا! اس کا رویہ نظر انداز کرنے والا نہیں۔ اس روز عماد کے ساتھ بھی بڑی بدتمیزی کی۔ اس بے چارے کا اس قصے میں کیا قصور۔ صرف یہی نا کہ وہ آخری وقت میں اس کے ساتھ نہ تھا۔ اسے کہتی ہے کہ اس کو ساتھ کیوں نہیں لایا۔"

"سب ٹھیک ہو جائے گا ماما ——— آپ پریشان نہ ہوں۔" صبا نے چائے سرو کرتے انہیں تسلی دی۔

حالانکہ اندر ہی اندر وہ بھی تمکین کی اس شدت پسندی سے خائف تھی جو کہ دن بدن بڑھتی چلی جارہی تھی۔

"امی کہہ رہی تھیں کہ آپ اس بار بھابی کو بھی ساتھ لے کے آئیں۔" مروہ نے ٹال بھی دیا تو صبا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

صالحہ بیگم اب وریا سے محو گفتگو تھیں۔ ایک اجنبی کے سامنے تمکین کے رویے پر وہ نادم تھیں۔ سو اب اسی کے مداوے میں مصروف تھیں۔

صبا نے چائے کے برتن سمیٹے تو تمکی بھی اس کی مدد کے لیے کچن میں آگئی۔

"تم بیٹھو۔ میں کر لیتی ہوں۔" صبا نے کہا تو وہ جل کے بولی۔

"ہاں ——— میں تو اب کسی کام کی نہیں رہی۔ کوئی مجھ سے کچھ کروانے کو راضی ہی نہیں۔"

"ہائیں، یہ تمہیں کون سی بولی سکھا دی کسی نے؟" صبا نے تحیر سے اسے دیکھا۔

"یہ جو وریا بیگم ہیں نا، یہ معید ہاؤس پر قبضہ جمانے کا رنگین بلکہ سنگین قسم کا خواب دیکھ رہی ہیں۔" تمکی کے پیٹ میں بات ٹھہر ہی نہیں رہی تھی۔

"کیا مطلب؟" صبا حیران تھی۔

"مطلب ——— اب تمہیں اپنے بھائی کے ساتھ اس پر کٹی کو دیکھ کے بھی کچھ سمجھ نہیں آیا تو مطلب میں کیا بتاؤں؟" وہ کڑھ کے بولی تو صبا نے اسے ڈپٹا۔

"بکواس ——— دونوں شادی شدہ ہیں۔"

"ہاں، نام نہاد۔" وہ طنز سے بولی۔ "گاڑی میں لئے اڑتے پھرتے ہیں محترمہ اسے۔ بس اپنے میاں سے طلاق لینے کو بے تاب بیٹھی ہیں۔ اور ادھر آپ کے بھائی میاں بھی راستہ دکھا رہے ہیں۔"

"شٹ اپ تمکی! ——— معید بھائی ایسے نہیں ہیں۔" صبا کو اس کی کسی بات پہ یقین نہ تھا۔

"ویسے ہی نہیں ہیں۔" اس کا انداز جلا کٹا تھا۔

"پہلے بھی تم نے ایسے ہی شوشے چھوڑے تھے۔ ہوا کیا؟ انہوں نے اتنے آرام سے تم سے نکاح کیا۔ اب تمہیں وریا میں کیڑے دکھائی دینے لگے ہیں۔"

"ہوا ہے۔ اس کی تصویریں تھیں معید صاحب کے لاکر میں۔" وہ صد فی صد پر یقین تھی۔

"پرانا پیار اب تکمیل کے مراحل میں ہے۔"

"ان کی قلم ہے؟ ——— یونیورسٹی کا پیار۔" صبا کو بے اختیار ہنسی آئی۔

"ہاں۔ جب میری زندگی خراب ہو گی، تب تم لوگوں کو یقین آئے گا۔ امی اور دی بھی ایسی ہی بنے رہے ہیں۔" وہ خفگی سے منہ پھلا کر بولی۔

"ارے خدا!" صبا متحیر ہوئی۔ "یہ ساری بکواس تم ان دونوں سے بھی کر چکی ہو؟"

"تو کیا ان دونوں کو یوں ہی اپنے سینے پہ مونگ دلنے کو چھوڑ دوں؟" ناراضگی سے کہا تو صبا نے اس کے شانے پر چپت لگائی۔

"بے وقوف ہو تم۔" صبا نے اسے ڈانٹا۔ "ایسے ہی فضولیات میں پڑی رہتی ہو۔"

"اچھا اب تم آنا تو میں تمہیں ثبوت بھی دکھا دوں گی تمہارے بھائی کی شرافت کا۔" اس کا انداز چیلنج کرتا ہوا تھا۔

صبا نے اس کی کسی بات کو سنجیدگی سے نہیں لیا تو وہ دل مسوس کر رہ گئی۔

اُس نے ژالے کا راستہ روکا تو وہ خشمگیں نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔
"مجھے تنگ مت کیا کرو خان! پچھتاؤ گے۔"
"پچھتا تو میں رہا ہوں تم سے دل لگا کے۔" وہ مسکرایا۔
دنوں میں اس کے انداز بدلے تھے۔ مگر ژالے کو غصے کے ساتھ کوفت ہوتی تھی۔
"تو چھوڑ دو مجھے۔"
"چھوڑنے کے لیے تھوڑی اپنایا ہے۔" اس نے ژالے کو اپنی طرف کھینچا۔
"ہاتھ مت لگاؤ مجھے۔"
"رعب مت ڈالا کرو مجھ پہ خان زادی!" شوبگل نے متنبہ کیا۔
"ورنہ ــــــ کیا کر سکتے ہو تم؟"
اس نے تمسخر اڑانے والے انداز میں کہا تو شوبگل نے اسے دھکیل کر دیوار کے ساتھ لگا
اس کے دائیں بائیں ہاتھ رکھ کر اسے محصور کرتے ہوئے ہانپی لہجے میں بولا۔
"بیوی ہو میری ژالے! ــــــ زبردستی بھی کر سکتا ہوں۔" اس کے لب و لہجے میں بھڑ
کر ژالے کا وجود سلگ اٹھا۔
"تم ــــــ تم زبردستی کرو گے میرے ساتھ؟" ژالے کا یہ تحیر اور بے یقینی زدہ انداز
دوسرے ہی پل وہ جیسے اس پہ پل پڑی۔
ہاتھ میں پکڑا بیگ کتنی ہی بار اس کے شانوں پہ دے مارا اور وہ ہنستا رہا۔ بچنے کی ذرا بھی
نہیں کی۔
ژالے کی آنکھیں نم ہونے لگی تھیں۔
"آئی ہیٹ یو شوبگل خان!" وہ ہار سی گئی تھی۔
"لیکن میں جو تم سے محبت کرنے لگا ہوں، اس کا کیا ہوا؟" وہ اس کے انتہائی قریب کھڑا
محبت سے اس کے نقوش کی دلفریبی کو محسوس کرتا اس کے کانوں میں زندگی کا امرت گھول رہا تھا
ژالے بھی مسحور ہونے لگی۔
یہ قرب، یہ لب و لہجہ زندگی کا حاصل۔
مگر حقیقت۔

ب نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ ایک بے خودی اور بے اختیارانہ پن تھا۔ ہو سکتا ہے وہ بھی اس
ہوں میں اس کا ساتھ دیتی اگر دل پہ لگنے والی چوٹ اس قدر شدید اور تازہ نہ ہوتی۔
"مجھ سے محبت مت کرو شوبگل خان! کیونکہ اب میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔" وہ اس کے
بازو کی گرفت توڑنے لگی۔
شوبگل نے بے اعتباری سے اس کی شربتی نگاہوں میں جھانکا جہاں سے شدید غصہ جھانک رہا
ٹوٹے ہوئے مان کی کرچیاں اور خوابوں کی پامالی کا دکھ۔
"بعض اوقات حالات ویسے نہیں ہوتے جیسے دکھائی دیتے ہیں جان!" وہ سنجیدگی سے بولا تو
حیرت بھرے لہجے میں پوچھنے لگی۔
"کیا تمہارے اور تمہارے بابا کے بیچ یہ کنٹریکٹ ہماری شادی سے پہلے ہی سائن نہیں ہو چکا
؟"
"ہوا ہے۔ مگر میں نے صرف انہیں ٹالنے کے لیے......" شوبگل نے اسے یقین دلانے والے
لہجے میں کہنا چاہا مگر وہ تلخی سے اس کی بات کاٹ گئی۔
"ہم ــــــ ٹالنے کا کیا مطلب شوبگل خان؟ وہ تمہاری منکوحہ ہے۔ خاندانی بیوی۔ جس سے
تم اپنی اولاد پیدا کرو گے۔"
"اعتبار نہیں کر سکتیں مجھ پہ؟" شوبگل نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا تو وہ اس کی گرفت کمزور پا
اس کی بانہوں کے حصار سے نکلتے ہوئے اسی تلخ انداز میں بولی۔
"اگر مجھے ڈیڈی کی غیرت ہوتی تو میں اسی روز تمہارا یہ گل چھوڑ جاتی شوبگل خان! رہو تم یہاں
اپنے کے ساتھ۔" وہ کہتی ہوئی کمرے سے نکل گئی تھی۔
شوبگل خان مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔

●●●●●

ملک کی پسند نے مریم پھپھو کو خاصا شاک کیا تھا۔
وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھیں کہ زندگی کو اپنے لاابالی اور کھلنڈرے انداز میں گزارنے والا عماد
زندگی کا ساتھی چنتے وقت اتنے کڑے انداز میں فیصلہ کرے گا۔ ان کا شدت سے جی چاہ رہا تھا
کہ نے نظرانداز کر کے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کریں۔ مگر اس سے پہلے وہ عماد سے بات کر کے اس
سنجیدگی کے تناسب کو جانچنا چاہ رہی تھیں۔ اور آج کئی دنوں کے بعد انہیں یہ موقع مل ہی گیا۔
وہ لان کی ہلکی سی دھوپ میں بیٹھا کوئی فائل چیک کر رہا تھا۔
"کافی تم ہو رہا ہے بچے!"
انہوں نے ٹرے اسٹینڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا تو وہ چونک گیا۔ پھر اپنے پسندیدہ مسٹر کلس کی
ٹائیل دیکھ کر مسکرا دیا۔
"جب سے تم نے بزنس جوائن کیا ہے، زیادہ ہی مصروف ہو گئے ہو۔" وہ چائے کا مگ اس کے

آگے رکھتی شکوہ کناں انداز میں بولیں تو وہ ہنس دیا۔

"خود ہی تو گلہ کرتی تھیں کہ کسی معاملے میں سیریس نہیں ہوتا۔ اب جبکہ اچھا بھلا بزنس کے امور سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں تو مصروفیت کی شکایت کر رہی ہیں۔ آپ تو حد ہی کرتی ہیں ماما۔"

"میں نے اتنا سنجیدہ ہو جانے کو بھی نہیں کہا تھا کہ میں تمہارے پر اپنے رعب کو ترس جاؤں۔" وہ خفگی سے بولیں۔

"اوہ ــــ میری سنجیدگی کو دل پہ نہ لیں مام جانی! بڑے ماموں کا حکم تھا تو آپ کو خشک بزنس مین والا انداز نظر آئے۔ وہ نہ صرف سخت گیر استاد کی طرح کلاس میں سختی برتتے ہیں بلکہ ہوم ورک بھی اچھا خاصا دیتے ہیں۔" وہ انہیں بہلا رہا تھا۔

"شرم کرو۔" مریم پھپھو نے اسے گھورا۔

"بس ایسے ہی تھوڑا بدلا تھا ان سے۔" وہ بے ساختہ بولا، پھر لب بھینچ کر چپ ہو رہا۔

ان کے بھی دل میں ٹیس سی اٹھی تھی۔

"ہاں ــــ وقت کب رکتا ہے۔ برا ہو یا بھلا، گزرتا ہی چلا جاتا ہے۔"

"اچھا۔ اب آپ زیادہ سنجیدہ مت ہوں۔ یہ بتائیں کہ میرا بزنس کا چکر کب لگا رہی ہیں؟" ایک کشن اٹھاتے ہوئے ان کا دھیان بٹانے لگا۔

"بس وہ آج کل میں ہی۔" انہوں نے کہا اور چائے کے گھونٹ بھرتی پرسوچ انداز میں دیکھنے لگیں۔

"کیا مسئلہ ہے ماما؟"

وہ بھی انہی کا بیٹا تھا، ان کی چپ بھانپ گیا۔

"میں یہ جاننا چاہ رہی تھی کہ کیا تم واقعی امینہ سے شادی کرنا چاہتے ہو؟"

ان کا دل کٹ سا گیا تھا۔ عماد نے ایک نگاہ ان کے تاثرات پر ڈالی۔

اگر عام حالات میں وہ کسی اور لڑکی کے لیے رضامندی دیتا تو وہ بے حد خوش ہوتیں۔ مگر وہ بہت متفکر اور الجھی سی تھیں۔

"اگر آپ مانیں تو......"

"میں کیوں نہیں مانوں گی بیٹا! مگر میں صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ زندگی کے فیصلے اتنا عام اور یوں جذباتیت سے نہیں کیے جاتے۔ اچھی طرح سوچ سمجھ لو۔" انہوں نے دبے لفظوں سمجھایا تھا۔

"اور اگر میں کہوں کہ میں نے اچھی طرح سوچ سمجھ کے ہی فیصلہ کیا ہے تو؟" وہ انہیں امتحان در امتحان میں ڈالنے کے چکر میں تھا۔

انہوں نے گہری سانس بھری۔

"میں کیا کہوں عماد! زندگی تمہیں گزارنی ہے۔ تم اسے جانتے سمجھتے ہو گے، تب ہی ا..."

بہرحال اچھی طرح سے جان بوجھ لو۔ وہ ایک بار ان راہوں سے گزر چکی ہے۔ اس نے جینے کا طریقہ ضرور وضع کر لیا ہوگا۔ اچھا ہوتا تم بھی اس کے طریقے کو جان لیتے۔ فیصلہ آسان ہو جائے گا۔"

"ہوں ــــ"

اس نے مبہم انداز میں کہتے ہوئے ذرا سا سر ہلایا۔ پھر بولا۔

"مجھے لگتا ہے کہ میرے فیصلے نے آپ کو خوش نہیں کیا۔"

"تم خوش رہو گے تو میں بھی خوش رہوں گی۔ تمہاری کامیاب زندگی میری خوشیوں کی ضمانت ہے بیٹا!" ان کا لہجہ نم ہونے لگا۔

"وہ اچھی لڑکی ہے ماما!" انہیں تسلی دیتے ہوئے عماد کے ذہن میں کوئی سراپا لہرایا تو وہ سر جھٹک کر چائے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

●●●●●

واپسی پر صبا کے مشورے کے مطابق وہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تو معید حیران ہوا۔ اتنی فرمانبرداری۔

"تحریر اپنے مقام پر ہی اچھی لگتی ہے۔"

وہ جتانے والے انداز میں بولی تو معید کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

پھر ہاؤس پہنچ کر حمرہ اور دیبا تو اتر کر اندر چلی گئیں مگر تحریر گاڑی سے نہیں نکلی تھی۔

"کیا ہے؟ ــــ رات یہیں بسر کرنی ہے؟" معید نے تحیر سے پوچھا۔

آج تو وہ بات بے بات حیران کر رہی تھی۔

"آپ نے دیبا کو فرنٹ سیٹ پر کیوں بٹھایا؟" وہ سنجیدگی سے پوچھنے لگی تو معید پورے دھیان سے اس کی طرف پلٹا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ آپ کی گاڑی کی فرنٹ سیٹ ہر ایرے غیرے کے لیے نہیں ہے۔" وہ اس سے جتائے بغیر کہہ رہی تھی۔

"دیبا ایرے غیرے میں شمار نہیں ہوتی۔" معید نے اپنی حیرت دباتے ہوئے اسے یاد کرایا۔

"بعض اوقات میں بھی شمار نہیں ہوتی کہ اسے اتنی اہمیت دی جائے۔"

اندر ہی اندر پیچ و تاب کھاتے ہوئے وہ بظاہر بہت شکوہ کناں انداز میں کہتی معید حسن کو بغور تحیر لگوا رہی تھی۔

"خیریت تو ہے؟ اب یہ کون سی ڈرامہ بازی کھیلنے لگی ہو؟" معید نے چبھتے لہجے میں پوچھا۔

لہجہ اس کے لب و لہجے سے تو نہیں البتہ اس کی جھکی سیاہ آنکھوں سے ضرور خائف تھی۔ جو کر اس کا بھید بھی پا سکتی تھیں۔

نظریں ملانے سے احتراز کیا۔

"یہ وہی ڈرامہ بازی ہے۔ جس کا نام نکاح ہے اور اسی نے مجھے حق دیا ہے اس سیٹ پر بیٹھنے کا۔"
وہ کتنی ہی دیر خاموش رہا تو اس نے کنکھیوں سے اسے دیکھا۔

"اور محبت کا کیا؟ —— وہ کہاں فٹ ہوتا ہے اس سارے معاملے میں؟" کافی دیر کے بعد اس نے پوچھا تو اس نے بمشکل مسکراہٹ دبائی۔

شکاری اپنے ہی دام میں آنے والا تھا۔

"آپ مجھے اتنا غلط نہ سمجھیں۔ وقتی غصے کے تحت میں نے جو کچھ بھی کہا ہو مگر مجھے آج پتہ ہے کہ یہ سمجھ سکوں کہ نکاح کی کیا اہمیت ہوتی ہے۔" بڑی سمجھداری سے کہا۔

"میرے خیال میں آج کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ اب اتر کے اندر چلو۔"

پتہ نہیں اس پہ کیا اور کتنا اثر ہوا تھا۔ جب وہ بولا تو اس کا لب و لہجہ بہت متوازن تھا۔

اور دل ہی دل میں اسے برا بھلا کہتی بظاہر بہت خاموشی سے اندر چلی گئی۔

"دیکھنا تو سعید حسن! وہاں لے جا کے ماروں گی جہاں پانی بھی نہ ملے گا۔"

اس کے ارادے خطرناک اور حوصلہ بلند تھا۔

●●●●●

"مختصر یہ کہ بابا جان اپنی مہم میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ وہ جھٹکے کو ساتھ تو لے گئے ہیں! ڈالے کے دل میں بدگمانی کا جو بیج بو گئے ہیں اب وہ تناور درخت بننے لگا ہے۔ میری تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ کیا کروں۔"

وہ حسب عادت نوفل کے سامنے واویلا کر رہا تھا۔

نوفل نے ناصحانہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"شرم کرو خان! اپنی بیوی کے دکھڑے میرے آگے رو رہے ہو۔"

"کیا شرم کروں؟ —— پہلے خود مجھے عشق و محبت کے پاٹھ پڑھایا کرتے تھے اور اب جب مصیبت میں ہے تو طعنے مار رہے ہو۔" وہ بھڑک اٹھا۔

"میں نے یہ بھی کہا تھا کہ ڈالے سے ہر بات کلیئر کر لے۔" نوفل نے اسے یاد دہانی کرائی۔

"تب اسے سب کچھ منظور تھا۔ چاہے میں شادی شدہ ہوتا یا رنڈوا۔" وہ سلگا۔

نوفل ہنسنے لگا۔ شموئیل چڑ گیا۔

"اگر خدا نے شکل کی طرح قسمت بھی اچھی دے ہی دی ہے تو دوسروں کا مذاق تو مت اڑاؤ۔"

نوفل کے دل میں ایک لہر سی اٹھی تھی۔

"یہ اپنی اپنی قسمت کی بات ہے۔" اس نے اتنا ہی کہا تھا۔

شموئیل پھر سے دکھڑا رونے لگا۔

"یار! وہ اپنی محبت سے مکر رہی ہے —— سالوں میرے پیچھے جوگن بن کر پھرنے والی دن میں دس بار مجھ سے نفرت کا اظہار کرتی ہے۔"

"محبت کی شدت ہے اس نفرت کے زور کے پیچھے۔" نوفل نے سمجھایا۔

"جب مجھے اس کی محبت کی پرواہ ہے جب وہ آگے بھاگنے لگی ہے۔"

اس کی بے چینی حد سے سوا تھی۔ نوفل نے گہری سانس بھری۔

"میرا دل سے کھٹا آیا ہے۔"

"مجھ میں اتنی برداشت نہیں ہے یار! بیوی ہے میری اور رعب انسپکٹروں والا جھاڑتی ہے۔"

"بیوی ہے۔ حق رکھتے ہو۔ زبردستی کر سکتے ہو۔"

نوفل نے جیسے اسے چیلنج دیا تو اس کی مردانگی کو ٹھیس پہنچی۔

"عورت ذات سے زبردستی کروں؟"

"وہ بے زبان اور کمزور عورت نہیں ہے جس کا سر پکڑ کر جدھر تم گھماؤ گے ادھر کو چل پڑے گی۔ نہیں چکھا دے گی سچ معنوں میں۔" نوفل نے طنز کیا مگر وہ الٹا چڑ گیا۔

"تو یار! —— اتنی زبردستی وہاں اچھی لگتی ہے جہاں مان ہوتا ہے۔ میں اس کی نظروں میں گرنا نہیں چاہتا۔"

"تم بلاوجہ گھل رہے ہو خان! یہ سب اس کی مصنوعی ناراضگی ہے۔ ایک بار محبت سے تھام لو گے تو سب کچھ بھول جائے گی۔"

"تمہیں کیا معلوم؟" شموئیل خان نے گہری سانس کھینچتے ہوئے کہا۔ "اب تو اس کی بے اعتباری بہت کرنے لگی ہے۔"

"کم آن دوست یار! محبت میں یہ سب اونچ نیچ چلتی رہتی ہے۔ یوں دل پہ مت لو۔" نوفل نے سمجھانے کی مقدور بھر کوشش کی مگر وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔

"مجھ میں اتنا صبر و تحمل نہیں ہے۔ وہ ایک بے بنیاد بات کو لے کر ہم دونوں کی زندگی کے خواب سپنوں کو ضائع کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ اگر اس کا رویہ یوں ہی رہا تو جانے کیا ہو جائے۔"

"شٹ اپ۔" نوفل نے اسے ڈانٹ دیا۔ "میں خود بات کروں گا اس سرپھری سے۔ خبردار جو تم نے کچھ بھی الٹی میٹم دینے کی کوشش کی تو۔ خوامخواہ بدمزگی مت بڑھاؤ۔"

"وہ جو کر رہی ہے، وہ بھی محبت کو تو بڑھاوا نہیں دے رہا۔" وہ طنزاً بولا تھا۔

"بہرحال اب یہ معاملہ دوسرا ہے۔ میں خود ڈالے سے بات کرتا ہوں۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ میری بات سمجھ جائے گی۔"

نوفل نے پُریقین انداز میں کہا۔ مگر شموئیل خان نے ڈالے کی ضد اچھی طرح دیکھ رکھی تھی۔ اس کا ذہن کسی اور ہی سمت پرواز کر رہا تھا۔

●●●●●

وہ ان کی بات سن کر چونکا تھا۔

"کیا بات کر رہی ہیں آنٹی؟ —— یہ سب ماؤ نے خود کہا ہے آپ سے؟"

"ہوں۔" انہوں نے تھکے تھکے انداز میں جواب دیا۔

"اس میں مضائقہ تو کوئی نہیں۔ مگر بہرحال عماد کو اچھی طرح سے سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا چاہیے تھا۔"

خود معید بھی کنفیوژ ہونے لگا کہ بہرطور وہ کوئی غیر شرعی قدم نہیں اٹھانے والا تھا کہ کھل کر اس کی مخالفت کی جاتی۔

مگر اتنا تو وہ سمجھ ہی گیا تھا کہ عماد کی ادینہ سے اچھی خاصی دوستی ہوگی۔ جب ہی وہ اس حد تک پہنچا تھا۔ ورنہ وہ شخص کسی کو دیکھ کر محبت میں مبتلا ہو جانے والوں میں سے ہرگز نہیں تھا۔

"مجھے تو یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی کہ خاندان میں ایک سے ایک لڑکی ہے۔ پڑھی لکھی، خوبصورت۔ اور عماد کو بھی پسند آئی تو۔"

وہ ماں تھیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جس معاشرے میں رہ رہی تھیں اس میں سب ہی کا [illegible] بھی ہوتی ہے۔ اب بھی دل کی ٹیس کو دبا نہیں پائیں تو عماد کے بدلتے اطوار کے پیش نظر جو بات اس کے سامنے نہیں کر پائیں، وہ بھانجے سے کہہ دی۔

خود معید بھی کبھی سوچ نہیں سکتا تھا کہ عماد زندگی میں ایسا فیصلہ کرے گا۔ وہ بھی اپنی شادی کرنے کے معاملے میں۔

"آپ اس معاملے میں صبا سے بات کیوں نہیں کرتیں؟" معید کو خیال آیا۔ "وہ ادینہ کی عادات واطوار اور رویے کے متعلق زیادہ اچھی طرح جانتی ہوگی۔ تقریباً اکٹھے ہی رہتے ہیں وہ لوگ۔"

"وہ تو میں پوچھ ہی لوں گی۔ مگر اس کی بھی سسرال کا معاملہ ہے۔ میں تو ابھی عماد کی تبدیلیاں جانچ رہی تھی۔" وہ واقعتاً پریشان تھیں۔

"میں بات کرتا ہوں اس سے۔" معید نے کہا۔

"ابھی تو وہ بھائی صاحب کے پاس بیٹھا ہے۔" مریم پھپھو نے اسے بتایا تو وہ سر ہلا کر رہ گیا۔

مگر جلد ہی اسے عماد سے بات کرنے کا موقع مل گیا جب وہ لوگ رات کا کھانا کھا کر فارغ ہوئے۔

"آئس کریم کھانے چلتے ہیں۔"

اتنی سردی میں یہ نادر و نایاب آئیڈیا آئس کریم کی جنونی عماد ہی کا ہو سکتا تھا۔

"خودکشی کرنے کے اور بھی بہت سے آسان اور آزمودہ طریقے ہیں۔ کچھ سوچ لو۔ ابھی ہم ضروری کام سے جا رہے ہیں۔" اسے گھورتے ہوئے کہہ کر وہ عماد کو لیے اپنے کمرے میں چلا آیا۔

"کیا بات ہے؟ ——— بہت مصروف رہنے لگے ہو۔" معید نے آرام سے بیٹھتے ہی شکوہ کیا تو وہ مسکرا دیا۔

"بڑا ہو گیا ہوں نا، اس لیے۔"

"آنٹی کو بھی بہت شکایت ہے تمہاری مصروفیت کی۔"

"ارے چھوڑ یار! ماؤں کو عادت ہوتی ہے پریشان ہونے کی۔ جب زیادہ فرصت ہوتی تھی تو

نی نہیں۔ اور اب جبکہ بزنس میں مصروف ہو گیا ہوں تب بھی ان کا دل ہولا رہتا ہے کہ ہر
کام۔" عماد نے ہنستے ہوئے اسے ٹالا۔

"پھر کیا رہا تجربہ بزنس کا؟" معید نے پوچھا تو وہ سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا۔

"تم جانتے ہو، میں بزنس لائن کا بندہ نہیں ہوں۔ مگر سر پہ پڑی ہے تو سوچا نبھا ہی دوں۔ اب
یہ کام کا زیادہ لوڈ دیکھتا ہوں تو خود بخود ذمہ داری کا احساس ہونے لگتا ہے۔ سو دل بھی
لگ گیا ہے۔"

"اچھی لگی۔" معید نے اسے ستائشی انداز میں سراہا۔ "یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ اپنا فیوچر بھی
بڑوں کی طرح۔"

"دل بس لے دیکھا ہے یار!" وہ آزردہ ہونے لگا۔ "اب انس ہی کو دیکھ لو۔ اتنا پیارا بھائی
کبھی ہوا بھی نہیں تھا کہ وہ یوں ہنستا مسکراتا چلا جائے گا ہم سب کو روتا چھوڑ کے۔ خود اس نے
سوچا اپنی جنت، اپنی محبتوں کو چھوڑ کر جانے کا۔ مگر موت سے کس کو رستگاری ہے۔"

"بس یار! خدا سے تو کوئی شکوہ نہیں۔ اس کے بنائے نظام کا کسے علم نہیں۔ دم مارنے کی مجال
[illegible] کی۔" معید کی آنکھوں میں بھی ضبط کی سرخیاں اتر آئیں۔

ان کے بغیر اس نے خود کو کیسے سنبھالا یہ اس کا دل ہی جانتا تھا۔

ماں اب اس سے اور بھی نزدیک ہو گئی تھیں۔ آفس ٹائم سے ذرا سا بھی اوپر نیچے ہوتے ہی
فون کر کے اس کی خیریت معلوم کرنے لگتی تھیں۔ اسے جلدی گھر آنے کا کہتی تھیں۔

وہ بھی ان کے واہموں اور وسوسوں کو جان گیا تھا سو ان کا اور بھی زیادہ خیال کرتا تھا۔

اس کی جگہ بھلا کوئی اور لے سکتا تھا؟

کمی تھی۔

پیارا شخص ——— لا اُبالی اور محبتوں سے گندھا ہوا ——— بے حد جذباتی اور سادہ طبع۔

معید جیسے غیر جذباتی شخص کی آنکھیں اس کے لیے نم ہو جاتی تھیں۔

نے گہری سانس بھری۔

"بہرحال ——— جینا تو پڑتا ہی ہے۔ جب تک سانسیں باقی ہوں۔"

"جینا تو پڑتا ہی ہے۔" معید بھی آزردہ تھا۔

"یہ لگتا ہے کہ اس کے جانے سے سب کچھ بدل گیا ہے۔ سب ایک دوسرے کو مطمئن
رکھنے کی خاطر خوش پھرتے ہیں۔ مگر کسی کی مسکراہٹ اور ہنسی میں بے ساختہ پن نہیں۔ مائی جان کی
آنکھوں کی پلکیں خشک نہیں ہوتیں۔ اور عماد......"

بے اختیار کہتے کہتے رک سا گیا تو معید تاسف سے بولا۔

"سب ——— اس نے تو جیسے زندگی کی خوشیوں کو ہی خود پہ حرام کر لیا ہے۔ بھلا ایسے بھی کیا
کیا کرتی ہے؟"

"اس کی اس کے لیے جنوں خیزی سے کون ناواقف ہے؟ ہم اس کے بغیر پاگل ہیں تو وہ بھی اس کی بیوی تھی یار! میں جانتا ہوں کہ وہ کیسے گیا ہے اسے چھوڑ کے۔ جاتے ایک پل کو اس کی آنکھوں سے تمکین کا چہرہ نہیں گیا ہوگا۔" نام ہی تو اس کا تھا اس کے ہونٹوں پہ۔ وہ آج پہلی بار کسی سے کھل کر بات کر رہا تھا۔

"بہت کم میاں بیوی میں اتنی شدید محبت دیکھنے کو ملتی ہے۔" معید نے تبصرہ کیا تو وہ خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"یہ محبت ہے معید؟"

کچھ دیر کے بعد اس نے پوچھا تو معید نے کچھ توقف کے بعد کہا۔

"اس محبت کے رنگ بہت انوکھے ہوتے ہیں۔ ہر بار جدا، ہر بار اجنبی سے لگتے ہیں مگر سب کا ایک ہی ہوتا ہے محبت، محبت اور شدید محبت۔" عماد نے گہری سانس بھرتے ہوئے کی کوشش کی۔

"اور اگر کسی کی محبت سے محبت ہو جائے تو؟" اس کا سوال بہت انوکھا اور بہت سے ہوئے تھا۔

معید اس کی شکل دیکھنے لگا تو اس نے وضاحت کی۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے نا کہ ہمیں کسی شخص سے محبت کی بجائے اس کی محبت سے، اس کی کرنے کے انداز سے محبت ہو جائے۔"

"ایسا بہت کم بلکہ شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ یہاں بھی تو یک طرفہ محبت چلتی ہے اور بھی حیثیت دیکھ کر۔" معید نے کہا۔

"ہوں۔" عماد نے ہنکارا بھرا تو معید اصل بات کی طرف لوٹتے ہوئے بولا۔

"تم مجھے یہ بتاؤ کہ کب تک یوں ہی محبت کی تلاش میں بھٹکنے کا ارادہ ہے؟ پہلے تو بہت رکھا تھا کہ ماں نے زبردستی پیچھا چھڑا رکھا ہوا ہے۔ اب تو چاند کی بھی منگنی طے ہو چکی۔ طعنے دے رہا تھا تمہارے لیے۔"

عماد نے خاموش نظروں سے دیکھا۔ وہ جواب کا منتظر تھا۔

"ماما سے بات نہیں ہوئی تمہاری؟"

"کس سلسلے میں ___؟" معید نے انجان بچے کا سا منہ بنایا۔ وہ تمام تفصیل عماد ہی کی زبانی سننے کا متمنی تھا۔

"میری شادی کے سلسلے میں۔" وہ اطمینان سے بولا تو معید نے اسے گھورا۔

"اب تک اپنے سینکڑوں افیئرز کی داستان سنا چکے ہو۔ اتنے شرمیلے کب سے ہو گئے کہ یہ خبر مجھے نہیں سنا سکتے؟"

"یہ افیئر نہیں ہے۔ اسے میں کسی انجام تک پہنچانا چاہتا ہوں۔" وہ سنجیدہ تھا۔

نے اسے جانچتی نظروں سے دیکھا۔

کہیں بھی محبت دکھائی نہیں دی۔ نہ عماد کے لب و لہجے میں اور نہ ہی اس کی آنکھوں میں۔

تو ابھی تک کے حق میں تھے۔ پھر یہ.......؟" وہ بات ادھوری چھوڑ گیا۔

نے اسے قدرے حیرت سے دیکھتے ہوئے وضاحت کی۔

نے ماما کو لڑکی اپنی پسند کی بتائی ہے۔"

ہونے اور محبت ہونے میں بہت فرق ہوتا ہے عماد صاحب!" معید نے اسے جتایا۔ پھر "اب میں کیا تمہارے وہ تمام فرمودات محبت دہراؤں جنہیں سنا سنا کر ماضی قریب میں تم کیا کرتے تھے؟"

اور عمر کے ساتھ ساتھ انسان کی سوچ بھی میچور ہوتی چلی جاتی ہے۔" وہ فلسفیانہ انداز میں نے آرام سے اسے ٹوک دیا۔

اپ۔ تم محبت کی فضا میں سانس لینے والے پرندے ہو۔ اتنی جلدی اپنی پرواز نہیں بدل اصل بات بتاؤ۔"

کے کرنے والے انداز پر عماد مسکرا دیا۔

ہی یار! سوچا کہاں اپنی سنڈریلا کی تلاش میں گھر گھر دستک دیتا پھروں۔ جو دل کو رہا ہے، ہو سکتا ہے نصیب کو بھی اچھی لگ جائے۔ تو بس پھر ایک پہ ہاتھ رکھ دیا۔" اس بے پروائی تھی۔

نے پوچھا۔

اس خوش نصیب کا نام ہی بتا دو ___ مجھے تو بہت تجسس تھا۔ میں جانتا تھا کوئی کارنامہ ہی

بات سن کر وہ چپ رہ گیا تو معید کو اپنی زیادتی کا احساس ہونے لگا۔

بھی ہو۔ مجھے پتہ ہے تمہارے لیے بہت خاص ہوگی۔ کیونکہ جن سے ہم محبت کریں وہ کرتے ہیں چاہے دوسرے انہیں کسی بھی نگاہ سے دیکھیں۔" اب کی بار عماد نے لب بھینچے۔

جانتے ہو اسے۔ صبا کی نند ہی لگتی ہے۔ اوینہ۔"

ہاں ___ وہ ___" معید نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ پھر پوچھنے لگا۔ "یہ یک طرفہ یا فریق ثانی کو بھی علم ہے اس واردات کا؟"

خیال زیادہ درست ہے تمہارا۔" عماد نے کہا تھا۔

اللہ ___ پھر بھی کہتے ہو کہ یہ محبت نہیں ہے؟" معید نے اسے لتاڑا۔ "فریق ثانی کو تب تمہاری طرف سے کچھ التفات ہے۔"

یار! ابھی تو میں خود بھی کچھ سمجھ نہیں پا رہا ہوں۔" وہ جھنجلا سا گیا جیسے اس موضوع سے

آ گیا ہو۔

معید پھر بھونچکا رہ گیا۔

شادی جیسا اہم فیصلہ اور عماد جیسے بندے کی یہ لاتعلقی۔

"تو پھر اتنی عجلت کا فیصلہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ پہلے اچھی طرح سوچ بچار کر لیتیں۔ یوں بھی عادت ہے ٹھوکنے بجانے کی۔"

معید نے بات ختم نہیں کی بلکہ مشورہ دیا تو وہ بولا۔

"اس بار بھی ایسا نہیں کرنا چاہتا۔ محبت ہے یا نہیں، شادی تو کرنی ہی ہے۔ ابھی نہ سہی۔ پھر ابھی کیوں نہیں۔"

اس کا لب و لہجہ ابھی بھی بے تاثر تھا۔ اور یہ بات معید حسن نے بہت شدت سے محسوس کی۔

"یوں لگ رہا ہے جیسے اپنی نہیں کسی اور کی شادی کی بات کر رہے ہو۔ بلکہ ہماری شادیاں کے تم جشن منا تے رہے ہو۔ پھر اپنی دفعہ یہ پژمردگی کیوں طاری ہے تم پر؟" معید نے اس کے اندر اترنے کی کوشش کی تو وہ الٹا اس پر گرم ہونے لگا۔

"تو اب کیا اپنی دفعہ بھی میں ہی ناچے گاتے کروں گا؟ شرم تو تم لوگوں کو آنی چاہیے۔ اب باری ہے تو اصولاً جشن تو تم لوگوں کو منانا چاہیے۔"

معید ہنس دیا۔

"اچھا۔۔۔۔ تو اس بات کی ناراضگی ہے۔"

"تم یہ بتاؤ کہ میرا فیصلہ تمہیں کیسا لگا؟"

"عماد نے فیصلہ کیا ہے تو کچھ دیکھ بھال اور سوچ سمجھ کر ہی کیا ہوگا۔ اس لڑکی کے ساتھ ایک تو رشتہ داری ہے۔ باقی اس کی عادات و اطوار کے متعلق تو تم ہی جانتے ہو شاید۔ یا پھر صبا بتا پائے گی۔" معید نے احتیاط سے کہتے ہوئے آخر میں اسے بھی راہ دکھائی۔

عماد نے لحظہ بھر کو لب بھینچے، پھر مسکرا دیا۔

"پھر بھی، ماما کو مطمئن کر دینا یار! میں شاید انہیں ٹھیک سے سمجھا نہ پاؤں۔"

"یہ کام میں نہیں، صبا ہی کر سکتی ہے۔ کیونکہ وہ اریبہ کو مجھ سے ہی نہیں بلکہ تم سے بھی بہتر طریقے سے جانتی ہے۔"

معید نے صاف لفظوں میں کہتے ہوئے اس ذمہ داری کو لینے سے انکار کیا تو عماد کی نگاہوں میں سوچ کی پرچھائیاں اترنے لگیں۔

●●●●●

وہ کمرے میں داخل ہوا تو عجیب سی صورت حال نے اس کا استقبال کیا۔ اس کے تمام کپڑے بیڈ پر بکھرے پڑے تھے۔ الماری کے دونوں پٹ وا تھے اور حرمتی نہ جانے کیا برآمد کرنے کی کوشش میں ہلکان ہوئی جا رہی تھی۔

الماری کی پشت پر جا کھڑا ہوا۔

"بہت خوب۔۔۔۔ اب کیا کھوجا جا رہا ہے میری الماری کے لاکر میں سے؟"

بھرپور آواز اس قدر غیر متوقع اور اچانک تھی کہ حرمتی اچھل ہی تو پڑی۔

شدید آیا کہ حد نہیں۔ تب ہی تو وہ انجام کی پرواہ کیے بغیر اس پر برس پڑی تھی۔

"اس طرح سے کسی کی جان نکالتے ہیں اچانک؟"

اس کے یوں رنگے ہاتھوں پکڑے جانے پر معید کو بھی غصہ تھا مگر اس کے بے ربط انداز پر ہنسی بھی آئی جسے وہ فی الفور دباتے ہوئے اپنے سابقہ انداز میں بولا۔

"نہیں۔ کبھی اتفاق نہیں ہوا کسی کی جان نکالنے کا۔ آرام سے نکالتے ہیں یا اچانک۔"

"آپ اندر داخل ہونے سے پہلے دروازہ کھٹکھٹا لیتے تو یہ صورت حال نہ ہوتی۔" وہ ابھی بھی لہجے میں سنسناہٹ سی محسوس کر رہی تھی۔ ناراضگی سے بولی تو معید نے سیاہ آنکھوں میں اسے دیکھا اور تمسخرانہ انداز میں بولا۔

"بہت خوب۔۔۔۔ یعنی کہ میں اپنے کمرے میں بلکہ اپنے ذاتی کمرے میں دروازہ کھٹکھٹا کے جاؤں اور تم۔۔۔۔ تمہارا فرض نہیں بنتا تھا کہ میرے کمرے میں داخل ہونے سے پہلے میری اجازت لے لیتیں؟"

"اپنی کوئی سا آپ کا جمع شدہ خزانہ تلاش رہی ہوں۔ مختلف رنگوں کی جرابیں ہیں جن کے انتخاب کر رہی ہوں۔ لے کے جان نکال دی۔ اور اب اوپر سے طنز بھی فرمائے جا رہے ہیں۔" وہ چڑ کر بولی۔

"الماری اپنے اوپر فدا کرنے کے لیے اسے پاپڑ بیلنے پڑ رہے تھے، اوپر سے خواہ مخواہ کی بے عزتی۔"

"اور۔۔۔۔ یہ سب کیا ہے؟"

وہ بکھرے کپڑوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"ہو گیا ہوگا..." حرمتی نے منہ بھر کے کہتے کہتے خود کو کنٹرول کیا تھا۔

"سب میں نے استری کرنے کے لیے نکالے ہیں۔ رومال، جرابیں، ٹائیاں وغیرہ الگ نکال دی ہیں۔ دیکھ لیجیے گا۔ باقی رہا پریسنگ کا کام تو کل تک ان شاءاللہ سب کپڑے ریڈی ہوں گے۔"

اتنا سب کہہ کر بھی دوسری طرف سے کوئی بھی جواب موصول نہ ہونے پر بے اختیار معید نے دیکھا تو اسے خاموشی سے بغور اپنی جانب متوجہ پا کر حرمتی کا دل حلق میں آن اٹکا۔

"اوقات تو محترم وکیل کی بجائے تھانے دار لگتے ہیں۔ کیسے تفتیشی بلکہ تشویشی انداز میں گھور رہے ہیں" کڑھ کر سوچا۔

"اچھا۔۔۔۔ کچھ غلط کام کر دیا میں نے؟" حرمتی نے معصومیت کے سارے اگلے پچھلے

ریکارڈ توڑتے ہوئے آنکھیں پٹپٹا کر استفسار کیا تو وہ سانس بھر تا پلٹ گیا۔

"مجھے صرف اتنا بتاؤ کہ تم چاہتی کیا ہو؟"

"فوراً ابھی سب کہتے ہیں سعید بہت سیدھا سادہ بچہ ہے۔ ہوں، جیلیں بلکہ اسپر گم بیہا، بہے" حنی نے ٹھنڈی آہ بھری تھی۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟" اس نے ناسمجھی کا مظاہرہ کیا۔

"مطلب یہ کہ اگر میں تمہاری اپنی گزشتہ دشمنی کی تاریخ کے صفحات پلٹوں تو شروع سے علی تمہارے التفات کی یہ سطریں کہیں پڑھنے کو نہیں ملیں گی۔ پھر اب اس سب کی وجہ؟"

وہ اب بستر کے کنارے پر ٹکا بوٹ اتار رہا تھا۔ رسانیت سے بولا تو حنی کے لئے الفاظ بازی کرنا مشکل ہونے لگا۔

مگر ــــــ ہائے رے مجبوری۔

"وجہ تو بہت صاف اور سامنے ہے۔ اب آپ ہی نہ سمجھنا چاہیں تو الگ بات ہے۔" ترووں میں کہہ کر وہ آگے بڑھی اور اس کے بستر پر بکھرے کپڑوں کو سمیٹنے لگی۔

سعید کا ہاتھ کئی لمحوں کے لئے اسی زاویے پر رک گیا۔ کئی آنکھوں سے اس کا رد عمل دیکھ رہی تھی۔ دل بے ساختہ تیزی سے دھڑکنے لگا۔

"کیا کہنا چاہتی ہو تم؟" یقیناً وہ اس کی باتیں سن کر بے حد حیران ہو رہا تھا مگر جال تانے کے انتظار میں حادثے سے اپنے اندر کی خبر ہونے دیتا۔ ابھی بھی بے حد سکون سے بولا تو حنی کا جی چاہا سارے کمبل پر لعنت کے چار حرف بھیج کر اور کپڑوں کا ڈھیر پھینک کر سعید حسن کو بتائے کہ اس کی کھری کھری سنا کر نکل جائے۔

"یہ سب کہنے کی نہیں، سمجھنے کی باتیں ہیں۔ اور جس روز آپ نے اپنا دل میری طرف صاف کر لیا، سب سمجھ جائیں گے۔" وہ ذرا مسکرا کر بولی اور کپڑوں کا ڈھیر اٹھائے پلٹ گئی۔ اس کے کمرے سے نکل جانے کے بعد بھی سعید حسن خالی دروازے کو دیکھ رہا تھا۔

شرنگل خان خوش تھا ــــــ بے حد خوش۔

اس کہتے ہی اس نے ہوا میں مکا لہرا کر ایک نعرہ سا لگایا۔

"پہلے شکرانے کے نفل پڑھ لوں۔ باقی کا لائحہ عمل بعد میں۔"

یہ خیال آیا تو وہ فوراً ہی نوافل کی ادائیگی کے لئے اٹھ گیا۔

خدا کا شکر ادا کیا اور آئندہ کے لئے بھی اس سے بہتری کی دعائیں مانگیں۔ آسانیاں مانگیں۔

اس کے بعد بہت سوچ بچار کرتے ہوئے اس نے حویلی کا نمبر ملایا۔

پلوشے کے فون پر آنے میں زیادہ وقت نہیں لگا تھا۔

اس کی تمہید، اس کا سمجھانا بجھانا، پلوشے کا رونا بلکہ چیخنا چلاتا۔

اس سے کبھی بھی بدتمیزی نہیں کرتی تھی بلکہ کبھی بات تک نہیں کرتی تھی۔ یہ حالات ہی تھے جو انہیں اس نہج پر پہنچا گئے تھے۔

"تم نہ صرف اپنا بلکہ میرا بھی دماغ خراب کر رہی ہو پلوشے! اگر ایک معاملہ خدا کے فضل و کرم سے اچھے طریقے سے حل ہو سکتا ہے تو پھر اس طرح کی آہ و کائی کرنے کا کیا مطلب ہے؟" وہ چڑ سا گیا۔ دوسری جانب سے سسکیوں کی آواز تیز ہونے لگی۔

"خدا کے لئے! پچھلے ڈیڑھ مہینے سے جو کچھ اس میں نے کی وہ یقیناً تم پلے نہیں باندھ رہیں۔ زندگی آسان نہیں ہیں تمہیں؟ چپ کرو۔ خبردار جو ایک بھی آنسو بہایا تو۔"

شرنگل خان اس کی جذباتیت سے زچ ہو گیا تھا۔ کئی وہ واقعی دیر سے سر کھپائی کر رہا تھا اور وہ بے وقوفوں کی طرح آنسو بہا رہی تھی۔

"جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر آج کی رات اچھی طرح سے غور کرو۔ اور اگر واقعی ایک بہترین زندگی گزارنے کی چاہت ہے تو بابا جان سے کہو کہ تمہیں یہاں کوٹھی چھوڑ جائیں۔ میں سب ٹھیک کر لوں گا۔"

اس کا بس نہیں چل رہا تھا، پلوشے کو فون سے باہر نکال کر ٹھیک کر دے جو اس روز تو بابا کی شہ پر بالا بالا کر کوٹھی آ پہنچی تھی۔ مگر اب جبکہ وہ اسے ایک اچھے مستقبل کے لئے بلا رہا تھا تو وہ کسی طرح روئے چلی جا رہی تھی۔

"پلوشے! اب تم میری ذمہ داری ہو، بابا جان کی نہیں۔ بلکہ وہ تو خوش ہوں گے کہ میں تمہیں خود

اپنی مرضی سے یہاں بلا رہا ہوں۔ اور آگے بھی انشاء اللہ سب ٹھیک ہی ہوگا۔ ہم اسے اپنی مہربانی رہی تو ایک بہت اچھی زندگی گزاریں گے۔ جس میں تمہیں بھی گھٹ گھٹ کے جینے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ ہمارے ساتھ ساتھ زندگی کی ہر خوشی پر تمہارا حق بھی ہوگا اور اختیار بھی۔ کیا گزارلی کا غذی زندگی تم نے۔"

وہ بہت اپنے پن کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

ملیشے کا دل بھی سنبھلنے لگا۔

کیا واقعی ایک اچھی اور نارمل زندگی اس کی منتظر تھی؟

اس کے آنسو رکنے لگے۔

مگر وہ یہ بھی جانتی تھی کہ یہ سب بے حد کٹھن مراحل ہی سے گزر کر ممکن تھا۔

لیکن اگر ایسا ہو جائے تو؟

اس کا دل امید کے جگنوؤں کو مٹھیوں میں بھرنے کو بہکنے لگا۔

الوداعی کلمات کہنے کے بعد ریسیور رکھ کر وہ پلٹا تو سینے پر بازو لپیٹے تنے تاثرات لیے ڈالے پیچھے ہی کھڑی تھی۔

وہ قدرے گڑبڑا گیا۔

"تم...... تم کب آئیں؟"

"بہت خوب۔ تو پلاننگ ہو رہی ہے اپنے روشن مستقبل کی۔" وہ بے حد کڑوے انداز میں اسے الرٹ کر گئی۔ یعنی وہ بہت کچھ سن چکی تھی۔

'یا اللہ! یہ عورتیں ــــ'

ابھی وہ ایک سے دماغ کھپا کر فارغ ہوا تھا اور اب یہ ڈالے آفریدی تھیں۔ وہ کراہ کر رہ گیا مگر بظاہر بہت خوش دلی سے بولا۔

"اپنے نہیں۔ بلکہ ہمارے روشن مستقبل کی۔"

"ہمارے ــــ؟" ڈالے نے قدرے آنکھیں میچ کر طنزیہ لہجے میں کہا۔ "یعنی تم اور تمہاری خاندانی بیوی۔"

"بس ڈالے! بہت ہو گئی بدگمانی۔ کبھی اطمینان سے بیٹھ کر اس غلط فہمی کو دور بھی کر لو۔ تمہیں کوئی دھوکا دے رہا ہوں۔ اتنا بھی اعتبار نہیں کرتیں مجھ پر؟" وہ ناراضگی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

ڈالے نے دانت پیسے۔

"میرے ساتھ ڈرامہ بازی مت کرو۔ اعتماد و اعتبار جیسے لفظ تمہاری زبان سے نکلتے اچھے نہیں لگتے۔"

وہ دھپ سے صوفے میں دھنس گیا۔

"یا خدا! کیسے سمجھاؤں میں اس بے وقوف بیوی کو؟" وہ حقیقتاً زچ ہو گیا تھا۔

ڈالے بھڑک اٹھی۔

"بے وقوف کسے کہا تم نے؟" خونخوار لہجے میں پوچھا تو وہ غصے سے بولا۔

"تمہیں ــــ جو بے وقوفی کے ہاتھوں ہم دونوں کی زندگیاں تباہ کرنے کی کامیاب کوشش کر رہی ہو۔"

"گزارو نا تم دونوں اچھی اور کامیاب زندگی۔ رہے تو رہے تھے اسے سنہرے دنوں کی بھی کیا ہے، جب گھر کو کے چلی جاؤں گی۔" وہ چیخ اٹھی تھی۔

نوفل تاسف سے اسے دیکھنے لگا۔

"ہاں ــــ اگر تم اطمینان سے بیٹھ کر میری مکمل بات سن لو تو نہ صرف بہت سی غلط فہمیاں دور ہوں بلکہ شاید تم بھی اس سلسلے میں ہمارا ساتھ دینا پسند کرو۔"

"وہی جس کے ساتھ وعدے وعید کر رہے تھے، وہی کافی ہیں۔ تم جانو اور تمہاری وہ خاندانی بیوی۔ میں یہاں محض اپنے باپ کی خاطر رہ رہی ہوں کہ میں انہیں تکلیف دے چکی ہوں ایک بے وقوفی کے پیچھے۔ پھر سے تکلیف نہیں دینا چاہتی ورنہ تمہارے گھر میں نہ پڑی ہوتی۔" وہ جلا کر بولی تھی۔

نوفل دنگ سا اسے دیکھ رہا تھا۔

ذرا سی بات کیا سے کیا رنگ اختیار کر رہی تھی۔

"دنیا کچھ نہیں ہے ڈالے! جیسا تم سوچ رہی ہو۔" وہ اٹھ کر نرمی سے کہتا اس کے پاس آیا۔

"دنیا بھی کچھ نہیں ہے جیسا میں نے سوچا تھا شمونکل خان!" وہ ہار گئی۔

"دنیا ایسی ہوگی ــــ سب کچھ ویسا ہی ہوگا جیسا تم نے سوچا تھا۔ تھوڑا سا انتظار تو کرو میری جان پھر ایک خوب صورت زندگی ہماری منتظر ہوگی۔" اسے بانہوں میں بھرتے ہوئے وہ جذبات بھری آواز میں کہتا ڈالے کو بے حد پیارا اور دل سے قریب لگا۔

ابھی جو کچھ فون پر وہ ملیشے سے کہہ رہا تھا، وہ سب تو ڈالے نے اپنے کانوں سے سنا تھا اسے جھٹلانے کا وہ کوئی جواز بھی نہیں رکھتی تھی۔

اس کا دل برا پڑنے لگا۔ اور شمونکل خان تو اتنا برا لگنے لگا کہ حد نہیں۔

وہ اسے جھٹک کر پیچھے ہٹی تھی۔

"مجھے چھوڑو اور اسے سنبھالنے کی فکر کرو جسے ایک بہترین زندگی گزارنے کے خواب دکھا رہے ہو۔ میں بہت اچھی طرح جانتی ہوں کہ مجھے اب کیسے جینا ہے ــــ جلد یا بدیر میں کوئی مناسب فیصلہ کر لوں گی۔"

یہ سب کہتے ہوئے باوجود غصے کے اس کی آواز میں آنسوؤں کی نمی اترنے لگی تو وہ تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

نوفل ماتھے پر مکا مار کر رہ گیا۔

"اف یہ ضدی ڈالے آفریدی!"

*****

نوفل کو اُلٹے لینے کے دینے پڑ گئے۔

وہ آیا تو ثوالے کو سمجھانے کے لئے تھا اور یہاں ثوالے تو جیسے بھری بیٹھی تھی۔ اس کے رونے لگے کہ وہ اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔

وہ تو شکر ہے کہ ثوالے کے آفس میں اس وقت کوئی نہیں تھا ورنہ تو شاید وہ اس کا بھی لحاظ نہ کرتی۔

"کیا ہو گیا ہے تمہیں ثوالے؟ —— پاگل تو نہیں ہو گئیں؟"

وہ ذرا تھمی تو نوفل نے تحیر سے کہا۔

اور بس —— ثوالے بی بی نے جو چھم چھم رونا شروع کیا تو نوفل بھی گھبرا گیا۔

"میرے خدا! کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ —— کچھ بتاؤ تو۔"

"بات مت کرو مجھ سے دھوکے باز! ایک ہی تھالی کے چٹے بٹے ہو تم دونوں۔"

وہ رونا چھوڑ کر غرائی اور پھر دوبارہ ٹشو پکڑ کر اپنی ناک رگڑنے لگی۔

اس نئے لقب نے نوفل کو پریشان کیا تھا۔

"اب کیا کر دیا خان نے؟"

"یہ پوچھو کہ کیا نہیں کر رہا وہ میرے ساتھ۔ دھوکہ، دغا، فریب۔ میرے اعتماد کا خون کر دیا ہے اس نے" وہ یونہی آنسو بہاتے ہوئے بولی۔ پھر اس پر الٹ پڑی۔

"اور تم —— اس کی ہر چالاکی کا تمہیں علم ہوتا ہے۔ پھر مجھ سے کیا پوچھنے آئے ہو؟"

"یا اللہ! کیسی چالاکی؟"

"مگر وہ جانتا نہیں ہے مجھے —— بہت غلط بندے سے ٹکرانے کی کوشش کی ہے اس نے۔"

ثوالے کو سوچ سوچ کر طیش آ رہا تھا کہ شوکیل خان جیسا بندہ جس کا کسی زمانے میں وہ خوب مذاق اُڑاتی آئی تھی، اب اسے یوں چٹکیوں میں اُڑا رہا تھا اور وہ برداشت کرنے پر مجبور تھی۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے تم دونوں میں؟ —— مجھے تو کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہی۔" نوفل نے اسے یقین دلانے والے انداز میں کہا تو وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔

"مجھے واقعی نہیں پتہ کہ اب کیا ہوا ہے؟ میں تو اس کے کہنے پر تمہیں سمجھانے آیا ہوں اور یہاں لینے کے دینے پڑ رہے ہیں۔"

نوفل نے ناراضگی کا مظاہرہ کیا تو وہ ڈھیلی پڑنے لگی۔

"بہت بڑی غلطی کی ہے میں نے اس دھوکے باز کو پہچاننے میں۔ او گاڈ! کیسے سادگی اور بھولے پن کا نقاب پہن کر ملتا رہا ہے۔ اور میں بے وقوف اس کے پیچھے امریکہ چھوڑ کے آ گئی۔ اور وہ —— وہ کسی اور کے پیچھے مجھے چھوڑ رہا ہے۔"

وہ بات کرتے کرتے پھر سے بچوں جیسا چھم چھم روئی تو نوفل حق دق بیٹھا رہ گیا۔

"...مجبوری ہو ثوالے! وہ ایسا کبھی نہیں کر سکتا۔" نوفل کو خود کو سنبھالنے میں ٹائم لگا تھا۔

"...کیوں بھی کر سکتا ہے۔" وہ رونا چھوڑ کر چلائی تو نوفل گڑبڑا گیا۔

"...ہو گے۔ مگر یقین کرو کہ اس کے نئے پلان کے متعلق میں بالکل لاعلم ہوں۔ کیا ہوا ہے ...کر رہا ہے؟ میں کچھ نہیں جانتا۔"

...ثوالے کو اس کی بات کا یقین آ ہی گیا۔

...الف سے یے تک ساری بات نوفل کو بتا دی جو اس نے شوکیل کو فون پر بلوشے سے ...تھا۔ وہ بے حد بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا۔

"...سب شوکیل نے بلوشے سے کہا ہے؟" بات کے اختتام پر اس نے بے یقینی سے پوچھا تو وہ ...

"...نہیں، میں نے خواب دیکھا ہے۔ یہ بھی وحشت اٹھا کے دے ماروں گی اگر مزید جرح کی تو۔"

"...مگر ثوالے! شوکیل ایسا کیسے کر سکتا ہے؟ اگر اُسے بلوشے کو بسانا ہوتا تو تم سے شادی کرنا ...ایسی کیا مجبوری تھی؟"

...اس کی باتوں میں دم نظر نہیں آ رہا تھا۔

...ثوالے تو اپنی سماعتوں سے تمام باتیں سن چکی تھی۔ اس کے لئے تو شک یا بے یقینی کا سوال ...پیدا نہیں ہوتا تھا۔

"مجھے توڑنا چاہتا ہے اور بس۔" وہ تلخی سے کہتی اب ٹشو پیپر لئے بہت بے دردی سے اپنی ...ناک رگڑ رہی تھی۔

...غبار نکل گیا تو خیال آیا کہ اس بے درد اور بے وفا شخص کے لئے آنسو بہانے کا کیا فائدہ ...جس نے ... کیا اور ... کو اور دل میں کسی اور کو بسائے بیٹھا تھا۔

...ابھی تک یقین اور بے یقینی کے درمیان ڈول رہا تھا۔

"...بھری بے وقوفی، میرے خدا! —— میں کیا کرتی۔ اتنے سالوں اس شخص کے پیچھے خوار ...تھا وہ پہلے ہی سے شادی شدہ تھا۔ اور وہ اس نے کیسی کامیابی سے میری محبت کو، میرے ...استعمال کیا ہے۔" ثوالے کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے ثوالے۔

"...میں اس سے بات کروں گا۔" نوفل اور کیا کہتا۔ اسے تسلی دیتے ہوئے بولا۔ مگر ثوالے کو اب ...مشکل تھا۔

"...بس —— اب اور نہیں نوفل! تم نے جتنا اسے سمجھانا تھا سمجھا لیا۔ اور جتنا مجھے سمجھنا تھا وہ بھی ...مجھے اس کی توجہ کی بھیک نہیں چاہئے۔"

"...ہے، ہو سکتا ہے اس پر وہ بات کچھ اور ہو۔" نوفل ابھی بھی کشمکش و پیچ میں تھا۔

...اپنے کانوں سے سب سن چکی تھی، کیسے مان لیتی۔

...اپنے قبیلے کے مردوں کی روایت نبھائی ہے اور بس۔ وہ اس فخر کا موقع کیسے ہاتھ سے

جانے دیتا کہ شہر میں بھی ایک ماڈرن سی بیوی رکھتا ہے۔" وہ بے حد تلخ ہو رہی تھی۔

مگر نوفل نے دل میں ٹھان لی تھی کہ وہ شوکت خان سے مل کر تمام معاملے کی تحقیق کرے گا۔

اور یہ ٹال کیا ہوتی۔ وہ کوٹھی پہنچا تو شوکت خان کو وہاں بیٹے کی دلجوئی کرتے پایا۔ وہ اس سے سخت متنفر پلٹا تو شوکت خان سخت لہجے میں بیٹے کو اندر جانے کا کہہ کر نوفل کے پیچھے لپکا۔

"یہ کیا کھیل کھیلنا شروع کر دیا ہے تم نے شوکت خان؟" نوفل بمشکل رکا تھا۔ مگر پیچھے سے نے شوکت کو سخت سست سنانا شروع کر دیں۔

"میں نے تم سے کہا بھی تھا کہ ڈالے سے شادی کرنے سے پہلے سو مرتبہ سوچنا۔ اس کا پیار بہت خالص تھا۔ مگر مجھے معلوم نہیں تھا کہ تم یوں اس کی محبت کو استعمال کرو گے۔ میں تو حیران ہوں کہ میں کیوں اور کیسے تمہاری باتوں میں آ گیا۔ اگر تمہیں بیٹے ہی کو بسانا تھا تو پھر ڈالے کو برباد کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

نوفل کی تمام باتیں اس نے سر جھکا کر سنیں مگر اس کے خاموش ہوتے ہی وہ سر اٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے تلخ لب و لہجے میں بولا۔

"بس ___ یہی تھی ڈالے کی خالص محبت اور تمہاری خالص دوستی۔ یار! مجھے بھی تو کچھ موقع دو۔ کسی تبدیلی کو لے کر پہاڑ بنا رہے ہو۔"

"مگر تم یہ بھی مت سمجھنا کہ میں اس بار تمہارا ساتھ دوں گا۔ میری تمام تر ہمدردیاں ڈالے کے ساتھ ہے۔" نوفل نے قطعیت سے کہا تو وہ زچ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم لوگوں کا تو دماغ خراب ہو گیا ہے۔"

"میرا بھی تمہارے متعلق یہی خیال ہے۔ مگر میں اتنا ضرور کہوں گا کہ ڈالے اب جو قدم اٹھائے گی، اس کے ذمہ دار تم ہو گے۔" نوفل بھی اٹھ کھڑا ہوا تو شوکت جو اسے تمام حقیقت بتانے کا ارادہ رکھتا تھا سب کچھ اندر ہی دبا گیا۔

"پچھتاؤ گے تم لوگ۔" شوکت نے تاسف سے کہا۔ "یہی اختیار تھا تم دونوں کا مجھ پر؟"

"اختیار کو توڑا بھی تو تم ہی نے ہے۔"

نوفل نے اسے جتاتے ہوئے کہا تو وہ غصے سے لہجے میں بولا۔

"یہ تو وقت ہی بتائے گا۔"

"گزرے وقت کو یاد کر کے بہت پچھتاؤ گے شوکت خان!"

"ہو گے، پچھتانے دو مجھے۔ تم صرف دور سے تماشہ دیکھو۔"

شوکت خان کے لب و لہجے میں محسوس کن تبدیلی تھی۔ وہ لب بھینچتا تیزی سے وہاں سے آیا۔ جبکہ شوکت خان دونوں ہاتھوں پر سر رکھے بیٹھا تھا۔

●●●●●

"آپ کا دل تو یہاں خوب لگ گیا ہے۔"

نے موقع پاتے ہی دیبا کو لان کی نرم گرم دھوپ سے لطف اٹھاتے دیکھ کر جا لیا تھا۔

اس کی بات سن کر مسکرا دی۔

"ہاں ___ یہ تو ہے۔"

"کسی اور کے گھر میں جا کے رہنا بہت بڑے حوصلے کا کام ہے۔ اور مزے کی بات تو یہ کہ آپ کے شوہر کو بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں۔" تخی کو اس کی ڈھٹائی پسند نہیں آئی تھی سو بظاہر ہوئے حملہ کیا تو دیبا کی مسکراہٹ غائب ہونے میں پل بھر نہیں لگا تھا۔

"وہ اعتراض کرنے والا کون ہوتا ہے؟ ___ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اسے علم ہی کہ میں کہاں رہ رہی ہوں۔"

"یعنی آپ کے پاس تو جواز ہو گا ان سے الگ ہونے کا۔" تخی کسی طور اس کی جان چھوڑنے کو نہ تھی۔

"میں ہی اسے سمجھ نہیں پائی۔ ہمارے ایک فیصلے میں بھی ذہنی مطابقت نہیں ہے۔"

"مگر میں نے تو سنا ہے کہ آپ کی لو میرج تھی۔" تخی متحیر رہ گئی۔

"جب لو ہوتا ہے تو کچھ نہیں ہوتا ہے۔ سامنے والے کی خامیاں بھی خوبیاں لگتی ہیں۔ تب سمجھانے والے دشمن دکھائی دیتے ہیں۔" وہ تلخی سے مسکرا دی۔

"سعید مجھ سے زیادہ اچھی طرح جانتا تھا۔ اسے علم تھا کہ فراز کے ساتھ میرا کسی طور نباہ نہیں ہو سکتا۔ مگر تب مجھے اس کی باتیں سمجھ میں نہیں آئی تھیں۔ اب سوچتی ہوں کہ مجھے محبت ٹھکرانے کی سزا ملی ہے۔ وہ محبت جو ابھی تک میرا انتظار کر رہی ہے۔"

دیبا کی آنکھوں میں چمکتی نمی اور اس کے لب و لہجے کی آزردگی متاثر کن سہی مگر تخی کا دل تو اس اچھل کر حلق میں آن اٹکا تھا۔

سے ہمدردی کیا کرتی۔ تیکھے لب و لہجے میں بولی۔

"مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ پرانی محبت کے لیے آپ اپنے شوہر کو چھوڑ دیں۔ اس سے بھلا کون سا رشتہ ہوتا ہے؟"

"یہ سب کہنے کی باتیں ہیں ___ بہت سی لڑکیاں پرانی محبت کے لیے اس رشتے کو کچھ نہیں ہا تو پھر بھی مجبوری کی حالت میں یہ قدم اٹھا رہی ہے۔"

سامنے آتے ہی سنجیدگی سے دیبا کی حمایت میں کہا تو تخی کے کانوں کی لوئیں تپ اٹھیں۔

منف اور واضح حملہ تھا۔

محبت ___ مر گئی۔

___ سعید حسن۔

کیا فرق ہے، سعید حسن کے نزدیک میرے اور دیبا کے مابین؟

"اور جہاں پرانی محبت آپ کی قدر کر رہی ہو، وہاں آپ کو اپنی زندگی کی ترجیحات بدلنی چاہئیں۔ محض کمپرومائز اس رشتے کی گاڑی کو دھکیل نہیں سکتا۔" وہ اب بھی سنجیدہ تھا۔

نشی اپنی نشست پر کسمسا کر رہ گئی۔

"میرے کیس کا کیا ہوا سعید؟" اب دیبا اس کی طرف متوجہ تھی۔

"بس، انشاء اللہ اگلی دو پیشیوں تک یہ کشتی بھی پار لگ جائے گی۔ ہاں، یہ ضرور ہے کہ تمہیں مہر چھوڑنا پڑے گا۔"

سعید نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا تو وہ جذباتی انداز میں بولی۔

"فرواز جیسے شخص کو چھوڑنے کے لئے میں کچھ بھی چھوڑ سکتی ہوں۔ پھر محض لاکھوں کا مہر بھلا پائی کیا چیز ہے؟"

"زندگی روپے پیسے سے تو نہیں گزر سکتی جب تک کہ ہم سفر قدر کرنے والا نہ ہو۔"

یہ سعید حسن تھا۔

"اُف ـــــ یہ قدر دانوں کا قدر دان۔"

نشی نے دانت پیسے۔

"پھر بھی آپ کو یوں اپنا گھر بار چھوڑ کے نہیں الگ ہونا چاہئے تھا۔ غیروں پہ بھروسہ کرنے سے بہتر تھا کہ آپ اپنے شوہر کو سمجھنے کی کوشش کرتیں۔ زندگی کو کمپرومائز کے طریقے سے بھی گزارا جاتا ہے۔"

"تمہیں جس بات کی خبر نہیں اس میں ٹانگ مت اڑاؤ۔ دیبا نے وہی کیا جو اپنے لئے، زندگی کے لئے بہتر اور مناسب سمجھا۔ اس لئے اسے تمہارے مشورے کی ضرورت نہیں۔"

سعید نے اسے سختی سے ٹوک دیا تو جہاں وہ ہکا بکا رہ گئی، وہیں دیبا نے بھی سعید حسن کے لب و لہجہ کو محسوس کر لیا۔

"اوہو ـــــ تم بھی نا سعید! اس بے چاری کو کیا پتہ حالات کا۔ کوئی بھی باہر والا یہی مشورہ دے گا۔"

"انہیں اور آتا ہی کیا ہے ڈانٹنے کے سوا۔"

نشی نے بے اختیار شکوہ کناں انداز میں کہا تو دیبا ہنس دی۔

"ارے نہیں یار! یہ تو بہت پیارا بندہ ہے۔ انتہا کی محبت کرنے والا۔ بس ذرا کچھ زیادہ اور قناعت پسند ہے۔"

"اچھا بس اب۔" سعید نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

جبکہ وہ تو ان کی بے تکلفی کے مظاہروں پر حیران ہوئے جا رہی تھی۔

سعید حسن کو تایا جان سے جوتے لگوانے کو جی چاہ رہا تھا۔ جن کے سامنے وہ باادب

تھا اور ان کے پیچھے یوں کھل کر کھیل کھیلا تھا۔

"اس کی طرف سے تم پریشان نہ ہوا کرو ـــــ اس کی گارنٹی میں تمہیں دیتی ہوں۔" دیبا نے بتایا تھا۔

"آپ کی گارنٹی؟" نشی نے بمشکل زبان کو پھسلنے سے روکا تھا۔

سعید حسن پر تو ایسی کوئی پابندی نہیں تھی۔ دیبا چائے لانے کے لئے اٹھی تو اس نے بنا آڑے ہاتھوں لیا۔

"دیبا بیاہتی ہو تم؟" اسے گھورتے ہوئے پوچھا تو وہ سٹپٹا گئی۔ "اس ساری انویسٹی گیشن کا مطلب پوچھ سکتا ہوں؟"

"جس بات کی تشویش ہوگی میں اس کی تفتیش ضرور کروں گی۔ یہ میرا حق ہے اور آپ مجھے روک نہیں سکتے۔"

"تمہیں دیبا کی طرف سے کیا تشویش ہے؟" وہ حیران تھا۔

"کیوں، کیا نہیں ہونی چاہئے؟ ـــــ کاغذی سہی، مگر میرا آپ سے کوئی رشتہ ہے۔"

اب کی بار نشی نے بہت اعتماد سے کہا تو سعید حسن الجھن آمیز نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

شاید نشی کی سوچ تک رسائی حاصل نہیں کر پا رہا تھا۔

ازل اس کی سوچ کو جس ڈگر پر ڈالنا چاہ رہی تھی، اس میں تقریباً کامیاب ہو رہی تھی۔

●●●●●

"تم میری بات سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کر رہی؟ ـــــ اتنی بزدلی دکھانے سے تم نہ صرف اپنی زندگی بھی برباد کر دو گی۔"

پچھلے آدھے گھنٹے سے اس کے ساتھ سر کھپائی کر رہا تھا مگر وہ ابھی سوچ کی اسی سیڑھی پر کھڑی تھی جہاں سے شوکل خان اسے اوپر لانا چاہ رہا تھا۔

"پہلے ہی آپ کی بیوی کا موڈ خراب ہو رہا ہے۔ میرے یہاں رہنے سے اور خرابی ہوگی۔"

"بیوی کی تو ایسی کی تیسی۔ تم اپنے خیالات کو بدلو گی تو ہی زندگی کسی رخ پر چلے گی۔" وہ بولا۔

اسے خبر نہیں تھی کہ اسی کی بیوی اس کی ایسی تیسی کرنے کے لئے سر پر آن کھڑی ہوئی ہے۔

"ـــــ بہت خوب۔" ڈالے کے تو دل کو ہاتھ پڑا تھا۔

وہ تو حیران ہوئی ہی تھی، شوکل خان بھی اس کی غیر متوقع آمد پر اچھل پڑا۔ "بہت اچھی ہو رہی ہے۔ مگر شاید میری آمد ہی غلط موقع پر ہوئی ہے۔" اس کا لب و لہجہ بہت تلخ اور طنز سے اٹا ہوا تھا۔

"تم نے تو قسم ہی کھائی ہے غلط موقع پر آنے کی۔ کبھی تو پوری بات سن لیا کرو۔" شوکل نے خود کو سنبھالتے ہوئے طنزاً کہا تو وہ پھنکاری۔

"تم تو چپ ہی رہو ——— بہت آزما لیا ہے میں نے تمہاری سچائیوں کو۔" بلچ شے کے طرز والے کے اس انداز گفتگو نے شمونگل کو کانوں تک لال کر دیا۔

"تو اب تک تو تمہیں عادی ہو جانا چاہئے تھا۔" وہ بمشکل خود کو تشہار کر پایا تھا۔

"بہت سی مجبوریوں نے باندھ لیا ہے مجھے شمونگل خان! ورنہ میں یہ تماشا دیکھنے کو کبھی کا نہ آتی۔" اس نے سچے ہوئے انداز میں کہتے ہوئے بلچ شے کی طرف اشارہ کیا۔

بلچ شے نے کچھ کہنے کے لئے لب کھولے تو شمونگل نے فی الفور ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

"ہاں تو پھر واقعی تمہاری مجبوری ہے۔ کیونکہ یہ سب تو اب تمہیں روزانہ ہی دیکھنا پڑے گا۔" وہ اطمینان سے ڈالے کی طرف متوجہ ہوا تو اس کی خوب صورت شربتی آنکھیں بے یقینی سے پھیلیں۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"وہی جو تم سمجھ رہی ہو۔" شمونگل خان کا انداز برقرار تھا۔

"خان! ادی کو غلط فہمی کا شکار مت کرو۔" بلچ شے نے بے چارگی سے کہا تو ڈالے چیخی۔

"تم بیچ میں مت بولو۔ میں کچھ بھی غلط نہیں سمجھ رہی۔"

"ہاں بلچ شے! تم چپ رہو۔ یہ بالکل ٹھیک سمجھ رہی ہے۔" شمونگل خان جیسے اب کچھ بھی؛ بالکل پُرسکون تھا اور اس کا یہ سکون ڈالے کو بے سکون کر رہا تھا۔

بلچ شے اندر جانے کے لئے اٹھی تو ڈالے نے اسے سرد لہجے میں کہا۔

"تمہیں کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں۔ آج سے تم اسی کے بیڈ روم میں رہو۔"

شمونگل خان بدک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ بلچ شے بھی خائف سی اسے دیکھ رہی تھی۔

"اسی لئے آئی ہو نا تم ——— اپنی حویلی کا وارث پیدا کرنے کے لئے؟" وہ زہر خند لہجے میں کہہ رہی تھی۔

شمونگل خان نے حواس باختہ ہوتی بلچ شے کو اندر جانے کا اشارہ کیا تو وہ جیسے جان بچی سو لاکھوں پائے کے مصداق وہاں سے بھاگی۔

"یہ کیا بکواس تھی ڈالے؟" شمونگل نے خفگی کا مظاہرہ کیا تو وہ جلبلا اٹھی۔

"یہ بکواس نہیں بلکہ وہ حقیقت ہے جو تحفتاً مجھے سہاگ رات میں سونپی گئی تھی اور تم مجھے! معصوم بن کے دکھانے کی کوشش مت کرو۔ میں جان گئی ہوں تم بھی جتنے پانی میں ہو۔ جاؤ وہ تمہارا انتظار کر رہی ہو گی۔" وہ متنفر انداز میں کہتی، پیر پٹختی اپنے کمرے میں چلی آئی۔

شمونگل خان بھی دندناتا ہوا اس کے پیچھے چلا آیا تھا۔

"کیا چاہتی ہو تم؟ ——— ان تمام باتوں کا مقصد کیا ہے آخر؟" اتنے عرصے میں پہلی بار وہ اشتعال میں آیا تھا۔

"مجھ سے بات مت کرو شمونگل خان!" وہ تلخی سے بولی تو شمونگل خان نے آگے بڑھ کر اس کا بازو سختی سے دبوچا۔

...یہاں اس لیے تو شادی نہیں کی تھی میں نے۔ تم سے بات کرنے بلکہ چھونے تک کا اختیار ...پر رکھا ہوا۔ روک سکتی ہو مجھے؟" وہ بہت چیلنجنگ انداز میں کہتا اس کی بغاوت سے بے ...یں دیکھ رہا تھا۔

...نے غصے سے اس کا ہاتھ جھٹکا۔

...روک سکتی ہوں۔ تم اسی کو گھر میں بساؤ جسے دل میں بسا رکھا ہے۔"

...ہماری کی اسی ان لفظوں پہ ڈالے!"

...لمحوں تک دیکھتے رہنے کے بعد شمونگل خان نے تاریک انداز میں کہا تو وہ سر جھکتی اس ...شمونگل متاسفانہ نظروں سے اسے دیکھ کر رہ گیا۔

مر وہ اپنے دھیان میں مگن تیزی سے سیڑھیاں چڑھ رہی تھی کہ اوپر موڑ سے مڑتے ہوئے معید حسن سے جا ٹکرائی۔ اس نے بھی ہڑبڑا کر اسے واپس گرنے سے روکا تو اسی کوشش میں ہوتے بھی وہ اس کی بانہوں کے حصار میں گھر گئی۔

معید ہی نہیں، وہ بھی اس ٹکراؤ پر حق دق رہ گئی تھی۔

لمحوں کے طلسم نے پلک جھپکنے میں اس کے دل کو اپنی گرفت میں جکڑا تو معید حسن نے خود سے ہو کر اسے اس کے قدموں پر کھڑا کر کے وہاں سے جانے کے بعد بھی وہ دل پر ہاتھ رکھے کھڑی اپنی دھڑکنیں شمار کرتی رہی۔

●●●●●

معید نے عماد کے دل کی بات صبا کو بتائی تو وہ بھی بے حد حیران اور کچھ کچھ پریشان ہو گئی۔

"کیا اس میں کوئی مضائقہ ہے؟" معید نے اس کی پریشانی نوٹ کرتے ہوئے پوچھا تو اس نے صاف گوئی سے کہا۔

"عماد بھائی اور اوینہ کے مزاج مشرق اور مغرب ہیں۔ مجھے اس بات پہ حیرانی ہو رہی ہے کہ بھائی اس حد تک پہنچ کیسے گئے؟"

"یہ تو میں بھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ہاں مگر یہ ضرور کہوں گا کہ عماد نے بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہوگا۔" معید نے کہا تو بھی صبا کی پریشانی کم نہیں ہوئی۔

وہ اتنے عرصے میں اوینہ کی سیمابی فطرت سے اچھی طرح آگاہ ہو چکی تھی اور اچھی طرح جان گئی تھی کہ اوینہ من موجی اور خود غرض طبع کی مالک ہے جسے اپنے فائدے اور نقصان کے علاوہ کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا تھا۔

"مجھے تو کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا۔" وہ واقعتاً الجھ رہی تھی۔ پھر پوچھنے لگی۔ "کیا عماد بھائی نے خود تم سے یہ سب کہا ہے؟"

"ظاہر ہے، اب میں تو علم نجوم جاننے سے رہا۔" معید نے تحمل سے کہا تو وہ خفیف سی ہو گئی۔

"انہی نے بتایا ہے۔ ظاہر ہے عماد نے بہت سنجیدگی سے اپنا مطمح نظر پیش کیا ہوگا۔"

"مریم پھپھو کا کیا ردعمل تھا؟" صبا نے پوچھا تو وہ بولا۔

"بہت شدید تو نہیں۔ لیکن وہ پریشان ضرور ہیں۔"

نہیں، پتا نہیں کیسے پار لگے گی۔ اوینہ ہمارے خاندان جیسے ماحول میں رہنے کی عادی نہیں ... کی عادات اور رویے مختلف ہے ہم سے۔"

"کیا تم سب عماد کو نہیں سمجھا سکتیں؟" معید نے پوچھا تو وہ شانے اچکا کر بولی۔

"... کروں گی۔ اس کے بعد تو جو ان کی مرضی ہوگی، دل کی رضا ہوگی وہ وہی کریں ..."

"... اتنا بھی کافی ہے کہ تم اس کا ذہن تو اس طرف لگاؤ کہ ان دونوں کے مزاج آپس میں ... اور یہ کہ وہ اچھی طرح سے اپنے اس فیصلے کے متعلق سوچ لے۔ آخر کو تمہاری سسرال کا ... اور عماد جیسے لاابالی بندے سے میں بہت زیادہ توقعات نہیں رکھتا ہوں۔"

...نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا تو صبا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

...بھی عماد کے اس فیصلے کو سن کر متعجب ہی نہیں، فکرمند بھی تھی۔

...اماں پریشانی میں اوینہ کے طلاق یافتہ ہونے کا کوئی عمل دخل نہیں تھا۔ بلکہ اسے محض اوینہ کی ... عادات کو سوچ کر فکر ہو رہی تھی کہ اس کی تو اپنی ماں سے بھی کم ہی بنتی تھی۔

...بات بلکہ مسئلے کو اس نے شام کے وقت عماد سے ٹیلی فون پر ڈسکس کیا تو جو بات اسے ...نگ رہی تھی، عماد نے اسے بہت آرام سے لیا۔

"دنیا میں ہر شخص کی ذہنی مطابقت نہیں ہوتی آپس میں۔ اور ہمارے تو گھر میں مثال موجود ... اور علی کو ہی دیکھ لو۔ نبھا ہی رہے ہیں نا۔"

"آپ بھی محض نبھانا ہی چاہتے ہیں؟"

صبا نے حیران ہو کر پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔

"اس دور میں محبت کرنا اور پھر اس محبت کا مل جانا بہت مشکل ہے صبا! اسی لئے میں اس چکر ... نا پڑا۔ دل کسی ایک پہ مطمئن ہوا تو اسی کا نام لے ڈالا۔"

"مگر عماد بھائی! میں اوینہ کو آپ سے زیادہ جانتی ہوں۔ وہ اور آپ جیسے مشرق اور مغرب ہیں۔ ... سب سے بڑھ کر اس کے گھر کا ماحول۔ اوینہ میں کسی بھی سمجھوتے کی گنجائش نہیں ہے۔"

صبا نے صاف لفظوں میں بات کرنے کی ٹھانی تو عماد کچھ دیر کے لئے خاموش رہ گیا، پھر بولا۔

"آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جاتا ہے صبا! ڈونٹ وری۔"

"کیا یہ عماد بھائی؟ ـــــ محبت تو نہیں ہوتی نا۔" صبا بے چارگی سے بولی تو اب کی بار وہ ...

"یہ تم سے قریب رہنے کا ایک فریک ہے۔"

"محض قریب رہنے کی اور بھی بہت سی فریکس تھیں ـــــ اس کے لئے آپ کو اوینہ سے شادی ... کوئی ضرورت نہیں تھی۔"

...لجاجت سے بولی تو اندر داخل ہوتے نوفل کے قدم مارے تحیر کے دہلیز پر ہی تھم گئے۔

"دیکھ لیجئے گا عماد بھائی! اپنے فیصلے پر پچھتائیں گے آپ۔" وہ اب بھی اس سے خفا تھی۔

بھلا اوینہ کی عادات کا عماد جیسے خوش مزاج بندے کے ساتھ کیا جوڑ تھا۔ اور ہر وقت بیزار دل کے رہنے کی عادت بھی کہاں تھی۔ اسے تو شخص اپنا آپ ہی اچھا لگتا تھا۔

"یعنی تم بھی اس رشتے کے حق میں نہیں ہو؟" وہ قدرے توقف کے بعد پوچھنے کا جواب ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"میں واقعی اس بے جوڑ رشتے کے حق میں نہیں ہوں۔ پھپھو کو جس طرح کی بہو چاہئے وہ اس کا عکس بھی نہیں۔"

صبا کی بات سن کر عماد ہنسنے لگا۔

"خیر ——— ماما کی پسند کی لڑکی تو کہیں سے گھڑی گھڑائی ہی ملے گی۔ ان کا آئیڈیا ہی ایسا پیچیدہ ہے۔"

"ہر ماں کو ایسی ہی بہو چاہئے ہوتی ہے جو آتے ہی گھر کی ذمہ داری سنبھالے۔ محض میاں کو نہیں، باقی گھر والوں کو بھی خوش رکھے۔" صبا نے سنجیدگی سے کہا۔

"اور تمہارا کیا خیال ہے کہ اوینہ اس سانچے میں پوری نہیں اترتی؟"

"کیا آپ کی اوینہ سے اس موضوع پر بات ہو چکی ہے؟"

"نہیں۔ لیکن وہ جانتی ہے۔" عماد نے بتایا۔

"پھر تو میں آپ کے لئے دعا ہی کر سکتی ہوں۔ خدا کرے وہ آپ کے لئے اور آپ اس کے لئے بہتر ثابت ہوں۔" صبا نے گہری سانس لے کر خوش دلی سے کہا تو وہ بولا۔

"بہت شکریہ ——— اتنی دیر میں پہلی بار میرا حوصلہ بڑھا ہے۔"

صبا نے الوداعی کلمات کہتے ہوئے فون بند کیا اور گہری سانس بھرتے ہوئے پلٹی تو نوفل کو دیکھ کر قدرے حیران ہوئی۔

وہ بہت سرد تاثرات لئے اندر آیا تھا۔

"کیوں منع کر رہی تھیں آپ عماد کو اس رشتے سے؟" نوفل نے تیوری چڑھاتے ہوئے پوچھا۔ صبا کو حیرت کے ساتھ ساتھ ناگواری بھی محسوس ہوئی۔

"اوہو ——— تو یہ کوالٹی بھی موجود ہے آپ میں۔ چھپ کر دوسروں کی باتیں سننے والی۔"

"بات کو گھمائیں مت۔ جو میں پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دیں۔" وہ اس کا طنز پی گیا تھا۔

"ہاں ——— میں نے منع کیا ہے انہیں۔ کیونکہ میں نہیں سمجھتی کہ ان کی اوینہ سے ذہنی مطابقت ہو سکتی ہے۔ ان کے اور اوینہ کے مزاج میں زمین آسمان کا فرق ہے۔" صبا نے جا بجا بات کی وجہ بتا دی تو وہ فی الفور تلخی سے بھرے لہجے میں بولا۔

"اور آپ سے زیادہ اچھی طرح عماد صاحب کے مزاج سے کون واقف ہو گا۔"

"ظاہر ہے ——— ایک عرصہ گزار کے آئی ہوں ان کے ساتھ۔" صبا نے لاپروائی سے کہا۔

ٹہلتا کرتا وہ بستر پر بیٹھ گیا۔

"اس معاملے سے دور ہی رہیے۔ یہ ان دونوں کا فیصلہ ہے۔ انہیں اپنی مرضی و منشا کرنے دیں۔" تلخی لہجے میں بولا تو صبا نے اپنی حیرت چھپاتے ہوئے جواب دیا۔

"... سے الگ نہیں ہوں۔ اوینہ کے مزاج سے مجھے بھی اچھی طرح واقفیت ہے۔"

"... مت کریں۔ جب میں نے آپ سے کہہ دیا کہ اس معاملے سے دور رہیں تو پھر ... اگر عماد کو اوینہ میں کوئی انٹرسٹ ہے تو اسے اس کی مرضی کا فیصلہ کرنے دیں۔"

"... نے مجھ سے مشورہ مانگا تھا۔ جو مجھے مناسب لگا میں نے انہیں بتا دیا۔ اس میں آپ کی ... کو کوئی سوال ہی نہیں اٹھتا۔"

... تھوڑے سے حیرت میں عار محسوس نہیں کیا تھا۔ اسے علم تھا کہ نوفل یوں تو بات کو ... باتوں میں سے نہیں ہے۔

"... آپ کو کیوں مناسب نہیں لگا، اوینہ اور عماد کا رشتہ؟ ——— کیونکہ آپ دل سے چاہتی ہی ..." نوفل نے غصے سے کہا تو وہ متحیر سی بولی۔

"... اس میں اتنے غصے والی کون سی بات ہے؟"

"بہرحال ——— آپ اس معاملے سے دور ہی رہیں۔ کسی بھی فیصلے میں آپ کی سوچ کا عمل دخل نہیں ہونا چاہئے۔" نوفل نے قطعیت سے کہا تو وہ اس کی بات مکمل ہوتے ہی بول اٹھی۔

"... آپ کا خیال ہے نوفل! اگر میں نے کچھ غلط سوچ کر مشورہ نہیں دیا تھا۔ مجھے علم ہے کہ ... اپنی سوچ اور فطرت کی وجہ سے عماد بھائی کے ساتھ گزارہ نہیں کر سکے گی۔ دونوں کے ذہنوں ... میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ کل کو پچھتانے سے بہتر ہے کہ آج ہی سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ... زندگی گزارنے کا موقع روز روز تھوڑی ملتا ہے۔"

"... تو میں کہہ رہا ہوں ——— اگر اوینہ کو دوبارہ زندگی گزارنے کا موقع مل ہی گیا ہے تو آپ ... کی رکاوٹ نہ بنیں۔" نوفل نے قطعی انداز میں کہا تو وہ بے بسی سے اس کی صورت دیکھ کر ... گئی۔

●●●●●

... اپنے بستر پر اوندھی لیٹی اپنی بدلتی قلبی و ذہنی کیفیت پر غور کر رہی تھی۔

... محسن کی پل بھر کی قربت اس کے تمام تر حواس کو جھنجھوڑ کے رکھ گئی تھی۔

... مغرور بیوی کی نفرت ———

... اس کی نفرت اور بیزاری پر وہ کیسے حاوی ہو گئے تھے میر ———؟

... اپنے وجود کے گرد ایک ان دیکھے مضبوط حصار کی تپش محسوس ہونے لگی۔

... نے بے چینی سے کروٹ بدلی۔

... اس ہاری ہوئی کیفیت پر اسے کل سے رونا آ رہا تھا۔

اس نے اپنی زندگی میں صرف ایک ہی شخص سے نفرت کی تھی۔ اور وہ تھا سعید حسن۔

اتنی نفرت تو وہ عمر کاظمی سے بھی نہیں کر پائی تھی جو اس کے دل کی دنیا تاراج کر گیا تھا۔

پھر یہ کیسا لمحوں کا طلسم پھیلا تھا کہ اس کا دل اس طلسم کا شکار ہو گیا۔ نفرت کو شئے تھما [illegible] نہیں لگا تھا۔

اس نے اپنے دل کو ٹٹولا تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔

نہ نفرت اور نہ محبت ——— بس ایک انجانا سا درد تھا۔ جو اسے کسی پل چین نہیں لینے دے رہا تھا۔

"اللہ کرے تمہاری بھی ایسے ہی نیند اڑ جائے سعید حسن! ——— تم بھی یوں ہی سوچوں کا [illegible] کسی کی سوچوں کا شکار ہو جاؤ۔"

وہ چڑ کر اپنی مخصوص عادت یعنی بددعاؤں پر اتر آئی تھی۔ پھر ٹھوڑی پر انگشت شہادت کا ناخن چباتی اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"آخر یہ ہوا کیا ہے مجھے؟ ——— وہ سپاٹ چہرہ لئے اس قدر لاپرواہ اور بے نیاز لگ رہا تھا۔ میں اس وقت بھی جو تپش میرے چہرے سے پھوٹی تھی اس کی حدت ابھی تک محسوس کر رہی ہوں۔ وہ زیرک؟"

وہ جو اپنے دل کے دروازے کو تالا لگا کر گہرائیوں میں چابی پھینک دینے کا دعویٰ کیا کرتی تھی، دل پہ ہونے والی پہلی ہی دستک پہ بے چین ہو اٹھی تھی۔

مگر یہ بے چینی خود اس کے لئے ناقابل قبول تھی۔ اس لئے اپنی اس تبدیلی کو وہ قبول کرنے کے بجائے مسلسل رد کر رہی تھی۔

مگر وہ نہیں جانتی تھی کہ اس دستک کا شور رفتہ رفتہ کس قدر بڑھنے والا ہے۔

●●●●●

ڈالے نے چائے کا مگ اپنے آگے کھسکایا اور دونوں ہاتھوں سے دکھتی کنپٹیاں دبانے لگی۔

ان دنوں تو شگفتہ کی نیندیں حرام ہو کر رہ گئی تھیں۔ جن محبت کرنے والے دن رات کے خواب دیکھتے تھے، ان میں آنکھوں کو سونے کا موقع ہی کہاں ملتا تھا کہ وہ ایک خوب صورت نیند لے کر ہو پاتی۔ اب تو یہ مسلسل الجھن ہی ساتھی بنی ہوئی تھی۔

کچھ شور ہوا تو اس نے چونک کر نظریں اٹھائیں۔

سامنے کا منظر اس کا خون خاک کر گیا۔

شونگل خان بڑے پراسرار انداز میں پلوشے کو ناشتے کی میز پر لا رہا تھا۔

"نہیں خاناں! ...... یوں اچھا نہیں ...... ڈالے ......" وہ منمنا رہی تھی۔

ڈالے کو مکمل بات سمجھ میں تو نہیں آئی مگر وہ اتنا ضرور جان گئی کہ پلوشے اس کی موجودگی کی وجہ سے میز پر نہیں آ رہی۔

"میرا سامنا کرنے کے قابل تو تم بھی نہیں ہو شونگل خان" اس نے تلخی سے سوچا اور زخمی

[illegible] کے لئے چائے کے گھونٹ بھرنے لگی۔

شونگل خان بالآخر پلوشے کو ناشتے کے لئے لانے میں کامیاب ہو ہی گیا تھا۔

ڈالے اپنی جگہ پر پریشان رہی۔

وہ اچھی طرح شونگل خان کا روپ دیکھنا چاہتی تھی۔ مگر پچھلی رات کو تپتی سلگتی دکھائی دینے والی اتنی قدر برافروختہ کیوں تھی، یہ ڈالے کی سمجھ سے باہر تھا۔

اب وہ شونگل خان کے ساتھ تھی۔ پھر بھی؟

ڈالے کا ذہن نہ چاہتے ہوئے بھی اس پہیلی میں الجھنے لگا۔

"یہ چائے لو ——— توس پہ جیم لو گی یا مکھن؟" شونگل نے بذات خود چائے کے مگ میں ڈال کر اس کے آگے رکھی اور بڑی اپنائیت سے پوچھنے لگا۔

ڈالے نے اپنا سر درد کچھ اور بڑھتا محسوس کیا تھا۔

"کچھ نہیں ——— میرا دل نہیں چاہ رہا۔" پلوشے ابھی بھی اسی روٹھے انداز میں منمنا رہی تھی۔

"ہوں، یار! کھاؤ گی تو ہی زندہ رہو گی نا۔ اور مجھ میں بابا جان کا مزید عتاب سہنے کی ہمت نہیں ہے۔" شونگل خان کا انداز بھی نظر انداز کئے جانے والا نہیں تھا۔

ڈالے کے دل میں درد سا اٹھا۔

"مگر اس نے کون سا کبھی مجھ سے اعتراف محبت کیا تھا یا کبھی زندگی ساتھ گزارنے کے وعدے باندھے وہ کوئی۔

میں ہی بے وقوفوں کی طرح اس کے سائے کو ہاتھ میں پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے پیچھے بھاگتی رہی دیوانی بن کے۔ مگر اس شخص نے کتنی کامیابی سے میری محبت کا استعمال کیا ہے۔"

اس نے جلتی آنکھوں سے پلوشے کو توس پر جیم لگا کر دیتے ہوئے شونگل خان کو گھورا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔" پلوشے نے کن انکھیوں سے ڈالے کے تاثرات دیکھتے ہوئے بے چارگی سے کہا۔

"کھاؤ گی تو خود بخود بھوک لگنا شروع ہو جائے گی۔ کم آن ——— ہری اپ۔" وہ اس کی ایک بھی سننے کے موڈ میں نہیں لگ رہا تھا۔ قطعیت سے بولتا ڈالے کو زہر لگا۔

پلوشے نے مرتے کیا نہ کرتے کے مصداق توس پکڑ لیا تو وہ بہت بے دردی سے کرسی گھسیٹ کر کھڑی ہو گئی۔

"تم کہاں جا رہی ہو؟ ——— بیٹھ کر پہلے ناشتہ ختم کرو۔"

شونگل خان نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ پھنکاری۔

"مجھے ہیرو، ہیروئن کے بچے ہوئے ارمان دیکھنے کا کوئی شوق نہیں۔"

"یہ تو اب روز کی بات ہے۔ تم کب تک یونہی ٹیبل چھوڑ کے اٹھا کرو گی؟" شونگل نے اطمینان سے جواب دیا تو اہانت کے احساس کے ساتھ وہ غرا اٹھی۔

"اٹھا کر تم دونوں کو باہر پھینک دوں گی شوئنگل خان! یہ میرا گھر ہے۔ اسے میں تم اپنی عیاشیوں کے لئے تمہارے حوالے نہیں کروں گی۔"

"ویل ڈن ——" شوئنگل خان نے ہلکی سی تالی بجا کر گویا اس کی ہمت کی داد دی۔ "یہ ہوا ڈالے آفریدی والی بات۔"

"شوئنگل خان! جتنی عزت بنی ہے اسے سنبھال کے رکھو۔ میں تمہاری اس لڑکی کے سامنے تمہاری کھال اتارنا نہیں چاہتی۔"

ڈالے نے بلونٹے کی موجودگی کے باعث اب کی بار انگریزی زبان کا سہارا لیتے ہوئے جیسے تو وہ جیسے محظوظ ہوتے ہوئے انگریزی ہی میں بولا۔

"احساس کرنے کا شکریہ۔ مگر کتنے مزے کی بات ہے نا کہ بلونٹے کو بھی انگریزی آتی ہے، انگریزی ادب کی طالب ہے۔"

ڈالے نے بے اختیار بلونٹے کو دیکھا جو سر نیچے کیے یقیناً اپنی بے ساختہ امڈ آنے والی مسکراہٹ چھپا رہی تھی۔

اسے یوں لگا جیسے وہ دونوں مل کر اسے بے وقوف بنا رہے ہوں۔

"جہنم میں جاؤ تم دونوں۔ مجھے کسی کی بھی کوئی پروا نہیں۔" وہ تپ کر کہتی ہوئی اٹھی اور کمرے میں چلی آئی۔ جسے وہ شوئنگل خان سے الگ رہ کر بیڈ روم کے طور پہ استعمال کر رہی تھی۔ سنگل صوفے میں دھنستے ہوئے بے اختیار اس کا جی چاہا کہ گنوار عورتوں کی طرح دھاڑیں مار مار کر روئے۔

کھٹکے کی آواز پر بھی وہ متوجہ نہیں ہوئی، یونہی سر جھکا کر کہنی صوفے پہ ٹکائے ہاتھ پہ ماتھا رکھ کر بیٹھی رہی۔

"چہ —— چہ —— یہاں پر تو اپنی شکست کا ماتم منایا جا رہا ہے۔" شوئنگل کی مخاطبت نے اسے سر اٹھانے پر مجبور کر دیا۔

"تم میرے کمرے میں آئے بھی کیسے؟" اس کی بات نے ڈالے کو اور تپایا تھا۔

"دروازے سے۔" وہ سادگی سے بولا تو ڈالے نے غصے سے کہا۔

"تو پھر اسی دروازے سے گیٹ آؤٹ بھی ہو جاؤ۔"

"اپنے رویے اور انداز پہ ذرا غور کرو۔ تم میری نرمی کا ناجائز فائدہ اٹھا رہی ہو۔" شوئنگل سنجیدہ ہوتے ہوئے اسے جتایا تو وہ شعلہ بار لہجے میں بولی۔

"مت دکھاؤ یہ نرمی۔ جو کر سکتے ہو کر ڈالو۔ منتظر ہوں میں بھی۔"

وہ چند لمحے یونہی خاموشی سے اسے دیکھتا رہا، پھر تاسف سے بولا۔ "جتنی تم محبت مجھ سے کا دعویٰ کرتی ہو، اتنا ہی مجھ پہ اعتبار کیا ہوتا تو آج یہ حالات نہ ہوتے ...."

"حالات تب بھی یہی ہوتے شوئنگل خان! کیونکہ تم دغا باز ہو۔ محبتوں سے کھیلنے والے،

...کرنے والے، روایتی سردار ہو۔" اس کے مزید کچھ بولنے سے پہلے ہی ڈالے شیرنی کی طرح غرائی تھی۔

...رہی ہو کہ تم میرے اختیار میں ہونے کے باوجود اپنی مرضی کی زندگی گزار رہی ہو۔ اس ...میرے غیر روایتی سردار ہونے کا کیا ثبوت مانگتی ہو؟" شوئنگل نے اسے جتایا تو وہ تمسخرانہ بولی۔

...اپنی مرضی سے زندگی اس لئے گزار رہی ہوں کیونکہ یہ میری زندگی ہے۔ میں تمہیں یا کسی ...مرضی کے بغیر اس کا اختیار نہیں سونپ سکتی۔ خوش فہمیوں میں جینا چھوڑ دو کہ تم نے مجھے ...رکھی ہے۔"

...باتیں مجھے بہت غصہ دلا رہی ہیں ڈالے! مجھے مجبور مت کرو کہ میں کچھ ایسا کر گزروں ...بھی ندامت ہوتی رہے۔ بیوی ہو میری اور آج خوب صورت بھی بہت لگ رہی ہو۔"

...برعکس شوئنگل کے انداز سے کہیں بھی غصہ نہیں جھلک رہا تھا۔

...تمہیں" نے ڈالے کو سلگا دیا۔

...—— خبردار جو کبھی میرے لئے یہ لقب استعمال کیا تو۔ اپنی خاندانی بیوی ہے نا، اس ...یہ ڈائیلاگ بولو جا کر۔ مجھ پہ کچھ اثر نہیں ہونے والا۔"

...ڈالا اس کے سامنے آیا اور اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی اس کا بازو تھام کر ایک جھٹکے سے ...اپنی طرف کر لیا۔

...وہ جو میرے دل پہ کالا جادو کر دیا ہے تم نے۔ اس کے اثر کا کیا؟" وہ شرارت سے پوچھ ...

...اس نے اس کے سینے پہ دونوں ہاتھ جماتے ہوئے اپنے اور اس کے درمیان بمشکل فاصلہ ...

...بنا مزید وہ کھولی تو کر شوئنگل خان! اپنی آدھی زندگی میں نے اس یک طرفہ محبت میں گزار ...اب میں اس شخص کے ہاتھوں برباد نہیں کرانا چاہتی جس سے میں نے محبت کی ہے۔ کوئی ...اپنی راہیں آسان کر لو اور مجھے بھی۔"

...لگی۔ آخر میں تو آواز اس قدر رندھ گئی کہ کچھ کہا ہی نہیں گیا۔

...شوئنگل خان کو اس پہ بے ساختہ پیار آ گیا۔

...بے وقوف ہو تم میری جان! اتنی بڑی ایجوکیٹڈ ہو کر بھی ہمیشہ چلا رہی ہو مگر زندگی کی گاڑی ...کیا بڑی بڑی غلطیاں کر رہی ہو۔"

...بانہوں کے حصار میں لیتے ہوئے وہ دھیمی آواز میں بولا تو ڈالے کا جی چاہا، لمبی سانس بھر ...کر اپنی سانسوں میں بھر لے۔ اسے خود میں سمو لے۔ یا اس کے وجود میں سما جائے۔

...سامنے ایسا کچھ نہیں کیا۔

آہستگی سے اس کی بانہوں کی گرفت توڑی اور اس کے سینے پر رکھے ہاتھوں سے اسے دھکیل دیا۔

"تم غلطی کر رہی ہو ژالے!" شموئیل خان نے کہنا چاہا تو وہ اس کی بات کاٹ کر تیزی سے بولی۔

"تم سے محبت کرنا ہی میری سب سے بڑی غلطی تھی شموئیل خان! اب تم یہاں سے جاؤ ورنہ میں چلی جاؤں گی۔"

شموئیل نے کچھ کہنے کو لب وا کیے مگر پھر بے سود جان کر وہ پلٹا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

●●●●●

"تمہیں معید بھائی سے محبت ہونا شروع ہو گئی ہے۔"

دانیہ نے اس کے "مرض" کی علامات سنتے ہی دوٹوک انداز میں کہا۔ جس کی نفی اس نے بڑے بھرپور انداز میں اور بے حد شدت سے کی تھی۔

"ایسا کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔"

اور اب جبکہ یہ صورتحال سامنے آ گئی تھی تو تب سے اب تک وہ جیسے جلے پیر کی بلی کی طرح کمرے میں پھر رہی تھی۔

"ویرا فراز!"

اس نے مٹھیاں بھینچی تھیں۔

"نہ یہ لڑکی میری زندگی میں آتی، نہ میرے دل و دماغ کی یہ کیفیت ہوتی۔ جان عذاب بنا ہے۔" اس کے لئے خود اپنی یہ کیفیت ناقابل قبول تھی۔

اور آج تو ویرا نے حد ہی کر دی تھی۔ بلکہ معید حسن نے بھی۔

ویرا کو معید کے کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر ضحیٰ کو معید کو تنگ کرنے کا خیال آیا تو ذرا گزر جانے کے بعد وہ بلا دھڑک اس کے کمرے میں گھس گئی۔

ویرا کا سسکیاں بھرتا وجود اور اس کے گرد معید کی بانہوں کا حصار۔

وہ تق رق کھڑی رہ گئی۔

نہ جائے رفتن، نہ پائے ماندن۔

اس کا جی چاہا کھڑے کھڑے غائب ہو جائے۔

ویرا کی پشت اس کی جانب تھی مگر معید حسن کے تاثرات ضحیٰ کو دیکھ کر فوراً بدل گئے۔

اب جانے یہ اپنے کیے کی شرمندگی تھی یا رنگے ہاتھوں پکڑے جانے کی۔ اس نے ویرا کو اپنے شانے سے الگ کیا۔ جبکہ ضحیٰ تیزی سے وہاں سے پلٹ گئی۔

اور اب وہ پنڈولم کی طرح ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر چکر لگا رہی تھی۔

وہ منظر نگاہوں کے سامنے سے ہٹ ہی نہیں رہا تھا۔

"معید حسن! یہ تو طے ہے کہ تم اور میں کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ مگر میں تمہیں ویرا کے لئے

نہیں چھوڑوں گی۔ کبھی نہیں۔"

اسے شدید غصہ آ رہا تھا۔

"کمال ہے، میرا شوہر اور کسی اور کی بیوی کے ساتھ رنگ رلیاں منا رہا ہے۔"

دروازے پر دستک ہوئی تو وہ رک گئی۔

اس وقت کسی سے بات کرنے کو جی تو نہیں چاہ رہا تھا مگر مجبوری تھی۔ کمرے تک آئے ہوئے کو جاؤ تو نہیں کہا جاتا۔

"آ جائیے۔" وہ منتظر نگاہوں سے دروازے کو دیکھنے لگی۔

معید حسن کی شکل برآمد ہوتے ہی ضحیٰ کو لگا اس کا تمام خون چہرے پر سمٹ آیا ہو۔

ابھی اس واقعے کو محض آدھا گھنٹہ ہی تو گزرا تھا۔

"جی فرمائیے؟" وہ بے حد خفت سے بولی۔

"سمجھانے ہی آیا ہوں۔" معید نے اطمینان سے کہا تو وہ کلس کر رہ گئی۔

وہ کھنکھارا۔

"دیکھو ۔۔۔ ضروری نہیں جو کچھ ہم دیکھیں اس کا مطلب بھی وہی ہو۔ بسا اوقات تصویر کا دوسرا رخ کہانی کو مکمل کرتا ہے۔ ورنہ بات ادھوری رہتی ہے اور ذہن میں ابہام پیدا کرتی ہے۔"

"اتنی ثقیل اردو ۔۔۔

"آپ کیا مجھے اقبال کی شاعری کی تشریح سنانے آئے ہیں؟" وہ چڑ گئی۔

"میں صرف یہ کہنے آیا ہوں کہ تم براہ مہربانی اپنا منہ بند ہی رکھنا۔ تمہیں عادت ہے بنا تحقیق کے بات آگے پہنچانے کی۔" معید نے تحکمانہ انداز میں کہا تو وہ چمک کر بولی۔

"بہت خوب ۔۔۔ ایک آپ ہی اچھی عادتوں والے نیک پیدا ہوئے ہیں اس گھر میں۔ سارے جہان کی بری عادتیں تو مجھ ہی میں ہیں۔"

"جتنا کہا جائے اتنا کیا کرو۔ بحث بہت کرتی ہو۔"

"اچھا ۔۔۔ آنکھوں، کانوں اور منہ پر ہاتھ رکھ لوں۔ ہے نا؟" وہ تنک کر بولی تو معید نے لمبی سانس بھری۔ پھر ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

"وہ بہت پریشان تھی۔۔۔۔۔۔"

"طریقہ تو بہت اچھا تھا پریشانی دور کرنے کا۔" ضحیٰ نے اس کی بات اچک کر پھر سے حملہ کیا تو وہ سے بولا۔

"کہا کچھ نہیں ہے۔ دراصل آج اس کے کیس کا فیصلہ تھا۔ اسے خلع مل گئی ہے۔"

"اچھا ۔۔۔ پھر تو آپ کو بھی مبارک ہو۔" ضحیٰ نے جیسے بڑی خوش دلی کا مظاہرہ کیا تو وہ چڑ گیا۔

"کیا کہنا ہے؟"

"ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ آج اسی لئے جشن آزادی منایا جا رہا۔۔۔۔۔۔"

"شٹ اپ حنی ——!"

وہ طنز سے کہنے والی تھی کہ وہ بے حد غصے سے اس کی بات کاٹ گیا۔ اس کے چہرے پر پھیلی سرخی اور ایک دم سے یوں غصے میں آ جانے پر حنی کا دل سہم گیا۔

"دماغ تو خراب نہیں ہو گیا؟ —— کیسی فضول باتیں کر رہی ہو؟"

"خدا نے آنکھیں دیکھنے کے لئے دی ہیں۔ اب آنکھوں دیکھی کو محض آپ کے کہنے سے کیا جھٹلا نہیں دوں گی نا۔"

وہ احتیاطاً دو قدم پیچھے ہٹتے ہوئے بولی مبادا سعید حسن کا ہاتھ ہی نہ چل جائے۔

"دیکھو، میں ابھی تمہیں بتانے کی کوشش کر رہا ہوں۔" سعید نے بڑے تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے سمجھانے کی ایک اور کوشش کرنا چاہی۔ مگر وہ بد تہذیبی سے اس کی بات کاٹتے ہوئے تڑخ کر بولی۔

"تو آپ مجھے کیوں صفائیاں دے رہے ہیں؟ جو کچھ کہنا ہے تایا جان سے کہیے گا۔"

"واٹ ——؟" سعید کو جھٹکا لگا۔ "یہ سب فضولیات تم بڑے ماموں سے کہو گی؟" اسے یقین نہیں آیا تھا۔

حنی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے تیکھے انداز میں کہا۔

"یہ سب آپ کا کیا دھرا ہے جو آپ کے سامنے آ رہا ہے۔"

"دماغ تو خراب نہیں ہو گیا تمہارا؟"

"اور جو کچھ آپ کر رہے ہیں اس کے متعلق کیا کہیں گے؟" وہ تیکھے پن سے پوچھنے لگی۔

سعید نے بمشکل ضبط کیا۔

"تم انتہائی بے وقوف لڑکی ہو۔ تمہارے ساتھ بحث کرنا یا بھینس کے آگے بین بجانا دونوں ایک سے عمل ہیں۔"

اس کی مثال پر حنی کو جی بھر کے غصہ آیا۔ یعنی قصور بھی تھا اور اکڑ بھی رہا تھا۔

"بے وقوف ہوں۔ مگر اتنی نہیں کہ اپنے شوہر کو غیر لڑکی کے ساتھ......"

ہمیشہ کی طرح اس کی زبان پھسلی تو غلط موقع پر۔ وہ زبان دانتوں تلے دبا گئی۔ مگر سعید کے چہرے پر پھیلے حیرت کے تاثرات اسے بخوبی محسوس ہو گئے تھے۔

اس نے اندر ہی اندر خود کو لعنت ملامت کرتے ہوئے فی الفور اپنے بیان میں ترمیم کی۔

"جب تک ہمارے مابین یہ رشتہ موجود ہے، تب تک میں یہ سب برداشت نہیں کروں گی۔"

"تو کیا ہو رہا ہے جو تم سے برداشت کرنا مشکل ہو رہا ہے بے وقوف؟" وہ برہم ہونے لگا۔

"بچے نہیں ہیں آپ۔" وہ بھی برا مان کر بولی تھی۔

سعید کا جی چاہا پکڑ کر اسے ٹھیک کر دے۔

اس نے گہری سانس لے کر خود کو معتدل کیا کہ حنی سے بحث کرنے کا مطلب تھا مسلسل بحث۔

ناجانا۔

ے —— " وہ اطمینان سے بولا۔ "تمہیں جو کہنا ہے کہو اور جو کسی کو بتانا ہے بتا دو۔

ابھی۔"

بالفعل تایا جان کے سامنے بھی دکھائیں تو مانوں۔" حنی گھومی۔

ے خواہ مخواہ اپنا وقت ہی ضائع کیا ہے یہاں آ کر۔" وہ پلٹ گیا تھا۔

چھوڑ گئی۔ اپنے خود ساختہ واہموں اور خدشات سمیت۔

گلریز خان نے شوئکل کا پلیٹ سے ہٹ کر دیکھا تو وہ اتنے خوش ہوئے کہ ژالے کو ان
دریچہ دبے بیٹھے۔
انہوں نے ژالے کو کھانے کی میز پر اپنی دائیں جانب بٹھایا تو نہ چاہتے ہوئے بھی ان
رعب شخصیت کے رعب میں آ کر خاموشی سے بیٹھ گئی۔
''ہم تم سے بہت خوش ہیں شوئکل خاں!'' وہ بہت خوشگوار انداز میں بولے۔
''شکریہ بابا جان!'' شوئکل نے اچٹتی نگاہ ژالے پر ڈالتے ہوئے کہا۔ ژالے کے چہرے
غصے اور ناگواری کی سرخی تھی۔
''ہماری اس بہو کو بھی خوش رکھا کرو۔'' انہوں نے ژالے پر مہربان ہوتے ہوئے کہا تو وہ
''یہ بات تو آپ کو اسے کہنی چاہئے۔''
اس کی بات سمجھ کر ژالے نے ایک تیز نظر اس پر ڈالی تھی۔
''اسے کہیں سیر وغیرہ کے لئے لے جاؤ۔ یہاں بند رہ رہ کر تو یہ بور ہو گئی ہوگی۔''
بابا جان کی مہربانی اب یہی صورت تک پہنچ گئی تھی۔ ژالے کو بولنا ہی پڑا۔
''ٹھیک ہے!۔۔۔ میں بالکل بور نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی میرے پاس کہیں جانے کے لئے
ہے۔'' اس کا انداز سپاٹ تھا۔
''نہیں بیٹے! ابھی تو دن ہیں گھومنے پھرنے کے۔ پاکستان میں نہیں تو یورپ چلے جاؤ''
''میں امریکہ سے آئی ہوں یہاں۔''
ژالے نے جتانے والے انداز میں جیسے انہیں بتایا کہ یورپ کا لالچ اس کے لئے
نہیں رکھتا۔
مگر وہ نرمی سے بولے۔
''وہ تو ٹھیک ہے۔ پر بچے! اپنے سر کے سائیں کے ساتھ گھومنے پھرنے کی بات تو اور
اس نے کچھ کہنے کو لب وا کئے ہی تھے کہ شوئکل بہت سنجیدگی سے اسے ٹوک گیا۔
''بس کرو ژالے! بابا جان سے بحث مت کرو۔''
''نہ شوئکل خاناں! ہماری بہو سے اس لہجے میں بات مت کرو۔''
گلریز خان نے اسے منع کیا تو ژالے سر جھکائے ان کی مہربانیوں کا بھی شکریہ

اسے حویلی دیکھنے کا شوق ہے تو اسے وہاں لے جاؤ۔۔۔۔۔۔''
مجھے ایسا کوئی شوق نہیں ہے۔'' وہ ان کی بات کاٹ گئی تو شوئکل خان نے ناگواری سے
۔
پھر رات لئے وہ قطعی مناہمت کے موڈ میں نہیں لگ رہی تھی۔
رات وہ اس کے کمرے میں پہنچ گیا۔
ہمت نہیں ہوتی کبھی بابا جان سے بحث یا ان سے اختلاف کرنے کی۔''
ہاں نا میری ہمت۔'' وہ اطمینان سے بولی۔
سب میری ہی ہوئی جھوٹ ہے۔'' شوئکل خان نے جتایا تو وہ چیخی۔
بات میں خواہ مخواہ میرے شوہر بننے کی کوشش مت کیا کرو۔''
''وہ جیسے محظوظ ہو کر ہنسا۔ ''جو حقیقت ہے وہ اسے کیسے جھٹلایا جا سکتا ہے؟۔۔۔۔ بادولت
پھر وہ وہ کے شوہر ہیں۔''
ری ہی بے وقوفی تھی جو تمہیں چاہ کر سر پہ چڑھا کے رکھا اور اب سر پر مسلط کر لیا ہے۔'' وہ
بولی۔
ل نے آرام سے کہا۔
سب تو تمہیں ''چاہ'' کرنے سے پہلے سوچنا چاہئے تھا۔ میں تو بہت بھاگا مگر تم نے قابو کر
لیا۔''
رے نصیب۔۔۔'' وہ ضبط سے بولی۔ ورنہ شوئکل خان کے ہونٹوں سے مسکراہٹ نوچنے
ارادہ تھا۔
سب تو تمہارے بہت اچھے ہیں۔ مگر جو اپنے خود ساختہ واہموں کا شکار ہو خدا اس کی آنکھوں
کھا دیتا ہے اور اسے اپنے نصیب کی خوش بختی کا احساس ہی نہیں ہوتا۔'' شوئکل خان نے کہا
سے لہجے میں بولی۔
بات مت کھولاؤ شوئکل خان! اور خدا کے لئے میرے سامنے آ کر بار بار میرا ضبط مت
۔'' اس نے تو کسی اور انداز میں کہا مگر شوئکل خان بات کو اپنے ہی انداز میں لے گیا۔
ہے۔ جب دونوں کے مابین شرعی رشتہ ہے تو یہ ضبط و برداشت تو کرنا ہی پڑے گا۔ تمہارا
کی ٹھکانے پر نہیں ہے۔''
رات اس کا منطق نظر بھی تھی۔
شاپ!''
شوہر ہونے کے ناتے تمہاری اتنی بدتمیزی پسند نہیں کرتا ژالے!'' وہ یکلخت سنجیدہ ہوا تھا۔
کر مجھ سے لڑکیوں والی گفتگو مت کرو۔''
تمہارا دماغ خراب ہے اور کچھ نہیں۔'' اس کے قطعی انداز پہ شوئکل نے تاسف سے کہا۔

واسے ایسی مجبوری کی ہے ایسے رویے کی اسے کبھی بھی توقع نہیں رہی تھی۔ جو سب کچھ جاننے کے باوجود کچھ غیر متوقع باتوں کو دل پہ لے کر بیٹھ گئی تھی۔ اور نہ صرف اپنی بلکہ اس کی کے خوبصورت دنوں کو بھی اپنی ضد کے پیچھے گنوا رہی تھی۔

●●●●●

وہ دروازہ کھٹکھٹا کر تمکین کے کمرے میں آئی تو اسے اپنی اور انس کی شادی کی تصویر کرنے میں مگن پایا۔

"کیا ہو رہا ہے؟" صبا نے بمشکل ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلائی۔

"دیکھ نہیں رہیں، تمہارے بھائی سے باتیں کر رہی ہوں۔ تم کہیں جا رہی ہو؟" البم بند کرتے ہوئے اس نے صبا کی تیاری سے اندازہ لگایا تو وہ بولی۔

"ہاں، امی کی طرف جا رہی ہوں۔ انہوں نے بطور خاص تمہیں ساتھ لانے کا کہا تھا۔" صبا کر منتظر نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"نہیں —— اب میں وہاں کبھی نہیں جاؤں گی جہاں سے مجھے اور انس کو نکال دیا گیا ہے"

وہ قطعیت بھرے لہجے میں کہتی صبا کو ششدر کر گئی۔

ان دنوں وہ کتنی ہی دیر انس کی تصویر تھامے پتہ نہیں کیا باتیں کرتی رہتی تھی۔ مگر میرا کے متعلق اب اس نے اتنے حتمی انداز میں سوچنا شروع کر دیا ہے، یہ صبا کو ابھی پتہ چلا تھا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے تمکی! میں اور نوفل تو تمہیں اپنی مرضی سے لے کے آئے تھے۔"

"اگر وہ لوگ چاہتے تو مجھے روک سکتے تھے۔ مگر انس گئے، میرا بچہ گیا تو انہوں نے مجھ سے رشتہ ہی توڑ لیا۔"

وہ اپنی سوچ پر اڑی ہوئی تھی۔

"تم غلط سوچ رہی ہو تمکی! وہاں سب اب بھی تمہارا انتظار کرتے ہیں۔ اب بھی تمہارے لیے وہاں اتنا ہی پیار اور عزت ہے جتنی کہ پہلے تھی۔"

صبا نے اس کی برین واشنگ کرنا چاہی۔ مگر تمکین کی ناں، ہاں میں نہیں بدلی تھی۔

"تم لوگ جاؤ۔ میں یہاں انس کے ساتھ ہوں۔" اس کا انداز بہت نارمل تھا۔

صبا کو رونا آنے لگا تو وہ تیزی سے کمرے سے باہر نکل آئی۔

"کیا رہا؟" نوفل نے اسے دیکھتے ہی پوچھا۔

"وہ نہیں مانی۔" صبا نے پوری بات نہیں بتائی۔

"میں نے تو آپ سے پہلے ہی کہا تھا۔ مگر آپ کو شوق ہے اپنی کرنے کا۔" وہ جس انداز سے صبا کا ضبط آزما گیا۔

"اپنی کرنے کا شوق ہوتا تو آج حالات کچھ اور ہی ہوتے۔"

"میری طرف سے تو آپ کو پوری آزادی تھی۔ آپ نے خود ہی اس کی پیشکش،

…یہ حالات آپ کے حق میں ہو سکتے تھے۔" وہ فوراً بولا۔ اُدھار رکھنا تو یہ شخص جانتا ہی نہیں …بھی کسی کا دل رکھنا۔

…ہا گئی۔

…میں اس فضول کی بحث میں نہیں پڑنا چاہتی۔ پہلے ہی کافی دیر ہو چکی ہے۔" اس نے بے تاثر …لہجے میں کہا اور اس پر پڑا گاڑی کی چابی اور اپنا والٹ اٹھانے لگا۔

…صبا کو اپنی طبیعت میں بے حد بوجھل پن سا محسوس ہوا۔

…ہفتہ دس دن سے ہی محسوس کر رہی تھی۔ مگر اب ایک دم سے سر چکرایا اور ساتھ ہی جی …تو وہ بے اختیار ہی واش روم میں گھس گئی۔

…زمین پر جھکتے ہی اسے قے آ گئی۔

…کھلے دروازے میں سے جھانکا تو اسے قے کرتے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

…نگ۔

…سے چہرہ خشک کرتی بہت نڈھال سی باہر آئی تھی۔

…کہاں چلنا ہے؟ —— ڈاکٹر کے پاس یا میر ہاؤس؟"

…اچھا لگا تو صبا اس کی مہربانی نظر انداز کرتے ہوئے بولی۔

…امی کی طرف ہی چلیں۔ اب اتنی بھی طبیعت خراب نہیں ہے۔"

…نے اچکا کر آگے چل دیا۔

…اس کی تقلید میں چلتی اپنی حالت کا سبب سوچ رہی تھی۔

●●●●●

…ایکدم سے یوں تیزی پکڑ لے گی یہ اس نے سوچا بھی نہ تھا۔ اور وہ بھی سردیوں کی بارش۔ …دن میں پہلے تک سیاہ بادل تو تھے مگر موسم کے تیور ایسے خراب نہ تھے کہ وہ باہر نکلنے سے

…ختم ہو جائے تو ڈرائیور کے ہاں ہی رکنا۔ میں خود پک کر لوں گا۔ میرے موبائل پر رنگ …نے تحکمی انداز میں کہتے ہوئے اسے ڈرائیور کی طرف ڈراپ کیا تھا۔

…سے فارغ ہو کر وہ ڈرائیور کی طرف ہی آ گئی تھی۔ وہاں پہنچ کر سعید کو رنگ کیا۔

…لحال تو فارغ نہیں ہوں۔ بلکہ آدھے گھنٹے تک تم وہیں رکو، میں آ جاؤں گا۔" اس نے …منظر سے آنے والی وریا کی آواز نے اسے سمجھا دیا کہ وہ کس مصروفیت میں تھا۔

…ٹی ہی وہ بلک کے بیٹھی تھی۔ اس کے بعد اپنی ضدی طبع سے مجبور ہو کر وہ موسم کی خرابی …ائر کی ذات کا اثر لئے بغیر وہاں سے نکل آئی۔

…لیا کیا کیسے کسی سواری میں بیٹھنے کا حوصلہ ہی کب تھا۔

…مت یوں جھم جھم برسنے لگے گا یہ تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

وہ ایک بند دکان کا بڑھا ہوا شیڈ دیکھ کر لرزتی کانپتی اس کے نیچے کھڑی ہو گئی۔ موبائل بھی گھر ہی چھوڑ آئی تھی ورنہ وجدان ہی کو کال کر لیتی۔

سردیوں کی بارش تھی۔ سو لوگ دکانوں اور مکانوں میں دبکے بیٹھے تھے۔ وہ بے بسی سے بڑے پانی سے بہتے کیچڑ کو دیکھنے لگی۔

'یا خدا! ہمیشہ اس بندے کی نہ مان کر ہی کیوں نقصان میں رہتی ہوں؟'

اس نے بے اختیار سوچا۔

جب بھی وہ معید کی ضد میں کوئی حرکت کرتی تھی اس کا خمیازہ بھی بھگتنا پڑتا تھا۔

اب بھی وہ اسی تکلیف میں مبتلا تھی۔

موٹر سائیکل پانی اور کیچڑ کے چھینٹے اڑاتی گزری تو وہ ہڑبڑا کر حواس میں لوٹی۔

چھینٹے اڑ کر اس کے کپڑوں تک آئے اور گل پاشی کر گئے تھے۔

وہ موٹر سائیکل سوار کو کوس کر رہ گئی۔

شاپنگ بیگز دوسرے ہاتھ میں منتقل کرتے ہوئے اس نے اپنی گرم شال کو ٹھیک سے لپیٹا۔ دور دور تک کسی پرائیویٹ ٹرانسپورٹ کا نشان نہیں تھا کہ وہ ہمت کر کے کسی رکشے میں ہی بیٹھ جاتی۔

اسی وقت ایک شخص تیز قدموں سے چلتا اسی شیڈ کے نیچے آ کھڑا ہوا۔

"اُف ــــــ کس قدر سرد بارش ہے۔" وہ اپنے بالوں سے پانی کے قطرے جھٹکتا قدرے بلند آواز سے انداز میں بولا۔ جبکہ حنّی احتیاطاً اس سے پرے ہو کر کھڑی ہو گئی۔

وہ تو اپنوں سے موڈ کے مطابق بات کرتی تھی۔ کسی اجنبی سے کیا سلوک کرتی۔

"یہاں سے کوئی کنوینس ملنا بہت مشکل ہے۔" وہ پھر سے بولا۔ وہ شاید خواہ مخواہ بے تکلف ہونے والا شخص لگتا تھا۔ اس نے حنّی کی طرف دیکھا جو سڑک پر منتظر نظروں سے کسی کوچ کا انتظار کر رہی تھی۔

"آپ شاید کافی دیر سے یہاں کھڑی ہیں ــــــ ایسے موسم میں شاپنگ کے لیے نکلنا بھی ہمت ہی کہلاتا ہے۔" وہ اس کے ہاتھ میں موجود شاپنگ بیگز دیکھتے ہوئے تبصرہ کرنے لگا تو حنّی کا پیمانہ لبریز ہونے لگا۔

"آپ اپنے کام سے کام رکھیے۔"

"اس وقت ہم دونوں ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ تھوڑی دیر کے ساتھ کو انجوائے کر کے گزارا جا سکتا ہے۔" دوسری طرف ڈھٹائی کی انتہا تھی۔

حنّی نے اندر ہی اندر ڈرتے ہوئے بظاہر سخت لہجے میں جواب دیا۔

"اگر آپ اپنی فضول گفتگو بند رکھیں تو آپ کی مہربانی ہو گی۔ ورنہ کہیں اور چلے جائیں مجھے انجوائے کرنے والے آپ کو بہت مل جائیں گے۔"

"آپ کی آواز بھی آپ ہی کی طرح خوب صورت ہے۔ یقین مانیے، میں آپ کی

...بولا۔"

...حنّی کے تو گویا تلووں لگی سر پہ جا بجھی۔ اس کے اندر کی غصیلی لڑکی طمطراق سے ...یا خوف کہیں دور جا سویا۔ "کیا بکواس کر رہے ہیں؟"

...ے جانِ من! موسم ہے، موقع اور دستور بھی۔ ایسے موسم میں تو ایسی رومانٹک گفتگو ہی اچھی ...ہے۔" وہ بظاہر شریف دکھائی دینے والا شخص یکلخت ہی شرافت کا لبادہ اتار کر وقت کا فائدہ ...رہا۔

...موسم سے زیادہ حنّی کو وہ خراب شخص عذاب لگنے لگا تھا۔

...و رکیک انداز گفتگو نے اسے لرزا کے رکھ دیا۔

...معید ہی ادھر آ نکلے۔

...کے دل نے بہت شدت سے دعا کی۔

...نے اس کی گھٹیا باتوں کا جواب دینے کی بجائے لرزتے قدم اٹھا دیے اور بارش کی پروا کیے ...بڑھا۔

...ے ــــــ تم تو ناراض ہو گئی ہو۔ اچھا لاؤ یہ سامان ہی اٹھا لوں۔ گھر تک تو چھوڑنے کا ...دیکھو، اور کچھ نہیں تو دوستی تو ہو سکتی ہے ہمارے درمیان۔" وہ بھی اس کے پیچھے نکل دیا تھا۔

...ــــــ!" اسے رونا آنے لگا۔

...زور کی بارش میں بھیگتا، اوپر سے یہ شخص۔ اسے صحیح معنوں میں خدا یاد آیا تھا۔

...نہ جانے آنکھوں میں آنسو تھے یا بارش کا پانی۔

...اگر وہ عقل لاگتی تو پیر الٹا پڑ گیا۔ وہ گرنے کو تھی۔

...لیے۔"

...نے انداز محبت سے اسے بڑھ کر سنبھالنے کی کوشش کی تو وہ بے بسی اور خوف کے ...تھی۔

●●●●●

...خراب تھی تو بھلا ڈاکٹر کو دکھا لیتیں۔ ایسے موسم میں لاپروائی کرنا اچھا نہیں ہوتا۔"

...انا نے اسے گھر کا تو وہ بے دلی سے سر ہلا کر رہ گئی۔

...و میں اس لڑکی سے بہت تنگ ہوں۔ کہا بھی تھا کہ آج موسم خراب ہے، دانیہ کے ہاں ...جانا۔ مگر اس کے سر میں ایک بار جو سودا سما جائے پھر اس کا نکلنا بہت مشکل ہے۔"

...نانی بھی بیٹوں سے خائف ہو کر حنّی کے تازیانے لینے لے رہی تھیں۔

...جاتی ہے۔ وہ کون سا اکیلی ہے، معید لے گیا ہے۔ واپسی پہ بھی اسی کے ساتھ آئے ...بالتا نے انہیں تسلی دی۔

...انہوں نے ہی اسے دانیہ کی طرف جانے کی اجازت دی تھی۔ ورنہ چچی جان تو اسے

صاف انکار کر چکی تھیں۔

"یہ وریا ابھی تک یہیں ہے؟" صبا کو خیال آیا تو چچی جان کے اٹھتے ہی تائی جان سے پوچھ لیا۔

"ہاں۔۔۔" تائی جان نے گہری سانس بھری۔ "بے چاری کو طلاق ہو گئی۔"

صبا کو دھچکا لگا۔

"اچھا؟"

"ہاں۔۔۔ بڑے اچھا تھا یا برا، سسر کا سایہ تھا۔ اپنی مرضی سے خلع لینے کے باوجود اس نے اثر لیا ہے۔" وہ بتانے لگیں۔

"تو اب کیا ارادے ہیں اس کے؟ ۔۔۔ کہاں جائے گی وہ؟ اپنے گھر؟" صبا نے پوچھا۔

"دراصل یہ وریا کی پسند کی شادی تھی۔ اس لیے ساری فیملی نے اس سے رابطہ توڑ دیا تھا۔ ابھی تک وہ اس سے ناراض ہیں۔ تبھی تو وہ یہاں رہ رہی ہے۔" تائی جان نے بتایا تھا۔

صبا کو مزنی کی کہی باتیں بتانے میں تذبذب ہوا۔ ابھی یہاں تک ہوتی تو چٹاخ پٹاخ سب کہہ ڈالتی۔

صبا انہیں عماد اور وریا کی بابت بتانے لگی۔

"ہاں۔۔۔ مریم نے ذکر تو کیا تھا۔ پریشان بھی تھی۔ جانے کیسی طبیعت کی لڑکی ہو گی۔" تائی جان نے کہا۔

"ہاں، طبیعت تو عماد بھائی سے اس کی نہیں ملتی۔ بس دل کی بات ہے ساری۔ ورنہ تو ہزاروں لڑکیاں مل جائیں۔" صبا کو افسوس ہوا۔

"آج صبح میں نے پھر انہیں کو خواب میں دیکھا تھا۔" تائی جان افسردگی سے بولیں تو صبا چونکی۔

"وہی خوابوں کا سلسلہ۔"

"ہاں، آج بھی وہ تمکین کی طرف سے پریشان دکھائی دیا۔ مجھے کہہ رہا تھا، اس کا خیال رکھیں، اس کے لیے پھول اور سفید دوپٹہ دیا اس نے مجھے۔" ان کی آواز بھرا گئی۔

"تمکین کی حالت کسی سے چھپی ہوئی نہیں۔ سارا سارا دن کمرے میں گھسی بھائی جان کا نہ جانے کیا کیا باتیں کرتی رہتی ہے۔ وہ وہاں سکون سے کیسے رہ سکتے ہیں۔"

"یہاں رہتی تو نکل جاتی۔" انہوں نے کہا۔

"یہی سوچ کر تو وہاں لے گئے تھے۔ یہاں تو چپے چپے پر بھائی جان کی یادیں تھیں۔ مگر وہ تو وہاں بھی ان کی یادیں بچھا رکھی ہیں۔ وہ اس دھوکے سے باہر نکلنا ہی نہیں چاہتی جہاں بھولی اس کے ساتھ تھیں۔"

"تبھی تو میرے بچے کو وہاں پر چین نہیں۔ کیسے شہزادیوں کی طرح رکھا ہوا تھا اس نے بھی۔" وہ رونے لگیں تو صبا کو بھی رونا آ گیا۔

کتنی ہی دیر اس سوگوار ماحول میں رہنے کے بعد تائی جان نے دوپٹے کے پلو سے چہرہ پونچھا۔

تا تو وہ اس کے لیے پھول اور سرخ جانچنے کو دوپٹہ دے کر گیا ہے۔"

ہاں۔۔۔ تو؟" صبا الجھی کی کیفیت میں انہیں دیکھنے لگی۔

دنوں سے میرے دل میں ایک بات آ رہی ہے صبا!" انہوں نے ہچکچاتے ہوئے کہا تو وہ

ہے۔

کہیں۔۔۔؟"

بیٹی، جب سے مریم کو پریشان دیکھا ہے تب سے میرا ذہن کچھ اور ہی سوچنے لگا ہے۔"

ب بھی متذبذب تھیں۔ پھر رک گئیں۔

ہیں۔۔۔ جو دل میں ہے، کہہ دیں۔ میں کون سا اجنبی ہوں۔" صبا نے انہیں بڑھاوا دیا۔

میں سوچ رہی تھی کہ اریبہ طلاق یافتہ ہے۔ عماد اس سے شادی کر سکتا ہے تو پھر تمکین تو اس سے بہتر ہے، وہ اس سے شادی کیوں نہیں کر لیتا؟"

ہا نے جھجکتے ہوئے کہا تو وہ متحیر سی اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

●●●●●

ت تھی۔"

ہڑ بڑا میں ملے شے نے اسے پکارا تو وہ تحیر سے اسے دیکھنے لگی۔

علاوہ نہیں تھا کہ وہ بھی اس سے مخاطب ہونے کی جرأت کر سکتی ہے۔

ہے؟" اپنی حیرت پر قابو پاتے ہوئے اس نے بگڑے لہجے میں پوچھا تھا۔

ب ان سے ایسے ہی ناراض ہو رہی ہیں ۔۔۔ ایک بار ان کی بات سن لیتیں تو تمام غلط دور ہو جاتیں۔" وہ جھجکتے ہوئے بولی۔

نے کے انداز نے اسے سنبھل کر بات کرنے پر مجبور کر دیا۔

اس کی طرف داری نہیں کرو گی تو اور کون کرے گا۔ تمہیں بھلا اس کا قصور کیوں دکھائی دینے لگا، پڑ گئی۔

اس وقت وجہ چڑچڑی اور بےزار ہو رہی تھی۔

شگفتگی اور بشاشت دور کہیں جا سوئی تھی۔ اب تو ایک ہی ڈالے تھی۔

ی اور تلخ۔

کیا وہ تو آپ سے دھوکا کر رہے ہیں اور شادی کچھ برا کرنے کا سوچ رہے ہیں۔"

اسے۔۔۔ اس سے زیادہ اچھا اور کیا کرے گا۔ اتنی اچھی اور حسین سوکن لا کے میرے سر پہ بٹھا سے بولی۔

کا رنگ سرخ پڑ گیا۔

ل آپ کی سوچ کی غلطی ہے۔ اگر بیٹھ کر بات کی جائے تو مفاہمت کی راہیں نکل آتی اسے ہمت نہیں ہاری تھی۔

"تو ٹھیک ہو۔" وہ بدقت ہی سے کہتی پلٹی تو پیچھے کھڑے جانے کب سے ان دونوں کی باتیں [...] شموئیل سے ٹکرا گئی۔

"کس کو سمجھا رہی ہو پلوشے! اس کا دماغ بہت خراب ہے۔ یہ صرف اپنی خود ساختہ سوچوں کو [...] سمجھتی ہے اور بس۔" وہ بھی اتنے ہی تلخ لہجے میں بولا تھا۔

"خود ساختہ؟" ژالے چڑ اٹھی۔ "ہاں ــــ میں ہمیشہ ونی دے کا شکار رہی ہوں، دماغ خراب تھا میرا۔ میرا سمجھ کر کل ہاتھ میں لے بیٹھی۔"

اس نے دکھ سے کہا تو لمحہ بھر کو وہ خاموش ہو گیا۔

"دیکھیں، آپ پھر سے غلطی کر رہی ہیں۔ خان ایسے نہیں ہیں۔" پلوشے نے کہنا چاہا تو وہ الٹ پڑی۔

"شٹ اپ خان کی چمچی!"

"خبردار ژالے! جو پلوشے سے ایک بھی لفظ مزید کہا تو۔"

شموئیل نے یکلخت ہی سرد لہجے میں کہا تو وہ سُن سی ہو کر بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔

کل تک تو وہ اسے اپنے اور پلوشے کے مابین موجود رشتے کی وضاحتیں دیتا پھرتا تھا اور آج یہ حال تھا کہ وہ اس کی خاطر ژالے کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

"تمہیں ونی میں بیاہ کر اس گھر میں لایا ہوں تو یہ بھی میرے ساتھ بھاگ کر نہیں آئی ہے۔ اس کی بھی ذمہ داری ہے مجھ پر۔"

"بس خان ــــ!"

اس کے تحت لب و لہجے پر پلوشے نے دبے لفظوں میں اسے ٹوکنا چاہا تو وہ اس پر الٹ پڑا۔

"تم چپ رہو۔ اتنا بے حس نہیں ہوں کہ تمہاری بے عزتی ہوتے دیکھتا رہوں۔"

پلوشے خاموشی سے وہاں سے ہٹ گئی۔

ژالے نے اس کے انداز سے سخت بے عزتی محسوس کی۔

"تو پھر اس کی ذمہ داری کیوں نہیں نبھاتے؟ چھوڑ دو مجھے۔" اس نے حد کر دی تھی۔

اب جانے یہ شموئیل کی برداشت تھی یا وہ قصداً اس کے رویے کو نظر انداز کر جاتا تھا۔ اتنے سخت الفاظ سننے کے بعد بھی ٹھنڈے لہجے میں بولا۔

"یہ تو اب تم بھول ہی جاؤ کہ میں کبھی تمہیں چھوڑوں گا۔ بہت بھاگا ہوں تم سے۔ مگر تم نے! نہیں مانی۔ اب تو آخری سانس تک نبھانی ہوگی تمہیں۔"

"ہونہہ ــــ مائی فٹ ــــ"

ژالے نے جھلا کر پاؤں پٹخا۔

شموئیل نے انگشت شہادت اٹھاتے ہوئے اسے ایک بار پھر سے یاد دہانی کرائی۔

"پلوشے سے دور ہی رہو ــــ وہ تمہیں کچھ نہیں کہتی تو تم بھی اس کی عزت کرو۔ اس کی [...]

[...]بچہ ہے؟ یہ تم نہیں جانتیں۔"

"[...] میں اب بہت اچھی طرح جان گئی ہوں۔ اس کی جگہ کیا ہے اور میری جگہ کیا ہے۔" وہ

"[...] میرے ساتھ بنا کے رکھی ہوتی تو میں تمہیں بتاتا کہ تمہاری اس گھر میں کیا جگہ ہے اور میرے [...] کیا مقام ہے۔" شموئیل نے طمانیت سے کہا تو وہ چیخ کر رہ گئی۔

"[...] مجھے کوئی شوق نہیں لائن میں لگنے کا۔ تم اسی ایک کو سنبھالو۔ میں بہت جلد کوئی فیصلہ کر لوں گی [...] گا۔"

[...] ٹھک ٹھک کرتی اپنے کمرے میں جا گھسی۔ شموئیل خان گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

وہ رائنہ کے گھر پہنچا تو پتہ چلا کہ ضحیٰ وہاں سے نکل چکی ہے۔ موسم کے تیور دیکھ کر اسے اس کی بے وقوفی پر شدید غصہ آیا۔

"کوئی کام جو یہ لڑکی ڈھنگ سے کر جائے۔"

وہ گاڑی میں آ بیٹھا۔

سردیوں کی بارش نے موسم کو یکلخت ہی برفیلا بنا دیا تھا۔ لب بھینچے گاڑی ڈرائیو کرتا وہ پورا نظر دوڑاتا تمام راستے اسی سرپھری کو دیکھتا رہا۔

"ہو سکتا ہے وہ گھر پہنچ چکی ہو۔"

اسے دھیان آیا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ڈیش بورڈ پر سے موبائل اٹھایا۔ ارادہ یہی تھا کہ اس کی خیریت معلوم کر لے۔ مگر اسی وقت اس کی نگاہ تھوڑی دور جاتی لڑکی پر پڑی اور اس کے پیچھے دو مرد۔ کال ملاتا اس کا ہاتھ ٹھٹکا۔

اس نے گاڑی کی رفتار بڑھائی۔

"صبح ضحیٰ نے بھی شال اوڑھ رکھی تھی۔ تو پھر یہ مرد کون ہے؟"

گاڑی کی آواز پر مرد نے پیچھے پلٹ کر دیکھا۔

معید نے ان کے قریب جا کر گاڑی کو فل اسٹاپ پر بریک لگائے۔

وہ ضحیٰ ہی تھی اور اسے تنگ کرتا وہ شیطان۔

معید لمحوں میں ساری صورت حال سمجھ گیا۔ ضحیٰ لڑکھڑائی تو اسے سنبھالنے کے لیے آگے بڑھا۔ شخص معید کو تیزی سے باہر نکلتے دیکھ کر بھاگ اٹھا۔

ضحیٰ کی نگاہ معید پر نہیں پڑی تھی۔ معید نے تیز قدموں سے چلتے ہوئے آگے بڑھ کر اسے پکڑا تو وہ چیخ اٹھی۔

"ذرا آنکھوں سے بھی کام لے لو ——— میں ہوں۔" معید نے تپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

ڈبڈبائی آنکھوں اور زرد پڑتی رنگت کے ساتھ اسے دیکھ کر ضحیٰ ایک دم ہی رو دی۔

ترکی جان یکلخت ہی واپس لوٹ آئی تھی۔ وہ بے ساختہ و بلا ارادہ معید کے شانے سے لگی۔

"وہ ...... وہ مجھے تنگ کر رہا تھا۔"

شانوں پر سر گرائے وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

کی کہانیاں سلگ اٹھیں۔

تھی تو بھی گلی میں فرار ہو چکا تھا۔ ورنہ وہ اس کی ٹھیک ٹھاک دھلائی کرنے کے موڈ میں تھا۔

"چلو ——— گاڑی میں بیٹھو۔ بارش تیز ہو رہی ہے۔"

نے آہستہ سے اس کا سر تھپکا تو وہ جیسے ہوش میں آئی۔

اس سے الگ ہو کر گاڑی میں جا بیٹھی۔

ناسانہ نظروں سے نیچے گرے گندے ہوتے شاپرز کو دیکھنے لگا۔ پھر گہری سانس بھری اور سارے شاپرز اٹھا کر گاڑی کی پچھلی نشست پر ڈال دیے۔

کی حالت دیکھتے ہوئے فی الوقت اسے ڈانٹنے کا ارادہ موخر کر دیا اور گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی رہی۔ جبکہ ضحیٰ بی بی ابھی بھی سوں سوں کر رہی تھیں۔ معید سنے ہوئے تاثرات لیے گاڑی نے لگا۔

کی بات اس قدر بے یقین کر دینے والی تھی کہ صباحت دق سی انہیں دیکھے گئی۔

جیسے ذہن بالکل صاف سلیٹ ہو گیا ہو۔

میری بیٹیوں کی طرح ہے۔ بیاہنے سوچ رہی۔ ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے۔ ابھی سال ہوا میرے انس کی دلہن بن کے آئی تھی اور اب سعید جوڑا بیٹھی ہے۔" وہ صد درجہ کا شکار ہونے لگیں۔

نے بمشکل خود کو بولنے پر آمادہ کیا۔

"کیسے ہو سکتا ہے امی! ——— بھلا کیسے سب ———" اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اپنا مافی لفظوں میں بیان کرے۔

اب بھی اس کے متعلق نہ سوچا گیا تو وہ انس کے پیچھے خود کو پاگل کرے گی۔ ابھی عمر کیا لی۔"

جان کا تجزیہ صد درست تھا۔

کا ذہن یکلخت کھل گیا۔

●●●●●

کے گاڑی اندر رکتے ہی ضحیٰ پھرتی سے اتر کر اندر چلی آئی۔

"——— یہ بھیگ کیسے گئیں تم؟"

بان تحریمی اس کا حلیہ ملاحظہ کرنے لگیں تو وہ ان سے نظریں چراتی بولی۔

"ہا ——— تھوڑی سی واک کر لی تھی بارش میں۔" کہتے ہوئے وہ آگے بڑھ گئی تو انہوں نے نافہمانہ انداز میں سر ہلایا۔

"لڑکی نے مجال ہے کوئی ڈھنگ کا کام کیا ہو۔"

اندر آتے ہوئے سعید نے ان کی بات سن کر دل ہی دل میں ان کی تائید کی تھی۔

کمرے میں آتے ہی وہ یوں ہی گیلے کپڑوں سمیت بستر پر گر سی گئی۔

گزری تمام ساعتوں کو سوچا تو بدن میں جھرجھری سی دوڑ اٹھی۔

"اگر سعید وہاں نہ آتا تو؟"

اس کا دل ابھی بھی اس بات کو سوچ کر خوف زدہ ہونے لگا۔

"کیوں نہ آتا۔ خدا نے اسے بنا کر ہی میرے لیے بھیجا ہے۔" ایک سوچ سی دل میں ابھری

تھی ——— "ماہا" نے دل کو ڈانٹا تو وہ گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اور مجھے بھی سعید حسن کو زیادہ اہمیت دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ خواہ مخواہ ذہن پہ سوار ہو رہا ہے۔" وہ الجھنوں کا شکار ہوتی جا رہی تھی۔

●●●●●

"تو پھر تم نے کیا سوچا ہے؟"

مریم پھپھو نے لنچ ٹائم میں عماد کے گھر آنے کا ناکہ اٹھاتے ہوئے اسے گھیرا تو وہ کھانے سے ہاتھ روک کر انہیں دیکھنے لگا۔

"کس بارے میں؟"

"اریبہ کے بارے میں ——— اپنی شادی کے بارے میں۔" انہوں نے سنجیدگی سے کہا تو چند ثانیے انہیں دیکھتے رہنے کے بعد وہ گہری سانس لے کر دوبارہ کھانے میں مشغول ہو گیا۔

"یہ مذاق کی بات نہیں ہے عماد!" وہ چڑ گئیں۔

جتنی انہیں اس معاملے کی ٹینشن ہو رہی تھی، اتنا ہی وہ اسے لٹکا رہا تھا۔

"اتنا سر پہ سوار کرنے والی بات بھی نہیں ہے مام ڈیئر!" وہ لاپرواہی سے بولا تو وہ حیران ہو گئیں۔

"میں تمہاری اور اریبہ کی شادی کی بات کر رہی ہوں۔"

"شادی ہی ہے نا ——— مارشل لاء تو نہیں لگنے والا۔" وہ ہنوز اسی انداز میں بولا تو انہیں اس کی غیر سنجیدگی غصہ دلانے لگی۔

ایک اتنی اہم بات جو اتنے دنوں سے ٹینشن بن کے ان کے ذہن پر سوار تھی، اسے یہ ہنسی میں اڑا رہا تھا۔

"یہ بچوں کا کھیل نہیں ہے عماد! مجھے تو اس معاملے میں کہیں سے بھی سیریس نہیں لگ رہے۔" انہوں نے قدرے خفگی سے کہا تو وہ چمچ واپس پلیٹ میں رکھ کر انہیں دیکھنے لگا۔

"سیریس ہونا اور کیا ہوتا ہے بھلا؟" اس کا انداز ٹھہرا ہوا تھا۔

"میری جو مرضی تھی میں نے آپ کو بتا دی۔ اب آپ جانیں اور آپ کا کام۔"

"کیوں مجھے پریشان کر رہے ہو عماد؟" وہ بے بس ہونے لگیں تو وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولا

"اب خواہ مخواہ کی ٹینشن لے رہی ہیں اور بس۔ روزانہ ایسی ہزاروں شادیاں ہوتی ہیں۔"

"ان شادیوں میں دولہا اتنی لاپرواہیاں نہیں دکھاتے۔ پوری دلچسپی کے ساتھ کام نمٹاتے ہیں۔ تم اپنی بات کیوں نہیں بتاتے؟" اب جانے انہوں نے سرسری بات کی تھی یا اس کا چہرہ ہی کھلی کتاب تھا کہ کوئی کہانی سنانے لگا تھا۔

"... ڈال دیا۔"

اس ہنسی میں وہ بے ساختگی نہیں تھی جو ہمیشہ عماد کی طبع کا خاصہ رہی تھی۔

اس میں ایک اضطراب پوشیدہ تھا۔

یہ بھی کہ اتنی جلدی ہتھیار ڈالنے والوں میں سے وہ بھی نہیں تھا۔

"... جلد ہی آپ کو فائنل بتا دوں گا۔ ابھی تو فی الحال میں بزنس کو پوری توجہ دے رہا ہوں۔"

پھر سے انہیں ٹال گیا تو وہ بدمزہ ہونے لگیں۔ اس کے موبائل فون نے بجنا شروع کر دیا تھا۔

بات کو بے سود جان کر چائے بنانے کے لیے اٹھ گئیں۔ فون پر اریبہ تھی۔

"کہاں ہو تم؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"لنچ کرنے گھر پہ۔" وہ مختصراً بولا۔

"تم نے گھر میں کب سے لنچ کرنا شروع کر دیا؟ اس ریسٹورنٹ میں جانا چھوڑ دیا کیا؟" وہ حیرانی کے انداز میں پوچھنے لگی۔

"ہاں۔" عماد نے محض ہنکارا بھرا تھا۔

"اچھا جلدی سے فارغ ہو جاؤ۔ پھر مجھے بہت ضروری شاپنگ کرنی ہے۔"

"میں تو فارغ نہیں ہوں۔ یہاں سے سیدھے مجھے میٹنگ میں جانا ہے۔" عماد سمجھ نہیں سکا کہ اس نے اریبہ سے جھوٹا بہانہ کیوں بنا دیا۔

"میٹنگ کیا مجھ سے زیادہ ضروری ہے؟" اس کی ادا میں ناز تھا، مان تھا۔

وہ تو اسے الجھنے لگا مگر پھر سنبھل کر بولا۔

"تمہارا اس میٹنگ سے کیا مقابلہ؟ تم تو تم ہو۔"

"تو پھر آ جاؤ نا۔"

وہ ادا سے بولی تو عماد نے گہری سانس بھری۔

"وعدہ نہیں کرتا۔ کوشش کروں گا۔ اگر جلدی فارغ ہو گیا تو۔"

"بہت بور ہو تم عماد! پہلے تو ایسے نہیں تھے۔" وہ کوفت کا شکار ہوئی۔

"وقت کے ساتھ ساتھ انسان کو بدلنا پڑتا ہے۔ ورنہ وقت خود اسے بدل دیتا ہے۔"

"اچھا اچھا ——— میں اس وقت عالمانہ موڈ میں قطعاً نہیں ہوں۔ مجھ سے ابھی باتیں ..." وہ اس کی بات قطع کر گئی۔

"فلاں کون سی باتیں؟" عماد نے پوچھا تو وہ بولی۔

"اپنے مستقبل کی باتیں۔"

"کل کس نے دیکھی ہے۔ میں اگلے پل کی بھی پلاننگ کرنے کا قائل نہیں ہوں۔ اور دیکھو۔ اور یقین کرو۔ اس نے تو کبھی ایسی سچویشن کا سوچا بھی نہیں ہوگا۔" وہ کہتے ہوئے آزردہ ہو گیا۔

اویزہ نے کوفت سے گہری سانس بھری۔ پھر بےزاری سے بولی۔

"یہ کیا تم ہر بات میں انس اور نگی کو گھسیٹ لاتے ہو؟ جو ہو چکا وہ ان کی قسمت میں لکھا تھا۔ اس کو اپنی زندگی پہ اپلائی کرنا سراسر بےوقوفی ہے۔"

عماد کو اس کی بات ناگوار گزری۔ خصوصاً اس کے لب و لہجے سے چھلکتی بےزاری جسے اس نے چھپانے کی قطعاً کوشش نہیں کی تھی۔

ادھر عماد کئی دنوں سے محسوس کر رہا تھا کہ وہ جب بھی اویزہ سے کسی تیسرے کے متعلق گفتگو کرتا تو وہ یا تو موضوع بدل دیتی یا پھر بےزاری کا اظہار کرنے لگتی تھی۔

اور دوسری طرف اویزہ تھی۔ جس نے کبھی خود سے آگے تو کچھ سوچا ہی نہ تھا۔ اس کا بس چلتا تو اس کی موجودگی میں عماد کسی اور کو نہ دیکھے، نہ سوچے۔

ایسے میں اس کا ہر بات میں انس کی کوئی یاد نکال لینا یا پھر نگین کے حال کا ذکرا سے زہر لگتا تھا۔

"میں فی الحال اس سے ہٹ کے کسی موضوع پر بات نہیں کر سکتا۔ بہتر ہوگا کہ تم مجھ سے کل میں بات کر لو۔"

عماد نے سرد مہری سے کہہ کر اس کی "سنو تو" کو نظر انداز کرتے ہوئے موبائل آف کر دیا۔

اس کی پیشانی پہ گہری سلوٹیں پڑ چکی تھیں۔

●●●●●

ہر اک چیز بدل جاتی ہے عشق کا موسم آنے تک
راتیں پاگل کر دیتی ہیں، دن دیوانے ہو جاتے ہیں

وہ مسلسل اُلجھن و بےیقینی کا شکار تھی۔

سعید حسن کی طرف بڑھتے دل کے التفات کو وہ کوئی بھی نام دینے کی جرأت خود میں نہیں پا رہی تھی۔

'بکواس——'

اس نے سختی سے دل کو ڈپٹا۔

'زہر لگتا ہے مجھے وہ شخص۔ لگتا ہی کیا ہے میرا وہ؟—— دشمن اوّل۔'

وہ اندھیرے کمرے میں کمبل لپیٹے اُلٹی سیدھی سوچوں میں گھری تھی۔

مگر یہ دل کیوں اس بےحس، سنگ دل کی طرف جھک رہا ہے۔ اس "زہر لگنے" میں اتنی شدت کیوں نہیں ہو رہی۔ اور دشمن سے جانے کب وہ "دشمنِ جاں" بن گیا ہے۔"

اس نے دونوں مٹھیوں میں کمبل دبا کر سینے سے بھینچا اور گہری سانس بھری۔

رابدری گھٹن کسی طور کم نہ ہو رہی تھی۔

'کیا ہے؟—— کیوں ہے؟'

بڑے وہ اٹھ بیٹھی تو سامنے دیوار پر سعید حسن کی تصویر اُبھر آئی۔

حیران سی، ایک خواب کی کیفیت میں گھرنے لگی۔

بال بکھر گیا، آنکھیں، ان میں بھری نمی۔

قی بار کہا ہے کہ اکیلے باہر مت جایا کرو۔ دوستوں کے گھر جانا ہو تو مجھ سے کہو۔ انس ہے۔

ہے" وہ ناراض ہوتا تھا۔

پھر جب ٹرپ کے لئے ضد کر رہی تھی۔

بالکل ضرورت نہیں کالج ٹرپ کے ساتھ جانے کی۔ آج کل زمانہ کون سا ہے یوں لڑکیوں کا پر نکلنے کا۔ یہاں سے ذمہ داری کا وعدہ کر کے لے جانے والے وہاں اپنے آپ میں مگن ہیں اور لڑکیاں منہ اٹھائے اِدھر اُدھر بھٹک رہی ہوتی ہیں۔ اس سے بہتر ہے کہ ہم فیملی ٹرپ پہ یں۔ اسلام آباد ہی تو جانا ہے، اگلے ہفتے ہم سب چلیں گے۔"

واقعی وہ سب اگلے ہی ہفتے اسلام آباد کا چپہ چپہ کھنگال آئے تھے اور ایک نہیں بلکہ چار دن ام کیا۔

اُس کے دل سے ٹرپ کے ساتھ نہ جانے کا ملال نہیں گیا۔ مگر اب دل کیا کہہ رہا تھا۔

لا ٹھیک کہتا وہ۔ واقعی زمانہ ہی کون سا ہے لڑکیوں کے باہر نکلنے کا۔ جب کہ کوئی مرد ہمراہ نہ ہو۔ ساری حق گو سوچیں اس پل ثبت ہو رہی تھیں۔ کوئی سن لیتا تو بےہوش ہی ہو جاتا۔

ناصر اور سعید حسن کے لئے سوفٹ کارنر؟—— خود تمکی کے لئے بھی اپنی یہ کیفیت اس قدر تھی کہ وہ سعید حسن کے بارے میں اچھا سوچنے کے بعد فوراً گھبرا سی جاتی۔

بہت شاطر آدمی ہے—— مجھ سے نکاح کے باوجود وہ دیبا سے چکر چلا رہا ہے۔ میں کبھی بھی معاف نہیں کروں گی۔' وہ فوراً تردید کرتی۔ مگر اگلے ہی پل بھیگے وجود کے گرد نرم گرم سا بازوؤں کا حصار یاد آتا تو وہ پگھل سی جاتی۔

'خدایا—— اسے رونا آنے لگا۔

'کیا سعید حسن مجھے ملنے والا ہے؟—— تو پھر یہ کیفیت کیوں ہو رہی ہے میری؟—— میں تو کہ وہ دیبا کا ہے۔ وہ دیبا جو اس کے لئے اپنے شوہر سے طلاق لے بیٹھی ہے۔ اس کے علاوہ وہ میری طرف کیسے دیکھے گا؟'

بےحد حساس اور آزردہ دل تھی۔

'خدایا میرے دل کو بدل دے۔'

سامنے لیٹ کر سختی سے آنکھیں موند لیں اور خدا سے دعا کرنے لگی۔

●●●●●

"آپ ماں بننے والی ہیں۔"

لیڈی ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا تو صبا بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔

"یو آر پریگننٹ۔"

ڈاکٹر سمجھی شاید وہ اس کی بات سن نہیں پائی۔

مگر صبا نے اس کی بات اچھی طرح سے سنی تھی۔ لیکن اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آیا۔

دوسری بار ڈاکٹر نے کہا تو وہ جیسے ایک خواب کی گرفت سے آزاد ہوئی۔

"آر یو شیور ڈاکٹر؟" اس کے انداز میں بے یقینی تھی۔

ڈاکٹر مسکرا دی۔

"پہلی پہلی بار ماں بننے والی لڑکیاں یوں ہی بے یقینی کا شکار ہوتی ہیں۔ اگر یہ رپورٹس آپ کی ہیں تو میں سو فیصد پر یقین ہوں کہ آپ پریگننٹ ہیں۔"

ڈاکٹر نے لیبارٹری ٹیسٹ کی رپورٹ انگشت شہادت سے صبا کی طرف کھسکائی تو اس نے میکانکی انداز میں رپورٹ نکال کر دیکھی جس پر لکھا "پازیٹو" اس کے دل کو عجیب سے انداز دھڑکا گیا۔

●●●●●

"میں دوبارہ شادی کا سوچ بھی نہیں سکتی معید!"

وریا کا لہجہ بھیگا ہوا تھا۔

جگنی کے قدم ٹھٹک گئے۔ وہ احتیاطاً پورچ کے پلر کی اوٹ میں ہو گئی۔ لان میں کرسیوں پر وہ دونوں محو گفتگو تھے۔

"خبردار وریا! ——— خبردار جو تم نے اب ایسی کچھ کارکردگی دکھائی تو۔" معید نے سخت لہجے میں کہا۔ "اب جبکہ قسمت تم پر مہربان ہو رہی ہے تو تم پھر سے نادانوں جیسا قدم اٹھانا چاہتی ہو۔"

"میں خود کو اس قابل نہیں سمجھتی ہوں معید!"

جگنی کو لگا جیسے وہ رو رہی ہو۔

"شٹ اپ وریا!" معید کے انداز میں اب بھی سختی تھی۔ "تمہیں مستقبل میں کیا کرنا ہے، وہ سب میری ذمہ داری ہے۔ میں نے تمہیں اول روز ہی کہا تھا کہ ہمت کرو، معید حسن ہر قدم پر تمہارے ساتھ ہے۔" آخر تک آتے آتے معید کا لہجہ نرم ہو گیا تھا۔

جگنی اپنی جگہ پر سنگ کر رہ گئی۔

"ٹھیک ہے معید! ——— ٹھیک ہے سوچوں گی۔" وریا کا انداز متشکرانہ تھا۔

"اچھا ——— اب جا کے آرام کرو۔ اور ہاں، مجھے تمہاری یہ اتری ہوئی صورت دوبارہ نظر نہ دے۔ مجھے وہی پرانی والی وریا چاہئے۔ ہنستی، مسکراتی، پُراعتماد۔"

معید نے جوش بھرے انداز میں کہا تو وہ ہلکی سی آواز میں ہنس کر اٹھ گئی۔ اس کا اندر

...کر جگنی پلر کی اوٹ سے نکل آئی۔

...دیکھ کر مسکراہٹ سے نوازتی وریا اندر چلی گئی جبکہ وہ سیدھی اخبار کھولے معید حسن کی طرف بڑھ گئی۔

دیکھ کر معید کی تیوری پر بل آ گیا۔ اس نے اخبار جھٹک کر سیدھا کرتے ہوئے منہ کے آگے پھیلایا تو جگنی تلملا اٹھی۔ ابھی وریا کے ساتھ وہ کیسے باتیں مٹھار رہا تھا۔ اور اس پر نگاہ پڑتے ہی جیسے منہ میں کونین آ گئی ہو۔

"مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔" وہ کرسی کی پشت پر دونوں ہاتھ جمائے اس کے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔

"ہاں ——— سن رہا ہوں، کہو۔" اخبار کے پیچھے ہی سے آواز آئی۔

"پہلے آپ اخبار رکھیں ——— میری طرف متوجہ ہوں۔" اس کے انداز میں پتہ نہیں اتنی دھونس کہاں سے آ گئی۔

یہ وریا اور معید کی بے تکلفی کا نتیجہ تھا۔

معید نے بھی اخبار پیچھے کر کے اسے دیکھا۔

"جگنی میر کو میری "توجہ" کی ضرورت کب سے پڑنے لگی؟" وہ جیسے استعجاب سے بولا تو وہ ...گیا۔

بات اکیلے میں سوچنا بہت آسان لگتی تھی، وہی معید کے منہ سے سن کر وہ عجیب سی خجالت کا شکار ہو گئی۔ مگر یہ آر یا پار کا وقت تھا۔

"آپ وریا کو یہاں سے بھیج دیں۔" وہ بولی تو معید نے تعجب سے پوچھا۔

"کہاں بھیج دوں؟"

"جہاں وہ رہتی تھی۔ اس کے گھر۔"

"تمہیں اس کے یہاں رہنے سے کیا تکلیف پہنچتی ہے؟" معید کی پیشانی پر آہستہ آہستہ شکنیں آ گئیں۔

"بس ——— مجھے اس کا یہاں رہنا اچھا نہیں لگتا۔" وہ اندرونی وجہ چھپا گئی۔

معید حسن سے اپنائیت کا اظہار اور حد درجہ کی بے تکلفی اسے کب بھاتی تھی۔

"تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا ایسی بات کرنے کا۔"

معید نے تحکمانہ انداز میں کہا تو اسے غصہ آنے لگا۔

"کیا؟ ——— سارے حق وریا فراز ہی کے پاس ہیں؟" اس نے چبا چبا کر کہا تو معید فوراً ...گیا۔

"اب اس کا شوہر نہیں ہے۔"

"تو میں بھی یہی کہہ رہی ہوں۔ اسے طلاق ہوئی ہے۔ اسے چاہئے کہ وہ اپنے گھر جا کر عدت

پوری کرے۔ کسی نامحرم کے سامنے مت آئے۔"

ثنی کے انداز میں سرکشی تھی جس نے معید کو بہ نظر غائر اس کا جائزہ لینے پر مجبور کر دیا۔

"تمہیں اس کی اتنی فکر کیوں ہے؟"

"کیونکہ یہی ٹھیک ہے۔ لاپرواہیاں بڑے نقصان کا باعث بن جاتی ہیں۔" وہ معنی خیز انداز میں بولی تو معید نے خشک لہجے میں کہا۔

"جو کہنا چاہتی ہو، وہ صاف لفظوں میں کہو۔ مجھے فضول کی بحث پسند نہیں ہے۔"

"یہ فضول کی بحث نہیں ہے۔" وہ تڑخ کر بولی۔ "صاف صاف بات یہ ہے کہ مجھے دیا کا آپ سے بے تکلف ہونا بالکل بھی پسند نہیں۔ آپ میرے شوہر ہیں، اس کے نہیں۔" پل بھر کے لیے اس کی بات نے معید کے سر پر گویا بجلی سی گرا دی۔

وہ متحیر سا اسے دیکھتا رہ گیا۔

●●●●●

رات وہ کمرے میں آیا تو صبا کو ٹہلتے پایا۔

وہ واش روم سے نکل کر آیا تو بھی اسے اسی کیفیت میں پنڈولم کی طرح ادھر سے ادھر ٹہلتے پایا۔ نوفل اسے نظرانداز کرتا بستر پر آ گیا۔ سائیڈ ٹیبل پر رکھی فائل اٹھائی اور اپنے سامنے رکھ لی۔ تب ہی ایک کاغذ فائل کے صفحات پر آ گیا۔

نوفل نے چونک کر سر اٹھایا۔

"یہ بھی بہت ضروری ہے۔" اس کی رنگت سرخ ہو رہی تھی۔

نوفل نے اچٹتی سی نگاہ اس کاغذ پر ڈالی۔

ایک بار، دو بار، سہ بار۔

اس مختصری رپورٹ کو وہ کتنی ہی بار پڑھ گیا۔

سر اٹھا کے دیکھا تو وہ دونوں بازو سینے پہ لپیٹے تیز نظروں سے اسی کو دیکھ رہی تھی۔

"تو ——؟" وہ پرسکون تھا۔

"تو یہ کہ —— یہ سب کیا ہے؟"

وہ تلخی سے بولی تو وہ جیسے نہ چاہتے ہوئے بھی ہنس دیا۔

"یہ رپورٹ آپ مجھے دکھا رہی ہیں اور مجھ ہی سے پوچھ رہی ہیں کہ یہ کیا ہے؟"

"میں جتنا زمین میں دھنستی جا رہی ہوں، آپ اتنا ہی مجھ پر چڑھتے جا رہے ہیں نوفل احمد! مگر اب نہیں ہوگا۔ میں اس بچے کی اہمیت اور حیثیت کا تعین جانتی ہوں۔" وہ پھٹ پڑی تھی۔

نوفل نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟"

"مطلب یہ کہ میں ان چاہا بچہ نہیں چاہتی —— جسے دیکھ کر ساری عمر تلخیوں کی بھول؟

جیسے دماغی توازن کھو بیٹھی تھی۔

غصہ آیا۔

پھری ماں کی خواہش ہے صبا میرا خبردار، جو کوئی نیا گیم کھیلنے کی کوشش کی تو۔"

میں کہہ رہی ہوں کہ میں ماں تب ہی بنوں گی جب آپ کی خواہش ہوگی، ورنہ نہیں۔"

انداز میں بولی تو نوفل جہاں تھا، وہیں رہ گیا۔

●●●●●

بدتمیزی ہے؟ —— بات کرنے کا سلیقہ نہیں ہے تمہیں؟" معید نے غصے سے کہا۔

جیسے بات کو کسی کنارے لگانے آئی تھی۔

اسے خود یہاں سے بھیجیں گے یا میں تایا جان سے بات کروں؟"

اس کا دماغ پھر گیا ہے۔

یہاں سے نہیں جائے گی۔" وہ تختی سے بولا۔

یہاں سے جائے گی۔ اگر میں عمر کا طویل کو بھول سکتی ہوں تو آپ کو بھی دیا کو یہاں سے بھیجنا کہتے ہوئے اس کی آواز بھرا گئی۔ بلکہ آنکھوں میں نمی بھی اتر آئی۔ جبکہ معید کو اس کی بات شدید جھٹکا لگایا۔

لیکن کیوں؟ —— کوئی وجہ بھی تو ہو؟" وہ سنبھلتے ہوئے بے اعتنائی سے بولا تو ثنی کی نظروں میں اس کا چہرہ دھندلانے لگا۔

کیونکہ میں ......"

نے بنا سوچے سمجھے اعتراف کی سیڑھی پہ قدم رکھنا چاہا مگر لفظوں پہ بیٹھے سوچ کے سانپوں نے خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔

لا حاصل ہو معید حسن! —— تم کبھی بھی مجھے خوشی نہیں دے سکتے۔" وہ چیخ کر کہتی وہاں سے چلی گئی تھی۔

ایک طوفان تھا سینے میں جو تھمنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

آنسوؤں کا سیلاب تھا جس میں وہ بہتی چلی جا رہی تھی۔

—— میں محبت کرنے لگی ہوں —— محبت کرنے لگی ہوں معید حسن سے —— اس سے جو مجھے کبھی کوئی خوشی نہیں دے سکتا اور جو کسی اور کی زلف کا اسیر ہے۔

خود سے اعتراف کر لیا تو کتنے ہی آنسوؤں نے پلکوں کی باڑ توڑ کر گالوں کا راستہ بنا لیا۔

●●●●●

"ایک کپ چائے میرے لئے بھی بنا دینا۔"

اپنے لئے ناشتہ بنا رہی تھی جب شمائل نے آ کر فرمائش کی اور وہ ان سنی کر کے اپنے ناشتے کی تیاری کرتی رہی۔

"سنا نہیں، میں نے کیا کہا ہے؟" زعب سے دوبارہ کہا تو وہ چیخی۔

"جا کر یہ رعب اپنی "بیوی" پہ جھاڑو۔"

"بیوی پہ ہی جھاڑ رہا ہوں۔" وہ مسکرایا۔ پھر مصلح جو انداز میں بولا۔ "سر میں بہت درد ہو رہا ہے

تمہارے ہاتھ کی چائے پینے کو دل چاہ رہا تھا۔"

"میں تمہاری نوکرانی نہیں ہوں۔ اگر اتنی ہی خواہش ہو رہی ہے تو خود بنا لو۔" وہ سفاک انداز

میں بولی اور ٹرے اٹھا کر کچن سے نکلنے لگی۔

شموئیل اس کی راہ میں آ گیا۔

"محبت کرنے والے سنگ دل ہوتے ہیں۔ سنا تو تھا اب دیکھ بھی لیا۔"

"آئی سیڈ یو شموئیل خان! ——— میری راہ سے ہٹ جاؤ۔" وہ پھنکاری۔

"راہ تو میری تم نے کھولی ہے خان زادی! اب اس راہ پہ لا کے واپس لوٹ رہی ہو۔" وہ گمبھیر لہجے

میں بولا تو ژالے نے تیز نظروں سے اسے دیکھا۔

"اپنے لفظوں کا جادو اس پہ چلاؤ جو تمہاری اصلیت سے ناواقف ہو۔" ژالے نے سرد لہجے میں

کہا۔

"تم ہٹ رہے ہو سامنے سے یا نہیں؟"

"اچھا، چائے مت بناؤ میرے لئے۔ جو اپنے لئے بنائی ہے وہ دے دو۔" وہ جانے کیا فیصلہ کئے

پہ اڑا تھا۔

ژالے بھی ضد پہ آ گئی۔

"نہیں ——— میری کسی چیز پہ تمہارا حق نہیں ہے۔"

اس کی بات سن کر شموئیل خاموش ہو گیا۔ پھر چند لمحوں کے توقف کے بعد بولا۔

"اور تم پہ؟"

"مجھ پہ بھی نہیں۔" وہ غرائی تھی۔

شموئیل خان نے کچھ کہنے کو وا ہوتے لبوں کو سختی سے باہم بھینچا اور پلٹ کر باہر نکل گیا۔

ژالے کا جی چاہا، پھوٹ پھوٹ کر رو دے۔ اس نے بے دلی سے اپنے لئے بنائے

ناشتے اور چائے کو دیکھا تو اس کی بھوک مر گئی۔ وہ ٹرے وہیں رکھ کر کچن سے نکل گئی تھی۔

●●●●●

کمرے کی فضا بے حد سرد ہو رہی تھی۔

ہیٹر لگانے کے باوجود۔

مگر سردی موسم کی نہیں، جذبات و احساسات کی تھی۔

خاموش اور جامد، سرد فضا میں صبا کی بات نے ارتعاش سا پھیلا دیا۔

"دماغ تو ٹھیک ہے آپ کا؟" نوفل بہ مشکل حواس میں لوٹا۔

"میں ہی تو دماغ ٹھیک ہوا ہے۔" وہ زخمی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"آرام سے سو جائیں۔ میں کوئی فضول بات سننا نہیں چاہتا۔"

"مگر میں بات کرنا چاہتی ہوں۔" وہ لفظوں کو چبا کر بولی۔

نوفل نے اسے تولتی نگاہوں سے دیکھا۔

یہ وہ صبا سے بہت مختلف تھی جس کے ساتھ وہ اپنی من مرضی کے مطابق رویہ اختیار کرتا رہا

یہ بولی اور ہی تھی۔

بے خوف، انجام سے بے پرواہ۔

"کیا بات کرنا چاہتی ہیں آپ؟" وہ سرد مہری سے بولا تو صبا نے اطمینان سے کہا۔

"میں یہ بچہ نہیں چاہتی۔"

نوفل کے سر پہ جیسے آسمان آ گرا۔

"کیا بکواس ہے؟ ——— پتہ ہے آپ کیا کہہ رہی ہیں؟" وہ مارے غصے کے بہ مشکل کہہ پایا۔

صبا تو جیسے انجام سے بے خبر ہو رہی تھی۔ اسی سکون سے بولی۔

"ہاں ——— میں اس بچے کی ماں نہیں بننا چاہتی جس کی بنیاد میں محبت نہیں بلکہ آپ کی غرض

ہے۔"

"شٹ اپ!" وہ دھاڑا۔

صبا پہ اب بھی کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ یوں ہی بولتی رہی۔

"آپ نے خود کہا تھا کہ یہ بچہ آپ کی نہیں بلکہ آپ کی ماں کی خواہش ہے۔ میں یہاں آپ کی

موجود ہوں۔ دوسروں کی خواہش پوری کرنے کے لئے نہیں۔ آپ کی محبت ہی نہ ملی تو دوسروں

کا دل حاصل کرنے کی مجھے کیا ضرورت ہے۔"

نوفل کو لگا، وہ پاگل ہو گئی ہے۔

"فضول باتیں مت کریں۔"

"یہ بہت ضروری باتیں ہیں نوفل! مجھے کہنے دیں۔"

صبا نے ٹوک دیا۔ مگر نوفل نے اسی سرد لہجے میں کہا۔

"میں نے کہا نا، میں مزید کوئی فضول بات سننا نہیں چاہتا۔"

"ٹھیک ہے ——— یہ تو وقت ہی بتائے گا۔" وہ تلخی سے بولی اور لائٹ آف کر کے بستر پہ آ گئی۔

بستر کے دو کناروں پہ موجود دونوں نفوس کا آپس میں تعلق ایک مگر سوچیں مختلف تھیں۔

اب قدرت کیا رنگ دکھانے والی تھی۔

●●●●●

حمدا کئی بار فون آ چکا تھا۔ بلکہ اس کا موبائل فون تو اب بجا ہی اس کی کال سے تھا۔

"لگتا ہے اب ملنے جانا ہی پڑے گا۔"

اس کا خفگی سے پر پیغام پڑھتے ہوئے وہ مسکرا دیا۔ آج کئی دنوں کے بعد اس نے اپنے آپ کو فریش محسوس کیا تھا۔

دل پہ چھایا غبار بھی بہت حد تک کم ہو رہا تھا۔

اس نے الماری کھولی تو بہت سے کپڑوں میں سے اسے وہ شرٹ اچھی لگی جو ایرانی سے ہم رنگ اور اس نے ایک ساتھ ایک ہی رنگ اور ڈیزائن میں لی تھی۔ وہ بہت موڈ میں تیار ہوا۔ ایک نکھرا ہوا اس کا گھیراؤ کیے ہوئے تھا۔ خود عماد نے بھی اپنی اس حالت سے کافی اطمینان محسوس کیا۔

مریم پھپھو نے چھٹی والے روز اسے گاڑی کی چابی لہراتے دیکھا تو ٹھٹکنے لگیں۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟ ــــــ میں یہاں بیٹھ کے مکھیاں ماروں گی اکیلی؟"

"بس آدھے گھنٹے کی بات ہے ــــــ پھر آ کے ایک بہت اچھی خبر سناؤں گا۔" وہ وعدہ کرتے ہوئے بولا۔

ان کا دل دھڑکا۔

"اریبہ سے ملنے جا رہے ہو؟"

"ہاں۔" وہ چھپا نہیں سکا۔

"اوکے ــــــ بیسٹ آف لک۔" وہ اس کی کشش پہچان گئی تھیں۔ کھلے دل سے بولیں تو وہ مسکراتا ہوا نکل آیا۔

آئینہ تا کیسے ان کا دل چرانا ہے
آج پھر اکیلے میں ان سے ملنے جانا ہے

گاڑی میں دھیما سا میوزک گونج رہا تھا اور ساتھ ساتھ وہ بھی گنگنا رہا تھا۔

●●●●●

"تم ہمارے ساتھ کیوں نہیں چلتیں نگین! ــــــ امی تمہیں اتنا یاد کرتی ہیں۔"

صبا نے ایک بار پھر اسے منانے کی کوشش کی۔ وہ تو میر پاؤس جا رہی تھی اور اس کی خواہش تھی کہ آج نگین کو بھی ساتھ لے جائے۔

"نہیں صبا! میرا دل نہیں چاہتا۔ یوں بھی ماما اکیلی ہیں۔"

"اریبہ اور پھپھو ہیں نا۔" صبا کے انداز میں اصرار تھا۔

"وہ تو اکیڈمی میں ہیں۔ اور ویسے بھی میں یہاں انس کو زیادہ قریب محسوس کرتی ہوں۔"

اطمینان سے بولی تو صبا اپنے آنسو پیتی واپس پلٹ گئی۔

'جانے کب نکلو گی تم اس فیز سے۔'

اُن کے جانے کے بعد وہ لان میں آ بیٹھی۔

انس کی شوخیاں، شرارتیں یاد کرتے کرتے وہ اسے خود سے بہت قریب محسوس کرنے لگی۔ اس کی باتیں، اس کا لہجہ، اس کی خوشبو اس کے اردگرد لہرا رہی تھی۔

میں کرسی پہ سر ٹکائے اس کی آنکھیں مندنے لگیں۔

بھی تو اعتراف کر لیا کرو ظالم! اپنی محبت کا۔" وہ زچ ہو جاتا تھا۔

آئی لو یو انس! آئی لو یو۔'

انس کے پار کوئی خوب صورت سی یاد تھی۔

بھی ــــــ!" اس نے پکارا۔

بھی ــــــ!" وہ پکار رہا تھا۔

نے بوجھل ہوتے پپوٹے بہ مشکل کھولے۔

بھی ــــــ!" وہ پرتشویش انداز میں اس کی طرف جھکا۔

کی ساری جان جیسے اس کی آنکھوں میں سمٹ آئی۔

آئی لو یو ــــــ آئی رئیلی لو یو ــــــ اب مجھے بھی چھوڑ کے مت جانا۔"

بہاں کا ہاتھ مضبوطی سے تھامتے ہوئے لجاجت بھرے سوئے سوئے سے انداز میں بولی تو عماد ششدر رہ گیا۔

●●●●●

یا بخار ہو گیا تھا۔

نے دل و دماغ پہ کیسا بوجھ تھا جس نے بخار کی صورت اختیار کر لی۔

بہاں کے پاس سے اٹھی تو سیدھی سعید کے کمرے میں آ گئی۔

اہو ــــــ بڑے بڑے لوگ آئے ہیں آج۔" وہ اسے دیکھ کر مسکرانے لگی۔

میں نے سوچا، آپ تو ادھر آئیں گے نہیں، میں ہی مل جاؤں۔"

آج رہو گی؟" وہ اس کے شکوے کے جواب میں مسکرا کر پوچھنے لگا۔

نہیں، واپس جاؤں گی۔ ماما اکیلی ہوتی ہیں۔" صبا نے جواب دیا۔

بغیرت سے بولا۔

گیا تو ہوتی ہے ان کے پاس۔"

ماما کا ہونا نہ ہونا ایک برابر ہے ــــــ ہر وقت اپنے آپ میں گم رہنا۔ بلکہ اب تو وہ انس سے باتیں بھی کرتی رہتی ہے۔ پریشانی کا یہ روپ بہت خوف ناک ہے سعید بھائی! مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے وہ پاگل ہو گئی ہے۔"

بہتر ہے تم انہیں اسے کسی اچھے سے سائیکالوجسٹ کو دکھاؤ۔ وہ جلد ہی اس جذباتی دباؤ سے نکل آئے گی۔" سعید نے مشورہ دیا۔

نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

الحال اب کیوں گی ان سے۔ مگر ابھی تو فی الحال میں آپ سے کچھ گفتگو کرنے آئی ہوں۔"

ضرور ــــــ آؤ بیٹھو۔" سعید نے کرسی کی جانب اشارہ کیا تو اس نے نشست سنبھال لی۔

"کچھ۔" وہ مختصر نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"یہ آپ کے اور تحیٰ کے درمیان کیا چل رہا ہے؟"

صبا نے مشکوک انداز میں پوچھا تو اسے ہنسی آگئی۔

"کیا مطلب ــــــ؟"

"مطلب یہ کہ دیبا اور آپ کے بیچ کیا چکر ہے؟" صبا نے اسی سنجیدگی سے پوچھا تو وہ مسکرایا۔

"تم میرا اور تحیٰ کا چکر معلوم کرنے آئی ہو یا میرا اور دیبا کا؟"

غیر سنجیدگی سے پوچھا تو صبا خفگی سے بولی۔

"یہ مذاق کی بات نہیں ہے۔ وہ بخار میں تپ رہی ہے۔ بلکہ کچھ اول فول بھی بک رہی ہے"

"وہ جب بخار میں تپ نہیں رہی ہوتی، تب بھی اس کی یہی کیفیت ہوتی ہے۔" سعید نے اطمینان سے کہا۔

"آپ اتنی اہم بات کو غیر سنجیدہ انداز میں مت لیں۔" وہ ناراض ہوئی تھی۔

"تم بات ہی اتنی غیر سنجیدگی سے کہہ رہی ہو۔" وہ بے حد سنجیدہ بولا۔ "تحیٰ اور میرے درمیان کیا چل رہا ہے۔ جبکہ دیبا اور میرے مابین دوستی کا چکر ہے۔ اور بس؟"

"دیبا کا معاملہ نمٹ چکا۔ وہ اب یہاں سے جا کیوں نہیں رہی؟"

صبا کے ذہن میں بھی یہ سوال اٹھا تو اس نے پوچھ لیا۔ تحیٰ کی حالت اور بے ہوشی کی کیفیت میں بڑبڑانا اس کے علم کو بڑھا گیا تھا۔

"تمہیں کس نے کہا کہ اس کا معاملہ نمٹ چکا ہے؟" سعید نے تعجب کی بجائے تو صبا ذرا سنبھلی۔

"وہ جس کام کے لئے آئی تھی، وہ ہو چکا۔ اب اس کے یہاں رہنے کی کیا تک بنتی ہے؟"

"بہت افسوس کی بات ہے۔ تمہارے منہ میں بھی تحیٰ کی زبان بول رہی ہے۔" سعید نے اسے دیکھتے ہوئے متاسفانہ انداز میں سر ہلایا تو وہ خجل سی ہو گئی۔

"یہ بات نہیں۔ تحیٰ نے مجھ سے کچھ نہیں کہا۔ میرا اپنا اندازہ ہے کہ وہ آپ دونوں کے رشتے کے لے کر ڈسٹرب ہے۔"

"یہ اس کا ذاتی خلل ہے۔ میں اس بارے میں مزید کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"اس معاملے کو سلجھا تو سکتے ہیں۔ پہلے ہی وہ بہ مشکل شادی کے لئے راضی ہوئی تھی اور اب یہ دیبا والا ــــــ"

"میں اس معاملے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ یہ سب اس کی اپنی ذہنی اختراع ہے۔" سعید نے بے حد سنجیدگی سے کہا تو صبا کو اندازہ ہو گیا کہ وہ اندر سے برہم ہے۔

"اچھا اور کچھ نہیں تو جا کر اس کی عیادت تو کر سکتے ہیں نا۔" صبا تو صلح جو انداز پر اتر آئی۔

"دیکھی جائے گی۔ فی الحال تو تم اٹھو۔ مجھے ایک کیس فائل اسٹڈی کرنی ہے۔" سعید نے اسے جھلانے کی کوشش کی تھی۔

"پہلے وعدہ تو کریں۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔ سعید مسکرا دیا۔

"میری بات مانیں گے تو فائدے میں رہیں گے۔ بہت سے راز آشکار ہوں گے۔" وہ مخفی تنبیہ کہہ رہی تھی۔

مسکراتے ہوئے سر ہلاتا رہا۔

نوفل شام کو اسے لینے آ گیا تھا۔

"سعید بھائی! میری بات یاد رکھیے گا۔"

جاتے ہوئے بھی اشارے کر رہی تھی۔ پھر گاڑی میں جا بیٹھی۔

"امید ہے کہ اب حواس ٹھکانے آ چکے ہوں گے۔" سفر کے دوران چھائی خاموشی کو نوفل کے طنز نے توڑا تو سوچوں میں گم وہ بری طرح چونکی۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟"

"مطلب یہ کہ آپ جو فضولیات کہہ رہی تھیں، اس کا افاقہ ہوا یا ابھی کسر باقی ہے؟" وہ اسی انداز میں پوچھ رہا تھا۔

صبا کو غصہ آیا۔ وہ تلخی سے بولی۔

"میں اپنی بات پر قائم ہوں۔ ہرگز وہی چیز میں چاہتی ہوں۔"

"اگر آپ نے میرے بچے کے معاملے میں کچھ الٹی سیدھی حرکت کرنے کی کوشش کی تو بہت برا ہو گا۔" نوفل نے سخت لہجے میں کہا۔

وہ تمسخر سے ہنسی۔

"یہاں اچھا کیا ہوا ہے آج تک جو آپ برا ہونے کے ڈراوے دے رہے ہیں؟"

"بہرحال، میں اس سلسلے میں آپ کی کوئی بھی حماقت برداشت نہیں کروں گا۔" نوفل نے اسے بتایا تو وہ بھڑک اٹھی۔

"مجھ سے اس قدر بارعب انداز میں بات مت کیا کریں۔ بیوی تو کبھی آپ نے سمجھا نہیں۔ ملازمہ بھی نہیں ہوں آپ کی۔"

"کیا بکواس ہے۔" وہ ناگواری سے بولا تو وہ مزید چیخی۔

"کبھی اپنے انداز اور رویے پر غور کیا ہے آپ نے؟"

"یہ سب آپ کے اپنے کرموں کا پھل ہے۔" وہ سرد مہری سے بولا۔

صبا دکھ کے مارے اسے دیکھنے لگی۔

"میں نے ایسا کیا کر دیا نوفل؟ فقط انس کی بہن یا تحیٰ کی نند ہونا ہی میرا جرم بن گیا تھا؟"

"نہیں ــــــ اس کی ایک اور وجہ بھی تھی۔" نوفل کی آنکھوں میں سرخی اور لب و لہجے میں محسوس نفرت اتر آئی تھی۔ "تمہارا اور انس کا افیئر ــــــ"

صبا کو اپنے وجود کے ہزاروں ٹکڑے ہوتے محسوس ہوئے۔ وہ بے یقینی سے اس سنگ دل شخص کو

دیکھے گئی جس کے لبوں سے یہ زہر میں بجھے تیر نکلے تھے۔

●●●●●

وہ حواس میں لوٹی تو عماد کو سامنے پا کر اس کی رنگت سپید پڑ گئی۔

اس کے ہاتھوں پر گرفت ڈھیلی پڑی تو وہ سائیں سائیں کرتے دماغ کے ساتھ زمین بوس ہو گئی۔ عماد نے بے اختیار اُسے سنبھالا۔

پھر اپنی پوزیشن اور صورت حال کا اندازہ کرتے ہوئے اسے وہیں چھوڑ کر تیزی سے باہر نکل آیا۔ زرینہ بیگم اور اوینہ کو ساری صورت حال بتائی۔

"ہائے میری بچی۔"

زرینہ بیگم فوراً باہر بھاگی تھیں جبکہ اوینہ نے اس کی آستین پکڑ لی۔

"آؤ نا، بیٹھو۔ امی دیکھ لیتی ہیں تمکین کو۔"

وہ شیریں لب و لہجے میں بولی تو عماد کو تاسف ہوا۔

"بیٹھنے کو ساری عمر پڑی ہے۔ جو وقت کا تقاضا ہے وہ تو نبھا لوں۔"

وہ تیزی سے کہتا باہر نکلا تو زرینہ بیگم کے پاس بیٹھی تمکین کو دیکھ کر اس کے دل کو تسلی مل گئی۔

وہ پلٹ کر اوینہ کی طرف دیکھے بغیر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

ذہنی و قلبی ماہیت ایک دم سے بدل کے رہ گئی تھی۔ وہ فیصلہ جو اتنے مہینوں سے نہیں ہو پا رہا تھا اب ایک پل میں ہو گیا تھا۔

گھر جاتے ہی وہ سیدھا مریم پھپھو کے پاس گیا۔ ان کے قدموں میں جا بیٹھا اور ان کی گود میں سر رکھ دیا۔

"کیا بات ہے عماد؟" وہ پریشان ہو گئیں۔

"آپ چاہتی ہیں نا کہ میں کوئی فیصلہ کر لوں اپنی آئندہ زندگی کے متعلق۔" وہ گویا ہوا۔

"ہوں ——" وہ مبہم لہجے میں بولیں۔

"تو میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔" عماد نے مدھم لہجے میں کہا۔

مریم پھپھو کا دل بے ترتیبی سے دھڑکا۔

"کیا ——؟"

"آپ میری خواہش مان لیں گی نا؟" وہ منہ اٹھا کر بچوں کی طرح پوچھنے لگا۔

وہ ماں تھیں۔ ان کا دل پگھلنے لگا۔

"کیوں نہیں میری جان! تُو بول تو سہی۔"

"ماما! میں تمکین سے شادی کرنا چاہتا ہوں —— مجھے تمکین چاہیے ماما!" وہ بے اختیار ہو گیا تھا۔

مریم پھپھو کا ہاتھ اپنے کلیجے پر جا پڑا۔ اُس کی اس قدر غیر متوقع بات نے ان کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی سلب کر لی تھی۔

ماد کی بات کے زیر اثر بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ بمشکل اس جھٹکے سے سنبھلیں۔

"دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا؟" خشمگیں نگاہوں سے اسے دیکھا۔ مگر اس طرف مکمل اطمینان تھا۔

"میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے۔"

"بیوقوفی ہے احمقانی کی عماد! تم نے یہ سوچا بھی کیسے؟ —— وہ بھی تمکین کے متعلق؟ —— پہلے تو کیا سوچے تمہارے بارے میں؟"

انہیں سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اپنے غصے کا اظہار کس طرح کریں۔

"مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہیں۔ ہر کوئی اپنی زندگی کے فیصلے کرنے میں آزاد ہے تو یہ آزادی مجھے حاصل نہیں؟" وہ قطعیت سے بولا۔ انہیں غصہ آ گیا۔

"آزادی کا مطلب یہ نہیں کہ تم ہر فیصلہ کرتے وقت صرف خود کو دیکھو۔ اس آزادی کا ناجائز ت اٹھاؤ۔" ان کے انداز میں تلخی تھی۔

وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں نے سب کچھ دیکھ کے یہ فیصلہ کیا ہے ماما! اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔"

"اوینہ سے شادی کا فیصلہ بھی تمہارا ہی تھا۔" انہوں نے طنز کیا۔

ہ تب تھیں۔ عماد کی ذہنی کیفیت اب انہیں مشکوک لگنے لگی تھی۔

"پہلے اوینہ —— اور اب تمکین۔"

اوینہ کے لیے تو وہ دل پر پتھر رکھ کے مان ہی گئی تھیں مگر اب تمکین۔

ان کا دل ڈوبنے لگا۔

امیر ہاؤس کی بیوہ بچی تھی۔ بھلا وہ اس کے لیے ایسی بات کرتی اچھی لگتیں۔

"دل کی بات تھی۔ بس میں ہی اپنے دل کی آواز سمجھ نہیں پایا تھا۔" وہ مطمئن تھا۔

مریم پھپھو کا دماغ دکھنے لگا۔

"تنگ نہ کرو مجھے۔"

"میں نے آپ کو تو سب بتا دیا ہے۔ اب آگے سارا معاملہ آپ ہی کو طے کرنا ہے۔"

"دماغ تو صحیح ہے تمہارا؟ —— میں ایسی بات کیسے کر سکتی ہوں؟" وہ بدکیں۔

"ویسے ہی جیسے تمام مائیں اپنے بچوں کے رشتوں کے لیے کرتی ہیں۔" وہ طمانیت سے مسکرایا۔

طوں کے بعد وہ اس قدر پُرسکون دکھائی دیا تھا۔ مگر اس کے اس سکون کی وجہ نے انہیں بت دینے کی بجائے خلجان کا شکار کر دیا تھا۔

"میں اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتی۔ تمہیں تو اس معاملے میں میری پوزیشن کا بھی ناممکن ہے۔ بھائی صاحب کیا سوچیں گے، ہم اسی انتظار میں تھے کہ انس جائے اور ہم ......"

اپنے عجیب جذباتیت کا شکار ہونے لگیں۔

"اعظم رہنی تھا ماما! —— میر ہاؤس کے مکینوں کے نہ تو دل اس قدر تنگ ہیں اور نہ ہی

دماغ۔ آپ دیکھ لینا، وہ سب میرے اس فیصلے کا دل سے خیر مقدم کریں گے۔" عماد پرجوش تھا۔

"اور تمہیں ——— وہ مانے گی کیا؟"

انہیں دفعتاً کوئی خیال چھو کے گزرا۔ انہوں نے جانچتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"اسے منانا اس کے گھر والوں کا کام ہے۔ اور ویسے بھی نیک کام میں خدا کی مدد شامل ہوتی ہے۔" وہ اس قدر پُر اعتماد انداز میں بولا کہ ان کے کچھ کہنے کو بچا ہی نہیں۔

"ایک بار پھر سوچ لو عماد! ——— کوئی مسئلہ نہ بن جائے۔" وہ بے بس سی ہو گئیں۔

"ڈونٹ وری ماما! اور فی الوقت میرے لیے کچھ کھانے کا بندوبست کریں۔ بہت بھوک لگی ہے۔" وہ خوشگوار لہجے میں کہتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تو وہ گہری سانس لے کر رہ گئیں۔

کسی عورت کی کردار کشی اس کی موت ہے۔

با بھی اسی عمل سے گزری تھی۔

ل کی بات نے اسے اندر تک توڑ کر رکھ دیا تھا۔

مہ اس قدر شدید تھا کہ اسے اپنی صفائی پیش کرنا بھی یاد نہیں رہی۔

جو اس کی جانب سے کسی وضاحت اور صفائی کا منتظر تھا، چپ کر رہ گیا۔ نہیں جانتا تھا کہ وہ نہائی کرب کی کس کڑی منزل پر کھڑی ہے۔

ت کی وہ لکیر جو اول روز سے ان کے درمیان کھنچی چلی آ رہی تھی، آج وہ یک بیک بلند و بالا ن گئی تھی۔

لوٹ کے وہ حسب عادت صالحہ بیگم کے پاس ٹھہرنے کی بجائے اوپر اپنے کمرے میں چلی ہن میں دھماکے سے ہوتے محسوس ہو رہے تھے اور وہ سوچ بھی نہیں پا رہی تھی کہ نوفل نے با بہتان لگایا ہے۔

ابا کی انداز میں چلتی اپنے بستر تک آئی اور جوتے اتار کر بیٹھ گئی۔

ورے صدمے کی گرفت میں تھی۔

ہ کر ٹکڑوں میں بٹا جا رہا تھا اور ذہن ایک بھی سوچ کو گرفت میں کرنے میں ناکام تھا۔

اندھیوں کا شور تھا جو اس کی سماعتوں کو بے سماعت کیے دے رہا تھا۔

ل کب کمرے میں آیا، اسے علم نہیں ہوا۔ ہاں، مگر جب وہ اس کے سامنے آیا، تب۔

اسے کچھ کہہ رہا تھا۔

وہ اس کے ہونٹ ہلتے نظر آئے۔

ل الزام تراشی؟ ——— پھر کوئی بہتان؟

ایک خواب کی گرفت سے آزاد ہوئی تھی۔

نی کی مانند اٹھ کر الماری کی طرف بڑھی اور دروازہ کھول کر اپنے کپڑے نکال کر باہر ڈھیر کرنے

ل نے چند لمحوں تک اس کے عمل کو خاموشی سے دیکھا، پھر آگے بڑھ کے اس کا بازو تھاما۔

کیا کر رہی ہیں؟" سخت لہجے میں کہا۔

صبا کے نازک وجود میں جانے اتنی طاقت کہاں سے آ گئی۔ اس نے نوفل کو زور سے

پرے دھکیلا۔ وہ لڑکھڑا سا گیا۔

"خبردار ــــــ خبردار جو مجھے چھوا بھی۔" وہ چیخی۔

نوفل کو غصہ آنے لگا۔ اس کی یہی بات سن کر وہ طیش میں آ گئی تھی۔ بجائے اس کے کہ اس سے معافی مانگتی یا شرمندہ ہوتی۔

"اور خبردار جو آپ نے میری اجازت کے بغیر اس گھر سے قدم باہر نکالا۔" وہ بھی غصے بھرے لہجے میں بولا۔

صبا کی رنگت بدلنے لگی۔ "خبردار میں نہیں خبردار آپ رہیں۔ آج سے میرا آپ کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔" وہ پھنکار رہی تھی۔

"شٹ اپ۔" وہ تلملایا۔

"آج تو آپ نے حد ہی کر دی نوفل! ــــــ اتنے عرصے میں مجھے کسی سے بھی حقیر سمجھتے رہے میں بھی زمین بن کے آپ کے قدموں میں بچھی رہی۔ مگر آج تو آپ نے میری عزت میرے کردار کی دھجیاں اڑا دی ہیں۔ اور آپ کا یہ جرم ناقابل معافی ہے۔"

اس کے آنسو بہہ نکلے جنہیں اس نے ہاتھ کی پشت سے رگڑ کر صاف کرنے کی کوشش کی۔

"میں نے وہی کہا ہے جو حقیقت......" نوفل نے قطعیت سے کہنا چاہا تھا کہ وہ دھاڑ اٹھی۔

"خاموش ــــــ"

وہ اتنی زور سے چیخی تھی کہ اس کے گلے میں خراش پڑ گئی۔

"شرم کریں ــــــ شرم کریں نوفل! وہ میرے بھائیوں جیسے ہیں جن کے ساتھ آپ..." صدمے کی گرفت میں تھی۔

"میرے سامنے ڈرامے مت کریں۔ آپ اور عماد ایک دوسرے میں انٹرسٹڈ تھے۔ یہ تمام اچھی طرح سے جانتا ہوں۔"

نوفل نے سلگتے لہجے میں کہا تو شور کی آواز سن کر ان کے دروازے تک آتی تہمینہ پوری جان سے کانپ کر رہ گئی۔

وہ چھوٹی سی بے ضرر بات جسے غلط فہمی کہہ کے شادی سے پہلے نوفل نے ٹھیک کر دیا تھا آج ماضی بنی ہوئی تھی۔

●●●●●

دروازہ ہلکے سے کھٹکھٹا کے قدرے توقف کے بعد کوئی کمرے میں داخل ہوا بھی تو اس نے پلٹ کے دیکھنے کی زحمت نہیں کی کہ کس نے تشریف آوری کا شرف بخشا ہے۔

اب جانے یہ "ہار" کا اثر تھا یا بخار ہی نے اعجر اعجر ڈھیلے کر دیے تھے کہ آج تیسرے روز بھی خود میں اٹھنے کی ہمت نہیں پا رہی تھی۔

وہ کھنکھارا۔

!

ں کا دل زور سے دھڑکا۔

ـــــ حسن ــــــ؟

ہ ایک گرم مضبوط ہاتھ سرک کر کمبل میں اس کی پیشانی تک پہنچا تو اس کے پورے وجود میں سی دوڑ گئی۔

ــــــ"

ں کی مدھم سی آواز نے اس کو اپنے بہت قریب سے ابھرتی محسوس ہوئی تھی۔

ہا تمہارا بخار کئی روز دیکھا ہے۔"

ے کیا بات تھی، معید حسن کی آواز کانوں میں پڑتے ہی اسے زوروں کا رونا آیا۔

اِفوہ ــــــ کیا ضروری تھا کہ میں اس شخص کے سامنے ہارتی؟"

ے ہمیشہ کی طرح شکوہ ہوا تھا۔

یر نے اپنا ہاتھ کھینچا تو اس پر نمی کا احساس اسے چونکا گیا۔ اس کی پیشانی بالکل خشک تھی۔

یا بھی تھا۔ تو پھر ــــــ

الجھن کا شکار ہونے لگا۔

رو رہی تھی۔ شاید کوئی تکلیف ہو۔ وہ تشویش میں پڑ گیا۔ پھر گہری سانس بھرتے ہوئے جھکا اور کمبل منہ پر سے کھینچ کر نیچے کر دیا۔

شاید بلکہ یقیناً اس حرکت کی توقع نہیں کر رہی تھی۔ تبھی تو بے آواز بہتے آنسو روکنے کی زحمت ئے بغیر ہکا بکا اسے دیکھ ساکت رہ گئی۔ پھر فوراً ہی ہاتھ کی پشت سے آنکھیں صاف کر ڈالیں۔ زبردست آنسو بھی اس وقت ہر راز منکشف کرنے کے در پے تھے۔ گرم قطرے تھے کہ اُبلے آ رہے تھے۔

معید دنگ تھا۔ متحیر تھا۔

کیا ہوا ہے تمہیں؟"

نے نفی میں سر ہلایا۔

تو آنسو کیوں تمہارے بہہ رہے ہیں۔" معید کو یقین نہیں آیا۔

کہا نا کچھ نہیں ہے۔" وہ کچھ چڑ سی گئی۔ (ویسے تو بڑا دکھ بنا پھرتا ہے) اس کا دل دکھا تھا۔

اچھا یہ بات ہے لی بی! کہ میں کوئی بے وقوف بندہ نہیں ہوں ــــــ تمہارے جیسی مست الست لڑکی آنسو تو بہا نہیں سکتی۔ شاباش، بتا دو کیا بات ہے؟"

اسے پچکارتے ہوئے پوچھنے لگا۔

ہمدردی پا کر کس کافر کا دل نہ بھر آتا۔

ــــــ ؟؟

ہوا کسی کی کھانے میں فٹ کرتی۔

ابھی تو فی الحال وہ دونوں ایک ہی فریم میں جڑے نظر آتے تھے۔ ایسے میں معید کے سامنے
مان لینا اسے اپنی ذلت محسوس ہوتا تھا۔
"کوئی بات نہیں ہے۔ اور آپ میرے کمرے میں کیوں آئے ہیں؟" وہ بے زاری سے بو
معید نے متاسفانہ انداز میں کہا۔
"میں تمہاری عیادت کے لئے آیا ہوں۔ اور تمہارا یہ سلوک——"
"مجھے کسی "عیادت مند" کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ تلخی سے بولی اور آنکھوں کو ایک بار پھر
مسلا۔
"بہت سے کام بلا ضرورت بھی کیے جاتے ہیں۔"
"ہاں، تو کیا ضرورت تھی اس عیادت کی۔ ایک ہی بار تعزیت کے لئے آتے۔" نہ جا
جانے کیسے شکوہ نکل آیا اور ساتھ ہی جھر جھر بہتے آنسو۔
معید بھونچکا رہ گیا۔
اسے تخی سے ایسی رقت انگیزی کی امید نہ تھی۔ بے اختیار اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔
"یہ کیا بے وقوفی کیے جا رہی ہو؟——کوئی تکلیف ہے تو منہ سے کہو۔"
نرمی، اپنائیت، توجہ——ہر رنگ تھا اس کے لہجے میں۔
مگر اس کی بات——ایسی باتیں لڑکیاں اپنے منہ سے کہتی اچھی لگتی ہیں کیا——؟
وہ گھومی۔
نظر اٹھائی تو دل دھک سے رہ گیا۔ وہ بغور اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔
"آپ جاتے کیوں نہیں یہاں سے؟" وہ کھسیانی ہو کر اس سے الجھنے لگی۔
"جب تک مجھے اپنی تکلیف نہیں بتاؤ گی، میں یہاں سے نہیں جانے والا۔"
معید کا لہجہ سخت اور اٹل تھا۔
"آپ اتنا خیال کرتے ہوں تو بات ہی کیا تھی۔" پھر شکوہ۔
معید نے بڑے دھیان سے اسے دیکھا۔
ہوں ہوں کرتی، اس سے نظریں چراتی وہ کوئی اور ہی تخی تھی۔ ورنہ تخی اور اس سے بہا
نہ کرنے کے شکوے دو متضاد چیزیں تھیں۔
"میرے خیال میں تم اتنی بڑی تو ہو ہی چکی ہو کہ اپنا اچھی طرح خیال رکھ سکو۔ اور
تمہیں بقول تمہارے کسی بھی "عیادت مند" کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ اطمینان سے اٹ
وہیں پر اٹھتے ہوئے بولا تو تخی پانی پانی ہونے لگی۔ اس کی خود سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ خو
یوں قابو کھو کر معید کی طرف کیوں منکشف ہو رہی تھی۔
مگر جو بھی ہو، یہ کیفیت خود اس کے لئے بہت تکلیف دہ تھی۔
ایک شخص جو سالوں قابل توجہ نہ لگا ہو، اس کے لئے یکلخت ہی دل کا یوں دھڑک اٹھ

تھا۔
لئے تو کہہ رہی ہوں کہ آپ یہاں سے چلے جائیں۔" وہ قدرے غصے سے بولی۔ اندرونی
ے پیچ و تاب کھا رہا تھا۔
ی عمر کاشی سے تو کوئی ان بن نہیں ہو گئی؟"
وچ بچار کے بعد معید نے اندازہ لگایا تو تخی کا پارہ ہائی ہو گیا۔ تمام نرم گرم جذبات ہوا ہو
ے کے نشانے لگاتا تھا۔
پ کو اس سے کیا؟——جو بھی ہے میرا اور اس کا معاملہ ہے۔ جیسے آپ کا اور دیا کا۔"
ل۔
ے متعجب ہو کر اسے دیکھا۔
ی اور دیا کہاں سے آ گئے؟"
گئے ہی کہاں تھے۔ کیسی آئیں میرے بیٹے پہ سوگ دکھانے کے لئے۔"
ی قدر دل میں کہا۔
ہو گئی!——تم پہلے ہی نہ صرف خود میرے متعلق الٹا سیدھا سوچتی تھیں بلکہ اب تو تم
ی ایسی فضولیات میں لگا دیا ہے۔" وہ غصے ہوا تھا۔
ہی سمجھتی ہوں جو دیکھتی ہوں۔"
ی نظر کمزور ہے۔" معید نے طنز کیا۔
ے معاملے میں نہیں ہے۔"
ساختہ بول کر پچھتائی۔ پھر بے اختیار اسے دیکھنے لگی جو اس کے جملے پر حیران ہوا تھا۔
پ میرے اور عمر کاشی کے رشتے پر اعتراض کر سکتے ہیں تو میں آپ اور دیا پر کیوں نہیں کر
جھنجھلا کر بولی۔
ے اور دیا کے درمیان دوستی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔" وہ تلخی سے بولا۔
کیا کہتا ہے کہ اس نے چوری نہیں کی۔ آپ وکیل ہیں، آپ سے زیادہ علم کسے ہوگا؟"
ید
ا دماغ خراب ہو چکا ہے۔" معید نے متاسفانہ انداز میں کہا۔
لیے آپ دیا کو یہاں سے بھیجیں۔ میں اسے مزید برداشت نہیں کر سکتی۔ دوسروں کی
آپ میرے شوہر ہی ہیں۔ آپ کو دیا کے ساتھ دیکھ کر سب کو میں بے چاری لگنے لگی

ایسا ہے؟" معید نے سر جھٹکا۔
لیکن، حقیقت ہے۔ اگر میں اس رشتے کی پاسداری کر سکتی ہوں تو آپ کو بھی، جب
علامت ہے، اس کی حرمت کا خیال رکھنا پڑے گا۔"

وہ چٹیلے انداز میں بولی تو معید نے طنز کیا۔

"بہت خیال آ رہا ہے اس رشتے کی حرمت اور پاسداری کا۔"

"جو بھی ہو، میں آپ کی یہ آزادیاں بڑے ماموں کو بتاؤں گی۔" اس کا انداز جتانے والا تھا۔

معید چڑا۔

"جو مرضی میں آئے کرو۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ "تمہارے دماغ کے پرزے ڈھیلے ہو چکے ہیں بلکہ ناکارہ اور ان کا علاج میرے پاس نہیں ہے۔" وہ کہتا ہوا چلا گیا۔

وہ بے بس سی بیٹھی رہ گئی۔

وہ عیادت کرنے نہیں آ رہا تھا تو دل کو ایک مسلسل بے چینی نے گھیر رکھا تھا اور اب جب آیا تھا تو بھی کوئی تار سیدھا نہیں بندھ پایا تھا۔

"یا اللہ ــــ!"

اسے اپنی مغلوب سی کیفیت پر رونا آنے لگا۔

●●●●●

وہ قیامت خیز دور سے گزر رہی تھی۔

جی میں آتا تھا کہ مر جائے۔ مگر موت آئے بھی تو کیسے۔ یہ تو حکمِ ربی ہے۔ "اوپر" سے اذن چاہیے ہوتا ہے۔

رو رو کر اب اس کے آنسو بھی ختم ہو گئے تھے۔ مگر دکھ تھا کہ کم ہونے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔

نیند، بھوک، پیاس سب اُڑ چکے تھے۔

اور دوسری طرف نوفل احمد تھا ــــ ویسا ہی سرد مہر اور سنگدل۔

"کس کس گناہ کو معاف کراؤ گے نوفل احمد! ــــ اور کیا میں بھی تمہیں معاف کر پاؤں گی؟ جسے میں نے اپنا سب کچھ مان کر دل کی گہرائیوں سے چاہا تھا۔ خود پر ہر ظلم سہتی رہی کہ شاید تمہارے چاہنے کی ایک ادا ہو۔ لیکن اس تمام تر سنگدلی اور بے اعتنائی کے پیچھے نفرتوں کا [illegible] اُمڈ رہا تھا۔ ہائے، میں کیوں نہ جان پائی نوفل احمد! ــــ چلی گئی ہوتی اول روز ہی تمہارے گھر کو چھوڑ کے۔ دنیا کے طعنے اور اپنوں کا تمام غصہ ہنس کے سہہ لیتی مگر.....

مگر یہ تو شقی جو تم نے کیا ہے۔

پر یہ الفاظ بھی کہاں ہیں ــــ یہ تو پگھلا ہوا سیسہ ہے جو تم نے میری سماعتوں میں انڈیلا قیامت سے پہلے مجھے قیامت کا نظارہ کرا دیا ہے۔"

اس نے روتے ہوئے سوچا اور سوچتے سوچتے کئی بار روئی تھی۔

ہاتھ بے اختیار اپنے پیٹ پر گیا۔

"اور یہ آنے والی ننھی جان ــــ یہ تمہارے انتقام، تمہارے غصے اور نفرت کا کون سا رنگ ہے نوفل احمد! کہ میں چاہوں بھی تو اسے خود سے جدا نہیں کر سکتی۔ مگر دعا ــــ ہاں دعا تو میرے

...ہاں

...خدا! مجھے موت دے دے۔"

...بھرے بلک اٹھی۔

...تھی کہ وہ اب موت ہی کو "جینے" والی تھی۔ ساری دنیا لاکھ بہتان باندھے مگر شوہر کے منہ ...کردار پر ایسا الزام سننا موت ہی تو تھا۔

...جانے کتنوں سے اس کی ہر بے اعتنائی ہنس کے سہتی چلی آ رہی تھی، اب یکدم ڈھے گئی۔

...زندگی کا سفر کتنا تنگ تھا۔

عماد کی ضد اور ہٹیلے پن نے انہیں اندر تک ہلا دیا۔ وہ صاف لفظوں میں کہہ چکا تھا کہ اریبہ کے علاوہ وہ کسی اور کو گھر لانے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔

"پاگل ہو گئے ہو تم؟ ——— دنیا والے باتیں بنائیں گے۔" وہ جھنجھلا گئیں۔

بحث میں تو وہ ماسٹر تھا۔

"مجھے دنیا کی کچھ پرواہ نہیں۔"

"اور تمہارے پاپا ———؟"

"ان سے میں آج ہی بات کرنے والا ہوں۔ مجھے پورا یقین ہے انہیں رتی بھر بھی اعتراض نہیں ہو گا۔ پاپا تو یوں بھی میری ہر خوشی کو اپنی خوشی جانتے ہیں۔" وہ بے حد مطمئن تھا۔

اور اس نے اپنا کہا کر بھی دکھایا۔ اگلے ایک گھنٹے کے اندر ان سے بات کی۔ اپنا مطمح نظر واضح کیا اور فون مریم پھپھو کو پکڑا دیا۔

"زندگی اس نے گزارنی ہے مریم! خوامخواہ ضد مت کرو۔"

انہیں عماد سے بے حد محبت تھی۔ ہلکے پھلکے انداز میں بولے تو وہ رونے والی ہو گئیں۔

"آپ دونوں بات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کر رہے۔ میر ہاؤس والوں کو پتہ چلا تو قیامت آ جائے گی۔" وہ تقریباً چلا اٹھیں۔

مگر انہوں نے کوئی نوٹس نہیں لیا۔ اطمینان سے مشورہ دینے لگے۔

"تم سب سے پہلے بڑی بھابی سے بات کرو۔ وہ بہت سمجھدار خاتون ہیں۔ یقیناً کوئی اعتراض نہیں کریں گی۔"

"کیوں نہیں کریں گی؟ ——— وہ سمجھیں گی کہ میں اس کے مرنے ہی کا انتظار کر رہی تھی شاید۔" وہ اور بگڑ گئیں۔

"تحمل سے میری بات سنو مریم!" وہ بے حد سنجیدگی بھری ملائمت سے بولے۔ "زندگی گزارنی ہے۔ اگر وہ ان میں اپنے پسندیدہ شریک سفر کی جھلک دیکھتا ہے تو اسے یہ بازی کھیلنے دو۔ اس کا ساتھ دو۔ اسے کمزور مت کرو ورنہ ساری عمر کسک رہے گی اس کے دل میں۔ زندگی خوشی اور غم دونوں ہی میں بسر ہو جاتی ہے۔ مگر اپنی پسند کی زندگی گزارنے کا لطف اور طمانیت ہی ہوتی ہے۔" ان کی باتیں مریم پھپھو کا ذہن کھولنے لگیں۔

…ہر گی ——— اگر ان لوگوں نے اعتراض کیا تو؟" وہ شک و شبہات میں گھری تھیں۔ انہوں
…دل میں گھر کرنے لگا تھا۔

…بھی خود بھائی صاحب سے بات کروں گا۔ بس تم اتنا خیال کرنا کہ اس معاملے میں عماد کا
…کی خواہش کا اظہار نہ کرنا۔ اپنا ارادہ ظاہر کر کے ان لوگوں کا عندیہ لینا۔ بعد کی بعد میں
…گی۔" وہ پُر اعتماد تھے۔ اتنے ہی جتنا کہ عماد تھا۔

…باپ بیٹے کی تسلیوں سے بہت پُر سکون ہو کر وہ "میر ہاؤس" آ تو گئی تھیں۔ مگر یہاں آ کر
…تسلیاں" ہونے لگیں۔

…آ تو بیٹھی تھیں۔ سب ہنس بول رہے تھے اور یہ گم صم۔

…کی پرواہ کرنے والے لوگ تھے۔ بھلا کیسے نہ بھانپتے۔

…پریشانی ہے مریم! بہت اُلجھی ہوئی لگ رہی ہو؟"

…سے پہلے تائی جان نے ہی اُسے ٹوکا تھا اور انہیں جیسے صحیح موقع مل گیا۔

…اندازہ لگایا ہے آپ نے۔ پریشان بھی ہوں اور اُلجھن میں بھی پڑی ہوں۔"

…ہے؟" چچی جان متفکر ہو گئیں۔

…پھو نے گہری سانس لیتے ہوئے مسکرانے کی مقدور بھر کوشش کی۔

…بھی خیر ہے یا نہیں۔"

…کے بات کرو مریم! مجھے بھی پریشانی ہونے لگی ہے۔" تائی جان نے انہیں اپنے بستر پہ
…اشارہ کرتے ہوئے تفکر سے کہا تو وہ ان کے ساتھ کمبل میں بیٹھ گئیں۔

…تو یہ پریشانی والی نہیں ہے۔ بس مجھے آپ لوگوں کی ناراضگی کا خوف ہے۔"

…گئیں۔ دل ڈر رہا تھا۔ جانے کیا ہو۔

…بھی فکر تھی کہ اگر میر ہاؤس سے انکار ہو گیا تو کیا ہو گا۔

…سوالیہ نگاہوں میں بھرنے لگی۔

…مریم! پہیلیاں نہ بجھواؤ۔ میرا تو دل ہی بیٹھنے لگا ہے۔ تم سے محبت ہے تو خفا نہیں ہو سکتے۔
…یا۔" چچی جان نے انہیں اعتماد دیا۔

…کے رشتے کی بات ہے بھائی!" وہ دھیمی سی آواز میں بولیں۔

…جان نے حیران ہو کر انہیں دیکھا۔ "اس میں کیا پریشانی ہے؟ وہ اریبہ سے شادی کرنا چاہتا
…تھے۔ اس کی خوشی میں خوش ہیں۔"

…ایسا نہیں چاہتی بھائی!"

…سے ضد نہ باندھنا مریم!" وہ بے ساختہ بولی تھیں۔

…نہیں باندھ رہی بھائی! بلکہ عماد بھی غلطی پر تھا۔" وہ سنجیدگی سے بولیں۔

…جان نہ سمجھنے والے انداز میں انہیں دیکھ رہی تھیں۔

اپنی نند کو وہ اچھی طرح جانتی تھیں۔ وہ ہر بات بے تکلفی سے کہہ دینے والی فطرت رکھتی تھیں، یوں تمہید باندھنا اور ہچکچانا ان کے لئے ایک نئی بات تھی۔

"تو اس میں پریشانی والی کیا بات ہے؟ یہاں کون سا ہم نے ادینہ کے لئے رشتہ ڈال دیا ہے۔" چچی جان نے ان کو بے فکر کرنا چاہا۔

"ہاں۔ شکر ہے، وہ تسلی تو ہے۔" مریم پھپھو نے گہری سانس بھری۔

"پھر کوئی اور مسئلہ ہے؟" تائی جان ٹھٹک گئی تھیں۔

"دراصل ——— میں نے عماد کے لئے خود ایک لڑکی پسند کر لی ہے۔" وہ چور لہجے میں بولیں۔

"ارے ——— تو اس سے اچھی اور کیا بات ہو سکتی ہے؟" تائی جان خوش ہو گئیں۔

"پوچھیں گی نہیں کہ لڑکی کون ہے؟" وہ جھجکنے لگی تھیں۔

تائی جان نے اشتیاق سے کہا۔

"پوچھوں گی کیوں نہیں، بلکہ تمہیں خود ہی بتا دینا چاہئے۔"

"بتانے ہی تو آئی ہوں۔ بلکہ آپ سے اجازت لینے۔ بس ہمت نہیں ہو رہی تھی۔" انہوں نے پست لہجے میں کہا تو وہ حیران ہو گئیں۔

"میری اجازت کی بھلا کیا ضرورت تھی مریم! تم بسم اللہ کرو۔ اب بتا بھی دو وہ کون ہے جسے تم نے عماد کے لئے پسند کیا ہے؟"

چچی جان بغور ان کے بدلتے رنگ کو دیکھ رہی تھیں، قصداً ہنس کر بولیں تو انہوں نے لمبا سانس کھینچتے ہوئے جیسے اپنی ہمت مجتمع کی۔ پھر مدھم لہجے میں بولیں۔

"بات معیوب تو نہیں بھائی جان! بس آپ لوگوں کے جذبات کا پاس تھا۔ اسی وجہ سے بات کرنے سے دل ڈر رہا تھا۔ دراصل میں نے عماد کے لئے تمکین کو پسند کر لیا ہے۔"

انہوں نے اٹکتے ہوئے کہہ ہی دیا۔

چند لمحوں کے لئے تو گویا فضا ساکت رہ گئی۔

پھر انہوں نے تائی جان کی رندھی ہوئی آواز سنی۔

"تم نے تو میرا دل جیت لیا ہے مریم! ——— یقین کرو، میری اپنی بھی خواہش تھی کہ [...] کرنے کے لئے ادینہ کی بجائے تمکین کا نام لیتا۔"

"بھائی ———!"

مریم پھپھو کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ وہ بے اختیار ان کے شانے سے لگ گئیں۔

تائی جان انہیں بازوؤں کے حصار میں لے کر پیار سے تھپکنے لگیں۔

"اس سے بہتر سوچ کوئی ہو ہی نہیں سکتی تھی مریم!"

چچی جان نے بھی نم آنکھوں کے ساتھ انہیں سراہا تو ان کا دل شانت ہو گیا۔

●●●●●

تمکین کمرے میں آئی تو صبا کو بے سدھ لیٹے پا کر کسی خدشے کے تحت اس نے کمبل ہٹایا۔

[...] ابھی بھی سوئی لیٹی تھی۔

تمکین نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے ہلایا تو خود اندر تک ہل گئی۔ وہ بخار میں پھنک رہی تھی۔

"صبا ——— صبا!" وہ اسے پکارتی اس کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

صبا نے بمشکل سرخ ہوتی آنکھیں کھول کر اسے دیکھا تو اس کے دل کو کچھ ہونے لگا۔

"تمہاری تو بہت زیادہ طبیعت خراب ہے۔"

اس نے کچھ کہے بغیر پھر سے آنکھیں موند لیں۔

"میں ابھی بھائی جان کو فون کرتی ہوں۔"

تمکین گزشتہ صورت حال بھول گئی تھی۔ وہ بے چین ہو کر کھڑی ہوئی اور پریشانی کے عالم میں [...] صبا نے فوراً آنکھیں کھولیں۔

"نہیں ——— انہیں کچھ مت کہنا۔" صبا نے سختی سے کہا۔

تمکین کو بہت کچھ یاد آیا تھا۔

صبا جیسے جذباتی شخص کی بہت صابر بہن تھی۔ اول روز سے نوفل کی زیادتیاں برداشت کرتے [...] جس نے تمکین کا گھر تباہ کرنے کی رتی بھر کوشش نہیں کی تھی۔

تمکین نے نم ہوتی آنکھیں پونچھیں۔

"تو چلو پھر اٹھو، میرے ساتھ ڈاکٹر کے پاس چلو۔"

"نہیں میں اتنی بہت ٹھیک ہوں۔ گھر سے ہی کچھ میڈیسن لے لیتی ہوں۔" وہ نقاہت بھرے لہجے [...] بولی۔

تمکین کو اس کے صبر، اس کی برداشت سے وحشت ہونے لگی۔ کوئی اور لڑکی ہوتی تو نوفل کی طرف سے ایسے فضول اور گھٹیا الزام سننے کے بعد اس پر چار حرف بھیج کر گھر جا چکی ہوتی۔

تمکین کا جی چاہا اسے جھنجھوڑ ڈالے۔

تمکین نے زبردستی اسے اٹھایا اور صالحہ بیگم کو بتا کر اسے ڈاکٹر کے پاس لے آئی۔

ڈاکٹر اسے چیک کرنے کے بعد دوائیوں کا نسخہ لکھنے لگی۔

"[...] کیا لگتی ہے آپ کی؟" وہ ہاتھ روک کر پوچھ رہی تھی۔

تمکین نے چونک کر پہلے ڈاکٹر اور پھر صبا کو دیکھا جو کرسی سے ٹیک لگائے نڈھال بیٹھی تھی۔

خشک ہوتے ہونٹوں پر زبان پھیر کر انہیں تر کرتے ہوئے صبا نے اثبات میں سر ہلایا تو تمکین بے [...] گرا دی۔

میڈیکل اسٹور سے میڈیسن لے کر وہ دونوں رکشے میں بیٹھ گئیں۔ دونوں کی سوچیں مختلف [...] میں اڑان بھر رہی تھیں۔

تمکین اچھی طرح نوفل کے کان کھینچنے کا تہیہ کر چکی تھی۔

●●●●●

"آپی! پکنک کا پروگرام بن رہا ہے۔ چلیں گی؟" حمرہ نے اس کے کمرے میں جھانکا۔
اپنی قمیض تہہ کرتے اس کے ہاتھ ٹھٹکے۔
"یہ پکنک کون کر رہا ہے؟" مسکرا کر پوچھا۔
"معید بھائی۔" وہ اندر چلی آئی۔
"اچھا ——" وہ پھر سے اپنا کام کرنے لگی اور بظاہر سرسری انداز میں پوچھا۔
"کس کے صدقے یہ پکنک کی جا رہی ہے؟"
کہیں دل میں موہوم سی امید جاگی تھی کہ وہ ابھی ابھی بخار سے فارغ ہوئی تھی تو شاید اس کا دل بہلانے کی غرض سے معید نے یہ پروگرام سیٹ کیا ہو۔
"دراصل آج ویرا آپی بہت اداس لگ رہی تھیں تو معید بھائی نے انہیں خوش کرنے کے لیے اس پکنک کا اعلان کیا ہے۔ جس میں پورے لاہور کی آوارہ گردی شامل ہے۔"
حمرہ نے تفصیلاً بتایا تو وہ تپ اٹھی۔
"ویرا جی کے لئے پروگرام بنا ہے تو مجھے بلانے کی کیا ضرورت تھی؟"
"کیا مطلب؟ —— معید بھائی نے بھیجا ہے مجھے۔" حمرہ حیران ہو کر بولی۔
"تو ——؟" وہ بھی قمیض اٹھا کے دور پھینکی۔
"تو یہ کہ معید بھائی کہہ رہے تھے کہ آپی کو بھی بلا لو تاکہ اس کے دماغ کی گرمی بھی دور ہو۔" تم نے حمرہ سے بتایا تو اس کے دل میں جلن پیدا ہونے لگی۔
"اچھا تو ویرا جی کے موڈ کی اتنی فکر ہے کہ اسے ٹھیک کرنے کی تگ و دو میں مصروف ہیں۔ اور منکوحہ کے لئے ان کے پاس یہ الفاظ رہ گئے ہیں۔" وہ تلملائی تھی۔
اس کی دلی کیفیت سے بے خبر حمرہ نے پوچھا۔
"تو پھر چل رہی ہیں نا آپ؟"
"تم چلو —— میں ابھی آ کے بتاتی ہوں۔" وہ اپنی قمیض کا دامن جھاڑتی اٹھ کھڑی ہوئی۔
حمرہ شانے اچکا کر باہر نکل گئی۔
وہ سیدھی معید کے کمرے میں آئی۔
منہ دھو کر تولیے سے خشک کرنے کے بعد اب یقیناً وہ کپڑے بدلنے کے چکر میں تھا۔ اسے دروازہ کھٹکھٹا کر بنا اجازت لیے اندر آتے دیکھ کر گہری سانس لے کر رہ گیا۔
"یہ کیا فضول پروگرام بن رہا ہے؟" جاتے ہی تیوری چڑھا کر کہا جو معید نے اچھی طرح نوٹ کی۔
"کون سا؟ —— ہماری شادی کا؟" وہ اور بھی انجان بنا۔
عنایہ سلگی۔

"آج کے پروگرام کی بات کر رہی ہوں میں۔" تلملا کر کہا تو وہ اطمینان سے بولا۔
"آج تو تمہیں ساتھ لے جا کر پکنک منانے کا پروگرام تھا۔"
وہ اس کے جملے کو اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔
"میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ ویرا سے دور رہیں۔" وہ سخت لہجے میں بولی۔ جبکہ معید پُرسکون تھا۔
"اس سے تو دور ہی ہوں نا۔ وہ اپنے گیسٹ روم میں ہے اور میں یہاں۔ کافی فاصلہ بنتا ہے۔"
"پھر آپ نے اس کے لئے پکنک کا پروگرام کیوں رکھا؟"
"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" معید نے جواباً سوال کیا تھا۔
"فرق پڑتا ہے۔" وہ زور دے کر بولی۔ پھر کہا۔ "مجھے فرق پڑتا ہے۔ جب میں آپ سے منع کر رہی ہوں تو آپ یہ سب کیوں کر رہے ہیں؟"
وہ اپنی سیاہ آنکھیں اس پر جماتے ہوئے عجیب خیز انداز میں بولا۔
"کیا بات ہے عنایہ میر! کہیں تم ویرا سے جیلس تو نہیں ہو رہیں؟"
عنایہ نے شپٹا کر اسے دیکھا۔
جبکہ سیاہ آنکھیں دل میں اتر کر بھید پانے کی سعی میں مصروف تھیں۔
"جیلس ہوتی ہے میری جوتی۔" فوراً نگاہیں پھیریں۔
"تو پھر مجھے بھاڑ میں ڈالو اور اطمینان سے جا کر پکنک پر جانے کی تیاری کر لو۔ ایک بندے کی کمی تھی، میں نے سوچا اسی بہانے تمہارا بھی چکر لگ جائے گا باہر کا۔"
وہ یوں بولا جیسے امریکہ کا چکر لگوانے کا کہہ رہا ہو۔
عنایہ نے بمشکل غصہ ضبط کیا۔
"نہ میں جا رہی ہوں اور نہ ہی کوئی اور۔"
"تم نہ جاؤ۔ اور سب تو جا رہے ہیں۔" ادھر وہی اطمینان تھا۔ اور ذہین آنکھیں اس کے تاثرات جانچنے میں مصروف۔
وہ بے بس ہونے لگی۔
"میں خود جانے دوں گی۔"
"کیا ——؟"
معید کی آنکھوں میں تمسخر اُتر آیا۔ جس نے عنایہ کو مزید تپا ڈالا۔ اور غصے میں تو اسے ہمیشہ کچھ الٹا سوجھتا تھا۔ اب بھی متحمانہ لہجے میں بولی۔
"سمجھا کر —— یعنی کہ آپ مجھے تنگ کر رہے تھے۔" جو کچھ منہ میں آیا وہ کہہ ڈالا۔
معید کی آنکھوں میں پہلے تو حیرت چمکی، پھر اس کے ہونٹوں پہ بے ساختہ سی مسکراہٹ چمک گئی۔
اس نے واپس پلٹتی عنایہ کا ہاتھ تھام کر اسے روکا۔ وہ ایک جھٹکے سے اس کی طرف آئی تھی۔

"کس قدر بے وقوف ہو تم تحنی!" وہ جتا سانہ انداز میں بولا تب بھی ہلکی سی مسکراہٹ کا تاثر اس کے چہرے پہ موجود تھا۔

اور تحنی اس بلا ارادہ اور اچانک قربت سے سانس روکے کھڑی تھی۔

"کیا کوئی جاکے سب سے؟ یہی کہ میں تمہیں چھیڑ رہا ہوں؟ ——— بے وقوف! پہلے اپنے میرے درمیان موجود رشتے کو ذہن میں لاؤ، پھر سوچو کہ تم سب کو اپنے اوپر ہنسنے کا موقع دیئے جا رہی ہو۔"

اس کی سانسوں نے تحنی کے چہرے کو چھوا تو جیسے خواب سے بیدار ہوئی۔ دو قدم پیچھے ہٹ کر مناسب فاصلہ قائم کیا اور احتجاجی لہجے میں بولی۔

"میں نے تنگ کرنے کا کہا ہے، چھیڑنے کا نہیں۔"

"بہت خوب۔"

لگ رہا تھا کہ وہ اس کی باتوں سے بہت محظوظ ہو رہا ہے۔

"اور یہ بے وقوف کسے کہہ رہے ہیں آپ بار بار؟" اسے خیال آیا۔ تنک کر پوچھا۔

"تمہیں ———" معید نے اطمینان سے کہا اور اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

"اور خود کے بارے میں جناب کا کیا خیال ہے؟" وہ چڑ سی گئی۔

کچھ وہ باتوں سے اس اثر کو زائل کرنے کی کوشش کر رہی تھی جو معید کی غیر ارادی قربت سے دل و ذہن پہ ہو رہا تھا۔

"میں ایک وکیل ہوں۔ اور وکالت کی ڈگری بے وقوفوں کو نہیں دی جاتی۔" وہ مطمئن تھا۔

"ہنہ ———" تحنی نے سر جھٹکا۔

"بہرحال، میں اتنی عقلمند تو ہوں کہ جو دیکھوں سنوں اس کے مطابق حکمت عملی اختیار کر سکوں۔"

"اُف ———" وہ بے ساختہ ہنس دیا۔

تب تحنی کو احساس ہوا کہ وہ ہنستا ہوا اچھا لگتا تھا۔

"حکمت ——— عملی ———" وہ لفظوں کو کھینچ کر بولا۔ "اس عمل میں کیا حکمت ہے، میں پوچھنے کی زحمت کر سکتا ہوں؟"

"یہی صرف اتنا چاہتی ہوں کہ جب تک آپ اس رشتے میں منسلک ہیں، ذرا تہذیب کے دائرے میں رہیں۔"

اسے خود بھی کچھ نہیں آئی کہ دیا سے اُسے دور رکھنے کے لئے کیا طریقہ اختیار کرے۔

"میں نے کیا، کیا ہے تمہارے ساتھ؟" وہ پوری طرح اس کی طرف متوجہ تھا۔

تحنی کے رخسار خواہ مخواہ ہی تپنے لگے۔

"میں نے یہ نہیں کہا۔ مگر آپ دیا کے ساتھ کس کھاتے میں فرینک ہو رہے ہیں؟"

"وہ میری دوست ہے ——— یونیورسٹی فیلو ہے۔"

پرانی کی بات ہے۔ اب وہ کسی اور کی منتظر ہے۔ اور آپ میرے ناں گے۔" وہ غصے سے

بار بار ناں گے اور منکوحہ کہہ کر تم مجھے کیا یاد کرانا چاہتی ہو؟"

یہی کہ جب تک آپ اس رشتے کے پابند ہیں تب تک آپ کو صرف میرے نام ہو کر رہنا ہے ورنہ میرے پاس بھی آپشن ہے۔ میں بھی ایسا ہی کوئی چکر چلا سکتی ہوں۔" وہ بولی تو معید کو غصہ آ گیا۔

شٹ اپ ———!"

ہنہ ——— "تحنی نے سر جھٹکا اور معید نے اس کے بازو کو سختی سے تھام کر جھٹکا۔

اس طرح کی فضول گفتگو میں برداشت نہیں کروں گا۔"

اور میں جو کچھ برداشت کر رہی ہوں وہ بھی میری برداشت سے باہر ہے۔" وہ تلخ لہجے میں بے اختیار تحیر میں دھکیلنے لگی۔

برداشت ———؟" وہ جیسے بہت حیران ہو کر بولا۔ "کیا برداشت کر رہی ہو تم؟ یہ تو اول روز نے طے کر لیا تھا کہ کتنے عرصے تک تم اس بندھن کو نبھانا چاہتی ہو۔ پھر اب یہ پابندیاں کیسی؟"

اس کے سوال نے تحنی کو احساس دلایا کہ وہ مسلسل بے وقوفی کئے جا رہی تھی۔

زندہ وہ عمر کا کمی کی آڑ لئے بیٹھی تھی اور معید کا دیا سے کسی طرح اسے چبھتا تھا، کھلتا تھا۔

اس نے کچھ کہنے کو لب وا کئے۔

معید حسن! مجھے تمہارا دیا کے ساتھ بات کرنا، بے تکلف ہونا، اس کی تعریفیں کرنا بلکہ اس کی باتوں، اٹھانا بھی تکلیف دینے لگا ہے۔

کہنے کو بہت کچھ تھا اس کے پاس مگر گلے میں پڑتے آنسو کے پھندے نے کچھ کہنے کی اجازت نہ دی۔ اس کی نظر کے سامنے معید کا چہرہ دھندلا گیا۔

ہاتھ چھوڑیں ——— مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔" آنکھ کے چھلکنے کی وجہ تو بیان کرنا ہی تھی نا۔

اس نے خفیف ہو کر اس کے بازو پہ سے مضبوط ہاتھ کی گرفت ہٹا لی۔

وہ تیزی سے کمرے سے نکل گئی۔

وہ پریشانی کے عالم میں اُلجھا اُلجھا سا بالوں میں ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

●●●●●

"تم نے اتنی بڑی خوش خبری چھپائے رکھی ہم سے؟"

لکھنا گھر آکے سیدھی صالحہ بیگم کے پاس گئی۔ انہیں صبا کی پریگننسی کی خبر دی تو انہوں نے صبا کو چوم لی اور فوراً نوافل کی ادائیگی کے لئے تیاری پکڑ لی۔

لکھنا نے فرصت پا کر اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

مجھے خود کہاں پتہ تھا؟" وہ نظریں چرا گئی۔

تمکین نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"سچ کہہ رہی ہو؟"

"جھوٹ بولنے کی کوئی وجہ تمہارے ذہن میں ہو تو کہو۔" صبا نے قطعیت سے کہا تو وہ مسکرا دی۔

"اب تم صرف آرام کیا کرو گی۔ لیکن وہ بھی سب بعد۔ کیونکہ تمہیں ایک خوب صورت اور صحت مند بے بی چاہیے جو اس گھر کو خوشی اور رونق سے بھر دے۔"

وہ بہت دنوں کے بعد یاسیت کے خول سے باہر نکلتی دکھائی دی تھی۔

صبا اپنی تکلیف بھول کر اس کی دل جوئی کرنے لگی۔

"تم اپنا خیال رکھو۔ تاکہ میرا خیال رکھنے کے قابل ہو سکو۔"

"ہاں ——— میں تمہارا خیال خوب رکھوں گی۔ اور ہاں، بے بی کا بھی۔ اور اس کا نام بھی رکھوں گی۔ اس کے کپڑے بھی میں چینج کیا کروں گی اور صفائی بھی۔ تم بس اسے فیڈ کرا دیا کرنا۔"

وہ بہت پرجوش ہو رہی تھی۔ صبا خاموشی سے اسے دیکھتی رہی تو وہ پریشان ہو گئی۔

"کیا بات ہے صبا؟ میں کچھ غلط کہہ رہی ہوں؟ تم یہ سمجھ لینا کہ میں تمہارے بچے کی آیا ہوں۔ تم بس اسے کھیلنے کے لیے مجھے دے دیا کرنا۔ پتہ ہے مجھے بچے بہت اچھے لگتے ہیں۔"

اُلجھتے ہوئے بولی تو صبا نے اپنے تپتے ہاتھوں میں اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"وہ تمہارا ہی بچہ ہو گا تمکین! تم فکر مت کرو۔"

"ٹھیک ہے ——— ٹھیک ہے صبا!"

وہ روتی آنکھوں اور ہنستے لبوں کے ساتھ اس کے گلے لگ گئی تو صبا سے بھی اپنے آنسو ضبط کرنا بہت مشکل ہونے لگا۔

●●●●●

"تم اپنی ایڈورٹائزنگ ایجنسی فروخت کر رہی ہو؟"

شموئیل نے اس کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا تو وہ جو خوب صورت سے نائٹ سوٹ میں ملبوس اپنے بستر پر آڑی ترچھی لیٹی تھی، ایک دم سے اُٹھ بیٹھی۔

"یہ کیا طریقہ ہے کسی کے کمرے میں آنے کا؟"

"کس کا کمرہ؟" شموئیل نے بھنویں اچکائیں۔ پھر بولا۔ "شاید تم بھول رہی ہو کہ میں تمہارا شوہر ہوتا ہوں۔ اور اس وجہ سے یہ کمرہ میرا بھی ہے۔"

"کبھی ہوتا تھا تمہارا۔ مگر تم بھول رہے ہو کہ میں پلٹ چکی ہوں، ژالے آفریدی ہوں۔"

"ژالے شموئیل خان۔"

اس کے تصحیح کرنے پر وہ "ہنہ" کر کے سر جھٹکنے لگی۔

"میں نے کچھ پوچھا ہے تم سے۔" وہ پھر اپنے سابقہ سوال کی طرف آیا۔

ژالے نے کہا۔

"ہاں ——— رضا اسے دوبارہ ٹیک اوور کرنے کو تیار ہے۔ کوئی اعتراض؟" اس کا لہجہ طنزیہ تھا۔

شموئیل نے قطعاً کوئی اہمیت نہیں دی۔

رضا اس کا کزن تھا جس سے پہلے ژالے نے یہ ایجنسی ٹیک اوور کی تھی۔ اب جبکہ وہ بیرون ملک جا رہی تو وہ دوبارہ سے ایجنسی سنبھالنے کو راضی تھا۔

"مگر اس کے ساتھ ساتھ ایک اور خبر بھی سنی ہے میں نے۔" وہ دل کی بے چینی دباتے ہوئے گویا ہوا۔

مگر وہ بالکل بھی پریشان نہ ہوئی۔ اطمینان سے بولی۔

"ہاں ——— میں واپس امریکہ جا رہی ہوں۔"

"کس کی اجازت سے؟" شموئیل کا لہجہ تیکھا ہو گیا۔

ژالے نے تیز نظروں سے اسے دیکھا۔

"تم یہ بات کرنے کے قابل ہو کیا؟"

"شٹ اپ ——— تم میری نرمی کا ناجائز فائدہ اٹھا رہی ہو ژالے!" اس کے انداز نے شموئیل کے اندر کے روایتی خان کو انگڑائی لے کر بیدار ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔

"ہاں ———" وہ تمسخرانہ انداز میں بولی۔ "جو حسرت دل میں تھی، وہ بھی پوری کروا لیتے۔"

"دل تو چاہتا ہے کہ زنداں میں ڈال دوں تمہیں اور پھر روز تمہارا حال پوچھنے آیا کروں۔" وہ مل کر بولا تھا۔

"تم پتہ نہیں کن غلط فہمیوں کا شکار ہو۔" ژالے کا انداز جتا دینے والا تھا۔

"بہت جلد تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کون غلط فہمیوں کا شکار ہو رہا ہے۔" وہ سنجیدہ ہو گیا۔ پھر بشاشت بھرے لہجے میں بولا۔

"یہ تو تم بہت اچھا کر رہی ہو کہ ایجنسی فروخت کر رہی ہو۔ مجھے ویسے بھی تمہارا جاب کرنا پسند نہیں تھا۔ لیکن یہ جو نیا سودا تمہارے دماغ میں سمایا ہے واپس امریکہ جانے کا، اسے بھول جاؤ۔ کام چھوڑو آرام سے گھر بیٹھو۔"

"اس گھر میں" وہ طنز سے بولی۔ "کس کا گھر شموئیل خان؟ ——— تمہاری پلوشے کا؟"

"تمہارا اسٹوپڈ! تمہارا اور میرا۔ صرف ہم دونوں کا۔" شموئیل خان نے اسے ایک جھٹکے سے کھینچ کر اپنے مقابل کھڑا کیا تو وہ سٹپٹا سی گئی۔ اس کی آنکھوں میں جذبوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا اور کلون کی خوشبو۔

"بہت خراب ہو تم ژالے! ——— میرے اتنے خوب صورت دن رات برباد کر رہی ہو۔ دیکھنا کیا سلوک کروں گا تمہارے ساتھ۔" وہ بہت نرمی اور محبت سے اسے چھیڑ رہا تھا۔ ژالے کو لگا وہ نرمی سے بھی پگھلی ہوئی ہو۔

محبت کی تو ایک نگاہ ہی تخت شاہی پہ بٹھا دیتی ہے، کجا اس قدر التفات۔
وہ دم سادھے اس کی وارفتگی کو محسوس کر رہی تھی۔
اسے لگا بہار کا موسم اس کے کمرے میں اتر آیا ہو۔ یہ اس کی خاموشی اور سپردگی کا احساس تھا جس نے شوئیکل خان کو مزید پیش قدمی پر مجبور کر دیا۔
اس کی قربت اور لمس سے مسمرائز ژالے نے بس کمزور سا احتجاج کیا تھا اور بس۔
شوئیکل کو لگا جیسے اس نے اپنی دنیا جیت لی ہو۔

●●●●●

"بھابی جان راضی ہیں۔ بلکہ سب خوش ہیں ہمارے اس ارادے سے۔"
مریم پھپھو نے واپسی پر گاڑی ڈرائیو کرتے عماد کو بتایا تو وہ ہنسا۔
"میں تو پہلے ہی کہہ رہا تھا، میر ہاؤس والوں کے دل تنگ ہیں اور نہ ذہن۔"
"پھر بھی —— بات اتنی آسان نہ تھی کہ جتنی تم سمجھتے ہو۔" وہ مسکرائیں۔
ان کا ذہن بھی ہلکا پھلکا ہو رہا تھا۔
پتہ نہیں کیوں جب سے عماد نے ادیبہ کا نام لیا تھا، انہیں ایک مسلسل بے چینی نے گھیر رکھا تھا اور اب جبکہ بھی قرعہ فال تمکین کے نام نکلا تو انہیں کوئی فکر پریشانی نہیں تھی۔
"بھابی کہہ رہی تھیں کہ وہ خود صبا سے بات کریں گی۔ تمکین کی طرف سے وہ فکرمند تھیں۔ وہ بلا ہی ہامی بھرے اس پرپوزل پر۔"
انہوں نے کہا تو عماد نے اطمینان سے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
"وہ سب آپ اوپر والے پر چھوڑ دیں —— خدا ایسے ایسے سبب بناتا ہے کہ انسان کی عقل حیران رہ جاتی ہے۔"
"اور خدانخواستہ تمکین نہ مانی تو —— ؟" ان کے دل کو ایک اور وہم نے ستایا۔
"تو —— ؟" عماد نے گہری سانس کھینچی۔ پھر قصداً مسکرا کر بولا۔
"ہم کسی کو مجبور تو نہیں کر سکتے نا۔ اگر اوپر سے اشارہ ہو گیا تو یہ معاملہ حل ہو جائے گا۔ ورنہ قسمت۔"
مریم پھپھو نے سکون کی سانس لی۔
"ہاں، یہ ضرور ہے کہ مجھے تمکین کے انکار کا افسوس بہت ہوگا۔"
تھوڑے توقف کے بعد وہ بولا تھا۔
مریم پھپھو بہت دن سے دل میں مچلتے سوال کو زبان پر لے ہی آئیں۔
"تمہیں اس کا خیال آیا کیسے عماد؟ پیار محبت والا چکر ہوتا تو تم ادیبہ سے پہلے اس کا نام لیتے۔"
چند لمحے وہ سوچتا رہا۔ جیسے اپنی یادداشت کو کھنگال رہا ہو۔ پھر مدھم لہجے میں بولا۔
"پتہ نہیں بابا! لیکن یہ میرے دل و ذہن کا متفقہ فیصلہ ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ مجھے اس کا بہت

...نا چھوڑنا چاہئے۔"
...ن کے لفظوں میں بہت گہرائی تھی۔ وہ خاموش رہ گئیں۔

●●●●●

...ے کا موڈ سخت خراب تھا۔
...ریں پر چڑھتا جا رہا تھا کہ ایک بار تو خواہ مخواہ میں چلو شے کو بھی پھاڑ کے رکھ دیا۔
...ب شوئیکل سے چھپا ہوا نہیں تھا۔ اور وہ اس کا ماخذ بھی جانتا تھا۔
...ح وہ اس کے اٹھنے سے پہلے کمرے سے باہر جا چکی تھی۔ وگرنہ وہ "گزری رات" کے سارے ...ات" پہلے ہی جانچ لیتا جو ابھی دکھائی دے رہے تھے۔
...م کے بچتے ہی وہ اسے بازو سے تھام کر کمرے میں لے آیا۔
...چھوڑو مجھے۔" اس نے ایک جھٹکے سے اپنا بازو چھڑانا چاہا مگر شوئیکل کی گرفت مضبوط تھی۔
...اب تو یہ بات نہ کہو۔" وہ معنی خیز لہجے میں بولا تو ژالے خفیف سی ہونے لگی۔ مگر اپنی خفت ...کے لیے تیز لہجے میں جواب دیا۔
...تم اپنی حد میں رہو شوئیکل خان!"
...کل رات اپنی تمام حدود و قیود نافذ کر چکا ہوں۔ تمہاری مکمل رضامندی کے ساتھ۔" وہ پھر ...دھیمی بولا تو ژالے کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اب جانے یہ غصے کا اثر تھا یا شرم کا۔
...کل نے بڑی دلچسپی سے اسے دیکھا۔
...بات کرتی، نگاہیں نہ ملاتی وہ ایک نئی ژالے آفریدی لگ رہی تھی۔
...کل! میرا دماغ خراب مت کرو۔ جو ہوا، بہت برا ہوا ہے۔ آئی ہیٹ یو۔ یاد رکھنا۔"
...پھنکاری۔
...کل کے ہونٹوں پر خوب صورت سی مسکراہٹ آ گئی۔
...لا بھی اچھی باتیں یاد رکھتا ہوں۔ جیسے کل کی خوب صورت رات۔" وہ شرارتاً بولا تو ژالے ...لڑکی بھی اس سے نگاہ نہیں ملا پائی۔
...غصہ ابھی بھی کم نہیں ہوا تھا۔
...باہر نکلنے جا رہی ہوں۔ پھر یاد کرتے رہنا اپنی خوب صورت یادوں کو۔" وہ چبھتے لہجے میں ...شوئیکل نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا اور مسکراتے ہوئے مدھم لہجے میں کہا۔
...نا جاؤ گی جان شوئیکل!"
...وہ اس کی اس جبری جسارت پر ہکا بکا رہ گئی۔ وہ اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔
...پھر اس کی گرفت توڑ کر پیچھے ہٹ گئی۔
...ہو گا یہ تم بھی جان لو گے۔" وہ تند لہجے میں کہتی کمرے ہی سے نکل گئی تو وہ اس کی خوشبو کو ...طمانیت سے مسکرانے لگا۔

*****

دیا ماریانی کا مصالحہ تیار کرنے کھڑی ہوئی تو حتی نے نرمی سے اسے پرے ہٹا دیا۔
"تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے حتی! اور پھر کام ہی کتنا ہوتا ہے بریانی کا۔"
"آپ سے کس نے کہا کہ میری طبیعت خراب ہے۔ اور ویسے بھی معید کو میرے ہاتھ کی بریانی پسند ہے۔ اس لئے میں خود بناؤں گی۔"
وہ ڈھٹائی سے جھوٹ بولنے کے سارے ریکارڈ توڑ رہی تھی۔
"اچھا، مجھے تو معید نے نہیں بتایا کہ اسے تمہارے ہاتھ کی بنی بریانی پسند ہے۔"
حتی کو لگا وہ جل گئی ہو۔
اسے مزہ آیا۔
"آپ کو تو یہ بھی نہیں پتہ کہ انہیں میرے ہاتھ کی چائے اور کٹلس بھی بہت پسند ہیں۔ ما جانے وہ مجھ سے ہی کھانا پسند کرتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ شرم سے کہتے نہیں ہیں۔" ا کے بولی تو جانے کیوں دیا اداس دکھی۔
حتی کو برا تو لگا مگر اسے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ چکرا کر رہ گئی۔
"زرا میرے دوستوں کے لئے دو کپ چائے تو بھجوا دو۔ اور ساتھ میں کٹلس بھی۔ م پسند ہے۔" معید کی آواز اسے اپنے عین پیچھے سے آتی محسوس ہوئی تھی۔
وہ دم سادھ کر رہ گئی۔
تو یہ وجہ تھی دیا کے جلنے کی۔ ظاہر ہے کہ وہ معید حسن کی موجودگی سے اچھی طرح واقف تھی۔
"اور بریانی تو یقیناً حتی ہی بنائے گی۔ ایک بار پہلے بھی اس نے بہت مزیدار بریانی بنائی تھی۔" وہ کہہ رہا تھا۔
اور حتی اندازہ لگانے میں مصروف تھی کہ اس کے لہجے میں طنز، مزاح اور سنجیدگی کے ما تناسب ہے۔
اپنی ادھر ادھر دیکھے بغیر بولنے والی عادت کو بھی کوسا جو ہمیشہ ہی شرمندہ کراتی تھی۔
"تم نہیں آؤ گی دیا؟ ـــــ اسد آیا ہوا ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔
"نہیں ـــــ میں نہیں جاؤں گی۔" دیا کی مرتعش آواز پہ وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ رنگت جانے کیوں زرد پڑ گئی تھی۔
"کب تک نہیں جاؤ گی اس کے سامنے؟ اور ویسے بھی وہ تم ہی سے ملنے آیا ہے۔" اسد کا سمجھانے والا تھا۔
مگر دیا نے نفی میں سر ہلایا۔
"نہیں معید! میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ اب نہیں۔ میں پیچھے مڑ کر دیکھ ہی نہیں سکتی
اس کی آنکھوں میں جھلکتی نمی نے حتی کو حیران کیا۔

پاس کے گھر والوں میں سے کوئی اسے لینے آیا ہو۔ اس نے اندازہ لگایا۔
یہ فون بھی ہاتھ میں مت کرو دیا!" معید نے اسے گھر کا تو حتی کو بہت خوشی ہوئی۔
معید! پلیز، مجھے مجبور مت کرو کہ میں یہاں سے چلی جاؤں۔" وہ رونے لگی تھی۔
نے گہری سانس بھری، پھر اسے گھورتے ہوئے بولا۔
ت کے ساتھ چلنے والے ہمیشہ گھاٹے کا سودا کرتے ہیں۔ وہ آج یہاں آیا ہے، آئندہ بھی گا۔ میں تم سے ہارا نہیں، بس تمہیں سنبھلنے اور سمجھنے کا وقت دے رہا ہوں۔"
کر چلا گیا تھا۔ دیا بھی وہاں سے چلی گئی۔
کے دل میں ٹھنڈ پڑ گئی۔
ہا ہے نا، اس بلا کو اس کے گھر والے زبردستی لے جائیں۔ یا پھر یہ خود ہی یہاں سے کہیں میرے شوہر کے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔"
نے جل کر سوچا تھا۔ پھر خود ہی ٹھٹک گئی۔ دل کی دھڑکن بے ترتیب ہوئی۔
شوہر ـــــ" وہ متحیر سی کھڑی تھی۔
جانے کب اور کیسے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا تھا۔
کہا تھا معید حسن نے۔
دل پہ دستک دیتی ہے۔ اور جب یہ دستک ہونے لگے تو دل کے دروازے وا کیے بغیر کوئی رہتا۔
کی طرف ملتفت ہوا، اسے سوچا اور بہت اچھے معنوں میں سوچا۔ یہ دستک ہی تو تھی۔
کا شور تھا کہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔
ہاتھ کھڑی رہ گئی۔

تائی جان نے صبا کو فون کر کے تمکین اور عماد کے رشتے کی بات عندیہ لیا تو اس کا دل ڈوب سا گیا اور ذہن چکرانے لگا۔

ان کے گھر کی فضاؤں میں عماد کا نام جس طرح سے گونج رہا تھا اگر کوئی اور جان جاتا تو نجانے کیا قیامت آ جاتی۔ اور صبا کے تو پیروں میں جیسے ایک شخص کی بیڑی پڑ گئی تھی کہ وہ کچھ سوچنے لائق رہی ہی نہ تھی۔

"یہ کس نے کہا آپ سے؟"

"مریم نے خود بات کی ہے۔ عماد بھی راضی ہے۔" وہ خوش تھیں۔ اور یہ خوشی ان کے لب و لہجے سے بھی جھلک رہی تھی۔

صبا کے دل میں درد کی لہریں اٹھنے لگیں۔

"کس قدر بدقسمت ہو تم نوفل احمد! ___ اتنے اچھے لوگوں کا ساتھ ملا ہے تمہیں۔ اور تم کبھی قدر کرنا نہیں جانتے۔"

اگر نوفل کو اتنی بدگمانیاں نہ ہوتیں تو صبا ان کی بات سن کر خوش ہو جاتی۔

مگر اب تو اسے کچھ سجھائی نہ دے رہا تھا۔

انکار کرتی بھی تو کس بنیاد پر؟

"عماد بھائی بھی راضی ہیں؟" اس نے بے یقینی سے دہرایا۔

"ہاں ___ اس کی رضامندی سے ہی مریم نے بات کی ہے۔ اور سچ پوچھو تو میری بھی خواہش تھی کہ تمکین کا گھر دوبارہ بس جائے۔ انس کے حوالے سے بہت پیاری ہے وہ مجھے۔ گھر روشن کر دیا تھا اسے۔ بس قسمت میں یہاں پھلنا پھولنا نہیں لکھا تھا اس کا۔ مگر عماد بھی تو اپنا بچہ ہے۔ ان شاء اللہ بہت خوش رکھے گا اسے۔"

تائی جان آبدیدہ ہو گئیں۔ صبا کا بھی دل بھر آیا۔

"آپ براہ راست ماما سے بات کریں۔ اس معاملے میں، میں کیا کہہ سکتی ہوں؟" اس نے بچ جانے کی کوشش کی۔

"اوہو ___ تم نوفل کے تو دیکھو، وہ اب تمکین کے متعلق کیا سوچتی ہیں؟" تائی جان نے کہا۔

"اچھا ___ میں بات کر کے دیکھوں گی۔" وہ مریل لہجے میں بولی۔

پھر اس نے صالحہ بیگم سے بات کر ڈالی۔

پہلے تو چپ سی ہو گئیں، پھر رونے لگیں۔

"کس ماں کا دل چاہتا ہے کہ اپنی بیٹی کو یوں برباد ہوتے دیکھے۔ یہ تو ان لوگوں کا پیار، ان کی ... ہے۔ لیکن میں پہلے تمکین سے بات کر لوں۔ تم نوفل سے پوچھ لینا۔"

"نہیں ماما! نوفل سے بھی آپ ہی بات کیجئے گا۔ وہ میری بات شاید مائنڈ کریں۔" اس نے خود کو اس معاملے سے قطعاً الگ رکھنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

...ل جائے اور اس کا کام۔ اگر انکار بھی کرے گا تو توجیہہ بھی اسی کو پیش کرنی پڑے گی۔

مطمئن سی ہو گئی۔

مگر شام کو جب وہ دندناتا ہوا کمرے میں آیا تو صبا اس کا غصہ دیکھ کر ششدر رہ گئی۔

لال آنکھیں لیے کف اڑاتا وہ آتے ہی اس پر چڑھ دوڑا۔

"تم کیا گیم کھیل رہی ہو ہم سب کے ساتھ؟"

اس کے بازو کو جھٹکا دے کر وہ پھنکارا تو صبا کو لگا اس کی سانسیں ابھی کے ابھی تھم جائیں گی۔

●●●●●

... گہری نیند میں تھی۔

... کی آواز نے اسے ڈسٹرب کر کے جگا دیا۔

"حد کرتے ہیں لالہ! آپ بھی۔ اگر ایسی ہی بات تھی تو پہلے آپ نے مجھے آس امید کیوں ...؟" وہ آہستہ مگر برہم لہجے میں کسی سے مخاطب تھا۔

... کو بیدار ہونے میں چند لمحے لگے۔

"اب کیا ڈر، کیسا خوف لالہ؟ ___ پلوں کے نیچے ہی نہیں، بلکہ اوپر سے بھی بہت سا پانی ... ہے۔ جب ڈرنے کا وقت تھا تب تو آپ ڈرے نہیں۔ اب جبکہ اپنی غلطی سدھارنے کا ... ہے تو آپ......"

... پتہ چل گیا کہ وہ فرمان اللہ سے گفتگو کر رہا تھا۔

... غصہ آیا۔ کیا وہ نہیں جانتا تھا کہ کسی کے سوتے میں یوں ڈسٹربنس پیدا کرنا اخلاقیات کے خلاف ہے۔

"... کے لیے لالہ! میری بات سمجھنے کی کوشش کریں۔ مجھ پر بلوشے کی بہت بڑی ذمہ داری ... نہیں چاہتا کہ اس کی زندگی برباد ہو۔ اسے بسانے کا اٹل فیصلہ کر کے ہی تو میں اسے یہاں ... اور اب آپ قدم پیچھے ہٹا رہے ہیں۔"

... لگ رہا تھا کہ وہ زچ ہو چکا تھا۔ بلوشے کا نام سن کر ڈالے کے کان کھڑے ہو گئے۔

... نے ڈالے کو جیلس کیا۔

... جذبات کی رو میں بہہ کے ہی سہی، جو رشتہ ایک قدم جو آگے بڑھ گیا تھا اب اسے

تو ڈینا ڈاوے کو بہت مشکل لگنے لگا تھا۔

شوئٹل خان کی محبت، اس کی گرم جوشی، والہانہ التفات، اس کے قرب کا طلسم۔

کچھ بھی تو بھولنے والا نہیں تھا۔

لیکن یہ پلوشے والا معاملہ اس کا خون کھولا دیتا تھا۔ اپنی حیثیت اسے ثانوی لگنے لگی تو پھر وہاں سے بھاگنے کے منصوبے بنانے لگی تھی۔

وہ خیالات سے چونکی۔

"یہ ہوئی نا بات۔" وہ خوش ہو کر ہنسا تھا۔ پھر اگلے انداز میں بولا۔ "میں جو آپ کو ساتھ ہونے کی یقین دہانی کروا رہا ہوں تو پھر کیوں آپ گھبراتے ہیں؟ —— یقین کریں اس معاملے میں اگر کسی کی لاش گری تو وہ پہلا شخص میں ہی ہوں گا۔"

ڈاوے کا دل دہل گیا۔

پلکوں کی جھری میں سے اس دلربا شخص کو دیکھا جس کے پیچھے وہ ایک دنیا کو ٹھکرا آئی تھی۔

اور آج وہ اس کا ہوتے ہوئے بھی اس کا نہیں تھا۔

اس کی دسترس میں تو تھا مگر اسے پا نہیں سکی تھی۔

موبائل آف کر کے شوئٹل نے پہلی نظر ڈاوے پر ہی ڈالی تھی۔ وہ فوراً آنکھیں موند کے سو گئی۔ فی الوقت تو وہ اس بے وفا کا قطعی طور پر سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

چند ثانیوں کے بعد ڈاوے نے اس کی سانسوں کی تپش اپنے چہرے پر محسوس کی تو اس نے سانس تک روک لی۔ اور پھر اپنی پیشانی پر ایک لطیف سا لمس۔

اس کی روح تک میں اس لمس کی دل پذیری اتر گئی۔

"سونے والوں کی طرح لیٹی ہو مگر جاگنے والوں جیسی لگ رہی ہو۔"

اس کی شرارت سے پُر مدھم آواز ڈاوے کو اپنے بہت قریب سنائی دی۔

اور سچ تو یہ تھا کہ اس کا آنکھیں کھولنے کو جی ہی نہیں چاہ رہا تھا۔ مگر اب اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔

اسے بے حد پاس دیکھا تو ناگواری سے سر تکیے پر کھسکا کر پرے کیا۔

"اوہو —— کیا بے رخی ہے۔" وہ ہنسا۔ "اب تو تمہارے سب پتہ ہو چکے ہیں۔ پھر یہ احتیاطیں کیوں؟"

"صبح صبح میرے منہ مت لگو۔" وہ ناگواری سے بولی۔

"صبح صبح منہ لگنا تمہیں پسند نہیں، رات کو منہ لگوں تو تمہیں اعتراض۔ آخر بندہ کرے تو کیا کرے؟"

"تم خود کو بندہ مت کہو۔"

"بندہ نہیں، بلکہ تمہارا شوہر۔"

شوئٹل کو اس شرارتی دل نواز آنکھوں کی خفگی بھی مزہ دے رہی تھی۔

"یہ محبت حقیقت مجھے بارہا بتا چکے ہو تم۔" وہ چٹخی۔

شوئٹل کی نگاہوں میں تاسف در آیا۔

"بے وقوفی کی حد تک جذباتی اور جلد باز ہو تم ڈاوے! محبت میں صبر کرنے والے تو زندگی کو پا لینے کے عادی ہوتے ہیں۔ مجھے پتہ نہیں تھا کہ تم اندر سے اس قدر تلون مزاج ہو۔"

اس کے اس قدر کھرے تجزیے نے ڈاوے کو تپا دیا۔

"میری ذات کا تیا پانچہ کرنے سے بہتر ہے کہ جا کے اپنی نئی بیگم کی زلفوں کے پیچ و خم سنوارو۔"

وہ تنکی۔

"ہول دلاتو۔" شوئٹل کے انداز میں ناپسندیدگی تھی۔ "پلوشے کے متعلق اس انداز میں بات نہ کیا کرو۔"

"اوہ —— بڑا دکھ پہنچتا ہے اس کی 'بے حرمتی' سے۔" وہ تلملائی تھی۔

"دکھ تو مجھے تمہارے اس انداز سے بھی پہنچتا ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولا تو اس کے لب و لہجے میں نہ تھا۔

"اپنے دکھ کی بہت پرواہ ہے تمہیں۔ اور میرا کچھ نہیں جس کی زندگی سے اتنی آسانی سے کھیل گئے ہو تم۔"

"تم ابھی مجھے سمجھنے کی کنڈیشن میں نہیں ہو۔ مگر مجھے خوشی ہوگی اگر تم یہ یاد رکھا کرو کہ کبھی تمہیں مجھ سے الفت تھا۔ یہ وقت ہے جس نے زندگی کی بساط پر ہمیں آمنے سامنے لا کھڑا کیا ہے۔"

شوئٹل نے کہا تو وہ "ہونہہ" کہتی اٹھ کر واش روم میں گھس گئی۔

"تمہارے پچھتانے کے دن بہت قریب ہیں ڈاوے آفریدی!"

شوئٹل گہری سانس بھرتا اٹھ کھڑا ہوا۔

●●●●●

وہ پہلے ہی شوئٹل کی سنگ دلی کی بھینٹ چڑھ چکی تھی، اب اس کا انداز دیکھ کر غضب ناک ہو گئی۔ کیا تھا باقی کہ کچھ جانے کا ڈر ہوتا۔

"جو کچھ ہو رہا ہے یا ہونے جا رہا ہے اس میں آپ کی والدہ صاحبہ کی مرضی شامل ہے۔ مجھے ہر بات میں مت گھسیٹا کریں۔"

"بہت خوب —— قربت کے بہانے آپ تلاشیں اور نام دوسروں کا۔" وہ رقابت میں اپنی سطح سے نیچے آ گیا تھا۔

وہ نادم ہو گئی تھی۔

شوئٹل کے جاگنے سے پہلے ہی وہ اٹھ گئی۔ اتوار کی چھٹی تھی۔ حسب معمول صالحہ بیگم کو ناشتہ کرایا، ان سے اجازت لے کے وجدان کو بلوایا اور اپنا سوٹ کیس اٹھا کر میر ہاؤس آ گئی۔

اس کی خشک آنکھوں اور بے رنگ مسکراہٹ نے فی الحال تمام صورت حال پر پردہ ڈال رکھا تھا۔ اس کی پژمردگی کو اس کی پریگنینسی کا شاخسانہ سمجھا گیا۔ اور یوں وہ فی الوقت بہت سے سوالوں سے بچ گئی تھی۔

●●●●●

صبا کی یوں خاموشی سے مہر ہاؤس روانگی نے نوفل کو سلگایا تو وہیں تگین کو چونکا دیا۔

"تم سے ایک بہت ضروری بات کرنی ہے تگین!"

وہ اٹھ کر صبا کو فون کرنے کا سوچ رہی تھی کہ صالحہ بیگم نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"جی ___ کہیے۔"

وہ پھر سے ان کی طرف متوجہ ہو گئی تو وہ بات جو سننے میں انہیں آج بہت خوش کن اور آسان لگی تھی، تگین سے کہنا مشکل ہو گیا۔

"یہ سفید جوڑا کب تک پہنے رہو گی؟ ___ میری جان! ساری عمر پڑی ہے اور تم ابھی سے رنگوں سے ناتا توڑ بیٹھی ہو۔"

ان کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔

تگین بمشکل مسکرائی تھی۔

"کیا ماما! اب تو آپ کو بھی عادی ہو جانا چاہیے۔"

"میں تو اسی تگین کو دیکھنے کی عادی تھی جو صبح نہا دھو کے روزانہ جوڑا بدل کے میرے پاس آیا کرتی تھی۔ یہ تو کوئی اور ہی تگین ہے۔" ان کی آواز میں دکھ جھول رہے تھے۔

"جس کے ہونے سے زندگی میں رنگ تھے، جب وہی نہیں رہا تو ___" تگین کے لب کپکپائے تھے جنہیں اس نے سختی سے دانتوں تلے دبا لیا۔

"زندگی مرنے والوں سے نہیں، زندہ رہنے والوں سے مشروط ہوتی ہے تگی! مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جا سکتا۔ ورنہ تمہارے باپ کے ساتھ میں بھی مر جاتی۔ صرف تم دونوں کی خاطر میں نے حوصلہ کیا اور خود کو جینے کا سبق دیتی یہاں تک آ پہنچی ہوں۔ اور اب تم میرے جینے کا سامان مت چھینو تگین! تمہیں دیکھتی ہوں تو لگتا ہے میری زندگی کا ایک اور دن کم ہو گیا۔ تمہارا دکھ مجھے مار ڈالے گا۔"

وہ واقعی رو دی تھیں۔ تگین کی آنکھیں بھی چھلک اٹھیں۔

"میں کب آپ کو کوئی تکلیف دینا چاہتی تھی ماما! میرے بس میں ہوتا تو تقدیر کو بدل دیتی۔ یہ دکھ کوئی بھی نہ دیکھتا۔"

ماحول یکلخت ہی ایک تکلیف دہ لمحے کی گرفت میں آ گیا تھا۔

"وہ دکھ تو کاتب تقدیر نے لکھا ہی تھا۔ مگر تم یوں ہر وقت سفید لباس پہنے، جو اس کی یاد دلاتی رہتی ہو، اس کا کیا جواب ہے تمہارے پاس؟ کیوں مرے ہوؤں کو مار رہی ہو؟" وہ ایک دم

بے اختیار ان سے لپٹ گئی۔

ابھی تک وہ صرف اپنا ہی دکھ دیکھتی چلی آ رہی تھی۔ اس سے منسلک لوگ کس قدر دکھ میں ہیں یہ سوچا ہی نہ تھا۔

"مت روئیں ماما ___ آپ مت روئیں۔" وہ بچوں کی مانند خوف زدہ سی ان کے سینے میں چھپتے ہوئے بولی۔

یہ پتا کیا اس کا دکھ اپنی جگہ مگر جو پاس تھا اسے گنوانا بھی سراسر بے وقوفی تھی۔

"تم ہی تو رلانے والے کام کرتی ہو۔ زندہ رہ کے بھی زندگی سے دور بھاگ رہی ہو۔ تمہارا دکھ مار ڈالے گا۔ تم دیکھنا ایک دن۔" انہوں نے زندہ سے لہجے میں کہا تھا۔

"آئی ایم سوری ماما! ___ ایسی باتیں مت کریں۔ میں آپ کو دکھ دینا نہیں چاہتی۔"

"تو پھر اچھے بچوں کی طرح رہا کرو۔ جس سے میرے دل کو بھی خوشی ملے۔" انہوں نے کہا تو وہ سر ہلاتے ان کی باہوں میں کھوئی جانے کیا سوچتی رہی۔

صالحہ بیگم کے لئے یہی غنیمت تھا کہ اس نے ان کی باتوں کو مثبت انداز میں لیا تھا۔

●●●●●

تائی جان نے صبا سے عماد اور تگین کے رشتے کی بابت پوچھا تو وہ بے اختیار ہی ان سے الجھ گئی۔

"کیا ضرورت تھی آپ لوگوں کو یہ نیا شوشہ چھوڑنے کی؟"

"دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا؟" وہ تحیر سے اسے دیکھنے لگیں۔

"ٹھیک ہی ہے دماغ تو کہہ رہی ہوں۔" وہ زچ ہو گئی۔

"تائی امی، کہے کو دماغ نہیں قسمت خراب ہے۔"

"تمہیں کیا اعتراض ہے؟" انہوں نے اسی حیرت سے پوچھا۔

"مجھے نہیں، اس کے بھائی صاحب کو اعتراض ہے۔" نوفل کا ذکر کرتے ہوئے صبا کو اپنے منہ کا ذائقہ کڑوا محسوس ہوا۔

"نوفل کو اعتراض ہے؟ مگر کس بات پر؟" وہ پریشانی سے بولیں۔

صبا کو احساس ہوا کہ یہ بات یونہی کہہ دینے والی نہیں تھی۔ اس ایک بات کے جواب میں اسے سوالوں کا سامنا کرنا پڑے گا یہ بھی اسے معلوم تھا۔

"تائی! کیا کرتی ہیں آپ؟ ابھی وقت ہی کتنا ہوا ہے انس بھائی کو بچھڑے۔" اس نے گول مول بات کی۔

"وقت کے ساتھ ہر زخم مندمل ہو جاتا ہے۔ لیکن تب، جب اس پر مرہم رکھا جائے۔ تگین کی حالت نہیں دیکھتے ہو تم لوگ؟" تائی جان کو تسلی ہوئی کہ نوفل کے اعتراض کی وجہ کوئی خاص نہیں جس پر پریشان ہوا جاتا۔ سمجھانے والے انداز میں بولیں۔

"اچھے فیصلے کرتے ہوئے سب کچھ دیکھنا پڑتا ہے امی!"

"سب کچھ نہیں، تم لوگ صرف بظاہر دیکھتے ہو۔ فی الوقت کیا مناسب ہے صرف وہ کیا جاتا ہے۔ یہ نہیں سوچ رہے کہ آج عماد نے نگین کی بیٹی کے باوجود ہاتھ بڑھایا ہے تو ضروری نہیں اس کے بعد کل کو وہ آگے بڑھے یا کوئی اور بہترین شخص اس کی زندگی میں آئے۔" انہوں نے یقین کو کہا تھا۔

عام حالات میں تو صبا بھی اس پروپوزل پر بہت خوش ہوتی۔ مگر نوفل تو صدمہ پہنچا گیا تھا۔ ایسے میں وہ کیا خوشیاں مناتی۔

"نگین کہاں ماننے والی ہے؟ وہ تو حشر بپا دے گی یہ سب سن کر۔" صبا نے بے بسی سے کہا۔ اس کی زندگی کی کہانی کے کئے پھٹے صفحات اگر ان سب سے مخفی تھے تو خیر تھی۔ وہ اپنی جان پر برداشت کر کے ان سب کو تکلیف سے بچانا چاہ رہی تھی۔

"میں نے صالحہ بیگم سے بات کی تھی۔ وہ اس بات پر بہت خوش ہیں۔ اپنی زندگی میں ہی وہ اس فرض سے سبکدوش ہونا چاہتی ہیں۔ وہ نگین سے بھی بات کر لیں گی۔"

انہوں نے اطمینان سے کہا تھا۔ پھر اسے بغور دیکھتے ہوئے بولیں۔

"تمہیں اگر کوئی اعتراض ہے تو کہو۔"

"مجھے ـــــــ مجھے بھلا کیا اعتراض ہونے لگا؟" وہ گڑبڑائی۔

"تو پھر ٹھیک ہے ـــــــ میں تمہارے ابو سے کہوں گی، وہ نوفل سے خود بات کر لیں گے سمجھدار بچہ ہے۔ اس کا اعتراض ختم ہو جائے گا۔"

انہوں نے بات ختم کر کے اسے اپنی طرف سے ٹینشن سے نکال لیا۔

مگر اسے کیا روگ لگے تھے، یہ وہ نہیں جان پائی تھیں۔

وہ کھانا پکانے کے بعد سیدھی صبا کے کمرے میں آئی۔

"کیا ہو رہا ہے سست لڑکی؟" وہ ابھی تک اسے لیٹے دیکھ کر بولی تو صبا مجبوراً مسکرا دی۔

"ویسے ہی ـــــــ طبیعت بھاری ہو رہی تھی۔"

وہ دھم سے اس کے پاس بیڈ پہ جا بیٹھی۔

"اپنی طبیعت کو سیٹ کرو یار! کیا بوریت پھیلا رکھی ہے۔ جب سے آئی ہو یونہی لیٹی بیٹھی رہتی ہو بیزاری شکل بنائے۔" سحی کو اعتراض تھا۔

"اچھا کام کی بات کرو۔ میرا بحث و مباحثے کا موڈ نہیں ہے۔" وہ صاف گوئی سے بولی تو سحی نے گھور کر دیکھا۔

"ایسے چہرے بدلتی ہیں لڑکیاں شادی کے بعد؟"

"تم نہ بدلنا۔ کیونکہ تم شادی بلکہ رخصتی سے پہلے ہی بدل چکی ہو۔" صبا نے اس کی چوٹ کا بدلہ دیا تو وہ جھنجھلا ہو گئی۔

"تو ـــــــ میں نے کیا چہرہ بدلا ہے؟"

"ابھی کہاں سے آ رہی ہو؟" صبا نے تکیے سے ٹیک لگا کے بیٹھتے ہوئے اس کی توجہ خود پہ سے ہٹانے کے لیے پوچھا۔

"کچن سے۔" وہ بے اختیار بولی۔

"ہاں، تو ابھی بھی پوچھتی ہو کہ کیا بدلا ہے تم میں۔ ہمارے لیے تو کبھی کچن میں نہیں گھسی تھیں۔ اب روز سعید بھائی کو نت نئی ڈشز بنا کے کھلائی جا رہی ہیں۔"

صبا نے چھیڑا تو اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"کیا خیال ہے، رخصتی کروا دیں؟" اس نے پھر پوچھا تو سحی کو جیسے ہوش آ گیا۔

"کیا بدتمیزی ہے؟ ـــــــ میں نے کب یہ کہا ہے؟" وہ ناراضگی کا مظاہرہ کرنے لگی۔ جبکہ دل اس بات پہ بے ساختہ ہی دھڑک اٹھا تھا۔

"نکاح کے بعد اب رخصتی ہی ہو گی نا۔" صبا نے مسکرا کر کہا۔

"پہلے اپنا بیگم کی تو رخصتی کراؤ۔ جو ان کی بیگم بننے کی کوشش کر رہی ہے۔" وہ جل کر بولی تو صبا بجھ گئی۔

"الٹی سیدھی مت سوچا کرو۔"

"یہ کہو کہ عقل مندی کی مت سوچا کرو۔" وہ خفا ہوئی۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" صبا نے پھر کہا۔

"ایسی ہی بات ہے۔ اتنے بے تکلف وہ میرے ساتھ نہیں جتنے اس کے ساتھ ہوئے پھر رہے ہیں۔" وہ بے ساختہ بولی تو صبا کو ہنسی آ گئی۔

"تمہیں کس بات پہ اعتراض ہے؟ دیا کے ساتھ بے تکلف ہونے پہ یا تمہارے ساتھ بے تکلف نہ ہونے پہ؟"

"دونوں پہ۔"

زبان پھسلی تو اس نے دانتوں تلے دبائی مگر اب دیر ہو چکی تھی۔ صبا نے اس قدر کھلے ہوئے خوشگواری اور حیرت سے اسے دیکھا جواب اس سے نگاہ نہیں ملا رہی تھی۔

صبا کو گھورتے پایا تو بوکھلا گئی۔

"میرا مطلب ہے کہ میرے سامنے کسی اور کے ساتھ یوں فری ہوتا۔ ویسے تو بڑے پارسا بنے پھرتے ہیں۔"

"تم صرف جیلس ہو رہی ہو نمی!" صبا نے کہا۔

اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ وہی نمی تھی جو کبھی معید کو دشمن اول مانتی تھی۔ اسے سڑا ہوا کھیرا، کڑوا کریلا، کینگلس اور جانے کیا کیا لقب دیا کرتی تھی۔

"جی نہیں ـــ میں بھلا کیوں جیلس ہونے لگی؟" اس نے پرزور انداز میں صبا کی نفی کی۔

"کیونکہ تمہیں ان سے محبت ہو گئی ہے۔" صبا نے اطمینان سے کہا تو وہ یوں اچھلی جیسے بچھو نے کاٹ لیا ہو۔

"دماغ خراب ہے تمہارا؟"

"مگر تم بالکل صحیح جا رہی ہو۔" وہ مسکرا رہی تھی۔

"اپنے اندازے مت لگاؤ۔" وہ مسکرا گئی۔

"اچھا، پتا کیا ہے آج؟" صبا نے پوچھا۔

"میری پائی۔۔۔۔" وہ کہنے ہی لگی تھی کہ صبا نے اس کی بات کاٹ دی۔

"پھر بے پائی؟"

"معید کو پسند ہے........"

وہ روانی میں بولی۔ پھر ایک دم سے صبا کو دیکھنے لگی تو وہ بے ساختہ ہنس دی۔

"اب آئی ہو نا لائن پہ۔"

"میرا مطلب تھا کہ......"

"جو بھی مطلب تھا، بہت پیارا تھا۔ چار دن کی زندگی ہے، لڑ کے گزارنے سے بہتر ہے پیار

زدہ۔"

صبا نے سمجھایا تو وہ قدرے جھجکی۔

"مگر وہ ــــ دیا ــــ؟"

"جب ایک بار معید بھائی کے دل میں اتر گئی ہیں تو پھر ہزار لڑکیاں بھی کچھ نہیں کر سکتیں۔" صبا نے یقین دلایا تو وہ جھینپے ہوئے انداز میں ہنس دی۔

اس کا شرم سے سرخ ہوتا چہرہ صبا کو بہت پیارا لگا تھا۔

"شکر ہے خدا کا، تمہارے دماغ کا خلل بھی دور ہوا۔ ورنہ میں تو پریشان ہی رہتی تھی کہ یہ بیچارہ بیمار لگے گا۔" صبا نے اسے چھیڑا تھا۔

"اچھا ــــ ایسے ہی۔ تنگ مت کرو۔" وہ پریشان ہونے لگی۔

ایسی بار کا اس نے بھی کب سوچا تھا۔

"معید بھائی کو پتہ ہے یا ابھی خود ہی سے الجھ رہی ہو؟" صبا نے پوچھا تو ٹھٹک کر اپنے مخصوص انداز میں بولی۔

"محبت وحبت کچھ نہیں۔ میں تو صرف اس رشتے کی وجہ سے کہہ رہی ہوں کہ...... اور تمہارے دانت کس خوشی میں نکل رہے ہیں؟" بات کرتے کرتے صبا کو ہنستے دیکھا تو گھور کر بولی۔

"ایسے ہی۔ سوچ کے ہنسی آ رہی ہے کہ ان دو دن میں کیا ماجرا ہو گیا۔"

صبا نے بدستور ہنستے ہوئے کہا۔ اسے واقعی نمی کے بدلنے کی بہت خوشی تھی۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔ بس میں نے ٹھنڈے دل سے سوچا کہ اس رشتے کو نبھانا ہی ہے تو خوامخواہ ٹینشن کیوں لی جائے۔" وہ مسلسل گریزاں تھی۔

"بہت اچھا کیا تم نے نمی!" صبا نے سنجیدہ ہوتے ہوئے اٹھ کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔ "اس سے ہم اور شاید ہی کچھ کرو۔ معید بھائی کے ساتھ تم بہت خوش رہو گی۔"

"اگر دیا یہاں سے چلی گئی تو۔" اس نے ناگواری سے لقمہ دیا۔

"میں خود بات کروں گی معید بھائی سے۔" صبا نے اسے یقین دہانی کرائی۔

"مجھے پہلے کیا تھی۔" وہ خفگی سے بولی۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔ پریشان مت ہو۔ ہمارے بڑے بیٹھے ہیں نا ہر معاملہ سلجھانے کے لئے۔"

"دیا یہاں سے چلی جائے گی؟"

معصومیت سے پوچھا۔ اس کی سوئی ابھی تک وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

صبا کو اس پر پیار آیا۔ "یہ خدشے، یہ وسوسے، سب محبت کی علامات ہیں۔"

نمی نے خفیف سے پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"اب پتہ نہیں، میں نے کبھی ان کے متعلق کچھ اچھا نہیں سوچا۔ یہ سب اچھا اچھا کیسے ہو

کیا؟" بے چارگی سے کہا تو صبا کی ہنسی نکل گئی۔

"اچھا ——— یہ تو بہت اچھا ہوا۔ ورنہ میں تو اپنے بھائی کے مستقبل کی طرف سے بہت مایوس تھی۔" اسے چھیڑتے ہوئے کہا تو حنّی نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

"میری زندگی ہے نغمہ میری زندگی ترانہ
میں صدائے زندگی ہوں، مجھے ڈھونڈ لے زمانہ
میری زندگی ہے نغمہ میری زندگی ترانہ"

وجدان با آواز بلند گاتا ہوا کمرے میں داخل ہوا تھا۔ وہ دونوں اس کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ بچی ہی خونخوار تیور لیے عمرہ کو آتے دیکھ کر لمحوں میں سمجھ گئیں کہ کوئی مقدمہ پیش ہونے کو ہے۔

"آپی! اس کو سمجھا لیں۔ بس تھوڑے دن رہ گئے ہیں، میں چچا جان سے اس کی شکایت کرنے والی ہوں۔"

"اب کیا ہو گیا ہے؟" حنّی نے دونوں کو باری باری گھورا۔

ہفتے میں ایک بار اسے ان کا ایک ایسا ہی مقدمہ نمٹانا پڑتا تھا۔

"میری زندگی ہے نغمہ میری زندگی ترانہ۔"

وجدان نے پھر سُر چھیڑا۔

"یہ دیکھا ——— سنا ہوا ہے۔" وہ غصے سے بولی۔

"آواز اچھی ہے نا؟ کیسٹ آ سکتی ہے مارکیٹ میں؟" وجدان نے داد چاہی۔

"تو تمہیں اس کے گانے سے کیا مسئلہ ہے؟" صبا نے مصالحت چاہی۔

"یہ مجھے چھیڑ رہا ہے۔" وہ پُرزور انداز میں بولی تو صبا نے گھور کے بھائی کو دیکھا۔

"یہ صرف میری خداداد صلاحیتوں سے جیلس ہوتی ہے۔ میں اپنے مؤکلوں سے کہہ کر کسی دن اسے کبوتری بنوا دوں گا۔" وجدان کے ارادے خطرناک تھے۔

"یہ کیا ہے عمرہ، لڑائی شروع کر رکھی ہے تم لوگوں نے؟" صبا اُکتا گئی۔

"آپی! اسے منع کیوں نہیں کرتیں؟ یہ لینے آیا کرے مجھے کالج۔" عمرہ بگڑی۔

"ارے واہ ——— زندگی میں ایک ہی تو "کام" کر رہا ہوں۔ وہ بھی چھوڑ دوں تو میری زندگی میں سے رنگینی ہی ختم ہو جائے۔" وہ شرارت سے بولا۔

"کیا بچپنا ہے یہ عمرہ؟ ہر وقت لڑائی جھگڑا۔" صبا نے سنجیدگی سے کہا تو وہ روہانسی ہونے لگی۔

"آپ بھی مجھے ہی کہیے۔ اس سے کوئی کچھ نہیں کہتا۔ میری دوستوں پہ ڈورے ڈال رہا ہے۔"

"یا اللہ ———" وجدان سر پہ ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

"کیوں بھئی ——— تمہاری اس معاملے میں بہت شکایتیں آنے لگی ہیں۔" اب کی بار حنّی نے وجدان کی کھنچائی کرنا چاہی۔

"آپی! ایسے ہی ہر ایرے غیرے نتھو خیرے کی باتوں پہ یقین نہ کر لیا کرو۔"

"دیکھیں، میرے متعلق ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے اور میری دوستیں اسے پتہ نہیں کیا کیا لگتی ہیں۔" عمرہ چیخی۔

"میری زندگی ہے نغمہ میری زندگی ترانہ"

وہ پھر سے گنگنایا۔

"دیکھیں۔ کتنی ڈھٹائی سے آپ لوگوں کے سامنے۔" وہ پھر سے رونے کو تھی۔

"تمہیں کیا تکلیف ہے اس کے گانے سے؟" صبا نے اسے ڈانٹا۔

"میری دوستوں کا نام ہے نغمہ اور ترانہ۔" اس نے پیر پٹخا۔

"اور ایک وہ بھی تو ہے مترنم سی ——— ہاں ترنم۔"

وجدان نے قہقہہ دیا۔ اس کی آنکھوں میں شرارت صاف جھلک رہی تھی۔

"کس قدر خوبصورت نام ہیں اس کی دوستوں کے۔" وہ سر دھن رہا تھا۔

"یہ جب سے میری دوستوں سے متعارف ہوا ہے، ان کے جاتے ہی مجھے "کزن نامہ" بلکہ "وجدان نامہ" سنانا پڑتا ہے۔"

عمرہ نے منہ بسورا۔

"تو اس میں قصور تمہاری سہیلیوں کا ہے، نہ کہ میرا۔" وہ فوراً بولا۔

"لڑکیاں تو ہیں ہی ایسی ہی ہوتی ہیں۔ تم خود کیوں مسکرا مسکرا کے انہیں لفٹ کرا دیتے ہو۔" عمرہ پورے سوز میں تھی۔

"اب اتنی خوب صورت مسکراہٹ میری۔ ویسے بھی مسکرا کر ملنے سے محبت بڑھتی ہے۔" وہ مزے سے بولا۔

"تمہیں میری دوستوں سے محبت بڑھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔" وہ غرائی تھی۔

"کیا بے وقوفی ہے عمرہ؟" صبا نے گھرکا تو حنّی نے اس کی حمایت کی۔

"ٹھیک کہہ رہی ہے۔ اسے کیا ضرورت پڑی ہے یوں "اٹینشن" ہو کے جانے کی؟ اور یہ جو ٹھکنے جا رہا ہے۔"

"بس آج طے ہو گیا ہے۔ یہ مجھے کالج چھوڑنے نہیں جائے گا۔" عمرہ نے قطعی انداز میں کہا تو وہ فوراً بولا۔

"ہاں، میں صرف تمہیں پک کرنے آیا کروں گا۔ اس وقت گیٹ پہ زیادہ رونق ہوتی ہے۔"

"لڑکی!" اب کی بار صبا نے اسے تنبیہی انداز میں گھورا تو وہ ہنسنے لگا۔

"کہاں بے وقوف کو کوئی نہیں سمجھاتا۔"

"ہاں ——— اس بے وقوف کو تو سب سمجھا لیتے ہیں نا۔" عمرہ غصے سے اس کی جانب اشارہ کر کے کمرے سے نکل گئی تھی۔

وجدان ان دونوں کی ڈانٹ ڈپٹ کا سامنا کرنے کے لئے اکیلا رہ گیا۔

بہ مشکل جان چھڑا کے اسے ڈھونڈتا ہوا ان کے پورشن میں آیا تو وہ ٹیرس کی سیڑھیوں پہ گھٹنوں میں منہ دیئے بیٹھی تھی۔

وجدان کے ہونٹوں پہ ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

ڈوبتے سورج کی ہلکی سی دھوپ اس کے وجود کا حصار کیے ہوئے تھی۔

وہ اس سے کچھ فاصلے پہ بیٹھتے ہوئے کھنکھارا تو حمرہ نے کرنٹ کھا کے سر اٹھایا۔

"تم میرا پیچھا نہیں چھوڑ سکتے؟" وہ اسے دیکھ کر چڑ گئی تھی۔

"نہ ـــــ" وہ حمرے سے کہتے ہوئے مسکرا دیا۔

"دیکھو وجی! مجھے اتنا ستاؤ گے تو چچا جان سے شکایت کر دوں گی۔ پہلے ہی میری دوستوں میں خنجر چلا چلا کر میرا دل جلاتے رہتے ہو۔"

وہ تنبیہی انداز میں بولی تو مسکراہٹ دباتے ہوئے وجدان نے بظاہر بھولپن سے پوچھا۔

"اچھا ـــــ تو تم جیلس ہوتی ہو۔"

"جیلس ہوتی ہے میری جوتی۔" وہ اس کا مطلب پا کر بولی۔

"پتہ ہے حمرہ! میں تمہاری شاعری کی کتاب شائع کرانے والا ہوں۔" وہ موضوع بدلتے ہوئے خوشگواری سے بولا تو حمرہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔

"سچ کہہ رہا ہوں۔ دنیائے ادب کے افق پر اب ایک اور ستارہ چمکے گا۔ حمرہ عمر۔"

حمرہ ہول کر رہ گئی۔

"خبردار جو تم نے کوئی شرارت کی تو۔"

"ایک شرط پر۔" وہ شرط بازی پر اتر آیا۔

"کوئی نہیں ـــــ ہر شرط میں بیچاری مجھ ہی کو بھرنی پڑتی ہے۔" وہ پہلو بچا گئی۔

"اور یہ جو تم نے انگری منٹ سائن کیا تھا اپنی شاعری کے بدلے وہ؟" وجدان نے فوراً جیب سے ایک پرچہ نکال لیا۔

حمرہ کو یاد آنے لگا۔

"یہ تم بھکاری کی طرح ساتھ ہی لئے پھرتے ہو؟" اس نے طنز کیا۔

"ہاں ـــــ جانے کب، کہاں ضرورت پڑ جائے۔" وہ اطمینان سے بولا۔

"یہ دیکھو لکھا ہے کہ میں وجدان کی ہر بات مانا کروں گی۔" وجدان نے پڑھا تو حمرہ نے لقمہ دیا۔

"شادی کے بعد ـــــ"

"کس کی شادی کے بعد؟" وہ سادگی سے پوچھنے لگا۔

"تمہاری ـــــ" وہ بول اٹھی۔ پھر کچھ خیال کر کے کہا۔ "مطلب تمہاری الگ اور میری الگ۔"

"کہیں بھی ـــــ ایسا تو کبھی دیکھا نہ سنا۔" وہ حیران ہوا تھا۔

"کہیں ـــــ لوگوں کی شادیاں نہیں ہوتیں؟" حمرہ نے اسے گھورا۔ وہ اکثر ہی اسے بے وقوف بنا رہا تھا۔

"ہوتی تو ہیں۔ مگر وہ ہے کی الگ اور دلہن کی الگ ـــــ ہماری شادی کچھ عجیب سی نہیں ہو جائے گی؟" وہ گمبھیرتا سے بولا تو اس کی بات پر غور کر کے حمرہ کا دل بے ترتیبی سے دھڑک اٹھا۔ بے بسی کا تاثر ہونے کی اپنے چہرے پہ بکھرے "چیٹ" کا اسے اچھی طرح احساس ہو رہا تھا۔

"شٹ اپ وجی ـــــ!"

"پھر دیکھ کے کہو ذرا۔"

"کیا بدتمیزی ہے یہ؟" وہ گھبرا کے اٹھ کھڑی ہوئی تو وجدان بھی اس کے مقابل کھڑا ہو گیا۔

"اِدھر دیکھو تو پتہ چلے جھوٹ کی بات۔" وہ مسکرا رہا تھا۔

اور عالم تھا اسی لئے وہ اس کی طرف دیکھنے سے گریزاں تھی۔

"تم ہی میرا نغمہ ہو، تم ہی میرا ترانہ ہو اور تم ہی سے میری زندگی مترنم ہے۔ بس یا کچھ اور کہوں؟" سنجیدگی سے بولا تو حمرہ کا دل ڈوبنے لگا۔ بے ساختہ اس کی جانب دیکھا۔ وہاں شرارت کی بجائے دل کی سچائی تھی۔ جذبوں کی حرارت تھی۔

"شٹ اپ ـــــ" حمرہ کے لب لرزے۔

"بہت کچھ میں ابھی نہیں کہنا چاہتا۔ فقط تمہارے ابہام دور کرنے کے لئے۔" وہ ابھی بھی سنجیدہ تھا۔

"بدھو ـــــ" حمرہ کو ہنسی آ گئی۔ وہ سیڑھیوں کی طرف بھاگی۔

"ارے واہ ـــــ کچھ تو کہو۔" وہ پیچھے سے چلایا۔

"کہا تو ہے ـــــ بدھو۔" وہ ہنستی ہوئی سیڑھیاں اترنے لگی۔

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ میں اپنے موکل چھوڑنے لگا ہوں تمہارے آس پاس۔ دل و دماغ کا پہرہ دیں گے وہ۔" وہ اس کے پیچھے اترتا اسے دھمکا رہا تھا۔

حمرہ دل کھول کے ہنس دی۔ وجدان اسے خوش دیکھ کے مطمئن ہو گیا۔

اس نے منزل تک پہنچنے کے لئے جن راستوں کا تعین کیا، وہ بالکل درست تھے۔

●●●●●

"اس سے پہلے تو صبا کبھی ایسے نہیں گئی۔ آپ سے لڑائی ہوئی ہے کیا؟" تمکین نے نوفل کو جالیا۔

"یہ تم اسی سے پوچھتیں تو بہتر ہوتا۔" جیکٹ کی جیب میں والٹ ٹٹولتے ہوئے وہ بے اعتنائی سے کہا تو تمکین کو تاسف ہونے لگا۔ نوفل کی تنگ نظری اور بے وقوفی پہ۔

وہ ایسی حسین بے مثال لڑکی کی قدر نہیں کر پایا تھا۔

تمکین کو اندازہ ہونے لگا کہ صبا نے اوّل روز سے یہاں کیسے وقت گزارا تھا۔

نوفل سے بے پرواہ رہنے میں اس کا کوئی قصور نہیں تھا۔ بلکہ وہ نوفل کی لاپرواہی تھی جو صبا کی

ذات سے کی بہن کے جھلکتی تھی۔
نوفل سے کھل کے بات کرنا قبل از وقت تھا۔
اس نے صبا کو فون کیا۔
"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ بس جی چاہا کچھ دن امی کے ساتھ گزاروں۔" اس کا حوصلہ کیا ٹوٹا، نگین کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔
"مت کرو اتنا صبر۔ شاید تمہارا صبر ہی مجھے لے ڈوبا ہے۔"
"کیا مطلب؟" صبا متحیر رہ گئی۔
"مجھے نہیں پتہ تھا کہ تمہارے اور بھائی جان کے مابین کیا غلط فہمی چل رہی ہے۔ میں خوشیوں میں مگن جان ہی نہیں پائی کہ تم کس جہنم کا سامنا کر رہی ہو۔ تمہیں کس نے کہا تھا اتنی برداشت کرنے کو صبا! فقط میرا گھر بچانے کو؟"
وہ رونے لگی۔ اور ادھر صبا بھی سسک اٹھی۔
ضبط کا یارا ہی کہاں تھا اب۔
کس کس سے اصلیت چھپاتی اور کس کس کو ذلت کا وہ داغ دکھاتی جو نوفل نے اس کے دا لگانے کی کوشش کی تھی۔
"میں نے کبھی تمہارا برا نہیں چاہا نگین!"
"نہیں ــــ کچھ تو نہیں صبا! کیوں اپنے صبر کی مار مار رہی ہو مجھے؟"
"خدا گواہ ہے نگین! میں تو فقط دو گھروں کو ٹوٹنے سے بچانے کے لئے قربانی دیتی آئی۔ اپنی انا، اپنی عزت نفس اور خودی کی۔ مگر اب بات میرے کردار تک آن پہنچی ہے۔ اور اس کا بوجھ میں یارا نہیں تھا۔" صبا کا لہجہ رندھا ہوا تھا۔
"کہاں غلطی ہو گئی ہم سے صبا! کیسے ہو گیا یہ سب کچھ؟"
نگین سمجھ کے بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ اس کے تو فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ نوفل احمد خود تہہ کتنی پرتوں میں چھپائے ہوئے ہے۔
"تمہیں کس نے بتایا؟" صبا کو دھیان آیا تھا۔
نگین نے مختصراً اسے شروع میں نوفل کی غلط فہمی کے متعلق بتایا۔
"انہوں نے شروع ہی سے مجھ پر اعتبار نہیں کیا۔ پتہ نہیں میرے متعلق کیا سوچتے رہے۔ میں بھی سمجھتی رہی کہ وہ کسی اور میں انٹرسٹڈ ہیں۔ اور وہ اول روز سے میرے کردار کے متعلق رہے تھے جو بالآخر انہوں نے کہہ ہی دیا۔"
مارے صدمے کے اس کے آنسو بھی جیسے منجمد ہو گئے۔ دکھ کا عمل اتنا شدید تھا۔
وہ نوفل کی سرد مہری کو ژالے آفریدی میں انوالومنٹ کا شاخسانہ سمجھی تھی۔ پھر ژالے نے بتایا کہ وہ شکیل خان سے محبت کرتی ہے تو صبا کو لگا وہ پھر سے زندہ ہو گئی ہو۔ تب نوفل

جی ملی کو وہ اس کی انا سمجھی تھی۔ کس قدر نادان اور بے وقوف تھی وہ۔ کیوں اس کی جھلکتی نفرت نہ جان پائی ــــ کیوں نہ سمجھ پائی کہ وہ اسے کس بھاؤ تول رہا ہے۔
یہ بات تو طے ہے کہ بھائی جان نے شادی کے لئے تمہیں خود چنا تھا۔ اس غلط فہمی سے نہیں خود اپنے لئے پسند کر چکے تھے۔"
نہ جانے کیا صفائیاں پیش کر رہی تھی۔ مگر وہ بہری بن گئی۔ لگا زندگی کی بساط پر عمر کی بازی ہے۔

•••••

عماد اور نگین کے رشتے کے بارے میں زرینہ بیگم نے بتایا تو ان کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔
عماد سے محبت نہیں تھی۔ بلکہ اسے خود کے علاوہ کسی سے بھی محبت نہیں تھی، سوائے روپے دولت کے۔ عماد کے یوں ہاتھوں سے نکلنے کا مطلب تھا بینک بیلنس کا ہاتھوں سے نکلنا۔
"یہ بکواس ہے یہ؟ ــــ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" پہلے تو وہ بے یقینی سے انہیں دیکھتی رہی، پھر بگڑی۔
"بھائی کے پاس سے اٹھ کر آ رہی ہوں۔ میرا تو کلیجہ ہل کے رہ گیا ہے۔"
ہاتھ ملنے لگیں۔
"انہوں نے ایسے ہی حد کر کے کہہ دیا ہو گا۔ عماد میں کیا کمی ہے جو "داغی" لڑکی کے ساتھ باندھ رہے ہیں؟" ادیبہ نے تنفر سے کہا۔
جب وہ یہ بات بھول گئی تھی کہ وہ خود بھی ایک طلاق یافتہ اور زمانے کی نظروں میں ایک لڑکی تھی۔
"شرم نہیں آتی انہیں؟ داماد کی قبر کی مٹی بھی نہیں سوکھی اور انہوں نے بیٹی کے لئے بر ڈھونڈنا شروع کر دیا ہے۔"
کوئی وہم تھا جو اسے بکواس کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔ اپنے اندر کی آوازوں کو دبانے کے لئے وہ بول رہی تھی۔
"تو کم از کم تمیز سے کر لیا کرو۔ بڑی ہیں تم سے۔ کچھ رشتے دھیان میں رکھ کے بولا کرو۔"
اس کا انداز ناگوار گزرا۔ وہ ان سے الجھ گئی۔
"آپ جیسے لوگ ہی ہوتے ہیں ہر لائن میں سب سے آخر میں کھڑے ہونے والے۔ جن کی آتے آتے ہر نعمت ختم ہو جاتی ہے۔ لوگوں کو اپنی باری پیش کر دینے والے۔ بے وقوفی کی حد مگر میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں۔ اپنا حق، اپنی پسند میں چھین لینا جانتی ہوں۔ میں اسے دوسروں کے لئے بھی نہیں چھوڑتی۔" وہ نخوت بھرے انداز میں کہتی استغفار کرنے پر مجبور کر گئی۔

"جو تمہاری قسمت کا ہے وہ تمہی کو ملے گا۔ اسے نہ کوئی تم سے چھین سکتا ہے اور نہ تم کسی کا قسمت کا چھین سکتی ہو۔ خوامخواہ وہ کلمات منہ سے نہ نکالو۔"

"آپ منہ بند ہی رکھیں۔ جب بھی کریں گی کوئی الٹی ہی بات کریں گی۔ ہزار بار کہا ہے کہ بات نہیں کرنی آتی تو منہ نہ کھولا کریں۔"

اس کا انداز بہت بدتمیزانہ تھا۔ زرینہ بیگم کا جی چاہا اس کا منہ تھپڑوں سے لال کر دیں۔

"ہاں، میری بچی! تمہیں بولنا سکھایا اور آج تمہیں ہی بولنا بھول گیا۔ پہلی ہی بار ایسے منہ کو پر تمہیں تھپڑ لگایا ہوتا تو آج تم مجھے منہ بند رکھنے کی صلاح نہ دیتیں۔" وہ بہت ضبط کر گئی تھیں۔

"آپ تو ہیں ہی تماشا کا دیکھن۔ شروع ہی سے بھائی، بھتیجے کی محبت کا دریا آپ کے اندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ نوفل کو میرا ہونے دیا اور عماد کی بار بھی ویسی ہی باتیں منہ سے نکال رہی ہیں۔ اپنا پھوپھا فلسفہ اپنے پاس ہی رکھیں۔ مجھے سمجھانے کی کوشش نہ کیا کریں، میں بھی سمجھتی ہوں۔"

اوپر تو وہ دھاری گو دھو رہی تھی۔

زرینہ بیگم نے تھک آ کر اس کے آگے ہاتھ باندھ دیے۔

وہ اب بھی زخمی شیرنی کی طرح دھاڑتی ہوئی کمرے میں ادھر سے ادھر مسلسل ٹہل رہی تھی۔

●●●●●

"یہ تمہارا معاملہ نہیں ہے تگی! تم اس بات میں نہ آؤ تو بہتر ہوگا۔"

نوفل خطرناک حد تک سنجیدہ تھا۔

"بہت خوب۔" وہ استہزائیہ انداز میں بولی۔ "اب کیا ہو گیا ہے؟ ——— میرا صبا سے کوئی نہیں رہا یا آپ سے تعلق ختم ہو گیا ہے؟"

"خوامخواہ الٹی سیدھی باتیں کر کے میرا دماغ خراب مت کرو۔" وہ ابھی بھی اس سے نرمی سے بات کر رہا تھا۔ شاید اس کی ذہنی کیفیت ملحوظ خاطر ہو۔

"آپ کا دماغ تو پہلے بھی صحیح نہیں تھا۔ مجھے تو اسی وقت اندازہ لگا لینا چاہیے تھا کہ جب طرف سے آپ کا دل صاف نہیں ہوا ہے۔" وہ غصے میں ادب، لحاظ سب بھول گئی تھی۔

"اپنی حد میں رہو تگی! تم بدتمیزی کر رہی ہو۔" وہ انگشت شہادت اٹھاتے ہوئے تنبیہی انداز بولا تو تگین نے تاسف سے اپنے وجیہہ و شکیل بھائی کو دیکھا۔

کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اپنے سرکل میں اتنا ذہین اور زیرک بزنس مین مشہور ہونے والا شخص اپنی خانگی زندگی میں اس قدر بے وقوف نکلا تھا۔

"جو کچھ آپ نے صبا کے ساتھ کیا ہے، اس کے مقابلے میں یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔" وہ تلخی سے بولی۔

"وہ ہمارا آپس کا معاملہ ہے۔"

"وہ ہمارا "گھریلو" معاملہ ہے۔" تگین نے زور دے کر تیزی کہا تو وہ ٹھٹکا۔

تم اس کی بے جا حمایت مت کرو۔ یہ معاملہ بہت بڑھ چکا ہے۔"

ہوا سے ہوا دینے والے آپ ہیں۔ خدا سے ڈریں بھائی! پاک باز عورتوں پہ بہتان لگانے والے خدا کی گرفت سخت ہوتی ہے۔" تگین نے کہا تو وہ بھڑک اٹھا۔

بند کرو اب! ——— جب تمہیں ایک بات کی سمجھ نہیں ہے تو پھر تم کیوں خوامخواہ اس کی وکالت کر رہی ہو۔"

نہیں میرا اس سے بھی کوئی رشتہ ہے۔ خون کا نہ سہی، انسانیت کا تو ہے۔"

تم اس کے بارے میں اس کی بہن کے حوالے سے سوچ رہی ہو گی۔ میری جگہ ہوتیں تو پھر پتا چلتا کہ الگ تم کیا کرتی ہو۔"

تگین کے دل میں ٹیسیں سی اٹھیں۔

سوال تو میری زندگی کا ہے بھائی!" اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔ "میں آپ کی جگہ ہوتی تو صورت دیکھتی، اس کے کردار کی پختگی دیکھتی، اس کی روشن پیشانی اور بے ریا آنکھیں دیکھتی۔ ان ساری گواہیاں نا کافی تھیں کیا؟"

باتیں بنانا بھی مت کرو۔" اس کی آنکھوں میں سرخی اتر آئی۔ "یہ سب تو وہ بھی جھٹلا نہیں سکتا تھا۔ آنکھوں دیکھی اور کانوں سنی ——— ؟؟

زمانے نے اس کے گرد بہت مضبوط جال بچھا رکھا تھا۔

اگر اور کوئی ہوتی تو اب تک میرا گھر برباد کر چکی ہوتی۔ اول روز ہی اپنے گھر والوں کو ساری بتا کر مجھے بھی طلاق دلوا دیتی۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ سب کچھ اپنی جان پہ سہتی رہی۔"

بھلا دیں تگین ——— !" وہ غصے سے بولا تھا۔

ہاں، چھوڑنا اتنا ہی آسان ہے نا۔ مگر صرف آپ کے لیے۔ کبھی یہ نہیں سوچا کہ وہ اتنی ذلت سہہ کر آپ کو چھوڑ کے کیوں نہیں گئی تھی؟"

تگین نے بھی اپنی آواز بلند کی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

سب میں ہی اس کی وجہ نہیں تھی۔ صرف اپنے بھائی کے گھر کی خوشیاں ہی اس کے پیش نظر تھیں اور آپ کو بھی چاہتی تھی۔ دل کی گہرائیوں سے۔ کیونکہ وہ آپ کے دل و ذہن میں پہنچے زہر سے بے خبر تھی۔ اس نے تو اپنی طرف سے مجھ پر آنچ بھی نہیں آنے دی بھائی! مگر اس کا اگر پتا لگ جاتا تو اس کا کیا ہوتا، یہ تو وہ بھی نہیں جانتی تھی۔ آپ کا کیا میرے آگے آیا ہے بھائی! آپ نے سوچا تو میری ساری زندگی آنسوؤں کا دریا بن گئی ہے۔ آپ نے اسے تکلیف دی تو میں بے سکون ہو گئی ہوں۔ کیوں کہ ایسا نہیں ہے؟"

نوفل سا تگین کو دیکھنے لگا۔ یہ وہ کیا کہہ رہی تھی۔

اس کے ذہن کی اسکرین پہ آنسوؤں سے بھری دو آنکھیں جگمگانے لگیں۔

صبا کی مظلومیت کے کئی روپ، اس کا رونا، بلکنا، اس کی خود سپردگی، اس کی مظلومیت۔

"فریب ہے ـــــ سب فریب۔"
اریبہ کی آواز اسے اپنی سماعتوں کی گہرائیوں میں اترتی محسوس ہوئی تو اس نے سر جھکا۔
"بہت غلط کر رہے ہیں آپ۔ نہ صرف اپنا گھر برباد کر رہے ہیں بلکہ اپنی اولاد کے لئے
گز ما کھو رہے ہیں۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اس سے نفرت کر رہے ہیں جو صرف محبت کے قا
بے۔ دل میں رکھنے کے قابل ہے۔"
تگین کی آواز بھرا رہی تھی۔ شدت ضبط سے چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔
"تمہارے ساتھ جو ہوا وہ مشیت ایزدی ہے تگین! اسے میری زندگی سے جوڑنے کی کوشش
کرو۔" وہ ضبط سے بولا۔
"واہ ـــــ کانٹے بو کر گلابوں کی تمنا کر رہے ہیں آپ۔" وہ طنز سے بولی۔
"یہ سب اس کے کئے کی سزا ہے۔ بھگتان تو اسے بھگتنا ہی ہوگا۔" وہ سرخ آنکھیں لئے ہ
اس کے لب و لہجہ میں پھنکار تھی۔
تگین غصے سے بولی۔
"اور جو آپ کر رہے ہیں اس کا بھگتان کون بھگتے گا؟ پہلے تو میں نے بھگتا ہے، اب جانے
کے سامنے آئے گا۔"
"جس کا کیا دھرا ہے اسی کے سامنے آئے گا۔ تم اس معاملے میں نہ آؤ۔" وہ بھی غصے سے
کمرے ہی سے نکل گیا تو تگین کو اور رونا آنے لگا۔
"کاش میں تمہارے لئے کچھ کر پاؤں صبا! تو اپنی جان وار کے بھی کر گزروں۔"
اس نے بے بسی سے سوچا۔

●●●●●

اریبہ کا فون آیا تو عماد کو ایک روشن ورک سی لگا۔ اس کے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی کہ
طرف کیا آگ بھڑک رہی ہے۔
"عماد! تم تگین سے شادی کر رہے ہو؟"
اس نے ہائے، ہیلو کا کوئی بھی جواب دیئے بغیر سیدھے سبھاؤ پوچھا تو اس کے ہونٹوں پر
سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اپنی راکنگ چیئر سے پشت ٹکاتا وہ پوچھنے لگا۔
"تمہیں کیسے پتہ چلا؟"
"تم کیوں اور کیسے کے چکر میں مت پڑو۔ صرف یہ بتاؤ، کیا یہ سچ ہے؟" وہ متوحش تھی۔
اس کے لب و لہجے پر غور کئے بغیر وہ آنکھیں موند کر محظوظ ہوتے ہوئے بولا۔
"تمہیں کیا لگتا ہے؟"
"میں یہ سب نہیں مان سکتی عماد! تم تگین سے کیسے شادی کر سکتے ہو؟" وہ غصے میں آ گئی
کرنٹ کھا کر رک گیا۔

کیا مطلب ـــــ؟"
"اٹ از یو عماد! ـــــ آئی رئیلی لو یو۔"
یہ ہاکا تھا جو عماد کی سماعتوں کے آس پاس ہوا تھا۔
"یہاں یہ سب کہہ رہے ہیں کہ تمہارا پرپوزل تگین کے لئے آیا ہے۔ تم کہہ دو کہ یہ سب
یہاں سب کو غلط فہمی ہو رہی ہے۔" وہ بہت جذباتی ہو رہی تھی۔
"آئی ایم سوری اریبہ! ـــــ کیا مطلب؟" وہ سیدھا ہوتے ہوئے گڑبڑا کر بولا۔
بہت پُر اعتماد اور صاف گو شخصیت کا مالک تھا۔ مگر اریبہ کے اس قدر کھلے ڈلے اعتراف محبت
نے بھی ششدر کر دیا تھا۔
اتفاق کہ کبھی اس نے اریبہ سے شادی کر لینے کے متعلق سوچا تھا۔ مگر اس ارادے کو اس نے
اپنی حد تک محدود رکھا تھا۔ اریبہ سے اس سے متعلق کچھ نہیں کہا تھا۔ پھر وہ کیسے اس راہ پر تنہا نکل گئی
وہ بھی اتنی آگے۔
بہت حال نے عماد کو چکرا کر رکھ دیا۔
"کیا معلوم ہے عماد! اور تم بھی تو مجھ سے......" وہ بے حد جذباتی ہوتے ہوئے کہہ رہی تھی۔
نے آنٹی کو صاف طور پر کہہ کے بھیجا ہوتا۔ وہ شاید غلطی سے تگین کے لئے پرپوزل دے گئی

نے ابھی تگین کے لئے پرپوزل نہیں دیا۔ وہ تو ان کی طرف گئی ہی نہیں۔" عماد نے محتاط
بات کا آغاز کیا تھا۔
ـــــ" وہ بچکی پھنکی ہوگی۔" مجھے پہلے ہی پتہ تھا ممانی جان کو غلطی ہوئی ہے۔"
یہ بات صرف گھر ہی میں ہے۔ شاید بڑی مامی نے آنٹی سے تذکرہ کیا ہو۔ میری ماما نے
لئے پرپوزل نہیں دیا۔" عماد نے قدرے توقف کیا۔
ـــــ؟" وہ الجھی۔
"تگین کے لئے پرپوزل میں نے دیا ہے۔"
زوردار دھماکا اریبہ کی سماعتوں میں ہوا تھا۔
ـــــ ہیلو ـــــ!"
کریڈل دبایا۔
اسے کوئی آواز نہیں آئی تو اس نے ریسیور کریڈل پر ڈال دیا۔
یہاں اریبہ کا طرز عمل سوچ سوچ کر اسے پریشانی ہو رہی تھی۔ جو بھی ہوا، اچھا نہیں ہوا تھا۔

●●●●●

عالی زبان میں کچھ گنگنا رہی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ ڈسٹنگ بھی جاری تھی۔
مطالعہ کرتی ڈالے بار بار مضطرب ہوئی۔

"ایسی کون سی خوشی مل گئی ہے اسے؟" اُسے تپ چڑھ رہی تھی۔
"تم خاموشی سے اپنا کام نہیں کر سکتیں؟" بالآخر اس نے ناگواری سے اُسے ٹوک ہی دیا۔
پلوشے حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔
"میں آپ سے تو کچھ نہیں کہہ رہی۔"
"مجھ سے کچھ کہہ کے تو دیکھو۔" وہ جھلائی۔
پلوشے کی خوب صورت آنکھوں میں تحیر چمکا۔
"آپ لڑنا چاہ رہی ہیں؟"
"شٹ اپ! ــــ اور یہ ماسیوں والے کام کہیں اور جا کے کرو۔ ہر طرف دھول اڑا رکھی ہے۔" وہ حقارت سے بولی۔
"ہم اپنے گھر میں بھی ایسے ہی کام کرتے ہیں۔" وہ سادگی سے بولی۔
"اپنا گھر ــــ؟" ثوالے نے مسخر اڑانے والے انداز میں کہا۔ "یہ میرا گھر ہے۔ سمجھیں!"
ثوالے کو دیکھ کر وہ پھیکے انداز میں مسکرا دی۔
"میں تو کسی بھی شے پر اپنا دعویٰ نہیں کر سکتی۔"
"کر سکتی ہو ــــ شموئیل خان سے تمہارا بہت اپنا۔" ثوالے نے تلخی سے کہا تو خود اس کا دل مٹھی میں آ گیا۔
"بہت غلط سوچتی ہیں آپ۔ جیسا آپ سمجھ رہی ہیں، ویسا میرے اور خان کے درمیان کوئی نہیں ہے۔" پلوشے نے قدرے جھجک کر کہا۔
"شٹ اپ!" ثوالے کی رنگت سرخ پڑ گئی۔ اس نے غصے سے کہا۔ "نکاح میں آج تک کبھی کسی کو دلہن بنا کے نہیں لایا۔ مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش مت کرو۔"
"مجھے نہیں معلوم کہ خان نے آپ کو اصلیت کیوں نہیں بتائی۔ شاید آپ کی انا بے اعتبار وجہ سے۔ ورنہ انہیں اپنی زندگی خراب کرنے کا شوق نہیں۔ وہ چاہتے تو مجھے عمر بھر رکھتے۔ آپ کو ان کی شادی کا علم تو تھا ہی۔ مگر کوئی تو وجہ تھی جو انہوں نے مجھے یہاں بلایا! اعتبار کرتیں تو وہ ضرور آپ سے ڈسکس کرتے۔" وہ سنجیدگی سے کہتی ثوالے کو زہر لگی۔
"میرا دماغ مت کھاؤ۔ جب میں چلی جاؤں گی تو رہنا اپنے خان کے ساتھ اس اپنے میں۔" ثوالے نے تلخی سے کہا تھا۔
وہ خاموشی سے باہر نکل آئی۔
سردیوں کی دھوپ ہر شے پر پھیلی ہوئی تھی۔ تیز دھوپ ویسے تو برداشت نہ ہوتی مگر ساتھ والی ٹھنڈی ہوا دھوپ کی چبھن کو مٹا دیتی تھی۔ وہ شال اچھی طرح اوڑھ کر لان میں نکل آئی۔
"اپنا گھر" وہ بے دلی سے مسکرائی۔
"لڑکی کا تو شاید اپنا کوئی گھر ہوتا ہی نہیں۔ اور میری زندگی؟" اس کی آنکھیں دھندلانے لگیں۔

…زندگی تو شاید ایک سراب کے پیچھے بھاگتے بھاگتے ہی گزر جائے۔" اس کا دل خدشات …ل ہو گیا۔
…ا ہوئے ــــ ڈھیر سارا ماضی۔
…اپنے ماں باپ کی اکلوتی اور لاڈلی بیٹی تھی، بھائیوں کی لاڈلی بہن۔
…ں کے ہاں بیٹیوں کی قسمتوں کے فیصلے کرتے وقت ان کی رائے نہیں پوچھی جاتی تھی۔ اور …ے "لاڈلے پن" کو خاطر میں لایا جاتا تھا۔
…ے کی نظر مسلسل ہو رہی تھی۔
…ل سے آنکھیں پونچھتی گیٹ کی جانب آئی۔ چوکیدار جانے کہاں چلا گیا تھا۔
…ہرا خود گیٹ کی طرف آئی۔ پہلے پوچھا تو کوئی بھی نہیں بولا۔ اس نے ذرا سا گیٹ کھولا۔ …ئی بھی نہ تھا۔
…نے باہر جھانکا۔ اسی وقت آنے والا سائیڈ پر سے نکل کر اس کے سامنے آ گیا۔
…نے والا صدیوں کی مسافت طے کر کے لوٹا تھا ــــ اس پر نظر پڑتے ہی پلوشے کی جیسے جان …ا۔

●●●●●

…سل رونے اور سوچنے کی وجہ سے اس کے سر میں درد شروع ہو گیا تھا۔
…ی بے داغ زندگی اس کے سامنے تھی۔ مگر تو نکل جانے کیوں چھالوں کی مانند ایک ہی لکیر …ا تھا۔
…ں کی روح کے سامنے شرمسار تھی۔
…ں میں تمہاری خاطر کچھ کر سکتی صبا! تو تمہاری راہوں کے سارے کانٹے اپنے دامن میں بھر …نے اُس سے بھی کچھ نہیں کہا۔ اپنے سگے ماں جائے سے، جس کی تم اتنی لاڈلی بہن تھیں۔ …ر خراب ہونے کے ڈر سے۔ اور میں اپنی زندگی کی خوب صورتی میں گم تمہاری زرد رنگت کا …ی نہیں پائی۔"
…ے کھلنے کی آواز پر وہ چونکی۔
…نے اسے کہا کہ صالحہ بیگم اسے بلا رہی ہیں۔
…ا چلو۔" اس نے رخ موڑتے ہوئے کہا۔
…ا کے جانے کے بعد وہ منہ پر پانی کے چھپاکے مار کے خود کو فریش کرتی نیچے چلی آئی۔
…بیگم اسی کے انتظار میں تھیں۔
…دھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد نگین کو محسوس ہوا کہ وہ کچھ "خاص" کہتے ہوئے ہچکچا …
…بات ہے ماما ــــ کچھ پریشانی ہے کیا؟"

"ہے تو۔ مگر سوچ رہی ہوں کہ تم سے کیسے کہوں؟" وہ رک سی گئیں۔

"کہہ ڈالیں ـــــ مجھ سے کیسی جھجک؟" اس نے ان کا ہاتھ دبا کر حوصلہ دیا۔

"میر ہاؤس سے فون آیا تھا......" وہ پھر رکیں تو تمکین کا دل رُکنے لگا۔

کوئی قیامت ـــــ

"پھر ـــــ کیا کہا ان لوگوں نے؟" وہ بے تابی سے بولی۔

"تمہارے لئے عماد کا پروپوزل دیا ہے انہوں نے۔"

وہ چوہدری بولیں تو تمکین کو لگا، آسمان اس کے سر پر آن گرا ہو ـــــ!

ب سے ہارن بجا رہا تھا۔ بہری ہوگئی ہو؟ ـــــ سنائی نہیں دے رہا تھا؟ گیٹ کے نکل
ور اب یہ منہ اُٹھائے کیوں کھڑی ہو؟ چوکیدار کہاں مر گیا؟ سگریٹ یا نسوار لینے گیا ہوگا۔
ت چھوڑ بھی دو۔"

شوئیل خان تھا جو گاڑی میں سے نکل کر سامنے آتے ہوئے مسلسل بول کر شاید اس کے
ے کی کیفیت کو کم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

س کی توجہ ہٹانا چاہ رہا تھا تاکہ وہ اس اچانک "جھٹکے" کی کیفیت سے نکل آئے۔

گر وہ چند لمحوں کے لئے ہی ششدر رہی تھی۔ اب اس کی آنکھوں میں آنسو تو تھے مگر غم و غصے کی
اس کے ہر نقش سے جھلک رہی تھی۔ وہ شوئیل خان کو کسی بھی سوال کا جواب دیئے بغیر آنے
ے کھلے لبوں کو نظر انداز کرتی تیزی سے پلٹ گئی۔

وئیل خان گہری سانس بھرتا مڑا۔

نے والے کے ساتھ ساڑھے چار سالہ خوب صورت، کینیڈین نقوش والا بچہ بھی تھا۔

"آیئے فرقان لالہ! گو کہ آپ کا استقبال زیادہ حوصلہ افزا نہیں لیکن مجھے علم ہے کہ آپ یہ سب
ذہنی آئے ہوں گے۔" شوئیل نے سنجیدگی سے کہا۔

فرقان خان آفریدی تھا۔ شوئیل سے بڑا اور فرہان لالہ سے چھوٹا بھائی۔

بچپن سے بچپن کی نسبت طے ہونے کے باوجود اس نے باہر کے ملک میں ہی شادی کر لی تھی۔

ساڑھے چار سالہ بیٹے کو لئے پھر سے اسی سرزمین پر لوٹ آیا تھا کہ وہاں غیر میں محسن تھا۔
دولت اور پیسہ تھا۔ مگر وفا نہیں تھی۔

س کی کینیڈین بیوی اسے چھوڑ کر اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ چلی گئی تھی۔

وہ ایک "دقیانوسی" خان کے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتی تھی۔

اور اب وہ فقط شوئیل خان کے بھروسے لوٹا تھا۔ شاید قسمت اس کے لئے کچھ اور آزمائشیں بھی
رکھے تھی۔ یا پھر خوشیاں۔

افسردگی سے مسکرادیا۔ بچے کو دوسرے شانے پر منتقل کرتے ہوئے گیٹ سے اندر داخل ہو گیا۔

شوئیل خان گیٹ کھول کر گاڑی اندر لانے لگا۔

●●●●●

وہ خالی الذہنی کیفیت میں ان کو دیکھے گئی۔
"مجھے پتہ ہے تمہیں یہ بات بہت ناگوار گزرے گی۔ مگر ذرا ٹھنڈے دل سے سوچنا بیٹا!
ایک ماں کا دکھی دل بھی دیکھنا اور شریعت بھی۔ میں صرف تمہیں شاد آباد دیکھنا چاہتی ہوں۔ اور
سب سے بڑی بات یہ کہ انس کی والدہ نے خود بڑے دل سے یہ بات کی ہے۔"
وہ کہے جا رہی تھیں۔ تمکین کا دل پھٹنے لگا۔
"آہ ـــــ انس میرے!"
جیسے ایک دیوار کے گرتے ہی لوگوں نے اپنا راستہ بنانے کی فکر کی تھی۔
اس کے آنسو بہنے لگے۔ یا شاید دل پگھل رہا تھا۔
پھر غم و غصہ ـــــ شدید اشتعال۔
"ان لوگوں نے ایسی بات سوچی بھی کیسے؟ شرم نہیں آئی انہیں اپنے بیٹے کی بیوہ کے لئے
رشتہ بھجواتے ہوئے؟" وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔
مارے غصے کے اس کے بدن پر لرزہ طاری تھا اور آنسو بلا شعوری کوشش کے جاری تھے۔
"تمکین! میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ ٹھنڈے دماغ سے......" انہوں نے کہنا چاہا۔ مگر وہ
آواز میں انہیں ٹوک گئی۔
"امی پلیز ـــــ!"
"ان کی سوچ میں کھوٹ نہیں ہے بیٹا!" وہ بھی رو دی تھیں۔
"تو کیا میرے جذبوں میں کھوٹ ہے؟" وہ چیخی۔
وہ زندگی میں کبھی صالحہ بیگم کے آگے اتنی اونچی آواز میں نہیں بولی تھی۔
"کیا میں انس کی وفادار نہیں تھی؟"
"ہم نے یہ تو نہیں کہا بچی!" وہ بولیں تو تمکین نے درشتگی سے ان کی بات کاٹ دی۔
"تو پھر آپ لوگوں نے یہ سوچا بھی کیسے؟ ـــــ میں کبھی بھی انس کو نہیں بھول سکتی۔ اور
اور کے متعلق سوچ سکتی ہوں۔ مجھ سے اگر کسی نے اس معاملے پر بات کرنے کی کوشش کی تو
وہ خود ذمہ دار ہوگا۔"
وہ اپنی بات پر زور دیتے ہوئے اونچے لہجے میں بولی۔ اور پھر ان کی مزید کوئی بات سنے
تیزی سے چیختی ہوئی اپنے کمرے میں آ گئی۔
شدید غصہ اب صدمے اور رنج و الم میں تبدیل ہو چکا تھا۔ اسے حیرت سے زیادہ افسوس
تھا کہ ان لوگوں نے یہ بات سوچی بھی کیسے۔ خاص طور پر میر ہاؤس والوں نے۔
کون سا انس کو گئے سالوں ہو گئے تھے۔
چند ماہ ـــــ صرف چند ماہ ـــــ اور کل ہی کی بات تو لگتی تھی جب وہ اس کے ساتھ تھا۔
انس کی یاد اس قدر ٹوٹ کے آئی کہ جی چاہا وہ سامنے ہو اور اس کی بانہوں میں چھپ جائے۔

آنسو بھی ختم ہونے لگے۔ وہ انس کی تصویر سینے سے لگائے چت لیٹی تھی۔
بے بسی سی بے بسی تھی۔
اسے یاد آنے لگا۔ یہ ابھی کل ہی کی بات تو لگتی تھی۔
وہ اس کا والہ و شیدا۔
"السلام علیکم!"
اس کی سانسوں کی تپش تمکین کو اپنی گردن پر محسوس ہوئی۔ پھر وہ مدھم آواز میں بولا تو ہانڈی
چیک کرتی وہ اچھل کے رہ گئی۔
"یہ کیا بدتمیزی ہے انس؟"
اس نے اس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے خفگی سے کہا مگر وہ اس کی سن کب رہا تھا۔
"سلام کا یہ جواب تو نہیں ہوتا۔"
وہ مزید قریب ہوا۔ تمکین کی نظریں کچن کے دروازے پر لگی تھیں۔
"اچھا وعلیکم السلام۔ اب باہر جا کے بیٹھیں۔ آفس سے آ کے سیدھا کچن میں گھس آئے ہیں۔"
وہ بولی تو انداز میں جھلاہٹ تھی۔
کچن میں کوئی بھی آ سکتا تھا اور وہ اس کو "سراپا پشت" بنا کے کھڑا ہو گیا تھا۔
"تو کون سا جرم ہو گیا ہے سیدھا کچن میں آنے سے۔ اب اگر تم پیاری بیویوں کی طرح گھر سے
باہر استقبال کرتیں تو مجھے یہاں نہ آنا پڑتا۔"
وہ یہی کرتا تھا۔ وہ ایسا ہی تھا۔
گھر آتے ہی تمکین دکھائی نہ دیتی تو اس کی تلاش میں نکل پڑتا یا پھر کمرے میں سے ہی آوازیں
دینا شروع کر دیتا تھا۔
"اچھا ٹھیک ہے نا۔ آپ چلیں میں آ رہی ہوں۔"
"ارے گھبرا کیوں رہی ہو؟ بیوی ہو میری۔" وہ شرارت سے بولا۔ ساتھ ہی اس کے بالوں کی
لٹ چہرے پر سے ہٹائی تو وہ زچ ہو گئی۔
"کبھی آپ بھی میاں بن جایا کریں۔ ہمیشہ عاشق بننے کی پریکٹس کرتے رہتے ہیں۔"
اس کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔
اس کے قریب ہوا۔
"میری جان! لڑکیاں تو ترستی ہیں ایسے شوہروں کے لئے۔" اس کے کان میں سرگوشی کی تھی۔
وہ بے اختیار سسک اٹھی۔
"میں بھی تو ترس رہی ہوں آپ کی آواز، آپ کے لمس اور آپ کے "ہونے" کے لئے۔
انس! آ جاؤ ـــــ لوٹ آؤ کہ زیست کا سفر بہت مشکل ہے۔ بہت مشکل۔
تنہا سفر کوئی بھی نہیں۔

یہاں تو جو ساتھ ہیں، وہ بھی مجھے آپ سے الگ کرنا چاہ رہے ہیں۔ آپ کی یادیں تک چھین لینا چاہتے ہیں۔

لوٹ آؤ ناں! ـــــ بہت یاد آتے ہیں آپ مجھے۔'

وہ ماہیٔ بے آب کی مانند تڑپ رہی تھی۔

مگر اس کی ذرا سی تکلیف پر بے چین ہو اٹھنے والا منوں مٹی تلے پُرسکون نیند سو رہا تھا۔

ہمیشہ کے لئے!

●●●●●

سی ایل آئی پہ آنے والا نمبر اجنبی تھا۔

حنی نے نظرانداز کرتے ہوئے لاؤنج کی ڈسٹنگ جاری رکھی۔ مگر مسلسل بجنے والی بیل نے اسے آخر کار فون اٹھانے پر مجبور کر ہی دیا۔

"السلام علیکم!" شائستہ سی مردانہ آواز۔

"وعلیکم السلام! کس سے بات کرنی ہے آپ کو؟" حنی نے بڑی تمیز سے پوچھا۔ شاید تایا ابو کا کوئی شناسا ہو۔

"ایکچوئیلی یہاں دیا ٹھہری ہوئی ہیں۔ مجھے ان سے بات کرنی ہے۔"

وہ قدرے ہچکچا کر بولا تو حنی نے ریسیور کو گھورا۔

"وہ یہاں نہیں بلکہ انیکسی میں رہتی ہیں۔" ناگواری سے بتایا۔

"آپ پلیز انہیں فون پر بلا لیں۔ بس چند منٹوں کے لئے۔" وہ لجاجت بھرے لہجے میں! حنی کو غصہ آنے لگا۔

"مانا کہ موبائل پہ آپ کو کال مہنگی پڑے گی۔ مگر عقل مندی کا تقاضا یہی ہے کہ آپ ان کے موبائل پر کال کریں۔ وہ ہر وقت ان کے پاس ہوتا ہے۔" وہ اکھڑے لہجے میں بولی تھی۔

"میں ٹرائی کر چکا ہوں۔ مگر وہ فون اٹینڈ نہیں کر رہیں۔ پلیز، آپ جو بھی ہیں، ان سے کہیں اسد کا فون ہے۔" بولنے والا بے بس سا لگ رہا تھا۔

"اسد ـــــ؟" حنی کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔

یہ تو وہی تھا جو پچھلے دنوں بھی آیا تھا۔ مگر دیا نے اس سے ملنے سے یکسر انکار کر دیا تھا۔

"اوکے ـــــ میں جا کے ان سے کہتی ہوں۔ شاید آپ کا مسئلہ حل ہو جائے۔" وہ کہہ کر ہولڈنگ لیور لگا کر باہر نکل آئی۔

'شکر خدا کا، اس کے پیچھے سے بھی فون آیا۔ بھائی ہوگا شاید۔ اچھا ہے، لے جائے اسے۔ جان چھوٹے۔ بلکہ معید کا پیچھا چھوٹے۔'

وہ سوچتی ہوئی انیکسی تک چلی آئی۔

اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ دیا کو اسد کا نہیں بتائے گی۔ ورنہ تو وہ شاید فون ہی نہ سنتی۔ بے

ل پہ سیو نہیں کر رہی تھی۔

"ارے ـــــ آؤ حنی!" دیا اسے دیکھ کر خوش ہوئی۔ وہ بستر پہ لیٹی مدھم آواز میں میوزک سن رہی تھی۔ "شکر ہے تم بھی میرے کمرے میں آئی ہو۔ ورنہ تو میں ہی ادھر آیا کرتی ہوں۔"

"آپ کا فون آیا ہے۔" اس کی گرم جوشی کو نظرانداز کرتے ہوئے حنی نے بتایا تو وہ چونکی۔

"میرا فون ـــــ؟"

"جی تو آپ کا ہی۔"

"فون ـــــ کس کا ہے؟" وہ پریشان سی ہوگئی۔

"یہ تو آپ سن کے ہی بتا سکیں گی۔ میں تو کسی سے واقف نہیں ہوں۔" حنی نے ڈھٹائی سے کہا تو دیا اس کے ساتھ چل دی۔

دیا نے ریسیور سنبھالا اور حنی نے سن گن لینے کے لئے گوشہ۔

وہ بظاہر تو کونے میں پڑے واز کو بڑا دل لگا کے صاف کر رہی تھی مگر اس کی ساری حسیات ذرا فاصلے پر فون پہ گفتگو کرتی دیا کی طرف لگی تھیں۔

"ہیلو ـــــ!" اس نے الجھے الجھے انداز میں کہا۔

دوسری طرف سے بولنے والے کو وہ یقیناً پہلی ہی بات سے پہچان گئی تھی۔ بے ساختہ بولی۔

"تم ـــــ تمہیں یہاں کا نمبر کیسے ملا؟"

"معید سے ـــــ؟" اس نے گہری سانس بھری تھی۔

"شکر ہے معید صاحب نے بھی کوئی ڈھنگ کا کام کیا۔" حنی کو غصہ چڑھا۔

"تمہیں سمجھ لینا چاہیے تھا اسد! میں تم سے اس روز نہیں ملی، تمہاری کال اٹینڈ نہیں کی، تو تمہیں اسے ہی سمجھ لینا چاہیے تھا کہ میں واپسی کے تمام راستے خود اپنے ہاتھوں بند کر آئی ہوں۔" وہ تھکی آواز میں بولی تو انداز حد درجہ جذباتی تھا۔

اوہ، ڈائیلاگ بازی۔ محترمہ پرانا عشق تو ساتھ لے کے چل رہی ہیں۔ حنی نے جل کر سوچا۔

"اسد پلیز! اب ان ہاتھوں میں کچھ نہیں رکھا ہے۔" وہ اس کی کسی بات پر ٹوکتے ہوئے بولی۔

"میں واپس نہیں لوٹنا چاہتی اسد!" وہ آزردہ تھی۔

اور حنی اس کی بات سن کر پیچ و تاب کھا رہی تھی۔

"بات کو سمجھنے کی کوشش میں نہیں کر رہی یا تم؟ ـــــ میں اب کس منہ سے لوٹوں؟ کس کی طرف لوٹوں؟ جب سب میرے اپنے تھے تو میں نے کسی کو اپنا نہیں جانا۔ اب جبکہ میں نے خطا کھائی ہے تو منہ کے بل گرے انہی راستوں پر آنا بہت مشکل ہے اسد! معید ساتھ نہ ہوتا تو میں کب کی اس دنیا میں مر گئی ہوتی۔ وہ صحیح معنوں میں سچا دوست ثابت ہوا ہے۔ اس نے مجھے تنہا نہیں ہونے دیا۔" اس کی آواز بھیگنے لگی تھی۔

حنی نے دانت کچکچائے۔

کتنی اپنائیت اور خلوص سے وہ "اپنے پن" کا اظہار کرتی تھی۔

"میرے اللہ! یہ بندہ اسے کوئی کیوں نہیں کر لیتا؟"

اس نے صدقِ دل سے دُعا کی تھی۔

"اسعد پلیز! بہت ہو گیا۔ معیذ کی ہر بات سر آنکھوں پر۔ وہ ایک بار کہے، میں جان بھی دے دوں۔ مگر واپس لوٹنا میرے اختیار میں نہیں۔ چاہے معیذ ہی کیوں نہ کہے۔"

وہ قطعی انداز میں بات ختم کرتے ہوئے بولی اور پھر شاید دوسری طرف کی بات سنے بغیر ریسیور کریڈل پر جما کر وہ گہری سانسیں بھرنے لگی۔

حنیٰ نے دیکھا وہ رو رہی تھی۔

ایسے ہوتے ہیں بے وقوف۔ آگے کنواں، پیچھے کھائی۔

وہ تلملائی ہوئی اپنے انجام سے بے خبر اس کے سر پہ جا کھڑی ہوئی۔

"اب رو کیوں رہی ہیں؟"

حملہ بے حد اچانک تھا۔ دیبا بری طرح چونکی۔ تحیر سے اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں اترا سرخی دیکھ کر حنیٰ کو اور غصہ آیا۔

"جب وہ کہہ رہے ہیں گھر واپس آ جائیں تو جاتی کیوں نہیں ہیں؟"

اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ کسی کی باتیں سننا کتنی بری حرکت ہے اور اب تو اس نے دیبا کو باور کرا دیا تھا کہ وہ اس کی باتیں سن رہی تھی۔ تبھی تو اسے نادر و نایاب مشورے دے رہی تھی۔

"تمہیں کچھ علم نہیں حنیٰ!" وہ اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے رنجیدگی سے بولی۔

حنیٰ تیز نظروں سے اسے گھورتی رہی، پھر تلخی سے بولی۔

"میں بچی نہیں ہوں۔ میری نظروں کے سامنے کیا کھیل کھیلا جا رہا ہے، میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ مجھے پتہ ہے کون کی کوشش آپ کو یہاں سے جانے نہیں دے رہی۔" وہ شاید ہذیان بکنے لگی تھی۔ اپنے الفاظ کی سنگینی پہ بھی غور نہیں کر رہی تھی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" دیبا حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

کچھ عرصے سے وہ حنیٰ کے رویے میں انجانا سا کھنچاؤ محسوس کر رہی تھی۔ مگر آج کی باتیں تو رویے سے بھی بھاری تھیں۔

"دیکھیں، نہ تو آپ چھوٹی بچی ہیں اور نہ میں۔ کلیئر کٹ بات کروں تو یوں کہ معیذ میرے ہیں۔" صاف گو تو وہ پہلے ہی تھی، اب وہ دو دھاری تلوار بھی بنی ہوئی تھی۔

"میں جانتی ہوں حنیٰ!" وہ ابھی تک اس کے رویے پہ متحیر تھی۔ تبھی نرمی سے کہا۔

مگر اتنی ہی گرمی حنیٰ کے لب و لہجے میں تھی۔

"جانتی تو ہیں مگر سمجھتی نہیں۔"

"تم مجھے کیا سمجھانا چاہتی ہو؟ کھل کے کہو۔" دیبا کا انداز بھی بدلا۔ حنیٰ کی بدتمیزی اب

بہت محسوس ہونے لگی تھی۔

"ہونہہ — کھل کے —" وہ تمسخر سے بولی۔ "آپ تو بھرے بیٹھے بھولے پن کی اداکاری مت کریں۔ اتنا بھی کچھ تو دیکھ رکھی ہے آپ نے تو......"

"شٹ اپ حنیٰ!" وہ غصے میں آ گئی اور حنیٰ کو بھی اس پہ غصہ آنے لگا۔

یعنی الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔

"معیذ حسن میرے شوہر ہیں۔ آپ ان کے خواب دیکھنا چھوڑ دیں۔" وہ بم پھوڑنے والے انداز میں بولی تھی۔

دیبا پہلے تو بے یقینی سے اسے دیکھتی رہی، پھر ایک دم سے ہنسی تو پھر ہنستی ہی چلی گئی۔

"خواب — معیذ حسن کے — اور میں —؟" وہ بولی اور پھر خوب ہنسی۔

حنیٰ کو اپنے بے وقوف سمجھے جانے پر غصہ آنے لگا۔

"وہ کیا ہے حنیٰ! تمہارا شوہر یعنی کہ معیذ حسن اب اتنا بھی ہینڈسم نہیں کہ میں اس کے چکر میں آ جاؤں۔ اور رہی بات خواب دیکھنے کی تو ان پر پابندی کیسی۔ یہ کوئی ٹی وی چینل تھوڑی ہے کہ فلاں چینل نہیں دیکھنا۔ خواب میں تو ہم بش اور اسامہ کو گلے ملتے بھی دیکھ سکتے ہیں۔"

وہ اندر آتے معیذ حسن کو دیکھ کر قدرے اونچی آواز میں بولی۔ حنیٰ کی اس طرف کمر تھی ورنہ وہ ڈھیلی پڑ جاتی۔ اس کے برعکس بگڑ کر بولی۔

"مگر میں معیذ حسن کا آپ کے خواب میں آنا پسند نہیں کرتی۔ آپ یہاں سے چلی جائیں۔ یہ آپ کے حق میں بہتر ہو گا۔"

معیذ ایک دم سے اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

حنیٰ کے پاؤں زمین سے چپک گئے اور زبان تالو سے۔

وہ سلگتی نگاہوں سے حنیٰ کو دیکھ رہا تھا۔

"تم اس کی بہتری سوچنے والی کون ہوتی ہو؟" معیذ کا لہجہ اس کی نگاہوں کی طرح آگ اگل رہا تھا۔ اس قدر معتدل مزاج بندے کا یہ روپ حنیٰ کے حواس گم کرنے لگا۔

یوں تو وہ بہت کم غصے میں آیا کرتا تھا۔

"ڈونٹ وری معیذ! ہم مذاق کر رہی تھیں۔" دیبا نے ہلکے لہجے میں کہنے کی کوشش کی تو وہ ہاتھ اٹھا کر اسے روک گیا۔ مگر اس کی نگاہ حنیٰ ہی کے چہرے پر ٹکی تھی۔

"میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ دماغ سے کام لینا شروع کر دو۔ پھر تم نے فضول گفتگو کی ہے بھابھی کے ساتھ؟"

اونچے تیکھے لہجے میں کہا حنیٰ کو تو جیسے گویائی بخش گیا۔

تحمل اور آرام سے وہ اس کے مقابل کھڑا دیبا کا کیس لڑ رہا تھا۔

"یہ کون سا قومی ترانہ ہیں کہ ان کے ادب و احترام میں کمی کر دی ہے میں نے؟" وہ تنک کر

بولی۔

"شٹ اپ حنی!" وہ تلملایا۔

دیا نے اسے سمجھانا چاہا۔

"حنی غلط فہمی کا شکار ہے سعید! خواہ مخواہ بات مت بڑھاؤ۔"

"تم خاموش رہو دیا! اس کی غلط فہمیوں کا گراف دن بہ دن بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔"

دیا کے سامنے سعید کے انداز پر حنی نے اپنی سبکی محسوس کی۔ ان کے آپس کے معاملے کا خیال کر کے دیا وہاں سے خاموشی سے نکل گئی۔ جبکہ وہ دونوں اب بالمقابل کھڑے تھے۔

"کیا چاہتی ہو تم؟" سعید نے دانتوں پر دانت جما کے پوچھا۔

حنی کو خواہ مخواہ ہی رونا آنے لگا۔

"آپ کو پتہ ہے۔"

"ہاں ——— پتہ ہے مجھے۔ اور میں تمہیں ایک سائن شدہ پیپر دے چکا ہوں۔ اس پر جو تم چاہے لکھ کے مجھے دے دو۔ میں وہی فیصلہ تمہارا نصیب کر دوں گا۔"

وہ غصے سے کہتا چلا گیا تو وہ ہاتھوں میں منہ چھپا کے رو دی۔

●●●●●

"کوئی اپائنٹ منٹ؟"

عماد نے فون پر سیکرٹری سے پوچھا تو وہ بولی۔

"نو سر! ——— لیکن ایک خاتون کافی دیر سے آپ سے ملنے کے لئے بیٹھی ہیں۔ میٹنگ ختم ہونے کا انتظار تھا۔"

"خاتون ———؟" اس نے پُر سوچ انداز میں آنکھیں سکیڑیں۔ پھر پوچھا۔ "نام نہیں بتایا انہوں نے؟"

"نو سر! نام نہیں بتا رہیں۔" سیکرٹری نے بتایا تو عماد نے گہری سانس بھری۔

"او کے بھیجو اندر۔ ابھی دیکھ لیتے ہیں۔" اس نے ریسیور رکھ دیا اور دروازے پر نگاہ جما دی۔ چند ثانیوں بعد آنے والی ادینہ تھی۔

وہ بے اختیار سیدھا ہو بیٹھا۔

اس سے ہونے والی پچھلی ٹیلی فونک گفتگو ذہن میں تازہ ہو گئی تھی۔ اس بات کو ہفتہ بھر ہو چلا تھا۔ اتنے دنوں کی خاموشی کے بعد آج وہ خود چلی آئی تھی۔

وہ بالکل خاموش تھی۔ سلام میں پہل بھی عماد نے کی۔

وہ جواب دیئے بغیر اس کے سامنے کرسی پر آ بیٹھی۔

اس کا رویہ عماد کو الرٹ کر گیا۔ مگر اس نے خوش اخلاقی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا تھا۔

"کیا بات ہے بھئی۔ اتنی سنجیدہ کیوں ہو رہی ہو؟" عماد تو گویا اسے چھیڑ ہی بیٹھا تھا۔

پیچ کر رہ گئی۔

"میں تو ہمیشہ سے سنجیدہ تھی عماد! ہمارے تعلق کو مذاق تو تم نے بنایا ہے۔"

وہ ششدر رہ گیا۔

"تم نے ایسا کیوں کیا عماد؟ ——— بتاؤ کہاں کمی رہ گئی تھی میرے جذبوں میں؟ کیا میں نے نہیں چاہا؟ ——— منہ سے کچھ نہیں کہا تو صرف اس لئے کہ اپنے جذبوں کی تحقیر منظور نہ تھی۔ تم یوں ساتھ چھوڑ جاؤ گے، یہ تو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔" وہ آنکھوں میں آنسو بھر لائی۔ عماد پیچ و تاب کھا کر ہیجھے بیٹھا یہ شخص ہاتھ سے جاتا تو بے وقوفی کی اس سے بڑی اور کوئی نہ ہوتی۔

عماد یکلخت ہوش میں آیا۔

"اچھا تم کیسی باتیں کر رہی ہو؟ ——— اس روز فون پر بھی اور آج پھر۔ میں نہیں جانتا کہ کس عمل سے تم اس غلط فہمی کا شکار ہوئی ہو۔" وہ کنفیوژ سا کہہ رہا تھا۔

ادینہ نے جیسے حیرت سے دہرایا۔

"غلط فہمی ———؟" پھر وہ متاسفانہ انداز میں ہنسی۔ "ہاں ——— غلط فہمی۔ میں ابھی تک سمجھ نہیں پائی غلط فہمی کسے ہوئی ہے۔ تمہیں یا مجھے۔"

"اگر تم سمجھتی ہو کہ قصور میرا ہے تو آئی ایم سوری ادینہ!" وہ فراخ دلی سے بولا۔

ادینہ نے زخمی نظروں سے اسے دیکھا۔

"تمہارے ان تین لفظوں سے میری زندگی کی خوشیاں واپس تو نہیں لوٹ آئیں گی عماد! ایسا تو تمہارے لوٹنے سے ہی ممکن ہے۔"

اس کے الفاظ نے عماد کو جھٹکا لگایا۔

"میں تمہارا تھا ہی کب ادینہ! جو کہیں جا کے لوٹنے کا سوال پیدا ہوتا؟ یہ غلط فہمی تمہیں تھی، مجھے نہیں۔" اس نے تمام تر مروت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنی اندلی صاف گوئی سے کہا تو ادینہ کا تنفس اٹھا۔ وہ اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا کر رہ گئی۔ مگر بظاہر آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے اسی سے بولی۔

"پھر تمہارے وہ التفات، وہ توجہ جو صرف میرے لئے تھی، اسے میں کیا نام دوں؟"

"وہ ہماری دوستی تھی ادینہ! اسے کوئی اور مطلب، کوئی اور نام دینے کی کیا ضرورت ہے؟" وہ نرمی سے بولا۔

"تم چاہو تو بہت کچھ ہو سکتا ہے عماد! ذرا دل ہی کو تو موڑنا ہے۔" وہ بڑی آس سے بولی تو ذہن میں ثاقب و عریض کا روبار اور آسائشات گھوم رہی تھیں۔

اس سے پہلے تو عماد کبھی اتنا اچھا نہ لگا تھا۔

عماد چہرہ توڑ کے بھاگ رہا تھا۔ ادینہ خود کو خلا میں معلق پا رہی تھی۔

"صرف دل نہیں، یہاں سب سے پہلے جذبات و احساسات کی قدر ہوتی ہے اریبہ!" ملار کے ہونٹوں پر بڑی پیاری مسکراہٹ آ ٹھہری۔ وہ بڑے جذب سے بولتے ہوئے رکا۔ پھر قدرے توقف کے بعد دوبارہ سلسلۂ کلام جوڑا تو اس کے لہجے میں ہلکی سی آزردگی جھلک رہی تھی۔

"یہ کوئی پیار محبت کی عام داستان نہیں ہے اریبہ! بخدا میں نے آج تک کبھی نہ تمکین کو اس نظر سے دیکھا ہے اور نہ کبھی اپنے خیالات کا مرکز بنایا ہے۔ لیکن انس کی موت جیسے میری تمام تر حیات کو جھنجھوڑ گئی۔ اس کی محبت، تمکین کے لئے اس کی جنوں خیزی، اور مرتے وقت تمکین کا نام لے کر اس اور آمید سے میری طرف دیکھنا ——— مجھے لگا کہ تمکین کو اس بے رحم دنیا کے حوالے کر دینا بہت بڑا ظلم ہوگا۔ کل، پرسوں یا چند سالوں کے بعد اسے کہیں نہ کہیں ضرور بیاہ دیا جائے گا۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ انس کے بعد اسے ویسے کوئی نہیں رکھ پائے گا جیسے میں رکھنا چاہتا ہوں۔ اسے دکھی ہونے کوئی نہیں دے گا جیسی میں دینا چاہتا ہوں۔ مجھے انس کی محبت اور اس محبت کے خالص پن سے محبت ہو گئی ہے اریبہ!" وہ بے اختیار سا بول رہا تھا۔ الفاظ خود بخود اس کے اندر سے ابھر رہے تھے۔ بولنے کے لئے اسے سوچنے کی ضرورت نہیں تھی۔

اریبہ کا دل چاہا کہ تمکین کا منہ نوچ لے۔

پہلے بھائی اور اب یہ بھی۔

"کچھ بھی ہو ملار! مجھے تو اپنا ہی غم سب سے بڑا لگ رہا ہے۔ میں نے بہت سچے دل سے تمہاری تمنا کی تھی۔ تمہیں چاہا تھا۔ اور تم یوں مجھے دغا دے رہے ہو۔ میرا تو کچھ بھی باقی نہیں رہا۔"

جائیداد اور بزنس کے جانے کا سوچ کر اس کا دل گھٹ رہا تھا۔

اسے یہ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ محبت کی راہ میں خالص پن رکھنے والوں کو ہی من کی مراد ملتی ہے دل میں لالچ رکھ کر اس سفر پر نکلنے والے بے مرادی ہی نصیب میں پاتے ہیں۔

ان کی راہ کھوٹی اور منزل ہمیشہ بے نشان ہوتی ہے۔

اریبہ کی طرح۔

وہ بھی وہاں سے بہت بے مراد اٹھی تھی۔

ملار تاسف سے اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

کچن میں داخل ہوتی وہ ٹھٹک کر رہ گئیں۔

بیٹے کو انہوں نے کبھی اتنے غصے میں نہیں دیکھا تھا۔

تمکین اور وہ آمنے سامنے کھڑے تھے۔

"کیا چاہتی ہو تم؟" وہ بے حد مشتعل تھا۔ اس کے برعکس تمکین کا لہجہ بھیگا پن لئے ہوئے تھا۔

"آپ کو پتہ ہے۔"

"ہاں، پتہ ہے مجھے۔ اور میں تمہیں ایک سائن شدہ پیپر دے چکا ہوں۔ اس پر جو بھی چاہے لکھ دو۔ میں وہی فیصلہ تمہارا نصیب کر دوں گا۔"

بہرام لمحے میں سب کہہ کے چلا گیا تو تمکین وہیں کھڑی ہاتھوں میں منہ چھپا کے رو دی۔

تائی جان کا ہاتھ اپنے سینے پر جا پڑا۔

"یا خدا! ——— یہ کیا معمہ ہے؟ کون سا پیپر؟ کیسا نصیب؟" وہ

الٹے قدموں تمکین کے پاس آ گئیں۔

"کیا ہوا تمکین؟ ——— خیریت تو ہے نا؟" بے تابی سے پوچھا۔

تمکین نے چہرے سے ہاتھ ہٹا کر انہیں دیکھا۔ اس کی آنکھیں سرخ اور آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔ ان کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں کر لیا۔ پھر وہ روتی ہوئی ان کے گلے آ لگی۔

"کیا بات ہے میری جان! کیوں رو رہی ہو؟ ——— اور یہ معید کیوں ناراض ہو کے گیا ہے تم سے؟" وہ پریشان تھیں۔

"وہ مجھے چھوڑ دیں گے تائی جان! ——— وہ مجھے چھوڑ دیں گے۔" وہ روتے ہوئے ایک ہی بات کا تکرار کر رہی تھی۔

تائی جان ساکن ہو کر رہ گئیں۔

"کون؟ ——— کس کی بات کر رہی ہو تمکین؟" بدقت تمام انہوں نے پوچھا۔

"بہرام اب شادی کر لیں گے تائی جان! آپ دیکھئے گا۔ وہ مجھے چھوڑنا چاہتے ہیں۔"

تمکین حواس میں ہوتی تو یوں اول فول نہ بکتی۔ مگر حواس میں ہوتی جب نا۔

تائی جان کا رنگ اڑ گیا۔

"ہوش میں تو ہو تم؟ ——— کیسی باتیں کر رہی ہو؟" انہوں نے تمکین کو زبردستی خود سے الگ

کرتے ہوئے ڈانٹا تھا۔

"سنا تو ہے آپ نے بھی، ابھی کیا کہہ کے گئے ہیں۔ کہہ رہے تھے، سائن کر دوں پیپرز پر۔"

اس کی آدھی ادھوری داستان ہی کافی تھی۔

"اچھا، بس کرو۔ اب باقی کا ذمہ میرا ہے۔ تم یہ سب اپنے تک ہی رکھنا۔ معید کو میں ابھی جانتی ہوں۔ وہ یقیناً کسی ٹینشن کے زیرِ اثر ہوگا۔ اور ہاں، زہرہ سے بھی کوئی فضول بات کہنا۔ ماں ہے نا، پریشان ہو جائے گی۔ میں خود سارا معاملہ کلیئر کرتی ہوں۔ معید کے تو خوب سمجھوں گی۔" انھوں نے اپنا تفکر دباتے ہوئے حمٰی کو تسلی دی تو اس نے بھی شکر کا سانس لیا۔ کسی طور ہی سہی، یہ معاملہ گھر والوں کو "معاملہ" تو لگا۔

●●●●●

تگین نے پھر سے فون کیا تو صبا اس سے اُلجھنے لگی۔

"جب تک تم واپس نہیں آ جاتیں، میں یونہی فون کرتی رہوں گی۔"

تگین نے تحمل سے کہا تو وہ بے بس ہونے لگی۔

"خدا کے لیے تگین! تمہارے بھائی نے کون سی کسر اٹھا رکھی ہے کہ میں پھر سے اسی زندان میں آ جاؤں؟"

"کیوں، اتنی آسانی سے معاف کر کے چلی گئی ہو؟" تگین نے گویا چیلنج دیا تو وہ بھڑک اٹھی۔

"معاف تو میں انہیں کبھی بھی نہیں کروں گی۔ مجھے ناپسند کرتے تو میں برداشت کر جاتی، میرے کردار پر انھوں نے جو انگلی اٹھائی ہے، وہ میں انہیں کبھی بھی معاف نہیں کر سکتی۔"

"تو ایسے یہ معاملہ کیسے سلجھے گا؟"

تگین کی بھی کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ نوفل کی غلط فہمی کیسے دور کرے۔

"اب میں اسے سلجھانا بھی نہیں چاہتی تگی! میں کبھی نہیں واپس آؤں گی۔"

وہ رو دی۔ تگین ششدر رہ گئی۔

"صبا ____!"

"کیا ملا مجھے وہاں سے؟ ____ ہر لمحہ کچھ ہو نہ جائے، کا ڈر۔ کسی کو پتہ نہ چل جائے، کا تمہاری زندگی برباد نہ ہو جائے، اس کا خیال۔ مگر اب جو کچھ ہوا، وہ میری برداشت اور صبر سے باہر ہے۔ اس شخص نے خود کو کسی رعایت کے قابل نہیں چھوڑا۔"

"نہیں صبا! یوں مت کہو۔ تم سے تو اس گھر میں رونق ہے۔ تم عزت ہو اس گھر کی۔"

تگین گڑگڑائی۔

"یہ تم اپنے بھائی سے پوچھنا، جو مجھے سرے سے عزت دار ماننے سے ہی انکاری تھا، لہجہ کرچی کرچی تھا۔

"صبا! پلیز، تم نے کہا تھا کہ تمہارا بچہ......"

روتے ہوئے کہنے لگی تھی کہ اس کا مطمع نظر پا کر صبا تیزی سے بولی۔

"بچہ تم ہی لے لینا تگین! وہ میں تمہیں دے دوں گی۔ کون سا خوب صورت بیتے لمحوں کی یاد ہی۔ تمہارے بھائی کی مجبوری کی اک داستان ہے۔"

سوچتے ہوئے کہا اور ریسیور رکھ کر پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔

"اگر ایسے ____ اللہ کرے نوفل احمد ____"

نے بددعا دینا چاہی۔ مگر زبان انکاری تھی۔

بھی دل سے نکلی آہ کو کسی زبان کی ضرورت نہیں ہوتی۔ رب کریم سے زیادہ بھلا کون واقف ہے۔

●●●●●

کمرے میں داخل ہوا تو ڈالے فون پر محو گفتگو تھی۔ اسے دیکھ کر اس نے گفتگو سمیٹی اور موبائل کے بیڈ پر ڈال دیا۔

"ناشتہ نہیں کرنا کیا؟" شموئل نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"کیوں؟" وہ تیکھے انداز میں بولی۔ "دوسری بیگم کی گنتی نہیں ہے کیا؟"

"بہت بدتمیز ہو ڈالے!" شموئل نے تاسف سے سر ہلایا۔ "پاگل، جاہل عورتوں جیسی باتیں کر رہی ہو۔ پڑھی لکھی اور ایجوکیٹڈ لوگوں جیسی کوئی بات نہیں ہے تم میں۔"

"میں چاہتی بھی نہیں کہ تم مجھے پسند کرو۔" اس کے تمسخر پر وہ چیخی۔

"وہ بے وقوفی تو میں کر چکا۔" شموئل نے تاسف سے کہا۔

"آئی ہیٹ یو شموئل خان!" ڈالے نے دانت پیسے۔

"اوکے ____" اس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "مگر ابھی فی الحال کوئی ناشتے کی میز پر تمہارا منتظر ہے۔"

وہ کمرے سے نہیں نکلی تھی۔ باپ بیٹے سے جھگڑنے کے بعد مکدر طبیعت لیے یونہی پڑی تھی۔ زمان خان آفریدی کی آمد بھی اس سے مخفی رہی تھی۔ ابھی بھی خود فرقان لالہ نے شموئل سے اس کا بابت پوچھا تو وہ مارے بندھے اسے بلانے چلا آیا۔

"یہاں تو یہاں جو بھی چاہے منہ اٹھائے چلا آتا ہے۔ اب کون آ گیا؟"

اس کے انداز پر شموئل نے گہری سانس بھری۔

"اگر میں نے چپ میں کی کسی لڑکی سے شادی کی ہوتی تو وہ بی بی جی کرتی میرے آگے پیچھے۔"

"کی دوری کی گنجائش ہے۔ لے آؤ چپ میں سے بھی ایک نادر پیس۔"

ڈالے کا دل جل کے خاک ہوا۔

برداشت نہیں ہو رہی تھی، یہ چاچا تیسری لانے۔ شموئل اس سے مزید بحث کیے بغیر چلا گیا

تو وہ سارے تجسس کے ڈائننگ روم تک چلی آئی۔

فرقان لالہ اسے دیکھ کر کھڑے ہوئے تھے۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام!" اسے جواب دینا پڑا۔

شموئیل خان سے حیرت انگیز مماثلت رکھنے کے باعث وہ شک میں تو پڑی کہ شموئیل نے تعارف کرایا تو ڈالے کو نئے سرے سے غصہ آنے لگا۔

"اوہو ـــــــ تو آپ ہیں وہ فساد کی جڑ۔"

فرقان لالہ بوکھلا کر شموئیل کو دیکھنے لگے۔

وہ لاپروائی سے شانے اچکا کر اپنے کپ میں چائے انڈیلنے لگا۔

"محترمہ! شاید آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔" وہ منکسار سے کہا ہوئے۔ مگر ادھر وہ جلا سلا لئے بیٹھی تھی۔ بھلا شموئیل کی بھی منی تھی جو ان کی تھی۔

"ہاں ـــــــ یہ تو مجھے آپ کا ڈائیلاگ لگتا ہے۔" وہ انہیں قطعی خاطر میں نہیں لا رہی تھی۔ بولی۔ "بھتیجی چاہئے کی بھلی بیٹے ہی ہی آپ کو "غلط فہمی" لگتی ہوگی، مجھے نہیں۔"

وہ اس کی بات سمجھ کر دم سے ہو گئے۔

"بہت ہو گیا ڈالے! اب بیٹھ کے ناشتہ کر لو۔" شموئیل نے تحمل سے کہا تو وہ غصے سے بولی۔

"میرے صبر کا امتحان مت لو شموئیل خان! میں یہاں سے جاؤں، پھر جشن منانا اپنی آزادی کا۔" وہ پاؤں پٹختی چلی گئی۔ پھر چند لمحوں بعد بال سمیٹے، شانے پہ بیگ ڈالے یہ جا اور وہ جا۔

فرقان لالہ متحیر تھا۔

"یہ کیا چل رہا ہے تم دونوں میں؟"

"یہ سب آپ کی وجہ سے چل رہا ہے۔" وہ ناراضگی سے بولا۔ "وہ بیٹے کو قبول نہیں کر پائی۔ مجھے تم نے داستان امیر حمزہ سنا کے وہاں سے بلا لیا اور اسے قائل نہیں کر پائے۔" اس نے شکوہ کیا تھا۔

"اس معاملے میں عورت کسی کی نہیں سنتی۔ عورت بھی وہ جو مرد پہ جان دے سکتی ہو۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا تو ڈالے کی محبت کے لئے اس کے انداز میں ہلکا سا تفاخر تھا۔

"پھر بھی ـــــــ تم ساری بات کلیئر تو کرتے۔ پھر وہ بھی تمہارا ساتھ دیتی۔"

"پہلے آپ اپنا معاملہ تو سلجھا لیں۔ بیٹے کو سمجھانا ہی عذاب ہو رہا ہے۔ آپ کو دیکھ کر وہ سبق بھول گئی ہے جو میں نے اسے ذہن نشین کرایا تھا۔"

شموئیل نے پریشانی سے کہا تو وہ سنجیدگی سے بولے۔

"اس کی رضا کے بغیر کچھ نہ کرنا شموئیل! میں نے پہلے بھی اس کی زندگی خراب کی ہے، اب میں اس کی خوشی چاہوں گا۔"

اسی وقت ننھا علی شیر آنکھیں مسلتا چلا آیا۔

"ہیلو پارٹنر!" شموئیل اس کی طرف متوجہ ہوا، مسکرا کر کہا۔ مگر وہ فرقان لالہ کی گود میں گھسنے لگا۔

"پاپا! یہ ہم کہاں آ گئے ہیں؟" وہ انگلش بول رہا تھا۔

شموئیل دلچسپی سے اس کے بھورے بالوں اور نیلی آنکھوں کو دیکھنے لگا۔ سرخ لبوں اور پھولے پھولے گالوں کے ساتھ وہ بے حد پیارا لگ رہا تھا۔

"بیٹا! یہ میرا گھر ہے۔ اور یہ میرا بھائی ہے۔ تمہارے چچا جان۔"

انہوں نے اس کے بال چومتے ہوئے کہا تو اس نے ایک لمحے کو شموئیل خان کی جانب دیکھا۔ شموئیل مسکرا دیا۔

وہ دوبارہ فرقان لالہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"آپ تو مجھے میری ماما کے پاس لائے تھے۔" وہ یاد دہانی کرا رہا تھا۔

"ہوں ـــــــ" وہ مبہم سے انداز میں بولے تو وہ منہ بسورنے لگا۔

"پاپا ـــــــ جھوٹ بولتے ہیں۔"

"نہیں جان! پاپا جھوٹ نہیں بولتے۔ آپ کی ماما اوپر کمرے میں ہیں۔" شموئیل نے سنجیدگی سے کہا تو وہ بے ساختہ اسے دیکھنے لگے۔ مگر وہ علی شیر کی طرف متوجہ تھا۔

"سیڑھیوں کے ساتھ جو پہلا کمرہ ہے وہاں ہیں آپ کی ماما۔"

"رئیلی پاپا!" وہ خوش ہو کر ان سے پوچھنے لگا۔

"یس مائی سن!" وہ ہار سے گئے۔

وہ اچھل کر ان کی گود سے اترا۔

"میں ابھی اپنی ماما سے مل کے آتا ہوں۔ وہ مجھ سے ملتی کیوں نہیں ہیں؟ ہمارے پاس کیوں نہیں تھیں۔" وہ کہتا ہوا سیڑھیاں طے کرنے لگا۔

"پہلے اُلجھے ہوئے دھاگوں کو سلجھا تو لینے دو شموئیل! یونہی ہو کر جھٹکے دینے سے دھاگے ٹوٹ جائیں گے۔" وہ آزردہ خاطر تھے۔

"اللہ ہے نا۔ وہ سب بہتر کرے گا۔"

شموئیل نے اطمینان سے کہا اور انہیں ناشتہ کرنے کا اشارہ کیا۔

●●●●●

"کیا بات ہے؟ آپ کچھ کہنا چاہ رہی ہیں؟" تایا جان غضب کے مزاج شناس تھے۔ ابھی ابھی وہ بظاہر کتاب پڑھ رہے تھے۔ مگر تائی جان کی بے چینی بھانپ کر انہوں نے کتاب رکھی اور انہیں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

وہ مسکرا دیں۔ مگر ان کی مسکراہٹ سے تازگی مفقود تھی۔

"تھک گئی ہیں؟" انہوں نے محبت سے اپنی چاہنے والی بیوی کو دیکھا۔

وہ ان کے پاس آ بیٹھیں۔

"اس عمر میں تھکن ہو ہی جاتی ہے۔ اور انس کے بعد تو میں خود کو......"

وہ کہتے ہوئے بے اختیار ہوئیں۔ مگر پھر ایک دم رک گئیں۔ وہ تایا جان کے سامنے انس کا ذکر کرتے ہوئے بہت احتیاط کرتی تھیں۔

بظاہر اسے شیر کی آنکھ سے دیکھنے والے وہ اس کے بعد بالکل موم ثابت ہوئے تھے۔ وہ تو پھر تھیں، نازک دل۔ مگر تایا جان بھی جیسے اپنی ساری ہمت گنوا بیٹھے تھے۔

"کچھ کہہ رہی تھیں آپ؟" انہیں خاموش دیکھ کر تایا جان نے کہا تو وہ بات بدل گئیں۔

"ایک بہت ضروری بات کرنی ہے آپ سے۔"

"ہاں جناب! میں تو کہہ رہا ہوں، کہیے بات۔" وہ خوش دلی سے بولے اور کتاب ساتھ والے تکیے پر رکھ دی۔

"میں چاہ رہی تھی کہ حنیٰ کی رخصتی ہو جائے تو بہتر ہے۔" انہوں نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"ہاں تو کیا مضائقہ ہے۔ گھر ہی کی بات ہے۔ ویسے بھی اس رشتے کو خواہ مخواہ لٹکائے رکھنے کی کوئی تک نہیں تھی۔" انہوں نے سیدھی سادہ بات کر کے ان کی ہمت بندھائی۔

"اور ساتھ ہی عماد کے لئے باضابطہ طور پر تکمین کا ہاتھ مانگ لیتے ہیں۔ چاہے نکاح ہی سہی۔ جس طرح صالحہ آپا مناسب سمجھیں۔"

"ہوں——"

اب کی بار انہوں نے تبصرہ کرنے سے گریز کیا۔ محض ہنکارا بھرتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ وہ خوش ہو گئیں۔

"تو پھر میں مریم سے بات کرتی ہوں کل۔ وہ تو بے چینی سے انتظار کر رہی ہے۔"

وہ ان کی خوشی دیکھ کر افسردگی سے مسکرا دیے۔

●●●●●

اپنے چہرے پر سرد ہاتھوں کا لمس محسوس کر کے اس نے ایک جھٹکے سے آنکھیں کھولیں تو ایک ننھے سے وجود کو اپنے قریب پا کر اس کی نیند اڑ گئی۔

"ماما——" وہ بہت خوش تھا۔ سرخ پٹی والے سفید نائٹ سوٹ میں ملبوس وہ خوب صورت سا شہزادہ لگ رہا تھا۔

ملیحہ کا دل دھک سے رہ گیا۔

اسے یاد آیا، وہ فرقان خان کا بیٹا تھا۔ اس کا اور اس کی کینیڈین بیوی کا۔

وہ تکیے سے ٹیک لگا کے اوپر ہو بیٹھی۔

"آپ ماما ہو—— میری ماما—— انکل نے بتایا ہے۔" وہ انگلش میں بولا۔

"کون سے انکل نے؟" وہ بہ دقت بول پائی۔

"جو ابھی میرے پاپا کے ساتھ بیٹھے ہیں۔" وہ معصومیت سے بولا۔

"آپ کو لگتا ہے میں آپ کی ماما ہوں؟" وہ اسے قدرے گھور کے بولی مگر وہ ذرا نہیں گھبرایا۔

"سب کی ماما ہوتی ہیں۔ بس آپ ان سے زرا زیادہ ہی پیاری ہیں۔ میری ماما جیسا۔"

اس کی بات سن کر ملیحہ کو بے اختیار ہنسی آ گئی تو علی شیر نے بے تکلفی سے اس کے گلے میں بازو ڈال دیے۔

"ماما! آپ ہمارے ساتھ کیوں نہیں رہتیں؟ میرے سارے دوستوں کے ممی پاپا اکٹھے رہتے ہیں۔ پکنک پر جاتے ہیں۔ فیئر ویل پر سکول آتے ہیں۔ آپ یہاں کیوں رہتی ہیں؟ کینیڈا کیوں نہیں آئیں؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"آپ اپنے پاپا سے پوچھئے۔ وہ آپ کو اچھی طرح بتائے۔" اس کا حلق کڑوا ہونے لگا۔

"وہ تو کچھ نہیں بتاتے۔" وہ مایوسی سے بولا۔ پھر ہنسا۔ "لیکن اب میں آ گیا ہوں تو آپ کو ساتھ لے کر ہی جاؤں گا۔"

"ارے واہ—— ایسے ہی لے کے جاؤں گا۔" اس نے اردو میں بڑبڑاتے ہوئے اسے پیچھے ہٹانے کی بے ضرری کوشش کی۔ مگر وہ اور چمٹنے لگا۔

سچ تو یہ تھا کہ اسے بھی اس کا لمس، اس کی قربت اچھی لگ رہی تھی۔

مگر فرقان خان کی بیوی، جس کی یہ نشانی تھا۔

'یہ میرا بیٹا، میرے وجود کا ٹکڑا بھی تو ہو سکتا تھا فرقان خان!'

اسے رونا آنے لگا تو وہ ضبط کرنے کے بجائے علی شیر کو بانہوں میں بھر کے رو ہی دی۔ جبکہ وہ حیرت سے نیلی آنکھیں پھیلائے اسے ٹکر ٹکر دیکھ رہا تھا۔

●●●●●

وقت کی ہٹ دھرمی نے تکمین کو بہت مایوس کیا۔ وہ کسی طور صبا کو بے قصور ماننے کو تیار نہ تھا۔ جب آنکھوں پر غفلت اور بے اعتمادی کی پٹی بندھ جائے تو پھر سچ کتنا ہی صاف کیوں نہ ہو، دکھائی نہیں دیتا۔

'اور ان کا بچہ——؟'

تکمین کو سوچ کے رونا آنے لگا۔

'ایسا ہی بچہ میرے پاس بھی تو تھا۔ انس کی نشانی۔ مگر اب وہ بھی مجھ سے دور ہو جائے گا۔' ان حالات کی مناسبت کا طریقہ سوچ سوچ کر اس کا سر دکھنے لگا۔ مگر کچھ بھی تو سجھائی نہیں دے رہا تھا۔

●●●●●

"مجھے تو یہ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ تم برداشت کیسے کر رہی ہو شوکت کی حرکتوں کو؟ بلکہ وہاں کر کیا رہی ہو تم؟"

وہ جانے کیوں اس قدر شدت پسند ہو رہا تھا۔

تعلق کو جڑ سے ختم کرنے والا۔

شاید خود وہ اس عمل سے گزر چکا تھا اس لئے۔

ژالے نے اپنا ذکر ادھورا چھوڑ کر تحیر سے اسے دیکھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ ــــ اسے چھوڑ دوں؟"

"نہیں ــــ اس کا مجسمہ بنوا کر چوک میں لگا دو۔ گزرنے والا ہر شخص خراج تحسین پیش کرے محترم کو۔" وہ چڑا۔

"شٹ اپ نوفل!" وہ ناراض ہونے لگی۔ "میں تم سے اپنے مسئلے کا حل پوچھ رہی ہوں اور تم......"

"وہ تمہیں دھوکا دے کر پلوشے کو تمہارے سر پہ لا کر بٹھا چکا ہے۔ اور تمہیں کھلی آنکھوں سے بھی مسئلے کا حل دکھائی نہیں دے رہا ــــ واہ۔" وہ تمسخر اڑاتے ہوئے بولا تو ژالے نے بے بسی سے کہا۔

"اسے چھوڑ کے جانا میرے بس میں نہیں۔ وہ سامنے ہوتا ہے تو جی چاہتا ہے کہ اس کا خون کر دوں۔ مگر اسے چھوڑ کے جانے کا سوچتی ہوں تو جان نکلنے لگتی ہے۔"

"تمہیں تو نہ یاد رکھ جانے کی محض دھمکی ہی دے رہی ہو۔ اتنے بڑے دھوکے کے بعد بھی؟"

وہ پریشان سا اُسے دیکھنے لگا۔

"دھوکا تو نہیں کہہ سکتے اسے۔" وہ قدرے پُرسوچ انداز میں بولی۔ "شہریار مجھے اپنی پہلی شادی کے متعلق بتا تو چکا ہی تھا۔ یہ تو بس پلوشے کو دیکھ کر مجھے پتہ نہیں کیا ہو گیا۔ وہ حویلی میں رہتی میں اسے نہ دیکھتی۔ بس غصہ اس بات کا ہے کہ وہ اسے یہاں کیوں لے آیا۔"

نوفل کو حیرت جھٹکا لگا۔

"اس نے تمہارے اعتماد کو توڑا ہے ژالے!"

"وہ سب اپنی جگہ۔ مگر اب دل کو جیتے سے نکال کے پھینک تو نہیں سکتی نا۔ اگر تو مجھے شہریار خان پہ اعتماد نہیں تھا تو مجھے شادی ہی نہیں کرنی چاہئے تھی۔ خواہ مخواہ اپنی اور اس کی زندگی کو امتحان بنانے سے فائدہ۔ بس یہ پلوشے غائب ہو جائے ہماری زندگی سے۔" وہ مٹھیاں بھینچ کر بولی۔

نوفل حیرت سے اسے دیکھے گیا۔

"مجھے تو تمہاری کوئی بھی منطق سمجھ میں نہیں آ رہی۔"

ژالے مسکرا دی۔

"دانت مت دکھاؤ۔ کبھی اس کی شکایتیں کرتی ہو اس کی دھوکے بازی کے رونے روتی ہو۔ اور پھر انتہائی کام کرنے کا حوصلہ ہے نہیں تم میں۔" وہ چڑ کر بولا۔

"تم جانتے ہو کہ شہریار کے لئے میں کس انتہا تک جا سکتی ہوں۔ اور یہ انتہا ہی مجھے اس کے متعلق کچھ غلط کرنے سے روکتی ہے۔ میرا ایک غلط فیصلہ مجھے میری محبت سے سدا کے لئے دور کر دے گا۔ میں کوئی غلط قدم اٹھانا نہیں چاہتی ہوں۔"

قطعیت سے بولی تو نوفل نے اسے یوں دیکھا جیسے اس کی ذہنی خرابی پر یقین ہو۔

"محبت؟ ــــ وہ اب بھی تمہیں اپنی محبت لگتا ہے؟ یہ تو تم گمشدہ کہانی ہو چکی ژالے آفریدی!"

وہ کہنے لگا تو ژالے نے بے اختیار اسے ٹوکا۔

"ژالے شہریار خان۔"

"مجھے تو یہ سمجھ نہیں آیا کہ تم میرے پاس کیا لینے آئی ہو؟" اس کا لہجہ زمانے بھر سے خفا تھا۔

"مجھے خود سمجھ نہیں آ رہا کیا کروں کیا نہ کروں۔" وہ بے بسی سے بولی۔

پھر کچھ سوچ کر شکی انداز میں اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "لیکن تم اتنے تلخ اور رنجیدہ کس کھاتے میں رہے ہو؟ کہیں صبا سے تو کوئی ان بن نہیں ہو گئی؟"

اس کے انداز سے پُرتجسس کر اٹھا۔ مگر بظاہر انجان بن کے پوچھنے لگا۔

"میں کہاں سے تمہیں تلخ اور رنجیدہ لگ رہا ہوں؟"

"ابھی سنجیدگی سے بولا۔

"تم نے آج سے پہلے کبھی مجھے یہ مشورہ نہیں دیا کہ شہریار کو چھوڑ دو۔ ہمیشہ اسے سمجھانے کی ہی بات۔ پھر آج یہ ذہنی پراگندگی کیوں؟ ــــ آر یا پار والا انداز تمہارا تو نہیں ہوتا تھا۔"

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد وہ سنجیدگی سے بولا۔

"تمہیں غلط فہمی ہو رہی ہے۔ ایسا کچھ بھی نہیں۔"

"تم نہ مانو تو الگ بات ہے۔ ورنہ میں تمہیں اتنا تو جانتی ہی ہوں۔" ژالے نے یقین بھرے میں کہا تھا۔

مگر نوفل نے اس بات پر مزید بحث سے گریز کرتے ہوئے کہا۔

"میں صرف تمہاری پریشانی دیکھ رہا ہوں ــــ روز روز کے رونے سے ایک بار کا رونا بہتر ہے نا۔"

"شٹ اپ نوفل!" وہ ناراضگی سے بولی۔ "یہ کم از کم دوستانہ مشورہ تو نہیں تھا۔"

"شاباش۔" وہ سر ہلاتے ہوئے طنزیہ بولا۔ "تو تم مجھ سے تسلی مانگنے اور میٹھے میٹھے مشورے سننے آئی تھیں۔ آئی ایم سوری۔ میں نالائق ہوں اس معاملے میں۔"

"اب تو مجھے ضرور صبا کو فون کرنا پڑے گا۔ تمہارا موڈ اتنا خطرناک تو کبھی نہیں ہوتا تھا۔" ژالے نے قطعیت سے کہا۔

"وہ میکے گئی ہوئی ہیں۔ ویسے بھی تمہیں ان سے کوئی فضول بات کرنے کی ضرورت نہیں۔" نوفل نے ڈانٹنے والے انداز میں کہا تھا۔

"اوکے ــــ ویسے مانو نہ مانو، ڈپریسڈ تو تم ہو۔"

وہ بات ختم کرتے ہوئے بولی تو نوفل نے بھی اسی کے انداز میں پوچھا۔

"تو اب تم کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"ابھی تو فی الحال میں اس کے فرقان اللہ سے ملوں گی۔ جن کی چھوڑی ہوئی بلا میرے سر پڑی ہے۔ اور یہ بھی کہ وہ یہاں کیوں آئے ہیں۔ شمونگل خان کی غیرت نے کیسے گوارہ کر لیا کہ ان کی "موجودہ" بیوی کا "سابقہ" منگیتر اس کے گھر میں آ کر رہنے لگے۔ حیرت ہے نا۔"

اس کے پُر سوچ انداز پر نوفل بس اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

●●●●●

تائی جان کا موڈ معید کی سمجھ سے بالاتر تھا۔ وہ اس سے بھی اتنی سنجیدہ بلکہ اکھڑی اکھڑی گفتگو نہیں کرتی تھیں۔

"مریم کا فون آیا تھا۔ وہ باقاعدہ تگین کے لئے پیغام لے کے جانا چاہتی ہے۔"

"ضرور ـــــ یہ تو بہت خوشی کی بات ہے۔" وہ طمانیت سے بولا تو انہوں نے پوچھا۔

"اور تم نے کیا سوچا ہے؟"

"مجھے کیا سوچنا ہے ماں! مریم پھپھو نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے۔" وہ سمجھے بغیر بولا تو انہوں نے وضاحت کی۔ "میں دیبا کی بات کر رہی ہوں۔"

اب کی بار وہ چونکا۔ "دیبا کا یہاں کیا ذکر؟"

"اب تو اس کا مسئلہ حل ہو چکا ہے۔ وہ اپنے گھر کب تک شفٹ ہو رہی ہے؟"

انہوں نے سیدھے سبھاؤ انداز میں پوچھا۔ تب معید کو اندازہ ہوا کہ ان کا موڈ اچھا نہیں ہے۔ عام حالات میں وہ کسی کے متعلق ایسی گفتگو نہیں کرتی تھیں۔

وہ سنبھل کے بیٹھا۔ دھیان سید حتمی کی طرف گیا۔ یقیناً اس نے کوئی کھڑاگ ڈالا تھا۔

"جی ـــــ بس جلد ہی۔"

وہ اتنا ہی کہہ سکا تھا۔

"جوان لڑکیوں کا یوں کسی کے گھر پر رہنا اچھا نہیں لگتا۔ اس کے ماں باپ کو سمجھاؤ۔ اب تو معاملہ ختم ہو چکا۔ آ کے اسے لے جائیں۔"

انہوں نے اسی سنجیدگی سے کہا تو وہ حتمی کے لئے دانت پیس کر رہ گیا۔ مگر بظاہر آرام سے بولا۔

"میں ان سے بات چیت کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اصل میں معاملہ دیبا کے ہاتھ میں ہے۔ وہ مستقل سے اگلے ماہ تک آ رہے ہیں۔ فراز سے پسند کی شادی کرنے کی وجہ سے وہ دیبا سے ناراض ہیں۔ مگر اس کی امی اب بیٹی سے ملنے کو بے چین ہیں۔ امید تو یہی ہے کہ اس کے والد بھی کچھ اچھا ہی فیصلہ کریں گے۔"

"ہاں ـــــ اب یہ فیصلہ ہو ہی جائے تو بہتر ہے۔ کیونکہ میں علاوہ کے ساتھ ساتھ تمہاری شادی کرنا چاہ رہی ہوں۔" انہوں نے ایک دم سے کہا تو وہ انہیں دیکھنے لگا۔

"اتنی جلدی کیا ہے بڑی ماں؟" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"کوئی جلد بازی نہیں ہے۔ اور ویسے بھی صرف رخصت ہو کے اسے ادھر ہی آنا ہے۔ ابھی

یہاں سا ادھر یا ادھر کا کوئی فرق باقی ہے؟ صرف کمروں کا فرق ہے۔"

انہوں نے آرام سے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ پھر قصداً مسکرایا۔

"یہ تو آپ مجھ سے پوچھے بغیر ہی طے کر چکی تھیں۔ آپ کو پورا اختیار حاصل ہے۔"

"پوچھ بھی نہیں رہی ـــــ صرف بتا رہی ہوں۔" انہوں نے بھی مسکرا کر ماؤں والا انداز اپنایا تو وہ بے بس ہو گیا۔

"بڑی ماں! یہ بتائیں، اس کے پروپوزل کے لئے بھی راضی ہیں جشول تگین کے؟"

وہ ہچکچا گیا۔

"تگین کا تو پتہ نہیں، البتہ صالحہ آپا نے مجھے تسلی دی تھی کہ اس سے بات کر لیں گی۔"

"ایسے مت کریں۔ پہلے فون کر کے ان سے پوچھیں۔ اگر سب سیٹ ہے تب وہاں جائیں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا تو وہ بولیں۔

"ہاں تو ان سے پوچھ کے ہی جائیں گے۔ یونہی تھوڑی۔"

"ٹھیک ہے۔" وہ مطمئن ہوا۔ پھر شرارت سے پوچھنے لگا۔ "میری طرف سے تو مطمئن ہیں نا آپ؟"

وہ بھی ہنس دیں۔

"بہت سمجھدار ہو۔ لڑکیاں اپنے گھروں میں ہی اچھی لگتی ہیں چاہے ان کے ماں باپ کا گھر ہو یا شوہر کا۔ دیبا کو سمجھاؤ، اگر صورتحال بنے تو والدین سے صلح صفائی کر لے۔"

"جی ضرور۔" وہ مؤدب تھا۔

گو یہ ادب و لحاظ محض ابھی تک محدود تھا۔ حتمی کے پاس تو وہ دندناتے ہوئے پہنچا تھا۔

"کیا تکلیف ہے تمہیں حتمی میر! ـــــ قسم کھائی ہے تم نے نہ خود چین سے رہنے کی اور نہ مجھے رہنے دینے کی۔" غصے سے کہا تو وہ آرام سے بولی۔

"یہ تو فطری بات ہے۔ اگر میں چین سے نہیں تو آپ کو بھی چین سے نہیں رہنا چاہیے۔"

"حتمی! ـــــ مجھے بدلا لینے پر مجبور مت کرو۔" وہ دانت پیستے ہوئے بولا۔ "دیبا کے متعلق تم نے یہ جو آگ لگائی ہے اس کی آنچ بھی دیبا تک نہ پہنچے۔ ورنہ انجام کی ذمہ دار تم خود ہو گی۔"

"مجھے دھمکیاں دینے سے کیا حاصل؟ ـــــ جا کے گھر کے بڑوں سے بات کریں۔" وہ بے رخی سے بولی۔

"وہ تو میں ضرور کروں گا۔ بلکہ تم سے اتنی کے سامنے فیصلہ کراؤں گا۔" معید نے سلگتے لہجے میں دھیرے سے کہا تو حتمی کمزور پڑی تھی۔

کیا کرتی؟ ـــــ کیسے شکست کا اعتراف کرتی؟ وہ بھی معید حسن سے۔ کس کس طرح وہ اس کا مذاق اڑاتا۔

"اگر تمہیں میرا کسی کا انتظار ہے تو میں بھی کہیں اور انوالو ہوں۔ میری زندگی میں صرف وہ لڑکی ہے جو مجھے چاہتی ہو۔ مجھ سے محبت کرتی ہو۔" وہ دھمکا رہا تھا۔

اور اس کے جانے کے بعد تگین سوچتی رہی۔

"اور اگر میں کہوں معید حسن! مجھے عمر کا تمہی کے نہیں، تمہارے پلٹ آنے کا انتظار ہے تو؟ ___ تب تمہارا فیصلہ کیا ہوگا؟"

●●●●●

ہیر ہاؤس سے تائی جان اور چچی جان کے علاوہ صرف مریم پھپھو ہی عماد کے سلسلے میں آئی تھیں۔ آج اتوار کی چھٹی کی وجہ سے نوفل بھی گھر پر ہی تھا۔ انہیں دیکھ کر بلکہ ان کی آمد کے مقصد کا تعین کر کے وہ شدید ٹینشن کا شکار ہونے لگا۔

وہ اس معاملے کو سرے سے ہی ختم کرنا چاہتا تھا۔ مگر ان لوگوں کی آمد اور صالحہ بیگم کے اطمینان سے اسے لگ رہا تھا کہ یہ بیل منڈھے چڑھنے والی ہے۔

تگین سپاٹ چہرے کے ساتھ چائے سرو کر کے جانے لگی تو تائی جان نے اسے زبردستی پاس بٹھا لیا۔ وہ ناتاب دماغی کیفیت میں ان کے سوالوں کے جواب دے رہی تھی۔

ادھر ادھر کی باتوں کے بعد مریم پھپھو کے اشارے پر تائی جان نے ہی بات شروع کی تو تگین بے چینی سے انہیں دیکھنے لگی۔

"میں چاہتی ہوں کہ تگین میری بیٹی بنی رہے۔"

"ہر ممکن لگنے والی بات ممکن نہیں ہوتی آنٹی!" عماد کا خیال کر کے نوفل کا تن بدن سلگ اٹھا تھا بے حد سنجیدگی سے بولا۔ اسی وقت تگین کا دھیان بھی اسی طرف گیا تو وہ بے اختیار نوفل کو دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے پر چھائی نفرت اور شک کی تحریر صرف وہی پڑھ سکتی تھی۔

"ناممکن کو کوشش ہی آسان اور پھر ممکن بناتی ہے بیٹا!" مریم پھپھو نے مسکرا کر ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔ جبکہ صالحہ بیگم نے قدرے گھور کر اسے دیکھا تھا۔

"مجھے اس پرپوزل پر اعتراض ہے آنٹی!"

وہ ان کی نظروں کی پرواہ کیے بغیر اسی سرد مہر انداز میں بولا۔ تگین کا ذہن تیزی سے دوڑا۔

"مگر مجھے اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں۔"

نوفل کے سر پر ہزاروں دھماکے ہوئے ___ یہ تگین بولی تھی۔

سپاٹ اور بے تاثر لہجے میں یہ جملہ اسی کے ہونٹوں سے نکلا تھا۔

●●●●●

وہ بڑے مگن انداز میں تائی جان کے کپڑوں پر استری پھیر رہی تھی۔

"فون ہے تمہارا ___ انتہائی ضروری۔"

معید بہت دنوں بعد اس سے مخاطب ہوا تو لب و لہجے میں تلخی اور ناگواری صاف محسوس کی جا سکتی تھی۔ وہ اس کے انداز پر غور کرتی ٹیلی فون اسٹینڈ تک آئی۔

"ہیلو ___"

...ا نے بولنا چاہا ریسیور اٹھا کر کہا۔

"ہیلو ___ تگی! ___ تگی! یہ تم ہو نا؟"

...ہیں دور سے آتی بے تاب سی آواز نے تگی کا لہجہ سرد کر دیا۔

...رکا تھی ___ اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس پر معید حسن کی چبھتی نگاہوں نے ...ہن میں گاڑ دیا تھا۔

اُس نے کبھی پڑھا تھا، آسمان پر تھوکا اپنی ہی طرف آتا ہے۔ مگر کبھی یہ نہ سوچا تھا کہ یہ بات اس کے ساتھ بھی پیش آ سکتا ہے۔

تک ساوہ یقین کو دیکھ رہا تھا۔ جواب بھی سپاٹ چہرہ لئے بیٹھی تھی۔ جیسے اپنی نہیں کسی اشادی کے لئے رضامندی دی ہو۔

سب کے دل کھل اُٹھے۔

تائی جان نے نم آنکھوں کے ساتھ اس کی پیشانی چوم کر دعائیں دی تھیں۔ وہ آہستگی سے اپنا آپ چھڑاتی وہاں سے نکل گئی۔

نوفل ایک وحشت کا شکار تھا۔

●●●●●

سائیں سائیں کرتے ذہن میں گونجتی عمر کاظمی کی آواز اسے سماعت کا دھوکا لگ رہی تھی۔

"مجھے یہاں بہت اچھی جاب مل گئی تھی۔ میں اپنے تمام مسائل آسانی سے حل کر سکتا ہوں بلکہ ہم دونوں مل کے۔ مجھے لگا کہ میں نے تمہیں چھوڑ کر بے وقوفی کی ہے تو میں فوراً ہی لوٹ آیا ہوں۔ آئی رئیلی مس یو منی!" وہ آواز سے ہی بہت مطمئن لگ رہا تھا۔

منی کے جسم پر لرزہ طاری ہونے لگا۔

"کچھ تو کہو منی! کچھ تو کہو ـــــــ لڑو، جھگڑو۔"

وہ اس کی خاموشی کو اس کی ناراضگی سمجھ رہا تھا۔

سعید نے آگے بڑھ کر اسپیکر آن کیا اور ساکت کھڑی منی کے ہاتھ سے ریسیور لے کر ڈال دیا۔

"پرسوں رات ڈھائی بجے کی فلائٹ سے میں پاکستان آ رہا ہوں منی! میں نے کبھی سوچا تھا کہ ہماری منزل اتنی آسان ہو گی۔ مجھے پتہ ہے، تم بہت خفا ہو، تبھی بات نہیں کر رہی۔ یقین ہے کہ تمہاری یہ ناراضگی مجھے سامنے پا کر دور ہو جائے گی۔ میں آ رہا ہوں منی! اپنا خیال رکھنا۔"

چکراتے سر کو دونوں ہاتھوں میں تھامتی وہ وہیں صوفے پر ڈھے گئی تو سعید حسن نے لاکے سرد نظروں سے اسے دیکھا اور تمسخرانہ انداز میں بولا۔

"لو ـــــــ تمہاری منزل تو بہت نزدیک آ گئی ہے۔"

آپ کرانے دیجئے گی۔

"یقیناً تم کوئی بھی فیصلہ مجھ سے کرانے کی بجائے خود کرنا زیادہ پسند کرو گی۔" سعید کا لب و لہجہ تلخی لئے ہوئے تھا۔

کے پاس نہ کوئی جواب تھا اور نہ ہی اس حقیقت سے کوئی جائے فرار۔ سعید کی باتیں تیروں کی طرح اس کے دل میں کھب رہی تھیں۔ اور وہ ابھی تک بے یقینی کی کیفیت میں تھی۔

●●●●●

"اب ـــــــ میرے لئے فری ہیں ایک۔"

بچی کی بے تکلفانہ فرمائش سے زیادہ پلوشے کو اس کے انداز تخاطب پر کرنٹ لگا تھا۔

"آپ کی ماما کہاں سے ہو گئی؟" جھک کر پوچھا تو وہ مسکرانے لگا۔

"خود جانتا ہوں نا ـــــــ میرے پاپا نے بتایا ہے۔"

"بہت بولتے ہیں آپ کے پاپا۔" پلوشے نے دانت کچکچائے۔

"بات پلوشے! بچوں کے سامنے کم از کم ان کے والدین کی برائی نہیں کرنی چاہئے۔" نے کچن میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ وہ شاید پلوشے کا کہنے آیا تھا۔ وہاں علی شیر اور پلوشے کا دیکھا تو اسے دخل اندازی کرنا پڑی۔

"کس کا زور چلتا ہے؟" وہ ابھی تک تپ سلگ رہی تھی۔

نے کہا۔

"فرقان لالہ حویلی میں رہتے ہوتے تو تمہاری ان کے آگے دم مارنے کی مجال نہ ہوتی۔"

"تو وہ ہوتا، وہ ہوتا تو کچھ اور ہوتا۔ مگر ہوا تو نہیں نا؟" وہ یکلخت ہی جذباتی ہو گئی تو بات کرتے آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

"زندگی ایک تماشا بن کر رہ گئی ہے۔ وہ تو وہاں بھی اپنی من پسند زندگی گزار کے آئے ہیں اپنے دل کی خواہش پوری کر لیں گے۔ اور میرے جذبات و احساسات کی پرواہ کسی کو

خاموشی چھا گئی۔

باہر نکلا تو فرقان خان کو سنجیدہ تاثرات لئے باہر کھڑے پایا۔ اسے دیکھ کر وہ وہیں

"یہ لوٹ کس کروٹ بیٹھے گا؟"

انتظار ہونے لگا۔

●●●●●

آمد بے یقینی کا شکار ہوا تھا۔ مریم پھپھو نے بتایا۔

"خود اس پہ دیوانہ وار بھاری ہے۔"

وہ جب ہو کے انہیں دیکھنے لگا تو اس کا چہرہ بھانپتے ہوئے انہوں نے رسانیت سے کہا۔
"دل کو بھی اسے یہی کرنا تھا۔ سواسے بہتر یہی لگا ہو گا۔ صالحہ بیگم کی تو از حد خواہش تھی کر زندگی میں اسے دوبارہ ہنستا بستا دیکھیں۔ شاید اسی وجہ سے تگین نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔"
عماد کے ذہن میں انس اور تگین کی چاہت کے کئی رنگ آئے تو اس نے سر جھٹکا، پھر مسکرا کر بولا۔
"یہ تو بہت خوشی کی بات ہے کہ وہ بذات خود فیصلہ کرے۔"
"ہاں تو ہے۔" مریم پھپھو نے کہا۔ پھر طمانیت سے بولیں۔
"خدا کا شکر ہے یہ مرحلہ تو بخیر و عافیت گزرا۔"
"آگے بھی اللہ بہتر ہی کرے گا۔" عماد نے یقین سے کہا تو وہ بے ساختہ بولیں۔
"انشاء اللہ۔"
"یہ اسی وقت ممکن تھا جب اللہ کی مدد حاصل ہوتی۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔
مریم پھپھو نے آنکھ بھر کے اپنے خوبرو بیٹے کو دیکھا۔ اس کا خدا پر اس قدر یقین انہیں بھا گیا تھا۔
اس کے لئے معید کا فون آیا۔ وہ بھی بہت خوش تھا۔ اس نے بھی جوش و خروش سے اسے بتایا دی۔
"ایک دکھ انس کے جانے کا ہے عماد! وہ تو ساتھ ساتھ ہی رہے گا۔ مگر تمہارے فیصلے نے جو خوشی اور اطمینان دیا ہے کہ تگین کی زندگی کی ناؤ ایک بہترین کنارے پہ جا لگی ہے۔"
"بس دعا کرتا یار! میں ثابت قدم رہوں۔ یونہی وسیع القلب رہوں۔" عماد نے عاجزی۔
"انس تو ایک حقیقت ہے عماد! اور ایک بے حد محبت کرنے والے دل رہا ہے شخص کو بھولنا تو ممکن میں سے ایک ہے۔ ہاں، یہ میں ضرور کہوں گا کہ اگر انس کی تگین کی زندگی میں اپنا جگہ تھی تو تمہاری بھی ایک الگ مقام ہوگا۔ ہر رشتے کی اپنی اہمیت ہوتی ہے۔ اور جہاں تک بات ہے تمہاری اور وسیع القلبی کی تو میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ تم نے محض جذباتیت کی بنا پر اتنا بڑا فیصلہ تمہارے ہر ہر انداز میں مجھے سچائی اور مضبوطی دکھائی دیتی ہے۔ خدا آگے بھی بہتر ہی کرے۔"
معید نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔
"آمین۔" عماد دل کی گہرائیوں سے بولا۔ پھر موڈ بدلنے کی خاطر موضوع بھی بدل دیا۔
"تم سناؤ، کب تک رخصتی ہو رہی ہے تمہاری؟"
"میری نہیں، میری بیوی کی۔" معید نے تصحیح کی تو وہ ہنسا۔
"وہی پوچھا ہے یار!"
"پتہ نہیں۔ میں نے انٹرسٹ نہیں لیا اس معاملے میں۔"
وہ بے نیازی سے بولا تو عماد نے قہقہہ لگایا۔
"واللہ ـــــ اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا!" اس کا انداز چھیڑنے والا تھا۔

"تمہیں اتنی بے تابی ہو رہی ہے تو خود پتہ کر لو۔ میں واقعی لاعلم ہوں۔" معید نے اسی انداز میں تو عماد گہری سانس بھرتے ہوئے بولا۔
"ہائے، بے چاری لڑکی۔"
"جب تک شادی نہ ہو جائے تب تک تمہاری ہمدردی خواتین کے ساتھ ہی ہو گی۔ شادی کے بعد پتہ چلے گا کہ درحقیقت بے چارہ کون ہوتا ہے۔" معید نے کہا تھا۔
وہ ہنسا۔
"تم تو جیسے پہلے ہی بھگتائے بیٹھے ہو۔"
"کورٹ میں ہزاروں کیس دیکھ چکا ہوں میرے یار!" معید نے تصحیح کی۔
"بہرحال، بیسٹ آف لک۔ اور کچھ دلچسپی دکھاؤ اس معاملے میں۔ تمہاری بے تابی دیکھ کر بڑی تیزی سے رخصتی کرائیں گی۔"
عماد نے اسے دق کرتے ہوئے مشورہ دیا تو معید کو ہنسی آ گئی۔
"ایک تم اور ایک تمہارے مشورے۔"
"دوست کے لئے تو جان بھی حاضر ہے۔" عماد وضاحتی سے بولا تو معید نے بے ساختہ پوچھا۔
"اور کہاں ـــــ؟"
"وہ ابھی والوں کے لئے ہے۔"
عماد نے برجستہ کہا۔ اور پھر دونوں ہی قہقہہ لگا کے ہنس دیئے۔

● ● ● ● ●

ہار گئے دلدار گئے، ہم ہار گئے
ان سے سب آثار گئے، ہم ہار گئے
کشتیاں اس کی بیچ سمندر ڈوب گئیں
ہم پہنچے وہ اس پار گئے، ہم ہار گئے
حالانکہ ہے ایسی جیت سے بے پرواہ لیکن
جب جیتنا چاہا، ہار گئے، ہم ہار گئے

"معید حسن! میں نے تمہیں پانے سے پہلے ہی کھو دیا۔" وہ صدمے کی گرفت میں تھی۔
"ابھی تو میں نے تمہیں پانے کی دعائیں مانگنا شروع کی تھیں ـــــ ابھی تو دھڑکنوں نے تمہارے نام پر شور مچانا شروع کیا تھا۔ میں تو تمہیں پانے کی دہلیز پر ہی کھڑی تھی معید! تمہیں کھو دیا تھا۔ ایسے ہاروں کی، یہ تو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔"
"ایک پل کو بھی خیال نہیں آیا کہ عمر کا گلی واپس آ چکا تھا۔ بس ایک ہی صدمہ کھائے جا رہا تھا معید حسن کو کھو دے۔"
"کیا ہو گا ـــــ؟" وہ دھاڑیں مار کے رو رہا تھا۔

اِک عمر ہے بیتا جیت سے بے پرواہ لیکن
جب جیتنا چاہا، ہار گئے، ہم ہار گئے!!
وہ تکیے میں منہ چھپا کے سسک اٹھی۔

●●●●●

عمار نے بہت توجہ سے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔
اس کی ساری توجہ سامنے موجود فائل کی طرف تھی۔
"ہیلو۔۔۔۔۔!"
"میں نگین بول رہی ہوں۔" دوسری طرف سے کوئی بھی تکلف نبھائے بغیر تعارف کرایا گیا تو وہ تمام تر حسیات سمیت متوجہ ہوا۔
"جی۔۔۔۔۔" لمحہ بھر کو کچھ سمجھ نہیں آئی کہ آگے سے کیا کہے۔
"میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔"
نگین کی فرمائش نے عمار کو بے حد حیران کیا تھا۔ مگر وہ محتاط انداز میں بولا۔
"اوکے۔۔۔۔۔ میں آپ کے گھر آ سکتا ہوں۔"
"نہیں۔" وہ فی الفور اسے ٹوک گئی۔
"میں گھر میں آپ سے ملنا نہیں چاہتی۔ مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔"
عمار کو لگ رہا تھا کہ بات اتنی سیدھی نہیں جتنی کہ دکھائی دے رہی تھی۔ مدمقابل نہ ہونے کے باوجود وہ اچھی طرح بتا سکتا تھا کہ نگین کا لب ولہجہ بالکل سپاٹ تھا۔ کسی بھی جذبے سے عاری۔
"تو پھر جیسے آپ مناسب سمجھیں۔" وہ اسی محتاط انداز میں بولا۔
"نہیں۔۔۔۔۔ روڈ پہ جو پارک ہے، وہاں کل شام کو پانچ بجے۔"
وہ اسی بے رنگ لہجے میں بولی تھی۔
"اوکے۔۔۔۔۔" عمار نے کہا۔
چھوٹا سا پارک تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہاں نگین کو ڈھونڈنا نہیں پڑے گا۔
ساتھ ہی فون بند ہو گیا۔
اس نے کوئی الوداعی کلمات کہنے کی زحمت بھی نہیں کی تھی۔
عمار کئی لمحوں تک ریسیور ہاتھ میں تھامے لایعنی سوچوں میں گم رہا۔

●●●●●

"اپنا خیال کیوں نہیں رکھتیں تم۔ دن بہ دن صحت ڈاؤن ہوتی جا رہی ہے تمہاری۔"
معید نے اسے ڈانٹا تھا۔ اس کا دل بھر آیا۔
"خیال تو رکھتی ہوں۔"
(کیسے پیارے رشتے ہیں میرے نوفل احمد! جنہیں تمہاری شکی طبیعت نے "مشکوک" بنا دیا؟)

۔۔اپ خیال رکھتی ہو؟ فروٹ کی ٹوکری ویسی کی ویسی بھری پڑی ہے۔" وہ جرح کرنے لگا۔
۔۔۔۔۔ اب سارا میں تو نہیں کھا جاؤں گی نا۔" وہ قدرے جھنجلائی تو وہ مسکرایا۔
بے وقوف! کھاؤ گی تو جان بنے گی نا۔"
اچھا ٹھیک ہے۔ کھا لوں گی۔" وہ بے دلی سے بولی۔ پھر قدرے توجہ سے اسے دیکھا۔
آپ سے ایک بات کہوں؟"
ہاں۔۔۔۔۔" بے توجہگی سے کہتے ہوئے اس نے اخبار اٹھایا۔
۔۔۔۔۔ اسے بعد میں چاٹیے گا، پہلے پورے دھیان سے میری بات سنیں۔" صبا نے اخبار ہٹا کے رکھا۔
لو بے نوفل کی شکایتیں جمع ہو گئی ہیں کافی۔" معید ہنستا ہوا بولا۔
کا دل اذیت میں گھرنے لگا۔
اور اس کے ذکر سے بچنے کی کوشش کرتی تھی، اتنا ہی سب بطور خاص اسے یاد کرتے تھے۔
۔۔ہی کے متعلق بات کرنا چاہتی ہوں۔" اس نے اپنا دھیان بٹاتے ہوئے فی الفور کہا تو معید چونک پڑے۔
"کیا تکلیف ہو گئی ہے اسے؟"
یسے کہتے ہیں؟" صبا نے ناراضگی سے پوچھا تو وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔
ہوں کو ایسا ہی کہتے ہیں۔"
پ میری بات کو سنجیدگی سے نہیں لے رہے معید بھائی۔"
ما اس کی ہر بات کو سنجیدگی سے ہی لیتا ہوں۔" وہ قدرے رنج ہوا۔
بے وقوف ہے معید بھائی! اور کچھ نہیں۔"
ں کا اشارہ اچھی طرح سمجھ گئی تھی۔ اسی لئے اس کی حمایت میں بولی تو نام ہی تھی کہ وہ بھی تو اتنا میں آ کر معید پہ چڑھ دوڑی تھی، دیبا اور اس کے متعلق من گھڑت قصے پہ یقین کر کے۔
۔۔۔۔۔ دو دن پہلے اس کے والدین آ کر اسے لے گئے تھے۔
ززمانہ طالب علمی سے ہی دیبا کی محبت میں مبتلا تھا۔ اپنی محبت کا تفاخر رکھتے ہوئے بھی دیبا اسے محروم رہا۔ کیونکہ دیبا کا دل فراز کے لئے دھڑکتا تھا۔ وہ فراز جس نے شادی کے بعد کے لئے بھی اسے کوئی خوشی نہیں دی تھی۔ دیبا کے والدین اسد کی شرافت، کردار اور چاپ تھے مگر دیبا کی آنکھوں پہ خوش رنگ خوابوں اور وعدوں کی ایسی پٹی بندھی کہ گھر والوں سے کے فراز سے شادی کر بیٹھی۔ والدین، بھائی بہن سے شادی والے دن ہی ناتا ٹوٹ گیا۔ کے والدین بھی اس شادی سے خوش نہیں تھے۔ رفتہ رفتہ فراز بھی انہی کی طرف لوٹ گیا۔ ملا آ کر وہ دیبا کو اپنے ساتھ منتیں کرتے ہوئے تھا۔ وہ تو اس کی خوش قسمتی تھی کہ اس رات لے گیا اور آج وہ مستقبل کے ہر خوف، خدشے سے بے نیاز اپنے والدین کے ہمراہ رہ رہی

تھی۔ اور معید اسے اسد کے لئے کوش کر رہا تھا۔ کیونکہ وہ ندامت کے مارے اس کا سامنا کرنے سے بھی انکاری تھی۔

بہر حال ——

"دو چار ایسے بے وقوف اور ہو جائیں تو دنیا کا پتہ نہیں کیا حال ہو۔" معید نے گہری سانس بھری۔

"اچھا، اب بس کریں نا۔ وہ شرمندہ ہے اپنی حرکت سے۔" صبا نے اسے یقین دلایا تو معید کی تیوری چڑھ گئی۔

"حرکت —— یا حرکات ہا؟"

"اوفوہ —— کہا نا وہ شرمندہ ہے۔" صبا نے تنگ کر کہا۔ پھر بولی۔ "اچھا، اس کی طرف سے میں سوری کر لیتی ہوں نا۔"

"تم کیوں؟ —— اپنی غلطیاں انسان کو خود سدھارنا چاہئیں۔" وہ بے اعتنائی سے بولا تو صبا نے بے بسی سے اسے دیکھا۔

"آپ کب سے اتنے کینہ پرور ہو گئے؟"

"جب سے 'وہ' ہمارے ہو گئے۔" وہ برجستہ بولا تو صبا کو ہنسی آ گئی۔

"میں اسے اتنی آسانی سے معاف نہیں کروں گا۔" وہ سنجیدہ تھا۔

"بہر حال —— اب تو شادی کی ڈیٹ فکس ہونے لگی ہے۔ پلیز، کوئی شوشہ مت چھوڑ بیٹھے گا۔" صبا نے منت بھرے انداز میں کہا۔

"ذرا 'اُدھر' کے خیالات بھی معلوم کر لینا۔ ہو سکتا ہے کہ 'شوشے' والی شکایت تمہیں ادھر سے پیدا ہو۔" معید کے انداز میں طنز تھا۔

"وہاں کے خیالات و حالات آپ کو کیا بتائیں۔ اُدھر تو دنیا ہی بدلی ہوئی ہے۔" صبا نے سانس کھینچی تھی۔ مگر معید متاثر نہیں ہوا۔

عمر کاشی کی کال خود اس نے ریسیو کی تھی۔ بلکہ عمر کے تاثرات بھی ملاحظہ کئے تھے۔ ورنہ وہ اس کی بے گناہی کا یقین کر لیتا۔

"تم اس معاملے سے الگ ہی رہو صبا! اسے اس کی بے وقوفی کی سزا دینا ضروری ہے۔ یونہی زندگی کو مذاق بنائے رکھے گی۔"

معید نے بے لچک لہجے میں کہا تو صبا اسے دیکھ کے رہ گئی۔

●●●●●

اویشہ کی کال ریسیو کرتے ہوئے وہ جھجکا سا گیا۔ مگر اس سے بات کرتے ہوئے عماد کو لگا کہ شاید وہ پچھلی ساری باتیں بھول گئی تھی۔

مگر جب تھوڑی دیر کے بعد اس نے عماد کو لنچ کرانے کا کہا تو اسے اپنے پہلے انداز

ہاں ہوا۔

"ویری ٹیل اویشہ! میں تھوڑا بزی ہوں۔" وہ قدرے اکتایا ہوا۔

"آئی ایم آن عماد! —— بہانے مت بناؤ۔ اور یہ بتاؤ کہ میں کس رنگ کا سوٹ پہن کے آؤں؟"

بہت لاڈ سے بولی تو عماد کا دماغ چکرا گیا۔ ایسی باتیں تو انہوں نے اپنی دوستی کے زمانے میں بھی نہیں کی تھیں۔

"میں نہیں آ سکتا اویشہ! —— کام کا بوجھ بہت زیادہ ہے۔ مجھے تو سر کھجانے کی بھی فرصت نہیں۔" اس نے صاف صاف بات کرنے کی ٹھانی۔

"کام مجھ سے بڑھ کے کیا ہے؟" وہ ابھی بھی اسی موڈ میں تھی۔

عماد وقت کا شکار ہوا۔

"اویشہ پلیز! —— دوستی کو دوستی ہی رہنے دو۔ اسے کوئی اور نام دینے کی کوشش مت کرو۔"

عماد کی بے زاری سے کہنے پر اویشہ چند لمحوں کے لئے چپ رہ گئی۔ شاید وہ عماد سے اس انداز کی توقع نہیں کر رہی تھی۔

"مت بھولو عماد! کہ ہم دونوں بہت قریب رہ چکے ہیں۔" کچھ وقفے کے بعد وہ عجیب سے لہجے میں بولی تو عماد کو جھٹکا سا لگا۔

اس کے اس جملے کے کئی مطلب نکلتے تھے جو اس نے یا تو بنا سوچے سمجھے کہہ دیا تھا یا پھر اس نے اسے اپنی مرضی کا رنگ دینے کی کوشش کی تھی۔

"میری بات سنو اویشہ......!"

سنجیدگی سے کہنے لگا تھا کہ اویشہ تند و تیز لہجے میں اس کی بات کاٹ گئی۔

"تم میری بات سنو عماد! —— میں کوئی بچی نہیں ہوں جسے تم اپنی باتوں کی میٹھی گولیاں دے کر ٹالو گے۔ یہ میری پوری زندگی کا معاملہ ہے۔ جسے میں اپنی مرضی اور خوشی سے طے کرنا چاہتی ہوں۔ ماما نے تمہیں اپنے لئے چنا ہے تو تمہیں میرا ہی ہونا چاہئے۔ بھول جاؤ کہ تم کون ہو۔ یہ سوچو کہ وہ تمہارے بھائی کی بیوی ہے۔ اس سے تمہارا بہت مقدس رشتہ ہے......"

"شٹ اپ اویشہ! —— شٹ اپ۔"

عماد کی برداشت جواب دے گئی تو وہ تپے ہوئے انداز میں بولا۔

"ہاں —— مجھے شٹ اپ کہہ دینے سے دنیا والے تو شٹ اپ نہیں ہو جائیں گے نا۔" وہ تمسخر سے بولی۔

"میں تم سے اس بلکہ کسی بھی معاملے پر کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔ تمہاری مہربانی ہو گی اگر تم مجھے فون نہ کرو۔"

اس نے غصے سے بھرے لہجے میں کہا تو وہ ڈھٹائی سے بولی۔

"میں تمہیں فون کروں گی۔ بلکہ آفس میں بھی آؤں گی عماد! تم مجھے نہیں روک سکتے۔ میں اتنی

آسانی سے تمہیں اپنے خوابوں کو روندنے نہیں دوں گی۔"

عماد کو اس کی بے حیائی پر حیرت ہوئی۔

"شرم کرو اویدہ! اور یہ سوچ کر تمہارا تعلق کس گھرانے سے ہے۔" اس کی سمجھ میں نہیں آیا وہ اویدہ کو کس طرح شرمندہ کرے۔

"اپنی زندگی کو اچھی طرح سے گزارنے کا حق ہر کسی کے پاس ہوتا ہے۔ اور میں اس حق کو اچھی طرح استعمال کرنا جانتی ہوں۔" وہ اپنی بات پر جمی ہوئی تھی۔

"میرا تم سے یا تمہاری زندگی سے کوئی تعلق نہیں اویدہ اور تمہاری مہربانی ہوگی اگر تم اپنی زندگی سے عماد نامی شخص کو نکال دو۔" عماد نے تلخی سے کہا تھا۔

"دوبھی نہیں —— پہلے تو میں لاعلمی میں ہاری تھی۔ اس بار میں یہ دھوکا نہیں کھاؤں گی۔ میرے تھے اور میرے ہی رہو گے۔"

وہ ہذیان بکنے لگی۔ تب عماد نے اس سے بچنے کی جان کر ریسیور رکھ دیا۔

اس کا دماغ خراب ہو کے رہ گیا تھا۔

'یا خدا —— یہ لڑکی ہے کیا جسے اپنی نسوانیت کا بھی احساس نہیں۔'

نہ کوئی وعدہ نہ مستقبل کے رنگین خواب۔

جانے کس بنیاد پر وہ اس قدر دھونس جما رہی تھی۔

عماد نے گہری سانس لے کر خود کو ریلیکس کرنے کی کوشش کی۔ مگر وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اس حال کا تو بگڑ گئی تھی۔ جس گھر سے وہ اتنا معتبر رشتہ جوڑنے جا رہا تھا، وہاں اس کی پوزیشن کرا رہی تھی۔

اویدہ اتنی گراوٹ کا مظاہرہ کرے گی، اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔

اپنے ذہن کو پراگندہ ہونے سے بچانے کے لئے وہ تلخی سے آج شام کو ہونے والی تقریب کے متعلق سوچنے لگا۔ جس کی پریشانی بھی بہرحال ساتھ ساتھ ہی تھی۔

●●●●●

چچی جان نے کمرے کی لائٹ جلائی تو تحفیٰ نے بے اختیار روشنی سے بچنے کے لئے آنکھوں پر بازو رکھ لیا۔

"یہ دیکھو، نالائق اولاد۔ یہاں بڑی روشنی کا نام ہو رہا ہے اور یہ منہ سر لپیٹ کے پڑی ہے۔"

وہ شروع ہو گئیں۔

"لائٹ تو آف کر دیں امی!" تحفیٰ منمنائی تو انہیں اور غصہ آیا۔

"شرم کرو تحفیٰ! شرم کرو —— تم میں ہی سسرال ہے تمہاری۔ بھابی کیا سوچتی ہوں گی۔ سنبھالا تو اپنے کمروں میں جیسیوں ڈشیں پک رہی ہیں۔ اور اب کمرا ایسے سنبھالا ہے کہ جیسے کبھی جاتی رہی ہو۔"

"تائی جان بہت اچھی ہیں۔ وہ ایسا ویسا کچھ نہیں سوچتیں۔" تحفیٰ نے کہا تو وہ چپ ہو گئیں۔

"ہاں —— ایک تمہاری ماں ہی بری ہے "ایسا ویسا" سوچنے والی۔"

"اوفوہ —— باہر سے ہی اتنا برا موڈ لے کے آ رہی ہیں یا میری شکل دیکھ کے یہ حال ہو رہا ہے؟" وہ تنگ آ کے اٹھ بیٹھی۔

ان کا موڈ کچھ بدلا۔

"باہر سے تو میں بہت اچھے موڈ میں آئی تھی۔" وہ مسکرائیں پھر اس کے پاس بیٹھ گئیں۔

"پتہ ہے، تمہاری رخصتی کی تاریخ طے ہو گئی ہے۔" انہوں نے بڑی مسرت سے دھماکا کیا تو اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"صرف دو ہفتے ہیں بیچ میں۔ جہیز والی تو کوئی بات نہیں، پھر بھی تیاری تو کرنی ہے نا۔ زیور سارا ہے۔ بس کپڑے جوتے لے لینا اپنی پسند سے۔"

وہ کہہ رہی تھیں اور تحفیٰ بے یقینی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"کس نے طے کی ہے تاریخ؟" اس نے ہوش میں آتے ہوئے پوچھا تو چچی جان نے شادی کی بات بھول کے اسے گھورا۔

"کیا مطلب کس نے؟ گھر کے بڑوں نے طے کی ہے، اور کون کرے گا؟"

"اور سعید؟ —— اس سے نہیں پوچھا؟" سوال کرتے ہوئے اس کا دل ڈوب سا گیا۔

"اس بے چارے سے کیا کہنا تھا بھلا۔ اب نکاح ہوا ہے تو رخصتی بھی ہوگی نا۔" چچی جان نے اسے اس بے وقوفی پر گھورا۔

مگر تحفیٰ مطمئن نہیں ہوئی۔

اسے آج کی تاریخ اچھی طرح یاد تھی۔

آج عمر کا بھی آ رہا تھا۔

اور عمر کا بھی جو کبھی تحفیٰ عمر کا خواب، اس کا دل، اس کی دھڑکن ہوا کرتا تھا۔

بہت پرانا قصہ تو نہیں تھا، محض ڈیڑھ سال پرانی بات تھی۔

اور آج ——؟

اس نے کان رکھ کے سنا۔

دل کی ہر دھڑکن سعید حسن کا نام پکار رہی تھی۔

"شرم کرو۔ اور اب اچھی طرح سے گھر کی ذمہ داری سنبھال لو۔ صرف کچن ہی کا کام تو ہے، وہ بے چاری صبا نے سنبھالا ہوا ہے۔ کل کو وہ گھر چلی گئی تو پھر بھی تو کسی کو سنبھالنا ہے نا۔ میری بات کو مانو۔" چچی جان کا لیکچر جاری تھا۔

اور وہ سر جھکائے ہاتھوں کو گھورتی اپنے سود و زیاں کی پڑتال کر رہی تھی۔

جانے کب، کیسے، کہاں سعید حسن اس کی دھڑکنوں میں بس گیا تھا۔

نم قم

جانے کب وہ شخص اس کو اچھا لگا اور دل میں اتر گیا یوں کہ اس نے کسی سے اجازت لینا بھی گوارا نہیں کی۔ اور اب تو یہ حال تھا کہ اسے عریکا کی واپسی نہیں بلکہ سعید حسن کے مرنے کی فکر تھی۔

میں کیوں بے وقوفیاں کرتی رہتی ہوں۔ خدا نے سعید حسن کو میرا نصیب بنا ہی دیا تھا تو اس نصیب کی سچائی کیوں پھیر لی میں نے۔ جتنی آسانی سے وہ مجھے ملا تھا، اتنی ہی آسانی سے میں نے اسے کھو بھی دیا۔ یا خدا! اس زیاں کا کفارہ ہے کوئی؟

کوئی نہیں۔

اس کا روم روم پکارا تھا۔

محض اس سے پیچھا چھڑانے کے لیے میں عریکا کی آڑ لیتی رہی اور وہ سچ مچ آ پہنچا۔

یا اللہ! ___ ایسا خوشگوار معجزہ میرے ساتھ ہی ہونا تھا۔

شکر کیا، کیا جاتا کہ شخص صاحب پر تو یہ صورت آتا تھا کہ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔ وہ اپنی قسمت کا تالا اپنے ہاتھوں بند کر بیٹھی تھی۔

"یہ کیا گیم کھیل رہے ہو شمونکل خان؟"

اس کے کمرے میں آتے ہوئے تیز لہجے میں بولی تو وہ ٹی وی اسکرین پر سے نظر ہٹا کے اسے دیکھ کر منہ سے کچھ نہیں بولا۔

"پہلے تو تمہارا بھائی ایک لڑکی سے شادی کرنے سے انکار کرتا ہے تو پھر اب اس کے یہاں کیا مطلب؟ ___ وہ اکیلی کیا میری زندگی اجیرن کرنے کو کافی نہیں تھی جو یہ چڑیل بھری گھر میں آ گئی ہے؟" وہ ہانپنے لگی۔

"کیا ٹینشن ہے تمہیں؟" شمونکل نے اطمینان سے پوچھا تو وہ چیخی۔

"وہ لڑکی جس کی وجہ سے ہماری زندگی کا پانسہ ہی پلٹ گیا وہ ٹینشن نہیں تو اور کیا ہے؟"

"تمہیں ویسے ہی ٹینشن لینے کی عادت ہے، اور کچھ نہیں۔" آرام سے کہنے کے بعد وہ پھر سے اسکرین دیکھنے لگا تو وہ سرتا پا جل اٹھی۔

مگر وہ تو یہی جل کر کوہ رہی تھی۔ اور اس بات کی اس کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں تھی۔

وہ تیزی سے آگے بڑھی تاکہ ریموٹ اٹھا کر ٹی وی آف کر سکے مگر اسی پھرتی سے شمونکل نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" ناگواری سے پوچھا تو وہ اس کے ہاتھ کو ہلکا سا جھٹکا دے کر بولا۔

"یہی تو میں پوچھ رہا ہوں کہ یہ کیا بدتمیزی ہے؟"

"تم توجہ سے میری بات کیوں نہیں سن رہے؟" وہ غصے سے بولی۔

"کیوں بھئی ___ تم کیا میری بیوی لگی ہوئی ہو؟" شمونکل نے تمسخر اڑانے والے انداز میں تو وہ سلگ اٹھی۔

"اگر تم سوچ رہے ہو کہ میں اتنی آسانی سے تمہاری جان چھوڑ دوں گی اور تم دوسری کے ساتھ مزے کرو گے تو تم غلط ہو شمونکل خان! میں تمہارا حشر کر دوں گی۔"

جو منہ میں آیا، بولتی گئی۔

شمونکل نے اس کا ہاتھ کھینچ لیا۔ وہ انتہائی قریب تھی۔

"اچھا ___ کیا حشر کرو گی؟ ___ کر لو۔"

شمونکل نے خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا تو وہ معصومیت سے بولا۔

"کیا اب تمہیں اس چہرے پہ پیار نہیں آتا؟"

لمحوں میں اس کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھا تھا۔ اسے شونگل کی معصومیت اور سادگی یاد آ گئی۔ وہ شونگل خان، جس پہ وہ مرا کرتی تھی ——— جو اس کا رانجھا تھا ——— جس کی وہ ہیر تھی۔

"تم بہت برے ہو شونگل خان ———" وہ اس کی باہوں میں سمٹنے لگی۔

"ہاں ———" شونگل خان نے اس کے بالوں میں منہ چھپاتے ہوئے اعتراف کیا۔

مگر اس پل وہاں محبت کی دیوی تھی۔ سو بدگمانیاں منہ چھپائے وہاں سے اوجھل ہو گئیں۔

●●●●●

اسے ٹیرس پہ دھوپ میں بیٹھے دیکھ کر وہ وہیں سے چلا آیا۔

خنی نے اسے سامنے پایا تو دل دھک سے رہ گیا۔ وہ بہت بگڑے ہوئے موڈ میں لگ رہا تھا۔

"یہ کیا گیم کھیل رہی ہو تم؟ ——— شادی کی ڈیٹ فکس ہو گئی ہے اور ابھی تک تم کوئی فیصلہ نہیں کر پائیں؟"

خنی منہ اٹھائے اسے دیکھے گئی۔

"میں تمہیں اس طرح گھر والوں کی عزت سے کھیلنے نہیں دوں گا خنی! جو فیصلہ کرنا ہے ابھی کر لو۔" وہ غصے میں تھا۔

خنی کی انا انگڑائی لے کے بیدار ہوئی۔

"ذرا دھیان سے بات کریں مسٹر سعید حسن!" وہ پھنکاری۔ "میں بھی اسی عزت دار گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں اور مجھے اپنی عزت کو سنبھالنا خوب آتا ہے۔"

سعید سنبھلا۔ مگر اس کا لہجہ ابھی بھی شعلہ فشاں تھا۔

"میں جلد از جلد تمہارا فیصلہ چاہتا ہوں اور بس۔"

"کیوں؟ ——— اتنی جلدی کیا ہے؟ اب تو دیا بھی چلی گئی ہے اپنے مسٹر رائٹ کے ساتھ"

خنی کا موڈ یکایک بدلا تھا۔

"مگر کوئی اور بھی ہے جس کا میں مسٹر رائٹ ہوں اور جو میرے انتظار میں ہے۔ مجھے دعاؤں میں مانگ رہی ہے۔ اور میں دیر نہیں چاہتا۔" وہ بے رخی سے بولا تو خنی دل تھام کے رہ گئی۔

وہ تو دیا بھی گئی۔ پھر یہ کون؟

"تو جائیں، جا کے فیصلہ کر لیں اور گھر والوں کو بتا دیں۔" وہ تڑخی تھی۔

"فیصلہ تم کرو گی۔ کیونکہ تم اپنی زندگی کا کوئی اور فیصلہ کرنا چاہتی ہو۔"

"میرے شانے پہ رکھ کے بندوق مت چلائیں۔"

"دل تو چاہتا ہے سیدھا نشانہ لے لوں۔" وہ سلگا تھا۔

خنی کو مزہ آنے لگا۔

واہ ——— سعید حسن کو خنی کا ناچ نچانا کتنا آسان نکلا تھا۔

وہ اپنی زبان سے پھر جاتی۔ کوئی فیصلہ نہ کرتی تو وہ کیا کر لیتا۔

آہا ——— خنی کو ہنسی آئی۔

"یہ بہادری جا کے تایا جان کے سامنے دکھائیں۔ ہو سکتا ہے وہ آپ کی پسندیدہ لڑکی کے ہاں بارات لے جانے پہ راضی ہو ہی جائیں۔"

"شٹ اپ!" سعید کو مزید غصہ آیا تھا اور خنی کو مزہ۔

"آخر تم چاہتی کیا ہو؟ ——— عمر کا ٹائم آ گیا ہے۔ اب اپنی زندگی کے لیے کوئی فیصلہ کر لو۔"

"میرا جب جی چاہے گا، میں فیصلہ کر لوں گی۔ آپ کو کیا مسئلہ ہے؟" اس نے تنک کر پوچھا۔

سعید کا جی چاہا اسے ایک ہاتھ جڑ دے۔

"بات صاف اور کھری ہے۔ ابھی تم اپنے ماں باپ کے گھر میں ہو تو جو چاہے فیصلہ کر سکتی ہو۔ رخصتی کے بعد میں تمہاری کوئی بکواس نہیں سنوں گا۔" اس کی رنگت سرخ ہو رہی تھی۔

خنی نے لاپرواہی سے شانے اچکائے۔

"میں نے مستقبل کی پرواہ کرنا چھوڑ دی ہے۔ جو ہو گا، دیکھا جائے گا۔"

"تم عمر کاٹھی سے نہیں لڑو گی جب تک تم میرے نکاح میں ہو۔"

وہ دانت کچکچا کر بولا تو خنی سنجیدہ ہو گئی۔

"اتنی عقل ہے مجھ میں۔"

"اور اسے بھی سمجھا دینا، میں اس کا خون کرنا بھی پسند نہیں کروں گا۔"

"بہتر۔" خنی نے سعادت مندی دکھائی تو وہ سلگ اٹھا۔

"اداکاری بہت اچھی آتی ہے تمہیں۔"

"کبھی کبھی ڈائیلاگ میں آپ کے لیے بولا کرتی تھی۔ وقت وقت کی بات ہے۔"

خنی نے گہری سانس بھری۔ سعید حسن "انجانی" کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اس خیال ہی نے اسے ہلکا اور چنچل کر دیا تھا۔

"اب جو بھی فیصلہ کرنا ہے، مجھ ہی کو کرنا ہے۔ اور مجھے کیا کرنا ہے وہ میں اچھی طرح جانتی ہوں۔" وہ مسکرا رہی تھی۔ وہ بمشکل اپنے غصے پہ قابو پاتا وہاں سے چلا گیا۔

●●●●●

"بات سنو پٹاخے!"

وہ انہیں دیکھتے ہی وہاں سے ہٹنے لگی تھی جب فرقان خان نے اسے روک لیا۔ اور حیرت کی بات تھی کہ وہ رک بھی گئی۔

یہ وہ لب ولہجہ، وہ آواز تھی جس کا وہ سالوں سے انتظار کر رہی تھی۔ آج اس لہجے نے اسے پکارا تو اس کے قدم جیسے اٹھنے سے انکاری ہو گئے۔

کتنی خوبصورتی سے وہ اس کا نام پکارتا تھا۔

"بیٹھو ـــــ مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔"

فرقان خان نے صوفے کی طرف اشارہ کیا تو وہ مشینی انداز میں صوفے پر ٹک گئی۔

ان کا حوصلہ بڑھا۔ چند ثانیوں تک جیسے سر جھکا کر انہوں نے الفاظ جمع کیے۔

"دیکھو، میں تم سے نہ تو جھوٹ بولنا چاہتا ہوں اور نہ ہی تمہاری کسی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔ اس لیے شوئیل کی بجائے میں تم سے فیصلہ مانگ رہا ہوں۔ میں نے کسی مجبوری میں نہیں بلکہ ماریا کی محبت میں مبتلا ہو کر اس سے شادی کی تھی۔ یہ الگ بات کہ وہ بے وفا نکلی۔ اس وقت میں نے واقعی تمہارے متعلق نہیں سوچا۔ بعد میں بھی نہیں۔ لیکن بابا جان، شوئیل کی زندگی کا ایسا فیصلہ کریں گے، میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ باقی کی تمام صورت حال شوئیل تمہیں بتا ہی چکا ہے۔"

"میں کھلونا نہیں ہوں خان!" بلیشے تڑپ کر بولی۔ اس کی خوب صورت آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو تھے۔

"میں نے ـــــ بلکہ ہم نے کبھی ایسا نہیں سوچا بلیشے! ـــــ تم میرے متعلق مت سوچو، صرف اپنی بات کرو۔ تم یہ مت سوچو کہ شوئیل سے الگ ہو کے تمہیں مجھ سے تعلق جوڑنا پڑے گا۔ بلکہ یہ سوچ کے فیصلہ کرو کہ شوئیل سے الگ ہو کے تمہیں ایک بہتر زندگی کی طرف بڑھنا ہے۔ چار دیواری میں قید نہیں ہو جانا۔ زندگی کی تمام خوشیاں سمیٹنی ہیں جن پر تمہارا حق ہے۔"

فرقان نے اسے حوصلہ دیا تو وہ رونے لگی۔

"میری بات پہ ٹھنڈے ذہن سے غور کرو بلیشے!" فرقان کو تاسف ہوا۔

اندر داخل ہوتی ڈالے نے ایک منٹ میں نتیجہ اخذ کیا تھا۔

"کیا بات ہے؟ ـــــ کیوں رلا رہے ہیں اسے؟"

وہ تیزی سے بولتی قریب آئی تو بلیشے چپ ہو گئی۔

"یہ زندہ ہے، برداشت نہیں ہو رہا آپ سے؟ یا پھر ڈرا دھمکا رہے ہیں؟" اس کے لب و لہجے کی تیزی کم نہیں ہوئی تھی۔

فرقان خان آفریدی شرمندہ ہو گئے۔ وہ ابھی اپنی صفائی پیش کرنے کے متعلق سوچ ہی رہے تھے کہ بلیشے بول اٹھی۔

"آپ اس معاملے سے الگ ہی رہیں۔"

"ارے ـــــ" ڈالے مارے تحیر کے اسے دیکھنے لگی۔

آنکھیں خشک کرتی وہ کہیں سے بھی ذرا سی بھی نہیں لگ رہی تھی۔

"میں تمہاری ہمدردی میں کہہ رہی ہوں اور تم......" ڈالے کو غصہ آیا۔

"آپ کو کہاں سے لگا کہ میں قابل ہمدردی ہوں؟" یہ تو کوئی اور ہی بلیشے تھی۔

"واٹ دا ہیل ـــــ" ڈالے انہیں گھورتی، پاؤں پٹختی اپنے کمرے میں چلی آئی۔ جوتے ادھر ادھر پھینک کر وہ بیڈ پر دراز ہو گئی۔ ذہن ابھی تک فرقان اور بلیشے میں اٹکا ہوا تھا۔

بات شوئیل خان بہت استحقاق سے اس کے کمرے میں داخل ہوا۔ ڈالے کے حوصلہ افزا رویے نے بیچ موجود فاصلے ختم تو نہیں کیے مگر کم ضرور کر دیے تھے۔

"کیا بات ہے؟" وہ کپڑے چینج کر کے آیا تو وہ اسی پوزیشن میں لیٹی تھی۔

"یہ اس گھر میں کیا ڈرامے چل رہے ہیں شوئیل خان؟" وہ تنکی سے پوچھنے لگی۔

شوئیل خان ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگا۔

"اب کیا ہو گیا؟"

"تمہاری بیوی کو تمہارا بھائی ورغلا رہا ہے۔" اپنے تئیں اس نے دھماکا کیا تھا مگر وہ کوئی بھی ردعمل ظاہر کیے بغیر اپنی جگہ پر آ لیٹا۔

"تو ـــــ تمہیں تو خوش ہونا چاہیے۔"

ڈالے متحیر ہو کر اسے دیکھنے لگی۔

یہ کیسا خان تھا ـــــ اس قدر ٹھنڈا خون، سرد رویہ۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ ـــــ یعنی تمہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا؟"

"نہیں۔" وہ سپاٹ لہجے میں کہتا اسے بحر تحیر میں دھکیل گیا۔

"یا اللہ! ـــــ کیا پہیلی ہے یہ ـــــ" وہ کوفت کا شکار ہونے لگی۔

"تم اس معاملے میں اپنا دماغ خرچ نہ کرو۔" شوئیل نے مشورہ دیا۔

"تمہیں ذرا بھی احساس نہیں کہ میں کیا کہہ رہی ہوں۔ بلیشے اور تمہارے لالہ کے بیچ ابھی بھی کچھ ہے۔"

وہ اپنی بات پر زور دے کر بولی تو شوئیل نے اطمینان سے کہا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔"

"آئی ہیٹ یو شوئیل خان!"

چند لمحے اسے گھورنے کے بعد وہ پھر سے اپنی جگہ پر لیٹ گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد اسے اپنے بالوں میں شوئیل کی انگلیوں کی سرسراہٹ محسوس ہوئی تھی۔

وہ ناراضگی سے اسے دیکھنے لگی۔

"ایسی ظالم نظروں سے نہ دیکھو۔ بندہ جان سے بھی جا سکتا ہے۔" وہ شرارت سے بولا۔

ڈالے بے بس ہونے لگی۔

"یہ سب کیا ہے شوئیل؟"

"محبت ہے جانم! ـــــ صرف محبت۔"

وہ اس کے قریب ہوا تو ڈالے سب کچھ بھولنے لگی۔

●●●●●

وہ سیدھا صبا کے کمرے میں جا پہنچا تھا۔

موتم

دروازہ کھلنے کی آواز پہ وہ چونکی۔ سر پہ اور چہرے کے گرد لپٹا سفید دوپٹہ گواہ تھا کہ وہ ابھی نماز سے فارغ ہوئی ہے۔ جائے نماز ابھی اس کے ہاتھ میں تھا جسے شاید وہ تہہ کر رہی تھی۔

اسے دیکھ کے صبا نے کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا تھا۔ نوفل شرمسار سا اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

''مجھے معاف کر دو صبا! میں اپنے کئے پہ بہت شرمسار ہوں۔'' وہ نادم تھا۔ مگر صبا گہری خاموشی کے ساتھ اسے دیکھتی رہی۔

''تمہارے چہرے سے جھلکتا نور، تمہاری آنکھوں سے جھلکتی پاکیزگی گواہ ہے صبا! کہ تم میری وفادار رہی ہو۔ نہ پہلے اور نہ اب تمہارے کردار میں کوئی سقم ہے۔ میں تم پہ کیچڑ اچھالنے کے گناہ کا ہوا ہوں صبا! مجھے تم سے صرف معافی کی طلب ہے۔ مجھے معاف کر دو صبا! تاکہ مجھے سکون آ جائے میرے ضمیر کی ملامت ختم ہو جائے۔'' وہ گڑگڑانے لگا۔

صبا چپ تھی۔

اس کے چہرے کے گرد روشنی سی دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے کردار کی، اس کی نیک نیتی کی۔

نوفل کی طرف دیکھے بغیر اس نے جائے نماز تپائی پہ رکھا اور چلتی ہوئی جا کے اپنے بستر پہ لیٹ گئی۔

''صبا پلیز! مجھے یوں مت دھتکارو۔ معاف کر دو مجھے۔'' وہ رونے کو ہو گیا۔

''مجھ سے نہیں، اپنے خدا سے معافی مانگو نوفل احمد! کہ تم نے بنا تصدیق کے ایک با کردار عورت پہ بدکرداری کا الزام لگایا ہے۔ اور تم جیسوں کے لئے ہی سخت وعید سنائی گئی ہے۔''

نوفل نے اس کا سرد و سپاٹ لہجہ سنا تو وہ بے قرار سا اس کی طرف بڑھا۔ وہ آنکھیں بند کر کے چت لیٹ گئی تھی۔

نوفل کے دل کو کچھ ہونے لگا۔ وہ اس پہ جھکا۔

''صبا ــــــ!'' بے چینی سے اسے پکارا۔ مگر وہ جیسے گہری نیند میں تھی۔

نوفل نے گھبرا کر اسے جھنجوڑا تو اس کا سر ایک طرف ڈھلک گیا ــــــ نوفل کرنٹ کھا کے ہٹا اور پھٹی پھٹی نظروں سے صبا کے بے جان وجود کو دیکھنے لگا۔

●●●●●

عمر کاظمی کا فون آیا تو خوش قسمتی سے اس نے ریسیو کیا۔ وہ کھانے سے فارغ ہو کے سب سے اٹھی تھی اس لئے قسمت کام کر گئی۔

''کیسی ہو غنی؟'' اس کا لب و لہجہ بہت فریش تھا۔

''ٹھیک ہوں۔'' غنی کے انداز میں کوئی گرم جوشی نہیں تھی۔ یوں جیسے کسی عام ملنے والے سے بات چیت ہو رہی ہو۔

''میں تم سے ملنا چاہتا ہوں غنی! ــــــ میں بہت شرمندہ ہوں۔ بہت جلد بازی کا مظاہرہ کیا۔ انسانوں کے لوگوں میں بھی ایک خامی ہوتی ہے۔ میں نے تو سوچا بھی نہیں تھا کہ باہر جا کے اتنی

یہ مسائل کے حل کا سبب بن جائے گا۔ پھر مجھے خیال آیا کہ مجھے تمہارے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ آئی ایم رئیلی ویری سوری غنی!''

وہ شرمسار تھا اور غنی اکتائی ہوئی۔

''کوئی بات نہیں عمر! ڈونٹ وری۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ میں نے تمہاری کسی بات، کسی عمل کو دل پہ نہیں لیا۔''

''تم سچ کہہ رہی ہو غنی میرا یا میرا دل رکھنے کو؟''

''بے یقین ہوا تو غنی رہ نہیں پائی۔ تلخی سے بولی۔

''جاتے ہوئے تم سارے سلسلے ختم کر گئے تھے عمر کاظمی! میں نے بہت برداشت کیا خود پہ۔ اور ایک نئی غنی نے جنم لیا۔ محبت پہ جس کا یقین نہیں رہا تھا۔ محبت کے لفظ سے ہی جسے کراہت محسوس ہوتی تھی۔ مگر پھر کوئی اس کی زندگی میں آیا جس کے ہونے سے بہاروں کو ثبات ہے۔ جس کے سنگ زندگی ہوتی ہے۔ جس کے ہر انداز سے خود بخود محبت ہوتی جاتی ہے۔''

''تم ــــــ غنی! تم ــــــ'' وہ گڑبڑا سا گیا۔

''ہاں عمر! ــــــ میرا نکاح ہو چکا ہے۔ میرے کزن ہیں، سعید حسن۔ اور الحمدللہ میں بے حد خوش اور مطمئن ہوں۔''

وہ اطمینان سے بولی تو چند ثانیوں کی خاموشی کے بعد لائن کٹ گئی۔

وہ ریسیور ڈال کر پلٹی تو چونک کر اچھلی۔

''کس کا فون تھا؟'' سعید اس کے سر پہ ہی کھڑا تھا۔

''آپ ہر وقت خدائی فوجدار کیوں بنے رہتے ہیں؟'' تنک کر پوچھا تو سعید نے غصے سے کہا۔

''جب میں نے اسے یہاں فون کرنے سے منع کیا تھا تو پھر یہ ــــــ؟''

''تو ہو ــــــ تو ہو گیا ہے۔ یہ سب تو آپ طے کر چکے ہیں۔ پھر اب۔''

وہ لاپروائی سے کہتی اس کے پاس سے گزرنے لگی تھی کہ سعید نے اس کی کلائی پکڑ کر جھٹکا دیا۔

''سٹاپ اٹ ــــــ اور میری بات غور سے سنو۔'' وہ سلگ کر بولا۔ ''تم میری منکوحہ ہو۔ جان لے لوں گا اگر پھر سے کوئی ایسی بات دیکھی میں نے۔''

اس کی سانسوں کی تپش غنی کو اپنے چہرے پہ محسوس ہو رہی تھی۔

یااللہ ــــــ اتنی قربت۔

وہ مبہوت سی اس کو دیکھے گئی۔

کتنا اچھا لگ رہا تھا اس کا ڈانٹنا۔ یوں استحقاق سے بات کرنا۔

''اور خود جو مجبوبہ پال رکھی ہے آپ نے، اس کا کیا؟'' آنکھیں پٹپٹا کر پوچھا تو وہ جھلا گیا۔

''شٹ اپ غنی ــــــ''

غنی کا دل اس انداز تخاطب پر جھوم اٹھا۔ کتنی اپنائیت سے بلا رہا تھا وہ۔

"خود ہی تو بتایا تھا آپ نے۔" تمکین نے احتیاط سے کلائی چھڑائی اور پیچھے ہٹ گئی۔

"بکواس کی تھی میں نے۔ اور اس شخص کو یہاں فون کرنے سے منع کر دو۔ ورنہ انجام کی ذمہ دار تم خود ہو گی۔" وہ یونہی جھلاہٹ سے کہتا چلا گیا تو تمکین ہنس دی۔

●●●●●

عماد پارک میں پہنچا تو شام کے سائے بڑھ رہے تھے۔ جلد ہی تمکین اسے ایک طرف بینچ پر بیٹھی دکھائی دے گئی۔

سفید اور سیاہ لباس میں وہ بے حد کمزور دکھائی دے رہی تھی۔

اس کا دل تاسف سے بھرنے لگا۔

"السلام علیکم!" عماد نے قریب جا کر کہا۔ جواباً وہ کچھ بولے بغیر بس سیدھا سامنے دیکھتی رہی۔

عماد کنفیوژ ہونے لگا۔

"تم...... آپ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی تھیں۔" چند لمحے یونہی کھڑے رہنے کے بعد عماد نے خود ہی کہا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

عماد نے دیکھا، اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ جیسے وہ بہت رو کے آئی ہو یا ابھی آنسو ضبط کر رہی ہو۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"بیٹھ جائیں۔" وہ مدھم آواز میں بولی تو اس کی آواز میں بھی آنسوؤں کی نمی تھی۔

عماد خود سے الجھتا اس سے کافی فاصلے پر ٹک گیا۔

کتنی ہی دیر خاموش رہ کر شاید وہ الفاظ جمع کرتی رہی۔

"میں نے انس سے بہت محبت کی ہے۔ اور میں اسے کبھی نہیں بھول سکتی۔"

خاموش ساعتوں میں تمکین کی گھٹی گھٹی سی آواز گونجی تھی۔

"میں جانتا ہوں۔" عماد نے اعتراف کیا۔

"مگر آپ وہ وجہ نہیں جانتے جس کے لئے مجھے یہ پرپوزل قبول کرنا پڑا۔" تمکین نے اسے کچھ واضح کرنا چاہا۔

اپنی ناپسندیدگی، غیر رضامندی۔

"وجہ کوئی بھی ہو تم نے یہ پرپوزل قبول کر لیا، میرے لئے اس سے بڑھ کے کوئی خوشی کی بات نہیں۔" عماد نے اطمینان سے کہا۔

مگر وہ بہت بے اطمینان تھی۔

"میں شاید آپ کو کبھی بھی وہ مقام نہ دے پاؤں جو انس کا تھا۔" اس کی آواز کپکپانے لگی۔

کچھ فیصلے انسان کو جلتے کوئلوں پر چل کر کرنے پڑتے ہیں۔ کانٹوں کی نوک پہ کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ دل پہ پاؤں رکھ کر چلنا پڑتا ہے۔

یہ سفر بہت تکلیف دہ تھا۔ اور تمکین نے یہ سفر طے کیا تھا۔

صبا کے لئے ــــ اس کی بے گناہی کی خاطر۔

انس کی عزیز از جان بہن کے لئے۔

"میں بھی تم سے کچھ زیادہ نہیں کروں گا تمکین! میں نہیں جانتا کہ کس مجبوری نے تمہیں یہ پرپوزل منظور کرنے پر مجبور کیا ہے۔ مگر میں تمہیں یہ گارنٹی ضرور دے سکتا ہوں کہ میں تمہیں خوش رکھنے کی ہی کوشش کروں گا۔"

عماد نے یقین سے کہا تو وہ آنسو پیتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی طرف دیکھے بغیر وہ تیز قدموں چلتی پارک سے باہر نکل گئی۔

عماد کتنی ہی دیر سر موڑے اس کی طرف دیکھتا رہا۔

اس کا دل بے حد افسردہ ہو رہا تھا۔

●●●●●

وہ نیند سے جاگا تو اس کا پورا وجود پسینے سے بھیگا ہوا تھا سرد موسم کے باوجود۔ اور دل بے ترتیبی سے دھڑک رہا تھا۔

'صبا ــــ'

اسے یاد آیا کہ اس نے کتنا بھیانک خواب دیکھا تھا۔

وہ اٹھ بیٹھا۔

"میرے خدا ــــ!" سر دونوں ہاتھوں میں تھامے کتنی ہی دیر وہ یونہی بیٹھا رہا۔

پھر اٹھ کر گلاس میں پانی ڈالا اور ہونٹوں سے لگا لیا۔ اسے سخت پیاس محسوس ہوئی تھی۔ مگر اس سے ایک بھی گھونٹ حلق سے نیچے نہیں اتارا گیا۔

وہ خواب اپنی تمام تر جزئیات کے ساتھ اس کی آنکھوں میں آ کر ٹھہر گیا۔

گلاس رکھ کر اپنے حلق کو مسلتا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

'کیا تھا یہ؟ ــــ کیا کوئی اشارۂ قدرت؟'

اس کے اعصاب تناؤ کا شکار ہونے لگے۔

جب سے صبا گئی تھی، تب سے وہ ویسے بھی نیند کی کمی کا شکار تھا۔ دوسرے تمکین نے پرپوزل کے لئے ہامی بھر کے اسے مزید ٹینس کر دیا تھا۔

پھر اب خوابوں کا یہ سلسلہ۔

کل بھی اس نے خواب میں خود کو صبا سے معافی مانگتے دیکھا تھا۔ لیکن آج کے خواب نے تو جھنجوڑ کے رکھ دیا تھا۔

آج تک وہ صبا کو ہی مورد الزام ٹھہراتا آیا تھا۔ مگر آج بے اختیار وہ دوسرے کٹہرے میں خود کو لے آیا۔

ہو بھی کیوں ــــ میں بھی تو غلط ہو سکتا ہوں۔

وہ بے وفا تھی تو بے وفائی کیوں نہیں کی؟
اس کی آنکھوں سے "بچھڑ جانے" کا خوف کیوں نہیں جھلکتا تھا؟
اور مجھ سے محبت کا اظہار وہ کیسے کر لیتی تھی اگر اس کے دل میں عماد بستا تھا؟
کیا تمکین سے شادی کر کے عماد اور وہ ایک دوسرے کے قریب آنا چاہتے تھے؟
مگر ہاں تو اب تو صبا گھر جا چکی تھی۔ عماد کو سب پتہ چل چکا ہوگا۔ تب بھی اس نے یہ پرپوزل بھجوایا۔

کیوں ــــ؟

مگر وہ ایک بھی 'کیوں' کا جواب ڈھونڈنے میں ناکام رہا۔

"مجھ سے بے وفا ہونے کے باوجود اگر اس نے تمکین کا گھر تباہ کرنے کی کوشش نہیں کی تو اس میں بھی کوئی خاص بات ہے۔ اور یہ بات مجھے ضرور تسلیم کر لینی چاہیے۔"

نوفل نے تھکے ماندے ذہن کے ساتھ ایک حقیقت تسلیم کی تھی۔

●●●●●

تائی جان نے اسے معید کے ساتھ جا کر عروسی لباس پسند کرنے کا عندیہ دیا تو ضحیٰ کا دل خوشی سے جھوم اٹھا۔

تیار ہونے سے پہلے اس نے اپنی پوری الماری باہر نکال کر ڈھیر کر دی۔

"یہ بھی نہیں، یہ تو پرانا ہے، کئی دفعہ پہن چکی ہوں وغیرہ وغیرہ جیسے جملے کہہ کر وہ ہر لباس رد کرتی جا رہی تھی۔

حرا نے یہ صورت حال دیکھی تو آنکھیں پھاڑ کے بولی۔

"بارات کا سوٹ پسند کرنے جا رہی ہیں تو کیا ویسے ہی دلہن بن کے جائیں گی؟ کوئی سوٹ ہی پسند نہیں آ رہا آپ کو۔"

"تم چپ رہو اچھا۔" وہ کھسیاہٹ کے باعث اسے صحیح سے ڈانٹ بھی نہیں پائی اور ایک سوٹ گھسیٹ کر واش روم میں گھس گئی۔

حرا ہنستے ہوئے باہر چلی گئی۔

وہ بہت دل لگا کے تیار ہو کر کمرے سے نکلی تو پہلا سامنا چچی جان سے ہوا۔

انہوں نے ناقدانہ انداز میں اس کا سرتاپا جائزہ لیا۔ وہ قدرے نروس تھی۔

"یہ تم بازار جا رہی ہو یا کسی فنکشن میں؟" انہوں نے تنقید کا آغاز کیا۔

"اف وہ امی! ذرا سے کپڑے کیا پہن لیے، آپ تو بس یونہی کہتی رہتی ہیں۔" وہ منمنائی۔

"ہاں، ذرا سا تیار جوڑا، ذرا سی لپ اسٹک اور میں بس یونہی کہتی رہتی ہوں۔" انہوں نے طنز کیا۔

"آپ کو تو تھانے میں ہونا چاہیے تھا۔" ضحیٰ نے تنگ آ کر ٹشو پیپر سے ہونٹ رگڑ ڈالے۔

"اب ٹھیک ہے۔" وہ مطمئن ہو گئیں۔

"کہیں تو کچن میں کام کے وقت پہننے والے کپڑے پہن کے آ جاؤں؟" وہ چڑ گئی تھی۔

"تمہارے بھلے کو ہی کہتی ہوں۔ لڑکیوں کو شادی سے پہلے بننا سنورنا نہیں چاہیے۔ ورنہ پھر روپ نہیں آتا شادی والے روز۔ اور منگیتر کے ساتھ تو بالکل بھی نہیں۔ آپا نے اصرار کیا تو میں مان گئی ورنہ۔۔۔" چچی جان نے ناصحانہ انداز میں کہا تو وہ کانوں میں انگلیاں ٹھونسے وہاں سے نکل پڑی۔

"بہت ہی نالائق اولاد ہے میری۔"

چچی جان کو ہنسی بھی آئی اور غصہ بھی۔ وہ محض پیچھے بڑبڑا کر رہ گئیں۔

لاؤنج میں موجود معید نے تائی جان کی موجودگی میں بھی جن خشمگیں نگاہوں سے ضحیٰ کو دیکھا اس سے ضحیٰ کو اس کے موڈ کی "فریش نیس" کا اچھی طرح اندازہ ہو گیا۔

جل تو جلال تو کا ورد کرتی وہ گاڑی میں آ بیٹھی۔

معید نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالنے کے بعد دھڑ سے دروازہ بند کیا اور اگنیشن میں چابی گھمانے لگا۔

مین روڈ پہ آ کر اس نے گاڑی کی اسپیڈ کم کر دی تھی۔

"مارکیٹ ادھر ہے۔" ضحیٰ نے داہنی طرف مڑنے والی سڑک کی طرف اشارہ کیا۔

"پتہ ہے مجھے۔ نیا نہیں آیا ہوں اس شہر میں۔" وہ جس طرح تپ کر بولا اس پہ ضحیٰ کو اتنے زور کی ہنسی آئی کہ حد نہیں۔

وہ شاید ہی کبھی معید کی بات پہ اتنا کھل کے ہنسی ہو۔ معید لب بھینچے اسے گھورنے لگا۔

"اچھا تو پھر آپ کو یہ بھی ضرور پتہ ہوگا کہ شادی کا جوڑا کہاں سے اچھا ملے گا۔" ضحیٰ نے ہنسی کا تکلف کیے بغیر پوچھا تو معید نے گاڑی ایک سائیڈ پہ روک دی۔

"میرے ساتھ ڈرامے بازی مت کرو ضحیٰ!" وہ دانت پیس کر بولا تھا۔

"لو بھلا ــــ میں نے کیا کیا ہے؟" اس نے حیران ہونے کی اداکاری کی۔

"تم نے عمر کاظمی کے آنے تک کی مہلت لی تھی۔ اب وہ آ چکا ہے تو تم کیوں اس معاملے کو لٹکا رہی ہو؟" وہ سلگ کر بولا۔

"دیکھیں، یہ میری زندگی ہے اور میں اس کا جو چاہے فیصلہ کروں۔ آپ سے مطلب؟" وہ بے حد کڑوا بولی تو معید کو غصہ آنے لگا۔

"تم اکیلی کی زندگی نہیں۔ ساتھ میں بھی جڑا ہوا ہوں۔"

"تو آپ اپنی زندگی کا فیصلہ خود کریں۔ مجھے تو ابھی چند روز پہلے آپ نے فیصلے کا حق تفویض کیا تھا۔" وہ اسی لاپرواہ موڈ میں تھی۔

"اس کی کوئی حد بھی تھی۔ ٹائم لمٹ تھی۔" وہ غرایا۔

"آئی ایم سوری۔ آپ نے وقت کی پابندی ملحوظ خاطر رکھنے کا نہیں کہا تھا۔" وہ معذرت خواہانہ لہجے میں بولی تو انداز سے شرارت واضح تھی۔

"کیا تم شادی کے بعد کوئی کھڑاک کرنا چاہتی ہو؟" معید تپا ہوا تھا۔

اس قدر ٹھنڈے مزاج کے شخص کو یوں شعلہ فشاں روپ میں دیکھنے کا تجربہ ثمنی کو بہت مزہ دے رہا تھا۔

"تو ـــــ بھئی مجھے تو شادی کرانے کا بہت شوق ہے۔ پہلے شادی ہو لے، باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔" وہ شرارت سے بولی تو سعید بھڑک اٹھا۔

"تو جان لو ثمنی میر! میں تم سے شادی نہیں کرنے والا۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اٹل لہجے میں بولا تھا۔

"شاباش! بس ایسے ہی تایا جان کے سامنے جا کر کہہ دیں۔ پھر ثمنی میر کی کیا مجال کہ آپ سے شادی کر جائے۔" وہ کھلکھلائی تھی۔

"جان سے مار ڈالوں گا تمہیں میں۔" وہ سلگا۔

"ارے، وکالت چھوڑ کے قاتلوں کی لائن اختیار کر رہے ہیں آپ؟" وہ جیسے چونکی تھی۔

سعید کو اس کی ہنسی پر غصہ آ رہا تھا۔

جانے وہ کیا گیم کھیل رہی تھی کہ جس کا کوئی سرا ہاتھ میں نہیں آ رہا تھا۔

"ہاں ـــــ اور پہلا قتل تمہارا کروں گا میں۔"

"ویسے مجھے یقین نہیں آ رہا کہ آپ کو بھی غصہ آ سکتا ہے۔ بڑے ٹھنڈے مزاج کے بنتے تھے آپ۔ ساری پرتیں اتر گئی ہیں آپ کی بھی۔" ثمنی نے دوستانہ انداز میں تجزیہ کیا تھا۔

سعید کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔

واقعی۔ اسے خیال ہوا کہ وہ خواہ مخواہ ہی غصے میں آ رہا ہے۔

بھلا ثمنی اور مہر کا غم الگ ہو سکتے تھے؟

نہیں۔

تو پھر یہ اتنی مطمئن کیوں ہے؟ اتنے حوصلے اور برداشت والی تو نہیں۔ اور مجھے تو ویسے بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ پھر؟

"پریشان مت ہوں سعید حسن صاحب! بہت جلد آپ کو سائن شدہ پیپر میری مرضی کے نتیجے کے ساتھ مل جائے گا۔" دفعتاً ثمنی نے بے حد سنجیدگی کے ساتھ کہا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

●●●●●

"اتنے دن ہو جانے کے بعد تو صبا کبھی میکے نہیں رہی۔ خدا خیر کرے۔" صالحہ بیگم پریشان تھیں۔

خود تمکین کو بھی حالات سدھارنے کی راہ سجھائی نہیں دے رہی تھی۔ مگر انہیں تسلی دینا مجبوری تھی۔

"اس کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔ اس لئے بھائی نے اسے اجازت دی ہے رہنے کی۔"

"پھر بھی گی! کوئی فون، کوئی خیر خبر۔"

"اوہ، امی! ـــــ بھائی جاتے رہتے ہیں۔ میرا بھی فون پہ رابطہ ہے۔ اتفاق ہے کہ آپ سے بات نہیں ہو سکی اس کی۔"

تمکین نے جھوٹ گھڑا۔ پھر ساتھ ہی موضوع بدل دیا۔

"آپ یہ بتائیں، میڈیسن لے لی آپ نے یا آج پھر ناغہ کرنے کا ارادہ ہے؟"

"لے لی ہے۔ تم فکر مت کرو۔ اب تو میں اپنا بہت خیال رکھنے لگی ہوں۔ تمہارے فیصلے نے پھر سے نئی ہمت دے دی ہے مجھے۔" وہ بے حد پیار سے بولیں۔

ان کا مطمئن نظر جان کر تمکین کے اندر پھر سے وحشتیں سر اٹھانے لگیں۔

یہ وہی جانتی تھی کہ کس صبر اور جبر سے اپنے جذبات، اپنے دل پہ قدم رکھتے ہوئے اس نے یہ کیا تھا۔ کیونکہ اس سے دو زندگیاں جڑی تھیں۔

صبا کی اور اس کے بچے کی۔

وہ نم آنکھیں لئے اپنے کمرے میں آ گئی۔

ایسے موقع پہ خود کو سنبھالنا اس کے لئے ایک مشکل امر ثابت ہوتا تھا۔ آنسو بن بلائے مہمانوں کی مانند چلے آتے تھے۔ اور وہ بے بس ہونے لگتی۔

دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی تو وہ جلدی سے چہرہ خشک کر کے پلٹی۔

دروازے میں کھڑی اوینہ کے تاثرات دیکھ کر وہ چونکی تھی۔

وہ خیر و شر کی کشمکش میں مبتلا تھا۔
دل کہتا تھا کہ صبا بے گناہ ہے اور دماغ اس کی نفی کرتا تھا۔ ادینہ کی کہی باتیں اور اپنی آنکھوں دیکھا، کانوں سنا، اسے کچھ بھی جھوٹ نہیں لگتا تھا۔
اور یہ تمکین، مجھے اس سے فائنل بات کر لینی چاہیے۔ اگر اس نے عماد سے شادی کی تو میں اس شادی میں شامل نہیں ہوں گا۔ عماد اور صبا سے تعلق رکھنا ہے تو پھر اسے مجھ سے تعلق توڑنا پڑے گا۔"
وہ اٹل انداز میں فیصلہ کر کے چلا تھا۔
تمکین کے کمرے کا دروازہ کھولنے کو ناب پر ہاتھ رکھا تو بری طرح ٹھٹک گیا۔
اندر سے ادینہ کی شعلہ بار آواز باہر تک آرہی تھی۔
"زیادہ معصوم بننے کی کوشش مت کرو، جیسے تم کچھ جانتی ہی نہیں۔ پہلے بھائی نے میری زندگی برباد کی اور اب تم میرے اور عماد کے بیچ آرہی ہو۔ مگر یاد رکھو، جیسے صبا کو اجاڑا ہے، ویسے ہی تم تمہیں بھی برباد کر دوں گی۔"
ساری بات نہ سمجھتے ہوئے بھی نوفل کے ذہن میں دھماکے سے ہونے لگے۔
وہ ساکت کھڑا تھا۔
ادینہ نہ جانے کیا انکشاف کرنے جا رہی تھی۔
"کیا بکواس کر رہی ہو تم؟" نوفل ہی کی طرح کا جھٹکا تمکین کو بھی لگا تھا۔
"ہاہ ــــ اتنی بچی تو نہیں ہو کہ سمجھ نہیں پا رہیں۔" ادینہ کے انداز میں تحقیر آمیز تمسخر تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اپنے نفع و نقصان سے عاری ہو کے یہاں آئی ہو۔
"تم نے بھائی جان کو صبا سے متنفر کیا ہے؟ ــــ تم نے؟" تمکین بے یقین تھی۔
"میں نے تو صرف ایک بات کہی تھی۔ یہ اس کے اندر کا شکی مرد تھا جو ذرا سی بدگمانی پہ بپھر گیا۔ ساری محبت منٹوں میں اُڑن چھو ہو گئی نوفل احمد کی۔ بہت دعوے کرتا تھا پہلی نظر کی محبت کے، جو ادینہ کا نہ ہو سکا وہ تباہ و برباد ہی ہوا۔ یہ تم بھی نوٹ کر لو۔" اس کے لب و لہجے میں سب کچھ گزرنے کا غرور بول رہا تھا۔
نوفل کا سکتہ ٹوٹا تو پورے وجود میں لہو کی بجائے گویا لاوا دوڑنے لگا۔ ذہن میں غضب کی لہر

بی تو زوردار ٹھوکر مار کر دروازہ کھولتا اندر داخل ہوا۔
وہ دونوں بری طرح چونکیں۔
"تم ــــ تم نفرت پھیلانے والی ــــ فساد کی جڑ۔"
وہ سرخ آنکھیں لیے منہ سے کف اڑاتا ادینہ پہ پل ہی پڑتا اگر تمکین درمیان میں نہ آ جاتی۔
"پیچھے ہٹ جاؤ گڑیا! ــــ آج میں اس ذلیل عورت کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" وہ غیض و غضب کے عالم میں تھا۔
ادینہ کا رنگ جو نوفل کو سامنے پاکر اڑا تھا، تمکین کے درمیان آنے پر بحال ہونے لگا۔
اس کے انداز سے لگ رہا تھا کہ وہ تمام باتیں سن چکا ہے۔
"بات کچھ ہوا کرتی ہے تو بتنگڑ بنتا ہے نوفل احمد!"
وہ ڈھٹائی سے بولی تو تمکین کو پرے دھکیل کر دانت پیستا وہ آگے بڑھا اور ایک دو تھپڑ اس کے منہ پہ مارے۔
زوردار تھپڑوں نے ادینہ کو زمین چاٹنے پہ مجبور کر دیا۔
"بھائی جان! ــــ بھائی جان! پلیز۔ اس نے تو ذلالت کر ہی دی ہے، آپ تو عقل سے کام لیں، ہوش کریں۔" تمکین ایک بار پھر اپنے کمزور وجود کے ساتھ اس کے سامنے سپر ہو گئی۔
"تم پیچھے ہو جاؤ۔ زندگی برباد کر دی ہے اس بے غیرت نے میری۔ جان لے لوں گا میں اس کی۔" وہ چیخا۔
بھنچی ہوئی مٹھیاں، لال سرخ آنکھیں۔
ادینہ اس کی حالت دیکھ کر لرزنے لگی۔
"خدا کے لیے بھائی! پہلے کیا کم فساد ہو چکا ہے جو یہ تماشا کریں گے۔"
"اس احسان فراموش کے ساتھ جو بھی ہو وہ کم ہے گڑیا! ــــ اس نے تو ہمارے آپس کے رشتے کا بھی خیال نہیں کیا۔"
نوفل نے تنفر بھرے لہجے میں کہا تو ادینہ میں جانے کہاں سے ہمت آ گئی۔ ڈھٹائی سے بولی۔
"مجھے الزام مت دو نوفل احمد! تم خود کمزور اعتبار اور کمزور سوچ کے مالک ہو۔ میں نے تو اپنا خدشہ ہی ظاہر کیا تھا۔ بعد کے حالات تو تم خود بھی دیکھتے رہے ہو۔"
"تم دفع ہو جاؤ یہاں سے۔" اس کی ڈھٹائی پہ طیش میں آتے ہوئے تمکین نے اس کا بازو پکڑ کر دروازے کی جانب دھکا دیا تھا۔
"ہاں ــــ اب تو یہی صلہ ملے گا مجھے۔ میری ماں کی قربانیاں بھول گئیں۔ رات رات بھر جاگ کے تمہاری ماں کا، بھائی جان کا خیال رکھتی ہیں اور آج یہ رشتے۔" وہ چلانے لگی۔
نوفل ایک دم سے اس کے سامنے آ گیا۔

"تو کیش کرانا چاہتی ہو ان قربانیوں کو؟" اس نے شعلہ بار لہجے میں کہا تو وہ بولی۔

"ان کا مول تم کیا لگاؤ گے۔"

"تمہاری قیمت میں بہت اچھی طرح جان گیا ہوں۔" وہ سرد لہجے میں بولا تھا۔

"میں صرف اسے یہ سمجھانے آئی تھی کہ عماد کا خیال چھوڑ دے ——— ہم دونوں کی آپس میں کمٹ منٹ ہو چکی ہے۔" وہ بے خوفی اور بے شرمی کی حد پر تھی۔ لگ ہی نہیں رہا تھا کہ ابھی ابھی اسے نوفل سے مار پڑی ہے۔

یکلخت ہی نوفل کو اس پر ترس آنے لگا۔

"کیسی ہی کمٹ منٹ جیسی صبا اور عماد کے بیچ تھی؟" وہ اسی سرد اور تمسخر اڑاتے انداز میں پوچھ رہا تو لمحہ بھر کو وہ چپ ہو گئی۔

"ترس آ رہا ہے مجھے تم پر اریبہ! سائیکی کیس بن گئی ہو تم۔ مال دار مردوں کے پیچھے بھاگتے بھاگتے اپنی عزت کی بھی پروا نہیں رہی تمہیں۔ اپنے پرائے کی تمیز بھول گئی ہو۔ کیا نہیں دیا ہم نے تمہیں؟ ——— کبھی کم تھا سے کم قیمت کے کپڑے، جوتے نہیں پہنے تم نے۔ پھر بھی؟ ——— کہاں کمی رہ گئی تھی اریبہ؟ کیوں میری زندگی میں زہر گھول دیا تم نے، اور اب تمکین۔ شرم کرو، شرم۔" وہ تلخی سے بھرپور لہجے میں کہہ رہا تھا۔

وہ ٹھنک کھڑی رہ گئی۔

"کمی اس کی زندگی اور آسائشوں میں نہیں، بلکہ اس کی تربیت میں رہ گئی ہے میرے بچے!"

زرینہ بیگم روتی ہوئی اندر داخل ہوئیں۔

"سچ کہتے ہیں، ماں ہی کی گود بچے کی پہلی درس گاہ ہوتی ہے۔ بچہ غلط کام کرے اور ماں ہمیشہ اس کی پردہ پوشی کرتی رہے، اسے صحیح غلط کی تمیز نہ سکھائے تو بچے بڑے ہو کر ایسے ہی احسان فراموش جیسے ہی نکلتے ہیں۔" انہوں نے روتے ہوئے اریبہ کو دو تھپڑ رسید کیے تو وہ تڑپ کر بیدار ہوئی۔

"آپ...... آپ تو بات ہی نہ کریں۔ میری ماں تو نہیں آپ۔ ہمیشہ سے انہی کی ہیں اور انہی کی رہیں گی۔" وہ دانت پیس کر غرائی۔

تمکین اور نوفل متاسفانہ نظروں سے اس کی بدتہذیبی کو دیکھ رہے تھے۔

"میں اسلام کی منکر نہیں ہوں۔ مگر جب میں تجھے دیکھتی ہوں اریبہ! تو جی چاہتا ہے کہ زمانہ جاہلیت لوٹ آئے تو میں تجھے زندہ ہی ریت میں دفن کر دوں۔"

وہ جھولی پھیلائے اسے کوسنے لگیں۔ تمکین نے انہیں تھام لیا۔

"یہ اپنے حواس میں نہیں ہے پھپھو جان! جب دولت کا لالچ ٹھنڈا پڑے گا تو دماغ بھی ٹھکانے آ جائے گا۔"

"دیکھ لوں گی میں سب کو۔" وہ پھنکارتی ہوئی باہر نکل گئی۔

زرینہ بیگم کے رونے میں تیزی آ گئی۔ انہوں نے نوفل کے آگے ہاتھ جوڑ دیے۔

دیکھنے میں رہ گیا۔ تمکین نے تڑپ کر ان کے ہاتھ کھولے۔

"نہ بیٹا! نہ ——— آج مجھے سب حساب چکا لینے دو۔ جانتے بوجھتے اس نامراد کی پردہ پوشیاں کرکے میں اپنے ہی بچے کا گھر اجاڑنے میں حصہ دار بنی رہی اور مجھے ذرا بھی شرم نہ آئی۔ ارے میں نے اسے جان سے کیوں نہ مار ڈالا۔ اس جیسی حرام اولاد کے پیچھے اپنا ایمان بھی خراب کرتی رہی۔ یا اللہ! میں اس آزمائش میں کیوں پوری نہ اتری؟" وہ تڑپ تڑپ کے رو رہی تھیں۔

ان کی سادگی اور دب کے رہنے والی فطرت سے سبھی واقف تھے۔ سو اب بھی نوفل نے انہیں گلے سے لگا لیا۔

"آپ کیوں دل پہ لیتی ہیں پھپھو؟ جو ہونا تھا، وہ ہو گیا۔ اب اس واویلے کا کیا فائدہ؟ اب تو دعا کیجیے کہ سب کام سیدھے ہو جائیں۔"

اس کی آنکھوں میں اتری سرخی میں مزید اضافہ ہونے لگا تو وہ تیزی سے پلٹ گیا۔

تمکین نم آنکھیں لیے تاسف سے دیکھے گئی۔

●●●●●

"اے حسین ہم سفر
کل حسین رات تھی
تاروں کی بارات تھی
تنہائی سہیلی تھی
اور میں اکیلی تھی"

وہ با آواز بلند پڑھتا اندر داخل ہوا تو حمرہ کے نہ صرف کان کھڑے ہوئے بلکہ شکل بھی رونے والی ہو گئی۔

وہ پڑھنے سے باز نہیں آتا تو میں کون سا لکھنے سے باز رہ سکتی ہوں ——— خبیث۔

دل ہی دل میں دانت کچکچائے۔

"لو جی آپیا! ——— غور کیا آپ نے؟ ——— تنہائی سہیلی تھی، پھر بھی بیچاری اکیلی تھی۔" وہ صبا اور منی کو متوجہ ہونے کی دعوت دیتے ہوئے بولا۔

"یہ کون؟" صبا کے ہونٹوں پہ بھی مسکراہٹ آ گئی۔

"بھئی ہماری اپنی شاعرہ، بتول بیگم۔" وہ لہک کے بولا۔

"اچھا، تو تم بتول بیگم کی شاعری پڑھتے رہتے ہو۔" منی نے سر ہلایا۔

حمرہ کی شکل دیکھنے لائق تھی۔ بس نہیں چل رہا تھا وہ جان کا حشر کر دے۔

"آگے تو سنو! محترمہ کے خواب کس قدر بلندی پر ہیں۔" شرارت اس کے ہر انداز سے عیاں تھی۔

"کھوئی تھی سوالوں میں
میرے ہی خیالوں میں

چاہتوں کا در ہو
پیارا سا اک گھر ہو
لوں سے ڈھکے ہوئے
پھول ہوں کھلے ہوئے
چاہتوں کی چاندنی
عشق کی ہو بے خودی"

پڑھتے پڑھتے جیسے اس کی سانس پھولنے لگی۔

"توبہ ہے —— شاعری میں بھی خواتین کتنی باتیں کرتی ہیں۔" وہ دھم سے حمرہ کے پاس بیٹھا تو اس نے غصے سے دیکھا۔

"مگر یہ بھی تو دیکھو کہ کتنی اچھی باتیں کرتی ہیں۔" حنی نے لقمہ دیا۔ مگر وہ حمرہ کی طرف متوجہ تھا جو اسے کسی پرانے دشمن کی طرح گھور رہی تھی۔

"کیا ہوا؟ —— نظم پسند نہیں آئی آنسہ بتول بیگم کی؟" وہ بڑی معصومیت سے پوچھنے لگا۔

"کیا مصیبت ہے؟" وہ گھبرا کے اٹھ کھڑی ہوئی اور چلانے لگی۔

"تمہیں کیا ہوا ہے؟" صبا نے اسے گھورا۔

"اسے دیکھ نہیں رہیں۔ کیسی فضول حرکتیں کر رہا ہے۔" وہ روہانسی ہونے لگی۔

"کیا؟ —— کیا فضول حرکت کی ہے میں نے؟"

وہ فوراً پوچھنے لگا۔ حمرہ نے زبان کو دانتوں کے دبایا۔

"یہی —— جو شاعری سنا رہے ہو۔" وہ جلدی سے بولی۔

"اوہ —— یہ تمہیں فضول لگی؟" وجدان نے آنکھیں پٹپٹائیں۔ پھر سادگی سے بولا۔ "ہاں بھئی۔ تمہارا تجربہ زیادہ ہے۔"

"یہ دیکھ رہی ہیں آپ؟" حمرہ نے ان دونوں کی توجہ چاہی۔

"کیا بچپنا ہے حمرہ —— تمہاری کیا دشمنی ہے آنسہ بتول بیگم سے؟" صبا نے اسے گھرکا تو اس نئے نام کو ہضم کرتے ہوئے حمرہ کی آنکھوں میں باقاعدہ آنسو بھر آئے۔ جبکہ وجدان کے حلق سے بے اختیار قہقہہ نکلا تھا۔

"وجی ——!" حنی نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

وہ فوراً سنجیدہ ہونے کی ایکٹنگ کرنے لگا۔ یہ الگ بات تھی کہ جس طرح وہ سنجیدہ ہونے کی کوشش کر رہا تھا اس پر ان دونوں کو ہنسی آ گئی۔

جبکہ حمرہ ان دونوں سے بھی پکی پکی خفگی پال کے وہاں سے واک آؤٹ کر گئی۔

"اچھا اب بتاؤ یہ شکل پہ ہر وقت بارہ کیوں بجے رہتے ہیں؟" حنی ان دونوں کے بیٹھتے ہی سابقہ موضوع پہ آئی تو صبا نے پہلے لبوں کو باہم بھینچا اور پھر پھیکے سے مسکرا دی۔ مگر اس کی مسکراہٹ

ہی ایک آزردگی، ایک زخمی کی سی کیفیت تھی۔

"ایسی حالت میں شادیوں کے چہرے پہ بارہ ہی بجتے ہوں۔" اس نے اس کا سوال اڑانا چاہا۔

"جی نہیں —— ہر کسی کے بارہ نہیں بجتے۔"

حنی نے پرزور انداز میں کہا تو وہ لاپرواہی سے بولی۔

"تو پانچ دس منٹ آگے پیچھے ہو جاتے ہوں گے بس۔"

"اُف۔" وہ زچ ہو گئی۔

"کس قدر بدل گئی ہو تم شادی کے بعد۔ اتنی مشکل اور گھماؤ پھراؤ والی گفتگو۔"

"میرا پالا تو ——" وہ کہتے کہتے ایک دم چپ ہو گئی۔

"خیر، پالا تو بہت سویٹ بلکہ ڈیشنگ بندے سے پڑا ہے تمہارا۔" حنی نے ستائشی انداز میں کہا۔

"اور سب کو بتاتی ہوں کہ وہ میرے بہنوئی ہیں۔ باہر نکل کے دیکھو، اتنے اتنے بڑے ہورڈنگ ہیں۔ سنا ہے ابھی کوئی ایوارڈ اور فلم بھی آفر ہوئی ہے انہیں۔"

"پتہ نہیں۔" وہ اکتا کر بولی تو حنی نے اس کے بازو پہ چٹکی کاٹی۔

"بن مانگے مل جائے تو بڑا غرور آ ہی جاتا ہے۔ تمہارا کوئی قصور نہیں۔"

"پیا کوئی مانگ کے تھوڑی لیا۔" وہ بے ساختہ بولی تو حنی نے اسے گھورا۔ پھر بولی۔

"شاعری مت کرو، اور یہ بتاؤ کہ گھر واپسی کب تک ہے؟ تائی جان بھی پریشان ہو رہی تھیں۔"

"جب میں نہیں آتی تب بھی پریشان ہوتی تھیں۔ اب جبکہ رہنے کو آئی ہوں تب بھی ——" صبا لہجے میں بولی۔ حنی نے اسے ٹوک دیا۔

"بیٹیاں اپنے گھروں میں خوش ہوں تو چاہے وہاں رہیں یا یہاں، ماؤں کے دل ٹھنڈے رہتے

صبا کا دل ڈوب سا گیا۔

"میں اجازت لے کے آئی ہوں۔ اور اب تمہاری شادی میں دن ہی کتنے ہیں، تمنا کے بھی ہیں۔" وہ خود پہ زبردستی بشاشت طاری کرتے ہوئے بولی تھی۔

"اُف —— کیا یاد کرا دیا۔" حنی نے شرمانے کی ناکام ایکٹنگ کی۔

"یاد تو تم کرو گی، جو حال سعید بھائی تمہارا کریں گے۔" صبا نے اسے ڈرانا چاہا۔

"ارے جاؤ۔" حنی نے جھنجھلا کر گویا مکھی اڑائی۔ "ایک تم اور ایک تمہارے سعید بھائی۔ کبھی کا نچا دیا انہیں تو پھر کہنا۔ آخر کو ملکۂ حسن بیاہ کے لے جا رہے ہیں۔ جی بھر کے قدر کرنا پڑے گی۔" گردن اکڑا کر بڑے نخرے سے کہا۔

"واہ —— ملکۂ حسن۔" صبا کو بہت ہنسی آئی۔ پھر سنجیدگی کا لبادہ اوڑھتے ہوئے بولی۔ "انہیں تم سے شکایتیں ہیں۔"

"تم فکر مت کرو۔ میں ان کی سب شکایتیں دور کر دوں گی۔" وہ اسی لاپرواہی سے بولی۔

مرکانٹی کو انکار کر کے اس نے دوسرے لفظوں میں سعید حسن کی اپنی زندگی میں حیثیت اور اہمیت کو تسلیم کر لیا تھا۔

"زندگی کھیل یا ہنسی مذاق نہیں ہوتی غنی!" صبا کے لہجے میں "آپ بیتی" کا کرب تھا۔ "سچے" کا درد تھا۔ "ابھی جس غصے میں تمہیں چارم نظر آ رہا ہے، کہیں خدا نہ کرے وہ حقیقی روپ میں بدل جائے۔"

"اوہو ـــــ کیا فلسفہ لے بیٹھی ہو۔ کچھ ایسا ویسا کیا نا سعید حسن نے میرے ساتھ تو میں سارے زمانے میں غدر مچا دوں گی۔ بلکہ سب سے پہلے تو سعید حسن ہی کا حشر کر دوں گی۔" وہ تنک کر بولی تھی۔ صبا گہری سانس بھر کے رہ گئی۔

"مگر ایک بات میرا بہت جی جلاتی ہے صبی!" دفعتاً وہ اداس ہوئی۔

صبا نے چونک کر اسے دیکھا۔

"یاد ہے، ایک بار میں نے سعید کے لاکر میں ایک ڈائری اور کسی لڑکی کی تصویر دیکھی تھی۔"

"ایسے ہی ـــــ" صبا نے ہاتھ ہلایا۔

"ایسا تم کہہ سکتی ہو۔ میں نہیں۔ کیونکہ میں نے اپنی آنکھوں سے وہ تصویر دیکھی اور وہ نظم پڑھی تھی۔" وہ خفگی سے بولی۔ کیونکہ اس معاملے میں صبا نے بھی اس کا یقین نہیں کیا تھا۔ اور تو اور وہ تب انس کو بھی چکمہ دے گیا تھا۔

"خیر ـــــ اب کی بار تو میں وہ تصویر ڈھونڈ کے ہی رہوں گی۔" اس نے تہیہ کر لیا تھا۔

"تو پھر میں تم پر انا للہ پڑھ ہی لوں۔" صبا جل کر بولی۔

"دیکھا ـــــ پتہ ہے، اچھی طرح اپنے بھائی کی خونخواری کا۔ تبھی تو ایسا سوچتی ہو۔" غنی نے جلدی سے کہا۔

"تم ایسی فضول حرکات نہ کرو تو وہ اپنا مکھیر موڈ نہ کریں۔" صبا نے صاف گوئی سے کہا تو غنی نے اسے چٹکی بھری۔

"بہت بڑی بھائی ثابت ہونے والی ہوں میں۔ ذرا دھیان سے رہو۔"

صبا نے بازو سہلاتے ہوئے اسے گھورا۔

"بھابیوں کی چالاکیاں بھی تبھی کامیاب ہوتی ہیں جب میاں قابو میں ہو۔ ورنہ ان کی کیا مجال کہ نندوں کو تیز نظروں سے دیکھ بھی سکیں۔"

"تم دیکھنا، یوں قابو کروں گی سعید حسن کو۔" اس نے چٹکی بجا کر شوخی سے کہا۔ اس کی شرارت اور آنکھوں میں بھری چمکاہٹ صبا کو اچھی لگی تھی اور سعید جو گزرتے گزرتے صبا کو ایک کپ چائے کا کہنے آیا تھا، لب بھینچے باہر ہی سے پلٹ گیا۔

بس تم اپنے بھائی سے کہہ دو کہ شادی کی تیاریاں خراب نہ کریں۔ اس دن اتنے برے موڈ میں تھے کہ حد نہیں۔ شادی کا جوڑا ابھی میں نے اکیلے نے پسند کیا ہے۔" وہ منہ بنا کے کہہ رہی تھی۔

"یا اللہ ـــــ" صبا ہنسی۔ "یقین نہیں آتا غنی! یہ تم ہی ہو۔ یکایک سعید بھائی جیسے ازلی دشمن پر اتنے کیسے لٹو ہو گئے؟"

اس نے گہری سانس بھری۔

"نہیں، کیا بتاؤں؟ تم خود سمجھدار ہو۔ تم نے تو ضرور وہ کہاوتیں ٹھیک سے یاد رکھی ہوں گی جو ے ذہن میں نہیں رہتیں۔ ایک تو وہ جس میں بکرے کی ماں کے خیر منانے کا ذکر ہے اور دوسری ں میں گیدڑ کی موت اور شہر بھاگنے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔"

"بہت بک بک کرتی ہو غنی!" وہ اپنی ساری ٹینشن بھولے ہنس رہی تھی۔

"نہیں یونہی خوش رہا کرو۔ جب سے آئی ہو اتنی بری شکل بنا کے رکھی ہو کہ دیکھنے والے کا دل بہ ہو جائے۔ تم خوش ہوتی ہو تو تائی جان اور تایا جان بھی خوش ہوتے ہیں۔ ان کی ساری ں ہم لوگوں ہی سے جڑی ہیں۔ ہماری اداسی انہیں پریشان کرتی ہے۔ یہ بات ہمیں خود سے یاد ہا چاہیے۔" غنی نے سنجیدگی سے کہا۔

"اچھا دادی جان! ـــــ اب لیکچر بہت ہو گیا۔ چائے کا وقت ہو رہا ہے، چل کے چائے بناؤ۔" با کا دل بھر آیا تو اس کے سر پر ہلکی سی چپت لگاتے ہوئے ہلکے پھلکے انداز میں بولی۔

نہ یہ خوش دکھائی دینے کی ملمع سازی کس قدر ضروری تھی، یہ کوئی اس سے پوچھتا۔

آئندہ کے حالات کیا اور کیسے ہونے والے تھے یہ خدا ہی جانتا تھا۔ وہ اچانک سوچتی تو تھی مگر ہلی کی جان اور خود سے منسلک رشتوں کا سوچ کر ڈھے جاتی۔

پھر بھی کرنے کی ہمت کھو بیٹھی۔

یا کہتی وہ سب سے، نوفل احمد نے کیا الزام لگایا ہے۔ اور عماد ـــــ وہ تمکین کے ساتھ جس میں منسلک ہونے جا رہا تھا، وہ تمکین سے اور تمکین اس سے نگاہیں ملا پاتی؟ ـــــ اور میں کس کے سامنے اپنی صفائیاں پیش کروں گی۔ گھر والے نہ سہی، زمانے والے۔ سینکڑوں سوال ں کی طرح منہ پھاڑے اسے نگلنے کو تیار تھے۔ بے گناہ ہوتے ہوئے بھی اس کے پاس ان ی کسی کا تسلی بخش جواب نہیں تھا۔

ل احمد سے وہ کسی رعایت کی امید نہیں رکھتی تھی۔

●●●●●

مر گیا تھا۔

ا ـــــ نوفل احمد مر گیا تھا۔ وہیں کھڑے کھڑے۔ اوپد کی زبان سے تلخ سچائی سن لینے کے

ہات کر کے وہ اپنی پاکیزہ کردار بیوی کو بڑی رعونت سے بدکرداری کا "سرٹیفکیٹ" دے چکا وہیں مر گیا تھا۔

ع اپنی زبان سے نکلا ہر وہ لفظ یاد آیا جو وہ صبا کے لئے استعمال کر چکا تھا۔ ہر وہ نفرت بھری

نگاہ یاد آئی جو وہ اس پر ڈالا کرتا تھا۔
اور کبھی اسے خود سے قریب بھی کیا تو یوں کہ وہ خود پہ ناز ان بھی نہ ہو پائے۔
دو دن ہو گئے تھے۔
مکمل دو دن۔ وہ اپنے کمرے میں بند تھا۔
"کیا مسئلہ ہے اس کے ساتھ تگین؟ پوچھو تو سہی۔ میرا تو اب دل گھبرانے لگا ہے۔ اور فون پر میں صبا سے بات کروں۔ اب واپس آئے وہ بھی۔ جھگڑا تو نہیں کر بیٹھے یہ دونوں کہیں۔"
صالحہ بیگم مسلسل تشویش کے عالم میں کہے جا رہی تھیں۔
تگین نے جھک کر ان کے گلے میں بازو ڈال دیے۔
"آپ کو تو بس پریشان ہونے کا موقع چاہئے ہوتا ہے۔" اس نے اپنی پریشانی چھپاتے ہوئے بظاہر مسکرا کر کہا تو وہ بولیں۔
"میں یونہی پریشان نہیں ہو رہی۔ اتنا عرصہ ہو گیا شادی کو، صبا کی یہ روٹین کبھی نہیں رہی۔ وہ شوہر کے آگے پیچھے پھرا کرتی تھی۔ اتنا خیال رکھتا اس کا۔ اور کہاں یہ کہ اتنے دن میکے میں لگا دیے۔"
"اچھا ہے۔ ان کو بھی ذرا قدر ہونے دیں اپنی بیوی کی۔"
وہ بولی تو تگی خود بخود لہجے میں گھل گئی۔
"وہ قدر کیوں نہ کرے گا؟ —— اپنی پسند سے بیاہ کے لایا ہے۔" صالحہ بیگم نے اسے گھر کے والے انداز میں کہا تو وہ آ کر ان کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گئی۔
"صبا آ جائے گی۔ اس کی طبیعت کچھ اکھڑی ہوئی تھی کہ میکے میں زیادہ دل لگ رہا ہے۔ اور مجھی کی رخصتی کا معاملہ بھی تو چل رہا ہے۔" وہ بروقت مسکرائی تھی۔
اور یہاں میری رخصتی۔ دل کو کسی نے سختی سے مٹھی میں لے رکھا تھا۔
"ذرا بلاؤ نوفل کو۔ اسے کہتی ہوں، مجھے میر ہاؤس ہی لے چلے۔ میرے وہاں جانے پر تو کوئی پابندی نہیں ہے نا۔"
صالحہ بیگم آج کسی طور نچلے کے موڈ میں نہیں لگ رہی تھیں۔
تگین گہری سانس بھرتی اٹھی۔
"اچھا، یونہی سہی۔ میں دیکھتی ہوں بھائی جان کے "سر کا درد" ٹھیک ہوا کہ نہیں۔"
سیڑھیاں طے کر کے اس کے کمرے کی طرف آئی وہ تلخ سوچوں کی زد میں تھی۔
اپنے اس قدر اچھے اور پیارے بھائی کا یہ آدھا ادھورا روپ اسے بالکل بھی پسند نہیں آیا تھا۔
کس قدر اچھی تھی صبا۔
خوب صورتی اور خوب سیرتی اس میں یکجا تھیں۔
کون کہتا ہے کہ شکلیں، قسمتیں بنایا کرتی ہیں؟ اور کون کہتا ہے کہ خوب سیرتی قسمتیں بنایا کرتی ہیں؟ قسمتیں اوپر بیٹھنے والے کے "کن" کہنے سے بنتی ہیں۔ ورنہ صورت اور سیرت دونوں ہی کا

آ گیا۔
اس نے دروازہ ناک کیا۔ اندر سے کوئی آواز نہیں آئی تو وہ ناب گھما کر چیک کرنے لگی۔
دروازہ لاکڈ نہیں تھا۔ وہ اندر داخل ہوئی تو چکرا سی گئی۔ دن میں بھی نائٹ بلب روشن کیے، پردے گرائے وہ کمرے کو غار بنائے ہوئے تھا۔
تگین کو شاک لگا۔
اس نے تیزی سے بڑھ کے لائٹ آن کی تو چیزیں نیم دراز، ٹانگیں بستر پر ٹکائے نوفل نے چندھیا جانے والی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا۔
"بند کرو اسے۔" وہ ناگواری سے بولا۔
"بہت ڈر لگنے لگا ہے روشنی سے آپ کو؟" تگین تلخی سے کہتی آگے بڑھی اور پردے ہٹا کر لان کی جانب کھلنے والی کھڑکیاں کھولنے لگی۔
سورج کی کرنیں ایک دم سے کمرے میں گھسیں تو اندھیرا دم دبا کر بھاگ گیا۔
وہ اس کی طرف پلٹی۔
"بہت بہادری والے کام کر رہے ہیں آپ تو۔ ماما بلا رہی ہیں۔ وہ آپ کے ساتھ میر ہاؤس جانا چاہتی ہیں، صبا سے ملنے۔"
نوفل نے سرخ آنکھوں سے اسے گھورا۔
"مرے ہوئے کو مارنے آئی ہو؟"
ٹوٹے ہوئے انداز میں پوچھا تو خود پر سے قابو کھو کر وہ بولی۔
"کیوں کیا آپ نے اس کے ساتھ ایسا؟ —— کیوں؟ آپ تو اس سے محبت کے دعوے دار تھے۔ ایک بار —— ایک بار بھی آپ کے دل نے اشارہ نہیں دیا اس کی بے گناہی کا؟"
اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔
"ایک بار مجھ سے پوچھ لیا ہوتا بھائی! ایک بار ذکر تو کرتے۔ جانے کیسا جہنم بنا دیا ہوگا آپ نے زندہ رہنے کو۔ یہ سوچے بغیر کہ وہ اس شخص کی بہن ہے جس نے آپ کی بہن کو پھولوں پہ، پلکوں پر بٹھایا ہوا ہے۔"
سختی سے ہونٹ بھینچے ہوئے تھا۔ چہرے کی رنگت سپید پڑنے لگی تھی۔
دو دن سے وہ خود احتسابی کے عمل سے گزر رہا تھا۔ بنا کچھ کھائے پیئے۔ دو گھونٹ پانی اور بس۔ کے ہاتھ تگین نے کھانے کی جو ٹرے بھیجی، ایک بار تو اس نے واپس کر دی اور دوسری بار یونہی سائیڈ ٹیبل پر رکھوا دی۔
ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ بھوکا پیاسا خود کو سزا دینے کے عمل سے گزر رہا ہے۔
"کیا ابھی دل نہیں کانپا آپ کا؟ —— یہ سن کر بھی نہیں کہ وہ بے گناہ ہے؟ بدکرداری کا طعنہ تو مرد کو لے ہی ڈوبتا ہے، مگر ایک ماں کو تو زندہ ہی مار ڈالتا ہے بھائی! آپ نے ایک پل کو

بھی نہیں سوچا کہ وہ آپ کی زندگی میں کیا حیثیت پانے جا رہی ہے۔ مرنے کی بات کرتے ہو جس پر یہ سب بیتتا ہے اس سے جا کے پوچھیں، اس سارے عرصے میں وہ کتنی بار مری ہے۔ کیا ہے اچھے لئے آپ کے پاس؟"

"اور میں ـــــ میں نے وہ اذیت برداشت نہیں کی؟ ـــــ آپ کے بے وفا ہونے کے خیال نے مجھے زندہ درگور نہیں کیا؟" وہ پھٹ پڑا تھا۔

تمکین نے ہکا بکا ہو کر اسے دیکھا، پھر زور سے بولی۔

"یہ سب خدا کی طرف سے اس سب کی سزا تھا جو آپ صبا کے ساتھ کرنے والے تھے... بہت خوب۔" وہ بات چھوڑ کے کچی سے ہنسی۔

"اپنی خود ساختہ سوچوں اور کسی کی غلط بیانیوں سے تکلیف اٹھائی تو وہ آپ کا اپنا عمل تھا مگر صبا نے تو بے قصور ہوتے ہوئے بھی سزا پائی ہے۔ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ میرا اتنا شاندار مکمل دکھائی دینے والا بھائی اندر سے اس قدر بدصورت اور ادھورا ہے۔"

وہ اسے بہت کچھ سنا کے گئی تھی۔

ادھورا تو وہ پہلے ہی تھا۔

اب آئینہ مکمل طور پر سامنے آیا تو اپنی "بدشکلی" اسے مار ہی گئی۔

"میں تمہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا صبا ـــــ!"

اس کے دل و ذہن پھٹ جانے کو تھے۔

●●●●●

مخی کی رخصتی کے ساتھ ہی تائی جان نے فون پر تمکین اور عماد کا نکاح اور رخصتی مانگ ڈالی۔ صالحہ بیگم نے نوفل سے مشورہ کر کے فون کرنے کا کہہ دیا۔

اور اب نوفل ان کے سامنے تھا۔ ساکت اور خاموش۔ صالحہ بیگم اسے دیکھ کر پریشان ہو اٹھیں۔

"کیا ہوا نوفل؟ ـــــ طبیعت تو ٹھیک ہے میرے چاند؟ کیسی حالت بنا رکھی ہے؟"

"بس یونہی ـــــ ذرا سا ٹمپریچر ہو رہا تھا۔" اس نے نظریں ملائے بغیر کہا تو اس کی آواز بھی بھاری ہو رہی تھی۔

"مجھے کہہ بھی رہی تھی کہ دو دن ہو گئے، نوفل کی شکل نہیں دیکھی میں نے۔ اس نے جان بوجھ کے نہیں بتایا ہو گا مجھے۔" وہ ناراض ہونے لگیں۔

"اب تو ٹھیک ہوں میں۔" وہ ان کی تسلی کے لئے قصداً مسکرایا۔

"خاک ٹھیک ہو؟ چہرے پر ذرا بھی رونق نہیں۔ زردی پھیلی ہوئی ہے۔"

ان کا دل بے چین ہو رہا تھا۔

"یہ بس بخار کی وجہ سے ہے۔" وہ بمشکل اپنے آپ کو ذہنی پراگندگی سے بچا رہا تھا۔ ورنہ اپنی داستانِ حیات کا سیاہ باب تمام تر سیاق و سباق کے ساتھ ذہن کی اسکرین پر روشن رہتا تھا۔

"وہ لوگ تمکین اور عماد کی شادی کی تاریخ مانگ رہے ہیں۔ بس نکاح اور رخصتی ہے۔"

صالحہ بیگم نے بات ابھی شروع کی تو کیا۔ نوفل کا دل گھبرانے لگا۔

"جو آپ مناسب سمجھیں۔" اس نے پہلو بدلا۔

"ان کا ارادہ تو ہے کہ مخی کی شادی کے دوران ہی......" وہ اس کا مشورہ لینے والے انداز میں تھا۔

"جی۔" وہ اب بھی مبہم سے انداز میں بولا۔ درحقیقت وہ اس تکلیف دہ موضوع کو جلد از جلد ختم چاہتا تھا۔ عماد کو لے کر اس نے اپنی زندگی میں جو خود ساختہ بدگمانیاں پیدا کی تھیں ان کی یاد بھی زمین میں گڑنے پر مجبور کر رہی تھی۔

"کیا بات ہے نوفل؟ ـــــ تم ابھی بھی اس شادی پر راضی نہیں ہو؟" اس کا یوں کترانا اور بچنا صالحہ بیگم کو کھٹکا گیا۔

"ایسی بات نہیں ہے ماما!" وہ فوراً بولا۔

"تو کیا بات ہے؟ ـــــ تمہیں تو چاہئے کہ اپنی مکمل اور بھرپور رائے دو۔ آخر کو عماد بھی تو صبا کا ہی ہوتا ہے۔"

اس کے دل میں ایک اور تیر گڑ گیا ـــــ پیشانی پر عرقِ ندامت چمکنے لگا۔

"ٹھیک ہے ماما! ـــــ وہ جو کہہ رہے ہیں، تاریخ دے دیں۔" نوفل نے بمشکل مسکراتے ہوئے کہا تو وہ مطمئن ہو گئیں۔

"چلو ٹھیک ہے ـــــ میں ابھی فون کر کے ان سے بات کرتی ہوں۔"

●●●●●

"میں ساری بات ان کی ماں کو بتاتی ہوں۔ پھر ان سب کے ہوش ٹھکانے آئیں گے۔ ذرا انہیں پتہ چلے ان کی اولاد کے کارنامے۔" ادیبہ پھنکار رہی تھی۔

تمکین اور نوفل سے اچھی طرح بے عزتی کرانے کے بعد وہ زخمی ناگن بنی ہوئی تھی۔

زرینہ بیگم نے غصے سے اسے دیکھا۔ "ابھی بھی دماغ ٹھکانے نہیں لگا تمہارا؟ ـــــ کیوں ان دونوں کی زندگیاں برباد کر رہی ہو؟"

"اور میں ـــــ میری زندگی نہیں برباد ہو رہی؟" وہ چیخی۔

"تمہیں تو شوق ہے بربادیوں کا۔" آج وہ بھی غصے میں تھیں۔

"آپ اپنا منہ بند ہی رکھیں۔ جب بھی بولیں گی، انہی کے حق میں دلائل دیں گی۔"

"بکواس بند کرو۔" زرینہ بیگم کو اور غصہ آیا۔

بہت ٹھنڈے مزاج اور دبی شخصیت کی مالک تھیں۔ مگر ادیبہ جیسی اولاد تو کسی کا بھی مزاج ناخوشگوار کر سکتی تھی۔ اوپر سے وہ اپنے لاڈلے بھتیجے کی زندگی کا جس طرح تماشا بنا دیکھ کر آئی تھیں اس نے انہیں بری طرح جھنجوڑ کے رکھ دیا تھا۔

"میں معافی صاحب کو بتاؤں گی کہ ان کی "بہو رانی" کے کرتوت کس قدر سیاہ ہیں۔ پہلے اس لڑ کے ساتھ چکر چلاتی رہی اور اب نند کے ساتھ اس کی شادی کروا کے ہمیشہ پاس رہنا چاہتی ہے بدکردار عورت۔" وہ نفرت آمیز لہجے میں کہتی زرینہ بیگم کا ضبط آزما گئی۔

"بدکردار وہ نہیں، تم ہو۔ اسے بدکردار مت کہو۔ وہ تمہاری طرح دوسروں کے شوہروں پر نظر رکھ کے نہیں بیٹھی۔" انہوں نے دانت پیستے ہوئے سختی سے کہا تو اوینہ کو جھٹکا لگا۔

ایسے تو وہ کبھی بھی بات نہیں کیا کرتی تھیں۔

"آپ بھی ملی ہوئی ہیں ان کے ساتھ۔ خود تو کچھ بنا نہیں، بھائی، بھابی کے ٹکڑوں پر پڑی رہیں۔ مگر میں یوں کتے بلی جیسی زندگی نہیں گزار سکتی۔" وہ غصے سے بولی۔

اس کے انداز و الفاظ زرینہ بیگم کو آگ لگا گئے۔

بے اختیار آگے بڑھ کے انہوں نے تھپڑ کھینچ کے اس کے منہ پر دے مارا۔

"بے غیرت!—— بے حیا!—— ماں باپ کو گالی دیتی ہے؟—— ہم نے کیا کتے بلی جیسی زندگی گزاری ہے یہاں؟"

"ہاں، ہاں——" تھپڑ کھا کے وہ جیسے دیوانی سی ہو گئی۔ "کتے بلی جیسی ہی زندگی گزاری ہے آپ نے۔ جو دیا گیا، کھا لیا۔ جو پہنایا گیا، پہن لیا۔ اور ان کے پیچھے دُم ہلاتے پھرے۔"

وہ جیسے پاگل ہو رہی تھی۔ گج نظر کی تیز کھو کر بدلحاظی سے چیخی تو زرینہ بیگم نے غصے سے بے حال ہو کر اسے تھپڑوں پر رکھ لیا۔

"شرم کر ذلیل اولاد! شرم کر—— جس تھالی میں کھایا، آج اسی میں تھوک رہی ہے۔ یہ سر چھپانے کا ٹھکانہ تمہارا "حق" نہیں، تمہاری "ضرورت" تھا جو انہوں نے دیا۔ اس سے تو تمہیں بے اولادی اچھی تھی۔ ایسے ہی اٹھا لیا کوڑے کے ڈھیر پر سے تجھے۔ گندگی کی پیداوار گندی ہی نکلی۔"

نوفل آوازیں سن کر اندر آیا تھا۔ اندر کا منظر دیکھا تو سب کچھ بھول کر تیزی سے آگے بڑھا۔

"پھپھو! کیا کر رہی ہیں؟—— چھوڑ دیں اسے۔" اس نے ساکت کھڑی اوینہ اور زرینہ بیگم کے بیچ آتے ہوئے کہا۔

"تم چپ ہو جاؤ نوفل!—— آج مجھے اس کو اس کی اوقات بتانے دو۔ کیا تھی یہ اور تم لوگوں نے اسے کیا بنا دیا۔ کہاں کوڑے کے ڈھیر سے اٹھائی گئی کسی کی ناجائز اولاد اور آج وہ پالنے والوں ہی کے سر پر بیٹھ کر جوتیاں برسا رہی ہیں۔"

وہ چیخ چیخ کر بے حال ہو رہی تھیں۔

اور یہ عظیم انکشاف——

اوینہ مار کے اثر سے بے نیاز، بے یقینی سے انہیں دیکھے جا رہی تھی۔

"کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ پھپھو؟" نوفل نے انہیں روکنا چاہا۔ "یہ تو بے وقوف ہے۔ سمجھتی نہیں کہ کسی کی قسمت کا لکھا زبردستی اپنا نصیب نہیں بنایا جا سکتا۔"

"یہ نہیں سمجھتی، میں تو سمجھتی ہوں نا۔ آج ذرا مجھے اس کو بھی سمجھا لینے دو۔" وہ حال سے بے حال ہی تھیں۔

اوینہ تیزی سے آگے بڑھی تو اس کے انداز سے وحشت ٹپک رہی تھی۔

"کیا کہہ رہی ہیں آپ؟—— کون ہوں میں؟—— کہاں سے اٹھایا ہے آپ نے مجھے؟"

یہ وہ کڑوی حقیقت تھی جسے سالوں سے چھپایا گیا تھا۔ نوفل بے بسی سے زرینہ بیگم کو دیکھنے لگا جو کسی بھی طرح رکنے کے موڈ میں نہیں تھیں۔

"ہاں، گندگی کی پوٹ! تجھے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر سے اٹھایا تھا میں نے۔ بے اولادی کا جینا مشکل ہو رہا تھا۔ مگر اب سوچتی ہوں، وہ بے اولادی اچھی تھی۔" وہ سلگتے ہوئے لہجے میں بولیں تو اوینہ رو دی۔

اتنی مار کھا کے بھی جو نہیں روئی تھی، تقدیر کے ایک ہی وار کے آگے رو دی۔

"جھوٹ بول رہی ہیں آپ—— آپ کی سگی بیٹی ہوں میں۔" وہ خوف کے مارے چیخی۔

اپنی شناخت کھو کر "ناجائز" کا ٹھپہ لگوانا بھلا کسے اچھا لگتا تھا۔

اسے بھی لگا، آج وہ یکسر بے نشان ہو گئی ہو۔

پاؤں تلے سے زمین اور سر پر سے آسمان ہٹ گیا ہو۔

"نکمی کرموں جلی، احسان فراموش میری اولاد تو نہیں ہو سکتی۔" وہ پاگل ہو رہی تھیں۔

"جھوٹ—— جھوٹ مت بولیں۔" وہ مٹھیاں بھینچے، پاؤں پٹختی برافروختہ بھی تھی اور نڈھال بھی۔ ایک خوف ایک دم سے دل میں سرایت کر گیا تھا۔

"محض ان لوگوں کی حمایت کے لیے آپ اتنی گری ہوئی باتیں کہہ رہی ہیں۔" وہ چیخی۔

"یہ سچ ہے اوینہ! تم پھپھو کی سگی بیٹی نہیں ہو۔" نوفل سرد لہجے میں کہتا اس کے اور زرینہ بیگم کے بیچ آ کھڑا ہوا تو اوینہ کو لگا وہ اس کی جنت نگاہوں سے اوجھل ہو گئی ہو۔

آنکھوں کے آگے ایک سفیدی سی دھند پھیلی اور پھر سنبھلنے کی ایک ناکام سی کوشش۔

لہرا کر نیچے گری تو باوجود کوشش کے نوفل بھی اسے ٹھیک سے سنبھال نہیں پایا۔

زرینہ بیگم کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں دبوچ لیا ہو۔

●●●●●

اتنے زور و شور سے تو نہیں مگر "میر ہاؤس" میں شادی کی تیاریاں جاری تھیں۔ عماد کو بھی ساتھ ملایا جا رہا تھا۔

کچن میں تائی جان نے صبا کو دھر لیا۔

"تم گھر کب جا رہی ہو؟"

انہوں نے عماد کے آفس جاتے ہی بظاہر بڑے سرسری انداز میں پوچھا تو صبا کا دل ٹھٹکا۔ ان سے نظریں ملائے بغیر لاپروائی سے بولی۔

"چلی جاؤں گی۔ ابھی بھی کیا افتاد آن پڑی ہے۔"

"شادی میں شرکت تو اُدھر ہی سے کرو گی نا؟" انھوں نے کہا تو وہ انھیں دیکھنے لگی۔

"اُدھر سے کیا مسئلہ ہے بھلا؟"

"بھئی وہاں کی اکلوتی بہو ہو۔ اور پھر سعید کی شادی ہوتی تو الگ بات تھی۔ تمکین کی بھی وہ ڈیمنٹ ہے۔ اس کی بھائی بن کے شرکت کرنی ہے تم نے۔"

وہ پریشان ہو رہی تھیں۔ آج سے پہلے تو صبا نے کبھی ایسی غیر ذمہ داری کا ثبوت نہیں دیا تھا۔ اور یہی وہ اصل مسئلہ تھا جس نے صبا کے دل کو دبوچ رکھا تھا۔ ایک شخص جس نے اس بدکرداری کا کھیل چھپاں کر دیا تھا اور وہ اس کا گھر چھوڑ چکی تھی، اب پھر سے اسی گھر میں لوٹنا اور ایک "حیثیت" سے سب کچھ سنبھالنا۔ اس کے ذہن میں دھماکے سے ہونے لگتے تھے۔

"کیا سوچ رہی ہو؟" تائی جان کی فکرمند آواز نے اسے چونکایا تھا۔

"ہوں —— " وہ گم صم سی چونکی۔ "کچھ نہیں۔ یونہی بس، کہیں جانے کو جی نہیں چاہتا۔" وہ آہ بھرتے ہوئے بولی۔

"یہ بھی خوب کہی۔ اتنا عرصہ ہو گیا شادی کو اور اب کہیں جانے کو جی نہیں چاہتا۔ تم تو اتنے اتنے دنوں بعد میکے آیا کرتی تھیں۔ تب تمہارا یہاں آنے کو جی نہیں چاہتا تھا؟"

اس کا جی چاہا کہہ ——

تب وہاں ایک آس تھی، ایک اُمید تھی کہ وہ نوفل احمد کے سنگ دل کو بھی نہ کبھی گوشت پوست میں ڈھال لے گی۔ اس کی بے نیازی کو محبت میں تبدیل کر دے گی۔

محبت تو زمانے کے سرد و گرم سے بے نیاز کر دیا کرتی ہے۔ وہ صرف محبت کی "آس" میں زمانہ بھول بیٹھی تھی۔

اور اب ——

خالی ہاتھ۔ خالی دل۔

تائی جان تو اُسے زمانے کی اونچ نیچ سمجھا کے مطمئن ہو گئیں۔ مگر اس کا دل ہر شے سے اچاٹ ہونے لگا۔ جی چاہا اونچی آواز میں رونا شروع کر دے۔ اپنے بال نوچ لے، چیخنا ڈالے۔ سب کو اکٹھا کرے اور بتائے کہ نوفل احمد کی بے اعتنائی اور بے اعتباری نے صبا میر کو مار ڈالا ہے۔

وہ یونہی دل برداشتہ سی سر لپیٹے پڑی تھی جب عمر نے اسے صالحہ بیگم کے فون کا مژدہ سنایا۔ پہلے اس کا جی چاہا کہ وہ صاف منع کر دے۔ پھر مروت کے مارے اور کچھ گھر والوں کے سوالات کے خوف سے اٹھ گئی۔

صالحہ بیگم نے اس کے سلام کا جواب دینے کے بعد اس کا حال چال پوچھا اور اس کے بعد شکوے شکایات کا دفتر کھول دیا۔

"میری طبیعت بہتر نہیں تھی ماما —— !" وہ ان کی محبت اور خلوص سے اچھی طرح واقف تھی۔

ان کو پیچھے دھکیل کر اتنا ہی کہہ پائی۔

"پھر بھی میرے بچے! وقت اور حالات کی نزاکت دیکھو۔ میں یہاں ہوں، کچی اور زرینہ بھی ہیں۔ ت کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ مگر ان دنوں میں تمکین کو تمہارے جذباتی سہارے کی بہت ہے ہے۔ مجھے لگتا ہے اس نے مجھے خوش کرنے کی خاطر اس رشتے پر حامی بھر تو لی ہے مگر اب ن اندر گھلتی جا رہی ہے۔ چہرے پر الگ زردیاں گھنڈی ہوئی ہیں۔ میں اس کی طرف سے بہت ن ہوں صبا! تم آ جاؤ بس۔" وہ جو اس گھر سے ہر ناتا توڑ کے بیٹھی تھی، اب تمکین کی "اندرونی" ن کا دھیان کیا تو دھک سے رہ گئی۔

نی پہ جان دینے والی جانے اب کس حالت میں تھی۔ کسی اور کا ہونے کا خیال پتہ نہیں اسے ں دے رہا تھا یا نہیں۔

ے انس کے جانے کے بعد ہونے والی تمکین کی حالت یاد آئی۔

"جی ماما! —— میں شام کو کسی کے ساتھ آ جاؤں گی۔" وہ مستحکم لہجے میں بولی۔

"خوش رہو —— سدا سہاگن رہو میری بچی!" صالحہ بیگم کے دل میں ٹھنڈک اتر گئی۔

ریسیور رکھ کے وہ تھکے تھکے انداز میں وہیں ٹیک لگا کے بیٹھ گئی۔ کہیں نوفل اس کے اس اقدام کو تصور نہ کرے۔

مگر جو بھی ہو، وہ ایک بار اس گھر میں ضرور جانا چاہتی تھی۔ تمکین کی خاطر۔

●●●●●

اور وہ کے مر جانے کو تھی۔

یہ کیا کر بیٹھی میں؟ —— یہ کیا کر دیا میں نے؟ —— انس سے بے وفائی؟

ب سے اس نے شادی کی تاریخ فائنل کئے جانے کا سنا تھا، وہ کمرے میں بند انس کی تصویر ے لگائے روئے جا رہی تھی۔ جب تک صبا اور نوفل کے مابین غلط فہمیاں تھیں، انھیں دور کرنے لئے تمکین کو یہ طریقہ سب سے بہترین لگا تھا کہ وہ عماد سے شادی کے لئے حامی بھر لے۔

لیکن اب! —— اب جبکہ نوفل کی آنکھوں پر سے پردہ اٹھ چکا تھا، اسے اپنی یہ قربانی بے کار دکھائی دے رہی تھی۔

کیوں کیا میں نے یہ فیصلہ؟ —— جلد یا بدیر تو نوفل بھائی کی سچائی کا علم ہونا ہی تھا۔ پھر میں نے یہ۔" وہ انس کی تصویر کو دیکھتے ہوئے پھر سے رو دی۔

"میں تم سے آنکھ نہیں ملا سکتی انس میرا! میں بہت ہلکی نکلی تمہاری محبتوں کے مقابلے میں۔ لیکن ہاں، ابھی وقت ہے۔ میں انکار کر سکتی ہوں۔ میں تمام عمر بس تمہاری رہنا چاہتی ہوں انس! تمہاری۔ عماد سے یہ رشتہ جب مجبوری کے تحت استوار ہو رہا تھا، اب تو وہ مجبوری بھی نہ رہی۔" اس کے آنسو تھمنے لگے۔

"ہاں، میں اس رشتے سے انکار کر سکتی ہوں۔" اس نے بڑے یقین سے سوچا تھا۔

●●●●●

"تم کہاں بھاگ رہی ہو اب مجھے اکیلا چھوڑ کے؟"

حنیٰ نے اسے اپنا بیگ پیک کرتے دیکھ کر احتجاج کیا تو وہ جو پہلے ہی مضمحل ہو رہی تھی، بزور مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"تم بھی اکیلی ہو۔ کل پرسوں تک لائبہ وغیرہ آ رہی ہیں۔ پھر خوب رونق ہو جائے گی۔"

"تم تو تم ہو نا۔" حنیٰ نے منہ بسورا۔

"آنا تو ہے ہی نا مجھے۔" صبا نے اس کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو بھی تسلی دی تھی۔

"اور اگر تمہارے بھائی نے مجھے تنگ کیا تو؟" وہ فوراً پوچھنے لگی۔

صبا بے ساختہ مسکرا دی۔

"وہ ہمت رکھتے ہیں تنگ کرنے کا۔ انہیں تو میں یہاں رہ کے بھی منع نہیں کر سکتی۔"

"بکواس مت۔" حنیٰ جھینپی۔ "دوسرے والا تنگ کرنے کا کہہ رہی ہوں۔"

"میں بھی "دوسرے" والے ہی کی بات کر رہی ہوں۔" صبا نے اسے پھر سے چھیڑا تو حنیٰ نے منہ پھلا لیا۔

"شادی سے پہلے تو تم ایسی نہیں تھیں۔ میری ہر بات مانتی تھیں۔"

"مجبوری کو سمجھو یار! تمکین کا مسئلہ نہ ہوتا تو میں بھی سے شادی میں شرکت کرتی۔ تمہیں پتہ ہے، اس نے اپنی حالت خراب کر لی ہو گی۔ ماما بتا رہی تھیں، ادینہ بھی دو دن ہسپتال میں ایڈمٹ رہی ہے۔ اس کی طبیعت بہت زیادہ خراب تھی۔ ابھی بھی وہ ٹھیک نہیں۔ بخار اترنے کا نام ہی نہیں لیتا۔" صبا نے اسے اپنی مجبوری بتائی تھی۔

"وہ تو ٹھیک ہے صبا! پر تم نہ جاؤ نا۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔" وہ بے بسی سے بولی تو صبا ہنس دی۔

"اب چاہے ڈر لگے یا کچھ اور۔ شادی تو اکیلے ہی کرنا پڑتی ہے۔ مطلب کہ اس "عدالت" میں وکیل صاحب کا سامنا تمہیں اکیلے ہی کرنا پڑے گا۔"

"بدتمیز ——" وہ سرخ پڑ گئی۔

"میں بعد میں آ جاؤں گی۔ پرامس۔" صبا نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا تو وہ بے بسی سے بولی۔

"ہاں —— نوفل بھائی مانے تب نا۔ وہ بھی تو اور اکیلے ہو جائیں گے۔"

صبا اس کی بات ان سنی کرتے ہوئے باقی کے کپڑے بیگ میں ڈالنے لگی۔

شام کو وجدان اسے گھر چھوڑ آیا۔

اندر قدم رکھتے ہی اس کا دل گھبرانے لگا۔

وجدان اندر صالحہ بیگم کو سلام کرنے گیا تو وہ کچھ سوچ کر انیکسی کی طرف بڑھ گئی۔

"ادینہ کی عیادت بھی کر ڈالوں۔"

دروازہ ذرینہ بیگم نے کھولا تھا۔

"السلام علیکم ——" صبا نے مدھم لہجے میں سلامتی بھیجی۔

ذرینہ بیگم جواب میں بے یقینی کی سی کیفیت میں تھیں۔

"ماما نے بتایا تھا کہ ادینہ کی طبیعت خراب ہے۔ میں ابھی آئی ہوں۔ سوچا پہلے اسے دیکھ لوں۔" وہ انہیں دروازے میں ایستادہ دیکھ کر قصداً مسکرا کر بولی تو وہ گم صم سی پیچھے ہٹ گئیں۔

صبا نے اندر قدم رکھا تو یوں لگا جیسے وہ اب کبھی یہاں سے نکل نہیں پائے گی۔

سامنے ہی اس کی طرف پشت کیے کھڑا نوفل دوائیوں کا شاپر چیک کر رہا تھا۔

شاید اس نے صبا کی آمد محسوس نہیں کی تھی یا جان بوجھ کر لاعلم بن رہا تھا۔

اس کا پورا وجود بھڑ بھڑ آگ میں جلنے لگا۔

وہ اپنے وجود کو گھسیٹتے ہوئے ادینہ کی جانب آئی۔

اسے دیکھتے ہی ادینہ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔

"کیسی طبیعت ہے ادینہ؟" صبا نے اپنی تمام تر ہمت جمع کرتے ہوئے پوچھا۔

وہ محسوس کر رہی تھی کہ ادینہ کے بیڈ کے دوسری طرف بالکل اس کے بالمقابل کھڑے نوفل کی نگاہ اسی پر جمی ہوئی ہے۔

شاید غصہ —— یا پھر حد درجہ بے یقینی۔

"ماما بتا رہی تھیں کہ تم ہسپتال ایڈمٹ تھیں۔ میں نے سوچا اندر جانے سے پہلے تمہیں دیکھ جاؤں۔ ٹھیک ہو نا تم؟"

مگر اس کی خاموشی صبا کو پریشان کرنے لگی۔

"ارے کیا ہوا ——" ادینہ نے با آواز بلند رونا شروع کر دیا۔

وہ گھبرا کر پھپھو کو دیکھنے لگی۔

ذرینہ بیگم کی آنکھیں بھی نم تھیں۔

"طبیعت ٹھیک نہیں ہے نا اس لیے۔ اور تم نے اچھا کیا آ گئیں۔ تمکین کی خبر لو۔ اس نے تو خود کو کمرے میں قید کر کے رکھا ہوا ہے۔" وہ بہت سے پردے ڈال کر بات بدل گئیں۔ صبا کی نگاہ ادینہ پہ تھی اور نوفل کی صبا پہ۔

"پریشان مت ہو ادینہ! جلدی ٹھیک ہو جاؤ گی نا۔ میں دعا کروں گی تمہارے لیے۔" صبا نے ہمدردی سے کہتے ہوئے اس کا رخسار تھپتھپایا تو اس نے صبا کا ہاتھ تھام لیا۔

"تم میرے لیے ضرور دعا کرنا۔ مجھے سکون نہیں ملتا۔ نیند نہیں آتی صبا! مجھے معاف کر دینا —— میں نے بہت غلط کیا ہے۔"

وہ روتے ہوئے بار بار کہے جا رہی تھی۔

صبا بے حد پریشان ہو گئی۔ بھلا ادینہ جیسی خود دار اور بے باک لڑکی کو کیا ٹینشن ہو سکتی تھی۔

اسے نہیں معلوم تھا کہ وہ اپنے ضمیر کی قیدی بن چکی تھی۔

اس کا سارا مان، غرور ختم ہو چکا تھا۔

زرینہ بیگم نے اسے اشارہ کیا تو وہ اوینہ کی گرفت سے اپنا ہاتھ چھڑاتی باہر نکلنے لگی۔

"نوفل! اسے کہو، یوں مت جائے۔ مجھے معاف کر دے۔ میں نے اس کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ زندگی برباد کر ڈالی اس کی۔ اسے کہو مجھے معاف کر دے۔"

اسے باہر آنے تک اوینہ کی آواز آتی رہی تھی۔

وہ بلک رہی تھی۔ چیخ رہی تھی۔

"اسے کیا ہو گیا ہے پھپھو؟" صبا کا دل خوف کا شکار ہونے لگا۔ جواب میں وہ رو دیں۔

"اسے اپنی اوقات پتہ چل گئی ہے۔ خدا کی ذات ایک حد تک رسی دراز رکھتی ہے۔ تم بھی اسے معاف کر دینا۔ شاید اسے سکون مل جائے۔"

وہ پتہ نہیں کیا کہہ رہی تھیں۔ صبا انہیں دیکھ کر رہ گئی۔

صالحہ بیگم اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ وہ ان کے آگے جھکی تو انہوں نے اس کی پیشانی چوم کر دعائیں دے ڈالیں۔

صبا کی پلکیں نم ہونے لگیں۔

"تمکین کی طبیعت کیسی ہے؟"

"تم ہی دیکھو اس کو۔ صرف ناشتے، کھانے پر ملاقات ہوتی ہے۔ ہر وقت اپنے کمرے میں پتہ نہیں کیا سوچتی رہتی ہے۔ شکل اتنی سی نکل آئی ہے۔" وہ پریشان تھیں۔

"میں دیکھتی ہوں اسے۔ اور یہ وجدان کہاں گیا؟"

"میں نے تو بہت روکا اسے۔ کہہ رہا تھا کسی دوست کو وقت دے رکھا ہے۔"

"جی ــــــ اسے ضروری کام سے جانا تھا۔" صبا نے جواب دیا۔

اسی وقت نوفل اندر آیا تو صبا کے اعصاب تن سے گئے۔

"کب سے کہہ رہی تھی، اس نالائق کو کہ صبا کو لے آؤ۔ مگر یہ کبھی کوئی بات بھی کرتا ہے۔" بیگم کہہ رہی تھیں۔

صبا نے تھوک نگل کر حلق تر کیا۔ جانے آگے کیا کہہ دے اور بنی بنائی ساری عزت۔

"میں ذرا تمکین سے مل لوں۔" وہ تیزی سے تمکین کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

اس کا دل بہت بے ترتیبی سے دھڑک رہا تھا۔

تمکین کو دیکھ کر وہ دھک سے رہ گئی۔ پیلی زرد رنگت اور آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے۔ وہ کمزور دکھائی دے رہی تھی۔

صبا کو دیکھتے ہی اٹھ کر اس سے لپٹی اور رونا شروع کر دیا۔

وہ خاموشی سے اس کی پشت سہلاتی رہی۔ خود اس کی یاد نے اس کی آنکھیں بھی بھگو دی تھیں۔

"یہ میں نے کیا کر دیا صبا! ــــــ کیا کر دیا میں نے؟" وہ تڑپ رہی تھی۔ مچل رہی تھی۔

اس کی حالت دیکھ کر صبا کو بھی رونا آ رہا تھا۔

"یہ مشیت ایزدی ہے۔ رب کا بنایا ہوا قانون ہے۔ تم نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے تمکی! سب خوش ہیں۔" اس کی آواز بھرا رہی تھی۔

تمکین اسے چھوڑ کے پیچھے ہٹ گئی۔

"نہیں ــــــ میں نے ٹھیک نہیں کیا۔ میں کبھی بھی اس کو نہیں بھول سکتی ــــــ کبھی بھی نہیں۔"

یہی بات پہ زور دے کر بار بار کہہ رہی تھی۔

"نہیں تو کوئی بھی نہیں بھول سکتا تمکی! مگر زندگی ایک جگہ جامد ہونے کا نام تو نہیں ہے نا۔ اسے تو رواں رہنا ہے۔ نئے رشتوں، نئے تقاضوں کے ساتھ۔" صبا نے اسے سمجھایا تو وہ ہتھیلیوں سے آنسو پونچھتی اپنے بستر پر ٹکتے ہوئے قدرے اطمینان سے بولی۔

"نہیں ــــــ اب سب ٹھیک ہو گیا ہے۔ میں نے محض تمہاری خاطر اس رشتے پر ہامی بھری ہے بھائی کے دل و دماغ میں سے وہ غلط فہمی نکالنے کی خاطر۔ اب تو تم آ گئی ہو۔ سب ٹھیک ہو گیا ہے۔" وہ کہہ رہی تھی۔

صبا کو لگا اس کا دماغ خراب ہو گیا ہو۔

"میں یہاں محض تمہارے لئے آئی ہوں تمکین! میں یہاں مستقل رہنے نہیں آئی۔" صبا نے بھاری دل کے ساتھ اسے حقیقت بتائی تو وہ حیرانی سے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"اب بھی؟"

"کیوں ــــــ اب کیا ہو گیا ہے؟" صبا نے تمکی سے پوچھا تو وہ الٹا سوال کرتے ہوئے بولی۔

"تمہیں کس نے واپس بلایا ہے؟"

"ماما نے۔ وہ تمہاری طرف سے بہت پریشان ہیں۔" صبا نے بتایا۔

"اور بھائی؟ ــــــ ان سے بات نہیں ہوئی تمہاری؟" تمکین نے چونک کر پوچھا۔

"میں کسی سے کوئی بات نہیں کرنے آئی۔ میرا اس گھر سے صرف تمہاری ذات تک تعلق ہے۔ اس کے بعد میں واپس چلی جاؤں گی۔" صبا نے تلخی سے کہا۔

"ان کی غلط فہمی دور ہو چکی ہے صبا! حالات ٹھیک ہو گئے ہیں......" تمکین نے کہنا چاہا مگر وہ اس کی بات کاٹ گئی۔

"اب کچھ نہیں ہو سکتا تمکین! جس شخص کی آنکھوں پر بدگمانیوں کے پردے پڑ چکے ہوں، وہ ایسے گھٹیا الزامات پر اتر آتا ہے۔ مجھے ان کی غلط فہمی کے دور ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" وہ تیز و ترش لہجے میں بولی تو تمکین نے تیزی سے کہا۔

"تو پھر میں بھی عماد سے شادی نہیں کر سکتی صبا!"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" صبا نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔ میں عماد سے شادی نہیں کروں گی۔"

"لیکن تم خود حامی بھر چکی ہوں اس پرپوزل کے لئے۔ اور اب تو نکاح کی تاریخ بھی......"

"وہ سب میرا مسئلہ نہیں ہے۔ میں نے صرف تمہارے اور بھائی کے مابین غلط فہمی دور کرنے کے لئے عماد سے شادی کی حامی بھری تھی۔" وہ بے حد سرد لہجے میں بولی تھی۔

"واہ ــــــ کیا انداز ہے غلط فہمیاں دور کرنے کا۔" صبا نے استہزائیہ انداز میں کہا۔

"اور دونوں گھروں کے مکینوں کے متعلق سوچا شاید تم بھول گئیں اپنے بھائی کی طرح۔"

نگین خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔

"تم بہت غلط کر رہی ہو۔" صبا نے اسے سمجھانا چاہا۔

"اور تم صحیح کر رہی ہو کیا؟" نگین نے الٹا اس سے پوچھا۔

وہ دکھ کے مارے اسے دیکھنے لگی۔ پھر معذرت خواہانہ انداز میں بولی۔

"ساری صورت حال تمہارے سامنے ہے نگین! مجھے اپنا گھر برباد کرنے کا شوق نہیں۔ تمہارے بھائی ہی کو مجھے بسانا نہیں آیا۔"

"یہ بات اپنی جگہ بالکل درست ہے۔ لیکن کیا تم دونوں نے خود سے منسلک لوگوں کا بھی کچھ سوچا ہے؟ جب تم بھائی سے الگ ہوگی تو کیا جواز پیش کرو گی سب کے سامنے؟ اور بالفرض تم عماد کا ساتھ لے بھی لیتی ہو تو عماد کا اور میرا تعلق کیا ہوگا؟" وہ جذباتی ہونے لگی۔

اور یہ سب تو خود صبا نے بھی بہت سوچا تھا۔ سوچ سوچ کے اس کا سر درد سے پھٹنے لگتا لیکن کوئی جائے فرار دکھائی نہ دیتی تھی۔

"یہ سب میرا مسئلہ ہے۔ تم اسے خود سے منسلک مت کرو۔" صبا نے نظریں چرائیں۔

"صبا پلیز! پریکٹیکل بن کے سوچنا۔ جذباتیت ہمیشہ راہ کھوٹا کرتی ہے۔" نگین نے کہا تو وہ ان سنی کرتی اس کے کمرے سے نکل آئی۔

وہ پریشان سی انگلی اور انگوٹھے سے پیشانی مسلتی اپنے دھیان میں تھی جب اچانک صالحہ بیگم کے کمرے سے نکلتے نوفل سے جا ٹکرائی۔

ناگواری و کراہیت کا طاقتور احساس اس کے روم روم میں دوڑ گیا۔ وہ اسے نظر انداز کرتی اندر داخل ہونے لگی تھی کہ نوفل نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے صبا!"

صبا کو شدید شاک لگا۔

●●●●●

وہ بہت اداس تھی۔

شموئیل آفس جانے کے لئے تیار ہوتا آئینے میں وقتاً فوقتاً اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"اب کیا پلاننگ کر رہی ہو؟" اسے دیکھ کر دل یونہی چھیڑنے پر آمادہ ہو جاتا تھا۔

ڈالے نے چونک کر اسے دیکھا، وہ مسکرا رہا تھا۔

"تمہیں کیا۔ تم خوش ہو اپنی دنیا بلکہ دنیاؤں میں۔" وہ جل کر بولی۔

شموئیل خان سے نفرت کے بہت سے مظاہرے کرنے کے باوجود وہ اس کی محبتوں کو نظر انداز نہیں کر پائی تھی۔

خود کو سنگ بناتے بناتے وہ اس کی باہوں کی حدت سے موم کی مانند پگھل گئی تھی۔

تو اب کس طرح اور کس بات کا نخرہ دکھاتی؟

اس کا مطلب پا کر شموئیل ہلکا سا قہقہہ لگا بیٹھا۔

"میرا مطلب تھا کہیں تم نیو یارک سے واپسی کا تو نہیں سوچ رہیں؟" وہ بھولپن سے پوچھتا اس کی رگ پکڑ چکا۔

ڈالے اسے گھورتی رہی، پھر تھک کر تکیے پر سر ڈال دیا۔

"میں بہت بے وقوف ہوں۔" وہ با آواز بلند اپنی خوبی بیان کر رہی تھی۔

شموئیل کو ہنسی آ گئی۔

"تم بہت پگلی ہو جان من!"

"پتہ نہیں کیوں میں تم سے لڑ نہیں پائی۔ حالانکہ مجھے اول روز ہی تمہیں چھوڑ کے چلے جانا چاہئے تھا۔ میں کوئی دیسی پاکستانی لڑکی تو نہیں تھی جسے لوگوں کی باتوں کا ڈر ستاتا۔ مگر پتہ نہیں کیوں۔" بہت ہی دھیمے میں باتیں کرتے کرتے وہ رفتہ رفتہ چونکی۔

وہ اس کے پاس دراز اس کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہا تھا۔

"کیوں شموئیل! میں کیوں نہیں چھوڑ پائی تمہیں؟" معصومیت سے پوچھا تو شرتی آنکھیں جل گئیں۔

"محبت کرتی ہو مجھ سے، اس لئے۔ کوئی عام لڑکی ہوتی تو اب تک چلی جاتی۔ مگر تم تو ڈالے وکیل خان ہو جس کا اس دل میں بہت خاص مقام، بہت خاص فیلنگز ہیں۔" وہ مدھم مگر پرشدت لہجے میں کہتا اسے رُلا گیا۔

"تو پھر کیوں شموئیل! ــــــ کیوں میرا پیار آزمایا تم نے؟"

"میری بے وقوف بیوی!" شموئیل نے ہنستے ہوئے اسے سمیٹ لیا۔ "آج کا دن نکال لو بس۔ کل وکیل تمام پیپرز بنا کے لا رہا ہے۔"

"کیسے پیپرز؟" وہ چونکی۔

"ڈائی ورس پیپرز۔" شموئیل پرسکون تھا۔

"فرقان لالہ کو میں نے اسی لئے بلایا تھا۔ وہ بچے کو اپنانے کے لئے تیار ہیں۔" اس نے انکشاف کیا۔ ڈالے تحیر سی سر اٹھائے اسے دیکھے گئی۔

حیرت سے کھلی آنکھیں اور نیم وا لب۔ شموئیل کو اس پر بے ساختہ پیار آیا تھا۔

"بچے بمشکل ہی سہی مگر مان گئی ہے۔"

"اور بابا جان؟"

"ان سے بھی ہم نپٹ لیں گے۔ زندگی گزارنا اتنا آسان تھوڑی ہے۔ جو ان مشکلات سے گھبرا جائے تو مر ہی گیا۔" وہ تفاخر سے کہتا ڈالے کو بہت اچھا لگا۔

"اور بلو شے ——— یعنی اس سے تمہارا کوئی رشتہ نہیں؟" خوشی کے مارے وہ ہکلائی۔

"ہیپر میرج سمجھتی ہو نا! کاغذی شادی۔" اس کی سنہری آنکھوں میں سکون ہلکورے لے رہا تھا۔

"اوہ گاڈ ——— کتنے بڑے پلان میکر ہو تم۔" ڈالے چلائی، پھر اس کے سینے پہ ہاتھ مار کر

"اور اتنے دنوں میری جان عذاب میں ڈالے رکھی تم نے۔"

"وہ سب تمہاری بدگمانی کی سزا تھی۔ محبت کرنے والے ہر حال میں اعتبار کرتے ہیں۔"

"عورتیں محبت میں "تھڑدلی" (تھوڑے دل والی) ہو جاتی ہیں شہزگل خان! شراکت برداشت کرنا بہت حوصلے والیوں کا کام ہوتا ہے۔ چند دن اور تمہاری پیپر میرج چلتی تو شاید میں مر ہی جاتی۔" وہ بے ساختہ جذباتی ہونے لگی۔

"میں ڈپلی جان کے حوصلے سے واقف ہوں۔ دیکھا نہیں، کتنے وقت پر حقیقت بتائی ہے مجھے تو انعام ملنا چاہیے۔" وہ مسکرایا۔

"ہاں ——— جو تم کہو۔" وہ اس کے قریب ہوئی۔

"دوسری شادی کی اجازت......"

وہ بے حد شرارت سے کہنے لگا تھا کہ ڈالے چلا اٹھی۔ شہزگل خان نے ہنستے ہوئے اسے خود سے قریب کر لیا کہ جہاں محبت ہوتی ہے وہاں بدگمانیوں کو یونہی ہنس بول کے ختم کیا جاتا ہے۔ ورنہ محبت کا وجود فنا ہو جاتا ہے۔

●●●●●

صبا نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور درشتی سے بولی۔

"مگر مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔"

وہ یونہی اس کی راہ میں ایستادہ تھا۔

"پیچھے ہٹئے۔" ناگواری سے اُسے کہنا پڑا۔

"تم چاہے مثبت فیصلہ کرو نہ چاہے منفی۔ اس کے لئے کم از کم ایک بار ہمیں بات تو لازمی کرنا پڑے گی۔" وہ ہارے ہوئے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

مگر صبا کے پاس اس کے لب و لہجے اور انداز پر غور کرنے کا وقت نہیں تھا۔

وہ نوفل احمد کا کبھی بھی سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"میں نے کہا نا، آپ جو چاہے فیصلہ کریں۔ میں یہاں چند دنوں کے لئے آئی ہوں، چلی جاؤں گی۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ بس ان تھوڑے دنوں کو کسی کے لئے پریشانی کا باعث نہ بنائیں۔"

اس کا لہجہ کانپنے لگا تھا۔ اتنی بہادر تو وہ کبھی بھی نہیں رہی تھی کہ نوفل کے سامنے کھڑی ہو کر

طرح کی گفتگو کرتی۔

وہ اس کی سائیڈ سے ہو کر اندر داخل ہو گئی۔ مگر اس کی ٹانگوں کے ساتھ ساتھ دل بھی لرز رہا تھا۔

"یا خدا! یہ سنگدل شخص اس موقع پر کوئی بدترین ایشو نہ بنا دے۔"

اس کا دل گھبرانے لگا۔ مگر وہ خود کو سنبھالتی صالحہ بیگم کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"مل آئیں تمکین سے؟"

"جی۔" وہ گہری سانس بھرتی ان کے پاس بیٹھ گئی۔

"دیکھا تم نے، کیسی اُجاڑ حالت بنا رکھی ہے اس نے اپنی؟ اب جب فیصلہ کر ہی لیا ہے تو سب خدا پہ چھوڑ دو۔ یوں پریشان ہونے سے بھلا کبھی دل کو سکون ملا ہے۔"

وہ واقعی تمکین کی طرف سے بہت متفکر تھیں۔

صبا جو سب کچھ انہیں بتانے کا سوچ کر آئی تھی، چپ رہ گئی۔

●●●●●

"تم کتنی کھڑوس ہو منگنی کروا کے۔" منحیٰ نے لائبہ کے پہلو میں چٹکی بھری تو وہ آداب بجا لائی۔

"منگنی کروا کے نہیں، کہو چاند چڑھا کے۔" اسماء بھابی نے اسے چاند کے توسط سے چھیڑا تو سب نے قہقہہ لگایا۔

"مجھے کس نے یاد کیا ہے؟"

چاند تو پورا جوکر تھا، جن کی طرح حاضر ہوا۔

اسماء بھابی اس کی راہ میں آ گئیں۔

"پتہ نہیں تمہیں، لڑکے والوں کا ادھر آنا منع ہے، بلکہ معیوب ہے۔" وہ ڈپٹ کر بولیں۔

"مگر میرا تو کوئی لڑکا نہیں ہے۔ میں تو خود ابھی لڑکا ہوں۔" چاند نے پھلجھڑی چھوڑ دی تھی۔

"اور چھیڑیں اسے۔" لائبہ سرخ پڑ گئی تھی۔ کچھ چاند کی نگاہوں کا اعجاز تھا۔

"میں شادی شدہ خواتین سے جھگڑا جانا پسند نہیں کرتا۔ ہاں، تمہیں اجازت ہے۔" چاند نے منحیٰ سے کہا تو سب کی ہنسی پہ لائبہ جھینپ کر اسے گھورنے لگی۔

"انہیں باہر نکالیں ——— یہ یہاں رہے تو منتابیس کی طرح باقی بھی باری باری کھنچے چلے آئیں گے۔" منحیٰ نے کہا تو اسماء بھابی نے چاند کو تیسے تیسے کر کے وہاں سے رخصت کر ہی دیا۔

"اب بتاؤ منحیٰ، دل کا موسم کیسا ہے؟" لائبہ نے اسے چھیڑا تھا۔

"بس، گزارا ہے۔" منحیٰ بن کر بولی تو اسماء بھابی نے ہنستے ہوئے جملہ کسا۔

"شہر کا بہترین وکیل ہمارا ہے۔"

"ہاں ——— اب کیا ہو سکتا ہے بھلا۔" منحیٰ نے گہری سانس بھری تو اس کے شانے پہ دھپ لگائی۔

"ناشکری۔"

"پورے سو نفل پڑھوں گی آپ کے دیور کے ساتھ دل کے۔" وہ مسکرائی تھی۔

"کچھ بھی ہمیشہ تو نہیں ہے۔ خواہ مخواہ معید کو بدنام کرتی رہی۔" اسماء بھابی نے اپنے نومولود کو گود میں کھسکاتے ہوئے کہا تو نخی نے بے نیازی سے شانے اچکا دیئے۔ پھر ایک دم ہنس دی۔

مگر اسی شام جب وہ کچن میں سب کے لئے چائے بنا رہی تھی، معید حسن نے اسے جا لیا۔ پیلے رنگ کے سوٹ میں ملبوس، سر پر دوپٹہ اوڑھے وہ مگن سی چائے کے بیلن کی طرف متوجہ تھی۔

"زندگی تمہارے لئے مذاق ہوگی مگر میرا بھرے لئے نہیں۔ مجھے ابھی اور اسی وقت تمہارا فیصلہ چاہئے۔"

اس کے بازو میں انگلیاں گاڑتے ہوئے وہ غرایا تو نخی کو اپنی سانس رکتی محسوس ہونے لگی۔

وہ صرف شپٹائی ہی نہیں، معید کا غصہ دیکھ کر ڈر بھی گئی۔

"بتاؤ مجھے کھیل، تماشا سمجھ رکھا ہے تم نے زندگی کو؟"

اس کی انگلیاں نخی کو اپنے بازوؤں میں پیوست ہوتی محسوس ہو رہی تھیں۔ قریب تھا کہ وہ چیخ اٹھتی، نعمان آوازیں دیتا چلا آیا۔

معید پھرتی سے فریج کی طرف پلٹ گیا اور نخی خود کو سنبھالتی چولہے پر کھولتی چائے کی طرف۔

"واہ ___ آج مزہ آئے گا چائے پینے کا۔ ادرک والی کے ساتھ جو بن رہی ہے۔" اس نے معید کو کچن میں پا کر فقرہ کسا۔

اب یہاں کون سی رومینٹک صورت حال چل رہی تھی کہ دونوں فریق انجوائے کرتے۔

معید فریج سے پانی کی بوتل نکال کر نعمان کو ملامتی نظروں سے دیکھتا کچن سے نکل گیا۔

نعمان اس کے پیچھے لپکا تھا۔

نخی نے کب سے رکی سانس بہت اطمینان کے ساتھ خارج کی اور گنگناتے ہوئے پیالیوں میں چائے ڈالنے لگی۔

●●●●●

"سنو ___!"

نوفل کو اندر آتا دیکھ کر وہ فوراً باہر نکلنے لگی تھی جب اس نے پکار لیا۔

اس کی "سنئے" کی بجائے "سنو" بہت معنی خیز تھی۔

"نگین کو ساتھ لے کے تھوڑی بہت شاپنگ کر لو۔ جو بہت ضروری اشیاء ہیں وہ تو کم از کم....."

اسے دروازے کے پاس ہی دہلیز پر ٹھہرتے دیکھ کر بولا تو صبا نے تلخی سے کہتے ہوئے اس کی بات کاٹی۔

"اسے شاپنگ کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ یہ شادی کرنا ہی نہیں چاہتی۔"

نوفل کے سر پر دھماکہ ہوا۔ اس نے بے یقینی سے صبا کو دیکھا۔

"نگین نے خود اس رشتے کے لئے ہامی بھری تھی۔"

"محض آپ کی آنکھوں پہ بندھی بدگمانی کی پٹی ہٹانے کے لئے۔" اس کا لہجہ اب بھی تلخ و ترش تھا۔ وہ ندامت سے چور ہونے لگا۔

"رشتے ناتے کھیل نہیں ہوتے۔ اسے سمجھاؤ۔"

"ہاں۔۔۔" صبا کی آنکھوں میں نمی سی اترنے لگی اور اس کے الفاظ پہ ہنسی بھی آئی۔

"یہ آپ کہہ رہے ہیں؟۔۔۔ آپ؟" وہ بے حد طنز سے بولی۔ "رشتے ناتوں کو یوں ٹھکرانا تو شاید آپ کے گھرانے کی ریت ہے یا پھر نئی نسل سے یہ رواج چل نکلا ہے؟"

"تم حد سے تجاوز کر رہی ہو۔ کچھ بھی کہہ سکتی ہو۔" وہ بہت ضبط سے بولا تھا۔

"مگر میں آپ سے کچھ بھی نہیں کہنا چاہتی۔" وہ حقارت سے کہتی باہر نکل گئی۔

نوفل وہیں کمرے کا کمرا تھا۔۔۔ بالکل تنہا، اکیلا۔

●●●●●

"آخر اس لڑکی کے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟ کیوں نہیں نکلتی اپنے کمرے سے؟۔۔۔ پیچھے دن ہی کتنے رہ گئے ہیں؟ تمہاری اپنی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔ کیا کیا دیکھو گی تم؟"

نگین کی روش نے صالحہ بیگم کو پریشان کر رکھا تھا۔ ابھی بھی وہ صبا سے کہہ رہی تھیں اور وہ چاہ کے بھی اصل بات بتا نہ پائی۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔ لڑ لینے دیں اسے خود سے۔ پھر اسے سکون مل جائے گا۔"

"یوں اکیلی تو وہ ختم ہو جائے گی۔ جب فیصلہ کر ہی لیا ہے تو ذہن کو بدلے۔"

"یہ اتنا آسان تو نہیں ماما جب یادیں زور مارتی ہیں تو انسان کا بس نہیں چلتا۔ سوچ کو روکنا اختیار سے باہر ہو جاتا ہے۔ وہ بھی سنبھلنے کی کوشش کر رہی ہے۔ فیصلہ تو کر ہی چکی ہے۔ آگے بھی اللہ بہتر ہی کرے گا۔" صبا نے انہیں بہلانے کی کوشش کی۔

"تم اسے بلاؤ تو۔ آج میں اس سے خود بات کرتی ہوں۔ یوں ستائے گی اب ماں کو؟" وہ واقعی پریشان تھیں۔

صبا گہری سانس بھرتی نگین کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

وہ منہ سر لپیٹے پڑی تھی۔ صبا نے اُسے زبردستی اٹھایا۔

لال بوٹی جیسی آنکھیں لئے وہ غم سے بے حال اور درد سے چور دکھائی دے رہی تھی۔ اس کی بکھری حالت دیکھ کر خود صبا کا دل مٹھی میں آ گیا۔

گزشتہ دنوں میں وہ اچھی طرح جان گئی تھی کہ دل پہ پاؤں رکھ کے کوئی بھی فیصلہ کرنا آگ کا دریا پار کرنے کے مترادف ہوتا ہے۔ وہ نوفل جیسے بدگمان شخص کو چھوڑنے کا فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی تو انس جیسے دلربا شخص کے بدلے کسی اور کا ہونا نگین کیسے برداشت کر سکتی۔

"کیوں خود کو یوں تکلیف پہنچا رہی ہو؟ بلکہ مرنے والے کو بھی؟" صبا نے سخت لہجے میں بات کا آغاز کیا تو اس کی بات سنتے ہی نگین کی آنکھیں برسنے لگیں۔

"میں یہ شادی نہیں کروں گی صبا!"

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے اور کچھ نہیں۔ اٹھو ذرا باہر چل کے تازہ ہوا کھاؤ۔ سب ٹھیک ہو جائے

جائے گا۔" اس نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا تو نگین کو یوں لگا جیسے وہ اس کی بات کو کوئی اہمیت ہی نہ دے رہی ہو۔

"میں انس کو نہیں چھوڑ سکتی۔" وہ چیخ کر بولی۔

"کس حیثیت سے؟" صبا نے یکلخت سرد لہجے میں پوچھا تو وہ اسی انداز میں بولی۔

"وہ میرے شوہر ہیں۔"

"شوہر ہیں نہیں، تھے۔" صبا نے بڑی بے دردی سے تصحیح کی تھی۔ کم از کم نگین کو تو یہی لگا۔

"وہ اب بھی میرے شوہر ہیں۔ پاس نہیں تو کیا ہوا۔" وہ تیز لہجے میں بولی تھی۔

"بے وقوفوں جیسی باتیں مت کرو نگین! بیوی مر جائے تو بھی مرد کے لئے بیوی ہی رہتی ہے۔ وہ اس کے ہوتے ہوئے بھی دوسری، تیسری، چوتھی شادی کر سکتا ہے۔ وہ چاہے تو مرنے کے بعد بیوی کو چھو سکتا ہے، غسل دے سکتا ہے۔ مگر شوہر مرتے ہی بیوی کے لئے نامحرم ہو جاتا ہے۔ یہ رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔ بیوی کا اسے چھونا جائز نہیں ہوتا۔ چہ جائیکہ تمام عمر اس کی یادوں میں بسر کرنا۔"

صبا نے بڑے تحمل سے اسے سمجھایا۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں میں بے یقینی بھرے اسے دیکھ رہی تھی۔

"عورت کو ایک شوہر کے ہوتے دوسری شادی کی اجازت نہیں۔ اسی لئے شوہر کی وفات کے فوراً بعد وہ اس کے لئے نامحرم ہو جاتا ہے۔ اس لحاظ سے تم خود سوچ لو کہ تم کیا کرنے جا رہی ہو۔" صبا نے ٹھہر کے کہا تو وہ چیخی۔

"وہ میرے بچے کا باپ تھا۔۔۔"

"وہ بچہ جو پیدا ہونے سے پہلے ہی خدا کے پاس چلا گیا۔ اگر وہ زندہ ہوتا تو تم بے شک اس کے سہارے بیٹھ کر انس بھائی کو یاد کرتی رہتیں۔ مگر اب نہیں۔"

صبا نے کہتے ہوئے جیسے اس کی جان ہی نکال لی ہو۔

"تم چاہو تو کسی عالم سے یہ مسئلہ پوچھ سکتی ہو۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔" نگین کے آنسوؤں میں روانی آ گئی۔

صبا تھک ہار کر اس کے پاس بیٹھ گئی۔

"اچھے شخص کو اچھے معنوں، اچھی یادوں میں یاد تو رکھنا چاہئے نگی! مگر یوں کسی کے لئے پوری زندگی تباہ کرنا بھی بے وقوفی ہے۔" اس کا ہاتھ تھام کر کہا تو وہ نرمی سے بولی۔

"یہ تو سوچ لو، جس کے متعلق تم بات کر رہی ہو وہ تمہارا بھائی ہے۔"

"مجھے اس حقیقت سے انکار نہیں۔ مگر یہ بھی سچ ہے کہ میں تمہیں ہنستا بستا دیکھنا چاہتی ہوں۔ اور بھائی بھی ایک بہترین انسان ہیں۔ بالکل بھائی جان جیسے۔" صبا نے دل سے انس جیسا کہا تو وہ تڑپ اٹھی۔

"انس سے مت ملاؤ کسی کو۔ کوئی بھی ان جیسا نہیں ہو سکتا۔"

"ہر کسی کی اپنی شخصیت، اپنا مقام ہوتا ہے تگین! تم غیر جانبداری سے سوچو گی تو بہتر فیصلہ کر پاؤ گی۔ زندگی میں اب وہ مقام آگیا ہے جب خود کو اس کے دھارے پر چھوڑ دینے میں ہی عقل مندی ہے۔ یہ دھارا جہاں تمہیں لے جائے، وہ تمہاری قسمت۔ خود سے منسلک لوگوں کے متعلق سوچو۔ مجھے دیکھو۔ صرف خود اپنے لئے سوچتی تو اب تک کوئی انتہائی فیصلہ کر لیتی۔ مگر میں نے ہر بار خود سے پہلے خود سے منسلک رشتوں کے متعلق سوچا۔ تبھی اتنی قیامت سہہ جانے کے بعد بھی تم مجھے دوبارہ اس گھر میں دیکھ رہی ہو۔"

وہ بے حد یاسیت سے بولی تو تگین اس کے شانے سے پیشانی ٹیک کر سسک اٹھی۔

"میں مر جاؤں گی صبا! ——— میں خود کو کسی اور کے حوالے نہیں کر سکتی۔ یہ کیسی بے وقوفی، جلد بازی کی میں نے۔"

"بے وقوفی میں بھی بہت اچھا فیصلہ کیا ہے تم نے تگین! سب بہت خوش، بہت مطمئن ہیں۔" صبا نے اپنے آنسو پیتے ہوئے اسے تھپکا۔

"میں نے بھی تو فیصلہ کرتے وقت صرف تمہارے اور بھائی جان کے متعلق ہی سوچا تھا۔ خود کا تو اس وقت خیال بھی نہیں آیا تھا۔ اور تم لوگ ابھی بھی اس سیڑھی پر ہو۔ پھر میں یہ قربانی کیوں دوں؟"

وہ پھر سے جذباتی ہونے لگی۔

اسی وقت نوفل اندر داخل ہوا۔

"بہت ہو گئی بے وقوفی گی! ——— اگر تمہیں زندگی گزارنے کا ڈھنگ نہیں آیا تو کم از کم تم عقل مندی کا ثبوت دو۔"

اس کے انداز سے لگ رہا تھا کہ وہ ان کی گفتگو کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور سن چکا ہے۔ برہمی اس کے لب و لہجے سے ٹپک رہی تھی۔

صبا نے لب بھینچے۔ وہ اس شخص کے سامنے سے بھی بچنا چاہ رہی تھی۔

اس کی بات سن کر تگین رونے لگی۔ نوفل موم ہو گیا۔

"اگر تم نے یہ فیصلہ کر ہی لیا ہے تو اسے خدا کی طرف سے بہتری سمجھو گی۔ عمار بہت اچھا انسان ہے۔" اس نے کہا تو صبا کی اس کی جانب اٹھتی نگاہ بے حد سلگتی ہوئی تھی۔

وہ بے اختیار صبا سے نگاہ چرا گیا۔

"یہ سب آپ کا قصور ہے۔ اتنی زندگیوں کو لپیٹ کر کے رکھ دیا آپ کی بے حد جذباتیت نے۔" تگین نے اسے مورد الزام ٹھہرایا تو نوفل کے چہرے سے یاسیت جھلکنے لگی۔

"یہ اپنے فیصلے میں آزاد ہے تگی! میں اس پر اب اور جبر نہیں کرنا چاہتا۔ میں نے جو کیا وہ میری نادانی تھی...." وہ یکلخت چپ ہو گیا۔

اس کی رنگت شدت جذبات سے سرخ پڑ رہی تھی۔ شاید اسے احساس ہوا کہ اپنی غلطی کا اعتراف کرنے کی یہ صحیح جگہ نہیں ہے۔ تبھی وہ بہت سنجیدگی سے بولا۔

"اب اگر تم اپنے فیصلے پر قائم رہو گی تو شاید میں بھی عمر ہاؤس والوں کے سامنے سرخرو ہو سکوں اور عمار کے سامنے بھی۔"

قدرے توقف کے بعد اس نے مدھم لہجے میں کہا تو تگین کے آنسو تھمنے لگے۔

نوفل چلا گیا تھا۔ سوچوں کے تانوں بانوں سے الجھتی وہ دونوں وہیں رہ گئیں۔

●●●●●

نوفل نے ثوالے کی کھلکھلاہٹ اور چہچہاہٹ کو بے حد حیرت سے دیکھا۔

بہت عرصے کے بعد وہ پرانی والی، بے حد فریش اور حسین تر ثوالے لگی تھی۔

"پارس پتھر ہاتھ لگ گیا ہے کیا؟"

نوفل نے اسے اپنے آفس میں پا کر کرسی آفر کرتے ہوئے پوچھا تو اس نے قہقہہ لگایا، پھر مزے سے بولی۔ "پارس پتھر تو جانے کب سے میرے پاس پڑا تھا۔ میں ہی اسے نادانی میں ٹھوکروں پہ رکھے ہوئے تھی۔"

"لگتا ہے، فان نے پھر سے پٹا لیا ہے تمہیں۔" نوفل مسکرایا۔

جواب میں ثوالے نے اسے ساری تفصیل کہہ سنائی۔

"اوہ گاڈ! ——— اس قدر فلمی اسٹوری؟ ناقابل یقین۔" وہ متحیر تھا۔

"اب صورت حال یہ ہے کہ نہ صرف شوکل بلے کو طلاق دے چکا ہے بلکہ فرقان لالہ بھی عدت پوری ہونے کے بعد اس سے نکاح کرنے کے لئے تیار ہیں۔ بس پھر بلے کے پیپرز تیار ہو گئے تو وہ فرقان لالہ کے ساتھ پھر سے کینیڈا۔" وہ ہنسی تھی۔

"اور حویلی والے؟"

"ان کو جب پتہ چلے گا، تب دیکھی جائے گی۔ ابھی تو فی الحال ان سب سے فرقان لالہ کی آمد چھپائی گئی ہے۔ ہو سکتا ہے میں اور شوکل بھی نیویارک شفٹ ہو جائیں۔ یا پھر بابا جان کو اعتماد میں لے کر صورت حال سے آگاہ کر دیں۔ واٹ ایور۔" ثوالے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

نوفل نے گہرا سانس بھرتے ہوئے پشت کرسی سے ٹکائی۔

"اور جو میرا اور شوکل کا تعلق خراب ہوا ہے اس کا کیا؟"

"وہ تم جانو اور تمہارا دوست۔" وہ مزے سے ہنسی۔

"بدوکی! یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا تھا۔" نوفل نے تاسف سے کہتے ہوئے اسے آنکھیں دکھائیں۔

"وہ بہت سویٹ نیچر بندہ ہے نوفل!" وہ دفعتاً سنجیدہ ہو گئی۔

"میری بد اعتمادی کی اتنی بھی سزا نہیں دی اس نے کہ ایک سخت نگاہ ہی مجھ پر ڈال دیتا۔ تمہارا تو بہت اچھا دوست ہے۔" اس بات نے نوفل کو جانے کیا کچھ یاد کرا دیا۔

"سب میرا ہی قصور ہے ثوالے! مجھے ہی رشتوں کو نبھانے کا ہنر نہیں آتا۔ بہت زیادہ شدت

پسندی نے مجھے کبھی "ہوش مندی" کا سبق سیکھنے ہی نہیں دیا۔ یا شاید مجھے انتظار کرنے کا سلیقہ نہیں آتا۔ جنہیں چاہا جائے انہیں قدم قدم پر امتحان میں تو نہیں ڈالا جاتا نا۔ مگر میں نے ایسا کیا۔ شاید مجھے چہرے پڑھنے کا ہنر بھی نہیں آتا۔ ورنہ میں اس کی معصومیت، اس کی پاکیزگی کے آگے اپنا شک ہار جاتا۔ میں آنکھوں کی زبان سے بھی نابلد ہوں ڈالے! ورنہ ان آنکھوں سے جھلکتا اپنا عکس پا کر اپنی زبان سے ان تیروں کو نہ نکلنے دیتا جو اس کا جگر چھلنی کر گئے۔ اس کے اعتبار، اس کے مان، اس کی محبت کو لہولہو کر گئے۔ وہ محبت جو اس نے اوّل روز سے مجھ سے کی۔ اور میں ——— میں نے اسے التفات کی ایک نگاہ بھی نہیں بخشی۔"

وہ سسکتے سسکتے ہانپنے لگا تھا۔ اسے ایک پل کو بھی احساس نہیں ہوا کہ بات کہاں سے کہاں آ گئی تھی۔ ڈالے گنگ سی اسے دیکھ رہی تھی۔

"کون ———؟" اس نے سرگوشی میں پوچھا۔

"صبا ———" نوفل نے تھک کر آنکھیں موند لیں۔

ڈالے کو شدید جھٹکا لگا۔ اس کی آنکھوں میں بے یقینی اتر آئی۔ دل بے حد پریشان ہو اٹھا۔

"کیا ہے تمہارے اور اس کے بیچ؟"

"بہت کچھ ——— یا شاید کچھ بھی نہیں۔" وہ یونہی آنکھیں موندے موندے بڑبڑایا۔

ڈالے نے تعجب سے اُسے دیکھا۔

قدرے بڑھی ہوئی شیو اور آنکھوں کے گرد پڑے حلقے ——— وہ کافی کمزور لگ رہا تھا۔

"کیا بے وقوفی کر رہے ہو نوفل؟ ——— صبا جیسی دل میں چھپا کے رکھنے والی لڑکیوں کو یوں رولتے رہے ہو؟" اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

نوفل نے سرخ ہوتی آنکھیں کھول کر اسے دیکھا اور آزردگی سے مسکرا دیا۔

"دیکھا نا ——— بہت زیادہ شدت پسندی واقعی اچھی نہیں ہوتی۔ تم صحیح کہتی تھیں ڈالے! مجھے محبت کرنے کا سلیقہ نہیں آتا۔ فوری فیصلہ اور فوری عمل ——— اسی قول نے ڈبویا ہے مجھے۔"

"صبا ——— صبا کہاں ہے؟" ڈالے بے چین ہو اٹھی۔

"نہیں ہے ——— یا شاید کہیں بھی نہیں۔" وہ معاندانہ انداز میں بولا۔

"اوہ گاڈ!" ڈالے پریشان ہونے لگی۔

گزشتہ تمام عرصہ میں جب وہ شوٹنگ سے برگشتہ ہو رہی تھی تب وہ اسے کیسے دل جلے مشورے دیا کرتا تھا۔ جیسے محبت سے اس کا ایمان اٹھ گیا ہو۔

"تم اس قدر انتہا پر کیوں اتر آئے ہو نوفل؟ کیوں محبت کو پا کر بھی نامرادی اپنا نصیب بنا لی؟" ڈالے نے دکھ سے کہا تو اس کے ہونٹوں پہ پھیکی سی مسکراہٹ بکھر گئی۔

"ہم جیسے بے حد شدت پسند لوگوں کا یہی مسئلہ ہوتا ہے ڈالے! ہم ہر چیز، ہر رشتہ پرفیکٹ چاہتے ہیں۔ ان کی کوئی کمی، کوئی سقم برداشت نہیں ہو پاتا ہم سے۔ اور یہ تو صرف ایک "ذریعہ" کی

نت تو میرے اندر کی خامیاں کھل کے سامنے آ گئیں۔ میں خود کو ہر لحاظ سے "مکمل" کہتا تھا۔ کس بھول رہا ہوں اس خالق حقیقی کے سامنے جس کی ذات کامل ہے۔ جس کی کاملیت پر کسی کو شبہ۔ خود کو "بہترین" سمجھنے کا غرور ہی آج مجھے خاک پہ لے آیا ہے۔ محبت کو پا کر بھی اسے محسوس نہ کر پایا میں۔ دل اور آنکھوں پہ یوں مہر لگی کہ حقیقت سامنے رہی اور مجھے دکھائی نہ دی۔ حیف ہے۔" اس کی آواز بوجھل ہو کے گھری سی ہونے لگی۔

"تم سے بہت محبت کرتی تھی نوفل! کبھی مجھ سے اپنا آپ شیئر کرتے تو میں تمہیں بتاتی۔ اوّل روز مجھ سے کتنا جیلس ہوتی تھی یہ سمجھ کر کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔ وہ خوب صورت چہرے اور صورت دل والی لڑکی جس نے شاید کبھی کسی سے نفرت نہ کی ہو گی، تمہاری خاطر مجھ سے جلنے لگی اور پھر جب اسے پتہ چلا کہ میں شوٹنگ کو چاہتی ہوں تب اس کی آنکھوں کی چمک میں بھی ملا سکتی۔ وہ تمہاری بے اعتنائی کے باوجود تم سے محبت کرتی تھی۔"

ڈالے کو تاسف سے کہتے ہوئے اس پہ غصہ آنے لگا۔

"بے وقوف لگتے ہیں مجھے وہ لوگ جو محبت کو یوں گنوا دیتے ہیں جیسے مٹھی سے ریت۔"

"تم مجھے بھی کہہ لو حق بجانب ہو۔"

ل کے ہونٹوں پر زخمی مسکراہٹ دیکھ کر ڈالے ٹھنڈی پڑ گئی۔

"تم بہت غلط کر چکے ہو نوفل! اب اس کا کفارہ کیسے ادا کرو گے؟"

"وہ جو کہے گی۔ اب جیسے وہ چاہے گی۔" نوفل کا لہجہ مضبوط تھا۔

"اور اگر ——— وہ اس نے جدائی چاہی تو؟"

"ایک بار تو مر چکا ہوں۔ اب یہ موت بھی مجھے قبول ہو گی۔"

اس کی جانب دیکھتے ہوئے عجیب سے لہجے میں بولا تو ڈالے سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

●●●●●

وہ اُن کی گود میں سر رکھے رو دی۔

"یہ فیصلہ جتنا مشکل تھا، اس پہ عمل کرنا اس سے زیادہ مشکل ہے ماما!"

ہ بیگم کی آنکھیں بھی بھر آئیں۔ انہوں نے جھک کر اس کی پیشانی چوم لی۔

"میری بہادر بیٹی! تقدیر کے ہر وار کا حوصلے سے سامنا کرنے والے ہی خدا کے ہاں سرخرو ہیں۔ خود کو سمجھاؤ، اپنی سوچ کو مثبت راہ پہ لاؤ۔ پھر دیکھو سب کچھ کتنا آسان ہوتا چلا جائے نا کی مسکراہٹ بھی نم تھی۔

صبا کا دل بھی بہت بوجھل ہو رہا تھا۔ ایک تو یوں بھی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی تھی، اوپر سے ندگی، مستقبل کے خدشات۔

ہ بیگم کے سمجھانے پہ تسکین کا دل کچھ شانت ہوا تھا۔

پھر جا کے صبا کے ساتھ کچھ کپڑے وغیرہ لے آؤ۔" انہوں نے اسے پچکارا تو اس کی آنکھوں

میں پھر سے آنسو چمکنے لگے۔

"آپ صبا سے کہیں۔ یہ جو بھی لے آئے ٹھیک ہے۔" خود کو سنبھال کر اس نے کہا تو اس کی ذہنی کیفیت سمجھتے ہوئے صالحہ بیگم جلدی سے بولیں۔

"یہ ٹھیک ہے۔ صبا کی پسند بھی بہت اچھی ہے۔"

پھر وہ صبا کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"تم یوں کرو صبا! کہ آج شام میں نوفل کے ساتھ بازار کا پروگرام رکھ لو۔ پیچھے دن ہی کتنے رہ گئے ہیں۔"

تحسین آہستگی سے اٹھ کر وہاں سے لان میں نکل آئی۔

"پیچھے دن ہی کتنے رہ گئے ہیں؟"

اس نے سرگوشی میں خود سے سوال کیا اور انگلیوں پہ گننے کی کوشش کی۔

"ڈیڑھ ہفتہ ——— فقط ڈیڑھ ہفتہ۔"

اس کے دل کو کچھ ہوا۔

"تو اس گھر سے جانے میں صرف ڈیڑھ ہفتہ باقی رہ گیا ہے۔"

اس نے ایک بار پھر سے انگلیوں پر دن شمار کرنے کی کوشش کی مگر چند پوروں سے آگے نہ بڑھ سکی۔ اس کی آنکھیں بہنے لگیں۔

اسے محسوس ہوا کہ یہ اس گھر کو چھوڑ کے جانے کا نہیں، یہاں اس کی یادوں کو چھوڑ کے جانے کا دکھ تھا۔

اور اس دکھ کو آج آنسوؤں کے سنگ بہا دینے میں ہی بہتری تھی۔ یا پھر زندہ رہنے کے لیے اٹھایا گیا ایک قدم۔

آج وہ اس دلربا شخص کے لیے جی بھر کے رونا چاہتی تھی۔ شاید آخری بار۔

●●●●●

"کتنے عظیم ہوتے ہیں وہ لوگ جو دوسروں کا بوجھ بخوشی اٹھا لیتے ہیں۔" وجدان نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اظہار خیال کیا تو سب سے پہلے تحسین نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"اور وہ بھی جو دوسروں کی تکلیفیں اپنے سر لے لیتے ہیں۔" وہ مزید بولا۔

"ہاں بالکل۔ اور ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں دنیا میں۔" تحسین نے پھر سے کہا۔

آج کل وہ مدبرانہ انداز اپنانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"پھر تو سعید بھائی کو ایک سیلوٹ کرنا چاہیے۔"

وہ اسی روانی سے بولا تو تحسین جو پھر سے اس کی ہاں میں ہاں ملانے لگی تھی، چونک کے اسے دیکھنے لگی۔ سب لڑکیوں کی دبی دبی ہنسی اور وجدان کی آنکھوں سے چھلکتی شرارت۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" گھور کے پوچھا تو وہ معصومیت سے بولا۔

"آپی آ ——— تم سے شادی کر کے بھی تو وہ ثواب ہی کما رہے ہیں نا۔"

"ہاہ ——— !"

سب کی ہنسی پہ تحسین نے ہونق بن کے اسے دیکھا، پھر آنکھوں میں آنسو بھر لائی۔

چچی جان کو زبردستی بلایا گیا۔

"دیکھ رہی ہیں آپ اس کی باتیں؟ ——— مجھے بوجھ کہہ رہا ہے۔ میں اسے کون سی تکلیف دیتی ہوں جو یہ میری شادی سے اتنا خوش ہو رہا ہے؟"

"ایسے ہی مذاق کر رہا ہے تم سے۔" چچی جان نے مسکرا کر معاملہ رفع دفع کرنا چاہا۔

"ڈانٹیں تو سہی نا اسے۔" اس کا دل صاف نہیں ہوا تھا۔

"حسرت ہی رہے گی آپی! تم کون سا پیا کے دور دیس کے شہزادے کے ساتھ جا رہی ہو؟ بس دو قدم چلنے سے نکل کے دوسرے کونے میں چلی جاؤ گی۔"

وہ جیسا تو تحسین کی روہانسی شکل دیکھ کے اسامہ بھائی نے اس کے شانے پہ ہاتھ مارا۔

"کیوں تنگ کر رہے ہو فضول میں؟"

"اس کی عادت ہی ایسی ہے۔ دوسروں کو خواہ مخواہ میں تنگ کرنا۔" حرہ نے مذاق سے کہا تو وہ اس کا مذاق اڑانے لگا۔

"گڑیا ——— مینڈکی کو بھی زکام ہو گیا۔ سمجھ کے بات کس سے ہو رہی ہے اور یہاں بیگانی شادی میں عبداللہ دیوانہ ہو رہا ہے۔"

اب تو حرہ بھی ضرب الامثال کے اس تابڑ توڑ حملے سے سٹپٹا گئی۔

"اس سے تو بات کرنا ہی بے کار ہے۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بیٹھ جاؤ!" وجدان ڈپٹ کر بولا۔

"کیوں؟" وہ ٹھٹکی۔

"بیٹھی ہو کر سناؤں تازہ غزل؟" وجدان نے دھمکایا تو وہ جس طرح فی الفور رعب سے بیٹھی، اس پہ سب حیران ہو گئیں۔

"تازہ غزل سنانے پر تو لوگ بھاگ اٹھتے ہیں۔ تم رعب میں بیٹھ گئیں؟" لائبہ نے اسے گھورا تو وہ بیچارگی سے بولی۔

"یہ بہت خبیث ہے۔ کچھ بھی کر سکتا ہے۔"

"ہاہاہا ———" وجدان نے کھلی ڈلی انداز میں قہقہہ لگایا۔ "جھنڈے والی سرکار کی آشیرباد ہمارے سر پر ان کے عطا کیے ہوئے نوسو چھپن موکل ...."

"موکل کیا؟" لائبہ نے اشتیاق سے پوچھا تو وہ مدبرانہ انداز میں بولا۔

"نادرکن سمجھ لیں۔ جادوئی طاقتوں کے مالک۔"

"دھکل جھوٹے!" اس نے مذاق اڑایا۔

"آپ کا کام تو میں نے منع کیے بھی کر دیا، ورنہ ابھی جلا رہی ہوتیں، مجھے چاند چاہیے، مجھے چاند چاہیے۔" وہ جس طرح بے جنگی سے بولا، اس پر ایک قہقہہ پڑا تھا۔ لائبہ جھینپ کر اسے مارنے دوڑی۔

ادھر حنی نے صبا کو دوسری مرتبہ فون کھڑکایا۔

"اب آ جاؤ نا ـــــ میں اکیلی ہوں۔" ہمیشہ والا رونا۔

"اب تو سب تمہارے پاس ہیں۔ تم کہاں سے اکیلی ہو؟ اور کون سا سات سمندر پار جا رہی ہو۔ فکر نہ کرو، میں اچھی طرح شریک ہوں گی شادی میں۔"

صبا نے ہمیشہ کی طرح اسے تسلی دی تو وہ جل کر بولی۔

"کوئی ضرورت نہیں۔ میں ادھر شادی کا کارڈ ہی نہیں بھجوا رہی۔ مہمانوں کی کمی نہیں ہے یہاں۔"

"ارے واہ ـــــ بہت سمجھدار ہو گئی ہو۔" صبا نے ہنسی اڑائی تھی۔

"صبا! میرا دل گھبرا رہا ہے۔ تمہارا بھائی پتہ نہیں میرا کیا حشر کرے گا؟" حنی کے دل کی بات زبان پہ آ گئی۔

"بہت پیار سے رکھے گا میرا بھائی۔"

"ہاں ـــــ پیار سے رکھنے والے ہوتے تو اب تک تین چار شادیاں کر چکے ہوتے۔" وہ بے ساختہ بولی تو صبا کو زور سے ہنسی آئی۔ اپنی ہی بات پر حنی خجل ہوئی تھی۔

"میرا مطلب ہے کہ تمہارا بھائی میرے ساتھ کوئی 'چنگیزی' سلوک ہی کرے گا۔ جہاں دیکھتا ہے دشمنوں کی طرح حملہ آور ہوتا ہے۔"

"اچھا ہے نا۔ تم نے بھی کون سا کم ستایا ہے انہیں۔" صبا نے اطمینان سے کہا تو وہ ٹھٹکی۔

"یہ تم نہیں، تمہارا 'نند پن' بول رہا ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں۔ بس تم ہی بھابی بن کے سوچ رہی ہو۔" صبا نے اسے چھیڑا۔

"اب تو مجھے ان سے محبت ہے نا ـــــ اب کیا یہ بات اعلان کراؤں یا دیواروں پہ لکھواؤں؟ وہ سمجھ کیوں نہیں لیتے، اگر اتنی خاموشی سے ان سے شادی کر رہی ہوں تو کچھ تو وجہ ہو گی نا۔ حنی میر کو کوئی مجبور کر سکتا ہے بھلا؟ ـــــ میں تو ایک زمانے میں دہائی مچا دیتی اگر مجھے مرضی کے خلاف معید حسن جیسے دشمن اول سے شادی کرنا پڑتی۔" وہ بے چارگی سے بولی۔

"دیکھو حنی! جب تک یہ بات معید بھائی کو پتہ نہیں چلتی کہ تم ان کی محبت میں گھٹنوں تک ڈوبی ہو، تب تک تو یونہی بیچ میں لٹکے لٹکے گزرے گی۔ بعد میں بتا دینا، تب ٹھیک ہو جائے گا۔" نے سمجھایا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ میں پہلے روز ہی ان سے اظہار محبت کر دوں؟" وہ تمسخر سے بولی تو نے مزے سے کہا۔

"یہ تو کرنا ہی پڑے گا۔ پلک ادھر وہ گھونگھٹ اٹھائیں، ادھر تم ہاتھ جوڑ دینا۔"

"ہاتھ جوڑ دوں؟" وہ بھنائی۔

صبا کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"پھر تو پتہ نہیں کون کون سی دفعہ لگے گی۔"

"دفعہ کا پتہ نہیں، البتہ تم ذرا دفع رہو۔ اگلی میاں کی پیاری ہوئی ہو کہ تم سے تو باقی پیاری ہی اچھی ہیں۔ روز آتی ہیں صفائی کرنے۔" حنی نے دل کے پھپھولے پھوڑے تھے۔

"میں کیا میاں کی پیاری ہوں گی....." صبا کہتے کہتے رک سی گئی۔ نوفل عین اس کے سامنے صوفے پر آ بیٹھا تھا۔

"چلو ٹھیک ہے ـــــ شام کو فون کر کے کوئی پروگرام سیٹ کرتے ہیں۔ ادھر کی صورت حال بھی دیکھنی ہے۔ یہ بھی بالکل تنہا ہے، تمہارے پاس تو پھر بھی کزنز اور فرینڈز ہیں۔" اس نے بات سمیٹی تو حنی نے منہ بچکا کر خدا حافظ کہہ دیا۔

"بے وقوف ـــــ" صبا نے زیر لب کہتے ہوئے فون رکھ دیا۔

"ٹھہرو صبا!"

وہ اٹھتے اٹھتے رہ گئی۔ نوفل کی پکار اس قدر غیر متوقع تھی۔

"مجھے تم سے معافی مانگنی ہے۔" وہ بے حد سنجیدہ تھا۔

صبا کے اندر غصے کی ایک لہر سی دوڑ اٹھی۔

"بہت آسان سمجھتے ہیں آپ معافی مانگنا اور معافی لے لینا؟" اس نے تلخی سے پوچھا تو وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

"اپنی غلطی کی معافی مانگنا میرے اختیار میں ہے، وہ میں ضرور مانگوں گا۔ معاف کرنا یا نہ کرنا تمہارے اختیار میں ہے۔ وہ تمہاری مرضی۔"

"میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی نوفل! کبھی نہیں۔" وہ بھڑک اٹھی تھی۔

نوفل کا چہرہ تاریک پڑ گیا۔

"ایک پاک باز عورت پر اس طرح کی الزام تراشی کا گناہ نہیں سوچا تھا آپ نے؟ ـــــ اور کچھ نہیں تو یہی خیال کر لیا ہوتا کہ یہ عورت آپ کی بیوی ہے۔"

"میری آنکھوں پہ غلط فہمی کی پٹی بندھ گئی تھی۔ لائبہ نے اس طرح سے سارا چکر چلایا کہ میں کچھ سوچ سمجھ ہی نہیں پایا۔"

وہ ندامت کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب کے بولا تو وہ پھٹ پڑی۔

"تو طلاق دے دیتے مجھے۔ الگ کر دیتے خود سے۔ یوں موت سے بدتر زندگی دینے کا کیا مقصد تھا؟"

"آئی ایم سوری صبا! میرے اختیار میں بس یہی تھا کہ میں اپنے ہر ایک لفظ، ہر ایک عمل کی، جس سے تمہیں تکلیف پہنچی ہو، معافی مانگتا ہوں۔ تم جو کہو، میں کرنے کو تیار ہوں۔" اس کی رنگت متغیر ہو رہی تھی۔

صبا نے تیز لہجے میں کہا۔ "اب فیصلہ میں کروں گی نوفل احمد! یہ میری زندگی کا فیصلہ ہے۔ اس کا کوئی فیصلہ بھی اب آپ نہیں کریں گے۔"

وہ مضطربانہ انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم جو بھی فیصلہ کرو صبا! میرا تم پر زور نہیں۔ ہاں، مگر آج میں یہ اعتراف ضرور کروں گا، تمہارے سامنے بھی اور خود اپنے سامنے بھی کہ میں نے اپنی لائف میں اگر کسی لڑکی سے محبت کی ہے تو وہ صبا میر ہے۔ جس نے مجھے محبت کا مفہوم بتایا، جس نے پہلی نظر کی محبت پر میرے یقین کو پختہ کیا۔ جسے پہلی بار دیکھتے ہی میرے دل نے کہا کہ اسے خدا نے تمہارے لئے ہی بنایا ہے۔ جسے میں نے دل کی گہرائیوں سے چاہا اور جذبوں کی سچائیوں سے پوجا۔ حالات نے ساتھ نہیں دیا اور بدگمانیوں کے سایوں نے اس محبت کو لپیٹ میں لے لیا۔ ورنہ تم میری پہلی اور آخری چاہت تھیں۔"

وہ بوجھل لہجے میں کہتا چلا گیا۔

اور صبا ——— وہ دل پہ ہاتھ رکھے، ساکت سی یہ اعتراف سن رہی تھی۔

●●●●●

"ڈولے راجہ آئیں گے سکھی کو لے جائیں گے
دل تو ہمارا بھی ڈولے گا، ڈولے گا
جب ڈولی لے کے جائیں گے"

جنش اُسے چھیڑ رہی تھی۔

"اور جو میرا دل ڈوب رہا ہے وہ؟"

اُس نے گہری سانس بھری تو رائمہ نے اس کا شانہ تھپک کر حوصلہ دیا۔

"اب کیا ہو سکتا ——— تمہاری لگام تو سعید حسن کے ہاتھوں میں ہے۔"

"تو رہنے دو ——— یہ تیل ہے تمہاری؟" محنٰی نے اس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے تڑپ کر کہا تھا۔

"اُف ——— اتنا حسین دشمن خدا ہر لڑکی کو دے۔" جنش نے آہ بھری تو محنٰی نے دانت کچکچائے۔

"ماشاءاللہ کہو۔"

"ہائے ——— اللہ کی شان ——— یہ دشمن اول عشق اوّل کب بنا؟" کرن نے آنکھیں پٹپٹائیں۔

وہ تینوں اس کے کمرے میں دھرنا دیئے ہوئے تھیں۔

"غلط ہو جائے گا۔ ورنہ کہہ دیتی کہ چھوڑو الست اُنہیں سوسیتا لیں کو۔" وہ جل کر بولی۔

"مہندی، مایوں کی تقریب تو ہوئی نہیں۔ لیکن کمرے میں بیٹھ کے شادی کے گیت تو گائے جا سکتے ہیں نا۔" رائمہ نے پوچھا تھا۔

"ہائے ——— یار ہے، صبا کی شادی پہ انس بھائی کو کتنا شوق ہوتا تھا کہ ان کی طرف سے گانے گائے جائیں۔" جنش کو بے ساختہ یاد آیا۔

محنٰی کے دل میں ٹیس سی اٹھی۔

"ہاں۔ کتنی لڑائیاں ہوئی تھیں۔ لڑکے پرات بجا بجا کے گانے گا رہے تھے۔ اور بارات والے سب نے ان کا اتنا ریکارڈ لگایا۔ بڑی مصر تھے انہیں سہرا پہنانے پہ۔ ساری شرارت نعمان بھائی اور عماد بھائی کی تھی۔ انس بھائی نے کہا کہ آج کل تو سہرے صرف گھوڑوں کے لئے مختص ہو کر رہ گئے ہیں تو عماد بھائی نے برجستہ کہا کہ نہیں، گدھے بھی پہن لیتے ہیں۔"

اس کی آنکھوں میں آنسو اور ہونٹوں پہ مسکراہٹ تھی۔ مگر اس مسکراہٹ کا پھیکا پن صاف عیاں ہو رہا تھا۔

"کیا کہیں اس کو سوائے یہ کہ یہ مشیت ایزدی ہے۔ جو ہمیں پیارا ہوتا ہے وہ خدا کو بھی پیارا ہوتا ہے۔" کرن نے آہ بھری تھی۔

"خدا سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔" محنٰی کے دل سے دعا نکلی جس پر ان تینوں نے صدق دل سے آمین کہا تھا۔

"اچھا، یہ بتاؤ لہنگا کس کلر کا پہن رہی ہو؟" جنش کو خیال آیا۔

"ریڈ ——— ڈیپ ریڈ کلر۔" وہ بے ساختہ مسکرا کر بولی۔

"مت مارا ———" کرن نے آنکھیں دکھائیں۔ "نکاح والے روز بھی تم نے یہی کلر پہنا تھا۔"

"اُن کو پسند ہے نا۔"

وہ شرمانے کی اداکاری کرتے ہوئے بولی تو رائمہ نے ایک دھپ لگائی۔

"اس کا یہ مطلب نہیں کہ اب تم اسے اپنا اسپیشل کلر بنا لو۔ اور بھی رنگ ہیں زمانے میں ریڈ کے سوا۔"

"تم خود ہی تو کہتی تھیں کہ خود کو 'اُن' کے رنگ میں رنگ لینا ہی عقل مندی ہے۔"

"اُن کے رنگ میں کہا تھا، سرخ رنگ میں نہیں۔" رائمہ نے اسے ڈپٹا تو وہ ہنسنے لگی۔

"کیا بات تو یہ ہے کہ اب کی بار مجھے کلر چوائس کی چھوٹ ہے۔ مگر یقین کرو کہ جتنی مرتبہ بھی لہنگا پہننے لگی ہوں، مجھے ریڈ کلر ہی میں پسند آیا ہے۔" اس نے سچائی بھرے لہجے میں کہا تو جنش اس کی ہنسی اڑانے لگی۔

رائمہ اس وقت تو خاموش ہی رہی۔ مگر جاتے ہوئے جب کرن اور جنش اس سے چند قدم آگے تھیں تو اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے محنٰی! کہ تم نے حقیقتاً دل سے سعید بھائی کو قبول کر لیا ہے۔ خود کو کسی لب میں ڈھال لینا ہی محبت کا عروج ہے۔"

"جب نکاح ہوا تھا تب بات کچھ اور تھی۔ مگر اب میں چاہتی ہوں کہ وہ مجھے اپنے پسندیدہ رنگ میں دیکھیں۔" محنٰی نے جذب سے کہا تو رائمہ نے مسکرا کر اسے گلے لگا لیا۔

"بیسٹ آف لک۔"

●●●●●

"ایک تو مجھے اس لڑکے کی سمجھ نہیں آتی۔ شادی میں دن کتنے رہ گئے ہیں اور یہ گھوڑے بیچ کے سو رہا ہے۔"

مریم پھپھو نے چاند اور نعمان کے سامنے دہائی دی جو آج عماد ہی کی تلاش میں ادھر آئے تھے۔

"یہ سائیڈ بزنس شروع کر رکھا ہے بچے نے۔ میں بھی کہوں، آفس کے بعد ملتا کیوں نہیں۔" نعمان اونچی آواز میں کہتا اس کے کمرے کی طرف بڑھا۔ چاند پیچھے لپکا۔

"اسے لے کر آؤ۔ میں چائے لگانے لگی ہوں۔" مریم پھپھو نے پیچھے سے آواز دی تھی۔

"دروازہ کھٹکھٹانے کا تکلف کیے بغیر وہ دونوں اندر گھس گئے جہاں عماد تکیے میں منہ گھسائے لیٹا تھا یا شاید سو رہا تھا۔

"یہ کون سی نیند پوری کی جا رہی ہیں؟" چاند نے بلا تکلف تکیہ کھینچا تو وہ ہڑبڑا کے اٹھا۔

"کون ہے ——؟"

وہ شاید نیند میں تھا۔ سوئے سوئے انداز میں انہیں دیکھتے ہوئے بولا تو نعمان نے سر ہلایا۔

"بہت اچھے بیٹا! اب ہم تجھے کرن اور اکس کریم ہی نظر آئیں گے۔"

"یاروں سے غداری؟ —— ابھی تو تین بول بھی نہیں پڑھائے گئے نکاح کے۔" چاند اس کے بستر پہ گرا۔

"تم ہو —— کمینو!"

عماد نے حواس میں آتے ہوئے جمائی روکنے کی خاطر منہ پر ہاتھ رکھا۔

"شادی کرا لے دوست! پھر پوچھوں گا کہ دوسری کس بھاؤ بکتی ہے۔"

نعمان نے منہ پہ ہاتھ پھیرا۔

"تمہارے اگر بال جھڑنے کی وجہ شادی ہے تو اس میں ہمارا کیا قصور؟" عماد نے اس کے بچے ہوئے بالوں کی طرف اشارہ کیا تو چاند نے گرہ لگائی۔

"شادی نہیں، بیوی کہو بیوی۔"

"چل اوئے ——" نعمان نے کھسیا کر بالوں میں ہاتھ پھیرا تو عماد نے طنز سے پوچھا۔

"ویسے یہ آج تم دونوں نے رخ روشن کا دیدار کیسے کرایا؟ یوں تو سالوں شکل دکھائی نہیں دیتی تھی۔"

"تو تم کون سا میرے آفس کے باہر بیٹھے رہتے ہو ملاقات کی آس لئے؟" نعمان نے جوابی طنزیہ حملہ کیا۔

"شرم کرو —— شہر کے معروف ترین بزنس مین سے اس طرح کے شکوے پالتے تمہیں شرم نہیں آتی۔" عماد کی بات پہ چاند اٹھ بیٹھا۔

"ہاں جی، یہ جناب دن رات قرضے لینے اور دینے میں مصروف رہتے ہیں۔"

"لوگوں کو؟" نعمان نے مصنوعی حیرت کا مظاہرہ کیا۔

"ہاں، پہلے لوگوں سے قرضے لیتا ہے۔ پھر اپنے آفس کے چکر لگوا لگوا کر انہیں واپس کر دیتا ہے۔" چاند نے اطمینان سے کہا تو عماد ہنس دیا۔

"منگنی کے بعد تو تمہاری حس مزاح کو چار چاند لگ گئے ہیں۔"

"مذاق برطرف۔ اپنی اس "کرم نوازی" کی وضاحت کرو گے؟" نعمان نے سنجیدگی سے پوچھا تو عماد نے ایک اور جمائی روکی۔

"ادھر معید کا بھی یہی وطیرہ ہے۔ بھئی ہمیں کاہے کی سزا ہے کہ تم دونوں کی شادیوں کی تیاریاں نمٹاتے پھریں۔" اس کے یوں سستی دکھانے پہ چاند کو غصہ آیا تھا۔

"نہیں یار! طبیعت سست ہو رہی تھی اور فکر مت کرو، تمہاری شادی میں بھنگڑا ڈالوں گا۔ پکی قسمیں۔" عماد نے سنجیدگی سے وعدہ کیا جس پہ چاند نے اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیے۔

"مہربانی جناب کی۔ اپنی پگلی کھلی تو سنائی نہیں جا رہی، میری میں بھی بھنگ ڈالیں گے۔"

اسی وقت مریم پھپھو نے انہیں آواز دے کر چائے لگ جانے کی اطلاع دی تھی۔

"تھا جس کا انتظار وہ شاہکار آ گیا۔" چاند نے نعرہ مارا۔

"تمہاری یہ چائے ہی کشش تھی جو تمہیں یہاں کھینچ لائی۔ ورنہ کون سا میری دید کی حسرت میں مر رہے تھے۔"

عماد نے بالوں میں ہاتھ چلائے تو وہ کورنش بجا لا کر ڈھٹائی سے بولا۔

"بجا فرمایا جناب نے۔"

"اچھا، اب اپنے منہ کا زاویہ ٹھیک کرو اور تینوں کا کوٹہ شادی کے بعد کے لئے رکھ چھوڑو۔ عرہاؤس میں بھی درجنوں کام ہیں اور ادھر بھی۔ مل جل کے ہی سب ہوگا۔"

نعمان نے تشفی انداز میں کہا تھا۔

"تو معید کو لے جانا۔" عماد نے لاپروائی سے کہا۔

"اس بار اس کی بھی شادی ہے بچے! مستقبل کے اندیشوں نے اسے بھی کسی کام کا نہیں چھوڑا۔ بس تو وہ شادی ہی کرا لے بڑی بات ہے، کہاں باقی کے کام۔"

نعمان نے برجستہ کہا۔ پھر تینوں ہنسنے لگے۔

بے حد خوشگوار ماحول میں چائے پی گئی۔ عماد کو بھی اپنی طبیعت پہ کئی دنوں سے چھائی کسلمندی ہٹتی محسوس ہوئی تھی۔

"جو ہونا ہے وہ ہو ہی جاتا ہے۔ سو میرے یار! حوصلہ رکھو اور دنیا کے دھندوں میں دوبارہ سے ہاتھ لگانے کی کوشش کر۔" چاند نے جاتے ہوئے بڑے رقت آمیز انداز میں اسے تسلی دی تو عماد نے اسے ایک دھموکا جڑ دیا۔

ان کے جانے کے بعد وہ کتنی ہی دیر مریم پھپھو سے باتیں کرتا رہا۔ ادھر ادھر کی۔ چھوٹی چھوٹی۔ حالات حاضرہ کی۔

وہ اس کو اپنے پرانے موڈ میں دیکھ کر خوش تھی۔

"پاپا کب آ رہے ہیں؟ مجھے تو لگتا ہے میری شادی ان کے جھوٹے وعدوں ہی میں گزر جائے گی۔" عماد کو شکوہ تھا۔ مریم پھپھو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ چمکی۔

"سرپرائز دینا چاہ رہے ہیں تمہیں۔ مجھے بتانے سے منع کیا ہے۔"

"اوہو۔۔۔۔۔" وہ ہلکا پھلکا ہو کے ہنسا۔ "ویری گڈ۔"

"اب تم سستی مت دکھانا۔ ورنہ وہ آ کے ناراض ہوں گے کہ ابھی سب تیاریاں ادھوری کیوں پڑی رہی ہیں۔"

مریم پھپھو برتن سمیٹتے ہوئے بولیں تو وہ سر ہلا کر اپنے بجتے والے موبائل کی طرف متوجہ ہو گیا۔

نمبر جانا پہچانا تھا۔

"ادینہ۔۔۔۔۔" عماد کا دل کوفت سے بھر گیا۔

وہ اس وقت بہت اچھے موڈ میں تھا اور ادینہ سے بالکل بھی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مگر پھر بھی پتہ نہیں کیسے اور کیوں اس نے کال ریسیو کر لی۔

"کیسے ہو۔۔۔۔۔؟" سلام دعا کے بعد وہ پوچھنے لگی۔

"ٹھیک ہوں۔۔۔۔۔ تم کیسی ہو؟" عماد نے جبراً مروت نبھائی۔

"زندہ سلامت ہوں۔ زندگی کی ٹھوکریں کھا کر بھی۔" وہ عجیب سے لہجے میں بولی تھی۔

"فون کیا ہے تم نے۔ خیریت؟" وہ سیدھے سیدھے پوچھنے لگا۔

گزشتہ دنوں وہ عماد سے جیسی گفتگو کرتی رہی تھی، وہ ان کی مروتوں کی متقاضی نہیں تھی۔ سو اس نے گفتگو کو سمیٹنا چاہا۔

"خیریت؟" ادینہ نے آہستگی سے دہرایا۔

"یہ لفظ تو اب پرایا لگنے لگا ہے عماد! میں نے دوسروں کو اتنا تنگ کیا ہے کہ زندگی میرے لئے تنگ پڑ گئی ہے۔ دوسروں کو اتنے دکھ دیئے ہیں کہ میں خود دکھوں کا ایک نشان بن کے رہ گئی ہوں۔"

اس کی آواز آنسوؤں میں ڈوب گئی تھی۔

عماد بھونچکا رہ گیا۔

اگر یہ اداکاری تھی تو کمال درجے کی تھی۔

"کیا بات ہے؟ کوئی پریشانی ہے تمہیں؟"

وہ اپنی طبیعت کے ہاتھوں مجبور تھا۔ نرمی سے پوچھنے لگا۔

"مجھے چھوڑو، تم سناؤ، شادی کی تیاریاں کہاں تک پہنچیں؟" وہ اسی نم لہجے میں بشاشت سموتے ہوئے پوچھنے لگی تو عماد نے محتاط انداز میں کہا۔

"ہاں۔۔۔۔۔ ہو رہی ہے سب کچھ۔"

"بارات لے کے آؤ گے تو دل بڑا کر کے آنا۔ دودھ پلائی کا نیگ میں ہی لینے والی ہوں۔ آخر تمہاری اکلوتی بہن ہوں۔۔۔۔" وہ کہتے کہتے رو دی تو عماد جیسے حیرت میں ڈوب گیا۔

اب کون سی گیم کھیلنے والی تھی وہ؟

پچھلی فون کال تک تو وہ اسے بھگا کر لے جانے کی دھمکیاں دیتی رہی تھی۔ نام نہاد محبت کی ڈرامے بازی کرتی رہی تھی اور اب یہ۔۔۔۔۔ وہ دنگ تھا۔

"مجھے معاف کر دینا عماد! یا شاید میں معافی کے قابل بھی نہیں ہوں۔ بہت گر گئی تھی میں اپنے مقام سے۔ آسمان کے ستاروں کو مٹھی میں بھرنے کی سعی کر رہی تھی۔ مگر نیت میں کھوٹ تھا۔ تم سا اچھا شخص تو تمکین جیسی خوب سیرت لڑکی کی قسمت بن سکتا تھا۔ میں یہ نہیں کہوں گی کہ تم مجھ سے پہلے جیسے روابط رکھو۔ مگر اتنا احسان ضرور کرنا کہ مجھ پر نفرت کی نگاہ مت ڈالنا۔ کبھی دیکھو بھی تو بس اجنبی بن کے گزر جانا۔ پلیز۔۔۔۔۔!" وہ رو رہی تھی۔

عماد کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہے۔ فی الوقت تو وہ یہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ واقعی پچھتا کے پشیمان ہے یا یہ کوئی ڈھکوسلہ تھا۔

"میں نے اسی لئے تمہیں فون کیا تھا۔ تم سمجھنا کہ پچھلی ادینہ نامی کسی لڑکی سے ملے ہی نہیں تھے۔ ہو سکے۔۔۔۔۔ ہو سکے تو میری کمینگی کو معاف کر دینا۔ شاید اسی سے میرے دل کا بوجھ۔۔۔۔" اس کی آواز کم ہوتے ہوتے پھر آنسوؤں میں ڈوب گئی۔

"ادینہ۔۔۔۔۔ ادینہ۔۔۔۔۔ بات سنو ادینہ!" عماد نے تیزی سے پکارا مگر لائن کٹ چکی تھی۔

عماد پریشان سا اپنی جگہ بیٹھا رہ گیا۔ درحقیقت وہ ادینہ کو سمجھ نہیں پایا تھا۔

وہ نوفل کے بیڈ روم میں رہنے کی بجائے تمکین کے ساتھ رہ رہی تھی۔
تمکین اسے سمجھا سمجھا کے تھک گئی۔
"تم کبھی نہیں سمجھ سکتیں تمکین! بدکردار نہ ہوتے ہوئے بھی بدکردار کہلانا کوئی بیوی برداشت نہیں کر سکتی۔ وہ بھی اپنے شوہر کے منہ سے۔" وہ کٹیلے انداز میں بولی۔
"مگر وہ پشیمان ہیں ـــــ شرمندہ ہیں اپنے کیے پر۔" تمکین ملتجیانہ انداز میں بولی تھی۔
صبا نے زخمی نظروں سے اسے دیکھا۔
"ان کی یہ شرمندگی اور پشیمانی مجھے میرا اعتماد نہیں لوٹا سکتی تمکین!"
"صبا! میں تمہاری بات مان سکتی ہوں تو تم......" تمکین نے کہنا چاہا۔ صبا سرد مہری سے اس کی بات کاٹ گئی۔
"تمہارا مسئلہ مجھ سے بالکل الگ ہے تمکی! اور تم نے مذہب اور شریعت سے متاثر ہو کر سرنڈر کیا ہے نہ کہ میری خاطر۔"
"اور کیا مذہب کسی کو معاف کرنے کا نہیں کہتا؟ ـــــ اس دنیا میں اتنی بڑی کون سی خطائیں ہیں جن کی معافی نہیں؟ صرف دل کو وسیع کرنا پڑتا ہے۔" تمکین جذباتی ہو رہی تھی۔
"میرا دل اتنا وسیع نہیں ہے۔" وہ چیخ گئی۔
"بعض معاملوں میں دل وسیع ہوتا نہیں، اسے وسیع کرنا پڑتا ہے۔ میں اپنے دل کی سنوں تو تمام عمر کسی اور کو اس کی جگہ نہ دوں۔ یہ عقل ہے جو مجھے سب کی سننے کا کہتی ہے۔"
"میں سمجھوتے کی زندگی گزارنا نہیں چاہتی۔ عرصہ ہو گیا ہے سمجھوتہ کرتے کرتے۔" وہ اتنی سرد مہری سے گویا تھی۔
"تو کیا کرو گی تم؟" تمکین نے کچھ خوفزدہ ہو کر اس کا چہرہ دیکھا۔ وہاں اطمینان تھا۔
"میں نوفل احمد کے ساتھ نہیں رہوں گی۔"
"طلاق ـــــ؟" تمکین سن رہ گئی۔
"ہاں ـــــ میں تمام عمر کے لیے اسے ایک کسک دے کے جاؤں گی۔ میری بے گناہی کے باوجود انہوں نے مجھے سزا سنائی اور سزا دے ڈالی۔ اب وہ بھی ایک سزا بھگتیں گے۔"
وہ آرام سے تمکین کے کپڑوں کو ترتیب سے سوٹ کیس میں رکھ رہی تھی۔

تمکین کا جی چاہا وہ سارے کپڑے بکھیر دے۔
"کیا فرق رہ جائے گا تم دونوں میں؟ ـــــ اور مجھے یہ بتاؤ کہ تم دونوں ہوتے کون ہو سزا اور اختیار اپنے ہاتھ میں رکھنے والے؟ اوپر والی ذات کو (نعوذ باللہ) بھول گئے ہو تم؟ جو خالق کائنات ہے، جو جزا اور سزا کا اختیار رکھتا ہے۔ اور تم صبا! عام سی لڑکیوں جیسی سوچ کی مالک کب سے بن گئیں کہ کسی کے لیے تمہاری جھولی میں معافی کا گل نہیں رہا دان کرنے کو؟" وہ غصے سے بولی۔
"یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے تمکین! اس لیے......"
صبا نے سرد مہری سے کہنا چاہا مگر تمکین اسی درشت لہجے میں اس کی بات کاٹ گئی۔
"بہت برے لگتے ہیں مجھے وہ لوگ جو دوسروں کو سمجھانے کے لیے بات بے بات شریعت اور قرآن وسنت کھول لیتے ہیں۔ مگر جب خود پہ بات آتی ہے تو یہی قرآن نہ صرف بند کر کے طاق میں سجا دیتے ہیں بلکہ دلوں کو بھی تالے لگا لیتے ہیں۔"
وہ اس کا طنز پا گئی تھی۔ سو خاموش ہو رہی۔
"تم جزا اور سزا کا معاملہ خدا پر کیوں نہیں چھوڑ دیتیں صبا؟" تمکین کا ایک ہی مطالبہ تھا۔
وہ خود کو مضبوط بناتے بناتے تھکنے لگی۔

●●●●●

ہفتہ بھر گزرنے میں دن ہی کتنے لگتے ہیں۔
"مہر پاؤڈر" میں خوشیوں بھری شام بہت دنوں بعد اتری تھی۔
مہندی کی تقریب تو ہو نہیں رہی تھی مگر تمکی کی سہیلیاں اسے ابٹن لگانے آ پہنچی تھیں۔
"لو ـــــ ادھر یہ تو پہلے ہی پیلی ہو رہی ہیں۔" سائرہ نے ماتھے پہ ہاتھ مارا۔
"ایسے ہی؟" تمکی نے خجل ہو کر ہتھیلیوں سے رخسار رگڑ کر سرخ کر ڈالے۔
"یہ کون سا الہ دین کے چراغ والے جن کے ہاں بیاہ کے جا رہی ہے۔" کرن نے شرارت سے کہا تو وہ چلا اٹھی۔ وہ تینوں زور سے ہنسنے لگیں۔
ابٹن کی رسم میں صرف تمکی کی سہیلیاں اور گھر کی خواتین ہی شامل تھیں۔
تائی جان، چچی جان اور مریم پھپھو کے بعد اس کی سہیلیوں اور کزنز نے اسے بھر بھر کے ابٹن لگایا۔ وجدان اپنا ہینڈی کیم لیے ہر پل کو یادگار بنانے پر تلا ہوا تھا۔
"آپی! اٹھتے ہی ایک کرارا سا تھپڑ حمرہ کے لگانا۔ تاکہ اس سے جلدی جان چھوٹے۔" اس نے اسے کہا تو حمرہ کا دل دھڑکنے لگا۔
"ہاں ـــــ اور اسے ایک مکا رسید کیجئے گا تاکہ مجھ سے پہلے اس کا بینڈ بج جائے۔" وہ منہ پھلا کر وہاں سے اٹھی تھی۔
وہ فریج میں سے گجرے نکال رہی تھی جب وجدان نے اسے جا لیا۔
"بہت شوق ہے بینڈ بجانے کا تمہیں؟" وہ شرارت سے بولا تو حمرہ گھبرائی۔

"بات مت کرو مجھ سے۔ بھو جان چھوٹ گئی تمہاری۔"

وہ جواس کو ملی آئی۔ "میں نے کیا کہا ہے؟ تمہاری شادی ہی کی بات کر رہا تھا۔"

"ہاں۔ تاکہ جلدی سے تمہاری جان چھوٹے۔"

اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

بے وفا ۔۔۔۔۔ بھلی سیڑھی چڑھی۔

"ارے ۔۔۔۔۔" وہ اس کے پاس چلا آیا۔ "تمہیں تنگ کرنے کا اس لئے کہا کہ تمہاری جلدی سے شادی ہو۔ ان کی جان چھوٹے اور تم میری جان......" وہ کہہ رہا تھا کہ حجرہ حجاب سے چلا اٹھی۔

●●●●●

"بھئی! ۔۔۔۔۔ ذرا ممرانہ پہنچ تو دینا وہیں استری اسٹینڈ پر رہ گیا تھا۔"

دروازہ کھلنے کی آواز سن کر اس نے دیکھے بغیر مصروف انداز میں بہ عجلت کہا۔ کوئی جواب نہ پا کر اس نے یونہی گردن موڑ کے دیکھا تو ادینہ کو سامنے پا کر حیران ہوئی۔

"تم ۔۔۔۔۔ خیریت ہے نا؟"

اسے یوں ساکت وجامد اور ویران سے حلیے میں دیکھ کر صبا پریشان ہونے لگی۔

"تم بہت اچھی ہو صبا! ۔۔۔۔۔ بہت اچھی ہو۔" وہ بڑبڑانے کے سے انداز میں بولی تو صبا اسٹول پر سے اٹھ کر اس کی طرف بڑھی۔

"کیا بات ہے ادینہ؟"

"میں تم سے معافی مانگنے آئی ہوں صبا! مجھے معاف کر دو۔" اس نے یکلخت ہی اس کے سامنے ہاتھ جوڑے اور گڑگڑانے لگی۔

صبا کا دل غم سے بھر گیا۔

"کیا فرق پڑتا ہے ادینہ! اب تو جو ہونا تھا ہو چکا۔" اس کے دل میں ادینہ کے لئے نفرت کے جذبات نہیں ابھرے تھے۔ "جو تقدیر سے نہ لڑ سکے وہ آنے والوں سے بھی نہیں لڑنا چاہئے۔"

"نہیں صبا! ایسے مت کہو۔ تمہارے پاس وقت ہے ایک اچھا فیصلہ کرنے کا۔ مجھے دیکھو، میں اپنے سارے سچ گنوا چکی ہوں۔ جی بھر کے بری بن گئی ہوں۔ وقت ہاتھ سے پھسل گیا ہے۔ کہیں کوئی جائے قرار دکھائی نہیں دیتی۔ تم معاف کر دو۔ شاید اس دل کو کچھ سکون مل جائے۔" وہ آنسو بھری آنکھیں لئے اب اس کے قدموں میں جھک گئی۔

صبا ششدر کھڑی تھی۔ بے اختیار پیچھے ہٹی۔

"اس میں صرف تمہارا قصور نہیں ہے ادینہ!" وہ ٹھہرے ہوئے انداز میں بولی تو ادینہ تڑپ اٹھی۔

"نوفل کا کچھ قصور نہیں ہے صبا! یہ میری بدبختی تھی جو اس کے آڑے آ گئی۔ میں نے اس کی ہر راہ کھوٹی کی۔ مگر وہ تو محبت بھرا دل لئے تمہاری جانب بڑھا تھا۔ کسی کی طرف نگاہ نہ اٹھانے والا پہلی نظر میں تم پہ مرمٹا تھا۔ بس میں کر سوں جلی ہی برداشت نہیں کر پائی ۔۔۔۔۔ مجھے معاف کر دو صبا!

تبھی خدا بھی مجھے معاف کرے گا۔"

وہ زار وقطار رو رہی تھی۔ اندر ایک آگ لگی تھی جو کسی طور سرد ہوتے میں نہیں آ رہی تھی۔

صبا کی بھی آنکھیں بھر آئیں۔

مجرم سامنے تھا۔ جس نے اس کی زندگی میں کانٹے بکھیرنے کا جرم کیا تھا۔ پھر وہ وقت آیا کہ قدموں تلے سے زمین اور سر سے آسمان کی چادر تک کھینچ لی۔

"مگر کیا تم سزا کا اختیار رکھتی ہو؟" اس نے خود سے پوچھا۔

ایک نظر ادینہ کے پشیمان ہوتے وجود پر ڈالی۔

"اس میں خدا کی کیا مصلحت پوشیدہ تھی، یہ میں نہیں جانتی۔ ہاں مگر یہ ضرور ہے کہ زندگی کی اس کشاکش نے مجھے دلی و ذاتی طور پر خدا کے نزدیک کر دیا ہے۔ شاید خدا کو یہی مقصود ہو۔ میں کمزور تر خود پر آئی مصیبت تو نہ ٹال سکی، تمہیں معافی دینے کا اختیار کیا رکھوں گی۔ اس بزرگ و برتر سے معافی طلب کرو جس کے قبضے میں خدائی ہے۔ دل کو سکون پہنچے، ضمیر مطمئن ہو جائے تو سمجھ جاؤ کہ اُدھر سے معافی ہو گئی ہے۔"

صبا کی آواز بھیگ گئی تھی۔

"ہاں ۔۔۔۔۔ مگر میرے دل میں تمہارے لئے کچھ نہیں ہے۔ نہ غصہ نہ نفرت۔ لاحاصل سفر ہے تم کون سا خوشیاں حاصل کئے بیٹھی ہو جو میں اپنی بربادی کا سوگ مناتے ہوئے تم سے نفرت کروں۔ جاؤ اور سمجھو کہ کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔" وہ بتدریج خود کو سنبھال رہی تھی۔

"اور نوفل ۔۔۔۔۔؟" ادینہ نے آس بھری نظروں سے اسے دیکھا۔

"وہ میرا قطعی ذاتی معاملہ ہے ادینہ! اب تم جاؤ۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

وہ یکلخت ہی اپنے سنجیدہ خول میں سمٹ گئی تھی۔ ادینہ تھکے قدموں سے چلتی باہر نکل گئی۔

"تمہیں تو میں کبھی معاف نہیں کروں گی نوفل احمد!" اس نے غصے سے سوچنا چاہا۔ مگر ابھی جو کچھ ادینہ کو سمجھایا تھا وہ اس کی سوچ کو کمزور کرنے لگا۔

"کیا نوفل احمد کی معافی خدا کے پاس نہیں؟"

اس کا دل الجھنے لگا تو سوچوں کو ذہن سے جھٹکتی وہ اپنی بقیہ تیاری مکمل کرنے لگی۔

"پھوپھو ان شاء اللہ رات تک میں آ جاؤں گی۔ آپ بھی کل ضرور آیئے گا بارات پہ۔" نکلتے ہوئے ان کو پیار کر کے اس نے صالحہ بیگم کو یقین دہانی کرائی تھی۔

"میں ضرور آؤں گی۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

وہ ہنستی مسکراتی باہر آئی تو گاڑی میں کاٹن کے سفید براق سوٹ میں ملبوس نوفل احمد کو محو انتظار پایا۔ اس نے ہونٹ بھینچ لئے۔

فرنٹ سیٹ کو نظر انداز کرتی وہ پچھلی سیٹ کی طرف بڑھی تو وہاں مٹھائی اور پھلوں کے ٹوکرے رکھے تھے۔ مجبوراً اسے اگلی نشست پر بیٹھنا پڑا۔

کافی فاصلہ یونہی خاموشی اور ناراضی سی فضا میں گزرا۔ پھر اس خاموشی کو نوفل ہی نے توڑا۔

"زندگی جھگڑنے اور جنگ کر پانے کا نام ہے صبا! میں نہیں جانتا تھا مگر تم تو جانتی ہو۔ پھر معاف کرنے میں اتنی دیر کیوں؟" وہ عاجزی سے پوچھ رہا تھا۔

صبا کے اعصاب تن سے گئے۔

"معافی تلافی کی بات مت کریں مجھ سے۔" وہ تلخی سے بولی تھی۔

"زندگی یوں نہیں گزرا کرتی۔ کوئی فیصلہ کرنا پڑتا ہے۔" وہ نادم تھا۔

صبا کے دل کو کچھ ہوا۔ ایک ٹیس سی اٹھی۔ یہ ہمدردی تھی، دکھ یا تاسف وہ سمجھ نہیں پائی۔

"میرا فیصلہ جلد ہی آپ کو مل جائے گا۔" وہ سرد مہری سے بولی۔

"تم اتنی ظالم نہیں ہو، یہ میں جانتا ہوں۔ اچھا ہی فیصلہ کرو گی۔ میں بھی یہ حق تمہی کو دینا چاہتا ہوں۔ تمام تر ندامت اور شرمندگی کے ساتھ۔ مگر خیال رکھنا صبا! اس زندگانی کے سفر میں ہم دو ہی نہیں، کوئی اور بھی شامل ہے۔" اس کا اشارہ آنے والے بچے کی طرف تھا۔

صبا کا دل دکھ سے بھر گیا۔

"آپ نے کون سا سوچ لیا تھا اس کے متعلق؟"

"قسم نہیں دوں گا صبا! مگر جب سے یہ سلسلہ ہوا ہے میں نے اسے رگ جان سے قریب پایا ہے۔" وہ بے اختیار بولا۔ پھر اس کے ہونٹوں پہ استہزائیہ مسکراہٹ دیکھ کر لب بھینچ لیے۔

باقی کا سفر دونوں نے اپنے اپنے دکھ میں "سفر" کرتے گزارا۔

تحفی اسے دیکھتے ہی شکوے شکایتیں کرتی لپٹ گئی۔

"میں تو گئی ہوں نا۔ تمہیں اپنے بھائی کی دلہن بنا کے ہی جاؤں گی۔" صبا نے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا تو وہ صریحاً شرما گئی۔

ابٹن کی زردی اس کے روپ کو اور نکھار بخش گئی تھی۔

"ماشاء اللہ۔ کل بھی اتنا ہی روپ آیا تو وکیل صاحب تو گئے کام سے۔" اس نے بے ساختہ شرارت کی تو وہ چڑتے ہوئے پھر سے اس سے لپٹ گئی۔

مگر دل کو جو خدشات گھیرے ہوئے تھے، تنہائی پا کر وہ پھر سے اسے ڈرانے لگتے تھے۔

"پتہ نہیں تمہارا بھائی میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔" دونوں رات کو سونے کے لیے لیٹیں تو ہر بات کے بعد تحفی کو خیال آ جاتا۔

"اب تو سب ٹھیک ہو چکا ہے۔ پھر کیا پریشانی ہے تمہیں؟" صبا نے اسے تسلی دی تھی۔

"خدا کرے ٹھیک ہو جائے۔" تحفی نے گہری سانس بھری تھی۔

"بس تم ذرا عقل سے کام لیتی رہنا۔ محبت اور توجہ سے ان کا دھیان اپنی طرف رکھنا۔ اپنی سابقہ بدتمیزیوں سے پرہیز کرنا۔ پھر دیکھنا میرے بھائی کا پیار۔" صبا نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ جھینپی۔

"ابھی تک تو غصہ ہی دیکھ رہی ہوں۔ جانے گھونگھٹ اٹھاتے ہی کون سی سزا سنا دیں۔"

دل سوزی سے کہا تو صبا زور سے ہنس دی۔

"میرا وہ مطلب نہیں تھا۔" وہ سرخ پڑ گئی۔

"بھئی سزا تو ملنی چاہیے۔ بہت تنگ کیا ہے تم نے میرے بھائی کو۔"

صبا محظوظ ہو رہی تھی۔ اسے پھر سے فکر لگی۔

"پتہ نہیں وہ میرے ساتھ کیسا سلوک کرے گا۔"

"جیسا سلوک کیا، وہ مجھے ضرور بتانا۔"

صبا نے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا۔ ناسمجھی میں پہلے تو اس نے اثبات میں سر ہلایا، پھر اس کا مطلب سمجھتے ہوئے تکیہ اٹھا کر اسے دے مارا۔ پھر دونوں ہی ہنسنے لگیں۔

●●●●●

وہ وکیل کے ہمراہ بیٹھا تھا۔

تمام پیپرز مکمل ہو چکے تھے۔ صرف نوفل کے سائن ہونا باقی تھے۔

"آپ نے اچھی طرح سوچ سمجھ کے یہ فیصلہ کیا ہے نا؟" وکیل نے اس سے پوچھا تو وہ پھیکے سے مسکرا دیا۔

"ایسے فیصلے بہت سوچ سمجھ کر ہی کیے جاتے ہیں وکیل صاحب! لائیے، کہاں پر سائن کرنے ہیں؟"

وکیل نے پیپرز نوفل کے سامنے رکھے اور اسے سائن کی جگہ بتانے لگا۔

پیپرز مکمل ہو چکے تھے۔

نوفل نے بے جان نظروں سے تمام پیپرز تہہ کر کے اسے خاکی لفافے میں ڈالتے دیکھا۔

"یہ لیں جناب!"

اس نے لفافہ نوفل کے حوالے کر دیا جسے اس نے تھام کر کوٹ کی جیب میں ڈال لیا اور وہ وکیل سے ہاتھ ملا کر باہر آیا۔ پارکنگ کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے اپنی جیب کو تھپتھپایا۔ اس کے لبوں پہ زخمی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

ان بے جان صفحات پر صبا عمر کا پروانۂ آزادی تھا۔

●●●●●

وہ تمام ڈر، خوف اور خدشات جو اتنے دنوں سے وہ دل کے نہاں خانوں میں دبکائے آئی تھی، دلہن کا روپ دھارتے ہی اس کے سامنے نئے بہروپ سے آن کھڑے ہوئے۔

اسے اب شدت سے محسوس ہو رہا تھا کہ مذاق ہی مذاق میں وہ حالات کی کس سیڑھی پہ آ کھڑی تھی۔

"کیا سعد حسن بھول پائے گا مجھ کو؟ ______ اور اس کا غصہ ______" تحفی کا دل لرزا۔

"ماشاء اللہ!" تائی جان نے دیکھتے ہی اس کی پیشانی چوم لی۔ اس پر دلہناپے کا روپ ٹوٹ کے

بدل رہا تھا۔

"میں بھی اپنی شادی پر اسی پارلر سے تیار ہوں گی۔" حمرہ نے باآواز بلند اپنے "بلند ارادوں" سے آگاہ کیا تو سب قہقہوں اور وجدان کی گھوری نے اسے شپٹا دیا۔

"صبا۔۔۔!" حنی نے اس کا ہاتھ دبایا تو وہ اس کی طرف جھکی۔

"تمہارے بھائی کا موڈ کیسا ہے؟"

"یا اللہ۔۔۔" صبا نے اسے گھورا۔ "دماغ ٹھیک ہے تمہارا؟ آج بھی یہی سوچ رہی ہو؟"

"اونہہ۔۔۔" وہ پہلو بدل کے رہ گئی۔

حنی دلہن بن کے اب یہ سوچ بھی نہیں سکتی۔ وہ کڑھی تھی۔

الشی کرے پرنس کوٹ سوٹ میں ملبوس معید حسن کی وجاہت کسی طور نظر انداز کیے جانے والی نہیں تھی۔ اب دونوں کو اکٹھے بٹھایا گیا تو دادی جان اور چچی جان نے ان پر سے کتنے ہی سرخ نوٹ وار کے کام والیوں کو دیے۔

ہر نگاہ ان دونوں کی جوڑی کو سراہ رہی تھی۔

خوشیاں، ہنگامے، بے فکری۔

مگر ایسے میں زور زور سے دھڑک رہا تھا حنی عمر کا دل۔

اب کیا ہوگا۔۔۔؟

بہت بہادری سے وہ اس اسٹیج پر تو آ پہنچی تھی مگر اب بازی معید حسن کے ہاتھ تھی۔

کیا کیا رسمیں ہوئیں، حمرہ اور صبا نے دودھ پلائی کے لیے کتنا جھگڑا کیا، لڑکوں نے انہیں کیسے تنگ کر کر کے نیگ کی رقم دی، اسے کچھ خبر نہ ہوئی۔

اس کا دل مسلسل ورد کر رہا تھا۔

'یا خدا!۔۔۔ معید حسن کے دل کو میری طرف پھیر دے۔'

"آپی! منہ کھول کے جماہی لے لو۔" وجدان کی آواز پر وہ چونکی تھی۔

اب وہ حاضرین سے مخاطب تھا۔

"دراصل میری آپی کبھی اتنی دیر خاموش نہیں بیٹھی ہیں، اس لیے میں نے سوچا کہیں جبڑے زنگ نہ لگ گئے ہوں۔"

سب کی ہنسی من کے حنی دانت پیس کے رہ گئی۔

'صبح سب سے پہلے وجی کے بچے کی چٹنی بناؤں گی۔'

اس کے انتقامی جذبات بیدار ہونے لگے۔

انہی ہنگاموں میں وہ رخصت ہو کر معید حسن کے بیڈروم میں آگئی جسے گلاب اور موتیے سے ڈیکوریٹ کر کے حسین تر بنا دیا گیا تھا۔

"نہ جاؤ صبا! مجھے اکیلی چھوڑ کے۔"

وہ کسی طور صبا کو پاس سے ہلنے نہیں دے رہی تھی۔

"جا کے معید بھائی کو بھیجوں گی۔ ابھی تنہائی دور ہو جائے گی۔" وہ چھیڑ رہی تھی۔

مگر ادھر شرم و حیا کی بجائے خوف کے جذبات کا غلبہ زیادہ تھا۔

اپنی تمام حرکتیں "کرنی" فلم کی طرح آنکھوں کے آگے سے گزر رہی تھیں۔

"مجھے نہیں پتہ۔ تم یہیں سوؤ گی۔" وہ روہانسی ہونے لگی۔

صبا کو زوروں کی ہنسی آئی۔

"معید بھائی تمہیں پھانسی سے کم کی سزا نہیں سنائیں گے اس جرم پر۔"

'وہ مجھے بھی کیا سزا دینے والا ہے۔' حنی نے سوچا تو اپنا حلق تنگ ہوتا محسوس ہوا۔

"بس یار! ڈیڑھ بج رہا ہے۔ مجھے بھی نیند آ رہی ہے۔ ادھر معید بھائی تو اندر کے اندر آنے کو بے تاب ہوں گے۔" صبا بمشکل اپنا ہاتھ چھڑا کے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"صبا۔۔۔!"

اس کی شکل دیکھ کے صبا ہنسنے لگی۔

"کل اپنی شکل بتا کے دکھانا مجھے۔ پھر یقین آئے گا مجھے۔"

"دفع ہو جاؤ۔" حنی کو غصہ آیا۔ یعنی اس کے زیرِ خوف کو وہ کوئی اہمیت دینے کو تیار ہی نہیں تھی۔

"اوکے۔۔۔ بیسٹ آف لک۔" وہ اس کی شکل دیکھ کے ہنستی ہوئی چلی گئی۔

اب وہ تھی اور اس کی سوچیں۔

پچھلے دنوں وہ جتنا اسے تنگ کرتی رہی تھی۔

'وہ تو مجھے کچا ہی چبا لے، تب بھی اس کا غصہ نہیں اترے گا۔'

حنی نے تھوک نگل کر حلق تر کیا۔

'کچھ تو۔۔۔ کوئی تو سدِباب۔۔۔'

اس نے بے چینی سے ادھر ادھر دیکھا۔ نگاہ معید کی الماری پر جا ٹکی۔

'اگر مجھے اس لڑکی کی تصویر مل جائے تو حساب کافی حد تک برابر ہو سکتا ہے۔'

یہ خیال آتے ہی وہ اپنے جھمکے اور ماحول کی پرواہ کیے بغیر تیزی سے نیچے اتری اور ننگے پاؤں پنجوں سے لہنگا اٹھائے الماری تک آئی۔

اسے حیرت آمیز خوشی ہوئی۔ لاکر لاکڈ نہیں تھا۔

ظاہر ہے وکیل صاحب کو اپنے کمرے میں کسی سے کیا ڈر؟ اس نے احتیاط سے لاکر کھولا تو وہ بھی اس کا منہ چڑا رہا تھا۔ وہ مایوس ہوئی۔

پھر بھی لاکر میں موجود دراز کو کھینچا تو دل اچھل کر حلق میں آن اٹکا۔

وہاں وہی بلیو ڈائری رکھی تھی۔

حنی نے بے تابی سے دیکھنا چاہا۔ اس میں کوئی تصویر بھی تھی۔

کسی نے اس کا کندھا ہلایا۔

”صبر تو کرو۔“

پھر اس نے جھٹکے سے گردن موڑی۔

”سعید ——“ اس کے لب وا ہوئے۔

”بہت خوب —— آج کی رات بھی تمہیں چین نہیں آیا۔ تم کبھی نہیں بدل سکتیں حنی میر!“ اس کی نگاہ حیران تھی اور لہجہ کڑا۔

یقیناً اسے اپنی دلہن سے شب زفاف میں یہ امید نہیں رہی ہوگی۔

”تو آپ کون سا بدل گئے ہیں؟“ دفعتاً حنی کی سانس آسان ہوئی۔ ایک بڑا ثبوت ہاتھ لگ گیا تھا۔ وہ اُلٹے قدموں پیچھے ہٹی۔

ایک مٹھی بند —— دوسری میں وہی ڈائری۔

”اور تم —— تم کیا سوچ بیٹھی ہو، وہ خبر دی ہے تم نے مجھے؟ اوپر سے میری الماری، میرا لاکر بلا اجازت کھول لیا۔ چھوڑنی!“ وہ برس پڑا۔

”مائنڈ یور! اس کمرے کی ہر شے پر اب میرا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا کہ آپ کا۔“ اس کے حوصلے بلند تھے۔

”ڈائری ادھر دو۔“ سعید نے ہاتھ آگے بڑھایا۔ وہ پیچھے ہٹی۔

”آپ بھی اتنے ہی قصور وار ہیں جتنی کہ میں۔ پھر میں ہی کیوں قابل سزا ہوں؟“ وہ تپی تھی۔

”ابھی بتاتا ہوں تمہیں۔“ وہ دانت پیستا آگے بڑھا۔

حنی الماری سے لگ گئی۔

”لاؤ ادھر۔“

”نہیں۔“ حنی نے دونوں ہاتھ پیچھے کر لیے۔

”ایسی کی تیسی ——“ سعید نے آگے بڑھ کے اس کے ہاتھ سے ڈائری جھپٹنے کی سعی کی مگر خوشبوؤں میں بسے نازک وجود نے اسے ٹھٹکا دیا۔

دونوں ہاتھ پیچھے کیے وہ ڈائری کو اس کی پہنچ سے دور رکھنے کی سعی میں اب اس کے بہت قریب آ گئی تھی۔ جس کا شاید خود اسے بھی احساس نہیں تھا۔

اب سعید رکا تو وہ بھی اسے دیکھنے لگی۔

اس کی بانہوں کے گھیرے میں محصور ——

سعید کے یوں ساکت رہ جانے پر وہ کسمسائی تو وہ چونکا۔ پھر ایک دم سے اس کے ہاتھ سے کچھ چھین لیا۔

”یہ کیا ہے ——؟“ مڑا تڑا کاغذ دیکھتے ہوئے وہ بولا۔

”یہ —— یہ مجھے دے دیں۔ یہ میرا ہے۔“ حنی کاغذ دیکھتے ہی بے چین ہو اٹھی۔

سعید کے دل کو سکون آیا۔

”وہ ڈائری میری ہے۔ وہ مجھے دے دو۔“

”نہیں۔“ اس نے نفی میں سر ہلایا۔

”اچھا —— تو پھر میں یہ پڑھ لیتا ہوں۔“ وہ کاغذ کھول کے اس کی شکنیں نکالنے لگا۔

وہ پڑھ رہا تھا۔

”اُف —— میری شکست کا اعلان۔“ حنی نے آنکھیں میچیں۔

”ہوں —— تو یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے۔“ سعید نے دیکھا۔ یہ وہی پیپر تھا جس کے آخر میں اس نے بھی دستخط کر کے حنی کو دیے تھے۔ مگر اب اوپر ایک تحریر بھی درج تھی۔ وہ غور سے پڑھنے لگا۔

”آج ایک اور ہیر اپنے رانجھے کی، ایک لیلیٰ اپنے مجنوں کی، ایک
شیریں اپنے فرہاد کی اور حنی میر، سعید حسن کی محبت میں مبتلا ہو گئی ہے۔
یہ میرا فیصلہ ہے سعید حسن! میں اس سزا کو تا عمر کاٹنا چاہتی ہوں۔ تمہاری
تحویل میں رہ کر۔“

دو بار —— سو بار۔

اس تحریر کا ایک ہی مطلب نکلتا تھا۔

وہ نظر اٹھا کے اُسے دیکھنے لگا۔ وہ دم سادھے نگاہ جھکائے کھڑی تھی۔

”کیا فائدہ؟ —— اب اس اعتراف کا کیا فائدہ جبکہ میں بہت عرصے سے کسی کے عشق میں پھنس چکا ہوں۔“

اس کی آواز میں حنی کو عجیب سی کھنک محسوس ہوئی تھی۔ اس کا دل زخمی ہونے لگا۔

کتنی آسانی سے دل کا راز اس ستم گر کے حوالے کر دیا جو ساری عمر اب مذاق ہی اُڑاتا رہے گا۔

”میں بھی —— دیکھنا، میں بھی یہ ثبوت تایا جان کو دکھاؤں گی۔ ابھی اور اسی وقت۔“ اُسے طیش آیا۔ وہ آگے بڑھی، جھپٹنے میں اُلجھی اور سعید حسن سے جا ٹکرائی۔

”غصے میں تم اپنی آنکھوں کا استعمال ہمیشہ بھول جاتی ہو۔“ ایک اور فقرہ آیا۔

حنی نے اپنا آپ چھڑانا چاہا۔ مگر ادھر گرفت مضبوط تھی۔

”ساری عمر سزا کاٹنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔“ وہ نرم لہجے میں کہہ رہا تھا۔

حنی کا دل بھرانے لگا۔ ایسے ہی اپنی کمزوری اس کے ہاتھ میں دے دی۔

”ہاں —— بے وقوفی کی ہے میں نے یہ۔ ایسے ہی تو آرام سے دلہن بن کے آپ کے کمرے میں نہیں آ بیٹھی۔ کچھ سوچ ہی رکھا تھا میں نے۔ ورنہ آپ مجھے جانتے ہیں۔“ وہ بھڑک کے بولی۔

”ہاں —— جانتا ہوں میں اس حنی میر کو۔ مجھ سے اُلجھتی، لڑتی، جھگڑتی، بدگمان ہوتی، پیاری سی حنی سعید حسن کو جو اب مجھ سے محبت کرتی ہے۔“

وہ نرمی سے اس کے چہرے کے نقوش کو چھو رہا تھا۔

حنا کی جیسے سانسیں تھم گئیں۔

معید نے آرام سے اس کے ہاتھ سے ڈائری لے لی۔

"میں نے تم سے شادی کی ہے تو نبھاؤں گا بھی۔ لیکن میری پہلی محبت، پہلا پیار ہمیشہ میرے دل میں رہے گا اور تمہیں بھی مجھے اس کی اجازت دینا ہوگی۔"

وہ دھونس سے بولا اور ڈائری میں سے تصویر نکال کر اس کی آنکھوں کے آگے نچا دی۔

حنا کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

"اجازت ہے——" نگاہ جھکائی۔

"ارے، یوں منہ بنا کے۔ اِدھر دیکھو میرے انتخاب کی داد دو، پھر خوشی سے اجازت دو۔ اب جیسی بھی ہو زندگی تو گزارنی ہی ہے نا۔"

"ارے——" اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ "چھوڑیں مجھے۔"

"کہاں جا رہی ہو؟" اس کی آنکھوں سے بھی مسکراہٹ عیاں تھی۔

"تایا جان——وہ——تصویر——"

اس قدر قربت نے اس کے حواس اُڑا دیے تھے۔

"پہلے خود تو دیکھ لو میری اولین چاہت کو۔" وہ بڑا پُرسکون لگ رہا تھا۔

مگر اس کے انداز حنا کے ہوش اُڑا رہے تھے۔ اُسے احساس ہوا کہ وہ ایک "دلہن" تھی اور یہ اس کی "شب زفاف" تھی۔

"نہیں—— مجھے نہیں دیکھنی۔" اس نے پلکیں نہیں اٹھائی تھیں۔ معید کے انداز اس کی سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔

"سچ—— پھر تو ساری عمر دل پہ بھاری بوجھ لے کے گزارو گی۔ کوئی تو ہے جو معید حسن کے دل پہ راج کر رہی ہے۔"

اس کے رخسار کو چھوتی بالوں کی لٹ کو انگلی سے پیچھے کیا تو حنا باقاعدہ لرزنے لگی۔

"اوہو—— دشمن اوّل! کیا ہوا؟ تم تو خوف سے کانپ رہی ہو۔ میک اپ کا رنگ بھی ڈھل رہا ہے۔" وہ اسے بغور دیکھتا جیسے "تجزیاتی رپورٹ" پیش کر رہا تھا۔

"یہ ایسے ہی جھوٹ—— آئی ہیٹ یو——"

اس کا لہجہ کمزور تھا۔ معید ہنسا۔

"اچھا—— خود کو میری تحویل میں دے دیا ہے تم نے۔" اس نے سفاکی کی حد ہی کر دی تھی۔

حنا نے آہ بھرتے ہوئے تصویر پہ نگاہ ڈالی۔ وہ تصویر کی اُلٹی سائیڈ تھی۔

"محبت دل پہ دستک ہے"

اس کی دُھندلائی نگاہ اسی نظم پہ پڑی تھی۔

ہاں——

محبت دستک ہی تو ہے۔ وہ دستک جو ہوتی ہے تو اس قدر شور برپا کرتی ہے کہ دل کے دروازے کھلے بنا کوئی چارہ نہیں رہتا۔

اس نے بھی اپنے دل کے دروازے کھول دیے تھے۔ اور اب وہاں محبت کی دیوی پورے طمطراق کے ساتھ براجمان تھی۔

"اور اب——یہ" معید نے جنگل میں تھامی تصویر کو پلٹا۔

حنا نے ایک نگاہ ڈال کے چہرہ گھما لیا۔

اس قدر جانا پہچانا چہرہ۔

اس نے ایک جھٹکے سے دوبارہ تصویر کی طرف دیکھا۔

کھلے بالوں کے درمیان کسی بات پہ دلکشی سے ہنستا چہرہ——

"یہ——یہ——" وہ حنا معیز کا چہرہ تھا۔

آج کا دن ہی شاید انکشافات کا دن تھا۔

"یہ اس کی تب کی تصویر ہے جب یہ سیکنڈ ایئر میں پڑھتی تھی۔" وہ شرارت سے مسکرا رہا تھا۔

"اور میں تب سے اس سے محبت کرتا ہوں۔ اس کی ہر ضد، اس کی ہر خواہش مجھے عزیز تھی۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ اسے لوگوں کی نگاہ سے بچا کے رکھنا، زمانے کے سرد و گرم سے بچانا، ہر پل مجھے یاد رہتا تھا۔ شاید اسی لئے میری چاہت میں تھوڑی سی شدت پسندی شامل ہو گئی۔ اور وہ مجھ سے لڑتی، جھگڑتی مجھ سے دور ہوتی چلی گئی۔ مگر جذبے صادق ہوں تو فاصلوں کو قربتوں میں بدلتے دیر نہیں لگتی۔"

وہ اپنی داستانِ محبت سنا رہا تھا۔

حنا اس کے شانے سے لگ کے بے اختیار رو دی تھی۔

تھوڑی دیر بعد معید نے اس کا سر تھپکا۔

"اب بس کرو۔ اتنی اچھی تو پہلے بھی نہیں لگ رہی تھیں، اب رو کے اور ستیاناس کر دیا۔" وہ مسکرا کر بولا۔

حنا نے چہرہ اٹھا کے متورم آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"آئی—— آئی ایم سوری۔"

معید نے گہری سانس بھری۔

"میں نے سوچا آج کے دن کا لحاظ کر کے شاید تم آئی لو یو کہہ دو۔" اس کے انداز سے شوخی عیاں تھی۔

"سچ میں معید! میں بہت بے وقوف ہوں۔" وہ دُکھ سے لہجے میں کہنے لگی تھی کہ معید نے اس کے لبوں پہ انگلی رکھ کے اسے روک لیا۔

"اوں ہوں—— آج کی رات اپنی تعریفیں صرف میرے لئے رہنے دو۔ مختصراً یہ کہ اب جبکہ تم

میرے نکاح میں آنے کے بعد میرے کمرے میں ہو تو میں مطمئن ہوں کہ تمہارے دل و ذہن میں فقط میرا ہی عکس ہے۔ باقی سب بھول جاؤ اور......" وہ رکا۔

"اور ــــ؟" تحی تھی۔

"اور مجھے بھی سب بھلا دو۔" وہ دھیمے جذبات سے بھرپور لہجے میں بولا۔ پھر تحی کو خائف ہوتے دیکھ کر بے ساختہ ہنس دیا۔

تحی کا دل اطمینان سے بھرنے لگا۔

"چلیں پھر۔" وہ اعتماد سے بولی تو سعید حیران ہو کر اسے دیکھنے لگا۔

"کہاں ــــ؟"

"آج رات کے لیے میں نے اپنے اور آپ کے لیے نوافل مانے تھے، وہ پڑھنے ہیں۔"

"شاباش ــــ اور کوئی وقت نہیں ملا تمہیں؟"

"اس کے لیے وقت کی کوئی قید نہیں۔"

"وقت اور موقع دیکھ لیا کرتے ہیں تحی میرا۔" وہ بھنایا۔

"شرم کریں ــــ ویسے بھی تو نمازیں پڑھتے رہتے ہیں۔" تحی نے اس کا دھیان اپنی طرف سے ہٹانا چاہا۔

"ہوں ــــ یہ نوافل تو پڑھنے ہی پڑیں گے۔ آخر خدا نے اتنی خوب صورت دعا قبول کی ہے۔" مسکراتے ہوئے اس کے قریب ہوا تو فضا میں تحی کی کھلکھلاتی ہوئی ہنسی گونج اٹھی۔

محبت وہاں سے بہت شاداں و فرحاں گئی تھی۔

●●●●●

وہ ولیمے میں شرکت کے لیے تیار ہو رہا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ ذہن مکمل طور پر کل اپنی اور نگین کی منعقد ہونے والی نکاح کی تقریب میں الجھا تھا۔

جہاں دل اپنے فیصلے پر مطمئن تھا، وہیں نگین کے انداز کی ہلکی سی چبھن بھی فطری طور پر اسے مستقل ڈسٹرب کیے ہوئے تھی۔

موبائل کی آواز نے اسے چونکایا۔

"یہ کون ہے اس وقت ــــ؟" اس نے اجنبی نمبر دیکھتے ہوئے موبائل کان سے لگایا۔

"السلام علیکم!" دھیما سا، مدھر سا لہجہ۔

"وعلیکم السلام ــــ نگین! آپ ــــ؟" وہ فی الفور پہچان گیا۔

نگین لمحہ بھر کو چپ ہو گئی۔ پھر گہری سانس بھرتے ہوئے بولی۔

"جی ــــ میں ہوں۔"

"خیریت؟" اس کی پریشانی فطری تھی۔

"جی ــــ مجھے آپ سے ضروری بات کرنا تھی۔ یوں مناسب تو نہیں لگا مگر......" وہ ہچکچائی۔

"انس لوگ ــــ آپ کہیے۔" عماد کا ذہن خدشات کی آماجگاہ بننے لگا۔

نگین نے چند لمحوں تک رک کر جیسے الفاظ جمع کیے۔

"زندگی کھیل تماشا نہیں ہوتی عماد! شاید میں نے ایسا سمجھ لیا تھا۔ کسی کی زندگی میں شراکت کے خیال ہی نے زندگی گزارنے کے عمل کو بہت مشکل بنا دیا ہے۔ انس میری زندگی کا ایک حصہ تھے، پوری زندگی نہیں۔ میں آپ کی زندگی میں آؤں گی تو خود کو سمجھا کے۔ بس مجھے تھوڑا سا وقت چاہیے۔ بس یہ کہ آپ میرا ساتھ دیں گے۔" اس کی آواز کپکپا رہی تھی۔

عماد نے اس کے دکھ کو شدت سے محسوس کیا، پھر نرمی سے بولا۔

"نہ مجھے کل تمہارے فیصلے پر کوئی اعتراض تھا اور نہ آج ہے۔ میں تمہارا انتظار کروں گا نگین! اور یقین ہے کہ کسی نئی صبح کا سورج ہم دونوں طلوع ہوتا دیکھیں گے۔"

فون بند ہو گیا تھا۔

عماد کا ذہن پرسکون ہونے لگا۔ اس کے لبوں پر طمانیت بھری مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

●●●●●

"ہاں جی ــــ اب بتائیں دلہن صاحبہ ــــ؟"

سعید تو فریش ہو کے باہر چلا گیا تھا جبکہ وہ ڈرائر لیے اپنے بالوں سے الجھنے لگی۔ تبھی دروازہ کھٹکا کے صبا اندر آئی تو اسے دیکھتے ہی بولی۔

تحی ہنستی ہوئی اٹھ کے اس سے لپٹ گئی۔

"[illegible]، گندی۔" صبا نے اس کی پشت پر دو جڑیں۔

"اتنے دنوں میں تمہارا اتنا خون خشک نہیں ہوا جتنا تم نے میرا کر دیا ہے۔ اور اب ملی ہی نہیں رہی۔" صبا مطمئن ہو گئی تھی، بظاہر ناخفگی سے بولی۔

"یہ دیکھو ــــ یہ میں ہوں۔"

تحی نے چلتے ہوئے ڈریسنگ پر سے ایک تصویر اٹھا کر صبا کو دکھائی۔

"ہاں ــــ تو اس میں نئی بات کیا ہے؟" صبا کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ حیرت سے اس کے چہرے کی مسکراہٹ کو دیکھا۔ وہ پھر سے ہنسی۔

"یہ وہی تصویر ہے جو کبھی سعید کے لاکر میں تھی۔"

"ہا ــــ" حیرت سے اس کی آنکھیں کھل گئیں۔

"اور اب دل کے لاکر میں۔" وہ شرماتی ہوئی صبا کو بہت پیاری لگی۔

"یا اللہ ــــ تیرا شکر ہے۔" اس نے بے اختیار گہری سانس بھری۔

"ہم یہاں اونٹ کی کروٹ دیکھنے کے انتظار میں رہے۔ یہاں تو اونٹ بیٹھا بھی نہیں، لیٹا ہوا وہ بھی پورے اطمینان سے۔"

"میں تو پہلے ہی کہتی تھی، تمہارا بھائی گھنا میسنا ہے۔"

اسے منہ دکھائی میں ملنے والا گولڈ کا نیکلس دکھاتے ہوئے حنیٰ نے مزے سے کہا تھا۔

"خوش رہو۔ یونہی مسکراتی اپنے میاں کے دل پہ راج کرتی رہو۔" صبا نے اسے دل سے دعا دی تو آنکھیں جانے کیوں نم سی ہونے لگیں۔

انس کی کمی، تکمین کا دکھ یاد آیا، اپنی خانہ بربادی۔

"چلو، جلدی سے تیار ہو کے آ جاؤ۔ ناشتے پہ سب انتظار کر رہے ہیں۔"

اس نے اپنا دھیان بٹانا چاہا۔

"سب ___؟" اسے شرم آئی۔

"ابو اور چچا جان کے علاوہ۔ وہ ناشتہ کر چکے ہیں۔"

"تو پھر مجھے ساتھ لے کے جاؤ نا۔ میں ایک دن کی دلہن، اکیلے جاتے شرماؤں گی یار!" وہ بے چارگی سے بولی تو صبا کو ہنسی آ گئی۔

"چلیں، دلہن اک رات کی صاحبہ!" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

وہ جلدی جلدی اپنی تیاری مکمل کرنے لگی۔

ولیمے کی تقریب بے حد شاندار رہی تھی۔

صبا نے حسب سابق نوفل کو مکمل طور پر نظر انداز کیے رکھا۔

مگر واپسی پہ ایسی کوئی پابندی نہیں تھی۔ اس نے فوراً ہی اسے اکیلا پا کے دھر لیا۔

"کیا بات ہے؟ ___ آج اتنی حسین لگ رہی ہو، مگر لفٹ نہیں دے رہیں۔"

وہ نوفل کے ہمراہ تھی۔ صبا کو آواز دے کر روک لیا تو اسے بھی مجبوراً مروت نبھانا پڑی۔

"بہت کام ہیں نا، اس لیے۔"

"ارے میرج ہال میں کیسے کام؟ تمہیں تو بس اپنے میاں کا دل لبھانا چاہیے۔"

وہ رکھائی سے ہنسی۔

صبا نے رشک سے اسے دیکھا۔ شوہر کی محبتوں نے اسے حسین تر بنا دیا تھا۔

اس کے لفظوں کے چناؤ نے صبا کو جھینپنے پہ مجبور کر دیا۔

وانیے کے ساتھ کھڑے نوفل کی نگاہ کو وقتاً فوقتاً وہ خود پہ پڑتا محسوس کر رہی تھی۔

"یہ کام اب میں نے چھوڑ دیا ہے۔ اور بھی دکھ ہیں زمانے میں محبت کے سوا۔" وہ قصداً ہنسی مگر نوفل اس کا طنز پا گیا تھا۔

"ارے ___ محبتوں کے داعی، اور ایسی دل چھوڑنے والی باتیں۔" وانیے نے مصنوعی حیرت کا مظاہرہ کیا تھا۔

"کہیں کوئی جھڑپ تو نہیں ہو گئی تم دونوں کے درمیان؟ ایسا ہے تو فوراً بتاؤ۔ میں اپنے فیورٹ کپل میں کوئی بھی ناچاقی برداشت نہیں کر سکتی۔"

وہ باری باری دونوں کو گھورتے ہوئے بولی تو صبا نے ہونٹوں پہ جبری مسکراہٹ پھیلائی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے وانیے! آپ فکر مت کریں۔ آپ کے دوست سے بڑھ کر بھلا میری "خوشیوں" کا اور کون خیال رکھے گا۔ آپ فنکشن انجوائے کریں۔"

وہ معذرت کرتی ان کے پاس مزید نہیں رکی تھی۔

وانیے ملامت بھری نظروں سے نوفل کو دیکھ کر رہ گئی۔

"ہم چلیں گے نا صبا!"

ولیمے سے واپسی پہ وہ اسی کی گاڑی میں تھی۔ مجبوراً ہی سہی، سب کی تسلی کے لیے صبا کو اس "التفات" کا مظاہرہ کرنا پڑ رہا تھا۔

وہ اتر کر اندر بڑھنے لگی تھی جب نوفل نے اسے پکارا۔ باقی سب لوگ گھر پہنچ چکے تھے۔

وہ رکی۔

"یہ آپ کی امانت۔"

وہ ایک خاکی لفافہ اس کی طرف بڑھا رہا تھا۔

صبا نے ناسمجھی کی کیفیت میں اسے دیکھا۔

"صرف تمہارے سائن باقی ہیں۔ میں اپنا فیصلہ کر چکا۔ تمہارا فیصلہ تم پہ چھوڑتا ہوں۔" نوفل نے جیسے دھماکا کر دیا تھا۔

صبا کو اپنی پوری ذات کے پرخچے اڑتے محسوس ہوئے۔

"طلاق ___"

اس کا ذہن سائیں سائیں کرنے لگا۔

"آپ نے ___ آپ نے مجھے طلاق دے دی؟" وہ چیخی۔

بے یقینی سی بے یقینی تھی۔

لگا آج روز محشر ہے۔ دنیا ختم ہو رہی ہو۔

نوفل اس کے طرز عمل پہ گڑبڑا گیا۔

"صبا! میری بات سنو۔" وہ جلدی سے گاڑی سے اترا۔

"میرے خدا! ___ میں نے یہ کب چاہا تھا؟" اس کی رنگت خطرناک حد تک زرد پڑ گئی۔

اگلے ہی پل وہ لہرا کر گری تو نوفل اسے بمشکل سنبھال سکا۔

خالی لفافہ جیب میں ٹھونستے ہوئے اس نے بلند آواز میں عماد کو پکارا تو ذرا سی دیر میں سبھی وہاں جمع، صبا کی حالت دیکھ کر ہراساں ہو گئے۔

●●●●●

وہ ہوش میں آ رہی تھی۔

لرزتی پلکیں دیکھ کر وہ تیزی سے اس پہ جھکا۔

"صبا ___!"

اُس کا ذہن غنودہ تھا۔

نوفل نے اس کا ہاتھ لبوں سے چھوا۔

"صبا ـــــــ!" اسے لگا زندگی نے اسے پکارا ہو۔

صبا نے چہرہ موڑ کے اسے دیکھا۔

انجانا سا ماحول۔ دوائیوں کی مہک۔ وہ یقیناً ہسپتال میں تھی۔

"کیا ہو گیا تھا تمہیں؟ اتنا چھوٹا دل؟" نوفل کی انگلیاں اس کے بالوں میں سرسرا رہی تھیں۔

صبا کو سب کچھ یاد آنے لگا تو آنکھوں کے کٹوروں سے آنسو بہہ نکلے۔

"کیوں نوفل! ـــــــ ایسا کیوں کیا آپ نے؟ ـــــــ میں نے طلاق کب مانگی تھی آپ سے؟"

وہ ہچکیوں میں گھرنے لگی۔ بے بسی اب سراپا ہو گیا تھا۔

"تم میرے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تھیں صبا! میں تمہاری مرضی کا فیصلہ کرنا چاہتا تھا۔" نوفل کو اس کے آنسو پریشان کرنے لگے۔ اپنی صفائی میں بولا تو وہ غصے میں آ گئی۔

"میں نے کہا تھا کہ اپنی زندگی کا فیصلہ میں خود کروں گی۔ پھر بھی آپ..... آپ نے مجھے......"

وہ کہتے کہتے پھر سے رونے لگی تو نوفل سے برداشت نہیں ہوا۔

"میں بہت برا، بہت غلط ہوں صبا! مجھ پر اتنا بڑا احسان مت کرو۔" وہ بوجھل لہجے میں بولا۔

صبا تڑپ اٹھی۔

"حالات برے تھے نوفل! میں نے اسے خدا کی رضا جان لیا تھا۔ جیسے تقدیر نے سمجھ لیا۔"

"نوفل نے وہی لفافہ جیب سے نکالا تو وہ چیخ پڑنے لگی۔

وہ اب لفافے میں سے پیپرز نکال رہا تھا۔

"پھاڑ دیں ـــــــ پھینک دیں انہیں نوفل!" وہ وحشت زدہ ہوئی۔

نوفل نے جھک کر اس کی پیشانی پر مہر محبت ثبت کی۔

"دیکھو تو سہی میری جان!"

وہ اُس کے طرزِ عمل پر ششدر رہ گئی۔

"ایک بار کاغذ کھول کے پڑھ لیتیں تو ابھی پھر سے تیار کھا رہی ہوتیں۔" وہ اب مسکرا رہا تھا۔

پھر کاغذات کھول کر اس کے سامنے پھیلا دیے۔

صبا نے نگاہ چرانا چاہی۔ مگر فطری تجسس اسے پڑھنے سے نہ روک سکا۔

صبا نے تحریر پڑھ کے بے یقینی سے دیکھا تو وہ مسکرا دیا۔

"یہ طلاق نامہ نہیں ہے صبا! بلکہ تمہاری خواہش کے مطابق میں تمہیں آخری فیصلہ کرنے کا اختیار دینا چاہتا تھا۔ ان کاغذات کی رو سے میں نے طلاق کا حق تمہیں تفویض کر دیا ہے۔ تم جو چاہو فیصلہ کر سکتی ہو۔"

صبا کے دل پر سے کوئی بھاری بوجھ ہٹا تھا۔ اس کی آنکھیں بھر آئیں۔

"میں نے ـــــــ ایسا کب کہا تھا میں نے؟" وہ روٹھے لہجے میں بولی۔

"مگر میں ایسے ہی اپنے کیے کا مداوا کر سکتا تھا صبا! آئی ایم سوری۔" وہ سراپا ندامت بنا ہوا تھا۔

محبت اس کے قدموں کی باندی بنی ہوئی تھی۔ وہ کیوں نہ سرشار ہوتی۔

اس کے لبوں پہ خوب صورت سی ہنسی بکھر گئی۔ نوفل نے اس کا "فیصلہ" جان کر طمانیت کا گہرا سانس دل میں اترتا محسوس کیا تھا۔ اس کی ہنستی ہوئی آنکھیں ہر دکھ، ہر خدشے سے پاک تھیں۔

"اب کوئی غم، کوئی پریشانی میں تم تک آنے نہیں دوں گا صبا! یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔ اب فقط ہماری ہم سفر ہوں گی اور خوشیاں ہماری ساتھی۔"

وہ اس کے کانوں میں امرت ٹپکا رہا تھا۔ اور اس کی بانہوں کے گھیرے میں کھڑی صبا رب العزت کی شکر گزار تھی جس نے زندگی کے ہر مرحلے پر اس کی عزت رکھی اور اس کی مشکلات کو آسان کیا تھا۔

محض اس کی برداشت اور صبر کے موتی۔

بمشکل ہی سہی مگر نوفل کے دل کے دروازے بھی اس کے لیے وا ہو گئے تھے۔

اور اب اپنی آزمائش کے صلے میں اسے ساری عمر محبتوں کے سائے میں گزارنا تھی۔

اس نے طمانیت سے مسکرا کر آنکھیں موند لیں۔

(ختم شد بالخیر)